مثنوی مولوی معنوی

ہست قرآں در زبانِ پہلوی

مصنف: مولانا جلال الدین رومیؒ

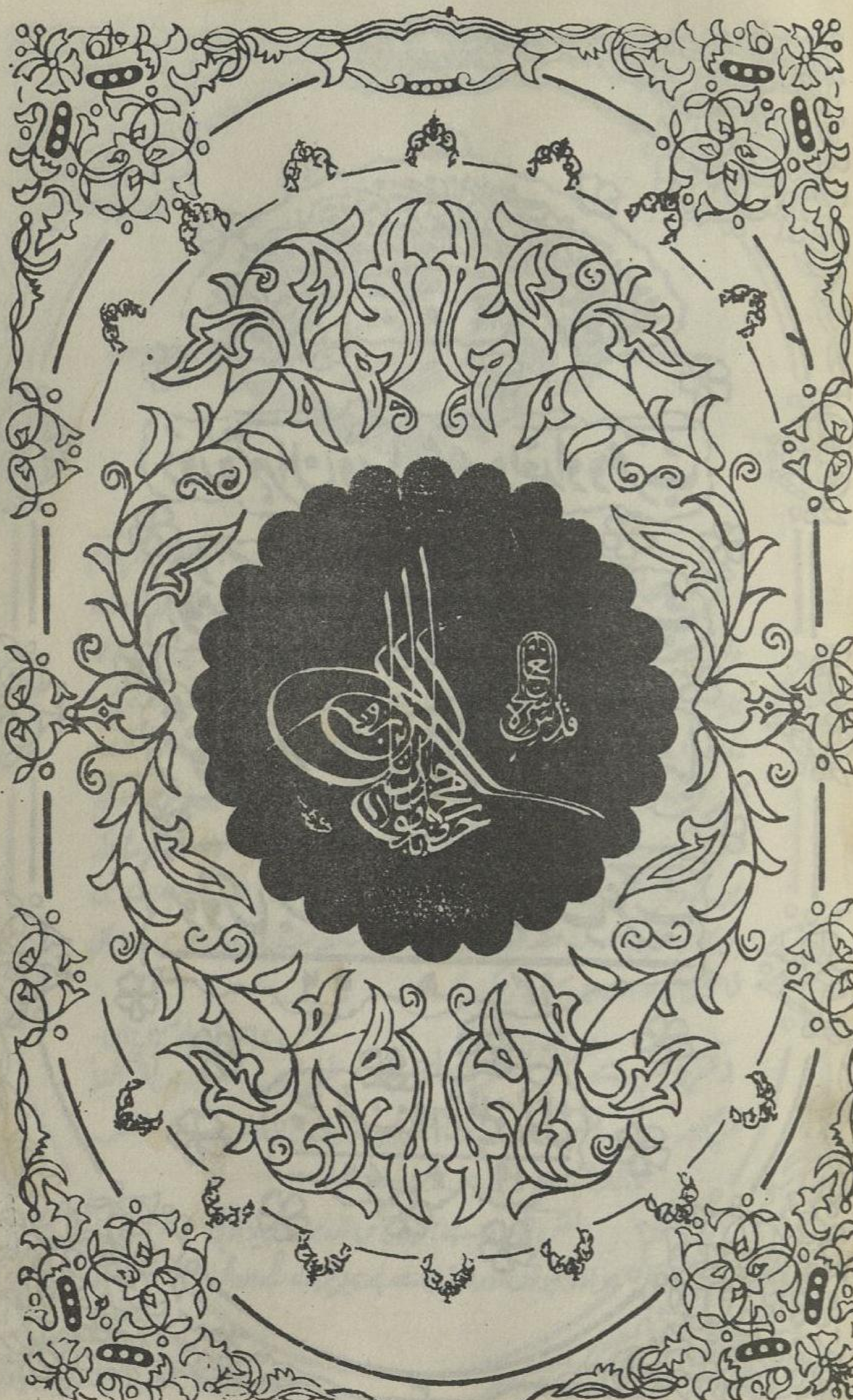
مترجم: قاضی سجاد حسین

الفیصل ناشران و تاجران کتب
غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

مثنوی مولوی معنوی رحمہ اللہ تعالیٰ

مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ

الفیصل
ناشران و تاجران کتب
اردو بازار ○ لاہور



[illegible]

١٩ ٦ ٧٦

دورۂ تہران و ترکی، مصر و بغداد و عرب

ہو مبارک صاحبِ عز و شرف یہ فضلِ رب

مثنوی کے شارح و فاضل مترجم مرحبا

مولوی سجاد بحرِ علم صدرشکِ عرب

١٣ ھ ٩٦

پیش کنندہ احقر خلیق ٹونکی

١٩ ٦ ٧٦

مُقدّمہ

عرضِ حال ۔ آج جبکہ میں دفترِ پنجم کا یہ پیش لفظ لکھ رہا ہوں، بفضلہٖ تعالیٰ دفترِ چہارم کی کتابت و طباعت کے جملہ مراحل سے فارغ ہو چکا ہوں اور وہ دفتری کے یہاں جلد بندی میں ہے، انشاء اللہ ہفتہ عشرے میں بازار میں آجائے گا۔ نیز دفترِ پنجم کی کتابت بفضلہٖ تعالیٰ مکمل ہو چکی ہے اور وہ بھی عنقریب طباعت کے لئے پریس کے سپرد کر دیا جائے گا، دفترِ سوم مارچ ۱۹۷۶ء میں شائع ہوا تھا۔ انشاء اللہ مارچ ۱۹۷۸ء تک دفترِ پنجم بھی بازار میں آجائے گا اور اس طرح میں ایک سال کی مدت میں دفترِ چہارم و پنجم ناظرین کی خدمت میں پیش کرنے کا فخر حاصل کر لوں گا۔ دفترِ پنجم کے مسودے سے فارغ ہو کر میں نے دفترِ ششم پر کام شروع کر دیا تھا اور اُس کی رحمتِ بے پایاں کے سہارے میں اس کا بھی تقریباً نصف حصہ لکھ چکا ہوں اور انشاء اللہ ۱۹۷۸ء کے اواخر میں وہ بھی شائقین کی خدمت میں پیش کر سکوں گا

دفترِ پنجم سے متعلق بعض مباحث

نفس: اس کی چار قسمیں ہیں۔ نفسِ[1] امّارہ، نفسِ[2] لوّامہ، نفسِ[3] مطمئنہ، نفسِ[4] ملہمہ — نفسِ امّارہ وہ ہے جو شہوتوں اور لذّتوں کا طالب ہو۔ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْٓءِ میں اِسی کا بیان ہے۔

نفسِ لوّامہ وہ ہے جس میں کسی قدر صفائی پیدا ہو چکی ہو اور شہوتوں اور لذّتوں سے پرہیز کرنے لگے اور اگر

کبھی کسی لذت و شہوت میں مبتلا ہو جائے تو پچھتائے۔ لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيَامَةِ وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَة میں اِس کا ذکر ہے۔

نفسِ مُطمئنہ وہ ہے جو کسی حالت میں بھی لذت و شہوت میں مبتلا نہ ہو اور شیطانی اثرات سے بالکل محفوظ ہو چکا ہو۔ يَآ اَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِىٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّة میں یہی نفس مُراد ہے۔

نفسِ مُلہِمہ وہ ہے جو صفائی کے اعلیٰ مراتب حاصل کر چکا ہو اور انسانوں کو اُمورِ خیر کی جانب توجہ دلائے۔ ہر شخص میں اِن قسموں میں سے کسی ایک قسم کا نفس ہوتا ہے۔

انسان کی تین طاقتیں: قدرت نے انسان میں تین طاقتیں ودیعت فرمائی ہیں۔ مَلَکی[1]، سَبُعی[2]، بہیمی[3]۔

مَلَکی طاقت۔ خداوندی اطاعت اور اعمالِ خیر کی متقاضی ہے۔ یہ طاقت رُوح کے ساتھ خاص ہے۔

سَبُعی طاقت۔ انسان کے غصہ و غضب کا سبب ہے اور مخالف چیز کا دفعیہ کرتی ہے۔

بہیمی طاقت۔ انسان میں شہوت اور ہوس کا سبب ہے اور یہ طاقت مرغوب اور مناسبِ چیز کے حصول کے درپے رہتی ہے۔ یہ دونوں طاقتیں جسمِ انسانی کے ساتھ خاص ہیں۔

وقوفِ قلبی: نقشبندی سلوک میں ایک ریاضت کا نام ہے۔ اِس کی صورت یہ ہے کہ سالک قلب کی طرف توجہ کر کے بیٹھے اور قلب کی نگرانی کرے۔ قلب پر ماسوی اللہ کسی خطرے اور خیال کو وارد نہ ہونے دے۔ یہ ریاضت انتہائی مشکل ہے۔ بہت سی ریاضت کے بعد سالک اِس پر قابو پاتا ہے۔

کرامت کی قسمیں: بزرگوں سے جو کرامتیں صادر ہوتی ہیں اُن کی دو قسمیں ہیں۔ کرامتِ حِسّی، کرامتِ معنوی۔

حِسّی کرامت۔ یہ ہے کہ کسی حِسّی اور ظاہری امر میں بزرگ سے کوئی بات دستور کے خلاف ظاہر ہو، مثلاً بزرگ کو کسی کے دل کی بات کا معلوم ہو جانا۔ آنے والی بات کا معلوم ہو جانا، توجہ ڈال کر بیتاب بنا دینا، پانی کی سطح پر چلنا۔ ان کرامات سے عوام زیادہ متاثر

ہوتے ہیں لیکن یہ کرامتیں حیض الاولیاء کہلاتی ہیں اور یہ ہمیشہ قائم نہیں رہتی ہیں

معنوی کرامت۔ دین پر استقامت، بُری عادتوں سے پاکی، خیر کی طرف سبقت، فرائض و واجبات کی بروقت ادائیگی، یہ معنوی کرامتیں ہیں اور اصل فضیلت یہی ہیں۔ یہی اہل اللہ اور فرشتوں کی صفات ہیں۔

فیضِ اقدس، فیضِ مقدس : حضرت حق تعالیٰ کی جانب سے مخلوق کو جو فیض پہنچتا ہے اُس کی دو قسمیں ہیں۔

فیضِ اقدس۔ وہ فیض ہے جو حق تعالیٰ کی جانب سے اعیانِ ثابتہ کو پہنچتا ہے، یہ فیض تعدد اور کثرت سے پاک ہے۔

فیضِ مقدس۔ وہ فیض ہے جو اعیانِ ثابتہ سے ارواح کو ہر روح کی قابلیت اور استعداد کے مطابق پہنچتا ہے اس میں تنوع اور تکثر ہے۔ ان دونوں کی مثال اس طرح سمجھی جائے کہ سورج کا نور مختلف رنگ کے آئینوں پر پڑتا ہے اور پھر ان آئینوں کے ذریعہ مختلف قسم کا نور انسانوں پر پڑے، سورج کا جو نور آئینوں پر پڑا وہ فیضِ اقدس کی مثال ہے اور جو آئینوں کے ذریعہ انسانوں پر پڑا وہ فیضِ مقدس کی مثال ہے۔

معیتِ حق : مولانا بحرالعلوم رح نے فرمایا ہے کہ مخلوق کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی معیت دو طرح کی ہے۔

معیتِ عامہ۔ حق تعالیٰ کی یہ معیت تمام مخلوق کے ساتھ ہے خواہ وہ مومن ہو یا کافر وَھُوَ مَعَکُمْ اَیْنَمَا کُنْتُمْ "وہ خدا تمہارے ساتھ ہے تم جہاں کہیں بھی ہو" اس معیت کا مطلب یہ ہے کہ تمام مخلوق محض وجودِ باری تعالیٰ کی شئون ہیں اور یہ موجودات حق تعالیٰ کے وجود کے ذریعہ موجود ہیں۔

معیتِ خاصہ۔ یہ معیت صالحین اور عارفین کو حاصل ہوتی ہے اور یہ معیت ایسی ہے جیسے محبوب کی معیت محب کے ساتھ ہوتی ہے اور حدیث اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ "انسان اُس کے ساتھ ہے جس سے اُس کو محبت ہو" میں اِسی کی طرف اشارہ ہے۔

علمِ باری تعالےٰ : مولانا بحرالعلومؒ نے فرمایا ہے۔ حضرتِ حق تعالےٰ کے علم کی دو قسمیں ہیں۔ ایک علم تو وہ ہے جو کائنات کے وجود سے قبل حضرتِ حق تعالےٰ کو حاصل ہے۔ یہ علم جزا اور سزا کا مدار نہیں ہے۔ دوسرا علم وہ ہے جو موجودات کے وجود کے بعد اُن سے متعلق ہوتا ہے۔ یہ جزا اور سزا کا مدار ہے۔ اِس علم کے اعتبار سے نیک لوگ جزا کے اور برُے لوگ سزا کے مستحق قرار دیئے جاتے ہیں۔ اَلَّذِیۡ خَلَقَ الۡمَوۡتَ وَالۡحَیٰوۃَ لِیَبۡلُوَکُمۡ اَیُّکُمۡ اَحۡسَنُ عَمَلًا "خدا وہ ہے جس نے موت اور زندگی پیدا کی تاکہ تمہیں آزمائے کون عمل کے اعتبار سے بہتر ہے۔" انسانی موت و حیات کی پیدائش اُس کی آزمائش کیلئے ہے اب جیسے اُس کے افعال ہوں گے اُن سے جو علمِ خداوندی متعلق ہوگا وہ جزا اور سزا کا مدار ہوگا۔

مُعجزہ رَدِّالشمس : روایت ہے کہ آنحضورؐ کا سَرِ مبارک حضرت علی رضؓ کی گود میں تھا اور آپ پر وحی نازل ہورہی تھی۔ حضرت علی رضؓ نے عصر کی نماز نہ پڑھی تھی اور سورج غروب ہونے لگا۔ وحی کے ختم ہوجانے کے بعد حضرت علی رضؓ نے آنحضورؐ سے صورتِ حال عرض کی تو آنحضورؐ نے دعا فرمائی کہ "اے خدا اگر علی رضؓ تیری اور تیرے رسولؐ کی اطاعت میں تھا تو سورج کو واپس لَوٹا دے" اِس پر سورج واپس لوٹ آیا اور پہاڑ اور زمین پر دھوپ چمکنے لگی۔ اِس حدیث کو محدثین نے سند کی کمزوری اور عقل کے خلاف ہونے کی وجہ سے ناقابلِ قبول قرار دیا ہے۔

عشرۂ مبشرہ : وہ دس صحابہ جن کو آنحضورؐ نے اُن کی زندگی میں ہی جنّت کی بشارت دیدی تھی یہ ہیں۔

ابوبکرؓ۔ عمرؓ۔ عثمانؓ۔ علیؓ۔ زبیرؓ۔ طلحہؓ۔ عبدالرحمٰنؓ۔ ابوعُبیدہ۔ سعدؓ بن ابی وقاص۔ سعیدؓ بن زید رضی اللہ عنہم

اِن کے علاوہ بعض دوسرے صحابہ بھی ہیں جن کو اُن کی زندگی میں جنّت کی بشارت ملی ہے لیکن عشرۂ مبشرہ یہی دس کہلاتے ہیں۔

حدیثِ لَوۡلَاکَ : حضرت ابن عباس رضؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ میرے پاس جبرئیلؑ آئے اور کہا

کہ آپ کے لئے فرمایا گیا ہے۔ یَا مُحَمَّدُ لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْجَنَّةَ وَلَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ النَّارَ۔ اے محمدؐ اگر تم نہ ہوتے تو میں جنت کو پیدا نہ کرتا اور اگر تم نہ ہوتے تو میں دوزخ کو پیدا نہ کرتا۔ ایک دوسری روایت میں ہے لَوْلَاكَ مَا خَلَقْتُ الدُّنْيَا۔ اگر تم نہ ہوتے تو میں دنیا کو نہ پیدا کرتا۔ اِن روایتوں کا مضمون اگرچہ صحیح ہے لیکن مُلّا علی قاریؒ نے اِن کو موضوعات میں شمار کیا ہے۔

عبّاسِ دِبس : یہ ایک بھکاری تھا جو بھیک مانگنے کے ستّر طریقے جانتا تھا۔ فرضی طور پر ایسے دردناک انداز سے روتا تھا کہ لوگوں کو رُلا دیتا تھا، پھر بھیک مانگتا تھا تو جھولی بھر لیتا تھا اسی عبّاس کو بعض اہلِ لغت نے عبّاس دوس لکھا ہے اور بتایا ہے کہ چونکہ یہ دوس قبیلہ کا تھا اِس لئے اُس کو عبّاسِ دوس کہا جاتا ہے۔

اَصحابِ فیل : اَبرہۃ الاشرم یمن کے علاقے کا ایک عیسائی گورنر تھا۔ خانہ کعبہ ڈھانے کے لئے اُس نے ہاتھیوں کا لشکر لے کر مکّہ معظمہ پر چڑھائی کی لیکن اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوا۔ قدرت نے اس پر پرندوں کے ایک جھُنڈ کو مسلط کر دیا۔ اِن پرندوں کی چونچوں اور پنجوں میں کنکریاں تھیں جو اُن پرندوں نے ہاتھیوں کے لشکر پر برسا دیں اور پورا لشکر تباہ ہوگیا۔ سورۃ "اَلفیل" میں اُس کا ذکر کیا گیا ہے۔

قومِ لوطؑ : اِس قوم میں لڑکوں سے بدفعلی کی عادت تھی، اِسی لئے اِس بدفعلی کرنے والے کو لوطی کہا جاتا ہے۔ حضرت لوطؑ کی فہمائش پر جب یہ نہ مانے تو اُن کی بستیاں اُلٹ دی گئیں اور اُن پر پتھر برسے جس سے وہ سب تباہ ہوگئے۔

اہلِ انطاکیہ : حضرت مسیحؑ نے اپنے دو حواری انطاکیہ کے باشندوں کے پاس بھیجے یہ لوگ بُت پرست تھے۔ اِن دونوں حواریوں نے بُت پرستی کے خلاف لوگوں کو دعوت دی تو حبیب نجار اُن کے ہاتھ پر ایمان لے آئے۔ انطاکیہ کے بادشاہ کو جب یہ معلوم ہوا کہ یہ دونوں حواری بُت پرستی کے خلاف لوگوں کو اُبھارتے ہیں تو اُس نے اِن دونوں کو قید کر دیا۔ حضرت مسیحؑ کو جب اُن کی حالت کا علم ہوا تو انھوں نے اپنے بڑے حواری شمعون کو روانہ کیا۔ شمعون نے مختلف تدبیروں سے بادشاہ کا تقرب حاصل کیا اور اُس کو آمادہ کیا کہ وہ دربار میں اِس

مسئلہ پر گفتگو کرائے۔ چنانچہ دربار میں اُن حواریوں اور انطاکیہ والوں کی گفتگو شروع ہوئی۔ حبیب نجار کو جب پتہ چلا تو وہ دوڑ کر آئے اور اپنے ہم وطنوں سے کہنے لگے کہ تم لوگ اِن بزرگوں کے ہاتھ پر ایمان لاؤ۔ اس پر مجمع بھڑک اُٹھا اور اُس نے حبیب نجار کو قتل کر دیا۔ سورۂ یٰسین میں اس واقعہ کو ذکر کیا گیا ہے۔

اصحابِ سبت: یہود کو حکم دیا گیا کہ شنبہ کے روز مچھلی کا شکار نہ کیا کریں۔ اس حکم میں اُن کی آزمائش شروع ہوئی اور شنبہ کے روز دریا میں مچھلیاں زیادہ نظر آنے لگیں، تو اُن میں لالچ پیدا ہو گیا اور اللہ تعالیٰ کی حکم عدولی شروع کر دی تب اُن پر مسخ کا عذاب نازل ہوا اور اُن کو بندر بنا دیا گیا۔ سورۂ الاعراف میں اس کا ذکر ہے۔

عمر بن عبدالعزیزؒ: سالہ میں اموی خاندان میں پیدا ہوئے۔ ۹۹ھ میں آپ کو خلیفہ مقرر کیا گیا۔ اِس قدر نیک اور دیندار، پابندِ شرع تھے کہ اُن کو علماء نے خلفاءِ راشدین میں شمار کیا ہے۔ چنانچہ سفیان ثوریؒ، خلفاءِ راشدین کی تعداد پانچ لکھتے ہیں۔ آغازِ خلافت سے پہلے اُن کی ذاتی آمدنی چالیس ہزار دینار سالانہ تھی۔ لیکن خلافت کے دور میں آپ نے اُس کو بہت کم کر دیا تھا اور انتقال کے وقت کل آمدنی چار سو دینار رہ گئی تھی۔ مرض الموت کی حالت میں کسی شخص نے آپ کو میلی قمیص پہنے ہوئے دیکھا تو آپ کے گھر والوں سے کہا کہ آپ کو نئی قمیص پہنا دیں۔ جواب ملا کہ آپ کے پاس صرف یہی ایک قمیص ہے جو پہنے ہوئے ہیں۔ ایک شب کا واقعہ ہے کہ آپ چراغ جلائے ہوئے بیت المال کا حساب کتاب کر رہے تھے اسی اثناء میں آپ کا غلام آیا اور کچھ گھریلو باتیں کرنے لگا۔ آپ نے فوراً بیت المال کا چراغ بجھا دیا اور یہ گوارہ نہ کیا کہ بیت المال کا چراغ ذاتی معاملہ میں کام آئے۔ سالہ میں آپ کی وفات ہوئی ہے۔

حجاج بن یوسف: یہ ثقفی خاندان کا تھا۔ اور عبدالملک بن مروان کی جانب سے عراق کا گورنر تھا اُس نے ۷۳ھ میں حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ حاکمِ مکہ پر چڑھائی کی تھی اور مکہ پر منجنیقوں سے اس قدر پتھر برسائے تھے کہ خانہ کعبہ کی دیواروں کو بھی

نقصان پہنچا تھا اُس نے سینکڑوں صحابہ کو قتل کرایا ہے۔ تابعین اور تبع تابعین جو اُس کے ہاتھوں قتل ہوئے اُن کی تعداد تو لاکھوں تک پہنچ گئی ہے۔ اِسی لئے اُس کو اُمتِ محمدیہ کا سب سے بڑا ظالم قرار دیا جاتا ہے اور ظلم و ستم میں ضربُ المثل بن گیا ہے۔

ابو ہریرہؓ: آنحضورؐ کے مخصوص صحابی ہیں۔ یہ اُن کی کنیت ہے۔ نام غیر مشہور ہے جس میں کافی اختلاف ہے۔ غزوۂ خیبر کے موقع پر آکر مسلمان ہوئے اور پھر شب و روز آنحضرتؐ کی صحبت میں رہے۔ صُفّہ میں مقیم ہو گئے تھے اور قُوتِ لَایموُت پر اکتفا کرتے تھے اور آنحضورؐ کے افعال و اقوال کو یاد کرنا اپنا مقصد بنا لیا تھا اسی لئے صحابہ میں سب سے زیادہ روایتیں اِنہی سے منقول ہیں۔

محمد خوارزم شاہ: جلال الدین کے لقب سے مشہور ہے۔ خراسان سے عراق تک اُس کی سلطنت پھیلی ہوئی تھی۔ یہ مولانا رومؒ کے والد خواجہ بہاؤ الدینؒ کا ماموں تھا اُس نے چنگیز خانی فتنے کا مقابلہ کیا۔ ابتدائی جنگ میں اُس نے ایک ہزار تاتاری سپاہیوں کو تہِ تیغ کر ڈالا، تاتاری فوج شکست کھا گئی پھر چنگیز خاں نے تیس ہزار فوج اُس کے مقابلے کے لئے بھیجی اُس کو بھی اُس نے شکست دی، تب چنگیز خاں خود ایک بھاری فوج لے کر حملہ آور ہوا اُس وقت اُس کی فوج کا ایک بڑا حصّہ ہرات کی مہم پر تھا مجبوراً اُس کو غزنین کی طرف پسپا ہونا پڑا وہاں سے وہ ہندوستان آنا چاہتا تھا کہ ۶۱۸ھ میں دریائے سندھ کے کنارے پر پھر تاتاری فوج سے مقابلہ کرنا پڑا اور اِس قدر بہادری اور بے جگری سے اُس سے لڑا کہ تاریخ میں اُس کی مثال نہیں ہے۔ اِس جنگ میں اُسکے بہت سے ساتھی شہید ہو گئے اور اُس نے تنہائی محسوس کی تو ہندوستان پہنچنے کے ارادے سے اُس نے اپنا گھوڑا دریائے سندھ میں ڈال دیا اور اِس قدر صفائی سے اُس کو پار کیا کہ چنگیز خاں انگشت بدنداں ہو گیا اور اُس کی بہادری کے اعتراف میں کہا کہ "ہمچو اُو جوانمرد در دنیا پیدا نشد و نخواہد شد۔ اُس جیسا بہادر دنیا میں نہ پیدا ہوا نہ پیدا ہوگا" ہندوستان پہنچ کر اُس نے پھر اپنی حالت کو سنبھالا اور آذربائیجان کی طرف چلا گیا وہاں رات کو سوتے ہوئے کسی مُغل کے ہاتھ سے شہید ہو گیا۔

روح: روح کی حقیقت شریعت نے واضح نہیں کی ہے اور اُس کی صحیح حقیقت کا علم صرف خدا ہی کو ہے۔ پھر بھی جمہور علماء نے اُس کی جو حقیقت بیان کی ہے وہ یہ ہے کہ روح ایک نورانی لطیف جسم ہے جو انسان کے جسم میں اسی طرح جاری اور ساری ہے جیسا کہ پانی گلاب میں اور تیل تلوں میں اور آگ کوئلہ میں۔ جب تک وہ لطیف جسم انسان کے جسم میں ساری اور جاری ہے انسان کا جسم زندہ ہے اور جس وقت یہ لطیف جسم اُس کثیف جسم سے جُدا ہو جاتا ہے تو یہ کثیف جسم مُردہ ہو جاتا ہے۔ روح کی شکل بالکل وہی ہے جو اُس جسم کثیف کی شکل ہے جس طرح اُس کثیف جسم کے آنکھ، ناک، ہاتھ، پاؤں ہیں اسی طرح روح کے بھی یہ اعضاء ہیں۔ اصل انسان روح ہے اور یہ کثیف جسم اُس کیلئے بمنزلہ لباس کے ہے جسمانی ہاتھ روح کے ہاتھ کے لئے بمنزلہ آستین کے ہے اور کثیف جسم کی ٹانگیں، روح کی ٹانگوں کے لئے بمنزلہ پاجامے کے ہیں اور چہرہ اُس کے چہرے کے لئے بمنزلہ نقاب کے ہے۔

استدراج: سنت اللہ اور عام طریقہ کے خلاف کسی واقعہ کا ظاہر ہونا مثلاً ہوا میں اُڑنا، پانی پر چلنا۔ یہ نبی سے بھی صادر ہوتا ہے، اور ولی سے بھی اور کافر سے بھی۔ اس طرح کا واقعہ اگر نبی سے صادر ہو تو اُس کو معجزہ کہا جاتا ہے جیسا کہ آنحضورؐ کا جسمانی طریقہ پر آسمانوں کی سیر کرنا، وغیرہ، اور اگر ولی سے صادر ہو تو اُس کو کرامت کہا جاتا ہے اور اگر کسی کافر سے ایسی چیز کا صدور ہو تو اُس کو استدراج کہتے ہیں۔

نحسِ اکبر و سعدِ اکبر: نحسِ اکبر زحل ستارے کو اور سعدِ اکبر مشتری ستارے کو کہا جاتا ہے منجمین کے خیال میں یہ دونوں ستارے نحوست اور سعادت میں بہت بڑھے ہوئے ہیں اور زمین کی خیر و شر میں اُن کے اثرات سب سے زیادہ پڑتے ہیں۔ مولانا رومؒ اپنے کلام میں ستاروں کے مؤثر ہونے کا ذکر کرتے ہیں لیکن اسلامی عقیدے کے اعتبار سے ان ستاروں میں کوئی ذاتی تاثیر نہیں ہے۔ ہر چیز میں حقیقتاً خدا ہی مؤثر ہے۔

سجاد حسین۔ دہلی

۲۳ محرم الحرام ۱۳۹۷ھ — م — ۳ جنوری ۱۹۷۸ء

فہرستِ مضامینِ دفترِ پنجم مثنوی معنوی

نعمت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شہ[۱] حسام الدیں کہ نورِ انجم ست — طالبِ آغازِ سفرِ پنجم است

شاہ حسام الدین، جو ستاروں کا نور ہیں — پانچویں کتاب کے شروع کرنے کے طالب ہیں

اے ضیاء الحق حسام الدین راد — اوستادانِ صفا را اوستاد

اے سخی ضیاء الحق حسام الدین! — (آپ) اہلِ باطن کے استادوں کے استاد ہیں

گر نبودے خلق محجوب و کثیف — ور نبودے حلقہا تنگ و ضعیف

اگر مخلوق محجوب اور کثیف نہ ہوتی — اگر حلقے تنگ اور کمزور نہ ہوتے

در مدیحت دادِ معنیٰ دادمے — غیر ایں[۲] منطق لبے بکشادمے

تو میں آپ کی تعریف کا حق ادا کر دیتا — اس گفتگو کے علاوہ لب کشائی کرتا

لیک لقمہ بازِ آں صعوہ نیست — چارہ اکنوں آب[۳] و روغن کردنیست

لیکن باز کا لقمہ ممولے کی ملکیت نہیں ہے — اب تدبیر، پانی اور تیل کرنا ہے

مدحِ تو حیف است با زندانیاں — گویم اندر مجمعِ روحانیاں

قیدیوں سے تیری تعریف کرنا ظلم ہے — روحانیوں کے مجمع میں کہوں گا

شرحِ تو غبن است با اہلِ جہاں — ہمچو رازِ عشق دارم در نہاں

دنیاداروں سے آپکی تشریح کرنا، ٹوٹا ہے — عشق کے راز کی طرح دل میں رکھتا ہوں

---

۱ شہ۔ یعنی ضیاء الحق حسام الدین کا مطالبہ ہے کہ مثنوی کا پانچواں دفتر شروع کیا جائے۔ سِفر۔ کتاب یعنی مثنوی کا دفتر۔ گر نبودے۔ یہ شرط ہے دوسرا شعر جزاء ہے۔ محجوب۔ یعنی عوام میں تمہاری تعریف سننے کی اہلیت نہیں ہے ورنہ میں تمہاری بہت تعریف کرتا اور اسکے علاوہ کوئی بات نہ کہتا۔

۲ ایں منطق۔ یعنی حسام الدینؒ کی تعریف۔ لیک۔ عوام کے سامنے حسام الدینؒ کی تعریف کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ باز کی خوراک ممولے کو کھلائی جائے۔

۳ آب و روغن۔ اگر واؤ عطف نہ ہو تو معنیٰ یہ ہیں کہ پانی کو تیل کہنا پڑ رہا ہے یعنی عوام کے سامنے غیر حقیقی تعریف کرنی پڑ رہی ہے اگر نسخہ آب و روغن ہے تو اب معنیٰ یہ ہونگے کہ تعریف میں تکلف کرنا پڑ رہا ہے۔ زندانیاں۔ یعنی دنیا کے قیدی۔ غبن۔ ٹوٹا۔ عشق۔ عشق مخفی رکھا جاتا ہے۔

[۱] مدح تعریف است و تخریقِ حجاب — فارغ است از مدح و تعریف آفتاب

تعریف کرنا، پہچنوانا اور (جہالت کے) پردے کو چاک کرنا ہے — سورج، تعریف اور پہچنوانے سے بے نیاز ہے

مادحِ خورشید مدّاحِ خود است — کہ دو چشمم روشن و نامُرمدست

سورج کی تعریف کرنیوالا، اپنی تعریف کرنیوالا ہے — کہ میری دونوں آنکھیں روشن اور تندرست ہیں

ذمِ خورشیدِ جہاں ذمِ خود ست — کہ دو چشمم کور و تاریک و بدست

دنیا کے سورج کی مذمت کرنا، اپنی مذمت ہے — کہ میری دونوں آنکھیں اندھی اور بے نور اور بری ہیں

تو ببخشا بر کسے کاندر جہاں — شد حسودِ آفتابِ کامراں

آپ اُس کو معاف کر دیجئے جو دنیا میں — کامیاب سورج کا حاسد ہے

تا ندش پوشید ہیچ از دیدہا — وز طراوت دادنِ پوسیدہا

اس کو کوئی آنکھوں سے چھپا سکتا ہے؟ — اور بوسیدہ چیزوں کے تازگی بخشنے کو

[۲] یا ز نورِ بیحدش تانند کاست — یا بدفعِ جاہِ اُو تانند خاست

یا اُس کے لامحدود نور کو وہ گھٹا سکتے ہیں — یا اُس کے رُتبہ کو ہٹانے کے لئے وہ کھڑے ہو سکتے ہیں

ہر کسے کو حاسدِ گیہاں بود — آں حسد خود مرگِ جاویداں بود

جو شخص عالم کا حاسد ہو — وہ حسد خود ہمیشہ کی موت ہے

قدرِ تو بگذشت از درکِ عقول — عقل اندر شرحِ تو شد بوالفضول

آپ کا مرتبہ عقلوں کے اِدراک سے بالا ہے — آپ کی شرح کرنے میں عقل، بکواسی ہے

گرچہ عاجز آمد ایں عقل از بیاں — عاجزانہ جنبشے باید دراں

اگرچہ عقل بیان سے عاجز ہے — اُس میں عاجزانہ ہی، حرکت کرنی چاہیئے

اِنَّ شَیْئًا کُلُّہٗ لَا یُدْرَکُ — اِعْلَمُوْا اَنْ کُلُّہٗ لَا یُتْرَکُ

وہ چیز جو پوری حاصل نہیں کی جا سکتی — جان لو، وہ سب نہیں چھوڑی جاتی

[۳] گرچہ نتواں خورد طوفانِ سحاب — کے تواں کردن بترکِ خوردِ آب

اگرچہ ابر کا طوفان پیا نہیں جا سکتا — لیکن، پانی پینا کب چھوڑا جا سکتا ہے؟

آبِ دریا را اگر نتواں کشید — ہم بقدرِ تشنگی باید چشید

دریا کا (پورا) پانی اگرچہ نہیں کھینچا جا سکتا — پیاس کی بقدر ہی چکھ لینا چاہیئے

---

[۳] گرچہ۔ انسان بارش کا تمام پانی نہیں پی سکتا لیکن تھوڑا سا تو ضرور پی لیتا ہے۔ آبِ دریا۔ سارا دریا نہیں پیا جا سکتا تو بقدرِ امکان سیرابی حاصل کرلی جاتی ہے۔

[۱] مدح۔ جس طرح سورج مدح اور تعریف سے بے نیاز ہے اسی طرح حُسام الدین ہیں۔ مُرمَد۔ دُکھتی ہوئی آنکھ۔ ذم۔ اگر کوئی شخص سورج کو تاریک کہے تو لوگ خود اُس کو اندھا کہیں گے۔ ... تو ببخشا۔ یعنی اے حُسام الدینؒ آپ اُس کو معاف کریں جو آپ پر حسد کرتا ہے اِس لئے کہ اُس کے حسد سے آپ کا نقصان نہیں ہے خود اُس کا نقصان ہے آپ آفتاب اور آپ کے فیوض آفتاب کے فیوض کی طرح ہیں اگر کوئی چاہے کہ آفتاب کو اور اُسکی فیض رسانی کو لوگوں کی آنکھوں سے چھپا دے تو وہ خود حماقت میں مبتلا ہے۔ وز طراوت۔ سورج کی شعاعیں پھلوں کو تازگی عطا کرتی ہیں۔

[۲] یا۔ سورج کے حاسد نہ اُس کا نور گھٹا سکتے ہیں نہ اُس کا رتبہ کم کر سکتے ہیں۔ گیہاں۔ جہان، یعنی حسام الدینؒ جو کہ عالمِ اکبر ہیں۔ قدر۔ آپ کا رتبہ عام عقول سے بالاتر ہے اب جو بھی اُس کی تعریف کی جائے کم ہے۔ گرچہ۔ حسام الدین کی پوری تعریف اگرچہ ناممکن ہے، لیکن پھر بھی عاجزانہ اس کی کوشش کرلی چاہئے کیونکہ جو چیز پوری حاصل نہ ہو سکے اُس کو بھی بالکلیہ طور پر ترک نہ کرنا چاہئے کچھ نہ کچھ اُس میں سے حاصل کرلینا چاہئے

راز[۱] را گر می نیاری درمیاں — دَر کہا را تازہ کُن از قشرِ آں
اگر تو راز کو درمیان میں نہیں لاسکتا ہے — اُس کے چھلکے سے یادوں کو تازہ کرلے

نُطقہا نسبت بتو قشرست لیک — پیشِ دیگر فہمہا مغزست نیک ٢
آپکے اعتبار سے (ہماری) باتیں اگرچہ چھلکا ہیں لیکن — دوسروں کی سمجھ کے لئے' اچھا گودا ہے

آسماں نسبت بعرش آمد فرو — وَرنہ بس عالیست پیشِ خاکِ تود
آسمان، عرش کے اعتبار سے نیچا ہے — ورنہ خاک کے تودے کے اعتبار سے بہت بلند ہے

من بگویم وصفِ تو تا رہ برند — پیش ازاں کز فوتِ آں حسرت خورند
میں آپ کی تعریف کرتا ہوں تاکہ وہ رہنمائی حاصل کریں — اُس سے پہلے کہ وہ اُس کے فوت ہونے سے حسرت کریں

نورِ حقّی و بحق جذابِ جاں — خَلق دَر ظلماتِ وہم اند و گماں
آپ اللہ کا نور ہیں اور جان کو خدا کیطرف کھینچنے والے ہیں — لوگ وہم اور گمان کی اندھیریوں میں ہیں

شرطِ[۲] تعظیم است تا آں نورِ خوش — گرد ایں بیدیدگاں اسُرمہ کَش
تعظیم شرط ہے، تاکہ وہ عمدہ نور — اِن اندھوں کے لئے سُرمہ لگانے والا بنجائے

نور یابد مُستعدِ تیز گوش — کو نباشد عاشقِ ظلمت چو موش
سخت کوشش کرنیوالا، مستعد نور حاصل کرتا ہے — جو چوہے کی طرح اندھیرے کا عاشق نہ ہو

نور میکش اے حریفِ تیز کوش — گر نہ چوں مُوش دَر ظلمت بکوش
اے سخت کوشش کرنیوالے دوست! نور حاصل کرلے — اگر تو چوہے کی طرح نہیں ہے' اندھیرے کی کوشش نہ کر

سُست چشمانے کہ شب جولاں کُنند — کے طوافِ مشعلِ ایماں کُنند
کمزور آنکھوں والے جو رات کو گھومتے ہیں — وہ ایمان کی مشعل کا طواف کب کرتے ہیں؟

نکتہہائے[۳] مُشکل باریک شُد — بندِ طبعے کوز دیں تاریک شُد
مشکل باریک نکتے بن گئے — طبیعت کا بند، کیونکہ وہ دین سے تاریک ہے

تا برآرایدہنر را تار و پُود — چشم دَر خورشید نتواند کشود
جب تک کہ وہ ہنر کا تانا بانا نہ سنوارلے — سورج میں آنکھ نہیں کھول سکتا

ہمچو نخلے بَر نیارد شاخہا — کردہ مُوشانہ زمیں سُوراخہا
وہ کھجور کے درخت کی طرح شاخیں نہیں نکال سکتا — جس نے چوہے کی طرح زمین کو سوراخ سوراخ کر رکھا ہے

بینی کے ہنر سے آراستہ نہ ہونگے وہ شیخ حسام الدینؒ کی تعریف نہ سمجھیں گے۔ ہمچو۔ جو لوگ چوہے کی طرح زمین دوز سوراخوں میں رہنے کے عادی ہیں وہ کھجور کی طرح بارآور نہ ہوں گے۔

۱ راز۔ یعنی حسام الدینؒ کی پوری تعریف عوام کے سامنے ناممکن ہے تب بھی اُس کا کچھ حصہ بیان کردینا چاہیے۔ نطقہا۔ اگرچہ حسام الدینؒ کی تعریف آن کی تعریف کا مغز نہیں ہے بلکہ چھلکا ہے لیکن عوام کے لئے اُس میں بھی فوائد ہیں۔ آسمان۔ بلندی اور پستی فائدہ اور نقصان سب اضافی باتیں ہیں ایک چیز ایک کے لئے مفید دوسرے کیلئے غیر مفید ہے آپ کی تعریف عوام کے لئے مفید ہے اگرچہ وہ حقیقی نہیں ہے۔ من بگویم میری تعریف اسلئے کررہا ہوں تاکہ وہ حقیقی تعریف تک رہنمائی حاصل کرلیں۔ نورِ حقی۔ تیری ذات کے ذریعہ مخلوق وہم وگمان سے گذر کر مرتبہ یقین حاصل کرسکتی ہے۔

۲ شرط۔ مرید اُس وقت فیض حاصل کرسکتا ہے جبکہ اُس کے دل میں شیخ کی عظمت ہو۔ نور یابد فیض حاصل کرنے کے لئے استعداد اور کوشش ضروری ہے۔ گر نہ۔ چوہا اندھیرے کو پسند کرتا ہے سُست چشمانے چوہا اور چمگادڑ کبھی روشنی کا طواف نہیں کرتے ہیں۔

۳ نکتہہائے۔ جن کے دلوں میں دین کی جانب سے تاریکی ہے اُن کے لئے علمی موشگافیاں حقیقت تک پہنچنے سے مانع بنگئی ہیں۔ تا برآرایدیہ لوگ جب تک حقیقت

تفسیر ۱؎ فَخُذْ اَرْبَعَۃً مِّنَ الطَّیْرِ فَصُرْھُنَّ اِلَیْکَ (الآیۃ)

پس "پکڑلے چار پرندے پھر اُن کو اپنی طرف مُلا" کی آخر آیت تک تفسیر

چار وصف است ایں بشر را دل فشار ‌ ‌ ‌ ‌ چار میخِ عقل گشتہ ایں چہار
یہ چار وصف انسان کے دل کو نچوڑنے والے ہیں ‌ ‌ ‌ ‌ یہ چاروں، عقل کی چار میخ ہیں

تو خلیلِ وقتی اے خورشیدِ ہُش ‌ ‌ ‌ ‌ ایں چہار اطیار رہزن را بکُش
اے ہوش کے سورج! تو خلیلِ دوراں ہے ‌ ‌ ‌ ‌ اِن چار ڈاکو پرندوں کو مار ڈال

زانکہ ہر مُرغے ازینہا زاغ وش ‌ ‌ ‌ ‌ ہست عقلِ عاقلاں را دیدہ کَش
اِس لئے کہ اُن میں سے ہر زاغ صفت پرند ‌ ‌ ‌ ‌ عقلمندوں کی عقل کی آنکھ نکال لینے والا ہے

چار وصفِ تن چو مُرغانِ خلیل ‌ ‌ ‌ ‌ بسملِ ایشاں دہد جاں را سبیل
جسم کے چار اوصاف (حضرت) خلیلؑ کے پرندوں ‌ ‌ ‌ ‌ اِن کا قربان کرنا جان کو راستہ عطا کرتا ہے

۲؎ اے خلیل اندر خلاصِ نیک و بد ‌ ‌ ‌ ‌ سَر ببُرشاں تا رہد پاہا ز سد
اے خلیل! اچھے اور بُرے کو نجات دلانے کیلئے ‌ ‌ ‌ ‌ اُن کا سر قلم کردے - تاکہ پاؤں بندش سے نجات پاجائے

کُل توئی و جملہ گاں اجزائے تو ‌ ‌ ‌ ‌ برکشا کہ ہست پاشاں پائے تو
تو مجموعہ ہے اور سب تیرے اجزاء ہیں ‌ ‌ ‌ ‌ کھولدے کیونکہ اِن کا پاؤں تیرا پاؤں ہے

از تو عالم روح زارے میشود ‌ ‌ ‌ ‌ ۳؎ پُشتِ صد لشکر سوارے میشود
آپ کی وجہ سے دنیا روح زار بنتی ہے ‌ ‌ ‌ ‌ ایک سوار سَو لشکروں کی مدد بن جاتا ہے

۴؎ زانکہ ایں تن شُد مقامِ چار خُو ‌ ‌ ‌ ‌ نامِ شاں شُد چار مرغِ فتنہ جُو
کیونکہ یہ جسم چار عادتوں کا مقام ہے ‌ ‌ ‌ ‌ اُن کا نام فتنے کے جویاں چار پرندے پڑگیا ہے

خلق را گر زندگی خواہی اَبد ‌ ‌ ‌ ‌ سَر ببُر ایں چار مُرغِ شوم و بد
اگر آپ لوگوں کی ابدی زندگی چاہتے ہیں ‌ ‌ ‌ ‌ اِن بدبخت اور بد، چار پرندوں کا سر قلم کر دیجئے

باز شاں زندہ کُن از نوعِ دگر ‌ ‌ ‌ ‌ کہ نباشد بعد ازاں زیشاں ضرر
پھر اُن کو دوسری طرح سے زندہ کر دیجئے ‌ ‌ ‌ ‌ کیونکہ اِس کے بعد اُنسے نقصان نہ پہنچے گا

چار مُرغِ معنویِ راہزن ‌ ‌ ‌ ‌ کردہ اند اندر دلِ خلقاں وطن
باطنی چار ڈاکو پرندوں نے ‌ ‌ ‌ ‌ لوگوں کے دل کے اندر وطن بنا لیا ہے

۱؎ تفسیر۔ حضرت ابراہیمؑ سے فرمایا گیا کہ اگر تجھے ہماری صفت زندہ کرنے اور مارنے میں شک ہے تو چار پرندوں کو ذبح کر ڈال۔ یہ چار پرند بطخ، مور، کوا، مرغ تھے مولانا نے فرمایا ہے کہ اِن چار پرندوں سے انسان کی چار بُری صفات مُراد ہیں جو کہ انسان کے لئے حقیقت بینی سے مانع ہیں انسان اِن صفات کو ازالہ کردے تو حقیقت بین بنجاتا ہے۔ بطخ سے مراد حرص، مور سے مراد حُبِ جاہ، کوّے سے مراد تمنا اور مُرغ سے مُراد شہوت ہے۔ چار میخ۔ سزا کا ایک طریقہ تھا۔ تو خلیل۔ اگر انسان ابراہیم خلیل اللہؑ کی طرح حقیقت بین بننا چاہتا ہے تو اُس کو اپنی ان چار صفتوں کو مٹا دینا چاہیے زانکہ۔ یہ چاروں صفتیں کوّے کی خاصیت رکھتی ہیں کوا سب سے پہلے مُردے کی آنکھ نکالتا ہے یہ بھی انسان کو اندھا کردیتی ہیں۔ بسمل۔ جو شخص ان چاروں صفتوں کو مٹا دیگا اُسکی جان حقیقت تک راہ یاب ہوجائے گی۔

۲؎ اے خلیل یعنی اے حُسام الدینؒ لوگوں میں سے صفاتِ ذمیمہ کو دور کر دیجئے تاکہ اُنکو سلوک میں سیر حاصل ہوجائے۔ کُل توئی۔ مرید شیخ کے اجزا کی طرح ہوتے ہیں۔ از تو۔ تیرے وجود سے یہ عالم عالمِ ارواح بنا ہوا ہے۔ پُشت

۳؎ ایک سوار کی ہمت اور بہادری بہت سے لشکروں کی پناہ ہوتی ہے ——— ۴؎ زانکہ۔ انسان کے جسم میں یہ چار خصلتیں ہیں جنکو چار پرندوں سے تعبیر کیا گیا ہے۔ خلق۔ ان خصائل کے ازالے سے ابدی زندگی نصیب ہوگی۔ باز شاں۔ ان چاروں خصلتوں کو اس طرح قابو میں رکھو کہ انکی مضرت سے بچ سکو۔

چون[1] امیرِ جملۂ دلہا شوی — اندریں دوراں خلیفۂ حق توئی
جب آپ تمام دلوں کے حاکم بن جائیں گے — (پھر) اس زمانہ میں اللہ کے خلیفہ آپ ہی ہیں

سر ببُر ایں چار مرغِ زندہ را — سرمدی کن خلقِ ناپائندہ را
ان چار زندہ پرندوں کا سر قلم کر دیجئے — فانی لوگوں کو دائمی بنا دیجئے

بط[2] و طاؤس ست زاغ ست و خروس — ایں مثالِ چار مرغ اندر نفوس
بطخ اور مور ہے، کوا ہے اور مرغا ہے — نفسوں میں یہ چار پرندوں کی طرح ہیں

بط حرص است و خروس آں شہوت ست — جاہ چوں طاؤس و زاغ آں منیت ست
حرص بطخ ہے اور شہوت مرغا ہے — رتبہ مور کی طرح ہے، آرزو نفس کا کوا ہے

منیتش آنکہ بود امید ساز — طامع تابید یا عمرِ دراز
اس کی آرزو یہ امید بندھاتی ہے — ہمیشگی کا لالچی یا دراز عمر (کا لالچی)

بطِ حرص آمد کہ نوشش در زمیں — در تر و در خشک میجوید دفیں
حرص بطخ ہے کہ اس کی چونچ زمین میں ہے — تر اور خشک میں دفینہ ڈھونڈتی ہے

یک زماں نبود معطل آں گلو — نشنود از حکم جز امرِ کلوا
اس کا حلق تھوڑی دیر کیلئے بھی معطل نہیں ہوتا — وہ "کھاؤ" کے سوا کوئی حکم نہیں سنتی ہے

ہمچو یغماچی کہ خانہ میکند — زود زود انبانِ خود پُر میکند
اس لٹیرے کی طرح جو گھر کو کھودتا ہے — جلد جلد اپنا تھیلا بھرتا ہے

اندر انباں می فشارد نیک و بد — دانہائے دُرّ و حباتِ نخود
اچھا، برا تھیلے میں ٹھونستا ہے — موتی کے دانے اور چنے کے دانے

تا[3] مبادا یاغیِ آید دگر — میفشارد در جوال او خشک و تر
ایسا نہ ہو کہ کوئی دوسرا لٹیرا آ جائے — وہ بورے میں خشک و تر ٹھونستا ہے

وقت تنگ، فرصت اندک، او مخوف — در بغل زد ہر چہ زوتر بیوقوف
وقت تنگ ہے فرصت تھوڑی، اور وہ ڈرا ہوا ہے — بے تامل جو کچھ ہے اسے بغیر سمجھے بوجھے بغل میں دبایا

اعتمادش نیست بر سلطانِ خویش — کہ مبادا یاغیِ آید بہ پیش
اس کو اپنے شاہ پر بھروسہ نہیں ہے — (اس بارے میں)، ایسا نہ ہو کہ کوئی لٹیرا آ جائے

لیک مومن ز اعتمادِ آں حیات — میکند غارت بمہل و باانات
لیکن مومن اس (اُخروی) زندگی کے بھروسہ پر — لوٹتا ہے، تامل اور توقف سے

---

[1] چون - جب آپ دلوں پر حکومت کرنے لگیں گے تو خلافتِ الٰہی کے مستحق ہونگے - سر ببُر - ان رذائل کے ازالہ سے حیاتِ سرمدی حاصل ہو جائیگی - بط - ان چار پرندوں جیسی انسان میں چار خصلتیں ہیں۔

[2] بط - بطخ سے مراد انسانی حرص ہے اور مرغے سے مراد انسانی شہوت ہے مور سے مراد انسان کی جاہ طلبی ہے اور کوے سے مراد انسان کی تمنا ہے - منیتش - ایک آرزومند کی یہ تمنا ہوتی ہے کہ اس کو دنیوی زندگی ہمیشہ کے لئے حاصل ہو جائے یا کم از کم عمر دراز ہو جائے۔ بط - انسان کی حرص بطخ کی طرح ہے جو ہر جگہ اپنی چونچ خوراک کی جستجو میں گاڑتی پھرتی ہے۔ کلوا اللہ کے احکام میں سے اس نے صرف "تم کھاؤ" کا حکم سنا ہے۔ یغماچی - لٹیرا جلد جلد ہر چیز کو تھیلے میں بھرتا ہے

[3] تامبادا - اس کی جلد بازی اس لئے ہوتی ہے کہ کوئی دوسرا لٹیرا آ کر شریک نہ بن جائے۔ اعتمادش - حریص کو اپنے خدا پر بھروسہ نہیں ہوتا ہے۔ لیک مومن - مردِ مومن چونکہ اُخروی زندگی کا بھی عقیدہ رکھتا ہے اس لئے اُسمیں یہ جلد بازی نہیں ہوتی۔

ایمن[1] است از فوت و از باغی کہ اُو
وہ محرومی اور لیٹرے سے مطمئن ہے کیونکہ وہ
می شناسد قہرِ شہ را بر عدو
دشمن پر شاہ کے قہر کو جانتا ہے

وایمن ست از خواجہ تاشانِ دگر
اور دوسرے ساتھیوں سے مطمئن ہے
کہ نیایندش مُزاحم صرفہ بر
کہ اُس سے مزاحمت کرنیوالے فائدہ مند نہونگے

عدلِ شہ را دید در ضبطِ حَشم
خادموں کے معاملہ میں اُس نے بادشاہ کے انصاف
کہ نیارد کرد کس بر کس ستم
کہ کوئی کسی پر ظلم نہیں کرسکتا ہے

لاجرم نشتابد و ساکن بُوَد
لامحالہ وہ جلدی نہیں کرتا اور سکون سے ہوتا ہے
از فواتِ حظِّ خود ایمن بُوَد
اپنے حصّہ کے فوت ہونے سے مطمئن ہوتا ہے

پس تأنّی[2] دارد و صبر و شکیب
پس وہ آہستہ روی اور صبر شکیب اختیار کرتا ہے
چشم سیر و مُؤثر ست و پاک جیب
سیر چشم ہو (دوسروں کو) ترجیح دینے والا ہو پاک دل ہو

کیں تأنّی پرتوِ رحماں بُوَد
کیونکہ یہ آہستہ روی اللہ (تعالیٰ) کا سایہ ہے
واں شتاب از ہزّۂ شیطاں بُوَد
اور وہ جلد بازی شیطانی حرکت ہے

زانکہ شیطانش بترساند ز فقر
کیونکہ شیطان اس کو افلاس سے ڈراتا ہے
بارگیرِ صبر را بکُشد بعقر
صبر کا بوجھ اٹھانیوالے کا پاؤں کاٹ ڈالتا ہے

از نُبی بشنو کہ شیطاں در وعید
قرآن سے سُن کہ شیطان دھمکانے میں
میکند تہدیدت از فقرِ شدید
تجھے سخت افلاس سے ڈراتا ہے

تا خوری[3] زشت و بری زشت از شتاب
تاکہ تو جلدی میں بُرا کھائے، بُرا کمائے
نے مُروّت نے تأنّی نے ثواب
نہ انسانیت، نہ آہستہ روی نہ ثواب

لاجرم کافر خورد در ہفت بطن
لامحالہ کافر سات پیٹ کا کھاتا ہے
دین و دل باریک و لاغر زفت بطن
دین اور دل کمزور اور لاغر ہے پیٹ بھاری ہے

در سببِ وُرودِ ایں حدیثِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کہ
آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اِس حدیث کے وارد ہونے کا سبب کہ

اَلْکَافِرُ یَاْکُلُ فِیْ سَبْعَۃِ اَمْعَاءٍ وَّالْمُؤْمِنُ یَاْکُلُ فِیْ مِعًی وَّاحِدٍ
کافر سات انتڑیوں میں کھاتا ہے اور مومن ایک انتڑی میں کھاتا ہے

کافراں مہمانِ پیغمبر شدند
کافر، پیغمبر کے مہمان ہوئے
وقتِ شام ایشاں بہ مسجد آمدند
شام کے وقت وہ مسجد (نبوی) میں آگئے

ف۱ ایمن۔ اُس کو اطمینان ہوتا ہے کہ اُس کا خدا اُس کے دشمن پر غالب ہے۔ خواجہ۔ اُس کو دوسرے مومنوں کی طرف سے بھی اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ عدلِ شہ۔ وہ خدائی انصاف پر یقین رکھتا ہے۔ لاجرم۔ مومن اِن عقائد کی وجہ سے مطمئن رہتا ہے کہ اُس کا مقدر کوئی نہیں چھین سکتا۔

ف۲ تأنّی۔ بُردباری۔ مُؤثر۔ اپنی ضرورت پر دوسروں کو ترجیح دینے والا۔ کیں۔ حدیث شریف ہے اَلتَّاَنِّیْ مِنَ الرَّحْمٰنِ وَالْعَجَلَۃُ مِنَ الشَّیْطٰنِ۔ حلم اور بُردباری اللہ کی جانب سے ہے اور جلدبازی شیطان کی جانب سے ہے۔ بارگیر۔ بوجھ اُٹھانے والا۔ عقر۔ ہاتھ پاؤں کاٹ دینا۔ فقر۔ قرآن پاک میں ہے اَلشَّیْطٰنُ یَعِدُکُمُ الْفَقْرَ "شیطان تمھیں فقر سے ڈراتا ہے۔"

ف۳ تا خوری۔ شیطان فقر سے اِس لئے ڈراتا ہے کہ انسان کھانے کمانے میں حرام سے پرہیز نہ کرے۔ کافر میں نہ مروّت ہوتی ہے نہ بُردباری اور نہ وہ ثواب کا مستحق ہوتا ہے۔ ہفت بطن۔ سات انتڑیاں۔ کافراں۔ اِس قصہ سے کافروں کی بسیار خوری کو سمجھانا ہے۔

کآمدیم اے شاہِ ما اینجا فنق(۱) — اے تو مہماں دارِ سُکّانِ اُفُق
کہ اے شاہ! ہم اس جگہ مہمان (بنکر) آئے ہیں — اے وہ کہ آپ جہان کے رہنے والوں کے مہمان ہیں

بینوائیم و رسیدہ ماز دُور — ہیں بیفشاں بر سرِ ما فضل و نُور
ہم بے سروسامان ہیں اور دور سے آئے ہیں — ہاں ہمارے سروں پر مہربانی اور نور چھڑک دیجئے

رُو بیاراں کرد آں سُلطانِ راد — دستگیرِ جملہ شاہان و عباد
اُس سخی شاہ نے دوستوں کی طرف رُخ کیا — جو تمام بادشاہوں، اور غلاموں کا دستگیر ہے

گفت اے یارانِ من قسمت کُنید — کہ شما پُر از من و خوئے منید
فرمایا، اے میرے دوستو! تقسیم کر لو — کیونکہ تم میری (محبت) اور عادت سے بھرے ہوئے ہو

پُر بُوَد اجسامِ ہر لشکر ز شاہ — زاں زنندے تیغ بر اعدائے جاہ
ہر لشکر کے جسم بادشاہ سے بھرے ہوئے ہوتے ہیں — اسی لئے مرتبہ کے دشمنوں پر تلوار چلاتے ہیں

تو بخشمِ شہ(۲) زنی آں تیغ را — ورنہ بر اخواں چہ خشم آید ترا
تو بادشاہ کے غصہ کی وجہ سے تلوار چلاتا ہے — ورنہ بھائیوں پر تجھے کیا غصہ آئے؟

بر برادر بے گناہے میزنی — عکسِ خشمِ شاہ گُرزِ دہ منی
بلاقصور بھائی پر تو مارتا ہے — بادشاہ کے غصہ کے زیرِ اثر دس سیر کا گُرز

شہ یکے جانست لشکر پُر ازو — رُوح چوں آبست وِیں اجسام جُو
بادشاہ ایک جان ہے لشکر اُس سے بھرا ہوا ہے — روح پانی کی طرح ہے اور یہ جسم نہر (کی طرح) ہیں

آبِ رُوحِ شاہ گر شیریں بُوَد — جملہ جُوہا پُر ز آبِ خوش شود
اگر بادشاہ کی رُوح کا پانی میٹھا ہوتا ہے — ساری نہریں میٹھے پانی سے بھری ہوئی ہوتی ہیں

کہ رعیت دینِ شہ دارند و بس — ایں چنیں فرمود سُلطانِ عبس(۳)
کیونکہ رعایا فقط بادشاہ کا دین رکھتی ہے — (سورۂ) عبس کے شاہ نے ایسا ہی فرمایا ہے

ہر یکے یارے یکے مہماں گزید — درمیاں بُد یک شکم زفت و عنید
ہر دوست نے ایک مہمان منتخب کر لیا — اُن میں ایک پیٹو اور سرکش تھا

جسمِ ضخمے داشت کس اُو را نبُرد — ماند در مسجد چو اندر جام دُرد
بھاری جسم رکھتا تھا اُس کو کوئی نہ لے گیا — وہ مسجد میں رہ گیا جس طرح جام میں تلچھٹ

مصطفٰے بُردش چو وا ماند از ہمہ — ہفت بُز بُد شیر دہ اندر رمہ
جب وہ سب سے رہ گیا۔ مصطفٰےؐ اسکو لے گئے — گلّے میں سات بکریاں دودھ والی تھیں

---

۱ فنق۔ مہمان۔ اُفق۔ اطرافِ عالم۔ یہاں صحابہ کرام رسکّاں۔ آنحضورؐ۔ عباد۔ عبد کی جمع ہے بندہ۔ قسمت۔ یعنی مہمانوں کو آپس میں بانٹ لو۔ پر بود۔ شاہ کی سیرت لشکریوں پر اثر انداز ہوتی ہے۔

۲ بخشم۔ دشمنوں پر بادشاہ کو غصہ ہوتا ہے اسی بنیاد پر لشکری تلوار چلاتے ہیں۔ تخشم۔ بادشاہ لشکر کے لئے بمنزلہ رُوح کے ہے۔ آب۔ اگر بادشاہ خوب سیرت ہے تو لشکر بھی خوب سیرت ہوتا ہے۔

۳ سلطانِ عبس۔ سورۂ عبس آنحضورؐ پر نازل ہوئی ہے آنحضورؐ نے فرمایا ہے۔ اَلنَّاسُ عَلٰی دِینِ مُلُوکِھِم لوگ اپنے بادشاہوں کے دین پر ہوتے ہیں یعنی جیسا راجہ ویسی پرجا۔ درمیان۔ اُن مہمانوں میں ایک بہت پیٹو تھا۔ جسم ضخیم۔ چونکہ وہ بہت موٹا تھا اس کو کوئی اپنے گھر نہ لے گیا۔ قرز۔ یعنی آنحضورؐ کے گھر میں سات بکریاں دودھ دینے والی تھیں۔

کہ مقیمِ خانہ بُودندے بُزاں[1]
جو بکریاں گھر پر رُکی ہوئی تھیں

بہرِ دوشیدن برائے وقتِ خواں
دسترخوان کے وقت دُہنے کے لئے

نان و آش و شیرِ آں ہر ہفت بُز
روٹی اور سالن اور اُن ساتوں بکریوں کا دودھ

خورد آں بُو قحط عوج ابنِ غُز
وہ قحط زدہ، عوج، غُز کا بیٹا کھا گیا

جُملہ اہلِ بیت خشم آلوُشُدند
تمام گھر والے غصے میں بھر گئے

کہ ہمہ در شیرِ بُز طامع بُدند
کہ سب بکریوں کے دودھ کے اُمیدوار تھے

معدہ طبلے خوار[2] ہمچو طبل کرد
پیٹو نے معدہ ڈھول کی طرح کرلیا

قسمِ ہژدہ آدمی تنہا بخورد
اٹھارہ آدمیوں کا حصہ تنہا کھا گیا

وقتِ خفتن رفت و در حجرہ نشست
سوتے وقت گیا اور حجرے میں بیٹھ گیا

پس کنیزک از غضب در را ببست
لونڈی نے غصہ سے دروازہ بند کردیا

از بروں زنجیرِ در را در فگند
باہر سے دروازے کی زنجیر لگادی

کہ ازو بُد خشمگین و دردمند
کیونکہ وہ اُس سے غصہ میں اور رنجیدہ تھی

گبر را از نیم شب تا صبحدم
کافر کو آدھی رات سے صبح تک

بس تقاضا آمد و دردِ شکم
بہت تقاضا اور پیٹ میں درد ہوا

از فراشِ خویش سوئے در شتافت
اپنے بستر سے دروازے کی جانب دوڑا

دست بر در چوں نہاد اُو بستہ یافت
جب دروازہ پر ہاتھ رکھا اُس کو بند پایا

در کشادن[3] حیلہ کرد آں حیلہ ساز
اُس مکار نے دروازہ کھولنے کی تدبیر کی

نوع نوع و خود نشد آں بند باز
طرح طرح، لیکن، وہ دروازہ نہ کھلا

شد تقاضا بر تقاضا خانہ تنگ
تقاضے پر تقاضے کی وجہ سے گھر تنگ ہوگیا

ماند اُو حیران و بیدرمان و دنگ
وہ حیران اور پریشان اور لاچار ہوگیا

حیلہ کرد و بخواب اندر خزید
اُس نے تدبیر کی اور نیند میں مُبتلا ہوگیا

خویشتن در خواب در ویرانہ دید
اُس نے خواب میں اپنے آپ کو ایک ویرانہ میں دیکھا

زانکہ ویرانہ بُد اندر خاطرش
کیونکہ اُس کے باطن میں ویرانہ تھا

شد بخواب اندر ہمانجا منظرش
خواب میں بھی اُس کی اُسی جگہ نظر پڑی

خویش در ویرانہ خالی چو دید
جب اُس نے اپنے آپ کو خالی ویرانہ میں دیکھا

اُو چناں محتاج اندر دم برید
اُس ایسے ضرورتمند نے فوراً ہگ دیا

---

[1] کہ مقیم۔ یہ دودھ والی بکریاں جنگل نہ جاتی تھیں تاکہ کھانے کے وقت اُن کا دودھ دھو لیا جائے۔ بو قحط۔ قحط میں مبتلا انسان بسیار خور ہو جاتا ہے۔ غز۔ ترکوں میں سے ایک قوم تھی جو ڈاکو تھی عوج کے باپ کا نام عُنق تھا مولانا نے اُس کی بری عادتوں کی وجہ سے اُس کو غز کا بیٹا کہا ہے۔ خشم آلو۔ خشم آلودہ۔ طامع۔ اُمیدوار۔

[2] طبلے خوار۔ بسیار خور۔ ہژدہ۔ اٹھارہ۔ بس۔ چونکہ لونڈی کو اُس پر غصہ آرہا تھا۔ در فگند۔ یعنی زنجیر کو کنڈے میں ڈال دیا۔ تقاضا یعنی اُس کو بدہضمی کی وجہ سے قضاءِ حاجت کا تقاضہ ہوا اور پیٹ میں درد ہوا۔

[3] در کشادن۔ اُس نے دروازہ کھولنے کی بہت تدبیریں کیں لیکن دروازہ نہ کھلا۔ حیلہ کرد۔ اُس نے قضاءِ حاجت کو دبانے کی یہ تدبیر کی کہ سو گیا۔ برید۔ اُس نے پاخانہ پھر دیا۔

گشت بیدار و بدید آں جامہ خواب — پر حدث[1] دیوانہ شد از اضطراب

بیدار ہوا اور اُس نے سونے کا بستر دیکھا — نجاست سے بھرا ہوا، پریشانی سے دیوانہ ہو گیا

زاندرون او برآمد صد خروش — زیں چنیں رسوائیِ بے خاک پوش

اُس کے دل سے سینکڑوں آہیں نکلیں — مٹی میں نہ چھپنے والی ایسی رسوائی سے

گفت خوابم بدتر از بیداریم — کارِ نیکم بدتر از بدکاریم

بولا میرا سونا میری بیداری سے بدتر ہے — میری نیکی میری بدکاری سے (بھی) بُری ہے

بانگ[2] می زد وا ثبورا وا ثبور — آنچناں کہ کافراں در نشور

ہائے ہلاکت! ہائے ہلاکت کا شور کرتا تھا — جس طرح کافر حشر کے دن (کریں گے)

منتظر کے شود ایں شب بسر — تا بر آید از گشادن بانگِ در

اس کا منتظر کہ یہ رات کب ختم ہو گی — تاکہ دروازہ کھلنے کی آواز آئے

تا گریزد او چو تیرے از کماں — تا نہ بیند ہیچکس او را چناں

تاکہ وہ کمان سے تیر کی طرح بھاگ جائے — تاکہ اُس کو کوئی اِس حالت میں نہ دیکھے

قصہ بسیار است کوتہ میکنم — باز شد آں در رہید از درد و غم

قصہ بہت ہے، میں مختصر کرتا ہوں — دروازہ کھلا اُس کو درد و غم سے نجات ملی

درِ حجرہ گشادن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بر مہمانِ خود و خود را پنہاں کردن تا او خیالِ درگشاینده را نہ بیند و خجل نشود و گستاخ بیروں رود

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مہمان کے لئے حجرے کا دروازہ کھولنا اور اپنے آپ کو چھپا لینا تاکہ وہ دروازہ کھولنے والے کی پرچھائیں کو نہ دیکھے اور شرمندہ نہ ہو اور بے دھڑک باہر چلا جائے

مصطفیٰ[3] صبح آمد و در را کشاد — صبح آں گمراہ را او راہ داد

صبح کو مصطفیٰ آئے اور دروازہ کھولا — صبح کو اُس گمراہ کو انہوں نے راستہ دیدیا

در کشاد و گشت پنہاں مصطفیٰ — تا نگردد شرمسار آں مبتلا

دروازہ کھولا اور مصطفیٰ چھپ گئے — تاکہ وہ مصیبت کا مارا شرمندہ نہ ہو

تا بروں آید رود گستاخ او — تا نہ بیند در کشا را پشت و رو

تاکہ وہ باہر آجائے اور بے دھڑک چلا جائے — تاکہ دروازہ کھولنے والے کی پشت اور چہرے کو نہ دیکھے

---

[1] پر حدث۔ یعنی پاخانہ میں سنا ہوا ——— زاندرون۔ اس کے دل میں اُس نازیبا حرکت سے بہت سی پریشانیاں پیدا ہو گئیں۔ گفت۔ جاگنے میں زیادہ کھایا سوتے میں بستر پر پاخانہ پھر دیا۔

[2] بانگ۔ کفار حشر کے دن واویلا واثبورا ہائے تباہی ہائے ہلاکت کہیں گے نشور۔ حشر۔ بسر۔ یعنی رات کب ختم ہو گی۔ چناں۔ یعنی پاخانہ میں سنا ہوا۔

[3] مصطفیٰ۔ آنحضور کو مہمان کی یہ حرکت کسی طرح معلوم ہو گئی تھی ——— دروازہ اس لئے نہ کھولا کہ اُس کو خوب شرمندگی ہو جو اُس کے ایمان لانے کا سبب بن جائے۔ تا نگردد۔ آنحضور دروازہ کھول کر خود چھپ گئے تاکہ اُس کو مزید شرمندگی نہ ہو۔

یا[۱] نہاں شد در پسِ دیوار یا
یا تو دیوار کے پیچھے چھپ گئے یا

از وی اش پوشید دامانِ خدا
اُن کو اُس سے خدا کے دامن نے چھپا لیا

صبغۃ اللہ گاہ پوشیدہ کُند
اللہ (تعالیٰ) کا رنگ کبھی چھپ جاتا ہے

پردۂ بیچوں بَراں ناظر تند
بے کیفیت کا پردہ، دیکھنے والے پر پڑ جاتا ہے

تا نہ بیند خصم را پہلوئے خویش
تاکہ وہ دشمن کو اپنے پہلو میں نہ دیکھے

قدرتِ یزداں ازیں بیش ست بیش
اللہ (تعالیٰ) کی قدرت بیش از بیش ہے

مُصطفیٰ می دید احوالِ شبش
مصطفیٰ اس کے رات کے احوال دیکھ رہے تھے

لیک مانع بود فرمانِ رَبش
لیکن اُن کیلئے اللہ (تعالیٰ) کا حکم مانع تھا

تا کہ پیش از خیط[۲] بکشاید رَہے
تاکہ (صبح کے) دھاگے سے پہلے وہ راستہ کھولدیں

تا نیفتد زاں فضیحت در چَہے
تاکہ وہ اُس رُسوائی سے کنوئیں میں نہ گرے

لیک حکمت بود و امرِ آسماں
لیکن مصلحت تھی اور آسمان کا حکم

تا بہ بیند خویشتن را اُو چناں
کہ وہ اپنے آپ کو اِس حالت میں دیکھ لے

بس عداوتہا کہ آں یاری بُود
بہت سی عداوتیں ہوتی ہیں کہ وہ دوستی ہوتی ہیں

بس خرابیہا کہ معماری بُود
بہت سی بربادیاں ہوتی ہیں کہ وہ آبادی ہوتی ہیں

چونکہ کافر باب را بکشادہ دید
جب کافر نے دروازہ کھلا دیکھا

نرم نرمک از کمیں بیروں دوید
گھات سے آہستہ آہستہ باہر بھاگ گیا

جامہ خوابِ پُر حدث را یک فضول
سنے ہوئے کپڑے کو ایک سادہ لوح

قاصدا آورد در پیشِ رسولؐ
جان بوجھ کر آنحضورؐ کے سامنے لے آیا

کہ[۳] چنیں کرد ست مہمانت ببیں
کہ دیکھئے آپ کے مہمان نے ایسا کیا ہے

خندۂ زد رحمۃ للعالمیں
جہانوں کی رحمت مُسکرا دیئے

کہ بیار آں مطہرہ اینجا بہ پیش
کہ وہ لوٹا سامنے لے آ

تا بشویم جملہ را با دستِ خویش
تاکہ سب کو اپنے ہاتھ سے دھو دوں

ہر کسے می جست کز بہرِ خدا
ہر شخص دوڑا کہ خدا کے لئے

جانِ ما و جسمِ ما قربان ترا
ہماری جان اور ہمارا جسم آپ پر قربان ہو

ما بشوئیم ایں حدث را تو بہل
اِس گندگی کو ہم دھو دیں گے آپ رہنے دیں

کارِ دست ست ایں نمط نہ کارِ دل
یہ ہاتھ کا کام ہے، نہ کہ دل کا

---

۱ یا نہاں۔ حضورؐ یا خود چھپے تھے یا خدا نے آپ کو اُس کی نگاہوں سے چھپا دیا تھا۔ صبغۃ اللہ۔ اللہ تعالیٰ کبھی آنکھوں پر ایسا پردہ ڈال دیتا ہے کہ انسان اپنے پہلو کے دشمن کو نہیں دیکھ سکتا۔ مصطفیٰ۔ آنحضورؐ کو اس کے احوال کا علم ہو گیا تھا لیکن خدائی حکم تھا کہ رات کو دروازہ نہ کھولیں۔

۲ خیط۔ دھاگا یعنی صبح صادق۔ لیک۔ شب میں دروازہ نہ کھولنا بظاہر اُس کے ساتھ دشمنی تھی لیکن اُس میں ہی اُس کی بھلائی مضمر تھی۔ چونکہ۔ جب اُس کافر نے صبح کو دروازہ کھلا دیکھا چپکے سے نکل بھاگا۔ فضول۔ اُن صاحب کے لئے مناسب تھا کہ وہ اُس پاخانہ کو خود دھو دیتے۔

۳ کہ چنیں۔ اُن صاحب نے آنحضورؐ کو بستر دکھا کر کہا۔ مطہرہ۔ لوٹا۔ ہر کسے۔ ہر صحابی نے کوشش کی کہ پاخانہ خود دھو دے۔ بہر دل آنحضورؐ صحابہ کے لئے دل و جگر تھے۔

اے لَعَمرُک مر ترا حق عُمر خواند
اے تیری جان کی قسم (والے) تجھے اللہ نے عُمر کہا
پس خلیفہ کرد و بر کُرسی نشاند
پھر قائم مقام بنایا اور کرسی پر بٹھایا

ما برای خدمتِ تو میزییم
ہم آپ کی خدمت کے لئے زندہ ہیں
چوں تو خدمت می کُنی پس ما کئیم
جب آپ خدمت کریں تو پھر ہم کیا ہیں؟

گفت آں دانم ولیک ایں ساعت ست
فرمایا میں یہ جانتا ہوں لیکن یہ وقت ہے
کہ دریں[۲] شُستن بخویشم حکمت ست
کہ اس میں میرے خود دھونے میں حکمت ہے

مُنتظر بودند کیں قولِ نبیؐ ست
وہ منتظر ہو گئے کہ یہ نبیؐ کا فرمان ہے
تا پدید آید کہ ایں اسرار چیست
یہانتک کہ معلوم ہو کہ یہ کیا راز ہے؟

اُو بجد می شُست آں احداث را
وہ اُن نجاستوں کو کوشش سے دھوتے تھے
خاص زامرِ حق نہ تقلید و ریا
خاص اللہ (تعالیٰ) کے حکم سے نہ کہ تقلید اور ریا سے

کہ دلش میگفت کیں را تو بشُو
اُن کا دل کہہ رہا تھا کہ اس کو آپ خود دھوئیں
کاندر اینجا ہست حکمت تو بتو
کہ اس جگہ اس میں تہ بہ تہ حکمتیں ہیں

سببِ رجوع کردنِ آں مہمان بخانۂ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم دراں ساعت کہ نہالینِ ملوّث اُو را بدستِ مبارکِ خود می شُست و خجل شدنِ اُو و جامہ چاک کردن و نوحہ کردنِ اُو بر خود و بر حالِ خود و مسلمان شدن

اُس مہمان کا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر اُس وقت واپس آنے کا سبب جس وقت کہ وہ سنے ہوئے نہالچوں کو اپنے دستِ مبارک سے دھو رہے تھے اور اُس کا اپنے اوپر اور اپنی حالت پر شرمندہ ہونا اور کپڑے پھاڑنا اور رونا اور مسلمان ہو جانا

کافرک[۳] را ہیکلے بُد یادگار
اُس حقیر کافر کے پاس ایک یادگار مورتی تھی
یاوہ دید آنرا و گشت او بیقرار
اُس نے اُسکو گم شدہ پایا وہ بے قرار ہو گیا

گفت آں حُجرہ کہ شب جا داشتم
کہا کہ وہ حجرہ جہاں میں نے رات قیام کیا تھا
ہیکل آنجا بے خبر بگذاشتم
لاعلمی میں مورتی اُس جگہ چھوڑ آیا ہوں

گرچہ شرمیں بُود شرمش حرص بُرد
اگرچہ وہ شرمندہ تھا لیکن، لالچ نے اُسکی شرمندگی ختم کر دی
حرص اژدرہاست نے چیزیست خُرد
حرص اژدہا ہے، چھوٹی چیز نہیں ہے

---

[۱] اے۔ قرآن پاک میں ہے: لَعَمرُکَ اِنَّھُم لَفِی سَکرَتِھِم یَعمَھُونَ۔ تیری عُمر کی قسم وہ اپنی مستی میں اندھے ہو رہے ہیں۔ یہ خدا نے آنحضورؐ کی عمر کی قسم کھائی اور قسم ذات و صفاتِ خداوندی کی کھائی جاتی ہے تو گویا آنحضورؐ کی عمر کو اپنی صفت قرار دیا ہے۔
ما۔ ہماری زندگی کا مقصد آپ کی خدمت ہے۔ اگر ہم خدمت نہ کریں تو زندگی بیکار ہے۔

[۲] کہ دریں۔ آنحضورؐ نے فرمایا ان سب باتوں کا مجھے یقین ہے لیکن پاخانہ خود میں اپنے ہاتھوں سے دھوؤنگا اس میں حکمت پوشیدہ ہے۔
ایں اسرار یعنی خود دھونے کی حکمت کو دیکھ سکیں۔ آپ جو آنحضورؐ اپنے ہاتھوں نجاست کو خدائی حکم سے دھو رہے تھے اس میں کسی ریا اور تقلید کو دخل نہ تھا۔ محبت سنا ہوا۔

[۳] کافرک۔ مہمان دینی مورتی بھول کر چلا گیا تھا۔
اگرچہ۔ اگرچہ وہ فرمندہ تھا لیکن مورتی کی حرص نے اُس کو دوبارہ لوٹنے پر مجبور کر دیا۔

از پئے[١] ہیکل شتاب اندر دوید — در وثاق مصطفےٰ آں را بدید
مورتی کی خاطر جلدی سے اندر گھس گیا — مصطفیٰؐ کے حجرے میں اُس کو دیکھا

کاں یداللہ آں حدث را ہم بخود — خوش ہمی شوید کہ دورش چشم بد
کہ وہ اللہ کے ہاتھ اُس نجاست کو خود — بہت اچھی طرح دھو رہے ہیں خدا اُنکو نظر بد سے بچائے

ہیکلش از یاد رفت و شد پدید — اندرو شورے گریباں را درید
مورتی اُس کے حافظے سے نکل گئی اور پیدا ہوگیا — اُسکے اندر ایک شور تھا جس نے اُسکے گریبان کو پھاڑ ڈالا

میزد اُو دو دست را بر رو و سر — کلہ را میکوفت بر دیوار و در
وہ دونوں ہاتھ منھ اور سر پر مارتا تھا — سر کو در و دیوار سے ٹکراتا تھا

آنچناں کہ خوں ز بینی و سرش — شد رواں و رحم کرد آں مہترش
اس طرح کہ اُس کی ناک اور سر سے خون — بہہ پڑا اور اُن بزرگوار نے اُس پر رحم کیا

نعرہا[٢] زد خلق جمع آمد برو — گبر گویاں ایہا الناس احذروا
اُس نے نعرے مارے لوگ اُسکے پاس جمع ہوگئے — کافر کہتا تھا اے لوگو! ڈرو

میزد اُو بر سر کہ اے بے عقل سر — میزد اُو بر سینہ کاے بے نور بر
وہ سر پیٹتا تھا کہ اے بے عقل سر! — وہ سینہ کوٹتا تھا کہ اے بے نور جسم!

سجدہ میکرد اُو کہ اے کل زمیں — شرمسارست از تو ایں جزو مہیں
وہ سجدہ کرتا تھا کہ اے عالم کے مجموعے! — یہ ذلیل جزو آپ سے شرمندہ ہے

تو کہ کلی خاضع امر وئی — من کہ جزوم ظالم و لد و غوی
آپ جو کہ مجموعہ ہیں اُسکے حکم پر جھکے ہوئے ہیں — میں جو کہ جزو ہوں ظالم اور سرکش اور گمراہ ہوں

تو کہ کلی خوار و لرزانی ز حق — من کہ جزوم در خلاف و در سبق
آپ کہ مجموعہ ہیں (اللہ تعالیٰ) خوار اور اللہ سے لرزاں ہیں — میں جو کہ جزو ہوں خلاف اور سرکشی میں ہوں

ہر زماں[٣] میکرد رو بر آسماں — کہ ندارم روی ایں قبلہ جہاں
ہر آن آسمان کی طرف منھ کرتا — کہ اِس قبلۂ عالم کے سامنے میرا منھ نہیں ہے

چوں ز حد بیروں بلرزید و طپید — مصطفےٰ اش در کنار خود کشید
جب وہ حد سے زیادہ لرزا اور تڑپا — مصطفیٰؐ نے اُس کو اپنی بغل میں لے لیا

ساکنش کرد و بسے بنواختش — دیدہ اش بکشاد و داد اشناختش
اُس کو سکون دلایا اور اُسکو بہت نوازا — اُسکی آنکھیں کھولیں اور اُنھوں نے اُسکو پہچان عطا کی

---

١ از پئے۔ وہ مورتی لینے واپس آیا تو اُس نے دیکھا کہ آنحضورؐ اپنے دستِ مبارک سے اُسکی نجاست دھو رہے ہیں۔ اللہ۔ بیعتِ رضوان کے سلسلہ میں قرآن میں فرمایا گیا ہے یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ خدا کا ہاتھ اُن کے ہاتھوں کے اوپر ہے۔ تو گویا اللہ تعالےٰ نے آنحضورؐ کو اپنا ہاتھ قرار دیا ہے۔ ہیکلش۔ وہ آنحضورؐ کے ان کریمانہ اخلاق کو دیکھ کر اسقدر متاثر ہوا کہ مورتی کو بھول گیا اور دیوانہ وار اپنا سر دیواروں سے ٹکرانے لگا۔ خون بہا تو آنحضورؐ کو اُس پر ترس آنے لگا۔

٢ نعرہا۔ وہ نعرے مارتا تھا اور کہتا تھا کہ آنحضورؐ کی مخالفت سے ڈرو۔ بے عقل سر۔ سر بے عقل۔ بے نور بر۔ بر بے نور۔ کل زمیں۔ آنحضورؐ کی ذاتِ گرامی اسمار اور عالم کا مجموعہ ہے۔ مہین۔ ذلیل۔ تو کہ کلی۔ اُس کافر نے کہا کہ آنحضورؐ جو مجموعۂ عالم ہیں وہ خدائی حکم کے تابع ہیں اور میں جزو ہو کر ظالم اور سرکش بنا ہوا ہوں۔

٣ ہر زماں۔ وہ کافر ہر لحہ آسمان کی طرف منھ کرکے کہتا تھا کہ میرا منھ اِس قابل نہیں کہ آنحضورؐ کے روبرو ہوں۔ چوں۔ آنحضورؐ نے اُسکی بیقراری کو دیکھ کر اسکو سینہ سے لگا لیا۔ ساکنش۔ آنحضورؐ نے اُس کو اطمینان دلایا اور اُس کو نعمتِ ایمان عطا فرما دیا۔

تا نگرید[1] ابر کے خندد چمن
جب تک ابر نہیں روتا ہے چمن کب مسکراتا ہے؟

تا نگرید طفل کے جوشد لبن
جب تک بچہ روتا نہیں ہے دودھ کب جوش مارتا ہے؟

طفلِ یک روزہ ہمید اند طریق
ایک روز کا بچہ بھی یہ راستہ جانتا ہے

کہ بگریم تا رسد دایہ شفیق
کہ میں رو پڑوں، تاکہ مہربان دایہ آجائے

تو نمی دانی کہ دایہ دائگاں
تو نہیں جانتا کہ دایوں کی دایہ

کم دہد بے گریہ شیر اُو رائیگاں
خواہ مخواہ بے روئے دودھ نہیں دیتی ہے

گفتِ وَلْیَبْکُوْا کَثِیْرًا گوش دار
اور چاہیئے وہ بہت روئیں، کے قول کو یاد رکھ

تا بریزد شیرِ فضلِ کردگار
تاکہ اللہ (تعالیٰ) کی رحمت دودھ بہاوے

گریۂ ابر ست و سوزِ آفتاب
ابر کا رونا ہو اور سورج کی جلن

اُستنِ دنیا ہمیں دو رشتہ تاب
دنیا کے ستون یہی دو رشتے چمکانے والے ہیں

گر نبودے[2] سوزِ مہر و اشکِ ابر
اگر سورج کی جلن اور ابر کے آنسو نہ ہوتے

کے شدے اجسام ما زفت و سطبر
ہمارے جسم موٹے اور بھاری کب ہوتے

کے بُدے معمور ایں ہر چار فصل
یہ چاروں فصلیں کب آباد ہوتیں؟

گر نبودے ایں تف و ایں گریہ اصل
اگر یہ جلن اور رونا بنیاد نہ بنتا

سوزِ مہر و گریۂ ابرِ جہاں
دنیا کے ابر کا گریہ اور سورج کا سوز

چوں ہمیدارد جہاں را خوش دہاں
جبکہ دنیا کو خوش عیش بناتا ہے

آفتابِ عقل را در سوز دار
عقل کے سورج کو سوزش میں رکھ

چشم را چوں ابر اشک افروز دار
آنکھوں کو ابر کی طرح آنسو بہانے والی رکھ

چشمِ گریاں بایدت چوں طفلِ خُرد
تجھے چھوٹے بچہ کی طرح رونے والی آنکھیں درکار ہیں

کم خور آں نان را کہ نان آبِ تو برد
وہ روٹی نہ کھا جو تیری عزت کو برباد کردے

تن چو با برگ ست روز و شب ازاں
جسم چونکہ سرسبز ہے اس کی وجہ سے ہمیشہ

شاخِ جاں در برگ ریز ست و خزاں
جان کی شاخ پت جھڑ اور خزاں میں ہے

برگِ[3] تن بے برگیٔ جان ست زود
جسم کی سبزی، جان کا پت جھڑ ہے، جلد

ایں ببایدکاستن آں را فزود
اس کو گھٹانا، اُس کو بڑھانا چاہیئے

اَقْرِضُوا اللہَ قرض دہ زیں برگِ تن
اللہ (تعالیٰ) کو قرض دو اس جسم کی توانائی میں سے قرض دے

تا بروید در عوض در دل چمن
تاکہ بدلے میں دل میں چمن اُگے

---

[1] تا نگرید۔ مقصد یہ ہے کہ آہ و زاری سے ہی مقصد حاصل ہوتا ہے۔ طفل۔ بچہ بھی جانتا ہے کہ جب تک نہ روؤں گا دایہ دوڑ کر نہ آئیگی۔ تو نمی دانی یعنی مَیں بالغ انسان یہ نہیں سمجھ رہا ہے کہ رحمتِ خداوندی بغیر آہ و زاری کے متوجہ نہیں ہوتی ہے۔ گفت قرآن میں ہے۔ فَلْیَضْحَکُوْا قَلِیْلًا وَّلْیَبْکُوْا کَثِیْرًا۔ تھوڑا ہنسو زیادہ روؤ۔ گریہ۔ ابر کے رونے اور سورج کی سوزش ہی سے دنیا کی تر و تازگی ہے۔

[2] گر نبودے۔ اگر عالم میں سورج کی گرمی اور ابر کا پانی نہ ہو تو اجسام میں نشو و نما نہ ہو۔ چار فصل۔ سال کی چاروں فصلوں کا مدار سورج کی گرمی اور ابر کی بارش پر ہے۔ آفتاب۔ انسان کو بھی اپنے کمال کے لئے عقل میں سوزش اور آنکھ میں آنسو درکار ہیں۔ تن جسم کی بہار روح کی خزاں ہے۔

[3] برگِ تن جسم کی شادابی روح کی پژمردگی ہے جسم کو گھٹانا اور روح کو بڑھانا چاہیئے۔ اِقْرِضُوا۔ قرآن پاک میں ہے "وَاَقْرِضُوا اللہَ قَرْضًا حَسَنًا" اور اللہ کو قرضِ حسنہ دو۔ مولانا نے قرض کے معنی اللہ کے راستہ میں بدن کو گھٹانے کے لئے ہیں۔

قرض[1] دہ کم کُن ازیں لقمہ تنت — تا نماید وجہ لا عینٌ رأت
قرض دے اپنے جسم کے لقمے کو کم کر — تاکہ جس کو آنکھ نے نہیں دیکھا وہ منہ دکھائے

تن ز سرگیں خویش چوں خالی کند — پُر ز مشک و دُرِّ اجلالی کند
جب تو جسم کو اپنے پاخانے سے خالی کریگا — اجلال کے موتی اور مشک سے بھرے گا

زیں پلیدی بر ہد و پاکی برد — از یطہرکم تنِ او بر خورد
اس ناپاکی سے نجات پاجائیگا اور پاکی حاصل کریگا — "وہ تمہیں پاک کرتا ہے" سے اسکا جسم پھل کھائیگا

دیو میترساندت کیں ہین وہین — زیں پشیماں گردی و گردی حزیں
شیطان تجھے ڈراتا ہے کہ ہائیں ہائیں — اس سے تو شرمندہ ہوگا اور غمگین بنے گا

گر گدازی زیں ہوسہا تو بدن — پس پشیمان و غمیں خواہی شدن
اگر تو ان ہوسوں سے بدن کو گھلائے گا — تو شرمندہ اور غمگین ہوگا

ایں[2] بخور گرم ست و داروی مزاج — واں بیاشام از پئے نفع و علاج
یہ کھالے، گرم ہے اور مزاج کی دوا ہے — اور نفع و علاج کے لئے وہ پی لے

ہم بدیں نیت کہ ایں تن مرکبست — آنچہ خو کردست آنش اصوبست
نیز اس نیت سے کہ یہ جسم سواری ہے — جس کی اسکو عادت ہے وہ اس کیلئے بہتر ہے

ہیں مگرداں خو کہ پیش آید خلل — در دماغ و دل بزاید صد علل
خبردار! عادت نہ بدل نقصان ہوگا — دل اور دماغ میں سینکڑوں بیماریاں پیدا ہونگی

ایں چنیں تہدیدہا آں دیوِ دوں — آرد و بر خلق خواند صد فسوں
اس طرح کی دھمکیاں وہ کمینہ شیطان — دیتا ہے اور لوگوں پر سینکڑوں منتر پڑھتا ہے

خویش جالینوس سازد در دوا — تا فریبد نفسِ بیمارِ ترا
اپنے آپ کو دوا میں جالینوس بناتا ہے — تاکہ تیرے بیمار نفس کو فریب دے

کیں[3] ترا سودست از درد و غمی — گفت آدمؑ را ہمی در گندمی
کہ یہ درد اور غم میں تیرے لئے مفید ہے — گیہوں کے بارے میں آدمؑ سے یہی کہا

پیش آرد ہے وہیہات را — در لویشہ پیچد او لبہات را
ائے ہائے اور افسوس کو پیش کرتا ہے — تیرے ہونٹوں کو ڈوری سے باندھ دیتا ہے

لویشہ۔ ترنگ۔ وہ رسّی جو نعل بندی کے وقت گھوڑے کے اوپر کے ہونٹ میں باندھ دیجاتی ہے تاکہ وہ مجبور ہوجائے۔

---

[1] قرض دہ۔ جسمانی خوراک کو کم کر پھر جنت کی نعمتیں حاصل ہوں گی۔ تن۔ جسم جب جسمانی فضلوں سے خالی ہوگا تو اسرار و انوار سے پُر ہوجائیگا۔ زیں پلیدی۔ جسمانی ناپاکی دُور ہوگی تو پاکیزگی حاصل ہوگی۔ یطہرکم۔ قرآن پاک میں ہے اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا بیشک خدا چاہتا ہے کہ اے اہلِ بیت تم سے پلیدی زائل ہوجائے اور وہ تمہیں بالکل پاک کردے۔ دیو۔ جسمانی لذتیں ترک کرنے سے شیطان ڈراتا ہے اور طرح طرح کے وسوسے پیدا کرتا ہے۔

[2] ایں بخور۔ شیطان مختلف چیزوں کے فوائد سمجھا کر اُن کے کھانے کی ترغیب دیتا ہے۔ ہم۔ شیطان کہتا ہے کہ جسم روح کی سواری ہے اس کو کمزور نہ کرنا چاہیئے۔ ہیں۔ جس چیز کی عادت ہو وہ نہ چھوڑ ورنہ بیماریاں اُٹھ کھڑی ہونگی۔ خویش۔ شیطان اپنے آپ کو حکیم جالینوس بناکر مختلف نسخے دیتا ہے۔

[3] کیں۔ شیطان کہتا ہے کہ اگر فلاں چیز کھائے گا تو درد و غم سے نجات ہوجائیگی۔ حضرت آدمؑ سے شیطان نے اسی طرح کی باتیں کی

ہمچو لبہائے فرس در وقتِ نعل
جیسا کہ نعل (بندی) کے وقت گھوڑے کے ہونٹ

تا[1] نماید سنگِ کمتر را چو لعل
تاکہ کمتر پتھر کو لعل (بناکر) دکھادے

گوشہایت گیرد چوں گوشِ اسپ
تیرے کان پکڑتا ہے اور گھوڑے کے کان کی طرح

میکشاند سوئے حرص و سوئے کسب
حرص اور کمائی کی جانب کھینچتا ہے

برزند بر پات نعلے ز اشتباہ
تیرے پاؤں میں شبہ کا نال جڑ دیتا ہے

کہ بمانی تو ز دردِ آں ز راہ
کہ تو اُس کی تکلیف سے راستے سے رُک جاتا ہے

نعلِ او ہست آں تردد در دو کار
اُس کا نعل، دو کاموں میں تردد ہے

ایں کنم یا آں کنم ہیں ہوشدار
یہ کروں یا وہ کروں خبردار! ہوشیار رہ

آں بکن کہ ہست مختارِ نبیؐ
وہ کر جو نبیؐ کا پسندیدہ ہے

آں مکن کہ کرد مجنون و صبی
وہ نہ کر جو پاگل اور بچہ نے کیا

حُفَّتِ الجَنَّۃُ بچہ محفوف گشت
"جنت کو ڈھانپ دیا گیا ہے" کس چیز سے ڈھانپا گیا ہے؟

بالمکارہ کہ از و افزوں گشت
ناپسندیدہ چیزوں سے جن کو اُس نے بڑھا رکھا ہے

صد[2] فسوں دارد ز حیلت و ز دہا
مکر اور حیلے کے سینکڑوں منتر رکھتا ہے

کاں کند در سلہ گر ہست اژدہا
کہ ٹوکری میں ڈال دیتا ہے خواہ اژدہا ہو

گر بود آبِ رواں بربندد ش
اگر بہتا پانی ہو اُس کو روک دیتا ہے

ور بود حبرِ زماں برخندد ش
اگر عالمِ زمانہ ہو اُس کا مذاق اُڑاتا ہے

گر بود کوہے چو کہ بربایدش
اگر پہاڑ ہو اُس کو تنکے کی طرح اُڑا دیتا ہے

دستبردِ خویشتن بنمایدش
اپنے غلبہ کی اُس پر نمائش کرتا ہے

عقل[3] را با عقلِ یارے یار کن
عقل کو کسی دوست کی عقل کا دوست بنا

اَمْرُھُمْ شُوْرٰی بخوان و کار کن
"اُن کا معاملہ باہمی مشورہ ہے" کو پڑھ اور کام کر

نواختنِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم آں عرب مہمان را و
مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا اُس عرب مہمان کو نوازنا اور اُس کو اضطراب اور

تسکین دادنِ او را از اضطراب و گریہ و نوحہ کہ بر خود میکرد
رونے اور اُس نوحہ سے تسکین دینا جو وہ شرمندگی اور ندامت اور

از خجالت و ندامت و آتشِ نومیدی
ناامیدی کی آگ کی وجہ سے اپنے اوپر کر رہا تھا

---

[1] تانماید۔ شیطان کی یہ تمام باتیں اس لئے ہیں کہ وہ حقیر چیز کو بڑھا بنا کر دکھادے۔ گوشہایت۔ شیطان انسان کے کان پکڑ کر حرص اور کمائی کی جانب لے جاتا ہے۔ برزند۔ شیطان شبہات اور وساوس کے ذریعہ صحیح راستے سے روک دیتا ہے۔ نعل۔ وہ شیطان جو نعل بندی کرتا ہے وہ تردد میں مبتلا کر دیتا ہے۔ آں بکن۔ جب تردد ہو تو وہ کام کر جو نبی نے کیا ہے طفلانہ اور مجنونانہ کام نہ کر۔ حفت۔ حدیث شریف ہے حُفَّتِ الْجَنَّۃُ بالمکارہ جنت دل کی ناپسندیدہ چیزوں سے ڈھانپ دی گئی ہے

[2] صد فسوں۔ شیطان کو ایسے منتر آتے ہیں کہ اژدہے کو بھی ٹوکری میں بند کر لیتا ہے۔ گر بود۔ شیطان اپنے منتر کے ذریعہ چلتا دریا روک دیتا ہے اور بڑے بڑے عالموں کا مذاق اُڑا دیتا ہے پہاڑ کو تنکا بنا دیتا ہے اور اپنی چالاکی کی نمائش کرتا ہے۔

[3] عقل۔ شیطان سے بچنے کیلئے اپنی عقل کو شیخ کی عقل سے وابستہ کر دے اور اُس سے مشورہ کرے۔ نواختن۔ وہ مہمان عرب جس نے بستر خراب کر دیا تھا اُس کی گریہ وزاری پر آنحضرتؐ نے اُس کو بہت نوازا۔

ایں سخن پایاں ندارد آں عرب
اِس بات کا خاتمہ نہیں ہے ، وہ عرب

ماند از الطافِ آں شہ در عجب
اُن شاہ کی مہربانیوں سے تعجب میں رہ گیا

خواست[1] دیوانہ شدن عقلش رمید
اُس نے دیوانہ بننا چاہا، اُسکی عقل بھاگ گئی

دستِ عقلِ مصطفیٰ بازش کشید
(حضرت) مصطفیٰؐ کی عقل کے ہاتھ نے اُسکو پھر کھینچا

گفت ایں سو آ بیامد آں چناں
فرمایا اِدھر آ ، وہ اِس طرح آیا

کہ کسے برخیزد از خوابِ گراں
کہ جیسے کوئی بھاری نیند سے اُٹھے

گفتش ایں سودا مکن ہین باخود آ
اُس سے فرمایا یہ دیوانگی نہ کر، خبردار! ہوش میں آجا

کہ ازیں سو ہست با تو کارہا
کیونکہ اِس طرف تجھ سے بہت کام ہیں

آب بر رُو زد در آمد در سخن
اُس کے منہ پر پانی چھڑکا ، وہ بولا

کاے شہیدِ حق شہادت عرضہ کن
کہ اے اللہ (تعالیٰ) کے گواہ (کلمۂ) شہادت پیش کیجئے

تا گواہی بدہم و بیروں شوم
تاکہ میں کلمہ شہادت پڑھ لوں اور باہر نکل جاؤں

سیرم از ہستی دراں ہامون شوم
میں ہستی سے سیر ہوگیا ہوں اُس جنگل میں چلا جاؤں

ما در[2]یں دہلیزِ قاضیِ قضا
ہم قضا کے قاضی کی چوکھٹ پر

بہرِ دعویِ الستیم و بلیٰ
الست اور بلیٰ کے دعوے کی وجہ سے ہیں

کہ بلیٰ گفتیم و آں را ز امتحاں
کہ ہم نے بلیٰ کہا ہے اور اُسکی آزمائش کیلئے

فعل و قولِ ما شہود ست و بیاں
ہمارا قول و فعل گواہ اور بیان ہیں

از چہ در دہلیزِ قاضی تن زدیم
ہم قاضی کی چوکھٹ پر خاموش کیوں ہوں؟

نے کہ ما بہرِ گواہی آمدیم
کیا ہم گواہی کے لئے نہیں آئے ہیں

چند[3] در دہلیزِ قاضی اے گواہ
اے گواہ ! قاضی کی چوکھٹ پر کب تک

حبس باشی دہ شہادت از پگاہ
قید رہے گا ، صبح سے گواہی دے دے

زاں بخواندندت بدینجا تا کہ تو
اُنھوں نے تجھے یہاں اِس لئے بلایا ہے کہ تو

آں گواہی بدہی و ناری عتو
وہ گواہی دیدے اور سرکشی نہ کرے

از لجاجِ خویشتن بنشستہ
تو اپنے جھگڑالوپن سے بیٹھا ہوا ہے

اندریں تنگی لب و کف بستہ
اِس تنگی میں تو نے ہونٹ اور ہاتھ باندھ لئے ہیں

تا نہ بدہی آں گواہی اے شہید
اے گواہ ! جب تک تو وہ گواہی نہ ادا کرے گا

تو ازیں دہلیز کے خواہی رہید
تو اُس چوکھٹ سے کب چھٹے گا ؟

[1] خواست ۔ وہ دیوانہ ہوجانے کے قریب تھا آنحضورؐ نے اُس کی عقل کو تھاما۔ گفتش ۔ آنحضورؐ نے اُس سے فرمایا دیوانگی ختم کردے کیونکہ قدرت کو تجھ سے بہت کام لینا ہے۔ آب بر رو۔ آنحضورؐ نے اُس کے منہ پر پانی چھڑکا تو وہ ہوش میں آیا اور کہنے لگا کہ مجھے شہادت کا کلمہ پڑھا دیجئے۔ تا گواہی۔ حقیقی معنیٰ میں کلمۂ شہادت پڑھ لینے پر انسان دنیا سے نجات پاکر آخرت کا آدمی بن جاتا ہے۔ ہامون۔ جنگل۔

[2] ما دریں ۔ ازل میں خدا نے دریافت کیا تھا کہ کیا میں تمہارا خدا نہیں ہوں؟ تو ہم نے جواب دیا کہ "ہاں" اب ہم دنیا میں اِس جواب کے ثبوت کے لئے بھیجے گئے ہیں تاکہ قول و فعل دو گواہوں کے ذریعہ اپنے "ہاں" کے دعوے کو ثابت کریں۔ کہ بلیٰ۔ ازل میں ہم نے "بلیٰ" کہا ہے ہمارا قول و فعل اِس پر گواہ ہے۔

[3] چند۔ گواہوں کو قاضی کی عدالت میں خاموش نہ رہنا چاہیئے۔ زاں۔ دنیا کی زندگی قول اور فعل گواہی کے لئے ہے۔ از لجاج۔ اگر گواہ عدالت میں پہنچ کر خاموشی اختیار کرے تو یہ اُس کا جھگڑالوپن ہے ..... تا نہ بدہی۔ جب تک گواہی نہ دے گا قاضی کی عدالت میں مقید رہے گا۔

یکزماں کاریست بگذار و بتاز — کارِ کوتہ رامکُن برخود دراز
تھوڑی دیر کا کام ہے، کر دے اور بھاگ جا — مختصر کام کو اپنے لئے لمبا نہ کر

خواہ در صد سال و خواہی یکزماں — ایں امانت را گذار و وارہاں
خواہ سَو سال میں اور خواہ تھوڑی دیر میں — یہ امانت ادا کر دے اور چھوٹ جا

بیان آنکہ نماز و روزہ و حج و ہمہ چیزہای بیرونی گواہیہاست برنورِ اندرونی
اِس کا بیان کہ نماز اور روزہ اور حج اور ظاہری تمام چیزیں باطنی نور کی گواہ ہیں

ایں نماز و روزہ و حج و جہاد — ہم گواہی دادنست از اعتقاد
یہ نماز اور روزہ اور حج اور جہاد — بھی عقیدہ پر گواہی دینا ہے

ایں زکوٰۃ و ہدیہ و ترکِ حسد — ہم گواہی دادنست از سِرِّ خود
یہ زکوٰۃ اور ہدیہ اور حسد نہ کرنا — (بھی) اپنے باطن پر گواہی دینا ہے

خوان و مہمانی پئے اظہار راست — کاے مہاں ما باشما ہستیم راست
دسترخوان اور مہمانی اس کے اظہار کیلئے ہے — کہ اے بزرگو! ہم تمہارے مخلص ہیں

ہدیہ ہا و ارمغان و پیشکش — شد گواہِ آنکہ ہستم با تو خوش
ہدیئے اور تحفہ اور نذرانہ — اس کے گواہ ہیں کہ ہم آپ سے خوش ہیں

ہر کسے کوشد بمالے یا فسوں — چیست؟ دارم گوہرے در اندروں
جو شخص مال (دینے) یا دعا کی کوشش کرتا ہے — کیا ہے؟ میں باطن میں جوہر رکھتا ہوں

گوہرے دارم ز تقوےٰ یا سخا — ایں زکوٰۃ و روزہ بر ہر دو گوا
میں جوہر رکھتا ہوں تقوے کا یا سخاوت کا — یہ زکوٰۃ اور روزہ دونوں کے گواہ ہیں

روزہ گوید کرد تقویٰ از حلال — با حرامش داں کہ نبود اتصال
روزہ کہتا ہے کہ اس نے حلال سے پرہیز کیا — سمجھ لے کہ حرام سے اس کا اتصال نہ ہوگا

واں زکوٰتش گفت کو از مالِ خویش — میدہد پس چوں بدزدد ز اہلِ کیش
اس کی زکوٰۃ نے کہا کہ وہ اپنے مال میں سے — دیتا ہے پس تو دینداروں کا کیسے چرائے گا؟

گر بطراری کند پس دو گواہ — جرح شد در محکمہ عدلِ اِلٰہ
اگر (کوئی گواہ) زباں درازی کرے گا تو دونوں گواہ — خدا کے انصاف کے محکمہ میں مجروح ہو گئے

ل یکزماں - گواہی دینا تھوڑی دیر کا کام ہے یاں معاملہ کو دراز کرنا بے کار ہے - ایں نماز - ارکانِ اسلام پر عمل اعتقاد پر عملی گواہی ہے۔ سِرِّ خود - یعنی اعتقاد - خوش - اگر میزبان مہمان کی خاطر تواضع کرتا ہے تو یہ اس بات کی گواہی ہے کہ وہ مہمان سے خوش ہے۔

۲ ہدیہ - کسی کو تحفہ دینا یہ بھی اس کی گواہی ہے کہ تو اس سے خوش ہے ہر کسے - اگر کوئی شخص مال صرف کرتا ہے یا دعا دیتا ہے تو یہ اس بات پر گواہ ہے کہ اس شخص میں تقوے کا جوہر موجود ہے یا وہ سخی ہے۔

۳ روزہ - روزہ اس بات کا گواہ ہے کہ اس نے خدا کے حکم کے مطابق حلال کھانے کو بھی ترک کر دیا ہے تو پھر وہ حرام کب کھا سکتا ہے - زکوٰۃ زکوٰۃ اس بات کی گواہ ہے کہ جب وہ اپنا مال صرف کر رہا ہے تو کسی دیندار کا مال کیسے چرا سکتا ہے..... گر بطراری - اگر زکوٰۃ اور روزے میں ریا وغیرہ کا دخل کریگا تو یہ دونوں گواہ اللہ کے دربار میں عدالت سے گر کر مجروح ہو جائیں گے۔

هست صیّاد ار کند دانہ نثار — نے ز رحم و جود بل بہرِ شکار

شکاری ہے، اگر دانہ بکھیرتا ہے — رحم اور سخاوت کی وجہ سے نہیں بلکہ شکار کرنے

هست گربہ روزہ دار اندر صیام — خفتہ کردہ خویش بہرِ صید خام

بلی روزہ دار ہے، روزوں میں — ناتجربہ کار شکار کیلئے اپنے آپ کو سلائے ہوئے ہے

کردہ بدظن زیں کژی صد قوم را — کردہ بدنام اہلِ جود و صوم را

اس کجی سے اس نے سینکڑوں قوموں کو بدظن کر دیا — اُس نے سخیوں اور روزہ داروں کو بدنام کیا

فضلِ حق با ایں کہ او کژ می تند — عاقبت زیں جملہ پاکش می کند

باوجودیکہ وہ کجی کر رہا ہے اللہ کا کرم — انجام کار اُن سب سے اُس کو پاک کر دیتا ہے

سبق بردہ رحمتش واں غدر را — دادہ نورے کہ نباشد بدر را

اُس کی رحمت سبقت لے گئی اور اُس غدار کو — وہ نور عطا کیا جو چودھویں کے چاند میں نہیں ہوتا ہے

کوشش اشستہ حق زیں اختلاط — غسل دادہ رحمت او را زیں خباط

اِس خلط ملط سے اللہ (تعالیٰ) نے اُس کی کوشش کو — رحمت نے اُس کو اِس خبطی پن سے غسل دیدیا

تا کہ غفاریِ او ظاہر شود — سیئاتِ جملہ را غافر شود

تاکہ اُس کی غفاری ظاہر ہو جائے — تمام گناہوں کو بخشنے والی بن جائے

پاک کردن آب ہمہ پلیدی ہا را و باز پاک کردن خدائے تعالیٰ آب را از پلیدی لاجرم حق تعالیٰ قدوس آمد

پانی کا تمام ناپاکیوں کو پاک کرنا اور پھر اللہ تعالیٰ کا پانی کو ناپاکی سے پاک کرنا لامحالہ اللہ تعالیٰ بہت پاک ثابت ہوا

آب بہرِ ایں ببارید از سماک — تا پلیداں را کند از خبث پاک

پانی ابر سے اس لئے برسایا — تاکہ ناپاکوں کو نجاست سے پاک کردے

آب چوں بیکار گردد شد نجس — تا چناں شد کاب را رد کرد حس

پانی جب بیکار ہوگیا ناپاک ہوگیا — ایسا ہوگیا کہ پانی کو حِس نے رد کر دیا

حق ببردش باز در بحرِ صواب — تا بشستش از کرم آں آب آب

اللہ (تعالیٰ) اُس کو دوبارہ درستگی کے سمندر میں لے گیا — یہاں تک کہ اُس کے کرم نے پانی کو پانی سے دھو دیا

پاک صاف کر کے پھر دنیا میں بھیج دیتا ہے۔

لہ صیّاد۔ شکاری پرندوں کو دانہ ڈالتا ہے لیکن یہ سخاوت نہیں ہے۔ گربہ۔ بلی بھی روزہ دار معلوم ہوتی ہے لیکن اس نے یہ صورت محض شکار کو پھانسنے کے لئے بنا رکھی ہے۔ کردہ بدظن۔ ریاکاری کے ساتھ روزہ رکھنے والا اور مال خرچ کرنے والا روزہ دار اور سخی کا بدنام کنندہ ہے۔ بفضلِ حق عبادت شروع میں ریا پھر عادت دفتی ہے اُس کے بعد اللہ تعالیٰ اُس کو عبادت بنا دیتا ہے۔

ٹہ سبق بردہ چونکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سابق ہے اسلئے اللہ تعالیٰ نے ریاکار غدار کو بھی انجام میں نور بخش دیتا ہے۔ کوشش۔ اللہ تعالیٰ اُس عبادت کو جس میں ریا ہوتا ہے پاک صاف کر دیتا ہے تاکہ اُس کی غفاری کا مظاہرہ ہو سکے۔ پاک اللہ تعالیٰ پانی کے ذریعہ نجس کو پاک کر دیتا ہے پھر اُس ناپاک پانی کو از سرِ نو برسا کر پاک کر دیتا ہے تاکہ اُس کی صفتِ قدوسیت ظاہر ہو سکے

ٹہ سماک۔ ابر یا آسمان۔ خبث۔ نجاست۔ آب جب پانی ناپاک ہو جاتا ہے تو انسان اُس کو استعمال نہیں کرتا ہے حضرت حق تعالیٰ اُس کو پھر واپس بلا لیتا ہے اور اُس کو

سالِ[1] دیگر آمد او دامن کشاں — ہی کجا بودی؟ بدریای خوشاں

وہ دوسرے سال نازو انداز سے آیا — ہائیں؟ تو کہاں تھا؟ اچھوں کے دریا میں

(٣)

من نجس زیں جا شدم پاک آمدم — بستدم خلعت سُوی خاک آمدم

میں اِس جگہ سے ناپاک گیا، پاک آیا ہوں — میں نے شاہی لباس حاصل کیا، زمین کی جانب آگیا ہوں

ہیں بیائید اے پلیداں سُوی من — کہ گرفت از خوی یزداں خوی من

خبردار! اے ناپاکو! میرے پاس آؤ — کیونکہ میری عادت نے اللہ تعالیٰ کی عادت حاصل کرلی ہے

دَر پذیرم جملۂ زشتیت را — چوں ملک پاکی دہم عفریت را

میں تیری جملہ بُرائیوں کو قبول کرلیتا ہوں — میں بھوت کو فرشتہ کی سی پاکی عطا کردیتا ہوں

چوں[2] شوم آلودہ باز آنجا روم — سُوئے اصلِ اصلِ پاکیہا روم

جب گندہ ہوجاتا ہوں پھر اُس جگہ چلا جاتا ہوں — اصل پاکیوں کی اصل کی طرف چلا جاتا ہوں

دَلقِ چرکیں بَر کنم آنجا ز سَر — خلعتِ پاکم دہد بارِ دگر

وہاں میلی گدڑی سر سے اُتار دیتا ہوں — وہ مجھے دوبارہ پاک لباس عنایت کردیتا ہے

کارِ او ایں ست و کارِ من ہمیں — عالم آرا ایست ربّ العالمیں

اُس کا یہ کام ہے اور میرا یہ کام ہے — جہانوں کا پالنے والا، عالم کو سنوارنے والا ہے

گر نبودے ایں پلیدیہائے ما — کے بُدے ایں بارنامہ آب را

اگر یہ ہماری ناپاکیاں نہ ہوتیں — پانی کا یہ کارنامہ کب ہوتا؟

کیسہائے زر بدزدید از کسے — میرود ہر سُو کہ ہیں کو مُفلسے

کسی سے سونے کی تھیلیاں چُرائے ہوئے — ہر جانب جاتا ہے کہ ہاں مفلس کہاں ہے؟

تا[3] بریزد بر گیاہِ رُستہٗ — تا بشوید رُوی ہر نا شُستہٗ

تاکہ اُگی ہوئی گھاس پر بہادے — تاکہ ہر نہ دُھلے ہوئے کا مُنھ دھودے

تا بگیرد بر سر او حمّال وار — کشتیِ بے دست و پا را در بحار

تاکہ بوجھ اُٹھانے والے کی طرح سر پر لے لے — سمندروں میں بے دست و پا کشتی کو

صد ہزاراں دارو اندر وے نہاں — زانکہ دارُو زو بروید در جہاں

اُس میں لاکھوں دوائیں پوشیدہ ہیں — کیونکہ دوا دنیا میں اُسی سے اُگتی ہے

جانِ ہر درد ے دلِ ہر دانۂ — میرود در جُو چو دارُو خانۂ

وہ (پانی) ہر درد کی جان اور ہر دانہ کا دل ہے — وہ اُس نہر میں چلا جاتا ہے جو دوا خانہ کی طرح ہے

---

[1] سالِ دیگر۔ برسات کے موسم میں پھر وہ پانی پاک صاف ہوکر برس پڑتا ہے۔ ہی۔ اِس پانی سے کوئی دریافت کرتا ہے تو وہ جواب دیتا ہے کہ میں جنتیوں کے دریا میں تھا۔ من نجس۔ میں اِس دنیا میں ناپاک ہوگیا تھا اِسلئے چلا گیا تھا اللہ تعالیٰ نے مجھے پھر پاکی کی خلعت عطا فرمادی تو میں دوبارہ دنیا میں آگیا ہوں۔ ہیں۔ وہ پانی کہتا ہے کہ اے ناپاکو میری جانب آجاؤ میں تمھیں پاک کردونگا کیونکہ میں نے اللہ تعالیٰ کی صفتِ قدوسیت حاصل کرلی ہے۔ در پذیرم۔ میں سب بُرائیوں کو دھودیتا ہوں اگر انسان شیطان بھی ہے تو اُس کو فرشتہ کی طرح پاک صاف بنادیتا ہوں۔

[2] چوں شوم۔ جب ناپاک ہوجاؤں گا پھر اُس دربار میں پہنچ جاؤں گا اور از سرِ نو پاکی حاصل کروں گا۔ کار او۔ اللہ تعالیٰ کا کام پاک کرنا ہے اور میرا کام دوسروں کو پاک کرکے آلودہ ہوجانا ہے۔ گر نبودے۔ اگر دنیا میں ناپاکی نہ ہوتی تو پانی کی صفت ظاہر نہ ہوتی۔ کیسہائے۔ پانی ہر ضرورتمند کو سیراب کرتا ہے۔

[3] تا بریزد۔ پانی گھاسوں کو سیراب کرتا ہے ہرنا پاک کو پاک بناتا ہے دریا میں اپنے سر پر کشتی کو لئے پھرتا ہے۔ صد ہزاراں۔ بوٹیوں میں شفا کی خاصیت پانی سے پیدا ہوتی ہے۔ جان۔ پانی ہر بیماری کی دوا اور ہر دانہ اس سے نشوونما پاتا ہے۔

زو[1] یتیمانِ زمیں را پرورش | تشنگانِ خشک را از وے روش
زمین کے یتیموں کی اُس سے پرورش ہے | خشک پیاسوں کی اُس سے رفتار ہے

استعانت خواستن آب از حق تعالیٰ بعد از تیرہ شدن
پانی کا گدلا ہونے کے بعد حضرتِ حق تعالیٰ سے مدد چاہنا اور

وقبول کردن حق تعالیٰ دُعائے آب را
اللہ تعالیٰ کو پانی کی دعا کو قبول کرنا

چوں نماند مایہ اَش تیرہ شود | ہمچو ما اندر زمیں خیرہ شود
جب اُس کا سرمایہ نہیں رہتا وہ مکدر ہو جاتا ہے | ہماری طرح زمین میں حیران ہو جاتا ہے

نالہ از باطن بر آرد کاے خدا | آنچہ دادی دادم و ماندم گدا
اندر سے فریاد کرتا ہے کہ اے خدا! | جو کچھ تو نے دیا تھا میں نے دیدیا اور میں فقیر ہوگیا

ریختم سرمایہ بر پاک و پلید | اے شہِ سرمایہ دِہ ھَل مِن مَزِید
میں نے سرمایہ پاک اور ناپاک پر بہا دیا | اے سرمایہ عطا کرنیوالے شاہ! اور زیادہ عطا کر

ابر[2] را گوید ببر جائے خوشش | ہم تو خورشیدا ببالا بر کشش
ابر کو حکم فرماتا ہے کہ اُس کو اچھی جگہ لے جا | سورج تو بھی آ، اُس کو اوپر کھینچ لے

راہہائے مختلف میراندش | تا رساند سوئے بحرِ بیحدش
وہ اُس کو مختلف راستوں پر چلاتا ہے | یہاں تک کہ اُس کو لا محدود دریا تک پہنچا دیتا ہے

خود[3] غرض زیں آب جانِ اولیاست | کو غسولِ تیرگی ہائے شماست
اِس پانی سے مقصود اولیاء کی جاں ہے | کیونکہ وہ تمہاری تاریکیوں کو دھونیوالی ہے

چوں شود تیرہ ز غسلِ اہلِ فرش | باز گردد سوئے پاکی بخشِ عرش
جب وہ زمین والوں کو دھونے سے مَیلی ہو جاتی ہو | عرش کو پاکی بخشنے والے کی طرف واپس ہو جاتی ہو

باز آرد زاں طرف دامن کشاں | از طہاراتِ محیط او دُر فشاں
اُس جانب سے بھر لاتی ہو دامن پھیلائے ہوئے | وہ موتی برسانے والی محیط کی پاکیزگیوں کو

وز تیمم وا رہاند جملہ را | وز تحرّی طالبانِ قبلہ را
سب کو تیمم سے نجات دلاتی ہے | اور قبلہ کے طلبگاروں کو اٹکل کرنے سے

ز اختلاطِ خلق یابد اعتلال | آں سفر جوید کہ اَرِحْنا یا بلال
لوگوں میں گھلنے ملنے سے وہ بیماری محسوس کرتی ہے | وہ سفر تلاش کرتی ہے جیسا کہ اے بلال ہمیں آرام پہنچا

---

۱ زو - زمین کے بے سہارا اُس سے سہارا پکڑتے ہیں اور خشک اُس سے تری حاصل کرتے ہیں۔ استعانت - پانی نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ مکدر ہو جانے کے بعد وہ پھر صاف ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اُس کی دعا قبول فرمائی۔ خیرہ - حیران۔ نالہ - پانی فریاد کرتا ہے کہ جو پاکی تو نے مجھے عنایت کی تھی وہ میں نے دوسروں کو دیدی۔ ھَل مِن مَزِید۔ کیا کچھ اور ہے!

۲ ابر - اِس فریاد پر اللہ تعالیٰ ابر کو حکم دیتا ہے کہ اِس پانی کو تو دوسری جگہ لے جا اور سورج کو حکم دیتا ہے کہ تو پانی کو اوپر کھینچ لے چنانچہ سورج اپنی گرمی سے اُسکو بھاپ بنا کر اوپر کھینچ لیتا ہے۔

۳ خود غرض - اِس پانی کے احوال کے ذریعے سے مقصد اولیاء کرام کے حالات کو سمجھانا تھا اولیاء بھی تمہاری نجاستوں کو پاک کرتے ہیں۔ چوں - جب عوام کے اختلاط سے اُنمیں کدورت پیدا ہو جاتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے ہیں اور "تَبَتَّلْ اِلَیْہِ تَبْتِیْلًا" اُس اللہ کی طرف رجوع کر، پر عمل کرتے ہیں۔ باز آرد - جب شیخ تبتل اختیار کرتا ہے تو پھر اُس میں منجانب اللہ تطہیر کی طاقت آجاتی ہو۔ وز تیمم - اب وہ مریدوں کو طہارت کاملہ عطا کرتا ہے دو یقین کے درجہ پر پہنچا دیتا ہو۔ اعتلال - بیمار ہونا۔

اَرِحْنا - آنحضرت نے حضرت بلالؓ سے فرمایا: اذان میں کلمات اذان سے راحت پہنچا۔

اے بلالِ خوش نوائے خوش صہیل ۔ میذنہ بر رو بزن طبلِ رحیل[1]
اے خوش نوا، خوش آواز بلال! ۔ میذنہ پر جا، کوچ کا نقارہ بجادے

جاں سفر رفت و بدن اندر قیام ۔ وقتِ رجعت زیں سبب گوید سلام
جان سفر میں چلی گئی اور بدن قیام میں ہے ۔ واپسی کے وقت اسی لئے سلام کرتی ہے

ایں مثل چوں واسطہ ست اندر کلام ۔ واسطہ شرط ست بہرِ فہمِ عام
یہ مثال گفتگو میں واسطہ کی طرح ہے ۔ عوام کے سمجھنے کے لئے واسطہ ضروری ہے

اندر آتش کے رود بے واسطہ ۔ جز سمندر کو رہید از رابطہ
بغیر واسطہ کے آگ میں کب جاتا ہے؟ ۔ سوائے سمندر (کیڑے) کے جو واسطہ سے آزاد ہو گیا ہے

واسطہ حمّام[2] باید مر ترا ۔ تاز آتش خوش کنی تو طبع را
تیرے لئے حمام کا واسطہ چاہیئے ۔ تاکہ تو گرمی سے طبیعت کو خوش کرے

چوں نتانی شد در آتش چوں خلیل ۔ گشت حمامت رسول آبت دلیل
جبکہ تو خلیلؑ (اللہ) کی طرح آگ میں نہیں جا سکتا ہے ۔ رسول تیرا حمام (اور) پانی تیرا راہنما بنا

سیری از حق ست لیک اہلِ طبع ۔ کے رسد بے واسطۂ ناں در شبع
پیٹ بھرنا اللہ کی جانب سے ہے لیکن طبیعت والا ۔ پیٹ بھرنے کو روٹی کے واسطہ کے بغیر کب پہنچتا ہے؟

لطف از حق ست لیکن اہلِ تن ۔ در نیابد لطف بے پردہ چمن
لطف اللہ کی جانب سے ہے لیکن جسم والا ۔ چمن کے پردے کے بغیر لطف حاصل نہیں کرتا ہے

چوں[3] نماند واسطہ تن بے حجیب ۔ ہمچو موسیٰؑ نورِ مہ تابد ز جیب
جب واسطہ نہیں رہتا، جسم بغیر پردے کے ۔ حضرت موسیٰؑ کی طرح چاند کا نور گریبان میں سے (چمکتا ہے)

گواہی دادن فعل و قولِ بیرونی بر ضمیر و نورِ اندرونی

بیرونی قول و فعل کا دل اور اندرونی نور پر گواہی دینا

ایں ہنرہا آب را ہم شاہد ست ۔ کاندرونش پُر ز نورِ ایزد ست
یہ ہنر، پانی کے بھی گواہ ہیں ۔ کہ اس کا باطن خدائی نور سے پُر ہے

فعل و قول آمد گواہانِ ضمیر ۔ زیں دو بر باطن تو استدلال گیر
فعل اور قول دل کے گواہ ہیں ۔ اِن دونوں سے تو باطن پر دلیل حاصل کرے

کرنا اور پھر خود پاک ہو جانا۔ فعل و قول۔ انسان کے افعال اور اقوال سے اُس کے باطن کو حال معلوم ہوتا ہے۔

[1] طبلِ رحیل۔ سفر کو نقارہ یعنی رجوع الی اللہ کا اعلان۔ جاں سفر۔ نماز کی حالت میں روح قربِ الٰہی کو سفر اختیار کر لیتی ہے اور جسم رکوع و سجود ادا کرتا ہے نماز کے ختم پر جو سلام ہے وہ گویا روح واپس آ کر سلام کرتی ہے۔ ایں مثل۔ رجوع الی اللہ کے سلسلہ میں آنحضورؐ کی یہ مثال مطلب سمجھانے کے لئے ایک واسطہ اور ذریعہ ہے۔ عوام بغیر مثال اور واسطہ کے مقصد تک نہیں پہنچتے ہیں۔ اندر آتش۔ سمندر کیڑا بغیر کسی واسطہ کے آگ سے مستفید ہوتا ہے دوسرے کسی واسطہ کے ذریعہ آگ سے فائدہ حاصل کرتے ہیں۔

[2] حمّام۔ حمام آگ سے گرم کیا جاتا ہے عوام اس کے واسطہ سے آگ کی گرمی سے مستفید ہوتے ہیں۔ چوں نتانی۔ حضرت ابراہیمؑ کو واسطہ کی ضرورت نہ تھی عوام کے لئے رسول بمنزلہ حمام اور ان کی شریعت بمنزلہ پانی کے ہے ——— سیری۔ پیٹ کا بھرنا منجانب اللہ ہے لیکن اُس کے لئے روٹی واسطہ ہے لطف اللہ کی جانب سے ہے چمن اس کا واسطہ ہے۔

[3] چوں نماند۔ جب واسطے ختم ہو جاتے ہیں تو پھر براہِ راست استفادہ ہونے لگتا ہے۔ ایں ہنر۔ یعنی پانی کو دوسری چیزوں کو پاک

[1] چوں ندارد سیر سرت در درُوں — بنگر اندر بولِ رنجور از بروں

جب تیرا باطن اندر کی سیر نہیں کرسکتا ہے — تو بیمار کے پیشاب پر باہر سے غور کرے

فعل و قول آں بولِ رنجوراں بُوَد — کہ طبیبِ جسم را بُرہاں بُوَد

بیماروں کا قول و فعل وہ پیشاب ہے — جو جسمانی طبیب کے لئے دلیل ہے

واں طبیبِ رُوح دَر جانش رَوَد — وز رہِ جاں اندر ایمانش رَوَد

روحانی طبیب اُس کی روح میں گھُستا ہے — اور روح کے راستہ سے اسکے ایمان میں چلا جاتا ہے

حاجتش نبوَد بقول و فعلِ خوب — اِحذرُوھُم ھُم جَوَاسِیسُ القلُوب

اُس کو اچھے فعل و قول کی ضرورت نہیں ہے — اُن سے ڈرو، وہ دلوں کے جاسوس ہیں

[2] ایں گواہِ فعل و قول از وے بجوی — کو بدریائیست واصل ہمچو جوی

یہ فعل و قول کی گواہی اس میں تلاش کر — جو دریا سے نہر کی طرح ملا ہوا ہے

قول و فعلِ اُو گواہِ اُو بُوَد — کو بدریا متصل چوں جُو بُوَد

اُس کا قول و فعل اُس کا گواہ ہوتا ہے — جو نہر کی طرح دریا سے ملا ہوا ہوتا ہے

بنگر اندر فعلِ اُو و قولِ اُو — تا چہ دارد در ضمیر آں راز جُو

اُس کے فعل اور اُس کے قول کو دیکھ — کہ وہ راز کو تلاش کرنے والا دل میں کیا رکھتا ہے

نورش اندر مرتبت چندست و چیست — بہرِ صید اُو دانہ پاشد یا سخیست

اُس کے مرتبہ میں نور کتنا اور کیسا ہے — وہ شکار کے لئے دانہ ڈال رہا ہو یا سخی ہے

[3] گر بُوَد صیاد از وے دُور شو — واں فسون و فعل و قولش کم شنو

اگر وہ شکاری ہے اُس سے دُور ہوجا — اُس کا منتر اور فعل و قول نہ سُن

ور بُوَد صدیق دست از وے مدار — تا رسَانَد مر ترُا سُوئے بحار

اگر وہ صدیق ہے تو اُس سے دستبردار نہ ہو — تاکہ وہ تجھے سمندروں تک پہنچا دے

دَر بیانِ آنکہ آں نورِ خدا خود را از اندرُونِ سرِ عارف ظاہر کند بَر خلقان، بے فعلِ عارف و بے قولِ عارف افزون باشد

اِس کا بیان کہ وہ خدائی نور جو خود کو عارف کے باطن سے بغیر عارف کے فعل کے اور بغیر عارف کے قول کے لوگوں پر ظاہر کرے، وہ اُس نور سے

ازاں کہ بفعل و قولِ اُو ظاہر گردد چنانکہ چوں آفتاب بلند

بڑھا ہوا ہے جو اُس کے فعل اور قول سے ظاہر ہو جیسا کہ جب سورج نکلتا ہے تو

---

۱ چوں ندارد۔ طبیب مریض کے اندر کی حالت نہیں دیکھ سکتا تو وہ قارورہ کے ذریعہ حالت معلوم کرتا ہے۔ واں طبیب۔ شیخ جو روحانی طبیب ہے وہ مرید کے باطن کی سیر کرلیتا ہے لہٰذا اُس کو مرید کے قول و فعل سے اِستدلال کی ضرورت نہیں ہے شیوخ دلوں کے جاسوس ہوتے ہیں۔

۲ ایں گواہ۔ عوام کو شیخ کے انتخاب میں شیخ کے قول وفعل سے اس کے باطن پر استدلال کرنا چاہیئے اور پتہ لگانا چاہیئے کہ اُس کا اتصال بحرِ حقیقت سے ہے یا نہیں۔ تا چہ دارد۔ اُس کا قول و فعل اُس کے ضمیر کو بتائے گا۔ بہرِ صید۔ یہ معلوم کرلینا ضروری ہے کہ اُس کا ظاہر محض لوگوں کو پھنسانے کے لئے ہے یا اُس میں کوئی.... حقیقت پوشیدہ ہے

۳ گر بُوَد۔ اگر وہ محض بناوٹی شیخ ہے تو اُس کے قول و فعل کی طرف دھیان نہ کر۔ ور بُوَد۔ اور اگر وہ شیخ صادق ہے تو اُس سے وابستہ ہوجا تاکہ وہ حقیقت کے سمندروں تک پہنچا دے۔ دربیان۔ اگر شیخ میں خدائی نور ہوتا ہے تو وہ لامحالہ ظاہر ہوکر رہتا ہے اور اُس کے اظہار کیلئے شیخ کے کسی قول و فعل کی ضرورت نہیں ہے۔

شود بانگ خروس و اعلام مؤذن و علامات دیگر حاجت نباید

اسکو مرغے کی اذان اور مؤذن کے بتانے اور دوسری علامتوں کی ضرورت نہیں ہوتی ہے

لیکؔ نور سالکے کز حد گذشت — نورِ او پُر شد بیابانہا و دشت

لیکن سالک کا وہ نور جو حد سے بڑھ گیا ہے — اُس کے نور سے جنگل اور بیابان پر ہو جاتے ہیں

شاہدش فارغ آمد از شہود — وز تکلفہای و جانبازی وجود

اُسکی گواہی گواہیوں سے بے نیاز ہے — اور جسم کے تکلفات اور جانبازی سے

نورِ آں گوہر چو بیروں تافتہ ست — زیں تسلسہا فراغت یافتہ است

جبکہ اُس کے نور کا جوہر باہر چمک گیا ہے — اُس کو اِن مکاریوں سے نجات مل گئی ہو

پسؔ مجو از وے گواہِ فعل و گفت — کہ ازو ہر دو جہاں چوں گل شگفت

تو اُس سے فعل و قول کا گواہ نہ چاہ — کیونکہ دونوں جہان اُسکی وجہ سے پھول کی طرح کھلتے ہیں

ایں گواہی چیست؟ اظہارِ نہاں — خواہ قول و خواہ فعل و غیر آں

یہ گواہی کیا ہے؟ پوشیدہ کو ظاہر کرنا ہو — خواہ وہ (گواہی) قول ہو اور خواہ فعل اور انکے علاوہ جو

کہ عرض اظہارِ سرِّ جوہر ست — وصف باقی ویں عرض بر معبر ست

کیونکہ جوہر کے راز کا ظاہر کرنا عرض ہے — صفت باقی ہے اور یہ عرض گذرگاہ پر ہے

ایں نشانِ زر نماند بر محک — زر بماند نیک نام و بے ز شک

کسوٹی پر سونے کا یہ نشان (باقی) نہیں رہتا — سونا نیک نام اور بے شک (باقی) رہتا ہے

ایںؔ صلوٰۃ و ایں جہاد و ایں صیام — ہم نماند، جاں بماند نیک نام

یہ نماز اور یہ جہاد اور یہ روزے — بھی نہ رہیں گے جان نیک نام رہیگی

جاں چنیں افعال و اقوالے نمود — بر محکِ امر، جوہر را بسود

جان نے ایسے افعال اور اقوال ظاہر کیے — جوہر کو امر کی کسوٹی پر گھسا

کاعتقادم راست است اینک گواہ — لیک ہست اندر گواہاں اشتباہ

کہ میرا عقیدہ درست ہے، یہ گواہ ہے — لیکن گواہوں میں شبہ ہوتا ہے

تزکیہ باید گواہاں را بداں — تزکیہ اش اخلاص و موقوفی بداں

سمجھ لے، گواہوں میں عدالت ہونی چاہئے — اُس کی عدالت اخلاص اور تیرا اسپر مطلع ہونا ہے

حفظِ لفظ اندر گواہِ قولی ست — حفظِ عہد اندر گواہِ فعلی ست

قولی گواہ میں لفظوں کی نگہداشت ہے — فعلی گواہ میں عہد کی حفاظت ہے

---

۱ لیک۔ عارف باللہ میں وہ نور ہوتا ہے کہ جس سے عالم پُر ہو جاتا ہے۔ شاہدش۔ اُس کے لئے گواہوں کی گواہی کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔ نورِ آں۔ اُس کے جوہر کا نور ایسا روشن ہوتا ہے کہ اُس کے اظہار کے لئے کسی تکلف کی کوئی ضرورت نہیں ہے

۲ پس مجو۔ ایسے شخص کی صداقت پر اس کے قول و فعل سے گواہی چاہنا مناسب نہیں ہے۔ کہ عرض۔ عرض فنا ہو جاتا ہے جوہر باقی رہتا ہے قول و فعل عرض ہے اور نورِ باطن جوہر ہے۔ جوہر صفت یعنی فانی ہے۔ وصف یعنی نورِ باطن۔ ایں نشان۔ سونے کو پہچاننے کے لئے کسوٹی پر کسا جاتا ہے وہ کس فنا ہو جاتا ہے اور سونا باقی رہتا ہے۔

۳ ایں صلوٰۃ۔ عبادات کے ذریعہ روح کو نیکنامی حاصل ہوتی ہے یہ عبادات فانی ہیں نیکنامی باقی رہتی ہے۔ جاں۔ روح اپنی نیکنامی کیلئے خدائی حکم کے مطابق افعال و اقوال ظاہر کرتی ہے اور بتاتی ہے کہ میرا اعتقاد درست ہے اور یہ افعال و اقوال اسکے گواہ ہیں لیکن ہر گواہ قابلِ قبول نہیں ہوتا بلکہ عادل گواہ قابلِ اعتبار ہوتا ہے اسلئے گواہ کا تزکیہ یعنی اسکی عدالت ثابت کرنا ضروری ہو افعال و اقوال کا تزکیہ یہ ہو کہ انہیں اخلاص ہو ریا وغیرہ نہ ہو حفظِ لفظ۔ تیرا ایمان جو گواہ قول ہے اسمیں اسکی ضرورت ہو کہ تیری زبان سے کوئی غیر مناسب لفظ نہ نکلے لیکن گواہ میں اسکی ضرورت ہو کہ تو اپنے افعال میں عہد الست کی برابر نگہداشت رکھے۔

گر گواہِ قول کژ گوید رَدست
اگر قولی گواہ ٹیڑھی بات کہے تو رَد ہے

وَر گواہِ فعل کژ پوید بَدست
اگر فعلی گواہ ٹیڑھا چلے تو بَد ہے

قول و فعلِ بے تناقض بایدت
بغیر اختلاف کا قول و فعل تیرے لئے ضروری ہے

تا قبول اندر زماں پیش آیدت
تاکہ زمانہ میں قبولیت تیرے سامنے آئے

سَعْیُکُمْ شَتّٰی تناقض اندرید
تمہاری کوششیں مختلف ہیں تم تناقض میں ہو

روز میدوزید و شب بر میدرید
دن کو سیتے ہو اور رات کو پھاڑتے ہو

پس گواہی با تناقض کہ شنود
تو تناقض کے ساتھ گواہی کون سنتا ہے؟

یا مگر حکمے کند از لطفِ خود
ہاں اگر اپنی مہربانی سے فیصلہ کر دے

فعل و قول اظہارِ سرّ ست و ضمیر ۲ع
فعل اور قول راز اور دل کا اظہار ہے

ہر دو پیدا میکنند سرّ ستیر
دونوں چھپے ہوئے راز کو ظاہر کر دیتے ہیں

چوں گواہت تزکیہ شد شد قبول
جب تیرے گواہ کی عدالت ثابت ہو گئی وہ مقبول ہو گیا

ورنہ محبوس ست اندر مُول مُول
ورنہ وہ ٹھہراؤ ٹھہراؤ میں پھنسا ہوا ہے

تا تو بستیزی ستیزند اے حرون
اے سرکش جب تک تو جھگڑا کریگا وہ جھگڑینگے

فَانْتَظِرْهُمْ اِنَّهُمْ مُنْتَظِرُوْن
پس تو اُن کا انتظار کر وہ بھی منتظر ہیں

عرضہ کردن مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم شہادت را بر مہمان خویش ۳ع
آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے مہمان پر کلمہ شہادت پیش کرنا

ایں سخن پایاں ندارد مصطفےٰ
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے مصطفےٰ نے

عرضہ کرد ایمان و پذرفت آں فتے
ایمان پیش کر دیا اور اس نوجوان نے قبول کر لیا

آں شہادت را کہ فرّخ بودہ است
وہ (کلمۂ) شہادت جو بابرکت ہے

بندہائے بستہ را بکشودہ ست
جس نے بندھی ہوئی بندشوں کو کھولا ہے

گشت مومن گفت او را مصطفےٰ
وہ مومن ہو گیا، اُس کو مصطفےٰ نے فرمایا

کامشباں ہم باش تو مہمانِ ما
تو آج کی رات بھی ہمارا مہمان رہ

گفت واللہ تا ابد ضیفِ توام
اُس نے کہا خدا کی قسم ہمیشہ کیلئے آپ کا مہمان ہوں

ہر کجا باشم بہر جا کہ روم
جہاں کہیں بھی رہوں، جہاں بھی جاؤں

دسترخوان کا خوشہ چین ہوں۔

۱ع گر گواہ قول۔ قولی گواہ ہے اگر کوئی لفظ غلط کہے گا تو گواہ مردود ہو جائیگا فعلی گواہ میں اگر کوئی عمل عہدِ الست کے خلاف ہوگا تو وہ مردود ہو جائیگا۔ قول و فعل یعنی دونوں گواہوں میں موافقت ضروری ہے ورنہ مردود ہو جائیں گے۔ سَعْیُکُمْ شَتّٰی۔ تمہاری کوششیں مختلف ہیں قرآن پاک میں ہے اِنَّ سَعْیَکُمْ لَشَتّٰی۔ روز۔ دن میں کچھ رات میں کچھ اور کرتے ہیں۔ یا مگر۔ یہ گواہی مردود ہے۔ ہاں خدا اپنے فضل سے قبول کر سکتا ہے۔

۲ع فعل و قول۔ انسان کا قول و فعل اس کے دل میں چھپی ہوئی کیفیت ظاہر کرتے ہیں۔ چوں۔ اگر گواہوں کی نیکی ثابت ہو جاتی ہے تو گواہی مقبول ہو جاتی ہے ورنہ گواہ خود پھنس جاتا ہے۔ مول مول یعنی اس کو حکم ہوگا کہ ٹھہراؤ۔ فانتظرھم۔ قرآن پاک میں آنحضور کو حکم ہے فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَانْتَظِرْ اِنَّهُمْ مُنْتَظِرُوْنَ۔ اے نبی آپ ان سے روگردانی کیجئے اور انتظار کیجئے وہ بھی انتظار میں ہیں۔

۳ع عرضہ کردن پیش کرنا۔ شہادت۔ کلمہ شہادت۔ فرخ۔ مبارک۔ گشت۔ وہ کافر مہمان کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔ امشباں۔ آج کی رات۔ گفت۔ اُس نے کہا اب تو میں جہاں کہیں بھی رہوں آپ کے

زنده[۱] کرده مُعتَق و دربانِ تو
آپ کا زندہ کیا ہوا اور آزاد کیا ہوا اور دربان ہوں

این جہان و آں جہان بر خوانِ تو
اس جہان میں اور اُس جہان میں آپکے دستر خوان پر ہوں

ہر کہ بگزیند جُز ایں بگزیدہ خواں
جو اس منتخب دستر خوان کے علاوہ منتخب کریگا

عاقبت دَرّد گلویش استخواں
انجام کار ہڈی اس کا گلا پھاڑ دے گی

ہر کہ سُوئے غیرِ خوانِ تو رَوَد
جو آپ کے دستر خوان کے غیر کے پاس جائے گا

دیو با اُو داں کہ ہم کاسہ بُوَد
سمجھ لیجئے، شیطان اُس کا ہم پیالہ ہو گا

ہر کہ از ہمسائیگیِ تو رَوَد
جو آپ کے پڑوس سے جائے

دیو بے شکّے کہ ہمسایہ اش بُوَد
بیشک شیطان اُس کا پڑوسی ہوگا

وَر رَوَد بے تو سفر اُو دُور دَست
اگر وہ دور و دراز آپ کے بغیر سفر کرے

دیو بد ہمراہ و ہم سفرہ وَیَست
شیطان اُس کا ہمراہی اور شریکِ دستر خوان ہے

ور نشیند بے تو بر اسپِ شریف
اگر آپ کے بغیر وہ عمدہ گھوڑے پر بیٹھے

حاسدِ ما ہست دیو اُو را ردیف
وہ ہمارا حاسد ہے، شیطان اُس کے پیچھے سوار ہو

وَر بچہ[۲] گیرد از و شہنازِ اُو
اگر اُس کی نازنین (بیوی) اُس سے بچہ جنے

دیو در نسلش بُوَد انبازِ اُو
شیطان اُس کی نسل میں اُس کا شریک ہوگا

در نُبے شارِکہُم گفت ست حق
اللہ (تعالیٰ) نے قرآن میں "اُن کا شریک ہوجا" فرمایا

ہم در اموال و در اولاد از سَبَق
مالوں میں بھی اور اولاد میں بھی پہلے سے

گفت پیغمبر ز غیب ایں را جلی
پیغمبرؐ نے واضح طور پر یہ غیب سے فرمایا

در مقاماتِ نوادر با علیؓ
نادر مقامات میں (حضرت) علیؓ سے

یا رسول[۳] اللہ رسالت را تمام
اے اللہ کے رسولؐ پوری رسالت کو

تو نمودی ہمچو شمسِ بے غمام
آپ نے دکھا دیا بغیر ابر کے سورج کی طرح

ایں کہ تو کردی دو صد مادر نکرد
جو کچھ آپ نے کیا دو سو ماؤں نے نہ کیا

عیسیٰؑ و افسونش با عاذر نکرد
(حضرت) عیسیٰؑ اور اُنکی دعا نے عاذر کیساتھ نہ کیا

از تو جانم از اجل نک جان بُرد
اب میری جان آپ کی وجہ سے موت سے جان بچا گئی

عاذر ار شد زندہ آندم باز مُرد
عاذر اگر اُس وقت زندہ ہوا پھر مر گیا

گشت مہمانِ رسول آنشب عرب
عرب اُس رات رسولؐ کا مہمان ہو گیا

شیرِ یک بز نیمہ خورد و بست لب
ایک بکری کا آدھا دودھ پیا اور ہونٹ بند کر لئے

---

۱ زندہ کردہ۔ آپ نے مجھے حیاتِ اَبدی عنایت کی ہے۔ مُعتَق۔ غلامی سے آزاد شدہ۔ آں جہاں۔ عالمِ آخرت۔ ہر کہ۔ جو آپ کے دستر خوان سے بھاگے گا وہ ہلاک ہوگا اور شیطان اس کا ہم نوالہ اور ہم پیالہ بنیگا۔ ہمسائگی۔ جو آپ کا پڑوس چھوڑے گا شیطان اُس کا پڑوسی بنے گا۔ سُفرہ۔ دسترخوان۔

۲ ور بچہ۔ اگر اُس کی بیوی کے بچہ پیدا ہوگا اس پر شیطانی اثر ہوگا۔ شہناز۔ شاہ ناز یعنی بیوی۔ انباز۔ شریک۔ نُبے۔ قرآن پاک میں شیطان کو خطاب کیا گیا ہے وَشَارِکْہُمْ فِی الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ۔ یعنی تو اُن کا مالوں اور اولاد میں شریک بن جا۔

۳ یا رسول اللہ۔ اُس مسلم مہمان نے کہا۔ غمام۔ ابر۔ دو صد مادر۔ ماں کی محبت مشہور ہے۔ عاذر۔ وہ شخص تھا جس کو حضرت عیسیٰؑ نے مرنے کے چالیس سال بعد زندہ کردیا تھا لیکن پھر وہ طبعی موت مر گیا تو اُنکی حیات عارضی تھی آپ نے مجھے ابدی زندگی عطا کردی ہے۔ گشت۔ وہی پیاسا خور اب مسلمان ہونے کے بعد ایک بکری کے آدھے دودھ سے سیر ہوگیا۔

کرد الحاحش[۱] بخور شیر و رقاق — گفت گشتم سیر واللہ بے نفاق

آنحضورؐ نے اس سے اصرار کیا کہ دودھ اور روٹی کھائے — اس نے کہا میرا پیٹ بھر گیا خدا کی قسم ایمانداری سے

ایں تکلف نیست نے ناموس و فن — سیر تر گشتم ازاں کہ دوش من

یہ تکلف نہیں ہے، نہ شرم اور مکر — میں اس سے زیادہ پیٹ بھرا ہوں جتنا کہ کل (تھا)

در عجب ماندند جملہ اہلِ بیت — پُر شد ایں قندیل ز یکقطرہ زیت

سب گھر والے تعجب میں پڑ گئے — کہ یہ قندیل زیت کے ایک قطرے سے بھر گیا

آنچہ قوتِ مرغِ بابیلے بود — سیریِ معدۂ چنیں پیلے بود

جو ابابیل پرند کی خوراک ہو — ایسے ہاتھی کا اس سے پیٹ بھر جائے

فجفجے افتاد اندر مرد و زن — قدرِ پشہ می خورد آں پیلتن

مرد و زن میں کھُس پھُس ہونے لگی — یہ ہاتھی جیسے جسم والا مچھر کی بقدر کھاتا ہے

حرص و وہم کافری سرزیر شد — اژدہا از قوتِ مورے سیر شد

کفر کی حرص اور وہم اوندھا ہو گیا — اژدہا چیونٹی کی خوراک سے سیر ہو گیا

آں گدا چشمی[۲] و کفر از وے برفت — قوتِ ایمانیش لمتر کرد و زفت

وہ بھکاری پن اور کفر اس سے رخصت ہوا — اس کو ایمان کی عمدہ غذا نے موٹا تازہ کر دیا

آنکہ از جوع البقر او می طپید — ہمچو مریم میوۂ جنت بدید

وہ شخص جو جوع البقر سے تڑپتا تھا — اس نے حضرت مریم کی طرح جنت کے پھل دیکھ لئے

میوۂ جنت سوئے چشمش شتافت — معدۂ چوں دوزخش آرام یافت

جنت کے پھل اس کی آنکھوں کی جانب دوڑ آئے — اس کے دوزخ جیسے معدہ نے آرام پا لیا

ذاتِ ایماں نعمت و لوتے ست ہول — اے[۳] قناعت کردہ از ایماں بقول

ایمان کی حقیقت نعمت اور عظیم لذیذ غذا ہے — اے وہ کہ جس نے ایمان کے بارے میں قول پر اکتفا کر لیا ہے

در بیان آنکہ نورے کہ غذائے جان ست غذائے جسمِ اولیاء

اس کا بیان کہ وہ نور جو روح کی غذا ہے اولیاء کے جسم کی بھی غذا ہوتا

میشود تا او ہم یار می شود روح را کہ اَسلَمَ شیطانی علٰی یدی

ہے یہانتک کہ وہ بھی روح کا دوست بنجاتا ہے کیونکہ (آنحضورؐ نے فرمایا ہے) میرا شیطان میرے ہاتھ پر اسلام لے آیا

گرچہ آں مطعومِ جان ست و نظر — جسم را ہم زاں نصیب ست اے پسر

اگرچہ وہ جان اور نظر کی خوراک ہے — اے بیٹا! اس میں جسم کا بھی حصہ ہے

---

۱ کرد۔ آنحضورؐ نے مزید کھانے پر اصرار کیا۔ الحاح۔ اصرار۔ رقاق۔ چپاتی روٹی۔ دوش۔ شب گذشتہ۔ پُر شد۔ یعنی آج یہ تھوڑی غذا سے سیر ہو گیا۔ آنچہ۔ ہاتھی کا پیٹ ابابیل کی خوراک سے بھر گیا۔ پیلتن۔ ہاتھی جیسے جسم والا۔ حرص کفر کی حالت کی حرص جاتی رہی۔

۲ گدا چشمی۔ لالچ۔ حرص۔ قوت۔ اب چونکہ وہ مومن ہو گیا ایمانی غذا نے اسے موٹا تازہ کر دیا۔ جوع البقر۔ بیماری ہے جس میں کبھی پیٹ نہیں بھرتا۔ مریم۔ حضرت مریم حاملہ ہونے کی صورت میں جنتی پھل کھاتی تھیں اور دنیاوی غذا سے بے نیاز رہیں۔ ذاتِ ایماں۔ ایمان کی حقیقت عجب نعمت اور غذا ہے اگر وہ کسی کو حاصل ہو جائے تو پھر جسمانی غذا کی زیادہ ضرورت نہیں رہتی ہے

۳ اے قناعت کردہ۔ جو لوگ صرف زبانی مومن ہیں وہ اس حقیقت کو نہیں سمجھ سکتے۔ در بیان۔ نورِ ایمان روح کی غذا ہے جب روح اور جسم کا اتحاد ہو جاتا ہے تو وہ نور جسم کی غذا بھی بن جاتا ہے۔ اسلم۔ حدیث شریف کا مقصد یہ ہے کہ نفسِ امارہ میرا تابع ہو گیا ہے۔ مولانا نے یہاں شیطان سے مراد جسمِ انسانی لیا ہے یعنی وہ بھی روح کا ساتھی بن گیا ہے۔ گرچہ آں۔ یعنی نورِ ایمانی۔

گر نگشتے[1] دیو جسم آں را اکول
اگر شیطان کا جسم اُس کا کھانے والا نہ بنتا

اسلم الشیطاں نہ فرمودے رسول
(تو) رسول "شیطان اسلام لے آیا" نہ فرماتے

دیو زاں لوتے کہ مردہ حی شود
شیطان اُس غذا کو جس سے مُردہ زندہ ہوتا ہے

تا نیاشامد مسلماں کے شود
جب تک نہ پی لیتا، مسلمان کب ہوتا

دیو بر دنیاست عاشق کور و کر
شیطان دنیا کا اندھا اور بہرا عاشق ہے

عشق را عشقِ دگر بُرد کمر
عشق کی کمر دوسرا عشق (ہی) توڑتا ہے

از نہانخانہ یقیں چوں مے چشد
یقین کے دفینہ میں سے جب وہ شراب چکھتا ہے

اندک اندک عشق رخت آنجا کشد
آہستہ آہستہ عشق اس جگہ پڑاؤ ڈالتا ہے

یا حریص البطن عرج ھٰکذا
اے پیٹ کے لالچی! اس طرح مائل ہو

انما المنھاج تبدیل الغذا
غذا کی تبدیلی ہی راستہ ہے

یا مریض[2] القلب عرج للعلاج
اے دل کے مریض! علاج کی طرف مائل ہو

جملۃ التدبیر تبدیل المزاج
مکمل تدبیر مزاج کا بدلنا ہے

ایھا المحبوس فی رھن الطعام
اے کھانے کی رہن کے قیدی

سوف تنجو ان تحملت العظام
عنقریب تُو نجات پا جائیگا، اگر تو نے بڑے مصائب برداشت کر لیے

ان فی الجوع طعاما وافرا
بھوکا رہنے میں بہت غذا ہے

افتقدہ وارتج یا نافرا
اس کو تلاش کر لے اور اُمید رکھ اے بھاگنے والے

اغتذ بالنور کن مثل البصر
نور کی غذا حاصل کر، آنکھ جیسا بن جا

وافق الاملاک یا خیر البشر
اے انسانوں میں سے بہتر! فرشتوں کی موافقت کر

چوں ملک[3] تسبیح حق را کن غذا
فرشتے کی طرح اللہ کی تسبیح کو غذا بنا لے

تا رہی ہمچوں ملائک از اذا
تاکہ تو فرشتوں کی طرح بے نجات پا جائے

جبرئیل ار سوئے جیفہ کم تند
اگرچہ جبرئیلؑ مُردار کا رُخ نہیں کرتے ہیں

او بقوت کے ز کرگس کم زند
وہ قوت میں گدھ سے کم پرواز کب کرتے ہیں؟

پیل اگرچہ در زمیں آہستہ است
ہاتھی زمین میں اگرچہ آہستہ چلتا ہے

او ز پشہ باز گو چوں رستہ است
بتا وہ مچھر سے کب بچا ہے؟

ہے اُن کی پرواز مُردار خور گدھ سے بہت زیادہ ہے۔ پیل۔ ہاتھی کا جسم بھاری بھر کم ہے لیکن مچھر اُس کو ہلاک کر سکتا ہے تو جسم کی طاقت پر مدار نہیں ہے۔

ل۱ گر نگشتے۔ اگر جسم شیطان کا ہم پیالہ اور ہم نوالہ نہ بنتا تو حضورؐ شیطان مسلمان ہو گیا، نہ فرماتے۔ دیو شیطان اگر نور سے غذا حاصل نہ کرتا تو وہ مسلمان کب بن سکتا تھا۔ ذکر جب انسانی دنیا کا عاشق ہے جب تک آخرت کا عشق نہ پیدا ہو گا اس عشق کی کمر نہ ٹوٹے گی۔ از نہانخانہ جب اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس یقین کی کیفیت پیدا ہونے لگتی ہے تو عشق نمودار ہو جاتا ہے۔ یا حریص۔ غذا کی تبدیلی سے مزاج بدلتا ہے اور اس سے مرض زائل ہو جاتا ہے، انسان کو غذاء جسمانی چھوڑ کر غذاء روحانی کا عادی بننا چاہیے۔

ل۲ یا مریض۔ مزاج کے تغیر سے ہی امراض پیدا ہوتے ہیں جب مزاج کی تبدیلی کر کے اس کو اصل حالت میں لے آیا جائے تو مرض زائل ہو جاتا ہے۔ العظام۔ صبر کے مصائب برداشت کرنے سے نجات حاصل ہوتی ہے۔ ان فی الجوع۔ اشعر؎
اندرون از طعام خالی دار
تا درو بینی نورِ معرفت حق
ذاتی۔ ملائکہ کی غذا نور ہے۔

ل۳ چوں ملک۔ فرشتوں کو تسبیح کے ذریعہ غذاء نور حاصل ہوتی ہے۔ جبرئیل۔ جبرئیلؑ کی طاقت نورانی

[۵۱] حبذا خوانے نہادہ درجہاں — لیک از چشمِ خسیساں بس نہاں
دنیا میں عمدہ خوان رکھا ہوا ہے — لیکن کمینوں کی نگاہ سے بہت چھپا ہوا ہے

اِنکار کردنِ اہلِ تن غذائے رُوح را و لرزیدنِ ایشان بر غذائے خسیسِ جسمانی

تن پروروں کا روحانی غذا سے انکار کرنا اور اُن کا جسمانی تھوڑی غذا سے لرزنا

گر جہاں باغے پُر از نعمت شود — قسمِ موش و مار ہم خاکے بُوَد
اگر دنیا نعمت سے بھرا ہوا باغ بن جائے — چوہے اور سانپ کا حصہ پھر بھی مٹی ہے

قسمِ شاں خاکست گر دے گر بہار — میر کونی خاک چوں نوشی چو مار
اُن کا حصہ مٹی ہے خواہ خزاں ہو خواہ بہار ہو — تو جہان کا سردار ہے سانپ کی طرح مٹی کیوں کھاتا ہے

درمیانِ چوب گوید کرمِ چوب — مر کرا باشد چنیں حلوائے خوب
لکڑی کا کیڑا لکڑی میں کہتا ہے — ایسا عمدہ حلوا کس کو نصیب ہے!

[۵۲] درمیانِ خاک گوید کرمِ خورد — ایں چنیں حلوا بعالم کس نخورد
چھوٹا سا کیڑا مٹی میں کہتا ہے — دنیا میں ایسا حلوہ کسی نے نہیں کھایا

کرمِ سرگیں درمیانِ آں حدث — در جہاں نُقلے نداند جز خبث
گوبر کا کیڑا اُس نجاست میں — دنیا میں سوائے نجاست کے کوئی خوراک نہیں جانتا ہے

جز نجاست ہیچ نشناسد کلاغ — شد نجاست مر وِرا چشم و چراغ
کوا نجاست کے علاوہ کچھ نہیں پہچانتا ہے — نجاست ہی اُس کا چشم و چراغ ہے

مناجات

دعا

[۵۳] اے خدائے بے نظیر ایثار کُن — گوش را چوں حلقہ دادی زیں سخن
اے بے نظیر خدا! عنایت کر دے — جبکہ تو نے اِس کلام کا کان میں حلقہ پہنا دیا ہے

گوشِ ما گیر و بداں مجلس کشاں — کز رحیقت میخورند ایں سرخوشاں
ہمارا کان پکڑ اور اُس مجلس میں کھینچ — کیونکہ یہ مست تیری شراب پی رہے ہیں

چوں بما بوئے رسانیدی ازیں — سر مبند آں مُشک را اے ربِّ دیں
جبکہ تو نے ہم تک اُس کی خوشبو پہنچا دی ہے — اے دین کے رب! اُس مُشک کو بند نہ کر

---

۵۱ حبذا۔ نورانی خوان دنیا میں موجود ہے لیکن وہ کمینوں کی نگاہ سے پوشیدہ ہے وہ صرف ظاہری غذا پر بھروسہ کرتے ہیں۔ انکار کردن۔ دنیادار غذا بر روح کے منکر ہیں۔ اور جسم کی جسمانی غذا کی طرف مائل ہیں۔۔۔۔ گر جہاں۔ اگر پورا عالم باغ بن جائے تب بھی چوہے اور سانپ کی غذا مٹی ہوتی ہے یہی حال ان دنیاداروں کا ہے۔ درمیان۔ لکڑی کا کیڑا لکڑی ہی کو بہترین حلوا سمجھتا ہے۔

۵۲ درمیان۔ زمین کا کیڑا زمین ہی کو اپنا حلوا سمجھتا ہے۔ کرمِ سرگیں۔ گوبر کے کیڑے کو گوبر ہی بہتر غذا معلوم ہوتی ہے۔ کلاغ۔ کوا نجاست ہی کو بہترین غذا سمجھتا ہے۔ مناجات۔ دعا۔

۵۳ اے خدا۔ جب تو نے ہمیں توفیق عطا فرمائی ہے کہ ہم اسرار و حکم سن رہے ہیں تو پھر ہمیں اہلِ حال کی مجلس میں پہنچا دے۔ زیں سخن یعنی اسرار و حکم۔ رحیق۔ شراب۔ سرخوشاں۔ بمستاں۔ چوں۔ جب تو نے ہمیں اہلِ دل کی باتیں سنا دی ہیں تو ان کو ہم سے مخفی نہ رکھ۔

از تو نوشند از ذکور و از اناث[1]
مذکر اور مؤنث تجھ ہی سے پی رہے ہیں

بے دریغی در عطا یا مستغاث
اے فریاد رس! تو عطیات میں بے روک ٹوک ہے

اے دعا نا گفتہ از تو مستجاب
اے وہ کہ نہ مانگی ہوئی دعا بھی تیری جانب سے قبول ہے

دادہ دل را ہر دمی صد فتح باب
تو نے ہر لمحہ دل کو سینکڑوں دروازوں کی کشادگیاں عطا کی ہیں

چند حرفے نقش کردی از رقوم
تو نے حروف میں سے چند حرف تحریر کئے

سنگہا از عشقِ آں شد ہمچو موم
اس کے عشق سے بہت سے پتھر موم جیسے ہو گئے

نونِ ابرو صادِ چشم و جیمِ گوش
ابرو کا نون، آنکھ کا صاد، کان کا جیم

بر نوشتی فتنۂ صد عقل و ہوش
تو نے لکھے ہیں جو سینکڑوں عقل و ہوش کیلئے فتنہ ہیں

زاں حروفت شد خرد باریک ریس
تیرے اُن حروف سے عقل دقیق النظر ہو گئی

نسخ میکن اے ادیبِ خوش نویس
اے خوشنویس ادیب! خوب لکھ

در خورِ ہر فکر بستہ بر عدم[2]
عدم پر ہر فکر کے مناسب قائم کر دیا ہے

دمبدم نقشِ خیالِ خوش رقم
ہر لمحہ، حسین خیالی نقش

حرفہائے طرفہ بر لوحِ خیال
خیال کی تختی پر عجیب حروف

بر نوشتہ چشم و ابرو خط و خال
آنکھ اور ابرو اور خط و خال کے لکھ دیئے ہیں

بر عدم باشم نہ بر موجود مست
میں عدم کا عاشق ہوں نہ کہ موجود کا

زانکہ معشوقِ عدم وافی تر است
کیونکہ عدم والا معشوق زیادہ وفادار ہے

عقل را خط خوانِ آں اشکال کرد
عقل کو اُن شکلوں کا پڑھنے والا بنا دیا

تا دہد تدبیر ہا را زاں نورد
تاکہ اُن کے بارے میں تدبیروں کو لپیٹ دے

تشبیہ[3] عقل بجبرئیلؑ و نظر او در غیب مانندِ نظر جبرئیلؑ در لوحِ محفوظ

عقل کی (حضرت جبرئیلؑ) سے مشابہت اور اُس کی نظر کا غیب پر (حضرت) جبرئیلؑ کی طرح رہنا

چوں ملک از لوحِ محفوظ آں خرد
عقل، فرشتہ کی طرح لوحِ محفوظ سے

ہر صباحے درس ہر روزہ برد
ہر صبح کو ہر دن کا سبق حاصل کر لیتی ہے

بر عدم تحریر ہا بیں بابیاں
عدم میں وہ تحریریں دیکھ، باوجود بیان کے

واں سوادش حیرتِ سودائیاں
اُن کی سیاہی دیوانوں کے لئے باعثِ حیرت ہے

ہر کسے شد بر خیالے ریش گاؤ
ہر شخص کسی خیال میں احمق بنا ہوا ہے

گشتہ در سودائے گنجے گنج گاؤ
خزانے کے خیال میں گنج گاؤ بنا ہوا ہے

---

[1] از تو۔ تیری معطا عام ہے تو سبھی بھی محروم نہ کرے گا۔ تیری وہ ذات ہے کہ تو نہ مانگی ہوئی دعائیں بھی قبول فرما لیتا ہے اور دل کو سینکڑوں اسرار سے مانوس کر دیتا ہے۔ چند حرفے۔ معشوقوں کے اعضاء چند حرفوں کے مشابہ ہیں نون ابرو کے اور صاد آنکھ کے حلقے کے اور جیم کان کے۔ یہ حضرت حق کی کاریگری ہے کہ چند حرف اس نے تحریر فرما دیئے جن کی تاثیر سے سنگدل عاشقوں کے دل موم ہو گئے ہیں۔ زاں۔ ان حروف کے ذریعہ عقل صنع سے صانع پر استدلال کرنے کے قابل ہو گئی۔ ریس۔ دقیق فکر۔

[2] در خور۔ انسان جس طرح حسی حروف سے مقاصد اور مطالب اخذ کرتا ہے اسی طرح خیالی حروف بھی ہیں جن سے انسان مطالب اخذ کرتا ہے اس کے لوحِ خیال پر چشم و ابرو کے نقش قائم ہیں۔ بر عدم۔ مولانا فرماتے ہیں کہ صورتِ خیالی سے عاشق کا اتحادِ تام ہوتا ہے اور وہ قابلِ فنا ہے اس لئے میں صورتِ حسی پر صورتِ خیالی کو ترجیح دیتا ہوں۔ اشکال۔ یعنی خیالی صورتیں۔

[3] تشبیہ۔ جس طرح حضرت جبرئیل لوحِ محفوظ سے پڑھتے ہیں اسی طرح عقل بھی غیب سے پڑھتی ہے اور وہ نتائج کو حاصل کرتی ہے۔ تحریر۔ ہا بیدرہ

از خیالے[۱] گشتہ شخصے پُر شکوہ — روئے آوردہ بمعدن ہائے کوہ
ایک شخص خیال کی وجہ سے پُر شکوہ ہے — پہاڑ کی کانوں کی جانب رُخ کئے ہوئے ہے

وز خیالے آں دگر با جہد مُر — رُو نہادہ سُوئے دریا بہرِ دُر
دوسرا ایک خیال کی وجہ سے تلخ کوشش کیساتھ — موتیوں کے لئے دریا کی جانب رُخ کئے ہوئے ہے

واں دگر بہرِ ترہب در کنشت — واں یکے اندر حریصی سُوئے کِشت
دوسرا رہبانیت کے لئے گرجا گھر میں ہے — دوسرا حرص میں کھیتی (باڑی) کی جانب ہے

از خیال آں رہزنِ رستہ شُدہ — وز خیال ایں مرہمِ خستہ شُدہ
وہ خیال کی وجہ سے بازار کا ڈاکو بنا — اور یہ خیال کی وجہ سے زخمی کا مرہم بنا ہوا ہے

در پَری خوانی یکے دل کردہ گم — بر نجوم آں دیگرے بنہادہ سُم
ایک نے حاضرات میں دل کو گم کر دیا ہے — دوسرے نے ستاروں پر قدم رکھا ہے

آں یکے در کشتی از بہرِ رباح[۲] — آں یکے با فسق و دیگر با صلاح
ایک نفع کے لئے کشتی میں ہے — ایک فسق میں ہے اور دوسرا نیکی میں

ایں روشہا مختلف بیند بروں — زاں خیالاتِ مُلوّن ز اندروں
باہر یہ مختلف روشیں نظر آتی ہیں — اندر کے رنگا رنگ خیالات کی وجہ سے

ایں دراں حیراں شدہ کاں بر چہ ست — ہر چشندہ آں دگر را نافی ست
یہ اس میں حیران ہے کہ یہ خیالات کس وجہ پر ہیں — ہر چکھنے والا دوسرے کا منکر ہے

آں خیالات ار نبند نامو تلف — چوں زبیروں شد روشہا مختلف
اگر یہ خیالات مختلف نہیں ہیں — تو بیرونی روشیں کیوں مختلف ہیں

قبلۂ جاں را چو پنہاں کردہ اند — ہر کسے رُو جانبے آوردہ اند
چونکہ انھوں نے جان کے قبلہ کو چھپا دیا ہے — ہر شخص ایک جانب کو منہ کئے ہوئے ہے

تمثیل[۳] روشہائے مختلف و ہمتہائے گوناگوں باختلاف

مختلف روشوں اور مختلف قسم کے وہموں کی اندھیرے میں نماز کے وقت

تحرّی متحرّیاں در وقتِ نماز قبلہ را بوقتِ تاریکی و

قبلہ کی اٹکل کرنے والوں کی اٹکل کے اختلاف سے اور غوطہ زنوں کی سمندر

تحرّی غوّاصاں در قعرِ بحر

کی تہ میں اٹکل سے مثال

ل۱ از خیالے۔ مختلف خیالات کی بنا پر جو کوششیں ہیں ان کا ذکر ہے۔ وز خیالے۔ کوئی شخص موتی کی صورتِ خیالیہ کی بنا پر دریا سے اُس کا جویاں ہے۔ ترہب۔ رہبانیت اختیار کرنا یعنی دنیاوی لذتوں کو ترک کر کے گرجا گھر میں بیٹھ جانا۔۔۔ کنشت۔ یعنی نصاریٰ کا عبادت خانہ۔ رستہ۔ بازار۔ پری خوانی ایسے عمل کرنا جس سے بھوت اور پریاں حاضر ہو جاتی ہیں اس کو حاضرات کہا جاتا ہے۔

ل۲ رباح۔ نفع۔ چشندہ۔ چکھنے والا۔ حیراں۔ یعنی ہر شخص دوسرے کے خیالات پر تعجب کا اظہار کرتا ہے۔ آں۔ چونکہ ہر انسان کا خیال جداگانہ ہے اس لئے ہر شخص کا عمل بھی مختلف ہے۔ چونکہ مختلف قبلہ جان والوں نے عقل سے صحیح کام نہیں لیا اس لئے مقصودِ حقیقی مخفی ہو گیا اور ہر شخص نے اپنی خواہش کے مطابق قبلہ کا ایک رُخ تجویز کر کے اُس کی طرف منہ کر لیا ہے۔

ل۳ تمثیل۔ حقیقی مقصود مخفی ہو جانے کی صورت میں لوگوں کا اختلاف ایسا ہی ہے جیسا کہ قبلہ کی حقیقی سمت معلوم نہ ہونے کی صورت میں ہر شخص ایک ایک جانب کو نماز پڑھتا ہے یا مختلف غوطہ خور موتی کے لئے مختلف سمتوں میں غوطہ لگاتے ہیں۔

ہمچو قومے کہ تحری میکنند
جس طرح لوگ اٹکل کرتے ہیں
بر خیالِ قبلہ ہر سوئی تنند
قبلہ کے خیال سے ہر جانب کو رُخ کرتے ہیں

چونکہ[1] کعبہ رُو نماید صبح گاہ
جب صبح کو قبلہ رُونما ہوتا ہے
کشف گردد کہ گم کردہ ست راہ
واضح ہو جاتا ہے کہ کس نے غلطی کی ہے

یا چو غواصاں بزیرِ قعرِ آب
یا جس طرح غوطہ زن پانی کی گہرائی کے نیچے
ہر کسے چیزے ہمی گیرد شتاب
ہر شخص جلدی سے ایک چیز پکڑ لیتا ہے

بر اُمیدِ گوہر و دُرِّ ثمیں
جوہر اور قیمتی موتی کی اُمید پر
توبرہ پُر میکنند از آن و ایں
اُس اور اِس سے تھیلی بھر لیتے ہیں

چوں بر آیند از تگِ دریائے ژرف
جب گہرے دریا کی تہ سے باہر آتے ہیں
کشف گردد صاحبِ دُرِّ شگرف
عجیب موتی والا واضح ہو جاتا ہے

واں دگر کہ بُرد مروارید خُرد
اور وہ جس نے چھوٹا موتی حاصل کیا ہے
واں دگر کہ سنگریزہ و شبہ بُرد
اور وہ جس نے پتھری اور پوتھ حاصل کیا ہے

ھٰکذا نبلوھم بالساھرۃ[2]
اسی طرح ہم ان کو میدان میں آزمائیں گے
فتنۃً ذاتَ افتضاحٍ قاھرۃ
آزمائش میں جو زبردست رسوائی والی ہوگی

ہمچنیں ہر قوم چوں پروانگاں
اسی طرح ہر قوم پروانوں کی طرح
گردِ شمعے پر زناں اندر جہاں
دنیا میں ایک شمع کے چاروں طرف پرواز کر رہی ہے

خویشتن بر آتشے بر میزنند
اپنے آپ کو ایک آگ پر پھینک رہی ہے
گردِ شمعِ خود طوافے می کنند
اپنی شمع کے گرد طواف کر رہی ہے

بر اُمیدِ آتشِ موسیٰ بخت
نصیب کے موسیٰؑ کی آگ کی اُمید پر
کز لہیبش سبزتر گردد درخت
جس کی لپٹ سے درخت زیادہ سرسبز ہو جاتا ہے

فضلِ آں آتش شنیدہ ہر رمہ[3]
ہر جماعت نے اُس آگ کی فضیلت سُن لی ہے
ہر شرر را آں گماں بُردہ ہمہ
سب نے اِس چنگاری کو وہ سمجھا ہے

چوں بر آید صبحدم نورِ خلود
جب صبح کو ہمیشگی کا نور طلوع کرے گا
وانماید ہر یکے چہ شمع بود
ہر شخص دیکھ لے گا کہ کیا شمع تھی

ہر کرا پر سوخت زاں شمعِ ظفر
جس کے اُس کامیابی کی شمع سے پر جلے ہیں
بدہدش آں شمع خوش ہفتاد پر
اُس کو وہ شمع ستر اچھے پر دیدے گی

ل۱ چونکہ۔ جب صبح کو قبلہ رُونما ہوجاتا ہے تو ہر شخص کو غلطی کا احساس ہوتا ہے اسی طرح لوحِ محفوظ کا مکتوب جب واضح ہوگا تو غلط اندیشوں کو غلطی کا احساس ہوگا۔ دُرِّ ثمین قیمتی موتی۔ توبرہ۔ تھیلا۔ ژرف۔ گہرا۔ شگرف۔ عجیب۔

ل۲ ساہرہ۔ سطحِ زمین، میدان۔ افتضاح۔ رسوا ہونا۔ شمعے۔ یعنی مقصود۔ موسیٰؑ۔ حضرت موسیٰؑ کو خدا کی تجلی ایک درخت پر آگ کی صورت میں نظر آئی تھی۔ لہیب۔ لپٹ۔

ل۳ رمہ۔ جماعت۔ آں یعنی نورِ موسوی۔ نورِ خلود۔ ابدی نور۔ شمعِ ظفر۔ یعنی عشقِ خداوندی۔

جوقِ[1] پروانہ دو دیدہ دوختہ — ماند زیرِ شمعِ بد پر سوختہ

دونوں آنکھیں بند کئے ہوئے پروانوں کی جماعت — بُری شمع کے نیچے بَر جلی ہوئی رہ جائے گی

می طپد اندر پشیمانی و سُوز — میکند آہ از ہوائے چشم دوز

وہ سوزش اور شرمندگی میں تڑپے گی — آنکھیں سی دینے والی خواہشِ نفسانی سے آہ کرے گی

شمع اُو گوید کہ چوں من سوختم — کے ترا برہانم از سوز و ستم

اُس کو شمع کہے گی جبکہ میں جل گئی — میں تجھے سوزش اور ستم سے کیسے رہائی دوں

شمعِ اُو گریاں کہ من سَر سوختہ — چوں[2] کنم من غیر را افروختہ

اُس کی شمع روئے گی کہ میں سَر جلی — دوسرے کو کیا روشن کروں؟

در تفسیر آیت یَا حَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ

"بندوں پر حسرت ہے" آیت کی تفسیر

اُو ہمی گوید کہ از اشکالِ تو — غرّہ گشتم دیر دیدم حالِ تو

وہ کہے گا کہ تیری صورت سے — میں دھوکا کھا گیا میں نے تیری حالت دیر میں دیکھی

شمع مُردہ بادہ رفتہ، دلربا — غوطہ خورد از ننگِ کژ بینیِ ما

شمع مر کر چلی گئی، دل رُبا نے — غوطہ مار لیا، ہماری کج بینی کی ذلت سے

ظَلَّتِ الْاَرْبَاحُ خُسْرًا مُغْرَمَا — تَشْتَكِيْ شَكْوَىٰ اِلَى اللّٰهِ الْعَمٰى

منافع تاوان والا نقصان بن گئے — اندھے پن کا اللہ سے شکوہ کرتا ہے

حبّذا[3] ارواحِ اخوانِ ثقات — مُسْلِمَاتٌ مُؤْمِنَاتٌ قَانِتَاتٌ

ثقہ بھائیوں کی روحیں قابلِ مبارکباد ہیں — مسلمان ہیں، مومن ہیں، دُعا کرنے والی ہیں

ہر کسے روئے بسوئے بُردہ اند — واں عزیزاں رُو بے سُو کردہ اند

ہر شخص نے ایک جانب رُخ کیا ہے — وہ با عزت ہیں جنھوں نے بے رُخ کیجانب رُخ کیا

ہر کبوتر می پرد در مذہبے — ویں کبوتر جانبِ بے جانبے

ہر کبوتر ایک راستہ پر پرواز کرتا ہے — یہ کبوتر بے جانب کی جانب پرواز کرتا ہے

ہر عقابے می پرد از جا بجا — ویں عقاباں راست بیجائی سَرا

ہر باز ایک جگہ سے دوسری جگہ پرواز کرتا ہے — اِن بازوں کی سَرائے لامکانی ہے

ما نہ مرغانِ ہوا نے خانگی — دانۂ ما دانۂ بے دانگی

ہم نہ ہوائی پرند ہیں، نہ پالتو — ہمارا دانہ بے دانگی کا دانہ ہے

---

[1] جوق۔ جو لوگ عقلِ سلیم سے کام نہیں لیں گے اور شیطان کے فریب خوردہ ہونگے وہ گم گشتہ راہ ہو جائیں گے۔ میکند۔ جو آنکھیں بند کر کے شہوات میں مبتلا ہو گئے ہیں وہ آہیں بھریں گے۔ شمع اُو گوید۔ یعنی باطل معبود اُن سے برائت کرینگے۔

[2] چوں کنم۔ باطل معبود خود عذاب میں ہونگے وہ دوسروں کو کیا بچا سکیں گے۔ آگ باطل پرست۔ شمع۔ یعنی باطل معبود ختم ہو جائیں گے۔ ظلت۔ متوقع نفع ٹوٹا ثابت ہوگا اور یہ لوگ اپنے اندھے پن کا شکوہ کرینگے۔

[3] حبذا۔ مومنین کی روحیں مسلمات ہوں گی۔ واں عزیزاں۔ جو لوگ حق پرست ہیں اور انھوں نے اپنا رُخ ذاتِ منزّہ کی طرف کیا ہے وہ با عزت ہونگے۔ ویں کبوتر۔ یہ وہ روحیں ہیں جو مومنات ہیں۔ بے جانبے۔ یعنی ذاتِ حق جو جہت سے منزّہ ہے۔ ہر عقابے۔ ہر انسان کا ایک جانب کو رُخ ہے لیکن اخوانِ صفا کا مکان لامکان ہے۔ ما نہ۔ وہ یہ کہتے ہیں۔

زاں[1] فراخ آمد چنیں روزیِ ما — کہ دریدن شُد قبادوزیِ ما

اسی لئے ہماری روزی اس قدر فراخ ہے — کہ ہمارا پھاڑنا قبا کو سینا ہے

دربیانِ آنکہ فرجی راچرا فرجی نام نہادند اوّل

اِس کا بیان کہ شروع میں فرجی کو فرجی کیوں کہا گیا

صوفئے بدرید جُبّہ در حَرَج — پیشش آمد بعد بدریدن فرج

ایک صوفی نے تنگی میں جُبّہ پھاڑ ڈالا — پھاڑنے کے بعد اُس کو فراخی میسر آگئی

کردہ نامِ آں دریدہ فرجی[2] — ایں لقب شد فاش زاں مردِ نجی

اُس نے اُس پھٹے ہوئے (جُبّہ) کا نام کشادگی والا رکھ دیا — اس برگزیدہ کی وجہ سے یہ نام مشہور ہو گیا

ایں لقب شد فاش و صافش شیخ بُرد — ماند اندر طبع خلقاں حرفِ دُرد

یہ لقب مشہور ہو گیا اور اُس کی حقیقت شیخ لے گیا — لوگوں کی طبیعت میں حرف تلچھٹ باقی رہ گئی

ہمچنیں ہر نام صافی داشتہ است — اِسم را چوں دُردی بگذاشتہ است

اسی طرح ہر وہ نام جو صفائی رکھتا تھا — اُس نے نام کو تلچھٹ کی طرح چھوڑا

ہر کہ گلخوار[3] است دُردی را گرفت — رفت صوفی سُوئے صافی ناشگفت

جو مٹی کھانے والا ہے اُس نے تلچھٹ لے لی ہو — صوفی صاف کی جانب تعجب کے بغیر چلا گیا

گفت لابد دُرد را صافی بُوَد — زیں دلالت دل بصفوت میرود

صوفی نے کہا، تلچھٹ کے لئے صفائی لازمی ہے — اِس رہنمائی سے دل صفائی کی جانب جاتا ہے

دُرد عُسر افتاد و صافش یُسرِ اُو — صاف چوں خرما و دُردی بُسرِ اُو

تنگی تلچھٹ ہے اُس کا صاف اُسکی کشادگی ہے — صاف خرما کی طرح ہے اور تلچھٹ اُس کا کچا ہے

عُسر با یُسر است ہیں آیس مباش — راہ داری زیں ممات اندر معاش

تنگی کشادگی کے ساتھ ہے خبردار! مایوس نہ ہو — اِس موت سے تو زندگی میں راستہ پاتا ہے

صاف خواہی جُبّہ بشگاف اے پسر — تا ازاں صفوت برآری زود سر

اے بیٹا! اگر تو صاف چاہتا ہے جُبّہ کو پھاڑ دے — تاکہ اُس میں سے جلد صفائی ظاہر ہو جائے

---

[1] زاں۔ مشہور مقولہ ہے کہ گھر کھودنے سے ایندھن فراواں ہو جاتا ہے اور قبا چاک کر دینے سے روزی فراواں ہو جاتی ہے اُس کے استر ابرے وغیرہ کو فروخت کر کے گذارا کیا جا سکتا ہے، یعنی اسبابِ ظاہری کو ختم کر دینے سے اللہ پر توکل ہو جاتا ہے۔ وَمَن یَتَوَکَّل عَلَی اللّٰہِ فَھُوَ حَسبُہٗ۔ دربیان۔ جُبّہ کو شروع میں فرجی اسلئے کہا گیا کہ ایک فقیر نے اپنا جبہ پھاڑ کر فروخت کر دیا اور اُس سے اُس کو فراخدستی حاصل ہو گئی یعنی اُس نے وجودِ ظاہری کو فنا کیا تو اُس کو جاودانی بقا حاصل ہو گئی اِس لئے اُس نے پھٹے ہوئے جبہ کا نام فرجی یعنی کشادگی والا رکھ دیا۔ حرج۔ تنگی۔ فرج کشادگی۔

[2] فرجی۔ یعنی اُس جبہ کا نام کشادگی والا پڑ گیا کیوں کہ اُس کے پھٹنے سے اُس فقیر کو کشادگی حاصل ہوئی تھی۔ فاش۔ مشہور۔ دُرد۔ تلچھٹ۔ ہمچنیں۔ دنیا کا قاعدہ ہے کہ ابتداءً کوئی نام کسی حقیقت کی بنیاد پر رکھا جاتا ہے، لیکن پھر اُس نام میں سے حقیقت گم ہو جاتی ہے اور صرف لفظ رہ جاتے ہیں۔

[3] گلخوار۔ یعنی دنیا پرستوں نے مجاز کو اختیار کر لیا اور حقیقت تک نہ پہنچے حقیقت پرست صوفی حقیقت تک پہنچ گیا۔ گفت۔ مجاز پرست سمجھتا ہے کہ مجاز میں حقیقت پنہاں ہے۔ صفوت۔ نیز، صاف۔ عسر۔ مجاز کی مثال تنگی اور کچی کھجور کی سی ہے اور حقیقت کی مثال یُسر اور پکی کھجور کی ہے۔ ہر عسر تنگی کے بعد یُسر اور سہولت میسر آتی ہے۔ راہ۔ فنا کے بعد ہی بقا حاصل ہوتی ہے۔ صاف۔ اگر تو چاہتا ہے کہ حقیقت تک پہنچے تو ظاہر پرستی اور تن پروری چھوڑ دے بہت جلد حقیقت تک پہنچ جائے گا۔

ہستؔ[1] صوفی آنکہ شد صفوت طلب ۔۔۔ نہ لباسِ صوف و خیاطی و دَب

صوفی وہ ہے جو صفائی کا طالب ہو ۔۔۔ نہ گُدڑی کا لباس اور سینا اور نقش

صوفیی گشتہ بپیشِ ایں لِئام ۔۔۔ اَلْخِیَاطَۃُ وَاللِّوَاطَۃُ وَالسَّلَام

اِن کمینوں کے لئے صوفی ہونا بن گیا ہے ۔۔۔ سینا اور اِغلام، والسّلام

بر خیالِ آں صفا و نامِ نیک ۔۔۔ رنگ پوشیدن نکو باشد ولیک

صفا کے خیال اور بھلے نام کی وجہ سے ۔۔۔ رنگین پہننا اچھا ہوگا لیکن

بر خیالش گر روی تا اصلِ اُو ۔۔۔ ہمچناں کہ گربہ سُوئے ناں بُو

اگر اُس کے خیال سے تو حقیقت کی طرف جائے ۔۔۔ جس طرح کہ بلی خوشبو کے ذریعہ روٹی کی جانب

بُوؔ[2] قلاؤوز ست اے جویائے عشق ۔۔۔ نے ز بُو یعقوبؑ شُد بینائے عشق

اے عشق کے تلاش کرنے والے! بُو رہنما ہے ۔۔۔ کیا بُو کی وجہ سے (حضرت) یعقوبؑ عشق کے بینا نہیں بنے؟

دور باشِ غیرتت آمد خیال ۔۔۔ گرد برگردِ سراپردہ جلال

(فاسد) خیال تیرے لئے دوشاخہ نیزہ ہے ۔۔۔ جلال کے پردے کے اردگرد ہے

بستہ ہر جوینده را کہ راہ نیست ۔۔۔ ہر خیالش پیش می آید کہ بیست

جس نے ہر تلاش کرنیوالے کو باندھ دیا ہے کہ راستہ نہیں ہے ۔۔۔ ہر خیال اُس کے سامنے آجاتا ہے کہ ٹھہر جا

جُز مگر آں تیز گوش و تیز ہوش ۔۔۔ کِش بُود از جیشِ نصرتہاش جوش

سوائے اُس تیز کان والے اور تیز ہوش والے کے ۔۔۔ جس کو مددوں کے لشکر سے جوش حاصل ہے

بجہدؔ[3] از تخییلہا بے شہ شوَد ۔۔۔ تیرِ شہ بنماید و بیروں رَوَد

وہ تخیلات سے نکل جاتا ہے بغیر بات کیے بنجاتا ہے ۔۔۔ شاہی تیر دکھاتا ہے اور باہر نکل جاتا ہے

ہر کہ را در دست تیرِ شہ بُوَد ۔۔۔ راہ یابد تا بمنزل می رَوَد

جس کے ہاتھ میں بادشاہ کا تیر ہو ۔۔۔ راستہ پالیتا ہے منزل تک چلا جاتا ہے

فی المُناجات

دُعا

اے قدیمِ رازدانِ ذُوالمنن ۔۔۔ دَر رہِ تو عاجزیم و ممتحن

اے احسانوں والے، راز کو جاننے والے قدیم! ۔۔۔ تیری راہ میں ہم عاجز ہیں اور مشقت میں ہیں

ایں دلِ سرگشتہ را تدبیر بخش ۔۔۔ویں کمانہائے دوتو را تیر بخش

اِس حیران دل کو تدبیر عنایت کردے ۔۔۔ اِن خمیدہ کمانوں کو تیر عنایت کردے

---

[1] ہست۔ تصوف محض کمبل پوشی اور پیوند در پیوند گدڑی اور اُس کو منقش کرنے کا نام نہیں ہے۔ لِئام۔ کمینے۔ لواطت۔ اِغلام۔ بر خیال۔ نیکی تک پہنچنے کے لئے نیکوں کا لباس اختیار کرنا مفید ہے لیکن محض لباس اختیار کرلینا اور بدوں کے سے کام کرنا بُرا ہے۔ ہمچناں۔ نشانات سے منزلِ مقصود تک پہنچنا چاہیئے، محض نشان حاصل کرنا کافی نہیں ہے۔

[2] بُو۔ کسی چیز کی خوشبو سے اُس چیز تک پہنچا جاسکتا ہے۔ حضرت یعقوبؑ حضرت یوسفؑ کی خوشبو سے عشق کے بینا بنے اور انکی آنکھیں روشن ہوگئیں۔ دورباش۔ وہ دوشاخہ نیزہ جو چوبدار بادشاہوں کے آگے لیکر لوگوں کو ہٹاتا ہوا چلتا ہے یعنی مجاز میں پھنسنا اور مجاز کا خیال خدا کی غیرت کا دورباش ہے جو انسان کو اُس کے قرب سے ہٹا دیتا ہے۔ بستہ۔ یہ خیال حقیقت تک نہیں پہنچنے دیتا ہے۔ جُز۔ توفیقِ خداوندی جن کا ساتھ دیتی ہے وہ مجاز سے حقیقت تک پہنچتے ہیں۔

[3] بجہد۔ توفیق جن کا ساتھ دیتی ہے وہ اِن خیالات سے شاہی تیر کی علامت دکھا کر آگے بڑھ جاتے ہیں۔ تیرِ شہ۔ شاہی تیر یہ علامت ہوتی تھی جس کو دکھا کر کہیں ہر جگہ جاسکتا تھا۔ ذوالمنن۔ احسانوں والا، خدا تعالیٰ۔ ممتحن۔ مصیبت زدہ۔ تیر یعنی شاہی

۴

جرعۂ بر ریختی زاں خفیہ جام[۱]
تونے اس پوشیدہ جام سے گھونٹ گرا دیا ہے

بر زمینِ خاک مِن کاسِ الکرام
خاک کی زمین پر کریموں کے پیالے سے

جست بر زلف و رخ از جرعہ نشاں
گھونٹ کا نشان زلف اور رُخ پر تلاش کیا ہے

خاک را شاہاں ہمی لیسند ازاں
اسی وجہ سے شاہ خاک کو چاٹتے ہیں

جرعۂ حسن ست کاین خاک گش
حسن کا گھونٹ ہے کہ یہ خاک بھلی ہے

کہ بصد دل روز و شب می بوسیش
کہ تو دل و جان سے دن رات اُس کو چومتا ہے

جرعۂ خاک آمیز چوں مجنوں کند
مٹی میں ملا ہوا گھونٹ جبکہ مجنون بنا دیتا ہے

مر ترا تا صاف اُو خود چوں کند
تو تجھے اُس کا صاف کیا بنا دے گا؟

ہر کسے[۲] پیشِ کلوخے جامہ چاک
ہر شخص ایک مٹی کے ڈھیلے کے سامنے کپڑے پھاڑے ہوئے ہے

کاں کلوخ از حسن آمد جرعہ ناک
کیونکہ وہ ڈھیلا حسن سے گھونٹ حاصل کئے ہوئے ہے

جرعۂ بر ماہ و خورشید و حمل
ایک گھونٹ ہے چاند اور سورج اور برج حمل پر

جرعۂ بر عرش و کرسی و زحل
ایک گھونٹ ہے عرش اور کرسی اور زحل پر

جرعہ گوئیش اے عجب یا کیمیا
تعجب ہے تو اس کو گھونٹ کہے یا کیمیا

کز آسیبش فنا گردد بقا
کہ اُس کے اثر سے فنا، بقا بن جاتی ہے

جد طلب آسیب اُو اے ذو فنوں
اے ہنرمند! اُس کا اثر کوشش کا خواہاں ہے

لا یمسُّ ذاکَ الا الطاہرون
اُس کو نہیں چھو سکتے ہیں مگر پاک لوگ

جرعۂ بر لعل و بر زر و دُرر
ایک گھونٹ ہے لعل اور سونے اور موتیوں پر

جرعۂ بر خمر و بر نقل و ثمر
ایک گھونٹ ہے شراب اور چبینے اور پھلوں پر

جرعۂ بر روئے خوبانِ لطاف
ایک گھونٹ ہے نازک اندام حسینوں کے رُخ پر

تا چگونہ باشد آں رواقِ صاف
تو اُس چھنے ہوئے اور صاف کا کیا حال ہوگا؟

چوں[۳] ہمی مالی زباں را اندریں
جبکہ تو اُس پر زبان کو ملتا ہے

چوں شوی چوں بینی آں را بے زطیں
تو تیرا کیا حال ہوگا جبکہ اُس کو بغیر مٹی کے دیکھے گا

چونکہ وقتِ مرگ آں جرعہ صفا
چونکہ موت کے وقت وہ مصفّیٰ گھونٹ

زیں کلوخِ تن بمردن شد جدا
جسم کے اِس ڈھیلے سے، مرنے پر جدا ہو گیا

آنچہ ماند میکنی زودش دفیں
جو رہ گیا اُس کو تو جلدی سے دفن کر دیتا ہے

کیں چنیں زشتے و دو چوں بد قریں
کہ یہ ایسا بد نما، اور کم رتبہ کیوں ساتھ تھا!

---

۱ جرعہ۔ ذیلاً زمین من کاسِ الکرام نصیب ہے، سخیوں کے پیالے سے زمین کو بھی حصہ ملتا ہے یعنی مظاہر قدرت میں حُسنِ ازلی کی تجلی نمودار ہوگئی ہے جس کی وجہ سے لوگ ان کے شیدائی ہیں۔ گش۔ خوش، مظاہر پرستی اُس کے حُسنِ ازلی کی وجہ سے ہو رہی ہے۔ خاک آمیز وہ تجلی جو مادیات میں ظہور پذیر ہے جب اُس نے دیوانہ بنا رکھا ہے تو جو تجلی اُس سے منزہ ہے اُس کا کیا حال ہوگا۔

۲ ہر کسے۔ جس قدر مظاہر ہیں وہ تجلی حقیقی سے سیراب ہیں خواہ وہ چاند اور سورج ہو یا عرش و کرسی وہ گھونٹ جو حقیقی تجلی سے حاصل ہوتا ہے اُس سے فانی بھی بقا حاصل کرلیتا ہے۔ جد۔ اِس گھونٹ کے حاصل کرنے کے لئے بہت سے مجاہدوں کی ضرورت ہے تاکہ باطنی طہارت حاصل ہو سکے ..... جرعہ۔ دنیا کی ہر مرغوب چیز نے اسی حُسنِ ازلی سے گھونٹ حاصل کرلیا ہے حسین معشوق اسی کے جرعہ نوش ہیں۔

۳ چوں۔ جبکہ اس ملمّع جرعہ کو دیکھ کر تیرا یہ حال ہوتا ہے اگر صاف جرعہ کو دیکھے گا تو کیا حال ہوگا۔ چونکہ حسین معشوق سے موت کے وقت وہ جرعہ واپس لے لیا جاتا ہے تو تو اُسکو دیکھنا بھی پسند نہیں کرتا ہے، اور بہت جلد اُس کو دفن کر دیتا ہے اور اُس سے اپنی رفاقت پر تعجب کرتا ہے

جاں¹ چو بے ایں جیفہ بنماید جمال — کے توانم گفت لطفِ آں وصال
جان، جب اِس مُردار کے بغیر حسن دکھائے گی — اُس وصال کا لطف میں کیا کہہ سکتا ہوں

مہ چو بے ایں ابر بنماید ضیا — شرح نتواں کرد ازاں کار و کیا
چاند جب اِس اَبر کے بغیر روشنی دکھائے گا — اِس معاملہ اور پاکیزگی کی شرح نہیں کی جا سکتی

حبذا آں مطبخِ پُر نوش و قند — کیں سلاطیں کاسہ لیسانِ وے اند
سبحان اللہ، وہ کیسا شہد و شکر سے پُر مطبخ ہے — کہ یہ شہنشاہ اُس کا پیالہ چاٹنے والے ہیں

حبذا آں خرمنِ صحرائے دیں — کہ بُوَد ہر خرمن آں را خوشہ چیں
وہ دین کے صحرا کا خرمن کیا ہی عمدہ ہے — کہ ہر خرمن اُس کا خوشہ چین ہوتا ہے

حبذا دریائے عمرِ بے غمے — کہ بُوَد زو ہفت دریا شبنمے
بے غم عُمر کے دریا کے کیا کہنے ہیں — کہ اُس کے مقابل ساتوں دریا شبنم ہیں

جرعہ چوں ریخت ساقیِ الست — بر سرِ ایں شورہ خاکِ زیر دست
الست کے ساقی نے جب ایک گھونٹ بہایا — اِس نچلی بنجر زمین پر

جوش² کرد آں خاک و ما زاں جوششیم — جرعۂ دیگر کہ بس بے کوششیم
اُس خاک نے جوش مارا اور ہم اُسی جوش میں ہیں — (اے خدا) دوسرا گھونٹ کہ ہم بے طاقت ہیں

گر روا بُد نالہ کردم از عدم — ور نبُود ایں گفتنی نک تن زدم
اگر جائز ہو تو معدوم (گھونٹ) کا نالہ کروں — اور اگر یہ اَن کہنی ہے تو میں چپ ہوا

ایں³ بیانِ بطِ حرصِ منثنی ست — از خلیل آموز کاں بط کشتنی ست
یہ حرص کی اوندھی بط کا بیان ہے — خلیل (اللہ) سے سیکھ لے یہ بط مار ڈالنے کے قابل ہے

ہست در بط غیر ایں بس خیر و شر — ترسم از فوتِ سخنہائے دگر
بط میں اس کے علاوہ اور بہت سے خیر و شر ہیں — میں دوسری باتوں کے چھوٹ جانے کے خوف سے ڈرتا ہوں

صفتِ طاؤس و طبعِ اُو و سببِ کشتنِ ابراہیم خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام اُو را

مور کی صفت اور اُس کا مزاج اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے اُس کو مار ڈالنے کا سبب

آمدیم اکنوں بطاؤسِ دو رنگ — کو کند جلوہ برائے نام و ننگ
اب ہم (دوغلے مور کے ذکر) پر آ گئے — کہ وہ فخر و مباہات کے ذریعہ نمائش کرتا ہے

ف۱ جاں۔ صاف تجلی سے وصل کی لذت کا بیان نا ممکن ہے۔ مہ۔ دیدارِ حق کا لطف اور شرح ناقابلِ بیان ہے۔ حبذا۔ شاہانِ حقیقی اُس کے دربار سے جو لذتیں حاصل کر رہے ہیں وہ عجیب و غریب ہیں۔ کہ بود۔ مظاہر جس خرمن کے خوشہ چین ہیں وہ خرمن قابلِ صد مبارکباد ہے۔ حبذا دریا۔ معنوی لذائذ کا دریا اِس قدر وسیع ہے کہ ساتوں سمندر اُس کے سامنے شبنم کا قطرہ ہیں۔ زیر دست۔ عاجز۔

ف۲ جوش کرد۔ مظاہرِ قدرت والے جرعہ سے ہم جوش میں ہیں ہم عاجزوں کو دوسرا جرعہ بھی عطا کر دے۔ گر نبد۔ اگر دوسرے گھونٹ کے لئے ہماری فریاد جائز ہو تو ہم فریاد کریں ورنہ خاموشی اختیار کریں۔

ف۳ ایں۔ صوفیا کی اصطلاح میں بط سے مراد انسان کی صفت حرص ہے مولانا اس کا بیان کر رہے تھے درمیان میں دوسری باتیں آ گئیں اب اُس کا بیان ختم کر کے دوسری مذموم صفات کا بیان شروع کرتے ہیں۔۔ طاؤس۔ صوفیاء کی اصطلاح میں مور سے مراد حُبِ جاہ ہے۔ دو رنگ۔ حُبِ جاہ میں انسان نفاق سے کام لیتا ہے۔

ہمّت[1] اُو صیدِ خلق از خیر و شر
اُس کا ارادہ اچھے بُرے طریقوں پر مخلوق کا شکار کرنا ہو
وز نتیجہ و فائدہ آں بے خبر
اور وہ نتیجہ اور فائدے سے بے خبر ہے

بیخبر چوں دام میگیرد شکار
ایسا ہی لاعلم ہے جس طرح جال شکار پھانستا ہے
دام راچہ علم از مقصودِ کار؟
جال کو کام کے مقصد کا کیا علم؟

دام راچہ ضر وچہ نفع از گرفت
گرفتار کرنے میں جال کا کیا نفع و نقصان؟
زیں گرفتِ بیہدہ اش در شگفت
اُس کی اِس بیہودہ گرفت سے مجھے تعجب ہے

اے برادر دوستاں افراشتی
اے بھائی! تونے دوستوں کو بلند کیا
با دو صد دلداری و بگذاشتی
سینکڑوں دلداریوں سے اور چھوڑ دیا

کارت ایں بودہ ست از وقتِ ولاد
پیدائش کے وقت سے تیرا یہی کام رہا ہے
صید مردم کردن از دام و داد
جال اور بخشش کے ذریعہ لوگوں کا شکار کرنا

زاں[2] شکار و انبہیِ باد و بود
اُس شکار اور تگ و دو کی کثرت سے
دست در کُن ہیچ یابی تار و پود
(جال میں) ہاتھ ڈال کچھ تانا بانا تیرے ہاتھ آئیگا

بیشتر رفت ست و بیگاہ است روز
دن بیشتر چلا گیا اور ناوقت ہو گیا
تو بجد در صیدِ خلقانے ہنوز
تو ابھی تک لوگوں کو شکار کرنے کی کوشش میں ہے

آں یکے می گیر و ایں می ہل ز دام
اُس ایک کو پکڑ اور اِس کو جال میں سے چھوڑ دے
ویں دگر را صید می کن چوں لئام
کمینوں کی طرح دوسرے کا شکار کر

باز ایں را می ہل و می جو دگر
پھر اُس کو چھوڑ دوسرے کی تلاش کر
اینت لعبِ کودکانِ بیخبر
عجب بے خبر بچوں کا کھیل ہے

شب[3] شود در دامِ تو یک صید نے
رات ہو جائیگی تیرے جال میں کوئی شکار نہیں ہے
دام بر تو جز صداع و قید نے
تیرے لئے جال سوائے دردِ سر اور قید کے کچھ نہیں ہے

پس تو خود را صید میکردی بدام
تونے جال سے خود اپنا شکار کر لیا
کہ شدی محبوس و محرومی زکام
کیونکہ تو قیدی ہو گیا اور کام سے محروم رہا

در زمانہ صاحبِ دامے بود؟
کیا دنیا میں کوئی ایسا شکاری ہوگا
ہمچو ما احمق کہ صیدِ خود کند
ہم جیسا احمق! کہ خود اپنا شکار کرے؟

چوں شکارِ خوک آمد صیدِ عام
عوام کو پھانسنا سُور کے شکار کی طرح ہے
رنج بیحد لقمہ خوردن زو حرام
مشقت بیحد، اور اُس میں سے لُقمہ کھانا حرام ہے

[1] ہمّتِ او۔ حُبِّ جاہ میں انسان لوگوں کو پھانسنے کی کوشش کرتا ہے اور اس کے لئے جائز و ناجائز ذرائع اختیار کرتا ہے۔ بیخبر۔ یہ طاؤس بھی طرح لوگوں کو پھنساتا ہے جس طرح انجام سے بے خبر جال پھنساتا ہے۔ اے برادر۔ حُبِّ جاہ میں مبتلا کی دوستی ناپائیدار ہوتی ہے وہ حصولِ مقصد کیلئے دوست بناتا ہے اور اپنا فائدہ پورا کر کے دوستوں کو فراموش کر دیتا ہے۔

[2] زاں۔ حُبِّ جاہ میں مبتلا کو سوچنا چاہیئے کہ ان حرکات سے اُس کو کیا حاصل ہوا۔ بیشتر۔ یہ شخص انہیں لغو باتوں میں عمر کو برباد کرتا ہے آں یکے۔ کبھی کسی کو پھنساتا ہے پھر اُس کو چھوڑتا ہے، دوسروں کو پھنساتا ہے اس کی یہی طفلانہ حرکات جاری رہتی ہیں

[3] شب شود۔ روزِ عمر ختم ہو جاتا ہے کہ شب کو موت آجاتی ہے وہ دوسروں کا شکار کرتا ہے لیکن خود محرومی کا شکار بن جاتا ہے۔ در زمانہ۔ وہ شکاری بڑا احمق ہے جو شکار کی بجائے خود شکار بن جائے۔ چوں۔ عوام کو پھانسنا سُور کا شکار کرنا ہے کہ بڑی مصیبت سے جال میں پھنستا ہے اور اُس کا کھانا حرام ہو۔

آنکہ ارزد صید را عشق ست و بس — **لیک اُو کے گنجد اندر دامِ کس**

جو شکار کرنے کے قابل ہے وہ صرف عشق ہے — لیکن وہ کب کسی کے جال میں پھنستا ہے؟

تو مگر آئی و صیدِ اُو شوی — **دام بگذاری بدامِ اُو روی**

ہاں تو آ اور اُس کا شکار بن جا — اپنا جال چھوڑ اُس کے جال میں گرفتار ہو جا

عشق میگوید بگوشم پست پست — **صید بودن خوشتر از صیادیست**

میرے کان میں عشق آہستہ آہستہ کہتا ہے — شکاری بننے سے شکار بن جانا بہتر ہے

گول میکن خویش را و غرّہ شو — **آفتابی را رہا کن ذرہ شو**

اپنے آپ کو بیوقوف بنالے اور فریفتہ بن جا — سورج بننے کو چھوڑ، ذرہ بن جا

بر درم ساکن شو و بیخانہ باش — **دعویِ شمعی مکن پروانہ باش**

میرے دروازے پر پڑ جا، اور بے گھر بن جا — شمع بننے کا دعویٰ نہ کر، پروانہ بن جا

تا۲ بہ بینی چاشنیِ زندگی — **سلطنت بینی نہاں در بندگی**

تاکہ تو زندگی کا لطف دیکھے — بادشاہی کو غلامی میں چھپا ہوا دیکھے

نعل بینی باژگونہ در جہاں — **تختہ بند انرا لقب گشتہ شہاں**

دنیا میں اُلٹی نعل بندی دیکھے — پھانسی پر چڑھنے والوں کا لقب بادشاہ ہو گیا ہے

بس طناب اندر گلو و تاج دار — **بر وے انبوہے کہ اینک تاجدار**

گلے میں سُولی کا پھندا اور تاج ہے — اُس پر مجمع ہے کہ یہ بادشاہ ہے

ہمچو گورِ کافراں بیروں حُلل — **و اندروں قہرِ خدائے عزّ و جل**

جس طرح کافروں کی قبر کے باہر قیمتی کپڑے ہیں — اور اندر خدائے عزّ و جلّ کا قہر ہے

چوں قبور آں را مجصّص۳ کردہ اند — **پردۂ پندار پیش آوردہ اند**

قبروں کی طرح اس پر گچھی چونا کر دیا ہے — گھمنڈ کا پردہ سامنے لٹکا دیا ہے

طبعِ مسکینت مجصّص از ہنر — **ہمچو نخلِ موم بے برگ و ثمر**

تیری بیچاری طبیعت ہنر سے آراستہ — موم کی کھجور کی طرح بے برگ و ثمر ہے

دربیان آنکہ لُطفِ حق را ہمہ کس دانند و قہر را نیز ہمہ کس

اِس کا بیان کہ اللہ تعالیٰ کی مہر کو سب جانتے ہیں اور قہر کو بھی

دانند و ہمہ از قہرِ حق گریزانند و بلطفِ اُو آویزانند اما

سب جانتے ہیں اور سب اُس کے قہر سے گریز کرتے ہیں اور اُس کی مہر سے وابستہ ہیں

۱ے آنکہ - اگر شکار رکھنا ہو تو عشق کو شکار کریں یہ وہ شکار ہے جو کسی کے اس کے جال میں نہیں پھنستا ہے۔ تو عشق کا نشہ جب ہو گئے کرتم خود اس کا شکار بنجاؤگے۔ عشق۔ عشق کی صدا یہ ہے کہ شکاری بننے سے شکار بن جانا بہتر ہے۔ گول۔ عشق کے معاملے میں اپنے آپ کو بے عقل بنالو اور سورج بننے کی بجائے ذرہ بن جاؤ۔ بردرم۔ یہ عشق کا مقولہ ہے۔ خانماں برباد بن کر میرے در پہ آپڑ شمع ہونے کے دعوے کو چھوڑ کر پروانہ بن جا۔

۲ے تا بہ بینی۔ جب یہ کیفیت ہو جائیگی تو حقیقی لذت حاصل ہوگی اور جب انسان غلامی میں شاہی کرے گا۔ (شعر)
بسیں حقیر گدایانِ عشق را کیں قوم
شہانِ بے کمر و خسروانِ بے کلہ اند
نعل بینی یعنی دنیا کے بہ الٹے ہیں جو دنیا کے قیدی ہیں لوگ انکو شاہ کہتے ہیں اور جو لوگ شاہ ہیں انکو فقیر اور گدا کہتے ہیں۔ تاجدار سولی دینے کے وقت سر اور آنکھوں پر ایک ٹوپی اڑھا دی جاتی ہے۔ تاجدار، بادشاہ۔ حُلل حُلّہ کی جمع ہے۔ لباس کا جوڑا۔

۳ے مجصص۔ چونے اور گچ سے پتا ہوا۔ نخل موم۔ کھجور کا مومی درخت۔ دربیان۔ حضرت حق تعالیٰ کے مہر و قہر کو ہر شخص جانتا ہے اور ہر شخص لطف کا طالب اور قہر سے گریزاں ہے لیکن اللہ نے اپنے مہر کو قہر سے اور قہر کو مہر سے ڈھانپ دیا ہے تاکہ انسانوں کی آزمائش کرے۔

حق تعالیٰ قہرہا را در لطف پنہاں کردہ و لطفہا را در قہر

لیکن اللہ تعالیٰ نے قہر کو مہر میں پوشیدہ کر دیا ہے اور مہر کو قہر میں

پنہاں کردہ نعل باژگونہ و تلبیس و مکر اللہ بود تا اہلِ تمیز

پوشیدہ کر دیا ہے الٹی چال اور بناوٹ اور اللہ کا داؤ تھا تاکہ اہلِ تمیز

وَ یَنظُرُ بِنُورِ اللہ از بے تمیزاں و حالے بیناں و ظاہر بیناں

اور اللہ کے نور سے دیکھنے والے بے تمیزوں اور حال کو دیکھنے والوں اور ظاہر بینوں

جدا شوند کہ لِیَبلُوَکُم اَیُّکُم اَحسَنُ عَمَلاً

سے جدا ہو جائیں کیونکہ (فرمایا ہے) تاکہ وہ تمہیں آزمائے کہ کون عمل کے اعتبار سے اچھا ہے

گفت درویشے بدرویشے کہ تو — چوں بدیدی حضرتِ حق را بگو

ایک درویش نے دوسرے درویش سے کہا کہ تو نے — حضرتِ حق کو کیسا دیکھا ہے . بتا

گفت بیچوں دیدم اما بہرِ قال[1] — باز گویم مختصر آں را مثال

اس نے کہا میں نے بے مثال دیکھا لیکن کہنے کیلئے — اس کی ایک مختصر مثال بتاتا ہوں

دیدمش سوئے چپ او آذرے[2] — سوئے دستِ راست حوضِ کوثرے

میں نے اس کی بائیں جانب آگ دیکھی — (اور) دائیں جانب حوضِ کوثر دیکھی

سوئے چپش بس جہاں سوز آتشے — سوئے دستِ راستش جوئے خوشے

اس کی بائیں سمت جہاں سوز آگ ہے — اس کے دائیں ہاتھ کی جانب عمدہ نہر ہے

سوئے آں آتش گروہے بردہ دست — بہرِ آں کوثر گروہے شاد و مست

ایک گروہ نے اس آگ کی جانب ہاتھ بڑھایا ہے — ایک گروہ اس نہر کے لئے شاد اور مست ہے

لیک نعلِ باژگونہ بود سخت — پیش پائے ہر شقی و نیک بخت

لیکن الٹی چال سخت ہوتی ہے — ہر شقی اور نیک بخت کے لئے

ہر کہ در آتش ہمی رفت و شرر — از میانِ آب بر میکرد سر

جو آگ اور چنگاریوں میں گیا — اس نے پانی میں سے سر ابھارا

ہر کہ سوئے آب میرفت از میاں — او در آتش یافت میشد در زماں

جو آگ کی طرف گیا — وہ فوراً آگ میں پایا گیا

ہر کہ سوئے راست شد و آبِ زلال[3] — سر ز آتش بر زد از سوئے شمال

جو داہنی جانب اور نیر بانی کی طرف گیا — اس نے بائیں جانب آگ میں سے سر ابھارا

---

[1] بہرِ قال۔ یعنی ذاتِ حق کی چگونگی ناقابلِ بیان ہے لیکن سمجھانے کے لئے کچھ بیان کیا جاتا ہے۔

[2] آذرے۔ خواہشِ نفسانی آخرت میں بصورتِ نار و کژدم نمایاں ہوں گے اور مجاہدات و عبادت بہشتیں بصورتِ حور و قصور آخرت میں نمودار ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ نے آزمائش کے لئے ایک تدبیر فرمائی ہے انسان اگر دنیا میں نفسانی لذتوں میں لگے گا جو بظاہر حوضِ کوثر ہیں تو وہ آگ کو حاصل کرتا ہے اور اگر عبادت کی سختیوں میں لگے گا جو بظاہر آگ ہیں وہ حوضِ کوثر حاصل کریگا۔

[3] زلال۔ نیر بانی۔

وانکہ شد سُوئے شمالِ آتشیں
جو آگ والی بائیں جانب گیا

سَر بروں میکرد از سُوئے یمیں[1]
وہ دائیں جانب سے سَر اُبھارتا ہے

کم کسے بر سِرّ ایں مضمر زدے
اِس پوشیدہ راز سے بہت کم لوگ واقف ہوئے

لاجرم کم کس دراں آذر شُدے
لامحالہ بہت تھوڑے لوگ اُس آگ میں گئے

جُز کسے کہ بر سَرش اقبال ریخت
سوائے اُس شخص کے جس کے سَر پر اقبالمندی نازل ہوگئی

کو رہا کرد آب و در آتش گریخت
کہ اُس نے پانی کو چھوڑ دیا اور آگ میں گُھس گیا

کردہ ذوقِ نقد را معبود خلق
لوگوں نے نقد فائدے کو معبود بنا لیا ہے

لاجرم زیں لعب مغبوں بود خلق
لامحالہ اِس کھیل سے لوگ ٹوٹے میں ہیں

جُوق جُوق وصف وصف از حرص و شتاب
گروہ در گروہ اور صف در صف حرص اور عجلت کی وجہ سے

محترز ز آتش گریزاں سُوئے آب
آگ سے بچنے والے ہیں پانی کی طرف دوڑنے والے ہیں

لاجرم ز آتش بر آوردند سَر
لامحالہ اُنھوں نے آگ میں سے سَر اُبھارا

اعتبار الاعتبار اے بے خبر
اے بے خبر! عبرت حاصل کر، عبرت

بانگ میزد آتش اے گیجانِ گول
آگ پکارتی ہے اے بے وقوف احمقو!

من نیم آتش منم چشمہ قبول
میں آگ نہیں ہوں میں پسندیدہ چشمہ ہوں

[2] چشم بندی کردہ اند اے بے نظر
اے اندھے! اُنھوں نے نظر بندی کر دی ہے

در من آ و ہیچ مندیش از شرر
مجھ میں آ جا اور چنگاریوں کی فکر نہ کر

اے خلیل اینجا شرار و دود نیست
اے خلیل! یہاں چنگاری اور دھواں نہیں ہے

جُز کہ سحر و خدعۂ نمرود نیست
سوائے نمرود کے دھوکے اور جادو کے کچھ نہیں ہے

چوں خلیلِ حق اگر فرزانۂ
اگر تو اللہ کے خلیلؑ کی طرح عقلمند ہے

آتش آبِ تُست و تو پروانۂ
آگ تیرا پانی ہے اور تو پروانہ ہے

جانِ پروانہ ہمی دارد ندے
پروانہ کی جان پکارتی ہے

کاے دریغا صد ہزارم پَر بُدے
کہ کاش میرے ہزاروں پَر ہوتے

تا ہمی سوزید ز آتش بے اماں
تاکہ وہ بے اماں آگ سے جل جائے

کوریِ چشم و دلِ نامحرماں
نامحرموں کی آنکھ اور دل کے اندھے پن کے

بر من آرد رحم جاہل از خری
نادان کو گدھے پن سے مجھ پر ترس آتا ہے

من برو رحم آرم از دانشوری
میں عقلمندی کی وجہ سے اُس پر ترس کھاتا ہوں

[1] یمین۔ داہنا۔ مضمر۔ پوشیدہ۔ ذوقِ نقد یعنی دنیاوی نقد لوگوں کا ذوق یعنی مغبون۔ ٹوٹے میں مبتلا۔

[2] چشم بندی۔ نظر بندی۔ آتش نمرود۔ نمرود کی آگ حضرت خلیل اللہ کے لئے بظاہر آگ اور حقیقتاً گلزار تھی۔ ندے۔ آواز۔ خری۔ گدھا پن۔

خاصہ ایں آتش کہ جانِ آبہاست ‌‌ کارِ پروانہ[1] بعکسِ کارِ ماست
خصوصاً وہ آگ جو پانی کی جان ہے ‌‌ پروانہ کا معاملہ، ہمارے معاملہ کے برعکس ہے

اُو بہ بیند نور و در نارے رَوَد ‌‌ دل بہ بیند نار و در نورے شوَد
وہ نور دیکھتا ہے اور آگ میں گرجاتا ہے ‌‌ دل آگ دیکھتا ہے اور نور میں پہنچ جاتا ہے

اینچنیں لعب آمد از ربِّ جلیل ‌‌ تا بہ بینی کیست از آلِ خلیل
ربِّ جلیل کی جانب سے یہی کھیل ہے ‌‌ تاکہ تو دیکھ لے کہ خلیل کی اولاد میں سے کون ہے

آتشے را شکلِ آبی دادہ اند ‌‌ واندر آتش چشمۂ بکشادہ اند
آگ کو پانی کی شکل دے دی ہے ‌‌ اور آگ کے اندر چشمہ جاری کر دیا ہے

ساحرے صحن برنجی را بہ فن ‌‌ می کند کرمش میانِ انجمن
جادوگر جادوں کے طباق کو فن کے ذریعہ ‌‌ انجمن میں اُس کو کیڑے بنا دیتا ہے

خانہ را اُو پُر ز کژدمہا نمود ‌‌ از دمِ سحر و خود آں کژدم نبُود
گھر کو بچھوؤں سے بھرا ہوا دکھا دیتا ہے ‌‌ جادو کے اثر سے، حالانکہ وہ بچھو نہیں ہیں

چونکہ جادو می نماید صد چنیں ‌‌ چوں بود دستانِ جادو آفریں
جبکہ جادو اس جیسی سینکڑوں باتیں دکھا دیتا ہے ‌‌ تو جادو پیدا کرنے والے کی تدبیر کیسی ہوگی؟

لاجرم از سحرِ یزداں قرن قرن ‌‌ اندر افتادند چوں زن زیرِ پہن[2]
لامحالہ خدا کے جادو سے گروہ در گروہ ‌‌ عورتوں کی طرح نیچے چت گرے ہیں

لاجرم از سحرِ یزداں مرد و زن ‌‌ رفتہ اندر چاہِ جاہِ بے رسن
لامحالہ خدا کے جادو سے مرد و زن ‌‌ پہنچ گئے ہیں جاہ کے بے رسّی کے کنویں میں

ساحراں شاں بندہ بودند و غلام ‌‌ اندر افتادند چوں صعوہ بدام
جادوگر اُن کے بندے اور غلام تھے ‌‌ ممولے کی طرح جال میں پھنس گئے

ہین بخواں قرآں ببیں سحرِ حلال ‌‌ سرنگونی مکرہائے[3] کالجبال
آگاہ! قرآن پڑھ لے حلال جادو کو دیکھ ‌‌ (اور) پہاڑوں جیسے مکروں کے اوندھا ہونے کو

من نیم فرعون کایم سوئے نیل ‌‌ سوئے آتش میروم ہمچوں خلیلؑ
میں فرعون نہیں ہوں کہ نیل (دریا) کیجانب آؤں ‌‌ میں خلیل (اللہ) کی طرح آگ کیطرف جاتا ہوں

نیست آتش ہست آں آبِ معیں ‌‌ واں دگر از مکر آبِ آتشیں
آگ نہیں ہے، وہ بہتا پانی ہے ‌‌ اور دوسرا مکر کی وجہ سے آتشیں پانی ہے

---

[1] کارِ پروانہ۔ پروانہ نار کو نور سمجھ کر اُس میں گرتا ہے مومن نار کو نار سمجھ کر اُس میں داخل ہوتا ہے اور نور حاصل کر لیتا ہے۔ ساحر۔ کسی چیز کا حقیقت کے خلاف نظر آنا مستبعد نہیں ہے جادوگر جادوں کو کیڑوں کی شکل میں دکھا دیتا ہے۔ صحن۔ طباق۔ جادو آفریں۔ اللہ تعالیٰ۔ قرن۔ گروہ۔

[2] پہن۔ چت۔ چاہِ جاہ۔ یعنی جاہ پسندی کا کنواں بے رسن۔ یعنی گہرا کنواں۔ ساحراں شاں۔ ان گروہوں کے جادوگر بھی جادو آفریں کے جادو میں ممولے کی طرح پھنس کر رہ گئے۔

[3] مکرہائے۔ قرآن پاک میں ہے وَاِنْ کَانَ مَکْرُھُمْ لِتَزُوْلَ مِنْہُ الْجِبَالُ یعنی خدا نے اُنکے مکر کو برباد کر دیا اگرچہ ان کا مکر ایسا تھا کہ اُس سے پہاڑ ہل جائیں۔ من نیم۔ یہ نیل کا مقولہ ہے یا مولانا کا۔ فرعون۔ فرعون نیل کو خشکی سمجھ کر پانی میں ڈوبا حضرت خلیل اللہ آگ کو آگ سمجھ کر گلزار میں پہنچے۔

پسؔ نکو گفت آں رسولِ خوش جواز — ذرۂ عقلت بہ از صوم و نماز

اُس خوش رفتار رسولؐ نے خوب کہا ہے — تیرے لئے عقل کا ایک ذرہ روزے (اور) نماز سے بہتر ہے

زانکہ عقلت جوہرست ایں دو عَرَض — ایں دو در تکمیلِ آں شد مُفترض

کیونکہ تیری عقل جوہر ہے یہ دونوں عرض ہیں — یہ دونوں اُس کی تکمیل کے لئے فرض کئے گئے ہیں

تا جلا باشد مرآں آئینہ را — کہ صفا آید ز طاعت سینہ را

تاکہ اُس آئینہ پر جلا ہو جائے — کیونکہ عبادت سے سینہ میں صفائی آتی ہے

لیک گر آئینہ از بُن فاسدست — صیقل آں را دیر باز آرد بدست

لیکن اگر آئینہ اصل سے خراب ہے — اُس پر صیقل دیر سے چڑھتی ہے

واگزیںؔ آئینہ کو اکیس است — اندکے صیقل گری اُو را بس است

وہ آئینہ کہ جو زیادہ ذہین ہے — اُس کے لئے تھوڑی صیقل گری کافی ہے

تفاوتِ عقول در اصل فطرت برخلاف معتزلہ کہ می گویند کہ

عقلوں کا فرق اصل فطرت سے ہے معتزلہ کے برخلاف کہ وہ کہتے

در اصل عقول جُزوی برابر اند ایں افزونی و تفاوت از

ہیں کہ دراصل شخصی عقلیں برابر ہیں اُن میں بڑھوتری اور فرق تعلیم اور

تعلیم ست و ریاضت و تجربہ

ریاضت اور تجربہ کی وجہ سے ہے

ایں تفاوت عقلہا را نیک داں — در مراتب از زمیں تا آسماں

عقلوں کے اس فرق کو خوب سمجھ لے — مرتبوں میں زمین سے آسمان تک

ہست عقلے ہمچو قرصؔ آفتاب — ہست عقلے کمتر از زہرہ و شہاب

ایک عقل سورج کی ٹکیہ کی طرح ہے — ایک عقل زہرہ اور ٹوٹنے والے ستارے سے کم تر

ہست عقلے چوں چراغِ سرخوشے — ہست عقلے چوں ستارہ آتشے

ایک عقل مست چراغ کی طرح ہے — ایک عقل آگ کے شعلہ کی طرح ہے

زانکہ ابر از پیشِ اُو چوں وا جہد — نورِ یزداں بیں خردہا بر دہد

کیونکہ جب ابر اُس کے سامنے سے ہٹ جاتا ہے — وہ عقلوں کو خدا کو دیکھنے والا نور عطا کرتی ہے

عقلہائے خلق عکسِ عقلِ اُو — عقلِ اُو مُشک ست و عقلِ خلق بُو

مخلوق کی عقلیں اُس کی عقل کا عکس ہیں — اُس کی عقل مشک ہے اور مخلوق کی عقل اُس کی خوشبو ہے

۵۱ پس - یہ مولانا کا مقولہ ہے۔ جواز - رفتار - زانکہ - عبادات عقلِ شرعی کی تکمیل کے لئے فرض ہوئی ہیں۔ کہ صفا۔ شرعی احکام سے عقل، دل میں ہے۔

۵۲ واگزیں۔ مولانا، مرشد کے لئے فرماتے ہیں کہ ایسے مُریدوں کو چُن لے جن کے دل تھوڑی سی صیقل سے چمک اُٹھیں۔ ایں تفاوت۔ عقلوں میں فطری تفاوت ہے اور اُن کے مختلف مراتب ہیں۔

۵۳ قرص - ایک عقل کا نور سورج جیسا ہے اور دوسری عقل کا نور زہرہ وغیرہ ستاروں سے بھی کم ہے۔ زانکہ۔ عقلِ کُل یعنی ولی اللہ کی عقل کے سامنے سے جب ماسوی اللہ کا ابر ہٹ جاتا ہے تو وہ دوسری عقلوں کو خدا کو دیکھنے والا نور عطا کر دیتی ہے۔ عقلہائے۔ مخلوق کی عقلیں اُس کی عقل سے فیضیاب ہیں۔

عقلِ[1] کلّ و نفسِ کل مردِ خداست   عرش و کرسی را مداں کز وے جداست

مردِ خدا، عقلِ کل اور نفسِ کل ہے   یہ نہ سمجھ کہ عرش اور کرسی اُس سے جُدا ہے

مظہرِ حق ست ذاتِ پاکِ او   زو بجو حق را و از دیگر مجو

اُس کی پاک ذات خدا کا مظہر ہے   اُس سے اللہ کا طالب بن اور دوسرے سے نہ چاہ

عقلِ جُزوی عقل را بدنام کرد   کامِ دنیا مَرد را بے کام کرد

جزوی عقل نے، عقل کو بدنام کر دیا ہے   دنیاوی مقصد نے انسان کو ناکام کر دیا ہے

آں ز صیدی حُسنِ صیّادے بدید   ویں ز صیّادی غمِ صیدی کشید

اُس نے شکار بن سے شکاری کا حُسن سیکھا   اِس نے شکاری بن سے شکار بن جانیکا غم حاصل کیا

آں ز خدمت نازِ مخدومی بیافت   ویں ز مخدومی ز راہِ عز بتافت

اُس نے خدمت کے ذریعہ مخدوم ہونیکا ناز حاصل کر لیا   اِس نے مخدوم بنکر عزت کے راستہ سے مُنہ موڑ لیا

آں ز فرعونی اسیرِ آب شُد   وز اسیری سبط از ارباب شُد

وہ فرعونیت کی وجہ سے پانی کا قیدی بن گیا   اور سبطی قیدی ہونے کی وجہ سے آقاؤں میں سے ہو گیا

لعبِ[2] معکوس ست و فرزیں بند سخت   حیلہ کم کن کارِ اقبال ست و بخت

اُلٹا کھیل اور سخت فرزین بند (چال) ہے   تدبیر نہ کر اقبال اور نصیب کا معاملہ ہے

بر خیال و حیلہ کم تن تار را   کہ غنی رہ کم دہد مکّار را

خیال اور مکر کی بنا پر تانا نہ تن   (اللہ)، بے نیاز، مکّار کو راستہ نہیں دیتا ہے

مکر[3] کُن در راہِ نیکو خدمتے   تا نبوّت یابی اندر اُمّتے

اچھی خدمت کی راہ میں تدبیر کر   تاکہ تو اُمّت میں (رہ کر) نبوّت (کا رتبہ) پائے

مکر کُن تا وارہی از مکرِ خود   مکر کُن تا فرد گردی از حسد

تدبیر کر تاکہ تو اپنے مکر سے نجات پالے   تدبیر کر تاکہ تو حسد سے علیحدہ ہو جائے

مکر کُن تا کمترین بندہ شوی   در کمی اُفتی خداوندہ شوی

تدبیر کر تاکہ تو ناچیز بندہ بنے   کمی اختیار کرے گا، آقا بن جائے گا

رُوبہی و خدمت اے گرگِ کُہن   ہیچ بر قصدِ خداوندی مکُن

اے پُرانے بھیڑیئے! مکّاری اور خدمت   آقائی کے خیال سے کبھی نہ کر

انسان کو اپنی تدابیر ترک کرنے کی تدبیر کرنی چاہیئے اور اپنے آپ کو اوصافِ ذمیمہ سے پاک کرنا چاہیئے۔ کمترین بندہ بننے کی تدبیر کرے گا تو آقائی میسر آئیگی۔ رُوبہی۔ چالاکی اور خدمت مخدوم بننے کی نیت سے نہ کی جائے۔

---

[1] عقلِ کل، عقلِ کل حقیقتِ کلی روح ہے جس کا مظہر انسان ہے۔ زو بجو۔ انسانِ کامل جو مظہر عقلِ کل و نفسِ کل ہے اُس سے حق کی جستجو کر۔ عقلِ جزوی۔ عام انسان کی عقل بھی اگرچہ عقلِ کل سے مستفاد ہے لیکن دنیوی مشاغل نے اُس کو بے مقصد بنا دیا ہے۔ آں یعنی عقلِ کامل نے اپنے آپ کو عشقِ حق کے جال کا شکار بنا کر صیاد کا حسن سیکھ لیا یعنی وہ اخلاقِ خداوندی سے متصف ہو گئی اور عقلِ ناقص نے دوسرں کو جال میں پھانسنا چاہا خود جال میں پھنس گئی۔ آں عقلِ کامل خادم بنکر مخدوم بنی عقلِ ناقص نے مخدوم بننا چاہا تو عزت کے راستے سے بھٹک گئی۔ ز فرعونی۔ فرعون نے مخدومیت پسند کی تو دریا میں غرق ہو گیا سبطی خادم اور قیدی بنا تو آقاؤں میں شمار ہوا۔

[2] لعبِ معکوس یعنی خادمیت سے مخدومیت حاصل ہونا انسانی تدبیر سے ممکن نہیں ہے بلکہ فضلِ خداوندی پر موقوف ہے انسانی مکاری اور تدبیر فضلِ خداوندی کے منافی ہے۔

[3] مکر کن۔ انسان خود شکنی کی تدبیر اختیار کرے تو انبیا کے اخلاق سے متصف ہو جائیگا اور اُمتی ہوتے ہوئے اُس میں انبیا کے اوصاف پیدا ہو جائیں گے۔ مکر کن۔

لیک چوں پروانہ در آتش بتاز — کیسۂ زر بر مدوز و پاک باز

دیکھنا پروانہ کی طرح آگ میں دوڑ جا — سونے کی تھیلی نہ سی اور پاک بن جا

زور[1] را بگذار و زاری را بگیر — رحم سوئے زاری آید اے فقیر

زور کو چھوڑ، زاری اختیار کر — اے فقیر! رحم (خداوندی) عاجزی کیجانب آتا ہے

گر کُنی زاری بیابی رحمِ اُو — رحمِ اُو در زاریِ خود باز جُو

اگر تو عاجزی کرے گا اس کا رحم حاصل کریگا — اس کا رحم اپنی عاجزی میں تلاش کر

زاریِ مُضطر کہ تشنہ معنوی ست — زاریِ سرد و دروغ آنِ غوی ست

مجبور پیاسے کی عاجزی حقیقی ہے — جھوٹی، ٹھنڈی عاجزی، گمراہ کی ہے

گریۂ[2] اِخوانِ یوسفؑ حیلتست — کاندرون شاں پُر ز رشک و علتست

یوسفؑ کے بھائیوں کی عاجزی مکاری ہے — اُن کا باطن رشک و بیماری سے پُر ہے

حکایت آں اَعرابی کہ سگِ اُو از گرسنگی می مرد و انبانِ

اُس بدو کا قصہ جس کا کتا بھوک سے مر رہا تھا اور اُس کا تھیلا روٹیوں

اُو پُر نان بود و بر سگ نوحہ میکرد و شعر میگفت و میگریست

سے بھرا ہوا تھا اور کتے پر نوحہ کر رہا تھا اور شعر پڑھتا تھا اور روتا

و طپانچہ بر سر و رُو میزد و دریغش می آمد کہ لقمۂ نان از اں انبان

تھا اور سر اور منھ پر طپانچے مارتا تھا اور اسکو اس میں تامّل تھا کہ روٹی کا ٹکڑا

بسگ دہد و سُوال کردنِ شخص ازو و جواب شنیدن ازو

تھیلے میں سے کتے کو دے اور ایک شخص کا اُس سے سوال کرنا اور اُس سے جواب سُننا

آں سگے می مُرد و گریاں آں عرب — اشک می بارید و میگفت اے کرب[3]

کتا مر رہا تھا اور وہ عرب روتا تھا — آنسو بہاتا تھا اور کہتا تھا، ہائے مصیبت

ہیں چہ سازم مر مرا تدبیر چیست — زیں سپس من چوں تو انم بے تو زیست

ہائیں کیا کروں میرے لئے کیا چارہ ہے؟ — اِس کے بعد میں تیرے بغیر کیسے زندہ رہوں گا؟

سائلے بگذشت و گفت ایں گریہ چیست — نوحہ و زاریِ تو از بہرِ کیست

ایک سائل گذرا اور بولا یہ کیسا رونا ہے؟ — تیرا رونا اور گڑگڑانا کس چیز کے لئے ہے

گفت در مِلکم سگے بُد نیک خُو — نک ہمی میرد میانِ راہ اُو

اُس نے کہا میری ملکیت میں ایک اچھی عادت کا کتا تھا — وہ ابھی سڑک پر مر رہا ہے

---

۱ زور - اپنی تدابیر سے زور آزمائی نہ کر عاجزی اختیار کر اللہ تعالےٰ عاجزوں پر رحم فرماتا ہے - زاری حقیقی عاجزی ہو بناوٹی عاجزی سے مقصد پورا نہ ہوگا۔

۲ گریہ - برادرانِ یوسفؑ بھی مصنوعی رونا روئے تھے ایسی گریہ وزاری بیکار ہے حکایت - اس حکایت سے یہ سمجھایا ہے کہ اُس بدو کی طرح رونا بیکار ہے۔

۳ کرب - مصائب بے تر- یعنی کتے سے کہتا تھا گفت- بدو نے رونے کی وجہ بتائی۔

روزِ[۱] صیادم بُد و شب پاسباں ۔۔۔ شیرِ نر بود اُو نہ سگ اے پہلواں
وہ دن میں میرا شکاری اور رات کو محافظ تھا ۔۔۔ اے نوجوان! وہ کتا نہ تھا نر شیر تھا

تیز چشم و دُزد راں و صید گیر ۔۔۔ می دویدے در پئے صید اُو چو تیر
تیز نگاہ والا، چور کو بھگانیوالا، شکار کو پکڑنیوالا تھا ۔۔۔ وہ شکار کے پیچھے تیر کی طرح دوڑتا تھا

صید میکردے و پاسم داشتے ۔۔۔ دُزد را نزدیکِ من نگذاشتے
وہ شکار کرتا اور میری حفاظت کرتا تھا ۔۔۔ چور کو میرے پاس نہ آنے دیتا تھا

قانع و آزاد و تُند و خصم راں ۔۔۔ نیک خو و با وفا و مہرباں
صابر اور آزاد، تیز مزاج اور دشمن کو بھگانیوالا تھا ۔۔۔ نیک طبیعت اور باوفا اور مہربان تھا

گفت رنجش چیست زخمے خوردہ است ۔۔۔ گفت جوع الکلب زارش کردہ است
اُس نے کہا اُس کو کیا مرض ہوا ہے، زخم لگا ہے؟ ۔۔۔ اُس نے کہا، جوع الکلب نے اسکو بدحال کر دیا ہے

گفت[۲] صبرے کُن بریں رنج و حرض ۔۔۔ صابراں را فضلِ حق بخشد عوض
اُس نے کہا اس رنج اور غم پر صبر کر ۔۔۔ اللہ کی مہربانی صبر کرنیوالوں کو عوض عطا کرتی ہے

بعد ازاں گفتش کہ اے سالارِ حُر ۔۔۔ چیست اندر پشت ایں انبانِ پُر
اس کے بعد اُس نے کہا اے آزاد سردار! ۔۔۔ کمر پر یہ بھرا ہوا تھیلا کیسا ہے؟

گفت نان و زاد و لوتِ دوشِ من ۔۔۔ می کشم از بہرِ قوتِ ایں بدن
اس نے کہا کل کی روٹی اور توشہ اور عمدہ کھانا ہے ۔۔۔ اس جسم کی خوراک کے لئے اُٹھائے ہوئے ہوں

گفت چوں ندہی بداں سگ نان و زاد ۔۔۔ گفت تا ایں حد ندارم مہر و داد
اس نے کہا اس کتے کو روٹی اور توشہ کیوں نہیں دیتا ہے ۔۔۔ بولا اس حد تک مجھ میں محبت اور بخشش نہیں ہے

دست[۳] ناید بے درم در راہ ناں ۔۔۔ لیک ہست آبِ دو دیدہ رائیگاں
راستہ میں روٹی بغیر پیسہ کے نہیں ملتی ہے ۔۔۔ لیکن دونوں آنکھوں کے آنسو مفت کے ہیں

گفت خاکت بر سر اے پُر باد مشک ۔۔۔ کہ لبِ ناں پیش تو بہتر ز اشک
اُسنے کہا اے ہوا سے بھری ہوئی مشک! تیرے سر پر خاک ۔۔۔ کہ روٹی کا ٹکڑا تیرے نزدیک آنسو سے بہتر ہے

اشک خوں است و بغم آبے شدہ ۔۔۔ می نیرزد خوں بخاک اے بیہدہ
آنسو خون ہے، جو غم سے پانی بن گیا ہے ۔۔۔ اے بیہودہ! خون، خاک کی قیمت کا نہیں ہو

کُلِ خود را خوار کرد اُو چوں بلیس ۔۔۔ پارۂ ایں کُل نباشد جُز خسیس
اُس نے اپنے آپ کو شیطان کی طرح ذلیل کر دیا ۔۔۔ اِس کل کا جُزو ذلیل کے علاوہ کیا ہوگا؟

---

۱ روز۔ یعنی دن میں میرے لئے شکار کر کے لاتا تھا اور رات کو میری حفاظت کرتا تھا۔ پاس۔ حفاظت۔ قانع۔ یعنی تھوڑی خوراک پر گزارا کرتا تھا۔ جوع الکلب۔ کتے کی بھوک۔

۲ گفت۔ اس شخص نے بدو سے کہا کہ کتے کے مرنے پر صبر کر اخدا صابروں کو اچھا بدلہ دے دیتا ہے۔ حُر۔ آزاد۔ انبان۔ تھیلا۔ لوت۔ عمدہ غذا۔

۳ دست ناید۔ یعنی روٹی قیمت سے ملتی ہے آنسو مفت کے ہیں ان کو کتے کے لئے خرچ کیا جا سکتا ہے۔ اشک۔ رنج میں خون آنسو بن جاتا ہے۔ بخاک۔ یعنی روٹی جو زمین کی پیداوار سے بنی ہے۔ کل خود۔ اس بدو نے اپنے کو ذلیل کیا لہٰذا اس کے آنسو بھی اسی جیسے ذلیل ہیں۔

من غلام آنکہ[1] نفروشد وجود — جز بداں سلطانِ با افضال جُود
میں اُس کا غلام ہوں جو وجود کو نہ فروخت کرے — (کسی کو) مہربانیوں اور سخاوت کے شاہ کے سوا

چوں بگرید آسماں گریاں شود — چوں بنالد چرخ یا رب خواں شود
جب وہ رو پڑے تو آسمان رونے لگے — جب وہ فریاد کرے تو آسمان فریادی بن جائے

من غلامِ آں مسِ ہمت پرست — کہ بغیر کیمیا نارد شکست
میں اُس صاحبِ ہمت تانبے کا غلام ہوں — جو علاوہ کیمیا کے (کسی کے سامنے) عاجزی نہ دکھائے

دستِ اشکستہ برآور در دُعا — سُوئے اشکستہ پرد فضلِ خدا
دعا میں عاجز ہاتھ اُٹھا — اللہ (تعالیٰ) کا فضل عاجزی کی جانب اُڑ کر آتا ہے

گر رہائی[2] بایدت زیں چاہِ تنگ — اے برادر رَو برآذر بے درنگ
اگر تجھے اِس تنگ کنوئیں سے رہائی درکار ہے — اے بھائی! بلا تاخیر آگ پر جل پڑ

مکرِ حق را بین و مکرِ خود بہل — اے زمکرش مکرِ مکاراں خجل
اللہ (تعالیٰ) کی تدبیر پر نظر رکھ اپنی تدبیر چھوڑ دے — اُس کی تدبیر سے مکاروں کا مکر شرمندہ ہے

چونکہ مکرت شد فنائے مکرِ رَبّ — برکشائی یک کمینے بوالعجب
جبکہ تیری تدبیر اللہ (تعالیٰ) کی تدبیر میں فنا ہو گئی — تو ایک عجیب گھات (کی راہ) کشادہ کرے گا

کہ کمینہ ایں کمیں باشد بقا — تا ابد اندر عروج وارتقا
کہ اُس گھات کا ادنیٰ (درجہ) بقا ہوتا ہے — ہمیشہ عروج اور ترقی میں

از برائے ایں کمیں سعیے بکن — تا بری بُوئے زعلمِ من لَدُن
اِس گھات کے لئے کوشش کر — تاکہ تجھے علمِ لدنی کی خوشبو حاصل ہو جائے

گر تو[3] احوالِ عروجِ خویش را — نیک دانی نیک باشد مر ترا
اگر تو اپنے عروج کے احوال کو — اچھی طرح سمجھ لے تو تیرے لئے اچھا ہو گا

دَر بیانِ آنکہ ہیچ چشمِ بدآدمی راچناں مہلک نیست کہ چشم پسندِ خویشتن مگر کہ چشمِ او مبدل شدہ باشد بنورِ حق کہ ——
اِس کا بیان کہ آدمی کے لئے کوئی نظرِ بد ایسی مہلک نہیں ہے جیسے کہ خود پسندی کی نظر ہاں اگر اُس کی آنکھ اللہ کے نور سے تبدیل ہو گئی ہو، کیونکہ (فرمایا گیا ہے)

بِیْ یَسْمَعُ وَبِیْ یُبْصِرُ واز خویشتن اُو بیخویش شدہ باشد
وہ میرے ذریعہ سنتا ہے اور میرے ذریعہ سے دیکھتا ہے۔ اور وہ خود سے بیخود ہو گیا ہو۔

[1] آنکہ یعنی مرشد کامل۔ .... مِس غلام۔ میں اُس مرشدِ کامل کا غلام ہوں جو ایسا باہمت کیمیا پرست ہے کہ وہ عاجزی کیمیا (یعنی ذاتِ باری تعالیٰ) کے سامنے ہی کرتا ہے۔ دستِ اشکستہ۔ عجز و شکستگی کے ساتھ دعا کی جاتی ہے تو فضلِ خدا دوڑ کر آتا ہے۔

[2] گر رہائی۔ سابق مضمون کی طرف رجوع فرما کر کہتے ہیں کہ مجاہدات کی آتش کی طرف چل پڑ تب دنیا سے نجات ملے گی۔ خجل۔ شرمندہ چونکہ جب انسان اپنی تدبیر کو خدائی تدبیر میں فنا کر دیتا ہے تو عجیب راہیں کھل جاتی ہیں۔ کہ کمینہ۔ اُن راہوں کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ انسان کو ابدی عروج اور بقا حاصل ہو جاتا ہے اور اُس عروج کے بعد اُس کو علم لدنی حاصل ہو جاتا ہے۔

[3] گر تو۔ انسان جب اُس مقام کو خوب سمجھ لیتا ہے تو اُسکے حصول کیلئے پوری کوشش کرتا ہے اور مغرور نہیں بنتا ہے۔ دربیان۔ انسان کی خود بینی انسان کیلئے سب سے زیادہ مہلک ہے ہاں اگر وہ صفاتِ خداوندی سے متصف ہو گیا ہے تو پھر اُس کی خود بینی اپنی خود بینی نہیں رہتی ہے۔

پرِ طاؤس است مبیں و پائے بیں[1] | تا کہ سوءُ العین نکشاید کمیں
اپنے طاؤسی پر کو نہ دیکھ پاؤں کو دیکھ | تاکہ نظرِ بد گھات نہ کھولے

کہ بلغزد کوہ از چشمِ بداں | یُزْلِقُوْنَکَ از نُبی برخواں عیاں
کیونکہ بد نظروں سے پہاڑ ہل جاتا ہے | وہ تجھے پھسلا دینگے، قرآن میں صاف پڑھ لے

احمدِ چوں کوہ لغزید از نظر | درمیانِ راہِ بے گِل بے مطر
پہاڑ جیسے احمد نظر سے پھسل گئے | ایسے راستہ میں، جو بغیر کیچڑ اور بارش کے تھا

در عجب درماند کایں لغزش ز چیست | من نہ پندارم کہ ایں حالت تہیست
وہ تعجب میں رہ گئے کہ یہ پھسلن کس چیز سے تھی | میں نہیں سمجھ سکتا کہ یہ کسی خاص حال سے خالی ہو

تا بیامد[2] آیت و آگاہ کرد | کاں ز چشمِ بد رسیدت وز نبرد
یہانتک کہ آیت نازل ہوئی اور خبردار کردیا | کہ وہ نظرِ بد اور خصومت سے ہوئی

گر بُدے غیرِ تو در دم لا شدے | صیدِ چشم و سخرۂ افنا شدے
اگر تیرے سوا کوئی ہوتا فوراً ہلاک ہوجاتا | نظر کا شکار اور فنا کے تابع ہوجاتا

معنیِ چشمِ بد آخر باز داں | اِن یکاد از چشمِ بد نیکو بخواں
بالآخر نظرِ بد کے معنی سمجھ لے | نظرِ بد کے سلسلہ میں اِن یکاد پڑھ لے

لیک آمد عصمتے دامن کشاں | ویں کہ لغزیدی بُد از بہرِ نشاں
لیکن دامن کھینچتی ہوئی حفاظت آپہنچی | یہ جو آپ پھسلے، پہچان کیلئے تھا

عبرتے[3] گیر اندراں کہ کُن نگاہ | برگِ خود عرضہ مکن اے کم زکاہ
عبرت حاصل کرلے اِس پہاڑ کو دیکھ | اے تنکے سے کم! اپنی شان نہ دکھا

تفسیرِ آیت وَاِنْ یَّکَادُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَیُزْلِقُوْنَکَ بِاَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّکْرَ
اور قریب ہیں کافر کہ تمہیں اپنی نظروں سے پھسلادیں جبکہ انھوں نے ذکر سنا اور
وَیَقُوْلُوْنَ اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ وَمَا هُوَ اِلَّا ذِکْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ
کہتے ہیں بے شک وہ مجنون ہے اور نہیں ہے وہ مگر جہانوں کا ذکر" آیت کی تفسیر

یا رسول اللہ دراں وادی کساں | می زنند از چشمِ بد بر کرگساں
اے اللہ کے رسول! اِس وادی میں ایسے لوگ ہیں | جو گدھوں پر نظرِ بد لگا دیتے ہیں

از نظرِ شاں کلۂ شیرِ عریں | واشگافد تا کند آں شیر انیں
اُن کی نظر سے جھاڑی کے شیر کی کھوپڑی | پھٹ جاتی ہے یہانتک کہ وہ شیر روتا ہے

---

۱ پرِ طاؤس است۔ انسان کو اپنے عیوب پر نظر رکھنی چاہیئے ورنہ اُس کی نیکیوں کو نظر بد لگ جائے گی۔ کہ بلغزد۔ نظر بد کی بہت بُری اور بڑی تاثیر ہے۔ یزلقونک قرآن پاک میں ہے۔ وَاِنْ یَّکَادُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَیُزْلِقُوْنَکَ بِاَبْصَارِهِمْ اور قریب ہے کہ وہ تمہیں اپنی نگاہوں سے پھسلا دیں۔ بے گِل۔ نہ راستہ میں کیچڑ تھی نہ بارش۔ در عجب۔ اس حالت میں پھسلنے سے آنحضورؐ کو تعجب ہوا۔

۲ تا بیامد۔ آنحضورؐ کو پھسلنے کی وجہ وحیِ خداوندی سے معلوم ہوئی۔ گر بُدے۔ آنحضورؐ سے کہا گیا کہ یہ نظرِ بد اس قدر سخت تھی کہ تم تو صرف پھسلے اگر کوئی اور ہوتا تو ہلاک ہی ہو جاتا۔ معنیِ چشمِ بد۔ اِس آیت کو پڑھ کر نظرِ بد کی حقیقت سمجھ لو۔ آنحضورؐ چونکہ معصوم تھے لہٰذا اُن پر اِس کا اثر محض اُس کی تاثیر دکھانے کیلئے ہوا تھا۔

۳ عبرتے۔ آنحضورؐ کے اِس واقعہ سے عبرت حاصل کرو جبکہ آنحضورؐ جیسے کوہِ ہمالیہ اثر سے تو اپنی گھاس جیسی حیثیت پر اِس کی تاثیر کو سمجھ لو۔ یا رسول۔ صحابیؓ نے آنحضورؐ سے عرض کیا کہ اِس وادی کے لوگ بلند پرواز گِدھ کو بھی اپنی بد نظر سے متاثر کر دیتے ہیں۔ از نظر۔ اِن کی نگاہوں میں یہ اثر ہے کہ شیر کی کھوپڑی شق ہوجاتی ہے

[1] بر شتر چشم افگند ہمچوں حمام
اونٹ پر موت جیسی نظر ڈالتا ہے
وانگہاں بفرستد اندر پے غلام
اور بعد میں غلام کو بھیج دیتا ہے

کہ برو از پیہ ایں اشتر بخر
(کہتا ہے) کہ جا اُس اونٹ کی چربی خرید لا
بیند اشتر را سقط او راہ در
وہ راستہ میں اونٹ کو مُردہ دیکھتا ہے

سر بُریدہ از مرض آں اشترے
مرض کی وجہ سے اُس اونٹ کی گردن کٹی ہوئی ہو
کو بتگ با اسپ میکردے مرے
جو دوڑ میں گھوڑے کا مقابلہ کرتا تھا

کز حسد وز چشمِ بد بے ہیچ شک
بے شبہ حسد اور نظرِ بد سے
سیر و گردش را بگرداند فلک
آسمان رفتار اور گردش کو اُلٹا کر دیتا ہے

آب پنہان ست و دولاب آشکار
پانی پوشیدہ ہے اور رہٹ ظاہر ہے
لیک در گردش بود آب اصلِ کار
لیکن گردش میں پانی کام کی جڑ ہے

[2] چشمِ نیکو شد دوائے چشمِ بد
نظرِ بد کی دوا اچھی نظر ہے
چشمِ بد را لا کند زیرِ لکد
جو نظرِ بد کو پاؤں کے نیچے معدوم کر دیتی ہے

سبق رحمت راست واں از رحمت است
رحمت کو سبقت حاصل ہے اور یہ (خدا کی) رحمت سے
چشمِ بد محصولِ قہر و لعنت است
نظرِ بد، قہر اور لعنت کا نتیجہ ہے

رحمتش بر نقمتش غالب شود
اُس کی رحمت اُس کے غضب پر غالب آ جاتی ہے
چیرہ زاں شد ہر نبی بر خصمِ خود
اِسی لئے ہر نبی اپنے مخالف پر غالب ہو گیا

[3] کو نتیجہ رحمت ست و ضدِ او
کیونکہ وہ رحمت کا نتیجہ ہے اور اُس کی ضد
از نتیجہ قہر بود آں زشت رو
بدصورت قہر کا نتیجہ ہے

حرصِ بط یکتاست وایں پنجاہ تاست
بطخ کی حرص اکہری اور یہ پچاس گُنا ہے
حرصِ شہوت مار و منصب اژدہاست
شہوت کی حرص سانپ ہے اور جاہ (کی حرص) اژدہا ہے

حرصِ بط از شہوتِ حلق ست و فرج
بطخ کی حرص حلق اور شرمگاہ کی شہوت کی وجہ سے ہے
در ریاست بیست چنداں است درج
حُبِ جاہ میں اس کا بیس گنا داخل ہے

از الوہیت زند در جاہ لاف
خدائی کی وجہ سے مرتبہ کی ڈینگیں مارتا ہے
طامعِ شرکت کجا باشد معاف
شرک کا لالچی کہاں معاف ہوتا ہے!

زلتِ آدم ز اشکم بود و باہ
حضرت آدم کی لغزش پیٹ اور باہ کی وجہ تھی
وآں ابلیس از تکبر بود و جاہ
اور شیطان کی آن تکبر اور جاہ کی وجہ سے تھی

---

١ بر شتر - اگر کسی اونٹ کا گوشت اُن کو پسند آتا ہے تو اُس پر اپنی نگاہ ڈال کر فوراً غلام کو اُس کا گوشت خریدنے کے لئے روانہ کر دیتے ہیں۔ کز حسد - حسد اور نظرِ بد کے اثر سے آسمان کی گردش اُلٹی ہو جاتی ہے۔ آب پنہاں - چشمِ بد کی تاثیر اگرچہ بظاہر چشمِ بد سے متعلق ہے لیکن اصل سبب تقدیرِ الٰہی ہے جو مخفی ہے جس طرح دولاب بظاہر متحرک نظر آتا ہے لیکن حرکت کا اصل سبب پانی ہے۔

٢ چشمِ نیکو - چشمِ بد کی اس تاثیر کو عارف کی نظر فنا کر دیتی ہے۔ سبق رحمت - نظرِ بد کی تاثیر قہرِ الٰہی ہے اور نیک نظر کی تاثیر رحمتِ الٰہی ہے اور رحمت قہر پر غالب ہے۔

٣ کو نتیجہ - نبی رحمت ہے اور کافر قہر کا مظہر ہے۔ حرصِ بط - حُبِ جاہ کی بیماری شہوتِ بطن سے بہت بڑھی ہوئی ہے از الوہیت - حُبِ جاہ میں الوہیت میں شرکت کا دعویٰ ہے اور شرک ناقابلِ معافی گناہ ہے۔ زلت - حضرت آدمؑ کی لغزش شہوتِ بطن و باہ کی وجہ سے تھی شیطان کی معصیت حُبِ جاہ کی وجہ سے تھی۔

لاجرم[1] اُو زُود استغفار کرد
لامحالہ انھوں نے جلد توبہ کر لی
وآں لعیں از توبہ اِستکبار کرد
اور اُس ملعون نے توبہ سے تکبّر کیا

حرصِ حلق و فرج ہم خود بدرگیست
حلق اور شرمگاہ کی حرص بھی بدذاتی ہے
لیک منصب نیست آں اِشکستگی ست
لیکن وہ جاہ نہیں ہے وہ تواضع ہے

بیخ و شاخِ ایں ریاست را اگر
جاہ کی جڑ اور شاخ کو اگر
باز گویم دفترے باید دگر
میں بیان کروں (تو) ایک دوسرا دفتر چاہیئے

اَسپِ سرکش را عرب شیطانش خواند
عرب نے سرکش گھوڑے کو شیطان کہا ہے
نے ستورے را کہ در مرعیٰ بماند
نہ کہ اُس گھوڑے کو جو چراگاہ میں رہا

شیطنت[2] گردن کشی بُد در لغت
شیطنت لغت میں سرکشی ہے
مستحقِ لعنت آمد ایں صفت
یہ صفت لعنت کی مستحق ہے

صد خورندہ گنجد اندر گردِ خواں
ایک خوان کے گرد سو کھانے والے سما جاتے ہیں
دُو ریاست جو نگنجد در جہاں
دُو سلطنت کے طالب دنیا میں نہیں سماتے ہیں

آں نخواہد کیں بُود بر پشتِ خاک
وہ نہیں چاہتا کہ یہ روئے زمین پر رہے
تا مَلِک بکُشد پدر را ز اشتراک
شرکت (کے ڈر) سے بادشاہ باپ کو قتل کر دیتا ہو

آں شنیدستی[3] کہ اَلمُلکُ عقیم
تو نے یہ سنا ہے کہ سلطنت بانجھ ہے
قطعِ خویشی کرد مُلکت جُو ز بیم
سلطنت کے طلبگار نے خوف سے اپنائیت کو ختم کر دیا ہو

کہ عقیم است و ورا فرزند نیست
کیونکہ وہ بانجھ ہے اور اُسکے اولاد نہیں ہے
ہمچو آتش با کسش پیوند نیست
آگ کی طرح اُس کا کسی سے رشتہ نہیں ہے

ہر چہ یابد اُو بسوزد بر دَرد
وہ جس کو پاتی ہے جلا دیتی ہے پھاڑ دیتی ہے
چوں نیابد ہیچ خود را میخورد
جب کسی کو نہیں پاتی ہے خود کو کھا لیتی ہے

ہیچ شو وارہ تو از دندانِ اُو
ناچیز بن جا اُس کے دانتوں سے نجات پا جا
رحم کم جُو از دلِ سندانِ اُو
اُس کے اَہرن (جیسے) دل سے رحم نہ تلاش کر

چونکہ گشتی ہیچ از سنداں مترس
جب تو ناچیز بن گیا اَہرن سے نہ ڈر
ہر صباح از فقرِ مطلق گیر درس
ہر صبح تو فقرِ مطلق سے سبق حاصل کرے

---

۱ لاجرم۔ حضرت آدمؑ کی غلطی کا اثر زائل ہو گیا۔ شیطان معصیت میں مبتلا رہا۔ حرصِ حلق۔ کھانے اور شرمگاہ کی شہوت میں عموماً انکساری سے کام لینا پڑتا ہے۔ بیخ۔ حُبِ جاہ کی مذمت کے لئے دفتر درکار ہے۔ اسپِ سرکش۔ سرکش گھوڑے میں تکبر اور بلند نگاہی جاہ ہے اس کو شیطان کہا جاتا ہے گدھے خچر میں شہوتِ بطن ہے اس کو شیطان نہیں کہا جاتا۔

۲ شیطنت۔ لغت میں شیطنت سرکشی اور تکبر کو کہا جاتا ہے اسی لئے یہ صفت لعنت کی مستحق ہے۔ صد۔ کھانے والے ایک دسترخوان پر دس جمع ہو جاتے ہیں لیکن دو بادشاہ دنیا میں بھی جمع نہیں ہو سکتے ہیں۔ آں نخواہد۔ ہر بادشاہ کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ تنہا ساری دنیا پر سلطنت کرے۔

۳ آں شنیدستی۔ بادشاہت کو بانجھ کہا جاتا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ بادشاہ شرکت کے خوف سے سب رشتے کاٹ دیتا ہے۔ ہمچو آتش۔۔۔ بادشاہوں کے تکبر اور حبِ جاہ کی مثال آگ کی سی ہے ہر چہ۔ آگ ہر چیز کو جلا کر فنا کر دیتی ہے اور بجھنے لگے تو خود اپنے آپ کو جلا کر خاکستر بنا دیتی ہے۔ ہیچ۔ اپنے آپ کو ہیچ بنا کر حبِ جاہ
کے مرض سے نجات حاصل کر لو۔ چونکہ گشتی۔ سخت چیز کو اَہرن سے کوٹا جاتا ہے نرم چیز محفوظ رہتی ہے۔

ہست[1] الوہیت ردائے ذوالجلال — ہر کہ در پوشد بر اُو گردد وبال
الوہیت اللہ (تعالیٰ) کی چادر ہے — جو اوڑھتا ہے وہ اُس کے لئے وبال بنجاتی ہو

تاج از آنِ اُوست وآنِ ما کمر — وائے اُو کز حدِ خود دارد گذر
تاج اُس کی ملکیت ہے اور ہماری ملکیت پیٹی ہو — اُس کے لئے تباہی ہے جو اپنی حد سے بڑھے

فتنۂ تُست ایں پرِ طاؤسیت — کاشتراکت باید و قدُوسیت
تیرا یہ طاؤسی پر تیرے لئے فتنہ ہے — کیونکہ تجھے شرکت اور قدوسیت درکار ہے

قصۂ آں حکیمے کہ طاؤس را دید کہ پرِ زیبائے خود را بر می کند

اُس دانا کا قصہ جس نے مور کو دیکھا کہ وہ اپنے حسین پروں کو چونچ سے

بمنقار و می انداخت وتنِ خود را کل[2] و زشت میکرد از تعجب

اُکھاڑ رہا ہے اور پھینک رہا ہے اور اپنے بدن کو گنجا اور بدنما بنا رہا ہے اُس نے

طاؤس را پرسید کہ دریغت نمی آید گفت می آید اما پیشِ ما

تعجب سے مور سے دریافت کیا کہ تجھے افسوس نہیں ہو رہا ہے، اُس نے کہا ہو رہا ہے

جان از پر عزیز تر است وایں پر عدوِ جانِ من ست ازیں

لیکن مجھے جان پروں سے زیادہ پیاری ہے اور یہ پر میری جان کے دشمن ہیں اسوجہ

جہت بر می کنم

سے میں اُکھاڑ رہا ہوں

پرِ خود می کند طاؤسے بدشت — یک حکیمے رفتہ بُود آنجا بگشت
ایک مور جنگل میں اپنے پر اکھاڑ رہا تھا — ٹہلتا ہوا ایک عقلمند وہاں پہنچ گیا

گفت طاؤسا چنیں پرِ سنی — بیدریغ از بیخ چوں بر میکنی
اُس نے کہا او مور! ایسے بڑھیا پر — تو بلا تامل، جڑ سے کیوں اُکھاڑ رہا ہے؟

خود دلت چوں میدہد تا ایں حُلل — بر کنی و اندازیش اندر وَحل
خود تیرا دل کیسے (اجازت) دیتا ہے؟ کہ یہ لباس — تو اُکھاڑتا ہے اور اس کو کیچڑ میں پھینک دیتا ہے

ہر[3] پرت را از عزیزی و پسند — حافظاں در طیِ مُصحف می نہند
گرانقدری اور پسند کی وجہ سے تیرے ہر پر کو — حفاظ قرآن کے موڑ میں رکھتے ہیں

بہرِ تحریکِ ہوائے سُود مند — از پرِ تو بادبیزن می کُنند
مفید ہوا کو چلانے کے لئے — تیرے پروں کا پنکھا بناتے ہیں

[1] ہست کبریائی اور الوہیت اللہ تعالیٰ کی چادر ہے جو اُس کو اوڑھے گا اُس کے لئے وہ وبال بنے گی۔ تاج۔ تاج خدا کی ملکیت ہے ہمارے لئے خدمتگذاری کی پیٹی ہے فتنہ۔ کبر و غرور جو پرِ طاؤس ہے یہ خدائی میں شرکت کا دعویٰ ہے۔

[2] کل۔ گنجا۔ دریغ۔ افسوس۔ دشت۔ جنگل۔ گشت۔ سیر و سیاحت۔ سنی۔ بیش قیمت۔ حُلل۔ لباس کا جوڑا۔ وحل۔ کیچڑ۔

[3] ہر پرت۔ اُس نے مور سے کہا تیرے پر تو ایسے پیارے ہیں کہ ہر شخص اُن کو قرآن میں رکھتا ہے۔ بہرِ تحریک۔ ہوا جھلنے کے لئے تیرے پروں سے پنکھے بنائے جاتے ہیں۔

ا ایں چہ ناشکری و چہ بیباکی ست — تو نمی دانی کز نقاشش کیست

یہ کیا ناشکری اور بے پروائی ہے — تو نہیں جانتا کہ اس کا نقاش کون ہے؟

یا ہمی دانی و نازے میکنی — قاصداً قطعِ طرازی میکنی ۵

یا تو جانتا ہے اور ناز دکھا رہا ہے — جان بوجھ کر نقش و نگار کو قطع کر رہا ہے

اے بسا نازا کہ گردد آں گناہ — افگند مر بندہ را از چشمِ شاہ

بہت سے ناز ہیں جو گناہ بن جاتے ہیں — غلام کو بادشاہ کی نظر سے گرا دیتے ہیں

٢ ناز کردن خوشتر آید از شکر — لیک کم خایش کہ دارد صد خطر

ناز کرنا قند سے زیادہ بھلا لگتا ہے — لیکن اس کو نہ چبا کیونکہ سینکڑوں خطرے رکھتا ہے

ایمن آباد ست آں راہِ نیاز — ترکِ نازش گیر و با آں رہ بساز

عاجزی کا راستہ، اطمینان کی جگہ ہے — ناز کرنا چھوڑ دے اور اس راہ سے مانوس ہو جا

اے بسا نازآوری زد پر و بال — آخر الامر آں براں کس شد وبال

بہت سی نازآوریوں نے پر و بال نکالے — بالآخر وہ اس شخص پر وبال بنیں

خوبیِ ناز ار دمے بفرازدت — بیم و ترسِ مضمرش بگدازدت

ناز کی خوبی، اگر فوراً تجھے اونچا کر دیتی ہے — اس کا چھپا ہوا خوف اور ڈر تجھے گھلاتا ہے

ویں نیاز ارچہ کہ لاغر میکند — صدر را چوں بدرِ انور میکند

یہ نیاز اگرچہ تجھے دبلا کرتا ہے — سینہ کو روشن چاند کی طرح بنا دیتا ہے

چوں ز مردہ زندہ بیروں میکشد — ہر کہ مردہ گشت او دارد رشد

چونکہ وہ (اللہ تعالیٰ) مردے سے زندہ پیدا کرتا ہے — جو مردہ بن گیا وہ ہدایت یافتہ ہے

٣ چوں ز زندہ مردہ بیروں میکند — نفسِ زندہ سوئے مرگے می تند

جبکہ وہ زندہ سے مردہ پیدا کرتا ہے — زندہ نفس موت کی جانب چلا جاتا ہے

مردہ شو تا مخرج الحیّ الصمد — زندہ زیں مردہ بیروں آورد

مردہ بن جا تاکہ (اللہ) زندہ کو پیدا کرنے والا بے نیاز — زندہ کو، اس مردے سے پیدا کر دے

دے شوی بینی تو اخراجِ بہار — لیل گردی بینی ایلاجِ نہار

تو خزاں بن جا، تو بہار کا پیدا کرنا دیکھے گا — رات بن جا، تو دن کا داخل کرنا دیکھے گا

ا ایں چہ - مور سے کہا تیرا پر اُکھاڑنا تیری بے باکی ہے تجھے معلوم نہیں کہ تیرے پروں پر نقاشی کس ذات نے کی ہے۔ یا ہمی دانی - اگر تو جانتا ہے کہ قدرت نے یہ نقاشی کی ہے تو پھر جان بوجھ کر ایسی کاریگری کو برباد کر رہا ہے اور ناز و انداز دکھا رہا ہے۔ اے بسا - اس طرح کا ناز بربادی کا سبب ہوتا ہے اور یہ ناز بے جا غلام کو شاہ کی نظر سے گرا دیتا ہے۔

٢ ناز کردن - انسان کو ناز کرنا پسند آتا ہے لیکن اس میں خطرات بہت ہیں بے خطر راستہ نیازمندی کا ہے لہٰذا انسان کو یہی راستہ اختیار کرنا چاہیئے۔ اے بسا - ناز و انداز جب بڑھتا ہے تو وبال بن جاتا ہے۔ خوبی - ناز و انداز کی خوبی اگر کچھ بڑھاتی ہے تو اس میں چھپا ہوا خوف انسان کو گھلاتا ہے۔ ویں نیاز - نیازمندی اگرچہ لاغر کرتی ہے لیکن قلب کو روشن چاند بنا دیتی ہے۔ چوں - حضرت حق کی صفت ہے کہ وہ مُردے سے زندہ پیدا کر دیتا ہے تو جو مردہ بنے گا اس کو وہ زندگی عطا کر دے گا۔

٣ چوں ز زندہ - چونکہ وہ زندہ سے مُردہ بھی پیدا کرتا ہے لہٰذا اگر تو نفس کو نہ مارے گا تو وہ مُردہ ہو جائیگا۔ مردہ شو - تو فانی بن جا پھر وہ تجھے حیاتِ ابدی عنایت کر دے گا۔ دے شوی - تو اپنے اوپر خزاں طاری کرے گا تو بہار کا لطف دیکھے گا، رات بنے گا تو دن کا پیدا ہونا دیکھ لے گا۔

[1] بر مکن آں پر کہ نپذیرد رفو
پردں کو نہ اکھاڑ کیونکہ ان پر رفو نہ ہوسکیگا
روی مخراش از عزا اے خوبرو
اے حسین! ماتم میں چہرے کو نہ چھیل

آنچناں روی کہ چوں شمس ضحیٰ ست
وہ چہرہ جو چاشت کے سورج کی طرح ہے
آنچناں رخ را خراشیدن خطاست
ایسے چہرے کو چھیلنا غلطی ہے

زخم ناخن بر چناں رخ کافریست
ایسے چہرے پر ناخن کا زخم کافری ہے
کہ رخ مہ در فراق او گریست
جس کے فراق میں چاند کا چہرہ رو رہا ہے

یا نمی بینی تو روی خویش را
یا تو اپنا چہرہ نہیں دیکھتا ہے
ترک کن خوئے لجاج اندیش را
جھگڑا کرنے والی عادت کو چھوڑ دے

در بیان آنکہ صفا و سادگی نفس مطمئنہ از فکرتہا مشوش میشود چنانچہ بر روی آئینہ چیزے نویسی اگرچہ پاک کنی داغے و نقصانے بماند

اس کا بیان کہ افکار سے نفس مطمئنہ کی صفائی اور سادگی پریشان ہوجاتی ہے جیساکہ تو آئینہ پر کوئی چیز لکھے اگرچہ تو دھوڈالے، داغ اور نقصان باقی رہ جاتا ہے

[2] روی نفس مطمئنہ در جسد
جسم میں نفس مطمئنہ کا چہرہ
زخم ناخنہائے فکرت می کشد
فکر کے ناخنوں سے زخمی ہوجاتا ہے

فکرت بد ناخن پر زہر داں
برے خیال کو زہریلا ناخن سمجھ
میخراشد در تعمق روی جاں
غور کرنے کی (صورت) میں وہ جان کا چہرہ زخمی کرتا ہے

تا گشاید عقدۂ اشکال را
جب تک کہ وہ کسی اشکال کی گرہ کھولتا ہے
در حدث کردہ ست زریں بال را
اس نے سنہرے بالوں کو ناپاک کرلیا ہے

عقدہ را بکشادہ گیر اے منتہی
اے انتہا کو پہنچنے والے! فرض کرلے گرہ کھل گئی
عقدۂ سخت ست بر کیسہ تہی
(یہ تیری) خالی تھیلی پر سخت گرہ ہے

[3] در گشاد عقدہا گشتی تو پیر
تو گرہوں کو کھولنے میں بوڑھا ہوگیا
عقدۂ چندے دگر بکشادہ گیر
فرض کرلے تونے اور چند گرہیں کھول لیں

عقدۂ کاں بر گلوئے ماست سخت
وہ پھندا جو ہمارے گلے میں ہے، سخت ہے
کہ ندانی کہ خسی یا نیک بخت
کیونکہ تو نہیں جانتا کہ تو بدبخت ہے یا نیک بخت

---

[1] بر مکن۔ بظاہر یہ حکیم کا مقولہ ہے جو اس نے طاؤس سے کہا۔ عزا۔ ماتم۔ آنچناں۔ حسین چہرے کو بگاڑنا بہت بڑی غلطی ہے۔ لجاج۔ جھگڑا۔ دربیان۔ افکار کی وجہ سے نفس مطمئنہ کی صفائی میں خلل پڑتا ہے جیساکہ آئینہ پر اگر کچھ لکھو پھر خواہ اسکو صاف بھی کر دو لامحالہ اسپر نشان باقی رہ جاتا ہے۔

[2] روی نفس مطمئنہ کا چہرہ فکروں کے ناخن سے زخمی ہوجاتا ہے خصوصاً برے افکار تو زہریلے ناخن ہیں جو روح تک کے چہرے کو بدنما بنادیتے ہیں۔ تاگشاید۔ جب انسان افکار کی کسی گرہ کو کھولتا ہے تو روح کے زریں پر ناپاک ہوجاتے ہیں جس سے اس کی پرواز میں کمی آجاتی ہے۔ عقدہ۔ ان دنیاوی افکار کی عقدہ کشائی ایسی ہے جیسے کسی خالی تھیلی کے منہ کی سخت گرہ کو کوئی شخص کھولے جو لاحاصل ہو۔

[3] در گشاد۔ چند گرہوں کے کھولنے میں تو بوڑھا ہوگیا۔ فرض کرلے کہ چند گرہیں تونے اور کھول لیں لیکن حاصل کیا ہوا۔ عقدہ کاں۔ تیرے شقی یا سعید ہونے کی گرہ جو تیرے گلے میں لگی ہوئی ہے اگر تو اسکو کھول لے تو یہ سب سے بہتر ہے۔

گر بدانی کہ شقیئ یا سعید　　آں بُوَد بہتر ز فکرِ ہر عنید

اگر تو یہ جان لے کہ تو نیک بخت ہے یا بد بخت　　ہر سرکش کے فکر سے بہتر ہے

حلؔ ایں اشکال کُن گر آدمی　　خرج کن ایں دم اگر صاحب دمی

اگر تو آدمی ہے اس اشکال کو حل کرلے　　اگر تجھ میں دم ہے تو اس دم کو خرچ کر

حدِ اعیان و عرض دانستہ گیر　　حدِ خود را داں کہ نبود زیں گزیر

فرض کرلے اعیان اور عرض کی تعریف معلوم ہوگئی　　اپنی حقیقت جان لے کہ اسکے سوا چارہ نہیں ہے

چوں بدانی حدِ خود زیں حد گریز　　تا بہ بیحد در رسی اے خاک بیز

جب تجھے اپنی حقیقت معلوم ہوگئی اس تعریف سے گریز کر　　اے خاک چھاننے والے! تاکہ تو اُس ذات تک پہنچ جائے جسکی حقیقت نامعلوم ہے

عمرؔ در محمول و در موضوع رفت　　بے بصیرت عمر در مسموع رفت

محمول اور موضوع کی تعریف میں عمر گذر گئی　　سُنی سُنائی باتوں میں بلا بصیرت کے عمر ختم ہوگئی

ہر دلیلے بے نتیجہ و بے اثر　　باطل آمد در نتیجہ خود نگر

جو دلیل بے نتیجہ اور بے اثر ہو　　باطل ہے، تو خود نتیجہ پر غور کرے

جز بمصنوعے ندیدی صانعی　　بر قیاسِ اقترانی قانعی

تو نے مصنوع کے علاوہ صانع کو نہ دیکھا　　تو اقترانی قیاس پر صابر ہوگیا

می فزاید در وسائط فلسفی　　از دلائل باز بر عکسش صفی

فلسفی واسطوں میں اضافہ کرتا رہتا ہے　　دلائل سے، پھر برگزیدہ شخص اُسکے برعکس ہے

ایں گریزد از دلیل واز حجیب　　از پئے مدلول سر بردہ بجیب

یہ دلیل اور پردے سے گریز کرتا ہے　　مدلول کے لئے، گریبان میں منہ ڈالے ہوئے

گرؔ دخاں اورا دلیلِ آتش ست　　بے دُخاں مارا در آں آتش خوش ست

اگر اُس کے لئے دھواں آگ کی دلیل ہے　　اِس معاملہ میں بغیر دھوئیں کے ہمارے لئے آگ بھلی ہے

خاصہ ایں آتش کہ از قرب و ولا　　از دخاں نزدیک تر آمد بما

خصوصاً یہ آگ کہ قرب اور دوستی کی وجہ سے　　ہم سے دھوئیں سے زیادہ قریب آگئی ہے

پس سیہ کاری بُود رفتن زخواں　　بہرِ تخیلاتِ جاں سوئے دخاں

دسترخوان سے چل دینا، بدکاری ہے　　دھوئیں کی جانب، جان کے خیالات کی خاطر

---

١ حل۔ اگر تو آدمی ہے تو اِس اشکال کو حل کر۔ حدِ اعیان۔ فلاسفہ عرض اور جوہر کی تعریف کرنے میں لگے رہتے ہیں اور خود اپنی حقیقت وماہیت سے بے خبر رہتے ہیں۔ چوں بدانی۔ مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ عَرَفَ رَبَّہٗ جس نے اپنے آپ کو جان لیا اُس نے خدا کو جان لیا۔ نفس کی حقیقت کا علم خدا کی معرفت تک پہنچاتا ہے

٢ عمر۔ علماء کی عمر موضوع ومحمول کی تعریفوں میں ختم ہو جاتی ہے اور کوئی فائدہ ہاتھ نہیں آتا۔ ہر دلیلے جب دلیل کا کوئی نتیجہ برآمد نہ ہو وہ بیکار ہے تو اپنے انجام پر غور کرے۔ جز۔ تو نے مشاہدہ نہیں کیا ہے محض مخلوق کے ذریعہ خالق کو سمجھا ہے۔ قیاسِ اقترانی۔ مثلاً عالم مصنوع ہے اور ہر مصنوع کا کوئی صانع ہے۔ می فزاید۔ فلسفی غیبی امور کو سمجھنے کے لئے وسائط میں اضافہ کرتا رہتا ہے اور برگزیدہ شخص اس کے برعکس مشاہدہ کرتا ہے وہ دلائل سے ہٹ کر مراقبہ میں مشاہدہ کرتا ہے۔

٣ گر دخاں۔ فلسفی اثر سے مؤثر کو سمجھتا ہے یعنی دھوئیں کے ذریعہ آگ تک پہنچتا ہے۔ خاصہ۔ عارفوں کے لئے قرب اور عشق کی آگ دھوئیں سے نزدیک تر ہے۔ پس سیہ کاری مشاہدہ سے ہٹ کر دلائل سے اُس ذات تک پہنچنا سیاہ کاری اور غلطی ہے۔

در بیانِ قولِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کہ لَا رُھْبَانِیَّۃَ فِی الْاِسْلَامِ ل

آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اِس قول کے بیان میں کہ اسلام میں رہبانیت نہیں ہے

بر مکن پَر را و دل بر کُن ازو ۔ زانکہ شرطِ ایں جہاد آمد عدو

پروں کو نہ اُکھاڑ، ان سے دل ہٹا لے ۔ کیونکہ اس جہاد کے لئے دشمن ضروری ہے

چوں عدو نبُود جہاد آمد محال ۔ شہوت ار نبُود نباشد امتثال

جب دشمن نہیں ہے تو جہاد ناممکن ہے ۔ اگر شہوت نہ ہو، تو حکم ماننا نہ ہوا

صبر نبُود چوں نباشد میلِ تو ۲ ۔ خصم چوں نبُود چہ حاجت خیلِ تو

جب تیرا میلان نہیں ہے تو صبر نہ ہوگا ۔ جب دشمن ہی نہیں ہے تیرے لشکر کی کیا ضرورت ہے؟

ہیں مکُن خود را خصی رُہباں مشو ۔ زانکہ عفت ہست شہوت را گرو

خبردار! اپنے آپ کو خصی نہ کر، راہب نہ بن ۔ کیونکہ عفت شہوت سے وابستہ ہے

بے ہوا نہی از ہوا ممکن نبُود ۔ غازیی بر مُردگاں نتواں نمود

بغیر نفسانی خواہش کے اُس سے روکنا ممکن نہیں ہے ۔ اپنا مجاہد ہونا مُردوں پر نہیں دکھایا جاسکتا

اَنْفِقُوْا گفتست پس کسبے بکُن ۔ زانکہ نبُود خرج بے دخلِ کہن

"خرچ کرو" فرمایا ہے تو تو کمائی کر ۔ کیونکہ پہلی آمدنی کے بغیر خرچ نہیں ہوسکتا ہے

گرچہ آورد اَنْفِقُوْا را مطلق اُو ۔ تو بخواں کہ اِکْسِبُوْا ثُمَّ اَنْفِقُوْا

اگرچہ اُنھوں نے صرف "خرچ کرو" فرمایا ہے ۔ تو پڑھ کماؤ پھر خرچ کرو

ہمچناں چوں شاہ فرمود اِصْبِرُوْا ۳ ۔ رغبتے باید کزاں تابی تو رُو

اسی طرح جب شاہ نے حکم دیا کہ "تم صبر کرو" ۔ تو رغبت درکار ہے تاکہ تو اس سے منہ موڑے

پس کُلُوْا از بہرِ دامِ شہوتست ۔ بعد ازاں لَا تُسْرِفُوْا آں عفت ست

تو "تم کھاؤ" شہوت کے جال کے لئے ہے ۔ اسکے بعد "تم فضول خرچی نہ کرو" پاکدامنی کیلئے ہے

چونکہ محمولٌ بہٖ نبُود لدیہ ۔ نیست ممکن بود محمولٌ علیہ

جبکہ خبر نہیں ہے، اُس کے پاس ۔ مبتدا کا ہونا ناممکن ہے

چونکہ رنجِ صبر نبُود مر ترا ۔ شرط نبُود پس فرو ناید جزا

جبکہ تجھے صبر کی تکلیف حاصل نہیں ہے ۔ تو شرط نہ پائی گئی؛ لہٰذا جزاء موجود نہ ہوگی

ل در بیان معصیت کے اسباب اور قدرت کے ہوتے ہوئے اُس سے بچنا کمال ہے نہ کہ معصیت کی طاقت کو ختم کرکے معصیت سے بچنا اِسی لئے آنحضورؐ نے فرمایا اسلام میں رہبانیت نہیں ہے۔ راہب معصیت کے اسباب اور اُسکی قدرت کو فنا کر ڈالتے تھے۔ بر مکن پر کو نصیحت ہے کہ پر نہ اُکھاڑ یعنی شہوت اور حبِّ جاہ کے اسباب اور ذرائع کو ختم نہ کر کیونکہ یہ دشمن ہیں اور دشمن کے نہ ہوتے ہوئے جہاد کی فضیلت حاصل نہیں ہوسکتی ہے۔ شہوت۔ اگر انسان میں شہوت کا مادّہ ہی نہیں ہے تو زنا نہ کرنے کے حکم کی فرمانبرداری کے کوئی معنیٰ نہیں ہیں۔

۲ صبر نبود۔ اگر انسان میں کسی چیز کی جانب میلان نہیں ہے تو اس سے صبر کرنے کے کوئی معنیٰ نہیں ہیں دشمن نہ ہو تو لشکر کی کوئی ضرورت ہی نہیں ہے۔ مشو۔ راہب اپنے خصیے نکلوا دیتے تھے تاکہ زنا نہ کرسکیں۔ غازیی۔ مرے ہوؤں کے ساتھ جہاد کوئی معنیٰ نہیں رکھتا ہے۔ اَنْفِقُوْا۔ خرچ کرو اس حکم کی تعمیل جب ہی ہوسکتی ہے جبکہ انسان کمائے۔ گرچہ۔ اگرچہ قرآن میں صرف "خرچ کرو" آیا ہے لیکن اُس کا مطلب یہی ہے کہ کماؤ اور خرچ کرو

۳ ہمچناں۔ ایسطرح "صبر کرو" کے حکم کی تعمیل جب ہی ہو کہ رغبت موجود ہو۔ کُلُوْا۔ "تم کھاؤ" کا حکم شہوت کا جال ہے اور لَا تُسْرِفُوْا "فضول خرچی نہ کرو" عفت ہے، اب اگر کُلُوْا ممکن نہ ہو تو لَا تُسْرِفُوْا کے کوئی معنیٰ نہیں ہیں۔ چونکہ۔ جب خبر کا وجود ہی نہ ہو تو مبتدا کا اس سے اتصال اور تعلق ناممکن ہے۔ رنج۔ صبر کرنے میں اگر کوئی کلفت ہی نہیں ہے تو اجر حاصل نہیں ہوسکتی ہے اذا فات الشرط فات المشروط جب شرط موجود نہ ہو تو مشروط مفقود ہوتا ہے

خبذا[1] آں شرط و شاداں آں جزا ۔۔۔ آں جزائے دلنوازِ جانفزا

وہ شرط اور جزا کیا ہی خوب ہے ۔۔۔ وہ دل نواز، جانفزا جزا

در بیان آنکہ ثوابِ عملِ عاشق از حق ہم حقست و بس جلّ جلالہٗ

اس کا بیان کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے عاشق کے عمل کا ثواب صرف اللہ جل جلالہٗ ہے

عاشقاں را شادمانی و غم اوست ۔۔۔ دستِ مزد و اُجرتِ خدمت ہم اوست

عاشقوں کی خوشی اور غم وہی ہے ۔۔۔ مزدوری اور خدمت کی اُجرت وہی ہے

غیرِ معشوق ار تماشائی بود ۔۔۔ عشق نبوَد ہرزہ سودائی بوَد

وہ اگر معشوق کے غیر کا تماشائی ہے ۔۔۔ عشق نہیں ہے وہ بیہودہ اور دیوانہ ہے

عشق[2] آں شعلہ است کو چوں بر فروخت ۔۔۔ ہرچہ جز معشوق باقی جملہ سوخت

عشق وہ شعلہ ہے جب وہ روشن ہو گیا ۔۔۔ جو کچھ معشوق کے علاوہ ہے سب جل گیا

تیغِ لا در قتلِ غیرِ حق براند ۔۔۔ در نگر زاں پس کہ بعدِ لا چہ ماند

اُس نے "لا" کی تلوار اللہ کے سوا پر چلادی ۔۔۔ غور کر لے "لا" کے بعد کیا رہ گیا؟

ماند اِلّا اللہ باقی جملہ رفت ۔۔۔ شاد باش اے عشقِ شرکت سوز زفت

"اِلّا اللہ" رہ گیا باقی سب فنا ہو گیا ۔۔۔ اے عشق شرکت کو جلانے والے زبردست! تو خوش رہ

خود ہم او بود اوّلین و آخریں ۔۔۔ شرک جز از دیدۂ اَحول مبیں

صرف وہی اوّلین اور آخرین ہوگا ۔۔۔ تو بھینگی آنکھ کے سوائے شرک کو نہ دیکھ

اے[3] عجب حُسنے بوَد جز عکسِ آں ۔۔۔ نیست تن را جنبشے از غیرِ جاں

تعجب ہے، کوئی حسن اُسکے عکس کے سوا ہو ۔۔۔ جان کے غیر سے، جسم میں حرکت نہیں ہوتی ہو

آں تنے را کہ بود در جاں خلل ۔۔۔ خوش نباشد گر بگیری در عسل

جس جسم کی رُوح میں نقصان ہو ۔۔۔ وہ اچھا نہ ہوگا، خواہ تو اُس کو شہد میں ڈالدے

ایں کسے داند کہ روزے زندہ بود ۔۔۔ از کفِ ایں جانِ جاں جامے ربود

یہ وہ شخص سمجھ سکتا ہے جو کسی دن زندہ رہا ہو ۔۔۔ اِس جانِ جاناں کے ہاتھ سے اپنے جام حاصل کیا ہو

وانکہ چشمِ اُو ندیدست آں رُخاں ۔۔۔ پیشِ اُو جانست ایں تفِ دُخاں

جس کی آنکھ نے وہ رخسار نہیں دیکھے ۔۔۔ اُسکے نزدیک یہ دھوئیں کی سوزش جان ہے

---

[1] خبذا۔ صبر کی تکلیف پر تو اُس کا بدلہ بھی ہوگا تو دونوں قابلِ مبارکباد ہیں۔ در بیان۔ چونکہ پہلے مضمون میں جزا کا بیان تھا اب بتاتے ہیں کہ خدا کے عاشق کا بدلہ کیا ہے اور فرماتے ہیں کہ عاشق کے عمل کا بدلہ ذاتِ خداوندی ہے۔ عاشقاں۔ عاشقوں کا رنج اور خوشی، مزدوری اور اُس کی اُجرت صرف ذاتِ خدا ہے۔ غیر معشوق۔ اگر وہ معشوق کی ذات کے علاوہ کسی چیز کا طالب ہے تو پھر اُس کا عشق عشق نہیں ہے بلکہ وہ دیوانہ ہے۔

[2] عشق۔ جب عشقِ الٰہی نمودار ہوتا ہے تو ماسوئی اللہ اُس کی آگ سے جل جاتا ہے۔ تیغِ لا۔ کلمہ میں لا اِلٰہ کہنے کے معنی یہی ہیں کہ اُس نے غیر کی نفی کردی ہے۔ اِلّا اللہ۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اب اُس کے لئے سب کچھ صرف ذاتِ خداوندی ہے، عشق غیر کو بالکل جلا ڈالتا ہے۔ خود۔ صحیح آنکھ ایک دکھاتی ہے بھینگے کو ایک کے دو نظر آتے ہیں۔

[3] اے عجب۔ جہاں کہیں بھی حُسن کی جھلک ہے وہ اُسی خدا کا پرتو ہے، جسم میں روح کی وجہ سے حرکت ہوتی ہے۔ آں تنے۔ جو فطرتاً بد ہیں اُن کی اصلاح ناممکن ہے۔ ایں کسے۔ ہر چیز کے حُسن کو عکسِ خداوندی وہی سمجھے گا جس کی روحِ انسانی زندہ ہوگی۔ وانکہ۔ جو روحِ انسانی سے ناواقف ہوگا وہ روحِ حیوانی کو ہی سب کچھ سمجھے گا۔

چوں ندیدِ اُو عُمرؓ عبد العزیزؒ | پیشِ اُو عادل بود حجّاج نیز
جس نے (حضرت) عمر (بن) عبد العزیزؒ کو نہ دیکھا ہو | اُس کے نزدیک حجاج ابنِ یوسف بھی عادل ہوگا

چوں ندید اُو مارِ موسیٰؑ راثبات | در حِبال السّحر پندارد حیات
جب اُس نے (حضرت) موسیٰؑ کے سانپ کا ٹکاؤ نہیں دیکھا | وہ جادو کی رسیوں میں زندگی سمجھے گا

مُرغ۲ کو ناخوردہ است آبِ زُلال | اندر آبِ شور دارد پرّ و بال
جس پرندے نے نیر پانی نہ پیا ہو | وہ کھاری پانی میں اپنے بال و پر (تر) رکھتا ہو

جُز بضد ضد را ہمی نتواں شناخت | چوں نہ بیند زخم نشاسد نواخت
ضد کو ضد کے سوا کسی ذریعہ سے شناخت نہیں کیا جا سکتا | جب ظلم کو نہیں دیکھا ہو نوازش کو نہیں پہچان سکتا

لاجرم دنیا مقدم آمدہ است | تا بدانی قدرِ اقلیمِ الست
لامحالہ دنیا پہلے آئی ہے | تاکہ تو اَلَسْت کے جہان کی قدر جان لے

چوں ازینجا وارہی آنجا روی | در شکر خانہ ابد شاکر شوی
جب تو اس جگہ سے نجات پا جائیگا وہاں چلا جائیگا | تو ہمیشگی کے شکر خانہ میں شکر گزار ہوگا

گوئی آنجا خاک را می بیختم | زیں جہانِ پاک می بگریختم
تو کہے گا وہاں میں نے خاک چھانی | میں اس پاک عالم سے بھاگتا تھا

گشتہ بُودم قانع از گنجے بمار | شادماں بودم زگلزارے بخار
میں نے خزانہ کے بدلے سانپ پر بس کی | میں چمن کی بجائے کانٹوں پر خوش تھا

اے۳ دریغا پیش ازیں بودے اجل | تا غذایم کم بُدے اندر وحل
ہائے افسوس! اس سے پہلے موت آجاتی | تاکہ میری خوراک کیچڑ کی نہ ہوتی

دَر بیانِ حدیث مَامَاتَ مَنْ یَمُوْتُ اِلَّا وَ تَمَنّٰی اَنْ یَمُوْتَ قَبْلَ

(اس) حدیث کا بیان کہ ہر مرنے والا یہ ضرور تمنا کرے گا کہ وہ پہلے

مَامَاتَ اِنْ کَانَ بَرًّا لِیَکُوْنَ اِلٰی وُصُوْلِ الْبِرِّ اَعْجَلَ وَاِنْ کَانَ

مرجاتا اگر وہ نیک ہے تو اس لئے کہ جلد بھلائی تک پہنچ جاتا اور اگر بد ہے

فَاجِرًا لِیَقِلَّ فُجُوْرُہٗ

تو اس لئے کہ اس کی بدکاری کم ہوتی

زیں بفرمودست آں آگہ رسولؐ | کہ ہر آنکہ مُرد و کرد از تن نزول
اسی لئے باخبر رسولؐ نے فرمایا ہے | کہ جو شخص مرا اور جسم سے جدا ہوا

---

۱ عُمر۔ ابن عبد العزیزؒ اموی خلیفہ تھے۔ جن کا خلفاءِ راشدین میں شمار ہے، یعنی روحِ انسانی۔ حجاج۔ ابن یوسف ثقفی عبد الملک ابن مروان عراق کا گورنر تھا جس کا ظلم و ستم مشہور ہے جس نے کئی ہزار بے قصور انسانوں کو قتل کرایا۔ یعنی روحِ حیوانی۔ چوں۔ اگر کسی نے اصل کو نہ دیکھا ہوگا تو وہ نقل سے دھوکا کھا جائے گا۔

۲ مُرغ۔ جو شخص حقیقت سے ناواقف ہوتا ہے وہ مجاز کو حقیقت سمجھ لیتا ہے۔ جو۔ مشہور مقولہ ہے تُعْرَفُ الْاَشْیَاءُ بِاَضْدَادِھَا چیزیں اپنی ضدوں سے پہچانی جاتی ہیں" لاجرم۔ دنیا کو بھگت کر آخرت کی قدر معلوم ہوگی۔ اقلیمِ اَلَسْت۔ عالمِ آخرت۔ چوں۔ انسان جب دنیا کی زندگی ختم کر کے عالمِ آخرت میں پہنچے گا تو بہت شکر گزار ہوگا۔ گوئی۔ پھر کہے گا کہ دنیا آخرت کے مقابلہ میں خاک اور مٹی تھی دنیا خارستان تھا اور آخرت گلستان ہے۔

۳ اے دریغا۔ دنیا میں جس قدر وقت گذرا اُس پر افسوس کرے گا۔ دربیان۔ مرنے کے بعد ہر نیک و بد جلد مرجانے کی خواہش کا اظہار کرے گا اگر نیک ہوگا تو کہیگا کاش میں جلد اس بھلائی تک پہنچ جاتا اگر بد ہے تو کہیگا کہ کاش

نبوَد اُورا حسرتِ نقلان و موت
لیک باشد حسرتِ تقصیر و فوت

اُس کو منتقل ہونے اور مرنے پر افسوس نہ ہوگا
لیکن کوتاہی اور فوت ہونے کی حسرت ہوگی

[1] ہر کہ میرد خود تمنا باشدش
کہ بُدے زیں پیش نقلِ مقصدش

جو شخص مرتا ہے خود اُس کو تمنا ہوتی ہے
کہ اُس کا مقصود کی طرف منتقل ہوجانا اِس سے پہلے ہوجاتا

گر بُدے بد تا بدی کمتر بُدے
ور تقی تا خانہ زُوتر آمدے

اگر وہ بد تھا تو اِس لئے کہ بدی کم ہوتی
اور متقی تھا تو گھر جلدی آجاتا

گوید آں بد بیخبر می بودہ ام
دمبدم من پردہ می افزودہ ام

وہ بد کہے گا، میں بے خبر تھا
میں نے ہر وقت حجاب بڑھایا

گر ازیں زُوتر مرا معبر بُدے
ایں حجاب و پردہ ام کمتر بُدے

اگر اِس سے پہلے ہی میرے لئے راستہ ہوتا
میرا یہ حجاب اور پردہ بہت کم ہوتا

[2] از حریصی کم دراں رُوئے قنوع
وز تکبر کم دراں چہرہ خشوع

حرص کی وجہ سے قناعت کے چہرے کو زخمی نہ بنا
اور تکبر سے عاجزی کے چہرے کو زخمی نہ کر

ہمچنیں از بخل کم در رُوئے جود
وز بلیسی چہرۂ خوبِ سجود

اسی طرح بخل کے ذریعہ سخاوت کا چہرہ زخمی نہ کر
اور شیطنت سے سجدہ کے حسین چہرے کو

بر مکن آں پرِ خلد آرائے را
بر مکن آں پرِ رہ پیمائے را

جنت کو آراستہ کرنے والے پر نہ اُکھاڑ
راستہ طے کرنے والے پر نہ اُکھاڑ

[3] چوں شنید ایں پند روئے بنگریست
بعد ازاں در نوحہ آمد می گریست

جب اُس نے یہ نصیحت سُنی اور (ناصح کا) چہرہ دیکھا
اُسکے بعد نوحہ شروع کردیا، رو پڑا

نوحہ و گریہ دراز و دردمند
ہر کہ آنجا بُود در گریہ اش فگند

نوحہ اور گریہ دراز اور دردمند تھا
وہاں جو بھی تھا اُس کو رُلا دیا

وآنکہ می پرسید پر کندن ز چیست
بیجوابے شد پشیماں می گریست

اور جس نے پوچھا تھا کہ پر کیوں نوچتا ہے؟
بغیر جواب (مُسّے) شرمندہ ہوگیا، رونے لگا

کز فضولی من چرا پرسیدمش
او ز غم پُر بود شورانیدمش

کہ بیہودہ پن سے میں نے اُس سے کیوں پوچھا!
وہ غم سے بھرا ہوا تھا میں نے اُسکو جوش دلا دیا

می چکید از چشمِ تر بر خاک آب
اندراں ہر قطرہ مُدرج صد جواب

تر آنکھوں سے زمین پر آنسو ٹپک رہے تھے
ہر قطرے میں سینکڑوں جواب درج تھے

[1] ہر کہ۔ موت کے بعد ہر مُردے کی خواہش ہوگی کہ کاش وہ پہلے مرجاتا اگر نیک ہے تو اِس لئے یہ خواہش ہوگی کہ اب سے پہلے ہی جنت میں پہنچ جاتا اگر بد ہے تو اِس لئے کہ یہ سوچے گا اگر جلد مرجاتا تو بُرائیاں کم کرتا۔ دمبدم۔ بُرا انسان کہے گا کہ میں جس قدر زندہ رہا اُسی قدر گمراہی کے پردے زیادہ بڑھتے گئے۔ اگر اِس سے پہلے مرجاتا تو یہ پردے کم ہوتے۔

[2] از حریصی۔ یہ بھی حکیم کا مقولہ ہے جو اُس نے پر نوچنے پر مور سے کہا۔ قنوع۔ قناعت۔ خشوع۔ عاجزی۔ دراں۔ دریدن بمعنی پھاڑنا سے بنا ہے۔ ہمچنیں۔ مور کی تمثیل کے سلسلہ میں مولانا نے انسانی اُن صفات کو ذکر کیا ہے جو قدرت نے اُس میں ودیعت رکھی ہیں اور انسان اپنی بداعمالی سے اُن کو برباد کرتا ہے۔ خلد آرای۔ جنت کو آراستہ کرنیوالا۔

[3] شنید۔ اُس مور نے سنا۔ رُوئے۔ یعنی ناصح کا چہرہ۔ نوحہ۔ اس کے رونے نے دوسروں کو رُلا دیا۔ وآنکہ۔ وہ ناصح حکیم بھی رو پڑا۔ کز فضولی۔ اس سوال پر کہ پر کیوں اُکھاڑتا ہے وہ سوال کرنیوالا شرمندہ ہوگیا۔ ہر قطرہ۔ آنسو کے ہر قطرے میں اِس سوال کا جواب تھا۔ مُدرج۔ داخل۔

می چکید از چشمِ اُو گریہ بخاک — خاک گِل می شد زاشکِ سہمناک
اُس کی آنکھ سے مٹی پر آنسو ٹپک رہے تھے — خوفناک آنسوؤں سے مٹی کیچڑ بن گئی

گریۂ[1] با صدق بر جانہا زَنَد — تا کہ چرخ و عرش را گریاں کُنَد
سچائی کے ساتھ رونا روحوں کو متاثر کرتا ہے — حتیٰ کہ آسمان اور عرش کو رُلا دیتا ہے

گریۂ بے صدق بے سوزش بُوَد — دیو دوں بر گریہ اش خنداں شود
بناوٹی رونا بغیر سوزش کا ہوتا ہے — کمینہ شیطان اُس کے رونے پر ہنستا ہے

گریۂ بے صدق باشد بیفروغ — آں ندارد چربیِ مانندِ دوغ
بناوٹی رونا بے فروغ ہوتا ہے — اُس میں چھاچھ کی طرح چکنائی نہیں ہوتا ہے

عقل و دلہا بے گمانے عرشیند — در حجاب از نورِ عرشی میزیند
عقل اور دل بلاشبہ عرشی ہیں — در پردہ عرشی نور کے ذریعہ جیتے ہیں

در بیان آنکہ عقل و روح در آب و گِل جسد محبوس اند ہمچوں ہاروت و ماروت در چاہِ بابل

اِس کا بیان کہ عقل اور روح جسم کی مٹی، پانی میں اِس طرح قیدی ہیں جس طرح کہ ہاروت اور ماروت بابل کے کنوئیں میں

ہمچو[2] ہاروت و چو ماروت آں دو پاک — بستہ اند ایں جا بچاہِ سہمناک
وہ دونوں پاک، ہاروت اور ماروت کی طرح — اِس جگہ خوفناک کنوئیں میں بند ہیں

عالمِ سِفلی و شہوانی درند — اندریں چہ گشتہ اند از جرم بند
وہ عالمِ سِفلی اور شہوانی میں ہیں — جُرم کی وجہ سے اِس کنوئیں میں بند ہو گئے ہیں

سحر و ضدِ سحر را بے اختیار — زیں دو آموزند نیکان و شرار
جادو اور اُس کا توڑ بغیر اختیار کے — نیک اور بد اِن دونوں سے سیکھتے ہیں

لیک اول پند بدہندش کہ ہیں — سحر را از ما میاموز و مچیں
لیکن وہ شروع میں نصیحت کرتے ہیں کہ خبردار! — جادو ہم سے نہ سیکھو، نہ حاصل کر

ما بیاموزیم[3] ایں سحر اے فلاں — از برائے اِبتلا و اِمتحاں
اے فلاں: ہم یہ جادو سکھاتے ہیں — اِبتلاء اور آزمائش کے لئے

کامتحاں را شرط باشد اختیار — اختیارے نبودت بے اقتدار
آزمائش کے لئے اختیار شرط ہے — بغیر قدرت کے تیرے لئے اختیار نہ ہوگا

میلہا ہمچوں سگانِ خفتہ اند — اندر ایشاں خیر و شر بنہفتہ اند
خواہشات، سوئے ہوئے کتوں کی طرح ہیں — اُنکے اندر خیر اور شر پوشیدہ ہیں

[1] گریہ۔ مولانا فرماتے ہیں جو سچائی کا رونا ہے اُس کی تاثیر محض دنیا تک نہیں بلکہ عرش تک پہنچتی ہے۔ گریۂ بے صدق۔ بناوٹی رونے پر شیطان مذاق اُڑاتا ہے۔ عقل و دل اَلْقَلْبُ عَرْشُ الرَّحْمٰن "دل خدا کا عرش ہے" تو چونکہ سچے رونے سے عرش متاثر ہوتا ہے لہٰذا عقل و دل جو عرشی ہیں وہ بھی متاثر ہوتے ہیں۔

[2] ہمچو۔ جس طرح ہاروت و ماروت کا تعلق عالمِ بالا سے تھا لیکن چاہِ بابل میں قیدی ہیں اِسی طرح عقل اور روح بھی عالمِ بالا کی چیز ہوتے ہوئے انسانی بدن کے کنوئیں میں قیدی ہیں۔ عالمِ سِفلی۔ اِن دونوں نے چونکہ عالمِ سِفلی اور شہوانی سے تعلق پیدا کیا لہٰذا جسم کے کنوئیں میں بند کر دیئے گئے ہیں۔ سحر و ضدِ سحر۔ اب نیک لوگ اُنسے اچھی تعلیمات حاصل کرتے ہیں اور بُرے لوگ بُری تعلیمات حاصل کرتے ہیں۔ بے اختیار یعنی شوق سے مجبور ہو کر۔

[3] ما بیاموزیم۔ عقل و روح سمجھاتی ہے کہ ہمارے سحر سکھانے میں ایک امتحان اور آزمائش ہے کہ سیکھنے والا اُسکو غلط استعمال کرتا ہے یا صحیح۔ اِس جادو کا سکھانا نہ سکھانا سیکھنے والا کا اختیاری فعل ہے اِسی لئے اُسکو دونوں باتوں پر قدرت ہے۔ میلہا۔ انسان کے اندر کی خواہشیں سوئے ہوئے کتوں کی طرح ہیں اور انسان کے دل میں خیر و شر دونوں موجود ہیں

لہ چونکہ قدرت نیست خفتند ایں رَدہ
چونکہ (انجھیں) قدرت نہیں ہے یہ گروہ سویا ہوا ہے
ہمچو ہیزم پارہا و تن زدہ
لکڑی کے ٹکڑوں کی طرح اور چپ ہے

تا کہ مُردارے دَر آید در میاں
یہاں تک کہ کوئی مُردار بیچ میں آجاتا ہے
نفخ صورِ حرص کوبد بر سگاں
حرص کے صور کی آواز کتّوں کو جھنجھوڑ دیتی ہے

چوں دَراں کوچہ خرے مُردار شد
جب اُس گلی میں کوئی گدھا مر جاتا ہے
صد سگِ خفتہ بداں بیدار شد
اُس سے سینکڑوں سوئے ہوئے کتّے جاگ جاتے ہیں

حرصہائے رفتہ اندر کتمِ غیب
غیب کے پردے میں گئی ہوئی حرصیں
تاختن آورد سَر بر زد زِ جیب
حملہ آور ہو گئیں، اگریبان سے سَر نکالا

۲ مُو بمُوئے ہر سگے دنداں شدہ
ہر کتّے کا رونگٹا رونگٹا دانت بن گیا
وز برائے حیلہ دُم جُنباں شدہ
اور تدبیر کے لئے دُم ہلانے لگا

نیم زیرش حیلہ و بالا غضب
اُس کا آدھا نچلا حصّہ حیلہ اور اوپر کا غصّہ ہے
چوں ضعیف آتش کہ اُو یابد حطب
جس طرح کمزور آگ جو ایندھن پالے

شعلہ شعلہ میرسد از لامکاں
لامکاں سے شعلے ہی شعلے آجاتے ہیں
میرود دُود و لہب تا آسماں
دھواں اور لپٹ آسمان تک جاتی ہے

صد چنیں سگ اندریں تن خفتہ اند
ایسے سینکڑوں کتّے اِس جسم میں سوئے ہوئے ہیں
چوں شکارے نیست شاں نہفتہ اند
چونکہ کوئی شکار نہیں ہے، وہ چھپے ہوئے ہیں

یا چو بازانند دیدہ دوختہ
یا آنکھیں سِلے ہوئے بازوں کی طرح ہیں
در حجاب از عشقِ صیدے سوختہ
شکار کے عشق میں دَر پردہ جلے ہوئے ہیں

تا کُلہ برداری و بیند شکار
یہاں تک کہ تو ٹوپا ہٹا دے اور وہ شکار دیکھ لے
انگہاں سازد طوافِ کوہسار
اُس وقت پہاڑ کے چکر کاٹتا ہے

۳ شہوتِ رنجور ساکن می بوَد
بیمار کی خواہش جب تک سکون میں ہوتی ہے
خاطرِ اُو سُوئے صحت میرود
اُس کا مزاج صحت کی طرف چلتا ہے

چوں بہ بیند نان و سیب و خربزہ
جب وہ روٹی اور سیب اور خربوزہ دیکھتا ہے
در مصاف آید مزہ و خوفِ بزہ
مزا اور بد پرہیزی کا خوف جنگ میں مبتلا ہو جاتے ہیں

چوں بہ بیند۔ جب مریض مختلف غذائیں دیکھتا ہے تو خواہش بیدار ہو جاتی ہے اور اب وہ کشمکش میں ہوتا ہو جاتا ہے کھانے کو جی چاہتا ہے پھر ڈرتا ہے کہ اگر کھاؤں گا تو بد پرہیزی ہوگی۔

لہ چونکہ۔ انسان کو بُرا کرنے میں بُرائی کی طاقت نہیں ہے بہت بُری چیز ہے جو کہ بُرائی کا موقع حاصل نہیں اس لئے وہ قوت سوئی ہوئی ہے جب موقع ہو گا وہ فوراً بیدار ہو جائیگی۔ چوں دراں۔ انسانی خواہشوں کا حال سوئے ہوئے کتّوں کی طرح ہے اُن کے سامنے جب کوئی مُردار آجاتا ہے پھر اُن کا حال کیھو۔

۲ مو بموی۔ اب کتّے کا رونگٹا رونگٹا دانت بن جاتا ہے اور وہ حیلہ اور غصّے سے پُر ہو جاتا ہے۔ چوں ضعیف۔ آگ کو اگر ایندھن ملے تو کس قدر پُر سکون ہوتی ہے اور ایندھن ملتے ہی کس قدر شعلہ زن بن جاتی ہے۔ صد چنیں۔ انسان کے اندر بُری صفتیں اِن کتّوں کی طرح سوئی ہوئی ہیں جب موقع ملے تو وہ پھر اپنی تیزی دکھاتی ہیں۔ یا چو۔ اِن بُری صفتوں کی مثال کتّوں سے دے لو یا اُس باز سے جس کی آنکھیں سلی ہوئی ہیں لیکن شکار کے عشق میں وہ دل سوختہ ہے۔ تا کلہ۔ شکار کے وقت باز کے سَر پر سے ٹوپی ہٹادی جاتی ہے تو پھر وہ شکار کو دیکھ کر پہاڑوں کا چکر کاٹتا ہے۔

۳ شہوتِ رنجور۔ بیماری کے دَوران مختلف غذاؤں کی شہوت و رغبت سکون پذیر ہوتی ہے لیکن جب وہ مختلف غذائیں دیکھتا ہے تو وہ شہوت بیدار ہو جاتی ہے۔

گر بُوَد[1] صبّار دیدن سُود اُوست — آں تہیج طبع سُستش را نکوست

اگر وہ صابر ہے تو دیکھنا اُس کے لئے مفید ہے — وہ براَنگیختگی اُس کی سُست طبیعت کے لئے بہتر ہے

وَر نباشد صبر پس نادیدہ بہ — تیر دور اولٰے زمردِ بے زرہ

اگر صبر نہ ہو تو نہ دیکھنا بہتر ہے — بغیر زرہ کے آدمی سے تیر کا دور ہونا بہتر ہے

باز گرد و کُن حکایت را تمام — تا چہ گفت اندر جوابش والسلام

واپس ہو اور حکایت کو پورا کردے — کہ اُس (مور) نے اُسکے جواب میں کیا کہا، والسلام

بشنو[2] اکنوں تو ز طاؤس آں جواب — تا بدانی ہر نکوئی را خطاب

اب تو مور سے وہ جواب سُن — تاکہ تو ہر بھلائی کا خطاب جان لے

جواب دادن طاؤس آں حکیم سائل را

مور کا اُس سوال کرنے والے دانا کو جواب دینا

چوں ز گریہ فارغ آمد گفت رَو — کہ تو رنگ و بُوئے را ہستی گرو

جب وہ (مور) رونے سے فارغ ہوگیا اُسنے کہا — کہ تو رنگ و بُو کا غلام ہے

آں نمی بینی کہ ہر سُو صد بلا — سُوئے من آید پئے ایں بالہا

کیا تو یہ نہیں دیکھتا کہ ہر جانب سے سینکڑوں بلائیں — اِن پَروں کی وجہ سے میری جانب آتی ہیں

اے بسا صیادِ بے رحمت مُدام — بہرِ ایں پرہا نہد ہر سو دام

ہمیشہ بہت سے ناترس شکاری — اِن پَروں کے لئے میری ہر جانب جال پھیلاتے ہیں

چند تیر انداز بہرِ بالہا — تیر سُوئے من کشد اندر ہوا

بہت سے تیر انداز پَروں کے لئے — ہوا میں میری جانب تیر چلاتے ہیں

چوں[3] ندارم زور و ضبطِ خویشتن — زیں قضا و زیں بلا و زیں فتن

جبکہ میں طاقت اور اپنا بچاؤ نہیں رکھتا ہوں — اِس قضا اور اِس بلا اور اِن فتنوں سے

آں بہ آید کہ شوم زشت و کریہ — تا بوم ایمن دریں کہسار و تیہ

یہ مناسب ہے کہ میں بھدا اور ناپسند بنجاؤں — تاکہ میں اِس پہاڑ اور جنگل میں محفوظ ہوجاؤں

بر کنم پرہائے خود را یک بیک — تا نیندازد بدامم ہر کلگ

میں ایک ایک کرکے اپنے پر نوچتا ہوں — تاکہ کوئی منحوس مجھے جال میں نہ پھانسے

نزدِ من جاں بہتر از بال و پر ست — جاں بماند باقی و تن اَبتر ست

میرے نزدیک جان؛ بال اور پر سے بہتر ہے — جان باقی رہے گی اور جسم ناقص ہے

---

[1] گر بود۔ اب اگر اُس میں صبر کا مادّہ ہے تو اِن نقش اوں کا دیکھنا اُس کے لئے مفید ہے تاکہ اُس کی خواہشیں بیدار ہوجائیں اور اگر وہ صابر نہیں ہے تو اُس کے لئے مناسب ہے کہ وہ اِن نقش اوں کو ہی نہ دیکھ پائے۔

[2] بشنو۔ اب ناصح حکیم کو مور نے جو جواب دیا وہ سنو اُس نے کہا اے ناصح تو محض رنگ و روپ کا عاشق ہے یہ نہیں دیکھتا کہ یہ پر میرے لئے کس قدر مصائب کا سبب ہیں۔ اے بسا۔ شکاری میرا شکار محض اِن پروں کی خاطر کرتے ہیں کوئی جال سے پکڑتا ہے کوئی مجھے تیر سے مارتا ہے۔

[3] چوں۔ جبکہ مجھ میں اِن مصائب کے برداشت کرنے کی طاقت نہیں ہے تو بہتر یہی ہے کہ میں بدصورت بن جاؤں۔ کُہسار: پہاڑ۔ تیہ: جنگل۔ کلگ: منحوس۔ نزدِ من۔ پروں کے بچانے سے جان کا بچانا بہتر ہے۔ ابتر: ناقص۔

ایں سلاحِ عُجبِ من شُد اے فتیٰ
اے نوجوان! یہ میری خود پسندی کا ہتھیار ہے
عُجب آرد مُعجباں را صد بلا
خود پسندی خود پسندوں کو سینکڑوں مصیبتوں میں مبتلا کر دیتی ہے

دربیانِ آنکہ ہُنرہا وزیرکیہا ومالِ دنیا ہمچو پرِ طاؤس عدوِّ جان اند

اِس کا بیان کہ دنیا کا ہنر اور زہانتیں اور مال مور کے پروں کی طرح جان کے دشمن ہیں

پس ہنر آمد ہلاکت خام را
ہنر، ناقص کے لئے ہلاکت ہے
کز پئے دانہ نہ بیند دام را
کیونکہ وہ دانہ کی وجہ سے جال کو نہ دیکھے گا

اختیارؔ آں را نکو باشد کہ اُو
اختیار، اُس کے لئے بھلا ہوتا ہے جو
مالکِ خود باشد اندر اِتّقُوا
تم تقویٰ اختیار کرو کے معاملہ میں اپنے آپ پر قابو رکھے

چوں نباشد حفظ و تقویٰ زینہار
جب نگہداشت اور تقویٰ نہ ہو، خبردار!
دور کُن آلت بیند از اختیار
آلہ کو پھینک دے، اختیار کو چھوڑ دے

جلوہ گاہ و اختیارم ایں پر ست
میری خود نمائی اور اختیار یہ پر ہیں
بر کَنم پر را کہ در قصدِ سر ست
میں پر نوچ رہا ہوں کیونکہ وہ سر کے درپے ہیں

نیست انگارد پرِ خود را صبور
صابر اپنے (بال و) پر کو نیست سمجھتا ہے
تا پرش در نفگند در شر و شور
حتی کہ اُس کے پر شور و شر میں مبتلا نہیں کرتے ہیں

پس زیانش نیست پر گو بر مکن
تو اُس کو کوئی نقصان نہیں ہر کہدو وہ پر نہ نوچے
گر رسد تیرے بہ پیش آرد مجن
اگر کوئی تیر آئے گا، وہ ڈھال سامنے کر دیگا

لیکؔ بر من پرِ زیبا دشمنے ست
لیکن میرے لئے حسین پر دشمن ہیں
چونکہ از جلوہ گری صبریم نیست
چونکہ خود نمائی سے مجھ میں صبر نہیں ہے

گر بُدے صبر و حفاظم راہبر
اگر صبر اور حفاظت میرے رہبر ہوتے
بر فزودے ز اختیارم کرّ و فر
تو اختیار سے میری کرّ و فر بڑھا دیتے

ہمچو طفلم یا چو مست اندر فتن
میں فتنوں کے سلسلہ میں بچے یا مست کی طرح ہوں
نیست لائق تیغ اندر دستِ من
میرے ہاتھ میں تلوار (ہونا) مناسب نہیں ہے

گر مرا عقلے بُدے مُنزجر
اگر میرے پاس رُک جانے والی عقل ہوتی
تیغ اندر دستِ من بُودے ظفر
تو میرے ہاتھ میں تلوار، کامیابی ہوتی

عقل باید نور دہ چوں آفتاب
عقل، سورج کی طرح نور عطا کرنے والی چاہیئے
تا زند تیغے کہ نبُود جز صواب
تاکہ ایسی تلوار چلائے جو ٹھیک ہی ہو

لہ ایں۔ میرے یہ پر میرے غرور و تکبر کا باعث ہیں لہٰذا تکبر سینکڑوں بلاؤں کا سبب بنتا ہے۔ دربیان جس طرح مور کے پر اُس کے مصائب کا سبب ہیں اسی طرح دنیا کے ہنر اور دنیا کی عقل بھی انسان کے لئے وبالِ جان ہے۔

لہ اختیار۔ گناہ کے کرسکنے اور نہ کرسکنے کا اختیار اُس شخص کے لئے مناسب ہے جس میں تقویٰ ہو اور اگر تقویٰ نہیں ہے تو پھر اُس کے لئے اختیار باقی رکھنا مناسب نہیں ہے۔ آلت۔ یعنی وہ اسباب و ذرائع جن سے بُرائی پر قدرت حاصل ہو سکے۔ جلوہ گاہ۔ مور نے کہا کہ میرے تکبر و غرور کے اسباب میرے پر ہیں لہٰذا میں انکو ہی ختم کئے دیتا ہوں چونکہ یہ ہلاکت کا ذریعہ اور سبب ہیں۔ صبور۔ جو صابر اور متقی ہو وہ اِن اسباب کو کالعدم سمجھ سکتا ہے۔ پس۔ صابر اپنے صبر کی ڈھال سے اپنا بچاؤ کرے گا۔

لہ لیک۔ لیکن میں چونکہ ناچنے اور نمائش سے صابر نہیں ہوں لہٰذا میرے پر میرے دشمن ہیں۔ گر بُدے۔ اگر انسان صابر ہو تو بُرائی پر قدرت ہوتے ہوئے بُرائی نہ کرنا بہت افضل ہے۔ ہمچو۔ میری مثال بچہ کی سی ہے جس کے ہاتھ میں تلوار دینا مناسب نہیں ہے وہ اُسکو غلط استعمال کریگا۔ عقل باید۔ تلوار عقلمند کے ہاتھ میں دینی چاہیئے تاکہ وہ تلوار کا

[1] چوں ندارم عقل تابان و صلاح — پس چرا در چاہ نندازم سلاح
جبکہ میرے پاس روشن عقل اور نیکی نہیں ہے — تو میں ہتھیار کنوئیں میں کیوں نہ پھینک دوں؟

در چہ اندازم کنوں تیغ و مجن — کایں سلاحِ خصمِ من خواہد شدن
اب میں تلوار اور ڈھال کنوئیں میں ڈال رہا ہوں — کیونکہ یہ میرے دشمن کے ہتھیار بن جائینگے

چوں ندارم زور و یاری و سند — تیغ او بستاند و بر من زند
جبکہ میں زور اور مدد اور سہارا نہیں رکھتا ہوں — وہ (دشمن) تلوار چھین لے گا اور مجھ پر چلادے گا

رغمِ ایں نفسِ وقیحہ خوی را — کو نپوشد رو خراشم روی را
اس بدخصلت نفس کی ذلت کے لئے — جو منہ نہیں چھپاتا ہے میں اپنا منہ نوچ رہا ہوں

تا شود کم ایں جمال و ایں کمال — چوں نماند زو کم افتم در وبال
تاکہ یہ حسن اور یہ کمال کم ہو جائے — جب وہ نہ رہیگا تو میں اس کی وجہ سے وبال میں نہ پھنسونگا

چوں بدیں نیت خراشم بزہ نیست — کہ بزخم ایں روی را پوشیدنیست
جبکہ میں اس نیت سے نوچ رہا ہوں کوئی گناہ نہیں ہے — کیونکہ نوچنے سے اس چہرے کی پردہ پوشی ہے

[2] گر دلم خوی ستیری داشتے — روی خوبم جز صفا نفراشتے
اگر میرا دل پردہ پوشی کی عادت رکھتا — تو میرا حسین چہرہ صفائی کو ہی ظاہر کرتا

چوں ندیدم زور و فرہنگ و صلاح — خصم دیدم زود بشکستم سلاح
جبکہ میں نے (اپنے اندر) زور اور سمجھ اور نیکی نہ دیکھی — میں نے دشمن کو دیکھا فوراً ہی اپنے ہتھیار توڑ ڈالے

تا نگردد تیغِ من او را کمال — تا نہ گردد خنجرم بر من وبال
تاکہ میری تلوار اس کا کمال نہ بنے — تاکہ میرا خنجر مجھ پر وبال نہ بنے

میگریزم تا رگم جنباں بود — کے فرار از خویشتن آساں بود
جبتک میری نبض حرکت کرتی رہیگی میں بھاگتا رہونگا — لیکن اپنے آپ سے بھاگنا کب آسان ہے؟

[3] آنکہ از غیرے بود او را فرار — چوں ازو ببرید گیرد او قرار
جس شخص کو غیر سے بھاگنا ہو — وہ جب اس سے جدا ہو گیا تو اسکو سکون ہو گیا

منکہ خصمم ہم منم اندر گریز — تا ابد کارِ من آمد خیز خیز
میں کہ اپنا دشمن خود ہوں، بھاگنے میں — ہمیشہ کے لئے میرا کام ہوگا اٹھ اٹھ

نے بہند ست ایمن و نے در ختن — آنکہ خصمِ اوست سایہ خویشتن
اسکو نہ ہندوستان میں امن ہے اور نہ ختن میں — جس کا دشمن خود اسکا سایہ ہو

---

[1] چوں۔ جبکہ مجھ میں عقل نہیں ہے تو مجھے اپنا ہتھیار یعنی پر کنوئیں میں پھینک دینے چاہئیں۔ چوں ندارم۔ اگر انسان میں تلوار سنبھالنے کی طاقت نہیں ہے تو دشمن اسکی تلوار چھین کر اس کا خاتمہ کر دے گا۔ رغم۔ میں اپنے نفس کو ذلیل کرنے کیلئے اپنے پر اکھاڑ رہا ہوں۔ تا شود تاکہ یہ جمال اور کمال کے اسباب ہی باقی نہ رہیں۔ چوں۔ جبکہ پر اکھاڑنے میں میری یہ مصلحت ہے تو پر نوچنا گناہ نہیں ہے۔

[2] گر دلم۔ اگر مجھ میں پردہ پوشی کی طاقت ہوتی تو پھر میں پر نہ اکھاڑتا۔ چوں ندیدم۔ جب مجھ میں گناہ کے اسباب اختیار کر کے گناہ سے بچنے کی طاقت نہیں ہے تو ان اسباب ہی کو ختم کر رہا ہوں۔ تا نگردد۔ جب مجھ میں طاقت نہیں ہو تو یہ ہتھیار میرے خلاف استعمال ہو جائیگا۔ میگریزم۔ اب جبکہ اپنا دشمن میں خود ہوں تو جب تک بھی جان میں جان ہے میں بھاگتا رہونگا لیکن اپنے آپ سے گریز بہت مشکل ہے۔

[3] آنکہ۔ دوسرے سے بھاگنے میں قرار ممکن ہے جب وہ دور ہو جائے تو ٹھہر سکتا ہے۔ لیکن چونکہ میں خود اپنا دشمن ہوں تو میرا کام ہر وقت دشمن سے بھاگتے رہنا ہے۔ نے بہند۔ نہ میرے لئے ہندوستان میں قرار ممکن ہے نہ ختن میں کیونکہ میرا دشمن سایہ کی طرح میرے ساتھ ہے۔

درصفتِ[1] آں بیخوداں کہ از شرِ خود و ہنرِ خود ایمن شدہ اند

اُن بیخودوں کا بیان جو اپنے شر اور ہنر سے محفوظ ہو گئے ہیں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ

کہ فانی اند در بقائے حق سبحانہٗ ہمچوں ستارگاں کہ فانی

کی بقا میں فانی ہو گئے جس طرح کہ ستارے دن میں سورج کی روشنی

اند بروز در نورِ آفتاب و فانی را خوفِ آفت و خطر نباشد

میں فانی ہیں اور فانی کے لئے آفت کا خوف اور خطرہ نہیں ہوتا ہے

چوں فناش از فقر پیرایہ شود — او محمدؐ وار بے سایہ شود
جبکہ اُس کی فنا، فقر سے آراستہ ہو جائے — وہ محمدؐ کی طرح بغیر سایہ کا ہو جاتا ہے

فقرِ فخری[2] را فنا پیرایہ شد — چوں زبانۂ شمع او بے سایہ شد
فقر میرا فخر ہے، کے لئے فنا زینت بنی — شمع کے شعلے کی طرح وہ بے سایہ ہو گیا

شمع چوں گردد زبانہ پا و سر — سایہ را نبود بگردِ او گذر
شمع جبکہ سر سے پاؤں تک شعلہ بن گئی — اُس کے گرد سایہ کا گذر نہ ہوگا

موم از خویش و ز سایہ در گریخت — در شعاع از بہرِ او کہ شمع ریخت
موم ہستی اور سایہ سے بھاگ گیا — شعاعوں میں اُس کیلئے جس نے شمع بنائی تھی

گفت[3] از بہرِ فنایت ریختم — گفت من ہم در فنا بگریختم
اُس نے کہا میں نے تجھے فنا کیلئے بنایا ہے — اُس نے کہا میں بھی فنا میں دوڑ گیا

ایں شعاعِ باقی آمد مفترض — نے شعاعِ شمعِ فانی عَرَض
یہ باقی (باللہ) شعاع واقعی ہے — نہ کہ فانی ناپائیدار شمع کی شعاع

شمع چوں در نار شد کلّی فنا — نے اثر بینی ز شمع و نے ضیا
شمع جب آگ میں بالکل فنا ہو گئی — تو نہ شمع کا نشان دیکھے گا نہ روشنی

ہست اندر دفعِ ظلمت آشکار — آتشِ صورت بمومے پائدار
تاریکی کو رفع کرنے میں واضح ہے — کہ یہ آگ موم کی صورت سے پائیدار ہے

برخلافِ مومِ شمعِ جسم کاں — تا شود کم گردد افزوں نورِ جاں
جسم کی شمع کے موم کے برخلاف کیونکہ وہ — جس قدر گھٹے گا، جان کا نور بڑھے گا

ایں شعاعِ باقی و آں فانیست — شمعِ جاں را شعلۂ ربانیست
یہ شعاع باقی رہنے والی ہے اور وہ فانی ہے — جان کی شمع کا شعلہ خدائی ہے

[1] در صفت۔ وہ بیخود اپنے ہنر اور شر سے محفوظ ہیں جنھوں نے اپنے وجود کو وجودِ حق میں اس طرح فنا کر دیا ہے جس طرح ستارے دن کے وقت سورج کے نور میں فنا ہو جاتے ہیں۔ چوں فنا۔ جب فنا ذریعۂ فقر حاصل ہو جاتی ہے تو وہ اسی طرح بے سایہ ہو جاتا ہے جس طرح آنحضورؐ تھے۔

[2] فقر فخری۔ چونکہ آنحضورؐ اپنی صفات صفاتِ حق میں فنا کر چکے تھے لہذا اپنی صفات کے اعتبار سے آنحضورؐ کو فقر حاصل تھا جو حضورؐ کے لئے باعثِ فخر تھا تو پھر آنحضورؐ کی شمعِ وجود، شعلۂ شمع کی طرح بے سایہ تھی۔ شمع۔ جب شمع مجسم شعلہ بن جائے تو اُس کا سایہ نہیں رہتا ہے۔ موم۔ شمع کا موم اور سایہ اُس ذات کی شعاعوں میں گم ہو گیا جس نے شمع بنائی تھی۔

[3] گفت۔ شمع ساز نے شمع سے کہا کہ میں نے تجھے فنا کے لئے بنایا تھا اُس نے کہا کہ اسی لئے میں فنا ہو گئی ہوں۔ ایں شعاع۔ یہ خدائی شعاع حقیقی شمع ہے عارضی اور فانی شمع حقیقی نہیں ہے۔ شمع چوں۔ شمع جب اپنے آپ کو آگ میں فنا کر دیتی ہے تو اُس کا کوئی نشان باقی نہیں رہتا یہی حال فانی فی اللہ کا ہے۔ ہست۔ نورِ جان اور نورِ شمع میں فرق ہے: شمع کا نور شمع کے وجود سے وابستہ ہے اور نورِ جان اسیقدر بڑھیگا جس قدر اسکی شمع یعنی جسم گھٹے گا۔ ایں شعاع۔ نورِ جان کی شعاع باقی اور نورِ شمع فانی ہے نورِ جان ربّانی شعلہ سے منور ہے جو قائم و دائم ہے۔

ایں[۱] زبانہ آتشے چوں نور بُود | سایۂ فانی شدن زو دُور بُود

کیونکہ یہ آگ کا شعلہ نُور ہے | فانی ہونے کا سایہ اُس سے دُور ہے

اَبر را سایہ بیفتد بر زمیں | ماہ را سایہ نباشد ہمنشیں

زمین پر اَبر کا سایہ پڑتا ہے | سایہ چاند کا ہمنشین نہیں ہوتا ہے

بیخودی بے اَبریست[۱] اے نیک خواہ | باشی اندر بیخودی چوں قرصِ ماہ

اے نیک خواہ! بیخودی بے اَبر کے ہوجانا ہے | تو بے خودی میں چاند کی طرح ہوگا

باز چوں اَبرے بیاید راندۂ | رفت نور از مہ خیالے ماندۂ

پھر جب کوئی چلتا پھرتا اَبر آجاتا ہے | چاند کا نور چلا جاتا ہے (اُسکا) ایک خیال رہجاتا ہے

از حجابِ[۲] اَبر نورش شد ضعیف | چوں ہلالے گشت آں بدرِ شریف

اِس (چاند) کا نور اَبر کے پردے کیوجہ سے کمزور ہوگیا | وہ چودھویں کا بزرگ چاند پہلی رات کے چاند کیطرح ہوگیا

مہ خیالے می نماید ز اَبر و گرد | اَبرِ تن مارا خیال اندیش کرد

اَبر اور گرد کی وجہ سے چاند ایک خیال معلوم ہونے لگتا ہے | جسم کے اَبر نے ہمیں خیال کرنے والا بنا دیا

لُطفِ مہ بنگر کہ ایں ہم لطفِ اوست | کہ بگفت اُو اَبرہا مارا عدوست

چاند کی مہربانی دیکھو، یہ بھی اُس کی مہربانی ہے | کہ اُس نے کہہ دیا کہ اَبر ہمارے دشمن ہیں

مہ فراغت دارد از اَبر و غبار | بر فراز چرخ دارد مہ مدار

چاند اَبر اور غبار سے پاک ہے | چاند کا محور آسمان کی بلندی پر ہے

اَبر[۳] مارا شد عدوٓ و خصمِ جاں | کہ کند مہ را ز چشمِ ما نہاں

اَبر، ہماری جان کا دشمن اور مخالف ہے | کیونکہ وہ چاند کو ہماری نظر سے چھپا دیتا ہے

حُور را ایں پردہ زالے میکند | بدر را کم از ہلالے می کند

یہ پردہ حُور کو بوڑھی عورت بنا دیتا ہے | چودھویں کے چاند کو پہلی رات کے چاند سے کمتر کر دیتا ہے

ماہ مارا در کنارِ عز نشاند | دشمنِ مارا عدوّے خویش خواند

چاند نے ہمیں عزت کے پہلو میں بٹھا دیا | ہمارے دشمن کو اپنا دشمن کہہ دیا

اَبر را تابے اگر ہست از مہ آست | ہر کہ مہ خواند اَبر را اُو گمرہ است

اَبر میں اگر کوئی روشنی ہے تو وہ چاند کیوجہ سے ہے | جو اَبر کو چاند کہے، وہ گمراہ ہے

۱؎ ایں زبانہ۔ جس طرح نور ہونے کے وقت آگ کے شعلہ سے فنا کا سایہ دُور ہو جاتا ہے اِسی طرح جب جانؔ عین نورِ حق ہوجاتی ہے تو فنا کا سایہ اُس سے دُور ہو جاتا ہے۔ اَبر۔ اَبر چونکہ کثیفؔ ہے اُس کا سایہ ہوتا ہے چاندؔ نورِ خالص ہے اُس کے ساتھ سایہ نہیں ہوتا ہے۔ بیخودی۔ جب جان مقامِ فنا حاصل کرلیتی ہے تو اُس کی کثافت دُور ہوجاتی ہے اور وہ چاند کی طرح ہوجاتی ہے۔ باز۔ اگر روح میں کسی وقت خودی کی کیفیت پیدا ہوتی ہے تو اُس میں اَبر جیسی کثافت پیدا ہوجاتی ہے نور جاتا رہتا ہے اور اُس نور کا محض ایک خیالی وجود رہ جاتا ہے۔

۲؎ از حجابِ اَبر۔ جس طرح چاند کا نور اَبر کی وجہ سے کمزور پڑجاتا ہے اور چودھویں کا چاند پہلی رات کا سا چاند نظر آنے لگتا ہے۔ یہی خودی کی صورت میں نورِ جان کی کیفیت ہوجاتی ہے۔ مہ۔ اَبر اور گرد کے حجاب کی وجہ سے چاند کی ایک خیالی صورت رہجاتی ہے یہی حال جسم کے اَبر کیوجہ سے نورِ جانؔ کا ہے۔ لطف۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ تن پروروں کو اُس نے اپنا دشمن قرار دیا حالانکہ اُن کے خدا کے دشمن ہونے کے کوئی معنی نہیں ہیں کیونکہ اُنکی خدا سے دشمنی متصور نہیں ہوسکتی وہ تو مومنین کے دشمن ہیں۔ مہ۔ چاند پر گرد و غبار کا کوئی اثر نہیں ہے

وہ تو دیکھنے والوں کی آڑ ہے ——— ۳؎ اَبر۔ اَبر، دیکھنے والے کا دشمن ہے کیونکہ اُسکی نگاہ سے چاند کو چھپا دیتا ہے۔ حور زا۔ یہ اَبر ہماری نظر میں ایک خوبصورت چیز کو بدنما بنا تا ہے اِس چاند کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا ہے۔ زال۔ بڑھی۔ ماہ۔ خدا نے ہمارے دشمن کو اپنا دشمن قرار دیکر ہماری عزت افزائی کی ہے۔ اَبر را۔ تعینات میں ۲

[illegible]

نورِ مہ[1] بر ابر چوں منزل شدست
چاند کا نور چونکہ ابر پر پڑ گیا ہے

رُوی تاریکش ز مہ مُبدّل شدست
اُس کا تاریک چہرہ چاند کی وجہ سے تبدیل ہو گیا ہے

گرچہ ہمرنگِ مہ آمد دولتی ست
(ابر) اگرچہ چاند کا ہمرنگ ہے اور صاحبِ دولت ہے

اندر ابر آں نورِ مہ عاریتی ست
(لیکن) ابر میں چاند کا نور عارضی ہے

در قیامت مہر و مہ معزول شُد
قیامت میں چاند اور سورج معزول ہو گئے

چشم در اصلِ ضیا مشغول شُد
آنکھ اصل روشنی میں مشغول ہو گئی

تا بداند مِلک را از مُستعار
تاکہ ملکیت کی چیز کو مانگی ہوئی سے ممتاز کرے

ویں رُباطِ فانی از دار القرار
اور اس فانی سرائے کو ہمیشگی کے گھر سے

دایہ[2] عاریت بُود روزے سہ چار
دایہ تین چار روز کے لئے عارضی ہوتی ہے

مادرا ما را تو گیر اندر کنار
اے اماں! تو ہمیں گود میں لے لے

پَرِ من ابرست و پردست و کثیف
میرے پَر ابر ہیں اور پردہ اور غلیظ ہیں

زانعکاسِ لُطفِ حق شُد او لطیف
اللہ کے لُطف کے مُنعکس ہونے سے وہ لطیف بن گئے ہیں

بر کنم پَر را و لطفش را ز راہ
میں پروں اور اُس کے لطف کو راستہ سے ہٹاتا ہوں

تا بہ بینم حُسنِ مہ را ہم ز ماہ
تاکہ میں چاند کا حُسن چاند سے دیکھوں

من نخواہم دایہ مادر خوشترست
میں دایہ نہیں چاہتا، ماں بہتر ہے

موسیِٔم من دایۂ من مادرست
میں موسیٰ ہوں، میری دایہ ماں ہے

من نخواہم لُطفِ مہ از واسطہ
میں چاند کا لُطف بالواسطہ نہیں چاہتا ہوں

کہ ہلاکِ خَلق شد ایں رابطہ
کیونکہ یہ واسطہ لوگوں کیلئے ہلاکت کا سبب بنا ہے

یا مگر[3] ابرے بگیرد خُوی ماہ
یا ابر، چاند کی خصلت حاصل کرے

تا نگردد او حجابِ رُوی ماہ
تاکہ وہ چاند کے چہرے کا پردہ نہ بنے

صورتش بنماید او در وصفِ لا
وہ اپنی صورت "لا" کی صفت میں دکھائے

ہمچو جسمِ انبیا و اولیا
جس طرح کہ انبیاء اور اولیاء کا جسم ہے

آں چناں ابرے نباشد پردہ بند
ایسا ابر حجاب نہیں بنتا ہے

پردہ در باشد بمعنیٰ سُود مند
حقیقتاً پردے کو چاک کرنے والا (اور) مفید ہوتا ہے

جیسے انبیاء اور اولیاء ہوتے ہیں۔ آنچناں۔ ایسی شخصیت، پردہ نہیں ہوتی ہے بلکہ وہ پردے کو چاک کرنے والی ہوتی ہے۔

[1] نورِ مہ۔ تعینات کا وجود وجودِ مُطلق کا سایہ اور عکس ہے۔ گرچہ۔ ابر کو اگرچہ چاند کی ہمرنگی حاصل ہو گئی ہے لیکن یہ عارضی ہے۔ در قیامت۔ جب صرف ذاتِ حق باقی رہ جائے گی تب سب کو یقین آ جائے گا کہ دوسری چیزوں کا وجود محض عارضی تھا۔ رباط۔ سرائے یعنی دنیا۔ دار القرار۔ عالمِ آخرت۔

[2] دایہ۔ وہ چیزیں جن سے دنیا میں انسان فائدہ اُٹھاتا ہے۔ مادرا۔ یعنی حضرت حق تعالیٰ جس کی ہر حالت میں معیت حاصل ہے۔ پرِ من۔ یہ صورت کا مقولہ ہے یعنی دنیاوی چیزیں اور صوری صفات میرے لئے بمنزلہ ابر کے پھنسی ہیں، اُن کو دور کر کے میں چاند کے حُسن کو براہِ راست مشاہدہ کرنا چاہتا ہوں۔ من نخواہم۔ یہ عارضی صورتیں مجھے درکار نہیں ہیں میں موسیٰ صفت ہوں میں دایہ کا خواہشمند نہیں ہوں براہِ راست ماں سے مستفید ہونا چاہتا ہوں۔ من نخواہم۔ میں مظاہر کے ذریعہ ظاہر کا جلوہ نہیں چاہتا ہوں براہِ راست اُس کا جلوہ چاہتا ہوں، مظاہر میں پھنس کر لوگ تباہ ہوئے ہیں۔

[3] یا مگر۔ اگر ذاتِ حق سے بواسطہ استفادہ ہو تو ایسے شیخ کے ذریعہ ہو جو باقی باللہ ہو تاکہ وہ حجاب نہ بن سکے۔ صورتش۔ جس کا وجود باقی باللہ ہو اور اپنی ذات کے اعتبار سے فانی ہو۔

آں چناں کاندر صباحِ روشنی [1]
جس طرح کہ روشنی کی صبح میں

قطرہ می بارید و بالا ابرنی
بارش ہو اور اوپر ابر نہ ہو

معجزِ پیغمبری بود آں سقا
وہ سیرابی پیغمبر کا معجزہ تھی

گشتہ ابر از محو ہمرنگِ سما
فنا کی وجہ سے ابر آسمان کا ہمرنگ ہو گیا تھا

گشتہ ریزاں قطرہ قطرہ از سما
بوندیں آسمان سے ٹپکیں

گفتہ آمد شرحِ آں در ماجرا
اُس کی تشریح پہلے گزر چکی ہے

بود ابر و رفتہ از وے خوی ابر
ابر تھا لیکن اُس سے ابر کی صفت جاتی رہی

ایں چنیں گردد تنِ عاشق بصبر
عاشق کا جسم صبر کے ذریعہ ایسا ہی ہو جاتا ہے

تن بود اما تنی گم گشت ازو
جسم ہوتا ہے لیکن جسمیت اُس سے گم ہو جاتی ہے

گشتہ مُبدل رفتہ از وے رنگ و بو
وہ تبدیل ہو گیا اُس کا رنگ و بو جاتا رہا

پرّ پئے غیرست سر از بہرِ من [2]
پَر غیر کے لئے ہیں، سَر میرے لئے ہے

خانۂ سمع و بصر اُستونِ تن
(وہ سَر) سمع اور بصر کا خانہ ہے (اور) جسم کا ستون ہے

جاں فدا کردن برائے صیدِ غیر
دوسرے کے شکار کے لئے جان قربان کرنا

کفرِ مطلق داں و نومیدی ز خیر
پورا کفر سمجھ اور خیر سے ناامیدی

ہیں مشو چوں قند پیشِ طوطیاں
خبردار! ایسا نہ بن جیسے کہ طوطیوں کے سامنے شکر

بلکہ زہرے شو شوا یمن از زیاں
بلکہ زہر بنجا، نقصان سے محفوظ ہو جا

یا پئے احسنت و شاباش و خطاب
یا احسنت اور شاباش اور خطاب کے لئے

خویشتن مُردار کُن پیشِ کلاب
اپنے آپ کو کتوں کے سامنے مُردار بنا دے

پس خضر کشتی برائے آں شکست [3]
حضرؑ نے کشتی اس لئے توڑی

تا کہ آں کشتی ز غاصب باز رست
کہ وہ غاصب (بادشاہ) سے بچ گئی

فقر فخری بہرِ آں آمد سنی
"فقر میرا فخر ہے" اسی لئے بہتر بنا

تا ز طماعاں گریزم در غنی
تاکہ لالچیوں سے (اللہ) غنی کی جانب گریز کروں

گنجہا را در خرابی زاں نہند
خزانوں کو ویرانے میں اسی لئے رکھتے ہیں

تا ز حرصِ اہلِ عمراں وا رہند
تاکہ آبادی والوں کی حرص سے نجات پاجائیں

---

[1] آں چناں۔ شیخ کامل ابر ہے لیکن ایسا ابر ہے جو آسمان کے ہمرنگ ہو چکا تھا۔ بارش برستی نظر آرہی تھی اور ابر نظروں سے غائب تھا جیسا کہ آنحضورؐ کے اس معجزہ میں مذکور ہو چکا ہے جو پہلے ذکر کر دیا گیا ہے۔ بود۔ اس معجزہ میں ابر تھا لیکن اس میں ابر کی صفات باقی نہ تھیں جب عاشق صبر کر لیتا ہے تو اس کے جسم کی بھی یہی حالت ہو جاتی ہے کہ بظاہر جسم ہے لیکن انہیں جسمانیت نہیں ہے۔

[2] پرّ۔ یہ بھی مور کا مقولہ ہے کہ میرے لئے پَر عزیز نہیں ہیں سَر عزیز ہے کیونکہ پَروں سے غیر لطف اندوز ہوتے ہیں اور سَر سے میری بینائی اور سماعت اور وجود کا تعلق ہے۔ جاں فدا کردن۔ دوسروں کے لطف کی خاطر جان قربان کرنا بیوقوفی ہے۔ ہیں۔ دنیاداروں کیلئے شکر نہ بن بلکہ زہر بن۔ یا پئے۔ اگر لوگوں کی تحسین و آفرین چاہتا ہے تو ان دنیاداروں کی خاطر اپنے آپ کو مُردار بنالے جو کسی طرح مناسب نہیں ہے۔

[3] پس۔ حضرت خضرؑ نے سالم کشتی کو اسی لئے عیبدار بنا دیا تھا کہ وہ دنیا دار ظالموں کی دست بُرد سے محفوظ رہ سکے۔ فقر فخری۔ آنحضورؐ نے فقر کو اپنا فخر اس لئے قرار دیا ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے انسان لالچی چوروں سے محفوظ رہتا ہے۔ گنجہا۔ خزانہ ویرانہ میں اسی لئے مدفون کرتے ہیں تاکہ حریص وہاں تک نہ پہنچ سکیں۔

٦

پُر نتانی کند رو خلوت گزین — تا نگردی جملہ خرجِ آن و این

تو پر نہیں اُکھاڑ سکتا ہے، جا خلوت اختیار کرلے — تاکہ تو اِس اور اُس کا خرچہ نہ بنے

زانکہ تو ہم لقمہ، ہم لقمہ خوار — آکل و ماکولی اے جان ہوشدار

کیونکہ تو لقمہ بھی ہے اور لقمہ کھانیوالا بھی ہے — اے پیارے ہوش کر: تو کھانے والا اور غذا ہے

دَر بیان آنکہ ماسوائے اللہ تعالیٰ ہر چیزے آکل و ماکول ست

اس کا بیان کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ ہر چیز کھانے والی اور غذا ہے

ہمچو آں مرغے کہ قصدِ صیدِ ملخ میکرد و بصیدِ ملخ مشغول بود

اُس پرند کی طرح جو ٹڈی کے شکار کرنے کا ارادہ کرتا ہے اور ٹڈی کے شکار میں مشغول

و غافل بود از باز گرسنہ کہ از پسِ قفایِ اُو قصدِ صیدِ او

ہوتا ہے اور اُس بھوکے باز سے غافل ہوتا ہے جو اُس کے پس پشت اُس کے شکار کر لینے کا

داشت اکنوں اے آدمی صیادِ آکل از صیادِ و آکلِ خود

ارادہ رکھتا ہے، اب اے کھانیوالے شکاری انسان اپنے شکاری اور کھانیوالے سے مطمئن نہ

ایمن مباش کہ اگرچہ نمی بینی اَش بنظرِ چشم بنظرِ دلیل و

بن کیونکہ اگرچہ تو اُس کو آنکھ کی نگاہ سے نہیں دیکھتا ہے دلیل اور عبرت کی

عبرتش می بین تا چشمِ تیرہ باز شود انشاء اللہ تعالیٰ

نظر سے دیکھ لے تاکہ تیری بے نور آنکھ کُھل جائے اگر خدا چاہے

مُرغکے اندر شکارِ کرم بُود — گربہ فرصت یافت اُو را در ربود

ایک چھوٹا سا پرندہ کیڑے کے شکار میں مصروف تھا — بلی کو موقع ملا، وہ اُس کو اُچک لے گئی

آکل و ماکول بود اُو بے خبر — در شکارِ خود ز صیادِ دگر

وہ کھانے والا اور لقمہ تھا اور بے خبر تھا — اپنے شکار میں، دوسرے شکاری سے

دُزد گرچہ در شکارِ کالہ است — شحنہ با خصمانش در دُنبالہ است

چور اگرچہ سامان کے شکار میں مصروف ہے — کوتوال مع اُسکے دشمنوں کے اُسکے درپے

عقلِ اُو مشغولِ رخت و قفلِ در — غافل از شحنہ است و از آہِ سحر

اُس کی عقل سامان اور دروازے کے قفل میں مشغول ہے — وہ کوتوال اور صبح کی آہ سے بے خبر

اُو چناں غرق ست در سودائے خود — غافل ست از طالب و جویائے خود

وہ اپنی دھن میں ایسا غرق ہے — کہ اپنے طالب اور جویا سے غافل ہے

له پُر نتانی کند۔ اگر تو اپنے پر نہ اُکھاڑ سکے تو پھر خلوت اختیار کرلے تاکہ چھڑوانے کا موقع ہی نہ رہے اور دوسرے ہضم نہ کر جائیں۔ زانکہ۔ جو انسان دوسروں کو پھنساتا ہو وہ خود بھی پھنس جاتا ہے دنیا کی ہر چیز دوسرے کا لقمہ اور دوسرے کو لقمہ بنانے والی ہے۔

له در بیان۔ تمام کائنات میں تنازع للبقاء ہے ہر چیز دوسری چیز کو کھاتی ہے اور پھر کھانے والی چیز دوسری چیز کی غذا بن جاتی ہے ایک چڑیا کیڑے کا شکار کرتی ہے اور اس سے غافل ہے کہ باز اس کا شکار کرنے کی فکر میں ہے جو انسان شکاری دوسرے کو کھانے والا ہے اُس کو اپنے کھانے والے سے بے فکر نہ ہونا چاہیئے خود اُس کو کھانے والا اگرچہ نظر نہیں آتا ہے لیکن اس کو عقل کی آنکھ سے دیکھنا چاہیئے۔ کرم۔ کیڑا۔

له آکل۔ پرند کیڑے کو کھا رہا تھا لیکن وہ خود بلی کی خوراک تھا جس سے وہ غافل تھا۔ دزد۔ چور سامان کے درپے ہے اور کوتوال چور کے درپے ہے۔ شحنہ۔ کوتوال۔ آہ سحر۔ یعنی مظلوم کی صبح کی بددعا۔ اُو چناں۔ چور اپنی دھن میں اس قدر منہمک ہے کہ اپنے دشمن سے بالکل غافل ہے۔

گر حشیش[1] آبِ زلالے میخورد
اگر گھاس نیر پانی پیتی ہے

معدۂ حیوانش درپے میچرد
بعد میں اُس کو حیوان کا معدہ چَر لیتا ہے

آکل و ماکول آمد آں گیاہ
وہ گھاس، کھانے والی اور غذا بن گئی

ہمچنیں ہر ہستیِ غیر اِلٰہ
خدا کے سوا ہر موجود ایسا ہی ہے

وَھُوَ یُطْعِمُکُمْ وَلَا یُطْعَمُ چو اوست
چونکہ وہ تمہیں کھلاتا ہے اور کھلایا نہیں جاتا ہے

نیست حق ماکول و آکل لحم و پوست
تو اللہ (تعالیٰ)، غذا اور گوشت پوست کا کھانیوالا نہیں ہے

آکل و ماکول کے ایمن بود
کھانیوالا اور غذا بنجانے والا کب مطمئن ہو سکتا ہے؟

زآکلے کاندر کمیں ساکن بود
اُس کھانیوالے سے جو گھات میں بیٹھا ہوا ہے

امنِ ماکولاں جذوبِ ماتم ست
کھائے جانیوالوں کا اطمینان رنج کا سبب ہے

رو بداں درگاہ کو لا یُطْعَم ست
اُس درگاہ میں جا جو "کھلایا نہیں جاتا" ہے

ہر خیالے را خیالے میخورد
ہر خیال کو ایک خیال کھا جاتا ہے

فکر آں فکرِ دگر را می چرد
اُس کا فکر دوسرے فکر کو چر جاتا ہے

تو نتانی[2] کز خیالے وارہی
تو نہیں کر سکتا کہ خیال سے نجات پا جائے

یا بخسپی تا ازاں بیروں جہی
یا سو جائے، تاکہ اُس سے باہر نکل جائے

فکر زنبور ست و آں خواب تو آب
تیرا خیال شہد کی مکھی ہے اور نیند، پانی ہے

چوں شوی بیدار باز آید ذباب
جب تو جاگے گا پھر مکھی آجائے گی

چند زنبورِ خیالی در پرد
خیال کی بہت سی مکھیاں اُڑتی ہیں

میکشد ایں سو و آنسو می برد
اِدھر کھینچتی ہیں اور اُدھر لے جاتی ہیں

کمترین[3] آکلانست ایں خیال
یہ خیال کھا جانے والوں میں سے سب سے چھوٹا ہے

واں دگرہا را شناسد ذوالجلال
دوسرے (کھانے والوں) کو خدا جانتا ہے

ہیں گریز از جوقِ اَکّالِ غلیظ
خبردار! بھاری، زیادہ کھانیوالوں کی جماعت سے بھاگ

سوئے او کہ گفت ہستیمت حفیظ
اُس کی جانب جس نے فرمایا ہے ہم تیری حفاظت کرنے والے ہیں

یا بسوئے آنکہ او ایں حفظ یافت
یا اُس کی جانب جس نے یہ حفاظت حاصل کر لی ہو

گر نتانی سوئے آں حافظ شتافت
اگر تو اُس حفاظت کرنیوالے کی جانب نہیں دوڑ سکتا ہو

---

[1] گر حشیش - اگر گھاس پانی کو ہضم کرتی ہے تو حیوان کا معدہ اُس کو ہضم کر ڈالتا ہے۔ غیر اِلٰہ - خدا کے علاوہ ہر چیز دوسرے کو فنا کرتی ہے اور اُس کو دوسری چیز فنا کر ڈالتی ہے۔ وَھُوَ یُطْعِمُکُمْ - اللہ کی شان ہے کہ وہ دوسروں کو غذا عطا کرتا ہے خود غذا سے بے نیاز ہے۔ آکل و ماکول - دنیا کی کوئی چیز اپنے نگل جانے والے سے مطمئن نہیں ہو سکتی ہے۔ اَمن - اِن فانی چیزوں کا اپنی فنا سے مطمئن رہنا بڑی مصیبت ناک چیز ہے اس معاملہ میں اللہ کی جانب رجوع ضروری ہے۔ ہر خیالے - یہ بات صرف مادّیات میں ہی نہیں ہے بلکہ ایک خیال دوسرے خیال کو کھا جاتا ہے۔

[2] تو نتانی - انسان سارے ہی خیالات سے کسی طرح نجات نہیں پاتا ہے اگر انسان خیالات کو ختم کرنے کے لئے سو بھی جاتا ہے تو وہ خیالات اُن شہد کی مکھیوں کی طرح باقی رہتے ہیں جو کسی غوطہ خور کی فکر میں باہر اُڑ رہی ہیں تاکہ اُس کے پانی سے باہر نکلنے پر اُس کو چمٹ جائیں۔ چند زنبور - انسان خیالات کی کشش میں مُبتلا رہتا ہے ایک خیال اُس کو ایک جانب کھینچتا ہے تو دوسرا خیال اُس کو دوسری جانب کھینچتا ہے۔

[3] کمترین - انسان کو کھانے والی چیزوں میں سے خیالات کمتر درجہ کی چیز ہیں جب اُن کا یہ حال ہے تو بڑی چیزوں کی حالت خدا ہی کو معلوم ہے۔ ہیں - انسان کو ان تباہ کن چیزوں سے بچنے کے لئے خدا کی پناہ حاصل کرنا ضروری ہے۔ یا بسوئے - اگر تم اپنا رابطہ براہِ راست خدا سے نہیں قائم کر سکتے ہو تو کسی برگزیدہ شیخ کو واسطہ بنا لو۔

دستِ[1] را مسپار جز در دستِ پیر — حق شدست آں دست او را دستگیر
شیخ کے ہاتھ کے سوا کسی کا ہاتھ نہ پکڑ — اُس کے ہاتھ کا اللہ تعالیٰ ہاتھ پکڑنے والا بنا ہے

پیرِ عقلت کودکے خوکردہ است — از جوارِ نفس کاندر پردہ است
تیری عقل کے پیر نے بچکانہ عادت ڈال لی ہے — اُس نفس کے پڑوس کی وجہ سے جو پردے میں ہے

عقلِ کامل را قریں کن با خرد — تاکہ باز آید خرد زاں خوئے بد
عقلِ کامل کو عقل کا ساتھی بنالے — تاکہ عقل، اُس بری عادت سے باز آجائے

چونکہ دستِ خود بدستِ او نہی — پس ز دستِ آکلاں بیروں جہی
جبکہ تو اپنا ہاتھ اُس کے ہاتھ پر رکھ دے گا — تو کھانے والوں کے ہاتھ سے باہر نکل جائے گا

دستِ تو از اہلِ آں بیعت شود — کہ یَدُ اللہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ بُوَد
تیرا ہاتھ اُن بیعت کرنیوالوں میں سے ہوجائیگا — کہ جن کے ہاتھوں پر خدا کا ہاتھ ہوتا ہے

چوں[2] بدادی دستِ خود در دستِ پیر — پیرِ حکمت کو علیم ست و خبیر
جب تونے اپنا ہاتھ شیخ کے ہاتھ میں پکڑا دیا — وہ پیرِ حکمت ہے کیونکہ وہ دانا اور باخبر ہے

کو نبیِ وقتِ خویش ست اے مرید — زانکہ زو نورِ نبی آید پدید
اے مُرید! وہ اپنے وقت کا نبی ہے — کیونکہ اُس سے نبی کا نور جھلکتا ہے

در حدیبیہ شدی حاضر بدیں — واں صحابہ بیعتی را ہم قریں
تو اِس وجہ سے حدیبیہ میں پہنچ گیا — اور اُن بیعت کرنے والے صحابہ کا ساتھی بھی بن گیا

پس زدہ[3] یارِ مبشر آمدی — ہمچو زر دہ دہی خالص شدی
تو تو "عشرۂ مبشرہ" صحابہ میں سے ہوگیا — خالص سونے کی طرح تو خالص بن گیا

تا معیت راست آید زانکہ مرد — با کسے جفت ست کو را دوست کرد
تاکہ (خدا کی) معیت حاصل ہوجائے کیونکہ انسان — اُس کا ساتھی ہے جس کو اُس نے دوست بنایا ہو

ایں جہان و آں جہاں با او بود — ویں حدیثِ احمدِ خوش خو بود
یہ جہان اور وہ جہان اسکے ساتھ ہوگا — یہ خوش خلق، احمدؐ کی حدیث ہے

گفت اَلْمَرْءُ مَعَ مَحْبُوْبِہٖ — لَا یُفَکُّ الْقَلْبُ مِنْ مَطْلُوْبِہٖ
فرمایا، انسان اپنے محبوب کے ساتھ ہے[4] — قلب اپنے مطلوب سے جدا نہیں ہوتا ہے

---

[1] دست مسپار۔ لیکن یہ ہاتھ حقیقی شیخ کے ہاتھ میں پکڑا دے کیونکہ اُس کے ہاتھ کو اللہ کی دستگیری حاصل ہے۔ پیرِ عقلت۔ تیری عقل بچکانہ عادت رکھتی ہے کیونکہ وہ پوشیدہ نفس کے پڑوس میں ہے۔ عقلِ کامل۔ تو اپنی عقل کو شیخ کی عقل سے وابستہ کردے، وہ بچکانہ عادت چھڑا دے گا چونکہ جب تو شیخ کے ہاتھ میں ہاتھ دیگا وہ تجھے برباد کرنے والی چیزوں سے بچالے گا۔

[2] چوں بدادی۔ جب تو شیخ کی ہدایت کا پابند بنے گا تب تجھے تجربہ ہوگا وہ تجربہ کار ہے۔ تو شیخِ وقت کو نبی کا پرتو حاصل ہوتا ہے۔ در حدیبیہ۔ حدیبیہ کے مقام پر آنحضورؐ نے بیعتِ رضوان لی تو اللہ تعالیٰ نے آنحضورؐ کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ قرار دیا شیخ سے بیعت کرنے کے بعد تجھے بھی ویسی ہی فضیلت حاصل ہوجائے گی جیسی بیعت الرضوان کرنے والوں کو حاصل ہوئی تھی۔ [3] دہ یارِ مبشر۔ عشرۂ مبشرہ وہ دس صحابہ جن کو آنحضورؐ نے انکی زندگی میں جنت کی بشارت دیدی تھی۔ چار خلیفہ حضرت زبیرؓ حضرت طلحہؓ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ حضرت ابو عبیدہؓ حضرت سعد بن وقاصؓ حضرت سعیدؓ بن زید۔ دہ دہی۔ وہ خالص سونا ہوتا ہے جو تپانے سے بھی وزن کا رہے جس وزن کا وہ تھا۔ [4] گفت۔ حدیث شریف ہے۔ اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ "انسان اُس کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے"۔ یہ حکم دنیا اور آخرت دونوں کے لئے ہے۔

ہر کجا دام ست و دانہ کم نشیں
جہاں کہیں دانہ اور جال ہے ، نہ بیٹھ

روز زبوں گیر از زبوں گیراں ببیں[1]
جا عاجزوں کو پھنسانیوالوں میں کسی عاجز کو پھنسانیوالے کو دیکھ

اے زبوں گیرِ زبوناں ایں بداں
اے عاجزوں پر ظلم کرنے والے ، یہ سمجھ لے

دست ہم بالای دست ست اے جواں
کہ تیرے ہاتھ کے اوپر بھی ہاتھ ہے اے جوان!

بگسل آں حیلے کہ حرص ست و حسد
اُس رسی کو توڑ دے جو حرص اور حسد ہے

یاد کن فی جیدِھا حبلٌ مّسد
"اُسکے گلے میں مونج کی رسی ہے" کو یاد کرلے

دل فراز از دام واجب دیدہ است
دل نے جال سے علیحدگی ضروری بھی ہے

دام تو خود بر پرت چفسیدہ است
تیرا جال خود تیرے پروں پر چپاں ہے

تو زبونی یا زبوں گیر اے عجب[2]
تعجب ہے تو عاجز ہے یا عاجز پر ظلم کرنیوالا

باش تو ترساں و لرزاں در طلب
تو طلب میں ترساں اور لرزاں رہا کر

آکل و ماکولی اے مرغِ عجب
اے عجیب پرند! تو کھانیوالا اور کھایا ہوا ہے

ہم تو صید و صید گیر اندر طلب
تو طلب میں شکار بھی ہے اور شکاری بھی

حرصِ صیادی ز صیدے مغفل ست
شکاری پن کی حرص شکار بن جانے سے غافل کرنیوالی ہو

دلبری میکند کو بیدل ست
وہ دلبری کر رہا ہے جو خود بیدل ہے

بینَ ایدِی خلفھم سدًا مباش
تو اُن میں سے نہ بن جن کے آگے اور پیچھے دیوار ہے

کہ نہ بینی خصم را واں خصم فاش
کیونکہ تو دشمن کو نہیں دیکھتا ہے اور وہ دشمن ظاہر ہے

تو کم از مرغے مباش اندر نشید[3]
تو سیٹی سننے میں پرندے سے کم نہ بن

بین ایدی خلف عصفورے بدید
چڑیا آگے اور پیچھے دیکھتی ہے

کم ز عصفورے نہ بنگر کہ آں
تو چڑیا سے کم نہیں ہے ، دیکھ وہ

بین ایدی خلف چوں بیند عیاں
آگے اور پیچھے کھلا دیکھ لیتی ہے

چوں بنزدِ دانہ آید پیش و پس
جب دانہ کے پاس آتی ہے آگے اور پیچھے

چند گرداند سر و رو آں نفس
اُس وقت سر اور چہرے کو کس قدر گھماتی ہو

کاے عجب پیش و پسم صیاد ہست
کہ کہیں میرے آگے اور پیچھے شکاری تو نہیں ہے؟

تا کشم از بیمِ او زیں لقمہ دست
تاکہ اُس کے ڈر سے اس لقمہ سے ہاتھ کھینچ لوں

تو بہ بیں پس قصۂ فجار را
تو بدکاروں کے قصہ کو پیچھے دیکھ لے

پیش بنگر مرگِ یار و جار را
آگے یار اور پڑوسی کے مرنے کو دیکھ لے

---

[1] روز - دنیا میں کمزوروں پر ظلم کرنیوالوں کا حال دیکھ لے ۔ اے زبوں ۔ کمزوروں پر ظلم کرنے والوں کو یہ جان لینا چاہیئے کہ کوئی نہ کوئی اُس سے بھی زیادہ طاقتور ہوگا ۔ بگسل ۔ مولانا نے ابولہب کی بیوی کے گلے کی رسی کو حرص اور حسد کی رسی قرار دیا ہے ۔ دل فراز : جبکہ عقلاً جال سے جدائی ضروری ہو تو تیرا جال خود تیرے پر کی سے چپکا ہوا ہے ۔

[2] تو زبونی ۔ ہر انسان کو احتیاط کے ساتھ غور کرنا چاہیئے کہ وہ مظلوم ہے یا ظالم ۔ آکل و ماکول ۔ ہر انسان کھانے والا اور دوسرے کی خوراک ہے لہٰذا وہ خود شکار بھی ہو اور شکاری بھی ہے ۔ حرص ۔ انسان کی شکاری پن کی عادت اُس کو خود شکار بن جانے سے غافل بنائے ہوئے ہے وہ دوسروں کا دل چُراتا ہے اور خود اُس کا دل چوری ہو چکا ہے ۔ بین ایدی ۔ انسان کو ایسا غافل نہ ہونا چاہیئے کہ اُس کے سامنے غفلت کی ایسی دیوار ہو جو کھلے ہوئے دشمن کو بھی نہ دیکھنے دے ۔

[3] تو کم ۔ چڑیا اپنے پھنسنے کے خوف سے اِدھر اُدھر کو دیکھ لیتی ہے ۔ کم ز عصفورے ۔ چڑیا آگا پیچھا دیکھ لیتی ہے تو چڑیا سے کم نہ بن ۔ کاے عجب ۔ وہ چڑیا اسلئے اِدھر اُدھر دیکھتی ہو کہ کوئی شکاری تو نہیں ہے تاکہ دانہ سے قطع نظر کروں ۔ تو بہ بیں ۔

انسان کو بدکاروں کے انجام اور نقصان دوسروں کی صورتحال کو دیکھ کر بچنا چاہیئے

کہ[۱] ہلاکت دادشاں بے آلتے
کہ اُنھیں (اللہ تعالیٰ) نے بلا آلہ کے ہلاک کر دیا
اُو قرینِ تُست در ہر حالتے
وہ ہر حالت میں تیرے ساتھ ہے

حق شکنجہ کرد و گُرز و دست نیست
اللہ (تعالیٰ) نے شکنجہ میں کس دیا اور گُرز اور ہاتھ نہیں ہے
پس بدان بے دست حق داور کُنیست
تو سمجھ لے اللہ (تعالیٰ) بغیر ہاتھ کے سزا دینے والا ہے

آنکہ میگفتے اگر حق ہست کو
وہ جو کہتا تھا کہ اگر اللہ ہے تو کہاں ہے؟
در شکنجہ اُو مُقر می شُد کہ ہُو
شکنجہ میں وہ مُقر ہو گیا کہ وہ ہے

وآنکہ میگفت ایں بعید ست و عجیب
وہ جو کہتا تھا کہ یہ بعید اور عجیب ہے
اشک میراند و ہمیگفت اے قریب
وہ آنسو بہاتا ہے اور کہتا ہے اے نزدیک!

آنکہ عجز از کارِ حق کارش نبود
وہ جس کا کام سوائے اللہ (تعالیٰ) کے انکار کے کچھ نہ تھا
بُرد حسرت عاقبت بے ہیچ سُود
انجام کار بلا فائدہ ... لے ... حسرت کی

درنگر[۲] احوالِ فرعون و ثمود
فرعون اور ثمود کے احوال دیکھ لے
قومِ لوطؑ و قومِ صالحؑ قومِ ہُودؑ
قومِ لوطؑ اور قومِ صالحؑ اور قومِ ہودؑ کے

حالِ نمرودِ ستمگر درنگر
ظالم نمرود کی حالت دیکھ لے
در مآلِ قومِ نوحؑ افگن نظر
قومِ نوحؑ کے انجام پر نگاہ ڈال لے

تا بدانی حق سمیع ست و علیم
تاکہ تو جان لے کہ اللہ (تعالیٰ) سمیع اور علیم ہے
فارغ ست از ترس و پاک از باک و بیم
وہ خوف سے بے نیاز ہے اور ڈر اور پروا سے پاک ہے

بر کنم من بیخ ایں منحوس دام
میں اس منحوس جال کی کھونٹی اکھاڑ رہا ہوں
از پئے کامے نباشم تلخ کام
مقصد کے لئے (تاکہ) میں ناکام نہ بنوں

درخورِ[۳] عقلِ تو گفتم ایں جواب
تیری عقل کے مناسب میں نے یہ جواب دیدیا
فہم کُن وز جستجو رُو بر متاب
سمجھ لے اور جستجو سے مُنہ نہ موڑ

سببِ کُشتنِ ابراہیم علیہ السّلام زاغ را کہ آں اشارہ بقمعِ کدام صفت بُود از صفاتِ مذمومۂ مُہلکہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا کوّے کو مارنے کا سبب کہ وہ مہلک صفات میں سے کونسی صفت کو زائل کرنے کی طرف اشارہ تھا

ایں سخن را نیست پایان و فراغ
اِس بات کا خاتمہ اور فراغ نہیں ہے
اے خلیلِ حق چرا کشتی تو زاغ
اے اللہ کے خلیلؑ! آپ نے کوّے کو کیوں مارا؟

---

۱ کہ ہلاکت۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے بدکاروں کو بغیر کسی ظاہری آلہ کے ہلاک کر دیا۔ حق۔ اللہ تعالیٰ نے اُس کو بغیر گُرز اور ہاتھ کے سزا دیدی تجھے یقین کر لینا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ بغیر ظاہری ہاتھ کے سزا دیدیتا ہے۔ آنکہ۔ مُنکرِ خدا بھی سزا کے وقت خدا کا اقرار کر لیتا ہے۔ وآنکہ۔ جو منکر خدا کا وجود عقل سے دور سمجھتا تھا عذاب کے وقت اُس کو یا قریب کہہ کر پکارتا ہے۔ کارش نبود۔ خدا کے منکروں کو انجام کار حسرت اٹھانا پڑے گی۔

۲ درنگر۔ جن منکروں کو انجام کار حسرت اُٹھانی پڑی اُن کو شمار کیا گیا ہے۔ تا بدانی۔ اُن لوگوں اور قوموں کے انجام سے تجھے معلوم ہو جائیگا کہ حق تعالیٰ مظلوموں کی فریاد سنتا ہے اور وہ سب کچھ جانتا ہے اور ظالموں کو تباہ کرنے میں اُس کو کوئی باک نہیں ہے۔ برکنم۔ یہ بھی مور کا مقولہ ہے کہ یہ پر بمنزلہ جال کے ہیں لہٰذا میں اُنکو مقصد برآری کے لئے اُکھاڑ رہا ہوں۔

۳ درخور۔ مور نے ناصح حکیم سے کہا کہ تیری عقل کے مناسب میں نے یہ جواب دے دیا ہے۔ اب تو اِس کو خوب سمجھ لے۔ سببِ کُشتن۔ حضرت ابراہیمؑ نے جو کوّے کو ہلاک کیا تو وہ کونسی انسانی بری صفت کے ازالہ کی طرف اشارہ تھا۔ اے خلیلؑ۔ حضرت ابراہیمؑ آپ فرمائیں کہ کوّے کو ہلاک کرنے میں کیا حکمت

بہرِ فرماں، حکمتِ فرماں چہ بود؟
حکم کی وجہ سے، حکم کی حکمت کیا تھی؟

اندکے زاسرارِ آں باید نمود
اُس کے رازوں میں سے تھوڑا سا ظاہر کر دیجئے

کاغ کاغ[۱] و نعرۂ زاغِ سیاہ
کالے کوّے کی کائیں کائیں اور شور

دائما باشد بدن را عمر خواہ
ہمیشہ، جسم کی عمر کا خواہاں ہے

ہمچو ابلیس از خدای پاک و فرد
جس طرح شیطان نے خدائے قدوس واحد سے

تا قیامت عمرِ تن درخواست کرد
قیامت تک کے لئے جسم کی عمر کی درخواست کی

گفت اَنْظِرْنِیْ اِلٰی یَوْمِ الْجَزَا
اُس نے کہا مجھے قیامت تک کی مہلت دیدے

کاشکے گفتے کہ تُبْنَا رَبَّنَا
کاش وہ کہتا کہ اے ہمارے رب ہماری توبہ قبول کرلے

زندگی بے دوست جاں فرسودن ست
بغیر دوست کے زندگی، جان کی تباہی ہے

مرگِ حاضر غائب از حق بودن ست
اللہ (تعالیٰ) سے غائب ہونا، فوری موت ہے

عمر و مرگ[۲] ایں ہر دو با حق خوش بود
زندگی اور موت یہ دونوں خدا کیساتھ اچھی ہیں

بے خدا آبِ حیات آتش بود
بغیر خدا کے آبِ حیات، آگ ہے

آں ہم از تاثیرِ لعنت بود کو
یہ بھی لعنت کی تاثیر تھی کہ وہ

در چناں حضرت ہمی شد عمر جو
ایسے دربار میں عمر کا خواہاں بنا

از خدا غیرِ خدا را خواستن
خدا سے غیر خدا کو مانگنا

ظنِ افزونی ست کلی کاستن
بڑھوتری کا گمان اور بالکلیہ گھاٹا ہے

خاصہ عمرے غرق در بیگانگی
خصوصاً وہ عمر جو غیریت میں غرق ہو

در حضورِ شیر روبہ شانگی
شیر کے سامنے، لومڑی بن ہے

عمر بیشم[۳] دہ کہ تا پس تر روم
مجھے زیادہ عمر دے تاکہ زیادہ پیچھے کو جاؤں

مہلم افزوں دہ کہ تا کمتر شوم
مجھے زیادہ مہلت دے، تاکہ کمتر ہوجاؤں

تا کہ لعنت را نشانہ او بود
تاکہ وہ لعنت کا نشانہ بنے

بد کسے باشد کہ لعنت جو بود
بدکار وہ ہے جو کہ لعنت کا جویاں ہو

عمر خوش در قربِ جاں پروردن ست
اچھی عمر قربِ (خداوندی) میں جان کی پرورش ہے

عمرِ زاغ از بہرِ سرگیں خوردن ست
کوّے کی عمر گوبر کھانے کے لئے ہے

عمر بیشم دہ کہ تا گُہ می خورم
مجھے زیادہ عمر دے تاکہ گُو کھاؤں

دائم اینم دہ کہ بس بد گوہرم
مجھے ہمیشہ یہ دے کیونکہ میں بہت بداصل ہوں

[۱] کاغ کاغ: حضرت ابراہیمؑ نے جواب دیا۔ کوّے کی کائیں کائیں کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنی عمر کی درازی کا خواہاں ہے۔ ہمچو ابلیس۔ قرآن پاک میں مذکور ہے اَنْظِرْنِیْ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ یعنی شیطان نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی مجھے قیامت تک کی عمر دیدے۔ تُبْنَا۔ حضرت آدمؑ نے توبہ کی دعا کی تھی۔ زندگی۔ شیطان نے زندگی کی دعا کی لیکن وہ زندگی جو بغیر دوست کے ہو محض جان کو گھٹانا ہے اور اللہ تعالیٰ سے غفلت فوری موت ہے۔

[۲] عمر و مرگ۔ موت ہو یا زندگی جو حق کے ساتھ ہے وہی بہتر ہے۔ خدا کو چھوڑ کر آبحیات بھی آگ کا کام کرتا ہے۔ آں ہم۔ شیطان کی درازی عمر کی تمنا بھی اس کے ملعون ہونے کا اثر تھی۔ از خدا۔ خدا سے غیر خدا کو مانگنا تباہی ہے۔ خاصہ خصوصاً وہ عمر جس میں خدا کی رضا حاصل نہ ہو محض مکاری ہے۔

[۳] عمر بیشم دہ۔ شیطان کی دعا تو یہ تھی کہ خدا اس کو زیادہ عمر اسلئے دیدے تاکہ وہ اور قعر ذلت میں گرے اور خدا کی لعنت کا نشانہ بنے تو ایسے شخص سے زیادہ برا اور کون ہوگا جو لعنت خداوندی کا جویاں ہو۔ عمر خوش۔ اچھی زندگی تو وہ ہے جس میں قرب الٰہی میں جان کی پرورش ہو سکے۔ کوّے کی درازیٔ عمر گوبر کھانے کیلئے ہے۔ عمر بیشم۔ کوّے کی عمر کی زیادتی تو گوبر کھانے کیلئے ہے۔

گر نہ گُو خوارست آں گندہ دہاں ¹ — گویدے کز زاغیم تو وا رہاں

اگر وہ گندہ دہن گُو کھانے والا نہ ہوتا — تو کہتا: مجھے کوّے پن سے نجات دیدے

مناجات

دُعا

اے مُبدّل کردہ خاکے را بزر — خاکِ دیگر را بکردہ بُو البشر

اے وہ جس نے مٹّی کو سونا بنا یا — دوسری مٹّی کو ابو البشر بنا یا

کارِ تو تبدیلِ اَعیان و عطا — کارِ من سہوست و نسیان و خطا

تیرا کام موجودات کو تبدیل کرنا اور عطا ہے — میرا کام سہو اور بھول اور خطا ہے

سہو و نسیاں را مُبدّل کُن بعلم — من ہمہ خلمم مرا کُن صبر و حلم

میرے سہو اور بھول کو علم سے تبدیل کر دے — میں مجسّم غصّہ ہوں، مجھے صبر اور حلم بنا دے

اے کہ خاکِ شورہ را تو ناں کُنی — وے کہ نانِ مُردہ را تو جاں کُنی

اے وہ کہ تو شوریلی زمین کو روٹی بنا دیتا ہے — اے وہ کہ تو مُردہ روٹی کو جان بنا دیتا ہے

اے ² کہ جانِ خیرہ را رہبر کُنی — وے کہ بے رہ را تو پیغمبر کُنی

اے وہ کہ تو پراگندہ کو رہبر بنا دیتا ہے — اے وہ کہ تو راستہ نہ دیکھے ہوئے کو پیغمبر بنا دیتا ہے

اے کہ خاکِ تیرہ را تو جاں دہی — عقل و حِس و روزی و ایماں دہی

اے وہ کہ تو تاریک مٹّی کو جان عطا کرتا ہے — عقل اور حِس اور روزی اور ایمان دیدیتا ہے

شکّرا ز نے میوہ از چوب آوری — از مَنی مُردہ بتِ خوب آوری

نے سے شکر اور لکڑی سے پھل پیدا کر دیتا ہے — مُردہ مَنی سے حسین معشوق پیدا کر دیتا ہے

گِل ³ ز گِل صفوت ز دل پیدا کُنی — پیہ را بخشی ضیا و روشنی

مٹّی سے پھول، دل میں اخلاص پیدا کر دیتا ہے — چربی کو نور اور روشنی بخش دیتا ہے

میکُنی جُزوِ زمیں را آسماں — میفزائی در زمیں از اختراں

تو زمین کے جزو کو آسمان بنا دیتا ہے — ستاروں سے زمین میں افزائش کر دیتا ہے

ہر کہ سازد زیں جہاں آبِ حیات — زُوتَرش از دیگراں آید ممات

جو اِس دنیا کو آبِ حیات بنا تا ہے — اُس کو دوسروں سے پہلے موت آجاتی ہے

اِس سے مراد یا وہ انبیاء ہیں جو زمین سے پیدا ہوئے اور پھر اُنکو آسمان پر اُٹھا لیا گیا یا اُنکو معراج کرا دی گئی یا یہ مقصد ہے کہ وہ بخارات جو زمین سے اُٹھے اُنسے آسمان پیدا فرما یا۔ میفزائی۔ ستاروں کی تاثیر سے زمین میں پیدا وار اُگتی ہے۔ ہر کہ۔ جو شخص دنیا وی زندگی کو منتہائے کمال سمجھتا ہے اُس کی موت سب سے پہلے آجاتی ہے۔

¹ گر نہ۔ اگر وہ گُو کھانے والا نہ ہوتا تو یہ دعا کرتا مجھے کوّے پن سے نجات دیدے۔

² حق تعالیٰ کی قدرت ہے کہ اُس نے مٹّی سے سونا بنا دیا اور مٹّی سے حضرت آدم ابو البشر کو پیدا کر دیا۔ کارِ تو۔ حق تعالیٰ کا کام تبدیل کرنا اور انسان کا کام بھول اور غلطی ہے۔ سہو۔ لیکن اللہ تعالیٰ پر ضرورت ہے کہ وہ ہماری بھول کو علم سے تبدیل کر دے اور ہمارے غصّہ کو بُرد باری سے بدل دے۔ اے خاکِ شورہ۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے کہ شور زمین سے بھی وہ غلّہ اُگا دیتا ہے جس سے روٹی تیار ہوتی ہے اور مُردہ روٹی کو انسان کی جان میں تبدیل کر دیتا ہے۔

² اے کہ۔ خدا کی قدرت ہے کہ گمراہ کو راہبر بنا دیتا ہے اور راستہ نہ دیکھے ہوئے کو پیغمبر بنا دیتا ہے۔ خاکِ تیرہ۔ انسان مٹّی سے بنا ہے اللہ تعالیٰ نے پھر اُس کو دولتِ ایمان سے بہرہ ور بنا دیا۔ شکّر۔ نے میں سے شکر پیدا کر دیتا اور شاخ میں سے پھل پیدا کر دیتا نطفہ سے حسین معشوق پیدا کر دینا قدرتِ خدا وندی ہی کا کام ہے۔

³ گل ز گل۔ خدا کی قدرت ہے کہ وہ مٹّی سے حسین پھول اور دل سے خلوص پیدا کر دیتا ہے اور آنکھ کی چربی میں روشنی اور چمک پیدا کر دیتا ہے۔

دیدۂ[1] دل کو بگردوں بنگریست | دیدہ کانجا ہر دمے مینا گریست
جس دل کی آنکھ نے آسمانوں کو دیکھا | اُس نے دیکھا ہے کہ وہاں ہر وقت تماشا ہے

قلبِ اعیان ست و اکسیرِ محیط | ایتلافِ خرقۂ تن بے مخیط
موجودات کی تبدیلی ہے اور عالمگیر اکسیر ہے | جسم کے چیتھڑوں کو بغیر دھاگے کے سینا ہے

تو ازاں روزے کہ در ہست آمدی | آتشے یا خاک یا بادے بُدی
تو جس دن سے وجود میں آیا ہے | آگ یا خاک یا ہوا تھا

گر بداں حالت ترا بُودے بقا | کے رسیدے مر ترا ایں ارتقا
اگر اُسی حالت پر تیرا بقا ہوتا | تجھے یہ ترقی کب حاصل ہوتی؟

از مُبدِّل ہستیِ اوّل نماند | ہستیِ دیگر بجائے او نشاند
تبدیل کرنیوالے کی وجہ سے پہلا وجود نہ رہا | اس نے دوسرا وجود اس کی بجائے قائم کر دیا

ہمچنیں[2] تا صد ہزاراں ہستہا | بعد یک دیگر دوم بہ ز ابتدا
اِسی طرح لاکھوں وجود تک | ایک دوسرے کے بعد، دوسرا پہلے سے بہتر

آں مُبدِّل بیں وسائط را بماں | کز وسائط دور گردی ز اصل آں
اُس تبدیل کرنیوالے کو دیکھ، واسطوں کو چھوڑ | کیونکہ واسطوں سے تو اصل سے دُور جائے گا

واسطہ ہر جا فزوں شد وصل جست | واسطہ کم ذوقِ وصل افزوں تر ست
جہاں واسطے زیادہ ہوئے، وصل جاتا رہا | واسطے کم ہوں تو وصل کا ذوق زیادہ ہوتا ہے

از سبب دانی شود کم حیرتت | حیرتے کہ رہ دہد در حضرتت
اسباب کے جاننے سے تیری حیرت کم ہو جائیگی | وہ حیرت جو دربار تک تیری رہنما ہے

ایں[3] بقاہا از فناہا یافتی | از فنایش رُو چرا بر تافتی
تو نے یہ بقائیں، فناؤں سے حاصل کی ہیں | اُس کی فنا سے تو نے کیوں مُنہ موڑا ہے

زاں فناہا چہ زیاں بُودت کہ تا | بر بقا چفسیدۂ اے بینوا
اُن فناؤں سے تجھے کیا نقصان پہنچا کہ | تو اے بینوا! بقا سے چمٹا ہوا ہے

چوں دوم از اولینت بہتر ست | پس فنا جُوی و مُبدِّل را پرست
جبکہ دوسرا (وجود) تیرے لئے پہلے سے بہتر ہے | تو فنا کی جستجو کر اور تبدیل کرنیوالے کی عبادت کر

---

[1] دیدۂ دل۔ جو شخص بھی بصیرت سے آسمان کو دیکھے گا اُس کو نظر آئے گا کہ وہاں ہر وقت قدرت کا مظاہرہ ہوتا ہے۔ قلبِ اعیان۔ عالمِ بالا کے تصرفات میں اجسام کی تبدیلی ہے اور ایک عالمگیر کیمیا گری ہے۔ تو ازاں۔ اس تبدیلی کی دلیل یہ ہے کہ انسان ابتدا میں عناصرِ اربعہ میں سے کوئی عنصر تھا اگر وہ اسی حالت میں رہتا تو اُس کو احسنِ تقویم کا ارتقائی رتبہ کیسے ملتا۔ از مُبدِّل۔ اللہ تعالےٰ نے اُسکے پہلے وجود کو بدل کر دوسرا وجود عنایت کر دیا۔

[2] ہمچنیں۔ وجود کی تبدیلی کے لاکھوں مرتبے ہیں۔ آں مُبدِّل۔ انسان کی توحید کا تقاضہ ہے کہ وہ تبدیل کرنے والی ذات پر نظر رکھے تبدیلی کے درمیانی واسطوں پر نظر رکھنا انسان کو اُس ذات سے دُور کر دیتا ہے۔ واسطہ۔ محبوب سے ملاقات میں جس قدر وسائل کا اضافہ ہوتا ہے ذوقِ وصل میں کمی آجاتی ہے۔ از سبب۔ اسباب اور علل معلوم کرنے سے وہ حیرت کم ہو جاتی ہے جو انسان کو بارگاہِ خداوندی میں پہنچاتی ہے۔

[3] ایں بقاہا۔ جبکہ ان مراتب میں فنا کے بعد ارتقائی وجود حاصل ہوا ہے تو انسان کو فنا سے نہ گھبرانا چاہیئے۔ زاں۔ پہلے مراتب کے فنا سے اور ارتقاء حاصل ہوا لہٰذا بقا سے چمٹا رہنا عقلمندی نہیں ہے۔ چوں دوم۔ جبکہ تبدیلی کے بعد دوسرا وجود پہلے وجود سے بہتر ملا ہے تو انسان کو فنا کی جستجو کرنی چاہیئے اور تبدیل کرنے والے کا شکر گزار بننا چاہیئے۔

صدؔ ہزاراں حشر دیدی اے عنود — تاکنوں ہر لحظہ از بدوِ وجود

اے سرکش: تونے لاکھوں حشر دیکھے ہیں — ہر لمحہ وجود کی ابتداء سے اب تک

از جمادی بے خبر سوئے نما — وز نما سوئے حیات و ابتلا

بے خبری میں جمادیت (نشوو) نما کی جانب — اور نما سے زندگی اور آزمائش کی جانب

باز سوئے عقل و تمیزاتِ خوش — باز سوئے خارجِ ایں پنج و شش

پھر اچھی عقل اور تمیز کی جانب — پھر ان (حواسِ خمسہ) اور شش (جہات) سے باہر کی جانب

تا لبِؔ بحر ایں نشانِ پایہاست — پس نشانِ پا درونِ بحر لاست

یہ پاؤں کے نشان سمندر کے کنارے تک ہیں — پھر سمندر کے اندر پاؤں کے نشان معدوم ہیں

زانکہ منزلہائے خشکی زاحتیاط — ہست دہہا و وطنہا و رباط

کیونکہ خشکی کے مقامات احاطہ بندی کی وجہ سے — دیہات اور وطن اور سرائے ہیں

باز منزلہائے دریا در وقوف — وقتِ موجش نے جدار و نے سقوف

پھر دریائی مکانات، ٹھکاؤ میں — اُسکے تموج کے وقت نہ دیوار ہے نہ چھتیں

نیست پیدا اندراں رہ پا و گام — نے نشانست آں منازل را نہ نام

اس راستہ میں نہ پاؤں اور نہ قدم نظر آتے ہیں — اِن گھروں کا نہ نشان ہے، نہ نام ہے

ہستؔ صد چنداں میانِ منزلین — آں طرف کز ایں تا بالائے ایں

دونوں منزلوں کے درمیان سوگنا فاصلہ ہے — اُس جانب مکان نے (لا) مکان کے اوپر تک

در فناہا ایں بقاہا دیدۂ — بر بقائے جسم چوں چفسیدۂ

فناؤں میں تو نے بقائیں دیکھی ہیں — جسم کے بقا پر تو کیوں چپک گیا ہے؟

ہیں بدہ اے زاغ ایں جاں باز باش — پیشِ تبدیلِ خدا جانباز باش

ہاں! او کوے یہ جان دیدے، باز بن جا — خدائی تبدیلی کے سامنے جانباز بن جا

تازہ میگیر و کہن را می سپار — کہ ہر امسالت فزونست از سہ پار

تازہ بن جا، پرانے کو دے دے — کیونکہ تیرا یہ سال گزشتہ تین سالوں سے بڑھا ہوا ہے

گر نباشی نخل وار ایثار کن — کہنہ بر کہنہ نہ و انبار کن

اگر تو کھجور کی طرح ایثار کرنے والا نہیں ہے — پرانے پر پرانا رکھتا رہ اور جمع کرے

۱ صد ہزاراں۔ انسان کے وجود کے مراتب ایسے ہیں جو خواہ چکے ہیں۔ آغاز جمادی ہے۔ انسان اپنے جمادی وجود سے نباتی وجود کی طرف منتقل ہو گیا اور اُس سے وہ اعلیٰ ہے پھر نباتی وجود سے اُس کو حیوانی وجود اور پھر عقل کی بنیاد پر اُس کو وہ وجود مل گیا جس میں وہ احکام کا مکلف بنا۔ خارج۔ یعنی پھر اُس کا ارتقاء عالمِ ارواح کی جانب ہو جو حواسِ خمسہ اور جہاتِ ستہ سے بالاتر ہے

۲ تا لبِ بحر۔ ان مراتبِ وجود کے نشانات اُس وقت تک ہیں جب تک کہ اُس کا وجود، وجودِ مطلق سے وابستہ نہیں ہوا اور جب اس سمندر میں پہنچ گیا تو پھر ان وجودات کے نشانات غائب ہو جاتے ہیں۔ زانکہ۔ اس مسئلہ کو اس طرح سمجھو کہ خشکی کے منازل کے نشانات ہوتے ہیں انہیں نشانات کے ذریعہ گاؤں اور سرائے اور وطن بنتے ہیں لیکن دریا کے منازل کا کوئی نشان نہیں ہوتا ہے دریا کی منزل کی نہ چھت ہوتی ہے نہ دیوار نہ وہاں چلنے کے نشانات پیدا ہوتے ہیں۔

۳ ہست۔ عالمِ امکان اور عالمِ لامکان دونوں منزلوں کے درمیان بہت زیادہ فاصلہ ہے۔ آں۔ مکان۔ بالائے ایں لامکان۔ در فنا۔ جبکہ پہلے مراتب کے فنا کے بعد تو حاصل ہوتی ہے تو اس جسم کی بقا

ے انسان کو نہ چمٹنا چاہیے۔ ہیں۔ جو شخص عمر کی درازی کا متمنی ہے اُس کو اس تبدیلی میں جان کی بازی لگانی چاہیے۔ تازہ۔ تو انسان کو تازہ وجود حاصل کرنا چاہیے کیونکہ اُس کو ہر مرتبہ پہلے مرتبہ سے افضل حاصل ہوا ہے۔ گر نباشی۔ کھجور اپنا پھل دوسروں کو دے دیتی ہے تو اُس کو قدرت نیا پھل عطا کر دیتی ہے۔

کہنہ[1] و گندیدہ و پوسیدہ را — تحفہ میبرد بہرِ ہر نادیدہ را

پُرانے اور گندہ اور سڑے ہوئے کا — ہر ندیدے کے لئے تحفہ لے جا

آنکہ نو دید اُو خریدارِ تو نیست — صیدِ حق ست اُو گرفتارِ تو نیست

جس نے نیا دیکھا ہے وہ تیرا خریدار نہیں ہے — وہ اللہ (تعالیٰ) کا شکار ہے وہ تجھ میں پھنسا ہوا نہیں

ہر کجا باشند جوقِ مُرغِ کُور — بر تو جمع آیند اے سیلابِ شور

جہاں کہیں اندھے پرندوں کا جھرمٹ ہو — اے کھاری پانی! تجھ پر جمع ہو جائے گا

تا فزاید کوری از شور آبہا — زانکہ آبِ شور افزاید عمیٰ

تاکہ کھاری پانیوں سے اندھاپن بڑھے — کیونکہ کھارا پانی اندھاپن بڑھاتا ہے

اہلِ[2] دنیا زاں سبب اعمیٰ دل اند — شاربِ شورابۂ آب و گِل اند

دنیا دار اسی وجہ سے اندھے دل والے ہیں — (کیونکہ) وہ آب و گِل کا کھاری پانی پینے والے ہیں

شور میخور کور می چر در جہاں — چوں نداری آبِ حیواں در نہاں

دنیا میں کھاری پانی پیتا رہ، اندھے پن سے چرتا رہ — جبکہ تو اندر آبِ حیات نہیں رکھتا ہے

با چنیں حالت بقا خواہی و زیاد — ہمچو زنگی در سیہ روئی تو شاد

اس حالت میں تو بقا اور زیادہ کا رچاہتا ہے — تو حبشی کی طرح کالا منہ ہونے پر خوش ہے

در سیاہی رنگ ازاں آسودہ است — کو ز زاد و اصل زنگی بودہ است

وہ رنگ کے کالے پن پر اس لئے مطمئن ہے — کیونکہ وہ پیدائش اور اصل سے حبشی ہے

آنکہ زاوّل شاہد و خوش رُو بُود — گر سیہ گردد تدارک جُو بُود

وہ جو شروع سے معشوق اور خوبصورت ہو — اگر وہ کالا بن جائے تو تدارک کا طالب ہوگا

مُرغِ[3] پرندہ چو ماند بر زمیں — باشد اندر غصہ و درد و حنیں

اُڑنے والا پرند جب زمین پر رہ جائے — وہ رنج اور درد اور فغاں میں ہوگا

مُرغِ خانہ بر زمیں خوش میرود — دانہ چین و شاد و شاطر میدود

پالتو پرند زمین پر خوشی سے چلتا ہے — دانہ چگتا ہوا اور خوش اور چالاکی سے دوڑتا ہے

زانکہ او از اصل بے پرواز بود — واں دگر پرندہ و پرباز بود

کیونکہ وہ اصل سے بغیر اُڑان کے تھا — وہ دوسرا اُڑنے والا اور کھلے پروں کا تھا

اُس کو کبھی آزادی نصیب نہیں ہوئی تھی اور اُڑنے والا پرند آزاد تھا۔

---

[1] کہنہ۔ اگر پُرانا پھل نہ جھڑے تو وہ بوسیدہ اور گندہ ہو جائے گا۔ آنکہ جس نے نیا وجود حاصل کر لیا ہے وہ پُرانے وجود کا خریدار نہ بنے گا۔ صیدِ حق۔ وہ ذاتِ حق میں اپنے آپ کو فنا کر چکا ہے۔ ہر کجا۔ تیرے خریدار اندھے ہیں اندھے پرند کھارے پانی پر جمع ہوتے ہیں جو اُن کو اور اندھا بنا دیتا ہے۔

[2] اہلِ دنیا۔ اہلِ دنیا چونکہ پُرانے وجود سے چمٹے ہوئے ہیں تو وہ بھی شور کھاری پانی کے پرندوں کی طرح اندھے دلوں والے ہیں۔ شور۔ اگر انسان کے دل میں آبِ حیات جاری نہیں ہے تو وہ کھاری پانی پینے والا اور اندھا دھند کھانے والا ہے۔ باچنیں۔ اگر اِس بُری حالت میں تو عمر کی زیادتی کا خواہاں ہے تو تیری مثال اُس حبشی کی سی ہے جو اپنی سیاہ روئی پر مطمئن اور خوش ہو۔ آنکہ۔ اگر کوئی شروع میں خوش رنگ ہو اور پھر وہ سیاہ رُو بن جائے تو وہ اِس حالت میں مطمئن نہیں ہو سکتا ہے۔

[3] مُرغ۔ اگر اُڑنے والا پرند پنجرے میں پھنس جائے تو وہ غم و غصہ میں رہتا ہے۔ مُرغِ خانہ۔ پالتو پرند پنجرے میں بھی خوش رہتا ہے کیونکہ

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِرْحَمُوْا ثَلَاثًا عَزِیْزَ قَوْمٍ

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے تین شخصوں پر رحم کرو کسی قوم کا باعزت

ذَلَّ، وَغَنِیَّ قَوْمٍ اِفْتَقَرَ، وَعَالِمًا یَلْعَبُ بِهِ الْجُهَّالُ

جو ذلیل ہوگیا ہو، کسی قوم کا مالدار جو محتاج ہوگیا ہو، وہ عالم جس کا جاہل مذاق اڑائیں

گفت پیغمبر کہ رحم آرید بر — حالِ مَنْ کَانَ غَنِیًّا فَافْتَقَر

پیغمبرؐ نے فرمایا ہے کہ رحم کرو اوپر — اُس شخص کے جو مالدار تھا پھر فقیر ہوگیا

وَالَّذِیْ کَانَ عَزِیْزًا فَاحْتَقَر — اَوْ صَفِیًّا عَالِمًا بَیْنَ الْمُضِر

اور اُس پر جو باعزت تھا پھر حقیر ہوگیا ہو — یا منتخب عالم ترش روئی کے درمیان

گفت پیغمبرؐ کہ بر ایں سہ گروہ — رحم آرید ار ز سنگید و ز کوہ

پیغمبرؐ نے فرمایا کہ ان تین قسموں پر — رحم کرو خواہ تم پتھر کے ہو یا پہاڑ کے

آنکہ اُو بعد از عزیزی خوار شد — واں توانگر ہم کہ بے دینار شد

وہ جو عزت کے بعد ذلیل ہوگیا ہو — وہ مالدار بھی جو بے زر ہوگیا ہو

واں سوم آں عالمے کاندر جہاں — مُبتلا گردد میانِ اَبلہاں

تیسرے وہ عالم جو دنیا میں — بے وقوفوں میں مبتلا ہوجائے

زانکہ از عزت بخواری آمدن — ہمچو قطعِ عضو باشد از بدن

کیونکہ عزت سے ذلت میں آجانا — جسم سے عضو کٹ جانے کی طرح ہے

عضو گردد مُردہ کز تن وا بُرید — نو بریدہ جُنبد اما نے مَدید

جو عضو بدن سے کٹ گیا وہ مُردہ ہوجاتا ہے — نیا کٹا ہوا تڑپتا ہے لیکن زیادہ دیر نہیں

ہر کہ از جامِ اَلست اُو خورد پار — ہستش امسال آفتِ رنج و خمار

جس نے گذشتہ سال جام الست سے پیا ہو — اسکو اس سال رنج اور اعضاء شکنی کی مصیبت ہوگی

وانکہ چوں سگ ز اصل گہدائی بود — کے مر اُو را حرصِ سلطانی بُوَد

وہ جو کتے کی طرح اصل شناس کا ہو — اُس کو بادشاہت کا لالچ کب ہوتا ہے؟

توبہ اُو جوید کہ کردہ ست اُو گناہ — آہ اُو گوید کہ گم کردہ است راہ

توبہ وہ کرتا ہے جس نے گناہ کیا ہو — آہ وہ کرتا ہے جس نے راستہ گم کردیا ہو

لہ قال النبیؐ۔ مولانا کا مقصد یہ ہے کہ اچھی حالت کے بعد جب بُری حالت ہوتی ہے تو وہ انتہائی تکلیف دہ ہوتی ہے۔ مَنْ کَانَ۔ جو شروع سے مُفلس ہو وہ اس قدر قابلِ رحم نہیں ہے جیسا کہ وہ شخص جو مالداری کے بعد مُفلس ہوگیا ہو۔ عزیزًا جو شخص پہلے باعزت تھا پھر ذلیل ہوگیا ہو وہ بہت زیادہ قابلِ رحم ہے۔ عَالِمًا۔ وہ عالم جو جاہلوں میں پھنس گیا ہو بہت زیادہ قابلِ رحم ہے ار ز سنگید۔ خواہ تم پتھر کے بنے ہوئے ہو۔

لہ آنکہ۔ یہ تینوں شخص بہت زیادہ قابلِ رحم ہیں، کیونکہ عزت کے بعد ذلت میں مبتلا ہوجانے سے وہی تکلیف پہنچتی ہے جو بدن کا کوئی عضو کٹنے سے۔ عضو۔ بدن سے کوئی عضو کٹنے کے بعد مُردہ ہوجاتا ہے تھوڑی دیر وہ تڑپتا ہے اور پھر اُس پر مُردنی چھا جاتی ہے۔

لہ ہر کہ۔ جو شخص ایک بار کسی چیز کی لذت حاصل کرچکتا ہے اُس کی یاد اُس کو ستاتی ہے۔ وانکہ۔ جس شخص نے کبھی سلطنت کا مزا نہ چکھا ہو وہ سلطانی کی حرص سے محروم ہوتا ہے۔ توبہ۔ وہ شخص توبہ کرتا ہے جس کو اپنے گناہ کا احساس ہوتا ہے اور راستہ سے بھٹکا ہوا ہی آہ کرتا ہے۔

قصۂ[1] محبوس شدن آں آہو بچہ در آخر خراں و طعنۂ آں خراں بر آں

ہرن کے بچہ کا گدھوں کے اصطبل میں قیدی ہونے کا قصہ اور اس پردیسی پر ان

غریب گاہ بجنگ گاہ بہ تسخر و مبتلا شدن او بکاہ خشک کہ غذائے

گدھوں کی طعنہ زنی کبھی لڑائی سے کبھی مذاق سے، اور اس کا خشک گھاس میں

او نیست و ایں صفت بندۂ خاص خدا ای ست عز و جل میان

مبتلا ہونا کیونکہ وہ اسکی غذا نہیں ہے اور یہی حالت خدائے عز و جل کے خاص بندے کی دنیاداروں

اہل دنیا و اہل شہوت کہ الاسلام بدأ غریبا و سیعود غریبا

اور شہوت پرستوں میں ہے کیونکہ اسلام اجنبی بن کر شروع ہوا اور عنقریب اجنبی

کما بدأ فطوبی للغرباء صدق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ہوجائیگا جیساکہ شروع ہوا تو اجنبیوں کیلئے خوشخبری ہے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا ہے

آہوئے را کرد صیادے شکار
ایک ہرن کا ایک شکاری نے شکار کرلیا
اندر آخر کردش آں بے زینہار
اس بے امان کو اصطبل میں کردیا

آخرے را پُر ز گاوان و خراں
اس اصطبل کو جو بیلوں اور گدھوں سے بھرا ہوا تھا
حبس آہو کرد چوں استمگراں
ظالموں کی طرح ہرن کا قیدخانہ بنادیا

آہو از وحشت بہر سو میگریخت
ہرن، وحشت سے ہر جانب کو بھاگتا تھا
او[2] بہ پیش آں خراں شب کاہ ریخت
اس (شکاری) نے رات کو گدھوں کے سامنے گھاس ڈالی

از مجاعت و اشتہا ہر گاو و خر
بھوک اور خواہش سے ہر بیل اور گدھا
کاہ را میخورد خوشتر از شکر
گھاس کو شکر سے بھی زیادہ خوشی سے کھاتا تھا

گاہ آہو می رمید از سو بسو
ہرن، کبھی ادھر ادھر دوڑتا تھا
گہ ز دود و گرد کہ میتافت رو
کبھی دھوئیں اور گھاس کی گرد سے منہ موڑتا تھا

ہر کرا با ضد خود بگذاشتند
جس کو اس کی ضد کے ساتھ چھوڑ دیا ہے
آں عقوبت را چو مرگ انگاشتند
اس سزا کو اس نے موت خیال کیا ہے

تا[3] سلیمان گفت کاں ہدہد اگر
یہانتک کہ حضرت سلیمان نے کہا کہ اگر وہ ہدہد
ہجر را عذرے نگوید معتبر
جدائی کا معتبر عذر نہ بیان کرے

بکشمش یا خود دہم او را عذاب
میں اس کو مار ڈالوں گا یا خود اس کو سزا دونگا
یک عذاب سخت بیروں از حساب
ایک سخت سزا جو ان گنت ہے

---

[1] قصہ۔ اس قصہ سے یہ بتایا گیا ہے کہ ہرن کا بچہ جنگل آزادی کے لطف اٹھائے ہوئے تھا اس لئے اس کے نہ ہونے کا اسکو افسوس تھا گدھے اس سے محروم تھے۔ و ایں صفت۔ جس طرح یہ ہرن کا بچہ گدھوں میں آکر پریشان ہوا ایسی حال عالم کا جاہلوں میں ہوتا ہے۔۔۔۔ الاسلام۔ جس وقت اسلام کی ابتداء ہوئی تب بھی وہ لوگوں کے لئے اجنبی تھا اور عنقریب پھر اجنبی بن جائیگا ان لوگوں کے لئے خوشخبری ہے جو مسلمان ہونے کی وجہ سے اجنبی ہیں۔ آخر۔ اصطبل۔ زینہار۔ پناہ۔ استمگراں۔ ستمگراں۔

[2] او۔ یعنی شکاری۔ مجاعت۔ بھوک۔ ہر کرا۔ سزا میں اگر کسی چیز کو اس کے مخالف سے وابستہ کر دیا جائے تو یہ سزا موت ہے۔

[3] تا سلیمان۔ حضرت سلیمانؑ نے ہدہد کو جو سخت عذاب دینے کو کہا تھا وہ یہی تھا کہ اس کو ناجنس کے ساتھ پنجرے میں بند کر دیتے۔

ہاں کدام ست آں عذاب اے معتمد
اے معتمد! ہاں وہ سزا کون سی ہے؟
در قفس بودن بغیرِ جنسِ خود
پنجرے میں غیر جنس کے ساتھ ہونا

زیں[1] بدن اندر عذابی اے پسر
اے بیٹا! اِس جسم سے تو بھی عذاب میں ہے
مرغ روحت بستہ با جنسِ دگر
تیری روح کا پرندہ دوسری جنس سے وابستہ ہے

روح بازست و طبائع زاغہا
روح باز ہے اور مزاج کوّے ہیں
دارد از زاغانِ تن بس داغہا
وہ جسم کے کوّوں کی وجہ سے بہت زخمی ہے

اُو بماندہ درمیان شاں زار زار
وہ اُن کے درمیان تباہ حال ہے
ہمچو بُوبکرے بشہرِ سبزوار
جس طرح کوئی ابوبکر سبزوار شہر میں

حکایت سلطان محمد خوارزم شاہ کہ شہر سبزوار را کہ ہمہ اہلِ اُو رافضی باشند بجنگ بگرفت ایشاں از کشتن امان خواستند گفت آنگہ اماں دہم کہ پیشِ من ازیں شہر یک ابوبکر نامی بیاورید

سلطان محمد خوارزم شاہ کی حکایت جس نے سبزوار شہر کو جس کے تمام باشندے رافضی تھے جنگ کر کے لے لیا اُن لوگوں نے قتل سے امان چاہی اُس نے کہا میں امان جب دوں گا جبکہ اس شہر میں سے ایک ابوبکر نامی شخص لے آؤ

شُد محمد الپ[2] اُلغ خوارزم شاہ
بہادر محمد خوارزم شاہ لگا
در قتالِ سبزوارِ پر تباہ
تباہی بھرے سبزوار (شہر) کے قتال میں

تنگ شاں آورد لشکرہائے اُو
اُس کے لشکروں نے اُن کا محاصرہ کر لیا
اسپہش افتاد در قتلِ عدو
اُس کے سپاہی دشمن کے قتل میں لگ گئے

سجدہ آوردند[3] پیشش کالاماں
انھوں نے اُس کے سامنے سجدہ کیا کہ اُسں دے
حلقہ ماں در گوش کُن و ابخش جاں
ہمیں حلقہ بگوش بنالے، جان بخش دے

ہر خراج و ہر صلہ کہ بایدت
جو خراج اور جو بدلہ تجھے چاہیئے
آں زما ہر موسمے افزایدت
وہ ہر موسم میں ہماری جانب سے تیرے لئے بڑھ کر ہوگا

جانِ ما آنِ توست اے شیر خو
اے شیر دل! ہماری جاں تیری ملکیت ہے
پیشِ ما چندے امانت باش گو
کہہ دے، ہمارے پاس کچھ دن امانت میں ہے

---

[1] زیں بدن - انسان کے لئے یہی عذاب ہے کہ اس کی روح کو غیر جنس یعنی جسم کے ساتھ مُقیّد کر دیا گیا ہے۔ روح - رُوح باز ہے اور بدن کی طبیعت کوّا ہے۔ بوبکرے۔ یعنی ابوبکر نامی شخص۔ سبزوار۔ ایران کا مشہور شہر ہے جس کے باشندے سخت رافضی تھے

[2] اَلپ۔ بہادر۔ اُلغ۔ بزرگ۔ خوارزم شاہ۔ یہ ایران کا بادشاہ تھا خراسان سے عراق تک اُس کی خلافت تھی یہ مولانائے روم کے والد خواجہ بہاء الدین محمد کا ماموں تھا۔

[3] سجدہ آوردند۔ سبزوار کے باشندے مُطیع ہو گئے اور انھوں نے جان و مال کی امان چاہی۔ ہر خراج۔ سبزواریوں نے کہا کہ جو ٹیکس ہم پر لگایا جائے گا ہم ہر فصل میں بڑھا کر ادا کریں گے۔

گفت نرہانید از من جانِ خویش
اُس نے کہا تم اپنی جان مجھ سے نہیں چھڑا سکتے ہو

تا نیاریدم ابوبکرے بہ پیش
جب تک کہ ایک ابوبکر میرے سامنے حاضر نہ کر دو

تا مرا ابوبکر[۵۱] نام از شہرِ تاں
جب تک کہ ابوبکر نام کا اپنے شہر سے میرے پاس

ہدیہ نارید اے رمیدہ اُمتاں
ہدیہ نہ لاؤ گے ، اے بگڑی ہوئی قوم!

بدروم تاں ہمچو کشت اے قومِ دوں
اے کمینہ قوم! میں کھیتی کی طرح تمہیں کاٹ دونگا

نے خراج اِستانم و نے ہم فسوں
نہ خراج لوں گا اور نہ ہی چکنی چپڑی باتیں (سنونگا)

پس جوالِ زر کشیدندش براہ
تو اُنھوں نے اشرفیوں کا بورا اسکے سامنے لا ڈالا

کز چنیں شہرے ابوبکرے مخواہ
کہ ایسے شہر سے ابوبکر نہ مانگ

[۵۲]کے بُود بوبکر اندر سبزوار
ابوبکر، سبزوار میں کہاں ہوسکتا ہے؟

یا کلوخِ خشک اندر جوئبار
یا خشک ڈھیلا نہر میں

رُو بتابید از زر و گفت اے مُغاں
اشرفیوں سے مُنھ پھیر لیا اور کہا اے کافرو!

تا نیاریدم ابوبکر ار مُغاں
جب تک کہ تم ابوبکر کا تحفہ میرے پاس لاؤ گے

ہیچ سودے نیست کودک نیستم
کوئی فائدہ نہیں ہے، میں بچہ نہیں ہوں

تا بزر و سیم حیراں بیستم
کہ سونے اور چاندی سے حیران رہ جاؤں

تا نیاری سجدہ نہ رہی اے زبوں
اے حقیر! جب تک تو سجدہ نہ کریگا (فرض سے) نہ چھُٹے گا

گر بہ پیمائی تو مسجد را بکوں
خواہ تو مقعد سے (ساری) مسجد کو ناپ ڈالے

منہیاں[۵۳] انگیختند از چپ و راست
اُنھوں نے دائیں بائیں جانب جاسوس دوڑائے

کاندریں ویرانہ بوبکرے کجاست
کہ اِس ویرانہ میں کوئی ابوبکر کہاں ہے؟

بعد سہ روز و سہ شب کاشتافتند
تین دن اور تین رات کے بعد جبکہ وہ دوڑے پھرے

یک ابوبکرے نزارے یافتند
اُنھوں نے ایک لاغر ابوبکر پالیا

رہگذر بُود و بماندہ از مرض
مسافر تھا اور مرض کی وجہ سے پڑا رہ گیا تھا

در یکے گوشہ خرابے پُر حرض
مریض ہوکر، و بازدہ ویرانے کے ایک گوشہ میں

گوہرے اندر خرابہ بے عَرض
ویرانہ میں موتی، بے سروسامان

خونِ دل بر رُخ فشاندہ از مرض
مرض کی وجہ سے دل کا خون چہرے پر چھڑکے ہوئے

خفتہ بود اُو در یکے کُنجے خراب
وہ ایک اُجڑے ہوئے گوشہ میں سو رہا تھا

چوں بدیدندش بگفتندش شتاب
جب اُنھوں نے اُسکو دیکھا، فوراً اُس سے کہا

۵۱ ابوبکر۔ خوارزم شاہ نے کہا امان کی شرط یہ ہے کہ اپنی آبادی میں سے ابوبکر نام کا کوئی شخص لاکر پیش کرو۔ بدروم۔ اگر یہ شرط پوری نہ کروگے تو میں سب کو قتل کرادونگا۔
پس جوال۔ ان لوگوں نے اشرفیوں کا بورا سامنے لاکر ڈال دیا کہ یہ قبول کر لیجئے اور ابوبکر نامی شخص کے لانے کی شرط ختم کر دیجئے۔

۵۲ کے بود۔ سبزوار میں کسی ابوبکر کی تلاش ایسی ہی ہے جیسے کوئی دریا میں خشک ڈھیلا تلاش کرے۔ مُغاں۔ اُن لوگوں کو رفض کی وجہ سے کفار سے تعبیر کیا ہے۔
تا نیاری۔ اُن لوگوں کا اشرفیاں دے کر نجات حاصل کرنے کی تمنا ایسی ہی تھی جیسا کہ کوئی شخص نماز سے اس طور پر چھٹکارا حاصل کرنا چاہے کہ پوری مسجد کو سُرین سے ناپ ڈالے اور سجدہ نہ کرے۔

۵۳ منہیاں۔ ابوبکر نامی شخص کی تلاش میں سبزوار والوں نے جاسوس چھوڑ دیئے۔ نزار۔ لاغر۔ رہگذر۔ راہگذار: مسافر۔ حرض۔ بیماری۔ گوہر: وہ شخص ایک قیمتی جوہر تھا لیکن اِن بے قدروں میں پڑا ہوا تھا۔ خفتہ بود۔ وہ ابوبکر نامی مسافر ایک ویرانہ میں پڑا سو رہا تھا۔

خیز کہ سلطاں ترا طالب شدہ است — گر[1] تو خواہد شہر ما از قتل رست

اُٹھ، کہ بادشاہ تیرا طالب ہوا ہے — کیونکہ تیری وجہ سے ہمارا شہر قتل سے بچ جائیگا

گفت اگر پایم بُدے یا مقدمے — خود براہے خود بمقصد رفتمے

اُس نے کہا اگر میرے پاؤں، یا چلنا ہوتا — اپنے راستہ پر، اپنی منزل کو چل دیتا

اندریں دشمن کدہ کے ماندمے — سوئے شہر دوستاں میراندمے

میں اِس دشمنستان میں کب ٹھہرتا؟ — دوستوں کے شہر کی جانب سواری ہانک دیتا

تختۂ مُردہ کشاں بفراشتند — بر کتفِ بوبکر را بر داشتند

اُنھوں نے ایک تابوت اُٹھایا — کاندھے پر ابوبکر کو سوار کر لیا

جانبِ خوارزم شہ جملہ دواں — می کشیدندش کہ تا بیند نشاں

سب خوارزم شاہ کی جانب دوڑے — وہ اُس کو لے جارہے تھے تاکہ وہ نشانی دیکھ لے

سبزوارست ایں جہان و مردِ حق — اندریں جا ضائع ست و ممتحق

یہ دنیا سبزوار ہے اور مردِ خدا — اُس میں رائیگاں اور نیست ہے

ہست آں خوارزم شہ یزدانِ جلیل — دل ہمی خواہد ازیں قوم ذلیل

وہ خدائے بزرگ (بمنزلہ) خوارزم شاہ کے ہے — اِس ذلیل قوم سے دل کا طالب ہے

گفت[2] لا ینظر الی تصویرکم — فابتغوا ذا القلب فی تدبیرکم

(رسولؐ نے) فرمایا ہے وہ (خدا) تمہاری صورتوں کو نہیں دیکھتا ہے — پس اپنی تدبیر میں صاحبِ دل کو تلاش کرو

من ز صاحبدل کنم در تو نظر — نے بنقش و سجدہ و ایثارِ زر

میں صاحبِ دل کے ذریعہ تجھ میں نظر کرتا ہوں — نہ کہ صورت اور سجدہ اور عطائے زر کے ذریعہ

تو دلِ خود را چو دل پنداشتی — جستجوئے اہلِ دل بگذاشتی

چونکہ تو نے اپنے دل کو دل سمجھ لیا ہے — (اِسلئے) تو نے صاحبِ دل کی جستجو ترک کر دی ہے

دل کہ گر ہفصد چو ایں ہفت آسماں — اندرو آید شود یاوہ و نہاں

(وہ) دل کہ اگر سات آسمان جیسے سات سو — اُس میں آئیں تو وہ گم اور پوشیدہ ہو جائیں

ایں[3] چنیں دل ریزہا را دل مگو — سبزوارا اندر ابوبکرے مجو

دل کے اِس طرح کے ریزوں کو دل نہ کہہ — سبزوار کے اندر ابوبکر کو تلاش نہ کر

صاحبِ دل آئنہ شش رو بود — حق درو از شش جہت ناظر شود

صاحبِ دل چھ رُخا آئینہ ہوتا ہے — اللہ (تعالیٰ) چھ جانب سے اُنھیں دیکھتا ہے

---

[1] گر تو بجہت، شرط کے مطابق ہمیں معاف کردیگا۔ بمقصد۔ یعنی اگر چلنے کی طاقت ہوتی تو میں اپنی منزل کی طرف روانہ ہو جاتا تم لوگوں میں نہ ٹھہرتا۔ اندریں۔ رافضی حضرت ابوبکرؓ کے نام کے بھی دشمن ہوتے ہیں۔ تختۂ مردہ کشاں۔ مُردے کے لے جانے کا تختہ۔ سبزوار۔ مولانا فرماتے ہیں کہ یہ دنیا بھی سبزوار ہے جہاں بھی مردِ حق اسی طرح بے یار و مددگار رہتا ہے جس طرح ابوبکر نامی شخص سبزوار میں تھا۔ یزداں۔ اختصاص کی مثال خوارزم شاہ کی ہے۔ اللہ تعالیٰ بھی دنیا والوں سے دل کا مطالبہ کرتا ہے۔

[2] گفت۔ حدیث شریف ہے اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور مالوں کو نہیں دیکھتا ہے وہ تمہارے دلوں اور کاموں کو دیکھتا ہے۔ حق تعالیٰ خلق اللہ کی طرف کسی صاحبِ دل کی وجہ سے توجہ فرماتا ہے۔ تو دل۔ ہر شخص کا دل صاحبِ دل نہیں ہے جس کی وجہ سے مخلوقِ خدا کا منظورِ نظر بنے دل۔ اللہ تعالیٰ اس دل کو پسند کرتا ہے جس دل میں اس قدر وسعت ہو کہ سات آسمان جیسے سات سو اس میں سما جائیں۔

[3] ایں چنیں۔ مطلب یہ ہے اس دل کی تلاش ایسی ہی ہے جیسا کہ سبزوار میں ابوبکر نامی کی تلاش۔ صاحب۔ صاحبِ دل شش جہت کے معنی ہوتا ہے اسکی مثال شش رو آئینہ کی سی ہے اور خدا ہر طرف سے اسکو دیکھتا ہے۔

ہر کہ[1] اندر شش جہت دارد مقر
جو شش جہت میں ٹھکانا رکھتا ہو
کے کند در غیر حق یک دم نظر
وہ تھوڑی دیر کیلئے (بھی) ماسوی اللہ کو کب دیکھتا ہے؟

گر کند او از برائے او کند
اگر وہ (صاحبِ دل) نظر کرتا ہے اُس (اللہ) کیلئے کرتا ہے
در قبول آرد ہمو باشد سند
اگر قبول کرتا ہے، تو وہی سہارا ہوتا ہے

چونکہ او حق را بود در کل حال
کیونکہ وہ ہر حالت میں اللہ (تعالیٰ) کیلئے ہوتا ہے
برگزیدہ باشد او را ذوالجلال
اللہ تعالیٰ نے اس کو منتخب کر لیا ہے

ہیچ بے او حق بکس ندہد نوال
اللہ (تعالیٰ) اُسکے بغیر کبھی کسی کو عطا نہیں کرتا ہے
شمۂ گفتم من از صاحب وصال
میں نے واصل بحق کے بارے میں تھوڑا سا بتا دیا

موہبت[2] را بر کفِ دستش نہد
وہ (اللہ تعالیٰ) عطیہ اُسکے ہاتھ کی ہتھیلی پر رکھدیتا ہے
ور کفش آں را بمرحوماں دہد
اُسکی ہتھیلی کے ذریعہ اُسکو قابلِ رحم لوگوں کو دیتا ہے

با کفش دریائے کُل را اتصال
اُس کی ہتھیلی کا دریائے کُل سے اِتصال ہے
ہست بے چون و چگونہ پُر کمال
وہ ناقابلِ بیان کمالات سے پُر ہے

اتصالے کہ نہ گنجد در کلام
وہ اِتصال جو بیان نہیں ہو سکتا ہے
گفتنش تکلیف باشد والسلام
اُس کا بیان کرنا تکلف ہے، والسلام

صد جوالِ زر بیاری اے غنی
اے مالدار! اگر تو سونے کے سَو بورے لائیگا
حق بگوید دل بیار اے منحنی
اللہ (تعالیٰ) فرمائیگا اے کُبڑے! دل لا

گر ز تو راضی ست[3] دل من راضیم
اگر وہ دل تجھ سے راضی ہے میں بھی راضی ہوں
ور ز تو معرض بود اعراضیم
اگر وہ تجھ سے مُنہ پھیرنے والا ہے میں بھی مُنہ پھیرنے والا ہوں

ننگرم در تو در آں دل بنگرم
میں تجھے نہیں دیکھتا ہوں اُس کو دیکھتا ہوں
تحفہ او را آر اے جاں بر درم
اے جان! میرے در پر اُس کا تحفہ لا

با تو او چونست ہستم من چناں
تیرے ساتھ وہ جیسا ہے میں ویسا ہی ہوں
زیر پائے مادراں باشد جناں
جنت ماؤں کے پاؤں کے نیچے ہے

مادر و بابا و اصلِ خلق اوست
مخلوق کی ماں اور باپ اور اصل وہ ہے
اے خنک آنکس کہ دل داند ز پوست
وہ قابلِ مبارکباد ہے جس نے دل اور چھلکے میں امتیاز کر لیا

تو بگوئی نک دلے آوردم بتو
تو کہے گا میں تیرے پاس یہ دل لایا ہوں
گویدت ایں دل نیرزد یک طسوے
وہ تجھ سے کہدیگا کہ یہ دل ایک دمڑی کا بھی نہیں ہے

---

[1] ہر کہ۔ جو شخص لامکانی بن چکا ہو وہ غیر اللہ کی طرف نظر اُٹھا کر بھی نہیں دیکھتا ہے۔ گر کند۔ اگر صاحبِ دل کسی کی طرف نظر کرتا ہے تو خدا کیلئے کرتا ہے اور اُس کا ردّ و قبول سب خدا کے لئے ہوتا ہے۔ چونکہ۔ چونکہ اُس صاحبِ دل کے جملہ احوال خدا کیلئے ہوتے ہیں لہٰذا وہ خدا کا برگزیدہ ہوتا ہے۔ ہیچ۔ یہ صاحبِ دل خلیفۃ اللہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی جملہ عطا اُس کے واسطے سے ہوتی ہے۔

[2] موہبت۔ اللہ تعالیٰ اپنے جملہ عطیات اُسکے ہاتھوں مخلوق کو پہنچاتا ہے۔ دریائے کُل۔ حضرت حق تعالیٰ۔ اتصال۔ اُس کے ہاتھ کا خدا سے جو اِتصال ہے اِس کا بیان ممکن نہیں ہے۔ صد جوال۔ اللہ تعالیٰ سونے چاندی سے بے نیاز ہے وہ صرف دل کا اِخلاص قبول کرتا ہے۔

[3] گر ز تو۔ جس سے وہ صاحبِ دل راضی ہوتا ہے اُس سے خدا راضی ہوتا ہے جس سے وہ ناراض ہوتا ہے خدا اُس سے ناراض ہوتا ہے۔ مادراں۔ وہ صاحبِ دل ایسا ہی مُربّی ہے جس طرح ماں مُربّی ہوتی ہے۔ مادر۔ وہ صاحبِ دل مخلوق کیلئے بمنزلہ ماں باپ کے ہوتا ہے۔ تو بگوئی۔ تو خدا کے سامنے اپنا وہ دل پیش کرتا ہے جو ایک دمڑی کا بھی نہیں ہے۔

آں دلے آور کہ قطبِ[1] عالم ست — جانِ جانِ جانِ جانِ آدم ست

وہ دل لا جو عالم کا قطب ہے — (وہ دل) آدم کی جان کی جان کی جان کا محبوب ہے

از برائے آں دلِ پُر نور و بر — ہست آں سُلطانِ دلہا منتظر

اُس نیکی اور نور سے بھرے ہوئے دل کا — دلوں کا بادشاہ منتظر ہے

تو بگردی روزہا در سبزوار — آنچناں دل را نیابی ز اعتبار

تو ایک عرصہ تک سبزوار میں گھومیگا — از رُوئے اعتبار تو ایسے دل کو نہ پائے گا

پس دلِ پژمُردۂ بوسیدہ جاں — بر سرِ تختہ نہی آنسو کشاں

تو ایک مرجھایا ہوا اور بوسیدہ روح والا دل — تابوت میں رکھ کر، وہاں لے جا

کہ دل آوردم ترا اے شہریار — بہ ازیں دل نبوُد اندر سبزوار

کہ اے شاہ! میں تیرے لئے دل لایا ہوں — سبزوار میں اِس سے بہتر دل نہیں ہے

گویدت[2] ایں گورخانہ ست اے جری — کہ دلِ مُردہ بدیں جا آوری

وہ تجھ سے کہدیگا اے بیباک! یہ قبرستان ہے — کہ تو ایک مردہ دل یہاں لایا ہے

رَو بیاور آں دلے کو شاہ خو ست — کہ امانِ سبزوارِ کون ازوست

جا، وہ دل لا جو شاہانہ مزاج رکھے — کیونکہ دنیا کے سبزوار کو اسی کی وجہ سے امن حاصل ہے

گوئی آں دل زیں جہاں پنہاں بود — زانکہ ظلمت با ضیا ضدّاں بود

تو کہے گا کہ وہ دل اِس دنیا میں مفقود ہے — کیونکہ تاریکی اور نور دو ضد ہیں

دشمنیِ آں دل از روزِ الست — سبزوارِ طبع را میراثی است

ازل سے اِس دل کے ساتھ دشمنی — (دنیاوی) طبیعت کی موروثی ہے

زانکہ[3] اُو باز ست دنیا شہرِ زاغ — دیدنِ ناجنس بر ناجنس داغ

کیونکہ وہ باز ہے، دنیا کوؤں کا شہر ہے — غیرجنس کو غیرجنس کا دیکھنا داغ ہے

ور کُند نرمی نِفاقے می کُند — زاستمالت اِرتفاقے می کُند

اگر وہ نرمی کرتا ہے، تو نِفاق برت رہا ہے — مائل کر کے، فائدہ حاصل کر رہا ہے

می کُند آرے نہ از بہرِ نیاز — تا کہ ناصح کم کُند نصحِ دراز

ہاں ہاں کہتا ہے نہ کہ نیازمندی سے — (بلکہ) اسلئے کہ ناصح دراز نصیحت نہ کرے

زانکہ ایں زاغِ خسِ مُردار جُو — صد ہزاراں مکر دارد تو بتو

کیونکہ یہ کمینہ کوا، مُردار کا جویاں — تہ بہ تہ لاکھوں مکر رکھتا ہے

---

[1] قطب۔ عارف صاحبِ دل پر عالم کی بقا کا مدار ہوتا ہے اور یہی دل آدم کے جان کی جان کا محبوب ہے۔ آز برائے۔ اللہ تعالیٰ ایسے دل کا منتظر ہے جو نور اور نیکی سے بھرا ہوا ہے تو بگردی۔ دنیا میں ایسے دل کا ملنا ایسا ہی دشوار ہے جس طرح سبزوار میں ابوبکر نامی شخص کا ملنا۔ پس۔ اگر وہ دل تیرے پاس نہیں ہے تو اپنا مردہ دل ہی بارگاہ میں پیش کر دے جس طرح سبزوار والوں نے بیمار اور لاغر ابوبکر نامی شخص کو پیش کر دیا تھا۔

[2] گویدت۔ وہ شاہ تجھ سے کہیگا کہ یہاں کوئی قبرستان ہے کہ تو مردہ دل کو یہاں لایا ہے۔ رَو۔ جا ایسا دل لا جس کی وجہ سے دنیا کو بقا ہے۔ گوئی۔ تو اس کے جواب میں کہنا کہ دنیا تاریکی ہے اور وہ دل نور ہے تاریکی میں نور کہاں ہے۔ دشمنی۔ ایسے دل سے دنیا کو روزِ ازل سے دشمنی ہے۔

[3] زانکہ۔ وہ دل باز ہے اور دنیا جہانِ زاغ ہے کوئی اپنے ناجنس کو دیکھنا پسند نہیں کرتا ہے۔ ور کند۔ اگر کوئی دنیادار ایسے صاحب دل کے ساتھ نرمی برتتا ہے تو وہ منافقت پر مبنی ہوتی ہے یا اس سے کسی فائدہ کا امیدوار ہوتا ہے۔ می کند۔ اگر دنیادار صاحب دل کی ہاں میں ہاں ملاتا ہے تو محض اسلئے کہ وہ اسکو زیادہ نصیحت نہ کرے۔ تاکہ ناصح دنیاداروں کو لمبی نصیحت نہ کرے۔

گر پذیرند آں نفاقش وارہید ¹ | شد نفاقش عینِ صدقِ مُستفید
اگر وہ اسکے نفاق کو قبول کرلیں تو اُسنے نجات حاصل کرلی | اُس کا فائدہ مند نفاق عین سچائی بن گیا

زانکہ آں صاحبدلِ با کرّو فر | ہست در بازارِ ما معیوب خر
کیونکہ وہ شان وشوکت والا صاحبِ دل | ہمارے بازار میں عیب دار کو بھی خریدنے والا ہے

صاحبِ دل جو اگر بیجاں نہٗ | جنسِ دل شو گر ضدِ سلطاں نہٗ
صاحبِ دل کی تلاش کر اگر تو مردہ نہیں ہے | دل کا ہم جنس بنجا اگر تو شاہ کا مخالف نہیں ہے

آنکہ زرقِ اُو خوش آید مر ترا | اُو ولیِ تست نہ خاصہ خدا
جس کا مکر تجھے اچھا لگتا ہے | وہ تیرا ولی ہے، نہ کہ مردِ خدا

ہر کہ اُو بر خوی و بر طبعِ تو زیست ² | پیشِ طبعِ تو ولی ست و نبی ست
ہر وہ جو تیری عادت اور مزاج کے مطابق زندگی گذارتا ہے | تیرے نزدیک وہ ولی ہے اور نبی ہے

رَو ہوا بگذار تا بُوی خدا | در مُشامت میرسد اے کدخدا
جا نفسانیت کو چھوڑ، تاکہ خدائی خوشبو | تیری ناک میں پہنچے اے صاحبِ خانہ!

رَو ہوا بگذار تا خوبت شود | واں مَشامِ عنبریں بُویت شود
جا، نفسانیت کو چھوڑ، تاکہ تیری بھلائی ہو | اور تیرا دماغ عنبر کو سونگھنے والا بن جائے

از ہوا رانی دماغت فاسد ست | مُشک و عنبر پیشِ مغزت کاسد ست
نفسانیت سے تیرا دماغ خراب ہے | تیرے دماغ کیلئے مُشک اور عنبر بے قدر ہے

عاشقی تو بر نجاست ہمچو زاغ ³ | بُوئے مُشکت می نگیرد در دماغ
تو کوّے کی طرح نجاست پر عاشق ہے | تیرے دماغ میں مُشک کی خوشبو نہیں آتی ہے

حد ندارد ایں سخن و آہوی ما | میگریزد اندر آخُر جا بجا
اِس بات کی حد نہیں ہے اور ہمارا ہرن | اصطبل میں، جا بجا بھاگ رہا ہے

بقیہ قصۂ آہو در آخورِ خراں
ہرن کا بقیہ قصہ گدھوں کے اصطبل میں

روزہا آں آہوی خوش نافِ نر | در شکنجہ بُود در اصطبلِ خر
وہ نر، عمدہ نافہ والا، ہرن بہت دن تک | گدھوں کے اصطبل میں قید میں تھا

مُضطرب در نزع چوں ماہی بخشک | در یکے حُقّہ مُعذّب پشک و مشک
جان کنی میں بے چین تھا جس طرح مچھلی خشکی پر | ایک ڈبیہ میں مینگنی اور مُشک عذاب میں ہوتے ہیں

---

¹ گر پذیرند۔ بہت سے لوگ منافقانہ حاضر ہوئے ہیں اور مومن کامل بنگئے ہیں۔ معیوب خر۔ صاحبِ دل اپنی شان وشوکت کی وجہ سے عیبدار کا بھی خریدار بن جاتا ہے۔ صاحبِ دل۔ جب تجھے یہ معلوم ہوگیا کہ صاحبِ دل معیوب کو بھی خرید لیتا ہے تو اب کسی صاحبِ دل کی تلاش کرے اگر تو خدا کا دشمن نہیں ہے۔ مر ترا۔ جس کی مکّاری تجھے پسند آئے وہ تیرا دوست ہے خدا کا دوست نہیں ہے۔

² ہر کہ۔ تو اُس اپنے جیسے نبی کی ولایت اور نبوّت کے قائل ہوتا ہے۔ رَو۔ خواہشِ نفسانی کو ترک کر، جب تو خدائی خوشبو سونگھ سکے گا اور تیرا دماغ عنبر کو سونگھ سکے گا۔ از ہوا رانی۔ اگر تو نفس کی خواہشات کو پورا کرتا رہے گا تو مُشک و عنبر کو تو نہ پہچان سکیگا

³ عاشقی۔ چونکہ تو نفسانی خواہش میں مبتلا ہے تو تیرا دماغ خدائی خوشبو سے ناآشنا ہے۔ خوش ناف۔ ہرن کی ناف میں سے مُشک نکلتا ہے۔ شکنجہ۔ سزا، قید۔ حُقّہ۔ ڈبیہ۔ پشک۔ مینگنی۔

یکؔ۱ خرش گفتے کہ ہاں ابوالوحوش — طبعِ شاہاں داری و میراں خموش
ایک گدھا اُس سے کہتا، ہاں وحشیوں کے ابا — تو شاہوں اور سرداروں کا مزاج رکھتا ہے (اور) خاموش ہے

آں دگر تسخر زدے کز جزر و مد — گوہر آوردست کے ارزاں دہد
دوسرا مذاق اُڑاتا کہ دریا کے اُتار چڑھاؤ سے — موتی لے آیا ہے، سستا کب دے سکتا ہے؟

واں خرے گفتے کہ با آں نازکی — بر سریرِ شاہ شو تو مُتکی
ایک گدھا کہتا کہ اس نزاکت کے ہوتے ہوئے — تو شاہی تخت پر تکیہ لگا کر بیٹھ

واں خرے شد تخمہ وز خوردن بماند — پس برسمِ دعوت آہو را بخواند
ایک گدھے کو بدہضمی ہو گئی اور نہ کھا سکا — تو دعوت کے طریقہ پر ہرن کو بُلایا

سرؔ۲ چنیں کرد اُو کہ نے رَو اے فلاں — اشتہایم نیست، ہستم ناتواں
اُس نے سر ہلایا کہ نہیں جا، اے فلاں! — مجھے بھوک نہیں ہے، میں کمزور ہو گیا ہوں

گفت میدانم کہ نازے می کنی — یا ز ناموس احترازے می کنی
اس نے کہا (ہاں)، میں جانتا ہوں تو نخرے کر رہا ہے — یا غرور کی وجہ سے پرہیز کر رہا ہے

گفت با اُو خور کہ ایں طُعمہ تو ست — کہ ازاں اجزائے تو زندہ نوست
اُس نے اُس سے کہا کہ تو کھا یہ تیری خوراک ہے — کیونکہ اس سے تیرے اعضا زندہ اور تازہ ہیں

من الیفِ مرغزارے بودہ ام — در ظلال و روضہا آسودہ ام
میں جنگل سے مانوس تھا — میں نے سایوں اور باغوں میں آرام کیا ہے

گر قضا افگند مارا در عذاب — کے رَود آں خو و طبعِ مُستطاب
اگر تقدیر نے ہمیں عذاب میں مبتلا کر دیا ہو — وہ عمدہ عادت اور مزاج کہاں جاتا ہے؟

گرؔ۳ گدا گشتم گدا رُو کے شوم — ور لباسم کہنہ گردد من نوم
اگر میں فقیر ہو گیا ہوں بے آبرو کب بن سکتا ہوں؟ — اگر میرا لباس پُرانا ہو جائے، میں نیا ہوں

سُنبل و لالہ و سپرغم نیز ہم — با ہزاراں ناز و نخوت خوردہ ام
سُنبل اور لالہ اور نازبو بھی — میں نے ہزاروں ناز و نخوت سے کھائے ہیں

گفت آرے لاف میزن لاف لاف — در غریبی بس تواں گفتن گزاف
اُس نے کہا ہاں گپیں مار، گپیں گپیں — پردیس میں بہت سی بکواس بکی جا سکتی ہے

گفت نافم خود گواہی میدہد — مِنتے بر عُود و عنبر می نہد
اُس نے کہا میرا نافہ خود گواہی دے رہا ہے — جو عُود اور عنبر پر احسان جتاتا ہے

۱ یک خرش۔ ایک گدھے نے ہرن کے بچے سے کہا کہ تیرا مزاج تو شاہانہ اور امیرانہ ہے اور تو بالکل خاموش ہے۔ آں دگر۔ دوسرا گدھا بولا احمقی بات تو موتی ہے یہ اُس کو سستا کب فروخت کر سکتا ہے۔ واں خرے۔ ایک گدھا بولا اگر اس قدر نازک مزاجی ہے تو شاہانہ تخت پر تکیہ لگا کر بیٹھ جا۔ واں خرے۔ ایک گدھے کو بدہضمی ہو گئی تھی اور اُس کی گھاس بچ گئی تھی اُس نے ہرن کے بچہ کو گھاس کھانے کی دعوت دی۔

۲ سر چنیں۔ اُس نے سر سے انکار کا اشارہ کیا۔ گفت۔ اُس گدھے نے کہا کہ تو نخرے کر رہا ہے یا غرور کی وجہ سے پرہیز کر رہا ہے۔ طعمہ۔ خوراک۔ الیف۔ مانوس۔ مرغزار۔ جنگل۔ ظلال۔ ظل کی جمع، سایہ۔ گر قضا۔ اگرچہ میں تقدیرِ خداوندی سے اس عذاب میں پھنس گیا ہوں لیکن وہ مزاج کہاں بدلتا ہے۔

۳ گر گدا۔ اگر میں اس وقت فقیر ہوں تو آبرو نہیں بیچ سکتا ہوں شریف انسان پُرانے لباس میں بھی نیا رہتا ہے۔ سپرغم۔ ضیمران۔ نخوت۔ تکبر۔ گفت۔ پردیس میں چونکہ ناواقف لوگ ہوتے ہیں لہٰذا شیخی بگھارنے کا بہت موقع ہوتا ہے۔ گفت۔ ہرن بچہ نے کہا کہ میرا نافہ میری بڑائی پر گواہ ہے جو عُود و عنبر سے بھی بڑھا ہوا ہے۔

لیک[۱] آں را کہ شنود؟ صاحب مشام — بر خرِ سرگیں پرست آں شد حرام
لیکن اُس کو کون سونگھتا ہے؟ صاحبِ دماغ — گوبر کے پجاری، گدھے کے لئے وہ حرام ہے

خر گمیزِ خر ببوید در طریق — مُشک چوں عرضہ کنم با ایں فریق
گدھا، راستہ میں گدھے کا پیشاب سونگھتا ہے — اِس جماعت پر میں مُشک کیسے پیش کروں؟

بہرِ ایں گفت آں نبیِ مستجیب — رمزِ اَلْاِسْلَامُ فِی الدُّنْیَا غَرِیْب
اِسی لئے اُس (حق کو) قبول کرنیوالے نبیؐ نے فرمایا ہے — اشارہ اسلام دنیا میں پردیسی ہے۔

زانکہ[۲] خویشانش ہم از وے می رمند — گرچہ با ذاتش ملائک ہمدم اند
کیونکہ اُس کے اپنے بھی اُس سے بھاگتے ہیں — اگرچہ ملائک اُس کی ذات کے ساتھی ہیں

صورتش را جنس می بیند انام — لیک از وے می نیابند آں مشام
لوگ اُس کی صورت کو (ہم) جنس سمجھتے ہیں — لیکن اُس سے وہ خوشبو حاصل نہیں کرتے ہیں

ہمچو شیرے درمیانِ نقشِ گاوٗ — دور می بینش ولے اُو را مکاوٗ
شیر جیسا ہے بیل صورت لوگوں میں — اُس کو دور سے دیکھ لے اُس کی کھود کرید نہ کر

ور[۳] بکاوی ترکِ گاوِ تن بگو — کہ بدرد گاو را آں شیر خوٗ
اگر تو کرید تا ہے تو جسم کے بیل سے ہاتھ دھولے — کیونکہ وہ شیر طبیعت بیل کو پھاڑ ڈالے گا

طبعِ گاوی از سرت بیروں کند — خوئے حیوانی ز حیواں بر کند
وہ تیرے سَر میں سے بیل پن نکال دے گا — حیوان سے حیوانی خصلت دُور کر دے گا

گاو باشی شیر گردی نزدِ اُو — گر تو با گاوے خوشی شیری مجو
تو بیل تھا اُس کی صحبت میں شیر بنجائے گا — اگر تو بیل پن پر خوش ہے تو شیر پن نہ چاہ

تفسیر اِنِّیْ اَرٰی سَبْعَ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ یَّاْکُلُھُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ آں

بیشک میں سات موٹی گائیں دیکھتا ہوں جن کو سات لاغر کھا رہی ہیں - کی تفسیر ان لاغر

گاوانِ لاغر را خدا بصفت شیرانِ گرسنہ آفریدہ بود تا آں ہفت
گایوں کو خدا نے بھوکے شیروں کی صفت پر پیدا فرمایا تھا یہانتک کہ انھوں نے

گاوِ فربہ را باشتہا می خوردند اگرچہ آں خیالات صورِ گاواں
سات موٹی گایوں کو بھوک سے کھا لیا اگرچہ خواب کے آئینہ میں وہ خیالات

در آئینہ خواب بنمودند تو بمعنے آں شیر بنگر
گایوں کی صورت میں نمودار ہوئے تو حقیقتاً شیر سمجھ

[۱] لیک۔ لیکن اس ناذ کی خوشبو کون سونگھتا ہے؟ وہی سونگھتا ہے جو صاحب دماغ ہو، گوبر سونگھنے والا گدھا اسکو نہیں سونگھ سکتا ہے۔ خر۔ گدھا، گدھے کا پیشاب سونگھتا ہے، گدھوں کو مُشک کیسے سونگھایا جاسکتا ہے۔ بہرِ ایں۔ چونکہ صحیح خوشبو صاحب دماغ ہی سونگھ سکتا ہے اسی لیے آنحضورؐ نے فرمایا ہے کہ اسلام نااہلوں کے لئے اجنبی ہے۔

[۲] زانکہ۔ مسلمان سے انکے رشتہ دار بھی بھاگتے ہیں اگرچہ ملائکہ اُس سے مانوس ہیں۔۔۔ صورتش۔ عوام خواص کو اپنا جیسا ہی سمجھتے ہیں لیکن انکی خوشبو سے ناواقف ہیں۔ ہمچو شیرے۔ مردِ خدا عوام میں ایسا ہی ہے جیسا کہ بیلوں میں شیر ہے اسکو دور سے دیکھ لے زیادہ چھیڑ چھاڑ نہ کر۔

[۳] ور بکاوی۔ اگر تو اُسکے احوال کی زیادہ جستجو کرتا ہے تو اپنے جسم سے ہاتھ دھولے۔ طبعِ گاوی۔ وہ تیرا بیل پن اور حیوانی خصلت کو مٹا دے گا۔ گاوٗ۔ تو پہلے بیل تھا اب شیر بن جائے گا اگر تجھے اپنا بیل پن پسند ہے تو اُس شیر کی جستجو نہ کر۔ سَبْعَ بَقَرٰتٍ۔ یہ اُس خواب کا قصہ ہے جس کی حضرت یوسفؑ نے تعبیر دی تھی اور فرمایا تھا کہ سات موٹی گایوں سے سات سال اچھی پیداوار کے اور سات دُبلی گایوں سے سات سال قحط کے مُراد ہیں۔ مولانا نے اپنے سابق بیان کے

مطابق بتایا ہے کہ لاغر گایوں سے وہ اہل اللہ مراد ہیں جو بظاہر ضعیف ہوتے ہیں۔

آں عزیزِ[1] مصر میدید بخواب
اُس شاہِ مصر نے خواب میں دیکھ

چونکہ چشمِ غیب را شُد فتحِ باب
چونکہ غیب کی نظر کا دروازہ کھل گیا

ہفت گاوِ فربہ بس پروَرے
سات موٹی بہت پروردہ گائیں

خوردشاں آں ہفت گاوِ لاغرے
اُن کو سات، کمزور گایوں نے کھا لیا

دَر دروں شیراں بُدند آں لاغراں
وہ کمزور، حقیقتاً شیر تھیں

ورنہ گاواں رانبُودندے خوراں
ورنہ گایوں کو کھانے والی نہ ہوتیں

پس بشر آمد بصورت مردِ کار
بہت سے بشر ہیں جو کام کرنیوالے انسان کی صورت میں ہیں

لیک در وے شیر پنہاں مردخوار
لیکن انھیں انسان کو فنا کرنے والا شیر پوشیدہ ہے

مرد را خوش واخورد فردش کند
انسان کو کھا جاتا ہے، اس کو یکتا بنا دیتا ہے

صاف گردد دُردِ اش ار دردش کند
اُسکی تلچھٹ مصفیٰ ہو جاتی ہے خواہ اسکو تکلیف پہنچائے

زاں[2] یکے درد اُوز جملہ درد ہا
اُس ایک درد سے وہ تمام دردوں سے

وارہد پا بر نہد اُو بر سَما
نجات پا جاتا ہے، وہ آسمان پر قدم رکھ دیتا ہے

شاہ گردد وا گذارد بندگی
بادشاہ بن جاتا ہے، غلامی چھوڑ دیتا ہے۔

یا بد اُو در مُردگی دل زندگی
وہ فنا میں، دل کی زندگی حاصل کرلیتا ہے

گاوِ تن قربانیِ شیرِ خداست
جسم کی گائے شیرِ خدا کی قربانی ہے

گر ترا با اُو سَرِ صدق و صفاست
اگر تجھے اُس سے صدق و خلوص ہے

در[3] کشی مہماں ہُماں کونِ خری
اگر تو مہمان کشی کرے تو تو گدھے کی مقعد ہے

گاوِ تن را خواجہ تا کے پروری
اے خواجہ! تو جسم کی گائے کی کبتک پرورش کریگا؟

گاوِ تن مُردار گردد عاقبت
انجام کار جسم کی گائے مُردار ہو جائیگی

پس پشیمانی بری اے بد نیت
اے بدنیت! تو پھر شرمندہ ہو گا

دَر بیان آنکہ کُشتن خلیل علیہ السّلام خروس را اشارت
اُس کا بیان کہ (حضرت ابراہیم) خلیل اللہ کا مُرغے کو مارنا

بقمع و قہر کدام صفت بُود از صفاتِ مذمومات مُہلکات
مرید کے باطن کی مہلک اور بُری صفات میں سے کونسی صفت کو زائل کرنے

در باطن مُرید
اور مغلوب کرنے کا اشارہ تھا

---

[1] عزیز۔ مصر کے بادشاہ کو لقب ہے۔ ہفت گاؤ۔ اُس نے خواب دیکھا کہ سات دُبلی گائیں سات موٹی گائیوں کو کھا گئیں۔ آں لاغراں۔ وہ سات دُبلی گائیں دراصل سات شیر تھے۔ بس بشر بہت سے اولیاء اللہ ایسے ہی دُبلے نظر آتے ہیں لیکن وہ مُرید کی حیوانی صفات کو کو پھاڑ ڈالتے ہیں۔ صاف گردد۔ وہ حیوانی صفات اُس میں دُور ہو جاتی ہیں خواہ اُن کے ازالے سے اُس کو تکلیف پہنچے۔

[2] زاں یکے درد۔ وہ ایک درد ہے لیکن بہت سے دردوں سے نجات دلا دیتا ہے اور سفلی انسان کو ملکی بنا دیتا ہے۔ شاہ گردد۔ اب یہ معمولی انسان اُس شیخ کے تصرف سے شاہ بن جاتا ہے اور بدن کی مُردگی سے دل کی زندگی حاصل کرلیتا ہے۔ گاوِ تن۔ اگر تجھے شیخ سے عقیدت ہے تو مجاہدے کرکے جسم کی قربانی اُس کی خدمت میں پیش کردے۔

[3] در کشی۔ اگر تو جسم کی قربانی پیش نہیں کرتا ہے تو گویا تو شیخ کی مہمانی ادا نہیں کرتا ہے۔ گاوِ تن۔ لامحالہ جسم فنا ہو گا تو پھر تو شرمندہ ہو گا۔ دربیان۔ حضرت ابراہیمؑ کا مرغ کو ذبح کرنا اس امر کی طرف اشارہ تھا کہ انسان کو شہوت پرست نہ ہونا چاہیے۔

چند گوئی ہمچو زاغِ پُرفسوس[1]
مگر بھرے کوّے کی طرح کب تک بولے گا؟
اے خلیلؑ از بہرِ چہ کُشتی خروس
اے خلیل اللہ، آپ نے مرغے کو کیوں مارا؟

حِکمتِ کُشتن چہ بود آخر بگو
آخر بتائیے مارنے کی کیا حکمت تھی؟
تا مُسبّح گردم آں را مُو بمُو
تاکہ میں رونگٹے رونگٹے سے سُبحان اللہ کہوں

گفت فرماں، حکمت فرمان بخواں
اُنھوں نے فرمایا اللہ کا حکم، حکم کی حکمت بتا دیجئے
تا مُہلّل گردم آں را من بجاں
تاکہ میں اس پر دل و جان سے لا الٰہ الا اللہ پڑھوں

شہوتی ہست او و بس شہوت پرست
وہ شہوت والا اور شہوت پرست ہے
زاں شرابِ زہرناکِ ژاژ مست
اُس زہریلی، بیہودہ شراب سے مست ہے

گر نہ بہرِ نسل بُودے اے وصی
اے وصی! اگر وہ نسل کے لئے ضروری نہ ہوتی
آدمؑ از ننگش بکردے خود خصی
حضرت آدمؑ اُس کے عیب کی وجہ سے اپنے آپکو خصی کر لیتے

گفت ابلیسِ لعیں دادار را
ملعون شیطان نے اللہ (تعالیٰ) سے کہا
دام زفتے خواہم ایں اشکار را
میں اس شکار کے لئے مضبوط جال چاہتا ہوں

زر و سیم[2] و گلۂ اسپش نمود
سونا اور چاندی اور گھوڑوں کا گلہ دکھایا
کہ بدیں تانی خلائق را ربود
کہ تو اس سے لوگوں کو اچک سکے گا

گفت شاباش و تُرش آویخت لنج
بولا، آفریں ہے اور ترش روئی سے تھوتڑی لٹکائی
شد ترنجیدہ و تُرش ہمچوں ترنج
رنجیدہ اور لیموں کی طرح ترش ہو گیا

پس زر و گوہر ز معدنہائے خوش
تو سونا اور جواہر عمدہ کانوں سے
کرد آں پس ماندہ را حق پیش کش
اللہ (تعالیٰ) نے اُس مردود کے آگے کر دیئے

گیر ایں دامِ دگر را اے لعیں
اے ملعون! یہ دوسرا جال لے لے
گفت ازیں افزوں دہ اے نعم المُعیں
بولا، اے عمدہ مددگار! اس سے بڑھ کر دے

چرب[3] و شیرین و شراباتِ ثمیں
چکنے میٹھے (کھانے) اور قیمتی مشروبات
دادش و بس جامۂ ابریشمیں
اور بہت سے ریشمین کپڑے، اُسکو دیئے

گفت یارب بیش ازیں خواہم مدد
بولا، اے خدا! میں اس سے زیادہ مدد چاہتا ہوں
تا بہ بندم شاں بحبلٍ من مسد
تاکہ میں اُن کو مونج کی رسّی میں باندھ لوں

تا کہ مستانت کہ نر و پُر دلند
تاکہ تیرے وہ مست جو نر اور بہادر ہیں
مردوار آں بندہا را بگسلند
اُن بندشوں کو مردانہ وار توڑ دیں

[1] نسوس۔ مکر۔ مسبح۔ سُبحان اللہ کہنے والا۔ گفت۔ حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا میں نے خدائی حکم سے مُرغ کو ذبح کیا۔ حکمت۔ سوال کرنے والے نے کہا کہ اس خداوندی حکم کی کیا حکمت تھی۔ مہلل۔ لا الٰہ الا اللہ پڑھنے والا۔ شہوتی۔ مرغ ایک شہوت پرست پرندہ ہے۔ گر نہ۔ چونکہ نسلِ انسانی کی بقا کے لئے شہوت ضروری ہے ورنہ حضرت آدمؑ اپنے آپ کو خصی بنا لیتے۔ دادار۔ منصف، اللہ تعالیٰ۔ دام۔ انسان کو پھانسنے کے لئے مضبوط جال عنایت کر دے۔

[2] زر و سیم۔ اللہ تعالیٰ نے اُس کو چاندی سونا دکھایا کہ یہ جال موجود ہے اس سے انسان کو تو پھانس سکتا ہے۔ گفت۔ شیطان اس جال کو ناکافی سمجھ کر رنجیدہ ہو گیا۔ پس۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اُس کو عمدہ قسم کا سونا اور جواہر دکھائے کہ یہ جال کافی ہے۔ ازیں افزوں۔ شیطان نے کہا میں اس سے بڑھیا جال چاہتا ہوں۔

[3] چرب۔ حضرت حق تعالیٰ نے اُس کو عمدہ غذائیں اور فاخرہ لباس دیئے کہ ان سے انسانوں کو پھانس لے۔ گفت یارب۔ اُس شیطان نے پھر یہی کہا کہ اس سے زیادہ مضبوط جال چاہتا ہوں تاکہ ہر کس و ناکس اُس کو نہ توڑ سکے اور مردانِ خدا غیروں سے ممتاز ہو جائیں۔

تا بدیں دام و رسنہائے ہوا — **مردِ تو گردد ز نامرداں جُدا**

تاکہ نفسانیت کے اِس جال اور رسیوں کی وجہ سے — تیرے مرد نامردوں سے جدا ہو جائیں

دامِ دیگر خواہم اے سلطانِ تخت — **۵۱ دامِ مرد انداز حیلت ساز سخت**

اے شاہِ تقدیر! میں دوسرا جال چاہتا ہوں — جو جال، انسان کو پچھاڑنے والا سخت حیلہ ساز ہو

خمر و چنگ آورد در پیش و نہاد — **نیم خندہ زد بداں شد نیم شاد**

(اللہ تعالیٰ) شراب اور ستار سامنے لایا اور رکھ دیا — وہ تھوڑا سا ہنسا اور اُن پر آدھا راضی ہو گیا

سوئے اضلالِ ازل پیغام کرد — **کہ برآر از قعرِ بحرِ فتنہ گرد**

اُس نے ازلی (صفت) اِضلال کو پیغام دیا — کہ فتنہ کے سمندر کی گہرائی سے گرد نکال لا

نے یکے از بندگانت موسیٰ است — **پردہا در بحر اُو از گرد بست**

کیا تیرے بندوں میں موسیٰؑ نہیں ہیں! — انھوں نے سمندر میں گرد کے پردے باندھ دیئے

آب از ہر سو عناں را واکشید — **از تگِ دریا غبارے بر جہید**

پانی نے ہر جانب سے اپنی باگ کھینچ لی — دریا کی گہرائی سے غبار اُٹھا

۵۲ چونکہ خوبیِ زناں با اُو نمود — **کہ قرار و صبرِ مرداں می ربود**

جب عورتوں کا حُسن اس کو دکھایا — جو مردوں کا صبر و قرار لے اُڑتا ہے

پس زد انگشتک برقص اندر فتاد — **کہ بدہ زُوتر رسیدم بر مراد**

تو اُس نے چٹکی بجائی اور ناچنے لگا — کہ بہت جلد دیجئے، میں مقصد کو پہنچ گیا

چوں بدید آں چشمہائے پُر خمار — **کہ کُند عقل و خرد را بیقرار**

جب اُس نے وہ نشیلی آنکھیں دیکھیں — جو عقل اور سمجھ کو بے قرار بنا دیتی ہیں

واں صفائے عارضِ آں دلبراں — **کہ بسوزد چوں سپند ایں دل بر آں**

اُن معشوقوں کے رُخسار کی وہ صفائی — کہ جس پر یہ دل کالے دانے کی طرح جلتا ہے

روئے و خال و ابرو و لب چوں عقیق — **۵۳ گوئیا خور تافت از پردہ رقیق**

چہرہ اور تِل اور ابرو اور عقیق جیسے ہونٹ — گویا باریک پردے سے سورج چمک رہا ہے

قد چوں سروِ خراماں در چمن — **خد ہمچوں یاسمین و نسترن**

ایسا قد جیسا کہ چمن میں سروِ خراماں — رخسارہ چنبیلی اور گُلِ سیوتی جیسا

دید اُو آں غنج برجست اُو سبک — **چوں تجلّیِ حق از پردہ تُنک**

اُس نے وہ ناز و ادا دیکھی تو فوراً اُچھلا — جو باریک پردے میں سے اللہ (تعالیٰ) کی تجلّی کی طرح تھی

---

۵۱ دامِ مرد انداز: شیطان نے کہا ایسا سخت جال دے جس میں بڑے سے بڑا راہب پھنس جائے۔ خمر و چنگ۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو پھنسانے کیلئے شراب اور ستار شیطان کے سامنے رکھا تو اُس پر نیم رضی ہو کر مسکرایا۔ سوئے اضلال۔ اُس شیطان نے اللہ تعالیٰ کی صفت مُضل کو پکارا کہ فتنے کے سمندر سے گرد اُڑا دے۔ نے یکے۔ جیسے موسیٰؑ اللہ تعالیٰ کی صفت ہادی کے مظہرِ اتم تھے اور انھوں نے کمال دکھایا کہ دریا میں گرد کے پردے اُڑا دیئے تو مجھے بھی صفتِ مُضل کا مظہرِ اتم ہونا چاہیئے۔

۵۲ چونکہ۔ اب اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے حُسن کا نقشہ شیطان کو دکھایا تو وہ چٹکیاں بجانے لگا اور خوشی سے ناچنے لگا کہ اب میرا منشا پورا ہو گیا ہے۔ چوں بدید۔ اِس شعر سے چوتھے شعر تک شرط ہے، پانچویں شعر میں برجست اُس کی جزا ہے یعنی اِن عورتوں کی اِن چیزوں کو دیکھ کر وہ خوشی سے اُچھل پڑا۔ چشمہائے جیسی عورتوں کی مست آنکھیں۔ خرد۔ عقل۔ عارض۔ رخسار۔ سپند۔ کالا دانہ جو نظرِ بد کے دفع کرنے کیلئے آگ پر ڈالا جاتا ہے اور وہ چٹختا ہے۔ عقیق۔ عقیق سرخ پتھر جس سے ہونٹوں کو تشبیہ دی جاتی ہے۔

۵۳ گوئیا۔ چہرے کا منظر یہ تھا جیسا کہ باریک پردے سے سورج نظر آئے۔ سرو درخت ہے۔ سرو کی ایک قسم ہے۔ خد۔ رخسار۔ یاسمین۔ چنبیلی۔ نسترن۔ سیوتی۔ غنج۔ ناز و ادا۔ برجست۔ یہ شرط کی جزا ہے یعنی شیطان اِن چیزوں کو دیکھ کر اچھل پڑا۔ چوں تجلّی۔ یہ غنج کی تشبیہ ہے۔

عالَمے۱ شُد والہ و حیران و دنگ
ایک جہان سرگشتہ اور حیران اور دنگ ہو گیا

زاں کرشمہ وزاں دلالِ نیک شنگ
اُس کرشمہ اور اُس شوخ اچھے ناز سے

تفسیر لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سَافِلِیْنَ وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِی الْخَلْقِ اَفَلَا یَعْقِلُوْنَ

بے شک ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا پھر ہم نے اُس کو کمتروں سے کمتر کی طرف لوٹا دیا اور جس کو ہم (زیادہ) عمر دیتے ہیں اُس کو بناوٹ میں اوندھا کر دیتے ہیں کیا وہ نہیں سمجھتے کی تفسیر

آدم و جنّ و ملک ساجد شدہ
(حسینوں کے سامنے) آدمی اور جن اور فرشتے سجدہ کرنے والے بنے

ہمچو آدم باز معزول آمدہ
پھر وہ (حسین) آدمؑ کی طرح معزول ہو گیا

گفت آوخ بعدِ ہستی نیستی
اُس (حسین) نے کہا آہ وجود کے بعد فنا

گفت جرمت اینکہ افزوں زیستی
اُس نے کہا، تیرا قصور یہ ہے کہ تو زیادہ زندہ رہا

جبرئیلش می کشاند مو کشاں
جبرئیلؑ اُس (حسین) کو بال پکڑ کر کھینچ رہے ہیں

کہ برو زیں خلد و زجوقِ خوشاں
کہ اس جنت اور حسینوں کے جھرمٹ سے نکل جا

گفت بعد از عز۲ ایں اذلال چیست
اُس نے کہا عزت کے بعد یہ ذلیل کرنا کیوں ہے؟

گفت آں دادست و اینت داوری
(جبرئیل نے) کہا وہ عطا تھی اور یہ تیرے لئے انصاف ہے

جبرئیلا سجدہ میکردی بجاں
اے جبرئیلؑ! تو (دل و) جان سے سجدہ کرتا تھا

چوں کنوں میرانیم تو از جناں
تو اب مجھے جنت سے کیوں نکالتا ہے

حُلّہ۳ می پرّد ز من در امتحاں
(اس) آزمائش میں میری پوشاک ختم ہوتی جا رہی ہے

ہمچو برگ از نخل در فصلِ خزاں
جیسا کہ خزاں کے موسم میں کھجور سے پتے

آں رُخے کہ تابِ اُو بُد ماہ وار
وہ رُخ کہ جو چمک میں چاند جیسا تھا

شُد بہ پیری ہمچو پُشتِ سوسمار
بڑھاپے میں وہ گوہ کی پشت کی طرح ہو گیا

واں سرِ و آں فرقِ گش شعشع شُدہ
وہ سر اور وہ حسین مانگ، چمکتی ہوئی

وقتِ پیری ناخوش و اصلع شُدہ
بڑھاپے کے وقت بدصورت اور گنجی ہو گئی

واں قدِ رقصانِ و نازانِ چوں سناں
وہ نیزے جیسا رقص اور ناز کرتا ہوا قد

گشت در پیری دوتا ہمچو کماں
بڑھاپے میں کمان کی طرح دہرا ہو گیا

برف گشتہ موی ہمچوں پرِ زاغ
کوّے کے پروں کی طرح کے بال برف بن گئے

وز تشنّج روی گشتہ داغ داغ
اور جھرّیوں سے چہرہ داغ داغ ہو گیا

---

۱ عالمے۔ اب حسینوں کی تمام چیزوں نے دنیا کو دیوانہ بنا رکھا ہے۔ دلال۔ ناز و انداز۔ شنگ۔ شوخ۔ آدم حسینوں کے زوال پذیر حسن کی یہ کیفیت بیان کرتے ہیں کہ شباب کے وقت تمام مخلوق انکو سجدہ کرتی ہے اور حسن ڈھل جانے کے بعد اُس کی حالت حضرت آدمؑ کی سی ہوتی ہے جو جنت سے محروم کر دیئے گئے تھے۔ گفت۔ وہ حسین آہیں بھرتا ہے کہ ہائے کمال کے بعد زوال۔ جرمت۔ اُس کو جواب ملتا ہے کہ زیادہ جینے کی سزا ہے۔ جبرئیلش جس طرح حضرت آدمؑ جنت سے نکلے تھے اسی طرح اِس حسین کو جبرئیلؑ حسینوں کے زمرے اور حسن کی دولت سے باہر نکال دیتے ہیں۔

۲ بعد از عز۔ وہ حسین جبرئیلؑ سے کہتا ہے کہ اِس عزت کے بعد یہ ذلت کیوں ہوئی۔ آں دادست۔ جبرئیلؑ جواب دیتے ہیں وہ حسن محض عطا تھی اب یہ ذلت اِنصاف کا تقاضا ہے۔ جبرئیلا۔ وہ حسین کہتا ہے کہ اے جبرئیلؑ پہلے تو مجھے سجدے کرتا تھا اب تو حسن کی جنت سے مجھے کیوں نکالتا ہے۔

۳ حُلّہ۔ میں حسن کے لباس سے ایسا ہی محروم ہوا جا رہا ہوں جیسا کہ درخت خزاں میں پتّوں سے۔ نخل۔ عام درخت مراد ہے۔ سوسمار۔ گوہ جس کی کھال کھردری ہوتی ہے۔ فرق۔ سر کی مانگ۔ گش۔ خوش۔ شعشع شدہ چمکیلی۔ اصلع۔ گنجا۔ سناں۔ بھالا۔ معشوق کے قد کو بھالے کی لکڑی سے تشبیہ

رنگِ لالہ گشتہ رنگِ زعفراں
لالہ کا رنگ زعفران بن گیا

زورِ شیرش گشتہ چوں زہرہ تاں
اُس کی شیر جیسی طاقت عورتوں کے پتے کی طرح ہو گئی

چشم چوں نرگس شُدہ پژمردہ
نرگس جیسی آنکھ مرجھا گئی

گرمیِ اعضا شُدہ افسردہ
اعضا کی گرمی ٹھٹھر گئی

آنکہ مردے در بغل کردے بفن
جو فن کے ذریعہ بہادر کو بغل میں دبا لیتا تھا

می بگیرندش بغل وقتِ شُدن
چلنے کے وقت لوگ اُس کی بغلیں پکڑتے ہیں

ایں خود آثارِ غم و پژمردگیست
یہ خود غم اور پژمردگی کے آثار ہیں

ہر یکے زینہا رسولِ مُردگیست
اِن میں سے ہر ایک موت کا پیغامبر ہے

تفسیر اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ

"مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کئے اُن کے لئے نہ ختم ہونیوالا اجر ہے" کی تفسیر

لیک[2] اگر باشد قرینش نورِ حق
لیکن اگر اللہ (تعالیٰ) کا نور اُس کا ساتھی ہو

نیست از پیری وراں نقصان و دق
بڑھاپے سے اُس کو کوئی نقصان اور پریشانی نہیں ہے

سُستیِ اُو ہست چوں سُستیِ مست
اُس کی سُستی مست کی سی سُستی ہے

کاندراں سُستیش رشکِ رستم ست
کیونکہ اُس کی سُستی پر رستم کو رشک ہے

گر بمیرد استخوانش غرقِ ذوق
اگر وہ مر جائے تو اُس کی ہڈیاں ذوق میں غرق ہیں

ذرہ ذرہ اش در شعاعِ نورِ شوق
اُس کا ذرہ ذرہ شوق کے نور کی شعاعوں میں ہے

وانکہ[3] نورش نیست باغِ بے ثمر
جس کو نور حاصل نہیں ہے وہ بے پھل کا باغ ہے

کہ خزانش می کُند زیر و زبر
اُس کو موسم خزاں تہ و بالا کر دیتا ہے

گُل نماند خارہا ماند سیاہ
پھول ختم ہو جاتے ہیں کانٹے کالے پڑ جاتے ہیں

زرد و بے مغز آمدہ چوں تلِ کاہ
پیلا اور بغیر پھل کے ہو جاتا ہے جس طرح گھاس کا ڈھیر

تا چہ زلّت کرد ایں باغ اے خدا
اے اللہ! اِس باغ سے کیا غلطی ہوئی

کہ ازو ایں حُلّہا گردد جُدا
کہ اُس کا یہ لباس جُدا ہو گیا؟

خویشتن را دید و دیدِ خویشتن
اُس نے اپنے آپ کو دیکھا، اور خود بینی

زہرِ قتّال است ہیں اے ممتحن
اے مصیبت کے مارے! قاتل زہر ہے

شاہدے کز عشقِ اُو عالم گریست
وہ معشوق جس کے عشق میں دنیا روتی تھی

عالَمش می اندازد خود جُرم چیست؟
اُسکو دنیا اپنے پاس سے بھگاتی ہے، کیا خطا ہے؟

---

[1] لالہ: سُرخ پھول ہے۔ زعفران۔ زعفران کا رنگ زرد ہوتا ہے۔ زہرہ زناں۔ عورت نازک ہوتی ہے۔ گرمی۔ بوڑھاپے میں حرارت غریزی گھٹ جاتی ہے۔ آنکہ۔ جو شخص بڑے بڑے پہلوانوں کو بغل میں دبا لیتا تھا اب اُس کی یہ حالت ہے کہ لوگ اُس کی بغل میں ہاتھ دے کر سہارا نہ دیں تو وہ چل بھی نہیں سکتا ہے۔ ایں۔ بڑھاپے کے آثار موت کا پیغام دیتے ہیں۔

[2] لیک۔ جس شخص کو نورِ حق حاصل ہو گیا ہو بڑھاپا اُس کے لئے نقصان دہ نہیں ہے۔ سُستی۔ ایسے انسان کے اعضاء کی سُستی مست کی سُستی کی طرح ہے جو رستم جیسے پہلوان کے لئے بھی باعثِ رشک ہے۔ گر بمیرد۔ ایسا انسان مرتا ہے تو اُس کی رگ رگ میں خدا سے ملنے کا شوق بھرا ہوا ہوتا ہے۔

[3] وانکہ۔ جو شخص اِس نورِ خداوندی سے محروم ہے اُس کی مثال بے پھل کے باغ کی سی ہے جس کو خزاں تہ و بالا کر دیتی ہے۔ گل۔ ایسے باغ کا خزاں میں یہ حال ہوتا ہے کہ پھولوں کی جگہ سیاہ کانٹے لے لیتے ہیں اور وہ ٹیلے کی گھاس کی طرح بےجان ہو جاتا ہے۔ تاچہ۔ اِس باغ کا کیا جرم ہے؟ خویشتن۔ اِس باغ میں خود بینی تھی جو بہت بڑا جرم ہے۔ شاہدے۔ جس معشوق کے عشق میں عالم روتا تھا اب وہی عالم اُسکو اپنے پاس سے بھگاتا ہے اُس

جرمِ[۱] آنکہ زیورِ عاریہ بست — کرد دعویٰ کایں حُلل ملکِ من ست

غلطی یہ ہے کہ اُس نے مانگا ہوا زیور پہنا — دعویٰ یہ کیا کہ یہ میرا لباس ہے

وا ستانیم آنکہ تا داند یقیں — خرمن آنِ ماست خوباں خوشہ چیں

میں واپس لے لیتا ہوں، تاکہ یقین آجائے — کھلیان ہماری ملکیت ہے حسین اُسکے خوشہ چین ہیں

تا بداند کاں حُلل عاریہ بُود — پرتوے بُود آں زخورشیدِ وجود

تاکہ وہ جان جائے کہ وہ لباس مانگا ہوا تھا — وہ وجود کے سورج کا عکس تھا

آں جمال و قدرت و فضل و ہُنر — ز آفتابِ حُسن کرد ایں سو سفر

اُس حُسن اور طاقت اور فضل و ہنر نے — اِس جانب حُسن کے سورج سے سفر کیا تھا

باز می گردند چوں استارہا — نورِ آں خورشید ازیں دیوارہا

ستاروں کی طرح واپس ہو جاتے ہیں — اُن دیواروں سے سورج کے نور

پرتوِ خورشید شُد تا جائیگاہ — ماند ہر دیوار تاریک و سیاہ

سورج کا عکس (اپنی) جگہ چلا گیا — ہر دیوار، کالی اور سیاہ رہ گئی

آنکہ کرد اُو در رُخِ خوباںت دنگ — نورِ خورشید ست از شیشہ سہ رنگ

وہ حُسن، جس نے معشوقوں کے چہرے پر تجھے حیران کر دیا ہے — وہ سہ رنگے شیشہ سے سورج کا نور ہے

شیشہائے[۲] رنگ رنگ آں نُور را — می نماید ایں چنیں رنگیں بما

رنگ برنگ کے شیشے اُس نور کو — ہمیں ایسا رنگین دکھاتے ہیں

چوں نماند شیشہائے رنگ رنگ — نورِ بیرنگت کُند آں گاہ دنگ

جب رنگ برنگ کے شیشے نہ رہیں گے — اُس وقت وہ بے رنگ نور تجھے حیران کر دیگا

خُوئے کُن بے شیشہ دیدن نُور را — تا چو شیشہ بشکند نبُود عمیٰ

نور کو بغیر شیشہ کے دیکھنے کی عادت ڈال — تاکہ جب شیشہ ٹوٹ جائے تو اندھا پن نہ ہو

قانعی با دانشِ آموختہ — وز چراغِ غیر چشم افروختہ

تونے سیکھی ہوئی سمجھ پر اکتفا کر لیا ہے — اور دوسرے کے چراغ سے تونے آنکھیں روشن کی ہیں

اُو[۳] چراغِ خویش برُباید کہ تا — تو بدانی مُستعیری نے فتیٰ

وہ اپنا چراغ لے جائے گا - کہ — تو جان لے کہ تو مانگا ہوا لینے والا ہے نہ کہ جوانمرد

گر تو کردی شُکر و سعیِ مجتہد — غم مخور کہ صد چناں بازت دہد

اگر تو نے شکر کیا اور پوری کوشش — تو غم نہ کر وہ اُس جیسے سینکڑوں (حُسن) پھر دے دیگا

---

۱ جرم۔ اُس کا جرم یہ ہے کہ یہ اُس حُسن کو اپنی ملکیت سمجھتا تھا۔ واستانیم۔ ہم اُس حسن کو اس لئے واپس لے لیتے ہیں تاکہ سب کو معلوم ہوجائے کہ حُسن دراصل ہماری ملکیت ہے اور دنیا کے حسین ہمارے خوشہ چین ہیں۔ تا بداند۔ تاکہ حسین یہ سمجھ جائے کہ یہ حُسن کا لباس مانگا ہوا اور باری تعالےٰ کی ایک تجلی تھی۔ آں جمال۔ تمام خوبیاں اللہ کی ہیں کائنات اُس کا مظہر ہے۔ باز می گردند۔ یہ تمام خوبیاں کائنات میں عارضی ہیں یہ پھر اپنے مرکز کی طرف واپس ہوجاتی ہیں۔ آنکہ کرد۔ کائنات میں اُس کا ظہور ایسا ہی ہے جیسے سہ رنگے آئینہ میں سے سورج کی روشنی نظر آئے۔

۲ شیشہائے۔ جس طرح وہ نور ایک رنگ کا ہے اور مختلف شیشوں میں سے مختلف نظر آتا ہے اِسی طرح اس کی صفات ہیں۔ چوں نماند۔ جب وہ مظاہر باقی نہیں رہتے تو صرف یکرنگا نور باقی رہ جاتا ہے۔ خوئے کن۔ انسان کو صفات خداوندی کا بغیر مظاہر کے مشاہدہ کرنا چاہیئے تاکہ کائنات کی فنا ہوجانے کے بعد بھی وہ اُس نور کا مشاہدہ کر سکے۔ قانعی۔ تونے مظاہر کے ذریعہ اُس کی صفات کے مشاہدہ کی عادت ڈال رکھی ہے۔

۳ او چراغ۔ حضرت حق تعالےٰ اپنی صفتِ حُسن کو واپس لے لیتے ہیں تاکہ تجھے معلوم ہوجائے کہ یہ حُسن تیرے پاس عارضی تھا مستعیر۔ مانگنے والا۔ گر تو کردی۔ اگر تو اِس نعمت کے زوال پر بھی اللہ کا شکر ادا کریگا تو وہ تجھے اس سے سینکڑوں گنا زیادہ حُسن عطا کریگا۔

ورنکردی شکر اکنوں خوں گری ¹ | کہ شدست آں حسن از کافر بری

اگر تونے شکر ادا نہ کیا تو اب خون (کے آنسو) روئیگا | کیونکہ وہ حسن ایک ناشکرے سے جدا گیا ہے

اَمَّۃُ الکفرانِ اَضَلَّ اَعمَالَھُم | اُمَّۃُ الِایمانِ اَصْلَحَ بَالَھُم

(اللہ تعالیٰ نے) کافروں کے اعمال کو رائگاں کردیا ہے | (اور) مومنوں کی جماعت کے اعمال کی اصلاح کردی ہے

گم شُد از بے شکر خوبی و ہُنر | کہ دگر ہرگز نہ بیند زاں اثر

ناشکرے سے اچھائی اور ہنر اس طرح گم ہوا | کہ وہ دوبارہ کبھی اس کا نشان نہ دیکھے گا

خویشی و بے خویشی و شکر و وداد | رفت زانساں کہ نیارد شاں بیاد

اپنایت اور غیریت اور شکر اور عطا | اس طرح سے گئیں کہ وہ انکو یاد (بھی) نہ کرے گا

کہ اَضَلَّ اَعمَالَھُم اے کافراں | جُستنِ کام ست از ہر کامراں

اے کافرو! اُن کے اعمال کو رائگاں کردیا ہے | جستجو کرنا ہر (دنیادار) بامراد کا مقصد ہے

جز ز اہلِ شکر و اصحابِ وفا ² | کہ مر ایشاں راست دولت در قفا

سوائے شکر گذاروں اور باوفا لوگوں کے | کیونکہ دولت اُن کے پیچھے ہے

دولتِ رفتہ کجا قوت دہد | دولت آیندہ خاصیت دہد

گذری ہوئی دولت کب طاقت دیتی ہے؟ | آنیوالی دولت خاصیت دکھاتی ہے

قرض دہ زیں دولت اندر اَقْرِضُوا | تا کہ صد دولت بہ بینی پیش رو

تم قرض دو کے سلسلہ میں تو اِس دولت سے قرض دے | تاکہ تو (اپنے) سامنے سینکڑوں دولتیں دیکھے

اندکے زیں شرب کم کن بہرِ خویش | تاکہ حوضِ کوثرے یابی بہ پیش

اپنے لئے اس پینے میں سے کچھ کم کر دے | تاکہ تو آئندہ حوضِ کوثر پائے

جُرعہ بر خاک وفا آنکس کہ ریخت | کے تواند صیدِ دولت زو گریخت

جس شخص نے وفا کی زمین پر ایک گھونٹ بہایا | دولت کا شکار اُس سے کہاں بھاگ سکتا ہے!

خوش کند دلشاں کہ اَصْلَحَ بَالَھُم | رَدَّ مِنْ بَعْدِ التَّوٰی اَنْزَالَھُم

(اللہ تعالیٰ) انکا دل خوش کردیگا کیونکہ انکے دل کی | انکی مہمانی کے کھانے کو ختم ہوجانیکے بعد لوٹا دیا ہے

اے اجل وے ترکِ غارت ساز دہ ³ | ہر چہ بُردی زیں شکوراں باز دہ

اے موت اے دیہات کو لوٹنے والے ترک! | اِن شکر گذاروں کا جو کچھ تو نے چھینا ہے واپس دیدے

وا دہد ایشاں نہ پذیرند ہاں | زانکہ منعم گشتہ اند از رختِ جاں

وہ انکو واپس دیگی وہ اس کو ہرگز قبول نہ کرینگے | کیونکہ روح کے سامان سے وہ مالدار بنگئے ہیں

ط۱ ورنکردی۔ اگر خوشی کے ازالہ پر تو کفر شروع کردیگا تو پھر خون کے آنسو بہائیگا۔ مومن شکر گذار کو ملتا ہے کافر کو نہیں ملتا۔ اُمَّۃُ الکفران کافروں کے اعمال رائیگاں ہیں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے دل کی اصلاح کردی ہے گم شُد۔ ناشکرے سے ہنر اور خوبی اس طرح زائل ہوتی ہے کہ پھر اس کا نشان نہیں ملتا ہے۔ خویشی۔ کافر سے اوصافِ حسنہ اس طرح منتشر ہوجاتے ہیں کہ اس کو یاد بھی نہیں آتے ہیں۔

ط۲ جز ز اہلِ شکر۔ دولتِ رفتہ اور دولتِ آئندہ صرف شکر گذاروں اور وفاداروں کا حصہ ہے۔ قرض دہ۔ قرآن پاک میں ہے اَقْرِضُوا اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا۔ اللہ تعالیٰ کو قرضِ حسنہ دو کے حکم پر عمل کر اللہ تجھے بڑا بدلہ دیگا۔ اندکے انسان اپنی ضروریات کو کم کرکے دوسروں پر خرچ کرتا ہے تب آخرت میں اُس کو بدلہ ملتا ہے۔ جرعہ۔ جو شخص دوسروں پر خرچ کرے گا دولتِ آخرت اس کے ہاتھ آئیگی۔ خوش کند۔ اللہ تعالیٰ بدلہ دیکر انکو خوش کردیگا اور جو کچھ انھوں نے خرچ کیا ہے اسکو بڑھا کر واپس کردیگا۔

ط۳ اے اجل۔ اللہ تعالیٰ موت کو حکم دیگا کہ ان شکر گذاروں سے تونے جو چھینا ہے انکو واپس دیدے۔ وا دہد۔ موت انکو دنیاوی (دوبارہ) زندگی دینا چاہیگی وہ اس کو

صوفیئیم[1] و خرقہا انداختیم — باز نستانیم چوں در باختیم

ہم صوفی ہیں اور ہم نے چیتھڑے اُتار دیئے ہیں — جبکہ ہم نے اُن کو ہار دیا ہے ہم دوبارہ نہیں لیں گے

ما عوض دیدیم وانگہ چوں عوض — رفت از ما حاجت و حرص و غرض

ہم نے بدلہ پایا ہے اور پھر بدلہ بھی کیسا؟ — ہم سے ضرورت اور حرص اور غرض روانہ ہو گئی ہے

ز آبِ شورِ مُہلکے بیروں شدیم — بر رحیق و چشمۂ کوثر زدیم

ہم مُہلک کھاری پانی سے باہر آ گئے ہیں — شراب اور حوضِ کوثر پر مقیم ہو گئے ہیں

آنچہ کردی اے جہاں با دیگراں — بیوفائی و فن و نازِ گراں

اے دنیا! تو نے جو کچھ دوسروں کیساتھ برتی — بے وفائی اور چالاکی اور بھاری ناز

بر سرت ریزیم ما بہرِ خدا — کہ شہیدیم آمدہ اندر غزا

ہم خدا کے لئے، تیرے سَر پر مارتے ہیں — کیونکہ ہم تو جہاد کے شہید ہیں

تا بدانی کہ خدائے پاک را — بندگاں ہستند پُر حملہ و مِرا

تاکہ تو جان لے، کہ خدائے پاک کے — حملہ اور جنگ سے پُر (بھی) بندے ہیں

سبلت[2] تزویرِ دنیا بر کنند — خیمہ را بر بارویِ نصرت زنند

دنیا کی مکاری کی مونچھیں اُکھاڑ دیتے ہیں — مدد (خداوندی) کے قلعہ پر جھنڈا گاڑ دیتے ہیں

ایں شہیداں باز نو غازی شدند — ویں اسیراں باز بر نصرت زدند

یہ شہید از سرِ نو غازی بن گئے ہیں — یہ قیدی پھر مدد پر آمادہ ہیں

قفلِ مشکلہا ز لطفش حل شدہ — نفسِ کافر ناگہاں بسمل شدہ

اس کی مہربانی سے مشکلوں کا قفل کھل گیا ہے — کافر کا نفس اچانک تڑپنے لگا

نا اُمیدی[3] رفتہ اُمید آمدہ — گشت مسجد ناگہاں ایں بتکدہ

مایوسی ختم ہوئی، اُمید پیدا ہو گئی — یہ بُت خانہ، اچانک مسجد بن گیا

سر بر آوردند باز از نیستی — کہ بہ بیں مار اکہ اکمہ نیستی

وہ عدم سے پھر موجود ہو گئے — ہمیں دیکھ لے تو اندھا (تو) نہیں ہے

تا بدانی در عدم خورشیدہاست — وانچہ اینجا آفتاب آنجا سُہاست

تاکہ تو سمجھ لے کہ عدم میں بہت سے سورج ہیں — جو یہاں سورج ہے وہاں (کا) ستارہ ہے

زندگی نصیب ہو گی۔ اکمہ۔ مادر زاد اندھا۔ تا بدانی۔ عالمِ غیب میں ایسے سورج ہیں کہ دنیا کا سورج اُن کے مقابلہ میں سُہا ستارہ ہے۔

[1] صوفیئیم وہ کہدیں گے ہم صوفی ہیں، ہم گدڑی لٹا چکے ہیں اب اِس کو واپس نہیں لیں گے۔ ما عوض۔ اب اللہ تعالےٰ نے ہمیں وہ بدلہ عنایت کر دیا ہے جس کے بعد ہمیں دنیا کی حرص و حاجت نہیں رہی ہے۔ ز آبِ شور۔ دنیاوی چیزیں بمنزلہ شور پانی کے ہیں اور آخرت کی نعمتیں چشمۂ کوثر ہیں۔ آنچہ کردی۔ یہ انسان دنیا کو کہہ دیتا ہے کہ ہم شہیدانِ راہِ خدا میں سے ہیں تیری جملہ عنایتوں کو تیرے مُنہ پر مارتے ہیں۔ تا بدانی۔ تاکہ یہ دنیا یہ سمجھ لے کہ خدا کے وہ بندے بھی ہیں جو دنیا کو پرِکاہ سمجھتے ہیں۔

[2] سبلت۔ یہ مردانِ خدا دنیا کی مونچھیں اُکھاڑ پھینکتے ہیں اور اللہ کی مدد کے قلعہ پر جھنڈا لہرا دیتے ہیں۔ ایں شہیداں۔ جو لوگ فنا کے بعد بقا کا درجہ حاصل کر لیتے ہیں وہ از سرِ نو زندہ ہو جاتے ہیں۔ قفلِ مشکلہا۔ اُن کی جملہ مشکلات فضلِ خداوندی سے کھل جاتی ہیں اور اُن کا کافر نفس بسمل ہو جاتا ہے

[3] نا اُمیدی۔ فنا سے جو نا اُمیدی پیدا ہوئی تھی وہ سب اُمید سے بدل گئی اُن کے لئے یہ دنیا پاک جگہ ہو گئی۔ سر بر آوردند۔ فنا کے بعد پھر اُن کو ابدی

درعدم[۵۱] ہستی برادر چوں بُوَد | ضد اندر ضد چوں مکنوں بُوَد

اے بھائی! عدم میں وجود کس طرح ہوتا ہے؟ | ضد، ضد میں کیسے پوشیدہ ہوتی ہے؟

یُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتْ بداں | کہ عدم آمد اُمیدِ عابداں

سمجھ لے وہ مُردے سے زندہ پیدا کرتا ہے | عدم میں عبادت گذاروں کی امید ہے

مَردِ کارندہ کہ انبارش تہی ست | شاد و خوش نے بر اُمیدِ نیستی ست؟

وہ کاشتکار جس کا کھلیان خالی ہے | کیا وہ عدم کی اُمید پر خوش و خرم نہیں ہے؟

کہ بروید آں ز سُوئے نیستی | فہم کُن گر واقفِ معنیستی

کہ وہ عدم میں سے اُگ آئے گی | سمجھ لے، اگر تو حقیقت کا جان کار ہے

دمبدم[۵۲] از نیستی تو منتظر | کہ بیابی فہم و ذوق آرام و بر

تو ہر وقت عدم کا منتظر رہ | تاکہ تو آرام اور نیکی کا ذوق اور فہم حاصل کرلے

نیست دستوری گشاد ایں راز را | ورنہ بغدادے کُنم انجاز را

اِس راز کو کھولنے کی اجازت نہیں | ورنہ میں انجاز کو بغداد بنا دیتا

پس خزانہ صنعِ حق باشد عدم | کہ برآرد زو عطاہا دمبدم

اللہ تعالیٰ کی کاریگری کا خزانہ عدم ہے | کیونکہ وہ اُس سے پے در پے عطا برآمد کرتا ہے

مبدِعِ[۵۳] آمد حق و مُبدِع آں بُوَد | کہ برآرد فرعِ بے اصل و سند

اللہ (تعالیٰ) ایجاد کرنیوالا ہے اور ایجاد کرنیوالا وہ ہوتا ہے | جو بغیر جڑ اور اصل کے شاخ پیدا کردے

مثالِ عالَمِ ہست نیست نما و عالَمِ نیست ہست نمائے

موجود عالَم جو بظاہر معدوم ہے اور معدوم عالَم جو بظاہر موجود ہے کی مثال

نیست را بنمود ہست آں محتشم | ہست را بنمود بر شکلِ عدم

اُس عزت وجلال والے نے معدوم کو موجود دکھایا ہے | موجود کو معدوم کی شکل میں پیدا کیا ہے

بحر را پوشید و کف کرد آشکار | باد را پوشید و بنمودت غبار

سمندر کو پوشیدہ کردیا ہے، جھاگ کو رُونما کردیا ہے | ہوا کو چھپا دیا ہے، غبار کو ظاہر کردیا ہے

---

۵۱ درعدم۔ نیستی میں ہستی مُضمر کیسے ہوسکتی ہے؟ ضد۔ نیستی اور ہستی دو متضاد چیزیں ہیں ایک دوسرے میں چھپی ہوئی کیسے ہوسکتی ہے؟ مکنون۔ پوشیدہ۔ یُخرِجُ۔ سوال کا جواب ہے یہ ایسے ہی ممکن ہے جیسا کہ نطفہ سے زندہ بچہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ عدم۔ تمام عابدوں کی امیدیں غیب اور عدم سے وابستہ ہیں۔ مرد کارندہ۔ کسان جس نے بیج خرچ کرکے اپنی کوٹھی خالی کرلی وہ اُسی پیداوار پر خوش ہے جو..... فی الحال معدوم ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ وہ عدم سے وجود میں آجائے گی۔

۵۲ دمبدم۔ لہٰذا انسان کو چاہیئے کہ جو کچھ اُس کے لئے پردۂ غیب میں ہے وہ اُس کا منتظر رہے تاکہ وہ سمجھ لے کہ نیکی سے اعمال آرام میسر آئے گا۔ نیست۔ پردۂ غیب کی چیزوں کو ظاہر کرنے کی اجازت نہیں ورنہ میں موجود پرستوں کو غیب یعنی آخرت پرست بنا دیتا۔ بغداد یعنی پردۂ غیب کی نعمتوں کو ماننے والوں کا شہر۔ انجاز۔ ترکستان کا ایک شہر تھا جس کا بادشاہ اور لوگ آتش پرست تھے۔ پس خزانہ۔ جنت حق تعالیٰ کی کارگاہ عدم ہے جس سے وہ عطایا عنایت کرتا رہتا ہے۔

۵۳ مُبدِع۔ مبدع ایجاد کرنے والا یعنی معدوم کو موجود بنانیوالا مثال۔ دنیا درحقیقت غیر موجود ہے اور موجود نظر آتی ہے اور آخرت حقیقتاً موجود ہے لیکن معدوم نظر آتی ہے مولانا نے اِس بات کو چند مثالوں سے سمجھایا ہے۔ محتشم۔ معزز۔ نیست۔ یعنی عالَمِ شہود۔ ہست یعنی عالَمِ غیب۔ بحر۔ اِس شعر میں دو مثالیں ہیں سمندر اور ہوا جو حقیقتاً موجود ہیں اُن کو جھاگ اور غبار سے پوشیدہ کردیا جو غیر واقعی چیزیں ہیں تو جو معدوم ہے وہ نظر آرہا ہے اور جو موجود ہے وہ مخفی ہے۔

چوں[1] منارہ خاک پیچاں در ہوا | خاک از خود چوں برآید بر علا

ہوا میں چکراتی ہوئی خاک، منارہ کی طرح ہو | خاک بلندی پر خود کیسے چڑھ جاتی ہے؟

خاک را بینی ببالا اے علیل | باد را نہ جز بتعریف و دلیل

اے بیمار! تو خاک کو اوپر دیکھتا ہے | ہوا کو بتانے اور دلیل کے سوا نہیں دیکھتا ہے

کف ہمی بینی روانہ ہر طرف | کف بے دریا ندارد منصرف

تو جھاگ کو ہر طرف جاری دیکھتا ہے | بغیر دریا کے جھاگ نہیں چل سکتا ہے

کف بحس بینی و دریا از دلیل | فکر پنہاں آشکارا قال و قیل

تو جھاگ کو حواس سے دیکھ لیتا ہے اور دریا کو دلیل سے (سمجھتا ہے) | خیال پوشیدہ ہے اور گفت گو واضح ہے

نفی[2] را اثبات می پنداشتیم | دیدۂ معدوم بینی داشتیم

ہم نے معدوم کو موجود سمجھ لیا | ہم معدوم کو دیکھنے والی آنکھ رکھتے ہیں

دیدہ کاندر وے نعاسے شد پدید | کے تواند جز خیال و نیست دید؟

وہ آنکھ جس کو نیند آرہی ہو | وہ خیال اور معدوم کے سوا کیا دیکھ سکتی ہے؟

لاجرم سرگشتہ گشتیم از ضلال | چوں حقیقت شد نہاں پیدا خیال

لامحالہ ہم گمراہی سے حیران ہو گئے ہیں | چونکہ حقیقت چھپ گئی ہے اور خیال واضح ہے

ایں عدم را چوں نشاند اندر نظر | چوں نہاں کرد آں حقیقت از بصر

اس معدوم کو نظر میں کیسے جما دیا! | اس حقیقت کو نظر سے کیسے چھپا دیا؟!

آفریں[3] اے اوستادِ سحر باف | کہ نمودی معرضاں را درد صاف

اے جادو کرنے والے استاد! آفریں ہے | تو نے منہ موڑنے والوں کو تلچھٹ، نِتھار دکھائی

ساحراں مہتاب پیمایند زود | پیشِ بازرگاں و زر گیرند و سود

جادوگر فوراً چاندنی ناپ دیتے ہیں | سوداگر کے سامنے اور سونا اور نفع حاصل کر لیتے ہیں

سیم بربایند زیں گوں پیچ پیچ | سیم از کف رفتہ و کرباس ہیچ

اس پیچ در پیچ معاملہ سے چاندی اڑا لیتے ہیں۔ | چاندی ہاتھ سے گئی اور کپڑا کچھ نہیں

ایں جہاں جادوست ما آں تاجریم | کہ ازو مہتاب پیمودہ خریم

یہ دنیا جادو ہے ہم وہ سوداگر ہیں | کہ اس کی ناپی ہوئی چاندنی خریدتے ہیں

---

[1] چوں منارہ۔ گرد کا بگولہ اٹھتا ہے خاک نظر آتی ہے اور ہوا نظر نہیں آتی۔ باد۔ ہوا نظر نہیں آتی اس کا وجود اس لئے سمجھ میں آجاتا ہے کہ خاک میں از خود اڑنے کی طاقت نہیں ہے۔ کف۔ سطح آب پر جھاگ بہہ رہے ہیں جھاگ نظر آتے ہیں پانی کا وجود اس لئے سمجھ میں آجاتا ہے کہ جھاگ از خود نہیں بہہ سکتے۔ فکر نہاں۔ انسان کے افکار پوشیدہ ہیں اور اس کی گفتگو جس کا وجود افکار کے وجود کا پرتو ہے وہ ظاہر ہے یہی حال شئونات اور وجودِ مطلق کا ہے اور وجود مطلق جو کہ حقیقت ہے وہ بظاہر غیر موجود ہے اور شئونات جو کہ حقیقتاً غیر موجود ہیں وہ موجود نظر آتی ہیں۔

[2] نفی را۔ ہم نے معدوم کو موجود اور موجود کو معدوم سمجھ رکھا ہے یہ ہماری آنکھ کا قصور ہے کہ وہ غیر موجود کو موجود دکھا رہی ہے۔ دیدہ۔ جس آنکھ میں نیند ہو وہ محض خیالی اور غیر واقعی چیزوں کو موجود دکھا دیتی ہے۔ پیدا خیال۔ یعنی غیر واقعی چیز نظر آرہی ہے۔ ایں عدم۔ عالم شہود جو کہ معدوم ہے وہ نظر آتا ہے۔ آں حقیقت۔ عالم غیب نگاہوں سے پوشیدہ ہو گیا ہے۔

[3] آفریں۔ یہ حضرت حق تعالیٰ کی سحر آفرینی ہے کہ لشکر غیر حقیقی چیز کو حقیقی سمجھنے لگتے ہیں۔ وُرد۔ تلچھٹ۔ ساحراں۔ دنیا میں بھی ایسے جادوگر ہیں جو چاندنی کو کپڑا بنا کر فروخت کر دیتے ہیں۔ کرباس۔ سوتی کپڑا۔ ایں جہاں۔ دنیا کے بارے میں ہماری بھی یہی حالت ہے کہ ہم چاندنی کو کپڑا سمجھ رہے ہیں۔

گز کند کرباس پانصد گز شتاب — ساحرانہ او ز نورِ ماہتاب
وہ جلدی سے پانچسو گز کپڑا ناپ دے — جادوگری کے ذریعہ چاند کی چاندنی سے

چوں[1] ستد او سیم عمرت اے رہی — سیم شد، کرباس نے، کیسہ تہی
اے غلام! جب اس نے تیری عمر کی چاندی لے لی — چاندی گئی، کپڑا ندارد، تھیلی خالی ہوگئی

قُل اَعُوذت خواند باید کاے احد — ہیں ز نفّاثات افغاں وز عُقَد
تجھے قُل اَعُوذ پڑھنی چاہیئے کہ اے خدا! — جادوگرنیوں اور گرہوں سے فریاد ہے

میدمند اندر گرہ آں ساحرات — اَلغیاث اے مُستغاث از بُرد و مات
وہ جادوگرنیاں گرہ میں پھونک مارتی ہیں — اے فریاد رس! اس شطرنجی چال سے فریاد ہے

لیک برخواں از زبانِ فعل نیز — کہ زبانِ قول سُست است اے عزیز
لیکن عمل کی زبان سے بھی پڑھ — اے پیارے! کیونکہ قول کی زبان کمزور ہے

در[2] زمانہ مر ترا ہمرہ سہ اند — آں یکے وافی و آں دو غدر مند
دنیا میں تیرے تین ساتھی ہیں — ایک وفادار اور دو حیلہ جو ہیں

آں یکے یاران و دیگر رخت و مال — واں سوم وافی ست آں حُسن الفعال
ایک دوست ہیں اور دوسرا مال و اسباب ہیں — تیسرا وفادار نیک عمل ہے

مال ناید با تو بیروں از قصور — یار آید لیک تا بالینِ گور
مال تو محلوں سے باہر (ہی) نہ نکلے گا — دوست آئے گا لیکن قبر کے سرہانے تک

چوں[3] ترا روزِ اجل آید بہ پیش — یار گوید از زبانِ حالِ خویش
جب تجھے موت کا دن درپیش ہوگا — دوست اپنی زبانِ حال سے کہے گا

تا بدیں جا بیش ہمرہ نیستم — بر سرِ گورت زمانے بیستم
اس جگہ سے آگے کا ساتھی نہیں ہوں — تھوڑی دیر تیری قبر پر ٹھہرتا ہوں

فعلِ تو وافی ست زاں کن ملتحد — کاندر آید با تو در قعرِ لحد
تیرا عمل وفادار ہے اس میں اپنی پناہ گاہ بنالے — کیونکہ تیرے ساتھ قبر کی گہرائی میں آئے گا

در تفسیر قولہ علیہ السلام لابُدَّ مِن قرینٍ یُدفَنُ معکَ وھُوَ حَیٌّ

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کی تفسیر کہ ایک ساتھی ضروری ہے جو میرے ساتھ زندہ

وَتُدفَنُ مَعَہٗ وَاَنتَ مَیتٌ وَاِن کَانَ کَرِیمًا اَکرَمَکَ

دفن ہوگا اور تو مردہ اس کے ساتھ دفن ہوگا تو اگر وہ شریف ہے تو تیری عزت کریگا اور اگر

[1] چوں ستد - دنیا دار کی عمر ابھی دھوکے میں برباد ہوجاتی ہے، عمر ختم ہوجاتی ہے اور وہ کچھ حاصل نہیں کرپاتا ہے۔ قُل اَعُوذ - آنحضور پر یہ سورت جادو کے ازالہ کے لئے نازل ہوئی تھی۔ نفّاثات - وہ جادوگرنیاں جو گرہیں باندھ کر ان پر جادو پڑھ کر دم کرتی ہیں۔ یعنی یہ اَعُوذ صرف زبانی نہ ہو بلکہ عمل بھی ہو۔

[2] در زمانہ - دنیا میں انسان کے تین ساتھی ہیں دوست، مال، نیک عمل ان میں سے دو مرتے وقت ساتھ چھوڑ دیں گے نیک عمل وفاداری کریگا اور ساتھ دے گا۔ قصور قصر کی جمع ہے محل۔ قلعہ۔ بالیں۔ سرہانا۔

[3] چوں ترا - موت کے وقت دوست محض قبر تک ساتھ دیتے ہیں اور واپس ہوجاتے ہیں۔ فعل۔ انسان کے اعمال اس کا قرین بھی ساتھ دیتے ہیں۔ ملتحد۔ جائے پناہ۔ قرین۔ ساتھی۔

وَاِنْ کَانَ لَئِیْمًا اَسْلَمَکَ وَذٰلِکَ الْقَرِیْنُ عَمَلُکَ فَاَصْلِحْہُ مَا اسْتَطَعْتَ

کمینہ ہے تو تجھے چھوڑ بھاگے گا اور یہ ساتھی تیرا عمل ہے، پس جس قدر ممکن ہو تو اُس کی اصلاح کرے

پس پیمبر گفت بہرِ ایں طریق — باوفا تر[1] از عمل نبود رفیق
پیغمبر نے فرمایا ہے، اِس راستہ کے لئے — کوئی ساتھی عمل سے زیادہ باوفا نہیں ہے

گر بُوَد نیکو ابد یارت شود — ور بُوَد بد در لحد مارت شود
اگر وہ نیک ہوگا، ابد تک تیرا دوست ہوگا — اگر بد ہوگا، تیرے لئے قبر میں سانپ ہوگا

ایں عمل ویں کسب در راہِ سداد — کے تواں کرد اے پدر بے اوستاد
یہ عمل اور یہ کمائی، سچائی کے راستہ میں — اے بابا! بغیر اُستاد کے کب کی جاسکتی ہے؟

دُوں تریں کسبے کہ در عالم رود — ہیچ بے ارشادِ اُستادے بُوَد؟
کم درجہ کا پیشہ جو دنیا میں چالو ہے — کبھی اُستاد کی راہنمائی کے بغیر ہوا ہے؟

اولش[2] علم ست و آنگاہے عمل — تا دہد بر بعدِ مہلت نا اجل
اُس پیشہ کی ابتداء جاننا پھر عمل کرنا ہے — تاکہ تھوڑی دیر بعد موت تک پھل دے

اِسْتَعِیْنُوْا فِی الْحِرَفِ یَا ذَا النُّھٰی — مِنْ کَرِیْمٍ صَالِحٍ مِّنْ اَھْلِھَا
اے عقلمندو! پیشوں میں مدد حاصل کرو — کسی شریف نیک سے جو اُن کا اہل ہو

اُطْلُبِ الدُّرَّ اَخِیْ وَسْطَ الصَّدَفْ — وَاطْلُبِ الْفَنَّ مِنْ اَرْبَابِ الْحِرَفْ
اے بھائی! موتی سیپ کے اندر تلاش کر — اور فن کو پیشہ وروں سے طلب کر

اِنْ رَاَیْتُمْ نَاصِحِیْنَ اَنْصِفُوْا — بَادِرُوْا التَّعْلِیْمَ لَا تَسْتَنْکِفُوْا
اگر تم نصیحت کرنیوالوں کو دیکھو، خاموشی سے سُنو — تعلیم کی طرف بڑھو، تکبر نہ کرو

در دباغی گر خلق پوشید مرد — خواجگیِ خواجہ را آں کم نہ کرد
اگر دباغی میں انسان نے پھٹا پرانا پہنا — اُس نے شریف کی شرافت کو نہ گھٹایا

وقتِ دم[3] آہنگر ار پوشید دلق — احتشامِ اُو نشد کم پیشِ خلق
اگر بھٹی دھونکنے کے وقت لوہار نے گدڑی پہن لی — تو لوگوں کے سامنے اُس کی عزت نہیں گھٹی

پس لباسِ کبر بیروں کن ز تن — ملبسِ ذُل پوش در آموختن
تو تکبر کا لباس جسم سے اُتار دے — سیکھنے میں ذلت کا لباس پہن لے

علم آموزی طریقش قولی ست — حرف آموزی طریقش فعلی ست
تو علم سیکھتا ہے تو اُس کا طریقہ زبانی ہے — دستکاری سیکھتا ہے تو اُس کا طریقہ عملی ہے

[1] باوفاتر۔ انسان کے نیک اعمال سے زیادہ بہتر کوئی شخص کا ساتھی نہیں ہے۔ گر بود۔ نیک عمل انسان کا یار بنے گا اور بدعمل اسکے لئے سانپ اور بچھو بنے گا۔ ایں عمل۔ یہ عمل اور ہنر بغیر اُستاد کے حاصل نہیں ہوتا ہے لہٰذا کسی کو شیخ بنالے۔ ارشاد۔ راہنمائی۔

[2] اولش۔ ہر چیز کا پہلے علم حاصل کیا جاتا ہے پھر اُس پر عمل کیا جاتا ہے۔ حِرَف۔ حرفہ کی جمع ہے پیشے۔ ذَا النُّھٰی۔ عقلمند۔ صَدَف۔ سیپی۔ در دباغی۔ انسان کی ظاہری حیثیت اُس کے باطنی جوہر کو کم نہیں کرتی ہے۔ خَلَق۔ پرانا کپڑا۔

[3] وقتِ دم۔ دھونکنے کے وقت۔ آہنگر۔ لوہار۔ دلق۔ گدڑی۔ پس جبکہ لباس پر بڑائی کا مدار نہیں ہے تو تعلیم حاصل کرنے میں ذلت اور شکستگی کا لباس اختیار کرنا چاہیئے۔ علم۔ علم کتابی زبانی سکھایا جاتا ہے ہنر عملی طور پر سکھایا جاتا ہے۔

(٨)

فقر[١] خواہی آں بصحبت قائم ست — نے زبانت کار می آید نہ دست

فقر چاہتا ہے، وہ صحبت سے متعلق ہے — نہ تیری زبان کام آتی ہے، نہ ہاتھ

دانش انوارست در جانِ رجال — نے زراہِ دفترو نے قیل و قال

انوار کا علم (سلوک اولیاء) لوگوں کے دل میں ہے — (وہ حاصل نہیں ہوتا ہے) نہ کتاب کے راستہ سے نہ گفتگو سے

دانشِ آں را ستاند جاں زجاں — نے زراہِ دفترو نے از زباں

اُس کا علم روح، روح سے حاصل کرتی ہے — نہ کتاب کے راستے سے اور نہ زبان سے

در دلِ سالک اگر ہست آں رموز — رمز دانی نیست سالک را ہنوز

اگر سالک کے دل میں وہ رموز (بھی) ہیں — (لیکن) سالک کو ابھی ان کی سمجھ نہیں ہے

تا دلش[٢] را شرح آں سازد ضیا — پس اَلَمْ نَشْرَحْ بفرماید خدا

جب تک کہ اُسکے دل کیلئے، نور اُسکی تشریح نہ کردے — پھر خدا فرماتا ہے، کیا ہم نے تیرا سینہ نہیں کھول دیا!

کہ درونِ سینہ شرحت دادہ ایم — شرح اندر سینہ ات بنہادہ ایم

یعنی ہم نے تیرے سینہ میں اُسکی شرح عنایت کردی ہے — ہم نے تیرے سینہ میں شرح رکھ دی ہے

تو ہنوز[٣] از خارج آں را طالبی — مُحلبی از دیگراں چوں حالبی

تو ابھی تک باہر سے اُس کا طالب ہے — تو خود دودھ کی جگہ ہو تو دوسروں سے دودھ کیوں دوہتا ہے؟

چشمۂ شیر ست در تو بے کنار — تو چرا می شِیر جوئی از تغار

تیرے اندر دودھ کا لامحدود چشمہ ہے — تو گڑھے سے دودھ کا جویاں کیوں ہے؟

منفذے داری بہ بحر اے آبگیر — ننگ دار از آب جستن از غدیر

اے پانی حاصل کرنیوالے! تیرا سمندر تک راستہ ہے — حوض سے پانی لینے میں شرم کر

کہ اَلَمْ نَشْرَحْ نہ شرحت ہست باز — چوں شدی تو شرح جوئی گدیہ ساز

کیا "ہم نے نہیں کھولا" تیری شرح نہیں ہے پھر — تو شرح کا طالب اور بھکاری کیوں بنا ہے؟

در نگر در شرحِ دل در اندروں — تا نیاید طعنۂ لَا یُبْصِرُوْنَ

دل کی شرح کو باطن میں دیکھ لے — تاکہ "وہ نہیں دیکھتے ہیں" کا طعنہ نہ دیا جائے

تفسیر قولہٖ عَزَّوَجَلَّ وَھُوَ مَعَکُمْ اَیْنَمَا کُنْتُمْ

اللہ تعالیٰ کے قول "اور وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں بھی تم ہو" کی تفسیر

---

[١] فقر۔ فقر محض شیخ کی صحبت سے حاصل ہوتا ہے نہ زبان سے نہ عمل سے۔۔۔ دانش انوار۔ انوارِ الٰہی کا علم وہ اولیا کے دلوں میں ہے وہ دل، دل سے حاصل کرسکتا ہے زبان اور کتاب سے حاصل نہیں کرسکتا۔ در دل سالک کے دل میں اگر کچھ اشارے بھی ہیں تو وہ اُن اشاروں کے سمجھنے سے ابھی محروم ہے۔

[٢] تا دلش۔ جب سالک کے لئے نورِ خداوندی اُن۔۔ اشاروں کی تشریح کردیتا ہے تو اللہ کی جانب سے الم نشرح والی بشارت ملتی ہے۔۔ اَلَمْ نَشْرَحْ۔ قرآن میں حضورؐ کے لئے فرمایا گیا ہے "کیا ہم نے تمہارا شرح صدر نہیں کردیا" یعنی ہم نے وہ نور عنایت کردیا ہے جس سے تم رموز اور اشاروں کو سمجھ سکتے ہو۔ کہ۔ الم نشرح میں آنحضورؐ سے فرمایا گیا ہے کہ ہم نے تمہارے سینہ میں وہ استعداد کردی ہے۔

[٣] تو ہنوز۔ ایک عام انسان یہ سمجھتا ہے کہ علوم و اسرار کہیں باہر سے حاصل کئے جاتے ہیں یہ غلط ہے وہ علوم خود انسان کے دل اور روح میں موجود ہیں۔ محلب۔ دودھ کی جگہ۔ حالب۔ دودھ دوہنے والا۔ تغار۔ گڑھا۔ غدیر۔ حوض۔ کہ الم نشرح۔ خطاب اگرچہ آنحضورؐ کو ہے لیکن ہر طالب حق بھی اس میں داخل ہے۔ در نگر۔ انسان کا دل ایک جامع حقیقت ہے اُس میں ذات و صفات باری تعالیٰ کا مشاہدہ کیا جاسکتا ہے اگر اُس میں مشاہدہ نہیں کرتا ہے تو ایسے شخص پر لَا یُبْصِرُوْنَ "وہ نہیں دیکھتے ہیں" کا طعنہ لگیگا جو کفار کے بارے میں ہے۔

یک[۱] سبد پُر ناں تُرا بر فرقِ سَر ۔ تو ہمی خواہی لبِ ناں دَربَدر

روٹیوں کی ایک بھری ٹوکری تیرے سَر کی مانگ پر ہے ۔ تو روٹی کا ٹکڑا در بدر مانگتا ہے

در سَرِ خود پیچ وہل خیرہ سَری ۔ رَو دَرِ دل زن چرا بر ہر دَری

اپنے سر میں لگ اور بیہودہ پن چھوڑ ۔ جا دل کا دروازہ کھٹکھٹا ہر دروازہ پر کیوں جاتا ہے

تا بزانوئی میانِ آبِ جُو ۔ غافل از خود زین و آں تو آبجو

تو ران تک نہر کے پانی میں ہے ۔ تو خود سے غافل ہے اِس اور اُس سے پانی کا جویاں ہے

بر سَرت نانست پایت اندر آب ۔ وز عطش وز جوع گشتستی خراب

تیرے سَر پر روٹی ہے (اور) تیرا پاؤں پانی میں ہے ۔ اور تو پیاس اور بھوک سے تباہ ہے

پیش آب و پس ہم آب بامدد ۔ چشمہا را پیش سدّ و خلف سَد

آگے بھی جاری پانی ہے اور پیچھے بھی ۔ چشموں کے آگے بھی دیوار ہے اور پیچھے بھی دیوار ہے

اسپ[۲] زیرِ راں و فارس اسپ جُو ۔ چیست ایں گفت اسپ و لیکن اسپ کو

گھوڑا ران کے نیچے ہے اور سوار گھوڑے کا جویاں ہے ۔ یہ کیا ہے؟ گھوڑا ہے، لیکن گھوڑا کہاں ہے؟

ہین اسپ است ایں بزیرِ تو پدید ۔ گفت آرے لیک اسپ خود کہ دید

ہائیں، تیرے نیچے کھلا ہوا یہ گھوڑا ہے ۔ وہ کہتا ہے ہاں لیکن اپنا گھوڑا کس نے دیکھا ہے؟

مستِ آن و پیشِ رُوی اُوست آں ۔ اندر آب و بیخبر ز آبِ رَواں

وہ اسپر عاشق ہے اور وہ اس کے منہ کے سامنے ہو ۔ وہ پانی میں ہے اور جاری پانی سے بے خبر ہے

مستِ چیز و پیشِ رُوی اُوست چیز ۔ بیخبر زاں چیز و شرحِ خویش نیز

وہ ایک چیز پر عاشق ہو اور چیز اسکے منہ کے سامنے ہو ۔ وہ اُس چیز اور اپنی تفصیل سے بھی بے خبر ہے

چون[۳] گوہر در بحر گوید بحر کو ۔ واں خیالِ چوں صدف دیوار اُو

جیسا کہ موتی سمندر میں کہے، سمندر کہاں ہے؟ ۔ وہ خیال، سیپ کی طرح اُس کی دیوار ہے

گفتنِ آں کو حجابش میشود ۔ اَبر تابِ آفتابش میشود

اُس کا کہنا، وہ کہاں ہے؟ اُس کا پردہ بنتا ہو ۔ (اور) سورج کی چمک اُس کیلئے اَبر بنجاتی ہے

بندِ چشمِ اُوست ہم چشمِ بدش ۔ عینِ رفعِ سدِّ اُو گشتہ سدش

اُس کی بُری آنکھ بھی اُس کی آنکھ کا پردہ ہے ۔ بعینہٖ دیوار کا ہٹانا، اُس کے لئے دیوار بنگیا

پھر سمندر کو تلاش کرے جس طرح موتی کیلئے سیپ سمندر کو دیکھنے سے مانع ہے اسی طرح انسان کے اوہام اور خیالات مانع بنتے ہیں گفتنِ آں۔ مطلوب کے قریب ہوتے ہوئے اُس کا مطلوب کو پوچھنا اُس مطلوب کا پردہ اور اُس مطلوب کے آفتاب کی چمک اُس کیلئے ابر بنجاتی ہے۔ بندِ چشم۔ اُنکی غلط نظر خود اُنکی آنکھ کا پردہ ہے آنکھ جو

[۱] یک سبد۔ اِن اشعار کا خلاصہ یہ ہے کہ ذاتِ حق ہر انسان کے ساتھ ہے لیکن آڑ حائل ہے تو اب بس اُسکے مشاہدہ کی طلب ہونی چاہیئے۔ سبد۔ ٹوکری۔ دَرِ دل۔ دل میں مشاہدہ کی کوشش کر دربدر اُس کو ڈھونڈتا نہ پھر۔ تا بزانو۔ حضرتِ حق کو باہر تلاش کرنے والے کی ایک مثال تو یہ تھی کہ روٹیوں کا طبق سَر پر ہو اور وہ دَربدر روٹی مانگتا پھرے دوسری مثال یہ ہے کہ انسان خود پانی میں کھڑا ہو اور دوسروں سے پانی مانگے۔

[۲] اَسپ۔ تیسری مثال یہ ہے کہ انسان گھوڑے پر سوار ہو اور اُسی گھوڑے کو تلاش کرے لوگ اُس سے پوچھیں کہ تو کس چیز پر سوار ہے تو اُس کو کہنا پڑے کہ گھوڑے پر لیکن پھر بھی گھوڑے کو تلاش کرے۔ ہین۔ اُس گھوڑے سوار سے لوگ کہتے ہیں کہ گھوڑا تو تیرے نیچے موجود ہے وہ کہتا ہے ہاں لیکن مجھے گھوڑا نظر نہیں آرہا ہے۔ مَست۔ وہ گھوڑے کی تلاش میں مدہوش بنا ہوا ہے اور گھوڑا اُس کے سامنے موجود ہے اِس کی مثال تو یہی ہے کہ انسان جاری پانی میں کھڑا ہوا اور اُس سے بیخبر بھی ہو۔

[۳] چوں گوہر۔ چوتھی مثال یہ ہے کہ موتی سمندر میں ہو اور

بندِ گوشِ اُو شدہ ہم گوشِ اُو — ہوشِ باحق دار اے مدہوشِ اُو

اُس کا کان بھی اُس کے کان کی رکاوٹ ہوگیا — اللہ کا ہوش کر، اے اُس کے دیوانے!

ہوش را توزیع کردی بر جہات — می نیرزد ترّۂ آں تُرّہات

تونے ہوش کو (مختلف) جانبوں میں تقسیم کر دیا ہے — وہ فضول (خیالات) ساگ کی قیمت کے نہیں ہیں

در تفسیر قولِ نبی علیہ السلام مَنْ جَعَلَ الْهُمُوْمَ هَمًّا وَّاحِدًا كَفَاهُ اللّٰهُ سَائِرَ هُمُوْمِهٖ وَمَنْ تَفَرَّقَتْ بِهِ الْهُمُوْمُ لَا يُبَالِي اللّٰهُ فِيْ اَيِّ وَادٍ مِّنْهَا هَلَكَ

آنحضورؐ کے اِس قول کی تفسیر کہ جس نے غموں کو ایک غم بنا لیا اللہ تعالیٰ اُسکے سارے غموں کیلئے کافی ہوگیا اور جس کے متفرق غم ہیں تو اللہ اس سے بے نیاز ہے کہ وہ کونسی وادی میں تباہ ہوا

آبِ ہُشِ را می کشد ہر بیخ و خار — آبِ ہوشت چوں رسد سوئے ثمار

ہر جڑ اور کانٹا ہوش کے پانی کو چوس رہا ہے — پھلوں تک تیرے ہوش کا پانی کیسے پہنچے؟

آبہا را می کشد آں خس گیاہ — آبِ ہوشت چوں رسد سوئے اِلٰہ

پانی کو معمولی گھاس پی رہی ہے — تیرے ہوش کا پانی خدا تک کیسے پہنچے؟

ہیں بزن آں شاخ بد را خو کُنش — آب دہ ایں شاخ خوش را نو کُنش

خبردار! اُس شاخ کو کاٹ دے (اور) اُسکو دور کر دے — اس اچھی شاخ کو پانی دے، اُس کو تازہ کر

ہر دو سبزند ایں زماں آخر نگر — کیں شود باطل ازاں رُوید ثمر

اب دونوں سبز ہیں، انجام کو دیکھ — یہ خراب ہو جائے گی، اُس سے پھل پیدا ہونگے

آبِ باغ ایں را حلال آں را حرام — فرق را آخر بہ بینی والسلام

باغ کا پانی اس کیلئے حلال اُسکے لئے حرام ہے — تو آخر میں فرق کو سمجھے گا، والسلام

عدل چہ بُوَد؟ آب دہ اشجار را — ظلم چہ بُوَد؟ آب دادن خار را

عدل کیا ہے؟ درختوں کو پانی دے — ظلم کیا ہے؟ کانٹے کو پانی دینا

عدل وضعِ نعمتے در موضعش — نے بہر بیخے کہ باشد آب کش

عدل، جگہ پر نعمت صرف کرنا ہے — نہ کہ ہر جڑ کو (پانی) دینا جو پانی چوستی ہے

ظلم چہ بُوَد؟ وضع در ناموضعے — کہ نباشد جُز بلا را منبعے

ظلم کیا ہے؟ بے محل صرف کرنا — جو صرف مصیبت کا چشمہ ہے

نعمتِ حق را بجان و عقل دہ — نے بہ طبعِ پُر زحیر و پُر گرہ

اللہ (تعالیٰ) کی نعمت جان اور عقل کو دے — نہ کہ پیچش اور گرہوں والی طبیعت کو

لہ بندِ گوش۔ ایسے شخص کا کان خود اُس کو بہرا بنا دیتا ہے۔ مدہوش۔ بوزن مبہوت دہشت زدہ۔ ترہات۔ انسان کی پراگندہ خیالی کی کوئی قیمت نہیں ہے۔ در تفسیر۔ اِس کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان کو پراگندہ خیال نہ رہنا چاہیئے۔

ٹہ ہموم۔ ہم کی جمع ہے آنیوالے کام کا غم و فکر۔ آب ہش۔ اگر انسان دنیاوی معاملوں کے سوچ بچار میں لگا رہے گا تو آخرت سے غافل ہو جائیگا لیکن دنیاوی فکروں سے بچیگا تو آخرت کی فکر میں لگیگا۔

سہ ہر دو۔ دنیا اور آخرت کی فکر میں سے آخرت کی فکر اچھے پھل لائے گی۔ آب۔ دنیا کے باغ کو فکر کا پانی دینا درست نہیں ہے۔ عدل۔ منشاء تو یہ ہے کہ انسان اچھے درختوں کو پانی دے کانٹوں کی جھاڑی کو پانی نہ دے۔ در موضعش۔ بھلائی کی جگہ بھلائی کرنا عدل ہے ظلم کوئی کام بے موقعہ کرنا ظلم ہے۔ نعمتِ حق۔ اللہ کی عطا کردہ نعمتوں سے، روح انسانی کی تربیت کرنی چاہیئے نہ کہ روح حیوانی کی۔

۱ بار کُن بیگارِ غم را بَر تنت
غم کی بیگار کو اپنے جسم پر سوار کر

بَر دل و جاں کم نہ آنجاں کَندنت
دل اور جاں پر نہیں، کیونکہ وہ جان کی تباہی ہے

بر سرِ عیسیٰؑ نہادہ تنگِ بلد
بوجھ کا گٹھر عیسیٰ کے سر پر رکھے ہوئے ہے

خر سکیزہ میزند در مرغزار
گدھا، چراگاہ میں دولتیاں مار رہا ہے

سُرمہ را در گوش کردن شرط نیست
سُرمہ کو کان میں لگانا مناسب نہیں ہے

کارِ دل را جستن از تن شرط نیست
دل کا کام، جسم سے لینا مناسب نہیں ہے

۲ گر دلی رَو ناز کُن خواری مکش
اگر تو (مجسّم) دل ہے جا فخر کر ذلت نہ اٹھا

ور تنی شکر منوش و زہر چش
اگر تو (مجسّم) جسم ہے، شکر نہ کھا اور زہر چکھ

زہر تن را نافع ست و قند بَد
جسم کے لئے زہر مفید اور شکر مضر ہے

تن ہماں بہتر کہ باشد بے مدد
جسم وہی بہتر ہے، جو بے سہارا ہو

ہیزمِ دوزخ تنت وکم کُنش
جسم، دوزخ کا ایندھن ہے اُسکو گھٹا

ور برویدہیں توازبُن بر کَنش
اگر وہ اُگے خبردار! تو اُس کو جڑ سے اکھاڑ دے

ورنہ حمّالِ حطب باشی حطب
ورنہ تو ایندھن ہی ایندھن کا باربردار ہوگا

در دو عالم ہمچو جفتِ بولہب
دونوں جہان میں، ابولہب کی بیوی کی طرح

۳ از حطب بشناس شاخِ سدرہ را
سدرۃ (المنتہیٰ) کی شاخ کو ایندھن کی لکڑی سے

گرچہ ہر دو سبز باشد اے فتی
اے نوجوان! اگرچہ دونوں سبز ہوں

اصلِ ایں شاخ ست از نار و دُخاں
اِس شاخ کی جڑ آگ اور دھواں ہے

اصلِ آں شاخ ست ہفتم آسماں
اُس شاخ کی جڑ، ساتویں آسمان پر ہے

ہست مانند ایں بصورت پیشِ حس
یہ حس کے سامنے (آپس میں) مشابہ ہیں

کہ غلط بین ست چشم و کیشِ حس
کیونکہ حس کی آنکھ اور طریقہ غلط بیں ہے

ہست پیدا آں بہ پیشِ چشمِ دل
دل کی آنکھ کے لئے، وہ واضح ہے

جہد کُن پیشِ دل آ جہد المقل
کوشش کر نادار کی سی کوشش، دل کے سامنے

ور نداری پا بجنباں خویش را
تو اگر پاؤں نہیں رکھتا ہے خود کو حرکت دے

تا بہ بینی ہر کم و ہر بیش را
تاکہ تو ہر کم و بیش کو دیکھ لے

۱ بار کن ۔ دنیاوی محصول کو قالب تک محدود رکھو قلب تک نہ پہونچنے دو۔ بر سرِ عیسیٰؑ۔ روح حضرت عیسیٰؑ جیسی چیز ہے اور جسم خرِ عیسیٰ ہے، بوجھ گدھے پر لادھنا چاہئے نہ کہ عیسیٰؑ پر، یہ حماقت ہے کہ عیسیٰ پر بوجھ لدھا ہوا ہو اور گدھا چمن میں مزے اڑائے۔ سرمہ۔ ہر عمل کا ایک محل ہے۔ سرمہ کان میں لگانا حماقت ہے۔
۲ گر دلی۔ اگر تو مجسّم روح وقلب بن گیا ہے تو اب مجاہدوں کی تکلیف اٹھانیکی ضرورت نہیں ہے اور اگر تو مجسّم جسم ہے تو راحت طلبی چھوڑ کر مجاہدوں کا زہر کھا۔ زہر۔ یہ محنت اور مشقت جسم کے لئے مفید ہے اور راحت طلبی مضر ہے۔ ہیزم۔ انسان کا جسم دوزخ کا ایندھن ہے اُس کو ختم کرنا چاہیئے ورنہ تیرا لقب بھی وہی ہے جو ابولہب کی بیوی کا ہے قرآن نے اُس کو حمّالۃ الحطب کہا ہے یعنی دوزخ کا ایندھن اٹھانیوالی
۳ از حطب۔ جسم دوزخ کا ایندھن اور روح سدرۃ المنتہیٰ کی شاخ ہے دونوں میں فرق کرنے چاہئیں۔ اس جسم کی شاخ دھوئیں اور آگ کی جڑ ہے اور روح کی شاخ عالمِ بالا کی چیز ہے۔ ہست مانند۔ یہ دونوں شاخیں یکساں نظر آتی ہیں جس کی وجہ آنکھ کی غلط بینی ہے۔ چشمِ دل۔ دل کی آنکھ سے دیکھ دونوں میں فرق نظر آئیگا۔ ور نداری۔ انسان کو غلط بینی سے نکلنے کی ہر صورت کوشش کرنی چاہئے اگر پاؤں نہیں ہیں تو جسم کو ہی سرکانا چاہئے۔

کایں تحرک شد تبرک را کلید — وز تحرک گردی اے دل مُستفید[51]

کیونکہ یہ حرکت کرنا برکت حاصل کرنے کی کنجی ہے — اے دل! تو حرکت کرنے سے فائدہ مند ہو گا

در معنیٔ ایں رباعی

اِس رباعی کے معنیٰ (کے بیان) میں

گر راہروی راہ بَرَت بگشایند — ور نیست شوی بہستیت بگرایند

اگر تو راہ (طریقت) پر چلیگا تیرے لئے راستہ کھول دینگے — اگر تو فنا ہو جائیگا تجھے بقا کی طرف مائل کر دینگے

وَر پست شوی نگنجی اندر عالَم — وانگاہ تُرا بے تو بتو بنمایند

اگر تو پست ہو جائے تو تو عالم میں نہ سمائے گا — اُس وقت تجھے بغیر تیرے (وجود کے) دکھائینگے

گرزلیخا بست درہا ہر طرف[52] — یافت یوسفؑ ہم ز جُنبش منصرف

اگرچہ زلیخا نے ہر طرف دروازے بند کر دیئے — یوسفؑ نے بھی حرکت سے واپسی کی جگہ پا لی

چوں توکّل کرد یوسفؑ بر جہید — باز شد قفل وَر و رہ شد پدید

جب یوسفؑ نے توکّل کیا (اور) کود پڑے — دروازے کا تالا کھُل گیا اور راستہ ظاہر ہو گیا

گرچہ رخنہ نیست عالَم را پدید — خیرہ یوسفؑ وار می باید دوید

اگرچہ دنیا کا کوئی شگاف نظر نہیں آتا ہے — یوسفؑ کی طرح اندھا دھند بھاگنا چاہیئے

تاکشاید قفل ور رہ پیدا شود — سُوئے بیجائی شما را جا شود

تاکہ تالا کھُلے اور راستہ ظاہر ہو جائے — لامکاں کی جانب تمہارے لئے جگہ ہو جائے

آمدی[53] اندر جہاں اے ممتحَن — ہیچ می بینی طریقِ آمدن

اے آزمائش میں پڑے ہوئے تو دنیا میں آیا — کچھ تجھے آنے کا راستہ نظر آیا؟

تو ز جائے آمدی وز موطنے — آمدن را راہ دانی ہیچ نے

تو ایک جگہ اور ایک وطن سے آیا — تو آنے کا راستہ جانتا ہے، کچھ بھی نہیں

گر ندانی تا نگوئی راہ نیست — زیں رہِ بے راہ مارا رفتنی ست

اگر تو نہیں جانتا ہے، ہرگز نہ کہہ کہ راہ نہیں ہے — ہمیں اِسی بغیر راستہ کے راستہ سے جانا ہے

میروی دَر خواب شاداں چپ و راست — ہیچ دانی راہِ آں میداں کجاست

تو خواب میں خوشی خوشی دائیں بائیں جاتا ہے — تو کچھ جانتا ہے کہ اُس میدان کا راستہ کدھر ہے؟

تو بہ بند آں چشم و خود تسلیم کُن — خویش را بینی دراں شہرِ کُہن

تو اُس آنکھ کو بند کرلے اور خود کو سپرد کردے — تو اپنے آپ کو اُس قدیم شہر میں دیکھے گا

---

[51] وز تحرک۔ بُرائی سے حتی المقدور بچنا مفید ہے گر راہ۔ جب انسان راہِ طریقت میں کوشاں ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ راستہ دکھاتے ہیں اگر فنا اختیار کرتا ہے تو اُس کو بقا نصیب ہوتی ہے۔ ور پست۔ انسان جس قدر کسرِ نفسی اختیار کرتا ہے اسی قدر اُس کو بلندی نصیب ہوتی ہے۔

[52] گرزلیخا۔ حضرت یوسفؑ نے زنا سے بچنے کی کوشش کی تو زلیخا کے بند کئے ہوئے دروازے کھل گئے اور حضرت یوسفؑ زلیخا کے پھندے سے بچ نکلے۔ گرچہ رخنہ۔ دنیا سے بھاگ نکلنے کے لئے اگرچہ دروازہ نظر نہیں آرہا ہے لیکن جب انسان کوشش کرتا ہے تو راہ پیدا ہو جاتی ہے اور لامکان کا راستہ پالیتا ہے۔

[53] آمدی۔ انسان عالمِ بالا سے جس راستہ سے آیا ہے وہ بھی اس کی نظروں سے غائب ہے اسی طرح وہ غائب راستہ سے عالمِ بالا تک جا بھی سکتا ہے یعنی تو نہ جائے۔ انسان عالمِ بالا سے آیا ہے اور اس کو آنے کا راستہ معلوم نہیں ہے۔ گر ندانی۔ راستہ نظر نہ آنے کی وجہ سے اُس راستہ کا انکار نہ کر اسی راستہ سے واپس جانا ہے میروی۔ انسان خواب میں راستہ کو بغیر جانے ہوئے چلتا ہے تو بہ بند۔ انسان کو حِسی آنکھ کو بند کرکے خود کو خدا کے حوالہ کرنا

چشم[۱] چوں بندی کہ صد چشم و خمار — بند چشم تست ایں سُو از غرار

تو آنکھ کیسے بند کریگا؟ کیونکہ سینکڑوں آنکھیں اور نشہ — غفلت کی وجہ سے اس جانب کیلئے تیری آنکھ کا پردہ ہیں

چار چشمی تو ز عشقِ مُشتری — بر امیدِ مہتری و سروری

تو (اپنے) خریدار کے عشق میں چار آنکھوں والا ہے — بڑائی اور سرداری کی امید پر

گر بخسپی مُشتری بینی بخواب — جغدِ بد کے خواب بیند جز خراب

اگر تو سوتا (بھی) ہے تو خواب میں خریدار کو دیکھتا ہے — منحوس جغد ویرانہ کے سوا، کب دیکھتا ہے؟

مُشتری[۲] خواہی بہر دم پیچ پیچ — تو چہ داری کہ فروشی؟ ہیچ ہیچ

تو ہر وقت پیچ و تاب میں خریدار کا خواہشمند ہے — تو رکھتا کیا ہے؟ کہ بیچے گا؟ کچھ بھی نہیں

گر ترا نانے بُدے یا چاشتے — از خریداراں فراغت داشتے

اگر تجھے روٹی یا ناشتہ (حاصل) ہوتا — تو خریداروں سے بے نیاز ہوتا

گر در انباں مر ترا نانے بُدے — از خریداراں دلت فارغ شُدے

اگر تھیلے میں تیری روٹی ہوتی — تو تیرا دل خریداروں سے بے نیاز ہوتا

قصۂ آں شخصے کہ دعویٔ پیغمبری میکرد گفتندش کہ چہ خوردہ کہ گیج شدۂ و یاوہ میگوئی گفت اگر چیزے یافتمے کہ خوردمے نے گیج شُدمے و نہ یاوہ گفتمے کہ ہر سخنِ نیک کہ با غیر اہلش گویند یاوہ گفتہ باشند اگرچہ دراں گفتن مامور باشند

اُس آدمی کا قصہ جو پیغمبری کا دعویٰ کرتا تھا، لوگوں نے اُس سے کہا تو نے کیا کھایا ہے کہ احمق بنا اور بکواس کرتا ہے اُس نے کہا کہ اگر میں کوئی چیز پالیتا جو کہ میں کھالیتا نہ احمق ہوتا اور نہ بکواس کرتا کیونکہ ہر بھلی بات جو نا اہلوں سے کہتے ہیں، بکواس بکتے ہیں اگرچہ وہ اُس کہنے میں (خدا کی جانب سے) مقرر ہوں

آں[۳] یکے می گفت من پیغمبرم — وز ہمہ پیغمبراں فاضل ترم

ایک شخص کہتا تھا، کہ میں پیغمبر ہوں — اور میں تمام پیغمبروں سے بڑھ کر ہوں

گردنش بستند و بُردندش بشاہ — کایں ہمی گوید رسولم از آلہ

لوگوں نے اُسکی گردن باندھی اور اُسکو بادشاہ کے سامنے لیگئے — کہ یہ کہتا ہے، کہ میں خدا کی جانب سے رسول ہوں

نہ تھا۔ پیغمبراں۔ دنیا کی ہر چیز کوئی پیغام دیتی ہے یہ انسان تھا لہٰذا تمام کائنات سے افضل تھا نیز یہ معنیٰ بھی ہیں کہ میں پیغمبر ہوں اور دنیا کے سب پیغمبروں سے افضل ہوں۔

[۱] چشم چوں بندی۔ دنیا سے تو آنکھیں بند نہ کر سکے گا کیونکہ تیری سینکڑوں لالچ سے مست نظروں نے تیری نظر بندی کردی ہے اور تو دنیا کی مزخرف چیزوں کو دیکھ رہا ہے۔ چار چشمی۔ تو ہر وقت اپنی سرداری اور بڑائی کے خیال سے اپنے معتقدوں کا منتظر بنا ہوا ہے۔ گر بخسپی۔ تجھے سونے میں بھی یہی خواب اسی طرح نظر آتے ہیں جیسے اُلو کو خواب میں ویرانہ نظر آتا ہے۔

[۲] مشتری۔ تو اپنے خریداروں کا تو منتظر رہتا ہے لیکن تیرے پاس اُنکے ہاتھ فروخت کرنے کے لئے کوئی چیز نہیں ہے۔ گر ترا۔ اگر تیرے پتّے میں کچھ ہوتا تو پھر تو خریداروں کا منتظر ہی نہ ہوتا، عوام میں مقبولیت اور عوام کو گرویدہ کرنے کی وہی شخص کوشش کرتا ہے جو تہی دست ہوتا ہے آنے والے قصہ سے یہی بتانا مقصود ہے۔

[۳] آں یکے۔ یہ ایک مسخرا تھا جس نے افلاس سے مجبور ہو کر نبوت کا دعویٰ کیا تاکہ اُس کے ذریعہ سے کچھ کمائے وہ اپنی گفتگو میں ایسے جملے استعمال کرتا تھا جن کے دو معنیٰ ہو سکتے تھے ایک معنیٰ نبوت کے دعوے پر محمول ہو سکتے تھے دوسرے معنیٰ کا نبوت سے کوئی تعلق

خلق بر وے جمع چوں مور و ملخ
لوگ اُس پر چیونٹیوں اور ٹڈیوں کی طرح جمع تھے
کہ چہ مکرست و چہ تزویر چہ فخ[۱]
کہ کیا مکر ہے اور کیا مکاری اور کیا جال ہے؟

گر رسول آنست کاید از عدم
اور اگر رسول وہ ہوتا ہے جو عدم سے آئے
ما ہمہ پیغمبریم و محتشم
تو ہم سب پیغمبر اور معزز ہیں

ما از آنجا آمدیم اینجا غریب
ہم اُس جگہ سے آئے ہیں، یہاں مسافر ہیں
تو چرا مخصوص باشی اے ادیب
اے اُستاد! تو کیوں مخصوص ہوگا؟

داد ایشاں را جواب آں خوش رسول
اُس بھلے رسول نے اُن کو جواب دیا
کاے گروہِ کور و نادان و فضول
کہ اے اندھو اور بیہودہ اور نادانوں کے گروہ!

ایں ندانستید اے قوم از قضا
اے قوم! تم یہ نہیں سمجھے کہ تقدیر سے
بیخبر اینجا رسیدید از عمیٰ
تم اندھے پن سے بے خبری میں یہاں آگئے ہو

ہمچو[۲] طفلِ خفتہ ایں جا آمدید
تم سوئے ہوئے بچہ کی طرح یہاں آگئے ہو
بیخبر از راہ و از منزل بُدید
تم راہ و منزل سے بے خبر تھے

از منازل خفتہ بگذشتید و مست
تم سوتے ہوئے اور بیہوشی میں منازل سے گذر گئے
بیخبر از راہ و از بالا و پست
راستہ اور نشیب و فراز سے بے خبر

ما بہ بیداری رواں گشتیم و خوش
ہم بیداری میں اور خوشی سے چلے
از ورائے پنج و شش تا پنج و شش
بغیر پانچ اور چھ کی (مدد) کے پانچ اور چھ (والی جگہ) تک

دیدہ منزل ہا ز اصل و از اساس
جڑ اور بنیاد سے منزل کو دیکھا
چوں قلاوزاں خبیر و رہ شناس
راہبروں کی طرح باخبر اور رہ شناس بنکر

شاہ را[۳] گفتند اشکنجش بکن
لوگوں نے بادشاہ سے کہا اُس کو شکنجہ میں ڈال دیجئے
تا نگوید جنسِ اُو ہیچ ایں سخن
تاکہ اُس جیسا کبھی کوئی ایسی بات نہ کہے

شاہ دیدش بس نزار و بس ضعیف
شاہ نے اُس کو بہت لاغر اور کمزور دیکھا
کہ بیک سیلی بمیرد آں نحیف
کہ وہ کمزور ایک طمانچہ سے مر جائیگا

کے تواں اُو را فشردن یا زدن
اُس کو کب بھینچا یا مارا جا سکتا ہے
کہ چو شیشہ گشتہ است اُو را بدن
کیونکہ اُس کا بدن شیشہ کی طرح ہو گیا ہے

لیک با اُو گویم از راہِ خوشی
لیکن میں اُس کو خوشی سے کہوں گا
کہ چرا داری تو لافِ سرکشی
کہ تو بجو اس کی سرکشی کیوں کرتا ہے؟

---

۱ فخ۔ جال۔ گر رسول۔ یعنی مسخرے نے اپنے رسول ہونے کا مطلب یہ بتایا تھا کہ وہ خدا کے پاس سے دنیا میں آیا ہے اور اُس کو اللہ تعالیٰ نے مُلکِ عدم سے دنیا میں بھیجا ہے۔ ما از انجا۔ لوگوں نے کہا اگر رسول کا مطلب یہ ہے تو ہم سب بھی مُلکِ عدم سے دنیا میں آئے ہیں لہٰذا ہم سب رسول ہیں تیری کیا خصوصیت ہوئی۔ ایں ندانستید۔ اُس مسخرے نے اُن کو جواب دیا بیشک تم بھی مُلکِ عدم سے آئے ہو، لیکن ایسے اندھے پن سے آئے ہو کہ نہ تمھیں راستہ کا پتہ چلا نہ منزل کا۔

۲ ہمچو۔ مسخرے نے کہا تم لوگ سوتے ہوئے بچے کی طرح مُلکِ عدم سے راستہ طے کر کے دنیا میں آئے ہو۔ ما بہ بیداری۔ میں مُلکِ عدم سے بیداری کی حالت میں دنیا میں آیا ہوں۔ پنج۔ یعنی پانچوں حواس۔ شش۔ یعنی چھ جہتیں۔ قلاوز۔ رہبر۔

۳ شاہ را۔ لوگوں نے شاہ سے اُس کو سزا دینے کا مطالبہ کیا، شاہ نے اُس کو بہت کمزور دیکھا۔ سیلی۔ طمانچہ۔ نحیف۔ لاغر۔ کے تواں۔ چونکہ وہ بہت کمزور ہے سزا کو برداشت نہ کر سکے گا۔ لیک۔ شاہ نے سوچا کہ بجائے سزا کے اُس کو سمجھا دے۔

که درشتی ناید اینجا هیچ کار
کیونکہ اِس جگہ سختی کارآمد نہ ہوگی
کہ[1] بنرمی سر کند از غار مار
کیونکہ سانپ نرمی سے غار سے باہر آتا ہے

مردماں را دُور کرد از گردِ وے
لوگوں کو اُس کے چاروں طرف سے ہٹا دیا
شہ لطیفے بُود و نرمی وردِ وے
بادشاہ خوش مزاج تھا اور نرمی اُس کی عادت تھی

پس نشاندش باز پرسیدش زجا
تو اُس کو بٹھایا، پھر اُس سے وطن پوچھا
کہ کجا داری معاش و مُلتجا
کہ تو روزگار اور ٹھکانا کہاں رکھتا ہے؟

گفت اے شہ ہستم از دار السّلام
اُس نے کہا، اے بادشاہ! میں دار السلام کا ہوں
آمدہ زانجا بدیں دار الملام
اُس جگہ سے اِس ملامت کے گھر میں آگیا ہوں

نے مرا خانہ ست و نے یک ہمنشیں
نہ میرا گھر ہے اور نہ کوئی ساتھی ہے
خانہ کے کردست ماہے در زمیں
چاند نے زمین پر کب گھر بنایا ہے؟

پادشاہ[2] از رُوئے لاغش گفت باز
بادشاہ نے مذاق میں پھر اُس سے کہا
کہ چہ خوردی و چہ داری چاشت ساز
کہ تو نے کیا کھایا ہے؟ اور تیرے پاس ناشتہ کیلئے کیا (ہے)

اِشتہا داری چہ خوردی بامداد
تجھے بھوک ہے؟ تو نے صبح کیا کھایا ہے؟
کہ چُنیں سرمستی و پرلاف و باد
کہ تو اِس قدر نشہ میں اور شیخی اور تکبر سے بھرا ہوا ہے

گفت گر نانم بُدے خشک و تری
اُس نے کہا اگر میرے پاس باسی یا تازہ روٹی ہوتی
کے کُنم من دعوئ پیغمبری
میں پیغمبری کا دعویٰ کب کرتا؟

دعوئ پیغمبری با ایں گروہ
اِس جماعت کے سامنے پیغمبری کا دعویٰ کرنا
ہمچناں باشد کہ دل جُستن ز کوہ
ایسا ہے جیسا کہ پہاڑ میں سے دل تلاش کرنا

کس[3] ز کوہ و سنگ عقل و دل نجُست
پہاڑ اور پتھر سے کسی شخص نے عقل اور دل کی جستجو نہیں کی ہے
فہم و ضبطِ نُکتۂ مُشکل نجُست
مشکل نکتہ کی سمجھ بوجھ کو نہیں تلاش کیا ہے

ہر چہ گوئی باز گوید کہ ہماں
تو جو کچھ کہتا ہے وہ اُس کو دُہرا دیتا ہے، کہ وہی
میکند افسوس چوں مُستہزیاں
مذاق کرتا ہے جس طرح مذاق اُڑانیوالے

از کجا ایں قوم و پیغام از کجا
کہاں یہ قوم، کہاں پیغامِ (خداوندی)
از جمادے جاں کرا باشد رجا
پتھر سے کس کو جان کی اُمید ہوتی ہے!

گر تو پیغامِ زنے آری و زر
اگر تو عورت کا پیغام لائے اور سونا
پیشِ تو بنہند جُملہ سیم و سر
تیرے سامنے سب چاندی اور سر رکھ دیں گے

---

[1] کہ بنرمی۔ بین بجانے سے سانپ سوراخ سے باہر نکل آتا ہے۔ مردماں۔ شاہ نے تنہائی میں اُس سے پوچھا کہ کہاں کا رہنے والا ہے اور کیا کام کرتا ہے۔ گفت۔ اُس نے کہا دارالسلام سے دارالملام میں آیا ہوں.... دارالسلام۔ سلامتی کا گھر، عالمِ بالا۔ دارالملام۔ ملامت کا گھر، دنیا۔ ماہے۔ میں چاند کی طرح ہوں لہٰذا نہ میرا کوئی گھر معین ہے نہ کوئی ہمنشین ہے۔

[2] پادشاہ۔ بادشاہ نے تفریحاً اُس سے کہا کہ تو نے کیا کھایا تھا اور ناشتہ کے لئے تیرے پاس کیا ہے۔ گفت۔ اُس نے کہا اگر کچھ ہوتا تو میں پیغمبری کا دعویٰ کیوں کرتا۔ دعویٰ۔ اِن لوگوں میں پیغمبری کا دعویٰ ایسا ہی مشکل کام ہے جیسا کہ کوئی پہاڑ میں دل کی تلاش کرے۔

[3] کس۔ پہاڑ اور پتھر کا دل کوئی تلاش نہیں کرتا ہے نہ اُن سے یہ توقع کرتا ہے کہ وہ باریک اور مشکل نکتے سمجھ لے۔ ہرچہ۔ پہاڑ سے تم جو کچھ کہو گے وہ بازگشت آواز سے تمہارا مذاق ہی اُڑائے گا۔ از کجا۔ یہی حال اِس قوم کا ہے کہ خدا کے پیغام سے اِن کو کوئی مناسبت نہیں ہے۔ گر تو۔ ہاں اگر اُن کے پاس کسی حسین عورت کا پیغام لاؤ تو سب کچھ قربان کر دیں گے۔

کہ فلاں جا شاہدے می خواندت[۱] — عاشق آمد بر تو و می داندت
کہ فلاں جگہ ایک معشوق تجھے بلاتا ہے — وہ تجھ پر عاشق ہوگیا ہے اور تجھے جانتا ہے

ور تو پیغامِ خدا آری چو شہد — کہ بیا سوی خدا اے نیک عہد
اور اگر تو شہد جیسا خدا کا پیغام لائے — کہ اے قول و قرار کے پکے! اللہ کی جانب آجا

از جہانِ مرگ سوی برگ رَو — چوں بقا ممکن بُود فانی مشو
موت کی دنیا سے سازوسامان (کے عالم) کی جانب چل — جب بقا ممکن ہو تو ہلاک نہ ہو

قصد خونِ تو کنند و جان و سر — [۲]نز برائے حمیتِ دین و ہنر
تیرے خون اور جان اور سر کا قصد کریں گے — ہنرمندی اور دین کی حمایت کی وجہ سے نہیں

بلکہ از چفسیدگی بر خانماں — تلخ شاں آید شنیدن ایں بیاں
بلکہ گھر بار کی وابستگی کی وجہ سے — اُن کو یہ بات سُننا کڑوا معلوم ہوتا ہے

سبب عداوت عام و بیگانہ زیستن ایشان با ولیائے خدا کہ بحق

عوام کی عداوت اور اُن کے خدا کے اولیاء سے بیگانہ ہوکر زندگی کا یہ سبب ہوئے کہ وہ

شان میخوانند و باب حیات ابدی ارشاد می نمایند

اُن کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے ہیں اور ہمیشگی کے آبحیات کیطرف راہنمائی کرتے ہیں

خرقہ بر ریشِ خر چفسیدہ سخت — چونکہ خواہی بر کنی زو لخت لخت
پٹی گدھے کے زخم پر سخت چپکی ہوئی ہے — جب تو اُس سے ٹکڑے ٹکڑے اکھاڑے گا

جفتہ اندازد یقیں آں خر ز درد — حبذا آں کس کز و پرہیز کرد
وہ گدھا یقیناً تکلیف کی وجہ سے دولتی مارے گا — خوش نصیب ہے وہ شخص جو اُس سے بچ گیا

[۳]خاصہ پنجہ ریش و ہر جا خرقہ — بر سرش چفسیدہ در نم غرقہ
خصوصاً جبکہ پچاس زخم ہوں اور ہر جگہ پٹی — پیپ کی، نمی میں اُس پر چپکی ہوئی ہو

خانماں چوں خرقہ و ایں حرص ریش — حرص ہر کہ بیش باشد ریش بیش
گھر بار پٹی ہے اور یہ حرص زخم ہے — جس کو زیادہ حرص ہوگی اُسکے زخم زیادہ ہونگے

خانمانِ چغد ویران ست و بس — نشنود اوصافِ بغداد و طبس
چغد کا گھر بار صرف ویرانہ ہے — وہ بغداد اور طبس کی خوبیاں نہیں سنتا ہے

گر بیاید باز سلطانی ز راہ — صد خبر آرد بدیں چغداں ز شاہ
اگر شاہی باز راستہ طے کرکے آئے — ان چغدوں کو بادشاہ کی سینکڑوں خبریں سُنائے

---

۱ کہ فلاں۔ اگر ان کو یہ پیغام دو کہ فلاں جگہ ایک معشوق ہے وہ تم پر عاشق ہے اور تمھیں خوب جانتا ہے۔ ور تو۔ یعنی اگر انھیں خدا کی طرف بلاؤ تو ناگوار ہوتا ہے۔ از جہاں۔ یہ پیغام دو کہ فانی دنیا سے آخرت کی طرف رجوع کرو۔ قصد۔ تو یہ لوگ اس پیغام پر پیغامبر کی جان کے دشمن بن جاتے ہیں۔

۲ نز۔ یہ لوگ اللہ کے پیغام کو جو رَد کرتے ہیں تو کسی دین کی حمایت میں نہیں کرتے ہیں بلکہ چونکہ اُن کو اس فانی دنیا سے دلچسپی ہے اس لئے رَد کرتے ہیں اور اُن کو میٹھا پیغام تلخ لگتا ہے اور اُن کی مثال اُس گدھے کی سی ہے جس کا ذکر آگے آرہا ہے۔ خرقہ۔ زخمی گدھے کے زخم دھونے کے لئے اگر کوئی شخص اُس کے پھائے اُکھاڑتا ہے تو وہ گدھا لاتیں مارتا ہے۔

۳ خاصہ۔ خصوصاً جب زیادہ اور خراب زخم ہوں اور پھائے اُنپر چپک گئے ہوں تو گدھا زیادہ لاتیں مارتا ہے۔ خانماں۔ ان دنیاداروں کی حرص اُنکے زخم ہیں اور گھر بار اُن زخموں کے پھائے ہیں۔ چغد۔ اُلّو کا مسکن ویرانہ ہے اگر اُس کو کوئی بغداد اور طبس شہروں کی خوبی سنائیگا تو وہ کبھی سننے کے لئے تیار نہ ہوگا۔ گر بیاید۔ اگر کوئی اللہ کا پیغمبر انکو اللہ کی باتیں سناتا ہو تو یہ دنیادار چغد اُس کا مذاق اُڑاتے ہیں۔

شرح دار الملک و باغستان و جو
دار السلطنت اور باغ اور نہر کی تفصیل
پس برو افسوس دارد ہر عدو
تو ہر دشمن اُس کا مذاق اڑائے گا

کہ ١چہ باز آورد افسانہ کہن
کہ باز پرانا قصہ کیوں لایا
کز گزاف و لاف میبافد سخن
کہ بیہودہ اور شیخی کی باتیں کر رہا ہے

کہنہ ایشانند و بوسیدہ ابد
پرانے اور ہمیشہ کے لئے سڑے ہوئے وہ ہیں
ورنہ آں دم کہنہ را نو میکند
ورنہ وہ بات پرانے کو نیا کر دیتی ہے

مُردگانِ کہنہ را جاں میدہد
پرانے مُردوں کو جان عطا کر دیتی ہے
تاجِ عقل و نورِ ایماں میدہد
عقل کا تاج اور ایمان کا نور دے دیتی ہے

دل مدزد از دلربائے روح بخش
روح بخشنے والے معشوق سے دل نہ چرا
کہ سوارت میکند بر پشتِ رخش
کیونکہ وہ تجھے عمدہ گھوڑے پر سوار کردیگا

٢سر مدزد از سرفرازِ تاج دہ
سربلند کرنیوالے تاج بخشنے والے سے سر نہ چھپا
کو ز پائے دل کشاید صد گرہ
کیونکہ وہ دل کے پاؤں سے سینکڑوں گرہ کھولدیگا

با کہ گویم در ہمہ دہ زندہ کو
کس سے کہوں پورے گاؤں میں زندہ کون ہے؟
سوئے آبِ زندگی پوئندہ کو
آبِ حیات کی جانب دوڑنیوالا کون ہے؟

تو بیک خواری گریزانی ز عشق
تو ایک ذلت کیوجہ سے عشق سے بھاگ جانیوالا ہے
تو بجز نامے چہ میدانی ز عشق
تو عشق کے نام کے سوا کیا جانتا ہے؟

عشق را صد ناز و استکبار ہست
عشق کے سینکڑوں ناز اور غرور ہیں
عشق با صد ناز می آید بدست
عشق سینکڑوں نازوں سے ہاتھ لگتا ہے

٣عشق چوں وافی ست وافی میخرد
عشق چونکہ وفادار ہے، وفادار کا خریدار ہے
در حریفِ بیوفا می ننگرد
بیوفا دوست کی طرف نظر نہیں کرتا ہے

چوں درخت ست آدمی و بیخ عہد
انسان درخت کی طرح ہے اور (وفا) عہد جڑ ہے
بیخ را تیمار می باید بجہد
جڑ کی کوشش سے حفاظت کرنی چاہئے

عہدِ فاسد بیخِ بوسیدہ بود
خراب عہد، سڑی ہوئی جڑ ہوتا ہے
وز ثمار و لطف ببریدہ بود
اور مہربانی کے پھلوں سے کٹا ہوا ہوتا ہے

جس شخص میں وفاداری نہ ہو وہ اُس درخت کی طرح ہے جو جڑ گل جانے سے پھلوں سے محروم ہوگیا ہو۔

---

١ کہ چہ۔ دنیادار پیغمبر کی باتوں پر کہتے ہیں کہ یہ پرانی کہانیاں ہیں۔ کہنہ۔ یہ خود پرانے اور بوسیدہ ہیں ورنہ یہ باتیں تو پرانے کو بھی نیا بنادیتی ہیں۔ مُردگاں۔ جن لوگوں کے دل مُردہ ہوچکے ہیں یہ باتیں انکو نئی زندگی بخشدیتی ہیں عقل کا تاج اور ایمان کا نور عطا کردیتی ہیں۔ دل مدزد۔ اُس دلربا کی اِن باتوں سے دل نہ چرا وہ تیرے سرکش نفس پر تجھے قابو دیدیگا۔

٢ سر مدزد۔ یہ پیغمبر وقت تجھے تاج پہنادیگا تیرے دل کی گرہیں کھول دے گا۔ با کہ گویم۔ لیکن اِن باتوں کے سننے والے کہاں ہیں آبِ حیات کے طالب مفقود ہیں۔ تو بیک خواری عشق میں اگر ایک ذلت اٹھانی پڑجائے تو تو عشق کو چھوڑ بھاگتا ہے تونے صرف عشق کا نام سُنا ہے اُس کی حقیقت سے آگاہ نہیں ہے عشق بہت متکبر اور نازوں بھرا ہے بہت مصیبتوں سے ہاتھ لگتا ہے

٣ عشق۔ عشق وفادار ہے وہ وفاداری کو حاصل ہوتا ہے وہ بے وفا کی طرف نظر بھر کر بھی نہیں دیکھتا ہے۔ بیخ عہد۔ انسانیت کی اصل اور جڑ وفاداری ہے اور درخت کی جڑ کی حفاظت ضروری ہے۔ عہدِ فاسد۔

شاخ و برگِ نخل اگرچہ سبز بود — بافسادِ بیخ سبزی نیست سود
کھجور کی شاخ اور پتے اگرچہ سبز ہوں — جڑ کی خرابی کے ہوتے ہوئے سبزی مفید نہیں ہے

ور ندارد برگِ سبز و بیخ ہست — عاقبت بیروں کند صد برگ دست
اور اگر سبز پتے نہ ہوں اور جڑ (صحیح) ہے — انجام کار سینکڑوں پتے ہاتھ نکالیں گے

تو مشو غرہ بعلمش عہد جو — علم چوں قشر ست عہدش مغز او
تو اُس کے علم سے دھوکا نہ کھا، عہد کی جستجو کر — علم چھلکا جیسا ہے اُس کا عہد اُس کا مغز ہے

در بیان آنکہ مردِ بدکار چوں متمکن شود در بدکاری و اثرِ دولتِ نیکوکاراں بہ بیند شیطان صفت شود و مانعِ خیر گردد از حسد

اس کا بیان کہ بدکار انسان جب بدکاری میں لگ جاتا ہے اور نیکوں کی دولت کا اثر دیکھتا ہے شیطان جیسا بن جاتا ہے اور حسد سے شیطان کی طرح بھلائی کیلئے مانع بنجاتا ہے

ہمچوں شیطاں کہ خرمن سوختہ ہمہ را خرمن سوختہ خواہد
کیونکہ جس کا کھلیان جل گیا ہو سب کو جلے ہوئے کھلیان والا چاہتا ہے

أَرَأَيْتَ الَّذِي يَنْهَىٰ عَبْدًا إِذَا صَلَّىٰ
کیا تو نے نہیں دیکھا اُس کو جو بندے کو منع کرتا ہے جبکہ وہ نماز پڑھے الخ

وافیاں را چوں بہ بینی کردہ سود — تو چو شیطانے شوی آنجا حسود
جب تو وفاداروں کو سودمند دیکھتا ہے — تو تو شیطان کی طرح اُس وقت حاسد بنجاتا ہے

ہر کہ را باشد مزاج و طبع سست — او نخواہد ہیچکس را تندرست
جس شخص کا مزاج اور طبیعت مریض ہو — وہ کسی کو تندرست دیکھنا پسند نہیں کرتا

گر نخواہی رشکِ ابلیسی بیا — از درِ دعوے بدرگاہِ وفا
اگر تو شیطان کا سا حسد نہیں کرنا چاہتا ہے آجا — دعوے کے دروازے سے ہٹ کر، وفا کی درگاہ میں

چوں وفایت نیست بارے دم مزن — کایں سخن دعویست اغلب ما و من
جبکہ تجھ میں وفا نہیں ہے اُس کا نام نہ لے — کیونکہ یہ بات اکثر تکبر کا دعویٰ ہے

ایں سخن در سینہ دخلِ مغز ہاست — در خموشی مغزِ جاں را صد نماست
یہ بات سینے میں مغزوں کی آمدنی ہے — چپ رہنے میں جان کے مغز کا بہت اضافہ ہے

چوں بیامد در زبان شد خرجِ مغز — خرج کم کن تا بماند مغزِ نغز
جب وہ بات زبان پر آئی، مغز خرچ ہو گیا — خرچ نہ کر تاکہ عمدہ مغز باقی رہے

ل۱ شاخ۔ جس درخت کی جڑ گل گئی ہو اسکے پتّوں کی سبزی کچھ مفید نہیں ہے۔ حضرت اگر جڑ درست ہے، پتّوں کے جھڑ جانے سے کوئی نقصان نہیں ہے پتے پھر آجائیں گے۔ تومشو۔ کسی انسان کے علم سے دھوکہ نہ کھانا چاہئے۔ یہ دیکھنا چاہئے کہ اسمیں وفاداری کا مادہ ہے یا نہیں وفاداری علم کا جوہر ہے۔

ل۲ دربیان۔ انسان جب خود بھلائیوں سے محروم ہوتا ہے تو دوسروں کی بھلائیوں سے شیطان کی طرح جلنے لگتا ہے اور چاہتا ہے وہ بھی بھلائی سے محروم ہو جائیں جیسے کہ ابلیس کا تھا آنحضورؐ کو نماز پڑھتے نہ دیکھ سکتا تھا۔ وافیاں۔ ناکام انسان بامراد انسانوں پر شیطان کی طرح حسد کرتا ہے۔ ہر کہ۔ [illegible] سب کو تنگ کا دیکھنا چاہتا ہے۔ گرنخواہی۔ اگر انسان ابلیسی صفت سے بچنا چاہے تو خود کو کامیاب بنائے۔

ل۳ چون۔ جب انسان وفاداری سے خالی ہے تو اسکو خاموش رہنا چاہئے اسلئے کہ اس صورت میں اسکے دعوے میں دو خرابیاں ہونگی ایک بیوفائی دوسرے دروغگوئی۔ کاین سخن۔ انسان کی زیادہ باتیں عموماً تکبر پر مبنی ہوتی ہیں۔ دخل۔ آمدنی جب تک بات سینے میں ہے وہ روح کا جوہر ہے اسکو خرچ نہ کرنا چاہئے۔ چون بیامد۔ بات کرنے سے روح کا جوہر صرف ہوتا ہے تو اسکو خرچ نہ کرنا چاہئے۔

مردِ کم گوینده را فکریست زفت[1] — قشرِ گفتن چوں فزوں شد مغز رفت

کم گو انسان کا خیال وزنی ہوتا ہے — باتیں کرنے کا چھلکا جب بڑھا عمدہ مغز ختم ہو گیا

پوست افزوں گشت و کمتر گشت مغز — پوست کمتر شد فزوں شد مغزِ نغز

چھلکا بڑھا، اور مغز گھٹا — چھلکا گھٹا تو عمدہ مغز بڑھا

بنگر ایں ہر سہ ز خامی رستہ را — جوز را و لوز را و پستہ را

ان تینوں پکے ہوؤں کو دیکھ لے — اخروٹ کو اور بادام کو اور پستہ کو

ہر کہ او عصیاں کند شیطاں شود — کہ حسودِ دولتِ نیکاں شود

جو نافرمانی کرتا ہے، شیطان بن جاتا ہے — کیونکہ وہ نیکوں کی دولت کا حاسد ہو جاتا ہے

چونکہ در عہدِ خدا کردی وفا — از کرم عہدت نگہدارد خدا

جب تو نے خدا کے عہد کی وفا کی — عنایت کر کے، خدا تیرے عہد کی حفاظت کرتا ہے

از وفائے حق تو بستہ دیدہ — اُذْکُرُوا اَذْکُرْکُمْ[2] نشنیدہ

اللہ (تعالیٰ) کی وفاداری سے تو نے آنکھ بند کر لی ہو — "تم یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا" تو نے نہیں سنا ہے

گوش نہ اُوْفُوْا بِعَھْدِیْ گوش دار — تا کہ اُوْفِ عَھْدَکُمْ آید زیار

کان لگا، "تم میرے عہد کی وفاداری کرو" کو سن — تا کہ دوست کی جانب سے "میں تمہارا عہد پورا کر دوں گا" کی جناب آئے

عہد و قرضِ ما چہ باشد اے حزیں — ہمچو دانہ خشک کشتن در زمیں

اے غمگین! ہمارا عہد اور قرض کیا ہوتا ہے؟ — (ایسا ہی ہے) جیسا کہ زمین میں خشک دانہ بونا

نے زمیں را زاں فروغ و لمتری[3] — نے خداوندِ زمیں را تانگری

اس سے زمین کو کوئی اضافہ یا بڑھوتری نہیں ہے — نہ زمین کے مالک کے لئے مالداری ہے

جز اشارت کہ ازیں می بایدم — کہ تو دادی اصل ایں را از عدم

سوائے اس اشارے کے کہ مجھے اس میں سے درکار ہے — کیونکہ تو نے ہی اس کی اصل کو عدم سے عنایت کیا تھا

خوردم و دانہ بیاوردم نشاں — کہ ازیں نعمت بسوئے ما کشاں

میں نے کھا لیا اور ایک دانہ نشانی کیلئے لے آیا ہوں — کہ اس نعمت کو ہمارے لئے بھیج دے

پس دعائے خشک ہل اے نیکبخت — کہ فشاند دانہ می خواہد درخت

اے نیک بخت! خشک دعا کو چھوڑ دے — جو کہ دانہ بکھیرتا ہے، درخت چاہتا ہے

گر نہ داری دانہ ایزد زاں دعا — بخشدت نخلے کہ نِعْمَ مَا سَعٰی

اگر تیرے پاس دانہ نہیں ہے، اللہ تعالیٰ اس دعا سے — تجھے کھجور عنایت کر دے گا کیونکہ اس نے جو کوشش کی ہے وہ اچھی ہے

---

[1] زفت۔ اس خیال مغز ہے اور اس کی تعبیر کے الفاظ چھلکا ہیں جس قدر چھلکا کم ہوگا گودا بڑھے گا۔ بنگر۔ اخروٹ اور بادام اور پستہ کو دیکھ لے ان کا اگر چھلکا موٹا ہے گری کم نکلے گی۔ ہر کہ۔ گنہگار شیطان صفت ہو جاتا ہے۔ چونکہ جب انسان عہد الست یا فرائض کے عہد میں وفاداری دکھاتا ہے تو پھر خدا اس کے عہد کی نگہبانی فرماتا ہے اور عہد شکنی سے بچا لیتا ہے۔

[2] اُذْکُرُوا۔ قرآن پاک میں ہے فَاذْکُرُوْنِیْ اَذْکُرْکُمْ وَاشْکُرُوْا لِیْ وَلَا تَکْفُرُوْنِ "تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا اور میرا شکر ادا کرو اور کفر نہ کرو"۔ اُوْفُوْا قرآن پاک میں ہے اُوْفُوْا بِعَھْدِیْ اُوْفِ بِعَھْدِکُمْ "تم میرے عہد کی وفا کرو میں تمہارے عہد کی وفا کروں گا"۔ عہد و قرض۔ ہم جو اللہ تعالیٰ سے عہد کرتے ہیں یا اس کو قرض دیتے ہیں اس میں ہمارا ہی فائدہ ہے اس کی مثال یہ ہے کہ ہم زمین میں ایک دانہ بوتے ہیں اس سے زمین کو فائدہ نہیں، ہمارا فائدہ ہے۔

[3] لمتری۔ مٹاپا۔ تانگری۔ تونگری، مالداری۔ جز۔ دانہ بونے میں یہ اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جس طرح تو نے اس دانہ کو عدم سے موجود فرما دیا مجھے اسی قسم کا نفع عطا فرما دے۔ خوردم۔ دانہ بونے والا یہ کہتا ہے کہ میں نے جو تیری نعمت کھائی وہ اسی قسم کی تھی یہ نعمت مجھے اور دے دے۔ دعائے خشک یعنی عمل سے خالی دعا، خواب بیج ہے اس سے درخت دا گے گا۔ گر تمہاری یعنی عمل کے ساتھ دعا کرنا تجھے میسر نہیں تو درد سے دعا کر اس دعا سے مقصد حاصل ہو جائیگا۔

ہمچو مریمؑ درد بودش دانہ نے
جس طرح کہ حضرت مریمؑ کے پاس درد تھا دانہ نہ تھا
سبز کرد آں نخل را صاحب فنے
صاحب تدبیر نے اُس کھجور کو سرسبز کر دیا

زانکہ وافی بود آں خاتونِ راد
کیونکہ وہ دانا خاتون وفادار تھیں
بے مرادش داد یزداں صد مراد
اللہ نے اُن کے مانگے بغیر سیکڑوں مرادیں دیدیں

آں جماعت را کہ وافی بودہ اند
جو لوگ وفادار ہوتے ہیں
بر ہمہ اصناف شاں افزودہ اند
تمام طبقوں پر اُن کو فضیلت دیدی گئی ہے

گشت دریا ہا شکم پروازِ شاں
دریا اُن کی پرورش کرنے والے بنے ہیں
صحن میدانہا نماند رازِ شاں
میدانوں کی وسعت اُن کے راز نہ سما سکی

گشت دریا ہا مسخر شان وکوہ
دریا اور پہاڑ اُن کے تابع فرمان بنے
چار عنصر نیز بندہ آں گروہ
اُس جماعت کے چاروں عناصر بھی غلام بنے

ایں خود اکرامیست از بہرِ نشاں
یہ دکھلانے کے لئے اکرام ہے
تا ببیند اہلِ انکاراں عیاں
تاکہ منکرین واضح طور پر دیکھ لیں

آں کراماتہائے پنہاں شاں کہ آں
اُن کی وہ پوشیدہ کرامتیں ہیں کہ وہ
در نیاید در حواس و در بیاں
حواس اور بیان میں نہیں آسکتیں

کار آں دارد خود آں باشد ابد
وہ ایسے کام رکھتی ہیں کہ وہ ابدی ہوتے ہیں
دائماً نے منقطع نے مُتردد
مسلسل، نہ منقطع ہوتے ہیں، نہ متردد

بلکہ باشد در ترقی دمبدم
بلکہ وہ ہر لحظہ ترقی میں ہوتے ہیں
ہست آں بخشندۂ صاحب کرم
وہ عطا کرنے والا کریم ہے

در مناجات
دعا

اے دہندہ قوت و تمکین و ثبات
اے روزی اور استقلال اور پائیداری عنایت کرنیوالے
خلق را زیں بے ثباتی دہ نجات
مخلوق کو اِس ناپائیداری سے نجات دیدے

اندراں کاریکہ ثابت بودنی ست
اُس کام میں جو پائیداری کے قابل ہے
قائمی دہ نفس را کہ منثنی ست
نفس کو ثبات عنایت کر دے وہ پلٹ جانیوالا ہے

اندراں کاریکہ دارد آں ثبات
وہ کام جو پائیدار ہو
قائمی دہ نفس را بخشش حیات
نفس کو ثبات دے، اُس کو زندگی بخش

---

۱ ہمچو مریمؑ: حضرت مریمؑ نے کھجور کی گٹھلی نہیں بوئی تھی البتہ اُن کو درد تھا اُس سے درخت اُگ گیا۔ یعنی جماعت اللہ کے عہد کو پورا کرنے والے ہے، انفس ہی گشت: حضرت موسیٰؑ نے تابوت میں دریا میں بہتے ہوئے اور حضرت یونسؑ نے مچھلی کے پیٹ میں دریا میں رہتے ہوئے پرورش پائی۔ چار عنصر: خلقت یعنی بتایا ہے کہ آگ، پانی، ہوا، مٹی نے انبیاء کی مدد کی۔

۲ ایں خود: معجزے صرف دشمنوں کو دکھانے کے لئے دیئے جاتے ہیں۔ اُن کو تماشے لیکن باطنی کرامتیں جو عوام کی نگاہوں سے مخفی ہوتی ہیں وہ اصل ہیں اور وہ دمبدم بڑھتی رہتی ہیں جیسے کہ استقامت فی الدین اتباع سنت وغیرہ

۳ اے دہندہ: چونکہ پہلے وفاداری اور عہد کی پابندی کا ذکر کیا تھا تو مولانا نے اسکے لئے دعا شروع کردی ہے.... بے ثباتی یعنی جیسے ہر قائم رہنا اور اچھے کاموں میں استقلال اور پائیداری ضروری ہے اُن میں اِس انحراف سے بچا کر اُس نفس کو پائیداری عطا کرے

صبر شاں بخش و کفۂ[۱] میزاں گراں — وارہاں شاں از دمِ صوتگراں

اُن کو صبر عطا کر اور ترازو کا بھاری پلڑا — بہروپیوں سے اُن کو نجات دے

وز حسودی باز شاں خر اے کریم — تا نباشد از حسد دیوِ رجیم

اے کریم! اُن کو حسد سے بچالے — تاکہ وہ حسد کی وجہ سے مردود شیطان نہ بنیں

در نعیمِ فانی و مال و جسد — چوں ہمی سوزند عامہ از حسد

فانی نعمتوں اور مال اور جسم میں — عوام حسد سے کیسے جلتے ہیں؟

بادشاہاں بیں کہ لشکر می کشند — از حسد خویشانِ خود را می کشند

بادشاہوں کو دیکھ کر لشکر کشی کرتے ہیں — حسد کی وجہ سے اپنوں کو مار ڈالتے ہیں

عاشقانِ لعبتانِ پر قذر — کردہ قصدِ خون و جانِ یک دگر

گندی گڑیوں کے عاشق — ایک دوسرے کا خون اور جان لیتے ہیں

ویس و رامیں خسرو و شیریں بخواں — تاچہ کردند از حسد آں ابلہاں

ویس اور رامیں، خسرو اور شیریں (کا قصہ) پڑھ لے — اِن احمقوں نے حسد سے کیا کیا ہے

تا فنا شد[۲] عاشق و معشوق نیز — کہ نہ چیزند و ہوا شاں ہم نہ چیز

یہاں تک کہ عاشق اور معشوق بھی فنا ہو گیا — کیونکہ وہ ناچیز تھے اور اُن کی محبت بھی ناچیز تھی

پاک اللّٰہی کہ عدم برہم زند — مر عدم را بر عدم عاشق کند

خدا (فنا سے) پاک ہے کیونکہ وہ عدم کو بگاڑ دیتا ہے — عدم کو عدم پر عاشق بنا دیتا ہے

در دلِ نہ دل حسدہا سر کند — نیست را و ہست را مضطر کند

بے دل کے دل میں حسد پیدا ہو جاتے ہیں — معدوم اور موجود کو بے چین کر دیتا ہے

ایں زنانے کز ہمہ مشفق تراند — از حسد دو ضرّہ خود را می خورند

یہ عورتیں جو سب سے زیادہ شفقت کرنے والی ہیں — حسد کی وجہ سے دو سوکنیں اپنے آپ کو کھا جاتی ہیں

تا کہ مردانے[۳] کہ خود سنگیں دل اند — از حسد اندر کدامیں منزل اند

یہاں تک کہ مرد جو خود سنگدل ہیں — حسد کی وجہ سے کونسی منزل میں ہیں؟

گر نکردے شرع افسونِ لطیف — بر دریدے ہر کسے جسمِ حریف

اگر شریعت پاکیزہ منتر (تدبیر) مقرر نہ کرتی — ہر شخص مخالف کا جسم پھاڑ ڈالتا

شرع بہرِ دفعِ شر رائے زند — دیو را در شیشۂ حجت کند

شریعت شر کو رفع کرنے کیلئے ایک تدبیر کرتی ہے — بھوت کو دلیل کی بوتل میں بند کر دیتی ہے

---

۱ کفۂ۔ ترازو کا پلڑا یعنی اس ترازو کا پلڑا جو قیامت میں اعمال کو تولنے کیلئے قائم کی جائے گی۔ صوتگراں۔ بہروپیے یعنی جھوٹے پیر۔ وز حسودی۔ حسد کی وجہ سے انسان شیطانی صفت سے متصف ہو جاتا ہے۔ در نعیم۔ حسد عموماً ایسی چیزوں پر ہوتا ہے جو خود فانی ہیں۔ بادشاہاں۔ بادشاہ رشتہ داروں کو محض حسد کی وجہ سے قتل کرا دیتے ہیں۔ عاشقاں۔ فانی اور نجس کے لوازم سے پُر معشوقوں کے عشق میں عاشق ایک دوسرے کو قتل کر ڈالتے ہیں۔ ویس جیسی معشوقہ کے عاشق رامیں نے رقیب کو قتل کیا۔ خسرو شیریں کے عاشق نے فرہاد کو مروا دیا۔

۲ تا فنا شد۔ اس حسد کے نتیجہ میں عاشق بھی فنا ہوا اور معشوق بھی ہمیشہ زندہ نہ رہا۔ پاک۔ عشق جو قربت الٰہی ہے جو ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔ کہ عدم۔ فانی معشوق کو فنا کر دیتا ہے فانی کو فانی پر عاشق بنا دیتا ہے۔ در دل۔ وہ عاشق جو اپنے آپ کو بے دل کہتا ہے اسکے دل میں حسد سر ابھارتا ہے۔ ایں زنانے۔ عورتوں میں شفقت کا مادہ زیادہ ہے لیکن وہ بھی حسد میں مبتلا ہیں ایک سوکن دوسری سوکن کو کھائے جاتی ہے۔

۳ تا کہ مردانے۔ جب عورت کا یہ حال ہے تو سنگدل مردوں کے احوال کا کیا ٹھکانا۔ افسون شرع یعنی قصاص اور بدلے کا حکم شریعت مشہور ہے کہ جن کو منتر کے ذریعہ

[illegible]

ازگواہ[۱] و از یمین و از نکول
گواہ اور قسم اور قسم کے انکار کے ذریعہ

تا بہ شیشہ در رود دیوِ فضول
تاکہ بیہودہ بھوت، بوتل میں آجائے

مثلِ میزانے کہ خوش در وے دو ضد
ترازو کی طرح، کہ اس میں دونوں مخالف خوش ہیں

جمع می آید یقیں در ہزل و جد
یقیناً متفق ہوجاتے ہیں مذاق میں اور سنجیدگی میں

شرع چوں کیل و ترازو داں یقیں
شریعت کو یقیناً پیمانہ اور ترازو کی طرح سمجھ

کہ بدو خصماں رہند از جنگ و کیں
کیونکہ دو جھگڑنے والے اس کے ذریعہ سے لڑائی اور کینہ سے نجات پا جاتے ہیں

گر ترازو نبود آں خصم از جدال
اگر ترازو نہ ہو تو مخالف جھگڑنے کی وجہ سے

کے رہد از وہمِ حیف و اختیال
ظلم اور حیلہ گری کے وہم سے کب چھوٹ سکتا ہے؟

پس دریں مردارِ زشتِ بے وفا
تو اس مردار، بری بے وفا (دنیا) میں

ایں ہمہ رشک ست خصمی و جفا
پورا رشک اور جھگڑا اور ظلم ہے

پس[۲] دراں اقبال و دولت چوں بود
تو اس (آخرت کے) اقبال اور دولت میں کیسا ہوگا

چوں شود جنی و انسی در حسد
جن اور انسان کیسے حسد میں ہوں گے؟

آں شیاطیں خود حسودِ کہنہ اند
وہ شیطان خود پرانے حاسد ہیں

یک زمان از رہزنی خالی نیند
تھوڑی دیر کے لئے بھی رہزنی سے خالی نہیں ہیں

واں بنی آدم کہ عصیاں کشتہ اند
وہ بنی آدم جنہوں نے گناہ بوئے ہیں

از حسودی نیز شیطاں گشتہ اند
وہ بھی حسد کی وجہ سے شیطان بن گئے ہیں

از نبی برخواں کہ شیطانانِ انس
قرآن میں پڑھ لے کہ انسانی شیطان

گشتہ اند از مسخِ حق با دیو جنس
اللہ تعالیٰ کے مسخ کرنے سے شیطان کے ہم جنس بنگئے ہیں

دیو چوں عاجز شود از افتناں
شیطان جب انسان کے فتنہ میں ڈالنے سے عاجز آجاتا ہے

استعانت جوید او از انسیاں
وہ انسانوں سے مدد مانگتا ہے

کہ[۳] شما یارید با ما، یاریے
کہ تم ہمارے دوست ہو، مدد کرو

جانبِ مائید، جانب داریے
ہمارے جانب دار ہو، جانبداری کرو

گر کسے را رہ زنند اندر جہاں
اگر وہ دنیا میں کسی کی رہزنی کرتے ہیں

ہر دو گوں شیطاں برآید شادماں
تو دونوں قسم کے شیطان خوش ہوتے ہیں

ور کسے جاں برد و شد در دیں بلند
اگر کسی نے جان بچالی اور دین میں بلند ہوگیا

نوحہ میدارند آں دو رشک مند
دونوں رشک کرنے والے روتے ہیں

---

[۱] از گواہ۔ اگر مدعی کے پاس گواہ ہیں تو ثبوت کیلئے اُس سے گواہ طلب کئے جاتے ہیں ورنہ مدعی علیہ سے قسم لی جاتی ہے اور اس کی قسم اور قسم سے انکار پر فیصلہ کیا جاتا ہے۔ نکول۔ قسم سے انکار کرنا۔ مثل میزانے۔ فریقین کو مطمئن کرنے کا یہ طریقہ ایسا ہی ہے جیسا کہ ترازو فریقین کو مطمئن کر دیتی ہے۔ شرع۔ یہ شرعی فیصلہ فریقین کیلئے اسی طرح باعث اطمینان ہوتا ہے جس طرح چیز کو ناپ کر یا تول کر فیصلہ کرنا باعث اطمینان ہوتا ہے۔ حیف۔ ظلم۔ اختیال۔ حیلہ گری۔

[۲] پس جب دنیا کی ناپائیدار چیزوں میں حسد اور رشک کا یہ حال ہے تو اُخروی نعمتوں میں حسد اور رشک کا اندازہ خود لگا لو۔ آں شیاطین۔ شیطان تو حاسد ہوتا ہی ہے انسان بھی حسد کر کے شیطان بن جاتا ہے۔ از نبی۔ قرآن میں شیطانوں کی دو قسمیں بتائی گئی ہیں ایک جنّی ایک انسی۔ دیو۔ جنّی شیطان جب کسی معاملہ میں خود عاجز آجاتا ہے تو پھر انسانوں میں سے شیاطین کو اپنی مدد کیلئے بلاتا ہے۔ افتتان۔ فتنہ میں مبتلا ہونا۔

[۳] کہ شما۔ شیطان مایوس ہو کر انسانی شیطانوں کو پکارتا ہے۔ یاریے یعنی تم تھوڑی سی مدد کر دو۔ گر کسے۔ اگر کوئی کسی کو گمراہ کرتا ہے تو جنّی اور انسانی شیطان اُس پر خوشی مناتے ہیں۔ ور کسے۔ اگر کسی سے نیکی صادر ہوتی ہے

دونوں رشک کی وجہ سے غم میں۔

ہر دو می خایند دندانِ حسد — بر کسے کہ داد ادیب اُو را خرد

دونوں حسد سے دانت پیستے ہیں — اُس شخص پر جس کو اُستاد نے عقل سکھادی ہو

پرسیدنِ شاہ ازاں مُدعیِ نبوت کہ آنکہ رسولِ راستیں باشد و ثابت شود با اُو چہ باشد کہ کسے را بخشد و یا بصحبت و خدمتِ اُو چہ بخشش یابند غیرِ نصیحت کہ بزبان میگوید

بادشاہ کا نبوت کے مُدعی سے دریافت کرنا کہ جو سچا رسول ہو اور ثابت ہو جائے تو اُس کے پاس کیا ہوتا ہے کہ وہ کسی کو بخشے اور اُس کی صحبت و خدمت سے وہ کیا بخشش پائیں گے سوائے اُس نصیحت کے جو وہ زبانی کرتا ہے

شاہ پرسیدش کہ بارے وحی چیست — یا چہ حاصل دارد آنکس کو نبی ست

بادشاہ نے اُس سے پوچھا کہ ابتری، وحی سے فائدہ کیا ہے — یا جو نبی ہے اُس کو کیا ملتا ہے؟

یا چہ بخشد ہر کسے را در سخن — غیرِ ایں نصحِ زباں کن یا مکن

یا وہ بات کرنے میں کسی کو کیا دیتا ہے؟ — سوائے اِس زبانی نصیحت کے کہ کر یا نہ کر

چیست نفع از خدمتش در صحبتش — وانکہ تابع گشت چہ بود رفعتش

اُس کی صحبت میں اُس کی خدمت سے کیا نفع ہے؟ — اور جو اُس کے تابع ہو جائے اُسکو کیا بلندی حاصل ہو؟

گفت خود آں چیست کش حاصل نشد — یا چہ دولت ماند کو واصل نشد

اُس نے کہا وہ کیا چیز ہے جو اُس کو حاصل نہ ہوئی؟ — یا وہ کونسی دولت رہ گئی جو اُس کو نہ ملی؟

گیرم ایں وحیِ نبی گنجور نیست — ہم کم از وحیِ دلِ زنبور نیست

میں نے مانا، کہ یہ خزانہ کے مالک کی وحی نہیں ہے — پھر بھی شہد کی مکھی کے دل کی وحی سے کم نہیں ہے

چونکہ اَوحَی الرَّبُّ اِلَی النَّحل آمد است — خانۂ وحیش پُر از حلوا شد است

چونکہ اللہ نے شہد کی مکھی کو وحی کی، نازل ہوا ہے — اُس کی وحی کا گھر شہد سے بھر گیا ہے

اُو بنورِ وحیِ حق عزّ و جل — کرد عالم را پُر از شمع و عسل

اُس نے اللہ عزّوجل کی وحی کے نور سے — دنیا کو موم اور شہد سے بھر دیا

ایں کہ کَرَّمنَاست بالا می رود — وحیش از زنبور کے کمتر بود

یہ جو کہ "ہم نے عزت بخشی" ہے اونچا جاتا ہے — اُس کی وحی، شہد کی مکھی سے کب کم ہوگی؟

گھر بنائیں ۵۳ اُو۔ شہد کی مکھیوں نے اللہ تعالیٰ کی وحی کے ذریعہ ہی دنیا کو شہد اور موم عطا کیا ہے۔ کرّمنا۔ قرآن پاک میں ہے وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْ آدَمَ: بے شک ہم نے بنی آدم کو بڑائی بخشی ہے۔

۵۱ ہر دو۔ دونوں قسم کے شیطان نیکی کرنے والے پر غضبناک ہوتے ہیں۔ بر کسیکہ۔ بادشاہ نے اُس مسخرے سے پوچھا کہ وحی سے صاحبِ وحی اور دوسروں کو کیا فائدہ ہے؟۔ بارے۔ بمعنی اب یا بار بمعنی پھل اور یا اضافت کے کسرے کے عوض میں ہے۔ حاصل۔ پیداوار آمدنی کن یا مکن۔ یعنی امر اور نہی۔۔۔ وانکہ ماننے والوں کو کیا بلندی حاصل ہوتی ہے۔ گفت۔ مسخرہ نے کہا آپ یہ بتائیے کہ وہ کونسا فائدہ ہے جو صاحبِ وحی کو حاصل نہیں ہوتا ہے۔

۵۲ گیرم۔ اُس مسخرے نے کہا میں نے مانا کہ میری وحی وہ وحی نہیں ہے جو کسی بڑے نبی کے پاس آئی ہو لیکن شہد کی مکھی کو جو وحی آئی تھی اُس سے تو کم درجہ کی نہیں ہے۔ وحی کے دو معنی ہیں، ایک تو وہ کلامِ خداوندی جو کسی فرشتہ کے ذریعہ کسی نبی پر نازل ہو، دوسرے معنی اشارے اور دل میں کسی بات کے ڈالنے کے ہیں۔ مسخرے نے دوسرے معنی مراد لئے ہیں۔ اَوحَی۔ قرآن پاک میں ہے وَاَوْحٰی رَبُّکَ اِلَی النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِیْ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا یَعْرِشُوْنَ: اور تیرے رب نے شہد کی مکھیوں کو الہام کیا کہ پہاڑوں میں سے اور درختوں سے اور ان مسہریوں سے جو سدہ چھتے بناتے ہیں

نے تو اعطیناک کوثر[۱] خواندہ — پس چرا خشکے و تشنہ ماندہ

کیا تو نے "ہم نے تجھے کوثر دیدی ہے" نہیں پڑھا ہے! — پس تو کیوں خشک اور پیاسا ہے؟

۹ یا مگر فرعونی و کوثر چو نیل — بر تو خوں گشت ست ناخوش اے علیل

یا شاید تو فرعون اور کوثر نیل کی طرح ہے؟ — اے بیمار! جو تجھ پر خون اور ناگوار بن گئی ہے

توبہ کن بیزار شو از ہر عدو — کو ندارد آبِ کوثر در کدو

توبہ کر لے، خدا کے ہر دشمن سے بیزار بن جا — جس کے کدو میں آبِ کوثر نہیں ہے

ہر کہ را دیدی ز کوثر سرخ رو — او محمدؐ خوست با او گیر خو

تو جس کو کوثر سے سرخرو دیکھے — وہ محمدؐ کے مزاج والا ہے، اس کی عادت اختیار کر

تا احبّ اللہ آئی در حسیب — کز درختِ احمدی با اوست سیب

تاکہ تو "اس نے خدا سے محبت کی" کی شمار میں آجائے — کیونکہ اس کے پاس احمدیؐ درخت کے سیب ہیں

ہر کرا دیدی ز کوثر خشک لب — دشمنش میدار ہمچوں مرگ و تب

تو جس کو کوثر سے خشک لب دیکھے — اس کو موت اور بخار کی طرح دشمن سمجھ

زانکہ[۲] او بوجہل شد یا بولہب — دور شو زو تا نیفتی در کرب

کیونکہ وہ ابوجہل یا ابولہب ہے — تو اس سے بھاگ جا، تاکہ مصیبت میں نہ پھنسے

گرچہ بابائے تو ہست و مامِ تو — کو حقیقت ہست خوں آشامِ تو

خواہ وہ تیرا باپ یا ماں ہو — کیونکہ وہ دراصل تیرا خون پینے والا ہے

از خلیلِ حق بیاموز اے پسر — کہ شد او بیزار اول از پدر

اے بیٹا! (حضرت) ابراہیمؑ سے سیکھ لے — کہ وہ پہلے باپ ہی سے بیزار ہوئے

تا کہ ابغض للہ آئی پیشِ حق — تا نگیرد بر تو رشکِ عشق دق

تاکہ تو اللہ کے سامنے "اس نے خدا کیلئے بغض کیا" بنے — تاکہ تیرے اوپر عشق کا رشک مصیبت نہ ڈالے

تا نخوانی[۳] لا و الا اللہ را — در نیابی منہجِ ایں راہ را

جب تک تو "لا" اور "الا اللہ" نہ پڑھ لے گا — اس طریقہ کا راستہ نہ پائے گا

داستانِ آں عاشق کہ با معشوقِ خود برمی شمرد خدمتہائے

اس عاشق کی داستان جو اپنے معشوق کے سامنے اپنی خدمتیں اور

---

۱ کوثر۔ قرآن پاک میں حضورؐ کو خطاب کرکے فرمایا گیا ہے اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ ۔ بے شک ہم نے تجھے کوثر عطا کی ہے۔ کوثر حقیقتاً جنت میں ایک حوض ہے یہاں اس سے آنحضورؐ کے ظاہری اور باطنی فیوض مراد ہیں۔ یا مگر۔ شاید تو فرعون صفت ہے کہ تیرے لئے کوثر، کوثر نہیں رہی جیسا کہ فرعون کے لئے دریائے نیل کا پانی، پانی نہ رہا تھا بلکہ خون بن گیا تھا۔ توبہ کن۔ جو انسان آنحضورؐ کی اس کوثر سے سیراب نہیں ہوا ہے اس سے ہر شخص کو بیزار رہنا چاہیے۔ ہر کہ جس شخص نے حضورؐ کی کوثر سے سیرابی حاصل کی ہے تم اس کی عادت اختیار کرو۔ احبّ۔ حدیث شریف میں ہے مَنْ اَحَبَّ لِلّٰہِ فَقَدِ اسْتَکْمَلَ الْاِیْمَانَ ۔ جس شخص نے اللہ کیلئے محبت کی اس نے ایمان مکمل کرلیا۔

۲ زانکہ۔ جو شخص کوثرِ نبویؐ سے مستفید نہیں ہے وہ ابوجہل اور ابولہب صفت ہے اس سے دور رہنا چاہیے خواہ وہ کتنا ہی قریبی رشتہ دار ہو۔ از خلیل۔ حضرت ابراہیمؑ کو آزر باپ آذر سے بیزار ہوگئے تھے۔ تاکہ جب تو خدا کے لئے کسی سے ناراض ہوگا تب حق میں تیرا ثابت ہوگا۔ شعر:

توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہدے
یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لئے ہے

۳ تا نخوانی: لا سے غیر اللہ کی نفی اور الا اللہ سے اللہ کا اقرار مراد ہے۔ مومن میں جب دونوں باتیں پیدا ہو جاتی ہیں جب ہی وہ سیدھے راستہ پر سمجھا جاتا ہے۔

داستان۔ اس قصے سے یہ بتانا مقصود ہے کہ عاشق کو معشوق کے سوا ہر چیز سے دست کش ہو جانا چاہیے۔

ووفاہائے خودرا او شبہائے دراز تتجافی جنوبہم عن المضاجع
اپنی وفاداریاں اور اپنی دراز راتیں شمار کر رہا تھا کہ ان کے پہلو بستروں سے دور رہتے ہیں
را و بینوائیِ خودرا و جگر تشنگیِ روزہائے دراز و می گفت کہ
کو اور اپنی بے سروسامانی اور عرصہ دراز کی جگر کی پیاس کو اور کہتا تھا کہ مجھے
من جز ایں خدمت ندانم اگر خدمتے دیگرست مرا ارشاد کن
اس خدمت کے سوا کچھ نہیں آتا ہے اگر کوئی اور خدمت ہے تو مجھے بتا دیجئے
کہ ہرچہ فرمائی منقادم، اگر در آتش رفتن ست چوں خلیلؑ[1] علیہ
کیونکہ جو آپ کہیں میں تابعدار ہوں خواہ حضرت ابراہیمؑ کی طرح آگ میں گھسنا ہو
السلام و اگر در دہانِ نہنگِ دریا افتادنست چوں یونس علیہ
خواہ حضرت یونسؑ کی طرح ناکے کے منھ میں جانا ہو خواہ
السلام و اگر ہفتاد بار کشتہ شدن ست چوں جرجیس علیہ السلام و اگر از
حضرت جرجیسؑ کی طرح ستر بار قتل ہونا ہو خواہ حضرت
گریہ نابینا شدن ست چوں شعیب علیہ السلام و وفا و جانبازیِ
شعیبؑ کی طرح اندھا بننا ہو اور انبیاء کی جاں بازی اور وفا کی تو
انبیاء را شمار نیست و جواب گفتنِ معشوق او را
گنتی ہی نہیں ہے اور معشوق کا اس کو جواب دینا

آں یکے عاشق بہ پیشِ یارِ خود / می شمرد از خدمت و از کارِ خود
ایک عاشق، اپنے معشوق کے سامنے / اپنا کام، اور خدمت گنا رہا تھا

کز برائے تو چنیں کردم چناں / تیرہا خوردم دریں رزم[2] و سناں
کہ میں نے تیری خاطر ایسا ایسا کیا / اس جنگ میں تیر اور بھالا کھایا

مال رفت و زور رفت و نام رفت / بر من از عشقت بسے ناکام رفت
مال گیا اور طاقت گئی اور نام گیا / مجھے تیرے عشق میں بہت سی محرومیاں ہوگئیں

ہیچ صبحم خفتہ یا خنداں نیافت / ہیچ شامم با سر و ساماں نیافت
کسی صبح نے مجھے سوتے یا ہنستے نہ پایا / کسی شام نے مجھے باسروسامان نہ پایا

آنچہ او نوشیدہ بود از تلخ و درد / او بتفصیلش یکایک می شمرد
اس نے جو بھی کڑواہٹ اور تلچھٹ پی تھی / وہ اس کو ایک ایک کر کے گن رہا تھا

[1] خلیل اللہ حضرت ابراہیمؑ عشقِ خداوندی کی وجہ سے نمرود کی آگ میں گھسے۔ یونس۔ حضرت یونسؑ عشق کی وجہ سے مچھلی کے پیٹ میں رہے۔ جرجیسؑ۔ جرجیسؑ کو بار بار قوم نے شہید کیا۔ شعیبؑ۔ حضرت شعیبؑ عشقِ خداوندی میں روتے روتے اندھے ہوگئے تھے۔
[2] رزم۔ جنگ۔ سناں۔ بھالا۔ ہیچ۔ میں کسی صبح کو نہ سو سکا نہ ہنس سکا اور ہر شام کو بے سروسامان رہا۔

نز برائے منتے بل می نمود — بر درستیٔ محبت صد شہود

احسان جتانے کے لئے نہیں، بلکہ ظاہر کر رہا تھا — محبت کی سچائی پر سینکڑوں گواہ

عاقلاں را یک اشارت بس بود — عاشقاں را تشنگی زاں کے رود

عقلمندوں کے لئے ایک اشارہ کافی ہے — اس سے عاشقوں کی پیاس کب بجھتی ہے؟

میکند تکرار گفتن بے ملال — کے ز اشارت بس کند حوت از زلال

وہ بلا تکلف بات کو دہرا رہا تھا — مچھلی نیر پانی کے بدلے اشارہ پر کب بس کرتی ہے؟

صد سخن میگفت زاں درد کہن — در شکایت کہ نگفتم یک سخن

پرانے درد سے متعلق سینکڑوں باتیں کہہ رہا تھا — شکایت میں! میں نے (ابھی گویا) ایک بھی نہیں کہی ہے

آتشے بودش نمیدانست چیست — لیک چوں شمع از تف آں میگریست

اس کے اندر ایک آگ تھی وہ نہ جانتا تھا کہ کیا ہے؟ — لیکن شمع کی طرح اس کی سوزش سے رو رہا تھا

بعد گریہ گفت اینہا رفت لیک — ایں زماں ارشاد کن تو یار نیک

رونے کے بعد اس نے کہا، یہ سب کچھ ہوا، لیکن — اب بتا تو اچھا دوست ہے

ہر چہ فرمائی بجاں استادہ ام — بر خط تو پا و سر بنہادہ ام

تو جو کچھ کہے، میں جان سے حاضر ہوں — تیرے حکم پر میں نے سر اور پاؤں رکھ دیئے ہے

گر در آتش رفت باید چوں خلیلؑ — ور چو یحییٰؑ میکنی خونم سبیل

اگر (حضرت) ابراہیمؑ کی آگ میں کودنا ہو — اگر (حضرت) یحییٰؑ کی طرح میرا خون بہانا ہو

ور ز گریہ چوں شعیبؑ اعمیٰ شوم — ور چو یونسؑ در فم ماہی روم

اگر میں روتے روتے (حضرت) شعیبؑ کی طرح اندھا ہو جاؤں — اگر (حضرت) یونسؑ کی طرح مچھلی کے منہ میں چلا جاؤں

ور چو یوسف چاہ و زندانم کنی — ور ز فقرم عیسیٔ مریمؑ کنی

اگر (حضرت) یوسفؑ کی طرح تو مجھے کنوں اور قید خانہ میں ڈالے — اگر تو (حضرت) مریم کے عیسیٰؑ کی طرح مجھے فقیر بنائے

رخ نگردانم نگردم از تو من — بہر فرمان تو دارم جان و تن

میں منہ نہ موڑوں گا، میں تجھ سے روگردانی نہ کروں گا — میری جان اور جسم تیرے حکم کے لئے ہے

گفت معشوق ایں ہمہ کردی ولیک — گوش بکشا پہن و اندریاب نیک

معشوق نے کہا، یہ سب کچھ تو نے کیا، لیکن — کان کھول لے اور خوب سمجھ لے

کانچہ اصل اصل عشق ست و ولاست — آں نکردی آنچہ کردی فرعہاست

کہ جو دوستی اور عشق کی جڑ کی جڑ ہے — تو نے وہ نہیں کیا، جو کچھ کیا وہ شاخیں ہیں

ف۱ نز برائے۔ اپنی تکالیف احسان جتانے کیلئے نہیں گنا رہا تھا بلکہ اپنی محبت کا ثبوت پیش کر رہا تھا۔ عاقلاں عقلمندوں کے لئے اشارہ کافی ہوتا ہے لیکن عاشق کا مزاج تفصیل کو چاہتا ہے۔ تیکند۔ عاشق اپنے شکوے مکرر بیان کرتا ہے، مچھلی پانی میں غوطہ لگا کر مطمئن ہوتی ہے۔

ف۲ صد سخن۔ اس عاشق نے اپنے درد سے متعلق سینکڑوں باتیں عاشق کو سنائیں جن میں سے میں نے ایک بھی پوری نہیں بیان کی ہے۔ آتشے۔ ہم عاشق میں ایک آگ لگی ہوئی تھی جس کی حقیقت کو وہ نہ سمجھ سکتا تھا، ہاں اسکی گرمی سے شمع کی طرح آنسو بہا رہا تھا۔ ہر چہ۔ عاشق نے کہا میں یہ مصائب تو برداشت کر چکا ہوں اب جو حکم ہو اس کیلئے میں آمادہ ہوں۔

ف۳ گر در آتش۔ اگر حکم ہو تو حضرت ابراہیمؑ کی طرح آگ میں کود جاؤں تو چاہے تو حضرت یحییٰؑ کی طرح مجھے قتل کر دے۔ ور ز فقرم۔ حضرت عیسیٰؑ کا فقر مشہور ہے۔ رخ۔ میں تیرے کسی حکم سے منہ نہ موڑونگا۔ گفت۔ معشوق نے عاشق کی تمام تکالیف سنکر کہا کہ تو نے یہ سب کچھ کیا لیکن جو عشق کا اصل تقاضا ہے وہ نہ کیا۔ عاشق نے کہا وہ کیا ہے معشوق نے جواب دیا کہ وہ ہے اپ کو فنا کر دینا ہے۔ ولا۔ دوستی۔

گفتش آں عاشق بگو کاں اصل چیست
اُس سے عاشق نے کہا، فرمائیے وہ جڑ کیا ہے؟

گفت اصلش مُردن است و نیستی ست
اُس نے کہا، اُس کی جڑ مرنا اور فنا ہونا ہے

تو ہمہ کردی نمُردی زندهٔ
توُنے سب کچھ کیا، تو مرا نہیں، زندہ ہے

ہیں بمیر ار یارِ جاں بازندهٔ
ہاں مرجا اگر تو جان کو فنا کرنے والا دوست ہے

گر بمیری زندگی یابی تمام
اگر تو مر جائے گا مکمل زندگی حاصل کرے گا

نامِ نیکوئے تو ماند تا قیام[1]
حشر تک تیرا نیک نام زندہ رہے گا

چوں شنود آں عاشقِ بیخویشتن
جب مدہوش عاشق نے یہ سُنا

آہ سردے برکشید از جان و تن
جان اور جسم سے ایک ٹھنڈی آہ بھری

ہمدراں دم شُد دراز و جاں بداد
اُسی وقت لیٹ گیا اور جان دے دی

ہمچو گُل درباخت سر خنداں و شاد
ہنسی، خوشی پھول کی طرح سر دے دیا

ماند آں خندہ برو وقفِ اَبد
وہ مسکراہٹ ہمیشہ کیلئے اُسی پر وقف رہیگی

ہمچو جان و عقلِ عارف بے کبد
جس طرح بلا تکلف عارف کی عقل اور جان

نورِ مہ آلودہ کے گردد اَبد
چاند کی چاندنی آخر کب آلودہ ہوتی ہے؟

گر زند آں نور بر ہر نیک و بد
خواہ وہ چاندنی ہر نیک اور بد پر پڑے

اُوز جُملہ[2] پاک واگردد بماہ
وہ سب سے پاک رہ کر چاند کیطرف لَوٹ جاتی ہو

ہمچو نورِ عقل و جاں سُوئے اِلٰہ
جس طرح اللہ (تعالیٰ) کی جانب عقل اور جان کا نور

وصفِ پاکی وقفِ بر نورِ مہ است
پاکی کی صفت، چاند کی روشنی پر وقف ہے

تابشش گر بر نجاساتِ رہ است
اگرچہ اُس کی چمک راستہ کی نجاستوں سے ہے

زاں نجاساتِ رہ و آلودگی
اُن راستہ کی نجاستوں اور گندگی سے

نور را حاصل نگردد بدرگی
نور کو بُرائی حاصل نہیں ہوتی ہے

اِرجِعِی بشنید نورِ آفتاب
"تو لوٹ جا" سورج کی روشنی نے سُنا

سُوئے اصلِ خویش باز آمد شتاب
وہ فوراً اپنی اصل کی طرف لوٹ آئی

نے[3] ز گلخنہا برو ننگے بماند
نہ اُس پر بھٹیوں کا عیب رہا

نے ز گلشنہا برو رنگے بماند
نہ اُس پر باغوں کا رنگ رہا

نورِ دیدہ سُوئے دیدہ باز گشت
آنکھ کی روشنی، آنکھ کی طرف لوٹ آئی

ماند در سودائے اُو صحرا و دشت
جنگل اور میدان اُس کے تصور میں رہ گئے

---

[1] تا قیام یعنی قیامت قائم ہونے تک۔ (شعر)
ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما
چوں شنود۔ عاشق نے معشوق کی جب یہ باتیں سُنیں ایک ٹھنڈی آہ کی اور جان دیدی۔ ماند۔ اُس عاشق کی موت کے وقت کی مسکراہٹ ابدی ہو۔ نورِ مہ۔ عارف کی روح کی مثال چاند کی چاندنی کی طرح ہے جس طرح چاندنی خواہ وہ گندگیوں پر گذرے وہ پاک صاف رہتی ہے یہی حال عارف کی روح کا ہے۔

[2] اُوز جملہ۔ چاندنی بہر صورت پاک رہ کر چاند کیطرف لوٹ جاتی ہے اسی طرح عارف کی روح پاک و صاف رہ کر خدا کی طرف واپس ہو جاتی ہے۔ زاں جن نجاستوں پر سے چاندنی گذری ہے اُن کا وہ کوئی اثر قبول نہیں کرتی ہے۔ اِرجِعِی۔ عارف کی روح نفسِ مطمئنہ ہے جس کے بارے میں قرآنِ پاک میں آیا ہے یَا اَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِی اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً "اے نفسِ مطمئنہ تو راضی اور پسندیدہ ہو کر اپنے رب کی طرف لوٹ جا"

[3] نے۔ اُس روحِ عارف پر دنیا کے اچھے بُرے کا کوئی اثر نہیں رہتا ہے۔ نورِ دیدہ۔ عارف کی روح کی وہیں کی دوسری تعبیر ہے کہ آنکھ کی روشنی آنکھ میں واپس آجاتی ہے تو اب دیکھنے والی نگاہ میں وہ جنگل نہیں رہتا بلکہ محض دماغ میں اُس کا تصور رہ جاتا ہے۔ آند۔ اب آنکھوں میں اُس چیز کا صرف انتظار رہ جاتا ہے اور وہ ویرانہ نظروں سے غائب ہو جاتا ہے۔

چونکہ زیں ویرانہ نورش بازگشت[1] | ماند در صحرائے دیدہ بازگشت

جبکہ اُس ویرانے سے اُس کا نور واپس ہوگیا | آنکھ کے جنگل میں انتظار رہ گیا

یکے پرسید از عالمے عارفے کہ اگر در نماز کسے بگرید باواز و آہ و نوحہ

کسی شخص نے ایک عارف، عالم سے پوچھا کہ اگر کوئی شخص نماز میں آواز اور آہ سے روئے

کُند نمازش باطل شود یا نہ جواب داد کہ نام آں آب دیدہ[2] است تا کہ آں

اور نوحہ کرے اُس کی نماز باطل ہوگی یا نہیں! اُس نے جواب دیا کہ اس کا نام دیکھے ہوئے

گرنیدہ چہ دیدہ است اگر شوقِ خدا دیدہ است او میگرید یا از

کا پانی ہے تو یہ کہ رونے والے نے کیا دیکھا ہے؟ اگر اُس نے اللہ تعالیٰ کا شوق دیکھا ہے، وہ

پشیمانیِ گناہ نمازش تباہ نشود بلکہ کمال گیرد کہ لَا صَلٰوۃَ اِلَّا بِحُضُوْرِ

روتا ہے یا گناہ کی پشیمانی سے، نماز تباہ نہ ہوگی بلکہ کمال حاصل کریگی کیونکہ نماز نہیں ہوتی مگر

الْقَلْبِ واگر رنجوریِ تن یا فراقِ فرزند دیدہ است نمازش تباہ شود

حضورِ قلب سے اور اگر اُس نے جسمانی تکلیف یا اولاد کی جُدائی دیکھی ہے اُس کی نماز خراب ہوجائیگی

کہ اصلِ نماز ترکِ تن است و ترکِ فرزند ابراہیم علیہ السلام وار

کیونکہ اصل نماز حضرت ابراہیمؑ کی طرح جسم اور اولاد کا ترک کرنا ہے کیونکہ وہ نماز کی

کہ فرزند را قربان میکرد از بہرِ تکمیلِ نماز و تن را با آتشِ نمرودی

تکمیل کے لئے لڑکے کو قربان کررہے تھے اور جسم کو نمرود کی آگ کے سپرد کررہے

سپرد و امر آمد پیغمبر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم را بدیں خصال کہ

تھے اور آنحضورؐ کو انہی خصلتوں کا حکم ہے کیونکہ تم اِتباع کرو اور اتباع

فَاتَّبِعُوْا وَاتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ

کر ابراہیمؑ کی ملّت کا جو کہ حنیفیہ ہے بے شک تمہارے لئے

حَسَنَةٌ فِیْ اِبْرٰهِيْمَ

ابراہیمؑ میں اچھا نمونہ ہے

آں یکے پرسید از مفتی براز | گر کسے گرید بنوحہ در نماز

ایک شخص نے چپکے سے مفتی سے دریافت کیا | اگر کوئی نماز میں آواز سے روئے

آں نمازِ او عجب باطل شود | یا نمازش جائز و کامل بُود

وہ اس کی عمدہ نماز، باطل ہوجائے گی | یا اس کی نماز جائز اور مکمل ہوگی

[1] بازگشت۔ پہلے مصرع میں واپس شدہ کے معنی میں ہے اور دوسرے مصرع میں بمعنی انتظار ہے۔ کیونکہ مولانا نے پہلے شعر میں آنکھ کی روشنی کو بیان کیا تھا اب آنکھ سے متعلق ایک اور نکتہ بتاتے ہیں۔

[2] آب دیدہ۔ یہ شعر پوچھا کہ اگر کوئی نماز میں روئے اور آہ و نوحہ کرے تو نماز فاسد ہوگی یا نہیں جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ گریہ کو آب دیدہ کہتے ہیں یعنی دیکھے ہوئے کا پانی تو اب یہ تحقیق کی جائے کہ اس نے کیا دیکھا ہے جس کی وجہ سے یہ آنکھ کا پانی بہا ہے اگر اس نے خدا کا خوف اور شوق دیکھا ہے اور گریہ اور نوحہ ہے تو یہ تو نماز کا کمال ہے اور اگر اس نے مرض یا بیٹے کی جدائی دیکھی ہے اور اس سے یہ پانی آنکھ سے بہا ہو تو نماز خراب ہوجائیگی۔ براز۔ یعنی آہستگی سے۔ نوحہ۔ آواز سے رونا۔

گفت آبِ دیدہ نالش بہرِ چیست
فرمایا اس کا نام "دیکھے ہوئے کا پانی" کیوں ہے؟
بنگری[1] تا کہ چہ دیدست وگریست
غور کر اُس نے کیا دیکھا ہے؟ اور رویا ہے

آبِ دیدہ تا چہ دیدہ است از نہاں
آنکھ کے پانی نے پوشیدہ طور پر کیا دیکھا ہے؟
تا بداں شد اُو زِ چشمہ خود رواں
جس سے وہ اپنے چشمے سے رواں ہوا ہے

گر ز شوقِ حق کند گریہ دراز
اگر دراز گریہ اللہ (تعالیٰ) کے شوق سے کرتا ہے
یا ندامت از گناہے در نیاز
یا عاجزی میں کسی گناہ کی شرمندگی سے

خوفِ حق گر باشد آں گریہ خوشست
اگر اللہ کا خوف ہے، تو رونا بہت بہتر ہے
زانکہ آں آبِ تو دفعِ آتش ست
کیونکہ وہ تیرا پانی آگ کو بجھاتا ہے

بیشکے گیرد نمازِ اُو کمال
اُس کی نماز یقیناً کمال حاصل کرے گی
قرب یابد در رہِ حق لا محال
وہ لا محالہ اللہ (تعالیٰ) کا قرب حاصل کرے گا

آں جہاں گر دیدہ ست آں پُر نیاز
اگر اُس نیازمند نے اُس عالم کو دیکھا ہے
رونقے یابد ز نوحہ آں نماز
تو رونے سے اُس کی نماز رونق حاصل کرے گی

ور ز رنجِ تن بُود و ز درد و سوگ
اور اگر جسم کی بیماری اور درد اور رنج سے ہو
ریسماں[2] بگسست و ہم بشکست دوک
تو دھاگا ٹوٹا اور تکلا بھی

در فغاں از ماتمِ فرزند کرد
اگر اُس نے اولاد کے رنج میں فریاد کی ہے
کہ دل و جانش ز ماتم کرد درد
کہ رنج سے اس کا دل اور جان دردمند ہوئے تھے

می نیرزد آں نمازِ اُو دو جو
تو اُس کی نماز دو جو کی قیمت کی نہیں ہے
زانکہ با اغیار دارد دل گرو
کیونکہ اُس کا دل غیروں میں پھنسا ہے

پس نمازش بیشکے باطل بود
تو اُس کی نماز بلاشبہ فاسد ہو جائے گی
گریۂ اُو نیز بے حاصل بود
اُس کا رونا بھی بے نتیجہ ہوگا

زانکہ ترکِ تن بُود اصلِ نماز
کیونکہ نماز کی اصل، جسم کو ترک کرنا ہے
ترکِ خویش و ترکِ فرزند از نیاز
نیازمندی کی وجہ سے اپنے آپ کو اور اولاد کو ترک کرنا ہے

از خلیل[3]ؑ آموز قرباں کُن ولد
(حضرت) ابراہیمؑ سے سیکھ لے اولاد کو قربان کر دے
تن بنہ بر آتشِ نمرود رد
مردود نمرود کی آگ پر جسم کو رکھ دے

حاصل آنکہ تا بدانی اے کیا
خلاصہ یہ ہے کہ اے بزرگ! تو سمجھ لے
کز بکا فرق ست بیحد تا بکا
کہ رونے اور رونے میں بیحد فرق ہے

---

[1] بنگری۔ یہ غور کر دہ کیوں رویا ہے۔ ندامت.... شرمندگی۔ نیاز۔ عاجزی۔ آں جہاں یعنی شوق و خوفِ خداوندی کا عالم۔ ور ز رنج۔ اگر رونے کا سبب کوئی بدنی تکلیف یا رنج ہے تو سب کچھ ضائع ہو گیا۔

[2] ریسماں۔ دھاگا بھی ٹوٹا اور تکلا بھی ٹوٹا یعنی سب کچھ تباہ ہو گیا۔ ماتم۔ سوگ کی مجلس۔ زانکہ۔ کیونکہ اس حالت میں اُس کا دل اللہ کے غیر سے وابستہ ہے۔ پس۔ اُس آہ و بکا سے نماز بھی ٹوٹی اور اُس سے اُسکو کوئی فائدہ نہ پہنچا۔ زانکہ۔ اس لئے کہ اصل نماز تو یہ ہے کہ انسان اُس میں غیر اللہ سے بالکل غافل ہو جائے۔

[3] از خلیلؑ۔ حضرت ابراہیمؑ نے اللہ کے معاملہ میں اپنی اولاد اور جان کی پروا نہ کی۔ حاصل۔ خلاصہ یہ سمجھ لو کہ رونے اور رونے میں بہت فرق ہے۔ ایک رونا نماز کی روح ہے دوسرا رونا نماز کو فاسد کر دیتا ہے۔

مُریدے [۱] درآمد بخدمتِ شیخ وازیں شیخ پیرِ مُسن نمیخواہم بلکہ پیرِ

ایک مرید ایک شیخ کی خدمت۔ میں پہنچا اور اس شیخ سے میری مراد دراز عمر بوڑھا نہیں ہے

عقل ومعرفت اگرچہ عیسیٰ علیہ السلام است در گہوارہ ویحییٰ

بلکہ عقل ومعرفت کا بوڑھا اگرچہ عیسیٰؑ علیہ السلام گہوارہ میں اور یحییٰ علیہ السلام

علیہ السلام ست در مکتب کودکان مرید شیخ را گریاں دید او نیز

بچوں کے مکتب میں ہوں مُرید نے شیخ کو روتے دیکھا اس نے بھی

موافقت کرد وبگریست چوں فارغ شد وبدر آمد مُریدِ دیگر کہ

موافقت کی اور رو پڑا جب وہ فارغ ہوا اور باہر آیا دوسرا مرید جو

از حالِ شیخ واقف تر بود از سرِ غیرت در عقب او نیز بیروں

شیخ کے حال سے زیادہ واقف تھا غیرت کی وجہ سے وہ بھی پیچھے پیچھے باہر آیا

آمد گفتش کہ اے [۲] برادرِ من ترا گفتہ باشم اللہ اللہ تا نیندیشی

اس نے کہا اے میرے بھائی! میں تجھ سے کہتا ہوں خدا کے لئے نہ سوچنا

ونگوئی کہ شیخ میگریست من نیز میگریستم کہ سی سال ریاضت

اور نہ کہنا کہ شیخ روئے میں بھی رویا کیونکہ تیسؔ سال بغیر ریا کی محنت کرنی

بے ریا باید کرد واز عقبات ودریاہائے پُر نہنگ وکوہہائے

چاہئے اور گھاٹیوں اور ناکوں سے بھرے دریاؤں سے اور شیر اور

بلند پُر شیر وپلنگ می باید گذشت تا بداں گریۂ شیخ برسی

چیتوں سے بھرے پہاڑوں سے گذرنا چاہئے پھر شیخ کے اس رونے کو تو پہنچ سکے

یا نہ رسی اگر برسی شکر زُوِیَتْ [۳] لِیَ الْاَرْضُ بسیار گوئی کہ

یا نہ پہنچ سکے اگر پہنچ جائے "تو میرے لئے زمین سمیٹ دی گئی ہے" کا بہت شکر ادا کر

آنجائے شکر ست کہ آں گریۂ حضورِ قلب باشد

کیونکہ وہ شکریہ کا موقع ہے کیونکہ وہ رونا حضورِ قلب سے ہوگا

یک مُریدے اندر آمد پیشِ پیر — پیر اندر گریہ بود ودر نفیر

ایک مرید پیر کے پاس اندر آیا — پیر رونے میں اور فغاں میں تھا

شیخ را چوں دید گریاں آں مُرید — گشت گریاں آب از چشمش دوید

جب اس مرید نے شیخ کو روتے دیکھا — رونے لگا، آنسو اس کی آنکھوں سے نکل پڑے

ف۱ مُریدے۔ اس قصہ سے یہ بتانا ہے کہ شیخ کا رونا اور اس مُرید کا رونا یکساں نہ تھا۔ شیخ۔ شیخ سے مراد بوڑھا نہیں ہے بلکہ وہ شخص ہے جس کی عقل اور معرفت بڑھی ہوئی ہو خواہ وہ عمر کے اعتبار سے بچہ ہو، جیسے کہ حضرت عیسیٰؑ گہوارہ میں یا حضرت یحییٰؑ بچوں کے مکتب میں تھے۔

ف۲ اے برادر۔ اس باکمال مرید نے اس کو سمجھایا کہ تو اپنے رونے کو شیخ کے رونے جیسا نہ سمجھنا تیرا رونا تو محض تقلیدی تھا اور شیخ کا رونا ایسا رونا ہے کہ تیسؔ سال مجاہدوں کے بعد بھی یہ میسر آجائے تو غنیمت سمجھنا۔

ف۳ زُوِیَتْ۔ آنحضورؐ نے فرمایا زُوِیَتْ لِیَ الْاَرْضُ فَرَاَیْتُ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا میرے لئے زمین لپیٹ دی گئی تو میں نے اس کے مشرقوں اور مغربوں کو دیکھ لیا یعنی برسوں کا کام منٹوں میں ہوگیا۔ شیخ را۔ مُرید شیخ کی تقلید میں شیخ کو روتے ہوئے دیکھ کر رونے لگا۔

گوشِ[۱] شور یکبار خندد کرّ دو بار
سُننے والا ایک بار اور بہرا دو بار ہنستا ہے
چونکہ لاغ اِملا کُند یارے بیار
جب کوئی یار، یار سے مذاق کرتا ہے

بارِ اوّل از رہِ تقلید و سُوم
پہلی بار دیکھا دیکھی اور تکلف سے
کہ ہمی بیند کہ می خندند قوم
کیونکہ وہ دیکھتا ہے کہ لوگ ہنس رہے ہیں

کر بخندد ہمچو ایشاں آں زماں
اُس وقت بہرا اُن کی طرح ہنستا ہے
بیخبر از حالتِ خندیدگاں
(اور) ہنسنے والوں کی حالت سے بے خبر ہے

باز اُو پرسد کہ خندہ بر چہ بُود
پھر وہ پوچھتا ہے، کہ ہنسی کس بات پر تھی؟
پس دوم کرّت بخندد چوں شنود
پھر جب سُنتا ہے، دوبارہ ہنستا ہے

پس[۲] مقلّد نیز مانندِ کرست
تو مقلد بھی بہرے کی طرح ہے
اندراں شادی کہ اُو را در سر ست
اُس خوشی میں جو اُس کے ذہن میں ہے

پر توِ شیخ آمد و مَنہل زِ شیخ
شیخ کا عکس اور شیخ کا چشمہ ہے
فیض و شادی نز مُریداں بل زِ شیخ
فیض اور خوشی، نہ کہ مُریدوں کا بلکہ شیخ کا ہے

پر توِ شیخ ست آں تقلیدِ شیخ
شیخ کی تقلید، شیخ کا عکس ہے
چوں بہ بیند شادی و تائیدِ شیخ
جبکہ وہ شیخ کی خوشی اور تائید دیکھ رہا ہے

چوں سبد در آب و نورے بر زجاج
جیسا کہ ٹوکری پانی میں اور چمک شیشہ پر ہے
گر ز خود داند آں باشد خداج
اگر وہ اُس (خوشی) کو اپنی جانب سے سمجھے تو ناقص پن ہے

چوں جدا گردد ز جُو داند عنود
جب وہ نہر سے علیحدہ ہو جائیگی تو جھگڑالو جان لیگی
کاندر و آں آبِ خوش از جُویِ بود
کہ اس کے اندر وہ اچھا پانی، نہر کا تھا

آبگینہ[۳] ہم بداند از غروب
چاند کے غروب سے شیشہ بھی جان لے گا
کاں لمع بُود از مہِ تابانِ خوب
کہ وہ چمک عمدہ روشن چاند کی تھی

چونکہ چشمش را کشاید امرِ قُم
جب "اُٹھ کھڑا ہو" کا حکم اسکی آنکھ کھولدے گا
پس بخندد چوں سحر بارِ دوم
تو وہ صبح کے دوسری بار مسکرانے کی طرح مسکرائے گا

خندہ آید ہم بر اں خندہ خودش
اُس کو اپنی اُس ہنسی پر بھی ہنسی آئے گی
کہ دراں تقلید بر می آمدش
جو اُس کو تقلید میں آئی تھی

آتی ہے پھر دوبارہ صبح صادق نمودار ہوتی ہے۔ خندہ آمد۔ اب جب حقائق منکشف ہوجاتے ہیں تو مُرید کو اپنی پہلی ہنسی پر ہنسی آتی ہے۔

---

۱ گوشِ شور۔ سننے والا۔ کر۔ بہرا۔ بہرا ایک بار تو دوسروں کو ہنستا دیکھ کر ہنستا ہے پھر لوگوں کے ہنسنے کا سبب معلوم کر، دوبارہ ہنستا ہے۔ سُوم۔ تکلف۔ تجبر۔ پہلی بار ہنسنے میں بہرے کو ہنسی کے سبب کا علم نہیں ہوتا ہے۔ باز۔ پھر جب وہ لوگوں سے ہنسی کا سبب معلوم کر لیتا ہے تو دوبارہ ہنستا ہے۔

۲ پس مقلد۔ جو شخص کسی کی دیکھا دیکھی کام کرتا ہے اسکی مثال بہرے کی سی ہے۔ پرتو۔ اُس پر شیخ کے باطن کا اثر پڑتا ہے اور اُس سے اسکو خوشی یا رنج حاصل ہوتا ہے تو مرید کا تقلیدی فعل بھی شیخ کا اثر ہوتا ہے۔ چوں سبد۔ اگر ٹوکری نہر میں پڑی ہوئی ہو اور اُس میں پانی بھرا ہوا ہو یا آئینہ میں سورج کی چمک پڑ رہی ہو تو اُس پانی یا چمک کو ٹوکری یا آئینہ کا اپنا سمجھنا غلطی ہے۔ خداج۔ ناقص۔ عنود۔ سرکش۔

۳ آبگینہ۔ جب ٹوکری نہر سے باہر نکل جائے گی اور چاند ڈوب جائے گا تو ٹوکری اور آئینہ کو معلوم ہوجائیگا کہ وہ پانی اور چمک اُن کی نہ تھی۔ قُم۔ آنحضورؐ کو حکم ہوا تھا قُمِ اللَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا "تھوڑی سی رات چھوڑ کر رات میں عبادت کیا کرو۔ ..." سحر بارِ دوم۔ پہلے صبح کاذب

گوید از چندیں رہِ دور و دراز
وہ کہے گا، اتنی دور دراز مسافت سے
کایں حقیقت بود ایں اسرار و راز
جبکہ یہ حقیقت اور یہ اسرار اور راز تھے

من دراں وادی چگونہ خود ز دُور
میں اُس میدان میں خود فاصلے سے کس طرح
شادیٔ میکردم از عمیا و سُور
اندھے پن سے شادمانی اور خوشی کر رہا تھا؟

من چہ می بستم خیال و آں چہ بود
میں نے کیا خیال کیا اور وہ کیا تھا
درکِ سستم سست نقشے می نمود
میرے سست احساس نے وہی نقش دکھا دیا

طفلِ رہ را فکرت مرداں کجاست
راہِ (سلوک) کے بچہ میں مردوں کی سمجھ کہاں ہے؟
کو خیالِ او و کو تحقیق راست
کہاں اُس کا خیال، اور کہاں صحیح تحقیق

طفل را چہ فکر آید در ضمیر
بچے کے دل میں کیا خیال آسکتا ہے؟
یا چہ اندیشہ کند ہمچوں کہ پیر
یا وہ بوڑھے کی طرح کیا سوچ سکتا ہے؟

فکرِ طفلاں دایہ باشد یا کہ شیر
بچوں کا فکر دایہ یا دودھ ہوتا ہے
یا مویز و جوز یا گریہ و نفیر
یا منقّیٰ اور اخروٹ یا رونا اور چلّانا

آں مقلّد ہست چوں طفلِ علیل
مقلّد۔ بیمار بچہ کی طرح ہے
گرچہ دارد بحثِ باریک و دلیل
اگرچہ نازک بحث اور دلیل رکھتا ہو

آں تعمق در دلیل و در شکال
اِشکال اور دلیل میں غور
از بصیرت می کند او را گسال
اُس کو بصیرت سے رخصت دیدیتا ہے

مایۂ کاں سرمۂ سرِّ ویست
وہ سرمایہ جو اُس کے باطن کا سُرمہ ہے
بُرد و در اشکال گفتن کار بست
سلب کر لیا اور اشکال بیان کرنے میں لگا دیا

اے مقلّد از بخارا باز گرد
اے مقلّد! بخارا سے واپس آجا
رَو بخواری تا شوی تو شیر مرد
ذلّت کی جانب جا، تاکہ تو شیر مرد بنے

تا بخارائے دگر بینی درُوں
تاکہ تو باطن میں دوسرا بخارا دیکھ لے
صفدراں در محفلش لا یفقہون
اُس کی محفل میں بہادر "وہ نہیں سمجھتے ہیں" ہیں

پیک اگر چہ در زمیں چابک تگست
قاصد اگرچہ خشکی میں تیز رفتار ہے
چوں بدریا رفت بگستہ رگست
جب دریا میں پہنچا، رگ ٹوٹا ہے

ناسمجھ ثابت ہوں گے۔ صفدراں۔ یعنی بخارا میں ظاہری علماء ہیں جو اسرار کو نہیں سمجھتے ہیں۔ پیک۔ مشہور ہے ہر مردے و ہر کارے جو خشکی کا چلنے والا ہے وہ دریا میں نہیں چل سکتا ہے وہاں تیراک کی ضرورت ہے۔

۵۱ گوید۔ اب مرید اپنے سابق احوال کے بارے میں سمجھا ہے کہ وہ جو کچھ وصل تھا وہ تو محض سفیع کا عکس تھا اب وہ اور میں اصل سے کس قدر دور تھے۔ بس دراں میں حقیقت تک نہ پہنچا تھا اور خوشی منا رہا تھا۔ چہ بستم۔ میرے ناقص علم و ادراک میں ایک خیالی چیز تھی۔ طفلِ رہ۔ جو سالک ابھی راہِ سلوک کا بچہ ہے وہ حقیقت تک کہاں پہنچ سکتا ہے۔

۵۲ فکرِ طفلاں۔ طفل کا فکر تو صرف دایہ اور دودھ اور کھانے پینے کی معمولی چیزوں تک ہوتا ہے۔ آں مقلد۔ مقلد کی مثال بچہ کی سی ہے۔ آں تعمق۔ یہ مقلد اگر غور اُن اسرار تک پہنچنے کی کوشش کرے گا یا دلائل ڈھونڈے گا تو یہ اُس کو بصیرت سے اور دور کر دینگے۔ سرمایہ۔ جو غور و فکر کا اُس کے پاس سرمایہ تھا وہ بھی اس نے بیجا صرف کر ڈالا۔

۵۳ اے مقلد۔ یہ اسرار اور راز عقل و دلائل سے واضح نہ ہوں گے بخارا ظاہری علوم کا مرکز ہے اس کو چھوڑ کر خواری اور مجاہدوں کی ذلت اختیار کر جب تو مرد میدان بنے گا۔ تا بخارا۔ جب انسان مجاہدے کرے گا تو پھر اس کو ایک بخارا اپنے دل میں نظر آئیگا اور اس بخارا میں طرز ظاہری سے بحث کرنے والے بالکل

(۱) او حملناهم بود فی البر و بس — آنکه محمول ست در بحر اوست کس

وہ صرف اُن کو ہم نے خشکی میں چلایا ہے — جو سمندر میں چلایا ہوا ہے وہ بہادر ہے

بخشش بسیار دارد شه بدو — اے شده در وهم و تصویرے دوتو

شاہ، اس پر بہت بخشش کرتا ہے — اے وہ! جو وہم اور تصویر میں دہرا بنا ہوا ہے

بقیۂ حالِ مریدِ مقلِّد

مرید مقلد کے حال کا بقیہ

آں مریدِ ساده از تقلید نیز — گریه میکرد وفقِ آں عزیز

وہ بھولا مرید بھی، تقلید میں — اس معزز کی طرح رونے لگا

او مقلِّد وار همچو مردِ کر — گریه می دید وز موجب بے خبر

اُس نے تقلید میں بہرے شخص کی طرح — رونا دیکھا اور سبب سے بے خبر تھا

چوں بسے بگریست خدمت کرد و رفت — از پیش آمد مریدِ خاص تفت

جب بہت رو چکا اُس نے سلام کیا اور روانہ ہوگیا — اُس کے پیچھے ایک خاص مُرید تیزی سے چلا

(۲) گفت اے گریاں چو ابرِ بیخبر — بر وفاقِ گریهٔ شیخ از نظر

اُس نے کہا اے بے خبر ابر کی طرح رونیوالے! — دیکھا دیکھی شیخ کے رونے پر

الله الله اے وفائی مرید — گرچه در تقلید هستی مستفید

اے وفادار مرید! خدا کے لئے — اگرچہ تو تقلید میں فائدہ اُٹھانے والا ہے

تا نگوئی دیدم آں شه می گریست — من چو او بگریستم کایں منکریست

یہ نہ کہنا میں نے دیکھا کہ وہ شاہ رو رہا تھا — میں اُسکی طرح رویا، کیونکہ یہ (الشیخ کی فضیلت کا) انکار کرنا ہے

گریهٔ کز جهل و تقلیدست و ظن — نیست همچوں گریهٔ آں مؤتمن

وہ رونا جو لاعلمی اور تقلید اور گمان کی وجہ سے ہے — وہ اس امانتدار کے رونے کی طرح نہیں ہے

(۳) تو قیاسِ گریه بر گریه مساز — هست زیں گریه بداں راهِ دراز

تو رونے کو رونے پر قیاس نہ کر — اِس رونے سے اُس رونے تک بہت فاصلہ ہے

هست آں از بعدِ سی ساله جهاد — عقل اینجا هیچ نتواند فتاد

وہ (رونا) تیس ۳۰ سالہ مجاہدہ کے بعد ہے — عقل اِس جگہ کبھی نہیں پہنچ سکتی

هست زاں سوی خرد صد مرحله — عقل را واقف مداں زاں قافله

وہاں عقل سے آگے سَو مرحلے ہیں — اُس قافلہ سے عقل کو واقف نہ سمجھ

---

(۱) حملناهم۔ قرآن پاک میں ہے۔ ولقد کرمنا بنی آدم وحملناهم فی البر والبحر۔ ہم نے بنی آدم کو عزت دی اور ان کو خشکی اور سمندر میں سوار کیا.... حملناهم فی البر سے علوم ظاہری کے علماء اور حملناهم فی البحر سے علوم باطنی کے علماء مراد ہیں۔ بخشش یعنی دریا کے جواہر پر اللہ تعالےٰ زیادہ بخشش کرتا ہے۔ اے شدہ۔ اے وہ انسان جو وہم اور خیالی تصور کر جھکا ہوا ہے۔ آں عزیز۔ یعنی شیخ۔ ز موجب۔ یعنی شیخ کے رونے کے سبب سے ناواقف تھا۔

(۲) گفت۔ اس خاص مُرید نے رونے والے مرید سے کہا تو بے خبری میں شیخ کی دیکھا دیکھی رویا ہے۔ اللہ۔ خدا کے لئے تو اپنے رونے کو شیخ کے رونے کی طرح نہ سمجھنا۔ گریہ۔ تیرا رونا تو محض تقلید میں تھا اور تو شیخ کے رونے سے بے خبر تھا۔ ایں منکریست۔ تیرا یہ کہنا شیخ کی فضیلت کا انکار ہوگا۔ موتمن۔ امانتدار۔

(۳) تو قیاس۔ اپنے رونے کو شیخ کے رونے پر قیاس نہ کرلینا دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ہست۔ شیخ کا رونا مشاہدہ کی بنیاد پر ہے جو تیس سالہ مجاہدہ کے بعد حاصل ہوا ہے محض عقل بنیاد پر یہ مقام حاصل نہیں ہوسکتا۔

گریۂ[۱] او نز غم ست و نز فرح
اُس (شیخ) کا رونا نہ غم سے ہے نہ خوشی سے
روح داند گریۂ عینُ المُلِح
بے نور آنکھ کا رونا، روح جانتی ہے

گریۂ او خندۂ او زاں سَر ایست
اُس کا رونا، اُس کا ہنسنا اُس جانب کا ہے
زانچہ وہم و عقل باشد آں بریست
جو وہم اور عقل کی وجہ سے ہو، وہ اِس سے بری ہے

آبِ دیدہ او چو دیدہ او بُوَد
اُس کا آنسو اُس کی آنکھ کی طرح ہوتا ہے
دیدۂ نادیدہ دیدہ کے شوَد
اندھے کی آنکھ، آنکھ کب ہو سکتی ہے؟

آنچہ او بیند نتاں کردن مساس
جو وہ دیکھتا ہے، اُس کو چھوا نہیں جا سکتا ہے
نز قیاسِ عقل و نز راہِ حواس
نہ عقل کے قیاس سے، نہ حواس کی راہ سے

شب[۲] گریزد چونکہ نور آید ز دور
جب روشنی آتی ہے، رات دور سے بھاگ جاتی ہے
پس چہ داند ظلمت از احوالِ نور
تو تاریکی روشنی کے احوال کیا جانے؟

پشّہ بگریزد ز بادِ با دِھا
پُر فریب ہوا سے مچھر بھاگ جاتا ہے
پس چہ داند پشّہ ذوقِ بادہا
تو ہواؤں کا ذوق مچھر کیا جانے؟

چوں قدیم آید حدث گردد عبث
جب قدیم آتا ہے حادث بیکار ہو جاتا ہے
پس کجا داند قدیمے را حدث
تو حادث قدیم کو کیا جانے؟

بر حدث چوں زد قدم[۳] دہشش کُند
جب قدیم حادث پر چھا جاتا ہے اُسکو حیران کر دیتا ہے
چونکہ کردش نیست ہم رنگش کُند
جب اُس کو معدوم کر دیا اُسکو ہم رنگ کر لیتا ہے

گر بخواہی تو بیابی صد نظیر
اگر تو چاہے تو سو مثالیں حاصل کرے
لیک من پروا ندارم اے فقیر
لیکن اے فقیر! مجھے فرصت نہیں ہے

ایں الٓمٓ و حٰمٓ ایں حروف
یہ الٓمٓ و حٰمٓ یہ حروف
چوں عصائے موسیٰ آمد در وقوف
جانتے میں حضرت موسیٰؑ کے عصا کی طرح ہیں

حرفہا ماند بدیں حرف از برُوں
بظاہر حروف اِن حروف سے مشابہ ہیں
لیک باشد در صفاتِ ایں زبُوں
لیکن اِن کی صفات سے عاجز ہیں

ہر کہ گیرد او عصائے زامتحاں
وہ شخص جو آزمائش کے لئے لاٹھی ہاتھ میں لے
کے بُود چوں آں عصا وقتِ بیاں
بیان کیوقت وہ اُس (موسیٰؑ کی) لاٹھی کیطرح کب ہے؟

---

[۱] گریۂ او۔ شیخ کا رونا نہ غمِ دوزخ سے ہے نہ فرحتِ جنت سے بلکہ اُس کا رونا محض شوقِ خداوندی سے ہے۔ گریۂ او۔ شیخ کا رونا اور ہنسنا منجانب اللہ ہے عقل اور وہم کی بنیاد پر رونے سے اُس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ آبِ دیدہ۔ شیخ کی جیسی آنکھیں ہیں کہ وہ عالمِ غیب کا مشاہدہ کرتی ہیں ایسا ہی اُسکا رونا ہے اندھے کی آنکھیں آنکھیں نہیں ہیں۔ آنچہ۔ شیخ جن چیزوں کا مشاہدہ کرتا ہے وہ عقلی نہیں ہیں۔

[۲] شب۔ جسطرح رات، دن کے احوال نہیں جان سکتی ہے اِسی طرح عقل اور وہم شیخ کے مشاہدات کو نہیں جان سکتے ہیں۔ پشّہ۔ مچھر جبکہ ہوا کے پہلے جھونکے سے بھاگ جاتا ہے تو وہ ہوا خوری کے ذوق سے کیسے واقف ہو سکتا ہے یہی حال شیخ کے مشاہدات اور عقل کا ہے۔ چوں قدیم۔ قدیم کے سامنے حادث کا وجود معدوم ہو جاتا ہے تو حادث قدیم کی حقیقت کیسے سمجھ سکتا ہے۔

[۳] دہشش۔ حیران۔ چونکہ۔ قدیم حادث کو مٹا کر اپنا ہم رنگ بنا لیتا ہے انسان صفاتِ خداوندی سے متصف ہو کر بشریت کو گم کر دیتا ہے۔ صد نظیر۔ اسکی بہت مثالیں ہیں کہ حادث اور قدیم میں فرق ہے۔ الٓمٓ۔ حروف مقطعات یا قرآن کے عام حروف قدیم ہیں اور اسی طرح کے حروف انسانی کلام میں بھی ہیں لیکن دونوں میں ایسا ہی فرق ہے جیسا کہ حضرت موسیٰؑ کی لاٹھی اور عام لاٹھی میں۔ حرفہا۔ قدیم اور حادث حروف بظاہر یکساں ہیں لیکن انکے اوصاف میں بہت بڑا فرق ہے۔ ہر کہ۔ عام لاٹھی اور موسیٰؑ کے عصا میں بہت فرق ہے۔

عیسویست ایں^[1] دم نہ ہر باد و دمے | کہ برآید از فرح یا از غمے

یہ سانس عیسوی ہے ہر ہوا اور سانس نہیں ہے | جو کہ خوشی یا رنج سے آئے

ایں الٓمٓ و حٰمٓ اے پدر | آمدست از حضرتِ مولی البشر

اے باوا! یہ الٓمٓ و حٰمٓ | انسانوں کے مولیٰ کے دربار سے آئے ہیں

ہر الف لامے چہ می ماند بدیں | گر تو جاں داری بدیں چشمش مبیں

ہر الف لام اِن کے کیا مشابہ ہو سکتا ہے؟ | اگر تو روح رکھتا ہے، اِن آنکھوں سے نہ دیکھ

گرچہ ترکیبش حروفِ ہست^[2] اے ہمام | می نماند ہم بترکیبِ عوام

اے سردار! اگرچہ اُس کی بناوٹ حروف سے ہے | (لیکن) وہ عوام کی ترکیب کی طرح نہیں ہے

ہست ترکیبِ محمدؐ لحم و پوست | گرچہ در ترکیب ہر تن جنسِ اوست

محمدؐ کی بناوٹ گوشت اور پوست ہے | اگرچہ بناوٹ میں ہر جسم اس جیسا ہے

گوشت^[2] دارد پوست دارد استخواں | ہیچ ایں ترکیب را باشد ہماں

(ہر جسم) گوشت رکھتا ہے، کھال رکھتا ہے، ہڈی رکھتا ہے | کبھی اِس بناوٹ میں وہ (آثار) ہوں گے

کاندریں ترکیب آمد معجزات | کہ ہمہ ترکیبہا گشتند مات

اِس بناوٹ میں ایسے معجزے آئے | کہ تمام بناوٹیں مات ہو گئیں

ہمچناں ترکیبِ حٰمٓ از کتیب | ہست بس بالا و دیگر ہا نشیب

اسی طرح قرآن کے حٰمٓ کی بناوٹ | بہت بلند ہے اور دوسری نیچی ہیں

زانکہ زیں ترکیب آید زندگی | ہمچو نفخِ صور در درماندگی

کیوں کہ اِس بناوٹ سے زندگی آتی ہے | جیسا کہ عاجزی (قیامت) میں صور کا پھکنا

اژدہا^[3] گردد شگافد بحر را | چوں عصا حٰمٓ از دادِ خدا

اژدہا بن جاتے ہیں سمندر کو پھاڑ دیتے ہیں | حٰمٓ عصا کی طرح خدا کی عنایت سے

ظاہرش ماند بظاہر ہا ولیک | قرصِ ناں از قرصِ مہ دور ست نیک

اُسکا ظاہر (دوسرے الفاظ کے ظاہری احوال کے مشابہ ہے لیکن | روٹی کی ٹکیا، چاند کی ٹکیا سے بہت دور ہے

گریۂ اُو خندۂ اُو نطقِ اُو | فہمِ اُو و خلق او و خلقِ اُو

اُسکا رونا، اُسکا ہنسنا، اُس کا بولنا | اُسکی فہم، اُس کی ساخت، اور اُسکے اخلاق

عقلِ اُو وہمِ اُو و حسِّ اُو | نیست از وے ہست محض صنعِ ہُو

اُس کی عقل، اور اُس کا وہم اور اُسکا احساس | اُسکا اپنا نہیں ہے وہ محض اللہ کی کاریگری سے ہے

[1] ایں دم۔ حضرت عیسیٰؑ کے مریض پر پھونک مارنے اور عام پھونک میں بہت بڑا فرق ہے۔ ہر الف۔ قرآن پاک کے حروف خدائی دربار سے نازل ہوئے ہیں اِن کو عام حروف کی طرح نہ سمجھنا چاہئے اِن سے جو کلمات مرکب ہوں گے وہ عام کلمات کی طرح نہ ہوں گے۔ ہست۔ ظاہری بناوٹ تو آنحضورؐ کی بھی ایسی ہی تھی جیسی عام انسانوں کی ہوتی ہے۔

[2] گوشت۔ ہر جسم اِنہی اجزا سے بنا ہے جس سے آنحضورؐ کا جسم بنا ہے لیکن ہر جسم کی بناوٹ میں وہ آثار کہاں ہیں جو آنحضورؐ کی بناوٹ میں ہیں کاندریں۔ آنحضورؐ کے جسم کی بناوٹ سے وہ معجزے ظاہر ہوئے کہ تمام بناوٹیں بار مان گئیں۔ ہمچناں۔ اِسی طرح اِنہی حروف سے جب قرآنی کلمات مرکب ہوئے تو وہ فصاحت و بلاغت کے اعلیٰ مقام پر پہنچ گئے۔ زانکہ۔ اب اِن کلمات سے دلوں میں ایسی ہی زندگی پیدا ہوتی ہے جسطرح نفخ صور سے قیامت میں جسموں کی زندگی ہوگی۔

[3] اژدہا۔ خدا نے اس کلام میں ایسی ہی تاثیر رکھی ہے جیسی حضرت موسیٰؑ کے عصا میں تھی۔ قرص۔ سورج اور روٹی کی ٹکیا بظاہر یکساں ہیں لیکن معنوی بہت فرق ہے گریہ اُو۔ یعنی شیخ کے افعال کو عام انسانوں کے افعال کیطرح نہ سمجھنا چاہیے اب اُس کے

افعال جو نہیں ہیں بلکہ وہ اللہ کے افعال سے متعلق ہو جاتے ہیں

چونکہ[1] ظاہر ہا گرفتند احمقاں　　واں دقائق شد از ایشاں بس نہاں

احمقوں نے چوں کہ ظاہری احوال کو پسند کیا　　وہ باریکیاں اُن سے بہت پوشیدہ ہوگئیں

لاجرم محجوب گشتند از غرض　　کہ دقیقہ فوت شد در معترض

وہ یقیناً مقصد سے محجوب ہوگئے　　عارض میں نکتہ فوت ہوگیا

ایں سخن پایاں ندارد باز گرد　　کاں کنیزک با خرِ خاتوں چہ کرد؟

اِس بات کا خاتمہ نہیں ہے واپس چل　　اُس باندی نے بی بی کے گدھے سے کیا کیا؟

داستانِ آں کنیزک کہ با خرِ خاتونِ خود شہوت میراند و اُو را

اُس باندی کی داستان جو بی بی کے گدھے سے شہوت رانی کرتی تھی اور اُس نے اُس کو

شہوت راندن چوں آدمیاں آموختہ بُود و کدُوئے در قضیبِ خرے

انسانوں کی طرح شہوت پورا کرنا سکھا دیا تھا اور گدھے کی قضیب میں کدو

میکرد تا از اندازہ نگذرد و خاتون بر آں وقوف یافت لیکن دقیقہ

پہنا دیتی تھی تاکہ اندازہ سے آگے نہ جائے اور بی بی کو اُس کا پتہ لگ گیا لیکن کدو کا نکتہ

کدُو را ندید کنیزک را بہ بہانہ براہ کرد جائے دور دور و آں خر جمع

نہ سمجھی، باندی کو ایک بہانہ سے بہت دور روانہ کر دیا اور وہ بغیر کدو کے

شد بے کدُو و ہلاک شد بفضیحت، کنیزک بیگاہ باز آمد و نوحہ

اُس گدھے سے لگ گئی اور رسوائی کے ساتھ ہلاک ہوگئی باندی اچانک واپس آئی اور رونے

کرد کہ اے جانم و اے چشمِ روشنم کیر دیدی و کدُو ندیدی ذکر

لگی کہ اے میری جان اور اے میری روشن آنکھ تو نے کیر دیکھا اور کدو نہ دیکھا ذکر

دیدی و آں دگر ندیدی کُلُّ[2] نَاقِصٍ مَلْعُوْنٌ یعنی کُلُّ نَظَرٍ

دیکھا وہ دوسرا نہ دیکھا ہر ناقص ملعون ہے یعنی ہر کوتاہ نظر

وَفَہْمٍ نَاقِصٍ مَلْعُوْنٌ وگرنہ ناقصانِ ظاہرِ جسم مرحوم اند نہ ملعون

اور کوتاہ سمجھ ملعون ہے ورنہ ظاہری جسم کے ناقص قابل رحم ہیں نہ کہ ملعون،

قولہ تعالےٰ لَیْسَ[3] عَلَی الْاَعْمٰی حَرَجٌ وَّلَا عَلَی الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا

اللہ تعالےٰ کے قول نے "نہیں ہے اندھے پر گناہ اور نہ لنگڑے پر گناہ اور

عَلَی الْمَرِیْضِ حَرَجٌ، نفیِ حرج کرد و نہ نفیِ لعنت و نفیِ عتاب و غضب

نہ مریض پر گناہ" گناہ کی نفی کر دی نہ کہ لعنت اور عتاب اور غضب کی

---

[1] چونکہ۔ ظاہر بینوں سے حقائق پوشیدہ رہتے ہیں۔ لاجرم۔ اصلی مقصد اُن کی نگاہوں سے چھپ گیا اور اصل نکتہ اِس عارض میں مخفی ہوگیا جو اُن کو پیش آیا۔

[2] کُلُّ نَاقِصٍ مَلْعُوْنٌ ہر ناقص ملعون ہے ناقص سے مراد وہ شخص ہے جس کی عقل اور فہم ناقص ہو کیوں کہ جن کا جسم ناقص ہوتا ہے وہ تو قابل رحم ہیں۔

[3] لَیْسَ عَلَی الْاَعْمٰی حَرَجٌ۔ لنگڑے پر کوئی گناہ نہیں ہے ناقص جسم والے کے لئے گناہ کی نفی کر دی لیکن اگر وہ ناقص عقل والا ہے تو لعنت اور غضب اور عتاب کی اُس سے نفی نہیں ہے۔

یک کنیزک نرخرے[1] بر خود فگند
ایک باندی نے ایک گدھا اپنے اوپر ڈال لیا
از وفورِ شہوت و فرطِ گزند
شہوت کی کثرت اور شہوت کی زیادتی کی تکلیف سے

آں خرِ نر را بگاں خو کردہ بود
اس نرگدھے کو جماع کی عادت ڈالدی تھی
خر جماعِ آدمی پے بُردہ بود
گدھے نے آدمی کا جماع سیکھ لیا تھا

یک کدوی بُود حیلت سازہ را
اس حیلہ ساز (باندی) کے پاس ایک کدو تھا
در نرش کردہ پئے اندازہ را
جس کو اس نے اندازہ کے مطابق اسکے ذکر میں پہنا یا تھا

در قضیبش آں کدو کردے عجوز
بڑھیا اُس کے ذکر میں کدو پہنا دیتی
تا رَوَد نیمِ ذکر وقتِ سپوز
تاکہ گھسانے کے وقت آدھا ذکر جائے

گر ہمہ کیرِ خر اندر وے رَوَد
اگر گدھے کا پورا ذکر اُس میں جائے
آں رحم و آں رودہا ویراں شوَد
تو رحم اور انتڑیاں تباہ ہو جائیں

خر ہمی شد لاغر و خاتونِ او
گدھا دُبلا ہو رہا تھا اور اُس کی مالکہ
ماندہ عاجز کز چہ شد ایں خر چو مُو
حیران تھی کہ یہ گدھا بال جیسا کس وجہ سے ہو گیا

نعلبنداں را نمود آں خر کہ چیست
اُس نے اِس گدھے کو نعلبندوں کو دکھا یا کہ کیا ہے؟
علّتِ اُو کہ نتیجہ اش لاغریست
اُس کی بیماری جس کا نتیجہ دُبلا پن ہے

ہیچ علّت اندرو ظاہر نشُد
اُس میں کوئی بیماری ظاہر نہ ہوئی
ہیچ کس از سرِّ آں مُخبر نشُد
اُس کے راز سے کوئی شخص باخبر نہ ہوا

در تفحص[2] اندر افتاد اُو بجِد
وہ کوشش سے جستجو میں لگ گئی
شد تفحص را دمادم مُستعِد
اور جستجو کے لئے پے در پے مُستعد ہو گئی

جد را باید کہ جاں بندہ بُود
جان کو کوشش کا غلام ہو جانا چاہیئے
زانکہ جد جوئندہ یا بندہ بُود
کیونکہ جستجو کرنیوالے کی کوشش پانیوالی بنجاتی ہے

چوں تفحص کرد از حالِ اِشک
جب اُس نے گدھے کے حال کی جستجو کی
دید خفتہ زیرِ آں خر نرگسک
اُس کے نیچے نرگس کو پڑا ہوا دیکھا

چوں تفحص کرد از احوالِ خر
جب اُس نے گدھے کے احوال کی جستجو کی
آں کنیزک بُود زیر و خر زبر
تو وہ باندی نیچے تھی اور گدھا اوپر

از شگافِ در بدید آں حال را
اُس نے دروازے کی درز سے وہ حال دیکھا
پس عجب آمد ازاں آں زال را
تو وہ اُس بوڑھی کو پسند آ گیا

[1] نرخر۔ خرِ نر۔ فرطِ گزند۔ شہوت کی تکلیف کی زیادتی۔ گاں۔ جماع کرنا۔ نرہ۔ ذکر۔ قضیب۔ شاخ، ذکر۔ کیر۔ ذکر۔

[2] تفحص۔ جستجو۔ اشک۔ تُرکی لفظ ہے۔ گدھا۔ نرگسک۔ نرگس کی تصغیر کا ہے نرگس اُس لونڈی کا نام ہے۔ شگافِ در۔ کواڑوں کی درز

خر ہمی گاید کنیزک را چناں
گدھا باندی سے اس طرح جماع کر رہا ہے
کہ بعقل و رسم مرداں بازناں
جو مردوں کی عورتوں کے ساتھ رسم اور عقل کے مطابق ہے

در حسد شد گفت چوں ایں ممکن ست
وہ حسد میں مبتلا ہو گئی، بولی جب یہ ممکن ہے
پس من اولیٰ ترکہ خر ملکِ من ست
تو میں زیادہ مستحق ہوں، کیونکہ گدھا میرا ہے

خر مہذب گشتہ و آموختہ
گدھا مہذب اور سدھا ہوا
خواں نہادست و چراغ افروختہ
دستر خوان بچھا ہے اور چراغ روشن ہے

کرد نادیدہ درِ خانہ بکوفت
اُس نے انجان بن کر دروازہ کھٹکھٹایا
کاے کنیزک چند خواہی خانہ روفت
کہ اے باندی! گھر میں کتنی جھاڑو دیگی

از پئے روپوش میگفت ایں سخن
انجان بن کے لئے یہ بات کہہ رہی تھی
کاے کنیزک آمدم در باز کن
اے باندی! دروازہ کھول میں آ رہی ہوں

کرد خاموش و کنیزک را نگفت
چُپ رہی اور باندی سے نہ کہا
راز را از بہرِ طمع خود نہفت
راز، اپنی چھپی ہوئی خواہش کی وجہ سے

پس کنیزک جملہ آلاتِ فساد
باندی نے خرابی کے سب سامان
کرد پنہاں پیش شد در را گشاد
چھپا دیئے، آگے بڑھی، دروازہ کھول دیا

رو ترش کرد و دو دیدہ پُر ز نم
اُس نے مُنہ بنایا اور دو آنکھیں آنسوؤں سے پُر
لب فرو افگندہ یعنی صائمم
ہونٹ لٹکائے ہوئے یعنی میں روزہ دار ہوں

در کفِ اُو نرمہ جاروبے کہ من
اُس کے ہاتھ میں نرم جھاڑو کہ میں
خانہ را می روفتم بہرِ عطن
اصطبل کی کوٹھری میں جھاڑو دے رہی تھی

چونکہ با جاروب در را اُو گشاد
جب اُس نے جھاڑو لئے ہوئے دروازہ کھولا
گفت خاتوں زیرِ لب کاے اُوستاد
بی بی نے منہ ہی منہ میں کہا، اے اُستاد!

رو ترش کردی و جاروبے بکف
تو نے منہ بنایا اور جھاڑو ہاتھ میں
چیست ایں خر بر گسستہ از علف
یہ گدھا چارے سے ہٹا ہوا کیوں ہے؟

نیم کارہ و خشمگیں جنباں ذکر
آدھا کام کئے ہوئے اور غصہ میں ذکر کو ہلانے والا
زانتظارِ تو دو چشمش سوئے در
تیرے انتظار میں اس کی دونوں آنکھیں دروازہ کی جانب ہیں

زیرِ لب گفت ایں نہاں کرد از کنیز
منہ ہی منہ میں کہا، اُس کو باندی سے چھپایا
داشتش آں دم چو بیجرماں عزیز
اُس وقت اُس کو بے تصور کی طرح پیارا رکھا

۱ گائیدن جماع کرنا۔ چنانکہ۔ خر مہذب یعنی عیش و عشرت کے سب اسباب مہیا ہیں۔ روفتن۔ جھاڑو دینا۔ رو ترش۔ باندی نے اپنے آپ کو روزہ دار ظاہر کیا۔ عطن۔ اونٹوں کا باڑہ یہاں گدھے کا اصطبل مراد ہے۔

۲ زیر لب۔ یعنی بڑبڑا کر بات کہی۔ چیست۔ اگر تو صرف جھاڑو ہی دے رہی تھی تو یہ گدھا اس حالت میں کیوں ہے۔ داشتش۔ اس بی بی نے اس باندی سے ایسا برتاؤ کیا جیسا کہ اس کا کوئی قصور نہیں ہے۔

بعد ازاں گفتش کہ چادر نہ بسر
اس کے بعد اس سے کہا، سر پر چادر ڈال

رو فلاں خانہ ز من پیغام بر
فلانے گھر جا، میرا پیغام لے جا

انچنیں[۱] گو واں چنیں گو واں چناں
ایسا کہہ اور ویسا کہہ

مختصر کردم من افسانہ زناں
میں نے عورتوں کا افسانہ مختصر کر دیا

آں چہ مقصود ست مغز آں بگیر
جو مقصد ہے اس کا خلاصہ لے لے

چوں براہش کرد آں زالِ ستیر
جب اس پردہ نشین بوڑھی نے اسکو روانہ کر دیا

چوں بدر کردش ز حیلت زاں مکاں
جب اس کو تدبیر سے اس مکان سے باہر نکال دیا

در فرو بست و بخلوت شادماں
دروازہ بند کر لیا اور تنہائی میں خوش تھی

بُود از مستیِ شہوت شادماں
وہ شہوت کی مستی سے خوش تھی

در فرو بست و ہمی گفت آں زماں
دروازہ بند کر دیا اور اس وقت کہہ رہی تھی

یافتم خلوت زنم از شکر بانگ
میں نے تنہائی پائی شکر کا نعرہ لگاتی ہوں

رستہ ام از چار دانگ و از دو دانگ
چار دمڑی اور دو دمڑی سے مجھے نجات ملگئی ہے

از طرب گشتہ بُزانِ زن ہزار
مستی سے عورت کی شہوت ہزار گنا ہو گئی

در شرارِ شہوتِ خر بیقرار
وہ گدھے کی شہوت کی چنگاری سے بیقرار تھی

چہ بُزاں کاں شہوت او را بُز گرفت[۲]
کیسی شہوت، اس شہوت نے اسکو الو بنا دیا

بُز گرفتن گیج را نبود شگفت
احمق کو الو بنا دینا تعجب خیز نہیں ہے

میل و شہوت کر کند دل را و کور
خواہش اور شہوت، دل کو بہرا اور اندھا بنا دیتی ہے

تا نماید گرگ یوسفؑ نار نور
یہاں تک کہ بھیڑیا، یوسف اور آگ، نور نظر آتے ہیں

اے بسا سرمست نار و نار جو
بہت سے آگ کے سرمست اور آگ کے جویا

خویشتن را نورِ مطلق داند او
وہ اپنے آپ کو نور مطلق سمجھ لیتے ہیں

جز[۳] مگر بندہ خدا کز جذب حق
سوائے اس مرد خدا کے کہ جذبہ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ

وا رہش آرد بگرداند ورق
اس کو راستہ پر لے آئے، ورق پلٹ دے

تا بداند کاں خیالِ ناریہ
تاکہ وہ سمجھ لے کہ وہ آتش خیال

در طریقت نیست الا عاریہ
طریقت میں عارضی ہی ہیں

زشت ہا را خوب بنماید شرہ
حرص، برائیوں کو بھلا دکھا دیتی ہے

نیست از شہوت بتر ز آفات رہ
راہ (طریقت) کی آفتوں میں شہوت سے زیادہ بدتر کوئی نہیں ہے

---

۱ انچنیں۔ بی بی نے پیغام میں بہت سی باتیں کہلوائیں جن کی تفصیل میں نے چھوڑ دی ہے۔ ستیر۔ پردہ نشین۔ چار دانگ۔ یعنی تھوڑا بہت۔ بُزاں۔ عورت کی شہوت۔

۲ بُز گرفت۔ مذاق کیا۔ گرگ۔ یعنی بُری چیز کو بھلا کرکے دکھا دیتی ہے۔ اے بسا۔ جس طرح اس بی بی نے باندی سے پوری بات نہ سیکھی اسی طرح بہت سے ناقص لوگ ہیں جو اپنے آپ کو کمل شیخ سمجھ بیٹھتے ہیں۔

۳ جز۔ اس غلطی سے وہ بچتا ہے جس کی جذب رہنمائی کردے، وہ یہ سمجھ لیتا ہے کہ اس کو نورِ مطلق حاصل نہیں ہوا بلکہ یہ ناری خیال تھا جو ایک عارضی چیز ہے۔ زشتہا۔ انسان کی حرص برائی کو بھلا کرکے دکھا دیتی ہے شہوت انسان کے لئے سب سے بڑی آفت ہے

صد ہزاراں نامِ خوش را کرده ننگ — صد ہزاراں زیرکاں را کرده دنگ

لاکھوں نیکناموں کو اُس نے بدنام کردیا — لاکھوں عقلمندوں کو بے عقل کردیا

چوں خرے را یوسفِ مصری نمود — یوسفے را چوں نماید آں جہود[۱] ۱۰

جبکہ اُس نے گدھے کو مصری یوسفؑ کرکے دکھادیا — وہ یہودی، یوسفؑ کو کیسا دکھائے گا؟

بر تو سرگیں را فسونش شہد کرد — شہد را خود چوں کند وقتِ نبرد

اُس کے منتر نے تیرے لئے گوبر کو شہد کردیا — معرکہ میں، وہ شہد کو خود کیسا دکھائے گا؟

شہوت از خوردن بود کم کن ز خور — یا نکاحے کن گریزاں شو ز شر

شہوت کھانے سے پیدا ہوتی ہے، کھانے کو کم کردے — یا نکاح کرلے، شر سے بچ جا

چوں بخوردی میکشد سوئے حرم — دخل را خرجے بباید لاجرم

جب تونے کھایا وہ تجھے زنانخانہ کی جانب کھینچے گا — لامحالہ آمد کے لئے خرچ ضروری ہے

پس نکاح[۲] آمد چو لاحول و لا — تاکہ دیوت نفگند اندر بلا

تو نکاح لاحول ولاقوۃ کی طرح ہے — تاکہ شیطان تجھے مصیبت میں نہ پھنسائے

چوں حریصِ خوردنی زن خواہ زود — ورنہ آمد گربہ و دنبہ ربود

جبکہ تو کھانے کا حریص ہے، جلد نکاح کرلے — ورنہ بلی آئی اور چکدی لے گئی

بارِ سنگیں بر خرے کاں میجہد — زود بر نہ پیش ازاں کو بر نہد

جو گدھا کود رہا ہے، بھاری بوجھ — جلد رکھ دے، اس سے پہلے کہ وہ پھینکے

فعلِ آتش را نمی دانی تو سرد — گردِ آتش با چنیں دانش مگرد

آگ کے کام کو تو ٹھنڈا نہ سمجھ — ایسی عقل کے ہوتے ہوئے آگ کے گرد چکر نہ کاٹ

علمِ دیگ و آتش ار نبود ترا — از شرر نے دیگ ماند نے ابا

اگر تجھے دیگ اور آگ کا ہنر حاصل نہیں ہے — چنگاریوں سے نہ دیگ رہے گی نہ شوربا

آب حاضر باید و فرہنگ نیز — تا پزد آں دیگ سالم در ازیز

پانی موجود رہے اور عقل بھی — تاکہ ابال میں، دیگ سالم پک جائے

چوں[۳] ندانی دانشِ آہنگری — ریش و مو سوزد چو آنجا بگذری

جبکہ تو لوہارپن کا ہنر نہیں جانتا ہے — جب تو وہاں سے گذرے گا ڈاڑھی اور بال جل جائینگے

در فرو بست آں زن و خر را کشید — شادمانہ لاجرم کیفر چشید

اُس نے دروازہ بند کیا اور گدھے کو کھینچا — خوشی سے، لامحالہ بدانجام چکھا

---

۱ جہود یعنی شہوت۔ بر تو۔ انسان کی شہوت بُری چیز کو جب بھلا دکھا دیتی ہے تو بھلی چیز کو کیا کچھ کرکے نہ دکھائیگی شہوت۔ انسان کی شہوت کھانے پینے سے بڑھتی ہے تو شہوت کو دبانے کے لئے یا کم خوری چاہیئے یا نکاح کرلینا چاہیئے۔ چوں۔ جب انسان قیمتی چیزیں کھائے گا تو اُس کو عورتوں کی طرف زیادہ شہوت ہوگی اس لئے کہ جب پیٹ میں اچھی غذا داخل کررہا ہے تو اُس کا نکلنا بھی لازمی ہے۔

۲ پس نکاح۔ شیطان کے پھندے سے بچنے کیلئے سمح وحول کا کام کرتا ہے۔ ورنہ۔ یعنی تیری ساری نیکی اور تقویٰ تباہ ہوجائیگا۔ بارِ سنگیں جس گدھے میں اچھل کود کی طاقت ہے اُس کو بوجھ سے دبائے رکھنا چاہیئے یہی نفس کی حالت ہے۔ علمِ دیگ۔ نفس کو قابو میں رکھنے کا ہنر نہیں ہے تو اُس سے بچنا ہی چاہیئے آب حاضر۔ اگر دیگ پکانی ہے تو ہنر ہونا چاہیئے اور اُبالنے کیلئے پانی موجود رہنا چاہیئے۔ کہ پانی چھڑک کر اُبال کو روکا جاسکے۔

۳ چوں ندانی جب انسان لوہار کا پیشہ نہ جانتا ہو تو بھٹی کے قریب بھی نہ جائے ورنہ داڑھی مونچھ جلالے گا در فرو۔ اُس بی بی نے دروازہ بند کردیا کیفر۔ انجام بد۔

درمیانِ خانہ آوردش کشاں | خُفت[۱] اندر زیرِ آں نر خرستاں

اُس کو کھینچتی ہوئی گھر کے بیچ میں لائی | اُس گدھے کے نیچے چت لیٹ گئی

ہم برآں کرسی کہ دید اُو از کنیز | تا رسد در کامِ خود آں قحبہ نیز

اُسی چوکی پر جو اُس نے باندی کی دیکھی تھی | تاکہ وہ رنڈی بھی اپنا مقصد حاصل کرے

پا برآورد و خر اندر وے سپوخت | آتشے از کیرِ خر در وے فروخت

گدھے نے ذکر نکالا اور اُس کے اندر گھسا دیا | اُس میں گدھے کے ذکر سے، آگ لگ گئی

خرِ مؤدب گشتہ در خاتوں فشرد | تا بخایہ در زماں خاتوں بمرد

سکھائے ہوئے گدھے نے بی بی کے اندر دبا دیا | خصیے تک، بی بی فوراً مر گئی

بر درید از زخم کیرِ خر جگر | رودہا[۲] بگسستہ شُد از ہمدگر

گدھے کے ذکر کے زخمی کرنے سے جگر پھٹ گیا | انتڑیاں ایک دوسرے سے جُدا ہو گئیں

کرسی از یکسو زن از یکسو فتاد | دم نزد در حال آں زن جان بداد

تخت ایک طرف، عورت ایک طرف گر گئی | اُس حالت میں سانس نہ لیا اور اُس عورت نے جان دیدی

صحنِ خانہ پُر ز خوں شُد زن نگوں | مُرد اُو و بُرد جاں ریبُ المنون

گھر کا صحن خون سے بھر گیا، عورت اوندھی ہو گئی | وہ مر گئی، حوادثِ زمانہ اُس کی جان لے گئے

مرگِ بد با صد فضیحت اے پدر | تو شہیدے دیدۂ از کیرِ خر

اے باوا! تو رُسوائیوں کے ساتھ بُری موت | تو نے گدھے کے ذکر کا کوئی شہید دیکھا ہے؟

تو عذابُ الخزیِ بشنو از نُبے | در چنیں ننگے مکُن جاں را فدے

تو قرآن سے رُسوائی کا عذاب سُن لے | ایسی رُسوائی میں جان قربان نہ کر

دانکہ ایں نفسِ بہیمی نر خر ست | زیرِ اُو بودن ازاں ننگیں تر ست

جان لے یہ حیوانی نفس، گدھا ہے | اُس کے نیچے ہونا اِس سے (بھی) زیادہ عیب دار ہے

در رہِ[۳] نفس از بمردی در منی | تو حقیقت داں کہ مثلِ آں زنی

اگر تو خودی میں نفس کی راہ میں مر گیا | تو سمجھ لے کہ تو اُس عورت کی طرح ہے

نفسِ ما را صورتِ خر بدہد اُو | زانکہ صورتہا کُند بر وفقِ خو

وہ (اللہ تعالےٰ) ہمارے نفس کو گدھے کی صورت عطا کر دیگا | کیونکہ وہ خصلت کے مطابق صورتیں بنا دیگا

ایں بُود اظہارِ سر در رستخیز | اللہ اللہ از تنِ چوں خر گریز

قیامت میں راز کا یہ اظہار ہوگا | خدا کے لئے، گدھے جیسے جسم سے بھاگ

---

[۱] خُفت۔ یعنی لیٹ گئی۔ ستاں۔ چت۔ قحبہ۔ یعنی زانیہ بی بی۔ پا برآورد۔ یا ذکر سے کنایہ ہے۔ مؤدب۔ سکھایا ہوا۔ خایہ۔ خصیہ۔

[۲] رودہا۔ انتڑیاں۔ ریبُ المنون۔ حوادثِ زمانہ۔ فضیحت۔ رُسوائی۔ عذاب۔ قرآن پاک میں ہے لِنُذِيقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ تاکہ ہم ان کو ذلت کے عذاب کا مزہ چکھائیں۔ نُبے۔ قرآن پاک۔ دانکہ۔ نفس کے نیچے ہونا گدھے کے نیچے ہونے سے بھی زیادہ بُرا اور ذلیل کام ہے۔

[۳] در رہ۔ انسان اگر نفس پروری کی حالت میں مر گیا تو اُس کی موت اِس بی بی کی موت سے بھی زیادہ رُسوا کن ہے۔ نفس۔ جیسا انسان کا باطن ہوگا قیامت میں اللہ تعالےٰ اُسی صورت پر حشر کرے گا۔

کافراں رابیم کرد ایزد ز نار
اللہ (تعالیٰ) نے کافروں کو آگ سے ڈرایا
کافراں گفتند نار اولیٰ ز عار[1]
کافروں نے کہا، ذلت سے آگ بہتر ہے

گفت نے آں نار اصلِ عارہاست
(اُس نے) کہا نہیں آگ ذلتوں کی جڑ ہے
ہمچو آں نارے کہ آں زن را بکاست
اُس آگ کی طرح جس نے اُس عورت کو جلا دیا

لُقمہ اندازہ نخورد از حرصِ خود
اُس نے اپنی حرص کی وجہ سے اندازہ سے لقمہ نہ کھایا
در گلو بگرفت لُقمہ مرگِ بد
بُری موت کا لقمہ گلے میں پھنس گیا

لُقمہ اندازہ خور اے مردِ حریص
اے لالچی انسان! لقمہ اندازے سے کھا
گرچہ باشد لُقمہ حلوا و خبیص
اگرچہ حلوا اور کھجور کے حلوے کا لقمہ ہو

حق تعالیٰ داد میزاں را زباں
اللہ تعالیٰ نے ترازو کو زبان عطا کی ہے
ہیں ز قرآں سُورۂ رحمٰن بخواں
آگاہ، قرآن میں سے سورۂ رحمٰن پڑھ لے

ہیں ز حرصِ خویش میزاں را مہل
خبردار! اپنے لالچ میں ترازو کو نہ چھوڑ
آز و حرص آمد ترا خصم و مُضِل
تمنا اور حرص تیرے دشمن اور گمراہ کرنیوالے ہیں

حرص جوید کُل برآید او ز کُل[2]
حرص کُل چاہتی ہے، کُل سے محروم رہتی ہے
حرص میر ست اے فُجل ابن الفُجل
حرص حاکم ہے، اے نامرد، نامرد کے بیٹے

آں کنیزک میشد و میگفت آہ
وہ باندی روانہ ہوئی اور کہتی تھی، ہائے
کردی اے خاتوں تو اُستا را براہ
اے بی بی! تو نے اُستاد کو روانہ کر دیا

کار بے اُستاد خواہی ساختن
تو نے بغیر اُستاد کے کام بنانا چاہا!
جاہلانہ جاں بخواہی باختن
جاہلوں کی طرح جان دینا چاہا!

اے ز من دُزدیدہ علمِ ناتمام
اے! تو نے میرا ناقص علم چُرایا
ننگت آمد کہ بپُرسی حالِ دام
تجھے اِس سے شرم آئی کہ جال کا حال معلوم کرے

تا نچیدے دانہ مرغ از خرمنش
جبکہ اُسکے کھلیان سے پرند دانہ نہ چگتا
ہم نیفتادے رسن در گردنش
اُس کی گردن میں رسّی بھی نہ پڑتی

دانہ کمتر خور مکُن چندیں رفو
دانہ بہت کم کھا، اِس قدر رفو نہ کر
چو کُلُوا[3] خواندی بخواں لَا تُسْرِفُوا
جبکہ تو نے "کھاؤ" پڑھ لیا "زیادتی نہ کرو" پڑھ لے

تا خوری دانہ نیفتی تو بدام
تاکہ تو دانہ چُگ لے (اور) جال میں نہ پھنسے
ایں کُند علم و قناعت والسّلام
یہ علم اور قناعت کرتا ہے، والسّلام

[1] عار۔ یعنی مسلمان ہونے کی ذلت۔ ہمچو۔ جس طرح عشق کی آگ نے اُس بی بی کو ذلتوں میں مبتلا کیا تمہارے عشق کی آگ جو اسلام کو عار کا سبب بنا رہی ہے سینکڑوں ذلتوں میں مبتلا کر دیگی۔ لقمہ۔ اُس بی بی نے اپنے اندازہ کے مطابق کام نہ کیا حرص کی اور وہ ماری گئی۔ خبیص۔ چھوارے کا حلوہ۔ زبان۔ ترازو کا کانٹا جو کمی بیشی کو بتا دیتا ہے۔ سورۂ۔ سورۂ رحمٰن میں ہے وَالسَّمَاءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيزَانَ أَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيزَانِ "اُس اللہ تعالیٰ نے آسمان کو بلند کیا اور ترازو قایم کی تاکہ تم تجاوز نہ کرو"

[2] کُل۔ مشہور مقولہ۔ طَلَبُ الْكُلِّ فَوْتُ الْكُلِّ "کُل کا طلب کرنا کُل کو ہاتھ سے دینا ہے" فُجل۔ ڈھیلا، سُست۔ کردی۔ وہ باندی کہہ رہی تھی کہ میں اِس فن کی اُستاد تھی تو نے مجھے تو روانہ کر دیا اور بغیر اُستاد کے کام چلانا چاہا۔ اے زمن۔ تو نے مجھ سے آدھی بات سیکھی۔ تانچیدے۔ اگر پرند جال کا دانہ نہ چگے تو جال میں نہ پھنسے۔

[3] کُلُوا۔ قرآن پاک میں ہے کُلُوا وَلَا تُسْرِفُوا... "کھاؤ اور اسراف نہ کرو"۔ تاخوری۔ علم اور قناعت حاصل کر لو تو دنیا سے فائدہ بھی اٹھا لوگے اور مصائب میں بھی گرفتار نہ ہوگے۔

نعمت[1] از دنیا خورد عاقل نہ غم
عقلمند، دنیا میں نعمت کھاتا ہے نہ کہ غم

جاہلاں محروم ماندہ در ندم
جاہل، ندامت سے محروم رہتے ہیں

چوں در افتد در گلوشاں حبلِ دام
جب اُن کے گلے میں جال کی رسّی پھنستی ہے

دانہ خوردن گشت بر جملہ حرام
سب پر دانہ چُگنا حرام ہو جاتا ہے

مُرغ اندر دام دانہ کے خورد
پرند، جال میں سے دانہ کب چگتا ہے؟

دانہ چوں زہر ست در دام ار چرد
جال میں سے اگر دانہ چگے وہ زہر جیسا ہے

مُرغِ[2] غافِل میخورد دانہ ز دام
غافل پرند، جال میں سے دانہ چگتا ہے

ہمچو اندر دامِ دنیا ایں عوام
جس طرح عوام دنیا کے جال میں سے

باز مُرغانِ خبیرِ ہوش مَند
پھر باخبر، ہوشمند پرندوں نے

کردہ اند از دانہ خود را خشک بَند
اپنے آپ کو دانہ سے روک دیا ہے

کاندرونِ دام و دانہ زہر ہاست
کیوں کہ جال اور دانے میں زہر ہیں

کور آں مرغے کہ در فخ دانہ خواست
وہ پرند اندھا ہے جس نے جال میں سے دانہ چاہا

صاحبِ دام اَبلہاں را سَر برید
جال والے نے، بیوقوفوں کا سر قلم کر دیا

واں ظریفاں را بہ مجلسہا کشید
اور خوش گلو پرندوں کو مجلسوں میں لے گیا

کہ ازانہا گوشت می آید بکار
کیوں کہ ان کا گوشت کار آمد ہے

وز ظریفاں بانگ و نالہ زیر و زار
اور خوش گلو پرندوں کی آواز اور رونا، ترنم اور گریہ

پس[3] کنیزک آمد از اِشگافِ دَر
تو باندی نے دروازے کی درز سے

دید خاتوں را بمُردہ زیرِ خر
بی بی کو گدھے کے نیچے مُردہ دیکھا

گفت اے خاتونِ احمق اینچہ بُود
اُس نے کہا اے بیوقوف بی بی! یہ کیا تھا؟

گر ترا اُستاد خود نقشے نمود
اگر اُستاد نے تجھے خود ایک نقش دکھا دیا

ظاہرش دیدی سِرّش از تو نہاں
تو نے اُسکا ظاہر دیکھ لیا اُسکا راز تجھ سے پوشیدہ رہا

اُوستا نا گشتہ بکشادی دُکاں
اُستاد بنے بغیر تو نے دکان کھول دی

کیر دیدی ہمچو شہد و چوں خبیص
تو نے ذکر کو شہد اور حلوہ جیسا دیکھا

آں کدُو را چوں ندیدی اے حریص
اے حریص! تو نے وہ کدُو کیوں نہ دیکھا؟

یا چو مُستغرق شُدی در عشقِ خر
یا جب تو گدھے کے عشق میں مدہوش ہو گئی

آں کدُو پنہاں بماندت از نظر
وہ کدو تیری نظروں سے چھپا رہا

---

[1] نعمت۔ عقلمند آدمی دنیا کو آخرت کیلئے استعمال کر کے فائدہ اٹھا لیتا ہے اور نادان ندامت اور محرومی میں مُبتلا ہوتا ہے۔ چوں در افتد۔ جب دنیا دار دنیا کے غم میں مُبتلا ہو جاتا ہے تو اُس پر خوا ب و خور حرام ہو جاتا ہے۔ مُرغ۔ جو ہوشیار پرند ہو گا وہ جال کا دانہ کبھی نہ چگے گا۔

[2] مُرغِ غافل۔ بیوقوف انسان دنیا میں مُبتلا ہو جاتا ہے جو کہ جال کے دانہ کی طرح ہے۔ باز مُرغاں۔ جو ہوشیار پرند ہوتے ہیں وہ جال کے دانے سے اپنے آپکو علیحدہ رکھتے ہیں۔ فخ۔ جال۔ صاحب۔ شکاری، بیوقوف پرندوں کو ذبح کروا لیتا ہے اور خوش گلو پرندوں کو فروخت کر دیتا ہے جو لوگوں کی محفلوں میں پہنچ جاتے ہیں یہی صورت دنیا کے جال میں پھنسنے کے بعد دنیا داروں اور اہل اللہ ذاکر و شاغل لوگوں کی ہوتی ہے۔

[3] پس کنیزک۔ بی بی کے مرنے کے بعد باندی نے کہا بی بی کسقدر احمق تھی مجھ سے تھوڑی سی بات سیکھ کر اپنے آپ کو اُستاد سمجھ بیٹھی اور ہلاک ہوئی۔ ظاہرش۔ فن کا ظاہر دیکھا اور اُس کے رازوں سے ناواقف ہوتے ہوئے دکان کھول بیٹھی۔ خبیص۔ چھوارے کا حلوہ۔

ظاہرِ صنعت بدیدی زاُوستاد | اُوستادی برگرفتی شاد شاد
توں نے اُستاد کی ظاہری کاریگری دیکھی | تونے خوشی خوشی اُستادی اختیار کر لی

اے[1] بسا زرّاق گولِ بیوقوف | از رہِ مرداں ندیدہ غیرِ صوف
بہت سے احمق بیوقوف مکّاروں نے | سوائے اُون کے مردوں کے راستہ میں کچھ نہ دیکھا

اے[2] بسا شوخاں زاندک احتراف | از شہاں ناموختہ جز گفت و لاف
بہت سے بے حیا ہیں تھوڑے سے ہنر سے | اُنھوں نے شاہوں سے سوائے باتوں اور شیخی کے کچھ حاصل کیا

ہر یکے در کف عصا کہ موسیم | می دمد بر ابلہاں کہ عیسیم
ہر ایک کے ہاتھ میں لاٹھی ہے کہ میں موسیٰ ہوں | بیوقوفوں پر دم کرتا ہے کہ میں عیسیٰ ہوں

آہ ازاں روزے کہ صدقِ صادقاں | باز خواہد از تو سنگِ امتحاں
ہائے وہ دن۔ کہ سچوں کی سچائی | امتحان کا پتھر، تجھ سے طلب کرے گی

آخر از اُستاد باقی را بپرس | کہ حریصاں جملہ کورانند و خرس
آخر باقی (ہنر) اُستاد سے پوچھ لے | کیونکہ لالچی سب اندھے اور گونگے ہیں

جملہ جُستی باز ماندی از ہمہ | صیدِ گرگاں اند ایں ابلہ رمہ
تونے سب کو ٹٹولا سب سے محروم رہا | یہ بیوقوف گلہ، بھیڑیوں کا شکار ہے

صورتے بشنیدی گشتی ترجماں | بیخبر از گفت خود چوں طوطیاں
تونے تھوڑی سی بات سُنی ترجمان بن گیا | طوطیوں کی طرح اپنی گفتگو سے بے خبر ہے

تمثیلِ[3] تلقینِ شیخ مُریداں را و پیغمبر اُمّت را کہ ایشاں طاقت

شیخ کی مریدوں کو اور پیغمبر کی امّت کو تلقین کرنے کی مثال کیوں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے

تلقینِ حق تعالیٰ ندارند و با حق اُلفت ندارند چنانکہ طوطی

تلقین کی طاقت نہیں رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے انہیں مناسبت نہیں ہے جیسا کہ طوطی

باصورتِ آدمی اُلفت ندارد کہ ازو تلقین تواند گرفت حق

آدمی کی صورت سے مناسبت نہیں رکھتی ہے کہ اُس سے تلقین حاصل کر سکے اللہ

تعالیٰ شیخ را چوں آئینہ پیشِ مُرید ہمچو طوطی دارد و از پسِ

تعالیٰ شیخ کو آئینہ کی طرح طوطی جیسے مُرید کے سامنے رکھ دیتا ہے اور آئینہ کے پیچھے سے

آئینہ تلقین میکند قولہٗ عزّ و جلّ لَا تُحَرِّکْ بِهٖ لِسَانَکَ لِتَعْجَلَ بِهٖ

تلقین کرتا ہے اللہ عزّ و جلّ کا قول ہے آپ اپنی زبان نہ ہلایئے تاکہ اُس (وحی) پر جلد کریں

---

[1] اے بسا۔ یہی حال ہوتا ہے لوگوں کا ہوتا ہے جو کسی شیخ کامل سے تھوڑی سی بات سیکھکر دکان جماتے ہیں۔ زرّاق۔ مکار۔ شیوخ۔ صوف۔ یعنی اُون کی سی۔

[2] اے بسا۔ یہ مزور شیخ سوائے شیخی بگھارنے کے شیوخ سے کچھ حاصل نہ کیے اور اپنے آپکو موسیٰ و عیسیٰ ظاہر کرتے ہیں۔ جملہ جُستی۔ یہ یا تو حریص مریدوں کو خطاب ہے یا مزور شیخ کو جو مریدوں کو پھانسنے کے حریص ہیں۔ طوطیاں۔ طوطی انسان کی بولی بولتی ہے لیکن اُس کو سمجھتی نہیں ہے۔

[3] تمثیل۔ طوطی کو جب سکھایا جاتا ہے تو اسکا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ طوطی کو آئینہ کے بالمقابل کر دیا جاتا ہے اور اُستاد آئینہ کے پیچھے چھپ کر بولنا شروع کرتا ہے۔ آئینہ کے سامنے کی طوطی یہ سمجھتی ہے کہ یہ وہ طوطی بول رہی ہے جو آئینہ میں اُسکو نظر آ رہی ہے جو خود اُسکا عکس ہی ہے لہٰذا وہ اُسکو اپنی ہم جنس سمجھکر اُس سے بولنا سیکھ لیتی ہے یہی حال اُمت کا ہے اور نبی اور نبی کے مُحِبین کا ہے نبی بمنزلہ آئینہ و عکس کے ہے اور حضرت حق تعالیٰ بمنزلہ اُستاد کے ہے۔ حضرت وحی جو کلام الٰہی ہے منشاء تک پہنچ جاتا ہے لیکن اس مثال اور وحی کے معاملہ میں فرق اِسقدر ہے کہ آئینہ والی طوطی کی زبان کی جنبش تو باہر والی طوطی کے جنبش کے تابع ہے اور نبی کی زبان کی حرکت اللہ تعالیٰ کے تابع ہے اس لئے اس تشبیہ کو مثل نہ کہا جائے گا بلکہ مثال کہا جائے گا۔

اِن ھُوَ اِلّا وَحیٌ یُوحیٰ — این ست ابتدائے مسئلہ

نہیں ہے وہ مگر وحی جو بھیجی جاتی ہے ، یہ اس مسئلہ کی ابتداء ہے

بے منتہا چنانکہ منقار جنبانیدنِ طوطی اندرونِ آئینہ کیست اش

جسکی کوئی انتہا نہیں ہے چنانچہ آئینہ کے اندر کی طوطی کا چونچ ہلانا جس کو تو عکس

میخوانی بے اختیار و تصرّف اوست عکسِ خواندنِ طوطیِ

کہتا ہے اُس کے اختیار اور تصرّف کے بغیر ہے وہ باہر والی طوطی کے پڑھنے کا

بیرونی کہ متعلم است نہ عکسِ آں معلّم کہ پسِ آئینہ ست

عکس ہے جو سیکھنے والی ہے نہ کہ اُس سکھانیوالے کا عکس ہے جو آئینہ کے پیچھے ہے

ولیکن خواندنِ طوطیِ بیرونی تصرّفِ آں معلّم ست پس

لیکن باہر والی طوطی کا پڑھنا سکھانے والے کا تصرّف ہے تو

ایں مثال آمد نہ مثل

یہ ایک مثال ہے نہ کہ مثل

طوطیِ در آئینہ می بیند او ۱؎ — عکسِ خود را پیش او آوردہ رو
ایک طوطی آئینہ میں دیکھتی ہے — اپنے عکس کو کہ وہ اُسکے سامنے مُنہ کئے ہوئے ہو

درپسِ آئینہ آں اُستا نہاں — حرف میگوید ادیبِ خوش زباں
آئینہ کے پیچھے وہ اُستاد چھپا ہوا ہے — وہ خوش بیان، ادیب بات کر رہا ہے

طوطیک پنداشتہ کیں گفتِ پست — گفتِ آں طوطیست کاندر آئینہ است
طوطی سمجھتی ہے کہ یہ دھیمی آواز — اُس طوطی کی گفتگو ہے جو آئینہ کے اندر ہے

پس ز جنسِ خویش آموزد سخن — بیخبر از مکرِ آں گرگِ کہن ۲؎
تو وہ اپنی ہم جنس سے بات کرنا سیکھتی ہے — اس پرانے بھیڑیئے کی تدبیر سے بے خبر ہے

از پسِ آئینہ می آموزدش — ورنہ ناموزد جز از جنسِ خودش
وہ آئینہ کے پیچھے سے اُس کو سکھا دیتا ہے — ورنہ وہ اپنی ہم جنس کے سوائے نہ سیکھے

گفت را آموخت زاں مردِ ہنر — لیک از معنی و سرّش بے خبر
اُس ہنر مند انسان سے اُس نے بات سیکھ لی — لیکن اُس کے معنی اور راز سے بے خبر ہے

از بشر بگرفت منطق یک بیک — از بشر جز ایں چہ داند طوطیک
اُس نے ایک ایک بات انسان سے سیکھ لی — انسان سے، اس کے سوا طوطی کیا جانے

۱؎ طوطی۔ اُس طوطی کے بالمقابل اُس کا عکس ہوتا ہے۔ اُستا۔ استاد۔ طوطیک۔ آئینہ کے باہر والی طوطی یہ سمجھتی ہے کہ آئینہ کے اندر کی طوطی بول رہی ہے لہٰذا وہ اُس کی نقل شروع کر دیتی ہے۔

۲؎ گرگِ کہن۔ تجربہ کار اُستاد۔ گفت را۔ یہ طوطی اُس اُستاد کے الفاظ نقل کر دیتی ہے اُن کے معانی سے بے خبر ہوتی ہے۔

ہمچناں[1] در آئینہ جسمِ ولی — خویش را بیند مُریدِ مُمتلی

اِسی طرح ولی کے جسم کے آئینہ میں — (خامی سے) پُر مرید اپنے آپ کو دیکھتا ہے

از پسِ آئینہ عقلِ کُل را — کے بہ بیند وقت گفت و ماجرا

آئینہ کے پیچھے سے عقلِ کُل کو — کب دیکھ سکتا ہے، گفتگو اور قصہ کے وقت

اُو[2] گماں دارد کہ میگوید بشر — واں دگر سرّ ست و اُو زاں بیخبر

وہ خیال کرتا ہے کہ انسان کہہ رہا ہے — وہ دوسرا پوشیدہ ہے اور وہ اُس سے بے خبر ہے

حرف آموزد ولے سرِّ قدیم — می نداند طوطیست اُو یا ندیم

وہ حروف سیکھ جاتا ہے لیکن قدیم راز — نہیں جانتا ہے، کہ وہ (سکھانیوالا) طوطی ہے یا ساتھی ہے

ہم[3] صفیرِ مُرغ آموزند خَلق — کایں سُخن اندر دہاں اُفتاد و حلق

لوگ پرندوں کی بولی سیکھ لیتے ہیں — کیونکہ یہ بولی اُن کے منہ اور حلق میں آجاتی ہے

لیک از معنیِ مُرغاں بیخبر — جز سلیمانِؑ نبی خوش نظر

لیکن پرندوں کے معانی سے بے خبر ہوتے ہیں — سوائے حضرت سلیمانؑ نبی کے جن کی سمجھ خوب تھی

حرفِ درویشاں بسے آموختند — منبر و محفل بداں افروختند

بہت سے لوگوں نے درویشوں کے الفاظ سیکھ لئے ہیں — اُن سے منبر اور مجلس کی رونق بڑھائی ہے

یا بجز آں حرف شاں روزی نبود — یا در آخر رحمت آمد رہ نمود

یا تو اُن کا مقدر حروف کے سوا کچھ نہیں ہے — یا انجام کار (اللہ کی) رحمت آکر رہنمائی کردیتی ہے

صاجدلے[4] در چلہ بخواب دید کہ سگے حاملہ در شکمِ آں بچگاں

ایک صاحبِ دل نے چلہ میں خواب میں دیکھا کہ ایک حاملہ کتیا ہے اُس کے پیٹ

بانگ میکردند در تعجب ماند کہ حکمتِ بانگِ سگ پاسبانی

میں بچے بھونک رہے ہیں وہ تعجب میں رہ گیا کہ کتے کے بھونکنے کا فائدہ نگہبانی ہے

ست و بانگ در اندرونِ شکمِ مادر بے پاسبانی ست و نیز

اور ماں کے پیٹ میں بھونکنا نگہبانی کے لئے نہیں ہے اور آواز مدد چاہنے اور

بانگ جہت یاری خواستن و شیر خواستن باشد و غیرہ و در شکم

دودھ مانگنے کے لئے بھی ہوتی ہے اور ماں کے پیٹ میں اِن میں سے کوئی

نے دُعا کی کیونکہ اِس حکمت کو سوائے خدا کے کوئی نہیں جان سکتا ہے کہ اے خدا تو اِس کی حکمت کو واضح فرمادے
خدا نے اُن کی دعا قبول فرمائی اور بتایا کہ پیٹ کے اندر ان کتے کے بچوں کا بھونکنا نادانی پیروں کی لاف زنی
کی مثال ہے جس سے نہ خود اُن کو فائدہ حاصل ہوتا ہے نہ دوسروں کو۔

[1] ہمچناں۔ اِسی طرح مُرید اور مُمتلی سمجھتا ہے کہ شیخ ہو نبی اس کا ہم جنس ہے اور اُس سے سمجھتا ہے اور اُستاد، عقلِ کُل اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ پاتا ہے جو اصل میں مُعلّم ہے۔

[2] او۔ مُرید اور مُمتلی سمجھتا ہے کہ شیخ اور نبی کہہ رہا ہے اِس راز سے وہ بےخبر ہوتا ہے کہ دراصل اُس سے اللہ تعالیٰ کہلوا رہا ہے۔ حرف۔ نبی کی کی بات سُن لیتا ہے لیکن اُس کو معلوم نہیں ہوتا ہے کہ اصل بولنے والا نبی ہے جو بمنزلہ طوطی کے عکس کے ہے یا اللہ تعالیٰ ہے جو بمنزلہ اُس ساتھی کے ہے جو آئینہ کے پیچھے سے بولتا ہے۔

[3] ہم صفیر۔ بعض پرندوں کی بولی بولنا سیکھ جاتا ہے لیکن اُس بولی کے معنی جو پرندہ مُراد لیتے ہیں اُن سے وہ لاعلم ہوتا ہے۔ حرف درویشاں۔ اِسی طرح بہت سے غافل عالمین کی نقل کرنے لگتے ہیں۔ یا بجز۔ یہ نقالی کبھی نقالی ہی رہتی ہے اور کبھی حقیقت تک رہنمائی بھی کردیتی ہے۔

[4] صاحبدلے۔ ایک بزرگ تنہائی میں چلہ کشی کر رہے تھے انھوں نے خواب میں دیکھا کہ ایک حاملہ کتیا ہے اور اُس کے پیٹ میں بچے بھونک رہے ہیں جس سے اُن کو تعجب ہوا اور سوچنے لگے کہ پیٹ میں بچوں کے بھونکنے میں کیا حکمت ہے خود تو کتے حفاظت اور پاسبانی کے لئے بھونکتے ہیں ماں کے پیٹ میں بھونکنے سے یہ فائدہ نہیں ہے نیز بچے کھونے میں مدد کے لئے یا دودھ کے لئے فریاد ہوتی ہے وہ بھی یہاں نہیں ہے انھوں

ما در ہیچ کدام از نیہا نیست چوں بخویش آمد بحضرت حق مناجات

بھی (مقصود) نہیں ہے وہ جب بیدار ہوا اللہ تعالٰے سے دعا کی

کرد و مَا یَعلَمُ تَاوِیلَہٗ اِلَّا اللہ جواب آمد کہ آں صورتِ

"اور بجز اللہ کے اُس کی تاویل کوئی نہیں جانتا ہے" جواب آیا کہ یہی صورتِ حال

حال قومی ست کہ از حجاب بیروں نیامدہ و چشمِ دل باز نشدہ

اُس قوم کی ہے جو پردے سے نہیں نکلی ہے اور دل کی آنکھ نہیں کھلی ہے

و دعوائے بصیرت کنند و مقالات گویند از آں نہ ایشاں را

اور وہ بصیرت کا دعویٰ کرتی ہے اور تقریریں کرتی ہے جن سے نہ اُس کو

قوت و یاری و نہ مستمعاں را ہدایتے و رشدے میرسد

کوئی قوت اور مدد حاصل ہوتی ہے اور نہ سُننے والوں کو کوئی ہدایت اور رہنمائی ملتی ہے

آں یکے می دید خواب اندر چلہ[1]

ایک شخص نے چلّہ میں خواب میں دیکھا

در رہے مادہ سگے بُد حاملہ

راستہ میں ایک حاملہ کُتیا تھی

ناگہاں آوازِ سگ بچگاں شُنید

اُس نے اچانک کُتے کے بچوں کا بھونکنا سُنا

سگ بچہ اندر شکم بُد ناپدید

کُتے کے بچے پیٹ میں چھپے ہوئے تھے

پس عجب آمد ورا زاں بانگہا

اُس کو اُن آوازوں سے تعجب ہوا

سگ بچہ اندر شکم چوں زد ندا

کُتے کے بچے پیٹ میں کیوں بھونکے؟

سگ بچہ اندر شکم نالہ[2] کُناں

کُتے کے بچوں کو (ماں کے) پیٹ کے اندر روتے ہوئے

ہیچ کس دید ست ایں اندر جہاں

کسی نے دنیا میں یہ دیکھا ہے؟

چوں بجست از واقعہ آمد بخویش

جب وہ خواب سے بیدار ہوا، ہوش میں آیا

حیرتِ اُو دمبدم میگشت بیش

اُس کی حیرت لمحہ بلمحہ بڑھ رہی تھی

در چلہ کس نے کہ گردد عُقدہ حل

چلّہ میں کوئی نہیں تھا، کہ عُقدہ حل ہو

جز کہ درگاہِ خدائے عزّ و جل

سوائے خدائے عزّوجل کی درگاہ کے

گفت یارب زیں شکال و گفتگو

اُس نے کہا اے اللہ! اِس اشکال اور گفتگو کی وجہ سے

در چلہ وا ماندہ ام از ذکرِ تو

چلّے میں تیرے ذکر سے قاصر ہو رہا ہوں

پرِ من بکشای تا پرّاں شوم

میرے پر کھول دے، تاکہ پرواز کروں

در حدیقہ ذکر و سیبستاں شوم

ذکر کے باغیچہ میں اور سیب کے باغ میں پہنچوں

[1] چلہ۔ چلّہ کشی جو تنہائی میں ہوتی ہے۔ بانگہا۔ یعنی کُتے کے بچوں کی ماں کے پیٹ میں سے بھونکنے کی آواز۔

[2] نالہ کناں۔ روتے ہوئے۔ واقعہ۔ یعنی خواب۔ عُقدہ حل۔ یعنی گرہ کھل جائے، معاملہ حل ہو جائے۔ گفت الخ۔ صاحب دل نے خدا سے عرض کیا میں اس فکر میں تیری یاد سے غافل ہو رہا ہوں۔

آمدش آوازِ ہاتفؒ در زماں ‏— کاں مثالے داں زلافِ جاہلاں

اُس کو فوراً غیبی فرشتہ کی آواز آئی ‏— کہ اُس کو جاہلوں کے شیخی گھمارنے کی مثال سمجھ

کز حجاب و پردہ بیروں نامدہ ‏— چشم بستہ بیہدہ گویاں شدہ

جو حجاب اور پردے سے باہر نہیں نکلے ہیں ‏— آنکھیں بند کیے ہوئے بکواس کرتے ہیں

بانگِ سگ اندر شکم باشد نیاں ‏— نے شکار انگیز و نے شب پاسباں

کُتّے کا پیٹ میں بھونکنا بیکار ہے ‏— نہ شکار نکالنے والا ہے اور نہ رات کا محافظ ہے

گرگ نادیدہ کہ دفعِ اُو بُوَد ‏— دُزد نادیدہ کہ منعِ اُو شوَد

اُس نے بھیڑیے کو نہیں دیکھا کہ اُس کا دفعیہ ہو ‏— اُس نے چور کو نہیں دیکھا کہ اُس کی روک ہو

از حریصیؒ و زہوائے سروری ‏— در نظر کُند و بلافیدن جری

حرص اور سرداری کی خواہش کی وجہ سے ‏— نظر میں کُند ہے اور بکواس کرنے میں جری ہو

از ہوائے مُشتری و گرم دار ‏— بے بصیرت پا نہادہ در فشار

خریدار اور دوست کی خواہش کی وجہ سے ‏— بغیر بصیرت کے بکواس میں قدم رکھے ہوئے ہے

ماہ نادیدہ نشانہا مید ہد ‏— روشنائی را بداں کژمی نہد

چاند کو دیکھے بغیر، نشانیاں بتاتا ہے ‏— اُس کے لئے روشنائی کو ٹیڑھا رکھتا ہے

از برائے مُشتری در وصفِ ماہ ‏— صد نشاں نادیدہ گوید بہرِ جاہ

چاند کی صفت بیان کرنے میں، خریدار کے لئے ‏— مرتبہ کی خاطر بغیر دیکھے ہوئے سیکڑوں نشانیاں بتاتا ہے

مُشتری نادیدہ گوید صد نشاں ‏— ژاژ خاید دوغ نوشد کف زناں

خریدار کو بغیر دیکھے سیکڑوں نشانیاں بتاتا ہے ‏— بکواس کرتا ہے تالیاں بجاتے ہوئے چھاچ پیتا ہے

مُشتریؒ کو سود دارد خود یکیست ‏— لیک ایشاں را دراں ریب و شکیست

جس خریدار میں فائدہ ہے وہ صرف ایک ہے ‏— لیکن اُن کو اُس میں شک و شبہ ہے

از ہوائے مُشتریِ بے شکوہ ‏— مُشتری را باد دادند ایں گروہ

بے حقیقت خریدار کی خواہش میں ‏— اُس جماعت نے خریدار کو کھو دیا ہے

مُشتریِ ماست اَللّٰهُ اشْتَرىٰ ‏— از غمِ ہر مُشتری ہیں بر ترآ

ہمارا خریدار اللہ ہے جس نے خرید لیا ہے ‏— ہر خریدار کے غم سے آگے بڑھ

مُشتریِ جو کہ جویانِ تو اَست ‏— عالمِ آغاز و پایانِ تو اَست

اُس خریدار کو تلاش کر جو تیرا جویاں ہے ‏— تیرے آغاز اور انجام کا جانکار ہے

۱؎ ہاتف۔ غیبی آواز۔ کہاں۔ کُتّے کے پلّوں کا پیٹ میں بھونکنا جاہلوں کی لاف زنی کی مثال ہے۔ بانگ۔ کُتّے کے پلّوں کا پیٹ میں بھونکنا بیکار جاتا ہے نہ تو اُس سے یہی فائدہ ہے کہ کوئی شکار جھاڑی میں سے نکل کر بھاگے اور شکاری اُس کا شکار کرے نہ چور کو بھگانے کے لئے ہے۔

۲؎ از حریصی۔ جاہل شیخ کی لالچ اور سرداری کی خواہش میں یہ حالت ہوتی ہے کہ اُس کی نظر تو کُند ہو جاتی ہے اور وہ شیخی بگھارنے میں جری ہو جاتا ہے۔ گرم دار۔ دوست۔ فشار۔ بکواس۔ ماہ یعنی ذاتِ حق کے مشاہدہ کے بغیر اُس کی سیکڑوں نشانیاں بیان کرتا ہے اور اپنے خریدار کی غلط رہنمائی کرتا ہے۔ مُشتری۔ وہ مُرید بھی بغیر مشاہدہ کے بکواس شروع کر دیتا ہے اور فرضی مستی ظاہر کرنے لگتا ہے۔ دوغ نوشد یعنی چھاچ پی کر فرضی مستی ظاہر کرتا ہے۔

۳؎ مُشتری کو۔ ایک مومن کا خریدار درحقیقت اللہ تعالیٰ ہے قرآن پاک میں ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ۔ اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے اُن کی جانیں خرید لی ہیں۔ الخ لہٰذا ایک مومن کو کسی اور خریدار کی فکر میں نہ پڑنا چاہیے۔ جویاں۔ اللہ تعالیٰ تیرا جویاں ہے اور وہ تیرے انجام و آغاز کو جانتا ہے۔

ہیں مکش ہر مشتری را تو بدست[1] — عشقبازی با دو معشوقہ بدست
خبردار! ہر خریدار کو تو ہاتھ سے نہ کھینچ — دو معشوقوں سے عشقبازی بُری ہے

زو نیابی سود و مایہ گر خرد — نبودش خود قیمتِ عقل و خرد
اگر وہ پونجی کو خریدے گا تو تجھے فائدہ حاصل نہ کرسکیگا — اُس کے پاس تیری عقل اور سمجھ کی قیمت ہی نہ ہوگی

نیست او را خود بہائے نیم نعل — تو بر و عرضہ کُنی یاقوت و لعل
خود اُسکی قیمت آدھے نعل کی نہیں ہے — تو اُس کو یاقوت اور لعل دکھا رہا ہے

حرص[2] کورت کرد و محرومت کُند — دیو ہمچوں خویش مرجومت کُند
لالچ نے تجھے اندھا کر دیا اور محروم کرے گا — شیطان تجھے اپنی طرح سنگسار بنا دے گا

ہمچناں کاصحابِ فیل و قومِ لُوط — کرد شاں مرجوم چوں خود آں سخوط
جس طرح اصحاب فیل اور لوط ؑ کی قوم کو — اُس مغضوب نے اپنی طرح سنگسار بنا دیا

مشتری را صابراں دریافتند — چوں سوئے ہر مشتری نشتافتند
صابر لوگوں نے خریدار پالیا ہے — کیونکہ وہ ہر خریدار کی طرف نہیں دوڑے ہیں

واں کہ گردانید رُو زاں مشتری — بخت و اقبال و بقا زو شد بری
جس شخص نے اس خریدار سے منہ موڑا — نصیبہ اور اقبال اور بقا اس سے کنارہ کش ہوگئے

ماند حسرت بر حریصاں تا ابد — ہمچو حالِ اہلِ ضرواں[3] در حسد
لالچیوں کو ہمیشہ حسرت رہی — جس طرح حسد میں ضروان والوں کا حال

قصۂ اہلِ ضرواں و حسدِ ایشاں بر درویشاں کہ پدرِ ما از سلیمی

ضروان کے باشندوں کا قصہ اور ان کا فقیروں پر حسد کرنا کہ ہمارا باپ سادہ پن

اغلبِ دخلِ باغ را بمسکیناں بداد، چوں انگور بودے عشر
سے باغ کی زیادہ پیداوار مسکینوں کو دیدیتا تھا۔ جب انگور ہوتے دسواں حصہ

دادے و چوں مویز و دوشاب شدے عشر دادے و چوں حلو
دیدیتا اور جب کشمش اور انگور کا شیرہ ہوتا دسواں دے دیتا اور جب حلوا یا

و پالودہ کردے عشر دادے و از فصیل عشر دادے و چوں
فالودہ بناتا دسواں دے دیتا کچی کھیتی میں سے دسواں دے دیتا اور جب

خرمن میکوفتے از کفِ آمیختہ عشر دادے و چوں گندم از
کھلیان گہاتا آدھے گہائے ہوئے میں سے دسواں دیدیتا اور جب گیہوں

---

[1] بدست (خسر)، ہم خدا خواہی و ہم دنیائے دوں، ایں خیال است و محال است و جنوں۔ اگر خدا کے علاوہ کوئی خریدار بنے گا تو اس سے تجھے کوئی فائدہ نہ ہوگا اس خریدار کے پاس تجھے خریدنے کی قیمت کہاں ہے۔ نیست۔ وہ خود دو کوڑی کا ہے اس پر اپنی عقل و خرد کے لعل و یاقوت کو پیش کرنا نادانی ہے۔

[2] حرص۔ لالچ انسان کو اندھا کر دیتا ہے۔ مرجوم۔ سنگسار۔ اصحاب فیل۔ ابرہہ کا لشکر جس نے خانہ کعبہ کو ڈھانے کے لئے چڑھائی کی تھی۔ سخوط۔ مغضوب یعنی شیطان۔ واں کہ۔ جو شخص اللہ تعالیٰ سے روگردانی کرتا ہے وہ بڑا بدنصیب ہے اور تباہ ہو جاتا ہے۔

[3] ضرواں۔ یمن میں ایک گاؤں تھا بلقیس۔ بیوقوفی بھولا پن۔ دوشاب۔ انگور کا شیرہ۔ فصیل۔ کچی کھیتی۔ کفہ۔ کاف کے زبر اور فا کی خفت کے ساتھ گیہوں گہا ہوا۔

که جدا شدے عشر دادے و چوں آرد کردے عشر دادے و چوں
بھوسے سے جدا ہوتے دسواں دے دیتا اور جب آٹا کرتا دسواں دیدیتا اور

خمیر کردے عشر دادے و چوں نان پختے عشر دادے لاجرم
جب گوندھتا دسواں دیدیتا اور جب روٹی پکاتا دسواں دے دیتا لامحالہ

حق تعالیٰ در باغ و کشت برکتے نہادہ بود کہ ہمہ اصحاب
اللہ تعالیٰ نے باغ اور کھیتی میں برکت عطا کی تھی کہ سب باغ والے

باغہا محتاجِ او بودندے ہم بمیوہ و ہم بسیم و او محتاجِ
اس کے محتاج ہوتے پھل میں بھی اور چاندی میں بھی اور وہ ان میں سے

ہیچ کس نے از ایشاں، و فرزندانِ او خرجِ عشر میدیدند مکرر
کسی کا محتاج نہ ہوتا اس کی اولاد نے بار بار دسویں کا خرچ دیکھا

و آں برکت نمی دیدند ہمچو آں زنِ بدبخت کہ کیرِ خر دید و
اور وہ برکت نہ دیکھی اس بدبخت عورت کی طرح جس نے گدھے کا ذکر دیکھا

کدو را ندید
اور کدو نہ دیکھا

بود مردے صالحے ربّانیے[1] | عقلِ کامل داشت و پایاں دانیے
ایک نیک خداپرست شخص تھا | کامل عقل رکھتا تھا اور انجام سے باخبر تھا

در دہِ ضرواں بنزدیکِ یمن | شہرہ اندر صدقہ و خُلقِ حسن
یمن کے نزدیک ضروان گاؤں میں | خیرات کرنے اور اچھے اخلاق میں مشہور تھا

کعبۂ درویش بودے کوئے او | آمدندے مستمنداں[2] سوئے او
اس کی گلی فقیر کا کعبہ ہوتی | ضرورتمند اس کی جانب آتے

ہم ز خوشہ عشر دادے بے ریا | ہم ز گندم چوں شدے از کہ جدا
بغیر ریاکاری کے بالوں میں سے دسواں دیتا | گیہوں میں سے بھی جب وہ بھوسے سے جدا ہو جاتے

آرد گشتے عشر دادے ہم ازاں | ناں شدے عشرِ دگر دادے ز ناں
آٹا بنتا تو اس میں سے بھی دسواں دیتا | روٹی بنتی، روٹی میں سے دوسرا دسواں دیتا

عشرِ ہر دخلے فرو نگذاشتے | چار بارہ دادے زانچہ کاشتے
کسی آمدنی کے دسویں میں فرو گذاشت نہ کرتا | جو بوتا اس میں سے چار بار ادا کرتا

[1] ربّانی - اللہ والا۔ کعبہ یعنی فقرا اس کے گھر کا چکر کاٹتے رہتے تھے۔
[2] مستمنداں - حاجتمند۔ عشر - شرعی اعتبار سے زمین کی پیداوار کا دسواں حصہ خیرات کرنا ہوتا ہے۔

از عنب عشرے بدادے وز مویز
انگور میں سے دسواں دیتا اور کشمش میں سے
عشر ہم دادے وے از دوشاب[1] نیز
وہ انگور کے شیرے میں کو بھی دسواں دیتا

ہم ز حلوا عشر واز پالودہ ہم
حلوے میں سے بھی دسواں اور فالودے میں سے بھی
می فرو نگذاشتے از بیش و کم
اور کم اور زیادہ میں سے نہ چھوڑتا

بس وصیتہا بگفتے ہر زماں
ہر وقت بہت سی وصیتیں کرتا
جمعِ فرزندانِ خود را آنجواں
وہ جوان اپنی سب اولاد کو

اللہ اللہ قسمِ مسکیں بعدِ من
خدا کے لئے میرے بعد مسکین کے حقہ کو
وا مگیرید ش ز حرصِ خویشتن
اپنی حرص سے بند نہ کرنا

تا بماند بر شما کشت و ثمار
تاکہ تم پر کھیتی اور پھل رہیں
در پناہِ طاعتِ حق پائدار
مستقل خدا کی اطاعت کی حفاظت میں

دخلہا و میوہا جملہ ز غیب
آمدنیاں اور میوے سب غیب سے
حق فرستادست بے تخمین و ریب
بے اندازہ اور بے شک اللہ (تعالیٰ) نے بھیجے ہیں

در محلِ[2] دخل اگر خرجے کنی
آمدنی کے وقت اگر تو خرچ کرے گا
در گہِ سود ست بر سودے زنی
وہ فائدے کا دربار ہے تو فائدہ اٹھائے گا

ترک اغلبِ دخل را در کشت زار
کاشتکار، پیداوار کا اکثر حصہ کھیت میں
باز کارد کہ ویست اصلِ ثمار
پھر بو دیتا ہے کیونکہ وہ فائدوں کی جڑ ہے

بیشتر کارد خورد زاں اندکے
زیادہ بو دیتا ہے، اس میں سے تھوڑا سا کھاتا ہے
کہ ندارد در برویدن شکے
کیونکہ اس کو اُگنے میں کوئی شبہ نہیں ہے

زاں بیفشاند بکشتن ترک دست
کاشتکار بونے میں ہاتھ اسی لئے جھاڑ لیتا ہے
کاں غلہ ہم زاں زمیں حاصل شدست
کیونکہ وہ غلہ اسی زمین سے حاصل ہوا ہے

کفشگر[3] ہم آنچہ افزاید ز ناں
روٹی سے جو زائد ہوتا ہے، موچی بھی
میخرد چرم و ادیم و سختیاں
چمڑا اور نری اور میشہ خرید لیتا ہے

کہ اصولِ دخلم اینہا بودہ اند
کہ میری آمدنی کی بنیادیں یہ بنی ہیں
ہم از اینہا می کشاید رزقِ بند
انہی سے بند رزق کھلتا ہے

دخل بازم آنجا آمدستش لاجرم
لامحالہ اس کی آمدنی اس جگہ سے ہی ہوئی ہے
ہم در آنجا میکند داد و کرم
اسی جگہ وہ عطا اور کرم کرتا ہے

[1] دوشاب - انگور کا شیرہ۔ اللہ اللہ - وہ خدا رسیدہ مرد اپنی اولاد کو وصیتیں کرتا کہ دسواں حصہ ضرور خیرات کرتے رہنا۔ دخلہا - جملہ پیداوار حقیقتاً اللہ کی جانب سے ہے۔

[2] در محل - پیداوار کے وقت اگر خرچ کرو گے فائدے میں رہو گے۔ ترک - یعنی کاشتکار پیداوار کا زیادہ حصہ پھر زمین میں بو دیتا ہے۔ در برویدن - اس میں با زیادہ ہے۔ دست افشاندن - یعنی بونا۔

[3] کفشگر - موچی، جفت ساز۔ ادیم - نری یعنی وہ کھال جو سرخ رنگی جاتی ہے۔ سختیان - بھیڑ کی دباغت شدہ کھال، میشہ۔ کہ اصول - ان چیزوں میں وہ آمدنی کو صرف کرتا ہے کیونکہ آمدنی کی اصل و بنیاد یہی چیزیں ہیں۔

اینؔ[1] زمین و سختیاں پردہ است و بس
یہ زمین اور کھال بس پردہ ہے

اصلِ روزی از خدا داں ہر نفس
اصل روزی ہر وقت خدا کی جانب سے سمجھ

چوں بکاری در زمینِ اصلِ کار
تو جب بوئے، اصل زمین میں تُو

تا بروید ہر یکے را صد ہزار
تاکہ ہر ایک کے لاکھ اُگیں

گیرم اکنوں تخم را گر کاشتی
میں نے مانا، اب اگر تو نے بیج بویا ہے

در زمینے کش سبب پنداشتی
اُس زمین میں جس کو تو نے سبب سمجھا ہے

چوںؔ[2] دو سہ سال آں نروید چوں کنی
اگر وہ دو تین سال نہ اُگے تو کیا کرے گا؟

جز کہ در لابہ و دعا کف بر زنی
بجز اس کے کہ خوشامد اور دعا میں ہاتھ اٹھائیگا

دست بر سر میزنی پیشِ الٰہ
خدا کے آگے سر پر ہاتھ مارے گا

دست و سر بر دادنِ رزقش گواہ
ہاتھ اور سر اُس کے رزق دینے پر گواہ ہیں

تا بدانی اصلِ اصلِ رزق اوست
تاکہ تو سمجھ لے کہ رزق کی اصل جڑ وہی ہے

تا ہم او را جوید آں کو رزق جوست
جو رزق تلاش کرتا ہے اُنہی سے ڈھونڈتا ہے

رزق از وے جو مجو از زید و عمر
رزق اُس سے مانگ، زید اور عمر سے نہ مانگ

مستی از وے جو مجو از بنگ و خمر
مستی اُس سے چاہ، بھنگ اور شراب سے نہ چاہ

منعمی زو خواہ نے از گنج و مال
خوشحالی اُس سے چاہ، نہ کہ خزانے اور مال سے

نصرت از وے خواہ نے از عم و خال
مدد اس سے چاہ نہ کہ چچا اور ماموں سے

عاقبتؔ[3] زینہا بخواہی ماندن
انجام کار تو اُن سے (الگ) رہ جائے گا

ہیں کرا خواہی در آں دم خواندن
ہاں، اُس وقت تو کسے پکارے گا!

ایں دم او را خوان و باقی را بہل
اِس وقت اُس کو پکار اور باقی کو چھوڑ

تا تو باشی وارثِ ملکِ جہاں
تاکہ تو دنیا کی سلطنت کا مالک بن جائے

چوں یفر المرء آید من اخیہ
جب وہ دن آجائے گا کہ انسان اپنے بھائی سے بھاگے گا

یہرب المولود یوماً من ابیہ
وہ دن کہ اولاد اپنے باپ سے بھاگے گی

---

[3] عاقبت۔ انسان اپنے خزانے اور مال کو دنیا میں ہی چھوڑ جاتا ہے، تعلق اُس چیز سے پیدا کرنا چاہئے جو ساتھ دے سکے۔ چوں۔ قرآن پاک میں ہے یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِیْهِ وَاُمِّهٖ وَاَبِیْهِ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِیْهِ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ یَوْمَئِذٍ شَاْنٌ یُّغْنِیْهِ یعنی قیامت کے دن ہر شخص اپنے بھائی، اپنی ماں، اپنے باپ، اپنی بیوی، اپنی اولاد سے بھاگے گا ہر شخص کی اُس دن وہ حالت ہوگی جو دوسروں سے اُس کو لاپروا کر دے گی۔

[1] ایں زمیں۔ پیداوار کے ظاہری اسباب محض ایک پردہ ہیں ورنہ اصل روزی رساں خدا ہے۔۔۔ صد ہزار۔ قرآن پاک میں ہے مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِیْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ وَاللّٰهُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ ۔ اُن لوگوں کی مثال جو اللہ کے راستہ میں صرف کرتے ہیں ایک دانہ کی سی ہے جس نے سات بالیں اُگائیں ہر بال میں سو دانے اور خدا جس کے لئے چاہتا ہے دوگنا کر دیتا ہے۔

[2] چوں۔ جب انسان اسباب سے مایوس ہو جاتا ہے تو پھر خدا ہی سے مانگتا ہے۔ دست۔ کھیتی کی تباہی کے وقت سر پیٹ کر خدا سے دعا کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ انسان اصل رزق دینے والا خدا ہی کو سمجھتا ہے۔ رزق۔ جب حقیقی رازق خدا ہے تو اُس سے رزق مانگنا چاہئے۔۔۔ مستی۔ اصل مستی بھی خدا کے عشق سے ہی حاصل ہوتی ہے انسان کو اُس کی جستجو چاہئے۔ بھنگ اور شراب کی مستی عارضی ہوتی ہے۔ منعمی۔ انسان کی اصل مالداری نفس کی مالداری ہے جو عطاءِ خداوندی ہے۔

زاںؔ[1] شود ہر دوست آں ساعت عدُو — گر بُتِ تو بُود وازرہ مانع اُو

اِس لئے ہر دوست اُس وقت دشمن بن جائے گا — کیونکہ وہ تیرا بُت تھا، راستہ سے مانع تھا

روئے از نقاش بر می تافتی — چوں زنقشش اُنسِ دِل می یافتی

تو نے نقاش سے مُنہ پھیر لیا — جبکہ اُس کے (بنائے ہوئے) نقش سے دل کا اُنس محسوس کیا

ایں دم ار یارانت با تو ضد شوند — وز تو برگردند و در خصمی روند

اگر تیرے دوست اِس وقت تیرے مخالف ہوجائیں — تجھ سے برگشتہ ہوجائیں اور مخالفت میں چلے جائیں

ہیں بگو نک روزِ من پیروز شُد — آنچہ فردا خواست شُد امروز شُد

ہاں، کہہ دے کہ اب میرا دن نصیبہ ور ہے — جو کچھ کل کو ہوتا، وہ آج ہو گیا

ضدِ من گشتند اہلِ ایں سرا — تا قیامت عین شد پیشیں مرا

اِس جہان والے میرے مخالف ہوگئے — یہاں تک کہ قیامت میرے لئے پیشگی نقد بنگئی

پیشؔ[2] ازاں کہ روزگارِ خود برم — عُمر با ایشاں بپایاں آورم

اِس سے قبل کہ میں اپنی عُمر پوری کردوں — اُن کے ساتھ زندگی بسر کردوں

کالۂ معیوب بخریدہ بُدم — شُکر کز عیبش بگہ واقف شُدم

میں نے ایک عیب دار سامان خرید لیا تھا — شکر ہے کہ اُسکے عیب سے صبح سویرے واقف ہوگیا

پیش ازاں کز دست سرمایہ شدے — عاقبت معیوب بیروں آمدے

اِس سے پہلے ہی کہ ہاتھ سے سرمایہ چلا جاتا — آخر میں معیوب ظاہر ہوتا

مال رفتہ عُمر رفتہ اے نسیب — مال و جاں دادہ پئے کالہ معیب

اے شریف! مال گیا، عُمر گئی — عیب دار سرمایہ کے لئے مال اور جان دیدی

نقدؔ[3] دادم زرِ قلبے بستدم — شاد شاداں سوئے خانہ می شدم

میں نے نقد دے دیا اور کھوٹا سونا لے لیا — خوشی خوشی گھر کی جانب چل دیا

شُکر کایں زر قلب پیدا شد کنوں — پیش ازاں کہ عُمر بگذشتے فزوں

شکر ہے، کہ یہ کھوٹا سونا ابھی واضح ہوگیا — اِس سے پہلے کہ زیادہ عمر گذر جاتی

قلب ماندے تا ابد در گردنم — حیف بودے عُمر ضائع کردنم

کھوٹا (سونا)، ہمیشہ کے لئے میری گردن میں بسا ہوتا — مجھے عمر ضائع کرنے پر افسوس ہوتا

چوں بگہ تر قلبی اُو رُو نمود — پائے خود را واکشم من زود زود

چونکہ صبح سویرے اُس کا کھوٹ پن ظاہر ہوگیا — میں بہت جلد واپس ہوجاؤں گا

---

[1] زاں۔ اِس حالت کی وجہ سے انسان کے لئے اُس کا ہر دوست اُس کا دشمن ثابت ہوگا کیونکہ وہ دوست بھی اُس کو ایک بُت کی طرح خدا سے غافل بنا رہا تھا۔ رُوئے۔ مصنوع سے دل لگانا صانع سے دل ہٹاتا ہے۔ ایں دم۔ اگر دنیاوی دوست اِس دنیا ہی میں تیرے مخالف ہوجائیں تو یہ تیری خوش قسمتی ہوگی۔ ضدِ من۔ آخرت میں جو تیرے لئے مصیبت تھی وہ تو نے دنیا میں بھگت لی۔

[2] پیش ازاں — اِن دوستوں کا نقصان دنیا میں برداشت کرلینا آسان ہے۔ پیش ازاں۔ اِس کی یہ مثال ہے کہ خراب سودا خریدنے پر فوراً اُس کے عیب سے واقفیت ہوجائے تو کچھ تدارک ممکن ہے ورنہ پھر افسوس ہی افسوس کرنا پڑتا ہے۔

[3] نقد دادم۔ انسان یہی کہتا ہے کہ ہائے افسوس میں کھوٹا سونا خرید کر کیسا خوش خوش گھر آیا تھا۔ شُکر۔ اگر فوراً کھوٹ ظاہر ہوجائے اور انسان اُس کا تدارک کرے تو شکر ادا کرتا ہے۔

یارِ تو چوں دشمنی پیدا کند — گر ز حقد و رشک او بیروں زند
تیرا دوست جب دشمنی ظاہر کرے — وہ حسد اور کینہ اور رشک ظاہر کرے

تو ازاں اعراضِ او افغاں مکن — خویشتن را ابلہ و ناداں مکن
تو اُس کے منہ موڑنے سے فریاد نہ کر — اپنے آپ کو بے وقوف اور ناداں نہ بنا

بلکہ شکرِ حق کن و ناں بخش کن — کہ نگشتی در جوالِ او کہن
بلکہ اللہ کا شکر کر اور روٹی خیرات کر — کہ تو اُس کے بورے میں پُرانا نہ بنا

از جوالش زود بیروں آمدی — تا بجوئی یارِ صدق و سرمدی
تو اُس کے بورے سے جلد باہر آگیا — تاکہ سچے اور دائمی یار کو تلاش کرے

نازنیں یارے کہ بعد از مرگِ تو — رشتۂ یاریِ او گردد سہ تو
وہ نازوں بھرا یار کہ تیرے مرنے کے بعد — اُس کی یاری کا رشتہ تگنا ہوجائے

آں مگر سلطاں بود شاہِ رفیع — یا بود مقبولِ سلطان و شفیع
وہ یا تو شہنشاہ فرمانروائے برتر ہے — یا شہنشاہ کا محبوب اور شفیع ہے

رستی از قلّابِ سالوس و دغل — غرِ او دیدی عیاں پیش از اجل
تو مکر اور فریب کے آنکڑے سے بچ گیا — تو نے موت سے پہلے اُس کی غفلت دیکھ لی

ایں جفائے خلق با تو در جہاں — گر بدانی گنجِ زر آمد نہاں
دنیا میں تیرے ساتھ لوگوں کا ظلم — اگر تو سمجھے، سونے کا چھپا ہوا خزانہ بنا

خلق را با تو چنیں بدخو کنند — تا ترا ناچار رو آں سو کنند
لوگوں کو تیرے ساتھ اِس طرح بدعادت کردیتے ہیں — تاکہ تجھے مجبور اور اُس جانب کو کردیں

ایں یقیں داں کاندر آخر جملہ شاں — خصم گردند و عدو و سرکشاں
تو اس کو یقینی سمجھ کہ آخر میں سب — مخالف اور دشمن اور سرکش بن جائیں گے

تو بمانی با فغاں اندر لحد — لا تذرنی فرد خواناں از احد
تو لحد میں فریاد کرتا ہوا رہ جائے گا — خدا سے "مجھے اکیلا نہ چھوڑ" کہتے ہوئے

ایں جفایت بہ ز عہدِ وافیاں — ہم ز دادِ تست عہدِ باقیاں
تیرے لیے یہ ظلم وفاداروں کے عہد سے اچھا ہے — باقی لوگوں کا عہد بھی تیری عطا ہے

بشنو از عقلِ خود اے انبار دار — گندمِ خود را بارضِ اللہ سپار
اے کھلیان والے! اپنی عقل سے سُن لے — اپنے گیہوں کو اللہ (تعالیٰ) کی زمین کے سپرد کردے

---

١ یارِ تو۔ اِسی طرح اگر دنیا میں تیرا دوست تجھ سے بگڑے تو اُس پر شکوہ نہ کر بلکہ شکر ادا کر۔ بلکہ۔ دنیاوی مال دنیا میں ہی ٹوٹ جانے پر شکریہ ادا کرنا چاہیے اور صدقہ و خیرات کرنا چاہیے۔ از جوالش۔ تجھے اِس بات پر شکر ادا کرنا چاہیے کہ تو اُس کے پھندے سے نکل آیا اور اب سچے دوست کی تلاش میں لگ جائیگا۔ نازنیں۔ وہ نازوں بھرا دوست تجھے مل جائے گا تو آخرت میں تیرا ساتھ دے گا۔

٢ آں۔ وہ دوست جو آخرت میں کام آئے وہ خدا یا خدا کا مقبول بندہ ہے۔ ایں جفا۔ دنیاوی دوستوں کی جفاکاری تیرے لئے رحمتِ خداوندی ہے۔ خلق را۔ جب اللہ تعالیٰ کا کسی پر کرم ہوتا ہے تو وہ ایسے اسباب پیدا کردیتا ہے کہ انسان دنیوی علائق توڑ دیتا ہے۔

٣ تو بمانی۔ اگر یہی دنیاوی دوستیاں باقی رہیں تو قبر میں تو تنہا ہوگا اور پھر پکارے گا کہ اے خدا مجھے تنہا نہ چھوڑ۔ ایں جفایت۔ دنیاوی تعلقات کے ٹوٹنے کو تو دیکھیگا کہ یہ جفا اُن کی دوستی سے بھلی تھی۔ بشنو۔ مولانا پہلے اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے کی خوبیاں بیان کر رہے تھے پھر اُسی مضمون کو شروع کیا ہے۔

تا[1] شود ایمن ز دُزد و از سپش — دیو را با دیوچہ زُو تر بکُش

تاکہ وہ چور اور سرسُلی سے محفوظ ہو جائے — شیطان کو دیمک کے ذریعہ مار ڈال

کو ہمی ترساندت ہر دم ز فقر — ہمچو کبکش صید کُن اے نرّہ صقر

جو تجھے فقر سے ہر وقت ڈراتا ہے — اے نر شکرے! چکور کی طرح اس کا شکار کرے

بازِ سُلطانی عزیز و کامیاب — ننگ باشد کہ کُند کبکش شکار

تو بادشاہ کا پیارا اور کامیاب باز ہے — ذلّت ہے، کہ تجھے چکور شکار کرے

بس وصیت کرد و تخمِ وعظ کاشت — چوں زمین شاں شورہ بُد سودے نداشت

اس نے بہت وصیت کی اور وعظ کا بیج بو یا — چونکہ اُن کی زمین شوریلی تھی کوئی فائدہ نہ ہوا

گرچہ ناصح را بُود صد داعیہ — پند را اُذنے بباید واعیہ

اگرچہ نصیحت کرنے والے کے سو دواعیے ہوں — نصیحت کے لئے، حفاظت کرنیوالا کان چاہیئے

تو[2] بصد تلطیف پندش میدہی — او ز پندت میکُند پہلوتہی

تو سیکڑوں نرمیوں کے ساتھ اسکو نصیحت کرتا ہو — وہ تیری نصیحت سے پہلوتہی کرتا ہے

یک کسِ نامُستمع ز استیز و رد — صد کسِ گوینده را عاجز کُند

ایک نہ سُننے والا شخص، جھگڑے اور انکار سے — سو کہنے والوں کو عاجز کر دیتا ہے

ز انبیا ناصح تر و خوش لہجہ تر — کے بُود کہ رفت دم شاں در حجر

انبیاء سے زیادہ ناصح اور شیریں زبان — کب ہوا ہے کیونکہ اُن کی بات پتھر میں گُھس گئی ہے

زانچہ کوہ و سنگ درکار آمدند — می نشُد بدبخت را بکشادہ بند

جن باتوں سے پہاڑ اور پتھر کار آمد بن گئے — بدبخت کی گرہ نہ کھُلی

آنچناں دلہا کہ بُد شاں ما و من — نعتِ شاں شد بل اَشدُّ قسوۃً

وہ دل جو متکبر تھے — اُنکی صفت "بلکہ (پتھروں سے بھی) زیادہ سخت" بنی

در[3] بیان آنکہ عطائے حق سُبحانہٗ تعالیٰ و قدرتِ اُو موقوفِ قابلیت

اِس بات کے بیان میں کہ اللہ تعالیٰ کی عطا اور قدرت بندوں کی عطا کی طرح قابلیت پر

نیست ہمچوں عطائے خلقاں کہ آں را قابلیت باید زیرا کہ عطائے حق تعالیٰ

موقوف نہیں ہے اُس (مخلوق کی عطا) کے لئے قابلیت چاہیئے کیونکہ اللہ تعالیٰ

قدیم است و قابلیت حادث عطا صفتِ حق ست جلّ جلالہٗ و

قدیم ہے اور قابلیت حادث ہے عطا اللہ تعالیٰ جلّ جلالہٗ کی صفت ہے اور

---

[1] تا شود۔ اس دانہ کو اللہ کی سرزمین میں بودے تاکہ اس کو چور چرا سکے نہ اس کو بیجھن لگے۔ دیو را۔ شیطان جو فقر کے وسوسے پیدا کرے اُس کو لاحول کی دیمک لگادے۔ ہمچو۔ شیطان کو اس طرح شکار کرے جس طرح شکرا چکور کا شکار کرتا ہے۔ باز سلطانی۔ اگر شاہی باز کو چکور مار ڈالے تو بڑے شرم کی بات ہے۔ بس وصیت۔ باپ نے بہت سمجھایا تھا لیکن اُن پر کوئی اثر نہ ہوا۔ پند را۔ نصیحت اُسی پر اثر کرتی ہے جس کے کان اس کو قبول کریں۔

[2] تو بصد۔ جس شخص کا ارادہ سننے کا نہ ہو اُس کو کیسی ہی نرمی سے سمجھاؤ وہ اعراض ہی کرے گا انبیاء اس قدر محبت اور پیار سے سمجھاتے تھے کہ اُن کی نصیحت پتھر تک قبول کر لیتے تھے لیکن کفار قبول نہ کرتے تھے۔ اَشدُّ قسوۃً قرآن نے کافروں کے دلوں کو پتھر سے زیادہ سخت اور متاثر نہ ہونے والا قرار دیا ہے۔

[3] در بیان۔ حضرتِ حق کی عطا کے لئے قابلیت ضروری نہیں ہے جب عطا ہوتی ہو تو قابلیت خود پیدا ہو جاتی ہو عطا اللہ کی صفت ہے جو قدیم ہے قابلیت بندہ کی صفت ہے جو حادث ہے تو قدیم کے لئے حادث کیسے شرط بن سکتا ہے جبکہ شرط پہلے ہوتی ہے۔

قابلیت صفتِ مخلوق وقدیم موقوفِ حادث نباشد

قابلیت مخلوق کی صفت ہے اور قدیم حادث پر موقوف نہیں ہوتا ہے

چارۂ آں دل عطائے مُبدلیست — دادِ اُو را قابلیت شرط نیست ۱۱

اُس دل کا علاج، بدل دینے والے کی مہربانی ہے — اُس کی عطا کے لئے قابلیت شرط نہیں ہے

بلکہ شرطِ قابلیت دادِ اُوست — دادلُب وقابلیت ہست پوست

بلکہ قابلیت کی شرط، اُس کی عطا ہے — عطا مغز ہے، اور قابلیت چھلکا ہے

اینکہ موسیٰؑ را عصا ثعباں شود — ہمچو خورشیدے کفش رخشاں شود

یہ کہ حضرت موسیٰؑ کی لاٹھی اژدھا بنے — اُن کی ہتھیلی سورج کی طرح چمک دار بنے

صد ہزاراں معجزاتِ انبیا — کاں نگنجد در ضمیرِ عقلِ ما

انبیاء کے لاکھوں معجزے — جو ہماری عقل میں نہیں سماتے ہیں

نیست از اسباب، تصریفِ خداست — نیستہا را قابلیت از کجاست

وہ اسباب کے ذریعہ نہیں ہیں، خدا کا تصرف ہے — فنا ہونے والوں کے لئے قابلیت کہاں ہے؟

قابلی گر شرطِ فعلِ حق بُدے — ہیچ معدُومے بہ ہستی نامدے

اللہ (تعالےٰ) کے کام کیلئے اگر قابل ہونا شرط ہوتا — تو کوئی معدوم موجود نہ ہوتا

سُنتے بنہادہ و اسباب و طرق — طالباں را زیرِ ایں ازرق تُتُق

(اللہ نے) دستور اور اسباب اور راستے رکھدیئے ہیں — اس نیلے سراپردہ کے نیچے طلبگاروں کیلئے

بیشتر احوال بر سُنت رَوَد — گاہ قدرت خارقِ سُنت شود

زیادہ باتیں دستور کے مطابق ہوتی ہیں — کبھی قدرت (الٰہی)، دستور کو توڑنے والی بنجاتی ہر

سُنت و عادت نہادہ بامزہ — باز کردہ خرقِ عادت معجزہ[۳]

پُر لطف دستور اور عادت مقرر کی ہے — پھر دستور کے توڑنے کو معجزہ بنا دیا

بے سبب گر عزّ بما موصول نیست — قدرت از عزلِ سبب معزول نیست

اگر بغیر سبب کے عزت ہمیں نہیں ملتی — قدرت (الٰہی) سبب کو معزول کر دینے سے معزول نہیں ہے

اے گرفتارِ سبب بیروں مپر — لیک عزلِ آں مُسبب ظن مبر

اے سبب کے پابند رہنے والے، باہر پرواز نہ کر — لیکن اُس سبب پیدا کرنیوالے کی معزولی کا گمان کر

---

۱ چارہ۔ یہ دل جو پتھر سے بھی زیادہ سخت ہے اُسکی اِصلاح کی تدبیر یہی ہے کہ اللہ تعالےٰ اُس میں تبدیلی کر دے۔ وہ تو اللہ جب چاہتا ہے تو ایسے دل میں تبدیلی پیدا کر کے اُس میں قبول کرنے کی صلاحیت پیدا فرما دیتا ہے قابلیت۔ حضرت حق تعالیٰ کی طرف سے جو فیض اور عطا ہے اُس کی دو قسمیں ہیں فیضِ اقدس اور فیضِ مقدس۔ فیضِ اقدس وہ ہے جو ذاتِ باری تعالےٰ سے اَعیانِ ثابتہ میں پہنچتا ہے اُس کے لئے استعداد شرط نہیں ہے اور فیضِ مقدس وہ ہے جو اَعیانِ ثابتہ سے ارواح کی طرف آتا ہے یہ بقدرِ استعداد اور قابلیت پہنچتا ہے۔ اینکہ حضرت موسیٰؑ کی لاٹھی اور حضرت موسیٰؑ کا یدِ بیضا، فیضِ اقدس کی مثالیں ہیں اور اسی طرح دیگر انبیاء کے معجزے اُن چیزوں میں سے ہیں جن میں قابلیت شرط نہیں ہے۔

۲ نیست۔ اِن معجزات کا اسباب سے مہیا شدہ قابلیت سے تعلق نہیں ہے بلکہ یہ داد بطور فیضِ اقدس کے ہے۔ قابلی۔ اگر ہر چیز میں قابلیت شرط ہو تو پھر کوئی معدوم وجود میں نہ آئے اسلئے کہ معدوم میں اسباب سے مہیا شدہ قابلیت کہاں ہے وہ خود ہی معدوم ہے۔ سُنتے۔ عام حالات میں سنتِ الٰہی یہی ہو کہ اسباب مہیا ہوں اور قابلیت ہو تو عطا ہوتی ہے۔ خارق۔ جب فیضِ اقدس کا معاملہ ہوتا ہے تو سنتِ الٰہی کے خلاف ہوتا ہے

۳ معجزہ۔ یہ سنتِ الٰہی کے خلاف ظہور پذیر ہوتا ہے۔ بے سبب۔ عزت اسباب سے حاصل ہوتی ہو لیکن اللہ کی قدرت یہی ہے کہ بلا سبب عزت عطا فرما دے۔ اے گرفتار۔ عوام کو اسباب اختیار کرنے چاہئیں لیکن مسبب الاسباب سے غفلت نہ برتنی چاہئے۔

ہر چہ خواہد آں مُسبّب آوَرد
وہ سبب پیدا کرنے والا جو چاہتا ہے کرتا ہے

قدرتِ[1] مُطلق سببہا بردَرد
مُطلق قدرت اسباب کو پھاڑ ڈالتی ہے

لیک اغلب بر سَبب راند نفاد
لیکن وہ عموماً سبب پر مدار رکھتا ہے

تا بداند طالبے جُستن مُراد
تاکہ طلبگار مُراد کو تلاش کرنا جان جائے

چوں سَبب نبوَد چہ رَہ جُوید مُرید
جب سبب نہ ہو تو ارادہ کرنیوالا کونسا راستہ ڈھونڈیگا

پس سَبب دَر راہ می آید پدید
تو سبب راستہ کے بارے میں نمودار ہوتا ہے

ایں سَببہا بر نظرہا پَردہاست
یہ اسباب نظروں پر پردے ہیں

کہ نہ ہر دیدار صُنعش را سزاست
کیونکہ ہر شخص اُس کی کاریگری کے دیکھنے کے لائق نہیں ہے

دیدہ باید سبب سُوراخ کُن
سبب میں سوراخ کردینے والی نگاہ چاہیئے

تا حُجب را بَر کند از بیخ و بن
تاکہ وہ جڑ اور بنیاد سے پردوں کو اکھاڑ پھینکے

تا مُسبّب بیند اندر لامکاں
تاکہ لامکان میں سبب پیدا کرنے والے کو دیکھے

ہرزہ بیند جہد و اسباب و دکاں
کوشش اور اسباب اور دکان کو بیکار سمجھے

از[2] مُسبّب میرسد ہَر خیر و شر
ہر بھلائی اور بُرائی سبب پیدا کرنیوالے کیطرف سے آتی ہے

نیست اَسباب و وسائط اے پدر
اے باوا! اسباب اور واسطے نہیں ہیں

جُز خیالِ منعقد بَر شاہراہ
سوائے خیال کے جو راستہ پر جما ہوا ہے

تا بماند دَورِ غفلت چندگاہ
تاکہ تھوڑی دیر غفلت کا زمانہ رہے

در[3] ابتدائے خِلقتِ جسمِ آدم علیہ السّلام کہ جبرئیل علیہ السّلام
حضرت آدم علیہ السّلام کی پیدائش کی ابتدا میں حضرت جبرئیل علیہ السّلام کو اشارہ

را اشارت کرد کہ برو از زمین مُشتِ خاک برگیر و بَروایتے از
کیا کر جا، زمین کی مٹی سے ایک مُٹھی لے لے اور ایک روایت کے مطابق ہر

ہر نواحی مُشتِ خاک برگیر
کہ ہر جانب سے مٹی کی مُٹھی اُٹھا لے

چونکہ صانع خواست ایجادِ بشر
جب بنانے والے نے انسان کی پیدائش چاہی

از برائے اِبتلائے خیر و شر
خیر اور شر میں آزمانے کے لئے

جبرئیلِ صدق را فرمود رَو
جبرئیلِ امین سے فرمایا، جا

مُشتِ خاکے از زمین بستاں گرو
ایک مٹھی مٹی زمین سے قبضہ میں لے لے

---

[1] قدرتِ مطلق۔ اللہ تعالیٰ کی علی الاطلاق قدرت اسباب کی محتاج نہیں ہے۔ تا بداند۔ عوام کی مقصد کی تلاش میں اسباب رہنمائی کرتے ہیں۔ ایں سببہا۔ مقاصد کے اسباب اللہ کی قدرت کے لئے حجاب بنائے گئے ہیں اس لئے کہ ہر شخص بلا واسطہ قدرت کے مشاہدہ کا اہل نہیں ہے۔ دیدہ۔ لیکن انسان کو وہ نظر رکھنی چاہیئے جو اسباب کو چاک کرکے اصل قدرت کو دیکھ سکے۔ تا مسبب۔ جب مسبب الاسباب کو دیکھ لیگا تو اُسکی نگاہ میں اسباب بے حقیقت بن جائینگے۔

[2] از مُسبّب۔ ہر خیر و شر مسبب الاسباب کی جانب سے ہے اسباب اور وسائل محض خیالی چیزیں ہیں اُن کا مقصد یہ ہے کہ انسان پر کچھ زمانہ غفلت کا گذرے اور غیب پر ایمان کے فضائل حاصل ہو سکیں۔

[3] در ابتدا۔ جس وقت حضرت آدمؑ کا پتلا بنایا جانے لگا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیلؑ کو حکم دیا کہ زمین سے ایک مُٹھی مٹی لے آؤ اور ایک روایت میں یہ ہے کہ زمین کے ہر گوشہ سے ایک ایک مُٹھی مٹی لانے کا حکم دیا تھا۔ از برائے۔ انسان کی تخلیق میں آزمائش کی حکمت مضمر ہے اور یہ اسی وقت ہو سکتی ہے جبکہ انسان پر کچھ زمانہ غفلت طاری رہے۔ جبرئیلِ صدق یعنی صادق جبرئیلؑ۔

اُو میاں بست و بیامد بر زمیں — تا گزارد اَمرِ ربُّ العالمیں
وہ کمر بستہ ہوئے اور زمین پر آئے — تاکہ ربُّ العالمین کے حکم کو انجام دیں

دستِ سُوئے خاک بُرد آں مؤتمرؔ(۱) — خاک خود را در کشید و شُد حذر
اُس فرمانبردار نے زمین کی جانب ہاتھ بڑھایا — زمین نے اپنے آپ کو ہٹایا اور ڈری

پس زباں بکُشاد خاک و لابہ کرد — کز برائے حُرمتِ خلّاقِ فرد
پھر زمین نے زبان کھولی اور خوشامد کی — کہ یکتا خلاق کی عزت کے طفیل

تَرکِ من گو و برو جانم بہ بخش — رُو بتاب از من عناں خنگ و رخش
مجھے چھوڑ دو اور چلے جاؤ میری جان بخشی کردو — گھوڑے اور سواری کی باگ میری جانب سے موڑ دو

در کشاکشہائے(۲) تکلیف و خطر — بہرِ اللہ ہِل مرا اندر مبر
خطروں اور تکلیف کی کشمکش میں — خدا کے لئے مجھے چھوڑ دو، اندر نہ لے جاؤ

بہرِ آں لُطفے کہ حقّت برگزید — کرد بر تو علمِ لوحِ کُل پدید
اُس کرم کے طفیل کہ اللہ (تعالیٰ) نے آپکو برگزیدہ بنایا — لوحِ محفوظ کا علم آپ پر ظاہر کردیا

تا ملائک را مُعلّم آمدی — دائما با حق مُتکلّم آمدی
یہاں تک کہ آپ فرشتوں کے اُستاد بنے — ہمیشہ اللہ (تعالیٰ) سے گفتگو کرنیوالے بنے

ہم سفیرِ(۳) انبیاء خواہی بدن — تو حیاتِ جانِ وحیی نے بدن
آپ انبیاء کے سفیر بھی بنیں گے — آپ وحی کی جان کی زندگی ہیں نہ کہ بدن کی

بر سرافیلت فضیلت بُود ازاں — کُو حیاتِ تن بُود تو آنِ جاں
(حضرت) اسرافیلؑ پر آپ کو اسی لئے فضیلت ہے — کہ وہ بدن کی زندگی ہیں، آپ جان کی ملکیت ہیں

بانگِ صورش نشأۃِ تنہا بُود — نفخِ تو نشوِ دلِ یکتا بُود
اُن کے صور کی آواز جسموں کا زندہ ہونا ہے — آپ کا دم کرنا یکتا دل کا نشو (ونما) ہوگا

مغزِ جانِ تن حیاتِ دل بُود — پس ز دادش دادِ تو افضل بُود
جسم کی جان کا مغز، دل کی زندگی ہے — اُن کی عطا سے آپ کی عطا بڑھی ہوئی ہے

باز میکائیل رزقِ تن دہد — سعیِ تو رزقِ دلِ روشن دہد
پھر (حضرت) میکائیلؑ جسم کا رزق دیتے ہیں — آپ کی کوشش، روشن دل کو رزق دیتی ہے

اُو بدادِ کیل پُر کرد ست ذیل — دادِ رزقِ تو نمی گنجد بہ کیل
انھوں نے پیمانہ کی عطا سے دامن بھر دیا ہے — آپ کے رزق کی عطا پیمانہ میں نہیں سماتی ہے

۱؎ مؤتمر۔ فرمانبردار خنگ۔ اگر گھوڑے کا سفید رنگ مائل بہ سیاہی یا سبزی ہو تو اُس کو سبزہ خنگ کہا جاتا ہے اگر وہ خالص سفید ہے تو نقرہ خنگ کہتے ہیں۔۔۔ رخش۔ رستم کے گھوڑے کا نام ہے، ہر وہ گھوڑا جس کا رنگ سفید اور سُرخ ہو۔

۲؎ در کشاکشہائے۔ چونکہ زمین کو معلوم تھا کہ اس سے حضرت آدمؑ کا پتلا بنے گا اور امتحان اور آزمائش کی کشمکش میں مبتلا ہوگا لہٰذا وہ گھبرا رہی تھی۔ لوحِ کُل۔ لوحِ محفوظ۔ مُتکلّم۔ حضرت جبریلؑ وحی لے کر آتے ہیں تو اُن کا خدا سے کلام ہوتا ہے۔

۳؎ ہم سفیر۔ حضرت جبریلؑ اللہ کا پیغام اور وحی انبیاءؑ کے پاس لے کر آتے ہیں اور وحی روح کی حیات ہے۔ بر سرافیلت۔ حضرت اسرافیلؑ حشر میں صُور پھونکیں گے تو سب مُردہ جسم زندہ ہو جائیں گے۔ نشأۃ۔ پیدائش۔ تنہا۔ اجسام۔ پس۔ حضرت جبریلؑ کی عطا حضرت اسرافیلؑ کی عطا سے بڑھی ہوئی ہے۔ میکائیلؑ۔ حضرت میکائیلؑ کا کام رزق کی تقسیم ہے۔

هم ز عزرائیلؑ[1] با قهر و عطب — تو بهی چوں سبقِ رحمت بر غضب

(حضرت) عزرائیلؑ قہر اور ہلاکت والے سے بھی — آپ بہتر ہیں، جیسے کہ رحمت کو غضب پر سبقت ہے

حاملِ عرش ایں چہار اند و تو شاہ — بہترینِ ہر چہارے زانتباہ

یہ چاروں عرش کے حامل ہیں اور آپ بادشاہ ہیں — از روئے آگاہی چاروں سے بہتر ہیں

روزِ محشر ہشت بینی حاملانش — ہم تو باشی افضلِ ہشت آں زمانش

حشر کے دن آپ اُسکے اُٹھانے والے آٹھ دیکھینگے — اُس وقت آپ آٹھوں سے افضل ہونگے

ہمچنیں بر می شمرد و می گریست — بوئے می برد او کزاں مقصود چیست

وہ اِس طرح گناتی تھی اور روتی تھی — اُس نے بھانپ لیا تھا کہ اُس سے مقصد کیا ہے

معدنِ[2] شرم و حیا بُد جبرئیلؑ — بست آں سوگندہا بر وے سبیل

(حضرت) جبرئیلؑ شرم اور حیا کی کان تھے — اُن قسموں نے اُن کا راستہ روک دیا

بسکہ لابہ کردش و سوگند داد — باز گشت و گفت یا ربَّ العباد

(زمین نے) اُن کی بہت خوشامدیں کیں اور قسم دی — وہ واپس ہو گئے اور عرض کیا یا ربَّ العباد

کہ نبودم من بکارت سرسری — لیک از انچہ رفت تو داناتری

میں تیرے کام میں سست نہ تھا — لیکن جو ہوا تو اُس کو خوب جانتا ہے

گفت[3] نامے کہ ز ہولش اے بصیر — ہفت گردوں باز ماند از مسیر

اے بصیر! اُس نے آپ کا وہ نام لیا جس کے رُعب سے — ساتوں آسمان گردش سے رُک جائیں

چوں بنامِ تو مرا سوگند داد — رحمتت عام ست و احسان و وداد

جب اُس نے مجھے تیرے نام کی قسم دی — تیری رحمت اور احسان اور محبت عام ہے

شرم آمد گشتم از نامت خجل — ورنہ آساں ست نقلِ مشتِ گل

مجھے شرم آگئی، میں تیرے نام کی وجہ سے شرمندہ ہوگیا — ورنہ ایک مٹھی مٹی کا منتقل کرنا آسان ہے

کہ تو زورے دادۂ املاک را — کہ بدرانند ایں افلاک را

کیونکہ تو نے فرشتوں کو وہ طاقت عطا کی ہے — کہ وہ ان آسمانوں کو چاک کر دیں

مُشتِ خاکے را چہ قدر و قوت ست — بر گرفتن لیک غالب رحمت ست

ایک مُٹھی مٹی کا کیا رتبہ اور طاقت ہے — اُٹھا لینے میں، لیکن رحمت غالب ہے

---

[1] عزرائیلؑ۔ اُن کا کام روح کو قبض کرنا ہے لہٰذا صفتِ قہر کے مظہر ہیں۔ ایں چہار۔ جبرئیلؑ، میکائیلؑ، اسرافیلؑ، عزرائیلؑ۔ روزِ محشر۔ قرآن پاک میں ہے وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمَانِيَةٌ۔ اور اُس وقت تیرے رب کے عرش کو آٹھ اُٹھائینگے۔ بو بُرد۔ وہ مٹی سمجھ گئی تھی کہ اُس کو لے جانے کا مقصد کیا ہے۔

[2] معدن۔ چونکہ حضرت جبرئیلؑ شرم و حیا کی کان ہیں وہ قسموں کی وجہ سے مٹی اُٹھانے سے رُک گئے۔ بسکہ۔ جب زمین نے بہت خوشامد کی وہ دربارِ حق میں حاضر ہوئے اور عرض کیا میں نے تعمیلِ حکم میں سستی نہیں برتی لیکن جو کچھ واقعہ ہے وہ تیرے علم میں ہے۔

[3] گفت۔ حضرت جبرئیلؑ نے عرض کیا کہ اُس زمین نے آپ کے اُس نام کا واسطہ دے دیا جس کی ہول سے آسمان کی گردش رُک جائے تو مجھے شرم آگئی اور زمین سے مٹی نہ لے سکا ورنہ تو نے مجھے وہ قوت عطا کی ہے کہ زمین تو کیا چیز ہے میں آسمانوں کو چاک کر ڈالوں۔

فرستادن میکائیل علیہ السّلام را بقبضِ قُبضۂ خاک از زمین
حضرت میکائیلؑ کو بھیجنا زمین کی مٹی کی ایک مُٹھی لینے کے لئے انسانوں

جہتِ ترکیب و ترتیبِ جسمِ مبارکِ ابُوالبشر خلیفۃُ الحق
کے باپ کے مبارک جسم کی ترتیب اور ترکیب کے لئے جو اللہ تعالیٰ

مَسجودِ الملائکۃ و مُعلّمہم حضرت آدم علیٰ نبیّنا و علیہ
کے خلیفہ اور فرشتوں کے مسجود اور اُن کے اُستاد حضرت آدم علیٰ نبیّنا و علیہ

الصّلوٰۃ والسّلام
الصّلوٰۃ والسّلام ہیں

گفت۱ میکائیل را رو تو بزیر — مُشتِ خاکے در رُبا از وے دلیر
(حضرت) میکائیلؑ سے فرمایا تو نیچے جا — اے بہادر! اُس سے ایک مُٹھی مٹی اُٹھا لا

چونکہ میکائیل شُد تا خاکداں — دست کرد اُو تا کہ بَرباید ازاں
جب (حضرت) میکائیلؑ زمین پر پہنچے — ہاتھ بڑھایا، تاکہ اُس میں سے لے لیں

خاک لرزید و درآمد در گریز — گشت اُو لابہ کُناں و اَشک ریز
زمین کانپی اور اُس نے گریز کیا — وہ خوشامد کرنے لگی اور اُس نے آنسو بہائے

سینہ سُوزاں لابہ کرد و اجتہاد — با سرِشکِ خونیش سوگند داد
جلے دل سے اُس نے خوشامد اور کوشش کی — خون کے آنسوؤں کے ساتھ اُن کو قسم دی

کہ۲ بہ یزدانِ لطیفِ بے ندید — کہ بکردت حاملِ عرشِ مجید
کہ بے مثال، مہربان خدا کے واسطے — جس نے آپکو عرشِ مجید کا اُٹھانے والا بنایا ہے

کیلِ اَرزاقِ جہاں را مُشرِفی — تِشنگانِ فضل را تو مُغرِفی
آپ جہان کے رزقوں کے پیمانہ کے نگراں ہیں — (اللہ کے) فضل کے پیاسوں کو آپ چلّو بھر دینے والے ہیں

زانکہ میکائیلؑ از کیل اشتقاق — دارد و کیّال شُد در ارتزاق
کیونکہ میکائیلؑ کیل سے مشتق — ہے اور وہ رزق حاصل کرنے میں پیمانے سے ناپکر دینے والا ہے

کہ اَمانم دِہ مرا آزاد کُن — بیں کہ خوں آلودہ میگویم سُخن
مجھے امن دیدیجئے، مجھے آزاد کر دیجئے — دیکھ لیجئے، کہ خون سے آلودہ ہوکر میں بات کر رہی ہوں

معدنِ۳ رحمِ اِلٰہ آمد مَلک — گفت چوں ریزم براں ریش ایں نمک
فرشتہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کی کان ہوتا ہے — (اسلئے میکائیلؑ نے) کہا کہ میں اس زخم پر یہ نمک کیسے چھڑکوں؟

ف۱ گفت۔ حضرت جبرئیلؑ کے بعد حضرت میکائیلؑ کو حکم ہوا کہ تم جاکر زمین کی مٹی لے آؤ جب میکائیلؑ زمین کے پاس پہنچے تو وہ لرزنے لگی اور انکی خوشامد کرنے لگی اور رو رو کر قسمیں دینے لگی۔

ف۲ کہ بہ یزداں۔ حضرت میکائیلؑ رزقوں کی تقسیم کرتے ہیں مُغرِف نگراں مُشرِف چلّو بھرنے والا۔ زانکہ۔ مولاناؒ نے میکائیل کو کیل سے مُشتق قرار دیا ہے حقیقتًا یہ عربی لفظ نہیں ہے بلکہ عبرانی لفظ ہے کیل عربی لفظ ہے اِس سے یہ نہیں بنتا ہے۔

ف۳ معدن۔ فرشتوں کی فطرت رحم کرنا اور شیطان کی فطرت ظلم کرنا ہے۔ خدا کی صفتِ رحمت صفتِ غضب پر غالب ہے۔

هم چناں کہ معدنِ قہر ست دیو — کہ برآورد از بنی آدمؑ غریو

جس طرح شیطان قہر کی کان ہے — جس نے بنی آدمؑ میں شور برپا کر دیا ہے

سبقِ رحمت بر غضب ہست اے فتا — لطفِ غالب بُود در وصفِ خدا

اے نوجوان! رحمت غضب سے آگے ہے — خدا کی صفات میں مہربانی غالب تھی

بندگاں[۵۱] دارند لابد خوئے اُو — مشکہاشاں پُر ز آبِ جوئے اُو

بندے لامحالہ اُس کی عادت رکھتے ہیں — اُن کی مشکیں اُس کی نہر سے پُر ہیں

آں رسولِ حق قلاوزِ سلوک — گفت النَّاسُ عَلٰی دِیْنِ الْمُلُوْک

اللہ کے رسولؐ سلوک کے راہنما — نے فرمایا، لوگ بادشاہوں کے دین پر ہیں

رفت[۵۲] میکائیلؑ سوئے ربِّ دیں — خالی از مقصود دست و آستیں

حضرت میکائیلؑ دین کے رب کی جانب چلے گئے — ہاتھ اور آستین مقصود سے خالی تھا

گفت اے دانائے سرّ و شاہِ دیں — کرد خاکِ لابہ گر نوحہ و انیں

عرض کیا اے راز کے جاننے والے اور دین کے شاہ! — خوشامدی زمین نے آہ و بکا شروع کر دی

خاکم از زاری و نوحہ پست کرد — گریۂ بسیار کرد آں رُوئے زرد

زمین نے عاجزی اور رونے کے ذریعہ مجھے زیر کر دیا — وہ زرد رُو بہت روئی

آبِ دیدہ پیشِ تو با قدر بُود — من نتانستم کہ آرم ناشنود

تیرے سامنے آنسو باعزت تھے — میں اَن سُنی نہ بنا سکا

آہ[۵۳] و زاری پیشِ تو بس قدر داشت — من نتانستم حقوقِ آں گذاشت

آہ و زاری تیرے سامنے بڑی قدر رکھتی ہے — میں اُس کے حقوق کو نظر انداز نہ کر سکا

پیشِ تو بس قدر دارد چشمِ تر — من چگونہ گشتمے استیزہ گر

پُرنم آنکھ تیرے سامنے بہت رتبہ رکھتی ہے — میں کیسے جھگڑالو بنتا؟

دعوتِ زاری ست روزے پنج بار — بندہ را کہ در نماز آ و بزار

ایک دن میں پانچ مرتبہ رونے کی دعوت ہے — بندے کو، کہ نماز میں آ اور رو

نعرۂ موذن کہ حَیَّ عَلَی الْفَلَاح — آں فلاح ایں زاری ست و افتراح

موذن کا نعرہ کہ "فلاح کی جانب آ" — وہ فلاح عاجزی اور گڑگڑانا ہے

آنکہ خواہی کز غمش خستہ کنی — راہِ زاری بر دلش بستہ کنی

جس کو تو غم سے نڈھال کرنا چاہتا ہے — اُس کے دل پر آہ و زاری کا راستہ بند کر دیتا ہے

---

۵۱ بندگاں۔ جو اللہ کے خاص بندے ہیں اُن میں اپنے مولیٰ کے صفات ہوتے ہیں حدیث شریف میں ہے لوگ بادشاہوں کا دین اختیار کرتے ہیں لہٰذا خدا کے نیک بندے خدائی اخلاق اختیار کرتے ہیں۔

۵۲ رفت۔ زمین کے رونے دھونے پر میکائیلؑ بھی خالی ہاتھ واپس ہو گئے اور عرض کیا کہ اے اللہ تیرے دربار میں آنسوؤں کی بڑی قدر و منزلت ہے میں اُس رونے کو اَن سُنا نہ بنا سکا۔

۵۳ آہ و زاری۔ اللہ تعالیٰ کے خوف سے رونے کا ایک آنسو شہید کے خون کے قطرہ کی برابر سمجھا گیا ہے۔ دعوت پنجوقتہ اذان گویا اللہ کے دربار میں گریۂ و زاری کی دعوت ہے۔ آنکہ۔ اللہ تعالیٰ جس کو مصیبت میں مبتلا کرتا ہے اُس سے آہ و زاری کی کیفیت سلب کر لیتا ہے آہ و زاری انسان کی سفارشی ہے جب سفارشی نہ ہوگا تو گرفتارِ بلا ہو جائے گا۔

تا فرود آید بلا بے دافعے ۔۔۔ چوں نباشد از تضرع شافعے
تاکہ بغیر روک، بلا نازل ہو جائے ۔۔۔ جبکہ (آہ و) زاری کا سفارشی نہ ہوگا

وانکہ خواہی کز بلایش واخری ۔۔۔ جانِ اُو را در تضرع آوری
اور جس کو تو بلا سے نجات دلانا چاہتا ہے ۔۔۔ اُس کی جان کو (آہ و) زاری میں مبتلا کر دیتا ہے

گفتۂ[۱] اندر نبے کاں اُمتاں ۔۔۔ کہ بر ایشاں آمد آں قہرِ گراں
تو نے قرآن میں کہا ہے کہ وہ اُمتیں ۔۔۔ جن پر بھاری قہر آیا

چوں تضرع می نہ کردند آں نفس ۔۔۔ تا بلا از ایشاں بگشتے باز پس
انھوں نے اسی وقت (آہ و) زاری کیوں نہ کی؟ ۔۔۔ تاکہ اُن سے بلا واپس ہو جاتی

لیک دلہا شاں چو قاسی گشتہ بود ۔۔۔ آں گنہ ہا شاں عبادت می نمود
لیکن چونکہ اُن کے دل سخت ہو گئے تھے ۔۔۔ وہ گناہ اُن کو عبادت معلوم ہوتے تھے

تا نداند خویش را مجرم عنید ۔۔۔ آب از چشمش کجا داند دوید
جب تک سرکش اپنے آپ کو مجرم نہ سمجھے ۔۔۔ آنسو اُس کی آنکھ سے کہاں بہنا جانتا ہے؟

قصۂ یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام در بیان آنکہ تضرع وزاری[۲] دافعِ بلائے آسمانی ست و حق تعالیٰ فاعلِ مختار ست پس تضرع وزاری و تعظیم پیشِ اُو مفید باشد و فلاسفہ گویند فاعل بطبع ست و بعلت نہ مختار پس تضرع طبع را نگرداند

(حضرت) یونس علیہ السلام کا قصہ اس بارے میں کہ عاجزی اور زاری آسمانی بلا کے لئے دافع ہے اور اللہ تعالیٰ فاعلِ مختار ہے تو عاجزی اور زاری اور تعظیم اُس کے سامنے مفید ہوگی اور فلاسفہ کہتے ہیں کہ وہ طبعًا اور علت کے طور پر فاعل ہے نہ کہ مختار، تو عاجزی طبیعت کو نہیں بدل سکتی

قومِ[۳] یونسؑ را چو پیدا شد بلا ۔۔۔ ابرِ پُر آتش جدا شد از سما
جب (حضرت) یونسؑ کی قوم کیلئے بلا ظاہر ہوئی ۔۔۔ آگ بھرا ابر آسمان سے جُدا ہوا

برق می انداخت می سوزید سنگ ۔۔۔ ابر می غرید رُخ می ریخت رنگ
بجلی گراتا تھا، پتھر کو جلاتا تھا ۔۔۔ بادل گرج رہا تھا چہرے کا رنگ اُڑ رہا تھا

جملگاں بر بامہا بودند شب ۔۔۔ کہ پدید آمد ز بالا آں کُرب
رات کو سب بالاخانوں پر تھے ۔۔۔ کہ اوپر سے وہ مصیبتیں رُونما ہو گئیں

---

[۱] گفتۂ۔ قرآن پاک میں ہے فَلَوْلَا اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ۔ جبکہ ہمارا عذاب اُن کو پہنچا تھا انھوں نے گریہ وزاری کیوں نہ کی اور لیکن اُن کے دل سخت ہو گئے تھے۔ آں گنہ۔ دل سخت ہو جانے کی وجہ سے وہ گناہ کو گناہ نہیں بلکہ عبادت سمجھتے تھے۔

[۲] زاری۔ اہلِ سنت کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے کاموں میں بااختیار ہے لہٰذا آہ وزاری سے مصیبت کو ٹال دیتا ہے فلاسفہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے اُس کے افعال طبعی طور پر بغیر اختیار کے صادر ہوتے ہیں جس طرح کہ آگ سے جلانے کا فعل طبعی طور پر صادر ہوتا ہے لہٰذا آہ وزاری سے کوئی فائدہ نہیں ہے

[۳] قوم یونس۔ حضرت یونسؑ کی قوم رات کو بالاخانوں پر سو رہی تھی اُن پر ایسا ابر آیا جو آگ برسا رہا تھا جس سے اُن کا رنگ فق ہو گیا۔ بامہا۔ بالاخانے۔ کُرب۔ مصائب، یعنی آگ برسانے والا بادل۔

جملگاں از بامہا زیر آمدند
بالاخانوں سے سب نیچے اُتر آئے
سر برہنہ جانبِ صحرا شدند
ننگے سر جنگل کی طرف بھاگے

مادراں بچگاں بروں[1] انداختند
ماؤں نے بچوں کو باہر نکال ڈالا
تا ہمہ نالہ و نفیر افراختند
حتیٰ کہ سب نے گریہ وزاری بلند کی

از نمازِ شام تا وقتِ سحر
شام کی نماز سے صبح کے وقت تک
خاک می کردند بر سر آں نفر
وہ لوگ سر پر خاک ڈالتے رہے

جملگی آوازہا بگرفتہ شد
سب کی آوازیں بیٹھ گئیں
رحم آمد بر سرِ آں قومِ لُد
اس جھگڑالو قوم پر رحم آگیا

بعدِ نومیدی وآہِ ناشگفت
ناامیدی اور بے صبری کی آہوں کے بعد
اندک اندک ابر واگشتن گرفت
ابر تھوڑا تھوڑا ہٹنے لگا

قصۂ یونسؑ درازست وعریض
حضرت یونسؑ کا قصّہ لمبا اور چوڑا ہے
وقتِ خاکست وحدیثِ مستفیض
مٹی اور مشہور قصّہ کا وقت ہے

چوں تضرّع را برِ حق قدرہاست
چونکہ آہ وزاری کی خدا کے یہاں بہت قدر ہے
آں بہا[2] کانجاست زاری را کجاست
آہ وزاری کی جو قیمت وہاں ہے اور کہاں ہے؟

ہیں امید اکنوں میاں را چست بند
خبردار! امید رکھ، اب کمر خوب کس لے
خیز اے گرئندہ و دائم بخند
اے رونے والے! اٹھ اور ہمیشہ کیلئے مسکرا

با تضرّع باش تا شاداں شوی
آہ وزاری کرتا کہ تو خوش رہے
گریہ کُن تا بے دہاں خنداں شوی
رو تاکہ بغیر منہ کے ہنسے

کہ برابر[3] می نہد شاہِ مجید
کیونکہ اللہ تعالیٰ نے برابر رکھا ہے
اشک را در فضل با خونِ شہید
فضیلت میں آنسو کو شہید کے خون کے ساتھ

لابہ کردو اشکِ چشمِ خویش راند
اُس (قوم) نے خوشامد کی اور اپنی آنکھ کے آنسو بہائے
رحمت آمد واں غضب را وانشاند
رحمت آگئی اور غضب کو سرد کردیا

فرستادن اسرافیل را علیہ السلام بخاک کہ برو قبضہ برگیر از خاک بہرِ ترکیبِ جسمِ آدم علیٰ نبیّنا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام

حضرت اسرافیلؑ علیہ السلام کو زمین کی جانب بھیجنا، کہ جاؤ اور حضرت آدم "ہمارے نبی اور اُن پر درود وسلام ہو" کے جسم کے بنانے کے لئے ایک مُٹھی مٹی لے آؤ

---

[1] بروں۔ یعنی گھروں سے باہر۔ از نمازِ شام یعنی مغرب کے وقت سے۔ لُدّ۔ اَلَدّ کی جمع ہے سرکش۔ بعدِ نومیدی۔ وہ اپنی نجات سے مایوس ہوچکے تھے لیکن ان کی آہ وزاری سے وہ آتش نشان ابر ہٹ گیا۔ وقتِ خاک یعنی زمین کی مٹی لینے کے قصّے کے بیان کا وقت ہے۔ حدیثِ مستفیض۔ مشہور بات طویل بات۔

[2] آں بہا۔ آہ وزاری کی جو قیمت خدا کے دربار میں لگتی ہے وہ کہیں نہیں لگتی ہے۔ دائم بخند۔ جو خدا کے دربار میں آہ وزاری کرے اس کو دائمی مسرت میسر آجاتی ہے۔ با تضرّع۔ خدا کے دربار میں رونے سے قلب کو ایک دائمی مسرت حاصل ہوتی ہے۔

[3] کہ برابر۔ حدیث شریف ہے۔ لَیْسَ شَیْءٌ اَحَبَّ اِلَی اللّٰہِ مِنْ قَطْرَتَیْنِ قَطْرَۃِ دَمْعٍ مِنْ خَشْیَۃِ اللّٰہِ وَقَطْرَۃِ دَمٍ یُھْرَاقُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ۔ دو قطروں سے زیادہ اللہ کو کوئی چیز محبوب نہیں ہے ایک تو آنسو کا قطرہ جو اللہ کے خوف سے بہا ہو اور ایک خون کا قطرہ جو اللہ کے راستہ میں بہایا جائے۔

گفت[1] اسرافیلؑ را یزدانِ ما
ہمارے خدا نے (حضرت) اسرافیلؑ سے فرمایا

کہ برو زاں خاک پُر کن کف بیا
کہ جاؤ، اِس مٹی سے مٹھی بھرو، آ جاؤ

آمد اسرافیلؑ ہم سوئے زمیں
(حضرت) اسرافیلؑ بھی زمین کی جانب آئے

باز آغازید خاکستاں حنیں
زمین نے پھر رونا شروع کردیا

کاے فرشتہ صور و اے بحرِ حیات
کہ اے صور کے فرشتے! اور اے زندگی کے سمندر!

کہ ز دمہائے تو جاں یابد موات
کہ آپ کے سانسوں سے مُردے زندہ ہوجاتے ہیں

در دمی در صُور یک بانگِ عظیم
آپ صُور میں ایک بڑی آواز پھونکیں گے

پُر شود محشر خلائق از رمیم
محشر بوسیدہ ہڈیوں کی (زندہ) مخلوق سے بھر جائیگا

در[2] دمی در صور و گوئی الصلا
آپ صُور میں پھونکیں گے اور کہیں گے، بلاوا ہے

بر جہید اے کُشتگانِ کربلا
اے کربلا کے شہیدو! اُٹھ کھڑے ہو

اے ہلاکت دیدگاں از تیغِ مرگ
اے موت کی تلوار سے ہلاک ہونے والو!

بر زنید از خاک سر چوں شاخ و برگ
شاخ اور پتوں کی طرح زمین سے سر ابھارو

رحمتِ تو واں دمِ گیرای تو
آپ کی رحمت اور آپ کا وہ ہمہ گیر دم کرنا

پُر شود ایں عالم از احیای تو
یہ عالم آپ کے زندہ کرنے سے بھر جائیگا

تو فرشتہ رحمتی رحمت نما
آپ فرشتۂ رحمت ہیں، رحمت کو ظاہر کرنیوالے ہیں

حاملِ عرشی و قبلہ دادہا
آپ عرش کے حامل اور انصاف کے قبلہ ہیں

عرش[3] معدنگاہِ داد و معدلت
عرش، انصاف اور عدل کی کان ہے

چار جو در زیرِ او پُر مغفرت
مغفرت سے پُر چار نہریں اُس کے نیچے ہیں

جُویِ شیر و جُویِ شہد جاوداں
دودھ کی نہر اور ختم نہ ہونیوالے شہد کی نہر

جُویِ خمر و دجلۂ آبِ رواں
شراب کی نہر اور بہتے پانی کا دجلہ

پس ز عرش اندر بہشتاں رود
پھر وہ عرش سے جنت کے اندر پہنچتی ہیں

در جہاں ہم چیزکے ظاہر شود
دنیا میں بھی کچھ ظاہر ہو جاتی ہیں

گرچہ آلودست اینجا آں چہار
اگرچہ وہ چاروں یہاں گدلی ہیں

از چہ از زہرِ فنائے ناگوار
کس چیز سے؟ ناگوار فنا کے زہر سے

جُرعہ بر خاکِ تیرہ ریختند
انھوں نے تاریک مٹی پر ایک گھونٹ بہایا

زاں چہار و فتنہ انگیختند
اُن چاروں سے، اور فتنہ بپا کردیا

[1] گفت - جبرئیلؑ اور میکائیلؑ علیہما السلام کے بعد اللہ تعالیٰ نے اسرافیلؑ سے کہا کہ تم زمین کی ایک مٹھی مٹی لے آؤ۔ حنین - رونے کی آواز۔ فرشتۂ صور - حضرت اسرافیلؑ محشر میں صور پھونکیں گے جس سے سب مرے زندہ ہو جائیں گے۔ بحر حیات - حضرت اسرافیلؑ کا صور سب کو زندگی بخش دے گا۔ رمیم - بوسیدہ ہڈی۔

[2] در دمی - حضرت اسرافیلؑ کا صور پھونکنا مُردوں کو زندگی کی دعوت ہے۔ کربلا - موضع کربلا ہے جو عراق میں ہے یا دنیا جو مصائب کی جگہ ہے۔ رحمت - اے اسرافیلؑ تمہارے کرم سے پورا عالم زندہ ہو جائیگا۔ حامل عرش - حضرت اسرافیلؑ بھی عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں۔

[3] عرش - عرش کے نیچے سے دودھ، شہد، شراب، پانی کی چار نہریں بہتی ہیں۔ بہشت - ان نہروں سے سیراب ہونگے جن کی مغفرت ہو چکی۔ در جہاں - ان نہروں کے آثار دنیا میں بھی ہیں۔ دنیا میں ان نہروں کے آثار فانی ہیں۔ جرعہ - ان چاروں کے ایک ایک چلو سے آدمؑ کی مٹی کا خمیر بنایا۔

تا^۱ بجویند اصلِ آنرا ایں خساں
خود بدیں قانع شدند ایں ناکساں

تاکہ یہ کمینے اُن کی اصل کو تلاش کریں
نالائق خود اِس پر قناعت کر بیٹھے

شیر دادہ پرورشِ اطفال را
چشمہ کردہ سینۂ ہر زال را

بچوں کی پرورش کے لئے دودھ دیا
ہر عورت کے سینہ کو چشمہ بنا دیا

خمر دفعِ غُصّہ و اندیشہ را
چشمہ کردہ از عنب در باغہا

شراب، غصّہ اور فکر کو دور کرنے کے لئے
باغوں میں انگور سے (اس کا) چشمہ جاری کر دیا

انگبیں دارو تنِ رنجور را
چشمہ کردہ باطنِ زنبور را

شہد، مریض کے جسم کے لئے دوا ہے
شہد کی مکھی کے باطن کو (اس کا) چشمہ بنا دیا

آب^۲ بہرِ عام اصل و فرع را
از برائے طُہر و بہرِ کرع را

پانی عوام کی جڑ اور شاخ کے لئے
پاکی اور پینے کے لئے

تا ازینہا پے بری سوی اصول
تو بدیں قانع شدی اے بو الفضول

تاکہ تو اِن سے اصل کا پتہ لگائے
اے لغو! تو نے اِس پر قناعت کرلی

بشنو اکنوں ماجرائے خاک را
کہ چہ میگوید فسوں محراک را

اب مٹی کا قصہ سُن
کہ حرکت دینے والے (اسرافیل) کو کیا منتر سنا رہی ہے؟

پیشِ اسرافیلؑ گشتہ او عبوس
میکند صد گونہ شکلِ چاپلوس

وہ حضرت، اسرافیلؑ کے سامنے ترشرو بنی
خوشامد کی سینکڑوں قسم کی صورتیں بناتی تھی

کہ^۳ بحقِ ذاتِ پاکِ ذُو الجلال
کہ مدار ایں قہر را بر من حلال

کہ اللہ (تعالےٰ) کی پاک ذات کا واسطہ
یہ ظلم مجھ پر جائز نہ رکھئے

من ازیں تقلید بوئے میبرم
بدگمانی میرود اندر سرم

میں اِس گلے میں پھندا ڈالنے سے تاڑ رہی ہوں
میرے دماغ میں بدگمانی پیدا ہو رہی ہے

تو فرشتہ رحمتی رحمت نما
زانکہ مُرغے را نیازارد ہُما

آپ رحمت کے فرشتے، رحمت کو ظاہر کرنیوالے ہیں
کیونکہ ہما، پرند کو نہیں ستاتا ہے

اے شفا و رحمتِ اصحابِ درد
تو ہماں کن کاں دو نیکو کار کرد

اے دردمندوں کی شفا اور رحمت!
آپ وہی کیجئے جو اُن دو بھلوں نے کیا

زود اسرافیلؑ باز آمد بشاہ
گفت عُذر و ماجرا نزدِ الٰہ

حضرت، اسرافیلؑ فوراً شاہ کے پاس واپس آ گئے
اللہ (تعالیٰ) سے عُذر اور قصہ بیان کیا

۱ تا بجویند۔ یہ اس لئے کیا گیا تاکہ بنی آدم اُن اصل نہروں کی تلاش میں لگیں۔ شیر۔ دودھ کی نہر کا اثر ان کے پستان میں ظاہر ہوا ہے۔ از عنب۔ انگوروں میں خمر کی نہر کا اثر آیا۔ زنبور۔ شہد کی مکھی شہد کی نہر کا اثر ہے۔

۲ آب۔ دنیاوی پانی میں پانی کی نہر کی اصل ہے۔ حرکت کا اثر یعنی اسرافیلؑ جو ترشرو۔

۳ کہ بحق۔ زمین نے چاپلوسی کی یہ صورت اختیار کی کہ حضرت اسرافیلؑ کو اللہ کی قسمیں دینے لگی۔ تقلید۔ گلے میں قلادہ ڈالنا۔ ہما۔ شریف پرندہ ہے جس کا یہ حال ہے کہ پرند کا شکار نہیں کرتا بلکہ سوکھی ہڈیوں پر گذارہ کرتا ہے۔ آنچہ یعنی زمین سے اُن کی جو بات چیت ہوئی۔

گزبروں فرماں بدادی کہ بگیر | عکسِ آں الہام دادی در ضمیر

کہ بظاہر آپ نے حکم فرمایا کہ لے لے | دل میں اس کے برعکس الہام کر دیا

امر کردی در گرفتن سوی گوش | نہی کردی از قساوت سوی ہوش

تو نے کان کو لے لینے کا حکم دیا | عقل کو سختی کرنے سے منع کر دیا

رحمتِ او بیحد ست و بیکراں | او حکیم ست و کریم و مہرباں

اس کی رحمت لا انتہا اور لامحدود ہے | وہ دانا اور سخی اور مہربان ہے

سبقِ رحمت گشت غالب بر غضب | اے بدیع افعالِ نیکو کار رب

رحمت کی سبقت غضب پر غالب ہے | اے عجیب افعال اور اچھے کام والے خدا!

فرستادنِ عزرائیل علیہ السلام ملکُ العزم والحزم را بگرفتن

ارادہ کی پختگی اور پختہ کاری کے فرشتے (حضرت) عزرائیل علیہ السلام کو مٹی بھر

قبضۂ خاک تا ساختہ شود جسمِ آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ

مٹی لینے کے لئے بھیجنا تاکہ حضرت آدم (ان پر اور ہمارے نبی پر درود اور سلام ہو)

والسلام چالاک و راست کار و التفات ناکردنِ عزرائیل

کا چالاک اور درست کام کرنے والا جسم بنایا جائے اور حضرت عزرائیلؑ کا زمین

علیہ السلام بر تضرع خاک

کی آہ وزاری کی طرف دھیان نہ دینا

گفت یزداں زود عزرائیل را | کہ ببیں آں خاکِ پر تخییل را

اللہ تعالیٰ نے فوراً عزرائیلؑ سے فرمایا | کہ اس خیالات سے بھری زمین کو دیکھ

آں ضعیفِ نالِ ظالم را بیاب | مشتِ خاکے زو بیاور ہیں شتاب

کمزور ظالم، بڑھیا کے پاس پہنچ | خبردار! جلد اس میں سے ایک مٹھی مٹی لے آ

رفت عزرائیل سرہنگِ قضا | سوئے کرہ خاک بہرِ اقتضا

موت کے سپاہی (حضرت) عزرائیلؑ روانہ ہو گئے | تقاضہ کرنے کے لئے زمین کے کرہ کی جانب

خاک بر قانوں نفیر آغاز کرد | داد سوگندش بسے سوگند خورد

خاک نے دستور کے مطابق چلانا شروع کر دیا | اس کو قسم دی، بہت سی قسمیں کھائیں

کاے غلامِ خاص و حمالِ عرش | اے مطاعِ الامر اندر عرش و فرش

کہ اے خاص بندے اور اے عرش کے اٹھانے والے! | اے فرش اور عرش کے اندر مخدوم و سردار!

---

۱ گزبروں۔ حضرت اسرافیلؑ نے خدا سے عرض کیا بظاہر آپ کا یہ حکم تھا کہ میں مٹی لے آؤں اور میرے دل میں آپ نے یہ بات پیدا کر دی کہ میں مٹی کی خوشامد پر رحم کروں۔ قساوت۔ سخت دلی۔ رحمتِ او۔ مولانا فرماتے ہیں باطنی الہام رحمت کا غلبہ ہے۔

۲ فرستادن۔ حضرت اسرافیلؑ کے ناکام ہو جانے پر اللہ تعالیٰ نے عزرائیلؑ کو مٹی لینے کیلئے بھیجا۔ عزم۔ پختہ ارادہ۔ حزم۔ پختہ کاری۔ چالاک و راست کار۔ یہ جسم کی صفت ہے۔

۳ گفت۔ اللہ تعالیٰ نے عزرائیلؑ کو حکم دیا کہ زمین کی مٹی لاؤ۔ پر تخییل۔ چونکہ زمین طرح طرح کے عذر کر رہی تھی مترنگ۔ بہانہ باز۔ اقتضاء۔ وصول کرنا۔ برقانون۔ یعنی جس طرح اس نے جبرئیلؑ وغیرہ کی خوشامد کی تھی۔ مطاع الامر۔ شخص جس کا حکم مانا جائے۔

رُو بحقِ رحمتِ رحمٰنِ فرد — رو بحقِ آنکہ با تو لُطف کرد
یکتا رحمان کی رحمت کے طفیل چلے جایئے — اُس ذات کے طفیل چلے جایئے جس نے آپ پر مہربانی کی

حقِ شاہے کہ جز اُو معبود نیست — پیشِ اُو زاریِ کس مَردُود نیست
اُس شاہ کے طفیل جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے — اُس کے دربار میں کسی کی آہ و زاری مردود نہیں ہے

حق حقِ حق کہ دست از من بدار — اے تُرا از حق فضیلت بے شمار
اللہ (تعالیٰ) کے حق کے طفیل مجھ سے دستبردار ہو جایئے — اے وہ کہ آپ کے لئے اللہ (تعالیٰ) کی جانب سے بیشمار فضیلتیں ہیں

گفت نتوانم بدیں افسوں کُنَم — رُو بتابم زامرِ اُو سِر و عَلَن
اُن (عزرائیلؑ) نے کہا میں اس منتر سے نہیں کر سکتا ہوں کہ پھیر — اُس کے حکم سے ظاہر و باطن میں منہ موڑوں

گفت آخر امر فرمود اُو بحلم — ہر دو اَمر اند ایں بگیر از راہِ علم
اُس نے کہا آخر اُس (اللہ تعالیٰ) نے نرمی کا بھی حکم دیا ہے — دونوں حکم ہیں از روئے علم اِس حکم کا اختیار کر لیجئے

گفت آں تاویل باشد یا قیاس — در صریحِ اَمر کم جُو التباس
اُنھوں نے کہا، وہ تاویل یا قیاس ہوگا — صاف حکم میں شبہ نہ نکال

فکرِ خود را گر کُنی تاویل بہ — کہ کُنی تاویلِ آں نا مُشتبہ
اگر تو اپنے خیال کی تاویل کرے، بہتر ہے — بہ نسبت اسکے کہ تو غیر مشتبہ میں تاویل کرے

دل ہمی سوزد مرا بر لابہ آت — سینہ اَم پُر خون شُد از شورابہ آت
تیری خوشامد سے میرا دل جل رہا ہے — تیرے آنسوؤں سے میرا سینہ پُرخون ہو رہا ہے

نیستم بے رحم بل زاں ہر سہ پاک — رحم بیشستم تبو اے دردناک
میں بے رحم نہیں ہوں بلکہ اُن تین پاکوں سے — اے دردمند تجھ پر مجھے زیادہ رحم آ رہا ہے

گر طپانچہ میزنم من بر یتیم — ور دہد حلوا بدستش آں حلیم
اگر میں یتیم کے طمانچہ ماروں — اور اگر وہ حلیم اُس کے ہاتھ میں حلوا دے

ایں طپانچہ خوشتر از حلوائے اُو — وَر شود غرّہ بحلوا وائے اُو
اُسکے حلوے سے یہ طمانچہ بہتر ہے — اگر وہ حلوے سے دھوکا کھا جائے اُس پر افسوس ہے

بر نفیرِ تو جگر می سوزدم — لیک حق، قہرے ہمی آموزدم
تیری فریاد پر میرا جگر جل رہا ہے — لیکن اللہ تعالیٰ مجھے جبر کی تعلیم دے رہا ہے

لُطف مخفی درمیانِ قہرہا — در خذف پنہاں عقیقِ بے بہا
قہروں کے درمیان مہربانی چھپی ہوئی ہے — کنکریوں میں بے بہا عقیق چھپا ہوا ہے

---

۱ رو بحق۔ زمین نے اُن کو خدا اور اُس کی صفات کی قسمیں دینی شروع کر دیں۔ پیشِ اُو۔ اللہ تعالیٰ آہ و زاری پر ضرور رحم فرماتا ہے۔ حق پہلا حق قسم کے معنی میں ہے یعنی بقسم بحق حق تعالیٰ۔ افسوں۔ یعنی زمین کی باتیں۔

۲ گفت۔ زمین نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں میری مٹی لے جانے کا بھی حکم دیا ہے اور بُردباری برتنے کا بھی حکم ہے لہٰذا اُن میں سے بردباری کو اختیار کر لیجئے اور مجھے معاف کر دیجئے۔ گفت حضرت عزرائیلؑ نے کہا کہ صریح حکم کے مقابلہ میں حلم اختیار کرنا بالکل غلط تاویل اور غلط قیاس ہے۔ نا مشتبہ یعنی صریح حکم۔ شورابہ۔ یعنی آنسو۔

۳ نیستم۔ عزرائیلؑ نے کہا میں پہلے تینوں فرشتوں سے بھی زیادہ رحم کرنے والا ہوں..... گر طپانچہ۔ اللہ کی جانب سے جو مصیبت اور ابتلاء جو آخرت کی بہبودی کا سبب بنے اُس نعمت سے بدرجہا بہتر ہے جو گمراہی کا سبب بن جائے۔ لُطف۔ اللہ تعالیٰ مصائب کو اُخروی عروج کا سبب بناتا ہے تو یہی قہر میں مہر مخفی ہوتی ہے۔

قہرِ حق[1] بہتر زصد لُطفِ من ست — منع کردن جاں زحق جاں کندن ست

اللہ (تعالیٰ) کا قہر میری سیکڑوں مہربانیوں سے بہتر ہے — اللہ (تعالیٰ) سے جان، بچانا جاں کنی ہے

بد تریں قہرش بہ از لُطفِ دو کون — نِعمَ رَبُّ العالمین و نِعمَ عون

اس کا بدترین قہر دونوں جہان کی مہربانی سے بہتر ہے — پروردگار دو عالم بہتر ہے اور مدد بہتر ہے

لُطفہائے مُضمر اندر قہرِ اُو — جاں سپُردن جاں فزاید بہرِ اُو

اُس کے قہر میں مہربانیاں پوشیدہ ہیں — اُس کے لئے جان دینا، جان کو بڑھاتا ہے

ہیں رہا کُن بد گمانی و ضلال — سر قدم کُن چونکہ فرمودت تعال

خبردار! بدگمانی اور گمراہی چھوڑ دے — سر کو پاؤں بنالے جبکہ اُس نے تجھے حکم دیا ہے کہ آجا

آں تعالِ[2] اُو تعالیہا دہد — مُستی و جُفت و نہالیہا دہد

اُس کا آجا کہنا تجھے بلندیاں عطا کرے گا — مستی اور جوڑا اور توشکیں عطا کرے گا

بارے آں امرِ سَنی را ہیچ ہیچ — مَن نیارم کرد مَن وپیچ پیچ

اب اُس بلند حکم کو تھوڑا سا بھی — میں سُست ڈھیلا اور مشکل نہیں بنا سکتا ہوں

ایں ہمہ نشنید آں خاکِ نژند — زاں گمانِ بد بُدش در گوش بند

اِس پست زمین نے یہ کچھ نہ سُنا — اُس بدگمانی کی وجہ سے اس کے کان میں کاگ تھی

باز از نوعِ دگر آں خاکِ پست — لابہ و سجدہ ہمی کرد اُو چو مَست

پھر وہ پست زمین دوسری طرح سے — مدہوش کی طرح خوشامد اور سجدہ کرتی تھی

گفت[3] نے بر خیز نبود زیں زیاں — مَن سَر و جاں می نہم رَہن و ضماں

انھوں نے کہا اُٹھ کھڑی ہو کوئی نقصان نہ ہوگا — میں سَر اور جان گروی اور ضمانت میں دیتا ہوں

گرُ میندیش و مکُن لابہ دگر — جُز بداں شاہِ رحیمِ داد گر

اُلٹا نہ سوچ اور پھر خوشامد نہ کر — سوائے اُس منصف، رحیم شاہ کے

بندہ فرمانم نیارم ترک کرد — امرِ اُو کز بحر انگیزید گرد

میں حکم کا بندہ ہوں، میں ترک نہیں کر سکتا ہوں — اُس کا حکم، جس نے سمندر سے گرد اُڑا دی

جُز ازاں خلاقِ گوش و چشم و سَر — نشنوم از جان خود ہم خیر و شر

اُس کان اور آنکھ اور سَر کے پیدا کرنے والے کے علاوہ — میں اپنی جان سے بھی بھلی اور بُری بات نہ سنوں گا

گوشِ من از گفت غیرِ اُو کر ست — امرِ اُو از جانِ شیریں خوشتر ست

اُس کے غیر کی گفتگو سے میرا کان بہرا ہے — اُس کا حکم میٹھی جان سے زیادہ بہتر ہے

---

[1] قہرِ حق۔ اللہ تعالیٰ کا یہ حکم قہر بھی ہے تو یہ اُس رحم سے بدرجہ افضل ہے جو میں تجھ پر کروں اور تجھ میں سے بچی۔ روحِ اللہ کے حکم پر اگر جان سے بھی دریغ کی جائے تو وہ ہلاکت ہے۔ جاں سپردن۔ اللہ کے حکم کے مطابق جان سپرد کرنا جان کی افزائش کا سبب ہے۔ سر قدم کن۔ یعنی سر کے بل چل پڑ۔

[2] آں تعال۔ اللہ کا یہ حکم کہ آجا۔ جنت کی نعمتوں سے مالا مال کر دے گا جانتے۔ عزرائیلؑ نے کہا میں اللہ کے حکم کے جاری کرنے میں کوئی تامل نہ کروں گا۔ الحق بہ۔ حضرت عزرائیلؑ کی ساری نصیحتیں بیکار ہوئیں جس کی بدگمانی نے اس کو بہرا بنا رکھا تھا۔ آخر اس زمین نے حضرت عزرائیلؑ کی خوشامدیں پھر شروع کر دیں۔

[3] گفت۔ حضرت جبرئیلؑ نے زمین سے کہا کہ خداوندی کی تعمیل تیرے لئے مفید ہے میری ذمہ داری ہے تجھے کوئی نقصان نہ پہنچے گا۔ مجھے بھی اللہ کے حکم کا خیال ہے جس کا حکم ہر ناممکن کو ممکن بنا دیتا ہے۔ بجز۔ میں اللہ تعالیٰ کے سوا اپنی جان کی بھی کوئی بات نہیں سنتا ہوں۔ امرِ او۔ اُس کا حکم مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ پیارا ہے۔

جاں[1] ازو آمد نیامد او ز جاں | صد ہزاراں جاں دہد او رایگاں
جان اُس سے آئی ہے وہ جان سے نہیں آیا | وہ لاکھوں جانیں مفت دے دیتا ہے

جاں چہ باشد کش گزینم بر کریم | کیک چہ بود کہ بسوزم زو گلیم
جان کیا ہوتی ہے کہ میں اُس کو کریم پر ترجیح دوں؛ | کھٹمل کیا ہوتا ہے کہ اُس کی وجہ سے میں کملی جلاؤں؟

من ندانم خیر اِلّا خیرِ او | صمٌّ و بکمٌ و عمیٌ من از غیرِ او
میں اُس کی خیر کے علاوہ کوئی خیر نہیں جانتا ہوں | میں اُس کے غیر سے بہرا اور گونگا اور اندھا ہوں

گوشِ من کرست از زاری کناں | کہ منم در کفِ او ہمچو سناں
رونے والوں سے میرا کان بہرا ہے | کیونکہ میں اُس کے ہاتھ میں بھالے کی طرح ہوں

در بیان[2] آنکہ مخلوقیکہ ترا ازو ظلمے رسد بحقیقت او ہمچوں آلتے
اس کا بیان کہ جس مخلوق سے تجھے تکلیف پہنچے وہ درحقیقت ایک آلہ کی طرح

است، عارف آں بود کہ بحق رجوع کند نہ بآلت و اگر بآلت
ہے عارف وہ ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے نہ کہ آلہ کی جانب

رجوع کند ظاہرا نہ از جہل کند بلکہ برائے مصلحتے چنانکہ بایزید
اور اگر بظاہر آلہ کی طرف رجوع کرتا ہے تو نادانی کی وجہ سے نہیں بلکہ مصلحت کی

قدّس سرّہ گفت کہ چندیں سال ست کہ من با مخلوق سخن
وجہ سے چنانچہ حضرت بایزید قدس سرہ نے فرمایا کہ بہت سے سال ہوگئے ہیں کہ میں نے

نگفتہ ام و از مخلوق سخن نشنیدہ ام ولیکن خلق چنیں پندارند
مخلوق سے بات نہیں کی ہے اور نہ میں نے مخلوق سے بات سنی ہے لیکن لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ میں

کہ با ایشاں میگویم و از ایشاں می شنوم زیرا کہ ایشاں مخاطب اکبر
اُن سے کہتا ہوں اور اُن سے سنتا ہوں کیونکہ وہ بڑے مخاطب کو نہیں دیکھتے ہیں

رانمی بینند کہ ایشاں چوں صدا اند نسبت بحالِ من و التفات
کیونکہ میرے اعتبار سے صدائے بازگشت کی طرح ہیں اور عقلمند سننے والے کی توجہ،

مستمعِ عاقل بصدا نباشد چنانکہ مثل ست معروف قال
صدائے بازگشت کی طرف نہیں ہوتی ہے چنانچہ مشہور مثل ہے کہ دیوار نے کیل

الجدارُ لِلوتدِ لِمَ تشقّنی قال الوتد انظر الی من یدقّنی
سے کہا کہ تو مجھے کیوں پھاڑ رہی ہے کیل نے کہا اسے دیکھ جو مجھے ٹھونک رہا ہے

[1] جاں۔ جان تو اللہ کی دی ہوئی ہے اگر اُس کے حکم پر جان جائے تو وہ سیکڑوں جانیں عطا کرسکتا ہے۔ جاں چہ باشد۔ اللہ کے مقابلہ میں جان حقیر ہے۔ کیک۔ میں تھوڑے فائدہ کی خاطر بڑا نقصان نہیں برداشت کرسکتا۔ گوشش۔ اُس کے حکم کو کسی کی آہ وزاری سے نہیں ٹالا جاسکتا میں اُس کے حکم کے سامنے مجبور محض ہوں۔

[2] در بیان۔ جو اہل اللہ ہیں وہ ہر معاملہ میں مسبب الاسباب پر نظر رکھتے ہیں اسباب سے قطع نظر کرتے ہیں اسباب کو کاریگر کا آلہ سمجھتے ہیں حضرت بایزید بسطامیؒ نے فرمایا تھا کہ میں نے عرصۂ دراز سے نہ کسی انسان کی بات سنی اور نہ کسی انسان سے گفتگو کی تو اس کا مطلب یہی تھا کہ وہ ہر معاملہ کا متصرف خدا ہی کو سمجھتے تھے۔

[3] گرچہ۔ کرتی شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ گر گزندت رسد ز خلق مرنج / کہ نہ راحت رسد ز خلق نہ رنج / از خدا داں خلافِ دشمن و دوست / کہ دلِ ہر دو در تصرفِ اوست
قال الجدار۔ دیوار نے کیل سے شکایت کی تو کیل نے جواب دیا کہ اصل سبب کو دھیان میں رکھو۔

احمقانہ از سِناں رحمت مجو / در دہانِ اژدہا رَو بہرِ اُو[1]

بیوقوفی سے بھالے سے رحم کا خواہاں نہ بن / اُس (اللہ تعالیٰ) کی خاطر اژدہے کے منہ میں چلا جا

از دمِ شمشیرِ تو رحمت مجو / زاں شہے جو کاں بُوَد در دستِ او

تو تلوار کی دھارے رحم نہ تلاش کر / اُس شاہ سے مانگ وہ جس کے ہاتھ میں ہو

بارِ سِنان و تیغ لابہ چوں کنی / کو اسیر آمد بدستِ آں سَنی

تو بھالے اور تلوار کی خوشامد کیوں کرتی ہے؟ / وہ اُس بلند (اللہ تعالیٰ) کے ہاتھ کے پابند ہیں

اُو بصنعت آذرست و مَن صنم / آلتے کو سازدم مَن آں شوم

وہ کاریگری میں آذر ہے اور میں بُت ہوں / وہ آلہ جو بھی بناتا ہے میں بن جاتا ہوں

گر مرا ساغر کُند ساغر شوم / ور مرا خنجر کُند خنجر شوم

اگر وہ مجھے ساغر بنائے میں ساغر بن جاؤں / وہ اگر مجھے خنجر بنائے، خنجر بن جاؤں

گر مرا چشمہ کُند آبے دہم / ور مرا آتش کُند تابے دہم

اگر وہ مجھے چشمہ بنا دے، میں پانی دوں / اگر وہ مجھے آگ بنا دے، گرمی پہنچاؤں

گر مرا باراں[2] کُند خرمن دہم / ور مرا ناوک کُند در تن جہم

اگر وہ مجھے بارش بنا دے میں کھلیان دوں / اگر وہ مجھے تیر بنا دے میں جسم میں گھس جاؤں

گر مرا مارے کُند زہر افگنم / ور مرا یارے کُند مہر آگنم

اگر وہ مجھے سانپ بنا دے، تو زہر اُگلوں / اور اگر وہ مجھے دوست بنا دے تو محبت بھر دوں

گر مرا شکّر کُند شیریں شوم / ور مرا حنظل کُند پُر کیں شوم

اگر وہ مجھے شکر بنا دے میں شیریں بنجاؤں / اور اگر وہ مجھے ایلوا بنا دے تو میں کینہ ور بنجاؤں

گر مرا شیطاں کُند سرکش شوم / ور مرا سوزاں کُند آتش شوم

اگر وہ مجھے شیطان بنا دے میں سرکش ہو جاؤں / اور اگر وہ مجھے جلانے والا بنا دے تو میں آگ بنجاؤں

من چو کِلکم درمیانِ اِصبعین[3] / نیستم در وصفِ طاعت بین بین

میں دو انگلیوں کے درمیان قلم کی طرح ہوں / میں صفتِ طاعت میں مذبذب نہیں ہوں

خاک را مشغول کرد اُو در سخن / یک کفے بر بود زاں خاکِ کہن

انھوں نے مٹی کو باتوں میں لگا یا / (اور) اُس پرانی مٹی سے ایک مٹھی بھر لی

ساحرانہ در ربود از خاکداں / خاک مشغولِ سخن چوں بیخوداں

وہ زمین سے شعبدہ بازوں کی طرح لے اُڑے / زمین مدہوشوں کی طرح بات میں مشغول تھی

---

[1] درِ دہاں۔ اللہ کے کسی حکم میں بھی چون و چرا نہ ہونی چاہیئے۔ اگر وہ سانپ کے منہ میں جانے کا حکم دے تو اس کو ہی بہتر سمجھنا چاہیئے۔ تو حضرت عزرائیلؑ نے فرمایا ناصحِ حقیقی اللہ تعالیٰ ہے میں بمنزلہ اس کے آلے کے ہوں۔ ساغر۔ کسی پر رحمت کا حکم ہوگا تو میں رحم کروں گا۔ خنجر۔ کسی پر قہر کا حکم ہوگا تو میں قہر کروں گا۔

[2] گر مرا باراں۔ جس طرح کا وہ حکم دے گا میں وہی کروں گا خواہ اُس میں کسی کا فائدہ ہو یا بظاہر نقصان ہو۔ گر مرا مارے۔ حضرت عزرائیلؑ نے فرمایا اللہ تعالیٰ جو کام بھی مجھ سے لے گا میں وہی کروں گا۔

[3] اِصبعین۔ حدیث شریف ہے: اِنَّ قُلُوْبَ بَنِیْ آدَمَ بَیْنَ اِصْبَعَیْنِ مِنْ اَصَابِعِ الرَّحْمٰنِ یُقَلِّبُهَا کَیْفَ یَشَآءُ۔ بنی آدم کے دل اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں کے درمیان میں اُن کو پلٹتا رہتا ہے جیسا چاہتا ہے۔

بُرد تا حق تُربتِ[1] بے رائے را
بے وقوف مٹی کو اللہ تعالیٰ کے پاس لے گئے

تا بمکتب آں گریزاں پائے را
(جیسا کہ) مکتب میں بھگوڑے (بچے) کو

گفت یزداں کہ بعلمِ روشنم
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا اپنے روشن علم کی قسم

کہ ترا جلادِ ایں خلقاں کنم
کہ تجھے مخلوق کا جلاد بناؤں گا

گفت یارب دشمنم گیرند خلق
انھوں نے عرض کیا اے خدا مخلوق مجھے دشمن سمجھے گی

چوں فشارم خلق را در مرگ حلق
جبکہ موت کے لئے میں مخلوق کا گلا دباؤں گا

تو[2] روا داری خداوندِ سنی
اے بزرگ خدا! تو مناسب سمجھتا ہے

کہ مرا مبغوض و دشمن رو کنی
کہ مجھے مبغوض اور دشمن کے چہرے والا بنائے

گفت اسبابے پدید آرم عیاں
اس (اللہ تعالیٰ) نے فرمایا میں اسباب ظاہر کردونگا

از تپ و قولنج و سرسام و سناں
(یعنی) بخار اور (درد) قولنج اور سرسام اور بھالا

از صداع و ماشرا و از خناق
دردِ سر اور خون کے جوش سے اور گلے کے ورم سے

وز زکام و از جذام و از فواق
اور زکام سے اور کوڑھ اور ہچکی سے

سدہ و اسہال و استسقا و سل
سُدہ اور دست اور استسقاء اور سِل

کسرِ ذاتُ الصدر و لدغ و دردِ دل
(ہڈی ٹوٹنے اور نمونیہ اور سانپ کے ڈسنے اور درد دل سے)

تا بگردانم نظر شاں را ز تو
تاکہ اُن کی نگاہ تجھ سے پھیر دوں

در مرضہا و سببہائے سہ تو
مرضوں اور تہرے سببوں میں

گفت[3] یارب بندگاں ہستند نیز
اُن (عزرائیلؑ) نے عرض کیا اے خدا! ایسے بندے بھی ہیں

کہ سببہا را بدرّند اے عزیز
کہ اسباب کو چاک کردیتے ہیں، اے عزیز!

چشمِ شاں باشد گذارہ از سبب
اُن کی نظر سبب سے گذری ہوئی ہوتی ہے

در گذشتہ از حُجُب از فضلِ رب
وہ اللہ (تعالیٰ) کی مہربانی سے پردوں سے آگے بڑھے ہوئے ہیں

سُرمۂ توحید از کحّالِ حال
حالت کے سُرمہ کش کی جانب سے توحید کا سُرمہ

یافتہ، رَستہ ز علّت و اعتلال
پائے ہوئے ہیں، سبب اور سبب بتانے سے نجات پائے ہوئے ہیں

ننگرند اندر تپ و قولنج و سل
وہ بخار اور قولنج اور سِل کو نہیں دیکھتے ہیں

راہ ندہند ایں سببہا را بدل
دل میں اِن اسباب کو راستہ نہیں دیتے ہیں

زانکہ ہر یک زیں مرضہا را دواست
کیونکہ اِن مرضوں میں سے ہر ایک کی دوا ہے

چوں دوا نپذیرد آں فعلِ قضاست
جب وہ دوا کو نہ قبول کرے وہ قضا (خداوندی) کا کام ہے

---

[1] تُربتِ بے رائے۔ زمین کی رائے بے ڈھنگی تھی۔ تابمکتب۔ زمین کی مٹی کو اسی طرح حضرت عزرائیلؑ لے گئے جس طرح بھگوڑے بچے کو مکتب میں لے جایا جاتا ہے۔ گفت۔ حضرت عزرائیلؑ چونکہ زمین کی خوشامد سے متاثر نہ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے اُن کے لئے جلادی کا عہدہ پسند فرمایا۔

[2] تو روا داری۔ حضرت عزرائیلؑ کو ملک الموت بنایا تو انھوں نے عرض کیا کہ جن جانداروں کی روح قبض کروں گا وہ مجھ سے بُغض کریں گے اور مجھے اپنا دشمن سمجھیں گے تو یہ بات آپ میرے لئے کیوں پسند کرتے ہیں۔ گفت۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عزرائیلؑ کے جواب میں فرمایا کہ میں موت کے اسباب پیدا کردوں گا تو لوگ اُن کو دیکھیں گے تیری طرف سے لوگوں کی نگاہیں ہٹ جائیں گی۔

[3] گفت۔ حضرت عزرائیلؑ نے عرض کیا یہ تو درست ہے کہ عوام کی نگاہ اسباب پر ہوتی ہے لیکن خاصانِ خدا بھی تو ہیں جو اسباب سے قطع نظر کرتے ہیں اور اصل کو پیشِ نظر رکھتے ہیں۔ اِشکال وقت میں پڑنا۔ زانکہ۔ وہ لوگ یہ جانتے ہیں کہ دوا میں تاثیر ہے لیکن جب وہ اثر نہ کرے تو پھر یہ فعلِ خداوندی ہی ہے۔

۱۲

هر مرض دارد دوا میداں یقیں — چوں دوائے رنج سرما پوستیں

یقین کے ساتھ جان لے کہ ہر مرض کی دوا ہے — جس طرح جاڑے کی تکلیف کی دوا پوستین ہے

چوں خدا خواہد کہ مردے بفسرد — سردی از صد پوستین ہم بگذرد

جب خدا چاہتا ہے کہ انسان ٹھٹھرے — (تو) سردی سیکڑوں پوستینوں میں سے گذر جاتی ہے

در وجودش لرزۂ بنہد کہ آں — نے ز آتش کم شود نے از دخاں

اُس کے جسم میں وہ ایسی کپکپی پیدا کر دیتی ہے — جو نہ آگ سے کم ہوتی ہے نہ دھویں سے

بر تنِ او سردیِ بنہد چناں — کاں بجامہ ہم نگردد و آتش آں

اُس کے جسم میں ایسی سردی پیدا کر دیتی ہے — کہ وہ کپڑوں سے بھی نہیں ٹلتی اور آگ سے (بھی)

چوں قضا آید طبیب ابلہ شود — واں دوا در نفع ہم گمرہ شود

جب قضا آتی ہے طبیب بیوقوف ہو جاتا ہے — وہ دوا نفع پہنچانے میں بے راہ ہو جاتی ہے

کے شود محجوب ادراکِ بصیر — زیں سببہائے حجابِ گول گیر

بینا کا احساس کب چھپ سکتا ہے — احمق کو مبتلا کرنے والے اِن اسباب سے

اصل بیند دیدہ چوں اکمل بود — فرع بیند چونکہ مرد احول بود

جب آنکھ مکمل ہوتی ہے وہ اصل کو دیکھتی ہے — جب انسان بھینگا ہو تو وہ فرع کو دیکھتی ہے

جواب آمدن از حضرتِ عزت عزرائیلؑ را کہ آں کہ نظر او بر

اللہ تعالیٰ کی جانب سے حضرت عزرائیلؑ کو جواب آنا کہ جو نظر اسباب اور

اسباب و مرض و زخمِ تیغ نیاید بر کارِ تو عزرائیلؑ ہم نیاید کہ تو

مرض اور تلوار کی ایذا رسانی پر نہیں پڑتی ہے اے عزرائیل وہ تیرے کام پر بھی نہ پڑے گی

ہم سببی اگرچہ مخفی تری ازاں سببہا و بود کہ براں رنجور مخفی

کیونکہ تو بھی ایک سبب ہے اگرچہ اُن سببوں سے زیادہ مخفی ہے اور ہو سکتا ہے کہ اُس بیمار

نباشد و نحنُ اقربُ الیہِ منکم ولٰکن لا تبصرون

سے یہ مخفی نہ ہو کہ ہم اُس (مرنے والے) سے تم سے بھی زیادہ قریب ہیں لیکن تم نہیں دیکھتے ہو

گفت یزداں ہر کہ باشد اصل داں — پس ترا کے بیند او اندر میاں

اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا جو شخص اصل کو جاننے والا ہوگا — وہ تجھے درمیان میں کب دیکھے گا؟

گرچہ خویش از عامہ پنہاں کردۂ — پیشِ روشن دیدگاں ہم پردۂ

اگرچہ تو نے عوام سے اپنے آپ کو چھپا لیا ہے — روشن آنکھ والوں کے سامنے تو بھی ایک پردہ ہے

---

۱ ہر مرض۔ حدیث شریف ہے لِکُلِّ دَاءٍ دَوَاءٌ ہر بیماری کی دوا ہے۔ پوستین۔ سردی سے پوستین کے ذریعہ بچاؤ ہوتا ہے لیکن اگر خدا چاہے تو سردی پوستینوں سے گذر کر بدن کو ستا دیتی ہے ... در وجودش جسم میں ایسی سردی گھستی ہے کہ نہ کپڑوں سے چین پڑتا ہے نہ آگ اور دھوپ سے۔

۲ چوں قضا۔ قضاء خداوندی کے خلاف ہر دوا بیکار ثابت ہو جاتی ہے اور طبیب اپنی حماقت سے اُلٹی دوا تجویز کرتا ہے۔ بصیر۔ جن لوگوں کو بصیرت حاصل ہے وہ اسباب سے دھوکے میں نہیں پڑتے ہیں اور نگاہ صحیح سو کرتی ہے جو بھینگا ہوتا ہے وہ اسباب کو دیکھتا ہے۔

۳ جواب۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عزرائیل کو جواب دیا کہ تم بھی بمنزلہ ایک سبب کے ہو اگرچہ عوام کی نگاہ سے مخفی ہو لیکن اصحاب بصیرت تم کو بھی سبب سمجھیں گے اور حقیقی متصرف مجھے ہی خیال کریں گے۔ گفت۔ اللہ نے فرمایا کہ تم بھی محض ایک پردہ ہو اصحاب بصیرت کی نگاہ پردہ چاک کر کے اصل تک پہنچ جاتی ہے۔

[1] وانکہ ایشاں را شکر باشد اجل
اور یہ کہ موت اُن کے لئے شکر ہوتی ہے

چوں نظرشاں مست باشد در دُوَل
کیونکہ اُنکی نگاہ (آخرت کی) دولتوں میں مست ہوتی ہے

[3] تلخ نبود پیشِ ایشاں مرگِ تن
جسم کی موت اُن کے لئے کڑوی نہیں ہوتی ہے

چوں روند از چاہ و زنداں در چمن
کیونکہ وہ کنویں اور قید خانے سے چمن میں جاتے ہیں

آنکہ وارَست از جہانِ ہیچ ہیچ
جو شخص ہیچ در ہیچ دنیا سے چھوٹ گیا

می نگرید بر فواتِ ہیچ ہیچ
وہ ناچیز کے فوت ہوجانے پر نہیں روتا ہے

[2] بُرجِ زنداں را شکست ارکانیے
کسی اہلکار نے قید خانہ کی عمارت توڑدی

ہیچ از و رنجد دلِ زندانیے
کیا اس سے کوئی قیدی رنجیدہ ہوگا

کاے دریغ ایں سنگِ مرمر را شکست
کہ ہائے افسوس اس نے سنگِ مرمر توڑ دیا

تا روان و جانِ ما از حبس رُست
حتیٰ کہ ہماری رُوح اور جان قید سے چھوٹ گئی

آں رُخامِ خوب و آں سنگِ لطیف
وہ عمدہ پتھر اور وہ نازک پتھر

بُرجِ زنداں را بہی بُود و الیف
قید خانہ کی عمارت کے لئے اچھا اور مناسب تھا

چوں شکستش تا کہ زندانی برَست
جب اُس کو اس لئے توڑا کہ قیدی چھوٹ گیا

دستِ اُو در جرمِ ایں باید شکست
اِسکے جرم میں اُس کا ہاتھ توڑنا چاہئے

ہیچ زندانی نگوید ایں فُشار
یہ لغو بات کوئی قیدی نہ کہے گا

جز کسے کز حبس آرندش بدار
سوائے اُس کے جس کو قید خانے سے سولی پر لیجائیں

[3] تلخ کے باشد کسے را کش بَرند
اُس شخص کو ناگوار کب ہوگا جس کو لیجائیں

از میانِ زہرِ ماراں سُوئے قند
سانپوں کے زہر میں سے شکر کی جانب؟

جاں مجرّد گشتہ از غوغائے تن
جسم کے شوروغل سے جان چھوٹ کر

می پرد با پرِ دل بے پائے تن
دل کے پر سے پرواز کرتی ہے نہ کہ جسم کے پاؤں سے

ہمچو زندانیِ چہ کاندر شباں
کنویں کے اُس قیدی کی طرح جو راتوں کو

خُسپد و بیند بخواب اُو گُلستاں
سوئے اور وہ خواب میں باغ کو دیکھے

گوید اے یزداں مرا در تن مبَر
وہ کہے گا اے خدا! مجھے جسم کے اندر نہ کر

تا دریں گلشن کنم من کرّ و فر
تاکہ میں اس باغ میں مزے اُڑاؤں

گویدش یزداں دُعا شد مستجاب
اُس سے اللہ (تعالیٰ) فرمائے گا کہ دعا قبول ہوگئی

وا مرو واللّٰہُ اعلمُ بالصّواب
واپس نہ جا، اور اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے

---

[1] وانکہ - جو اصحاب بصیرت ہیں چونکہ اُن کی نگاہیں اُخروی دولتوں پر ہیں لہٰذا وہ موت اور مارنے والے کو بُرا نہیں سمجھ سکتے وہ اپنی موت کو ایسا ہی سمجھتے ہیں جیسا کہ کوئی کنویں کی قید سے نکل کر چمن میں پہنچ جائے۔ ہیچ ہیچ - دنیاوی دولت۔

[2] برج - مومن کی موت ایسی ہے جیسے کسی قیدی کا قید خانہ ٹوٹنا اگر کوئی کارکن اُس کو توڑے گا تو کسی قیدی کو تکلیف نہ ہوگی۔ کاے - یہ بات کوئی قیدی نہ کہے گا۔ رخام - سنگِ مرمر۔ برج یعنی عمارت۔ جز کسے - ہاں وہ قیدی یہ باتیں کہے گا جو جیلخانہ سے پھانسی پر جائے۔

[3] تلخ - مومن کی موت تو ایسی ہے کہ کسی کو سانپوں کے زہر سے بچا کر قند میں پہنچا دیا جائے۔ جان - جب روح جسم کی قید سے آزاد ہو جاتی ہے تو اُس کی پرواز بڑھ جاتی ہے۔ ہمچو - مومن کی دنیاوی زندگی کی یہ مثال ہے۔ گوید - اُس قیدی کی تمنا ہوتی ہے کہ وہ بیدار نہ ہو اور روح جسم میں لوٹ کر نہ آئے۔ گویدش - اگر اللہ تعالیٰ اُس قیدی کی دعا قبول کرے وہ کس قدر خوش نصیب ہوگا۔

اینچنیں خوابے بہ بیں چوں خوش بود — مرگ نادیدہ بجنت در رود

دیکھ، ایسا خواب کیسا اچھا ہوتا ہے — موت کو دیکھے بغیر جنت میں چلا جاتا ہے

ہیچ او حسرت خورد بر انتباہ — بر تنِ با سلسلہ در قعرِ چاہ

کیا اُس کو بیداری پر کوئی حسرت ہوتی ہے — کنویں میں بندھے ہوئے جسم پر

مومنی آخر درآ در صفِ رزم — کہ ترا بر آسماں بودست بزم

تو مومن ہے، بالآخر معرکہ کی صف میں آجا — کیونکہ آسمان پر تیری محفل موجود ہے

بر امیدِ راہِ بالا کن قیام — ہمچو شمعے پیشِ محراب اے غلام

(دائم) بالا کی راہ کی امید پر کھڑا رہ — محراب کے سامنے اے نوجوان! شمع کی طرح

اشک می بار و ہمی سوز از طلب — ہمچو شمعِ سر بریدہ جملہ شب

طلب میں آنسو بہا اور جلتا رہ — تمام رات سر کٹی شمع کی طرح

لب فرو بند از طعام و از شراب — سوئے خوانِ آسمانی کن شتاب

کھانے اور پینے سے ہونٹ بند کرلے — آسمانی خوان کی جانب جلدی قدم بڑھا

دمبدم بر آسماں میدار امید — در ہوائے آسماں رقصاں چو بید

ہر وقت آسمان سے امیدوار بن — بید کی طرح آسمانی ہوا میں رقص کرتے ہوئے

دمبدم از آسماں می آیدت — آب و آتش رزق می افزایدت

آسمان سے ہر وقت تجھے پہنچتا ہے — پانی اور گرمی، جو زیادہ رزق بڑھاتا ہے

گر ترا آنجا برد نبود عجب — منگر اندر عجز و بنگر در طلب

اگر وہ تجھے اس طرف کھینچ لے، عجب نہ ہوگا — کمزوری پر نظر نہ کر، طلب کو دیکھ

کایں طلب در تو گروگانِ خدا ست — زانکہ ہر طالب بمطلوبے سزا ست

تیرے اندر یہ طلب، خدا کی مرہون ہے — کیونکہ ہر طالب ایک مطلوب کے لائق ہے

جہد کن تا ایں طلب افزوں شود — تا دلت زیں چاہِ تن بیروں شود

کوشش کر، تاکہ یہ طلب بڑھے — تاکہ تیرا دل جسم کے اس کنویں سے باہر آئے

خلق گوید مرد مسکیں آں فلاں — تو بگوئی زندہ ام اے غافلاں

مخلوق کہے گی، وہ فلاں بےچارا مرگیا — تو کہے گا، اے غافلو! میں زندہ ہوں

ایک مناسب مطلوب ہونا چاہیئے۔ جہد کن۔ فطری طلب میں اضافہ کیا جاسکتا ہے۔ خلق۔ جب تو کسی
تو اِس حالت میں مرکر لوگ تجھے مُردہ سمجھیں اور تو اپنے آپ کو ابدی زندگی کے ساتھ زندہ سمجھے۔

1 اینچنیں۔ اِس قیدی کی یہ نیند کیسی پیاری ہے۔ ہیچ۔ بیداری اور روح کے جسم میں آجانے پر اُس کو کوئی خوشی نہیں ہوتی ہے۔ مومنی۔ جب کہ مومن کے لئے دنیا قید خانہ ہے تو اُس کو اِس سے نجات حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے اُس کے لئے آخرت میں محفلیں آراستہ ہیں۔ بر اُمید۔ آخرت کی طرف راہیاب ہونے کے لئے رات کو محراب میں کھڑا رہنا چاہیئے اور سر بریدہ شمع کی طرح آنسو بہانے چاہئیں۔

2 اشک۔ ایک مومن کو شب بیداری میں عبادت کے اندر شمع کی طرح پُرسوز اور پُراشک رہنا چاہیئے لب۔ دنیاوی لذتوں کو ترک کرکے اُخروی نعمتوں کا منتظر رہنا چاہیئے۔ بید۔ بید کے درخت کی نازک شاخیں ہر وقت لرزتی رہتی ہیں۔ دمبدم۔ اللہ تعالےٰ کی طرف سے جس طرح دنیوی نعمتوں کا اہتمام ہے اُخروی نعمتوں کا بھی اہتمام ہوسکتا ہے۔

3 گر ترا۔ اُخروی نعمتوں تک پہنچنے کا ذریعہ انسان کی طلب و جستجو ہے نہ کہ انسان کی جسمانی طاقت۔ کایں طلب۔ یہ طلب اور جستجو بھی خدا ہی عنایت کرتا ہے کیونکہ ہر طالب کے لئے

گر تنِ من ہمچو تنہا خفتہ است (١) — ہشت جنّت در دلم بشگفتہ است

اگرچہ میرا جسم جسموں کی طرح سویا پڑا ہے — آٹھ جنّتیں میرے دل میں کھلی ہوئی ہیں

جاں چو خفتہ در گُل و نسریں بُوَد — چہ غم ست ار تن دراں سرگیں بُوَد

جب رُوح گُل اور نسرین میں سوئی ہوئی ہو — اگر جسم اِس گوبر میں ہو تو کیا غم ہے؟

جانِ خُفتہ چہ خبر دارد ز تن — کو بگلشن خُفتہ یا در گولخن

سوئی ہوئی رُوح کو جسم کی کیا خبر؟ — کہ وہ چمن میں سویا ہوا ہے یا بھٹی میں

میزند جاں در جہانِ آبگوں — نعرۂ یَا لَیْتَ قَوْمِیْ یَعْلَمُوْن

روح پانی جیسے عالم میں لگا رہی ہے — "کاش میری قوم جان لیتی" کا نعرہ

گر نخواہد زیست جاں بے ایں بدن (٢) — پس فلک ایوانِ کہ خواہد بُدن

اگر روح اِس جسم کے بغیر نہیں جی سکتی — تو پھر آسمان کس کا محل ہوگا؟

گر نخواہد بے بدن جانِ تو زیست — فِی السَّمَاءِ رِزْقُکُم روزیِ کیست

اگر تیری جان جسم کے بغیر زندہ نہ رہیگی — "آسمانوں میں ہے تمہارا رزق"، کس کی روزی ہے؟

دربیانِ وخامتِ چرب وشیرینِ دنیا ومانع شُدنِ او

اِس بیان میں کہ دنیا کی چکنی اور میٹھی چیز ناسازگار ہے اور وہ اللہ کے طعام سے

از طعام اللہ چنانچہ فرمود "اَلْجُوْعُ طَعَامُ اللّٰہِ یُحْیِیْ بِہٖ اَبْدَانَ

مانع ہے چنانچہ فرمایا ہے بھوک اللہ کا کھانا ہے جس سے وہ صدیقین کے جسموں

الصِّدِّیْقِیْنَ اَیْ فِی الْجُوْعِ یَصِلُ طَعَامُ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ

کو زندہ رکھتا ہے یعنی بھوک میں اللہ عزّ وجل کا کھانا پہنچتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَبِیْتُ عِنْدَ رَبِّیْ یُطْعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِیْ

نے فرمایا اور میں اپنے خدا کے پاس رات گذارتا ہوں وہ مجھے کھلاتا اور پلاتا

وَقَوْلُ اللّٰہِ تَعَالٰی یُرْزَقُوْنَ فَرِحِیْنَ

ہے اور اللہ تعالےٰ کا قول ہے اُن کو رزق دیا جاتا ہے وہ خوش ہیں

وا رہی زیں روزیِ ریزہ کثیف (٣) — در فتی در لوت و در قوتِ شریف

اِس گندے اور معمولی روزی سے چھٹکارا حاصل کرے — تو لذیذ غذا اور شریف روزی میں پہنچ جائے گا

گر ہزاراں رطل لوتش می خوری — میروی پاک و سُبک ہمچوں پری

اگر تو اِس لذیذ غذا کے ہزاروں رطل کھائیگا — (تب بھی) پاک اور ہلکا رہ کر پری کی طرح پرواز کرے گا

---

١ گر تنِ من - مردہ سمجھنے والوں سے تو یہ کہے کہ اگرچہ میرا جسم عام جسموں کی طرح مُردہ نظر آرہا ہے لیکن دل میں آٹھوں جنّتیں بہار دکھا رہی ہیں۔ جانِ خُفتہ۔ اگر روح گُل و نسرین کی سیر کر رہی ہے تو جسم کے کسی خراب جگہ پڑے ہونے پر کوئی صدمہ نہیں ہوتا ہے۔ جانِ خُفتہ۔ جو روح عالمِ برزخ میں آرام سے سو رہی ہے اس کو جسم کی کوئی پروا نہیں ہوتی ہے۔ یا لیت۔ جنتی جنت میں داخل ہوتے وقت تمنا کرے گا کہ کاش میری قوم میرے اِس عیش و عشرت سے واقف ہوتی۔

٢ گر نخواہد۔ جنت میں یہ مادّی بدن نہ ہوگا اور روح زندہ رہے گی اور اُس کو زندہ رکھنے کے لئے خدا اُس کو روزی عنایت کرے گا یہ معنوی روزی اور رزق ہوگا۔ دربیان۔ اب مولانا نے معنوی روزی کا بیان شروع کیا ہے۔ اَلْجُوْعُ۔ یہ حدیث ان الفاظ سے کتابوں میں مذکور نہیں ہے۔ وَاَبِیْتُ۔ یہ روایت صومِ وصال کے سلسلے میں کتابوں میں مذکور ہے۔

٣ وا رہی۔ انسان جس قدر رزقِ ظاہری سے دور رہیگا اُسی قدر اُس کو رزقِ باطنی حاصل ہوگا مگر ہاں۔ معنوی رزق اُن تمام عیوب سے پاک ہے جو رزقِ ظاہری میں ہیں۔

کہ نہ حبسِ باد و قولنجت کند ۱؎ — چار میخِ معدہ آہنجت کند

کیونکہ نہ ریح کا رُکنا تیرے قولنج کرے گا — (نہ) معدہ کی تکلیف تجھے ستائے گی

گر خوری کم گرسنہ مانی چو زاغ — ور خوری پُر گیرد آروغت دماغ

اگر تو کم کھائے گا، کوّے کی طرح بھوکا رہیگا — اگر پیٹ بھر کر کھائے گا تیری ڈکار دماغ پر اثر کریگی

کم خوری خوئے بد و خشکی و دق — پُر خوری شد تخمہ را تن مستحق

تو کم کھائے، بدمزاجی اور خشکی اور دق (ہوگی) — پیٹ بھر کر کھائے، تو جسم ہیضہ کا مستحق ہو گیں

از طعام اللہ و قوتِ خوشگوار — بر چناں دریا چو کشتی شو سوار

اللہ کے کھانے اور خوشگوار خوراک کے ذریعہ — ایسے دریا پر کشتی کی طرح سوار ہو جا

باش در روزہ شکیبا و مُصِر — دمبدم قوتِ خدا را منتظر

روزے میں صابر اور مُصر بن کر — ہر وقت اللہ (تعالیٰ) کی روزی کا منتظر رہ

کاں خدائے خوب کار و بُردبار — ہدیہ ہا را مید ہد در انتظار

کیونکہ وہ خدا اچھے کام کرنے والا اور بُردبار ہے — انتظار میں تحفے دیتا ہے

انتظارِ ناں ندارد مردِ سیر — کہ سبک آید وظیفہ یا کہ دیر

پیٹ بھرا انسان روٹی کا انتظار نہیں کرتا ہے — کہ خوراک جلدی آئے گی، یا دیر میں

بینوا ۲؎ ہر دم ہمی گوید کہ کو — وز مجاعت منتظر در ماند او

بے سر و سامان کہتا رہتا ہے کہ کہاں ہے؟ — بھوک کی وجہ سے وہ منتظر رہتا ہے

چوں نباشی منتظر ناید بتو — آں نوالہ دولتِ ہفتاد تو

جب تو منتظر نہ ہوگا تیرے پاس نہیں آئیگا — ستر گُنا دولت کا لقمہ

اے پدر الانتظار الانتظار — از برائے خوانِ بالا مرد وار

اے بابا! انتظار کر، انتظار کر — مردوں کی طرح آسمانی خوان کا

ہر گرسنہ ۳؎ عاقبت قوتے بیافت — آفتابِ دولتے بر وے بتافت

انجام کار ہر بھوکے نے روزی حاصل کرلی، — دولت کا آفتاب اُس پر چمکا

ضیفِ باہمت چو آشے کم خورد — صاحبِ خواں آشِ بہتر آورد

باہمت مہمان جب کھانا کم کھاتا ہے — میزبان عمدہ کھانا لاتا ہے

جز کہ صاحبِ خوانِ درویشِ لئیم — ظنِ بد کم بر بہ رزاقِ کریم

بجز مفلس کمینہ میزبان کے — سخی رزق دینے والے کے بارے میں بدگمانی نہ کر

۱؎ کہ نہ۔ رزقِ ظاہری درد قولنج اور معدہ کی بیماریاں پیدا کرتا ہے۔ گر خوری۔ رزقِ ظاہری کی کمی اور زیادتی دونوں مُضر ہیں۔ دماغ۔ ڈکار سُستی کی علامت ہے جس سے دماغ ڈِل ہو جاتا ہے۔ باش۔ انسان ظاہری روزی کو چھوڑتا ہے اور معنوی روزی کا منتظر رہتا ہے تب اُس کو معنوی روزی حاصل ہوتی ہے۔ انتظار۔ پیٹ بھرا روزی کا منتظر نہیں رہتا ہے۔

۲؎ بینوا۔ جب ظاہری روزی نہ ہوگی اور بھوک لگے گی تو انسان معنوی روزی کا منتظر رہے گا، اور حضرت حق تعالیٰ ستّر گُنا معنوی روزی عطا فرمادینگے۔ الانتظار۔ حدیث شریف ہے اَفْضَلُ الْعِبَادَةِ اِنْتِظَارُ الْفَرَجِ۔ کشادگی کا منتظر رہنا بہترین عبادت ہے۔

۳؎ ہر گرسنہ۔ ظاہری روزی سے احتراز کرکے جب بھوک پیدا کرلوگے تو معنوی زندگی کا آفتاب طلوع کرے گا۔ ضیف۔ اگر مہمان کھانا کم کھاتا ہے تو سخی مہربان اُس کے لئے اور اچھا کھانا تیار کرکے لاتا ہے۔ بجز کمینے میزبانوں کا یہ طریقہ ہے کہ وہ مہمان کی پروا نہیں کرتا ہے اور اُسکے کم کھانے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور اعلیٰ کھانا نہیں کھلاتا ہے تو خدا کے ساتھ اِس طرح کی بدگمانی نہ کر وہ سخی مہربان ہے۔

سر[1] برآور ہمچو کوہے اے سند | تا نخستیں نورِ خور بر تو زند
اے معتمد! پہاڑ کی طرح سر ابھار | تاکہ پہلے ہی سورج کی روشنی تجھ پر پڑے

کاں سرِ کوہِ بلندِ مستقر | ہست خورشیدِ سحر را منتظر
مستقل، بلند پہاڑ کی چوٹی | صبح کے سورج کی منتظر ہے

درجوابِ آں مغفل کہ گفتہ است کہ خوش بودے ایں جہاں اگر مرگ نبودے وخوش بودے ملکِ دنیا اگر زوالش نبودے

اُس بیوقوف کا جواب جس نے کہا ہے کہ یہ جہان کیا ہی اچھا ہوتا اگر موت نہ ہوتی اور دنیا کی سلطنت اچھی ہوتی اگر اُس کا زوال نہ ہوتا

وَعَلٰی هٰذِهِ الْوَتِیْرَةِ مِنَ الْفُشَارَاتِ

اور اسی طرح کی بکواسیں

آں یکے[2] میگفت خوش بودے جہاں | گر نبودے پائے مرگ اندر میاں
ایک شخص کہتا تھا دنیا اچھی ہوتی | اگر موت کا پاؤں درمیان میں نہ ہوتا

آں دگر گفت ار نبودے مرگ ہیچ | کہ نیرزیدے جہانِ پیچ پیچ
دوسرے شخص نے کہا اگر موت بالکل نہ ہوتی | تو پُرپیچ دنیا ایک تنکے کی نہ ہوتی

خرمنے بودے بدشت افراشتہ | مُہمل وناکوفتہ بگذاشتہ
جنگل میں ابھرا ہوا ایک کھلیان ہوتا | بیکار بغیر گہائے ہوئے چھوڑا ہوا

مرگ[3] را تو زندگی پنداشتی | تخم را در شورہ خاکے کاشتی
تو نے موت کو زندگی سمجھا | بیج کو شور زمین میں بو دیا

عقلِ کاذب ہست خود معکوس بیں | زندگی را مرگ بیند آں غبیں
جھوٹی عقل خود اُلٹا دیکھنے والی ہے | وہ پاگل، زندگی کو موت سمجھتی ہے

اے خدا بنمای تو ہر چیز را | آنچنانکہ ہست در خدعہ سرا
اے خدا! تو ہر چیز کو دکھا دے | جس طرح کہ وہ دھوکے کے گھر میں ہے

ہیچ مُردہ نیست پُر حسرت ز مرگ | حسرتش آنست کش کم بود برگ
کوئی مرنے والا موت پر حسرت سے پُر نہیں ہو | اُس کی یہ حسرت ہے کہ اُس کا توشہ کم ہے

اے خدا تو ان کو صحیح حالت میں ہمیں دکھا دے۔ ہیچ۔ جب مردے پر دنیا اور عقبیٰ کی حقیقت کُھل جاتی ہے تو وہ مرنے پر افسوس نہیں کرتا بلکہ اپنے اعمالِ حسنہ کی کمی پر افسوس کرتا ہے۔

[1] سر برآور۔ ظاہری گھٹیا روزی پر اکتفا نہ کرو بلند ہمت رکھو بلند سر پر اللہ کا نور جلد پہنچتا ہے آفتاب کی روشنی سب سے پہلے پہاڑ پر پڑتی ہے۔ در جواب۔ اس سے یہ سمجھانا مقصود ہے کہ معنوی روزی عالمِ بالا سے متعلق ہے اور اس دنیا کی روزی بہت گھٹیا چیز ہے عالمِ بالا اور معنوی روزی کو چھوڑ کر دنیا کی زندگی اور یہاں کی روزی کو پسند کرنا حماقت کی بات ہے۔ فشار۔ بکواس۔

[2] آں یکے۔ یہ بیوقوف دنیا کی ابدی زندگی کا متمنی تھا۔ آں دگر۔ دوسرا شخص جو عقلمند تھا اُس نے کہا کہ دنیا کی زندگی تو محض اس لئے ہے کہ یہاں آدمی کچھ اچھے کام کرے تو آخرت کی ہمیشہ کی زندگی میں کام آئیں اگر موت نہ ہو اور آخرت تک نہ پہنچا جائے تو پھر دنیا کے اعمال کی مثال تو اُس کھلیان کی سی ہے جو بغیر قابلِ نفع بنائے جنگل میں چھوڑ دیا جائے۔

[3] مرگ۔ اخروی زندگی کے مقابلہ میں دنیاوی زندگی بمنزلہ موت ہے اس کو زندگی سمجھنا بے وقوفی ہے۔ غبیں۔ وہ شخص جس کے حواس سالم نہ ہوں۔ اے خدا۔ انسانی عقل ناقص دنیا کی چیزوں کو بالعکس دکھاتی ہے

ورنہ از چاہے بصحرا اُو فتاد — درمیانِ دولت و عیش و گشاد

ورنہ وہ کنویں سے جنگل میں آ گیا — دولت اور عیش اور خوشی میں

زیں مقامِ ماتم و ننگیں مناخ — نقل اُفتادش بصحرائے فراخ

اِس غم کی جگہ اور تنگ باڑے سے — وہ وسیع جنگل میں منتقل ہو گیا

مقعدِ صدقے نہ ایوانِ دروغ — بادۂ خاصی نہ مستیِ ز دوغ

سچائی کا ٹھکانا، نہ جھوٹ کا قلعہ — خصوصی شراب، نہ کہ چھاچ کی مستی

مقعدِ صدق و جلیسِ حق شدہ — رستہ زیں آب و گل آتشکدہ

سچائی کی مجلس اور اللہ (تعالیٰ) کا ہم نشین بن گیا — آتشکدہ کے اِس آب و گل سے چھوٹا ہوا

ورنہ کردی زندگانی منیر — یکدو دم ماندست مردانہ بمیر

اگر تو نے منور زندگی بسر نہیں کی ہے — ایک دو سانس باقی رہے ہیں مردانہ موت اختیار کر

فیما یرجی من رحمۃ اللہ تعالیٰ معطی النعم قبل استحقاقھا

اُس اللہ تعالیٰ کی رحمت کی اُمید کے بیان میں جو استحقاق سے پہلے ہی نعمتیں عطا کرتا ہے

وھو الذی ینزل الغیث من بعد ما قنطوا و ربّ بعد

وہ وہی ہے جو بارش برساتا ہے لوگوں کی مایوسی کے بعد اور بہت سی دوریاں بھی

یورث قربا و ربّ معصیۃ میمونۃ و ربّ سعادۃ تأتی

جو قرب پیدا کر دیتی ہیں اور بہت سے گناہ ہیں جو بابرکت ہیں اور بہت سی سعادتیں ہیں

من حیث یرجی النقم لیعلموا ان اللہ یبدل سیئاتھم حسنات

جو اس جگہ سے حاصل ہو جاتی ہیں جہاں سے غضب کی توقع ہوتی ہے تاکہ وہ جان لے بیشک اللہ تعالیٰ انکی برائیوں کو بھلائیوں سے بدل دیتا ہے

در حدیث آمد کہ روزِ رستخیز — امر آید ہر یکے تن را کہ خیز

حدیث (شریف) میں آیا ہے کہ قیامت کے دن — ہر جسم کو حکم ہو گا کہ اُٹھ

نفخ صور امرست از یزدانِ پاک — کہ بر آرید اے ذرائر سر ز خاک

صور کا پھونکنا خدائے پاک کا حکم ہے — کہ اے چیونٹیو! مٹی سے سر اُبھارو

باز آید جانِ ہر یک در بدن — ہمچو وقتِ صبح ہوش آید بتن

ہر ایک جان جسم میں واپس آ جائے گی — جس طرح صبح کے وقت جسم کو ہوش آ جاتا ہے

جانِ تن خود را شناسد وقتِ روز — در لباسِ خود در آید با فروز

دن کے وقت روح اپنے جسم کو پہچان لیتی ہے — رونق کے ساتھ اپنے لباس میں آ جائے گی

لہ ماتم۔ دنیا ماتم کدہ ہے نقل۔ مرنے کے بعد انسان آخرت کے وسیع مقام پر منتقل ہو جاتا ہے۔ مقعد صدق۔ قرآن پاک میں ہے اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِیْكٍ مُّقْتَدِرٍ ۔ جو لوگ پرہیزگار ہیں باغوں اور نہروں میں سچی جگہ میں قادر بادشاہ کے مقرب ہوں گے۔ ورنہ کردی۔ اگر تو اب تک آخرت کی تیاری نہیں کر سکا اب کر لے اور موت سے پہلے مردانہ موت اختیار کر لے۔ فیما یرجی۔ اب یہ بتانا مقصود ہے کہ حضرت حق کے قرب میں کیا کیا نعمتیں حاصل ہوں گی۔

۲ے رُبّ بُعد۔ یعنی بعض فراق وصال کا سبب بن جاتا ہے۔ رُبّ معصیۃ۔ بہت سے گناہ بابرکت ثابت ہو جاتے ہیں۔ اِنَّ اللّٰہ۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کی برائیوں کو بھلائیوں میں تبدیل کر دیگا۔ رستخیز۔ یعنی روز قیامت در برخاستن۔ نفخ صور۔ نفخ صور سے مُردے زندہ ہو جائیں گے۔ ذرائر۔ ذرّہ کی جمع ہے چھوٹی چیونٹی۔

۳ے ہمچو۔ جس طرح نیند سے انسان بیدار ہوتا ہے سب زندہ ہو جائیں گے۔ جان۔ جس طرح صبح ہوتے ہی روح جسم میں آ جاتی ہے۔ روح جسم کا لباس پہن لیتی اور اپنے جسم کو خوب پہچان لیتی ہے کبھی ایسا نہیں ہوتا کہ کسی کی روح کسی دوسرے کے جسم میں آ جائے۔

جسمِ خود بشناسد و در وے رود
اپنے جسم کو پہچان لیتی ہے اور اُس میں چلی جاتی ہے
جانِ زرگر سُوئے درزی کے رَوَد
سونار کی روح، درزی کی جانب کب جاتی ہے؟

جانِ[۱] عالِم سُوئے عالِم میرود
عالِم کی روح عالِم کی جانب جاتی ہے
روحِ ظالِم سُوئے ظالِم میرود
ظالِم کی روح ظالِم کی جانب جاتی ہے

کہ شناسا کرد شاں عِلمِ اِلٰہ
کیونکہ اُن کو علمِ خداوندی نے شناسا بنا دیا ہے
چونکہ برّہ و میش وقتِ صُبحگاہ
جس طرح کہ بھیڑ کا بچہ اور بھیڑ صبح کے وقت

پائے کفشِ خود شناسد در ظُلَم
اندھیروں میں پاؤں اپنے جوتے کو پہچان لیتا ہے
چوں نداند جانِ تن خود اے صنم
اے صنم! روح اپنے جسم کو کیوں نہ پہچانے گی؟

صبحِ حشرِ کوچک است اے مستجیر
اے پناہ کے طالب! صبح چھوٹی قیامت ہے
حشرِ اکبر را قیاس از وے بگیر
بڑی قیامت کو اُس پر قیاس کر لے

آنچناں[۲] کہ جاں بپرد سوئے طیں
جس طرح روح جسم کی (مٹی) کی طرف پرواز کرتی ہے
نامہ پرّد از یسار و از یمیں
اعمالنامہ بائیں اور دائیں جانب سے پرواز کریگا

در کفش بنہند نامہ بخل و جود
اُس کے ہاتھ میں دیدیں گے بخل اور سخاوت کا اعمالنامہ
فسق و تقویٰ آنچہ وے خو کردہ بُود
بدکاری اور تقویٰ جس کی اُس کو عادت تھی

چوں شود بیدار از خواب اُو سحر
جب وہ صبح کے وقت بیدار ہوگا
باز آید سُوئے اُو آں خیر و شر
وہ بھلا اور بُرا اس کی جانب واپس آجائے گا

گر ریاضت[۳] دادہ باشد خوئے خویش
اگر اُس نے اپنی عادت کی اصلاح کرلی ہوگی
وقتِ بیداری ہماں آید بہ پیش
بیداری کے وقت وہی سامنے آئے گی

ور بُد اُو دی خام و زشت و در ضلال
اگر وہ کل کچا اور بھدا اور گمراہی میں تھا
چوں عزا نامہ سیہ یابد شمال
تو اُس کا بایاں ہاتھ تعزیت نامہ جیسا (سیاہ) اعمالنامہ پائیگا

ور بُد اُو دی پاک و با تقویٰ و دیں
اور اگر وہ کل پاک اور متقی اور دیندار تھا
چوں شود بیدار یابد در یمیں
جب بیدار ہوگا، دائیں ہاتھ میں پائے گا

ہست مارا خواب و بیداریِ ما
ہمارا سونا اور جاگنا ہمارے لئے
بر نشانِ مرگ و محشر دو گوا
دو گواہ ہیں موت اور محشر کی علامت پر

---

[۱] جانِ عالِم۔ عالِم کی روح عالِم میں، ظالِم کی روح ظالِم میں پہنچ جاتی ہے۔ کہ شناسا۔ ہر روح اپنے جسم کو اُس علم کے ذریعہ پہچان لے گی جو خدا نے اُس کو عطا کیا ہے جس طرح کہ بھیڑ اور اُس کا بچہ ایک دوسرے کو پہچان لیتے ہیں۔ پائے۔ پاؤں اندھیرے میں اپنے جوتے کو پہچان لیتا ہے۔ صبح۔ انسان کا نیند سے صبح کو بیدار ہو کر اُٹھنا چھوٹا حشر ہے اسی سے بڑے حشر کو سمجھ لو۔

[۲] آنچناں۔ قیامت میں جس طرح روح جسم کی جانب پرواز کر کے آئے گی اسی طرح اعمالنامے دائیں اور بائیں جانب سے پرواز کر کے انسانوں کے پاس آجائیں گے۔ درکفش۔ فرشتے ہر انسان کے ہاتھ میں اُس کی نیکیوں اور گناہوں کے اعمالنامے پکڑا دیں گے۔ چوں شود جب صبحِ محشر کو انسان موت کی نیند سے بیدار ہوگا اُس کی ہر خیر و شر اُس کے پاس پہنچ جائے گی۔

[۳] گر ریاضت۔ اگر اُس نے مجاہدہ کر کے نیک عادت بنائی ہوگی تو صبحِ محشر میں وہ اُس کے سامنے آئے گی اور اگر وہ کل یعنی دنیا میں خام اور زِشت اور گمراہ تھا تو اُس کا سیاہ اعمالنامہ اُس کے بائیں ہاتھ میں آجائے گا۔ ور بُد۔ اگر انسان نیک تھا تو اُس کا اعمالنامہ دائیں ہاتھ میں دے دیا جائے گا۔ ہست۔ ہمارا سونا اور پھر بیدار ہونا ہمارے مرنے اور پھر قیامت میں زندہ ہوجانے کے گواہ ہیں۔

حشرِ اصغر حشرِ اکبر را نمود
مرگِ اصغر مرگِ اکبر را ز دود

چھوٹی قیامت نے بڑی قیامت دکھا دی
چھوٹی موت نے بڑی موت کو مانجھ دیا

لیک ایں نامہ خیال است و نہاں
واں شود در حشرِ اکبر بس عیاں

لیکن یہ اعمالنامہ خیالی اور پوشیدہ ہے
اور وہ بڑی قیامت میں واضح ہوگا

ایں خیال اینجا نہاں پیدا اثر
زیں خیال آنجا بروید صور

یہ خیال یہاں چھپا ہوا ہے، اثر پیدا ہوگا
اِس خیال سے اُس جگہ صورتیں اُگیں گی

در مہندس بیں خیالِ خانۂ
در دلش چوں در زمینے دانۂ

انجینیر میں کسی گھر کا تصور دیکھ
اُس کے دل میں اِس طرح ہے جیسے زمین میں دانہ

آں خیال از اندروں آید بروں
چوں زمیں کہ زاید از تخمِ دروں

وہ خیال اندر سے باہر آجائے گا
جس طرح زمین اندر کے بیج اُگا دیتی ہے

ہر خیالے کو کند در دل وطن
روزِ محشر صورتے خواہد شدن

جو خیال دل میں وطن بناتا ہے
قیامت کے دن ایک صورت بنے گا

چوں خیالے آں مہندس در ضمیر
چوں نبات اندر زمینِ دانہ گیر

جیسا کہ اُس انجینیر کے دل کا خیال
جس طرح کہ دانہ قبول کرنے والی زمین میں پیدا

مخلصم زیں ہر دو محشر قصہ ایست
مومناں را در بیانش حصہ ایست

اِن دونوں محشروں (کے بیان) میں میرا مقصد قصہ (گوئی) ہے
مومنوں کے لئے اُس کے بیان میں ایک حصہ ہے

چوں بر آید آفتابِ رستخیز
بر جہند از خاک خوب و زشت تیز

جب قیامت کے دن سورج طلوع کرے گا
اچھے اور بُرے بھی مٹی سے اُٹھ کھڑے ہونگے

سوئے دیوانِ قضا پویاں شوند
نقدِ نیک و بد بکورہ در روند

فیصلہ کی کچہری کی طرف دوڑیں گے
نیک اور بد کی نقدی بھٹی میں چلی جائے گی

نقدِ نیکو شادمان و ناز ناز
نقدِ قلب اندر زحیر و در گداز

نیک کی نقدی خوش اور پُر ناز ہوگی
کھوٹی نقدی پیچ و تاب اور پگھلنے میں ہوگی

لحظہ لحظہ امتحانہا می رسد
سرِ دلہا می نماید در جسد

دم بدم امتحانات ہوں گے
دلوں کا راز جسم میں نمایاں ہو جائے گا

چوں قندیل آب و روغن گشتہ فاش
یا چو خاکے کہ بروید سبز ہاش

جس طرح لالٹین کا تیل اور پانی واضح ہو جاتا ہے
یا وہ زمین جو سبزے اُگا دیتی ہے

ب۱ حشرِ اصغر۔ یعنی سو کر بیدار ہونا۔ حشرِ اکبر یعنی قیامت میں زندہ ہونا۔ مرگِ اصغر یعنی سونا۔ مرگِ اکبر یعنی مرنا۔ لیک۔ دنیا میں جو اعمالنامہ فرشتے تیار کر رہے ہیں وہ ہم سے پوشیدہ ہے قیامت میں وہ ظاہر ہو جائے گا۔ ایں خیال۔ یہ اعمال نامہ یہاں پوشیدہ ہے لیکن اُس کا اثر ظاہر ہو کر رہیگا۔ در مہندس۔ اُس کی یہ مثال ہے کہ انجینیر کے دل کے خیالات آخر میں صورتیں اختیار کر لیتے ہیں

ب۲ آں خیال۔ انسان کے اندرونی خیالات ظاہری صورت اختیار کریں گے جس طرح زمین کے اندر کا بیج درخت کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ ہر خیالے۔ انسان کے خیالات اور اعراض قیامت میں صورتیں اختیار کریں گے اور جوہر بن جائیں گے۔ مخلصم۔ یہ دونوں محشروں کا محض قصہ بیان نہیں کیا جا رہا ہے بلکہ مومنوں کے لئے بطور عبرت اُن کو ذکر کیا گیا ہے۔

ب۳ سوئے۔ ہر نیک و بد زندہ ہو کر عدالت میں بھاگ کر پہنچ جائے گا۔ کورہ۔ بھٹی۔ زحیر۔ پیچش۔ لحظہ۔ عدالت میں پہنچنے کے بعد امتحانات شروع ہو جائیں گے اور چھپے ہوئے راز ظاہر ہو جائینگے۔ چوں۔ دل کے راز اسی طرح ظاہر ہو جائینگے جس طرح لالٹین کے اندر کے تیل یا پانی کا پتہ

چل جاتا ہے اگر تیل ہوتا ہے تو بتی آگ پکڑ لیتی ہے یا سبزہ اگنے سے پتہ چلتا ہے کہ زمین کے اندر کونسا بیج ہے۔

از پیاز و زعفران و کوکنار ۔۔۔ سبزی پیدا کند دشتِ بہار

پیاز اور زعفران اور خشخاش ۔۔۔ (موسمِ) بہار کا جنگل سبزی اُگا رہا ہے

آں[1] یکے سر سبز نَحْنُ الْمُتَّقُوْن ۔۔۔ واں دگر ہم چوں بنفشہ سرنگوں

ایک سرسبز ہوگا (کیونکہ وہ) "ہم پرہیزگار ہیں" (ہے) ۔۔۔ دوسرا بھی بنفشہ کی طرح سر جُھکائے ہوگا

چشمہا بیروں جہیدہ از خطر ۔۔۔ گشتہ دہ چشمہ زبیمِ مستقر

خطرے سے آنکھیں باہر نکلی ہوئی ہونگی ۔۔۔ ٹھکانے کے ڈر سے آنکھ (دس آنکھیں) بنی ہوئی ہوگی

باز ماندہ دیدہا در انتظار ۔۔۔ تاکہ نامہ ناید از سوئے یسار

انتظار میں آنکھیں پھٹی رہ جائیں گی ۔۔۔ تاکہ اعمالنامہ بائیں جانب سے نہ آجائے

چشم گرداں سوئے چپ و سوئے راست ۔۔۔ زانکہ نبود بخت نامہ راست کاست

آنکھیں بائیں جانب اور دائیں جانب گھومتی ہونگی ۔۔۔ اس لئے کہ دائیں اعمالنامہ کا نصیب گھٹا ہوا نہ ہو

چشم گرداں سوئے راست و سوئے چپ ۔۔۔ زانکہ نبود بخت نامہ راست زپ

آنکھیں دائیں جانب اور بائیں جانب گھومتی ہونگی ۔۔۔ تاکہ دائیں اعمالنامہ کا نصیب رائیگاں نہ ہو

نامہ آید بدستِ بندۂ ۔۔۔ سر سیہ از جرم و فسق آگندۂ

ایک بندہ کے ہاتھ میں اعمالنامہ آئے گا ۔۔۔ جو جرموں سے کالا اور فسق سے پُر ہوگا

اندرو یک خیر و یک توفیق نے ۔۔۔ جز کہ آزارِ دلِ صدیق نے

اس میں ایک بھلائی اور ایک توفیق نہ ہوگی ۔۔۔ سوائے سچے بندے کی دل آزاری کے کچھ نہ ہوگا

پُر ز سر تا پائے زشتی و گناہ ۔۔۔ تسخر و خنبک زدن بر اہلِ راہ

شروع سے آخر تک بُرائی اور گناہ سے بھرا ہوا ۔۔۔ راہ (طریقت) کے اہل کا مذاق اُڑانے اور تالیاں پیٹنے

آں[2] دغل کاری و دزدیہائے او ۔۔۔ واں چو فرعوناں انا و انائے او

اُس کی مکاری اور چوریوں سے ۔۔۔ اُس کی فرعونوں کی سی انانیت اور تکبر سے

چوں بخواند نامہ خود آں ثقیل ۔۔۔ داند او کہ سوئے زنداں شد رحیل

جب وہ بوجھل اپنے اعمالنامہ کو پڑھے گا ۔۔۔ وہ جان جائے گا کہ قید خانہ کی جانب کوچ ہوا

پس رواں گردد چو دزداں سوئے دار ۔۔۔ جرم پیدا بستہ راہِ اعتذار

تو وہ ڈاکوؤں کی طرح سولی کی جانب روانہ ہوجائیگا ۔۔۔ قصور کھلا ہوا اور معذرت کی راہ بند ہوگی

آں[3] ہزاراں حجت و گفتارِ بد ۔۔۔ بر دہانش گشتہ چوں مسمارِ بد

وہ ہزاروں دلیلیں اور بُرے بول ۔۔۔ بُری کیل کی طرح اس کے منہ پر ہو گئے

---

[1] آں یکے ۔ اگر انسان میں تقویٰ ہے تو اُس پر سرسبزی نمودار ہو جائے گی، اور اگر بدکار ہے تو بنفشہ کی طرح سرنگوں ہو جائے گا۔ چشمہا ۔ خوف سے آنکھیں دس جیسے بن جائیں گی۔ بسوئے یسار ۔ بُرا اعمالنامہ بائیں ہاتھ میں دے دیا جائے گا۔ چشم گرداں ۔ ہر شخص دائیں بائیں نظریں گھمائیگا کہ کہیں اُس کا اعمالنامہ بائیں ہاتھ والا نہ ہو جو مجرموں کا ہوگا۔ نامہ ۔ کسی شخص کے ہاتھ ایسا اعمالنامہ آئے گا جو پورا سیاہ ہوگا جس میں بُرائی کے علاوہ کوئی بھلائی نہ ہوگی۔ خنبک زدن ۔ تالی بجانا۔

[2] آں دغل ۔ اس گنہگار نے جو چوریاں اور مکاریاں کی ہیں وہ سب اس اعمالنامے میں درج ہوں گی اور اُس کا تکبر و غرور بھی لکھا ہوا ہوگا۔ ثقیل ۔ یعنی گناہوں سے بھاری۔ رحیل ۔ کوچ۔ جرم ۔ اس کے تمام گناہ کھلے ہوئے ہوں گے اور معذرت کا راستہ بند ہوگا۔

[3] آں ہزاراں ۔ مجرموں کے بارے میں قرآن میں ہے اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَا اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۰ آج ہم اُن کے منہ پر مہر لگا دیں گے اور ہم سے اُن کے ہاتھ گفتگو کریں گے اور اُن کے کارناموں پر اُن کے پاؤں گواہی دیں گے۔

رختِ[1] دزدی در تن و در خانہ اش — گشتہ پیدا گم شدہ افسانہ اش
چوری کا سامان، بدن پر اور اس کے گھر میں — کھل گیا، اُس کا قصہ ختم ہوگیا

پس رواں گردد بزندانِ سعیر — کہ نباشد خار را ز آتش گزیر
تو وہ دوزخ کے قیدخانہ کی جانب روانہ ہوگا — کیونکہ کانٹے کے لئے آگ کے سوا چارہ نہیں

چوں موکّل آں ملائک پیش و پس — بودہ پنہاں گشتہ پیدا چوں عسس
فرشتے سپاہی کی طرح آگے اور پیچھے — چھپے ہوئے تھے، کوتوال کی طرح ظاہر ہوگئے

میبرندش[2] میسپارندش بنیش — کہ بروای سگ بکہدانہائے خویش
اُس کو لے جائیں گے اُس کو عذاب کے سپرد کردیں گے — کہ اے کتے! اپنے پاخانوں میں جا

میکشد پا بر سرِ ہر راہ او — تا بود کہ بر جہد زاں چاہ او
وہ ہر راستہ پر پاؤں کھینچتا ہے — شاید کہ وہ اس کنویں سے کود بھاگے

منتظر می ایستد تن میزند — بر امیدے روئے واپس می کند
انتظار میں کھڑا ہوجاتا ہے چپ سادھ لیتا ہے — کسی امید پر مڑ کر دیکھتا ہے

اشک میبارد چو بارانِ خزاں — خشک امیدے چہ دارد او جز آں
(موسم) خزاں کی بارش جیسے آنسو بہاتا ہے — وہ سوائے اس کے اور کیا خشک امید رکھتا ہو؟

ہر زمانے روئے واپس میکند — رو بدرگاہِ مقدس میکند
وہ ہر وقت مڑ کر دیکھتا ہے — درگاہِ مقدس کی طرف رجوع کرتا ہے

پس[3] ز حق امر آید از اقلیمِ نور — کہ بگوئیدش کہ اے بطالِ عور
نور کے عالم سے اللہ کی جانب سے حکم آئیگا — اُس سے کہدو کہ اے جھوٹے، ننگے!

انتظارِ چیستی اے کانِ شر — رو چہ واپس میکنی اے خیرہ سر
اے شر کی کان! کاہے کا انتظار ہے؟ — اے بیہودہ! مڑ کر کیوں دیکھتا ہے؟

نامہ ات آنست کت آمد بدست — اے خدا آزار و اے شیطاں پرست
تیرا وہی اعمالنامہ ہے جو تیرے ہاتھ میں آگیا — اے خدا دشمن! اور اے شیطان کے پجاری!

چوں بدیدی نامۂ کردارِ خویش — چہ نگری پس بیں جزای کارِ خویش
جبکہ تونے اپنے عمل کا اعمالنامہ دیکھ لیا — پیچھے کیا دیکھتا ہے؟ اپنے کام کی جزا، دیکھ

بیہدہ چہ مول مولے میزنی — در چنیں چہ کو امیدِ روشنی
کیوں بیہودہ ٹال مٹول کرتا ہے — ایسے کنویں میں روشنی کی کیا امید ہے؟

[1] رختِ دزدی۔ جب چور کے گھر میں سے چوری کا سامان برآمد ہوجائے تو ثبوت مکمل ہوجاتا ہے۔ سعیر۔ جہنم۔ کہ نباشد۔ خاردار جھاڑی جلانے ہی کے کام آتی ہے۔ چوں موکل۔ جو فرشتے پہلے اس سے پوشیدہ تھے اب کوتوال کی طرح اُس پر مسلط ہوں گے۔

[2] می برندش۔ وہ فرشتے اُس کو جہنم کی طرف لے جائیں گے۔ نیشش۔ یعنی عذاب، کہ انتہائی یعنی جہنم میں جو اُس کا انجام ہے۔ می کشد۔ وہ جہنم کی طرف جانے سے ڈرے گا اور کسی امید پر مڑ مڑ کر دیکھے گا جیسے خزاں بموسم خزاں کی بارش بے کار ہوتی ہے۔ رو بدرگاہ۔ وہ مڑ مڑ کر اللہ تعالٰی کے دربار کو دیکھے گا۔

[3] پس۔ اُس گنہگار کے لئے عالم قدس سے خطاب ہوگا کہ اے جھوٹے، اعمال صالحہ سے ننگے مڑ مڑ کر کیوں دیکھتا ہے کس چیز کا انتظار ہے تیرا اعمالنامہ تیرے ہاتھ میں آچکا ہے اب بیکار ٹال مٹول کا کوئی فائدہ نہیں ہے اب تجھے عذاب کے گڑھے میں جانا ہے وہاں روشنی کی کوئی امید نہیں ہے۔

نے ترا از روئے ظاہر طاعتے[1] — نے ترا در سرّ و باطن نیّتے

نہ تیرے پاس ظاہر کے اعتبار سے کوئی عبادت ہے — نہ تیرے پاس پوشیدہ اور چھپی ہوئی کوئی نیت ہے

نے ترا در شب مُناجات و قیام — نے ترا در روز پرہیز و صیام

نہ تیرے پاس رات کی سرگوشی اور کھڑا رہنا ہے — نہ تیرے پاس دن کی پرہیزگاری اور روزہ رکھنا ہے

نے ترا حفظِ زباں ز آزارِ کس — نے نظر کردن بعبرت پیش و پس

نہ تیرے پاس کسی کو ستانے سے زبان کو محفوظ رکھنا ہے — نہ عبرت کے لئے آگے اور پیچھے دیکھنا ہے

پیش چہ بُود یادِ مرگ و نزعِ خویش — پس چہ باشد مُردنِ یاراں ز پیش

آگے کیا ہوتا ہے؟ موت اور اپنی جان کنی — پیچھے کیا ہوتا ہے؟ پہلے سے دوستوں کا مرنا

نے ترا بر ظلم توبہ[2] پُر خروش — اے دغا گندم نمائے و جو فروش

نہ تیرے پاس ظلم سے آہ بھری توبہ ہے — اے دغا(باز) گیہوں دکھانے والے اور جَو بیچنے والے

چوں ترازوئے تو کژ بُود و دغا — راست چوں جوئی ترازوئے جزا

جبکہ تیری ترازو کج اور پُر (دغا) تھی — تو جزا کی صحیح ترازو کو تو کیوں تلاش کرتا ہے؟

چونکہ پائے چپ بُدی در غدر و کاست — نامہ چوں آید ترا در دستِ راست

جبکہ تو غداری اور گھٹانے میں بایاں پاؤں بنا ہوا ہے — تو اعمالنامہ تیرے داہنے ہاتھ میں کیسے آئیگا؟

چوں جزا سایہ است اے قدِ تو خم — سایۂ تو کج فتد در پیش ہم

اے ٹیڑھے قد والے! جبکہ جزا تیرا سایہ ہے — سامنے تیرا سایہ بھی ٹیڑھا پڑے گا

زیں قبل[3] آید خطاباتِ دُرشت — کہ شود کُہ را ازاں ہم کوز پُشت

اِس طرح کے سخت خطابات آئیں گے — کہ اس سے پہاڑ بھی کُبڑا ہو جائے گا

بندہ گوید آنچہ فرمودی بیاں — صد چنانم صد چنانم صد چناں

بندہ کہے گا جو کچھ آپ نے بیان فرمایا — میں اس سے سَو گنا ہوں سَو گنا ہوں سَو گنا ہوں

خود تو پوشیدی بتر ہا را بحِلم — ورنہ میدانی فضیحتہا بعلم

تو نے خود بُردباری سے اِس سے بدتر کو پوشیدہ رکھا — ورنہ تو رسوائیوں کو علم کے ذریعہ جانتا ہے

لیک بیروں از جہاد و فعلِ خویش — از ورائے خیر و شرّ و کفر و کیش

لیکن کوشش اور اپنے فعل کے علاوہ — بھلائی اور برائی اور کفر و مذہب کے علاوہ

وز نیازِ عاجزانہ خویشتن — وز خیال و وہمِ من یا صد چو من

اپنی عاجزانہ نیازمندی کے (علاوہ) — اپنے یا اپنے جیسے سیکڑوں کے خیال اور وہم کے (علاوہ)

---

[1] نے ترا - اللہ تعالیٰ اس گنہگار سے فرمائیگا کہ تیرے پاس کوئی عملِ خیر ہے نہ تیری خیر، نہ رات کی نماز ہے نہ دن کا روزہ تو نے لوگوں کو زبان سے بھی ستایا اور ظالموں کے انجام سے عبرت حاصل نہ کی۔ پیش - آگے سے عبرت کا مطلب یہ ہے کہ تو اپنے مرنے اور نزع کی کیفیت کا تصور کر کے عبرت حاصل کرتا اور پیچھے سے عبرت کا مطلب یہ ہے کہ جو تجھ سے پہلے مرے ہیں اُن سے عبرت حاصل کرتا۔

[2] توبہ - اگر گناہوں کا صدور بھی ہوا تھا تو اُن سے توبہ کر لی جاتی۔ چوں - جب تیرے عمل کی ترازو غلط تھی تو اب بدلے کی ترازو کیسے صحیح ہو سکتی ہے۔ چونکہ - بُرائی بائیں جانب منسوب ہوتی ہے۔ چوں جزا - جزا کی مثال سایہ کی سی ہے جب قد ٹیڑھا ہے تو سایہ ضرور ٹیڑھا ہوگا۔

[3] زیں قبل - اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس گنہگار کو ایسے سخت جواب ملیں گے کہ ان سے پہاڑ بھی جھک جائے۔ بندہ گوید - اب یہ گنہگار جنابِ باری میں عرض کریگا کہ جو میری خطائیں بتائی گئی ہیں میں اُن سے بھی سَو گنا خطاوار ہوں لیکن تیری رحمت اُن گناہوں سے بھی بدتر گناہوں کی پردہ پوشی کر دیتی ہے مجھے نہ اپنے اعمال پر بھروسہ ہے نہ اپنی عاجزی پر بلکہ محض تیرے کرم پر بھروسہ ہے۔

بودم[1] امیدے بمحضِ لطفِ تو ۔۔۔ از ورائے راست باشی یا عتو
مجھے تیری مہربانی سے امید تھی ۔۔۔ صحیح زندگی یا سرکشی کے علاوہ

بخششِ محضے زلطفِ بے عوض ۔۔۔ بودم امید اے کریمِ بے غرض
بغیر بدلے کی مہربانی سے خالص بخشش ۔۔۔ اے بے غرض سخی! مجھے امید تھی

رو پس کردم بداں محضِ کرم ۔۔۔ سوئے فعلِ خویشتن می ننگرم
میں اُس خالص کرم کی طرف مڑا ۔۔۔ میں اپنے عمل کو نہیں دیکھ رہا ہوں

سوئے آں امید کردم روئے خویش ۔۔۔ کہ وجودم دادۂ از پیش بیش
اُس کرم کی جانب میں نے اپنا چہرہ کیا ہے ۔۔۔ کہ تو نے مجھے پہلے وجود سے زیادہ وجود عنایت کیا

خلعتے ہستی بدادی رائگاں ۔۔۔ من ہمیشہ معتمد بودم براں
تو نے مفت وجود کا لباس عطا کیا ۔۔۔ میں ہمیشہ اُس پر بھروسہ رکھتا تھا

چوں[2] شمارد جرم خود را و خطا ۔۔۔ محض بخشایش درآید در عطا
جب وہ اپنے جرم اور خطا گِنائے گا ۔۔۔ خالص بخشش، عطا میں لگ جائیگی

کاے ملائک بازآریدش بما ۔۔۔ کہ بدستش چشم و دل سوئے رجا
کہ اے فرشتو! اُس کو ہمارے پاس واپس لے آؤ ۔۔۔ کیونکہ اُسکی آنکھ اور دل اُمیدوار (عطا) ہیں

لاابالی وار آزادش کنیم ۔۔۔ واں خطاہا را ہمہ خط بر زنیم
بے پروائی سے ہم اُس کو آزاد کردینگے ۔۔۔ اور اُن سب خطاؤں پر قلم پھیر دیں گے

لاابالی مر کسے باشد مباح ۔۔۔ کش زیاں نبود ز جرم و از صلاح
بے پروائی اُس کے لئے مناسب ہے ۔۔۔ جس کو نیکی اور بدی سے کوئی نقصان نہ پہنچے

آتشِ[3] خوش بر فروزیم از کرم ۔۔۔ تا نماند جرم و زلت بیش و کم
ہم کرم سے ایک اچھی آگ روشن کرینگے ۔۔۔ تاکہ جُرم اور لغزش نہ تھوڑی رہے نہ زیادہ

آتشے کز شعلہ اش کمتر شرار ۔۔۔ می بسوزد جرم و جبر و اختیار
وہ آگ جس کے شعلے کی چھوٹی سی چنگاری ۔۔۔ خطا اور جبر اور اختیار کو جلا ڈالے

شعلہ در بنگاہِ انسانی زنیم ۔۔۔ خار را گلزارِ روحانی کنیم
ہم انسانی خیمہ گاہ میں آگ لگا دیں گے ۔۔۔ کانٹے کو روحانی چمن بنا دیں گے

ما فرستادیم از چرخِ نہم ۔۔۔ کیمیا یُصْلِحْ لَکُمْ اَعْمَالَکُمْ
ہم نے نویں آسمان سے بھیجی ہے ۔۔۔ وہ تمہارے لئے تمہارے اعمال کی اصلاح کردیتا ہے کی کیمیا

ف۱ بودم - میری اُمید تیرے اُس کرم سے وابستہ ہے جو کسی بھی بدلے اور غرض سے بے نیاز ہے میں مڑ مڑ کر تیرے اُس کرم کو دیکھتا ہوں اپنے اعمال اور افعال کو نہیں دیکھ رہا ہوں۔ خلعتے۔ تو نے جیسے وجود عنایت کیا تھا وہ تیرا محض کرم تھا ورنہ اِس سے پہلے نیک اعمال کہاں تھے۔

ف۲ چوں شمارد جب یہ گنہگار اپنی خطائیں گِنائیگا تو خالص بخشش عطا شروع کردے گی۔ کاے۔ اللہ تعالیٰ ملائکہ کو حکم فرمائے گا کہ چونکہ اُس گنہگار نے ہماری بخشش سے امید وابستہ کی ہے لہٰذا اُس کو جہنم کی جانب سے واپس لے آؤ۔ لاابالی۔ ہم اُس کی تمام خطائیں معاف کرتے ہیں اور ہمیں کوئی پرواہ نہیں ہے کیونکہ ہم بے پروا ہیں بے پروا وہ ہوتا ہے جس کو کسی کی نیکی اور بدی سے کوئی نقصان نہ پہنچ سکے۔

ف۳ آتش خوش۔ ہم اپنے کرم کی وہ آگ جلائینگے جو تمام جرموں اور خطاؤں کو جلا کر خاکستر بنادیگی۔ بنگاہ خیمہ گاہ۔ یُصْلِحْ۔ قرآن پاک میں ہے یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللہَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا۔ یُصْلِحْ لَکُمْ اَعْمَالَکُمْ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ۔ اے مومنو اللہ سے پرہیزگاری حاصل کرو اور ٹھیک بات کہو وہ تمہارے اعمال کو سدھار دیگا اور تمہارے لئے تمہارے گناہوں کو بخش دیگا۔

خود[1] چہ باشد پیشِ نورِ مستقر — کرّ و فرّ اختیارِ بوالبشر
مستقل نور کے سامنے خود کیا ہے؟ — ابوالبشر کے اختیار کی شان و شوکت

گوشت پارہ آلتِ گویائے او — پیہ پارہ منظرِ بینائے او
گوشت کا ایک ٹکڑا اُس کے بولنے کا آلہ ہے — چربی کا ٹکڑا اُس کے دیکھنے کا آلہ ہے

مسمعِ او آں دو پارہ استخواں — مدرکش دو قطرہ خوں یعنی جناں
ہڈی کے دو ٹکڑے اُس کے سننے کا آلہ ہیں — خون کے دو قطرے یعنی دل اُس کے علم کا آلہ ہیں

کرمکی[2] وز قذر آگندہ — طمطراقے در جہاں افگندہ
تو گندگی سے بھرا ہوا ایک کیڑا ہے — تو نے دنیا میں دھوم مچا رکھی ہے

از منی بودی منی را واگذار — اے ایاز آں پوستیں را یاد دار
تو منی سے پیدا ہوا تھا خودی کو چھوڑ — اے ایاز! اُس پوستین کو یاد رکھ

قصۂ ایاز و حجرہ داشتنِ او جہتِ چارق و پوستین و
ایاز اور اُس کے چپل اور پوستین کے لئے حجرہ رکھنے کا قصہ اور اُس کے

گماں بردن خواجہ تاشاں کہ او را دراں حجرہ دفینہ است
ساتھیوں کا گمان کرنا کہ اُس حجرے میں اُس کا خزانہ ہے دروازہ

بسبب محکمیِ در و گرانیِ قفل و رفتنِ او بداں جا
کی مضبوطی اور تالے کے بھاری پن اور اُس کے وہاں جانے کی وجہ سے

آں ایاز از زیرکی انگیختہ — پوستین و چارقش آویختہ
ایاز ذہانت سے بھڑکا ہوا تھا — اُس نے اپنی پوستین اور چپل لٹکا رکھی تھی

میرود[3] ہر روز در حجرہ خلا — چارقت اینست منگر در علا
علیحدہ حجرے میں وہ روزانہ جاتا تھا — تیری یہ چپل ہے بلندی پر نظر نہ کر

شاہ را گفتند او را حجرہ ایست — اندر آنجا زر و سیم و خمرہ ایست
انھوں نے بادشاہ سے کہا اُس کا ایک حجرہ ہے — وہاں سونا چاندی اور مٹکا ہے

[1] خود چہ باشد جس قدر افعالِ انسانی ہیں وہ مظہر صفات و اسماءِ باری تعالیٰ ہیں اور اس اعتبار سے اُن میں ایک نور ہے لیکن چونکہ اُن کا صدور بندہ کے اختیار سے ہوا ہے اِس عارض کی وجہ سے اُن میں جُرم و خطا کی صفت پیدا ہوگئی ہے جب حضرتِ حق تعالیٰ اپنے کرم سے اُس اختیار کی نسبت کو محو فرما دیگا تو اُن کا نور واضح ہوجائیگا اور اُن افعال میں جُرم و خطا کی صفت باقی نہ رہے گی۔ گوشت۔ مولانا بندہ کے اِس اختیار کی حقارت اور صفت کو ظاہر فرماتے ہیں اقوال میں بندہ کا اختیار محض ایک زبان کی وجہ سے ہے۔ پیہ۔ نظر کے گناہوں میں اختیار کا تعلق آنکھوں کی معمولی چربی سے ہے۔ مُسمِع۔ مسموعات میں اختیار محض کان کی دو ہڈیوں کی وجہ سے ہے۔ مُدرِکش۔ معلومات میں اختیار کا تعلق دل کے خون کے دو قطروں سے ہے یہ ہے بندہ کے اختیار کی حقیقت۔ [2] کرمکی۔ انسان منی جیسی نجس چیز سے بنا ہے جس نے دنیا میں اپنی غلط شان و شوکت بنا رکھی ہے۔ از منی جبکہ انسان اِس قدر ناچیز ہے تو غرور و تکبر اُس کے مناسب نہیں اُس کو ایاز کی طرح اپنی اصل پر نگاہ رکھنی چاہیے۔ قصۂ ایاز۔ ایک انسان کو اپنی اصل حقیقت کو اسی طرح پیشِ نظر رکھنا چاہیئے جس طرح ایاز اپنے عروج کے زمانہ میں اپنی اصل حقیقت کو فراموش نہ کرتا تھا۔ آں یاد۔ ایاز جو سلطان محمود کا ایک ادنیٰ غلام تھا اور پھر ترقی کرکے اُس کا محبوب ترین وزیر بن گیا تھا چونکہ عقل کا پتلا تھا اُس نے اپنی غلامی کی حالت کی پوستین اور چپلیں ایک حجرے میں لٹکا رکھی تھیں۔ چارق۔ ایک قسم کی چپل تھی جو جنگلی لوگ پہنتے تھے۔ [3] میرود۔ ایاز کا معمول تھا کہ روزانہ اُس حجرہ میں جاکر اپنے آپ کو بتاتا کہ موجودہ عروج سے دھوکہ نہ کر تیری اصل یہ ہے۔ شاہ را۔ دوسرے وزراء نے سلطان محمود سے کہا کہ ایاز کا ایک خاص حجرہ ہے جس میں وہ کسی کو نہیں جانے دیتا اور اُسکو مضبوطی سے بند کر رکھا ہے اُس میں اُس نے زر و جواہر جمع کر رکھے ہیں۔ خمرہ۔ مٹکا۔

راہ می ندہد کسے را اندرو
وہ اس کے اندر جانے کی کسی کو اجازت نہیں دیتا ہے
بستہ میدارد ہمیشہ آں درِ او
وہ ہمیشہ اُس دروازے کو بند رکھتا ہے

شاہ¹ فرمود اے عجب آں بندہ را
شاہ نے کہا تعجب ہے اُس غلام کا
چہ بُوَد پنہان و پوشیدہ ز ما
ہم سے چھپا اور ڈھکا کیا ہوگا؟

پس اشارت کرد میرے را کہ رَو
پھر اُس نے ایک سردار کو اشارہ کیا کہ جا
نیم شب بکشائے دَر و در حُجرہ شو
آدھی رات کو دروازہ کھول، حجرے میں چلا جا

ہر چہ یابی مر ترا یغماش کُن
تو جو کچھ پائے تیرا ہے اُس کو لوٹ لے
سِرِّ اُو را بر ندیماں فاش کُن
اُس کے راز کو ساتھیوں پر فاش کر دے

با چُنیں اِکرام و لُطفِ بے عَدد
ایسے اعزاز اور بے شمار مہربانیوں کے باوجود
از لئیمی سیم و زر پنہاں کند
کمینہ پن سے چاندی اور سونا چھپاتا ہے

می نماید اُو وفا و عشق و جوش
وہ وفا اور عشق اور جوش دکھاتا ہے
وانگہ اُو گندم نمائے و جو فروش
پھر وہ گیہوں دکھانے والا اور جَو بیچنے والا ہے

ہر² کہ اندر عشق یابد زندگی
جو شخص عشق میں زندگی حاصل کرے
کفر باشد پیشِ اُو جُز بندگی
اُس کے نزدیک غلامی کے علاوہ کفر ہے

نیم شب آں میر با سی³ معتمد
اُس امیر نے آدھی رات کو تیس معتمد آدمیوں کیساتھ
در کُشادِ حجرۂ او رائے زد
اُس کے حجرے کو کھولنے کے لیے

مشعلہ بر کردہ چندیں پہلواں
چند بہادر، مشعلیں لئے ہوئے
جانبِ حجرہ رَوانہ شادماں
خوشی خوشی حجرے کی جانب روانہ ہوگئے

کامِ سلطانست بر حجرہ زنیم
کہ بادشاہ کا حکم ہے کہ ہم حجرہ توڑ دیں
ہر یکے ہمیانِ زر در کش کنیم
ہم میں سے ہر ایک سونے کی تھیلی بغل میں دبالے

آں یکے میگفت ہے چہ جائے زر
ایک کہتا تھا، سونا کیا ہوتا ہے
از عقیق و لعل گوی و از گہر
عقیق اور لعل اور موتی کی بات کر

خاصِ⁴ خاصِ مخزنِ سلطان ویست
وہ شاہی خزانہ کا خاص الخاص ہے
بلکہ اکنوں شاہ را خود جان ویست
بلکہ اب تو وہ خود شاہ کی جان ہے

چہ محل دارد بپیشِ آں عشیق
اُس معشوق کے آگے کیا وقعت رکھتا ہے؟
لعل و یاقوت و زمرد یا عقیق
لعل اور یاقوت اور زمرد یا عقیق

ف۱ شاہ۔ بادشاہ نے کہا تعجب ہے اُس نے بہت چھپا کر دولت کیوں جمع کی ہے۔ چی۔ بادشاہ نے ایک وزیر کو اشارہ کیا کہ رات میں جاکر اُس حجرے کا دروازہ توڑ کر اندر گھس جاؤ۔ مر ترا۔ اُس حجرہ میں جو کچھ ملے وہ تیرا ہے یغما۔ لوٹ۔ سِرّ او۔ ایاز کے اِس راز کو لوگوں سے کہہ دینا۔ با چنیں۔ ہمارے اِس کرم کے ہوتے ہوئے اُس نے بہت چھپا کر مال کیوں جمع کیا ہے می نماید۔ ہم سے وفاداری اور عشق کا دم بھرتا ہے ایسا گیہوں دکھا کر جَو فروخت کرتا ہے یعنی دھوکہ بازی کرتا ہے۔

ف۲ ہر کہ۔ جو عشق کا دعویٰ کرے پھر محبوب کی غلامی کے علاوہ اُس کے لئے ہر چیز کفر ہوتی ہے۔ نیم شب۔ اُس وزیر نے طے کیا کہ آدھی رات کو تیس³ بھروسے کے آدمی لیکر اُس حجرہ پر دھاوا بول دیگا۔ پہلواں۔ یعنی وہ تیس معتمد شخص۔ کش۔ گوشۂ بغل۔ چہ جائے زر۔ یعنی اس حجرہ میں سونا درکنار عقیق اور لعل اور موتی ملیں گے۔

ف۴ خاص۔ چونکہ ایاز شاہ کا خاص خزانچی ہے اور شاہ کی جان بنا ہوا ہے اور شاہ کا معشوق ہے تو اُس کے خزانہ میں تو عقیق اور جواہر کی بھی کیا قدر ہے۔ عشیق۔ معشوق یعنی ایاز۔

شاہ[1] را بر وَے نبُوۡدے بَدگماں — تسخُرے میکرد بہرِ امتحاں
بادشاہ کو اُس پر بدگمانی نہ تھی — وہ آزمائش کے لئے مذاق کر رہا تھا

پاک میدانستش از ہرغِشّ و غل — باز از وہمش ہمی لرزید دل
وہ اُس کو ہر کھوٹ اور فریب سے پاک سمجھتا تھا — پھر وہم سے اُس کا دل لرزتا تھا

کہ مبادا کایں بُوَد خستہ شود — من نخواہم کہ برو خجلت رَوَد
کہ وہ خدانخواستہ رنجیدہ ہو — میں خواہاں نہیں ہوں کہ اُس کو شرمندگی ہو

ایں[2] نہ کردست اُو وگر کرد اُو رواست — ہَرچہ خواہد گو بکُن محبُوبِ ماست
اُس نے یہ نہ کیا ہوگا اور اگر کیا ہے تو جائز ہے — کہہ دے وہ جو چاہے کرے، ہمارا پیارا ہے

ہرچہ محبوبم کُند من کردہ اَم — اُو منم من اُو چہ گر در پَردہ اَم
میرا پیارا جو کرے، وہ میں نے کیا ہے — وہ میں ہوں میں وہ، اگرچہ میں پردے میں ہوں

باز گفتے دُور از آں خوئے و خصال — ایںچنیں تخلیط ژاژست و خیال
پھر کہتا اِس خصلت اور عادت سے بعید ہے — اِس طرح کی گڑبڑ بکواس اور وہم ہے

از ایاز ایں خود محال ست و بعید — کو یکے دریاست قعرش ناپدید
ایاز سے یہ خود ناممکن اور بعید ہے — کیونکہ وہ ایک ایسا دریا ہے جس کی تھاہ نہیں ہے

ہفت[3] دریا اندرو یک قطرہ — جملہ ہستیہا ز مہرش ذرّہ
ساتوں سمندر اُس کے اندر ایک قطرہ ہیں — تمام ہستیاں اُس کی محبت کا ایک ذرّہ ہیں

جملہ پاکیہا ازاں دریا بَرَند — قطرہایش یک بیک میناگرند
سب اُس دریا سے پاکی حاصل کرتے ہیں — اُس کا ایک ایک قطرہ مینا بنانے والا ہے

شاہِ شاہانست و بلکہ شاہ ساز — وز برائے چشمِ بد نامش ایاز
وہ شاہنشاہ بلکہ شاہ گر ہے — نظرِ بد کی وجہ سے اُس کا نام ایاز ہے

چشمہائے نیک ہم بر وَے بدست — از رہِ غیرت کہ حُسنش بیحدست
بھلی نگاہیں بھی، اُس پر بُری ہیں — غیرت کی وجہ سے، کیونکہ اُس کا حسن بیحد ہے

یک دہاں خواہم بپہنائے فلک — تا بگویم وصفِ آں رشکِ مَلَک
آسمان کی چوڑائی والا ایک مُنھ چاہتا ہوں — تاکہ اُس رشکِ ملائکہ کی تعریف کر سکوں

---

[1] شاہ۔ شاہ نے ایاز کا حجرہ توڑنے کے بارے میں جو حکم دیا تھا وہ اِس بنا پر نہ دیا کہ اُن لوگوں کی باتوں کی وجہ سے شاہ ایاز سے بدگمان ہوگیا تھا بلکہ اُس نے اِس حکم کے ذریعہ اُن لوگوں کو آزمانے کے لئے مذاق کیا تھا۔ پاک۔ بادشاہ ایاز کو اِس تہمت سے پاک سمجھتا تھا لیکن پھر بھی شاہ کا دل لرز رہا تھا کہ اگر خدانخواستہ اِن لوگوں کی یہ تہمت صحیح نکلی تو ایاز کو سخت رنج ہوگا۔

[2] ایں نہ کردست۔ شاہ یہی سمجھتا تھا کہ ایاز نے حجرہ میں خزانہ جمع نہیں کیا ہے اور اگر کیا بھی ہے تو چونکہ وہ میرا محبوب ہے اُس کا جو جی چاہے کرے۔ ہرچہ۔ اگر اُس نے خزانہ بھی جمع کیا ہے تو گویا میں نے ہی جمع کیا ہے جبکہ اُس میں اور مجھ میں دوئی نہیں ہے۔ تخلیط۔ گڑبڑ جو یہ لوگ کہہ رہے ہیں۔ از ایاز۔ ایاز اِخلاص و محبت کا دریائے ناپیداکنار ہے۔

[3] ہفت دریا۔ ہو سکتا ہے کہ یہ اشعار آخر تک شاہ کی زبانی ایاز کی تعریف ہوں یا مولانا نے ایاز کی محبوبیت سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوبیت کی طرف منتقل ہو کر آنحضورؐ کی مدح شروع کر دی ہو۔ جملہ ہستیہا۔ یعنی تمام موجودات۔ ایاز۔ اگر شاہ کا مقولہ ہے تو ایاز غلام مراد ہے اگر آنحضورؐ کی تعریف ہے تو ایاز سے آنحضورؐ کی عبدیت مُراد ہے۔ از رہِ غیرت۔ (شعر)

غیرت از چشمِ برم روئے تو دیدن ندہم — گرخش را نیز حدیثے تو شنیدن ندہم

یک دہاں۔ میرا یہ چھوٹا سا مُنھ تعریف سے قاصر ہے۔

١٣

درّ دہاں یا ہم چنیں وصد چنیں — تنگ آید در بیانِ آں امیں
اور اگر میں ایسا اور اُس جیسے سیکڑوں مُنہ پالوں — اُس امانت دار کے بیان میں تنگ ہو جائیں

اینقدر ہم گر نگویم اے سند — شیشۂ دل از ضعیفی بشکند
اے معتمد! اگر میں اتنا بھی نہ کہوں — کمزوری سے، دل کا شیشہ ٹوٹ جائے

شیشۂ دل را چو نازک دیدہ ام — بہرِ تسکیں بس قبا بدریدہ ام
چونکہ میں نے دل کے شیشہ کو نازک سمجھا — تسکین کے لئے میں نے بہت سی قبائیں چاک کی ہیں

منؔ سرِ ہر ماہ سہ روز اے صنم — بے گماں باید کہ دیوانہ شوم
اے محبوب! میں ہر مہینہ کے شروع میں تین دن — یقیناً، دیوانہ بن جاتا ہوں

ہیں کہ امروز اوّلِ سہ روزہ است — روزِ پیروزیست نے پیروزہ است
خبردار! آج تین دن کا پہلا دن ہے — کامیابی کا دن ہے، نہیں فیروزہ ہے

ہر دلے کاندر غمِ شاہے بود — دمبدم اُو را سرِ ایں مہ بود
جو دل شاہ کے عشق میں (مبتلا) ہو — اُس کا ہر وقت، اِس مہینہ کا شروع ہوتا ہے

درؔ بیانِ آنکہ آنچہ بیان کردہ میشود صورتِ قصہ است و آنکہ
اِس بیان میں کہ جو کچھ بیان کیا جائے گا وہ قصہ کا ظاہر ہے اور

آں صورتیست درخوردِ ایں صورت گراں است و درخوردِ
یہ کہ وہ ظاہر، ظاہر پرستوں کے لائق اور اُن کی تصویر کے آئینہ کے لائق ہے

آئینۂ تصویرِ ایشانست و از قدوسی کہ حقیقتِ ایں قصہ راست
اور وہ لطافت جو اِس قصہ کی حقیقت ہے میری گویائی کو

نُطقِ مرا ازیں تنزیل شرم می آید و از خجالت سرور یش
اُس کے بیان کرنے سے شرم آتی ہے اور شرمندگی سے سر اور داڑھی اور

و قلم گُم میکُند وَالعَاقِلُ تَکفِیہِ الاِشَارَۃُ
قلم کو گُم کئے دیتی ہے اور عقلمند کے لئے اشارہ کافی ہے

قصۂ محمود و اوصافِ ایاز — چوں شدم دیوانہ رفت اکنوں زساز
محمود کا قصہ اور ایاز کے اوصاف — اب ترتیب سے باہر ہو گئے چونکہ میں دیوانہ بنگیا ہوں

ؔ در بیان۔ محمود و ایاز کا عنوان تو قصہ کی ظاہری صورت ہے مگر اس مقصود اپنے عشقِ خداوندی کو بیان کرنا ہے۔ قصۂ محمود۔ چونکہ اب مجھ میں عشقِ حقیقی کی دیوانگی پیدا ہو گئی ہے لہٰذا یہ قصہ بھی اب بے ربط ہو کر رہ گیا ہے۔

ؔ در دہاں۔ اِس طرح کی سیکڑوں تعریفیں بھی اُس امین کی خوبیوں کا پورا بیان نہیں کر سکتی ہیں۔ امین اگر شاہ کا مقولہ ہے تو ایاز مراد ہے اگر مولانا کا مقولہ ہے تو آنحضورؐ مراد ہیں۔ اینقدر۔ معشوق کی تعریف کرنے سے عاشق کو تسلی ہوتی ہے شیشۂ دل۔ قبا چاک کرنے سے جنوں کو تسلی ہو جاتی ہے۔

ؔ من۔ مجنوں کا جنون مہینہ کے ابتدائی تین دنوں میں جوش پر ہوتا ہے، یہ بھی مشہور ہے کہ حجاج ظالم نے اجنبی حالت میں ایک چرواہے سے دریافت کیا کہ حجاج کے بارے میں تیری کیا رائے ہے تو اُس نے حجاج کو بددعائیں دیں اور ظالم بتایا اس پر حجاج نے کہا تو نہیں جانتا کہ میں خود حجاج ہوں تو اُس چرواہے نے گھبرا کر کہا تو نہیں جانتا کہ میں ایک دیوانہ ہوں اور مجھے ہر مہینہ میں تین دن جنون کا دورہ پڑتا ہے اور آج اُن دنوں کا پہلا دن ہے اس پر حجاج ہنس پڑا اور اُس کو انعام دیا ممکن ہے کہ اِس لطیفہ کے تین دن کی طرف اشارہ ہو

ہیں کہ۔ مولانا فرماتے ہیں محبت میں دیوانگی کا میرا ابھی پہلا روز ہے۔ ہر دلے۔ جس کے دل میں معشوقِ حقیقی کا عشق ہو اُس کے لئے تو ہر لحظہ مہینہ کے اوّل کے تین دن ہیں۔

زانکہ[۱] پیلم دید ہندستاں بخواب ‏— از خراج اُمید بُردہ شد خراب

کیونکہ میرے ہاتھی نے ہندوستان کو خواب میں دیکھ لیا ‏— آمدنی سے اُمید منقطع کرکے، گاؤں تباہ ہوگیا ہے

کَیفَ یَاْتِی النَّظْمُ لِی وَالْقَافِیَہ ‏— بَعْدَ مَا ضَاعَتْ اُصُولُ الْعَافِیَہ

مجھے نظم اور قافیہ کیسے دستیاب ہو؟ ‏— جبکہ عافیت کی جڑیں برباد ہوگئی ہیں

مَا جُنُونٌ وَّاحِدٌ لِّی فِی الشُّجُوْن ‏— بَلْ جُنُونٌ فِی جُنُوْنٍ فِی جُنُوْن

غموں کی وجہ سے مجھے ایک ہی جنون نہیں ہے ‏— بلکہ جنون در جنون در جنون ہے

ذَابَ جِسْمِی مِنْ اِشَارَاتِ الْکُنٰی ‏— مُنْذُ عَایَنْتُ الْبَقَاءَ فِی الْفَنَا

کنیتوں کے اشاروں سے میرا بدن گھل گیا ‏— جب سے میں نے فنا میں بقا کی تکلیف اٹھائی ہے

اے[۲] ایاز از عشق تو گشتم چو موئے ‏— ماندم از قصہ تو قصہ من بگوئے

اے ایاز! میں تیرے عشق میں بال جیسا ہوگیا ہوں ‏— میں تیرے قصے سے تھک گیا تو میرا قصہ بیان کر

بس فسانہ عشق تو خواندم بجاں ‏— تو مرا کافسانہ گشتستم بخواں

میں نے تیرے عشق کا افسانہ (دل و) جان سے پڑھا ‏— میں جو افسانہ بن گیا ہوں تو مجھے پڑھ

خود تو میخوانی یقیں اے مُقتدا ‏— من کہ طورم تو موسیٰ ویں صدا

اے مقتدا! یقیناً تو خود پڑھ رہا ہے ‏— میں (کوہ) طور ہوں تو موسیٰ ہے اور یہ صدا (بازگشت) ہے

کوہ بیچارہ چہ داند گفت چیست ‏— زانکہ بیچارہ ز گفتنہا تہی ست

بیچارہ پہاڑ کیا جانے گفتگو کیا ہوتی ہے؟ ‏— کیونکہ وہ بے چارہ گفتگوؤں سے خالی ہے

لیک موسیٰ فہم گفتنہا کُند ‏— کوہِ عاجز خود چہ داند اے سَند

لیکن موسیٰ گفتگو میں سمجھتے ہیں ‏— اے معتمد! عاجز پہاڑ کیا جانے

کوہ[۳] میداند بقدرِ خویشتن ‏— اندکے دارد ز لُطفِ روح تن

اپنی بقدر پہاڑ بھی جانتا ہے ‏— جسم، رُوح کا تھوڑا سا لُطف رکھتا ہے

تن چو اُصطرلاب باشد ز احتساب ‏— آیتے از رُوح ہمچوں آفتاب

جسم، حساب لینے میں اُصطرلاب کی طرح ہے ‏— رُوح کی نشانی سورج کی طرح ہے

ہوتی ہے جسم بھی اُس سے بہرہ اندوز ہوجاتا ہے یہی حال حضرت موسیٰؑ اور پہاڑ کا ہے۔ تن۔ اب مولانا نے جسم اور رُوح کا مستقل بیان شروع کردیا ہے فرماتے ہیں جسم سے روح کے منازل اور مراتب کا اسی طرح پتہ لگتا ہے جس طرح اُصطرلاب سے سورج کے احوال کا پتہ چلتا ہے۔ اُصطرلاب۔ ایک آلہ ہے جس سے سورج چاند وغیرہ کے فاصلوں کا اندازہ لگایا جاتا ہے۔

---

۱ زانکہ۔ ہاتھی ہندوستان کا جانور ہے غیر ملک میں جاکر جب کبھی وہ خواب میں ہندوستان کو دیکھتا ہے تو اُس پر مستی طاری ہوجاتی ہے۔ کیف۔ ایک مجنون نظم اور قافیہ پر قادر نہیں رہتا۔ ماجنون میرا صرف ایک جنون نہیں ہے جنون در جنون در جنون ہے۔ ذاب جسمی۔ چونکہ عشق کی داستان بیان نہیں کرسک رہا ہوں، لہٰذا اُس کا اثر میرے جسم کو گھلا رہا ہے۔ منذ۔ جب سے میں اپنے آپ کو فنا کرکے مقامِ مشاہدہ میں پہنچ گیا ہوں۔

۲ اے ایاز۔ اے محبوب اب مجھ میں یہ طاقت نہیں ہے کہ تیرے عشق کا قصہ بیان کرسکوں اب میرا وجود خود قصہ بن کر رہ گیا ہے تو اِس قصہ کو بیان کر۔ بس فسانہ۔ میں تیرے عشق میں فنا ہوکر خود افسانہ بن گیا ہوں۔ خود طور میں کی صدا خود طور کی نہ تھی وہ تو حضرت موسیٰ کی صدائے بازگشت تھی اب میں طور ہوں تو موسیٰ ہے لہٰذا میری آواز دراصل تیری آواز ہے۔ کوہ۔ پہاڑ خود اُس آواز کو کچھ نہیں سمجھتا موسیٰؑ نے سمجھا۔

۳ کوہ میداند پہلے شعر سے یہ نہ سمجھنا کہ پہاڑ بالکل بے شعور ہے پہاڑ میں بھی شعور ہے لیکن حضرت موسیٰؑ جیسا شعور نہیں ہے۔ اندکے۔ اصل لذت روح کو حاصل

آں منجم[1] چوں نباشد چشمِ تیز
جب وہ نجومی تیز نگاہ نہ ہو

شرط باشد مردِ اصطرلاب ریز
اُصطرلاب بنانے والے انسان کی ضرورت ہوتی ہے

تا صُطرلابے کُند از بہرِ اُو
تاکہ وہ اُس کے لئے اصطرلاب بنا دے

تا بَرَد از حالتِ خورشید بُو
تاکہ وہ سورج کی حالت معلوم کر سکے

جاں کز اُصطرلاب جُوید اُو صواب
جو جان اُصطرلاب کے ذریعہ ٹھیک بات معلوم کرے

چہ قدر داند زِ چرخ و آفتاب
وہ آسمانوں اور سورج کی کیا قدر جان سکتی ہے؟

تو کز اُصطرلابِ دیدہ بنگری
تو جو کہ آنکھ کے اُصطرلاب سے دیکھتا ہے

دَر جہاں دیدن یقیں بس قاصری
عالمِ (باطن) کو دیکھنے سے یقیناً بہت عاجز ہے

تو جہاں را قدرِ دیدہ دیدہٗ
تو نے جہان کو آنکھ کی بقدر دیکھا ہے

کُو جہاں؟ سُبلت چرا مالیدہٗ
جہاں کہاں ہے؟ مونچھوں کو تاؤ کیوں دیا ہے؟

عارفاں را سُرمہ ہست آں بجوئے
عارفوں کے پاس سُرمہ ہے وہ طلب کر

تا کہ دریا گردد ایں چشمِ چو جوئے
تاکہ یہ نہر جیسی آنکھ سمندر بن جائے

ذرّہ[2] از عقل و ہوش ار با من ست
اگر عقل اور ہوش کا ایک ذرہ (بھی) میرے پاس ہے

ایں چہ سودا و پریشاں گفتن ست
تو یہ دیوانگی اور بے ترتیب باتیں کرنا کیوں ہے؟

چونکہ مغزِ من زِ عقل و ہُش تہی ست
چونکہ میرا دماغ عقل اور ہوش سے خالی ہے

پس گناہِ من دریں تخلیط چیست
تو اس خلط ملط میں میرا کیا قصور ہے؟

نے گناہ اُو راست کو عقلم بِبُرد
نہ اُس کا گناہ ہے جو میری عقل لے گیا

عقلِ جُملہ عاقلاں پیشش بمُرد
تمام عقلمندوں کی عقلیں اُسکے آگے مُردہ ہیں

یا مُحِیرَ العَقلِ فَتَّانَ الحِجیٰ
اے عقل کو حیران کرنے والے سمجھ کو فتنہ میں مبتلا کرنے والے!

مَا سِوَاکَ لِلعُقُولِ مُرتَجیٰ
تیرے سوا عقلوں کی اُمیدگاہ نہیں ہے

مَا اشتَہَیتُ[3] العَقلَ مُذ جَنَّنتَنِی
تو نے جب سے مجھے جنون عطا کیا ہے میں نے عقل کی خواہش نہیں کی ہے

مَا حَسَدتُ الحُسنَ مُذ زَیَّنتَنِی
جب سے تو نے مجھے زینت بخشی ہے میں نے حُسن پر حسد نہیں کیا ہے

بَل جُنُونِی فِی ہَوَاکَ مُستَطَاب
بلکہ تیرے عشق میں میرا جنون بھلا ہے

قُل بَلیٰ وَاللّٰہ یُجزِیکَ الصَّوَاب
کہدے "ہاں" اللہ تجھے ٹھیک بدلہ دے

گر بتازی گویدا و ور پارسی
اگر وہ عربی میں بولے یا فارسی میں

گوش و ہوشت کو کہ در فہمش رسی
تیرا کان اور ہوش کہاں ہے کہ تو اُسکو سمجھے

---

[1] آں منجم۔ جو نجومی براہِ راست ستاروں کے احوال نہیں دیکھ سکتا اُسکے لئے اُصطرلاب ذریعہ بنتا ہے۔ جاں۔ جو منجم براہِ راست چاند اور سورج کے فاصلوں کو نہ سمجھ سکے محض اُصطرلاب کے ذریعہ حقیقت تک نہ پہنچ سکیگا۔ تو کز۔ اگر انسان محض آنکھ کے اُصطرلاب کے ذریعہ عالم کی حقیقت کو سمجھنے کی کوشش کریگا تو وہ حقیقت تک نہ پہنچ پائیگا۔ تو جہاں۔ آنکھ کے ذریعہ سمجھنے والا اپنی آنکھ کے بقدر سمجھ سکیگا۔ عارفاں۔ عارفوں سے سُرمہ حاصل کرنا چاہیے پھر حقائق واضح ہوں گے۔

[2] ذرہ۔ اگر مجھ میں تھوڑی بھی عقل ہوتی تو میں ژولیدہ بیانی نہ کروں لیکن چونکہ میری عقل اور حواس گم ہو گئے ہیں لہٰذا یہ بے ترتیب بیان کر رہا ہوں۔ نے گناہ۔ وہ معشوق جس کی وجہ سے ہوش و حواس گم ہوئے ہیں اُس کا کوئی قصور نہیں ہے اُس کی شان یہی ہے کہ اُس کے سامنے عاقلوں کی عقلیں گم ہو جاتی ہیں۔ مُحِیر۔ حیران کرنے والا۔ فتّان۔ فتنہ میں مبتلا کرنے والا۔ حِجیٰ۔ عقل۔ مرتجیٰ۔ اُمیدگاہ۔

[3] ما اشتہیت۔ یعنی تیرے عشق کے جنون کے بعد مجھے عقل کی تمنا نہیں ہے۔ جَنَّنتَنِی۔ تو نے مجھے جنون میں مبتلا کیا ہے۔ زَیَّنتَنِی۔ تو نے مجھے زینت دی ہے۔ مُستَطَاب۔ پسندیدہ۔ قُل بَلیٰ۔ یعنی تو میری ان باتوں کی تصدیق کر دے۔ گر بتازی۔ معشوق کا بولنا درحقیقت عاشق کا بولنا ہے اور اُس کے سمجھنے کیلئے

بادۂ[1] اُو درخورِ ہر ہوش نیست — حلقۂ اُو سخرۂ ہر گوش نیست
اُس کی شراب، ہر ہوش کے مناسب نہیں ہے — اُس کا حلقہ ہر کان کے لائق نہیں ہے

بارِ دیگر آمدم دیوانہ وار — رَو رَو اے جاں زُود زنجیرے بیار
میں دیوانہ وار دوبارہ آگیا — اے جان! جا جا، جلد زنجیر لا

غیرِ آں زنجیرِ زُلفِ دلبرم — گر دو صد زنجیر آری بر درم
میرے معشوق کی زنجیر کے علاوہ — اگر دو سو زنجیریں لائے گا میں توڑ دوں گا

ہست بر پائے دلم از عشق بند — سُود کے دارد مرا ایں وعظ و پند
میرے دل کے پاؤں میں عشق کی بیڑی ہے — مجھے یہ وعظ اور نصیحت کہاں مفید ہو سکتی ہے؟

قصۂ[2] عشقش ندارد مطلعہ — ہم ندارد ہیچو مطلع مقطعہ
اُس کے عشق کا قصہ، کوئی مطلع نہیں رکھتا — مطلع کی طرح مقطع بھی نہیں رکھتا

حکمتِ نظر کردن در چارق و پوستین کہ فلینظرِ
چپل اور پوستین کو دیکھنے کی حکمت کیونکہ پس انسان دیکھے

الاِنسانُ مِمّا خُلِق
کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے

باز گرداں قصۂ عشقِ ایاز — کاں یکے گنجے ست مالامالِ راز
ایاز کے عشق کا قصہ لوٹا — کیونکہ وہ راز سے بھرا ہوا ایک خزانہ ہے

میرود ہر روزہ در حجرہ بدیں — تا بہ بیند چارقے با پوستیں
وہ ہر روز حجرہ میں اس لئے جاتا تھا — تاکہ چپل مع پوستین کے دیکھے

زانکہ ہستی سخت مستی آورد — عقل از سر، شرم از دل میبرد
کیونکہ وسعت بہت مستی لاتی ہے — سر سے عقل کو (اور) دل سے شرم کو نکالدیتی ہے

صد[3] ہزاراں قرن پیشیں راہمیں — مستیِ ہستی بزد رہ زیں کمیں
اس لئے کہ لاکھوں سال پہلے اسی — وسعت کی مستی نے اسی گھات سے ڈاکہ زنی کی ہے

شد عزازیلے ازیں مستی بلیس — کہ چرا آدم شود بر من رئیس
اسی مستی کی وجہ سے عزازیل ابلیس بنا — کہ آدمؑ میرے سردار کیوں ہوں؟

خواجہ اُم من نیز و خواجہ زادہ اُم — صد ہنر را قابل و آمادہ اُم
میں سردار ہوں اور سردار زادہ بھی ہوں — لاکھوں ہنروں کے قابل اور آمادہ ہوں

[1] بادہ۔ اس کی شراب کو صاحب ہمت ہی برداشت کرسکتا ہے اِس کی غلامی کے حلقہ کا ہر کان اہل نہیں ہے۔ بارِ دیگر۔ اب مجھے جنون کا پھر دورہ پڑنے لگا جلد زنجیر لا لیکن وہ زنجیر اپنی زلف کی لا، لوہے کی زنجیر میری دیوانگی کی تاب نہ لاسکے گی۔ ہست۔ جس شخص کے پاؤں میں عشق کی بیڑی پڑی ہوئی ہو اُس پر نصیحت اثر نہیں کرتی۔

[2] قصہ۔ عشق کے قصہ کی نہ ابتدا ہوتی ہے نہ انتہا۔ مَطلع۔ غزل کا پہلا شعر۔ مَقطع۔ غزل کا آخری شعر۔ باز گرداں۔ ایاز کا قصہ پھر شروع کر کیونکہ اُس میں بہت سی حکمتیں پوشیدہ ہیں۔ ہستی۔ یعنی عیش و عشرت کے سامان کے ہوتے ہوئے انسان میں نہ عقل رہتی ہے نہ شرم۔

[3] صد ہزاراں۔ قدیم زمانے سے یہ فراوانی قوموں اور لوگوں کی تباہی کا سبب بنی ہے۔ شد عزازیل۔ شیطان کو ہر طرح کا عیش و عشرت اور مرتبہ کی بڑائی حاصل تھی وہی اس کی گمراہی کا سبب ہوئی۔۔۔ خواجہ۔ شیطان، ملائکہ کا معلم تھا اور آگ سے پیدا ہوا تھا جو کہ مٹی سے اعلیٰ ہے اس لئے اُس نے آپ کو سردار اور سردار زادہ کہا۔

در ہنر من از کسے کم نیستم — تا بخدمت پیشِ دشمن[1] بایستم

میں ہنر میں کسی سے کم نہیں ہوں — پھر کیوں دشمن کے سامنے دربار میں کھڑا ہوں؟

من ز آتش زادہ ام اُو از وَحَل — پیشِ آتش مَر وَحَل را چہ محل

میں آگ سے پیدا ہوا ہوں وہ کیچڑ سے — آگ کے سامنے کیچڑ کا کیا رُتبہ؟

اُو کجا بود اندراں دورے کہ من — صدرِ عالَم بُودم و فخرِ زمن

اُس زمانہ میں وہ کہاں تھا جبکہ میں — عالَم کا صدر اور زمانہ کا فخر تھا

دربیانِ آیۂ کریمہ خَلَقَ الْجَانَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ و قولہٗ تعالیٰ

آیۂ کریمہ کے بیان میں جنوں کو آگ کی لپٹ سے پیدا کیا اور اللہ تعالیٰ کا

فِی حَقِّ اِبْلِیسَ عَلَیْہِ اللَّعْنَۃُ - اِنَّہٗ کَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ

ابلیس (اُس پر لعنت ہو) کے بارے میں بیشک وہ جنوں میں سے تھا پھر بھاگ نکلا

عَنْ اَمْرِ رَبِّہٖ

اپنے رب کے حکم سے

شعلہ میزد آتشِ جانِ سفیہ — کاتشی بُود الولد سرٌّ اَبیہ

نالائق کی جان شعلہ مارتی تھی — کیونکہ وہ آگ کا (بنا ہوا) تھا، لڑکا باپ کا راز ہے

نے[2] غلط گفتم کہ بُد قہرِ خدا — علتے را پیش آوردن چرا

نہیں میں نے غلط کہا بلکہ وہ خدا کا قہر تھا — کوئی علت پیش کرنا کیسا؟

کارِ بے علت مبرّا از عِلَل — مُستمرّ و مُستقرّ ست از ازل

(خدا کا) کام بے علت، علتوں سے پاک ہے — ازل سے، دائم اور قائم ہے

در کمالِ صُنعِ پاکِ مُستحث — علتِ حادث چہ گنجد با حَدَث

قابلِ توجہ، پاک کام کے کمال میں — حدوث کے ہوتے ہوئے حادث کی علت کی کیا گنجائش؟

سِرِّ[3] اَب چہ بُود اَب ما صُنعِ اوست — صُنع مغز ست و اَب صورت چو پوست

باپ کا راز کیا ہوتا ہے؟ ہمارا باپ اُس کی صنعت ہے — صنعت مغز ہے اور باپ چھلکے کی طرح صورت ہے

عشق داں اے فندقِ تن دوستت — جانت جوید مغز و کوبہ پوستت

اے فندق جیسے جسم (والے) عشق کو اپنا دوست سمجھ — جو تیری جان کو مغز بنانا چاہتا ہے تیرے چھلکے کو کوٹتا ہے

---

[1] دشمن۔ یعنی حضرت آدمؑ۔ وَحَل۔ کیچڑ۔ پیش یعنی رتبہ میں آگ سے گھٹی ہوئی ہے۔ اُو کجا۔ حضرت آدمؑ کی پیدائش سے پہلے شیطان کی بہت عزت تھی۔ خلق۔ دو آیتوں سے ثابت ہوا کہ شیطان جنوں میں سے تھا اور جنوں کی پیدائش آگ سے ہوئی ہے۔ شعلہ۔ چونکہ شیطان آتشی ہے تو اُس کا مزاج بھی آتشی ثابت ہوا۔ الولد جیسا باپ ویسا بیٹا۔

[2] نے۔ میں نے اُس کی نافرمانی کی علت آگ کو قرار دیا اصل علت قہرِ خدا ہے۔ کار۔ اللہ تعالیٰ کا کام علت پر مبنی نہیں ہوتا ہے۔ در کمال۔ اللہ تعالیٰ کے کمالات اور صفات ازلی ہیں کوئی امر حادث اس کی علت کیسے بن سکتا ہے تو شیطان کی نافرمانی کی علت اُس کے آتشی ہونے کو قرار دینا صحیح نہیں ہے جبکہ قدرِ ازلی میں اُس کو نافرمان قرار دیا گیا تھا اُس وقت نہ آگ تھی نہ شیطان کا آتشی ہونا تھا۔

[3] سرِ اب چہ بُود۔ کہا تھا اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیْہِ یعنی بیٹے کے اوصاف کے لئے باپ کے اوصاف علت ہیں۔ اب فرماتے ہیں کہ باپ خود اللہ کا بنایا ہوا ہے وہ کیا علت بن سکے گا۔ اصل اللہ کی صنعت ہے باپ اُس کا ظاہری چھلکا ہے تو اصلِ علت اور سبب خدا کی کارگری ہے۔ عشق داں۔ عشق روح میں بالیدگی پیدا کرتا ہے اور جسم کو گھٹاتا ہے۔ فندق۔ عناب کی طرح کا ایک پھل ہے

دوزخی کہ پوست باشد دوستش [۱] — داد بدّلنا جلودا پوستش
وہ دوزخی، کھال جس کی دوست ہو — ہم نے کھالوں کو بدل دیا۔ کی کھال اکھو دی ہے

معنی و مغزت بر آتش حاکم ست — لیک آتش را قشورت ہیزم ست
تیرا جوہر اور مغز آگ پر حکمراں ہے — لیکن تیرے چھلکے، آگ کا ایندھن ہیں

کوزۂ چوبین کہ در وے آبِ جوست — قدرتِ آتش ہمہ بر ظرفِ اوست
لکڑی کا پیالہ جس میں نہر کا پانی ہے — آگ کا پورا قابو اُس کے برتن پر ہے

معنیِ انساں بر آتش مالک ست [۲] — مالکِ دوزخ درو کے ہالک ست
انسان کا جوہر آگ کا مالک ہے — دوزخ کا مالک اُس میں کب ہلاک ہونے والا ہے

معنیِ ہیزم بر آتش حاکم ست — لیک آتش را تنِ او ہیزم ست
ایندھن کا جوہر آگ پر حاکم ہے — لیکن اُس کا جسم آگ کا ایندھن ہے

پس میفزا تو بدن معنی فزا — تا چو مالک باشی آتش را کیا
پس تو جسم کو نہ بڑھا، روح کو بڑھا — تاکہ تو مالک کی طرح آگ کا حاکم بنے

پوستہا بر پوست می افزودۂ — لاجرم چوں پوست اندر دودۂ
تو نے چھلکے پر چھلکا بڑھایا ہے — لامحالہ تو چھلکے کی طرح دھوئیں میں ہے

زانکہ آتش را علف جز پوست نیست — قہرِ حق آں کبر را گردن زنیست
آگ کی خوراک چھلکے کے علاوہ نہیں ہے — اللہ (تعالیٰ) کا قہر اُس تکبر کی گردن کاٹنے والا ہے

ایں تکبر از نتیجہ پوست ست [۳] — جاہ و مال آں کبر را زاں دوست ست
یہ تکبر، پوست کا نتیجہ ہے — اس لئے تکبر کو مرتبہ اور مال محبوب ہے

ایں تکبر چیست غفلت از لباب — منجمد چوں غفلتِ یخ ز آفتاب
یہ تکبر کیا ہے؟ جوہر سے غفلت — جمی ہوئی جیسا کہ برف کی سورج سے غفلت

چوں خبر شد ز آفتابش یخ نماند — نرم گشت و گرم گشت و تیز راند
جب اُس کو سورج کا پتہ چلا، برف نہ رہا — نرم ہو گیا اور گرم ہو گیا اور تیزی سے بہہ گیا

شد ز دیدِ لب جملہ تن طمع — خوار و عاشق شد کہ ذُلَّ مَن طَمِع
جوہر کے دیکھ لینے سے پورا جسم لالچ بن گیا — ذلیل اور عاشق بن گیا کیونکہ جس نے لالچ کیا وہ ذلیل ہوا

ف۱ دوزخی۔ جو جسم پرست کی بالیدگی کرتا ہے وہ دوزخی ہے اور اللہ تعالیٰ اُس کو دوزخ میں نئی نئی کھالیں دیگا قرآن پاک میں ہے كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُودُهُمْ بَدَّلْنَاهُمْ جُلُودًا غَيْرَهَا لِيَذُوقُوا الْعَذَابَ۔ اُن دوزخیوں کی جب جب کھالیں پک جائیں گی ہم اُن کی کھالیں تبدیل کر دیں گے تاکہ وہ عذاب کا مزہ چکھیں۔ معنی و مغزت۔ انسان کی روح، روحِ کامل کا پرتو ہے لہٰذا وہ آگ پر حاکم ہے۔ آگ کا ایندھن انسان کا جسم ہے۔ کوزہ۔ جس لکڑی کے پیالے میں پانی ہو اگر اُس کو آگ پر رکھو تو پیالہ پر آگ کا اثر آئے گا۔

ف۲ معنیِ انسان۔ روحِ انسانی آگ کی مالک ہے تو مالک فرشتہ جہنم کا داروغہ اور حاکم ہے وہ آگ سے کیسے تباہ ہو سکتا ہے۔ مالک اُس فرشتہ کا نام ہے جو آگ کا حاکم اور داروغہ ہے۔ پوستہا۔ جبکہ تو مجسم پوست بن گیا ہے اور پوست جہنمی چیز ہے تو تو بھی جہنم کے دھوئیں میں ہے۔ زانکہ۔ جسم پروری سے تکبر پیدا ہوتا ہے اور اللہ کا قہر اُس کا قاتل ہے۔

ف۳ ایں تکبر۔ جسم پروری کا نتیجہ تکبر و غرور ہوتا ہے اسی لئے متکبر مال اور مرتبہ کو بہت پسند کرتا ہے چونکہ یہ چیزیں تن پروری کا سبب ہیں۔ ایں تکبر۔ انسان کا تکبر اُس کی ذات و صفاتِ باری سے غفلت کا نتیجہ ہے اور اُس کا جماؤ ایسا ہی ہے جیسا کہ برف کا جماؤ سورج سے غفلت کی بنا پر ہے۔ لُباب خلاصہ، جوہر یعنی ذاتِ باری اور اُس کی صفات۔ شد ز دید لب۔ جب اللہ کی ذات و صفات کا مشاہدہ حاصل ہو جاتا ہے تو انسان میں اُنکے حصول کا لالچ پیدا ہو جاتا ہے اور لالچی ہمیشہ ذلت اختیار کرتا ہے۔ ذُلَّ مَن طَمِع۔ مولانا نے اس محاورہ کے عام معنی سے ہٹ کر دوسرے معنی مراد لئے ہیں۔ عام معنی تو یہ ہیں کہ دنیا کا لالچی انسان کو ذلیل کرتا ہے۔

چوں[1] نہ بیند مغز قانع شد بپوست — بندِ عزّ من قنع زندانِ اوست

جب جوہر کو نہیں دیکھتا ہے، چھلکے پر قانع ہو جاتا ہے — جس نے قناعت کی اس نے تکبر کیا، کی بیڑی اس کا قید خانہ ہے

عزت اینجا گبریست و ذُلّ دیں — سنگ تا فانی نشُد کے شد نگیں

اس جگہ عزت کافری ہے اور ذلت دین — پتھر جب تک فانی نہ ہوا، نگینہ کب بنا؟

در مقامِ سنگی وانگاہ انا — وقتِ مسکیں گشتنِ تُست و فنا

تو پتھر کی جگہ ہے اور پھر تکبر — (حالانکہ) تیرے مسکین بننے اور فنا کا وقت (قریب) ہے

کبر زاں جوید ہمیشہ جاہ و مال — کہ ز سرگین ست گلخن را کمال

تکبر ہمیشہ رُتبہ اور مال کا جویاں اس لئے ہے — کہ بھٹی کو گوبر سے کمال (حاصل) ہے

کایں دو دایہ پوست را افزوں کنند — شحم و لحم و کبر و نخوت آگنند

کیونکہ یہ دونوں بعد وہ پالنے والی کمال کو بڑھاتی ہیں — چربی اور گوشت اور تکبر اور غرور بھرتی ہیں

دیدہ[2] را بر لُبّ لُب نفراختند — پوست را ازاں روئے لُب پنداشتند

لوگوں نے مغز کے مغز پر نظر نہ اٹھائی — اس سبب سے چھلکے کو مغز سمجھ گئے

پیشوا ابلیس بُود ایں راہ را — کو شکار آمد شبیکہ جاہ را

اس راستے کا پیشوا، ابلیس تھا — جو رتبہ کے جال کا شکار بنا

مال چوں مارست و آں جاہ اژدہا — سایۂ مرداں زمرّدِ ایں دو را

مال سانپ جیسا ہے اور رُتبہ اژدہا ہے — ان دونوں کا زمرّد، مردوں کا سایہ ہے

زاں زمرّد مار را دیدہ جہد — کور گردد مار و رہرو وا رہد

اس زمرد سے سانپ کی آنکھیں نکل جاتی ہیں — سانپ اندھا ہو جاتا ہے اور سالک نجات پا جاتا ہے

چوں[3] بدیں رہ خار بنہاد آں رئیس — ہر کہ خست او گفت لعنت بر بلیس

جبکہ اس پیشوا نے اس راستہ پر کانٹے بچھائے — جو بھی زخمی ہوا اس نے کہا شیطان پر لعنت

یعنی ایں غم بر من از غدرِ وے ست — غدر را آں مقتدا سابق پے ست

یعنی مجھے یہ تکلیف اس کی غداری سے پہنچی — غداری کا وہ مقتدا اور پیشوا ہے

بعد ازاں خود قرن بر قرن آمدند — جملگاں بر سنّتِ او پا زدند

اس کے بعد صدیوں پر صدیاں آئیں — سب اس کے طریقہ پر چل پڑے

وہ شیطان پر لعنت کرتا ہے۔ آں مقتدا - یعنی شیطان۔ بعد ازاں۔ اب جس قدر گمراہ ہیں اسی شیطان کی پیروی کرتے ہیں۔

[1] چوں نہ بیند جب تک انسان کو ایک حقیقت کا مشاہدہ نہیں ہوتا وہ ظاہر پرستی کرتا ہے اور قناعت کی بیڑی اس کو تکبر اور غرور میں بستہ کر دیتی ہے۔ عزّ من قنع اس محاورے کے عام معنی تو یہ ہیں کہ جو شخص دنیاوی معاملات میں قناعت اختیار کرتا ہے وہ باعزت رہتا ہے مولانا نے اس محاورے کے یہی معنی مراد نہیں لئے ہیں۔ عزت۔ مولانا فرماتے ہیں تن پروری کفر ہے اور دین ذلت اختیار کرنا ہے۔ سنگ۔ جسم کے پتھر کو جب تک مجاہدوں کے ذریعہ فنا نہ کیا جائیگا وہ نگ نہ بن سکے گا۔

[2] دیدہ را۔ چونکہ ان لوگوں نے اس جوہر کو نہ دیکھا اس لئے وہ چھلکے کو مغز سمجھ بیٹھے پیشوا۔ ان گمراہوں کا پیشوا شیطان ہے جو خود جاہ اور مرتبہ کے جال کا شکار ہو گیا۔ مال۔ مال اور رتبہ کی محبت انسان کیلئے سانپ اور اژدھا ہے بزرگوں کی محبت ان دونوں کے لئے زمرد ہے۔ زاں زمرد۔ مشہور ہے کہ زمرد کی تاثیر سے سانپ اندھا ہو جاتا ہے اور وہ انسان پر حملہ کرنے کے قابل نہیں رہتا۔

[3] چوں۔ راہ ہدایت پر چونکہ شیطان نے کانٹے بچھائے ہیں اب جس کسی کو بھی اس راہ میں اس سے تکلیف پہنچتی ہو

ہر[1] کہ بنہد سنتِ بد اے فتیٰ — تا درافتند بعد ازو خلق از عمیٰ
اے نوجوان! جس نے بُرا راستہ قائم کیا — اسکے بعد جبتک بھی مخلوق اندھے پن سے اُس پر چلتی ہے

جمع گردد بروے آں جملہ بزہ — کو سرے بود ست ایشاں دُم غزہ
وہ سب گناہ اُس پر جمع ہو جاتا ہے — کیونکہ وہ سر تھا اور وہ دُم کی جڑ تھے

لیک آدمؑ چارق وآں پوستیں — پیش می آرد کہ ہستم من زطیں
لیکن آدمؑ چپل اور وہ پوستین — سامنے لاتا ہے، کہ میں مٹی کا ہوں

چوں ایاز آں چارقش مورود بود — لاجرم اُو عاقبت محمود بود
جیسا کہ ایاز، چپل اُس کا ورد تھی — لامحالہ اُس کا انجام قابلِ ستائش تھا

ہستِ[2] مطلق کارسازِ نیستی ست — کارگاہِ ہست کُن جز نیست چیست
مطلق وجود، نیستی کا کارنامہ ہے — موجود ہونے کا کارخانہ نیستی کے سوا کیا ہے؟

بر نوشتہ ہیچ بنویسد کسے — یا نہالے کارد اندر مغرسے
کبھی کوئی لکھے ہوئے پر لکھتا ہے؟ — یا ایک پودے کے تھانولے میں کوئی دوسرا پودا لگاتا ہے

کاغذے جوید کہ آں بنوشتہ نیست — تخم کارد موضعے کہ کشتہ نیست
وہ کاغذ تلاش کرتا ہے جو لکھا ہوا نہیں ہے — اُس جگہ بیج بوتا ہے، جو بوئی ہوئی نہیں ہے

تو برادر موضعِ ناکشتہ باش — کاغذ اسپید نابنوشتہ باش
اے بھائی! تو نہ بوئی ہوئی جگہ بن جا — تو نہ لکھا ہوا سفید کاغذ بن جا

تا[3] مشرف گردی از نون والقلم — تا بکارد در تو تخم آں ذوالکرم
تاکہ تو نون اور قلم سے مشرف ہو جائے — تاکہ وہ صاحبِ کرم تجھ میں بیج بوئے

خود ازیں پالودہ نالیسیدہ گیر — مطبخے کہ دیدۂ نادیدہ گیر
خود اس فالودے کو نہ چکھا ہوا بنالے — جو مطبخ تو نے دیکھا ہے اُس کو بن دیکھا بنالے

زانکہ زیں پالودہ مستیہا بود — پوستین و چارق از یادت رود
کیونکہ اس فالودے سے مستیاں (پیدا) ہوتی ہیں — پوستین اور چپل تیری یاد سے نکل جاتے ہیں

چوں در آید نزع و مرگ آہے کنی — ذکرِ دلق و چارق آنگاہے کنی
جب نزع اور موت آتی ہے تو آہ کرتا ہے — تب پُرانی گدڑی اور چپل کو یاد کرتا ہے

---

[1] ہر کہ۔ حدیث شریف ہے مَنْ سَنَّ سُنَّۃً سَیِّئَۃً فَعَلَیْہِ وِزْرُھَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِھَا اِلیٰ یَوْمِ الْقِیَامَۃِ ۔ جس شخص نے کوئی بُری راہ قائم کی اُس پر اُس کا اور اُن لوگوں کا گناہ ہے جو قیامت تک اُس پر عمل کریں گے۔ بزہ۔ گناہ۔ دُم غزہ۔ دُم کی جڑ۔ لیک آدمؑ۔ آدم علیہ السلام نے اپنی اصل کو دیکھا اور رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا کہدیا۔ چوں ایاز۔ ایاز کا بھی اسی طرح سے اپنی غربت کی پوستین اور چپل کو دیکھنے کا معمول تھا اسی لئے اُس کی عاقبت بھی پسندیدہ ہوئی۔

[2] ہست مطلق۔ انسان اپنے آپ کو نیست کرے گا تب ہی اُس میں صنعت خداوندی کارفرما بنے گی۔ بر نوشتہ۔ لکھے ہوئے کاغذ پر کوئی نہیں لکھتا ہے جس تھانولے میں درخت پہلے سے لگا ہوا ہو اُس میں نیا پودا نہیں بویا جاتا ہے لہٰذا اپنے آپ کو فنا کر تب بقا حاصل ہوگا۔ کاغذے۔ خوشنویس سادہ کاغذ تلاش کرتا ہے، باغ بنجر زمین میں لگایا جاتا ہے۔ تو برادر۔ انسان کو اپنے آپ کو نہ لکھے ہوئے کاغذ اور بنجر زمین کی طرح بنا لینا چاہیئے۔

[3] تا مشرف۔ پھر قدرت قلم قدرت سے اُس پر نقش و نگار کرے گی اور اُس میں معرفت نئے پودے لگادے گی۔ خود۔ اپنے آپ کو دنیاوی لذتوں سے خالی کرے پھر غیب کی لذتیں حاصل ہوں گی۔ زانکہ۔ انسان دنیاوی لذتوں میں پھنس کر متکبر بن جاتا ہے اور اپنی اصل حقیقت کو فراموش کردیتا ہے۔ چوں درآید۔ پھر ایسے وقت میں ندامت کا اظہار کرتا ہے کہ اُس کو اُس کا اظہار مفید نہیں ہوتا۔

تا[1] نگردی غرقِ موجِ زشتیے　　کہ نباشد از پناہت کشتیے
جب تک تو کسی برائی کی موج میں غرق نہ ہوگا　　جس میں تیری پناہ کے لئے کوئی کشتی نہ ہوگی

یاد ناری از سفینہ راستیں　　لنگری در چارق و در پوستیں
تو سچائی کی کشتی کو یاد نہ کرے گا　　چپل اور پوستین کو نہ دیکھے گا

چونکہ درمانی بغرقاب بلا　　پس ظلمنا ورد سازی بر ولا
جب تو مصیبت کے بھنور میں پھنس جائیگا　　پھر پے در پے "میں نے ظلم کیا" کو ورد بنائے گا

دیو گوید بنگرید ایں خام را　　سر برید ایں مرغِ بے ہنگام را
شیطان کہتا ہے اِس بے وقوف کو دیکھو　　اِس بے وقت کے (اذان دینے والے) مرغے کو ذبح کردو

دور ایں خصلت ز فرہنگِ ایاز　　کہ پدید آید نمازش بے نیاز
یہ خصلت ایاز کی ذہانت سے بعید ہے　　کہ اُس کی نماز بغیر عاجزی کے ہو

اُو خروسِ آسماں بودہ زپیش　　نعرہائے اُو ہمہ در وقتِ خویش
وہ پہلے سے آسمانی مرغ تھا　　اُس کے سب نعرے اپنے وقت پر تھے

در معنی آنکہ اَرِنَا[2] الْاَشْیَاءَ کَمَا ھِیَ و معنی آنکہ لَوْ کُشِفَ الْغِطَاءُ مَا ازْدَدْتُ یَقِیْنًا و معنی ایں بیت

اس معنی کے بیان میں کہ ہمیں چیزوں کو ایسا دکھا جیسی وہ (ہیں) اور اس کے معنی کہ اگر پردہ ہٹا دیا جائے تو میرے یقین میں اضافہ نہ ہو اور اِس بیت کے معنی

در ہر کہ تو از دیدۂ بد می نگری　　از چنبرۂ وجودِ خود می نگری
جس شخص کو تو بُری نظر سے دیکھتا ہے　　اپنے وجود کے حلقہ سے دیکھتا ہے

و در بیانِ ایں مصرع　　پایہ[3] کژ کژ فگند سایہ
اور اِس مصرع کے بیان میں　　ٹیڑھا قد ٹیڑھا سایہ ڈالتا ہے

اے خرِ ساں از وے آموزید بانگ　　بانگ بہرِ حق کند نے بہرِ دانگ
اے گدھو! اُس سے اذان دینا سیکھو　　وہ اللہ کے لئے اذان دیتا ہے نہ کہ پیسے کے لئے

صبحِ کاذب آید و نفریبدش　　صبحِ کاذب عالمِ نیک و بدش
صبح کاذب آتی ہے اور اُسکو فریب نہیں دیتی　　صبح کاذب اپنے نیک و بد کے جاننے والے کو

---

[1] تا نگردی۔ تیری یہ حالت ہے کہ جب تک تو بالکل تباہ نہ ہو جائیگا اپنی اصل حقیقت کو نہ دیکھے گا۔ چونکہ جب مصیبت کے بھنور میں پھنسے گا تب توبہ کرے گا۔ دیو۔ پھر شیطان تجھ پر ہنسے گا اور کہے گا کہ اب بے وقت کی توبہ اور ندامت سے کیا فائدہ ہے اُس کو ذبح کر ڈالو۔ جو مرغ بے وقت اذان دیتا ہے اُس کو ذبح کر دیا جاتا ہے۔ دور۔ ایاز کی یہ عادت نہ تھی کہ اُس کو وقت گذر جانے پر تنبیہ ہو اُس کی ہر نماز عجز و انکساری سے تھی اور وہ آسمانی مُرغ تھا اُس کی تمام عاجزی بروقت تھی۔

[2] اَرِنَا۔ یہ دعا امام ابو حنیفہ رح کی طرف منسوب ہے مولانا رح نے اِس مناسبت سے اُسکو یہاں ذکر کیا ہے کہ ایاز کے مخالفوں کو اُسکے حجرہ میں جانے کی حقیقت معلوم نہ تھی اسی لئے اُنھوں نے اُس کو متہم کیا۔ لَوْ کُشِفَ الْغِطَاءُ۔ یہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کا مقولہ ہے کہ میرا ایمان بالغیب اِس درجہ کا ہے کہ اگر غیب سے پردے بھی ہٹ جائیں تو میرے یقین میں کوئی اضافہ نہ ہوگا یعنی پردوں کے ہوتے ہوئے میں ایمان اور یقین کے آخری مرتبہ پر ہوں۔ در ہر کہ۔ اِس شعر کا مطلب یہ ہے کہ انسان دوسروں کو اپنے اوپر قیاس کرتا ہے جیسا خود ہوتا ہے ویسا ہی دوسرے کو سمجھتا ہے۔

[3] پایہ کژ۔ اگر انسان کا خود ٹیڑھا قد ہے تو اُس کا سایہ یقیناً ٹیڑھا پڑیگا۔ اے خرِ ساں۔ جو لوگ اپنی اصلاح کرنا چاہیں اُنکو اِسی طرح بروقت اصلاح کرنی چاہیے جس طرح ایاز نے بروقت اپنی اصلاح کر لی تھی اُنہیں اخلاص تھا اور کوئی ریاکاری نہ تھی۔ صبحِ کاذب۔ وہ وقت کو صحیح پہچانتا تھا وقت اُس کو دھوکا نہ دے سکتا تھا۔

اہلِ[١] دنیا عقلِ ناقص داشتند
دنیا والے ناقص عقل رکھتے تھے
تا کہ صبحِ صادقش پنداشتند
حتیٰ کہ اُس کو صبحِ صادق سمجھ بیٹھے

صبحِ کاذب کاروانہا را زدست
صبحِ کاذب نے دانؔ، قافلوں کو تباہ کیا ہے
کہ بہ بوئے روز بیروں آمدست
جو دن کی اُمید پر باہر آ گئے ہیں

صبحِ کاذب خلق را رہبر مباد
خدا کرے صبحِ کاذب مخلوق کی راہنما نہ بنے
کو دہد بس کاروانہا را بباد
جو قافلوں کو برباد کرتی ہے

اے[٢] شدہ تو صبحِ کاذب را رہیں
اے وہ شخص، کہ تو صبحِ کاذب کا پابند ہے
صبحِ صادق را تو کاذب ہم مبیں
صبحِ صادق کو بھی تو کاذب نہ سمجھ

گر نداری از نفاقِ بد اماں
اگر تجھے بُرے نفاق سے امن نہیں ہے
از چہ داری بر برادر ظن ہماں
تو تو بھائی پر اُس کا گمان کیوں کرتا ہے؟

بدگماں باشد ہمیشہ زشت کار
بدگمان ہمیشہ بدکار ہوتا ہے
نامۂ خود خواند اندر حقِ یار
دوست کے بارے میں اپنا خط پڑھتا ہے

آں خساں کاندر کژیہا ماندہ اند
وہ کمینے جو کجی میں پھنسے ہوئے ہیں
انبیا را ساحر و کژ خواندہ اند
انھوں نے انبیا کو جادوگر اور ٹیڑھا کہا ہے

واں[٣] امیرانِ خسیسِ قلب ساز
اُن کمینے دھوکے باز سرداروں نے
ایں گماں بردند بر حجرہ ایاز
ایاز کے حجرے پر یہی گمان کیا

کو دفینہ دارد و گنج اندراں
کہ وہ دفینہ رکھتا ہے اور اس میں خزانہ ہے
ز آئینۂ خود منگر اندر دیگراں
اپنے آئینہ میں دوسروں کو نہ دیکھ

شاہ میدانست خود پاکیِ او
شاہ خود اُس کی پاکی کو جانتا ہے
بہرِ ایشاں کرد او آں جست و جو
اُس نے وہ جستجو اُن کے لئے کی تھی

کاے امیراں حجرہ بکشائید در
کہ اے سردارو! حجرے کا دروازہ کھول دو
نیم شب کہ باشد او زاں بیخبر
آدھی رات کو کیونکہ وہ اُس سے لاعلم ہوگا

تا پدید آید سگالشہائے او
تاکہ اُس کی تدبیریں ظاہر ہو جائیں
بعد ازاں بر ماست مالشہائے او
پھر اُس کی سزا ہمارے ذمہ ہے

محمود نے اُن امیروں سے کہا کہ تم شب میں ایاز کی لاعلمی میں حجرے کا دروازہ کھول دو تاکہ اُس کے پوشیدہ حالات ظاہر ہو جائیں پھر میں اُس کو اُس کی سزا دوں گا۔ سگالشہا۔ یعنی ایاز کے خیالات اور مال جمع کرنے کی تدبیریں۔

---

[١] اہلِ دنیا۔ دنیادار توبہ کا صحیح وقت نہیں پہچانتے ہیں ایسے وقت توبہ کرتے ہیں جبکہ توبہ مفید نہیں رہتی۔ صبحِ کاذب۔ صحیح وقت کو نہ پہچاننے سے بہت سی قومیں تباہ ہوئی ہیں، قافلہ اگر کاذب صبح میں نکل پڑتا ہے تو لوٹ لیا جاتا ہے۔ صبحِ کاذب خدا کرے کاذب صبح کسی کی رہبر نہ بنے ورنہ وہ تباہ ہو جائے گا۔

[٢] اے شدہ۔ جو شخص خود غلطی میں مبتلا ہے وہ دوسرے کو غلطی پر دیکھے۔ گر نداری۔ اگر انسان خود منافق ہے تو اُس کو دوسروں کو منافق نہ سمجھنا چاہیئے۔ بدگماں۔ بدگمان بہت بدکار ہے وہ اپنے اعمال کا دوسروں کا اعمالنامہ سمجھ کر پڑھتا ہے۔ آں خساں۔ کفار میں چونکہ خود کجی تھی وہ انبیا کو جادوگر وغیرہ سمجھتے تھے۔

[٣] واں امیراں۔ سلطان محمود کے دربار کے دوسرے امراء جنھوں نے ایاز کی شکایت کی تھی خود مکار تھے انھوں نے حجرے کے بارے میں ایاز پر بھی مکاری کا خیال کیا۔ شاہ۔ سلطان محمود کو ایاز کی پاکی کا یقین تھا اور حجرے کی تلاشی کا حکم اُن امیروں کو اُس کی پاکی کا یقین دلانے کے لئے دیا تھا۔ کاے امیراں سلطان

مر شمارا دادم آں زر و گہر[1] — من ازاں زرہا نخواہم جز خبر

میں نے وہ زر و جواہر تمہیں دیا — میں اُس زر کے بارے میں سوائے خبر کے کچھ نہیں چاہتا ہوں

ایں ہمی گفت و دلِ او می طپید — از برائے آں ایازِ بے ندید

وہ یہ کہہ رہا تھا اور اُس کا دل تڑپ رہا تھا — اُس بے نظیر ایاز کی وجہ سے

کہ منم کایں بر زبانم میرود — ایں جفا گر بشنود او چوں شود

کہ میں ہوں کہ میری زبان سے جاری ہو رہا ہے — یہ ظلم اگر وہ سنے گا، اُس کا کیا حال ہوگا؟

باز میگوید بحقِ دینِ او — کہ ازیں افزوں بود تمکینِ او

پھر کہتا ہے اُس کے دین کی قسم — اُس کا رُتبہ اِس سے بڑھ کر ہے

کہ بقذفِ زشتِ من طیرہ شود — وز غرض وز سرِّ من غافل بود

کہ وہ میرے بُری تہمت لگانے سے ناراض ہو — اور میری غرض اور راز سے غافل ہو

مبتلا[2] چوں دید تاویلاتِ رنج — بُرد بیند کے شود او ماتِ رنج

مبتلا (انسان) جب رنج کی توجیہ سمجھ لیتا ہے — کامیابی دیکھتا ہے، وہ رنج سے ہار نہیں دیکھتا ہے

صاحبِ تاویل ایاز صابر ست — کہ بحرِ عاقبتہا ناظر ست

توجیہ کرنے والا، صابر، ایاز ہے — کیونکہ وہ نتائج کے سمندر کو دیکھنے والا ہے

ہمچو یوسف خوابِ ایں زندانیاں — ہست تعبیرش بہ پیشِ او عیاں

(حضرت) یوسفؑ کی طرح ان قیدیوں کا خواب — اُس کی تعبیر اُن کے سامنے ظاہر ہے

خوابِ خود را چوں نداند مردِ خیر — کے بود واقف ز سرِّ خوابِ غیر

جب بھلا آدمی اپنے خواب کو نہیں جانتا — وہ دوسرے کے خواب کے راز سے کب واقف ہوگا؟

گر زنم[3] صد تیغ او را ز امتحاں — کم نگردد وصلتِ آں مہرباں

میں اگر آزمائش کی سو تلواریں اس کے ماروں — اُس مہربان کا تعلق کم نہ ہوگا

داند او کاں تیغ بر خود می زنم — من ویم اندر حقیقت او منم

وہ جانتا ہے کہ وہ تلوار میں اپنے مار رہا ہوں — حقیقت میں میں وہ ہوں، وہ میں ہے

دربیانِ اتحادِ عاشق و معشوق از روئے حقیقت اگرچہ

حقیقت کے اعتبار سے عاشق اور معشوق کے اتحاد کے بیان میں اگرچہ

---

[1] مر شما۔ بادشاہ نے یہ بھی کہہ دیا تھا کہ جو جواہر زیاں ملیں وہ تمہارے ہیں مجھے آکر صرف بتا دینا۔ ایں ہمی گفت۔ بادشاہ نے یہ حکم تو دے دیا تھا لیکن وہ اِس سے بے چین تھا اگر اُس کے مخلص ایاز کو اِس کا علم ہوگا کہ میں نے بدگمانی کی بنیاد پر اُس کے حجرہ کی تلاشی کا حکم دیا ہے تو اُس کو کس قدر رنج ہوگا۔ باز میگوید۔ پھر بادشاہ دل میں کہتا تھا کہ ایاز کے خلوص پر یقین ہے کہ وہ اِس حکم کے بارے میں مجھ سے بدگمان نہ ہوگا بلکہ سمجھے گا کہ دشمنوں پر حقیقت حال واضح کرنے کیلئے میں نے یہ حکم دیا ہے۔

[2] مبتلا۔ مصیبت زدہ جب اپنی مصیبت کی کوئی بہتر توجیہ کر لیتا ہے تو وہ رنج اور غم میں شکست خوردہ نہیں ہوتا ہے۔ صاحب تاویل۔ بادشاہ نے خیال کیا کہ ایاز اِس کام کی کوئی بہتر توجیہ کریگا۔ ہمچو۔ حضرت یوسفؑ نے اپنے ساتھی قیدیوں کے خواب کی صحیح تعبیر دیدی تھی جس نے دیکھا تھا کہ وہ انگور نچوڑ رہا ہے اُس کو کہہ دیا تھا کہ تعبیر یہ ہے کہ تو پھر بادشاہ کا ساقی بنے گا اور جس نے دیکھا تھا کہ پرندے اُس کے سر پر کی روٹیاں کھا رہے ہیں اُس سے کہا تھا کہ تو سولی پر چڑھایا جائیگا۔ ایسی تعبیریاں چلنے والا اُس کے ساتھی۔

[3] گر زنم۔ سلطان محمود نے سوچا کہ اگر میں ایاز کے تلوار بھی ماروں تو اُس کا تعلق کمزور نہ پڑے گا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ میرا اُس کے تلوار مارنا اپنے تلوار مارنا ہے۔ دربیان۔ اب مولانا نے اسی مناسبت سے عاشق اور معشوق کے اتحاد کو سمجھایا ہے۔

[۱] تضاد اند از روئے آنکہ نیاز ضدِ بے نیازی ست چنانکہ آئینہ

اِس اعتبار سے متضاد ہیں کہ نیاز، بے نیازی کی ضد ہے جیسا کہ آئینہ

بے صورت و سادہ است و بیصورتی ضدِ صورت ست لیکن

بغیر صورت کا اور سادہ ہے اور صورت کا ہونا صورت کی ضد ہے لیکن

میانِ ایشان اتحادے ست درحقیقت کہ شرح آں دراز ست

درحقیقت ان میں ایسا اتحاد ہے جس کی شرح دراز ہے

وَالعَاقِلُ تَکْفِیْہِ الْاِشَارَۃُ

اور عقلمند کے لئے اشارہ کافی ہے

جسمِ مجنوں را ز رنجِ دورِیے
فراق کی تکلیف سے مجنوں کے جسم

اندر آمد ناگہاں رنجوریے
میں اچانک بیماری پیدا ہوگئی

خوں بجوش آمد ز شعلۂ اشتیاق
شوق کی چنگاری سے خون جوش میں آگیا

تا پدید آمد بداں مجنوں خُناق
حتّٰی کہ اُس سے مجنوں کے گلے میں خُناق پیدا ہوگیا

پس [۲] طبیب آمد بدار و کردنش
اُس کا علاج کرنے کے لئے طبیب آیا

گفت چارہ نیست ہیچ از رگ زنش
اُس نے کہا فصد کرنے کے علاوہ کوئی علاج نہیں ہے

رگ زدن باید برائے دفعِ خوں
خون کے دفع کرنے کیلئے فصد کرنی چاہیئے

رگ زنے آمد بدانجا ذو فنوں
(چنانچہ) وہاں ایک ہُنرمند فصّاد آیا

بازوش بست و گرفت آں نیشِ او
اُس نے اُس کا بازو باندھا اور اُسکو اُسکے سامنے پکڑا

بانگ بر زد در زماں آں عشق خو
فوراً وہ عشق مزاج چیخا

مُزدِ خود بستان و ترکِ فصد کُن
اپنی فیس لے لے، اور فصد نہ کر

گر بمیرم گو برو جسمِ کُہن
اگر میں مرجاؤں، کہدے پُرانا جسم چلا جائے

گفت [۳] آخر از چہ می ترسی ازیں
اُس نے کہا آخر تو اِس سے کیوں ڈرتا ہے؟

چوں نمی ترسی تو از شیرِ عریں
جبکہ تو کچھار کے شیر سے نہیں ڈرتا ہے

شیر و گرگ و خرس و ہر یوز و دَدَہ
شیر اور بھیڑیا اور ریچھ اور ہر چیتا اور درندہ

گرد بر گردِ تو شب گرد آمدہ
تیرے چاروں طرف رات کو چکر لگاتا ہے

می نیایدشاں ز تو بُوئے بشر
تجھ میں سے اُنھیں انسان کی بُو نہیں آتی ہے

زانبہیِ عشق و وجد اندر جگر
(تیرے) جگر کے اندر عشق اور غم کی کثرت سے

[۱] متضاد۔ بظاہر عاشق و معشوق میں تضاد ہے ایک طرف نیاز ہے دوسری طرف بے نیازی ہے جیسا کہ آئینہ بے صورت ہے اور جو صورت اُس کے اندر آتی ہے بظاہر ان دونوں میں تضاد ہے لیکن حقیقتاً دونوں میں اتحاد ہے اُس کی مجنوں کے قصّے سے تشریح کرتے ہیں۔ مجنوں۔ ایک بار مجنوں بیمار ہوگیا عشق کی شدت نے اُس کے خون میں جوش پیدا کردیا جس سے اُس کے گلے میں خُناق (گلے کا ورم) پیدا ہوگیا۔

[۲] پس طبیب۔ طبیب نے کہا خون کو کم کرنے کیلئے فصد کرنا ضروری ہے لہٰذا فصد کرنے والے کو بلایا جائے۔ بازوش۔ فصد کرنے کیلئے جب اُس کا بازو باندھا تو مجنوں شور مچانے لگا اور کہا کہ خواہ میں مرجاؤں فصد نہ کرو۔

[۳] گفت۔ فصاد نے کہا تو جنگلوں میں مارا مارا پھرتا ہے اور درندوں سے بھی نہیں ڈرتا ایک نشتر سے کیوں ڈر رہا ہے۔ خرس۔ شیر کی کچھار۔ یوز۔ چیتا۔ ددہ۔ درندہ۔ می نیاید۔ چونکہ عشق اور غم نے تیرا جگر جلادیا ہے ان درندوں کو تجھ میں سے انسان کی بُو نہیں آتی ہے اور وہ تجھے اپنا دشمن سمجھ کر تجھ پر حملہ نہیں کرتے ہیں۔

۱ گرگ و خرس و شیر داند عشق چیست
بھیڑیا اور ریچھ اور شیر جانتا ہے کہ عشق کیا ہے
کم ز سگ باشد کہ از عشق او عمی ست
جو شخص عشق سے خالی ہے وہ کتے سے کم ہے

گر رگِ عشقے نبودے کلب را
اگر کتے میں عشق کی رگ نہ ہوتی
کے بجستے کلبِ کہفِ قلب را
تو کتا (اِن) دل کے غار کو کب ڈھونڈتا

ہم ز جنسِ او بصورت چوں سگاں
اُس کے ہم جنس بھی کتوں کی صورت میں
گر نشد مشہور ہست اندر جہاں
دنیا میں ہیں اگرچہ مشہور نہیں ہوئے ہیں

تو نبردی بوئے دل از جنسِ خویش
تو نے اپنی (ہم) جنس کے دل کی خوشبو نہ پائی
کے بری تو بوئے دل از گرگ و میش
تو بھیڑیے اور بھیڑ کے دل کی خوشبو کب حاصل کر سکتا ہے؟

۲ گر نبودے عشق ہستی کے بُدے
اگر عشق نہ ہوتا، تو وجود کب ہوتا؟
کے زدے ناں بر تو و تو کے شدے
روٹی تجھ سے کب ملتی اور تو کب ہوتا؟

نانِ تو شُد از چہ ز عشق و اشتہے
تیری روٹی کس چیز سے بنی؟ عشق اور خواہش سے
ورنہ ناں را کے بُدے تا جاں رہے
ورنہ روٹی کا راستہ جان تک کب ہوتا؟

عشق نانِ مُردہ را جاں می کند
عشق ہی مُردہ روٹی کو جان (دار) بناتا ہے
جاں کہ فانی بُود جاویداں کند
جو جان فانی تھی اُس کو جاودانی بنا دیتا ہے

گفت مجنوں من نمی ترسم ز نیش
مجنوں نے کہا میں نشتر سے نہیں ڈرتا ہوں
صبرِ من از کوہِ سنگیں ہست بیش
میرا صبر پتھریلے پہاڑ سے بڑھا ہوا ہے

منبلم بے زخم ناساید تنم
میں مصیبت کا مارا ہوں بغیر زخم کے میرے جسم کو آرام نہیں ملتا ہے
عاشقم بر زخمہا بر می تنم
میں عاشق ہوں زخموں کا چکر لگاتا ہوں

۳ لیک از لیلیٰ وجودِ من پُر است
لیکن میرا وجود لیلیٰ سے بھرا ہوا ہے
ایں صدف پُر از صفاتِ آں در است
یہ سیپ اُس موتی کی صفات سے پُر ہے

ترسم اے فصّاد! اگر فصدم کنی
اے فصاد! اگر تو میرے فصد لگائیگا، میں ڈرتا ہوں
نیش را ناگاہ بر لیلیٰ زنی
اچانک تو لیلیٰ کے نشتر مارے گا

داند آں عقلے کہ او دل روشنے ست
وہ عقل جس کا دل روشن ہے، سمجھتی ہے
در میانِ لیلیٰ و من فرق نیست
(کہ) مجھ میں اور لیلیٰ میں فرق نہیں ہے

من کیم لیلیٰ و لیلیٰ کیست من
میں کون ہوں؟ لیلیٰ، اور لیلیٰ کون ہے؟ میں
ما دو روحیم آمدہ در یک بدن
ہم دو روحیں ہیں جو ایک جسم میں آگئی ہیں

۱ گرگ۔ مولانا فرماتے ہیں جبکہ حیوانات بھی عشق سے آشنا ہیں تو اگر انسان میں یہ جذبہ نہ ہو تو وہ کتے سے بھی بدتر ہے۔ گر رگے۔ اصحاب کہف کے کتے قطمیر کو عشق ہی غار میں لے گیا تھا۔ قلب یعنی ورنہ ان اصحاب کہف ہم جنس اور کتے بھی قطمیر کی طرح ہیں، مشہور نہیں ہوئے ہیں۔ تو نبردی۔ تو نے انسان کے دل کے عشق کو نہ پہچانا تو درندوں کے دل کی حالت کیا جان سکتا ہے۔ ۲ گر نبودے۔ مولانا کے نزدیک عالم کے وجود کی بنا عشق ہے اور پوری کائنات میں باہمی عشق اور جذب و انجذاب ہے۔ نان۔ اگر روٹی اور انسان میں باہمی تعلق ہوتا تو روٹی زندہ انسان کا جزو کیسے بنتی۔ عشق۔ عشق ہی نے اس مردہ روٹی کو زندہ انسان کا جزو بنا دیا۔ گفت مجنوں۔ مجنوں نے فصاد سے کہا میں نشتر لگنے سے نہیں ڈر رہا ہوں میرا صبر پہاڑ سے بھی زیادہ ہے اور زخم کھانا میری عادت ہے اسی سے میرے جسم کو آرام ہے۔ ۳ لیک۔ چونکہ اب میں اپنے آپ کو فنا کر چکا ہوں اور میرے اس جسم میں صرف لیلیٰ ہے تو یہ نشتر میرے نہ لگے گا بلکہ لیلیٰ کے لگے گا۔ داند۔ عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ اب لیلیٰ میں اور مجھ میں کوئی فرق نہیں ہے میں لیلیٰ ہوں اور لیلیٰ میں ہوں دو روحیں ایک بدن میں ہیں۔

معشوقے[1] از عاشق پرسید کہ خود را دوست تر میداری یا مرا

ایک معشوق نے عاشق سے دریافت کیا تو اپنے آپ کو دوست رکھتا ہے یا مجھے

گفت من از خود مُردہ اَم وبتو زندہ اَم از خود و از صفاتِ خود

اُس نے کہا میں اپنے اعتبار سے مُردہ ہوں اور تیرے ذریعہ سے زندہ ہوں اپنے آپ سے اور اپنی

نیست شدہ اَم وبتو ہست شدہ اَم علمِ خود را فراموش کردہ اَم و

صفات کے اعتبار سے معدوم ہوگیا ہوں اور تیرے ذریعہ سے موجود ہوا ہوں میں نے اپنا علم بھلا دیا ہے اور

از علمِ تو عالِم شُدہ اَم قدرتِ خود را بباد دادہ اَم و از قدرتِ

تیرے علم کے ذریعہ عالِم بن گیا ہوں میں نے اپنی قدرت کو برباد کردیا ہے اور تیری قدرت

تو قادر شُدہ اَم اگر خود را دوست دارم تُرا دوست داشتہ

کے ذریعہ صاحب قدرت ہوگیا ہوں اگر اپنے آپ کو دوست رکھتا ہوں تو تجھے دوست

باشم و اگر تُرا دوست داشتہ باشم خود را دوست داشتہ باشم

رکھتا ہوں اور اگر تجھے دوست رکھتا ہوں تو اپنے آپ کو دوست رکھتا ہوں

ہر[2] کہ را آئینۂ یقیں باشد

جس کو یقین کا آئینہ حاصل ہو

گرچہ خود بیں خدائے بیں باشد

اگرچہ وہ خود بین ہے، وہ خدا بین ہو گا

اُخْرُجْ بِصِفَاتِيْ اِلٰى خَلْقِيْ مَنْ رَّاٰكَ فَقَدْ رَاٰنِيْ وَمَنْ

میری مخلوق کی طرف میری صفات میں نکل، جس نے تجھے دیکھا تو بیشک اُسنے مجھے دیکھا اور جس نے

قَصَدَكَ قَصَدَنِيْ وَمَنْ اَحَبَّكَ اَحَبَّنِيْ وَقِسْ عَلٰى هٰذَا

تیرا قصد کیا اُسنے میرا قصد کیا اور جس نے تجھ سے محبت کی اُسنے مجھ سے محبت کی اور اسی پر قیاس کرلے

گفت معشوقے بعاشق زامتحاں — در صبوحی[3] کاے فلاں ابنِ فلاں

امتحاناً، ایک معشوق نے عاشق سے کہا — صبح کی شراب کے وقت کہ اے فلاں، فلاں کے بیٹے

مر مرا تو دوست تر داری عجب — یا کہ خود را راست گو یا ذاالکرب

تو مجھے عجیب زیادہ دوست رکھتا ہے — یا اپنے آپ کو، سچ بتا اے غمزدہ!

گفت من در تو چناں فانی شُدم — کہ پُرم من از تو از سر تا قدم

اُس نے کہا میں تجھ میں ایسا فنا ہوگیا ہوں — کہ سر سے پاؤں تک تجھ سے پُر ہوں

[1] معشوقے۔ اب عاشق و معشوق کے اتحاد کی مزید وضاحت کرتے ہیں۔ کسی معشوق نے عاشق سے دریافت کیا کہ تو مجھ سے زیادہ محبت کرتا ہے یا اپنے آپ سے۔ اُس نے کہا میں اپنی تمام صفات گم کرچکا ہوں اب تیرے علم سے عالِم، تیری قدرت سے قادر ہوں۔ لہٰذا اگر تجھے دوست رکھتا ہوں تو اپنے آپکو دوست رکھتا ہوں اور اپنے آپکو دوست رکھتا ہوں تو تجھے دوست رکھتا ہوں اب دوئی ختم ہوگئی ہے لہٰذا یہ سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

[2] ہر کہ۔ جسکو ذات و صفات باری پر یقین کامل حاصل ہوگیا چونکہ وہ خودی کو ختم کرچکا ہے لہٰذا اُسکی خود بینی بھی خدا بینی ہے۔ اُخرج۔ جب ایک انسان فرائض و نوافل کے ذریعہ خدا کا قرب حاصل کرتا ہے اور خدائی اخلاق سے متخلق ہوجاتا ہے تو اُس انسان کو دیکھنا خدا کو دیکھنا ہے۔

[3] صبوحی۔ صبح کے وقت کی شراب۔ گفت۔ عاشق نے کہا کہ میں تجھ میں اپنے آپ کو فنا کرچکا اب تو اور میں دو شخص نہیں ہیں کہ اُن کے بارے میں محبت کی کمی اور زیادتی کا سوال ہوسکے۔

برمن[1] از ہستیِ من جُز نام نیست
مجھ میں میرے وجود کا سوائے نام کے کچھ نہیں ہے

دَر وجودم جُز تو اے خوش کام نیست
اے خوش نصیب! میرے وجود میں تیرے سوا کچھ نہیں ہے

زاں سبب فانی شدم من اینچنیں
اس لئے میں ایسا فانی ہوگیا ہوں

ہمچو سرکہ دَر تو بحرِ انگبیں
جیسا کہ سرکہ اے شہد کے سمندر! تجھ میں

ہمچو سنگے کو شود کُل لعل ناب
اُس پتھر کی طرح جو مجسم خالص لعل بن گیا ہو

پُر شود اُو از صفاتِ آفتاب
وہ سورج کی صفات سے پُر ہوجاتا ہے

وصفِ آں سنگی نماند اندرو
اُس میں پتھر پن کی صفت نہیں رہتی ہے

پُر شود از وصفِ خور اُو پشت و رُو
وہ آگے اور پیچھے سورج کے وصف سے پُر ہوجاتا ہے

بعد[2] ازاں گر دوست دارد خویش را
اُس کے بعد اگر وہ اپنے آپکو دوست رکھتا ہے

دوستیِ خور بُوَد آں اے فتی
اے نوجوان! وہ سورج سے دوستی ہوتی ہے

ور کہ خور را دوست دارد اُو بجاں
اگر وہ (دل و) جان سے سورج کو دوست رکھتا ہو

دوستیِ خویش باشد بیگماں
بے شک اپنے دوستی ہوتی ہے

خواہ خود را دوست دارد لعلِ ناب
خالص لعل، خواہ اپنے آپ کو دوست رکھے

خواہ یا اُو دوست دارد آفتاب
یا خواہ وہ سورج کو دوست رکھے

اندریں دو دوستی خود فرق نیست
اِن دونوں دوستیوں میں فرق نہیں ہے

ہر دو جانب جُز ضیائے شرق نیست
دونوں جانب سورج کی روشنی کے علاوہ کچھ نہیں ہے

تا[3] نشد اُو لعل خور را دشمن ست
جب تک وہ لعل نہیں بنا، سورج کا دشمن ہے

زانکہ یک من نیست اینجا دو من ست
کیونکہ ایک وجود نہیں ہے یہاں دو وجود ہیں

زانکہ ظلمانی ست سنگ اے باحضور
اِس لئے کہ اے باشعور! پتھر تاریک ہے

ہست ظلمانی حقیقت ضدِ نور
تاریک حقیقتاً نور کی ضد ہے

خویش را گر دوست دارد کافر ست
اگر اپنے آپکو دوست رکھتا ہے تو کافر ہے

زانکہ اُو مناعِ شمسِ اکبر ست
کیوں کہ وہ شمسِ اکبر کا منکر ہے

پس نشاید کہ بگوید سنگ انا
پس مناسب نہیں ہے کہ پتھر "انا" کہے

اُو ہمہ تاریکی ست و در فنا
وہ مجسم تاریکی اور فنا میں ہے

اُس کا اپنے وجود کا اقرار، سورج کے غیر کے وجود کا اقرار ہے۔

---

[1] برمنی۔ میرے وجود کا نام ہی نام ہے ورنہ اُس وجود میں دراصل تو ہے۔ سرکہ۔ سرکہ کو اگر شہد کے سمندر میں ڈال دیا جائے تو سرکہ کا محض نام ہی نام رہجائیگا ورنہ وہ سب شہد میں ملکر شہد بن گیا ہے۔ ہمچو۔ جس جسم میں کسی دوسرے جسم کی پوری صفات آجائیں تو اب اُس پہلے جسم کا نام ہی نام باقی رہیگا پتھر نے جب سورج کی صفات کو اِس درجہ قبول کرلیا کہ اُس میں پتھر پن نہ رہا اور وہ سورج کی صفات کو قبول کرکے لعل بن گیا تو اب وہ صرف نام کا پتھر ہے اُس میں پتھر کی صفت باقی نہیں ہے۔

[2] بعد ازاں۔ لعل اگر اپنے آپ سے محبت کرے تو وہ سورج ہی سے محبت کہلائیگی۔ ور۔ اگر وہ لعل، سورج سے محبت کرے گا تو اُس کی وہ محبت خود اُس کی اپنی ذات سے محبت کہلائے گی۔ اب اُس کی اپنی ذات سے دوستی اور سورج سے دوستی میں کوئی فرق نہیں ہے اِسلئے کہ اُس میں اور سورج میں صفات کی یکسانیت ہے۔

[3] تا نشد۔ ہاں اگر وہ پتھر ابھی لعل نہیں بنا ہے تو اُس میں اور سورج میں تضاد ہے پتھر میں تاریکی ہے اور سورج میں صفائی اور روشنی ہے۔ خویش را۔ اگر اِس حالت میں وہ پتھر اپنے آپ سے محبت کرے تو وہ سورج کا کافر ہے۔

گفت[1] فرعونے انا الحق گشت پست
کسی فرعون نے انا الحق کہا وہ پست ہوا
گفت منصورے انا الحق بر رست
کسی منصور نے انا الحق کہا وہ بالا ہے

آں انا را لعنۃ اللہ در عقب
اُس انا کے لئے اللہ (تعالیٰ) کی لعنت در پے ہے
ویں انا را رحمۃ اللہ اے محب
اور یہ انا اے دوست! اللہ (تعالیٰ) کی رحمت ہے

زانکہ او سنگِ سیہ بُد ایں عقیق
کیونکہ وہ سیاہ پتھر تھا، یہ عقیق ہے
آں عدوئے نور بُود و ایں عشیق
وہ نور کا دشمن تھا اور یہ عاشق ہے

ایں انا ہُو بُود در سِر اے فضول
اے بیہودہ! یہ "انا" درحقیقت "ہو" تھی
زاتحادِ نور نز راہِ حلول
نور کے اتحاد کی وجہ سے، نہ کہ حلول کے طور پر

جہد[2] کن تا سنگیت کمتر شود
تو کوشش کرتا کہ تیرا پتھر پن کم ہو جائے
تا بلعلی سنگِ تو انور شود
تاکہ تیرا پتھر لعل بننے سے روشن ہو جائے

صبر کن اندر جہاد و در عنا
مجاہدہ اور مشقت میں صبر کر
دمبدم می بیں بقا اندر فنا
لمحہ بہ لمحہ فنا میں بقا دیکھ

وصفِ سنگی ہر زماں کم میشود
پتھر پن کی صفت ہر لمحہ کم ہوگی
وصفِ لعلی در تو محکم میشود
تجھ میں لعل پن کی صفت مضبوط ہو جائے گی

وصفِ ہستی میرود از پیکرت
تیرے جسم میں سے وجود کی صفت نکل جائیگی
وصفِ مستی میفزاید در سرت
تیرے باطن میں مستی کی صفت بڑھ جائے گی

سمع شو یکبارگی تو گوشوار
تو کان کی طرح فوراً سماعت بن جا
تا ز حلقہ لعل یابی گوشوار
تاکہ تجھے لعل کے حلقہ کا گوشوارہ مل جائے

ہمچو[3] چہ کن خاک می کن گر کسی
اگر تو مرد ہے تو کنواں کھودنے والے کی طرح مٹی کھود
زیں تنِ خاکی کہ در آبے رسی
اِس مٹی کے جسم کی، تاکہ تو پانی تک پہنچ جائے

گر رسد جذبِ خدا آبِ معیں
اگر خدا کا جذب آگیا، تو جاری پانی
چاہ ناکندہ بجوشد از زمیں
کنواں کھودے بغیر زمین سے جوش مارے گا

کارکے میکن تو و کاہل مباش
کچھ کام کر، اور کاہل نہ بن
اندک اندک خاکِ چہ را میتراش
تھوڑی تھوڑی کنویں کی مٹی کھود

[1] گفت۔ کسی فرعونی کا "انا الحق" کہنا اسی وجہ سے کفر ہے اور منصوری کا یہ کلمہ کہنا عینِ ایمان ہے۔ آں انا۔ اگر کوئی فرعونی صفت والا شخص انا الحق کہے تو وہ ملعون ہے اور کوئی منصور حلاج کی صفات والا انسان یہی کلمہ کہے تو اس پر خدا کی رحمت ہے۔ زانکہ۔ جبکہ انسان اللہ کی صفات سے متصف نہیں ہے تو اس میں اور اللہ تعالیٰ میں تضاد ہے۔ ایں انا۔ متصف بصفاتِ خداوندی کا "انا الحق" کہنا دراصل "ہو الحق" کہنا ہے۔ اِس "انا" اور "ہو" میں کوئی فرق نہیں ہے کیونکہ نور اور صفات کے اعتبار سے دونوں میں اتحاد ہے۔ حلول۔ ذاتِ باری کو کسی انسانی شکل میں ماننا حلول ہے جو کفر ہے۔

[2] جہد کن۔ مجاہدوں کے ذریعہ اپنے پتھر پن کو دور کر کے لعل بننے کی کوشش کر پھر تجھے رفتہ رفتہ اپنی صفات کو فنا کر کے اللہ کی صفات کے ذریعہ بقا حاصل ہوگا۔ وصف۔ تیرے وجود کے اوصاف رفتہ رفتہ فنا ہو جائینگے صفاتِ خداوندی کا تیرے اندر جماؤ ہو جائے گا۔ سمع۔ تو کان کی طرح مجسم سماعت بنجا اور ان نصیحتوں کو قبول کر کے صفاتِ خداوندی کو حلقہ بگوش بنالے۔

[3] ہمچو۔ اگر انسان میں انسانیت ہے تو اُس کو کنواں کھودنے والے کی طرح مجاہدے کے ذریعہ اپنے جسم کی کھدائی کرنی چاہیئے تاکہ وہ آبِ حیات تک پہنچ سکے۔ گر رسد۔ مجاہدے کے ساتھ اگر حضرت حق کی جانب سے جذب شروع ہوجاتا ہے تو پھر مقصد تک پہنچنے کے لئے زیادہ مجاہدوں کی ضرورت نہیں رہتی۔

کارے کن[1] کوشش ماں از بہرِ آب — اندک اندک دور کن خاک و تراب

پانی کے لئے کام کر، کان بن جا — تھوڑی تھوڑی خاک اور مٹی ہٹا

ہر کہ رنجے دید گنجے شُد پدید — ہر کہ جدّے کرد در جدّے رسید ۱۴

جس نے تکلیف اُٹھائی، خزانہ ظاہر ہوا — جس نے کوشش کی، نصیب کو پہنچ گیا

گفت پیغمبرؐ رکوع ست و سجود — بر درِ حق کوفتن حلقہ وجود

پیغمبرؐ نے فرمایا ہے، رکوع اور سجدہ — اللہ (تعالیٰ) کے درپر مراد کی کنڈی کھٹکھٹانا ہے

حلقہ[2] آں در ہر آنکو میزند — بہرِ اُو دولت سرے بیروں کند

جو شخص اُس دروازہ کی کنڈی کھٹکھٹاتا ہے — اُس کے لئے دولت باہر آتی ہے

آمدنِ آں امیرانِ نمّام با سرہنگاں نیم شب و کُشادنِ حُجرۂ ایاز و دیدن چارق و پوستین را آویختہ و گمان بُردن کہ آں مکر ست و رُوپوش[3] و خانہ را حفرہ کردن بہر گوشہ کہ گمان آمد و چاہ کُناں آوردن و دیوارہا را سوراخ کردن و چیزے نایافتن و خجل و نومید شُدن چنانکہ[4] بدگمانان و خیال اندیشاں در کارِ انبیا و اولیا کہ میگفتند کہ ساحر اند و خویشتن ساختہ اند و تصدّر[5] میجویند بعد از تفحص خجل شُدنِ ایشان سود ندارد

اُن چغلخور امیروں مع سپاہیوں کے آدھی رات کو آنا اور ایاز کا حجرہ کھولنا اور چپل اور پوستین کو لٹکا ہوا دیکھنا اور خیال کرنا کہ یہ مکاری اور آڑ ہے اور گھر کے ہر اُس گوشہ کو کھودنا جس کا اُنھیں خیال آیا اور کنواں کھودنے والوں کو لانا اور دیواروں میں سوراخ کرنا اور کسی چیز کو نہ پانا اور شرمندہ اور نا اُمید ہونا جیسا کہ انبیاء اور اولیاء کے معاملہ میں بدگمانوں اور سوچنے والوں جو کہتے تھے کہ جادوگر ہیں اور اپنے آپ کو بنائے ہوئے ہیں اور بڑائی چاہتے ہیں جستجو کے بعد اُن کا شرمندہ ہونا مفید نہیں ہے

آں امیراں بر درِ حُجرہ شُدند — طالبِ گنج و زر و خمرہ[6] شُدند

وہ امیر حجرے کے دروازہ پر آئے — خزانہ اور سونے اور مٹکی کے طلبگار بنے

---

[1] کاری کُن۔ انسان کو مجاہدہ شروع کرنا چاہیئے اور مقصد کے حصول کو منتظر رہنا چاہیئے۔ ہر کہ محنت کو رائیگاں نہیں کرتا ہے جو کوشش کرتا ہے وہ پالیتا ہے۔ گفت۔ عبادتیں اِس لئے کی جاتی ہیں تاکہ درِ حق کُھلے اور انسان کو تقرب حاصل ہو۔ زنجیر بجا کر دروازہ کُھلوایا جاتا ہے۔ عبادت بھی زنجیر بجانا ہے۔

[2] حلقہ۔ مشہور مقولہ ہے مَنْ دَقَّ بَابَ الْکَرِیْمِ انْفَتَحَ جو شخص سخی کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے تو دروازہ کُھل جاتا ہے۔

[3] رُوپوش۔ یعنی ایاز نے چپل اور پوستین اِس لئے لٹکادی ہے کہ مخفی خزانہ کی جانب لوگوں کا دھیان نہ جائے۔

[4] چنانکہ۔ یہ لوگ ایاز کے معاملہ میں ایسے ہی شرمندہ ہوئے جس طرح انبیاء، اور اولیاء کے منکر آخر میں ایسے وقت شرمندہ ہوئے ہیں جبکہ اُن کی شرمندگی اُن کے لئے مفید نہیں ہوتی

[5] تصدّر۔ صدر کا مقام حاصل کرنا۔ خمرہ۔ مٹکی۔

قفل را بر میگشادند از ہوس
ہوس سے اُنھوں نے تالا کھولا

با دو صد فرہنگ و دانش چند کس
چند اشخاص کی سینکڑوں عقلوں اور سمجھ کے ساتھ

[1] زانکہ قفلِ صعب بر پیچیدہ بود
کیونکہ اُس نے مضبوط تالا لگا رکھا تھا

از میانِ قفلہا بگزیدہ بود
تالوں میں سے منتخب کیا تھا

نے ز بخلِ سیم و مال و زرِّ خام
چاندی اور مال اور خالص سونے کے بخل کی وجہ سے نہیں

از برائے کتمِ آں سِرّ از عوام
(بلکہ) اُس راز کو عوام سے چھپانے کے لئے

کہ گروہے بر خیالِ بد تنند
کہ ایک جماعت بُرے خیال پر قائم ہو جائیگی

قومِ دیگر نام سالوسم کنند
دوسری قوم میرا نام مکّار رکھے گی

پیشِ باہمت بود اسرارِ جاں
جان کے راز، باہمت کے سامنے

از خساں محفوظ تر از لعلِ کاں
کمینوں سے، کان کے لعل سے زیادہ محفوظ ہوتے ہیں

زر بہ از جان ست پیشِ ابلہاں
بیوقوفوں کے نزدیک سونا جان سے بہتر ہے

زر نثارِ جاں بود پیشِ شہاں
شاہوں کے نزدیک سونا جان کی خیرات ہے

[2] می شتابیدند تفت از حرصِ زر
وہ سونے کے لالچ میں تیز دوڑتے تھے

عقلِ شاں میگفت نے آہستہ تر
اُن کی عقل کہتی تھی "نہیں" بہت آہستہ

حرص تازد بیہدہ سوئے سراب
سراب کی جانب لالچ بیکار دوڑتا ہے

عقل گوید نیک بیں کاں نیست آب
عقل کہتی ہے اچھی طرح دیکھ، وہ پانی نہیں ہے

حرص غالب بود و زر چوں جاں شدہ
لالچ غالب تھا اور سونا جان کی طرح بن گیا تھا

نعرۂ عقل آں زماں پنہاں شدہ
اُس وقت عقل کی آواز دب گئی تھی

حرص غالب بود بر زر ہمچو جاں
جان جیسے سونے پر حرص غالب تھی

گفت ایں ست ایں متاعِ رائگاں
اُس نے کہا یہی ہے یہ بیہودہ چیز

گشتہ صد تو حرص و غوغاہائے او
حرص اور اُس کا شور سو گنا بن گیا

گشتہ پنہاں حکمت و ایمائے او
دانائی اور اُس کا اشارہ چھپ گیا

[3] تا کہ در چاہِ غرور اندر فتد
تاکہ دھوکے کے کنویں کے اندر گرے

آنکہ از حکمت ملامت نشنود
وہ جو دانائی کی ملامت نہیں سنتا

چوں ز بندِ دام بادِ او شکست
جب جال کے پھندے کی وجہ سے اُس کا غرور ٹوٹا

نفسِ لوّامہ برو یابید دست
لوّامہ نفس نے اُس پر قابو پالیا

---

[1] زانکہ۔ ایاز نے حجرہ پر ایسا سخت قفل لگایا تھا جس کا کھلنا آسان نہ تھا۔ نے ز بخل۔ یہ مضبوط قفل کسی بخل کی وجہ سے نہ لگایا تھا بلکہ اپنا یہ راز چھپانے کیلئے لگایا تھا۔ قومِ دیگر۔ اگر لوگوں کو چپل اور پوستین کا حال معلوم ہوگا تو اسکو مکاری پر محمول کرینگے۔ پیش۔ باہمت لوگ اپنے باطنی احوال کی لعل و جواہر سے بھی زیادہ حفاظت کرتے ہیں۔ زر۔ بیوقوفوں کے نزدیک سونا جان سے بہتر ہے عقلمند روپے پیسے کو جان کی خیرات سمجھتے ہیں۔

[2] می شتابید۔ لالچ ان کو دوڑا رہا تھا اور عقل آہستہ روی کی تعلیم دے رہی تھی حرص تازد۔ حرص انسان کو غیر واقعی نفع کی طرف دوڑاتی ہے عقل اسکو سمجھاتی ہے سراب۔ وہ ریت جو دور سے پانی نظر آئے۔ حرص۔ اُن پر حرص کا غلبہ تھا اور عقل کی آواز دب گئی تھی۔ غالب بود۔ سونا جو اُن کیلئے جان کی طرح تھا اُس پر حرص غالب تھی اُسنے عقل کی آواز کو بیکار بتایا۔ حکمت۔ عقل کی دانائی اور اسکے اشارے اُن لوگوں سے مخفی ہوگئے تھے۔

[3] تاکہ۔ حکمت کے اشارے اسلئے پوشیدہ ہو جاتے ہیں کہ یہ شخص دھوکے میں مبتلا ہو جائے۔ یہ لالچی شخص جب پھنس جاتا ہے تو اُس کا غرور ٹوٹتا ہے اور پھر اُسکا نفس اُسکو ملامت کرتا ہے نفسِ لوّامہ۔ نورِ دل کی روشنی سے گناہوں کو بُرا کہنے والا نفس۔

تا بدیوارِ بلا ناید سرش
جب تک اُسکا سر مصیبت کی دیوار تک نہیں آتا ہے
نشنود پندِ دلِ آں گوشِ کرش
اُسکا بہرا کان، دل کی نصیحت نہیں سنتا ہے

کودکاں را حرصِ لوزینہ و شکر
بادام کے حلوے اور شکر کا لالچ بچوں کے
از نصیحتہا کُند دو گوش کر
دونوں کان کو نصیحتوں سے بہرا بنا دیتا ہے

چونکہ دردِ دُنبلش آغاز شد
جب اُس کے پھوڑے کا درد شروع ہوا
در نصیحت ہر دو گوشش باز شد
اُس کے دونوں کان نصیحت کے لئے کھُلے

حُجرہ را با حرص و صد گونہ ہوس
حجرہ کو سیکڑوں ہوس اور حرص سے
باز کردند آں زماں آں چند کس
اُن چند شخصوں نے اُس وقت کھولا

اندر افتادند برہم ز ازدحام
ازدحام سے اکٹھے اندر گھسے
ہمچو اندر دوغ گندیدہ ہوام [2]
جس طرح بھُنگے سڑی ہوئی چھاچھ میں

عاشقانہ در فتد با کرّ و فر
شان و شوکت سے، عاشقانہ گرتا ہے
خوردنِ امکاں نے و بستہ ہر دو پر
کھانے کا امکان نہیں اور دونوں پر بندھے ہوئے ہیں

بنگریدند از یسار و از یمیں
انھوں نے بائیں اور دائیں جانب دیکھا
چارقے بدریدہ بُود و پوستیں
پھٹی ہوئی چپل اور پوستیں تھی

باز گفتند [3] ایں مکاں بے نوش نیست
انھوں نے پھر کہا یہ جگہ بغیر شہد کے نہیں ہے
چارق اینجا جز پئے رُوپوش نیست
اِس جگہ چپل آڑ کے سوا نہیں ہے

ہیں بیاور سیخہائے تیز را
خبردار! تیز سلاخیں لا
امتحاں کن حُفرہ و کاریز را
گڑھے اور نالی کا امتحان لے

ہر طرف کندند و جُستند آں فریق
اُن لوگوں نے ہر طرف کھودا اور تلاشی لی
حُفرہا کردند و گوہائے عمیق
گڑھے اور گہرے غار ڈال دیئے

حُفرہاشاں بانگ میداد آں زماں
اُن کو اُس وقت گڑھوں نے پکارا
کندہائے خالیم اے گندگاں
اے گندو! ہم خالی خندقیں ہیں

زاں سگالش شرم ہم میداشتند
اِس بدگمانی سے اُن کو شرم بھی آرہی تھی
کندہا را باز می انباشتند
انھوں نے خندقوں کو دوبارہ بھر دیا

باز در دیوارہا سُوراخہا
پھر دیواروں میں سوراخ
ہمچنیں کردند از جہل و عمیٰ
نادانی اور اندھے پن سے اِسی طرح کئے

---

۱ تا بدیوار۔ جب تک مصائب کی دیوار سے اُسکا سر نہیں ٹکراتا ہے اُس وقت تک یہ دل کی نصیحت نہیں سنتا ہے۔ کودکاں۔ اِس شخص کی مثال بچوں کی سی ہے جو مٹھائی کے لالچ میں کوئی نصیحت نہیں سنتے ہیں۔ چونکہ۔ جب مٹھائی کھانے سے پھوڑے اور پھنسیاں نکلتی ہیں تب بچے کے کان کھلتے ہیں۔ حجرہ۔ اب پھر ایاز کے حجرے کے کھولنے کا ذکر شروع کیا ہے۔

۲ ہمچو۔ وہ لوگ اژدحام کرکے ایاز کے حجرہ میں اِسطرح گھسے جس طرح بھُنگے مٹھی چھاچھ میں گرتے ہیں کہ وہ نہ اُس میں سے کچھ کھا سکتے ہیں اور نہ صحیح سالم باہر نکل سکتے ہیں۔ یہی حال اُن لوگوں کا تھا کہ اُنکو وہاں مال بھی ہاتھ نہ آیا اور رُسوا ہوگئے۔

۳ باز گفتند۔ حجرے میں مال نہ پانے کے باوجود انھوں نے کہا کہ یہ جگہ مال سے خالی نہیں ہوسکتی چپل اور پوستین تو مال کو چھپانے کے لئے ایک آڑ ہے۔ سیخہای۔ یعنی کھودنے کے لئے کُدالیں۔ کاریز۔ نالی۔ گوہای۔ گڑھے۔ حفرہا۔ گڑھے اُن سے کہہ رہے تھے کہ اے ناپاک خیالات والو ہم خالی گڑھے ہیں۔ زاں۔ اب وہ اپنے خیالات پر شرمندہ تھے انھوں نے گڑھوں کا پاٹنا شروع کردیا۔

بے عدد لاحول[1] در ہر سینۂ ... ماند مرغِ حرصِ شاں بے چینۂ

ہر سینہ میں بے شمار "لاحول" تھی ... اُن کی حرص کا پرندہ بغیر کنگنی کے رہ گیا

زاں ضلالتہائے یاوہ تازِ شاں ... حُفرہ و دیوار و درغمّازِ شاں

اُن کی بیہودہ دوڑ کی گمراہیاں ... گڑھا اور دیوار اور دروازہ اُنکے چغلخور تھے

مُمکن اندائے آں دیوار نے ... با ایاز امکانِ ہیچ اِنکار نے

اُس دیوار کی لپائی ممکن نہ تھی ... ایاز کے سامنے انکار کا کوئی امکان نہ تھا

گر خداعِ بیگناہی میدہند ... حائط و عرصہ گواہی میدہند

اگر وہ اپنی بے گناہی کا دھوکا دیں ... دیوار اور صحن گواہی دے رہے ہیں

جُملہ در حیرت کہ چہ مُعذر آورند ... تا ازیں گرداب جاں بیروں کُنند

سب حیرت میں تھے کہ کیا عُذر کریں ... تاکہ اِس بھنورسے جان کو باہر نکالیں

عاقبت[2] نومید دست و لب گزاں ... چوں زناں دو دست بر سر ہا زناں

انجام کار نااُمید اور ہاتھ اور ہونٹ کاٹتے ہوئے ... عورتوں کی طرح دو ہتڑ سر پر مارتے ہوئے

باز گردیدند سُوئے شہریار ... پُرز گرد و رُوئے زرد و شرمسار

شاہ کی طرف واپس ہو گئے ... گرد کے بھرے ہوئے، چہرے زرد اور شرمندہ

باز گشتنِ نمّاماں از حُجرۂ ایاز بسوئے شاہ توبرہ تہی و خجل ہمچو بدگماناں در حقِ انبیا علیہم السّلام در وقفِ ظہور برأت و پاکیِ ایشاں کہ یوم تبیضّ وُجوہٌ وَّ تسودُّ وُجوہٌ وَ قولہٗ تعالیٰ یوم القیامۃ تری الذین کذبوا علی اللہ وجوھھم مسودۃ

چغلخوروں کا ایاز کے حُجرے سے بادشاہ کی طرف خالی توبڑہ اور شرمندہ ہوکر واپس آنا جیسا کہ انبیاء علیہم السلام سے بدگمانی کرنے والے اُن کی برأت اور پاکی کے ظاہر ہوجانے کے وقت کہ اس دن جبکہ کچھ چہرے سفید اور کچھ چہرے کالے ہوجائیں گے اور اللہ تعالیٰ کا قول قیامت کے روز تو دیکھیگا ان لوگوں کو جنھوں نے خدا پر جھوٹ بولا تھا اُنکے چہرے کالے ہونگے

شاہ[3] قاصد گفت ہیں احوال چیست ... کہ بغلتاں از زر و ہمیاں تہیست

بادشاہ نے قصداً کہا ہاں کیا احوال ہیں؟ ... کہ تمہاری بغلیں ہمیانی اور سونے سے خالی ہیں

ور نہاں کردید دینار و تسو ... فرو شادی در رُخ و رُخسار کو

اگر تم نے اشرفیاں اور دمڑیاں چھپا رکھی ہیں ... تو مُنہ اور رُخسار پر شان اور خوشی کہاں ہے؟

---

[1] لاحول۔ وہ اپنے کام پر لاحول پڑھ رہے تھے۔ غمّاز۔ اُن کو اپنے کاموں کو چھپانا ممکن نہ تھا دیواروں کے سوراخ اور زمین کے گڑھے اُن کی چغلی کھا رہے تھے۔ ممکن۔ اِن گڑھوں اور سوراخوں کو اِس طرح اب بند بھی نہیں کیا جاسکتا کہ ایاز کے سامنے اِن حرکتوں کا انکار ممکن ہو لہٰذا وہ سب حیران تھے اور در و دیوار کی گواہی سے ڈر رہے تھے۔

[2] عاقبت۔ انجام کار وہ محروم واپس ہوئے اور عورتوں کی طرح سروں پر دوہتڑ مار رہے تھے۔ باز گشتن۔ وہ لوگ خالی ہاتھ اور شرمندہ اِسی طرح تھے جس طرح کفّار ہونگے جبکہ انبیا اور رسولوں کی برأت ظاہر ہوگی اور بداعمالوں کے چہرے سیاہ اور نیکوکاروں کے سفید ہو جائیں گے۔

[3] شاہ۔ شاہ نے قصداً اُن سے دریافت کیا کہ تمہاری بغلیں ہمیانی زر دو جواہر سے کیوں خالی ہیں اگر تم یہ بھی کہو کہ وہ ہم نے چھپائے ہیں تو بھی اُن کے آثار چہروں پر ضرور ہونے چاہئیں تھے۔

گرچہ۱ پنہاں بیخ ہر بیخ آورست — برگِ سیمَاھُمْ وُجُوھُھُمْ اَخضرست

اگرچہ ہر جڑ (اور درخت) کی جڑ پوشیدہ ہے — سبز پتے "ان کے چہروں پر نشان ہے" (کا مصداق) ہیں

آنچہ خورد آں بیخ از زہر و زقند — نک منادی میکند شاخِ بلند

جو کچھ زہر اور شکر اس جڑ نے کھایا ہے — اب بلند شاخ پکار رہی ہے

بیخ۲ اگر بے برگ و از مایہ تہیست — برگہائے سبز بر اشجار چیست

جڑ اگر بغیر پتے کے اور سرمائے سے خالی ہے — درختوں پر سبز پتے کیسے ہیں؟

بر زبانِ بیخ گِل مُہرے نہد — شاخ دست و پا گواہی میدہد

جڑ کی زبان پر مٹی مُہر لگا دیتی ہے — شاخ، ہاتھ پاؤں ہیں جو گواہی دیتے ہیں

آں امیراں جُملہ در عُذر آمدند — ہمچو سایہ پیشِ مہ ساجد شدند

اُن سب سرداروں نے معذرت کی — سایہ کی طرح چاند کے سامنے سجدہ کرنیوالے بنگئے

عذرِ آں گرمی و لاف و ما و من — پیشِ شہ رفتند با تیغ و کفن

اُس جوش اور شیخی اور انانیت سے عذر کے لئے — تلوار اور کفن لے کر شاہ کے سامنے گئے

از۳ خجالت جملہ انگشتاں گزاں — ہر یکے میگفت کے شاہِ جہاں

شرمندگی سے اُنگلیاں کاٹتے ہوئے — ہر ایک کہہ رہا تھا، کہ اے شاہجہاں!

گر بریزی خوں حلالستت حلال — ور بہ بخشی ہست انعام و نوال

اگر تو خون بہائے تیرے لئے حلال ہی حلال ہے — اگر تو معاف کردے انعام اور عطا ہے

کردہ ایم آنہا کہ از ما می سَزید — تا چہ فرمائی تو اے شاہِ مجید

ہم نے وہ کیا جو ہمارے لائق تھا — اے بزرگ بادشاہ! اب آپ کیا فرماتے ہیں؟

گر بہ بخشی جرمِ ما اے دلفروز — شب شبیہا کردہ باشد روز روز

اے دل کو روشن کرنیوالے! اگر تو ہمارا جرم بخشدے — (تو ایسا ہوگا) کہ رات نے رات پن کیا، دن نے دن پن

گر بہ بخشی یافت نومیدی گُشاد — ور نہ صد چوں ما فدائے شاہ باد

اگر تو بخش دیگا تو مایوسی نے کشادگی حاصل کی — ورنہ ہم جیسے سینکڑوں بادشاہ پر قربان ہیں

گفت شہ نے ایں نواز و ایں گداز — من نخواہم کرد ہست آنِ ایاز

بادشاہ نے کہا نہیں یہ نوازش اور یہ سزا — میں نہ کروں گا یہ ایاز کی ملکیت ہے

اُمید سے بدل جائے گی ورنہ ہماری جان آپ پر قربان ہے۔ گفت۔ بادشاہ نے کہا اس معاملہ میں سزا اور عطا میرا کام نہیں ہے۔ ایاز کا کام ہے۔

۱ گرچہ۔ جڑ زمین میں چھپی ہوئی ہوتی ہے لیکن اس کے آثار پتوں پر ظاہر ہوتے ہیں۔ برگ چھپے ہوئے اعمال کے اثرات نیکوں کے چہروں پر ظاہر ہوں گے قرآن پاک میں ہے۔ سِیْمَاھُمْ فِیْ وُجُوْھِھِمْ مِنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ یعنی سجدوں کے آثار انکے چہروں سے نمایاں ہیں۔ آنچہ۔ پتوں سے جڑ کی حقیقت واضح ہوجاتی ہے۔

۲ بیخ۔ جڑ میں اگر زندگی نہ ہو تو درخت پر سبز پتے نہیں آسکتے ہیں۔ بر زبان۔ مٹی نے جڑ کے منہ پر مہر لگا دی ہو لیکن اس کی شاخیں جو اس کے ہاتھ پاؤں ہیں گواہی دے رہے ہیں۔ عذر۔ مجرم کے لئے قاعدہ تھا کہ تیغ و کفن لے کر بادشاہ کے سامنے جاتا تھا اور اس طور پر سزا پر اپنی آمادگی ظاہر کرتا تھا۔

۳ از خجالت۔ ہر شخص شرمندگی سے انگلیاں کاٹ رہا تھا۔ اور بادشاہ سے کہہ رہا تھا کہ اگر ہمیں قتل کردیا جائے تو ہم اسی کے قابل ہیں اگر آپ معاف کردیں تو آپ کا کرم ہے۔ شب شبیہا۔ رات اپنا کام کرتی ہے اور دن اپنا ہمارے تاریک کارنامے ہیں اور آپ کی صفائی پُر نور ہے۔ گر بہ بخشی۔ اگر آپ معاف کردیں گے تو ہماری مایوسی

حوالہ کردنِ بادشاہ قبولِ توبۂ نمامان وحجرہ گشایاں وسزا

بادشاہ کا چغلخوروں اور حجرہ کھولنے والوں کی توبہ کو قبول کرنا اور سزا

دادن وادب کردنِ ایشاں با ایاز کہ یعنی ایں جنایت بر

دینا اور اُن کو تنبیہ کرنا، ایاز کے سپرد کرنا کیوں کہ یہ زیادتی

عرضِ او رفتہ است عُذرِ او پذیرد

اُس کی آبرو پر ہوئی تو اس کا عُذر وہ قبول کرے

ایں جنایت بر تن و عرض ویست ۔۔۔ زخم بر رگہائے آں نیکو پے ست

یہ ظلم اُس پر اور اُس کی آبرو پر ہوا ہے ۔۔۔ زخم اُس نیک خصلت کی رگوں پر لگا ہے

گرچہ نفسِ واحدیم از روئے جاں ۔۔۔ ظاہرا دوئیم ازیں سود و زیاں

اگرچہ جان کے اعتبار سے ہم ایک ذات ہیں ۔۔۔ اس نفع اور نقصان کے اعتبار سے بظاہر ہم دو ہیں

تہمتے بر بندہ شہ را عار نیست ۔۔۔ جُز مزیدِ حلم و استظہار نیست

غلام پر تہمت، شاہ کی ذلت نہیں ہے ۔۔۔ مزید حلم اور بھروسہ کے سوا کچھ نہیں ہے

مُتہم را شاہ چوں قاروں کُند ۔۔۔ بیگنہ را تو نظر کن چوں کُند

جبکہ شاہ تہمت کردہ کو قارون بنا دیتا ہے ۔۔۔ تو غور کر، بے قصور کو وہ کیا بنائے گا؟

شاہ را غافل مداں از کارِ کس ۔۔۔ مانعِ اظہار آں حلم ست و بس

شاہ کو کسی کے کام سے غافل نہ سمجھ ۔۔۔ اُسکے ظاہر کرنے کے لئے فقط حلم مانع ہے

مَنْ ھُنَا یَشفع بر پیشِ علمِ او ۔۔۔ لا اُبالی وار اِلّا حلمِ او

اُسکے علم کے آگے وہاں کون ہے جو سفارش کر سکے؟ ۔۔۔ لاپروائی کے ساتھ سوائے اُس کے حلم کے

آں گنہ اول ز حلمش می جہد ۔۔۔ ورنہ ہیبت آں مجالش کے دہد

خطا، پہلے پہل اُسکے حلم کی بنیاد پر، صادر ہوئی ہے ۔۔۔ ورنہ خوف اُس کو کب گنجائش دیتا؟

خونبہائے جرمِ نفسِ قاتلہ ۔۔۔ ہست بر حلمش دیت بر عاقلہ

قاتل نفس کے جرم کا خونبہا ۔۔۔ اُسکی بُردباری پر ہے (جیساکہ) معاقلہ پر دیت

مست و بیخود نفس ما زاں حلم بود ۔۔۔ دیو در مستی کلاہ از وے ربود

نفس اس حلم سے مست اور بیخود تھا ۔۔۔ مستی میں، شیطان اُس کی ٹوپی لے بھاگا

گر نہ ساقی حلم بودے بادہ ریز ۔۔۔ دیو با آدم کجا کردے ستیز

اگر [illegible] ساقی شراب چھڑکنے والا نہ ہوتا ۔۔۔ شیطان، آدمؑ سے کب جھگڑا کرتا

لہ حوالہ۔ بادشاہ نے ایاز کو بلا کر اُن امیروں کو اُسکے حوالہ کر دیا۔ ایں جنایت۔ بادشاہ نے کہا تمہارا ظلم و زیادتی ایاز کے جسم اور آبرو پر ہوئی ہے۔ گرچہ۔ اگرچہ ایاز اور میں دو نہیں ہیں لیکن اِس معاملہ میں یگانگت نہیں ہے۔ تہمتے۔ اگر بادشاہ کے غلام پر کوئی تہمت لگائے تو بادشاہ ذلیل نہیں ہوتا ہے، غلام ذلیل ہوتا ہے لہٰذا اِس معاملہ کا تعلق باوجود یگانگت کے ایاز ہی سے ہے۔

۲ جز۔ اگر کوئی شاہ کا جرم بھی کرتا ہے تو وہ اُس کے حلم کے بھروسہ پر کرتا ہے۔ شاہ۔ شاہ کو جرم کا علم بھی ہوتا ہے تو اپنے حلم کی وجہ سے اُس کا اظہار نہیں کرتا ہے۔ مَنْ ھُنَا۔ چونکہ بادشاہ کو مُجرم کا پورا علم ہوتا ہے تو سفارش صرف اُس کے حلم کی چلتی ہے۔ آں گنہ۔ شاہ کے حلم کی وجہ سے خطاکار کو ہمت ہو جاتی ہے ورنہ ہیبت اُس کو خطا کرنے کا موقع نہ دے۔

۳ خونبہائے۔ اگر کوئی قتل میں خطا کرتا ہے تو اُس کے رشتہ داروں کو دیت دینی پڑتی ہے چونکہ قاتل اِنہی رشتہ داروں کے سہارے کی امید پر قتل کرتا ہے اسی طرح خطاکار شاہ کے حلم کے سہارے خطا کرتا ہے تو [illegible] خطا کی ذمہ [illegible] بھی شاہ کے حلم پر آتی ہے۔ [illegible] شاہ کے [illegible] کی [illegible] خطاکار [illegible] ہو جاتی

جرأت حاصل ہوئی۔ شیطان ان کو بے حد گمراہ کر دیتا ہے۔ گرنہ۔ اگر حضرت آدم کو علم خداوندی پر بھروسہ نہ ہوتا تو شیطان اُن کو گمراہ نہ کر سکتا تھا۔

گاہ علمِ آدمؑ ملائک را کہ بُود | اُوستادِ علم و نقادِ نقوُد

ملائکہ کے اعتبار سے آدمؑ کے علم کا جو مرتبہ تھا | علم کے اُستاد، اور نقدوں کو پرکھنے والے تھے

چونکہ در جنّت شرابِ حلم خورد | شُد زیک بازیِ شیطاں رُوی زرد

چونکہ انھوں نے جنّت میں حلم کی شراب پی | شیطان کے ایک داؤں سے شرمندہ ہو گئے

آں بلاذرہائے تعلیمِ وُدُود . | زیرک و دانا و چستش کردہ بُود.

اللہ (تعالیٰ) کی تعلیم کے بھلانووں نے | انکو ذہین اور عقلمند اور چست کر دیا تھا

باز آں افیونِ حلمِ سختِ اُو | دُزد را آورد سوُئے رَختِ اُو

پھر اُس کے انتہائی حلم کی افیون نے | اُن کے سامان کی جانب چور کو روانہ کر دیا

عقل آمد سوُئے حلمش مستجیر | ساقیم تو بُودہ دستم بگیر

عقل، اُسکے حلم کی جانب پناہ پکڑتی ہوئی آئی | میرا ساقی تو تھا میری دستگیری کر

فرمودنِ شاہ، ایاز را کہ اختیار کُن از عفو و مکافات کہ از عدل

بادشاہ کا ایاز سے فرمانا کہ بدلے اور معاف کرنے میں سے جو بھی پسند کرے اختیار کر کیونکہ انصاف

و لُطف ہر چہ کُنی اینجا صوابست و در ہر یکے را مصلحتہا ست

اور مہربانی میں سے جو بھی تو کریگا اس مقام پر درست ہے اور ہر ایک میں مصلحتیں ہیں

کہ در ہر عدل ہزار لُطف درجست و لکُم فِی القِصاصِ حیات

اسلئے کہ ہر انصاف میں ہزاروں مہربانیاں درج ہیں اور تمہارے لئے بدلہ لینے میں زندگی ہے

آنکس کہ کراہت میدارد قصاص را، دریں یک حیاتِ

جو شخص بدلہ لینے کو ناپسند کرتا ہے اُس میں قاتل کی ایک زندگی

قاتل نظر میکُند و در صد ہزار حیات کہ معصوم و محفوف

پر نظر کرتا ہے اور وہ اُن لاکھوں زندگیوں کو جو سزا کے خوف کے

خواہد شُدن در حصنِ بیمِ سیاست نمی نگرد

قلعے میں محفوظ اور مامون ہو گی، نہیں دیکھتا ہے

کُن میانِ مجرماں حکم اے ایاز | اے ایازِ پاک با صد احتراز

اے ایاز! مجرموں کا فیصلہ کر | سیکڑوں پرہیزگاریوں کے ذریعہ پاک، اے ایاز!

گر دو صد بارت بجوشم در عمل | در کفِ جوشت نیابم یک دغل

اگر میں تجھے دو سو بار (بھی) کام میں جوش دلاؤں | تیرے جوش کے جھاگ میں ایک خرابی (بھی) نہ پاؤں

ےا گاہ۔ آدمؑ کو ملائکہ سے زیادہ علم حاصل تھا لہٰذا شیطان اُنکو دھوکہ نہ دے سکتا تھا لیکن چونکہ آدمؑ نے جنّت میں اللہ کے حِلم کا جام پی لیا تھا تو اُن سے خطا سرزد ہو گئی۔ بلاذر۔ بھلانوا، اُس کو مدبّر کر کے کھانا ذہن کے لئے بہت مُفید ہے۔ باز آں۔ حضرت آدمؑ نے اللہ تعالیٰ کے حِلم کی افیون کھالی جس سے اُن پر غفلت طاری ہو گئی۔ عقل۔ پھر اُس غلطی سے اُن کی عقل نے اللہ کی بُردباری سے پناہ پکڑ لی۔

ےا فرمودن۔ بادشاہ نے ایاز سے کہا اب تو جو چاہے کر۔ معاف کر دے یا بدلہ لے لے عدل کر یعنی بدلہ لے لے یا مہربانی کر اور یہ بھی سمجھ لے کہ عدل یعنی بدلہ لینے میں سیکڑوں مہربانیاں پوشیدہ ہیں اس لئے کہ قصاص کے ڈر سے جانیں محفوظ ہو جاتی ہیں اسی لئے قرآن نے قصاص کو حیات قرار دیا ہے جو شخص معاف کرتا ہے وہ قاتل کی ایک جان کی طرف تو دھیان دیتا ہے لیکن اُن جانوں کی طرف نظر نہیں کرتا ہے جو قصاص کے ڈر سے محفوظ رہتی ہیں۔

ےا گر دو صد۔ انسان جوش میں راہ اعتدال چھوڑ بیٹھتا ہے لیکن ایاز سے یہ ممکن نہیں ہے

زامتحاں شرمندہ خلقے بے شمار
آزمائش سے بے شمار مخلوق شرمندہ ہوئی ہے
زامتحانہا جملہ از تو شرمسار
آزمائشوں کی وجہ سے سب تجھ سے شرمندہ ہیں

بحر بے قعرست تنہا علم نیست
صرف علم ہی نہیں ہے، بلکہ اتھا سمندر ہے
کوہ و صد کوہ است ایں خود حلم نیست
یہ حلم ہی نہیں ہے، پہاڑ اور سیکڑوں پہاڑ ہے

گفت من دانم عطائے تست ایں
اُس نے کہا میں جانتا ہوں یہ آپکی دین ہے
ورنہ من آں چارقم واں پوستیں
ورنہ میں تو وہی چپل اور وہی پوستین ہوں

بہر ایں پیغمبرؐ ایں را شرح ساخت
اسی لئے پیغمبرؐ نے اِس کی شرح کی ہے
ہر کہ خود بشناخت یزداں را شناخت
جس نے اپنے آپ کو پہچانا اُس نے خدا کو پہچان لیا

چارقت نطفہ است و خونت پوستیں
تیرا چپل نطفہ ہے اور تیرا خون پوستین ہے
باقی اے خواجہ عطائے اوست ایں
اے جناب! باقی یہ اُس کی دین ہے

بہر آں دادست تا جوئی دِگر
تجھے اسلئے دیا ہے تاکہ تو اور طلب کرے
تو مگو کہ نیستش جز ایں قدر
تو نہ کہہ کہ اُسکے پاس اِسکے سوا نہیں ہے

زاں نماید چند سیب آں باغباں
باغباں چند سیب اِس لئے دکھاتا ہے
تا بدانی دخل و نخلِ بوستاں
تاکہ تو باغ کی آمدنی اور درختوں کو سمجھ سکے

کفِ گندم زاں دہد خریدار را
ایک مُٹھی گیہوں خریدار کو اِس لئے دیتا ہے
تا بداند گندمِ انبار را
تاکہ وہ ڈھیر کے گیہوں کو سمجھ جائے

نکتۂ زاں شرح گوید اُوستاد
اُستاد اُس شرح میں سے ایک نکتہ بیان کر دیتا ہے
تا شناسی علمِ اُو را مُستزاد
تاکہ تو اُس کے علم کو مزید سمجھ جائے

ور بگوئی خود ہمینش بود و بس
اگر تو کہے، کہ اُس کے پاس بس یہی تھا
دور تت اندازد چناں کز ریش خس
تجھے اِس طرح دور پھینک دیگا جسطرح داڑھی سے تنکا

اے ایاز اکنوں بیا و داد دہ
اے ایاز! اب آ اور انصاف کر
دادِ نادر در جہاں بنیاد نہ
دنیا میں عجیب انصاف کی بنیاد رکھدے

مجرمانت مستحقِ کشتنند
تیرے مجرم گردن زدنی ہیں
وز طمع بر عفو و حلمت می تنند
اور تیری معافی اور حلم کے لالچ پر قایم ہیں

علاوہ اور کوئی علم نہیں ہے تو اُستاد اُس کو درس سے نکال دیتا ہے۔ اے ایاز۔ بادشاہ نے ایاز سے کہا۔ مجرمانت۔ یہ چغلخور قتل کے مستحق ہیں لیکن تیری بردباری اور عفو کے طالب ہیں۔

ل ۱ زامتحاں۔ غلطیات کا امتحان کر کے بہت سے لوگ شرمندہ ہوئے ہیں اب یہ لوگ بھی ... طور پر شرمندہ ہیں۔ بحر۔ یا ز صرف دریائے علم ہی نہیں ہے بلکہ وہ علم کا بے تھاہ دریا ہے وہ صرف بُردباری ہی نہیں ہے بلکہ بُردباری کا پہاڑ در پہاڑ ہے۔ گفت۔ ایاز نے شاہ کی باتوں پر کہا کہ میرا مرتبہ آپکی عطا اور دین ہے ورنہ میری حقیقت تو وہی چپل اور پوستین ہے۔

ل ۲ بہر آیں۔ حدیث شریف ہے مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ، جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا اُس نے اپنے خدا کو پہچان لیا۔ چارقت۔ جس طرح ایاز کی چپل اور پوستین اُسکی ابتدا تھی اور بقیہ عروج شاہی عطیہ تھا اِسی طرح انسان کی اصل مَرد کا نطفہ اور عورت کے رحم کا خون ہے۔ بہر آں۔ یہ دنیاوی عطا اِس لئے کی ہے تاکہ تو انکو دیکھکر اخروی عطا کا طلبگار بنے۔ زاں۔ دنیاوی عطا آخرت کا نمونہ ہے جس طرح چند سیب باغ کے نمونے کے طور پر دکھلائے جاتے ہیں۔

ل ۳ کف۔ گیہوں کے ڈھیر کی بانگی دکھادی جاتی ہے۔ نکتہ۔ اُستاد ایک معمولی نکتہ بیان کرتا ہے تاکہ شاگرد اُسکے علوم کو جان کر اُن کا طالب بنے۔ ور۔ اگر شاگرد اُستاد کے نکتہ کو سُن کر یہ کہدے کہ بس اُستاد کے پاس اِس نکتہ کے

تاکہ[51] رحمت غالب آید یا غضب — آبِ کوثر غالب آید یا لہب

تاکہ (دیکھیں) کہ رحمت غالب آتی ہے یا غصہ — آبِ کوثر غالب آتا ہے یا لپٹ

از پئے مردم رُبائی ہر دو ہست — شاخِ حِلم و خشم از عہدِ اَلَسْت

انسانوں کی کشش کے لئے دونوں ہیں — حِلم اور غصہ کی شاخ عہدِ اَلَسْت (کے وقت) سے

بہرِ ایں لفظِ اَلَسْت مُستبیں — نفی و اِثبات ست در لفظے قریں

اسی لئے واضح لفظ اَلَسْت میں — نفی اور اِثبات ایک لفظ میں ملا ہوا ہے

زانکہ اِستفہام اِثبات ست ایں — لیک در وے لفظِ لَیس شُد دفیں

کیونکہ استفہام یہ اِثبات ہے — لیکن اُس میں لَیس کا لفظ چھپا ہوا ہے

ترک کُن تا ماند ایں تقریرِ خام — کاسۂ[52] خاصاں مَنہ بر خوانِ عام

رہنے دے، تاکہ یہ تقریر ناقص رہے — خواص کا پیالہ عوام کے دسترخوان پر نہ رکھ

قہر و لُطفے چوں صبا و چوں وَبا — آں یکے آہن رُبا وِیں کَہرُبا[53]

قہر اور مہر صبا اور وبا کی طرح ہے — ایک مقناطیس اور یہ کہربا ہے

میکشد حق راستاں را تا رشد — قسمِ باطِل باطِلاں را میکشد

اللہ (تعالیٰ) سچوں کو ہدایت کیجانب کھینچتا ہے — باطل فریق، بُرے لوگوں کو کھینچتا ہے

معدہ حلوائی بُوَد حلوا کَشد — معدہ صفرائی بُوَد سِرکا کَشد

حلوے والا معدہ ہو تو حلوے کو کھینچتا ہے — صفرے والا معدہ ہو تو سرکہ کو کھینچتا ہے

فرشِ سُوزاں سردی از جالش بَرد — فرشِ افسردہ حرارت را خورد

گرم فرش بیٹھنے والے کی ٹھنڈک دور کر دیتا ہے — ٹھنڈا فرش، گرمی کو کھا جاتا ہے

دوست بینی از تو رحمت می جہد — خصم بینی از تو سطوت می جہد

تو دوست کو دیکھتا ہے تو تجھ سے رحمت ٹپکتی ہے — تو دشمن کو دیکھتا ہے تو تجھ میں سے دبدبہ ٹپکتا ہے

نور بینی روشنی بیروں جہد — نار بینی یا دُخاں ظلمت دِہد

تو نور دیکھتا ہے، تو روشنی باہر آتی ہے — تو آگ یا دھواں دیکھتا ہے تو تاریکی پیدا ہوتی ہے

---

[51] تاکہ۔ اب یہ دیکھنا ہے تو اُن پر رحم کرتا ہے یا عتاب نازل کرتا ہے، رحم آبِ کوثر اور عتاب لپٹ ہے۔ اُن کے دونوں نازل سے حلم و غصہ دونوں صفتیں لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی جانب متوجہ کرتی ہیں۔ بہرِ ایں۔ حِلم اور خشم کی صفت کی طرف اشارے کے لئے اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ میں نفی بھی ہے اور اِثبات بھی ہے۔ زانکہ۔ اَلَسْت میں ہمزۂ اِستفہام انکار کے لئے جو اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ میں داخل ہے جو خود انکار کے معنی میں ہے اور انکار کا انکار اثبات ہوتا ہے لہٰذا اِس سے اللہ کی ربوبیت ثابت ہو گئی جس کا مقتضی حلم ہے اور لَسْتُ بِرَبِّکُمْ کے معنی ہیں "میں تمہارا رب نہیں ہوں" تو ربوبیت کے انکار کا مقتضی غصہ ہے لہٰذا یہ اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کا جملہ دونوں صفتوں کیطرف اشارہ ہے۔

[52] کاسۂ خاصاں۔ اب یہ بات کہ ربوبیت کا نہ ہونا درجۂ احدیتِ محض کی بات ہے تو یہ خواص کو بھلانے کی ہے عوام کے سامنے اِس کی تقریر مناسب نہیں ہے۔ قہر و لطفے اللہ تعالیٰ کی یہ دونوں صفتیں صبا اور وبا کی طرح ہیں صبا پرورش کرتی ہے، وبا فنا کرتی ہے اِن میں سے ایک مقناطیس ہے جو لوہے کو کھینچتا ہے یعنی صفتِ قہر سنگ دلوں کے لئے ہے اور دوسری صفت حِلم اور لُطف یہ کہربا کیطرح ہے جو نرم قلوب کو اپنی طرف مائل کرتی ہے۔ آہن رُبا۔ مقناطیس پتھر کو کھینچتا ہے۔

[53] کہربا۔ وہ پتھر جو تنکے کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ میکشد۔ دنیا میں حضرتِ حق کی دونوں صفتوں کا ظہور ہے اسکا ہادی ہونا راست بازوں کی کشش کرتا ہے اور اُسکا مُضِل ہونا غلط کاروں کی کشش کرتا ہے، غرض کہ اَعیانِ ثابتہ کی جیسی جسکی استعداد ہے اُسکے مطابق اسکا میلان ہے۔ معدہ۔ دنیا میں ہر چیز کی کشش اپنی ہم جنس کیطرف ہے۔ معدہ کا یہی حال ہے فرش کا یہی حال ہے دوست اور دشمن کا یہی حال ہے نور و نار کا یہی حال ہے۔

خصم[1] و یار و نور و نار و فخر و عار ۔۔۔ تخت و دار و برد و حار و ورد و خار

دشمن اور دوست، نور اور نار، فخر اور ذلت ۔۔۔ تخت اور سولی، ٹھنڈا اور گرم، پھول اور کانٹا

مور و مار و پود و تار و زیر و زار ۔۔۔ ہر یکے با جنسِ خود بر می شمار

چیونٹی اور سانپ، تانا اور بانا، گانا اور رونا ۔۔۔ ہر ایک کو اپنی جنس کے ساتھ گن لے

تعجیل فرمودنِ بادشاہ ایاز را کہ زود ایں حکم را بہ فیصل رساں

بادشاہ کا ایاز کو جلدی کرنے کا حکم دینا کہ جلد اس حکم کا فیصلہ کر دے

وُ منتظِر مدار و اَلاَیَّامُ بَیْنَنَا مگو کہ اَلْاِنْتِظَارُ مَوْتٌ اَحْمَرُ و جواب

اور منتظر نہ رکھ اور "ہمارے پاس بہت وقت ہے" نہ کہہ کیونکہ انتظار سُرخ موت ہے اور ایاز

گفتنِ ایاز بادشاہ را و عجز آوردنِ اُو

کا بادشاہ کو جواب دینا اور اُس کا معذوری ظاہر کرنا

اے ایاز ایں کار را زُوتر گذار ۔۔۔ زانکہ نوعِ انتقام ست انتظار

اے ایاز! یہ کام جلد کر لے ۔۔۔ کیونکہ انتظار (بھی) ایک قسم کا بدلہ ہے

گفت[2] اے شہ جملگی فرماں تُراست ۔۔۔ با وجودِ آفتاب اختر فناست

اُس نے کہا اے بادشاہ! سب حکم آپکا ہی ہے ۔۔۔ سورج کے ہوتے ہوئے، ستارہ معدوم ہے

زُہرہ کہ بُود یا عُطارُد یا شہاب ۔۔۔ کہ بروں آید بہ پیشِ آفتاب

زُہرہ یا عُطارُد یا شہاب کون ہوتا ہے؟ ۔۔۔ کہ سورج کے سامنے باہر آئے

گر ز دلق و پوستیں بگذشتمے ۔۔۔ کہ چُنیں تخمِ ملامت کِشتمے

اگر میں گدڑی اور پوستین سے (آگے) بڑھتا ۔۔۔ تو ملامت کا ایسا بیج کب بوتا؟

قُفل کردن بر درِ حجرہ چہ بُود ۔۔۔ در میانِ صد خیالاتِ حُسُود

حجرہ کے دروازے پر قفل لگانا کیا تھا؟ ۔۔۔ حاسد کے سیکڑوں خیالات کے درمیان

دست[3] در کردہ درونِ آبِ جُو ۔۔۔ ہر یکے زیشاں کلوخِ خشک جو

نہر کے پانی میں ہاتھ ڈبوئے ہوئے ۔۔۔ اُن میں سے ہر ایک خشک ڈھیلا تلاش کرنے والا ہے

پس کلوخِ خشک در جُو کے بُوَد ۔۔۔ ماہیِ با آب عاصی کے شوَد

تو نہر میں خشک ڈھیلا کہاں ہوتا ہے؟ ۔۔۔ مچھلی، پانی کی نافرمان کب ہوتی ہے؟

بر منِ مسکیں جفا دارند ظن ۔۔۔ کہ وفا را شرم می آید ز من

مجھ ایسے عاجز پر ناحق بدگمانی کرتے ہیں ۔۔۔ کہ وفا کو مجھ سے شرم آتی ہے

[1] خصم۔ غرض کہ کائنات میں سے ہر ایک چیز اپنی جنس کی کوشش کر رہی ہے۔ تعجیل فرمودن۔ شاہ نے ایاز سے کہا کہ مجرموں کا جلد فیصلہ کر۔ انتظار کی تکلیف موت سے زیادہ ہے مشہور مقولہ ہے اَلْاِنْتِظَارُ اَشَدُّ مِنَ الْمَوْتِ وَالْاَیَّامُ۔ معاملہ کو ٹالنے کا داعیہ یہی ہوتا ہے کہ انسان سوچتا ہے کہ اس کام کے کرنے کا بہت وقت ہے۔ زانکہ۔ مجرم کو انتظار میں رکھنا بھی ایک قسم کی سزا ہے۔

[2] گفت۔ ایاز نے عذر کیا کہ مجرموں کا فیصلہ کرنا شاہ کا کام ہے، شاہ کے سامنے میری مثال ایسی ہی ہے جیسی زُہرہ اور عُطارُد، اور شہاب ثاقب کی سورج کے سامنے کوئی حقیقت نہیں ہے۔ گر ز دلق۔ اگر میں اپنی حقیقت چپل اور گدڑی سے زیادہ سمجھتا تو اس چپل اور گدڑی کی حفاظت کر کے اس حالت میں کیوں مبتلا ہوتا کہ دشمن مجھے ملامت کریں اور حاسد طرح طرح خیالات قائم کریں۔

[3] دست در کردہ۔ ان حاسدوں کی حالت تو اُس شخص کی سی ہے جو نہر میں ہاتھ اسلئے ڈالے کہ اُسمیں سے خشک ڈھیلا نکال لے پس۔ نہر میں خشک ڈھیلا تلاش کرنا اور مچھلی کو خشک زمین میں تلاش کرنا یکساں ہے۔ بر من۔ ان حاسدوں نے مجھے صاحب جفا سمجھا اور اپنا جفا و وفا سمجھا جس سے وفا کو شرم آگئی۔

گر نبودے[1] زحمتِ نامحرمے ۔۔۔ چند حرفے از وفا وا گفتمے

اگر نامحرم کی پریشانی نہ ہوتی ۔۔۔ تو میں وفا کے بارے میں چند باتیں کہتا

چوں جہانے شبہت و اشکال جوست ۔۔۔ حرف میرانیم ما بیروں ز پوست

چوں کہ دنیا شبہ اور اشکال کی طلبگار ہے ۔۔۔ ہم چھلکے سے باہر کی گفتگو کرتے ہیں

گر تو خود را بشکنی مغزے شوی ۔۔۔ داستانِ مغز نغزے بشنوی

اگر تو اپنے آپ کو شکستہ کریگا، مغز بنجائیگا ۔۔۔ تو عمدہ مغز کی باتیں سنے گا

جوز[2] را در پوستہا آوازہاست ۔۔۔ مغز و روغن را خود آوازے کجاست

اخروٹوں کے چھلکوں میں (رہتے ہوئے) آوازیں ہیں ۔۔۔ مغز اور روغن کی خود آواز کہاں ہے

دارد آوازے نہ اندر خوردِ گوش ۔۔۔ ہست آوازش نہاں در گوشِ ہوش

وہ آواز رکھتا ہے لیکن کان کے لائق نہیں ہے ۔۔۔ اس کی آواز ہوش کے کان میں پوشیدہ ہے

گر نہ خوش آوازیِ مغزے بود ۔۔۔ ژغژغِ آوازِ قشرے کہ شنود

اگر مغز کی خوش آوازی نہ ہوتی ۔۔۔ چھلکے کا کھڑکا کون سنتا؟

ژغژغِ آں زاں تحمل میکنی ۔۔۔ تا کہ خاموشانہ بر مغزے زنی

اس کی کھٹ کھٹ کو تو اسلئے برداشت کرتا ہے ۔۔۔ تاکہ چھلکے سے مغز تک پہنچ جائے

چند گاہے[3] بے لب و بے گوش شو ۔۔۔ وانگہاں چوں لب حریفِ نوش شو

کچھ مدت تک بغیر ہونٹ اور کان کے بن جا ۔۔۔ پھر ہونٹ کی طرح شہد کا ساتھی بن

چند گفتی نظم و نثر و راز فاش ۔۔۔ خواجہ یک روز امتحاں کن گنگ باش

تونے نظم اور نثر اور راز کھل کر بہت کہے ۔۔۔ صاحب! ایک روز آزمالے، گونگا بن جا

چند پختی تلخ و تیز و شور و گز ۔۔۔ ہم یکے بار امتحاں شیریں بپز

تونے کڑوی اور تیز اور کھاری اور کسیلی بہت پکائی ۔۔۔ ایک دن امتحان کے لئے میٹھی (بھی) پکالے

چند خوردی چرب و شیریں از طعام ۔۔۔ امتحاں کن چند روزے در صیام

تونے میٹھا اور روغنی بہت کھانا کھایا ۔۔۔ چند دن روزے میں آزمالے

چند شبہا خواب را گشتی اسیر ۔۔۔ یک شبے بیدار شو دولت بگیر

توبہت سی راتوں میں نیند کا قیدی بنا ۔۔۔ ایک رات بیدار رہ، دولت حاصل کرلے

چند پختی۔ روز مرہ کی عادت کے خلاف کچھ مجاہدہ کر، لذیذ کھانے بہت کھائے ہیں کچھ دن روزے رکھکر دیکھ، راتوں کو خوب سویا ہے کبھی بیداری کی دولت بھی حاصل کر۔

١ گر نبودے۔ مولانا فرماتے ہیں سننے والے اہل نہیں ہیں ورنہ میں وفا کے مضمون کو واضح کر کے بیان کرتا۔ چوں جہانے۔ چونکہ عوام حقائق کے بیان میں شبہے اور اشکالات پیش کرنے لگے ہیں اس لئے ان کو وہ سمجھانا مشکل ہے لہٰذا ہم معمولی باتیں ان کو سنا دیتے ہیں۔ گر تو۔ اگر تم مجاہدوں کے ذریعہ اپنے جسم کے چھلکے کو توڑ دوگے تو مغز بن جاؤگے پھر مغز کی بات سمجھ لوگے۔

٢ جوز۔ جب تک اخروٹ کی گری چھلکے میں ہے تو وہ بجتاہے جب چھلکا ٹوٹ جائے تو پھر وہ کھڑکھڑاہٹ ختم ہو جاتی ہے۔ دارد۔ مغز میں بھی آواز ہے لیکن جسم کے کان سے سننے کی نہیں ہے وہ عقل کے کان سے سننے کی ہے گر نہ۔ اگر مغز میں آواز نہ ہو تو چھلکے کی آواز کو سننا کون پسند کرے۔ ژغژغ۔ چھلکے کی آواز اس لئے برداشت کی جاتی ہے کہ مغز تک رسائی ہو جائے۔

٣ چند گاہے۔ انسان مجاہدوں سے لب و گوش بن جائے تب اس کا لب اسرار کا شہد چکھتا ہے۔ چند گفتی۔ انسان ہر وقت بولتا ہے کبھی نظم کہتا ہے کبھی نثر، کسی دن آزمائشی طور پر وہ خاموش بھی ہو کر دیکھے تو خاموشی کے فوائد سامنے آئیں گے

روز ہا بُردی بسَر در ہزل وجد[1] | روز کے دو جہد را شو مُستعِد
تونے بہت سے دن سنجیدہ بات اور مذاق میں گزار | دو روز کوشش کے لئے مستعد بن جا

حکایت در تقریر ایں سخن کہ چندیں گاہ گفتگو را آزمودیم مُدّتے
اِس بات کو واضح کرنے کے لئے ایک حکایت کہ اتنے وقت ہم نے گفتگو کو آزمایا، کچھ مُدّت

صبر خاموشی نیز بیاز مائیم
تک خاموشی کے صبر کو بھی ہم آزماتے ہیں

آں یکے را در قیامت زانتباہ | در کف آمد نامۂ عصیاں سیاہ
تنبیہ حاصل کرنے کیلئے قیامت میں ایک شخص کے | ہاتھ میں گناہوں کا سیاہ اعمالنامہ آگیا

سر سیہ چوں نامہائے تعزیہ | پُر معاصی متنِ نامہ و حاشیہ
تعزیت کے خطوں کی طرح اسکی پیشانی کالی تھی | اعمالنامہ کا متن اور حاشیہ گناہوں سے پُر تھا

جملہ فسق و معصیت آں یکسری | ہمچو دار الحرب پُر از کافری
وہ پورا کا پورا فسق اور گناہ تھا | دار الحرب کی طرح کفر سے پُر تھا

آنچناں نامہ پلید و پُر وبال | در یمیں ناید در آید در شمال
ایسا اعمالنامہ ناپاک اور وبال سے بھرا ہوا | دائیں ہاتھ میں نہیں آتا، بائیں ہاتھ میں آتا ہے

خود ہم[2] اینجا نامۂ خود را ببیں | دستِ چپ را شاید آں یا در یمیں
اِس جگہ خود اپنے اعمالنامہ کو دیکھ لے | وہ بائیں ہاتھ کے لائق ہے، یا دائیں کے

موزۂ چپ کفشِ چپ ہم در دکاں | آں چپ دانیش پیش از امتحاں
بائیں موزے، بائیں جوتے کو بھی دکان میں | تو آزمانے سے پہلے ہی اُسکو بایاں سمجھ لیتا ہے

چوں نباشی راست میداں کہ چپی | ہست پیدا نعرۂ شیر و کپی
جب تو دایاں نہیں ہے، سمجھ لے بایاں ہے | شیر اور بندر کا نعرہ واضح ہے

آنکہ گُل را شاہد و خوشبو کند | ہر چپے را راست فضلِ او کند
وہ جو پھول کو محبوب اور خوشبو دار بنا دیتا ہے | اُس کی مہربانی بائیں کو دایاں کردیتی ہے

ہر شمالے[3] را یمینی او دہد | بحر را ماءِ معینے او دہد
وہ ہر بائیں کو دایاں پن دے دیتا ہے | سمندر کو بہتا پانی وہ عنایت کرتا ہے

گر چپی با حضرتِ او راست باش | تا ببینی دستبُردِ لطفہاش
اگر تو بایاں ہے اُسکے دربار میں دایاں بنجا | تاکہ تو اُس کی مہربانیوں کا غلبہ دیکھ

[1] روز ہا۔ عمر کا زیادہ حصہ جِدّ و ہزل میں گذارا ہے اب کچھ مجاہدہ کرکے دیکھ۔ حکایت۔ پہلے اشعار میں خاموشی اور صبر اختیار کرنے کی تلقین تھی۔ اِس حکایت میں بھی خاموشی اور صبر کے ساتھ اعمالنامہ پر غور کرنے کی ہدایت ہے۔ تعزیت۔ کسی کے مرنے پر تعزیت کا جو خط لکھا جاتا تھا اُسکے اطراف کو سیاہ کردیا جاتا تھا، اب بھی اخبارات میں موت کی خبر کو سیاہ بوڈر کے اندر شائع کیا جاتا ہے۔ دار الحرب۔ وہ ملک جہاں کفر کے احکام جاری ہوں۔ در یمیں۔ دایاں ہاتھ بابرکت ہے اچھا اعمالنامہ دائیں ہاتھ میں آئے گا۔

[2] خود ہم۔ انسان کو صبر و خاموشی سے اپنے اعمالنامہ پر اِس دنیا میں غور کرلینا چاہیئے۔ موزۂ چپ۔ دکان میں موزہ اور جوتہ دیکھ کر پہننے سے پہلے ہی پہچان لیتے ہو اسی طرح اعمالنامہ کو قبل از وقت پہچان لو۔ ہست۔ جسطرح بندر اور شیر کی آواز جداگانہ ہیں اسی طرح اچھے، برے اعمالناموں کے آثار بھی جداگانہ ہیں۔ گُل۔ اللہ کی قدرت میں ماہیت کو بدل دیتا ہے وہ بُرے کو بھلا بنا سکتا ہے۔

[3] ہر شمالے۔ وہ ہر بُرائی کو بھلائی میں تبدیل کردیتا ہے۔ گر چپی۔ اگر انسان اُسکے لائق ہے کہ اُسکا اعمالنامہ بائیں ہاتھ میں پکڑا جائے اگر وہ اللہ کے دربار سے وابستہ ہوجاتا ہے تو اللہ کی مہربانیاں اُسکو اس قابل بنا دیتی ہیں کہ اُسکا اعمالنامہ دائیں ہاتھ میں آئے۔

تو روا داری کہ ایں نامۂ مہینؒ	بگذرد از چپ در آید در یمین
کیا تو مناسب سمجھتا ہے کہ یہ ذلیل اعمالنامہ	بائیں ہاتھ سے گزر کر دائیں میں آئے؟
ایں چنیں نامہ کہ پُر ظلم و جفاست	کے بود خود در خور اندر دستِ راست
ایسا اعمالنامہ جو ظلم اور زیادتی سے پُر ہے	دائیں ہاتھ کے مناسب کب ہوگا؟

قصۂ زاہد و زنِ غیور و جفت شدنِ زاہد با کنیزک با کسے ماند

زاہد اور غیرتمند بیوی اور زاہد کا لونڈی سے ہمبستری کرنا ایسا ہی ہے

کہ سخنؒ گوید کہ حالِ او مناسب آں سخن و آں سخن مناسب

کہ کوئی شخص ایسی بات کہے کہ اُسکی حالت اُس بات کے مناسب اور وہ بات اُس کے

دعویٰ او نباشد چنانکہ کفرہ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ

دعوے کے مناسب نہ ہو جیساکہ کفار، اور اگر تو اُن سے دریافت کرے کہ آسمانوں

وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ خدمت بُتِ سنگیں کردن و جان و

اور زمین کو کس نے پیدا کیا وہ ضرور کہیں گے اللہ نے، پتھر کے بُت کی خدمت کرنا اور جان

زر فدائے او نمودن چہ مناسب باشد با جانیکہ داند کہ خالقِ

و مال کو اُس پر قربان کرنا کیا مناسب ہوگا اُس جان کیلئے جو جانتی ہے کہ

سمٰوات و ارضین آلہیست سمیعے و بصیرے حاضرے

آسمانوں اور زمینوں کا پیدا کرنے والا سمیع اور بصیر، حاضر

و مراقبے مستولئے و غیورے الخ

اور نگہبان غالب اور غیرتمند خدا ہے

زاہدےؒ را بُد یکے زن ہمچو حور	رشکناک اندرِ حقِ او بس غیور
ایک زاہد کی بیوی حور جیسی تھی	اُسکے بارے میں رشک کرنیوالی اور بہت غیرتمند تھی
زانکہ بُد زن را کنیزے مہوشے	در دلِ زاہد بُد از وے آتشے
کیونکہ بیوی کی ایک چاند جیسی لونڈی تھی	زاہد کے دل میں اُس (کے عشق) کی آگ تھی
زن ز غیرت پاسِ شوہر داشتے	با کنیزک خلوتش نگذاشتے
بیوی غیرت کیوجہ سے شوہر کی نگرانی کرتی	اُسکو تنہائی میں لونڈی کے پاس نہ چھوڑتی
مدتے زن شد مراقب ہر دو را	تا کہ شاں فرصت نیفتد در خلا
ایک مدت تک بیوی دونوں کی نگران رہی	تاکہ اُنہیں تنہائی میں موقع نہ ملے

۱ مہیں۔ ذلیل۔ قصہ۔ پہلے بتایا تھا کہ ظلم و جفا سے پُر اعمالنامہ دائیں ہاتھ کے قابل نہیں اب بتایا ہے کہ نجاست سے ملوث اعضا نماز کے لائق نہیں ہیں۔

۲ سخن۔ انسان وہ بات کہے جس کی تائید اُس کا عمل کر سکے کفار زبان سے خدا کے وجود کا اقرار کرتے ہیں، عمل یہ ہے کہ بتوں کے سامنے سجدے کرتے ہیں۔

۳ زاہد۔ زاہد سے مراد وہ عقل ہے جس میں زہد ... یہ پہلے شعر کے دوسرے مصرع کی علت ہے۔ آتشے۔ یعنی وہ زاہد اُس لونڈی پر عاشق تھا۔ مراقب۔ نگراں۔ خلا۔ خلوت، تنہائی۔

تا[1] در آمد حکم و تقدیرِ اِلٰہ
یہاں تک کہ اللہ کا حکم اور تقدیر آپہنچی
عقلِ حارس خیرہ سر گشت و تباہ
نگہبان (بیوی) کی عقل ناکارہ اور تباہ ہوگئی

حکم و تقدیرش چو آید بیوقوف
اطلاع کے بغیر جب اُسکا حکم اور تقدیر آتی ہے
عقل کہ بود در قمر افتد خسوف
عقل کیا چیز ہے؟ چاند میں گرہن آجاتا ہے

بُود در حمّام آں زن ناگہاں
وہ بیوی حمام میں تھی، اچانک
یادش آمد طشت و در خانہ بُد آں
اُس کو طشت یاد آیا اور وہ گھر میں تھا

با کنیزک گفت رو ہیں مُرغ وار
لونڈی سے کہا، خبردار! پرند کی طرح جا
طشتِ سیمیں را ز خانہ ما بیار
ہمارے گھر سے چاندی کا طشت لے آ

آں[2] کنیزک زندہ شُد چوں ایں شنید
جب اُس لونڈی نے یہ سنا اسمیں جان پڑگئی
کو بخواجہ ایں زماں خواہد رسید
کہ وہ اسوقت آقا کے پاس پہنچ جائیگی

خواجہ در خانہ ست و خلوت ایں زماں
آقا گھر میں ہے اور اس وقت تنہائی ہے
پس دواں شد سُوئے خانہ شادماں
تو خوشی خوشی گھر کی طرف دوڑی

عشقِ شش سالہ کنیزک را بُد ایں
لونڈی کی چھ سال سے یہ خواہش تھی
کہ بیابد خواجہ را خلوت چُنیں
کہ وہ آقا کو ایسی تنہائی میں پالے

گشت[3] پراں جانبِ خانہ شتافت
گھر کی جانب جلد دوڑ پڑی
خواجہ را در خانہ خوش خلوت بیافت
آقا کو گھر میں اچھی تنہائی میں پایا

ہر دو عاشق را چناں شہوت رُبود
دونوں عاشقوں کو شہوت نے ایسا غافل کیا
کاحتیاط و یادِ در بستن نبُود
کہ دروازہ کی کُنڈی لگانا اور احتیاط یاد رہی

ہر دو باہم در خزیدند از نشاط
خوشی سے دونوں ایک دوسرے میں گھس گئے
جاں بجاں پیوست آندم ز اختلاط
اُس وقت وصل سے جان بجان سی پیوستہ ہوگئی

یاد آمد در زماں زن را کہ مَن
اس وقت بیوی کو یاد آیا کہ میں نے
چوں فرستادم ورا سوئے وطن
اُس کو وطن کی جانب کیوں بھیجا؟

پنبہ در آتش نہادم من بخویش
میں نے خود روئی کو آگ میں رکھ دیا
اندر افگندم قچ نر را بہ میش
میں نے نر مینڈھے کو بھیڑ پر ڈالدیا

گِل فروشُست از سر و بیجاں دوید
سر سے مٹی دھوئی اور بدحال ہوکر دوڑی
در پے اُو رفت و چادر می کشید
اسکے پیچھے روانہ ہوئی اور چادر گھسیٹتی تھی

[1] تا در آمد۔ تقدیر اور حکم خداوندی کے بالمقابل عقل ناکارہ ہوجاتی ہے۔ حارس۔ نگراں۔ خیرہ سر۔ بیہودہ۔ بیوقوف۔ بغیر اطلاع۔ مرغ وار۔ پرندکی طرح۔

[2] آں کنیزک۔ اُس لونڈی کو بھی اپنے آقا سے چھ سال سے عشق تھا اور تنہائی کی خواہاں تھی اِس موقع کو غنیمت سمجھ کر اُس میں جان پڑگئی اور اِس خیال سے کہ آقا سے تنہائی میں مل لے گی گھر کی جانب دوڑ پڑی۔

[3] گشت۔ وہ لونڈی گھر پہنچی تو آقا کو خلوت میں پایا۔ در بستن۔ یعنی دروازے کی کُنڈی لگانا۔ نشاط۔ خوشی۔ اختلاط۔ میل جول۔ وطن یعنی گھر۔ پنبہ۔ لونڈی اور آقا کا تنہائی میں ملنا ایسا ہی ہے جیسا کہ روئی میں چنگاری ڈال دینا۔ قچ۔ مینڈھا۔ میش۔ بھیڑ۔ گِل۔ یعنی وہ ملتانی مٹی جو بالوں کو صاف کرنے کے لئے اُس نے سر پر لگا رکھی تھی۔

آںؔ ز عشقِ جاں دوید و ایں ز بیم — عشق کو و بیم کو فرقِ عظیم
وہ دل کے عشق سے دوڑی اور یہ خوف سے — کہاں عشق اور کہاں خوف، بڑا فرق ہے

سیرِ عارف ہر دمے تا تختِ شاہؔ — سیرِ زاہد ہر مہے یکروزہ راہ
عارف کی سیر، ہر منٹ شاہ کے تخت تک ہو — زاہد کی سیر ہر مہینہ ایک دن کے راستے پر ہو

گرچہ زاہد را بُوَد روزے شگرف — کے بُوَد یک روز او خمسین الف
اگرچہ زاہد کا ایک دن بھی غنیمت ہے — اُسکا ایک روز پچاس ہزار سال کا کہاں ہو سکتا ہے

قدرؔ ہر روزے ز عمرِ مردِ کار — باشد از سالِ جہاں پنجہ ہزار
کام کے انسان (عارف) کے ہر دن کی مقدار — زمانہ کے سال سے پچاس ہزار (سال) کی ہے

عقلہا زیں سر بُوَد بیرونِ در — زہرۂ وہم ار بدرّد گو بدر
عقلیں اِس جانب سے دروازہ کے باہر ہیں — وہم کا پتہ اگر پھٹے تو کہدے پھٹ جا

ترس مُوئے نیست اندر پیشِ عشق — جملہ قربانند اندر کیشِ عشق
عشق میں بال برابر (بھی) ڈر نہیں ہے — عشق کے مذہب میں سب قربان ہیں

عشق وصفِ ایزدست اما کہ خوف — وصفِ بندہ مبتلائے فرج و جوف
عشق، اللہ کی صفت ہے لیکن خوف — شرمگاہ اور پیٹ میں مبتلا بندے کی صفت ہو

چوں یُحِبُّونَہٗ بخواندی از نبے — باَیُحِبُّہُم شو قریں در مطلبے
جب تونے قرآن میں یُحِبُّونَہٗ پڑھا — مطلب کے بارے میں یُحِبُّہُم کا ساتھی بن

پسؔ محبت وصفِ حق داں عشق نیز — خوف نبود وصفِ یزداں اے عزیز
پس محبت کو اللہ تعالیٰ کی صفت سمجھ، عشق کو بھی — اے پیارے! خوف اللہ تعالیٰ کی صفت نہیں ہوتی ہے

وصفِ حق کو وصفِ مُشتِ خاک کُو — وصفِ حادث کو و وصفِ پاک کُو
کجا اللہ (تعالیٰ) کی صفت کجا خاک کی مٹھی کی صفت — کہاں حادث کا وصف، کہاں پاک کا وصف

شرحِ عشق ار من بگویم بر دوام — صد قیامت بگذرد و آں ناتمام
میں اگر مسلسل عشق کی شرح کروں — سَو قیامتیں گذر جائیں اور ناتمام رہے

لہ آں - بی بی اور لونڈی کی روش میں بہت فرق تھا۔ بی بی ڈر سے بھاگ رہی تھی اور لونڈی عشق کی وجہ سے۔ سیرِ عارف۔ یہی حال عارف اور زاہد کی سیر الی اللہ کا ہے عارف کی سیر عاشقانہ ہے اور زاہد کی سیر جہنم کے ڈر سے۔ گرچہ۔ زمان و مکان کا قبض اور بسط اللہ تعالیٰ کی قدرت میں ہے عارف کیلئے تھوڑا سا وقت پھیل کر اس قدر وسیع ہوجاتا ہے کہ جیسے بڑا کام اُس تھوڑے وقت میں کر گذرتا ہے عارف کا ایک روز پچاس ہزار سال کی برابر بن جاتا ہے اور وہ قرب کے اُن مقامات کو جو زاہد پچاس ہزار سال میں طے کرے ایک دن میں طے کر لیتا ہے۔
لہ قدر۔ عارف اپنے ہر وقت میں وہ کام کرتا ہے جو زاہد پچاس ہزار سال میں کرپاتا ہے۔ عقلہا۔ یہ زمانہ کے بسط اور قبض کا معاملہ عقل اور وہم نہیں سمجھ سکتے ہیں۔ ترس۔ عشق اور خوف کا فرق پھر بیان کیا ہے۔ مبتلائے۔ انسان شہوت اور بھوک کا غلام ہے لہٰذا اُس کی صفت خوف ہے اللہ کی صفت عشق ہے۔ چوں یحبونہٗ۔ قرآن پاک میں ہے یُحِبُّہُمْ وَ یُحِبُّوْنَہٗ وہ اللہ تعالیٰ اُن سے محبت کرتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں" اِس آیت سے معلوم ہوا کہ محبت اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔
لہ پس محبت۔ جب محبت خدا تعالیٰ کی صفت ہے اور خدا تعالیٰ کی ہر صفت کمال سے متصف ہے اور محبت کے کمال کو ہی عشق کہا جاتا ہے لہٰذا عشق اللہ تعالیٰ کی صفت ہوا، انسان میں اگر عشق ہے تو وہ اسی صفت خداوندی کا پرتو ہے اصل نہیں ہے۔ وصفِ حق۔ عشق اور خوف میں بہت فرق ہے۔ شرحِ عشق۔ اللہ کی صفت عشق غیر محدود ہے اور قیامت تک کا زمانہ محدود ہے غیر محدود، محدود میں نہیں سما سکتا لہٰذا عشق خداوندی کا بیان قیامت تک بھی ممکن نہیں ہے۔

زانکہ تاریخِ قیامت را حدست
کیوں کہ قیامت کی تاریخ محدود ہے

حد کجا آنجا کہ وصفِ ایزدست
اُس کی انتہا کہاں، جو خدا کی صفت ہے

عشق[1] را پانصد پرست و ہر پرے
عشق کے پانچسو پر ہیں اور ہر پر

از فرازِ عرش تا تحت الثرے
عرش کی بلندی سے زمین کے نیچے تک ہے

زاہد با ترس می تازد بپا
خوف زدہ زاہد پاؤں سے دوڑتا ہے

عاشقاں پرّاں تراز برق و ہوا
عاشق بجلی اور ہوا سے زیادہ تیز اُڑنے والے ہیں

چہ مجالِ باد یا برق اے پسر
اے بیٹا! ہوا یا بجلی کی کیا مجال

چونکہ اُو در راہِ حق بکشاد پر
جبکہ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں پر کھولے

کے رسند ایں خائفاں در گردِ عشق
یہ ڈرنیوالے عشق کی گرد تک کہاں پہنچ سکتے ہیں

کاسماں را فرش سازد دردِ عشق
کیونکہ عشق کا درد آسمان کو فرش بنا دیتا ہے

جز[2] مگر آید عنایتہائے ضَو
اِس کے سِوا کہ نور کی عنایتیں آجائیں

کز جہان وزیں روش آزاد شو
کہ دنیا اور اِس روش سے آزاد ہوجا

از قشِ خود وز دَشِ خود باز رہ
اپنے مُٹاپے اور اپنی آرائش سے باز رہ

کہ سُوئے شہ یافت آں شہباز رہ
کیونکہ اسی شہباز نے شاہ کی جانب راستہ پایا ہے

ایں قش و دَش ہست جبر و اختیار
یہ مُٹاپا اور خود آرائی، جبر اور اختیار ہے

از ورائے ایں دو آمد جذبِ یار
دوست کی کشش اِن دونوں سے بالا ہے

رسیدنِ زن بخانہ وجدا شدنِ زاہد از کنیزک ورُسوا شدن

بیوی کا گھر میں پہنچ جانا اور زاہد کا لونڈی سے علیحدہ ہوجانا اور رُسوا ہونا

چوں[3] رسید آں زن بخانہ در کشاد
جب بیوی پہنچی اُس نے گھر کا دروازہ کھولا

بانگِ در در گوشِ ایشاں در فتاد
دروازے کی آواز ان کے کان میں پڑی

آں کنیزک جست آشفتہ زساز
وہ لونڈی پریشان حال ساز (وسامان) سے بھاگی

مرد برجست و درآمد در نماز
مرد کودا اور نماز میں لگ گیا

زن کنیزک را پژولیدہ بدید
بیوی نے، لونڈی کو پریشان حال دیکھا

درہم و آشفتہ و دنگ و مرید
گڑبڑ اور برہم اور حیران اور سرکش

شوئے خود را دید قائم در نماز
اُس نے اپنے شوہر کو نماز میں کھڑے دیکھا

در گماں افتاد زن زاں اہتزاز
اِس حرکت سے بیوی شبہ میں پڑگئی

---

[1] عشق را۔ جس قدر زیادہ پڑھیں گے اسی قدر پرواز زیادہ ہوگی۔ زاہد۔ زاہد کے خوف کی سیر پاؤں کے ذریعہ ہے، عارف کی پرواز پانچسو پروں والے عشق کے ذریعہ ہے۔ چہ مجال۔ ہوا اور بجلی کی پرواز راہِ خدا میں ممکن نہیں ہے۔ کے رسند۔ زاہد جو خائف ہے عشق کی گرد تک بھی نہیں پہنچ سکتا ہے۔

[2] جز مگر۔ اگر اللہ کا نور زاہد کی دستگیری کرے تو پھر اُس کو بھی عاشقانہ سیر حاصل ہو سکتی ہے۔ قش۔ لاغری کے بعد کا مٹاپا۔ دَش۔ آرائش۔ قش و دش سے جبر و اختیار مذموم مراد ہے، عشق سے جذب پیدا ہوتا ہے اور جذب جبر و اختیار سے بالا ہے۔

[3] چوں آں رسید۔ بی بی نے گھر پہنچ کر دروازہ کھولا جس کی آواز آقا اور لونڈی تک پہنچی۔ مرد۔ آقا اپنی حالت چھپانے کے لئے نماز کی نیت باندھ کر کھڑا ہوگیا۔ شوئے۔ بی بی نے لونڈی کو پریشان حال دیکھا ادھر آقا کو نماز میں دیکھا تو بی بی کشمکش میں پڑگئی اور صحیح صورتِ حال نہ جان سکی۔

شوی را بر داشت دامن[۱] بیخطر — دید آلودہ منی خصیہ و ذکر
اُس نے بے کھٹکے شوہر کا دامن ہٹایا — خصیہ اور شرمگاہ کو منی سے سنا ہوا دیکھا

از ذکر باقیِ نطفہ می چکید — ران و زانو گشتہ آلودہ و پلید ۱۵
شرمگاہ سے باقی نطفہ ٹپک رہا تھا — ران اور زانو آلودہ اور ناپاک ہو گئے تھے

بر سرش زد سیلی و گفت اے مہین — خصیۂ مردِ نمازی باشد ایں
اُس نے اُس کے سر پر دھتکارا اور بولی اے ذلیل! — نمازی انسان کے خصیے ایسے ہوتے ہیں

لائقِ ذکر و نماز ست ایں ذکر — وایں چنیں ران و زہارِ پر قذر
یہ شرمگاہ، ذکرِ (خداوندی)، اور نماز کے لائق ہے — اور ایسی گندی، ران اور شرمگاہ

نامۂ پر ظلم و فسق و کفر و کیں — لائق است انصاف دہ اندر یمیں
ظلم اور فسق اور کفر اور کینہ سے بھرا ہوا اعمال نامہ — انصاف کر، دائیں ہاتھ کے لائق ہے

گر بپرسی[۲] گبر را کایں آسماں — آفریدہ کیست وایں خلقِ جہاں
اگر تو کافر سے دریافت کرے کہ یہ آسمان — اور یہ جہان کی مخلوق کس کی پیدا کی ہوئی ہے؟

گوید او کیں آفریدہ آں خدا ست — کآفرینش بر خدائیش گواست
وہ کہے گا کہ یہ اُس خدا کا پیدا کیا ہوا ہے — جس کی خدائی پر اُس کی خلاقی گواہ ہے

کفر و فسق و استمِ بسیارِ او — ہست لائق با چنیں اقرارِ او
اُس کا کفر اور فسق اور بھاری ظلم — اُس کے ایسے اقرار کے مناسب ہے؟

ہست لائق با چنیں اقرار را — آں فضیحتہا و آں کردار کاست
ایسے سچے اقرار کے ساتھ کیا مناسب ہے؟ — وہ رسوائیاں اور گھٹیا کام

فعلِ[۳] او کردہ دروغ آں قول را — تا شدہ او لائقِ عذاب و ہول را
اُس کے عمل نے اُس کی بات کو جھٹلا دیا — یہاں تک کہ وہ عذاب اور ڈر کا مستحق ہو گیا

پس دروغ آمد ز سر تا پای او — کہ اگر شرحش دہم اے وای او
وہ سر سے پاؤں تک ایسا جھوٹا ثابت ہوا — کہ میں اُس کی شرح کروں تو اُس پر افسوس ہے

روزِ محشر ہر نہاں پیدا شود — ہم ز خود ہر مجرمے رسوا شود
محشر کے دن ہر چھپی ہوئی چیز ظاہر ہو جائیگی — ہر خطاکار، خود رسوا ہو جائے گا

دست و پا بدہد گواہی بابیاں — بر فسادِ او بہ پیشِ مستعاں
اُسکے ہاتھ اور پاؤں وضاحت کیساتھ گواہی دینگے — خدا کے سامنے اُس کی خرابی پر

---

۱ دامن: یعنی لنگی کا دامن۔ بر سرش: بی بی نے آقا کے سر پر دھتکارا۔ مہین: ذلیل۔ نامۂ پر ظلم: جس طرح انسان کا نجاستوں سے آلودہ بدن نماز کے لائق نہیں ہے اسی طرح برا اعمال نامہ دائیں ہاتھ کے لائق نہیں ہے۔

۲ گر بپرسی۔ کافر سے اگر دریافت کیا جائے کہ آسمان اور زمین کو کس نے پیدا کیا تو زبان سے یہی کہے گا کہ اللہ نے، لیکن کام شرکیہ کرے گا تو یہ اُس کے کام اُس کے اقرار سے مناسبت نہیں رکھتے ہیں۔

۳ فعلِ او۔ وہ کافر جس کا عمل اُس کے قول کو جھٹلا رہا ہے وہ یقیناً عذاب کے لائق ہے۔ روزِ محشر۔ محشر کے دن ہر ڈھکی چھپی بات ظاہر ہو جائے گی خود مجرم کے ہاتھ پاؤں اُس کے خلاف تمام باتیں ظاہر کر دیں گے۔

دست گوید من چنیں دزدیدہ اَم
ہاتھ کہے گا، میں نے اس طرح چوری کی ہے
لب بگوید من چنیں بوسیدہ اَم
ہونٹ کہے گا، میں نے اس طرح بوسہ لیا ہے

پای گوید من شدستم تا مُنیٰ[1]
پاؤں کہے گا، میں مقاصد کی جانب گیا ہوں
فرج گوید من بکردستم زنا
شرمگاہ کہے گی، میں نے زنا کیا ہے

چشم گوید کردہ اَم غمزہ حرام
آنکھ کہے گی، میں نے حرام اشارہ کیا ہے
گوش گوید چیدہ اَم سوءُ الکلام
کان کہے گا، میں نے بُری بات چُنی ہے

پس دروغ آمد زِ سر تا پای خویش
تو وہ سر سے پاؤں تک جھوٹا نکلے گا
کہ دروغش کرد ہم اعضائے خویش
کیونکہ اُس کے اعضا نے اُس کو جھٹلا دیا

آنچناں کہ در نمازِ با فروغ
جس طرح پُر نور نماز میں
از گواہی خُصیہ شد زرقش دروغ
خصیہ کی گواہی سے اُس کا مکر جھوٹ ثابت ہوگیا

پس چناں کن فعل کان خود بے زباں
تو ایسا عمل کر کہ خود بغیر زبان کے
باشد اَشْہد گفتن و عینِ بیاں
اَشْہَدُ کہنا اور بعینہٖ بیان ہے

تا ہمہ تن عضو عضوت اے پسر
اے بیٹا! تاکہ تیرا عضو عضو
گفتہ باشد اَشْہد اندر نفع و ضر
نفع اور نقصان میں اَشْہَدُ کہدے

رفتنِ[2] بندہ پئے خواجہ گواست
غلام کا آقا کے پیچھے چلنا، گواہ ہے
کہ منم محکوم و ایں مولائے ماست
کہ میں محکوم ہوں اور یہ میرا آقا ہے

گر سیہ کردی تو نامہ عمرِ خویش
[3] اگر تو نے اپنی زندگی کا اعمال نامہ کالا کر دیا ہے
توبہ کن زانہا کہ کردستی تو پیش
جو تو نے پہلے کیا ہے اُس سے توبہ کرلے

عمر گر بگذشت بیخش ایں دم است
اگر عمر گزر گئی ہے، اُس کی جڑ ابھی ہے
آبِ توبہ اش دِہ اگر او بے نم است
اگر وہ خشک ہے، اُسکو توبہ کا پانی دیدے

بیخِ عمرت را بدہ آبِ حیات
اپنی عمر کی جڑ میں آبِ حیات ڈالدے
تا درختِ عمر گردد با ثبات
تاکہ تیری عمر کا درخت جم جائے

جملہ ماضیہا ازیں نیکو شوند
سب گذشتہ اس سے بھلا ہو جائے گا
زہرِ پارینہ ازیں گردد چو قند
گذشتہ زہر اس سے شکر بن جائے گا

سیّآتت را مبدّل کرد حق
اللہ تعالےٰ نے تیرے گناہوں کو تبدیل کر دیا
تا ہمہ طاعت شود آں ما سبق
تاکہ وہ پہلا سب عبادت بن جائے

---

[1] مُنیٰ۔ آرزوئیں۔ غمزہ۔ اشارہ۔ سوءُ الکلام۔ بُری بات۔ آنچناں۔ جس طرح زاہد آقا کے اعضا نے اُس کے نماز پڑھنے کو جھٹلا دیا اسی طرح قیامت میں ہر گنہگار کے اعضا اُس کو جھٹلا دیں گے۔ پس۔ ایک مسلمان کا فرض ہے کہ اُس کا فعل خود اُس کا اقرار بن جائے۔

[2] رفتن۔ غلام کا آقا کے پیچھے چلنا غلامی کا اقرار ہے۔ گر سیہ۔ اگر انسان گنہگار ہے تو اُس کو ہمیشگی توبہ کر لینی چاہیئے۔

[3] عمر۔ انسان کو یہ خیال نہ کرنا چاہیئے کہ آخری عمر میں توبہ بیکار ہے درخت کے پتے اگر جھڑ جائیں اور اُس درخت کی جڑ کو پانی دیا جائے تو مفید ہوتا ہے۔ جملہ ماضیہا۔ اگر نیکوکار بن جاتا ہے تو اُس کی پہلی خطائیں صرف معاف نہیں بلکہ نیکیوں میں تبدیل ہو جاتی ہیں۔

خواجہ[1] بر توبہ نصوحی خوش بتن | کوششے کن ہم بجان و ہم بتن
اے خواجہ! نصوح والی توبہ پر عمل کر | جان اور جسم سے بھی کوشش کر

شرح ایں توبہ نصوح از من شنو | بگرویدستی و لے از نو گرو
اس نصوح کی توبہ کی شرح مجھ سے سُن لے | تو (اُس کا) گرویدہ ہے لیکن از سر نو گرویدہ بنجا

حکایت در بیانِ توبۂ نصوح کہ چنانکہ شیر از پستان بیرون آید

نصوح کی توبہ کے بیان میں حکایت کہ جس طرح دودھ پستان سے باہر آجاتا ہے تو پھر

باز در پستان نرود آنکہ توبۂ نصوحی کرد ہرگز از آں گناہ یاد

پستان میں نہیں جاتا جس شخص نے نصوح والی توبہ کرلی وہ ہرگز گناہ کو رغبت

نکند بطریقِ رغبت بلکہ ہر دم نفرتش افزوں باشد و آں

کے طور پر یاد نہیں کرتا ہے بلکہ ہر لمحہ اُس کی نفرت بڑھتی ہے اور وہ نفرت

نفرت دلیلِ آں باشد کہ لذتِ قبول یافت آں شہوات

اس کی دلیل ہوتی ہے کہ اُس نے (توبہ کی) قبولیت کی لذت حاصل کرلی ہے

اوّل بے لذت و ایں بجائے آں نشست

وہ شہوت اوّل بے لذت بنی اور یہ اُس کی جگہ بیٹھ گئی

نبرد[2] عشق را جز عشقِ دیگر | چرا یارے نگیری زو نکوتر
عشق کو دوسرے عشق کے سوا کوئی چیز نہیں کاٹتی ہو | تو اس سے بہتر معشوق کیوں نہیں بنا لیتا

وآنکہ دلش باز بداں گناہ رغبت میکند علامت آنست

اور جس کا دل پھر اُس گناہ کی طرف رغبت کرتا ہے یہ اس کی علامت ہے کہ اُس کو

کہ لذتِ قبول نیافتہ است و قبول بجائے آں لذتِ گناہ

(توبہ کی) قبولیت کی لذت حاصل نہیں ہوئی ہے اور قبولیت اس گناہ کی لذت کی جگہ

نشستہ است فسنیسرہ[3] للیسری نشدہ است لذت

نہیں بیٹھی ہے اور وہ "اُسکو ہم عنقریب سہولت کیلئے آسانی دیدینگے" اکا مصداق نہیں بنا ہو

فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰی باقیست بروے پس مہیا گردانیم مراو

"پس ہم اس کو تنگی کی سہولت دیدینگے" کی لذت اُس کے لئے باقی تو ہم اُس کیلئے دو صفتیں

را برائے صفتے کہ اُو را بدوزخ برد

مہیا کریں گے جو اُس کو دوزخ میں لے جائینگی

---

[1] خواجہ. قرآن پاک میں ہے تُوبُوْٓا اِلَی اللّٰہِ تَوْبَۃً نَّصُوْحًا یعنی اللہ تعالیٰ سے منصاحہ توبہ کرو. مولاناؒ نے نصوح کو ایک شخص قرار دیا ہے جس نے جو توبہ کی اُس کو توبۂ نصوح فرماتے ہیں. توبۂ نصوح. جو شخص نصوح والی توبہ کرلیتا ہے اُس سے اُس گناہ کا دوبارہ صادر ہونا ایسا ہی محال ہے جیسا کہ دودھ کا پستان سے باہر آجانے کے بعد پستان میں لوٹنا.

[2] نبرد. یعنی عشق کو عشق ہی کاٹ سکتا ہے اگر کوئی کسی معشوق کا عشق فنا کرنا چاہے تو دوسرے معشوق سے عشق پیدا کرلے. آں نفرت. گناہ سے توبہ کرنے کے بعد اگر اُس گناہ سے نفرت ہوگئی ہے تو یہ توبہ کے قبول ہوجانے کی علامت ہے.

[3] فسنیسرہ. انسان جب نیکی کرتا ہے تو اُس کے لئے نیکی کی راہیں کھول دی جاتی ہیں اور جب بدی کرتا ہے تو اُس کے لئے بدی کی راہیں کھل جاتی ہیں.

بود مردے پیش ازیں نامش نصوح
اب سے پہلے ایک مرد تھا جس کا نام نصوح تھا
بُد ز دلاکیٔ[1] زناں اورا فتوح
عورتوں کو (حمام میں) ملنے سے اس کی آمدنی تھی

بود روئے او چو رخسارِ زناں
اس کا چہرہ عورتوں کے چہرے کی طرح تھا
مردیٔ خود را ہمیکرد او نہاں
اس نے اپنا مردانہ پن چھپا رکھا تھا

او بحمامِ زناں دلاک بود
وہ عورتوں کے حمام میں مالش کرنے والا تھا
در دغا و حیلہ بس چالاک بود
دغا بازی اور مکاری میں چالاک تھا

سالہا میکرد دلاکی و کس
اس نے سالوں ملنے کا پیشہ کیا اور کوئی
بو نبرد از حالِ آں بوالہوس
اس بوالہوس کی حالت سے باخبر نہ ہوا

زانکہ آواز و رخش زن وار بود
کیونکہ اس کی آواز اور چہرہ زنانہ تھا
لیک شہوت کامل و بیدار بود
لیکن شہوت پوری اور بیدار تھی

چادر و سربند پوشید و نقاب
اس نے چادر اور دوپٹہ اور نقاب پہن لیا تھا
مرد شہوانی و در غرّہ شباب
شہوت والا مرد اور جوانی کے غرور میں تھا

دختران[2] خسرواں را زیں طریق
اس طریقہ پر بادشاہوں کی لڑکیوں کو
خوش ہمی مالید و می شست آں عشیق
وہ عاشق عمدہ طریقہ پر ملتا اور نہلاتا تھا

توبہا می کرد و پا در می کشید
وہ بہت توبہ کرتا اور پیچھے ہٹتا
نفسِ کافر توبہ اش را می درید
کافر نفس اس کی توبہ کو توڑ دیتا

رفت پیشِ عارفے آں زشت کار
وہ بدکار ایک عارف کے پاس گیا
گفت مارا در دعائے یاد دار
کہا ہمیں دعا میں یاد رکھیے

سِرِّ او دانست آں آزاد مرد
وہ آزاد مرد اس کا راز جان گیا
لیک چوں حلمِ خدا پیدا نکرد
لیکن اس نے خدا کے حلم کی طرح ظاہر نہ کیا

بر لبش[3] قفل ست و در دل رازہا
اس کے ہونٹ پر تالا ہے اور دل میں راز ہیں
لب خموش و دل پُر از آوازہا
ہونٹ خاموش اور دل آوازوں سے پُر ہے

عارفاں کہ جامِ حق نوشیدہ اند
وہ عارف جنہوں نے اللہ (تعالیٰ) کا جام پی لیا ہے
رازہا دانستہ و پوشیدہ اند
انھوں نے رازوں کو جانا اور چھپا لیا ہے

ہر کرا اسرارِ حق آموختند
جن کو اللہ تعالیٰ کے راز بتائے گئے ہیں
مُہر کردند و دہانش دوختند
ان کے منہ پر مہر لگا دی ہے اور لب سی دیئے ہیں

[1] دلاکی۔ یعنی وہ نصوح شخص عورتوں کو نہلا کر روزی کماتا ہے۔ بود۔ اس نصوح کا چہرہ زنانہ تھا اور اس نے اپنی مردانہ قوت کو چھپا رکھا تھا۔ او۔ اس نصوح نے اپنے آپ کو عورت ظاہر کرکے زنانہ حمام میں نوکری کر لی تھی۔ بوالہوس۔ وہ عورتوں کے بدن مل کر مردانہ لذت حاصل کرتا تھا۔ چادر۔ لباس زنانہ پہنتا تھا لیکن اس کی مردانہ شہوت کمل تھی۔

[2] دختران۔ اس حمام میں شہزادیاں نہانے آتی تھیں۔ توبہا۔ نصوح نے اس کام سے کئی بار توبہ کی لیکن وہ توبہ پر قائم نہ رہا۔ رفت۔ نصوح نے اس عارف سے دعا کی فرمائش کی وہ عارف اس کے گناہ سے واقف تھا لیکن اس نے ظاہر نہ کیا۔

[3] بر لبش۔ اولیاء لوگوں کی قلبی کیفیات سے واقف ہو جاتے ہیں لیکن ظاہر نہیں کرتے ہیں۔ ہر کرا۔ جو شخص اسرار سے واقف ہو جاتا ہے اس کے منہ پر قفل لگ جاتا ہے۔

سُست خندید و بگفت اے بدنہاد — زانکہ[۱] دانی ایزدت توبہ دہاد

وہ تھوڑا مُسکرایا اور کہا اے بد اصل — جو کچھ تجھے معلوم ہے خدا اُس سے تجھے توبہ (کی توفیق) دے

دَربیان آنکہ دُعائے عارفِ واصل و درخواستِ اُو از حق

اس کا بیان کہ عارف واصل (بحق) کی اللہ تعالےٰ سے دعا اور درخواست ایسی ہی ہے

ہمچو درخواستِ حقّست از خویشتن کہ کُنتُ لَہٗ سَمعًا وَّ

جیسی کہ اللہ تعالےٰ کی خود اپنے آپ سے درخواست، کیونکہ "میں اس کے لئے کان اور

بَصَرًا وَّلِسَانًا وَّیَدًا وقولہٗ تعالیٰ وَمَا رَمَیتَ اِذْ رَمَیتَ

آنکھ اور زبان اور ہاتھ ہو جاتا ہوں" (فرمایا ہے) اور اللہ تعالےٰ کا قول "تو نے نہیں پھینکا جبکہ تو

وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی ۔ وآیات و اخبار و آثار دریں بسیارست و شرح

نے پھینکا، لیکن اللہ تعالےٰ نے پھینکا" اور آیتیں اور حدیثیں اور صحابہ کے اقوال اس بارے میں

سبب سازیِ حق تا نصُوح را گوش گرفتہ توبہ آورد

بہت ہیں اور اللہ تعالےٰ کی سبب سازی کی شرح یہاں تک کہ نصوح کے اُس نے کان پکڑ کر توبہ کرا دی

آں دُعا[۲] از ہفت گردوں درگذشت — کارِ آں مسکیں بآخر خوب گشت

وہ دعا ساتوں آسمانوں کو پار کر گئی — بالآخر اُس مسکین کا کام بھلا ہو گیا

کاں دُعای شیخ نے چوں ہر دعاست — فانی ست و گفتِ اُو گفتِ خداست

کیونکہ وہ شیخ کی دُعا، ہر دعا کی طرح نہیں ہے — وہ فانی ہے اور اُس کی بات خدا کی بات ہے

چوں خدا از خود سوال و گد کُند — پس دُعای خویش را چوں رَد کُند

جب خدا اپنے آپ سے سوال کرے اور مانگے — تو وہ اپنی دُعا کو کیسے رَدّ کرے گا؟

یک سَبب انگیخت صُنعِ ذوالجلال — کہ رہانیدش ز نفرین و وَبال

اللہ تعالےٰ کی کاریگری نے ایک سبب پیدا کر دیا — جس نے اُس کو نفرت اور وبال سے رہائی دے دی

اندراں[۳] حمّام پُر میکرد طشت — گوہرے از دخترِ شہ یاوہ گشت

وہ اُس حمام میں طشت بھر رہا تھا — بادشاہ کی لڑکی کا ایک موتی گم ہو گیا

گوہرے از حلقہای گوشِ اُو — یاوہ گشت و ہر زنے در جستجو

اُس کے کان کے بُندے کا موتی — گم ہو گیا اور ہر عورت تلاش کرنے لگی

پس درِ حمّام را بستند سخت — تا بجویند اوّلش در رخت

پھر اُنھوں نے مضبوطی سے حمام کا دروازہ بند کیا — تاکہ پہلے اُس کو سامان رکھنے کی جگہیں تلاش کریں

ف۱ زانکہ۔ اس عارف نے کہا نصوح جس گناہ سے تو خود واقف ہے خدا تجھے اس سے توبہ کرنے کی توفیق دے۔ دربیان۔ اولیا اللہ کو اللہ تعالےٰ سے پورا قرب حاصل ہوتا ہے تو اُن کا اللہ تعالےٰ سے دعا کرنا ایسا ہی ہے جیسے خود خدا اپنے آپ سے دُعا کرے تو اُس کے مقبول نہ ہونے کے کوئی معنی نہیں ہیں۔ کُنتُ۔ حدیث قدسی ہے اللہ تعالےٰ نے فرمایا جب ایک انسان نوافل کے ذریعہ مجھ سے قربت حاصل کر لیتا ہے تو میں اُس انسان کے اعضاء بن جاتا ہوں۔ وَمَا رَمَیتَ۔ حضور کے مٹی پھینکنے کو اللہ تعالیٰ نے اپنا پھینکنا قرار دیا۔

ف۲ آں دعا۔ نصوح کے لئے اُس عارف کی دعا نے اپنا کام کر دیا۔ فانی ست۔ شیخ اگرچہ فانی ہے لیکن اُس کی بات خدا کی بات ہے۔ گد کردن۔ سوال کرنا۔ یک سبب یعنی موتی کا گم ہونا اُس کی توبہ کا سبب بنا۔

ف۳ اندراں۔ نصوح حمام میں کام کر رہا تھا اس دوران میں شہزادی کا ایک موتی گم ہو گیا۔ گوہرے۔ وہ موتی کان کے بالے کا تھا۔ رخت۔ یعنی حمام میں جس جگہ کپڑے اُتار کر رکھتے ہیں۔

رختہا جستند واں پیدا نشد
سامانوں میں ڈھونڈا وہ نظر نہ آیا
دزدِ گوہر نیز ہم رسوا نشد
موتی کا چور بھی رسوا نہ ہوا

پس بجد جستن گرفتند از گزاف
انھوں نے حد سے زیادہ کوشش سے ڈھونڈنا شروع کیا
در دہان و گوش و اندر ہر[۱] شگاف
منھ میں اور کان میں اور ہر شگاف میں

در شگافِ تحت و فوق و ہر طرف
نیچے اور اوپر کے شگاف میں اور ہر جانب
جستجو کردند دُر از ہر صدف
ہر صدف سے موتی کی انھوں نے جستجو کی

مرد و زن جویاں شدند از ہر طرف
مرد اور عورت ہر جانب جویاں ہوئے
جملگاں از بہر دُرِ خوش صدف
سب، اچھے سیپ کے موتی کے لئے

بانگ آمد کہ ہمہ عریاں شوید
اعلان ہوا کہ سب ننگے ہو جائیں
ہر کہ ہستید از عجوز و از نوید
جو بھی بوڑھی اور جوان ہیں

یک بیک را حاجبہ جستن گرفت
ایک ایک کر کے دربان عورت نے تلاش کرنا شروع کیا
تا بدید آید گہر دانہ شگفت
تاکہ عجیب موتی کا دانہ نظر آ جائے

آں[۲] نصوح از ترس شد در خلوتے
وہ نصوح خوف سے تنہائی میں چلا گیا
روی زرد و لب کبود از خشیتے
خوف سے چہرہ زرد اور ہونٹ نیلے تھے

پیشِ چشمِ خویشتن میدید مرگ
وہ اپنے سامنے موت کو دیکھ رہا تھا
سخت می لرزید او مانندِ برگ
وہ پتے کی طرح بہت لرز رہا تھا

گفت یا رب بارہا برگشتہ ام
اس نے کہا، اے خدا! میں نے بہت انحراف کیا ہو
توبہا و عہدہا بشکستہ ام
توبہ اور عہد توڑے ہیں

کردہ ام آنہا کہ از من می سزید
میں نے وہ کیا جو میرے لائق تھا
تا چنیں سیلِ سیاہی در رسید
یہاں تک کہ سیاہی کا ایسا بہاؤ آ گیا

نوبتِ[۳] جستن اگر در من رسد
تلاشی کی نوبت اگر مجھ تک پہنچی
وہ کہ جانِ من چہ سختیہا کشد
ہائے میری جان کیسی سختیاں برداشت کرے گی؟

در جگر افتاد استم صد شرر
میرے جگر میں سینکڑوں چنگاریاں لگی ہیں
در مناجاتم ببیں بوی جگر
میری دعا میں میرے جگر کی بو سونگھ لے

ایں چنیں اندوہ کافر را مباد
اس طرح کا غم کافر کو بھی نہ ہو
دامنِ رحمت گرفتم داد داد
میں نے رحمت کا دامن تھاما ہے فریاد فریاد

---

۱ ہر شگاف یعنی بدن کے ہر سوراخ میں تلاشی شروع کر دی۔ ہر صدف یعنی بدن کے ہر سوراخ میں موتی ڈھونڈنا شروع کر دیا۔ صدف سیپ۔ حاجبہ۔ وہ عورت جو حمام کی دربان تھی۔

۲ آں نصوح۔ نصوح کو یہ ڈر تھا کہ اگر اس کو ننگا کیا گیا تو اس کا راز کھل جائیگا جس کے نتیجہ میں اس کی موت آ جائے گی۔ گفت۔ اب اس نے خدا سے گریہ و زاری شروع کر دی۔

۳ نوبت۔ نصوح کہہ رہا تھا کہ اگر میری جامہ تلاشی لی گئی تو سخت مصیبت آ جائیگی۔ در جگر۔ اس غم کی آگ جگر میں لگی ہے اس کے جلنے کی خوشبو آ رہی ہے۔ دامن۔ وہ خدا سے کہہ رہا تھا کہ میں نے تیری رحمت کا دامن تھاما ہے۔

کاشکے مادر نزادے مر مرا — یا مرا شیرے بخوردے در چرا
کاش مجھے ماں نہ جنتی — یا جنگل میں مجھے شیر کھا جاتا

اے خدا آں کن کہ از تو می سزد — کہ ز ہر سوراخ مارم میگزد
اے خدا! وہ کر جو تیرے لائق ہے — کیونکہ ہر سوراخ سے مجھے سانپ ڈس رہا ہے

جانِ سنگیں دارم و دل آہنیں — ورنہ خوں گشتے دریں رنج و حنیں
میں پتھر کی جان اور لوہے کا دل رکھتا ہوں — ورنہ اس رنج اور گریہ میں خون بن جاتے

وقت تنگ آمد مرا و یک نفس — بادشاہی کن مرا فریاد رس
میرا وقت تنگ ہوگیا، تھوڑی دیر کیلئے — شاہی برت، میری فریاد رسی کر

گر مرا ایں بار ستاری کنی — توبہ کردم من ز ہر ناکردنی
اگر اب کی دفعہ تو میری پردہ پوشی کرے — میں نے ہر نہ کرنے کے کام سے توبہ کی

توبہ ام بپذیر ایں بارِ دگر — تا ببندم بہر توبہ صد کمر
اس بار پھر میری توبہ قبول کرلے — تاکہ میں توبہ کے لئے سو کمر کس لوں

من اگر ایں بار تقصیرے کنم — پس دگر مشنو دعا و گفتنم
میں اگر اس دفعہ کوتاہی کروں — پھر کبھی میری دعا اور بات نہ سننا

ایں ہمی زارید صد قطرہ رواں — کاندر افتادم بجلاد و عواں
وہ یہ زاری کررہا تھا اور سیکڑوں آنسو جاری تھے — کیں جلاد اور سپاہی کے (ہاتھوں) پھنسا ہوں

تا نمیرد ہیچ افرنگی چنیں — ہیچ ملحد را مبادا ایں حنیں
کوئی فرنگی بھی اس طرح نہ مرے — کسی بددین کا بھی ایسا نہ ہو

نوحہا میکرد او بر جانِ خویش — روئے عزرائیل دیدہ پیش پیش
وہ اپنی جان پر نوحے کرتا تھا — سامنے ملک الموت کا چہرہ دیکھ کر

اے خدا و اے خدا چنداں بگفت — کاں در و دیوار با او گشت جفت
اے خدا، اے خدا! اتنا کہا — کہ در و دیوار اس کے ساتھی ہوگئے

نوبتِ جستن رسیدن بنصوح و آواز آمدن کہ ہمہ را جستیم
نصوح کی تلاشی کی نوبت آنا اور آواز آنا کہ ہم نے سب کی تلاشی لے لی

نصوح را بجوئید و بیہوش شدنِ نصوح ازاں ہیبت
نصوح کی تلاشی لو اور اس خوف سے نصوح کا بیہوش ہوجانا اور انتہائی

ے۱ کاشکے۔ وہ نصوح تلاشی کے دوران کہہ رہا تھا کاش میں پیدا نہ ہوتا اور اگر پیدا ہوگیا تھا تو جنگل میں کوئی شیر کھا جاتا۔ چرا۔ چراگاہ۔ کہ یعنی میں چاروں طرف سے مصیبت میں ہوں۔
ے۲ جانِ سنگیں۔ میں پتھر کا ہوں ورنہ اس پریشانی سے مجھے مرجانا چاہیے تھا۔ ستاری۔ پردہ پوشی۔ ناکردنی۔ یعنی گناہ۔ تقصیر۔ کوتاہی، قصور۔ جلاد۔ کوڑے مارنے والا، سزا دینے والا۔ فرنگی۔ نصرانی۔
ے۳ ملحد۔ بددین۔ عزرائیل۔ ملک الموت۔ اے خدا۔ اس نے خدا کو اس قدر پکارا کہ در و دیوار گونج اٹھے۔

وکشادہ شدنِ کار بعد از نہایتِ بستگی کما کان یقولُ[1] رسولُ اللہِ صلی اللہ علیہ وسلم اِذا اصابہٗ مرضٌ اَوْ ھمٌّ اِشتدِّی اَزِمَۃُ تنفرجی

بندش کے بعد معاملہ کا حل ہوجانا جیساکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُس وقت فرمایا کرتے تھے جب اُن کو کوئی مرض یا غم ہوتا تھا "مصیبت تو سخت ہوجا کھل جائے گی"

درمیانِ یاربِ و یارب بُد اُو
وہ یارب، یارب میں لگا تھا

بانگ آمد از میانِ جستجو
تلاشی کے درمیان آواز آئی

جُملہ را جستیم پیشِ آ اے نصُوح
ہم نے سب کی تلاشی لے لی، اے نصوح! آگے آ

گشت بیہوش آں زماں پرید رُوح[2]
اُس وقت وہ بے ہوش ہوگیا، روح پرواز کرگئی

ہمچو دیوارِ شکستہ دَر فتاد
وہ شکستہ دیوار کی طرح ڈھے گیا

ہوش و عقلش رَفت و شد اُو چوں جماد
اُسکے ہوش وحواس چلے گئے اور وہ پتھر کی طرح ہوگیا

چونکہ ہوشش رفت از تن آں زماں
جب جسم سے اُس کا ہوش روانہ ہوگیا، اُس وقت

سِرِّ اُو با حق بپیوست از نہاں
آہستگی سے اُس کا باطن حق (تعالیٰ) سے وابستہ ہوگیا

چوں تہی گشت و وجودِ اُو نماند
جب وہ خالی ہوگیا اور اُس کا وجود نہ رہا

باز جانش را خدا در پیش خواند
اُس کی جان کے باز کو خدا نے سامنے بُلا لیا

چوں شکست آں کشتیِ او بے مراد
جب بے مرادی میں اس کی کشتی ٹوٹ گئی

در کنارِ رحمتِ دریا فتاد
دریائے رحمت کے ساحل سے جا لگی

جاں[3] بحق پیوست چوں بیہوش شد
جب وہ بیہوش ہوا، جان اللہ سے وابستہ ہوگئی

بحرِ رحمت آں زماں در جوش شد
رحمت کا سمندر اس وقت جوش میں آگیا

چونکہ جانش وارہید از ننگِ تن
جب اُس کی روح جسم کے عیب سے نجات پاگئی

رفت شاداں پیشِ اصلِ خویشتن
اپنی اصل کی جانب خوش خوش روانہ ہوگئی

جاں چوں باز و تن مراُو را کندہ
روح باز کی طرح ہے، جسم اُس کیلئے کاٹھ ہے

پائی بستہ پر شکستہ بندہ
پاؤں بندھا ہوا، پر ٹوٹے ہوئے ایک غلام ہے

چونکہ ہوشش رفت پایش بر کشاد
جب اُس کے ہوش چلے گئے، پاؤں کھل گیا

می پرد آں باز سُوئی کیقباد
وہ باز شاہ کی جانب اُڑ رہا ہے

---

[1] کما کان یقولُ۔ یعنی آنحضورؐ نے فرمایا جب مصیبت انتہا کو پہنچ جاتی ہے تو رحمت خداوندی متوجہ ہوجاتی ہے، یہ حدیث سنداً کمزور ہے۔۔۔ اَزِمَۃٌ۔ شدت، گرہ، قحط۔

[2] پرید روح۔ روح جسم سے پرواز کرگئی۔ چونکہ اس بیہوشی میں اُس کو قربتِ حق میسر آگئی۔ چوں شکست۔ اُس کی انتہائی مایوسی نے اُس کو دریائے رحمت کے ساحل پر پہنچا دیا۔ چونکہ روح جسم سے پاک ہوکر دربارِ خداوندی میں پہنچ گئی۔

[3] جان۔ روح جسم میں اسی طرح مقید ہے جس طرح انسان کاٹھ میں مقید کردیا جاتا ہے۔ چونکہ جب جسم بے ہوش ہوجاتا ہے روح پرواز کرکے شاہ کے پاس پہنچ جاتی ہے۔

۱ چونکہ دریاہای رحمت جوش کرد — سنگہا ہم آب حیواں نوش کرد

جب رحمت کے سمندروں نے جوش مارا — پتھروں نے بھی آب حیات پی لیا

ذرۂ لاغر شگرف و زفت شد — فرش خاکی اطلس و زربفت شد

کمزور ذرہ عجیب اور موٹا ہو گیا — خاکی فرش، اطلس اور زربفت بن گیا

مردۂ صد سالہ بیروں شد ز گور — دیو ملعوں شد بخوبی رشک حور

سو سال کا مُردہ قبر سے باہر آگیا — ملعون شیطان، حسن میں حور بن گیا

۲ ایں ہمہ روئے زمیں سر سبز شد — شاخ خشک اشگوفہ کرد و نغز شد

یہ سب روئے زمین سرسبز ہو گئی — خشک شاخ نے کلی کھلائی، عمدہ ہو گئی

گرگ با برہ حریف مے شدہ — ناامیداں خوش رگ و خوش پے شدہ

بھیڑیا بکری کے بچہ کے ساتھ شراب نوش بنا — مایوس، اچھے رگ پٹھوں کے بن گئے

یافت شدن گوہر و حلالی خواستن حاجباں کنیزکان شاہزادہ از نصوح و بر سر و دست او بوسہ دادن و عذر خواستن

موتی کا مل جانا اور شہزادی کے دربانوں اور لونڈیوں کا نصوح سے معافی چاہنا اور اس کے سر اور ہاتھ کو چومنا اور عذر خواہی کرنا

بانگ آمد ناگہاں کہ رفت بیم — شد پدید آں گم شدہ دُرِّ یتیم

اچانک آواز آئی، خوف ختم ہو گیا — وہ نایاب گم شدہ موتی، مل گیا

۳ بعد آں خوف و ہلاک جاں بُدہ — مژدہا آمد کہ اینک گم شدہ

اس کے بعد کہ جان کا ڈر اور ہلاکت تھی — خوشخبری آئی کہ یہ گم شدہ (موتی) ہے

حزن شد و اندر فرج درتافتیم — مژدگانی دہ کہ گوہر یافتیم

غم ختم ہوا اور ہم خوشی میں چمک اٹھے — انعام دے، کیونکہ ہم نے موتی پالیا ہے

از غریو و نعرہ و دستک زدن — پُر شدہ حمام قد زال الحزن

شور اور نعرے اور ہتھیلیاں بجانے سے — حمام گونج گیا، رنج زائل ہو گیا

آں نصوح رفتہ باز آمد بخویش — دیدہ چشمش تابش صد روزہ بیش

بیہوش نصوح پھر ہوش میں آگیا — اسکی آنکھ نے سو روزوں (کے نور) سے زیادہ نور دیکھ لیا

می حلالی خواست از وے ہر کسے — بوسہ می دادند بر دستش بسے

ہر شخص اس سے معافی چاہ رہا تھا — اس کے ہاتھ بہت چومتے تھے

---

۱ چونکہ۔ جب دریائے رحمت جوش میں آتا ہے تو جس پر بھی چھینٹا پڑ جاتا ہے اس میں زندگی پیدا ہو جاتی ہے۔ ذرّہ۔ ابرِ رحمت سے ذرہ موتی بن جاتا ہے، سوہ بے رونق پتی سے پھول اور پتیاں اُگا دیتا ہے، پُرانے مُردے زندہ ہو جاتے ہیں، بُرا بھلا بن جاتا ہے۔

۲ ایں ہمہ۔ خشک زمین سرسبز بن جاتی ہے۔ گرگ۔ بغض و کینہ ختم ہو جاتا ہے بھیڑ اور بھیڑیا ملکر پانی پینے لگے ہیں۔ حلالی۔ معافی۔ بانگ آمد۔ اب یہ اعلان ہو گیا کہ ڈر اور خوف کا وقت ختم ہو گیا موتی مل گیا ہے۔

۳ بعد آں۔ جب موتی مل گیا تو اس کے مل جانے کی خوشخبری دے دی گئی۔ مژدگانی۔ تمام متعلقین نے شہزادی سے انعام کی درخواست کی۔ از غریو۔ حمام میں خوشی کے نعرے بتا رہے تھے کہ غم دور ہو چکا ہے۔ آں نصوح۔ اب وہ نصوح بیہوشی سے ہوش میں آیا تو اس پر نور کی وہ کیفیت تھی جو سو روزوں کے چلّے کے بعد ہوتی ہے۔ می حلالی خواست یعنی حلالی می خواست۔

بدگماں[1] بودیم مارا کُن حلال
ہم بدظن ہو گئے تھے، ہمیں معاف کر دیجیے
لحم تو خوردیم اندر قیل وقال
بات چیت میں ہم نے آپ کا گوشت کھایا

زانکہ ظنِ جملہ بر وے بیش بُود
کیونکہ سب کا اُس پر زیادہ گمان تھا
زانکہ در قربت ز جملہ پیش بُود
کیونکہ وہ قرب میں سب سے آگے تھا

خاص دلاکش بُد و محرم نصوح
نصوح اُس کا خاص حمامی اور محرم تھا
بلکہ ہمچوں دو تن و یک گشتہ روح
بلکہ دو جسم اور ایک روح بنا ہوا تھا

گوہر ار بُردست او بُردست و بس
اگر موتی چرایا ہے، تو بس اُس نے چرایا ہے
زو ملازم تر بخاتوں نیست کس
بیگم سے اُس سے زیادہ کوئی قریب نہیں ہے

اوّل او را خواست جستن در نبرد
معرکہ میں پہلے اُس کی تلاشی لینی چاہی
بہر حرمت داشتش تا خیر کرد
لیکن، اُس کی عزت رکھنے کے لئے تاخیر کی

تا بُود کاں را بیندازد بجا
تاکہ ہو سکے کہ وہ اُس کو کہیں ڈال دے
اندریں مہلت رہاند خویش را
اِس فرصت میں وہ اپنے آپ کو بچا لے

بس حلالیہا[2] ازو میخواستند
وہ اُس سے بہت معافیاں چاہ رہے تھے
وز برائے عُذر بر میخاستند
عُذر خواہی کے لئے کھڑے ہو ہو جاتے تھے

گفت بُد فضلِ خدائے داد گر
اُس نے کہا منصف خدا کا کرم تھا
ورنہ زانچہ گفتہ شد ہستم بتر
ورنہ جو کچھ کہا گیا میں اُس سے (بھی) بُرا ہوں

چہ حلالی خواست میباید ز من
مجھ سے کیا معافی چاہی جائے؟
کہ منم مجرم تر از اہلِ زمن
میں زمانہ کے لوگوں سے زیادہ مجرم ہوں

آنچہ گفتندم ز بد از صد یکیست
جو کچھ انھوں نے میری بُرائی میں کہا ہے ایک فیصد ہے
بر من ایں کشف ست اگر کس را شکیست
اگر کسی کو شک ہے، تو مجھ پر واضح ہے

کس چہ میداند ز من جز اندکے
تھوڑے سے کے علاوہ کوئی میرے بارے میں کیا جانتا ہے؟
وز ہزاراں جرم و بد فعلی یکے
ہزاروں جرم اور بدکاریوں میں سے ایک

من ہمی[3] آں دانم و ستارِ من
وہ میں جانتا ہوں اور میرا ستار
جرمہا و زشتی کردارِ من
اپنی خطاؤں اور بدکاری کو

اوّل ابلیسے مرا اُستاد بُود
شروع میں شیطان میرا اُستاد تھا
بعد ازاں ابلیس پیشم باد بُود
اُس کے بعد شیطان میرے آگے ہوا تھا

1. بدگماں۔ سب نے نصوح سے کہا ہم نے آپ پر بدگمانی کی تھی ہمیں معاف کر دیجیے۔ لحم۔ غیبت کو گوشت خوری سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ زانکہ نصوح پر زیادہ بدگمانی اسلئے تھی کہ اسی کو شہزادی سے زیادہ قرب ہوتا تھا۔ خاص۔ شہزادی کا جسم ملنے دلنے کیلئے نصوح مخصوص تھا دونوں ایک روح دو جسم بنے ہوئے تھے۔ اوّل۔ اِس بدگمانی کا تقاضا تو یہ تھا کہ سب سے پہلے نصوح کی جامہ تلاشی لیں لیکن اُسکی عزت بچانے کیلئے اُس کو موقع دے رہے تھے کہ اگر موتی اُسکے پاس ہے تو اُسکو کسی جگہ رکھ دے اور الزام سے بچ جائے۔

2. بس حلالیہا۔ حمام کے منتظمین کھڑے ہوئے نصوح سے معافیاں مانگ رہے تھے اور نصوح کہہ رہا تھا کہ یہ اللہ کا کرم تھا ورنہ جو کچھ تم لوگوں نے کہا میں اُس سے بدتر ہوں میں دنیا میں سب سے زیادہ گنہگار ہوں تم نے جو کچھ کہا وہ تو ایک فیصد ہے اِس بارے میں خواہ کسی کو شک ہو لیکن مجھے اپنی بُرائی کا یقین ہے میری بداعمالیوں کو میرے سوا اور کون جان سکتا ہے۔

3. من ہمی۔ نصوح نے کہا اپنی بُرائیوں کو میں جانتا ہوں یا میرا خدا جانتا ہے ابتداءً شیطان میرا اُستاد تھا لیکن پھر میں بُرائی کرنے میں شیطان کا بھی اُستاد بن گیا، یہ اللہ کا کرم ہے کہ وہ میری پردہ پوشی کرتا ہے اور میرے چھپے ہوئے کو ہی دیتا ہے۔

حق بدید آں جملہ را نادیدہ کرد — تا نگردم در فضیحت روئے زرد

اللہ تعالیٰ نے وہ سب کچھ دیکھا اور بن دیکھا بنا دیا — تاکہ میں رُسوائی میں زرد رُو نہ بنوں

تا ز رحمت پوستیں دوزیم کرد — توبہ شیریں چو جاں روزیم کرد

یہاں تک کہ اُس نے رحمت سے میری پردہ پوشی کی — جان جیسی شیریں توبہ مجھے عطا کر دی

ہر چہ[۱] کردم جملہ ناکردہ گرفت — طاعتِ ناکردہ را کردہ گرفت

میں نے جو کچھ کیا اُس کو نہ کیا ہوا ٹھہرایا — نہ کی ہوئی عبادت کو، کیا ہوا ٹھہرایا

ہمچو سرو و سوسنم آزاد کرد — ہمچو بخت و دولتم دل شاد کرد

اُس نے مجھے سرو اور سوسن کی طرح آزاد کر دیا — مجھے نصیبہ اور دولت کی طرح خوش دل کر دیا

نامِ من در نامۂ پاکاں نوشت — دوزخی بودم بخشیدم بہشت

میرا نام، پاک لوگوں کی فہرست میں لکھ دیا — میں دوزخی تھا، مجھے بہشت بخش دی

عفو کرد آں جملگی جرم و گناہ — شد سپید آں نامہ در روئے سیاہ

اُس نے وہ سارے جرم اور گناہ معاف کر دیئے — وہ کالا اعمالنامہ اور چہرہ سفید ہو گیا

آہ[۲] کردم چوں رسن شد آہِ من — گشت آویزاں رسن در چاہِ من

میں نے آہ کی، میری آہ رسی کی طرح ہو گئی — رسی میرے کنویں میں لٹک گئی

آں رسن بگرفتم و بیروں شدم — شاد و زفت و فربہ و گلگوں شدم

میں نے وہ رسی پکڑی اور باہر نکل آیا — خوش اور موٹا تازہ اور سرخ ہو گیا

در بنِ چاہے ہمی بودم اسیر — روز و شب اندر فغان و در نفیر

میں کنویں کی تہ میں قیدی تھا — دن رات فریاد اور رونے میں تھا

از ہوس در تنگنا بودم زبوں — در ہمہ عالم نمی گنجم کنوں

ہوس کی وجہ سے میں تنگ کوچہ میں عاجز تھا — اب میں پورے عالم میں نہیں سماتا ہوں

آفرینہا بر تو بادا اے خدا — ناگہاں کردی مرا از غم جدا

اے خدا! تجھ پر آفریں ہے — تو نے مجھے اچانک غم سے جدا کر دیا

گر[۳] سرِ ہر موئے من گردد زباں — شکرہائے تو نیاید در بیاں

اگر میرے ہر بال کا سرا زبان بن جائے — تیرے شکریئے بیان نہیں ہو سکتے ہیں

میزنم نعرہ دریں روضہ و عیون — خلق را یا لیت قومی یعلمون

اس باغیچہ اور چشموں میں میں صدائیں دے رہا ہوں — لوگوں کو، کاش میری قوم جان لے

---

۱ ہر چہ۔ یہی نہیں کہ اُس نے میرے گناہوں سے قطع نظر کی بلکہ میری بُرائیوں کو بھلائیوں سے بدل دیا۔ میں تمام دنیاوی علائق سے سرو اور سوسن کی طرح آزاد ہوں۔ نامِ من۔ اب اُس نے میرا نام نیکوں میں لکھ دیا ہے اور مجھ دوزخی کو جنتی بنا دیا ہے۔

۲ آہ کردم۔ میں نے اپنی خطا کاری پر آہ کی اُس آہ نے رسی کا کام دیا اور گناہوں کے کنویں سے باہر نکل آیا۔ از ہوس۔ دنیا کی حرص و ہوس کی تنگی میں تھا اب میں پورے عالم میں نہیں سما رہا ہوں۔

۳ گر۔ اگر میرا رُواں رُواں اللہ کا شکر ادا کرنا چاہے تو ممکن نہیں ہے۔ یا لیت۔ مغفرت کے بعد جنتی کہے گا۔ یٰلَیْتَ قَوْمِیْ یَعْلَمُوْنَ بِمَا غَفَرَ لِیْ رَبِّیْ وَجَعَلَنِیْ مِنَ الْمُکْرَمِیْنَ یعنی کاش میری قوم اس بات کو جان لے کہ مجھے خدا نے میری بخشش کر دی ہے اور مجھے باعزت لوگوں میں سے بنا دیا ہے۔

بازخواندنِ شاہزادی نصوحؔ را از بہرِ دلاکی بعد ازاستحکامِ توبہ و بہانہ کردنِ او و دفع گفتنِ او و عذر آوردنِ او [1]

شہزادی کا نصوح کو توبہ کے مستحکم ہو جانے کے بعد مالش کے لئے دوبارہ بُلانا اور اُس کو بہانہ کرنا اور دفع کرنا اور عذر کرنا

بعد ازاں آمد کسے کز مرحمت ۔۔۔ دخترِ سلطانِ ما میخواندت
اُس کے بعد کوئی آیا، کہ مہربانی سے ۔۔۔ ہمارے بادشاہ کی لڑکی تجھے بُلا رہی ہے

دخترِ شاہت ہمی خواند بیا ۔۔۔ تا سرش شوئی کنوں اے پارسا
بادشاہ کی لڑکی تجھے بُلا رہی ہے، آجا ۔۔۔ تاکہ اے نیک! تو اُس کا سر دھو دے

جز تو دلاکے نمی خواہد دلش ۔۔۔ کہ بمالد یا بشوید با گِلش
اُس کی دلی خواہش تیرے علاوہ کسی مالش کرنیوالے کے بارے میں نہیں ہے ۔۔۔ کہ جو مالش کرے یا مٹی سے اُس کو نہلائے

گفت رو رو دستِ من بیکار شُد ۔۔۔ ویں نصوحِ تو کنوں بیمار شُد
اُس نے کہا جا جا میرا ہاتھ بیکار ہو گیا ہے ۔۔۔ تیری یہ نصوح اب بیمار ہو گئی ہے

رو کسے دیگر بجو اشتاب و تفت ۔۔۔ کہ مرا واللہ دست از کار رفت
جلد جلد تیزی سے، دوسری کو ڈھونڈ لے ۔۔۔ کیونکہ خدا کی قسم ہاتھ بیکار ہے

بادلِ خود گفت کز حد رفت جُرم [2] ۔۔۔ از دلِ من کے رود آں ترس و گرم
وہ اپنے دل میں کہتا تھا کہ جرم حد سے گذر گیا ۔۔۔ میرے دل سے وہ ڈر اور گرمی کہاں جا سکتی ہے؟

من بمُردم یکرہ و باز آمدم ۔۔۔ من چشیدم تلخیِ مرگ و عدم
میں ایک بار مر چکا ہوں اور پھر واپس آیا ہوں ۔۔۔ میں نے موت اور عدم کی تلخی چکھ لی ہے

توبہ کردم حقیقت با خدا ۔۔۔ نشکنم تا جاں شود از تن جدا
میں نے اللہ سے حقیقی توبہ کی ہے ۔۔۔ جب تک جان جسم سے جدا ہو، میں نہ توڑوں گا

بعد ازیں محنت کرا بارِ دگر ۔۔۔ پا رود سوئے خطر اِلّا کہ خر
اِس مصیبت کے بعد کس کا دوبارہ ۔۔۔ گدھے کے علاوہ خطرے کی جانب پاؤں چلیگا؟

حکایت [3] دربیانِ آں کسے کہ توبہ کند و پشیمان شود و باز آں پشیمانیہا را فراموش کند و آزمودہ را باز آزماید در

اس بیان میں حکایت کہ کوئی شخص توبہ کرے اور شرمندہ ہو اور پھر اُن شرمندگیوں کو بھلا دے اور آزمائے ہوئے کو دوبارہ آزمائے اور مستقل

[1] بازخواندن۔ اُس توبہ کے بعد شہزادی نے پھر نصوح کو بُلایا لیکن اُس نے معذرت کر دی۔ بعد ازاں۔ اِن تمام واقعات کے بعد نصوح کے گھر پیغام آیا کہ شہزادی بُلاتی ہے اُس کا دل تجھی سے بدن مَلوانے کو چاہتا ہے۔ بگلش۔ یعنی توبی مٹی سے سَر دھوئے۔ گفت۔ نصوح نے کہا اب میرے ہاتھ بیکار ہیں اور میں بیمار ہوں۔

[2] بادلِ خود۔ نصوح دل دل میں کہہ رہا تھا کہ تلاشی کا ڈر میرے دل سے کب نکل سکتا ہے۔ توبہ اب میں نے اِس کام سے ایسی توبہ کر لی ہے جو مرتے دم تک نہ ٹوٹیگی۔ بعد۔ ایک دفعہ کسی مصیبت سے نجات پا جانے کے بعد احمق ہی اُس مصیبت میں پھنسنے کو تیار ہوتا ہے

[3] حکایت۔ اِس حکایت سے یہ بتانا مقصود ہے کہ ایک بار مصیبت سے نجات پا جانے کے بعد دوبارہ مصیبت میں پھنسنے کا بہت بُرا انجام ہوتا ہے۔

خسارتِ ابد درافتد کہ مَنْ جَرَّبَ المُجَرَّبَ حلّت بہٖ النَّدامۃُ

ٹوٹے میں مبتلا ہو جائے کیونکہ جس شخص نے آزمائے ہوئے کو آزمایا اُس کو ندامت ہوئی

وچوںؔ توبہ اُو را ثباتے و قوّتے و حلاوتے و قبولے و

اور جب اُس کی توبہ کا ٹِکاؤ اور قوت اور شیرینی اور قبولیت اور مدد اُس کو

مددے بدو نرسد چوں درخت بے بیخ ہر روز زرد تر

حاصل نہ ہو تو وہ بغیر جڑ کے درخت کی طرح ہے جو روزانہ زیادہ زرد اور خشک ہوتا ہے

وخشک تر نعوذُ باللّٰہِ مِنْ ذٰلِکَ

ہم اِس بات سے خدا کی پناہ چاہتے ہیں

گازرےؔ بُود و مر اُو را یک خرے
ایک دھوبی تھا جس کا ایک گدھا تھا

پشت ریش اِشکم تہی تن لاغرے
زخمی کمر، خالی پیٹ، کمزور جسم

درمیانِ سنگلاخِ بے گیاہ
بغیر گھاس کی پتھریلی زمین میں

روز تا شب بینوا و بے پناہ
شب و روز بے سروسامان اور بے پناہ

بہرِ خوردن غیرِ آب آنجا نبُود
وہاں کھانے کیلئے پانی کے سوا نہ تھا

روز و شب بُد خر دراں کور و کبود
گدھا وہاں دن رات اندھا اور تاریک چشم تھا

آں حوالی نیستان و بیشہ بُود
اطراف میں بنسلی اور جنگل تھا

شیرے بُود آنجا کہ صیدش پیشہ بُود
وہاں ایک شیر تھا جس کا پیشہ شکار کرنا تھا

شیر را با پیلِ نر جنگ اُوفتاد
شیر کی نر ہاتھی سے لڑائی ہوئی

خستہ شد آں شیر و ماند از اصطیاد
وہ شیر زخمی ہوگیا اور شکار کرنے سے عاجز ہوگیا

مدّتےؔ وا ماند زاں ضعف از شکار
ایک عرصہ تک کمزوری کیوجہ سے شکار سے عاجز رہا

بینوا ماندند دد از چاشت خوار
درندے ناشتہ سے محروم ہوگئے

زانکہ باقی خوارِ شیر ایشاں بُدند
کیونکہ وہ شیر کا بچا ہوا کھانے والے تھے

شیر چوں رنجور شد تنگ آمدند
جب شیر بیمار ہوگیا، وہ پریشان ہوگئے

شیرؔ یک روباہ را فرمود رَو
شیر نے ایک لومڑی سے کہا، جا

مر خرے را بہرِ من صیّاد شو
میرے لئے گدھے کی شکاری بن

گر خرے یابی بگردِ مرغزار
اگر تو جنگل کے اطراف میں گدھا پائے

رَو فسونش خواں فریبانش بیار
جا اُس پر منتر پڑھ اُس کو قریب لے آ

---

۱ چوں۔ اگر توبہ میں ٹکاؤ نہ ہو اور اس کی خوبی اُس پر واضح نہ ہو تو توبہ کرنے والے شخص کی مثال بے جڑ کے درخت کی سی ہے جو روز بروز خشک ہوتا رہتا ہے اور اس کے پتے جھڑتے رہتے ہیں۔

۲ گازرے۔ ایک دھوبی کا ایک گدھا تھا جس کی کمر زخمی تھی اور پیٹ خالی رہتا تھا جس کی وجہ سے وہ کمزور ہوگیا تھا۔ سنگلاخ۔ پتھریلی زمین۔ کور و کبود۔ یعنی تباہ اور بدحال۔ حوالی۔ اطراف۔ نیستان۔ بنسلی کا جنگل۔ بیشہ۔ جھاڑی۔ شیر۔ وہ شیر کسی ہاتھی سے لڑکر زخمی اور لاغر ہوگیا اور جنگل جانوروں کا شکار کرنے کے قابل نہ رہا۔

۳ مدتے۔ ایک عرصے وہ شکار کرنے کے قابل نہ تھا اور دوسرے درندے جو اس کا بچا کھچا کھاتے تھے وہ بھی بھوکے تھے۔ چاشت خوار۔ ناشتہ۔

۴ شیر۔ شیر نے لومڑی سے کہا کسی گدھے کو پھسلا کر میرے پاس لے آنا۔ مرغزار۔ سبزہ زار۔ فسون۔ منتر۔

یا خرے یا گاؤ بہرِ من بجُو — زاں فسونہائے[1] کہ میدانی بگو

یا گدھا یا بیل میرے لئے تلاش کر — جو منتر تو جانتی ہے، وہ پڑھ

چوں بیابم قوّتے از لحمِ خر — پس بگیرم بعد ازاں صیدِ دگر

جب میں گدھے کے گوشت سے طاقت پکڑ لونگا — اُس کے بعد میں دوسرا شکار کرونگا

اندکے من میخورم باقی شُما — من سبب باشم شُما را در نوا

میں تھوڑا سا کھالوں گا، باقی تم — میں توشہ میں تمہارے لئے سبب بنجاؤنگا

از فسون واز سخنہائے خوشش — نرم گرداں زُود تر اینجا کشش

اُس کو منتر اور اچھی باتوں سے — نرم کر، جلد یہاں لے آ

تشبیہ کردنِ قطب کہ عارف و اصل ست در اجرائے

قطب، عارف واصل الحق، کی مخلوق کو رحمت اور مغفرت کی اُن مراتب کے اعتبار

دادنِ خلق از قوتِ رحمت و مغفرت بر مراتبے کہ حقش

سے روزی دینے کی تشبیہ بیان کرنا جو اللہ نے اُس کو الہام کیا ہے اور شیر سے

الہام داد و تمثیل بشیر کہ اجرے خوار و باقی خوارِ وے اند

مثال دینا کیونکہ وہ اس کے روزی خوار اور بچا کھچا کھانے والے ہیں غیر

بر مراتب قربِ ایشاں بشیر نہ قربِ مکانی بلکہ از قرب

سے نزدیکی کے اعتبار سے مکانی قرب کے اعتبار سے نہیں بلکہ صفاتی قرب کے اعتبار

صفتی و تفاصیلِ ایں بسیارست واللہ الہادی

سے اور اس کی بہت تفاصیل ہیں اور خدا ہدایت کرنے والا ہے

قطب[2] شیر و صید کردن کارِ اُو — باقیاں ایں خلق باقی خوارِ اُو

قطب شیر ہے اور شکار کرنا اُس کا کام ہے — باقی یہ مخلوق اُس کا بچاہوا کھانے والی ہے

تا توانی[3] در رضائے قطب کوش — تا قوی گردد کند صیدِ وحُوش

تجھ سے جب تک ہو سکے قطب کو راضی رکھنے کی کوشش کر — تاکہ وہ قوی ہو جائے اور وحشی جانوروں کا شکار کرے

چوں[4] برنجد بینوا مانند خلق — کز کفِ عقلست جملہ رزقِ خلق

جب وہ رنجیدہ ہو جائیگا، مخلوق بے سروسامان ہو جائیگی — کیونکہ تمام لوگوں کی روزی عقل کے ہاتھوں سے ہے

زانکہ وجدِ خلق باقی خوردِ اوست — ایں نگہدار ار دلِ تو صید جوست

کیونکہ مخلوق کی روزی اُس کا پس خوردہ ہے — اگر تیرا دل شکاری ہے، تو اُس کا خیال رکھ

۱ فسونہا۔ لوٹری کی چالاکیاں مشہور ہیں۔ لحم۔ گوشت۔ نوا۔ روزی، سازوسامان۔ یعنی گدھے کو بہکا کر میرے پاس لے آنا۔ تشبیہ۔ جس طرح شیر شکار کرتا ہے اور باقی درندے اُس کا بچا ہوا کھا کر پیٹ بھرتے ہیں۔ اسی طرح قطب زمانہ اسرار و معارف الٰہی کا شکار کرتا ہے اور بقیہ اولیاء اُس کے ذریعہ اپنی خوراک حاصل کرتے ہیں۔

۲ قطب۔ جو شخص اپنے دَور کا قطب ہوتا ہے وہ اسرار و معارف کا براہِ راست استفادہ کرتا ہے اور دوسرے اولیاء، اوتاد، نجباء اور نقباء اُس کے واسطے سے فیضیاب ہوتے ہیں۔ تا توانی۔ ہر ولی کا فرض ہے کہ وہ قطبِ زمانہ کی خوشنودی حاصل کرے اور اُس کو خوش رکھے۔

۳ چوں برنجد۔ اگر قطب رنجیدہ ہو جاتا ہے تو بقیہ لوگ بے سروسامان رہ جاتے ہیں۔ وجدِ خلق۔ بقیہ لوگوں کی روزی اُس کا پس خوردہ ہے۔

اُوچو[1] عقل و خلق چوں اعضائے تن — بستۂ عقل ست تدبیرِ بدن
وہ عقل کی طرح اور مخلوق جسم کے اعضاء کی طرح ہے — جسم کی تدبیر عقل سے وابستہ ہے

ضُعفِ قطب از تن بُود از روح نے — ضُعف در کشتی بُود در نوح نے
قطب کی کمزوری جسم کی ہوتی ہے، نہ کہ روح کی — کمزوری کشتی میں ہوتی ہے نہ کہ نوح میں

قطب آں باشد کہ گردِ خود تند — گردشِ افلاک گردِ اُو بُود
قطب وہ ہوتا ہے جو اپنے گرد گھومتا ہے — آسمانوں کی گردش اُس کے گرد ہوتی ہے

یاریے دہ در مرمتِ کشتیش — گر غلامِ خاص و بندہ گشتیش
اُس کی کشتی کی مرمت میں مدد کر — اگر تو اُس کا خاص غلام اور بندہ ہو گیا ہے

یاریت[2] در تو فزاید نے درو — گفت حق اِن تنصروا اللہ ینصرہ
تیری مدد، تجھ میں اضافہ کرے گی نہ کہ اُس میں — (اللہ تعالیٰ) نے فرمایا ہے اگر تم اللہ کی مدد کرو گے مدد کریگا

ہمچو روبہ صید گیر و کن فدیش — تا عوض گیری ہزاراں صید بیش
لومڑی کی طرح شکار کر اور اُس پر قربان ہو جا — تاکہ تو ہزاروں سے زیادہ شکار بدلے میں حاصل کرے

روبہانہ باشد آں صیدِ مُرید — مُردہ گیر د صید کفتارِ مَرید
مرید کا شکار لومڑی کی طرح کا ہوتا ہے — سرکش بجو مُردے کا شکار کرتا ہے

مُردہ پیشِ اُو کشی زندہ شود — چرک در پالیز رویندہ شود
تو اُسکے سامنے مُردہ لیجائے گا وہ زندہ ہو جائے گا — کھاد، فالیز میں اُگانے والا بن جاتا ہے

جواب گفتنِ روباہ شیر را
لومڑی کا شیر کو جواب دینا

گفت[3] روبہ شیر را خدمت کُنم — حیلہا سازم ز عقلش بر کَنم
لومڑی نے شیر سے کہا میں خدمت بجالاؤں گی — تدبیریں کروں گی اُسکو عقل سے بیگانہ کر دوں گی

حیلہ و افسوں گری کارِ من ست — کارِ من دستاں و از رہ بُردن ست
حیلہ اور منتر پڑھنا میرا پیشہ ہے — میرا پیشہ، مکر اور دھوکا دینا ہے

از سرِ کُہ جانبِ جُو میشتافت — یک خرِ مسکینِ لاغر را بیافت
پہاڑ پر سے، نہر کی جانب دوڑ رہی تھی — ایک کمزور مسکین گدھے کو پالیا

[1] اُو چو عقل۔ قطب اور بقیہ مخلوق کی وہی نسبت ہے جو عقل اور بقیہ اعضا کی، اعضا عقل کے ذریعہ خوراک حاصل کرتے ہیں۔ مختصر قطب پر روحانی ضعف طاری نہیں ہو سکتا گذشتہ اشعار میں اُس کے جس ضعف کا ذکر ہے وہ محض جسمانی ضعف ہے اُس کی روح اور جسم کی وہی نسبت ہے جو حضرت نوحؑ اور کشتی کی تھی۔ یاریے۔ قطب کو جس مدد کی ضرورت ہے وہ اُس کی جسمانی مدد ہے۔

[2] یاریت۔ تو جو کچھ قطب کی بدنی خدمت کریگا وہ تیرے لئے ہی مفید ہے۔ گفت حق۔ آنحضورؐ کے ساتھ مل کر جہاد کرنے کو اللہ تعالیٰ نے اپنی مدد قرار دیا ہے اور فرمایا کہ اُس مدد کا فائدہ تمہیں بصورت مددِ خداوندی حاصل ہوگا۔ ہمچو روبہ۔ جس طرح لومڑی شیر کے لئے شکار کرتی ہے اور اُس سے خود فائدہ اُٹھاتی ہے اسی طرح تم جو بھی قطب کی بدنی خدمت کرو گے خود فائدہ اُٹھاؤ گے۔ مُرید۔ قطب کا ارادتمند جو کچھ قُطب کو دے گا وہ لومڑی کے شکار کی طرح ہو گا کہ خود اُسکو مفید پڑیگا۔ مَرید۔ قطب کا مُنکر بجو ہے جس کی کمائی مُردار ہوتی ہے لیکن قطب کے پاس پہنچ کر اُس کو مُردار بھی زندہ ہو جاتا ہے جس طرح گوبر کا کھاد زمین میں جا پڑتا ہے تو اُس کی خاصیت بدل جاتی ہے۔

[3] گفت روبہ۔ لومڑی نے شیر سے کہا میں حکم کی تعمیل کروں گی اور اپنی تدبیر سے شکار کو بے وقوف بنا دوں گی۔ دستاں۔ مکر۔ خرِ مسکیں۔ یعنی وہی دھوبی کا گدھا لومڑی اُس کے پاس پہنچی اور اُس کو گرمجوشی سے سلام کیا۔

پس سلامے گرم کرد و پیش رفت
گرم جوشی سے سلام کیا اور سامنے آ گئی

پیشِ آں سادہ دلے درویش رفت
اُس سیدھے اور غریب کے سامنے آ گئی

گفت[1] چونی اندریں صحرائے خُشک
بولی، اس خشک میدان میں آپ کیسے ہیں؟

در میانِ سنگلاخ و جائے خُشک
پتھریلی زمین اور خشک جگہ میں

گفت خر گر در غمم ور در ارم
گدھے نے کہا میں خواہ غم میں ہوں یا جنت میں

قِسمتم حق کرد و من زاں شاکرم
اللہ نے میرا حصہ بنایا ہے میں اس پر شکر گزار ہوں

شُکر گویم دوست را در خیر و شر
اچھائی اور برائی میں دوست کا شکر ادا کرتا ہوں

زانکہ ہست اندر قضا از بد بتر
کیونکہ حکمِ خداوندی میں بُرے سے بھی زیادہ بُرا ہے

چونکہ قسّام اوست کفر آمد گلہ
جب کہ وہ تقسیم کرنے والا ہے تو شکوہ کفر ہے

صبر باید صبر مفتاح الصلہ
صبر کرنا چاہیے، صبر عطیہ کی کنجی ہے

باز گفت الصّبر مفتاحُ الفرج
پھر اس نے کہا صبر کشادگی کی کنجی ہے

صابراں را کے رسد جور و حرج
صبر کرنے والوں کو سختی اور تنگی کب آتی ہے؟

راضیم[2] من قسمتِ قسّام را
میں تقسیم کرنے والے کی تقسیم پر راضی ہوں

کہ خداوند ست خاص و عام را
کیونکہ وہ خاص و عام کا آقا ہے

بہرہ ور از نعمتِ اُو خاص و عام
اُس کی نعمت سے خاص و عام فائدہ اٹھاتے ہیں

میرساند روزیِ وحش و ہوام
وہ وحشی جانوروں اور کیڑے کوڑوں کو روزی پہنچاتا ہے

مُرغ و ماہی قسمتِ خود میخورند
پرند اور مچھلیاں اپنا حصہ کھاتے ہیں

مور و مار از نعمتِ اُو می چرند
چیونٹیاں اور سانپ اس کی نعمت کھاتے ہیں

خوانِ اُو سر تا سرِ عالم گرفت
اُس کے دسترخوان نے پورے عالم کو گھیر لیا ہے

بر سرِ خوانش خلائق در شگفت
مخلوق اس کے دسترخوان پر تعجب میں ہے

می[3] خورند و ہیچ کم ناید ازاں
وہ کھا رہے ہیں اور اس میں کوئی کمی نہیں آتی ہے

کیست بے روزی بگو اندر جہاں
بتا، دنیا میں بے روزی کون ہے؟

باش راضی گر توئی دل زندہ
اگر تو زندہ دل ہے، راضی رہ

کُو رساند روزیِ ہر بندہ
وہ ہر بندہ کو روزی پہنچاتا ہے

غیرِ حق جملہ عدو اند اوست دوست
اللہ (تعالیٰ) کے علاوہ سب دشمن ہیں وہ دوست ہے

با عدو از دوست شکوہ کے نکوست
دشمن سے دوست کا شکوہ، کب بھلا ہے؟

---

[1] گفت۔ لومڑی نے گدھے سے کہا آپ اس خشک پتھریلے جنگل میں کیوں پڑے ہوئے ہیں۔ گفت خر۔ گدھے نے کہا یہ خدائی تقسیم ہے جو میرا حصہ ہے میں اس پر راضی ہوں۔ زانکہ۔ انسان کو ہر حالت میں شکر ادا کرنا چاہیے۔ اور سوچنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اس سے بدتر حالت میں نہیں کیا۔ چونکہ۔ اللہ کی تقسیم پر شکوہ کفر ہے۔ الصّبر۔ صبر کرنے سے کشادگی پیدا ہو جاتی ہے۔

[2] راضیم۔ رزق خدا کا تقسیم کردہ ہے جبکہ وہ سب کا مالک ہے تو اس کی تقسیم پر راضی رہنا ضروری ہے۔ ہوام۔ کیڑے کوڑے۔ مرغ۔ جس قدر جاندار ہیں سب اُسی کی ہی نعمتوں سے رزق حاصل کر رہے ہیں دنیا کی ساری مخلوق اُس کے ہی خوانِ نعمت سے روزی حاصل کر رہی ہے

[3] می خورند۔ ساری مخلوق کو وہ روزی پہنچا رہا ہے کوئی جاندار روزی سے محروم نہیں ہے۔ غیرِ حق۔ اللہ کے علاوہ سب دشمن ہیں اللہ سب کا دوست ہے تو دوست کا شکوہ دشمن سے کرنا بیوقوفی ہے۔

شکر کن تا نایدت از بد بتر ۱ — ورنہ مانی ناگہاں در گل چو خر

شکر ادا کرتا رہ، تاکہ تجھے بد سے بدتر نہ ملے — ورنہ تو کیچڑ کے گدھے کی طرح رہ جائے گا

تا دہد دوغم نخواہم انگبیں — زانکہ ہر نعمت غمے دارد قریں ۱۶

جب تک وہ مجھے چھاچھ پلائیگا میں شہد نہ مانگونگا — کیونکہ ہر نعمت اپنے ساتھ کوئی غم رکھتی ہے

گنج بے مار و گلِ بے خار نیست — شادیِ بے غم دریں بازار نیست

خزانہ بغیر سانپ کے اور پھول بغیر کانٹے کے نہیں ہے — بغیر غم کی خوشی اس بازار میں نہیں ہے

یک حکایت یاد دارم از پدر — در نصیحت گفت روزے کاے پسر

مجھے باوا کی ایک کہانی یاد ہے — اُس نے ایک روز نصیحت میں کہا اے بیٹا!

حکایت۲ دیدن خرِ سقّائے بانوائے اسپانِ تازی را در

سقے کے گدھے کا، خاص اصطبل میں ساز و سامان کے ساتھ عربی گھوڑوں کو دیکھنے کی

آخرِ خاص و تمنّا بُردن آں دولت را، در موعظہ آنکہ تمنّا

حکایت اور اس دولت کی تمنا کرنا اِس نصیحت کے بارے میں کہ

نباید بُردن اِلّا بمغفرت و عنایت کہ اگرچہ صد گوں رنجے

سوائے مغفرت اور مہربانی کے تمنا نہ کرنی چاہیئے خواہ سینکڑوں تکالیف ہوں

بُوَد چوں لذّتِ مغفرت بُوَد ہمہ شیریں شود، باقی ہر دولتے

جب مغفرت کی لذت حاصل ہو جائیگی وہ (تکالیف) سب شیریں ہو جائینگی۔ بقیہ ہر

کہ آں را ناآزمودہ تمنّا میبری باآں رنجے قرین ست

دولت کی بغیر آزمائے تو تمنا کرے تو اُس کے ساتھ کوئی تکلیف ہوگی جس کو تو

کہ آں را نمی بینی چنانکہ۳ از ہر دامے دانہ پیدا شود و

نہیں دیکھ رہا ہے، جیساکہ ہر جال کا دانہ کھلا ہوا ہوتا ہے اور جال پنہاں ہوتا ہے

فخ پنہاں، تو دریں یک دام ماندہ و تمنّا میبری

تو اس جال میں رہتے ہوئے تمنا کرتا ہے کاش کہ اُس دانے

کہ کاشکے باآں دانہا رفتمے پنداری کہ آں دانہا

تک پہنچ جاتا، تو خیال کرتا ہے کہ وہ دانے

بیدام است

بغیر جال کے ہیں

۱ شکر کن۔ جس حالت میں بھی ہو ہے اُس کو شکر گزار ہونا چاہیئے کہ اس سے بدتر حالت میں نہیں ہے۔ تا دہد۔ جب تک مجھے معمولی روزی حاصل ہے میں بڑھیا روزی کی خواہش نہ کرونگا کیونکہ ہر بڑھیا نعمت کے ساتھ کوئی نہ کوئی تکلیف وہ بات ضرور لگی ہوئی ہے خزانہ کے ساتھ سانپ ہے پھول کے ساتھ کانٹا ہے۔

۲ حکایت۔ اِس حکایت سے یہ سمجھانا ہے کہ شاہی اصطبل کے گھوڑوں کو اچھی خوراک ملتی تھی تو اُس کے ساتھ انہیں جنگ میں تیر بھی کھانے پڑے۔ در موعظہ۔ انسان کو چاہیئے کہ وہ مغفرت اور اللہ کی عنایت کا طالب بنے اگر اُس کو یہ چیز حاصل ہو جائیگی تو مصائب کی تلخی، شیرینی سے بدل جائے گی اگر انسان نہ آزمائی ہوئی نعمت کی تمنا کرے گا تو اُس کے ساتھ کی مصیبت سے پریشان ہو جائے گا۔

۳ چنانکہ۔ دنیا کی ہر لذت کے ساتھ کوئی مصیبت وابستہ ہے۔ دانہ ہے تو اُس کے ساتھ جال بھی ہے انسان دانہ کی تمنا کرتا ہے لیکن وہ جال سے غافل ہوتا ہے۔

بود سقائے مر او را یک خرے — گشته از محنت دوتا چون چنبرے
ایک سقہ کا ایک گدھا تھا — مشقت کی وجہ سے حلقہ کی طرح دُہرا ہو گیا تھا

پشتش از بارِ گراں ده جا ریش — عاشق[1] و جویائے روزِ مرگِ خویش
بھاری بوجھ کی وجہ سے اسکی کمر دس جگہ سے زخمی تھی — وہ اپنی موت کے دن کا جویاں اور عاشق تھا

جو کجا از کاهِ خشک او سیر نے — در عقب زخمے و سیخِ آہنے
جو کہاں؟ وہ خشک گھاس سے بھی پیٹ بھرا نہ تھا — پیچھے زخم اور لوہے کی سیخ

میرِ آخر دید او را رحم کرد — کآشنائے صاحبِ خر بود مرد
اصطبل کے داروغہ نے اسکو دیکھا، رحم کیا — کیونکہ وہ گدھے کے مالک کا آشنا سا تھا

پس سلامش کرد و پرسیدش ز حال — کز چہ ایں خر گشت دوتا ہمچو دال
اُس کو سلام کیا اور اُس سے حال پوچھا — کہ یہ گدھا دال کی طرح کیوں دُہرا ہو گیا؟

گفت از درویشی و تقصیرِ من — کہ نمی یابد جو ایں بستہ دہن
اُس نے کہا میری مفلسی اور کوتاہی سے — کیونکہ اِس بے زبان کو جو نہیں ملتے ہیں

گفت بسپارش بمن تو روزِ چند — تا شود در آخرِ شہ زورمند
اُس نے کہا اُس کو چند دن کیلئے میرے سپرد کر دے — تاکہ شاہی اُصطبل میں طاقتور بن جائے

خر بدو بسپرد و از زحمت برست — در میانِ آخرِ سلطانش بست
اُس نے گدھا اُس کے سپرد کر دیا اور زحمت سے چھوٹ گیا — اُس نے اُس کو شاہی اصطبل میں باندھ دیا

خر[2] ز ہر سو مرکبِ تازی بدید — با نوا و فربہ و خوب و جدید
گدھے نے ہر جانب عربی گھوڑے دیکھے — باسروسامان اور موٹے اور عمدہ اور نئے

زیرِ پاشاں رُفتہ و آبے زده — کہ بوقت و جو بہنگام آمده
انکے پاؤں کی زمین جھاڑو دی ہوئی اور پانی چھڑکی ہوئی — گھاس اور جو بروقت حاضر

خارش و مالش مر اسپاں را بدید — پوز بالا کرد کاے ربِّ مجید
گھوڑوں کی مالش اور کھریرا دیکھا — اُس نے مُنہ اُوپر اُٹھایا کہ اے بزرگ پروردگار!

نہ کہ مخلوقِ توام گیرم خرم — از چہ زار و پشت ریش و لاغرم
کیا میں تیری مخلوق نہیں ہوں، مانا کہ میں گدھا ہوں — میں کس وجہ سے عاجز اور زخمی کمر اور لاغر ہوں

شب[3] ز دردِ پشت و از جوعِ سکم — آرزومندم بمُردن دمبدم
رات کو کمر کے درد اور پیٹ کی بھوک سے — لمحہ بہ لمحہ میں مرنے کا آرزو مند ہوں

[1] عاشق۔ اُس گدھے کو مصیبتوں کی وجہ سے موت کی تمنا تھی۔ جو کجا۔ اُس گدھے کو جو تو درکنار خشک گھاس بھی پیٹ بھر نہ ملتی تھی اور ہر وقت لوہے کی سیخ سے چبھتا تھا جس سے اُس کی پشت زخمی تھی۔ میرِ آخر۔ داروغہ اصطبل۔ دال۔ حرف دال مُڑی ہوئی شکل کا ہوتا ہے۔ بستہ دہن۔ بے زبان۔ آخرِ شہ۔ شاہی اصطبل۔

[2] خر۔ دھوبی کے گدھے نے شاہی اصطبل میں عربی گھوڑے دیکھے جو بہت عمدہ حالت میں تھے۔ زیر پا... اصطبل کی زمین پر چھڑکاؤ ہوتا اور گھاس اور دانہ بروقت سب گھوڑوں کو ملتا۔ خارش۔ اُن کے بدن پر کھریرا پھرتا اور مالش ہوتی۔ پوز۔ اُس گدھے نے آسمان کی طرف مُنہ کر کے دعا شروع کر دی کہ اللہ میاں میں بھی تیری مخلوق ہوں میں اِس قدر مصیبت میں کیوں ہوں۔

[3] شب۔ دن کی پٹائی سے رات بھر درد میں اور بھوک میں گذارتا ہوں اور ہر وقت موت کی تمنا کرتا ہوں یہ عربی گھوڑے کس قدر عیش و عشرت میں ہیں تو نے مجھے مصائب کیلئے کیوں مخصوص کر دیا ہے۔

حالِ ایں اسپاں چنیں خوش با نوا — من چہ مخصوصم بتعذیب و بلا
اِن گھوڑوں کی ایسے ساز وسامان کے ساتھ عمدہ حالت — میں عذاب اور مصیبت کے ساتھ مخصوص کیوں ہوں؟

ناگہاں[۱] آوازۂ پیکار شُد — تازیاں را وقتِ زین و کار شُد
اچانک جنگ کا اعلان ہو گیا — عربی گھوڑوں کی زین اور کام کا وقت آگیا

زخمہائے تیر خوردند از عدُو — رفت پیکانہا در ایشاں سُو بسُو
انھوں نے دشمنوں کے تیروں کے زخم کھائے — جگہ جگہ ان میں تیر گھس گئے

از غزا باز آمدند آں تازیاں — اندر آخُر جملہ اُفتادہ سِتاں
وہ عربی گھوڑے جنگ سے لوٹے — اصطبل میں، سب چت پڑے ہوئے تھے

پایہاشان بستہ مُحکم با نوا — نعلبنداں ایستادہ در قطار
نوار سے اُن کے پاؤں مضبوط بندھے ہوئے تھے — نعلبند لائن میں کھڑے تھے

می شگافیدند تنہاشاں بہ نیش — تا بروں آرند پیکانہا ز ریش
انھوں نے نشتر سے اُن کے جسموں میں چیرا دیا — تاکہ زخم سے تیر باہر نکالیں

چوں[۲] خر آں را دید میگفت اے خدا — من بفقر و عافیت دادم رضا
جب گدھے نے انھیں دیکھا کہہ رہا تھا اے خدا! — میں نے مفلسی اور آرام پر رضامندی دی

زاں نوا بیزارم و زیں زخم زشت — ہر کہ خواہد عافیت دنیا بہشت
میں اُس سروسامان سے اور ہیں بُرے زخم سے بیزار ہوں — جس نے عافیت چاہی اُس نے دنیا چھوڑ دی

جواب گفتن رُوباہ خر را
لومڑی کا گدھے کو جواب دینا

گفت رُو بہ جُستنِ رزقِ حلال — فرض باشد از برائے اِمتثال
لومڑی نے کہا، حلال رزق کا تلاش کرنا — حکم بجا لانے کے لئے فرض ہوتا ہے

عالمِ[۳] اسباب و رزق بے سبب — می نیاید پس مُہم باشد طلب
یہ عالمِ اسباب ہے اور بغیر سبب کے رزق — حاصل نہیں ہوتا ہے، تو طلب کرنا ضروری ہے

وَابتغُوا مِن فَضلِ اللہ است امر — تا نیاید غصب کردن ہمچو نمر
"اور اللہ کا فضل طلب کرو" حکم ہے — تاکہ چیتے کی طرح چھیننا نہ پڑے

گفت پیغمبرؐ کہ بر رزق اے فتیٰ — در فروبست ست و بر در قفلہا
پیغمبرؐ نے فرمایا ہے کہ اے نوجوان! رزق کا — دروازہ بند ہے اور دروازے پر تالے ہیں

۱: ناگہاں۔ کچھ ہی دن بعد جنگ کا اعلان ہو گیا اور اُن عربی گھوڑوں پر زین کسے جانے کا موقع آگیا۔ زخمہا۔ یہ گھوڑے فوج کے ساتھ میدانِ جنگ میں گئے اور وہاں دشمنوں کے نیزوں اور تیروں سے زخمی ہوئے۔ تازیاں۔ جنگ سے واپس آکر یہ گھوڑے اصطبل میں چت گر گئے۔۔۔۔ پایہاشاں۔ نعلبندوں نے اُن کے پاؤں نوار سے کسے اور تیر نکالنے کے لئے اُن کے بدنوں میں شگاف کرنے شروع کر دیئے۔

۲: چوں خر۔ دھوبی کے گدھے نے جب عربی گھوڑوں کی یہ حالت دیکھی تو دعا کرنے لگا کہ میں فقر اور عافیت پر راضی ہوں ساز وسامان کے ساتھ یہ زخم خوری مجھے منظور نہیں ہے۔ گفت۔ گدھے کی تقریر سُن کر لومڑی نے کہا اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رزق تلاش کرو لہٰذا حلال رزق کی طلب فرض ہے۔

۳: عالمِ اسباب۔ دنیا عالمِ اسباب ہے یہاں بلا تدبیر اور سبب اختیار کئے کوئی مقصد پورا نہیں ہوتا ہے۔ وَابتَغُوا۔ قرآن میں حکم ہے کہ جمعہ کی نماز سے فارغ ہو کر اللہ کا فضل یعنی رزق طلب کرو۔ گفت۔ آنحضورؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے رزق کے دروازے بند کر دیئے ہیں اور دروازوں کو مقفل کر دیا ہے انسان کی کوشش اور کمانا تالوں کی کنجی ہے۔

جُنبش و آمد شدِ ما و اکتساب
ہماری حرکت اور آنا جانا اور کمانا

ہست مفتاحے بر آں قُفل و حجاب
اُس تالے اور پردے کی کُنجی ہے

۱ بے کلید ایں در گشادن راہ نیست
بغیر کُنجی کے اِس دروازے کے کُھلنے کی راہ نہیں ہے

بے طلب ناں سُنّتِ اللہ نیست
بغیر جُستجو کے روٹی اللہ کی سنت نہیں ہے

گر تو بنشینی بچاہے اندروں
اگر تو کنوئیں میں جا بیٹھے

رزق کے آید بَرَت اے ذُو فنوں
تیرے پاس رزق کب آئیگا؟ اے صاحبِ تدابیر!

جواب گفتنِ آں خر روباہ را
اُس گدھے کا لومڑی کو جواب دینا

گفت از ضعفِ توکّل باشد آں
اُس نے کہا توکل کی کمزوری سے یہ ہوتا ہے

ورنہ بدہد ناں کسے کو داد جاں
ورنہ وہ روٹی (بھی) دیتا ہے جس نے جان دی ہے

ہر کہ جوید بادشاہی و ظفر
جو شخص شاہی اور کامیابی چاہتا ہے

کم نیاید لقمۂ ناں اے پسر
اے بیٹا! (پہلے بھی) انکے لئے روٹی کا لقمہ کم نہیں ہے

۲ دائم و دد جملہ شدہ اکّالِ رزق
چرندے اور درندے سب رزق کھانیوالے ہیں

نے پَئے کسب اند و نے حمّالِ رزق
نہ وہ کمائی کے درپے ہیں، نہ رزق کو لادنے والے ہیں

جملہ را رزّاق روزی می دہد
سب کو رزق دینے والا روزی دیتا ہے

قسمتِ ہر یک بہ پیشش می نہد
ہر ایک کا حصّہ اُس کے سامنے رکھتا ہے

رزق آید پیشِ ہر کہ صبر جُست
جسنے صبر اختیار کیا رزق اُسکے سامنے آجاتا ہے

رنج و کوششہا زبے صبری تُست
محنت اور کوششیں تیری بے صبری کیوجہ سے ہیں

جواب گفتن روباہ خر را کہ من راضیم بہ قسمتِ خود
لومڑی کا گدھے کی اِس بات کا جواب دینا کہ میں اپنے حصّہ پر راضی ہوں

۳ گفت روبہ آں توکّل نادرست
لومڑی نے کہا، یہ توکّل نایاب ہے

کم کسے اندر توکّل ماہرست
بہت کم ہیں، جو توکّل میں ماہر ہیں

گرد نادر گشتن از نادانی ست
نایاب کا چکر لگانا نادانی ہے

ہر کسے را کے رہِ سُلطانی ست
ہر شخص کو شاہی کرنے کا راستہ کب میسّر ہے؟

چوں قناعت را پیمبر گنج گفت
جب کہ قناعت کو پیغمبر نے خزانہ کہا ہے

ہر کسے را کے رسد گنجِ نہفت
ہر شخص کو چھپا ہوا خزانہ کب مِلتا ہے؟

۱ بے کلید۔ چابی کے بغیر کوئی تالہ نہیں کُھلتا ہے لہٰذا رزق حاصل کرنے کے لئے کمانا ضروری ہے۔ گر تو۔۔۔ لومڑی نے گدھے سے کہا اگر تو کنوئیں کے اندر جا کر بیٹھ جائے تو تیرے پاس رزق خود چل کر نہ آئے گا۔ گفت۔ گدھے نے کہا کہ سبب کے بغیر رزق کا نہ آنا توکل نہ ہونے کی وجہ سے ہے ورنہ اگر خدا پر پورا توکل کیا جائے تو رزق خود آتا ہے۔ ہر کہ۔ دنیا طلبی کے لئے جُستجو کرنی پڑتی ہے ورنہ رزق تو خود پہنچتا ہے۔

۲ دام۔ چرنے والے جانور۔ اکّال۔ زیادہ کھانے والا۔ رنج۔ چونکہ انسان بے صبر ہے، اس لئے رزق کی تلاش میں مارا مارا پھرتا ہے۔

۳ گفت روبہ۔ لومڑی نے گدھے سے کہا اس قدر توکل کہ رزق خود آئے بہت کمیاب ہے۔ ہر کسے۔ توکل کا یہ مرتبہ صرف شاہوں کو حاصل ہے۔ قناعت۔ آنحضور ﷺ نے قناعت اور صبر کو خزانے سے تعبیر کیا ہے خزانہ ہر شخص کے ہاتھ نہیں آتا۔

حدِ خود بشناس و بر بالا مپر — اپنا رتبہ پہچان اور اونچا نہ اُڑ
تا نیفتی در نشیبِ شور و شر — تاکہ تو شور و شر کے گڑھے میں نہ گرے

جہد کُن و اندر طلب سعیے نُما — محنت کر اور طلب میں کوشش کر
چوں نداری در توکل صبر ہا — جبکہ تو توکل میں صبر نہیں کر سکتا ہے

باز جواب گفتنِ خر روباہ را

گدھے کا دوبارہ لومڑی کو جواب دینا

گفت خر معکوس میگوئی بداں — گدھے نے کہا، سمجھ لے تو نے اُلٹی بات کہہ دی ہے
شور و شر از طمع آید سوئے جاں — جان کی جانب شور و شر لالچ سے آتا ہے

از قناعت ہیچ کس بے جاں نشُد — قناعت سے کوئی شخص نہیں مرا ہے
از حریصی ہیچکس سلطاں نشُد — لالچ کرنے سے کوئی شخص بادشاہ نہیں بنا ہے

ناں ز خوکان و سگاں نبُود دریغ — رزق سوروں اور کتوں سے (بھی) رُکا ہوا نہیں ہے
کسبِ مردم نیست ایں باران و میغ — بارش اور ابر انسانوں کی کمائی نہیں ہے

آنچنانکہ عاشقی بر رزق زار — جس طرح تو رزق کا عاشقِ زار ہے
ہست عاشق رزق ہم بر رزق خوار — رزق بھی، رزق کھانے والے کا عاشق ہے

گر تو نشتابی بیاید بر درت — اگر تو نہ دوڑے گا وہ تیرے در پر آئے گا
ور تو بشتابی دہد دردِ سرت — اگر تو دوڑے گا وہ تیرے سر میں درد کر دے گا

در تقریرِ معنیِ توکل و حکایتِ آں زاہد کہ توکل را امتحان میکرد و از اسباب منقطع شُد و از شہر بیرون آمد و از شوارع و رہگذرِ خلق دُور شد و پس بُنِ کوہے مہجور در غایتِ گرسنگی سر بر سنگے نہاد و با خود گفت توکل کردم بر سبب سازی و رزاقیِ تو و از اسباب منقطع شدم تا ببینم سببیتِ توکل را

توکل کے معنی کی تقریر اور اس زاہد کا قصہ جو توکل کا امتحان کرتا تھا اور اسباب سے جدا ہو گیا تھا اور شہر سے باہر آ گیا تھا اور راستوں اور لوگوں کی رہگذر سے دُور ہو گیا تھا اور بے آباد پہاڑ کی جڑ کے نیچے انتہائی بھوک کی حالت میں ایک پتھر پر سر رکھے ہوئے تھا اور اپنے آپ سے کہتا تھا کہ (اے خدا) میں نے تیری سبب سازی اور رزاقی پر توکل کیا ہے اور اسباب سے علیحدہ ہو گیا ہوں تاکہ میں توکل کے سبب بننے کو دیکھوں

ف۱ حدِ خود۔ انسانوں کو اپنے رُتبہ پر رہنا چاہیے ورنہ مصیبت میں مبتلا ہو جائے گا جبکہ توکل کا مرتبہ حاصل نہیں ہے تو انسان کو رزق کی تلاش کرنی چاہیے۔ گفت خر۔ گدھے نے لومڑی سے کہا تو اُلٹی بات کرتی ہے توکل سے نہیں بلکہ لالچ سے انسان شور و شر میں مبتلا ہوتی ہے۔

ف۲ از قناعت۔ قناعت مُضر نہیں ہے اور حرص مفید نہیں ہے۔ نان۔ رزق سوروں اور کتوں کو بغیر کمائے ملتا ہے بارش اور ابر انسانوں کی محنت کے بغیر ہوتی ہے۔ آنچناں۔ جس طرح انسان رزق پر عاشق ہے رزق بھی انسان پر عاشق ہے انسان صبر کرے تو وہ خود دروازے پر آ جاتا ہے۔

ف۳ در تقریر۔ ایک زاہد نے توکل کے سبب رزق ہونے کو آزمایا وہ شہر سے بہت دور ایک پہاڑ کے نیچے جا بیٹھا۔ شوارع۔ شارع کی جمع ہے، راستہ۔ مہجور۔ یکہ و تنہا۔

آں یکے زاہد شُنید از مُصطفےٰ ۔ کہ یقیں[1] آید بجاں رزق از خدا
ایک زاہد نے مصطفیٰ ؐ (کی جانب) سے سُنا ۔ کہ جان کو رزق یقیناً پہنچتا ہے

گر بخواہی ور نخواہی رزقِ تُو ۔ پیشِ تو آید دواں از عشقِ تُو
خواہ تو چاہے، یا نہ چاہے، تیرا رزق ۔ تیرے عشق میں دوڑتا ہوا تیرے سامنے آجاتا ہے

از برائے امتحاں آں مرد رفت ۔ در بیاباں نزد کوہے خفت تفت
امتحان کے لئے وہ شخص روانہ ہوا ۔ جنگل میں پہاڑ کے پاس، جلد جا سویا

کہ بہ بینم رزق مے آید بمَن ۔ تا قوی گردد مرا دَر رزق ظن
کہ میں دیکھتا ہوں رزق میرے پاس آتا ہے؟ ۔ تاکہ رزق کے بارے میں میرا خیال مضبوط ہوجائے

کاروانے راہ گم کرد و کشید ۔ سُوئے کوہ آں ممتحن[2] را خفتہ دید
ایک قافلہ نے راستہ گم کردیا اور آگیا ۔ پہاڑ کی جانب، اُس آزمائش کرنیوالے کو سوتا دیکھا

گفت ایں مرد ایں طرف چونست عُور ۔ در بیاباں از رَہ واز شہر دُور
بولا یہ شخص اِس طرف اکیلا کیوں ہے؟ ۔ جنگل میں، راستہ اور شہر سے دُور

اے عجب مُردہ است یا زندہ کہ اُو ۔ می نترسد ہیچ از گرگ و عدُو
تعجب ہے، یہ مُردہ ہے یا زندہ کہ وہ ۔ بھیڑیئے اور دشمن سے بالکل نہیں ڈرتا ہے

آمدند[3] و دست بروے میزدند ۔ قاصداً چیزے نگفت آں ارجمند
وہ آئے اور ہاتھ اُس پر دَھرا ۔ اُس نیک بخت نے جان کر کچھ نہ کہا

ہم نجنبید و نجنبانید سر ۔ وانکرد از امتحاں ہیچ اُو بصر
ہلا بھی نہیں اور نہ سر ہلایا ۔ آزمانے کیلئے اُس نے بالکل آنکھ نہ کھولی

پس بگفتند ایں ضعیفِ بے مُراد ۔ از مجاعت سکتہ اندر اُو فتاد
پھر اُنھوں نے کہا، یہ بے مُراد کمزور ۔ بھوک کی وجہ سے بے ہوش ہوگیا ہے

ناں بیاوردند و در دیگے طعام ۔ تا بریزندش بحلقوم و بکام
وہ روٹی اور دیگچی میں کھانا لائے ۔ تاکہ اُس کے حلق اور تالوے میں ڈالدیں

پس بقاصد مرد دنداں سخت کرد ۔ تا ببیند صدقِ آں میعاد مَرد
تو (اُس) شخص نے جان بوجھ کر دانت بند کرلئے ۔ تاکہ وہ شخص وعدہ کی سچائی دیکھ لے

رحم شاں آمد کہ ایں بس بینواست ۔ وز مجاعت ہالکِ مرگ و فناست
اُن کو رحم آیا کہ بہت بے سروسامان ہے ۔ اور بھوک سے موت اور فنا میں تباہ ہے

[1] کہ۔ اُس نے آنحضورؐ کی یہ بات سُنی تھی کہ رزق لامحالہ پہنچتا ہے رزق بھی انسان کا عاشق ہے۔ از برائے۔ آزمائش کے لئے یہ زاہد جنگل میں ایک پہاڑ کے پاس جالیٹا۔

[2] ممتحن یعنی وہ زاہد جو توکل کی آزمائش کررہا تھا۔ عُور۔ ننگا، اکیلا۔

[3] آمدند۔ وہ قافلہ والے اُس کے پاس آئے، اور اُس کو ہلایا لیکن اُس نے جان بوجھ کر خاموشی اختیار کرلی۔ از مجاعت۔ یعنی فاقہ کشی کی وجہ سے بیہوش ہوگیا ہے۔ قاصد۔ قصداً۔

کارد[1] آوردند و قوم اِشتافتند — بستہ دندانہاش را بشگافتند
وہ چھری لائے اور لوگ دوڑ پڑے — اُنھوں نے اُس کے بند دانتوں کو کھولا

ریختند اندر دہانش شوربا — می فشردند اندرو نان پارہا
اُنھوں نے شوربا اُس کے مُنھ میں ڈالا — اُس کے اندر اُنھوں نے روٹی کے ٹکڑے ٹھُسے تھے

گفت اے دل گرچہ خود تن میزنی — راز میدانی و نازے می کنی
اُس نے کہا اے دل! اگرچہ تو خاموش ہے — تو راز جان گیا ہے اور ناز کر رہا ہے

گفت دل دانم بقاصد می کنم — رازق اللہ است بر جان و تنم
دل نے کہا میں جانتا ہوں اور قصداً کر رہا ہوں — میری جان اور جسم کا رزق دینے والا اللہ ہے

اِمتحاں زیں بیشتر خود چوں بُوَد — رزق سوئے صابراں خوش میرود
اِس سے زیادہ کیا آزمائش ہوگی؟ — صابروں کی جانب رزق اچھی طرح آتا ہے

تا بدانی وز توکل نگذری — حرص آوردن چہ باشد از خری
تاکہ تو سمجھے اور توکل سے درگذر نہ کرے — حرص کرنا کیا ہوتا ہے؟ گدھے پن سے ہے

بعد ازاں[2] بکشاد آں مسکیں دہن — گفت کردم امتحانِ رزقِ مَن
اُس کے بعد اُس مسکین نے مُنھ کھول دیا — کہا میں نے رزق کا اِمتحان کر لیا

ہر چہ گفتست آں رسولِ پاک جیب — ہست حق و نیست در وے ہیچ ریب
جو کچھ اُس پاک دل رسولؐ نے فرمایا — برحق ہے اور اُس میں کوئی شبہ نہیں ہے

باز جواب گفتنِ روباہ خر را و تحریض کردنِ اُو خر را بکسب
لومڑی کا پھر گدھے کو جواب دینا اور اُس کو کمائی کی رغبت دلانا

گفت روبہ ایں حکایت را بہل — دست ہا در کسب زن جہدِ المقل
لومڑی نے کہا اِس قصّہ کو چھوڑ — غریبانہ کوشش سے کمائی کے لئے ہاتھ چلا

دست دادستت خدا کارے بکن — مکسبے کُن یاریِ یارے بکُن
خدا نے ہاتھ دیئے ہیں، کچھ کام کر — کما، کسی دوست کی مدد کر

ہر کسے[3] در مکسبے پا می نہد — یاریِ یارانِ دیگر میکند
جو شخص کمائی میں قدم دھرتا ہے — دوسرے دوستوں کی مدد کرتا ہے

زانکہ جُملہ کسب ناید از یکے — ہم درود گر ہم سقا ہم حائکے
اِسلئے کہ سارے پیشے ایک شخص سے نہیں ہوتے ہیں — بڑھئی بھی ہو، سقّا بھی، بُننے والا بھی

---

[1] کارد - جونکہ زاہد نے دانت بھینچ لئے تھے اُنھوں نے چھری کے ذریعہ اُس کا مُنھ کھولا اور شوربے میں روٹی کے ٹکڑے بھگو کر اُسکو کھلا دیئے۔ گفت۔ اُس زاہد نے اپنے دل سے کہا کہ تو راز کو جانتا ہے اور یہ آزمایش بطور ناز کے کر رہا ہے۔ گفت دل۔ دل نے جواب دیا کہ ہاں مجھے اس کا علم ہے کہ جان وجسم کا رازق اللہ ہی ہے۔ اِمتحاں۔ مولانا فرماتے ہیں اِس سے بہتر اِمتحان اور کیا ہوگا اِس سے معلوم ہو گیا کہ صابروں کے پاس رزق خود چل کر آتا ہے۔ تا بدانی۔ یقیناً توکل اختیار کرنا چاہیئے حرص کرنا گدھا پن ہے۔

[2] بعد ازاں۔ جب قافلہ والے جبراً اُس زاہد کو کھانا کھلا چکے تو اُس زاہد نے مُنھ کھولا اور کہا میں نے رزق کے معاملہ میں آنحضورؐ کے فرمان کو آزمایا وہ بالکل سچ ہے۔ تحریض۔ برانگیختہ کرنا۔ جُہد المقل۔ نادار کی کوشش۔ دست۔ خدا نے تجھے ہاتھ اسی لئے دیئے ہیں کہ ہاتھوں سے کام کر اپنا بھی بھلا کر اور کما کر دوسروں کی بھی مدد کر۔

[3] ہر کسے۔ معاشرے میں ہر شخص دوسرے کی کمائی کا محتاج ہے، ہر پیشہ ہر شخص نہیں کر سکتا ہر پیشہ ور کما کر دوسرے کی مدد کرتا ہے۔ درود۔ بڑھئی اپنے پیشے سے اُن لوگوں کی مدد کرتا ہے جن سے یہ کام نہیں آتا

چونْ بانباز یست عالم برقرار — ہر کسے کارے گزیند زافتقار
دنیا شرکت سے قائم ہے — ضرورت کی وجہ سے ہر شخص ایک پیشہ کرتا ہے

طبلخواری درمیانہ شرط نیست — راہِ سنّت کار و مکسب کردنیست
لوگوں میں پیٹو پن مناسب نہیں ہے — سنّت کا راستہ، کام اور کمائی کرنا ہے

جواب گفتنِ خر روباہ را کہ توکّل بہترین کسبہاست کہ ہر کسے محتاج ست بتوکّل کہ اے خدا ایں کار مرا راست دار و دعا متضمّنِ توکّل ست و توکّل کسبے ست کہ ہیچ کسبے دیگر محتاج نیست

گدھے کا لومڑی کو جواب دینا کہ توکّل بہترین کمائی ہے کیونکہ ہر شخص توکّل کا محتاج ہے کہ اے خدا میرے اس کام کو سیدھا رکھ اور دعا توکّل پر مشتمل ہے اور توکّل وہ کمائی ہے جو کسی دوسری کمائی کی محتاج نہیں ہے

گفت من بہ از توکّل بر ربے — می ندانم در دو عالم مکسبے
اُس نے کہا میں خدا پر توکّل سے بہتر — دونوں جہان میں کوئی کمائی بہتر نہیں جانتا ہوں

کسبِ شکرش را نمی دانم ندید — تا کشد شکرِ خدا رزقِ مزید
اسکا شکر یہ ادا کرنے کی کمائی کی میں کوئی نظیر نہیں جانتا ہوں — حتی کہ اللہ کا شکر مزید رزق کو کھینچ لاتا ہے

خود توکّل بہترینِ کسبہاست — زانکہ در ہر کسب دستت بر خداست
خود توکّل بہترین کمائیوں میں سے ہے — کیونکہ ہر کمائی میں تو خدا کی جانب ہاتھ اٹھائے ہوئے ہے

کاے خدا کارِ مرا تو راست آر — ویں دعا ہست از توکّل در سرار
کہ اے خدا! تو میرے کام کو درست کردے — دراصل یہ دعا توکّل ہی ہے، سمجھ لے

در توکّل ہیچ نبود احتیاج — فارغی از نقصِ ریع و از خراج
توکّل میں کسی چیز کی ضرورت نہیں ہوتی ہے — تو پیداوار اور آمدنی کے گھاٹے سے فارغ ہے

بحثِ شاں بسیار شد اندر خطاب — ماندہ گشتند از سوال و از جواب
بات چیت میں ان کی بہت بحث ہوئی — وہ سوال اور جواب سے تھک گئے

جوابِ گفتنِ روباہ خر را

لومڑی کا گدھے کو جواب دینا

بعد ازاں گفتش کہ اندر مُہلکہ — نہیِ لَا تُلْقُوا بِاَیْدِیْ تَہْلُکَہ
اسکے بعد اُس نے اُس سے کہا کہ ہلاکت میں ڈالنے کے بارے میں — "اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو" کی نہی وارد ہوئی ہے

۱؎ چون - دنیا کا معاشرہ باہمی امداد سے قائم ہے - طبلخواری - پیٹو پن، شکم پروری - راہ - سنّت طریقہ یہی ہے کہ انسانوں کو کسب کرنا چاہیئے - جواب گفتن - گدھے نے کہا توکّل بھی ایک پیشہ ہے اور ایسا پیشہ ہے کہ دوسرے پیشے اِس کے محتاج ہیں اس لئے کہ ہر پیشہ در اپنے اسباب اختیار کرکے دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتا ہے اور یہ دعا توکّل پر مبنی ہے اور توکّل خود ایسی چیز ہے کہ اُس میں کسی دوسری چیز کی ضرورت نہیں ہے -

۲؎ مکسب - پیشہ - ندید - نظیر، مثال - تا کشد - قرآن میں فرمایا گیا ہے - اگر تم شکر کروگے تو ہم اور زیادہ دینگے - خود توکّل - توکّل بھی کمائی کا ایک طریقہ ہے اور ایسا طریقہ ہے کہ دوسرے طریقوں میں اُس کی ضرورت پڑتی ہے اور اُس میں کسی دوسرے پیشہ کی ضرورت نہیں انسان جو بھی طریقہ اختیار کرتا ہے اُس میں دعا کرتا ہے اور خدا پر بھروسہ کا اظہار کرتا ہے -

۳؎ ریع - پیداوار - خراج - آمدنی - بعدازاں - لومڑی نے کہا ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھنا اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے اور اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے کی ممانعت ہے -

صبر در صحرائے خشک و سنگلاخ — احمقی باشد جہانِ حق فراخ
خشک اور پتھریلے جنگل میں صبر کرنا — حماقت ہے ، اللہ کی دنیا وسیع ہے

نقل کن زیں جا بسوئے مرغزار — می چرا آنجا بسبزہ گردِ جوبار[١]
اِس جگہ سے سبزہ زار میں منتقل ہو جا — وہاں چشمے کے کنارے پر سبزہ چر

مرغزارِ سبز مانندِ جناں — سبزہ رستہ اندر آنجا تا میاں
جنتیوں کی طرح کا سبزہ زار — وہاں کمر تک سبزہ اُگا ہوا ہے

خرم آں حیواں کہ او آنجا رود — اشتر اندر سبزہ ناپیدا شود
وہ جانور خوش نصیب ہے جو وہاں چلا جائے — (اُس) سبزہ میں اونٹ چھپ جاتا ہے

ہر طرف در وے یکے چشمہ رواں — اندرو حیوان مرفّہ در اماں
اس میں ہر جانب ایک چشمہ جاری ہے — وہاں حیوان امن میں خوش عیش ہے

از خری او را نمیگفت اے لعیں — چوں از آنجائی چرا زاری چنیں
گدھے پن سے اُسکو نہیں کہتا تھا کہ اے ملعون ! — جبکہ تو اُس جگہ کی ہے ، ایسی کمزور کیوں ہے؟

کو[٢] نشاطِ فربہی و فرّ تو — چیست ایں لاغر تنِ مضطرِ تو
تیری شان وشوکت اور مُٹاپے کی خوشی کہاں ہے؟ — تیرا پریشان اور کمزور جسم کیوں ہے ؟

شرح روضہ گر دروغ و زور نیست — پس چرا چشمت ازاں مخمور نیست
اگر باغیچہ کی تفصیل جھوٹ اور فریب نہیں ہے — تو تیری آنکھیں اُس سے مست کیوں نہیں ہیں؟

ایں گدا چشمی و ایں نادیدگی — از گدائی تست نز بگلر بگی
یہ بھکاری پن اور ندیدہ پن — بھکاری ہونے کی وجہ سے ہے نہ کہ سرداری سے

چوں ز چشمہ آمدی چونی تو خشک — گر تو نافِ آہوئی کو بوئے مشک
جبکہ تو چشمہ سے آئی ہے تو خشک کیوں ہے؟ — اگر تو ہرن کا نافہ ہے تو مشک کی خوشبو کہاں ہے؟

گر تو[٣] می آئی ز گلزارِ جناں — دستۂ گل کو برائے ارمغاں
اگر تو جنتوں کے باغیچے سے آرہی ہے — تحفہ کے لئے گلدستہ کہاں ہے ؟

زانچہ میگوئی و شرحش میکنی — چوں نشانے در تو نامد اے سنی
تو جو کچھ کہہ رہی ہے اور اسکی تفصیل کر رہی ہے — اے بھلی ! تجھ میں اُس کی کوئی نشانی کیوں نہیں ہے؟

مثل آوردنِ اشتر در بیانِ آنکہ در مخبر دولتے فر و اثرِ آں چو

اونٹ کی مثال لانا ، اِس بارے میں کہ اقبالمندی کی بات کرنیوالے میں اُسکی شان وشوکت

[١] جوبار چشمہ - مرغزار سے وہاں یا سبزہ زار ہے جیسا جنت میں ہوگا ، کمر کمر تک سبزہ اُگا ہوا ہے - اُشتر - اِتنا اونچا سبزہ ہے جس میں اونٹ غائب ہو جاتا ہے - مرفّہ - خوش عیش - از خری - گدھا بہر حال گدھا تھا ، سوچا نا فرماتے ہیں بس سے یہ نہ ہوا کہ لومڑی سے کہتا کہ اگر تیرا بیان صحیح ہے تو تو کیوں بدحال ہے -

[٢] کو - گدھا لومڑی سے کہتا کہ اگر وہ جنگل ایسا خوبیوں والا ہے جو تو بیان کر رہی ہو تو اُس جنگل کے اچھے آثار تجھ پر کیوں نہیں ہیں اور تو کیوں لاغر اور کمزور ہے - پس چرا - اُس جنگل کی نعمتوں سے تیری نگاہیں مست ہونی چاہئیں - ایں - تیرا ندیدہ پن تو گداگری کی وجہ سے ہے سرداری کی وجہ سے نہیں ہے - بگلر بگی - امیرالامرائی -

[٣] گر تو - گدھا لومڑی سے کہتا کہ اگر تو جنت کے باغیچہ سے آرہی ہے تو تیرے ہاتھ میں تحفہ کے لئے گلدستہ ہونا چاہیے تھا - زانچہ - تو نے جو باتیں بتائیں اُن سے تیرے اندر نشاط کیوں نہیں ہے - مثل - اِس مثال کا خلاصہ یہ ہے کہ بسا اوقات انسان کی حالت اُس کے قول کی تردید کر دیتی ہے -

نہ ببینی جائے متہم داشتن باشد کہ اُو مقلد ست دراں

اور اگر تو نہ دیکھے تو تہمت لگانے کا موقع ہوگا کہ وہ اِس بارے میں مقلد ہے

آں یکے میگفت اشتر را کہ ہے — از کجا می آئی اے اقبال پئے

ایک نے اونٹ سے کہا کہ ہاں — اے مبارک قدم! تو کہاں سے آرہا ہے؟

گفت[1] از حمامِ گرمِ کوئے تو — گفت خود پیداست از زانوئے تو

اُس نے کہا، تیری گلی کے گرم حمام میں سے — اُس نے کہا، کہ تیری ران سے خود ظاہر ہے

مارِ موسیٰؑ دید فرعونِ عنود — مُہلتے میخواست نرمی می نمود

سرکش فرعون نے (حضرت) موسیٰؑ کا سانپ دیکھا — مُہلت چاہنے لگا اور نرمی برتتا تھا

زیرکاں گفتند بایستے کہ ایں — تند تر گشتی چو ہست اُو ربِّ دیں

عقلمندوں نے کہا، چاہئے تھا کہ یہ — زیادہ برہم ہوجاتا اگر مذہب کا خدا ہے

معجزہ گر اژدہا گر مار بُد — نخوت و خشمِ خدائیش چہ شُد

معجزہ خواہ اژدہا یا سانپ تھا — اُس کا خدائی غصہ اور تکبر کہاں گیا!؟

ربِّ اعلیٰ گر ویست اندر جلوس — بہرِ یک کرمے چہ ست ایں چاپلوس

اگر وہ تخت پر بلند خدا ہے — تو ایک کیڑے کی وجہ سے یہ خوشامد کیسی ہے؟!

نفسِ[2] تو تا مستِ نقلست و نبید — دانکہ روحت خوشۂ غیبی ندید

تیرا نفس جب تک چبینے اور شراب کا مست ہے — سمجھ لے کہ تیری روح نے غیبی خوشہ نہیں دیکھا ہے

کہ علامات ست زاں دیدارِ نور — التجافی منک عن دار الغرور

کیونکہ اُس نور کے دیدار کی علامتیں ہیں — دھوکے کے جہان سے تیرا بچاؤ

مرغ چوں بر آبِ شورے می تند — آبِ شیریں را ندیدست اُو مدد

پرند جب کھاری پانی کا چکر لگائے — اُس نے میٹھے پانی کی مدد نہیں دیکھی ہے

بلکہ[3] تقلیدست آں ایمانِ اُو — روئے ایماں را ندیدہ جانِ اُو

بلکہ اُس کا وہ ایمان نقلی ہے — اُس کی جان نے ایمان کا چہرہ نہیں دیکھا ہے

پس خطر باشد مقلد را عظیم — از رہ و رہزن ز شیطانِ رجیم

لہٰذا مقلد کے لئے بڑا خطرہ ہے — راستہ اور ڈاکو کا ملعون شیطان کی جانب سے

چوں ببیند نورِ حق ایمن شود — ز اضطراباتِ شک اُو ساکن شود

جب وہ اللہ (تعالیٰ) کا نور دیکھ لیتا ہے مطمئن ہوجاتا ہے — وہ شک کی پریشانیوں سے سکون پالیتا ہے

---

[1] گفت۔ ایک شخص نے اونٹ سے دریافت کیا آپ کہاں سے آرہے ہیں اُس نے کہا تیرے محلّے کے حمام میں سے غسل کرکے آرہا ہوں اُس اونٹ کی رانیں سنی ہوئی تھیں وہ طنزاً بولا ہاں تمہاری رانیں تمہاری بات کی تصدیق کررہی ہیں۔ مارِ موسیٰؑ۔ حضرتِ موسیٰؑ کی لاٹھی کے اژدھے کو دیکھ کر فرعون کی جو حالت ہوئی اُس نے خود اُسکے خدائی کے دعوے کی تردید کردی۔ جلوس۔ یعنی تختِ شاہی پر جلوس کے وقت۔

[2] نفسِ تو۔ جب تک انسان دنیاوی لذتوں کی طرف مائل ہے تو اُس نے اُخروی نعمتوں کی لذت نہیں چکھی ہے اب اگر وہ اس حالت میں کمال کا مدعی ہو تو خود اُس کا عمل اُس کی تکذیب کردیگا اور اُس کا دعویٰ فرعونی دعویٰ ہوگا۔ کہ۔ آخرت کے نور کے دیدار کی علامت یہی ہے کہ انسان دنیا سے بیزار ہوجاتا ہے۔ مرغ۔ جو پرند کھاری پانی کا چکر کاٹتا ہے یقیناً اُس نے میٹھا پانی نہیں دیکھا ہے۔

[3] بلکہ۔ دنیادار کا ایمان محض تقلیدی ہے مشاہدہ پر مبنی نہیں ہے۔ پس خطر۔ تقلیدی ایمان والا بہت جلد شیطان کے بہکانے میں آجاتا ہے۔ چوں ببیند۔ تحقیقی ایمان کے بعد شکوک و شبہات زائل ہوجاتے ہیں۔

تا کفِ[1] دریا نیاید سوئے خاک — کاصلِ اُو آمد بُود در اصطکاک

جب تک دریا کا جھاگ زمین پر نہیں آجاتا — جو اُس کی اصل ہے، وہ اضطراب میں رہتا ہے

خاکی ست آں کف غریب اندر آب — در غریبی چارہ نبوَد ز اضطراب

وہ جھاگ خاکی ہے، پانی میں بے وطن ہے — بے وطنی میں اضطراب سے چھٹکارا نہیں ہے

چونکہ چشمش باز شد آں نقش خواند — دیو را بر وے دگر دستے نماند

جب اُس کی آنکھ کھلی، اُس نے وہ نقش پڑھ لیا — شیطان کا پھر اُس پر قابو نہ رہا

گرچہ بار وباہ خر اسرار گفت — سرسری گفت و مُقلد وار گفت

اگرچہ گدھے نے لومڑی کو اسرار سُنائے — سرسری (طور پر) کہے اور مقلدانہ کہے

آب[2] را بستود اُو تائق نبُود — رُخ درید و جامہ اُو عاشق نبُود

اُس نے پانی کی تعریف کی، مُشتاق نہ تھا — منہ نوچا اور کپڑے پھاڑے، عاشق نہ تھا

از منافق عُذر رد آمد نہ خُوب — زانکہ در لب بُود آں نے در قلوب

منافق کا عذر مردود ہے، بھلا نہیں ہے — کیونکہ وہ لبوں پر ہے، دلوں میں نہیں ہے

بوئ سیبش ہست و جزوِ سیب نے — بُود در اُو جز از پئے آسیب نے

اس میں سیب کی خوشبو ہے، اور سیب کا جزو نہیں ہے — اس میں خوشبو، ستانے کے سوا نہیں ہے

حملۂ زن[3] در میانِ کارزار — نشکند صف بلکہ گردد کار زار

میدانِ جنگ میں عورت کا حملہ — صف شکن نہیں ہے، بلکہ کام بگڑ جاتا ہے

گرچہ می بینی چو شیر اندر صفش — تیغ بگرفتہ ہمی لرزد کفش

اگر تو اُس کو صف میں شیر کی طرح دیکھے — اُس نے تلوار پکڑی ہے (لیکن)، اُس کا ہاتھ لرز رہا ہے

وای آنکہ عقلِ اُو مادہ بُود — نفس زشتش نر و آمادہ بُود

اُس پر افسوس ہے جس کی عقل، مادہ ہو — اُس کا بُرا نفس نر اور آمادہ ہو

لاجرم مغلوب باشد عقلِ اُو — جز سُوئ خُسراں نباشد نقلِ اُو

لامحالہ اُس کی عقل مغلوب ہوگی — ٹوٹے کے سوا اُس کی منتقلی نہ ہوگی

حملۂ مادہ بصُورت ہم جری ست — آفتِ اُو ہم چو آں خر از خری ست

مادہ کا حملہ دیکھنے میں ہی بہادرانہ ہے — اُسکی مصیبت بھی اُس گدھے کی طرح گدھے پن سے ہے

ف۱ کف دریا۔ دریا کی سطح پر جو خشکی کی چیزیں ہوتی ہیں جب تک وہ دریا میں رہتی ہیں اُن پر اضطراب طاری رہتا ہے جب وہ ساحل سے لگ جاتی ہیں جو اُن کی اصل ہے تو ساکن ہو جاتی ہیں۔ چونکہ۔ جب مشاہدہ حاصل ہو جاتا ہے اور وہ اپنی آنکھ سے دیکھ لیتا ہے تو پھر اُس پر شیطان قابو نہیں پاتا ہے۔ گرچہ۔ گدھے نے لومڑی سے حقائق پر مبنی تقریریں کیں لیکن اُسکی ساری باتیں تقلیدی تھیں لہٰذا لومڑی کے جھانسے میں آگیا۔

ف۲ آب۔ گدھے کی باتیں ایسی ہی تھیں جیسے کوئی شخص پانی کی تعریفیں کرے لیکن خود پیاسا نہ ہو، عاشق کا حلیہ بنائے اور حقیقتاً عاشق نہ ہو۔ از منافق۔ منافقین عذر پیش کرتے تھے لیکن وہ عذر حقیقت پر مبنی نہ ہوتے تھے لہٰذا مردود تھے۔ بوئی۔ منافقین مومنین کی خو بُو پیدا کر لیتے تھے لیکن اُن میں ایمان نہ ہوتا تھا اور خو بُو مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے لئے اختیار کر لیتے تھے۔

ف۳ حملۂ زن۔ لومڑی اور گدھے کے معرکہ میں گدھے کے حملے ایسے ہی تھے جس طرح میدانِ جنگ میں عورت کے حملے۔ تیغ بگرفتہ۔ عورت ہاتھ میں تلوار تو لے لیتی ہے لیکن اُس کا دل لرزتا ہے۔ وای۔ جس شخص کی عقل مادہ ہو اور نفس نر ہو اس کی تباہی لازمی ہے۔ لاجرم۔ زنانہ عقل لامحالہ مردانہ نفس سے مغلوب ہوجائے گی۔ حملۂ مادہ۔ عورت کے حملہ کا انجام وہی ہوتا ہے جو گدھے کے حملوں کا تھا کہ آخر میں لومڑی نے اُس کو پھنسا لیا۔

وصفِ[1] حیوانی بُوَد بر زن فزوں
عورت پر حیوانی وصف غالب ہوتا ہے
زانکہ سوئی رنگ و بُو دارد رکُوں
کیونکہ اس کا میلان رنگ اور بُو کی طرف ہوتا ہے

اے خنک آنکس کہ عقلش نر بُوَد
وہ شخص قابلِ مبارکباد ہے جس کی عقل نر ہو
نفسِ زشتش مادہ و مُضطر بُوَد
اُس کا بُرا نفس مادہ اور بے چین ہو

عقلِ جزویش نر و غالب بُوَد
اُس کی جزوی عقل نر اور غالب
نفسِ اُنثیٰ را خرد سالب بُوَد
مادہ نفس کو عقل سلب کرنیوالی ہوتی ہے

رنگ و بُوی[2] سبزہ زار آں خر شنید
اُس گدھے نے سبزہ زار کے رنگ و بو کو سونگھا
جملہ حجتہا ز طبعِ او رمید
اُس کی طبیعت میں سے ساری دلیلیں بھاگ گئیں

تشنہ محتاجِ مطر شُد وا بر نے
پیاسا بارش کا محتاج ہوگیا اور ابر نہیں ہے
نفس را جوعُ البقر بُد صبر نے
نفس کو انتہائی بھوک تھی، صبر نہ تھا

اِسپرِ آہن بُوَد صبر اے پدر
اے باوا! صبر لوہے کی ڈھال ہوتی ہے
حق نوشتہ بر سپر جاءَ الظفر
اللہ تعالیٰ نے ڈھال پر لکھ دیا ہے "فتح ہوئی"

صد دلیل آرد مقلِد در بیاں
مقلد سَو دلیلیں بیان کرتا ہے
از قیاسے گوید آں را نز عیاں
وہ قیاس سے بتاتا ہے، نہ کہ مشاہدہ سے

مُشک آلودست اما مُشک نیست
مُشک آلودہ ہے، لیکن مشک نہیں ہے
بوی مشکستش ولے جز پُشک نیست
اُس میں مُشک کی بُو ہے لیکن مینگنی کے سوا کچھ نہیں ہے

تا[3] کہ پُشکے مُشک گردد اے مُرید
اے مُرید! تاکہ مینگنی مُشک بنے
سالہا باید دراں روضہ چرید
سالوں اِس باغیچہ میں چرنا چاہیئے

کہ نباید خورد جو ہمچو خراں
گدھوں کی طرح جَو نہ کھانے چاہئیں
آہوانہ در خُتن چر ارغواں
ہرنوں کی طرح خُتن میں گلِ بابونہ چَر

جز قرنفل یا سمن یا گُل مچر
لونگ یا چنبیلی یا گلاب کے سوا نہ چَر
رَو بصحرائے خُتن با آں نفر
اُن لوگوں کے ساتھ خُتن کے جنگل میں چلا جا

معدہ را خو کُن بداں ریحان و گُل
اُس ریحان اور گلاب کا معدہ کو عادی بنالے
تا بیابی حکمت و قوتِ رُسُل
تاکہ تو رسولوں کی روزی اور حکمت حاصل کرلے

خوی معدہ زیں کہ و جَو باز کُن
اِس گھاس اور جَو سے معدے کی عادت چھڑا
خوردنِ ریحان و گُل آغاز کُن
ریحان اور گلاب، کھانا شروع کرے

ف۱ وصفِ حیوانی۔ عام حیوانات رنگ و بو کا تو احساس کر لیتے ہیں لیکن اُن میں عقل کا مادہ نہیں ہے کہ حقیقت تک پہنچ سکیں عورت بھی ظاہر پر ریجھ جاتی ہے عقل سے کام لیکر حقیقت تک نہیں پہنچتی ہے۔ عقل۔ اگر انسان میں نر عقل ہوتی ہو تو وہ نفس پر غلبہ حاصل کر لیتی ہے۔

ف۲ رنگ و بوی۔ اُس گدھے نے رنگ و بو کو دیکھا عقل سے کام نہ لیا۔ تشنہ۔ وہ گدھا اُس راحت و آرام کا محتاج تھا جس کے اسباب وہاں مہیا نہ تھے یہ ایسا ہی ہوا جیسا کہ کوئی پیاسا بارش کا منتظر بن بیٹھے اور ابر موجود نہ ہو۔ جوع البقر۔ ایک بیماری ہے جس میں انسان کھاتا رہتا ہے لیکن اُس کا پیٹ نہیں بھرتا۔ اسپر۔ مشہور ہے اَلصَّبرُ مِفتاحُ الفَرَج۔ صبر کشادگی کی کنجی ہے۔ مقلد۔ مُقلِد کے دلائل سب سُنے سُنائے ہوتے ہیں۔ مُشک۔ مقلد کے دلائل کا یہی حال ہوتا ہے جیسا کہ مینگنی پر مُشک مل دیا جائے۔

ف۳ تا کہ۔ مشاہدہ کیلئے سالوں مجاہدے کی ضرورت ہے.... کہ نباید۔ انکے حاصل کرنے کے لئے روحانی خوراک کی ضرورت ہے۔ جز قرنفل۔ عمدہ قسم کی روحانی غذائیں کھانے کے بعد مشاہدہ کا مرتبہ حاصل ہوتا ہے۔ معدہ۔ رسولوں کی روزی اور حکمت جب حاصل ہوتی ہے جبکہ انسان مجاہدوں کے ریحان و گل کا عادی بنے خوی معدہ بنیادی آلائشوں سے پاکی حاصل کی جائے اور روحانی غذائیں حاصل کی جائیں۔

مِعدۂ تن سُوئے کہداں میکشد ؎۱ — مِعدۂ دل سُوئے ریحاں میکشد

جسم کا معدہ، بھُس کی طرف لے جاتا ہے — دل کا معدہ ریحان کی طرف کھینچتا ہے

ہر کہ کاہ و جَو خورد قُرباں شود — ہر کہ نورِ حق خورد قرآں شود

جو گھاس اور جَو کھاتا ہے ذبح ہوجاتا ہے — جو اللہ کا نُور کھاتا ہے، قرآن بن جاتا ہے

نیمِ تو مُشک ست نیمی پِشک ہیں — ہیں میفزا پِشک افزا مُشکِ چیں

خبردار! تیرا آدھا مُشک (اور) آدھا مینگنی ہے — خبردار! مینگنی نہ بڑھا چین کا مُشک بڑھا

آں مقلِّد صد دلیل و صد بیاں ؎۲ — در زباں آرد ندارد ہیچ جاں

وہ مقلِّد سَو دلیلیں اور سَو بیان — زبان پر لاتا ہے، کوئی جان نہیں رکھتا ہے

جانِ اُو خالی ازاں گفتارِ اُو — کلۂ اَش بے مغز زاں اَسرارِ اُو

اُس کی جان اُس کی گفتگو سے خالی ہے — اُس کے اسرار سے اُس کا دماغ بے مغز ہے

چونکہ گوینده ندارد جان و فر ؎۳ — گفت اُو را کے بُود برگ و ثمر

چونکہ کہنے والا جان اور شان و شوکت نہیں رکھتا ہو — اُس کی گفتگو میں پھل اور پتے کب ہونگے؟

میکند گستاخ مردم را براہ — اُو بجاں لرزاں ترست از برگِ کاہ

وہ انسانوں کو راستہ (چلنے) میں دلیر بناتا ہے — وہ گھاس کے پتے سے زیادہ جان سے لرزنے والا ہے

پس حدیثش گرچہ بس بافر بُود — در حدیثش لرزہ ہم مُضمر بُود

اُس کی بات اگرچہ بہت شان و شوکت والی ہو — (لیکن) اُس کی بات میں کپکپاہٹ پوشیدہ ہوگی

فرقِ میانِ دعوتِ شیخِ کاملِ واصل و میانِ سخنِ ناقصانِ فاضل کہ فضلِ تحصیلی برخود بستہ اند

کامل شیخ واصل (بحق) کی دعوت اور اُن ناقصوں کی بات کے درمیان فرق جو فضل کے محروم ہیں اور جنھوں نے دوسروں سے فضل لیکر اپنے آپ سے وابستہ کرلیا ہے

شیخِ نُورانی ز رَہ آگہ کُند — با سخن ہم نور را ہمرہ کُند

نورانی شیخ راہِ (حق) سے آگاہ کرتا ہے — بات کے ساتھ نور ہمراہ کرتا ہے

جہد کُن تا مست و نورانی شوی ؎۴ — تا حدیثت را شود نورش رَوی

تو کوشش کر تاکہ مست اور صاحبِ نور بنجائے — تاکہ اس کا نور تیری بات کے ساتھ ہو

ہر چہ در دوشاب جوشیدہ شود — در عقیدہ طعمِ دوشابش شود

جو چیز انگور کے شیرے میں جوش دیدی جائے — عقیدہ میں اُس کا مزہ، انگور کے شیرے کا ہوجاتا ہے

؎۱ معدہ جسمانی معدہ حیوانی غذاؤں کی طرف رغبت کرتا ہے، روحانی معدہ اسرار کی غذا چاہتا ہے۔ ہر کہ۔ جو شخص حیوانی غذاؤں کا عادی ہوتا ہے وہ ہلاک ہوجاتا ہے، نورانی غذا سے انسان قرآن کی طرح متبرک بن جاتا ہے۔ نیمِ تو۔ انسان میں دونوں قوتیں ہیں حیوانی بھی اور ملکوتی بھی۔

؎۲ آں مقلِّد۔ وہ شخص جو سُنی سنائی باتیں بیان کرتا ہے اُس کی صرف زبانی تقریر ہوتی ہے اُس میں کوئی جان نہیں ہوتی ہے نہ اُس کے دماغ میں اُس کے اسرار ہوتے ہیں۔

؎۳ چونکہ۔ جب کہنے والے میں کوئی جان نہ ہو تو اُس کی بات بے نتیجہ ہوتی ہے۔ می کند۔ دوسروں کو تو وہ بہادر بناتا ہے لیکن خود لرزتا ہے پس۔ اِس مقلّد کی تقریر اگرچہ پُرشوکت ہوتی ہے، لیکن اُس میں خوف بھی پوشیدہ ہوتا ہے۔ فرق۔ شیخ کامل اور ناقص انسان کی رہنمائی میں بڑا فرق ہے۔ شیخ نورانی۔ صاحبِ نور شیخ صحیح رہنمائی کرتا ہے اور اُس کی بات پُرتاثیر ہوتی ہے۔

؎۴ جہد کُن۔ انسان کو خود صاحبِ نور بننا چاہیئے تاکہ بات میں تاثیر ہو اور نور اُس کی بات کے لئے بمنزلہ حرفِ روی کے ہو جو شعر کے آخر میں لازمی ہے اور اُسی حرف پر قافیہ کا دار ومدار ہوتا ہے۔ ہر چہ۔ بات میں نور بھی طرح پیوست ہوجاتا ہے جس طرح انگور کے شیرے میں جوش دینے کے بعد ذائقہ پیدا ہوجاتا ہے۔

از جز و زسیب و بہ وز گردگاں — لذتِ دوشاب یابی تو ازاں
گاجر اور سیب اور بہی اور اخروٹ — تو اُن میں انگور کے شیرے کا مزہ پائیگا

علم[۱] اندر نور چوں فرغودہ شُد — پس زِ علمت نور یابد قومِ لُد
علم، جب نور سے گھل مل گیا — تو تیرے علم سے سرکش قوم نور حاصل کرتی ہے

ہرچہ گوئی باشد آں ہم نورِ ناک — کاسماں ہرگز نبارد غیرِ پاک
تو جو کچھ کہے وہ بھی نورانی ہوگا — کیونکہ آسمان پاک کے علاوہ نہیں برساتا ہے

آسماں شو ابر شو باراں ببار — ناوداں بارش کند نبود بکار
آسمان بن جا، ابر بن جا، بارش برسا — پرنالہ بارش برساتا ہے، وہ کارآمد نہیں

آب اندر ناوداں عاریتیست — آب اندر ابر و دریا فطرتیست
پرنالہ میں پانی مانگا ہوا ہے — ابر اور دریا میں اصلی پانی ہے

فکر[۲] و اندیشست مثلِ ناوداں — وحی مکشوف ست ابر و آسماں
فکر اور خیال، پرنالہ جیسا ہے — کھلی ہوئی وحی، ابر اور آسمان ہے

آبِ باراں باغ صد رنگ آورد — ناوداں ہمسایہ در جنگ آورد
بارش کا پانی، باغ کو سو رنگ کا بنا دیتا ہے — پرنالہ، پڑوسی کو جنگ پر آمادہ کر دیتا ہے

باز[۳] گردم سوی آں روباہ و خر — تاچساں ازراہ بُرد آں خر نگر
پس لومڑی اور گدھے کی طرف لوٹتا ہوں — دیکھو اُس گدھے کو کس طرح راستے سے بھٹکا دیا

زبوں شدنِ خر در دستِ روباہ از حرصِ علف
گھاس کی حرص کی وجہ سے گدھے کا لومڑی کے ہاتھوں مغلوب ہو جانا

خر دو سہ حملہ بروبہ سخت کرد — چوں مقلد بُد فریبِ اُو بخورد
گدھے نے لومڑی پر دو تین سخت حملے کیے — چونکہ مقلد تھا اُس کا فریب کھا گیا

طنطنۂ ادراک و بینائی نداشت — دمدمۂ روبہ بروسکتہ گماشت
وہ علم اور بصیرت کا کر و فر نہ رکھتا تھا — لومڑی کے کرنے اُس پر سکتہ طاری کر دیا

حرصِ خوردن آنچناں کردش ذلیل — کز زبونش کرد با پانصد دلیل
کھانے کی حرص نے اُس کو ایسا ذلیل کیا — کہ پانچ سو دلیلیں ہوتے ہوئے اُسکو مغلوب کر دیا

حکایت آں مخنث و پرسیدنِ لوطی ازو در حالتِ لواطت
ہیجڑے کا قصہ اور لوطی کا بوا لمت کی حالت میں اُس سے دریافت کرنا

---

۱ علم اندر فرود۔ جب علم کا نور میں مرئی بن جاتا ہے تو پھر اُس علم کی تاثیر سرکش قوم پر ہوتی ہے۔ فرغودہ۔ آمیختہ و پیچیدہ۔ ہرچہ۔ اب نورانی شخص جو بات بھی کہیگا اس میں نور اور پاکیزگی ہوگی۔ آسماں۔ آسمان اور ابر کا اپنا ذاتی پانی ہے، پرنالہ کا پانی اپنا نہیں ہے آسمان کا ہے۔

۲ فکر و اندیش۔ فکر اور خیال کی مثال پرنالہ کے پانی کی سی ہے اور وحی کی مثال ابر کی سی ہے۔ آبِ باراں۔ بارش کا پانی سینکڑوں فائدوں کا سبب ہے، پرنالہ کا پانی عموماً پڑوسی سے جھگڑے کا سبب بنتا ہے۔

۳ باز گردم۔ اب گدھے کا قصہ سُن لومڑی نے اُسکو کس طرح گمراہ کر دیا۔ خر۔ گدھے نے لومڑی پر جوابی حملے کئے لیکن چونکہ مقلد تھا آخر میں خود پسپا ہو گیا۔ طنطنۂ۔ چونکہ گدھے کو نورِ باطنی حاصل نہ تھا لومڑی کا مکر اُس پر غالب آگیا اور گدھے کی حرص نے دلیلوں کے ہوتے ہوئے اُس کو ذلیل کر دیا۔ حکایت۔ اِس حکایت سے یہ بتایا ہے کہ مقلد کی دلیل ایسی ہی ہے جیسے ہیجڑے کی تلوار۔

کہ ایں خنجر از بہرِ چیست گفت از بہرِ آنکہ ہر کہ با من بد اندیشد

کہ یہ خنجر کس کام کے لئے ہے   اُس نے کہا اِس لئے کہ جو میرے ساتھ بُری بات

اِشکمش بشگافم لوطی بر سرِ اُو آمد و شُد میکرد و میگفت

سوچے گا میں اُس کا پیٹ پھاڑ دوں گا   لوطی اُس پر چڑھتا اور اُترتا تھا

اَلحمدُ لِلّٰہ کہ من با تو بد نمی اندیشیم ۵

اور کہہ رہا تھا خدا کا شکر ہے کہ میں تجھ سے بُرے کام کی نیت نہیں رکھتا ہوں

بیت من بیت نیست اقلیم ست ۔ ہزلِ من ہزل نیست تعلیم ست

میرا شعر، کوٹھری نہیں ہے ایک خطہ ہے ۔ میرا مذاق، مذاق نہیں ہے، تعلیم ہے

قولہ تعالیٰ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَسْتَحْیِیٓ اَنْ یَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْضَۃً فَمَا فَوْقَہَا

اللہ تعالیٰ کا قول ہے بیشک اللہ حیا نہیں کرتا اِس بارے میں کہ وہ مچھر کی مثال بیان کرے

اے فَمَا فَوْقَہَا فِیْ تَغْیِیْرِ النُّفُوْسِ بِالْاِنْکَارَاتِ مَاذَا اَرَادَ اللّٰہُ

پس اِس سے بھی زیادہ (چھوٹی چیز کی)، جو انکار کی وجہ سے نفوس میں تغیر پیدا کرنے کیلئے اِس

بِھٰذَا مَثَلًا وَآنکہ جواب میفرماید کہ ایں خواستم یُضِلُّ بِہٖ کَثِیْرًا

بھی بڑھی ہوئی ہوں (انھوں نے کہا)، اس مثال سے اللہ کا کیا ارادہ ہو اور یہ کہ جواب فرماتے ہیں کہ میں نے یہ چاہا

وَّیَھْدِیْ بِہٖ کَثِیْرًا کہ ہر فتنہ ہمچو میزانست کہ بسیار از و سُرخ رُو

اِس سے بہت گمراہ ہوں اور بہت سے ہدایت پائیں کیونکہ ہر آزمائش ایک ترازو ہے کہ بہت اُس سے

شوند و بسیاراں بے مُراد شوند وَلَوْ تَاَمَّلْتَ فِیْہِ قَلِیْلًا

سُرخرو ہو جاتے ہیں اور بہت سے بے مُراد ہو جاتے ہیں اور اگر تو اس میں تھوڑا سا بھی غور

لَوَجَدْتَ فِیْ نَتَائِجِہِ الشَّرِیْفَۃِ کَثِیْرًا

کرے تو اُس میں بہت سے عمدہ فوائد پائے گا

کونِ دہے را لُوطیے در خانہ بُرد ۳ ۔ سَرنگوں افگندش و در وے فشرد

ایک اغلام کرانیوالے کو ایک اغلام کرنیوالا گھر لے گیا ۔ اُس کو اوندھا گرایا اور اس میں گھسیڑ دیا

بر میانش خنجرے دید آں لعیں ۔ پس بگفتش در میانت چیست ایں

اُس ملعون نے اُس کی کمر پر خنجر دیکھ ۔ تو اُس سے کہا تیری کمر میں یہ کیا ہے؟

گفت آنکہ با من ار یک بد منش ۔ بد بیندیشد بدرّم اِشکمش

اُس نے کہا یہ کہ اگر کوئی بدطینت میرے ساتھ ۔ بُرے کام کا ارادہ کرے تو میں اُس کا پیٹ پھاڑ دوں

ا الحمد للّٰہ۔ اُس لوطی نے طنز کیا۔ بیت پہلا بیت شعر کے معنی میں اور دوسرا بیت کوٹھری کے معنی میں ہے یعنی میرے اشعار میں بہت سے معانی ہیں۔ ہزلِ من۔ چونکہ مولانا نے یہاں بہت فحش قصہ نقل کیا ہے اِس کی توجیہ کرتے ہیں۔

۲ اِنَّ اللّٰہ۔ قرآن نے سمجھانے کیلئے جب مچھر اور اُس کے پر کی مثالیں دیں تو کفار نے اعتراض کیا کہ قرآن میں ایسی چھوٹی چھوٹی چیزیں کیوں دی جاتی ہیں قرآن نے اُس کے جواب میں کہا کہ آزمائش کیلئے اِس طرح کی مثالیں دینا کوئی بُری بات نہیں ہے اور ایک آزمائش بھی ہے کہ اِس قسم کی مخلوق کچھ اعتراض کر کے گمراہ ہوں اور کچھ صحیح مقصد سمجھ کر ہدایت یافتہ ہوں۔

۳ کونِ دہے۔ اغلام کرنے والا اِسی سے گندہ اور گندہ بنا ہے بیان۔ کمر۔ بدمنش۔ بدطینت۔

گفت لوطی حمدُ لِلّٰہ را کہ مَن
اظہار کرنے والے نے کہا اللہ کا شکر ہے کہ میں نے
بَد نیندیشیدہ اَم باتو بفَن
کسی فریب سے تیرے ساتھ بُرا ارادہ نہیں کیا

چونکہ[1] مَردی نیست خنجرہا چہ سُود
جبکہ بہادری نہیں ہے، خنجروں سے کیا فائدہ؟
چوں نباشد دل ندارد سُود خود
جب دل نہ ہو، خود فائدہ نہیں دیتی

از علیؓ میراث داری ذوالفقار
(حضرت) علیؓ سے تجھے ذوالفقار میراث میں ملی
بازوئے شیرِ خدا ہستت بیار
تیرے پاس شیرِ خدا کا بازو ہے تو لا

گر فسونے[2] یاد داری از مسیحؑ
اگر تو (حضرت) عیسیٰؑ کی دعا یاد رکھتا ہے
کو لب و دندانِ عیسیٰؑ اے وقیح
اے بے شرم! (حضرت) عیسیٰؑ کا ہونٹ اور دانت کہاں ہے

کشتی سازی ز توزیع و فتوح
تو چندے اور نذرانوں سے کشتی بناتا ہے
کو یکے ملّاحِ کشتی ہمچو نوحؑ
(حضرت) نوحؑ جیسا کوئی ایک ملاح کہاں ہے؟

بُت شکستی گیرم ابراہیمؑ وار
میں نے مانا تو نے (حضرت) ابراہیمؑ کی طرح بُت توڑ دیا
کو بُتِ تن را فدا کردن بنار
جسم کے بُت کو آگ میں فنا کرنا کہاں ہے؟

گر دلیلت ہست اندر فعل آر
اگر کام میں تیرے پاس دلیل ہے، لا
تیغ چوبیں را بداں کُن ذوالفقار
اس کے ذریعہ لکڑی کی تلوار کو ذوالفقار بنا دے

آں دلیلے کو ترا مانع شود
وہ دلیل جو تیرے لئے مانع ہے
از عمل آں نقمتِ صانع شود
عمل سے، وہ خدا کا عذاب ہے

خائفان[3] راہ را کردی دلیر
تو نے راستہ میں ڈرنے والوں کو بہادر بنا دیا
از ہمہ لرزاں تری تو زیر زیر
چھپکے چھپکے تو سب سے زیادہ لرزنے والا ہے

بر ہمہ درسِ توکّل می کُنی
تو سب کو توکل کا درس دیتا ہے
در ہوا تو پشہ را رگ می زنی
تو ہوا میں مچھر کی رگ پر (نشتر) مارتا ہے

اے مخنّث پیش رفتہ از سپاہ
اے ہیجڑے! تو لشکر سے آگے ہوا
بر دروغ و ریشِ تو کیرت گواہ
تیرے جھوٹ اور داڑھی پر تیرا عضو گواہ ہے

چوں زنامَردی دل آگندہ بُود
جب نامردی سے دل پُر ہو
ریش و سُبلت موجبِ خندہ بُود
داڑھی اور مونچھیں، ہنسی کا سبب ہوتی ہیں

توبہ کن اشکباراں چوں مطر
توبہ کر، بارش کی طرح آنسو بہا
ریش و سُبلت را ز خندہ باز خر
داڑھی اور مونچھ کو مذاق سے بچا

---

[1] چونکہ۔ جب انسان میں بہادری نہ ہو تو اُس کے لئے خنجر اور سر کی لوہے کی جنگی ٹوپی بیکار ہے۔... ذوالفقار۔ آنحضورؐ کی مشہور تلوار جو حضرت علیؓ کے پاس تھی۔ شیرِ خدا۔ حضرت علیؓ کا لقب اسد اللہ ہے۔

[2] گر فسونے۔ اگر کوئی حضرت مسیحؑ کی طرح دَم کرنا سیکھ لے جس سے مُردے زندہ ہو جاتے تھے، تو وہ حضرت مسیحؑ کے ہونٹ اور دانت کہاں سے لائے گا۔ توزیع: چندہ۔ فتوح: نذرانہ۔ کو۔ حضرت ابراہیمؑ نے اپنے جسم کو آگ میں ڈال دیا تھا۔ گر دلیل۔ دلیل در اصل عمل ہے۔ آں نغ۔ جو دلیل عمل سے مانع بنے وہ عذابِ الٰہی ہے۔

[3] خائفان۔ بے عمل انسان دوسروں کو وعظ کہہ کر بہادر بناتا ہے، خود بزدلی دکھاتا ہے۔ در ہوا۔ ایسا لالچی ہے کہ ہوا میں مچھر کے نشتر مار کر اُس کا خون پینا چاہتا ہے۔ کیر۔ آلۂ تناسل جس سے ہیجڑا محروم ہوتا ہے۔ ریش۔ ہیجڑے کی داڑھی ایک مذاق ہے۔ توبہ کن۔ راہِ سلوک کے ہیجڑے کا یہ علاج ہے کہ وہ اللہ کے دربار میں گریہ و زاری کرے۔

١٧

دارویِ مردی بجو اندر عمل | تا شوی خورشیدِ گرم اندر حمل[1]

عمل میں مردانگی کی دوا کھا | تاکہ تو (برجِ) حمل میں گرم سورج بن جائے

دارویِ مردی کن و عِنّین مشو | تا بروں آیند صد گوں خوبرو

مردانگی کی دوا کر اور نامرد نہ بن | تاکہ سیکڑوں قسم کے خوبصورت پیدا ہوں

معده را بگذار و سوئے دل خرام | تا کہ بے پرده ز حق آید سلام

معدہ کو چھوڑ اور دل کی جانب چل | تاکہ اللہ (تعالیٰ) کی جانب سے بغیر حجاب کے سلام آئے

رستمی[2] گر بایدت خنجر بگیر | ور بحیزی مائلی چادر بگیر

اگر تجھے رستم بن جانا ہے، خنجر پکڑ | اگر تو ہیجڑے پن کی جانب مائل ہے چادر اوڑھ لے

رستمی گر بایدت جوشن بپوش | ور بحیزی مائلی رو گوں فروش

اگر تجھے رستم بننا چاہیے، زرہ پہن لے | اگر تو ہیجڑے پن کی جانب مائل ہے جا مقعد بیچ

یک دو گامے رو تکلف ساز خوش | تا ترا عشقش کشد اندر برش

ایک دو قدم چل، خوب تکلف کر | تاکہ تجھے عشق، اپنی آغوش میں کھینچ لے

بر سرِ میداں چو مرداں پائیدار | تا نگردی مبتلا در پائے دار

میدان میں مردوں کی طرح جم | تاکہ تو سولی کے نیچے مبتلا نہ ہو

تاکے از جامہ زناں ہمچو زناں | در صفِ مرداں در آ ہمچوں سناں

عورتوں کی طرح زنانہ لباس سے کب تک (تعلق رکھیگا) | نیزے کی طرح مردوں کی صف میں آجا

غالب شدن حیلهٔ روباه بر استعصام و تعفّفِ خر و کشیدن روباه خر را بسوئے بیشهٔ شیر

گدھے کے بچاؤ اور حفاظت پر لومڑی کے حیلہ کا غالب آجانا اور لومڑی کا گدھے کو شیر کی کچھار کی جانب کھینچ لے جانا

روبه اندر حیله پائے[3] خود فشرد | ریشِ خر بگرفت و آں خر را ببرد

لومڑی نے مکاری میں قدم رکھا | گدھے کی داڑھی پکڑی اور اس گدھے کو لے گئی

مطربِ آں خانقه کو تا کہ تفت | دف زند کہ خر برفت و خر برفت

اس خانقاہ کا قوال کہاں ہے؟ کہ جلد | دف بجائے، کہ گدھا گیا، گدھا گیا

چونکہ خرگوشے برد شیرے بچاه | چوں نبارد روبہے خر تا گیاه

جب خرگوش شیر کو کنویں میں پہنچا دے | تو لومڑی گدھے کو گھاس کے پاس کیوں نہ لائیگی؟

---

[1] حمل - سورج جب برجِ حمل میں ہوتا ہے اسکی شعاعیں زمین پر بہت تیز گرم پڑتی ہیں. عِنّین - نامرد. تا بروں - مرد کے حسین اولاد پیدا ہوتی ہے - معدہ - مجاہدے کرے روزے رکھے تو قربِ خداوندی میسر آجائیگا.

[2] رستمی - اگر تو راہِ سلوک کا رستم بننا چاہتا ہے تو مجاہدے کے خنجر سے نفس کُشی کر ورنہ عورتوں کی طرح چادر اوڑھ کر خانہ نشین بن جا - یک دو - راہِ سلوک میں تکلف سے ہی آگے قدم رکھ پھر جذبہ شروع ہوگا - دار - سولی - برستان - بجالا - استعصام - حفاظت چاہنا. تعفّف - پاکدامنی. بیشہ - جھاڑی -

[3] پائے خود فشرد یعنی کھڑی ہوگئی - ریشِ خر گرفت - یعنی غالب آگئی. مطرب - پہلے قصہ گذر چکا ہے کہ "خر برفت" کی دھن میں دوسرے صوفیوں نے ایک صوفی کا گدھا بیچ کھایا تھا. چونکہ پہلے قصہ گذر چکا ہے کہ خرگوش نے دھوکے سے شیر کو کنویں میں گرادیا تھا

گوش[1] را بر بند و افسونہا مخر | جُز فسونِ آں ولیِ داد گر
کان بند کرلے اور منتر نہ سن | اُس فریادرس ولی کے منتر کے سوا

آں فسونہا خوشتر از حلوائے او | آنکہ صد حلواست خاکِ پائے او
اُس (غیر ولی) کے حلوے سے یہ منتر بہتر ہیں | کیونکہ سینکڑوں حلوے اُس کے پاؤں کی خاک ہیں

خُمہائے خُسروانی پُر زمے | مایہ بُردہ از مے لبہائے وے
شراب سے پُر شاہی مٹکوں نے | اُس کے ہونٹوں سے سرمایہ حاصل کیا ہے

عاشقِ مے باشد آں جانِ بعید | کو مے لبہائے لعلش را ندید
وہ (اُس سے) دور جان شراب کی عاشق ہوگئی | جس نے اُس کے لعل جیسے ہونٹوں کی شراب نہ دیکھی

آبِ[2] شیریں چوں نہ بیند مُرغ کور | چوں نگردد گرد چشمہ آبِ شور
اندھا پرند جب میٹھا پانی نہیں دیکھے گا | وہ کھاری پانی کا چکر کیوں نہ کاٹے گا؟

موسیِ جاں سینہ را سینا کند | طوطیانِ کور را بینا کند
روحانی موسیٰؑ، سینہ کو سینا بنا دیتا ہے | اندھی طوطیوں کو بینا بنا دیتا ہے

خسروِ شیرینِ جاں نوبت زدست | لاجرم در شہر قند ارزاں شدست
روح کے شیریں شاہ نے، ڈنکا پیٹ دیا ہے | لامحالہ شہر میں شکر سستی ہوگئی ہے

یوسفانِ غیب لشکر میکشند | تنگہائے قندِ مصری میرسند
غیبی یوسف لشکرکشی کر رہے ہیں | مصری شکر کے بورے پہنچ رہے ہیں

اُشترانِ[3] مصر را رُو سوئے ما | بشنوید اے طوطیاں بانگِ درا
مصری اونٹوں کا رُخ ہماری جانب ہے | اے طوطیو! گھنٹے کی آواز سنو

شہرِ ما فردا پُر از شکر شود | شکر ارزان ست ارزاں تر شود
کل کو ہمارا شہر شکر سے بھر جائے گا | شکر سستی ہے (اور) زیادہ سستی ہوجائیگی

در شکر غلطید اے حلوائیاں | ہمچو طوطی کوریِ صفرائیاں
اے حلوائیو! شکر میں لوٹو | طوطی کی طرح، صفراوی لوگوں کے اندھے پن (کے باوجود)

نیشکر کوبید کار اینست و بس | جاں برافشانید یار اینست و بس
گنا کھوندو، بس کام یہی ہے | جان بھی چھڑک دو، بس دوست یہی ہے

یک تُرش در شہرِ ما اکنوں نماند | چونکہ شیریں خسرواں را بر نشاند
ہمارے شہر میں اب کوئی کھٹا نہیں رہا | چونکہ شیریں نے بہت سے خسرو بٹھا دیے ہیں

---

[1] گوش۔ مولانا سالک کو نصیحت کرتے ہیں کہ صرف شیخ کے قول پر عمل کر۔ آں فسونہا۔ دوسرے لوگوں کی چکنی چپڑی باتوں سے شیخ کی بات بدرجہا بہتر ہے۔ خمہای۔ شاہی شراب میں مستی شیخ کی باتوں کی مستی سے آتی ہے۔ عاشق۔ جو شخص شیخ سے دور ہوگا اور اُس نے شیخ کی باتوں کی مستی نہ حاصل کی ہوگی وہ خراب کی مستی سے محبت کرسکیگا۔

[2] آبِ شیریں۔ چونکہ یہ شیخ کی باتوں کی مستی سے محروم ہے اس لئے دوسرں کی باتوں پر دھیان دیتا ہے۔ موسیِ جاں۔ شیخ کا فیض سینہ کو کوہ طور بنا دیتا ہے۔ خسرو۔ شیخ نے صلاء عام دے دی ہے اسی لئے اس وقت شہر میں قند ارزاں ہے۔ یوسفانِ غیب۔ اس سے مراد روحانی شیوخ ہیں، حضرت یوسفؑ کی مناسبت سے قند مصری کا ذکر کیا ہے جس سے روحانی اسرار مراد ہیں۔

[3] اشترانِ مصر یعنی روحانی شیوخ۔ درا۔ جرس، گھنٹ۔ حلوائیاں۔ وہ سالک جو اسرار کے طالب ہیں۔ صفرائیاں۔ جس شخص میں خلط صفراء کا غلبہ ہوتا ہے اُس کو شکر اچھی نہیں لگتی اس سے مراد منکرین ہیں۔ نیشکر۔ اس سے مراد روحانی اسرار ہیں۔ یار یعنی شیخ کامل۔ یک ترش۔ اس سے مراد منکر بے شرع۔

منتظر ختران: یعنی شیخ کے منتظر۔

نُقل بر نُقل ست و مے بر مے ہلا | بر منارہ رو بزن بانگِ صلا

آگاہ: نقل پر نقل، شراب پر شراب ہے | منارہ پر چڑھ جا، بلاوے کا اعلان کردے

سرکہ نُہ سالہ شیریں میشوَد | سنگِ مرمر لعل و زرّیں میشوَد

نو سال کا سرکہ میٹھا ہو جائے گا | سنگِ مرمر لعل اور سُنہرا ہو جائے گا

آفتاب اندر فلک دستک زناں | ذرّہا چوں عاشقاں بازی کُناں

سورج، آسمان میں دستک دے رہا ہے | ذرّے، عاشقوں کی طرح رقص کر رہے ہیں

چشمہا مخمور شُد از سبزہ زار | گُل شگوفہ میکُند بر شاخسار

سبزہ زار سے آنکھیں نشیلی ہو گئی ہیں | شاخوں پر، پھول کھِل رہے ہیں

چشمِ دولت سحرِ مُطلق میکُند | رُوح شُد منصور اَنَا الحق میزند

دولت کی آنکھ، پورا جادو کر رہی ہے | روح منصور بن گئی ہے اَنَا الحق کا نعرہ لگا رہی ہے

شُد زِ یوسف آں زلیخا نوجواں | عشرت از سر گیر خوش شادماں

یوسفؑ کی وجہ سے زلیخا جوان ہو گئی | خوشی خوشی مسرت سے از سرِ نو عیش منا

آتشے اندر دلِ خود بر فروز | دفعِ چشمِ بد سپندانے بسوز

اپنے دل میں آگ روشن کرلے | نظرِ بد کے دفع کرنے کے لئے کالادانہ جلا

تو بحالِ خویشتن میباش شاد | تا بیابی در جہانِ جاں مُراد

تو اپنے حال پر خوش رہ | تاکہ تو جان کے جہان میں مراد حاصل کرلے

گر خرے را می بُرد رُوبہ ز سَر | گو بُبُر تو خر مباش و غم مخور

اگر لومڑی گدھے کا سَر کاٹ دیتی ہے | کہدے کاٹ دے، تو گدھا نہ بن اور غم نہ کھا

حکایتِ آں شخص کہ از ترس خویشتن را در خانہ انداخت

اُس شخص کی حکایت جس نے خوف سے اپنے آپ کو گھر میں جا ڈالا، رُخساروں

رُخہا زرد کردہ چوں زعفران و لبہا کبود چوں نیل و دست

کو زعفران کی طرح زرد کئے ہوئے، اور ہونٹوں کو نیل کی طرح نیلا کئے ہوئے، ہاتھ درخت

لرزاں چوں برگِ درخت، خداوندِ خانہ پُرسید کہ خیرست

کے پتّوں کی طرح کپکپاتے ہوئے، گھر کے مالک نے دریافت کیا خیر ہے

وچہ واقعہ است گفت از بیروں خرمی گیرند سُخرہ گفت

اور کیا واقعہ ہے؟ اُس نے کہا، باہر بیگار میں گدھے پکڑ رہے ہیں اس نے کہا

ف۱ منارہ۔ بلند جگہ پر چڑھ کر اعلان کیا جاتا ہے۔ سرکہ یعنی پُرانے بیکار۔ آفتاب۔ یعنی شیخ کامل۔ ذرّہا۔ یعنی مُعتقدین۔ چشمہا۔ اب سالکوں کی نگاہیں مخمور ہیں۔ منصور۔ حلاجؒ نے فنا کے بعد بقا باللہ حاصل کرکے انا الحق کا نعرہ لگا دیا تھا۔

ف۲ نوجوان۔ مشہور ہے کہ زلیخا حضرت یوسفؑ کی دُعا سے نوجوان بن گئی تھی، مُراد یہ ہے کہ روح کی کمزوری کے بعد اُس کو نوجوانی حاصل ہو گئی۔ سپند۔ مشہور ہے کہ کالا داد کی دھونی سے نظرِ بد زائل ہو جاتی ہے۔ تو بحال۔ یہ احوال جو ذکر کئے گئے ہیں خود تیرے ہیں تو اُن سے خوش رہ تاکہ دنیا اس مُراد حاصل کرے۔ گر خرے۔ اگر لومڑی گدھے کو ہلاک کر رہی ہے کرنے دے تو گدھا نہ بن اور پھر بے فکر زندہ رہ۔

ف۳ حکایت۔ اس حکایت سے یہ بتاتا ہے کہ اگر انسان انسان بن جائے تو پھر گدھا پکڑنے والے سے اُسے کوئی خطرہ نہیں جب تک انسان گدھا ہے وہ فریب کھاتا ہے۔

تو خر نیستی چہ میترسی گفت بجدّ می گیرند و تمیز برخاستہ است

تو تو گدھا نہیں ہے کیوں ڈرتا ہے؟ اُس نے کہا کوشش کرکے پکڑ رہے ہیں اور تمیز اُٹھ گئی ہے

امروز ترسم کہ مرا خر گیرند

اب میں ڈرتا ہوں کہ مجھے گدھا سمجھ لیں

آں ۵۱ یکے از ترس در خانہ گریخت — زرد رُو و لب کبُود و رنگ ریخت
ایک شخص خوف سے گھر میں بھاگ آیا — چہرہ زرد، ہونٹ نیلے، رنگ فق

صاحب خانہ بگفتش خیر ہست — کہ ہمی لرزد ترا چوں بید دست
گھر کے مالک نے اُس سے کہا خیر ہے؟ — کہ تیرا ہاتھ بید کی طرح لرز رہا ہے

واقعہ چونست چوں بگریختی — رنگ رُخسارہ چنیں چوں ریختی
کیا واقعہ ہے، تو کیوں بھاگا؟ — رُخسار کا رنگ کیوں فق ہو گیا!

گفت بہرِ سُخرۂ شاہِ حَروں — خر ہمی گیرند امروز از بروں
اُس نے کہا ظالم بادشاہ کی بیگار کے لئے — آج باہر سے گدھے پکڑ رہے ہیں

گفت ۵۲ میگیرند خر اے جانِ عم — چوں نہ خر رو ترا زیں چیست غم
اُس نے کہا اے چچا کی جان! وہ گدھے پکڑ رہے ہیں — جبکہ تو گدھا نہیں ہے، جا تجھے اس سے کیا غم ہے؟

گفت بس جِدند و گرم اندر گرفت — گر خرم گیرند ہم نبُود شگفت
اُس نے کہا وہ پکڑنے میں بہت سخت اور سرگرم ہیں — اگر مجھے بھی گدھا سمجھ لیں تو تعجب نہیں ہے

بہرِ خر گیری بر آوردند دست — جدِّ جد تمییز ہم برخاستہ است
گدھے پکڑنے میں اُنھوں نے ہاتھ نکالے ہیں — بہت کوشش میں تمیز بھی اُٹھ گئی ہے

چونکہ بے تمییزیاں ماں سرورند — صاحب خر را بجائے خر برند
چونکہ بے تمیز لوگ ہمارے سردار ہیں — گدھے کی بجائے، گدھے والے کو پکڑ لے جائینگے

نیست ۵۳ شاہِ شہرِ ما بیہودہ گیر — ہست تمییزش سمیع ست و بصیر
ہمارے شہر کا بادشاہ خواہ مخواہ پکڑ لینے والا نہیں ہے — اُسکو تمیز ہے، (وہ) سننے والا اور دیکھنے والا ہے

آدمی باش و ز خرگیراں مترس — خر نۂ اے عیسیِ دوراں مترس
تو آدمی بن جا، اور گدھا پکڑنے والوں سے نہ ڈر — تو گدھا نہیں ہے، اے زمانے کے عیسیٰ تو نہ ڈر

چرخِ چارم ہم ز نورِ تو پُرست — حاش للہ کہ مقامت آخرست
چوتھا آسمان بھی تیرے نور سے پُر ہے — خدا بچائے کہ تیرا مقام اصطبل ہو

---

۵۱ آں یکے۔ شہر میں گدھے بیگار میں پکڑے جا رہے تھے ایک شخص ڈر کر ایک گھر میں گھس گیا۔ بید۔ بید کے درخت کی نرم شاخوں کی لچک مشہور ہے۔ سُخرہ بیگار۔ حَروں۔ سرکش، ظالم۔

۵۲ گفت۔ صاحب خانہ نے کہا تو گدھا نہیں ہے تو کیوں ڈرتا ہے۔ جدّ جد۔۔۔ کوشش کی انتہا نے اُن کے لئے گدھے اور غیر گدھے کی تمیز ختم کر دی ہے چونکہ جب بے تمیز سردار بنجائیں تو گدھے کی بجائے یہ لوگ گدھے والے کو بھی پکڑ سکتے ہیں۔

۵۳ نیست۔ اس شعر کا تعلق اس حکایت کی سُرخی کے پہلے خُمرِ یعنی چوں ز خر" سے ہے۔ آدمی۔ انسان بن جا۔ عیسیٰ! انسان کو عیسیٰ صفت ہونا چاہیئے خرِ عیسیٰ نہ ہونا چاہیئے۔ چرخ چارم۔ جبکہ انسان کو عیسیٰ صفت ہونا چاہیئے۔ تو جیسا کہ حضرت عیسیٰ چوتھے آسمان پر ہیں اسی طرح انسانِ کامل کا مقام بھی چوتھا آسمان ہے۔

تو ز چرخ و اختراں ہم برتری
تو آسمان اور ستاروں سے بھی بالاتر ہے
گرچہ بہرِ مصلحت در آخری ١
اگرچہ مصلحۃً تو اصطبل میں ہے

میر آخر گرچہ در آخر بود
اصطبل کا داروغہ اگرچہ اصطبل میں ہوتا ہے
ہر کہ او را خر بگوید خر بود
جو اُس کو گدھا کہے، وہ گدھا ہے

میر آخر دیگر و خر دیگرست
داروغۂ اصطبل دوسری چیز ہے اور گدھا دوسری چیز ہے
نے ہر آنکو اندر آخر شد خرست
یہ نہیں ہے اگرچہ اصطبل میں ہے وہ گدھا ہے

چہ در افتادیم در دنبالِ خر
ہم گدھے کے پیچھے کیا پڑ گئے
از گلستاں گوی وز گلہائے تر ٢
چمن اور تر پھولوں کی بات کر

از انار و از ترنج و شاخِ سیب
انار کی اور لیموں کی اور سیب کی ٹہنی کی
وز شراب و شاہدانِ بے حسیب
اور شراب کی اور بے حساب معشوقوں کی

یا ازاں دریا کہ موجش گوہرست
یا اُس دریا کی، جس کی موج موتی ہے
گوہرش گویندہ و بینا درست
اُس کا موتی گویا اور بینا ہے

یا ازاں مرغاں کہ گلچیں میکنند
یا اُن پرندوں کی، جو پھول چنتے ہیں
بیضہا زریں و سیمیں می کنند
سونے اور چاندی کے انڈے دیتے ہیں

یا ازاں بازاں کہ کبکاں پرورند
یا اُن بازوں کی جو چکوریں پالتے ہیں
ہم نگوں اشکم ہم استاں میپرند
پیٹ کے بل بھی اور چت بھی اُڑتے ہیں

نردبانہائیست پنہاں در جہاں
دنیا میں مخفی سیڑھیاں ہیں
پایہ پایہ تا عنانِ آسماں
درجہ بدرجہ، آسمان کی بلندی تک

ہر گروہ را نردبانے دیگرست
ہر گروہ کی ایک دوسری سیڑھی ہے
ہر روش را آسمانے دیگرست
ہر رفتار کے لئے ایک دوسرا آسمان ہے

ہر یکے از حالِ دیگر بے خبر ٣
ہر ایک دوسرے کی حالت سے بے خبر ہے
ملک با پہنا و بے پایان و سر
ملک وسیع ہے اور بے ابتدا اور بے انتہا ہے

ایں ازاں حیراں کہ او از چیست خوش
یہ اُسکے بارے میں حیران کہ وہ کس چیز سے خوش ہے؟
واں دریں خیرہ کہ حیرت چیستش
وہ اِسکے بارے میں حیران ہے کہ اُسکی حیرت کس وجہ سے ہے

صحنِ ارض اللہ واسع آمدہ
اللہ کی زمین کا صحن وسیع ہے
ہر درختے از زمینے سر زدہ
ہر درخت ایک زمین سے اُگا ہے

ل١ گرچہ۔ ہدایت دینے اور پانے کے لئے انسان کو دنیا میں بھیجا گیا ہے۔ میر آخر، اصطبل میں رہنے سے گدھا ہونا ضروری نہیں ہے داروغۂ اصطبل، اصطبل میں ہے لیکن گدھا نہیں ہے۔۔۔۔ اسی طرح اہل اللہ دنیا میں رہتے ہوئے دنیا دار نہیں ہیں۔ چہ۔ مولانا کا اپنے آپ کو خطاب ہے کہ گدھے کے قصہ کو چھوڑ کر عالمِ آخرت کی بات کر۔

ل٢ از گلستاں۔ یہ سب جنت کی چیزیں ہیں۔ دریا۔ اس سے مراد ذاتِ حق ہے۔ مرغان۔ یعنی اولیا اللہ۔۔۔۔ بازاں۔ یعنی ملائکہ۔ کبکاں۔ یعنی نفوسِ قدسیہ۔ نردبانہا۔ یعنی عروج کے مختلف راستے ہیں مشہور ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جانب جانیوالے راستے انسانوں کے سانسوں کی تعداد کی بقدر ہیں۔ عنان۔ فضا جو نظر آتی ہے۔ روش یعنی سلوک۔

ل٣ ہر یکے۔ ہر سالک پر جو تجلی ہے دوسرا اُس سے بیخبر ہے حتیٰ کہ بااوقات مرید پر جو تجلی ہوتی ہے شیخ اُس سے بے خبر ہوتا ہے۔ ایں۔ ہر سالک چونکہ دوسرے سالک کی تجلی سے بے خبر ہے اسلئے وہ دوسرے پر حیران ہوتا ہے۔ صحن۔ قربِ الٰہی استعداد سے ہے کہ انہیں طرح طرح کے معارف موجود ہوتے ہیں۔

برّ درختاں شکر گویاں برگ و شاخ — کہ زہے مُلک و زہے عرصہ فراخ

درختوں پر پتّے اور شاخیں شکر ادا کرتی ہیں — کہ عجب مُلک ہے اور عجب وسیع میدان ہے

بُلبلاں گردِ شگوفہ پُر گرہ — کہ ازاں چہ میخوری مارا بِدہ

بلبلیں تہ بہ تہ شگوفے کے چاروں طرف (کہتی ہیں) — کہ اُس میں سے کیا کھا رہا ہے! ہمیں دے

ایں سخن پایاں ندارد کُن رجوع — سُوئے آں رُوباہ و شیر و سقم و جوع

یہ بات خاتمہ نہیں رکھتی ہے، واپسی کر — اُس لومڑی اور شیر اور بیماری اور بھوک کی جانب

برُدنِ روباہ آں خر را پیشِ شیر و جستنِ خر از شیر و عتاب کردنِ روباہ با شیر کہ ہنوز خر دور بُود کہ تعجیل کردی و عُذر گفتنِ شیر و لابہ کردنِ شیر روباہ را کہ برو بارِ دیگرش بفریب

لومڑی کا اُس گدھے کو شیر کے سامنے لے جانا اور گدھے کا شیر سے کود بھاگنا اور لومڑی کا شیر پر غصّہ کرنا کہ گدھا ابھی دور تھا، کہ تونے جلدی کردی اور شیر کا معذرت کرنا اور شیر کا لومڑی کی خوشامد کرنا کہ جا دوبارہ اُس کو فریب دے

چونکہ روباہش بسُوئے مرج برُد — تا کند شیرش بحملہ خُرد مُرد

لومڑی جب اس کو چراگاہ کی جانب لے گئی — تاکہ شیر حملے سے اُس کو خرد بُرد کر دے

دور بُود از شیر و آں شیر از نبرد — تا بہ نزدیک آمدن صبرے نکرد

وہ شیر سے دُور تھا اور شیر نے جنگ کی وجہ سے — اُس کے نزدیک آجانے تک صبر نہ کیا

گنبدی کرد از بلندی شیر ہول — خود نبُودش قُوّت و امکانِ حَوْل

ہولناک شیر نے اونچائی سے چھلانگ لگائی — اُس میں خود، قُوّت اور طاقت کا امکان نہ تھا

خر ز دورش دید و برگشت و گریخت — تا بزیرِ کوہ تازاں نعل ریخت

گدھے نے اُس کو دور سے دیکھا اور پلٹ گیا اور بھاگ گیا — پہاڑ کے نیچے تک بھاگا چلا گیا

گفت روبہ شیر را اے شاہِ ما — چوں نکردی صبر در وقتِ وغا

لومڑی نے شیر سے کہا! اے ہمارے بادشاہ! — تونے معرکہ کے وقت صبر کیوں نہ کیا!

تا بہ نزدیکِ تو آید آں غوی — تا بہ اندک حملۂ غالب شوی

تاکہ وہ گمراہ تیرے قریب آجاتا — تاکہ تو تھوڑے سے حملے سے غالب ہوجاتا

مکرِ شیطان ست تعجیل و شتاب — لُطفِ رحمانست صبر و احتساب

عجلت اور جلد بازی شیطان کا مکر ہے — صبر اور اپنے آپ کو قابو میں رکھنا خدا کی مہربانی ہے

۱؎ برّ درختاں۔ ہر درخت کی شاخ و برگ خدا کی تسبیح میں مصروف ہے۔ بُلبلاں۔ یعنی سچے عاشق۔ ایں سخن۔ یہ عالمِ غیب کا بیان ختم ہونے والا ہے۔

۲؎ بُردن۔ لومڑی گدھے کو بہکا کر شیر کے پاس لے گئی، گدھا قریب نہ پہنچا تھا کہ شیر نے ناکام حملہ کر دیا اور گدھا بھاگ گیا۔ شیر نے لومڑی کی خوشامد کی کہ دوبارہ گدھے کو لا۔ مرج۔ چراگاہ۔ دور۔ گدھا ابھی شیر سے دور تھا شیر نے حملہ کر دیا۔

۳؎ گنبدی کردن۔ چوکڑی بھرنا۔ حول۔ طاقت۔ نعل ریختن۔ تیز دوڑنا۔ وغا۔ جنگ۔ غوی۔ گمراہ یعنی گدھا۔ مکرِ شیطان۔ حدیث شریف ہے جلد بازی شیطانی ہے اور آہستگی خدا کی جانب سے ہے۔

دُور بُود و حملہ را دید و گریخت
وہ دُور تھا اور حملہ دیکھ اور بھاگ گیا
ضُعفِ تو ظاہر شُد و آبِ[1] تو ریخت
تیری کمزوری ظاہر ہو گئی اور تیری آبرو ریزی ہو گئی

گفت من پنداشتم بر جاست زور
اُس نے کہا، میں سمجھا طاقت بحال ہے
خود بُدم زیں ضُعفِ خود نادان و کور
اپنی اِس کمزوری سے میں خود نادان اور اندھا تھا

لیک گفتم زورِ من بر جا بُود
لیکن میں نے کہا، میری طاقت بحال ہو گی
نے کہ در من ضُعفِ دست و پا بُود
نہ کہ مجھ میں ہاتھ اور پاؤں کی کمزوری ہو گی

نیز جوع و حاجتم از حد گذشت
لیکن میری بھوک اور ضرورت حد سے گذر گئی
صبر و عقلم از تجوّع یاوہ گشت
بھوک کی وجہ سے میرا صبر اور عقل بیکار ہو گئی

گر توانی بارِ دیگر از خِرد
اگر تو عقلمندی سے دوبارہ
باز آوردن مر او را می سزد
اُس کو پھر لا سکے تو مناسب ہے

منّتِ بسیار دارم از تو مَن
مجھ پر تیرا بہت احسان ہے
جہد کُن باشد بیاریش بفن
کوشش کر شاید مکر سے تو اُس کو دوبارہ لے آئے

گر خدا[2] روزی کُند آں خر مرا
اگر اللہ تعالےٰ اُس گدھے کو میری روزی بنا دیگا
بعد ازاں بس صیدہا بخشم ترا
اُس کے بعد تجھے بہت شکار بخشوں گا

گفت آرے گر خدا یاری دہد
اُس نے کہا ہاں اگر خدا مدد کرے گا
بر دلِ اُو از عمی مُہرے نہد
اُس کے دل پر اندھے پن کی مُہر لگا دے گا

پس[3] فراموشش شود ہولے کہ دید
تو وہ اُس خوف کو بھول جائیگا جو اُس نے دیکھا
از خری اُو نباشد ایں بعید
اُس کے گدھے پن سے یہ بعید نہیں ہے

لیک چوں آرم من او را بر متاز
لیکن جب میں اُس کو لے آؤں دوڑ نہ پڑنا
تا بباد ش ندہی از تعجیل باز
تاکہ تو پھر جلدی کی وجہ سے اُسکو برباد نہ کر دے

گفت آرے تجربہ کردم کہ مَن
اُس نے کہا، ہاں میں نے تجربہ کر لیا ہے کہ میں
سخت رنجورم مخلخل گشتہ تن
سخت بیمار ہوں، جسم ڈھیلا ہو گیا ہے

تا بہ نزدیکم نیاید خر تمام
جب تک گدھا، بالکل میرے پاس نہ آجائیگا
مَن نہ جُنبم خفتہ باشم بر قوام
میں حرکت نہ کرونگا سوتا رہونگا طریقے کے مطابق

رفت رُوبہ گفت اے شہ ہمتے
لومڑی روانہ ہوئی۔ بولی اے شاہ!
تا بپوشد عقلِ اُو را غفلتے
تاکہ غفلت اُس کی عقل کو چھپا دے

---

[1] آب ریختن۔ بے آبرو ہونا۔ گفت۔ شیر نے کہا میں سمجھا تھا کہ میری قوت بحال ہے اور میں اپنی کمزوری سے ناواقف تھا۔ لیک۔ شیر نے کہا میں سمجھا تھا کہ مجھ میں طاقت ہے اور میرے ہاتھ پاؤں کمزور نہیں ہیں۔ نیز۔ دوسری وجہ جلد حملہ کی یہ بھی ہوئی کہ بھوک بہت لگ رہی تھی اور بھوک میں عقل گم ہو گئی تھی۔ گر توانی۔ تیری عقلمندی کا تقاضہ ہے کہ تو اُس کو دوبارہ لے آ۔ منّت۔ تیرا مجھ پر بہت احسان ہے مزید کرم ہوگا کہ دوبارہ لے آئے۔

[2] گر خدا۔ اگر خدا نے مجھے گدھے کی روزی دے دی تو میں کھا کر قوی ہو جاؤں گا پھر بہت شکار کر کے تجھے کھلایا کروں گا۔ گفت۔ لومڑی نے کہا اگر خدا کی مدد شاملِ حال رہی تو پھر گدھے کے دل پر اندھے پن کی مُہر لگ جائے گی۔

[3] پس۔ پہلے حملہ کا خوف وہ بھول جائیگا۔ لیک۔ لیکن اگر اِس بار میں اُس کو لے آؤں، تو جلدی کر کے اُسکو برباد نہ کر دینا۔ مخلخل۔ ڈھیلا۔ تا بہ نزدیکم۔ شیر نے کہا اِس بار جب وہ قریب آجائیگا تو حملہ کرونگا ورنہ قاعدہ کے مطابق سوتا رہوں گا۔ ہمت۔ باطنی توجہ۔

توبہا کردست خر با کردگار — کہ نگردم غرۂ ہر نابکار[1]

گدھے نے خدا سے بہت توبہ کر لی ہوگی۔ — کہ میں ہر نالائق کے دھوکے میں نہ آؤں

عقلِ خر بازیچۂ دستانِ ماست — فکرتش کبادۂ طفلانِ ماست

گدھے کی عقل ہمارے مکر کا کھلونا ہے — اُس کی سمجھ ہمارے بچوں کی نرم کمان ہے

توبہایش را بفن برہم زنیم — ما عدوّے عقل و عہدِ روشنیم

ہم مکر سے اُس کی توبہ کو توڑ دیں گے — ہم عقل اور روشن عہد کے دشمن ہیں

گلّۂ خر گوئے فرزندانِ ماست — فکرتش بازیچۂ دستانِ ماست

گدھوں کا گلّہ ہماری اولاد کی گیند ہے — اُس کی سمجھ ہمارے مکر کا کھلونا ہے

عقل کاں باشد ز دورانِ زُحل — پیشِ عقلِ کُل ندارد آں محل

وہ عقل جو زحل کی رفتار سے (پیدا) ہو — عقلِ کُل کے سامنے وہ مرتبہ نہیں رکھتی ہے

از عُطارُد و از زُحل دانا شُد اُو — ما ز دادِ کردگارِ لُطف خُو

وہ عُطارد اور زُحل سے عقلمند بنا ہے — ہم مہربان خدا کی عنایت سے

عَلَّمَ الْاِنْسَاں[2] خمِ طُغرائے ماست — عِلمِ عِندَ اللہ مقصدہائے ماست

"عَلَّمَ الْاِنْسَانَ" ہمارے طغرا کا دائرہ ہے — اللہ کا علم، ہمارے مقاصد ہیں

تربیہ آں آفتابِ روشنیم — رَبِّیَ الْاَعْلٰی ازاں رو میزنیم

ہم اُس روشن سورج کی تربیت ہیں — اسی لیے ہم رَبِّیَ الْاَعْلٰی کا نعرہ لگاتے ہیں

تجربہ گر دارد اُو بااین ہمہ — بشکند صد تجربہ زیں دمدمہ

اگر وہ تجربہ رکھتا ہے تو اس سب کے ہوتے ہوئے — سینکڑوں تجربے اس مکر سے ٹوٹ جائیں گے

بُوکہ توبہ بشکند آں سُست خُو — دررسد شومیِ اشکستن درو

ہوسکتا ہے کہ وہ کاہل توبہ توڑ دے — (توبہ) توڑنے کی بدبختی اُس میں اثر کرے

دربیانِ[3] آنکہ نقضِ عہد و توبہ مُوجبِ بلا بُود بلکہ مُوجبِ مسخ است چنانکہ درحقِ اصحابِ سبت و اصحاب مائدہ عیسٰی

اس کا بیان کہ توبہ اور عہد کو توڑنا مصیبت کا سبب ہوتا ہے بلکہ مسخ کا سبب ہے، چنانچہ سبت والوں اور حضرت عیسٰی علیہ السلام کے دسترخوان والوں کے

اور توبہ کو توڑنے سے بدبختی آتی ہے پہلی قومیں تو عہد شکنی کی وجہ سے سؤر اور بندر بنائی گئیں آنحضورؐ کی اُمت میں یہ صوری مسخ تو نہیں ہے لیکن باطنی مسخ ہوتا ہے یعنی دل سؤر اور بندر بن جاتا ہے اور قیامت میں یہ انسان اُس دل کی صورت اختیار کرے گا۔

[1] نابکار۔ نالائق۔ بازیچہ۔ کھلونا۔ دستاں۔ مکر۔ کبادہ۔ بچوں کے کھیلنے کی نرم کمان۔ توبہایش۔ لومڑی نے کہا ہم اُس کی توبہ کو توڑ دیں گے۔ گلّۂ خر۔ گدھے ہمارے بچوں کا کھلونا ہیں اور اُن کی عقل ہمارے مکر کا کھلونا ہے یہی حال شیطان اور عوام کا ہے۔ زحل۔ زُحل ستارے کی تاثیر سے بچہ کی عقل میں ذہانت پیدا ہوتی ہے لیکن زُحل کی عطا کردہ عقل، عقلِ کُل کے مقابلہ میں ہیچ ہے۔ از عُطارد۔ عوام کی عقول عُطارد اور زُحل ستاروں کی تاثیر سے ہیں شیطان کی عقل خداداد ہے۔

[2] عَلَّمَ الْاِنْسَان۔ اِن اشعار میں مولانا نے لومڑی کی زبان سے عقلِ کامل کے صفات بیان فرمائے ہیں قرآن پاک میں ہے عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ۔ انسان کو وہ سکھایا جو وہ نہ جانتا تھا۔ دوسری جگہ قرآن پاک میں مذکور ہے قُلْ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللہِ آپ کہہ دیجئے علم اللہ ہی کے پاس ہے۔ تربیہ۔ عقلِ کامل کو اللہ کی تربیت حاصل ہوتی ہے اِس لئے وہ خداوندِ قدوس کی ربوبیت کا اقرار کرتا ہے۔ تجربہ۔ لومڑی نے کہا بُوکہ۔ ہو سکتا ہے کہ وہ گدھا اپنی توبہ توڑ ڈالے اور توبہ شکنی کی بدبختی میں مبتلا ہو جائے۔

[3] دربیان۔ اب مولانا سمجھاتے ہیں کہ اللہ کے عہد

علیہ السلام کہ وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيرَ واندریں

بارے میں ہے اور کردیا اُن میں سے بندر اور سُور اور اِس اُمت میں

اُمت مسخ دل باشد نعوذ باللہ من ذٰلک و روزِ قیامت

دل مسخ ہوگا ہم اِس سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں اور قیامت کے

تن را صورتِ دل دہند

دن جسم کو دل کی صورت دے دینگے

نقضِ[1] میثاق و شکستِ توبہا — مُوجبِ لعنت شود در انتہا

عہد کا توڑنا اور توبہ کا توڑنا — انجام کار، لعنت کا سبب ہوتا ہے

نقضِ عہد و توبہ اصحابِ سبت — مُوجبِ مسخ آمد و اہلاک و مقت

سبت والوں کا توبہ اور عہد کو توڑنا — مسخ اور ہلاکت اور عتاب کا سبب بنا

پس خدا آں قوم را بوزینہ کرد — چونکہ عہدِ حق شکستند از نبرد

تو خدا نے اُس قوم کو بندر بنا دیا — چونکہ اُنھوں نے ضد سے اللہ کا عہد توڑا

اندریں[2] اُمت نہ بُد مسخِ بدن — لیک مسخِ دل بُود اے ذوالفطن

اِس اُمت میں جسمانی مسخ نہ تھا — لیکن اے سمجھدار! دل کا مسخ ہوتا ہے

چوں دلِ بوزینہ گردد آں دلش — از دلِ بوزینہ شد خوار آں گلش

جب اُس کا دل، بندر کا دل ہو گیا — اُس کی مٹی، بندر کے دل سے زیادہ ذلیل ہو گئی

گر ہنر بودے دلش را از اختیار — خوار کے بودے بصورت آں حمار

اگر اُس کے دل میں کوئی اختیاری ہنر ہوتا — تو صورت کے اعتبار سے وہ گدھا ذلیل کیوں ہوتا؟

آں سگِ اصحاب خوش بُد سیرتش — ہیچ بودش منقصت زاں صورتش

اصحاب (الکہف) کے کتّے کی سیرت اچھی تھی — اُس صورت سے اسکو کوئی نقصان تھا؟

مسخِ[3] ظاہر بُود اہلِ سبت را — تا بہ بیند خلق ظاہر کبت را

سبت والوں کا مسخ ظاہر تھا — تاکہ کھلے ہوئے اوندھے مُنہ ہونے کو مخلوق دیکھ لے

از رہِ سِر صد ہزاراں دگر — گشتہ از توبہ شکستن خوک و خر

باطنی طور پر دوسرے لاکھوں — توبہ توڑنے کی وجہ سے سُور اور گدھے بنے ہیں

دوم بار آمدنِ روباہ بر آں خرِ گریختہ تا باز بفریبدش

بھاگے ہوئے گدھے کے پاس لومڑی کا دوبارہ آنا تاکہ اُس کو پھر فریب دے

---

[1] نقض۔ یہود نے عہد کیا تھا کہ وہ ہفتے کے روز مچھلی کا شکار نہ کھیلا کریں گے لیکن انھوں نے اِس عہد کو توڑا اور اس کے نتیجہ میں اُن کو مسخ کرکے بندر اور سور بنا دیا گیا۔ سبت۔ ہفتہ کا دن۔ مقت۔ غصہ، عتاب۔ بوزینہ۔ بندر۔ شکستند۔ عہد کے باوجود ہفتے کے روز مچھلی کا شکار کھیلنے لگے۔

[2] اندریں۔ اُمتِ محمدیہ میں صوری مسخ نہ ہوگا باطنی مسخ ہوگا۔ چوں دلِ بوزینہ۔ جب انسان کا دل، بندر کا دل بن جائے تو اُس کا جسم بندر کے دل سے بھی بدتر ہے۔ گر ہنر۔ حسن و خوبی میں صورت سے زیادہ دل معتبر ہے۔ اصحاب۔ اصحابِ کہف کے کتّے کا دل بھلا تھا صورت کی بُرائی سے اُس پر کوئی عیب نہ آیا۔

[3] مسخِ ظاہر۔ جسمانی مسخ میں یہ حکمت ہے کہ لوگ عبرت حاصل کریں۔ از رہِ سِر۔ باطنی طور پر لاکھوں ممسوخ ہیں جو عہد شکنی کی وجہ سے گدھے اور سور بنے ہوئے ہیں۔

پس[1] بیامد زود روبہ سوئے خر
پھر بہت جلد لومڑی گدھے کی جانب آئی
گفت خر از چوں تو یارے الحذر
گدھے نے کہا، تجھ جیسے دوست سے پناہ ہے

ناجواں مردا چہ کردم با تو من
اے بزدل! میں نے تیرے ساتھ کیا کیا؟
کہ مرا با شیر کردی پنجہ زن
کہ تو نے مجھے شیر سے بھڑا دیا

ناجواں مردا چہ کردم من ترا
اے نامرد! میں نے تیرے ساتھ کیا کیا؟
کہ بہ پیشِ اژدہا بردی مرا
کہ تو مجھے اژدہے کے سامنے لے گئی

موجبِ[2] کینِ تو با جانم چہ بود
میری جان سے تیرے کینہ کی کیا وجہ تھی؟
غیر خبثِ جوہرِ تو اے عنود
اے سرکش سوائے تیری طبیعت کی خباثت کے

ہمچو کژدم کو گزد پائے فتے
بچھو کی طرح جو جوان کے پاؤں میں کاٹتا ہے
نا رسیدہ از وے اورا آفتے
بغیر اس کے کہ کوئی تکلیف اسکو اس سے پہنچے

یا چو دیوے کو عدوئے جانِ ماست
یا شیطان کی طرح جو ہماری جان کا دشمن ہے
نا رسیدہ زحمتش از ما و کاست
ہماری جانب سے اس کو زحمت اور نقصان پہنچے بغیر

بلکہ طبعاً خصمِ جانِ آدمی ست
بلکہ وہ فطرت سے آدمی کی جان کا دشمن ہے
از ہلاکِ آدمی در خرمی ست
آدمی کی تباہی سے خوشی میں ہے

از پئے ہر آدمی او نگسلد
وہ ہر آدمی کا پیچھا کرنے سے باز نہیں آتا ہے
خو و طبعِ زشتِ خود را کے ہلد
وہ اپنی بری عادت کب چھوڑتا ہے؟

زانکہ[3] خبثِ ذاتِ او بے موجبے
کیونکہ اس کی ذاتی خباثت، بغیر کسی سبب کے
ہست سوئے ظلم و عدوان جاذبے
ظلم اور زیادتی کی جانب کھینچنے والی ہے

ہر زماں خواند ترا تا خرگہے
وہ تجھے ہر وقت خوشی کی جگہ بلاتا ہے
کہ در اندازد ترا اندر چہے
کہ تجھے کسی کنویں میں ڈال دے

کہ فلاں جا حوضِ آبست و عیوں
کہ فلاں جگہ پانی کی حوض اور چشمے ہیں
تا در اندازت بحوضت سرنگوں
تاکہ تجھے حوض میں اوندھا گرادے

آدمی را با ہزاراں کر و فر
آدمی کو باوجود ہزاروں شان و شوکت کے
اندر افگند آں لعیں در شور و شر
اس ملعون نے شور و شر میں ڈال دیا ہے

آدمی را باہمہ وحی و نذیر
باوجود ہر طرح کی وحی اور ڈراوے کے آدمی کو
اندر افگند آں لعیں بر دشن بیر
وہ ملعون کنویں پر لے گیا (اور) اندر گرادیا

ل پس بیامد۔ جب لومڑی دوبارہ گدھے کے پاس آئی تو اس نے اس سے پناہ مانگی۔ ناجواں۔ گدھے نے لومڑی کو کہا اے بزدل میں نے تیرا کیا بگاڑا تھا کہ تو نے مجھے شیر کے بالمقابل جا کھڑا کیا۔ اژدہا۔ یعنی شیر۔

۲ موجب۔ گدھے نے لومڑی سے کہا تو میری جان کی دشمن محض باطنی خباثت کی وجہ سے بنی۔ کژدم۔ بچھو بغیر کسی وجہ کے محض بدطینتی کی وجہ سے ڈنک مارتا ہے۔ یا چو دیوے۔ شیطان بھی انسان کو بغیر کسی وجہ کے ہلاک کرتا ہے۔ بلکہ۔ شیطان کو انسان سے طبعی خصومت ہے اسی لئے وہ ہر آدمی کے درپے ہے۔

۳ زانکہ۔ شیطان کی ذاتی عداوت بغیر کسی وجہ کے اس کو انسان پر ظلم کرنے کو آمادہ کرتی ہے۔ ہر زماں۔ انسان کو خوش کن جگہ کی طرف بلا کر کنویں میں دھکا دیدیتا ہے۔ کہ فلاں۔ لالچ دلا کر تباہ کردیتا ہے۔ آدمی۔ شاندار آدمی کو بھی شور و شر میں مبتلا کردیتا ہے۔

بیگناہے[1] بیگزندِ سابقے — کے رسید اُورا زآدم ناحقے
بغیر کسی پہلی خطا اور تکلیف کے — کب اُس پر آدم سے ظلم ہوا ہے؟

کے رسید اُورا زمردم زشتیے — کو دمادم آرد از غم پُشتیے
انسان سے اُس کو بُرائی کب پہنچتی ہے؟ — کہ وہ ہر وقت غم کے پُشتے لگا رہا ہے

گفت رُوبہ آں طلسمِ سحر بُود — کہ ترا در چشم چوں شیرے نمُود
لومڑی نے کہا، وہ جادو کا طلسم تھا — جو تجھے شیر جیسا دکھائی دیا

ورنہ[2] من از تو بتن مسکیں ترم — کہ شب و روز اندر آنجا میچرم
ورنہ میں تو جسم میں تجھ سے زیادہ کمزور ہوں — لیکن دن رات اُس جگہ چرتی ہوں

گر نہ زاں گونہ طلسمے ساختے — ہر شکم خوارے بدانجا تاختے
اگر اُس جگہ ایسا طلسم نہ بناتا — ہر پیٹو، وہاں دوڑ جاتا

یک جہانِ بینوا چوں پیل و اَرج — بے طلسمے کے بماند سبز مرج
ہاتھی اور گینڈے جیسے بھوکوں کا ایک عالم ہے، — بغیر طلسم کے چراگاہ سبز کہاں رہ سکتی ہے؟

من ترا خود خواستم گفتن بدرس — کہ چناں ہولے اگر بینی مترس
میں تجھے سکھانے میں خود کہنا چاہتی تھی — کہ اگر تو اِس طرح ڈر دیکھے تو نہ ڈرنا

لیک رفت از یادِ علم آموزیت — کہ بدم مستغرقِ دل سوزیت
لیکن تجھے علم سکھانا بھول گئی — کیونکہ میں تیرے فکر میں ڈوبی ہوئی تھی

دیدمت در جوعِ[3] کلب و بینوا — می شتابیدم کہ آئی تا دوا
میں نے تجھے جوع الکلب میں اور بے سروسامان دیکھا — میں دوڑ پڑی کہ تو دوا تک آجائے

ورنہ با تو گفتمے شرحِ طلسم — کاں خیالے می نماید نیست جسم
ورنہ میں تجھ سے طلسم کی شرح کر دیتی — کہ وہ ایک خیال نظر آتا ہے، جسم نہیں ہے

شُد فراموش آنکہ گویم مر ترا — حلِّ آں مشکل مہیبِ دل رُبا
میں بھول گئی کہ تجھ سے کہوں — اُس خوفناک دل کو اُڑانے والی مشکل کا حل

جوابِ گفتنِ خر رُوباہ را

گدھے کا لومڑی کو جواب دینا

گفت رَو رَو ہیں زپیشم اے عدُو — تا نہ بینم رُوئے تو اے زشت رُو
اُس نے کہا اے دشمن میرے سامنے سے دُور ہو — اے بدصورت! تاکہ میں تیرا منہ نہ دیکھوں

---

[1] بیگناہے۔ انسان کی کوئی خطا نہیں۔ نہ انسان نے شیطان کا کچھ بگاڑا ہے۔ گفت۔ لومڑی نے گدھے سے کہا تجھے جو شیر نظر آیا وہ کوئی حقیقتؔ شیر نہ تھا بلکہ ایک طلسم تھا۔ طلسم۔ وہ موہوم خیال جو عجیب شکل میں نظر آنے لگے، وہ بھیانک تصویر جو کسی دفینہ وغیرہ پر بنا دی جاتی ہے۔

[2] ورنہ۔ اگر حقیقی شیر ہوتا تو میں جو تجھ سے بھی کمزور جسم کی ہوں وہاں کیسے بچ سکتی تھی۔ گر نہ۔ طلسم بنانے کی وجہ یہ ہے کہ ہر پیٹو وہاں نہ پہنچ سکے یک جہاں۔ بیل اور گینڈے بھوکے پھرتے ہیں اگر طلسم نہ ہوتا تو وہ چراگاہ کو کھا جاتے۔ اَرج۔ گینڈا۔ من ترا۔ میں تجھے پہلے ہی اِس طلسم کی حقیقت بتانا چاہتی تھی لیکن میں بھول گئی۔ کہ بدم۔ چونکہ میں تیرے غم میں تھی اِس لئے طلسم کی حقیقت بتانا بھول گئی۔

[3] جوعِ کلب۔ جوع البقر وہ بیماری جس میں ہر وقت بھوک لگی رہتی ہے۔ ورنہ یعنی خفا کا آں۔ میں بتا دیتی کہ وہ طلسم خیالی چیز ہے کوئی حقیقی شیر نہیں ہے۔ مشکل۔ یعنی وہی شیر۔ گفت۔ گدھے نے لومڑی سے کہا میں تیری بُری صورت دیکھنا نہیں چاہتا میرے سامنے سے چل جا تجھے خدا نے بدبخت بنایا ہے اور تیرے چہرے کو بھی بےشرم اور سخت بنایا ہے۔

آں خدائے کہ ترا بد بخت کرد — رُوی زشتت را وقیح و سخت کرد
جس خدا نے تجھے بدبخت بنایا ہے — تیری بھدی صورت کو بے شرم اور سخت بنایا ہے

باکدامیں رُوی می آئی بمن — این چنیں سغری ندارد کرگدن[1]
تو کس منہ سے میرے سامنے آ رہی ہے — ایسی بے حیائی گینڈا (بھی) نہیں رکھتا ہو

رُفتۂ در خون و جانم آشکار — کہ ترا من رہبرم تا مرغزار
تو کھلم کھلا میرے خون اور جان کے درپے ہوئی — کہ میں تیری جنگل کے لئے رہبر ہوں

تا بدیدم رُوی عزرائیل را — باز آوردی فن و تسویل را
یہاں تک کہ میں نے ملک الموت کا منہ دیکھ لیا — تو پھر مکاری اور حیلہ لائی ہے

گرچہ من ننگِ خرانم یا خرم — جانورم جاندارم ایں را کے خرم
اگرچہ میں گدھوں کے لئے موجب شرم ہوں یا گدھا ہوں — میں جانور ہوں، میں جاندار ہوں، اس کو میں کب پسند کر سکتا ہوں

آنچہ من دیدم زہولِ بے اماں — طفل دیدے پیر گشتے در زماں
جو میں نے بے پناہ ڈر دیکھا ہے — (اگر) بچہ دیکھ لے تو فوراً بوڑھا ہو جائے

بیدل[2] و جاں از نہیبِ آں شکوہ — سر نگوں خود را در افگندم زکوہ
اس خوف کے ڈر سے بے دل اور بے جان ہو کر — میں نے اپنے آپ کو پہاڑ سے اوندھا گرا لیا

بستہ شد پایم در آندم از نہیب — چوں بدیدم آں عذابِ بے حجیب
اس وقت ڈر سے میرے پاؤں بندھ گئے — جب میں نے کھلم کھلا وہ عذاب دیکھا

عہد کردم باخدا کاے ذوالمنن — بر گشا زیں بستگی تو پای من
میں نے اللہ (تعالیٰ) سے عہد کیا کہ اے احسانوں والے! — اس قید سے میرے پاؤں کھول دے

تا ننوشم وسوسہ کس بعد ازیں — عہد کردم نذر کردم اے مُعیں
تاکہ اس کے بعد میں کسی کے بہکانے میں نہ آؤں گا — اے مددگار! میں نے عہد کر لیا، میں نے منت مان لی

حق[3] گشادہ کرد آندم پای من — زاں دعا و زاری و ہیہاے من
اللہ (تعالیٰ) نے اس وقت میرے پاؤں کھول دئے — میری دعا اور عاجزی اور ہائے ہائے سے

ورنہ اندر من رسیدے شیر نر — چوں بُدے در زیرِ پنجہ شیر خر
ورنہ وہ نر شیر مجھ پر آ پڑا تھا — گدھے کا شیر کے پنجہ میں کیا حال ہوتا؟

باز بفرستادت آں شیر عریں — سوی من از مکر اے بئس القریں
اس کچھار کے شیر نے پھر تجھے بھیجا ہے — مکر سے میری جانب اے بُرے ساتھی!

[1] سغری۔ سخت روئی، بے حیائی۔ کرگدن۔ گینڈا۔ رُفتۂ۔ تو میرے خون اور جان کے درپے تھی۔ تا بدیدم۔ گدھے نے لومڑی سے کہا تو نے ملک الموت کے سامنے لے جا کھڑا کیا۔ تسویل۔ حیلہ سازی۔ کے خرم۔ اگرچہ میں جانور اور گدھا ہوں لیکن ہلاک ہونا کیسے پسند کر سکتا ہوں۔ طفل۔ مصائب سے بچہ بوڑھا بن جاتا ہے۔

[2] بیدل۔ اس شیر کے خوف سے میں نے اپنے آپ کو پہاڑ پر سے اوندھا گرایا۔ بستہ۔ اس خوف سے میرے پاؤں کام نہ دیتے تھے۔ عہد کردم۔ اس وقت میں نے خدا سے عہد کیا تھا کہ اگر میرے پاؤں کھول دے تو میں پھر کسی کے بہکائے میں نہ آؤنگا۔

[3] حق گشادہ۔ اس عہد اور دعا کی برکت سے میرے پاؤں کھل گئے اور میں بھاگا ورنہ شیر دبوچ لیتا اور پھر ظاہر ہے شیر کے پنجہ میں میرا کیا حال ہوتا۔ باز۔ اب مکر کرنے کے لئے شیر نے تجھے دوبارہ بھیجا ہے۔ عریں۔ شیر کی جھاڑی۔ بئس القریں۔ برا ساتھی۔

حقِ ذاتِ پاکِ اللہُ الصَّمَد — کہ بُوَد بہ مارِ بد از یارِ بد[1]
اللہ پاک بے نیاز کی قسم — کہ بُرے ساتھی سے بُرا سانپ بہتر ہوتا ہے

مارِ بد جانے ستاند اے سلیم — یارِ بد آرد سُوئے نارِ جحیم
اے بیوقوف! بُرا سانپ جان لے لیتا ہے — بُرا ساتھی دوزخ کی جانب لاتا ہے

از قرین بیقول و گفت و گوئے او — خُو بدزدد دل نہاں از خُوئے او
ساتھی سے اُس کی گفتگو اور بات کے بغیر — دل خفیہ طور پر عادت اُس کی عادت سے چُرا لیتا ہے

چونکہ اُو افگند بر تو سایہ را — دُزد داں بے مایہ از تو مایہ را
جب وہ تجھ پر سایہ ڈالتا ہے — وہ بے مایہ تیرا سرمایہ چُرا لیتا ہے

عقلِ تو گر اژدہائے گشت مست — یارِ بد اُو را زمرد داں کہ ہست
تیری عقل اگر مست اژدہا ہے — بُرے دوست کو اُس کا زمرد سمجھ

دیدۂ عقلت بدُو بیروں جہد — طعنِ اُو اندر کفِ طاعوں نہد
اُس سے تیری عقل کی آنکھیں باہر نکل پڑینگی — اُس کا نیزہ مارنا تجھے طاعون کے ہاتھ میں دھر دیگا

در جہاں[2] نبُوَد بتر از یارِ بد — دیں مرا عینُ الیقیں گشتست خُود
دنیا میں بُرے دوست سے بدتر کوئی نہیں ہے — یہ میرے لئے خود آنکھوں دیکھی یقینی بات ہوگئی ہے

جواب گفتن روباہ خر را
لومڑی کا گدھے کو جواب دینا

گفت روبہ صافِ ما را درد نیست — لیک تخیلاتِ وہمی خُرد نیست
لومڑی نے کہا ہمارے نیر میں کوئی تلچھٹ نہیں ہے — لیکن وہمی تخیلات (بھی) چھوٹی چیز نہیں ہیں

ایں ہمہ وہمِ تو است اے سادہ دل — ورنہ بر تو نے غشی دارم نہ غل
اے بھولے! یہ سب تیرا وہم ہے — ورنہ میں تجھ سے نہ کھوٹ رکھتی ہوں نہ کینہ

از خیالِ[3] زشتِ خود منگر بمن — بر مُحبّاں از چہ داری سُوئے ظن
اپنے بُرے خیال سے مجھے نہ دیکھ — دوستوں پر تو کیوں بدظنی کرتا ہے!

ظنِ نیکو بر بر اخوانِ صفا — گرچہ آید ظاہر از ایشاں جفا
مخلصوں پر نیک گمان کر — اگرچہ بظاہر اُن سے ظلم سرزد ہو

ایں خیال و وہمِ بد چوں شُد پدید — صد ہزاراں یار را از ہم بُرید
جب یہ بُرے خیال اور وہم ظاہر ہوئے ہیں — لاکھوں دوستوں کو ایک دوسرے سے کاٹ دیا ہے

---

[1] کہ بُوَد۔ شریر ساتھی سے شریر سانپ بھلا، سانپ تو محض مار ڈالتا ہے لیکن بُرا ساتھی تو جہنم میں پہنچا دیتا ہے۔ آزقریں۔ ساتھی کی خو بو انسان میں مخفی طور پر اثر کر جاتی ہے۔ چونکہ او۔ جب بُرے ساتھی کا سایہ پڑتا ہے تو وہ تیرا سارا سرمایہ چُرا لیتا ہے۔ عقل۔ خواہ انسان کتنا ہی عقلمند ہو لیکن بُرے دوست کی صحبت اُس کو اندھا کر دیتی ہے۔

[2] در جہاں۔ دنیا میں بُرے یار سے بُری کوئی چیز نہیں ہے اب تو تیرے مقابلہ کی وجہ سے اس بارے میں مجھے عین الیقین کا مرتبہ حاصل ہوگیا ہے۔ گفت۔ لومڑی نے کہا میری شراب میں کوئی تلچھٹ نہیں یعنی میں صاف اور خطا سے بَری ہوں لیکن وہم بھی کوئی معمولی چیز نہیں صحیح بات کو غلط دکھا دیتا ہے ورنہ مجھ میں کوئی کھوٹ نہیں ہے۔

[3] از خیال۔ وہم کی بنیاد پر دوستوں سے بدظنی مناسب نہیں ہے مخلصوں کے بارے میں بہتر خیال رکھنا چاہئے خواہ اُن سے بظاہر کوئی غلطی بھی سرزد ہو جائے۔ بُرے خیال بدگمانی سے بہت سے دوستیاں ٹوٹ جاتی ہیں۔

مُشفقے[۵۱] کو کرد جَور و امتحاں
جس مہربان نے زیادتی اور امتحان کیا ہو
عقل باید کہ نباشد بدگماں
عقل کو چاہیئے کہ بدگمان نہ ہو

خاصہ من بدرگ نبُودم زِشت قسم
خصوصاً میں بُری قسم کی بدفطرت نہیں ہوں
آنکہ دیدی بد نہ بُد بُود آں طلسم
جو تو نے دیکھا، وہ بُرا نہ تھا وہ طلسم تھا

وَر بُدے بَد آں سگالش قدرا
اگر (بالفرض) والتقدیر وہ خیال بُرا تھا
عفو فرمایند از یاراں خطا
(تو) دوستوں کی غلطی معاف کر دیتے ہیں

عالَمِ[۵۲] وہم و خیال و طمع و بیم
وہم اور خیال اور مزاج اور خوف کی دنیا
ہست رَہرو را یکے سدِّ عظیم
سالک کے لئے ایک بڑی رکاوٹ ہے

نقشہائے ایں خیالِ نقشبند
اس نقش بنانے والے خیال کے نقوش
چوں خلیلے را کہ کُہ بُد شُد گزند
(حضرت ابراہیم) خلیل (اللہ) جیسے کیلئے جو پہاڑ تھے نقصان (دہ ہوئے)

گفت ہٰذا ربّی ابراہیمؑ راد
عقلمند (حضرت) ابراہیمؑ نے کہا یہ میرا رب ہے
چونکہ اندر عالَمِ وہم اُوفتاد
چونکہ وہ وہم کے عالم میں مبتلا ہو گئے

ذکرِ کوکب را چنیں تاویل گفت
ستارے کے بارے میں ایسی تاویل کی
آنکسے کو گوہر تاویل سُفت
اُس ذات نے جس نے تفسیر کے موتی پروئے

عالمِ وَہم و خیالِ چشم بَند
وہم کی دنیا اور آنکھوں کو بند کردینے والے خیال نے
آنچناں کُہ را ز جائے خویش کَند
ایسے پہاڑ کو اپنی جگہ سے ہلا دیا

تا[۵۳] کہ ہٰذا ربّی آمد قالِ اُو
یہاں تک "یہ میرا خدا ہے" اُن کا قول ہوا
خربط[۵۴] و خر را چہ باشد حالِ اُو
احمق اور گدھے کا کیا حال ہوگا؟

غرق گشتہ عقلہائے چوں جبال
پہاڑوں جیسی عقلیں ڈوب گئیں
در بحارِ وہم و گردابِ خیال
وہم کے سمندروں اور خیال کے بھنور میں

عقلِ ثابت ترز کہ را وہم بیں
دیکھ وہم نے بہت جمی ہوئی عقل کو
کہ چہ فرمودست گفتن اے امیں
کیا کہہ دینے کو کہا، اے امین!

کوہہا را ہست زیں طوفاں فضوح
اس طوفان سے پہاڑوں کی رسوائیاں ہیں
کو امانے جز کہ در کشتیِ نوحؑ[۵۵]
نوحؑ کی کشتی کے سوا امن کہاں ہے؟

۵۵ل. حدیث شریف میں حضورؐ نے فرمایا میرے اہلِ بیت کی مثال حضرت نوحؑ کی کشتی کی سی ہے جو اس سے وابستہ ہوا وہ نجات پا جائیگا اور ایک حدیث میں اہلِ بیت کی بجائے لفظ سنت ہے۔

۵۱ مُشفقے۔ دوست آزمائش کیلئے کچھ زیادتی بھی کرتا ہے تو عقلمندی یہی ہے کہ اُس سے بدگمانی نہ کی جائے۔ قدرا، ہم نے اس کا تعلق پہلے مصرع سے قرار دے کر بالفرض التقدیر کے معنی کئے ہیں بعض نسخوں میں "قدر را" ہے تو اُس کا تعلق دوسرے مصرع سے کیا جائے اور یہ معنی کئے جائیں کہ میرے مقدر کی اس غلطی کو معاف کر دیا جائے۔

۵۲ عالَم۔ وہم اور خیال راہرو کے لئے مانع بنتے ہیں ان وہمی خیالات سے حضرت ابراہیمؑ کو بھی تکلیف پہنچی اور انھوں نے وہم کی بنیاد پر ستارے کو کہہ دیا کہ یہ میرا خدا ہے اور پھر اس غلطی کا احساس کرکے اُس سے رجوع کیا۔ ہٰذا ربّی۔ "یہ میرا خدا ہے" مولانا نے حضرت ابراہیمؑ کے اِس قول کی بنیاد اُن کا وہم قرار دیا دوسرے مفسرین کے نزدیک اُن کا یہ قول قوم کو اُن کی غلطی کا احساس دلانے کے لئے تھا۔ وہم کی بنیاد پر عقیدہ کا اظہار نہ تھا۔ تاویل۔ دوسرے مصرع میں تاویل سے صحیفوں کی تفسیر مُراد ہے۔

۵۳ تا کہ۔ حضرت ابراہیمؑ جاکہ نبی تھے وہم میں مبتلا ہو گئے اور چاند کو اپنا خدا کہہ دیا تو بیوقوف اور گدھا وہم کی بنیاد پر کیا کچھ نہ کہدیگا۔ خربط۔ احمق۔ عقلِ ثابت۔ حضرت ابراہیمؑ کی عقل اپنی جگہ قائم تھی لیکن وہم نے غلطی میں مبتلا کر دیا کشتیِ نوح۔ یعنی مُرشد

زیں خیالِ رہزنِ راہِ یقیں — گشت ہفتاد و دو[١] ملت اہلِ دیں

یقین کے راستہ کو ڈاکوؤں کے اس خیال کی وجہ سے — دیندار بہتر فرقے بن گئے

مردِ ایقاں رست از وہم و خیال — موی ابرو را نمی گوید ہلال

صاحبِ یقین وہم اور خیال سے نجات پاتا ہے — وہ ابرو کے بال کو چاند نہیں کہتا ہے

واں کہ را نورِ عمر نبود سند — موی ابروی کجے راہش زند

جس کا سہارا عمر کا نور نہ ہو — ابرو کا ٹیڑھا بال اس کو بھٹکا دیتا ہے

صد ہزاراں کشتیِ با ہول و سہم — تختہ تختہ گشتہ در دریائے وہم

لاکھوں کشتیاں خوف اور ڈر سے — وہم کے دریا میں تختہ تختہ ہو گئی ہیں

کمتریں فرعونِ چستِ فیلسوف — ماہِ او در برجِ وہمی در خسوف

کم از کم فرعون، چالاک اور فلسفی — اس کا چاند وہم کے برج میں گرہن میں ہے

کس نداند روسپی[٢] زن کیست آں — وانکہ داند نیستش بر خود گماں

کوئی نہیں جانتا وہ رنڈی عورت کون ہے؟ — اور جو جانتا ہے اس کو اپنے بارے میں گمان نہیں ہوتا

چوں ترا وہمِ تو دارد خیرہ سر — از چہ گردی گردِ وہمِ آں دگر

جبکہ تیرا وہم، تجھے حیران بنا دیتا ہے — تو دوسرے کے وہم کے کیوں چکر کاٹتا ہے؟

عاجزم من از منیِ خویشتن — چہ نشینی پُر منی تو پیشِ من

میں اپنی خودی سے عاجز ہوں — تو خودی سے بھرا ہوا میرے سامنے کیوں بیٹھتا ہے؟

از منی[٣] و ما ہر کہ ایں در می زند — عاشقِ خویش ست بر لا می تند

جو خودی اور انانیت کیساتھ اس دروازہ کو کھٹکھٹاتا ہو — وہ اپنا عاشق ہے، فنا کا چکر کاٹتا ہے

بے من و مائی ہمی جوئیم بجاں — تا شوم من گوی آں خوش صولجاں

میں (دل و) جان سے بیخود اور بے انانیت والے کو ڈھونڈتا ہوں — تاکہ میں اس اچھے بلے کی گیند بن جاؤں

ہر کہ بے من شد ہمہ منہا خود اوست — یارِ جملہ شد چو خود را نیست دوست

جو بے خود ہو گیا، تمام خودیاں وہ خود ہے — وہ سب کا دوست بن گیا جبکہ اپنا دوست نہیں ہے

آئینہ بے نقش شد یابد بہا — زانکہ شد حاکیِ جملہ نقشہا

وہ بے نقش کا آئینہ بن گیا، قیمت پائے گا — کیونکہ وہ تمام نقشوں کا مظہر بن گیا

ہر کہ۔ جو شخص خودی فنا کر دے اب اس میں اپنی خودی نہیں ہے اس میں مخلوقِ خدا کی خودی ہے اور وہ جملہ خلق اللہ کا دوست ہے۔ آئینہ۔ جب انسان کے دل میں خود اپنا نقش نہیں ہے تو اس دل کی قدر و قیمت ہے اس میں دوسروں کی تصویریں نمایاں ہو سکتی ہیں۔

---

١ ہفتاد و دو۔ امت کے بہتر فرقے اسی وہم کی بنیاد پر بن جائیں گے حدیث شریف ہے کہ میری امت بہتر فرقوں میں بٹ جائے گی جن میں سے ایک نجات پائے گا اور وہ فرقہ ہوگا جو میری اور اصحاب کی سنت پر عمل کرے گا بقیہ اکہتر فرقے جہنمی ہوں گے۔ مردِ ایقاں پہلے ایک قصہ گزرا ہے جس میں بیان کیا گیا تھا کہ ایک صاحب کی ابرو کا بال ٹیڑھا ہوا تھا اور وہ ان کی آنکھ کے سامنے آگیا تھا وہ چاند دیکھنے کی کوشش کر رہے تھے تو انھوں نے اس ابرو کے بال کو چاند سمجھ لیا اور کہنے لگے کہ چاند نظر آ رہا ہے جس کی تفہیم حضرت عمرؓ نے کی اور جب وہ ٹیڑھا ہوا بال ہٹا دیا گیا تو وہ چاند غائب ہو گیا۔ کمتریں دنیا کے اور واقعات سے قطع نظر فرعون ہی کو دیکھو اس نے وہم کی بنیاد پر کیا دعویٰ کر دیا۔

٢ روسپی زن۔ یعنی وہ دیوث جس کی بیوی زانیہ ہے وہ بیوی کو زانیہ نہیں سمجھتا ہے اور اگر سمجھتا بھی ہے تو اپنے آپ کو دیوث نہیں سمجھتا یہ بھی سب وہم کی کارفرمائی ہے۔ چوں جب انسان کیلئے اپنے وہم کا علاج بھی مشکل ہے تو دوسرے کے وہم کا کیا علاج کر سکتا ہے۔ عاجزم جبکہ انسان خود خودی میں مبتلا ہو تو دوسرے کی خودی کا علاج نہیں کر سکتا۔

٣ از من۔ جو انسان خودی میں مبتلا ہے وہ تو خود اپنا عاشق ہے اس کو مقام فنا حاصل نہیں ہو سکتا۔ بے من۔ ایسے شیخ کی تلاش کرنی ضروری ہے جو انانیت اور خودی کو فنا کر چکا ہو پھر اس کی اطاعت ضروری ہو

حکایتِ[۱] شیخ محمدؐ سررزی غزنوی قدس اللہ روحہ العزیز

شیخ محمد سررزی غزنوی کی حکایت خدا اُن کی معزز روح کو پاک کرے

زاہدے در غزنی از دانش مزی
غزنی میں ایک زاہد عقل سے پروردہ
بد محمدؐ نام و کنیت سررزی
نام محمد اور کنیت سررزی تھی

بود افطارش سرِ رز ہر شبے
ہر شام کو اُن کا افطار انگور کی کونپل تھی
ہفت سال او دائم اندر مطلبے
سات سال وہ ہمیشہ (حصول) مقصد میں تھے

بس عجائب دید از شاہِ وجود
موجودات کے شاہ کے انھوں نے بہت سے عجائب دیکھے
لیک مقصودش جمالِ شاہ بود
لیکن اُن کا مقصد شاہ کا جمال تھا

بر سرِ کُہ رفت آں از خویش[۲] سیر
وہ اپنے آپ سے بیزار ہو کر پہاڑ کی چوٹی پر گئے
گفت بنما یا فتادم من بزیر
عرض کیا دکھادے، ورنہ میں نیچے کو دوں گا

گفت نامد نوبتِ آں مکرمت
فرمایا اُس اعزاز کا موقع نہیں آیا ہے
ور فرو افتی نمیری نکشمت
اگر تم نیچے گرو گے، نہ مرو گے میں تمہیں ماروں گا

او فرو افگند خود را از وداد
انھوں نے عشق میں اپنے آپ کو نیچے پھینک دیا
درمیانِ عمقِ آبے او فتاد
ایک پانی کی گہرائی میں جا پڑے

چوں نمرد از نکس آنجاں سیر مرد
جب اوندھا گرنے سے نہ مرے وہ جان سے بیزار آدمی
از فراقِ مرگ بر خود نوحہ کرد
اپنی موت کے فراق پر رونے لگے

کایں[۳] حیات او را چو مرگے مینمود
کیونکہ یہ زندگی اُن کو موت کی طرح نظر آتی تھی
کار پیشش باژگونہ گشتہ بود
معاملہ اُن کے لئے اُلٹا ہو گیا تھا

موت را از غیب می کرد او گدے
موت کی وہ غیب سے بھیک مانگتے تھے
اِنّ فی موتی حیاتی میزدے
بیشک میری موت میں میری زندگی ہے کا نعرہ لگاتے تھے

موت را چوں زندگی قابل شدہ
موت کو زندگی کی طرح قبول کرنیوالے بن گئے تھے
با ہلاکِ جانِ خود یک دل شدہ
اپنی جان کی ہلاکت پر مطمئن ہو گئے تھے

سیف و خنجر چوں علیؓ ریحانِ او
(حضرت) علیؓ کی طرح تلوار اور خنجر اُنکا ریحان تھا
نرگس و نسریں عدوِّ جانِ او
نرگس اور نسرین اُن کی جان کے دشمن تھے

۱ حکایت۔ جزکہ پہلے ایسے شیخ کی ضرورت کا اظہار کیا تھا جس میں خودی اور انانیت نہ ہو اِس کے مناسب محمد سررزی غزنوی رہ کا ذکر کیا ہے جو اِس صفت کے ساتھ موصوف تھے۔ سررزی۔ سرِ رز انگور کی بیل کی کونپل چونکہ یہ روزہ اُسی سے افطار کرتے تھے اسلئے اُن کا لقب سررزی پڑگیا تھا۔ غزنی۔ غزنی کا رہنے والا غزنی اور غزنین بھی شہر ہے جس میں سلطان محمود غزنوی پیدا ہوئے تھے۔ مطلبے۔ یعنی وصول الی اللہ شاہِ وجود۔ اللہ تعالیٰ۔ جمال یعنی اُن کا مقصد عجائب دیکھنا نہ تھا بلکہ دیدار خداوندی تھا۔

۲ خویش سیر۔ یعنی اُن کا بغیر دیدارِ خداوندی کے زندگی سے دل بھر گیا تھا اور زندہ رہنا نہ چاہتے تھے۔ گفت۔ دیدارِ جمال کی درخواست پر اُن کو جواب ملا ابھی تمہیں وہ مقام حاصل نہیں ہے جس میں دیدار ہو سکے۔ ور۔ اگر تم پہاڑ سے گرا کر بھی اپنے آپ کو ہلاک کرنے کی کوشش کرو گے تو تمہیں مرنے نہ دیا جائے گا اور گرنے سے تمہارا بدن شکستہ نہ ہوگا۔ درمیان۔ وہ پہاڑ سے کودے تو پانی میں جا گرے۔ نکس۔ اوندھا۔ از فراق۔ چونکہ اُن کا زندگی سے دل بھر چکا تھا اور اوندھا گرنے سے بھی نہ مرے تو رونے لگے

۳ کایں۔ لوگوں کو زندگی عزیز ہے اُن کے لئے اُلٹی بات ہو گئی اُن کو اپنی موت پیاری تھی۔ موت۔ وہ موت کی تمنا کرتے تھے اسلئے کہ اُن کو یقین تھا کہ موت کے بعد دیدارِ جمال ہو جائے گا۔ یک دل شدہ۔ یعنی وہ مطمئن تھے۔ چوں علیؓ۔ پہلے مولانا بیان کر چکے ہیں کہ حضرت علیؓ کے لئے اسبابِ موت دنیا کی لذتوں سے زیادہ پیارے تھے۔

۱۸

بانگ[۱] آمد روز صحرا سوئے شہر — بانگِ طرفہ از ورائے سِرّ و جہر

آواز آئی، جنگل سے شہر کی جانب جاؤ — عجیب آواز آہستہ اور زور کی آواز کے علاوہ

گفت اے دانائے رازم مُو بمُو — چہ کُنم در شہر از خدمت بگو

عرض کیا، اے میرے تمام رازوں کے جاننے والے! — شہر میں کیا خدمت کروں؟ فرمائیے

گفت خدمت آنکہ بہرِ ذُلِّ نفس — خویشتن سازی تو چوں عبّاسِ دِبس

فرمایا خدمت یہ ہے کہ نفس کو ذلیل کرنے کیلئے — تو اپنے آپ کو عباس دبس کی طرح بنالے

مُدّتے از اغنیا زر می ستاں — پس بدرویشانِ مسکیں می رساں

ایک مدت تک، مالداروں سے روپے لے — پھر مسکین درویشوں کو پہنچا

خدمتت اینست تا یکچند گاہ — گفت[۲] سمعاً طاعۃً اے جاں پناہ

ایک وقت تک تیری یہی خدمت ہے — عرض کیا، اے جاں پناہ! میں نے سنا، قبول کیا

بس سوال و بس جواب و ماجرا — بُد میانِ زاہد و ربّ الوریٰ

بہت سے سوال، بہت سے جواب اور قصہ — زاہد اور مخلوق کے رب کے درمیان ہوا

کہ زمین و آسماں پُر نور شُد — در مقالات آں ہمہ مذکور شُد

کہ زمین اور آسمان نور سے بھر گئے — "مقالات" میں وہ سب مذکور ہیں

لیک کوتہ کردم آں گفتار را — تا ننوشد ہر خسے اسرار را

لیکن میں نے وہ گفتگو مختصر کردی — تاکہ ہر کمینہ اسرار کو نہ سنے

آمدنِ شیخ بعد از چندیں سال از بیاباں بشہرِ غزنین و زنبیل[۳] گردانیدن باشارتِ غیبی و تفرقہ کردن آنچہ جمع آمدہ بر فقراء[۵]

شیخ کا بہت سے سالوں کے بعد جنگل سے غزنی میں آنا اور غیبی اشارے سے جھولی گھمانا اور جو کچھ جمع ہوتا اُس کو فقراء میں تقسیم کردینا

ہر کرا جاں زعزِّ لبّیک ست — نامہ بر نامہ پیک بر پیک ست

جس شخص کی جان لبیک کی عزت سے وابستہ ہے — (اُس کیلئے) خط پر خط اور قاصد پر قاصد ہے

---

[۱] بانگ۔ چونکہ خدا نے اُنکو اُس مرتبہ پر پہنچا نا تھا جس میں دیدارِ جمال ہو تو غیبی آواز نے اُن کو ہدایت کی کہ وہ شہر میں جائیں زنبیل گردانی کریں اور بھیک مانگیں۔ گفت۔ ان بزرگ نے سوال کیا کہ شہر میں جا کر کیا کروں تو جواب ملا اپنے آپ کو عبّاس دِبس بنالو.... عبّاس دِبس۔ یہ ایک بھکاری تھا جو طرح طرح کے حیلوں سے گداگری کرتا تھا کبھی مجمع کو رُلا دیتا تھا کبھی ہنسا دیتا تھا اور مختلف طریقوں سے بھیک مانگتا تھا "جامع الحکایات" میں اس کے قصے مذکور ہیں بعض لوگوں نے اس گداگر کا نام عبّاس دوس لکھا ہے اور کہا ہے کہ یہ دوس قبیلہ کا تھا۔

[۲] گفت۔ اُن بزرگ نے عرض کیا کہ اس حکم کو بجا لاؤں گا۔ کہ زمین۔ اُس بزرگ اور اللہ تعالیٰ کی وہ باتیں ہوئیں جن سے آسمان اور زمین منور ہو گئے۔ مقالات۔ یہ کتاب کا نام ہے جس میں شیخ محمد سَر رزی کے قصے مذکور ہیں بعض لوگوں نے اس کو مولانا روم کی تصنیف قرار دیا ہے۔

[۳] زنبیل گردانیدن۔ مجھے قونیہ میں معلوم ہوا تھا کہ مولویہ فرقہ میں یہ ریاضت اب بھی باقی ہے اِن کو شیخ کسی کو اپنے حلقہ میں جب داخل کرتا ہے تو مختلف ریاضتیں کراتا ہے اور اُس میں یہ ریاضت بھی داخل ہے کہ اُس مرید کو چالیس روز گداگری کرنی پڑتی ہے۔ تفرقہ۔ تقسیم۔ ہر کرا۔ یہ شعر الٰہی نامہ کا ہے۔

رُو[1] بشہر آورد آں فرماں پذیر — شہر غزنیں گشت از رُویش مُنیر

اُس حکم ماننے والے نے شہر کا رُخ کیا — غزنی شہر اُن کے چہرے سے منوّر ہوگیا

از فرح خلقے باستقبال رفت — اُو در آمد از رہِ دُزدیدہ تفت

مخلوق خوشی سے استقبال کیلئے روانہ ہوئی — وہ جلدی چور راستہ سے اندر آگئے

جملہ اعیان و مہاں برخاستند — قصرہا از بہرِ اُو آراستند

سب بڑے اور سردار کھڑے ہوگئے — اُن کی وجہ سے مکانات کو آراستہ کیا

گفت[2] من از خود نمائی نامدم — جُز بخواری و گدائی نامدم

اُنھوں نے کہا میں خود نمائی کے لئے نہیں آیا ہوں — ذلّت اور بھکاری پن کے سوا کے لئے نہیں آیا ہوں

نیستم در عزمِ قال و قیل من — در بدر گردم بکف زنبیل من

میں بات چیت کے ارادہ میں نہیں ہوں — میں ہاتھ میں جھولی لے کر دربدر گھوموں گا

بندہ فرمانم کہ اَمرست از خدا — کہ گدا باشم گدا باشم گدا

میں حکم کا غلام ہوں، کیونکہ خدا کا حکم ہے — میں بھکاری بنوں، میں بھکاری بنوں، بھکاری

در گدائی لفظ نادر ناورم — جُز طریقِ خس گدایاں نسپرم

میں بھکاری پن میں نیا لفظ نہ لاؤں گا — کمینہ فقیروں کے سوا طریقہ نہ اختیار کروں گا

تا شوم غرقِ مذلّت من تمام — تا سقطہا بشنوم از خاص و عام

تاکہ میں پوری طرح ذلّت میں ڈوب جاؤں — تاکہ خاص و عام سے بُرا بھلا سُنوں

اَمرِ[3] حق جانست من آں را تبع — اُو طمع فرمود و ذُلّ مَن قنع

خدا کا حکم جان ہے، میں اُس کے تابع ہوں — اُس نے لالچ کا حکم دیا اور جس نے قناعت کی وہ ذلیل ہوا

چوں طمع خواہد ز من سلطانِ دیں — خاک بر فرقِ قناعت بعد ازیں

جبکہ دین کا شاہ مجھ سے طمع چاہتا ہے — اس کے بعد قناعت کے سر پر دُھول

اُو مذلّت خواست کے عزّت تنم — اُو گدائی خواست کے میری کنم

اُس نے ذلّت چاہی، میں کب عزّت کے درپے ہونگا! — اُس نے بھکاری پن چاہا، میں کب امیری کروں گا؟

بعد ازیں کدیہ و مذلّت جانِ من — بیست عبّاس اندر انبانِ من

اس کے بعد بھیک اور ذلّت میری جان ہے — میری جھولی میں بیس عبّاس ہیں

شیخ بر میگشت و زنبیلے بدست — شیئ للہ خواجہ توفیقیت ہست

شیخ گھومتے تھے اور جھولی ہاتھ میں — اے خواجہ ہا! اگر تجھے کچھ توفیق ہے تو کوئی چیز خدا کے لئے دے

---

[1] رُو بشہر۔ اِن غیبی اشارے کے بعد محمد سرزری غزنی میں پہنچے لوگوں نے اُنکے استقبال کے لئے شہر کو سجایا لیکن وہ بغیر اطلاع خفیہ راستے سے شہر میں داخل ہوگئے اور اپنے لئے اس اعزاز کو پسند نہ کیا۔

[2] گفت۔ خفیہ طور پر غزنی میں پہنچنے کے بعد اُنھوں نے لوگوں سے کہا میں غزنی میں خود نمائی کے لئے نہیں آیا ہوں میں تو اپنے آپ کو ذلیل کرنے اور بھیک مانگنے کے لئے آیا ہوں۔ زنبیل۔ کاسۂ گدائی، کشکول۔ تنگدائی۔ بھیک بھی عام فقیروں کی طرح مانگوں گا تاکہ اچھی طرح ذلیل ہوں اور لوگوں سے بُرا بھلا سُنوں۔

[3] اَمرِ حق۔ خدا جب لالچ اور طمع کا حکم دے تو پھر قناعت ذلّت ہے اور ذلّت میں عزّت ہے۔ اُو ذلّت جب خدا کسی سے ذلّت کا طالب ہو تو طالب خدا عزّت کو پسند نہیں کرتا ہے۔ بیست۔ یعنی میں عبّاس دبس بھی ہیں گنا بھکاری بنوں گا شیئ للہ۔ فقیروں کی صدا ہوتی ہے اگر توفیق ہے تو کچھ خدا کے لئے دو۔

برترِ[1] از کرسی و عرش اسرارِ او — شَیْئًا لله شَیْئًا لله کارِ او
ان کے باطنی احوال کرسی و عرش سے برتر تھے — کچھ خدا کے لئے، کچھ خدا کیلئے اُن کا کام تھا

انبیا ہر یک ہمیں فن میزنند — خلق مُفلس گدیہ ایشاں میکنند
ہر ایک نبی اسی طرح نعرہ لگاتا ہے — مخلوق مُفلس ہے، اُن سے بھیک مانگتے ہیں

اَقْرِضُوا اللهَ اَقْرِضُوا اللهَ میزنند — باژگوں بر اُنْصُرُوا اللهَ می تنند
اللہ کو قرض دو، اللہ کو قرض دو، کہتے ہیں — اُلٹا — اللہ کی مدد کرو، پر عمل کرتے ہیں

دربدر ایں شیخ می آرد نیاز — بر فلک صد در برائے شیخ باز
یہ شیخ در بدر عاجزی کرتے ہیں — شیخ کیلئے آسمان پر سینکڑوں دروازے کھلے ہوئے ہیں

آں[2] گدائی کہ بجد میکرد او — بہرِ یزداں بود نے بہرِ گلو
وہ بھکاری پن جو وہ کوشش سے کر رہے تھے — خدا کے لئے تھا نہ کہ حلق کے لئے

ور بکردے نیز از بہرِ گلو — آں گلو از نورِ حق دارد غلو
اگر وہ حلق کے لئے بھی کرتے — وہ حلق خدا کے لئے نور سے پُر تھا

در حقِ او خوردِ نان و شہد و شیر — بہ ز چلّہ وز سہ روزہ صد فقیر
اُن کیلئے روٹی اور شہد اور دودھ کی خوراک — سینکڑوں فقیروں کے چلّہ اور سہ روزہ سے بہتر تھی

نور مینوشد مگو ناں می خورد — لالہ میکارد بصورت می چرد
نور پی رہے ہیں، حلق روٹی کھا رہا ہے — لالہ بو رہے ہیں بظاہر چر رہے ہیں

چوں[3] شرارے کو خورد روغن ز شمع — نور افزاید ز خوردش بہرِ جمع
جیسا کہ وہ آگ جو شمع کا روغن کھا رہی ہے — اس کے کھانے سے لوگوں کیلئے نور بڑھتا ہے

نان خورے را گفت حق لَا تُسْرِفُوا — نور خوردن را نگفتست اِکْتَفُوا
اللہ تعالیٰ نے روٹی کھانے والے کیلئے فرمایا اسراف نہ کرو — نور کھانے کے لئے، بس کرو، نہیں فرمایا

ایں گلوئے ابتلا بُد ویں گلو — فارغ از اسراف و ایمن از غلو
یہ حلق آزمائش تھا اور یہ حلق — اسراف سے بے نیاز ہے اور غلو سے محفوظ ہے

امر و فرماں بود نے حرص و طمع — آنچناں جان حرص را نبود تبع
حکم اور فرمان تھا نہ کہ لالچ اور طمع — ایسی جان حرص کے تابع نہیں ہوتی ہے

اور جس قدر چاہیں کھائیں۔ ایں گلو۔ عام انسان کا حلق اُس کے لئے ابتلا کا سبب ہے۔ اور شیخ کا کھانا پینا امر خداوندی ہے حرص اور لالچ پر مبنی نہیں ہے۔

١ برتر۔ شیخ کا مقام عرش و کرسی سے بلند تھا لیکن انھوں نے بھکاری پن اختیار کر لیا۔ انبیاء۔ انبیاء کا بھی طریقِ کار یہی ہے کہ باوجود ہر قسم کے غنیٰ کے مُفلس مخلوق سے بھیک مانگتے ہیں۔ اقرضوا۔ انبیاء کہتے ہیں کہ خدا کو قرض دو اور اللہ کی مدد کرو حالانکہ مخلوق خود قرض اور مدد کی محتاج ہے۔ دربدر۔ شیخ دربدر سلسلے پھرتے تھے حالانکہ آسمان کے سینکڑوں دروازے اُن کے لئے کھلے ہوئے تھے۔

٢ آن گدائی۔ شیخ کا یہ بھکاری پن اپنے لئے نہ تھا خدا کے حکم کے مطابق تھا اور اگر وہ اپنے لئے بھی کرتے تو وہ اُس مقام پر پہنچ چکے تھے کہ اُن کا کھانا پینا اُن کے لئے نور بنتا تھا اور اُن کے لئے دنیا کی لذّتیں دوسرے سالکوں کے مجاہدوں سے بہتر تھیں۔ سہ روزہ۔ تین دن کا صومِ وصال۔ نور۔ ایسے بزرگ کھانا کھاتے ہیں تو وہ نور بن جاتا ہے۔

٣ چوں۔ بزرگ کے لئے دنیا کی لذّتیں بھی دوسروں کے لئے باعثِ افادہ بنتی ہیں جس طرح آگ موم بتی کو کھاتی ہے تو دوسروں کو نور حاصل ہوتا ہے۔ نان خورے۔ جن کی غذائیں محض بدنی ہیں ان کے لئے قرآن کا حکم ہے کُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا کھاؤ اور پیو لیکن حد سے تجاوز نہ کرو لیکن جن کی غذا نور بنتی ہے اُنکو اِکْتَفُوا یعنی کفایت کرنے کا حکم نہیں ہے وہ جو چاہیں

گر[1] بگوید کیمیا مس را بدہ … تو مَن خود را طمع نبوَد فرہ
اگر کیمیا تانبے سے کہے کر دے … تو اپنے آپ کو مجھے، (تو یہ) زیادتی اور لالچ ہوگا

آں گدائی کہ بجد میکرد اُو … بوُد از آثار حِکمتہائے ہُو
وہ بھکاری پن جو وہ کوشش سے کر رہے تھے … وہ اللہ کی حکمتوں کا نتیجہ تھا

گنجہائے خاک تا ہفتم طبق … عرضہ کردہ بُود پیشِ شیخ حق
زمین کے خزانے ساتویں طبقہ تک … اللہ (تعالیٰ) نے شیخ کے سامنے پیش کردیئے تھے

شیخ گفتا خالقا مَن عاشقم … ور بجویم غیرِ تو مَن فاسقم
شیخ نے کہا، اے خالق! میں تو عاشق ہوں … اگر میں تیرے غیر کی جستجو کروں تو میں فاسق ہوں

ہشت جنّت گر در آرم در نظر … ور کُنم خدمت مَن از خوفِ سقر
اگر میں آٹھوں جنّتوں کو نظر میں لاؤں … اگر میں دوزخ کے ڈر سے عبادت کروں

مؤمنے باشم سلامت جوئے من … زانکہ ایں ہر دو بُود حظ بدن
میں سلامتی کا طالب ہوں، ایک مومن بنوں گا … کیونکہ یہ دونوں چیزیں بدن کا حصہ ہیں

عاشقے[2] کز عشقِ یزداں خورد قوت … صد بدن پیشش نیرزد ترہ توت
وہ عاشق جس نے خدا کے عشق کی روزی کھالی … اُسکے آگے سینکڑوں بدن، شہتوت کے پتے کی قیمت نہیں رکھتے ہیں

ویں بدن کہ دارد آں شیخِ فطن … چیزِ دیگر گشت کم خوانش بدن
وہ سمجھدار شیخ جو یہ بدن رکھتے ہیں … وہ دوسری چیز بن گیا اُس کو بدن نہ کہہ

عاشقِ عشقِ خدا وانگاہ مزد … جبرئیلِ مؤتمن آنگاہ دُزد
عشقِ خدا کا عاشق اور پھر مزدوری … امانتدار جبرئیلؑ اور پھر چور

عاشقِ[3] آں لیلیِ کور و کبود … مُلکِ عالم پیشِ اُو یک ترہ بود
اندھی، نیلی، لیلیٰ کا عاشق … دنیا کی سلطنت اس کے سامنے ایک پتہ تھی

پیشِ اُو یکساں شدہ بُد خاک و زر … زر چہ باشد کہ نہ بُد جاں را خطر
اُس کے لئے مٹی اور سونا یکساں ہوگیا تھا … سونا کیا ہوتا ہے، اُس کو جان کا خطرہ نہ تھا

شیر و گرگ و دداز و واقف شدہ … ہمچو خویشاں گردِ اُو گرد آمدہ
شیر اور بھیڑیا اور درندہ اُس سے واقف ہوگیا تھا … اپنوں کی طرح اُسکے چاروں طرف جمع ہوگئے تھے

سونے اور مٹی میں فرق نہ تھا، نہ اُس کو جان کا خطرہ تھا۔ شیر۔ مجنوں جنگلوں میں پھرتا تھا اور اُس کے چاروں طرف ہر قسم کے درندے ہوتے تھے۔

[1] گر بگوید۔ اگر کیمیا تانبے کو کہے تو اُس میں تانبے ہی کا فائدہ ہے۔ آں گدائی۔ شیخ جو بھیک مانگ رہے تھے اُس میں خدائی حکمتیں پنہاں تھیں۔ گنجہا۔ خدا نے شیخ کے سامنے زمین کے سارے خزانے پیش کردیئے تھے، لیکن شیخ نے عرض کردیا تھا کہ اگر میں زر کا طالب بنوں تو عاشق نہیں بلکہ فاسق ہوں۔ ہشت۔ اگر کوئی جنّت کے شوق یا دوزخ کے ڈر سے عبادت کرتا ہے تو وہ مومن تو ہے عاشق نہیں ہے کیونکہ دوزخ اور جنّت کا تعلق بدن سے ہے۔

[2] عاشقے۔ جس عاشق نے خدا کے عشق کی روزی کھالی اُس کے لئے بدن ہیچ ہوجاتا ہے اور جنّت و دوزخ کا تعلق بدن سے ہے لہٰذا وہ نہ جنّت کی تمنا کرتا ہے اور اُس سے دوزخ کا خوف عبادت کراتا ہے۔ ویں بدن۔ شیخ کا بدن، بدن تو تھا لیکن اُس میں جسمانی صفات نہ تھے۔ عاشق۔ عشق مزدوری نہیں چاہتا ہے جنّت اور دوزخ عبادت کی مزدوری ہے جس طرح جبرئیلؑ امین سے چوری کا تصور نہیں ہوسکتا اسی طرح عاشق سے مزدوری کی خواہش کا تصور غلط ہے۔

[3] عاشق۔ عاشقِ خدا تو بڑی چیز ہے لیلیٰ کے عاشق کے لئے بھی دنیا کی سلطنت ہیچ تھی مجنوں کے نزدیک

کاین[1] شُدست از خوئ حیواں پاک پاک

کہ یہ حیوان کی خصلت سے بہت پاک ہو گیا ہے

پُر ز عشق و لحم و شحمش زہر ناک

عشق اور زہریلے گوشت اور چربی سے پُر ہے

زہر دَد باشد شکر ریزِ خرد

عقل کا شکر کا نچھاور، درندہ کا زہر ہوتا ہے

زانکہ نیکِ نیک باشد ضدِ بد

کیونکہ اچھا نیک، بد کی ضد ہوتا ہے

لحمِ عاشق را نیارد خورد دَد

درندہ، عاشق کا گوشت نہیں کھا سکتا

عشق معروفست پیشِ نیک و بد

ہر نیک و بد کے لئے عشق پہچانی ہوئی چیز ہے

وَر خورد فی المثل دام و دَدش

بالفرض اگر اُس کو جانور اور درندہ کھالے

لحمِ عاشق زہر گردد بکشدش

عاشق کا گوشت زہر بن جائے، اُسکو ہلاک کردے

ہر چہ جز عشق ست شُد ماکولِ عشق

جو عشق کے سوا ہے، وہ عشق کی غذا ہے

دو جہاں یکدانہ پیشِ نولِ عشق

عشق کی چونچ کے لئے دونوں جہان ایک دانہ ہیں

دانہ مر مرغ را ہرگز خورد

دانہ مرغ کو کبھی کھاتا ہے!

کاہداں[2] مر اسپ را ہرگز چرد

آخور کبھی گھوڑے کو کھاتا ہے!

بندگی کن تا شوی عاشق لَعَل

عبادت کر تاکہ تو شاید عاشق بن جائے

بندگی کسب ست آید در عمل

عبادت کسب ہے، عمل میں آجاتی ہے

بندہ آزادی طمع دارد زجد

بندہ قسمت سے آزادی کا لالچ رکھتا ہے

عاشق آزادی نخواہد تا ابد

عاشق کبھی آزادی نہیں چاہتا

بندہ دائم خلعت و ادرار جُوست

بندہ ہمیشہ خلعت اور انعام کا جویاں ہے

خلعتِ عاشق ہمہ دیدارِ اوست

عاشق کی سب خلعت اُس کا دیدار ہے

در[3] نگنجد عشق در گفت و شنید

عشق کہنے اور سُننے میں نہیں سماتا

عشق دریائیست قعرش ناپدید

عشق وہ دریا ہے، جس کی گہرائی معلوم نہیں ہے

قطرہ ہائے بحر را نتواں شمرد

سمندر کے قطروں کو شمار نہیں کیا جا سکتا

ہفت دریا پیشِ آں بحرست خُرد

اُس سمندر کے سامنے ساتوں دریا چھوٹے ہیں

ایں سخن پایاں ندارد اے فلاں

اے فلاں! اِس بات کا خاتمہ نہیں ہے

بازرو در قصۂ شیخِ زماں

شیخِ زمانہ کے قصہ کی طرف واپس چل

در معنیِ لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْأَفْلَاكَ

اگر آپ نہ ہوتے تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا کے معنی

[1] کاین۔ مجنوں میں حیوانی صفات ختم ہوگئی تھیں اور ملکوتیت پیدا ہوگئی تھی اُس کا گوشت و پوست عشق سے زہرناک ہوگیا تھا۔ زہر عشق عقل کے لئے شکر کا نچھاور ہے اور درندوں کے لئے زہر۔ شکر ریز۔ وہ شکر جو دلہن پر نچھاور کی جاتی تھی۔ لحم عاشق۔ عاشق کا گوشت عشق سے زہریلا ہوجاتا ہے اگر درندہ اس کو کھالے تو مرجاتا ہے ہر چہ۔ ہر چیز عشق کی خوراک ہے۔ دو جہان اس کے لئے ایک دانہ ہے دانہ پرند کو نہیں کھاتا پرند دانہ کو کھاتا ہے۔

[2] کاہداں۔ گھوڑا آخور کی گھاس کھاتا ہے آخور گھوڑے کو نہیں کھاتا۔ بندگی۔ عبادت کسبی چیز ہے عمل میں آسکتی ہے عشق محض عطائے خداوندی ہے۔ بندہ۔ عبادت گذار آزادی چاہتا ہے، عاشق گرفتاری چاہتا ہے، عبادت گذار انعام کا خواہاں ہے عاشق صرف دیدار کا طالب ہے

[3] در نگنجد۔ عشق کی حقیقت ناقابلِ بیان ہے وہ دریائے ناپیدا کنار ہے۔ قطرہ۔ سمندر کے قطرے شمار کرنا ناممکن ہے دریائے عشق تو وہ دریا ہے کہ اُسکے بالمقابل دنیا کے ساتوں سمندر ایک چھوٹا سمندر ہیں اُس کی باتیں کس طرح بیان ہوسکتی ہیں۔ شیخ زمان۔ شیخ محمد سرزری۔

شُد چنیں[۱] شیخے گدائے کُو بکُو
ایسے شیخ، گلی گلی کے بھکاری بن گئے

عِشق آمد لااُبالی اِتّقُوا
عشق، لا پروا ہے، بچو

عشق جوشد بحر را مانندِ دیگ
عشق، سمندر کو دیگ کی طرح کھولا دیتا ہے

عشق ساید کوہ را مانندِ ریگ
عشق پہاڑ کو ریت کی طرح پیس دیتا ہے

عشق بشگافد فلک را صد شگاف
عشق آسمان میں سو شگاف ڈال دیتا ہے

عشق لرزاند زمیں را از گزاف
عشق، زمین کو آسانی سے لرزا دیتا ہے

با محمدؐ[۲] بُود عشقِ پاک جُفت
پاک عشق، محمدؐ کا ساتھی تھا

بہرِ عشق اُو را خدا لولاک گفت
عشق کی وجہ سے خدا نے آپ کے بارے میں لولاک فرمایا

مُنتہی در عشق چوں اُو بُود فرد
عشق میں چونکہ وہ منتہی اور یکتا تھے

پس مر اُو را ز انبیاء تخصیص کرد
تو انبیاء میں سے اُن کو مخصوص کر لیا

گر نبُودے بہرِ عشقِ پاک را
اگر آپ پاک عشق کے لئے نہ ہوتے

کے وجودے دادمے افلاک را
تو میں آسمانوں کو وجود کب عطا کرتا؟

مَن بداں افراشتم چرخِ سَنی
میں نے اونچے آسمان کو اسی لئے بلند کیا

تا عُلُوِ عشق را فہمی کُنی
تاکہ آپ عشق کی بلندیوں کو سمجھ لیں

مَنفعتہائے دگر آید ز چرخ
آسمان کے دوسرے فوائد (بھی) ہیں

آں چو بیضہ تابع آید ایں چو فرخ
وہ انڈے کی طرح تابع ہیں، یہ مرغی کے بچے کی طرح ہیں

خاک[۳] را مَن خار کردم یکسری
میں نے مٹی کو بالکل مٹی بنایا

تا ز ذُلِّ عاشقاں بوئے بَری
تاکہ آپ عاشقوں کی ذلت کا پتہ لگائیں

خاک را دادیم سبزی و نوی
مٹی کو ہم نے تازگی اور سبزی بخشی

تا ز تبدیلِ فقیر آگہ شوی
تاکہ آپ فقیر کی تبدیلی سے آگاہ ہو جائیں!

با تو گویند ایں جبالِ راسیات
یہ جمے ہوئے پہاڑ آپ کو بتاتے ہیں

وصفِ حالِ عاشقاں اندر ثبات
عاشقوں کی حالت جماؤ میں

گرچہ آں معنیست نے ایں نقش اے پسر
اے بیٹا! اگرچہ وہ معنی ہیں اور یہ صورت ہے

تا بفہمِ تو کُند نزدیک تر
تاکہ (یہ تشبیہ) تیری سمجھ کے زیادہ قریب کر دے

لہ شد چنیں۔ اس قدر بزرگ شیخ اور عشق اس سے گداگری کرا رہا ہے عشق لااُبالی جو چاہے کراتا ہے اس سے ڈرتے رہو۔ عشق۔ عشق کے کارنامے یہ ہیں کہ وہ سمندر کو دیگ کی طرح اُبال دیتا ہے پہاڑ کو ریت کی طرح پیس دیتا ہے عشق آسمان میں شگاف کر دیتا ہے زمین کو لرزا دیتا ہے۔

لہ با محمدؐ۔ عشق کی عظمت یہ بھی ہے کہ وہ آنحضورؐ کو لگا تو خدا نے اُنکے بارے میں فرمایا کہ اگر تو نہ ہوتا تو میں آسمانوں کو نہ پیدا کرتا۔ منتہی۔ اور انبیاء میں بھی عشق تھا لیکن آنحضورؐ میں بدرجۂ اتم تھا۔ من بداں۔ آسمان کی بلندی عشق کی بلندی سمجھانے کے لئے ہے۔۔۔ منفعتہای۔ آسمان کی بلندی میں اصل منفعت یہی ہے منفعتوں کی مثال انڈے کی اور اس منفعت کی مثال چوزے کی سی ہے جو اصل ہے۔

لہ خاک۔ زمین اور مٹی پیدا کرنے کی منفعت یہ ہے کہ عاشقوں کی ذلت کو اس سے سمجھ لو۔ خاک زمین خشک ہوتی ہے پھر اس میں سبزہ زار اُگ جاتا ہے اس سے عاشقوں کی تبدیلی کو سمجھ لو۔ با تو۔ پہاڑوں کا جماؤ عاشقوں کا جماؤ سمجھانے کے لئے ہے۔ گرچہ۔ عشق ایک معنوی چیز ہے اور اُس کی صفات کی اِن چیزوں سے تشبیہ محض سمجھانے کے لئے ہے۔

غصہ را با خار تشبیہے کنند ۔۔۔ آں نباشد لیک تنبیہے کنند
غصہ کو کانٹے سے تشبیہ دیتے ہیں ۔۔۔ وہ وہ نہیں ہوتا لیکن تنبیہ کرتے ہیں

آں دلِ قاسی کہ سنگیں خوانند ۔۔۔ نامناسب بُد مثالے راندند
. وہ سخت دل جس کو پتھر کا کہتے ہیں ۔۔۔ مناسب نہیں ہے، ایک مثال دیتے ہیں

در تصوّر در نیاید عینِ آں ۔۔۔ عیب بر تصویر نہ نفیش مداں
اگر وہ بعینہٖ تصور میں نہ آئے ۔۔۔ اس مثال پر عیب لگا اُس کا انکار نہ کر

رفتنِ شیخ در خانۂ امیرے بہرِ گدیہ روزے چہار بار با زنبیل
شیخ کا ایک امیر کے گھر پر غیبی اشارے سے چار مرتبہ مع زنبیل کے بھیک

باشارتِ غیب و عتاب کردنِ امیر اُو را بداں وقاحت
مانگنے جانا اور امیر کا اُن پر اس بے شرمی کے لئے ناراض ہونا اور

و عُذر گفتنِ اُو امیر را
اُن کا امیر سے معذرت کرنا

شیخ روزے چار کرّت چوں فقیر ۔۔۔ بہرِ گدیہ رفت در قصرِ امیر
شیخ ایک دن میں فقیر کی طرح چار مرتبہ ۔۔۔ بھیک کے لئے امیر کے محل میں گئے

در کفش زنبیل و شیٔ لِلّٰہ زناں ۔۔۔ خالقِ جاں می بجوید تائے ناں
انکے ہاتھ میں زنبیل اور کچھ اللہ کیلئے، کا نعرہ لگاتے ہوئے ۔۔۔ جان کا پیدا کرنے والا، ایک روٹی مانگتا ہے

نعلہائے باژگونہ است اے پسر ۔۔۔ عقلِ کُلّی را کُند ہم خیرہ سَر
اے بیٹا! اُلٹی نعل بندیاں ہیں ۔۔۔ جو مکمل عقل کو بھی حیران کر دیتی ہیں

چوں امیرش دید گفتش اے وقیح ۔۔۔ گو میت چیزے مَنہ نامم شحیح
جب امیر نے اُسکو دیکھا اُس نے کہا، اے بے شرم ۔۔۔ میں تجھ سے ایک بات کہتا ہوں میرا نام بخیل نہ رکھ

اے خسِ بے شرم چندیں جست و جوئے ۔۔۔ تا کے و تا چند بارزقِ دو توئے
اے کمینے بے شرم! اتنی بھاگ دوڑ ۔۔۔ کب تک اور کتنی دوگنے رزق کے لئے؟

ایں چہ سُغری و چہ رُولیست و چہ کار ۔۔۔ کہ بروزے اندر آئی چار بار
یہ کیا ڈھٹائی اور کیا منہ اور کیا کام ہے؟ ۔۔۔ کہ تو ایک دن میں چار بار آتا ہے

کیست اینجا شیخ اندر بندِ تو ۔۔۔ مَن ندیدم نرگدا مانندِ تو
بڈھے! یہاں تیری قید میں کون ہے؟ ۔۔۔ میں نے تجھ جیسا بُرا فقیر نہیں دیکھا

---

۱ غصہ۔ انسانی کا غصہ ایک معنوی چیز ہے لیکن اس کو کانٹے سے تشبیہ دی جاتی ہے دلِ قاسی۔ سخت دل کو پتھر سے تشبیہ دی جاتی ہے، اگرچہ مشبہ بہ سے مشبہ پورا سمجھ میں نہ آئے تو یہ تشبیہ کا نقصان ہے اس سے مشبہ کا انکار نہ کرنا چاہیے

۲ رفتن۔ شیخ اشارۂ غیبی سے ایک امیر کے گھر پر ایک دن میں چار مرتبہ بھیک مانگنے گئے جس پر اس امیر نے شیخ کو برا بھلا کہا۔ کرّت۔ مرتبہ۔ قصر۔ محل۔ در کفش۔ اُن کے ہاتھ میں زنبیل تھی اور وہ خیرات کی صدا لگا رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ ایک عدد روٹی مانگتا ہے۔

۳ نعلہای۔ یہ عجیب اُلٹے معاملے ہیں خدا خود غنی اور شیخ مستغنی اور مخلوق محتاج لیکن اللہ کا حکم ہوا کہ شیخ ان محتاجوں سے روٹی مانگیں۔ وقیح بے شرم۔ مخرز۔ امیر نے کہا کہ مجھے بخیل نہ کہنا مجھ کو یہ باتیں کہنی پڑ رہی ہیں۔۔۔۔ اے خس۔ اس امیر نے شیخ کو کہا کمینے روٹی کیلئے بار بار اس قدر تگ و دو کیوں ہے۔ سغری۔ سخت رُوئی بے حیائی بند۔ تو یہاں کوئی تیرا قیدی اور غلام ہے جو بار بار تیری خدمت کرے۔ نر گدا۔ بڑا بھکاری۔

حُرمت وآبِ گدایاں بُردہٗ
تُونے فقیروں کی عزّت اور آبرو برباد کردی
ایں چہ عبّاسیِ[۱] زشت آوردہٗ
یہ کیا بُری عبّاسیت تونے اختیار کی

غاشیہ بر دوشِ تو عبّاس دبس
عبّاس دبس تو تیرا غلام ہے
ہیچ مُلحِد را مبادا ایں نفسِ نحس
یہ منحوس نفس کسی بے دین کا نہ ہو

گفت امیرا بندہ فرمانم خموش
اُنھوں نے کہا اے امیر! میں حکم کا غلام ہوں، چُپ رہ
زآتشم آگہ نہ چندیں مجوش
تو میری آگ سے آگاہ نہیں ہے اِس قدر جوش میں نہ آ

بہرِ ناں در خویش حرص ار دیدمے
اگر میں اپنے اندر روٹی کی حرص دیکھتا
اشکمِ نانخوارہ را بدریدمے
روٹی کھانے والے پیٹ کو پھاڑ ڈالتا

ہفت سال از سوزِ عشقِ جسم پز
جسم کو پکا دینے والی عشق کی گرمی سے سات سال
در بیاباں خوردہ ام من برگِ رز
میں نے جنگل میں انگور کے پتّے کھائے ہیں

تا ز برگِ[۲] خشک وتازہ خوردنم
یہاں تک کہ خشک اور تر پتّے کھانے سے
سبز گشتہ بود ایں رنگِ تنم
میرے جسم کا یہ رنگ سبز ہوگیا

تا تو باشی در حجابِ بُوالبشر
جب تک تو آدمیت کے پردے میں ہے
سرسری در عاشقاں کمتر نگر
عاشقوں کو سرسری نظر سے نہ دیکھ

زیرکاں کہ موی بشگافتند
ذہین لوگ جنھوں نے موشگافیاں کی ہیں
علمِ ہیئت را بجاں دریافتند
اُنھوں نے علمِ ہیئت کو (دل و) جان سے دریافت کرلیا

علمِ نیرنجات[۳] و سحر و فلسفہ
شعبدوں اور جادو اور فلسفہ کا علم
گرچہ نشناسند حق المعرفہ
اگرچہ پورے طور پر وہ نہ جان سکے

لیک کوشیدند تا امکانِ خود
لیکن اپنے مقدور بھر انھوں نے کوشش کی
بر گذشتند از ہمہ اقرانِ خود
اپنے تمام ساتھیوں سے آگے بڑھ گئے

عشق غیرت کرد و زایشاں در کشید
عشق نے غیرت کی اور اُن سے جُدا رہا
شد چنیں خورشید زایشاں ناپدید
ایسا سورج اُن سے پوشیدہ ہوگیا

نورِ چشمے کہ بروز استارہ دید
آنکھ کی وہ روشنی جس نے دن میں ستارہ دیکھ لیا
آفتابے چوں ازو دور کشید
ایسا سورج اُس سے کیوں چھپ گیا!

زیں گذر کن پندِ من بپذیر ہیں
اِس کو چھوڑ، ہاں میری نصیحت مان لے
عاشقاں را تو بچشمِ عشق بیں
تو عاشقوں کو عشق کی نظر سے دیکھ

[۱] عبّاسی۔ عبّاس دبس مشہور بھکاری تھے اسلئے عبّاسی کے معنیٰ بھکاری بن ہوگئے۔ غاشیہ گھوڑے کی زین کا نمدہ۔ غاشیہ بر دوش بمعنیٰ خادم۔ مُلحِد۔ بددین۔ گفت۔ شیخ نے فرمایا میں یہ بھیک اللہ کے حکم سے مانگتا ہوں میرے دل میں عشق کی آگ لگی ہے۔ بہرِ ناں۔ اگر میں اپنے اندر روٹی کی حرص دیکھوں تو اپنا پیٹ پھاڑ دوں۔ ہفت۔ میں نے سات سال تک جنگل میں انگور کے پتّوں پر گذارہ کیا ہے۔

[۲] تازبرگ۔ یعنی سبز پتّے کھانے سے بدن کا رنگ سبز ہوگیا یا بدن میں خوشحالی ہوگئی۔ بُوالبشر۔ حضرت آدمؑ یہاں مطلقاً انسان مراد ہے۔ زیرکاں۔ ذہین لوگ جو بال کی کھال نکالتے ہیں اُنھوں نے بہت سے دنیوی علم حاصل کئے لیکن اُنکو عشق کا علم حاصل نہ ہوسکا۔

[۳] نیرنجات۔ شعبدے۔ اقران۔ ساتھی۔ عشق۔ عشق کی غیرت کا تقاضہ ہوا اور اُن کی آنکھوں سے پوشیدہ رہا۔ نورِ چشمے۔ حیرت یہ ہے کہ یہ لوگ بڑے باریک بین تھے لیکن اُنکو عشق نظر نہ آیا۔ ہیں۔ یعنی ملامت۔

وقتِ[1] نازک گشت و جاں در رصد　　با تو نتواں گفت ایں دم عذرِ خود
وقت نازک ہو گیا اور جان انتظار میں ہے　　اِس وقت تجھ سے اپنا عذر نہیں بیان کیا جاسکتا
فہم کن موقوف آں گفتن مباش　　سینہائے عاشقاں الم خراش
سمجھ لے، کہنے پر موقوف نہ رہ　　عاشقوں کے سینے کو زخمی نہ کر
نے گمانے بردہ تو زیں نشاط　　حزم را مگذار و میکن احتیاط
نہیں، تو نے عیش و عشرت میں بدگمانی کی ہے　　پختہ کاری کو نہ چھوڑ اور احتیاط کر
واجب[2] ست و جائز ست و مستحیل　　ایں وسط را گیر در حزم اے دخیل
فرض ہے اور جائز ہے اور حرام ہے　　اے دوست! احتیاط میں تو اِس درمیانہ کو اختیار کرلے

گریاں شدنِ امیر از نصیحتِ شیخ و عکسِ صدقِ او و ایثار
شیخ کی نصیحت اور اُن کی سچائی کے پرتو سے امیر کا رو پڑنا اور جرأت
کردنِ مخزن بعد ازاں جرأت و گستاخی و استعصامِ شیخ
اور گستاخی کے بعد خزانہ پیش کر دینا اور شیخ کا بچنا اور شیخ کا
و قبول ناکردنِ شیخ و گفتن کہ من بے اشارت نیارم
قبول نہ کرنا اور فرمانا کہ میں بغیر اشارے خرچ نہیں کرسکتا ہوں
تصرّف کردن کہ بے امرِ غیب نتانم
کیونکہ میں بغیر غیبی حکم کے نہیں لے سکتا ہوں

ایں[3] بگفت و گریہ در شد ہائے ہائے　　اشک غلطاں بر رخ او جائے جائے
یہ فرمایا، اور ہائے ہائے کرکے رونے لگے　　جگہ جگہ اُن کے چہرے پر آنسو بہ رہے تھے
صدقِ او ہم بر ضمیرِ میر زد　　عشق ہر دم طرفہ دیگے میپزد
اُن کی سچائی نے امیر کے دل پر بھی اثر کیا　　عشق ہر وقت ایک عجیب دیگ پکاتا ہے
صدقِ عاشق بر جمادے می تند　　چہ عجب گر بر دلِ دانا زند
عاشق کی سچائی، پتھر پر اثر کرتی ہے　　کیا تعجب ہے اگر عقلمند کے دل پر اثر کرے
صدقِ موسیٰ بر عصا و کوہ زد　　بلکہ بر دریائے پُر اشکوہ زد
حضرت موسیٰ کی سچائی نے لاٹھی اور پہاڑ پر اثر کیا　　بلکہ رعبناک دریا پر اثر کیا
صدقِ احمد بر جمالِ ماہ زد　　بلکہ بر خورشیدِ رخشاں راہ زد
حضرت احمدؐ کی سچائی نے چاند کے حسن کو متاثر کیا　　بلکہ روشن سورج کا راستہ روک دیا

[1] وقتِ نازک۔ شیخ نے امیر سے کہا میں اپنے عشق کی پوری کیفیت بیان نہیں کرسکتا۔ فہم کن۔ سمجھ لے یہ بھکاری بن مجھ سے عشق حرام ہے کے گمان۔ تو نے اپنی عیش و عشرت کی زندگی کی وجہ سے مجھ پر بدگمانی کی ہے تجھے اس میں احتیاط برتنی چاہئے۔
[2] رب۔ حزم احتیاط کے مختلف مرتبے ہیں ایک فرض ہے مثلاً اگر کوئی فاسق اور کاذب خبر دے تو احتیاط فرض ہے اگر کوئی نیک آدمی خبر دے تو احتیاط جائز ہے، اگر خدا اور رسول کوئی خبر دے تو اس میں احتیاط برتنا حرام ہے۔ مستحیل۔ ناممکن یعنی حرام۔ دخیل یعنی دوست۔ مخزن۔ خزانہ۔ تصرف۔ خرچ کرنا۔
[3] ایں بگفت۔ شیخ نے امیر کو نصیحت کی اور پھر زار زار رونے لگے۔ صدقِ او۔ اُن کی سچائی نے امیر پر اثر کیا۔ صدقِ عاشق۔ عاشق کی سچائی غیر جاندار کو بھی متاثر کر دیتی ہے امیر تو پھر جاندار تھا۔ صدقِ موسیٰ۔ حضرت موسیٰ کی سچائی نے لاٹھی اور پہاڑ کو متاثر کر دیا لاٹھی اژدہا بنی کوہِ طور میں زلزلہ آگیا۔ بلکہ بحر دریا نیل نے راستہ دے دیا۔ صدقِ احمدؐ۔ حضورؐ کی سچائی سے شق القمر ہوا اور سورج واپس ہوگیا۔

رُو بہ رُو[۱] آوردہ ہر دو در نفیر ‏ ‏ ‏ گشتہ گریاں ہم امیر و ہم فقیر
آمنے سامنے دونوں رونے (اور) فریاد کرنے لگے ‏ ‏ ‏ امیر اور فقیر بھی رو پڑا

ساعتے بسیار چوں بگریستند ‏ ‏ ‏ گفت میر اُو را کہ خیز اے ارجمند
جب بہت دیر تک روئے ‏ ‏ ‏ امیر نے اُن سے کہا، اے اقبالمند! اٹھو

ہر چہ خواہی از خزانہ برگزیں ‏ ‏ ‏ گرچہ استحقاق داری صد چنیں
جو چاہو خزانے سے لے لو ‏ ‏ ‏ اگرچہ ایسے سَو گنے کے مستحق ہو

خانہ آنِ تست ہر چت میل ہست ‏ ‏ ‏ برگزیں خود ہر دو عالم اندکست
آپ کا گھر ہے، جو آپ کی خواہش ہے ‏ ‏ ‏ خود پسند کر لیجئے، دونوں جہان تھوڑے ہیں

گفت دستوری ندادندم چنیں ‏ ‏ ‏ کہ بدستِ خویش چیزے برگزیں
فرمایا، اُنھوں نے ایسی اجازت نہیں دی ہے ‏ ‏ ‏ کہ اپنے ہاتھ سے کوئی چیز لے لینا

من ز خود نتوانم ایں کردن فضول ‏ ‏ ‏ کہ کنم من ایں دخیلانہ دخول
میں یہ بیہودہ بات اپنی جانب سے نہیں کر سکتا ‏ ‏ ‏ کہ میں دوستانہ دخل دوں

ایں بہانہ[۲] کرد و مُہرہ در ربود ‏ ‏ ‏ مانع آں بُد کاں عطا صادق نبود
یہ بہانہ کیا اور وہ بازی جیت گئے ‏ ‏ ‏ مانع یہ تھا کہ وہ بخشش پُرخلوص نہ تھی

گرچہ صادق بُود بے غل بُود و خشم ‏ ‏ ‏ شیخ را ہر صدق می ناید بچشم
اگرچہ وہ سچا، بے کھوٹ اور بغیر غصّہ کے تھا ‏ ‏ ‏ (لیکن) ہر سچ شیخ کی نظر میں نہیں آتا

گفت فرمانم چنیں داد ست آں کہ ‏ ‏ ‏ کہ گدایانہ برو نانے بخواہ
فرمایا، مجھے خدا نے یہی حکم دیا ہے ‏ ‏ ‏ کہ فقیرانہ جا، روٹی مانگ

ما گدایانہ ازاں در خواستیم ‏ ‏ ‏ ورنہ از اموال بے پرواستیم
ہم نے اسی وجہ سے فقیروں کی طرح درخواست کی ‏ ‏ ‏ ورنہ ہم مالوں سے بے پروا ہیں

اِشارت آمدن از غیب شیخ را کہ ایں دو سال بفرمانِ
شیخ کو غیب سے اشارہ ہوتا کہ ہمارے حکم کے مطابق اِن دو سال میں تم

ما بستدی و بدادی[۳] بعد ازیں بدہ و مستاں دست در
نے لیا اور دیا اس کے بعد دو اور لو نہیں بوریے کے نیچے ہاتھ

زیرِ حصیر میکن کہ آں را چوں انبانِ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ
ڈالو کیونکہ ہم نے اس کو تمہارے لئے (حضرت) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے

---

۱ رُو بہ رُو۔ اب شیخ بھی رو رہے تھے اور امیر بھی رو رہا تھا سامنے۔ جب بہت دیر تک دونوں رو چکے تو امیر نے شیخ سے کہا کہ اگرچہ آپ میرے خزانہ سے بھی سَو گنے کے مستحق ہیں لیکن بہرحال میرا خزانہ حاضر ہے انہیں سے جو چاہیں لے لیں۔ خانہ۔ امیر نے کہا میرے گھر کو اپنا گھر سمجھیں جو چاہے لیں آپ کیلئے تو دونوں جہان حقیر ہیں۔ گفت۔ شیخ نے فرمایا مجھے خدا کا یہ حکم نہیں ہے کہ میں اپنے ہاتھ سے خود لوں۔ دخیلانہ۔ دوستانہ۔

۲ ایں بہانہ۔ شیخ نے یہ بہانہ کیا شیخ کو دراصل لینا ہی منظور نہ تھا اسلئے کہ اب امیر کی عطا اللہ کے لئے نہ تھی بلکہ شیخ کی عظمت کی وجہ سے شیخ کیلئے تھی۔ مُہرہ در ربود یعنی وہ شطرنجی چال چلے جس سے مخالف مات کھا جائے۔ گرچہ۔ امیر اگرچہ اپنے قول میں سچا تھا لیکن شیخ نے اُس سچائی کو پسند نہ کیا اسلئے کہ اُسمیں غیر اللہ کی بو تھی۔ ما گدایانہ۔ شیخ نے کہا ہم تو خدائی حکم سے صرف بھیک مانگتے ہیں ورنہ ہم مالوں سے بے نیاز ہیں۔

۳ و بدادی۔ دو سال بھیک منگوانے کے بعد شیخ کو حکم ہوا کہ اب تک تو تم نے مانگا اور فقیروں کو دیا اب بغیر مانگے فقیروں کو دو بوریے کے نیچے ہاتھ ڈال کر نکال یار دو اور بانٹ دیا کرو۔ انبان۔ تھیلا۔ بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضورؐ نے حضرت ابوہریرہؓ کو کھجوروں کا ایک تھیلا عنایت فرما دیا تھا وہ انہیں سے بے حساب کھاتے اور خرچ کرتے رہتے تھے وہ تھیلا اُنکے حضرت عثمانؓ کی شہادت کے ہنگامہ میں گم ہو گیا تھا۔

کردیم در حقِ تو ہر چہ خواہی بیابی تا یقین شود عالمیاں را کہ

تیلے کی طرح کر دیا ہے، تم جو چاہو گے لے لوگے تاکہ دنیا داروں کو یقین آجائے کہ ہیں

ورائے ایں عالم عالمے[۱] ست کہ خاک بکف گیری زر شود و

عالم کے علاوہ کوئی عالم ہے جس میں تم مٹی ہاتھ میں لو تو سونا ہو جائے اور

مُردہ در وآید زندہ شود و نحسِ اکبر در وآید سعدِ اکبر شود و کفر

مُردہ اُس میں آجائے تو زندہ ہو جائے نحسِ اکبر اُس میں آئے تو سعدِ اکبر بن جائے کفر

در وآید ایمان شود و زہر در وآید تریاق شود نہ داخلِ ایں

اُس میں آئے تو ایمان بن جائے زہر اُس میں آئے تو تریاق بن جائے وہ نہ اِس عالم میں

عالم است نہ خارجِ ایں عالم نہ فوق نہ تحت نہ متصل

داخل ہے نہ اِس عالم سے خارج نہ اوپر نہ نیچے نہ ملا ہوا نہ جدا

نہ منفصل بیچون و بیچگونہ — ہر دم ازو ہزار اثر و نمونہ

بے مثال اور بے کیف ہے ہر وقت اُس سے ہزاروں اثر اور نمونے

ظاہر میشود چنانکہ صنعتِ دست با صورتِ دست و غمزۂ

ظاہر ہوتے رہتے ہیں جیسی کہ ہاتھ کی دستکاری، ہاتھ کی صورت کے ساتھ اور آنکھ

چشم با صورتِ چشم و فصاحتِ زبان با صورتِ زبان نہ

کی ادا، آنکھ کی صورت کے ساتھ اور زبان کی فصاحت، زبان کی صورت کے ساتھ نہ

داخل ست نہ خارج نہ متصل و نہ منفصل والعاقلُ تکفیہِ الاشارۃ

داخل ہے نہ خارج ہے نہ متصل ہے نہ جدا ہے اور عقلمند کے لئے اشارہ کافی ہے

تا دو[۲] سال ایں کار کرد آں مردِ کار | بعد ازاں امر آمدش از کردگار

اُن کارگزار نے دو سال تک یہ کام کیا | اُس کے بعد اُن کو خدا کا حکم پہنچا

بعد ازیں می دہ ولے از کس مخواہ | ما بدادیمت زغیب ایں دستگاہ

اس کے بعد دے، لیکن کسی سے نہ مانگ | ہم نے تجھے غیب سے یہ قدرت دیدی ہے

ہر[۳] کہ خواہد از تو از یک تا ہزار | دست در زیرِ حصیرے کن بر آر

جو تجھ سے ایک سے ہزار تک مانگے | بوریئے کے نیچے ہاتھ ڈال، نکال لے

ہیں ز گنجِ رحمتِ بے مر بدہ | در کفِ تو خاک گردد زر بدہ

رحمت کے بے حساب خزانہ سے دے | تیرے ہاتھ میں مٹی سونا بن جائیگی، دے

[۱] عالمے ست۔ عالمِ اسباب کے علاوہ ایک دوسرا عالم ہو جہاں اشیاء کا وجود بغیر کسی سببِ عادی کے ہو جاتا ہو اور اُس کا ظہور اِس عالم میں ہو جاتا ہے معجزوں کا تعلق اُسی عالم سے ہے اور ایسے عالم میں بھی اس کا ظہور ہو جاتا ہے۔ نحسِ اکبر۔ زحل ستارہ، اس کے اثرات منحوس مانے گئے ہیں۔ سعدِ اکبر۔ مشتری ستارہ، اس کے اثرات اچھے مانے گئے ہیں۔

[۲] تا دو سال۔ دو سال تک شیخ محمد سررزی کا یہ طریقہ رہا کہ وہ بھیک مانگتے تھے اور اُس کو غریبوں اور محتاجوں میں تقسیم کر دیتے تھے۔ بعد ازیں۔ دو سال بعد اُن کو حکم ہوا کہ اب تم لوگوں سے نہ مانگو ہم تمہیں خود دیں گے تم ضرورتمندوں میں وہ تقسیم کر دیا کرو۔

[۳] ہر کہ۔ اللہ تعالیٰ نے شیخ سے فرمایا کہ تم اپنے بوریے کے نیچے سے جو چاہو اور جس قدر چاہو نکال کر تقسیم کر دیا کرو۔ در کفِ تو۔ تم مٹی ہاتھ میں لوگے تو سونا بن جائیگی۔

ہرچہ خواہندت بدہ مندیش ازاں — دادِ یزداں را تو بیش از بیش داں

جو تجھ سے مانگیں دے، اُس کی فکر نہ کر — تو خدا کی عطا کو بیش از بیش سمجھ

درعطائے ما نہ تخنیز[1] و نہ کم — نے پشیمانی نہ حسرت زیں کرم

ہماری عطا میں نہ ٹوٹا ہے اور نہ کمی — اِس عطا میں نہ شرمندگی ہے، نہ حسرت

دست زیرِ بوریا کُن اے سند — از برائے رُوئے پوشِ چشمِ بد

اے معتمد! بوریے کے نیچے ہاتھ کر — بُری نظر سے پردے کے لئے

پس ز زیرِ بوریا پُر کُن تو مُشت — دہ بدستِ سائلِ بشکستہ پُشت

پھر تو بوریے کے نیچے سے مُٹھی بھرلے — کمر ٹوٹے ہوئے مانگنے والے کے ہاتھ میں دیدے

بعد ازیں از اجرِ ناممنون بدہ — ہرکہ خواہد گوہرِ مکنوں بدہ

اِس کے بعد ختم نہ ہونے والا اجر دے — جو چاہے اُس کو اچھوتا موتی دے

رو، یَدُ اللہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ تو باش — ہمچو دستِ حق گزافہ رزق پاش

جا تو اِن کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ بن — اللہ کے ہاتھ کی طرح مفت رزق بانٹ

وامِ[2] داراں را ز عہدہ وارہاں — ہمچو باراں سبز کُن فرشِ جہاں

قرض داروں کو ذمہ داری سے چھڑا — دنیا کی زمین کو بارش کی طرح سبز کردے

بُود یک سالِ دگر کارش ہمیں — کہ بدادے زر زکیسہ ربِّ دیں

ایک سال اور اُن کا یہی کام رہا — دین کے رب کی تھیلی میں سے سونا بانٹتے

زرشدے خاکِ سیہ اندر کفش — حاتمِ طائی گدائے در صفش

کالی مٹی ان کے ہاتھ میں سونا بن جاتی — حاتم طائی اُنکے (بھیک مانگنے والوں کی) صف میں تھا

دانستنِ[3] شیخ ضمیرِ سائل را بے گفتن و دانستن قدرِ وام وامداراں بے گفتنِ ایشاں وگفتن کہ نشانِ ایں باشد کہ اُخْرُجْ بِصِفَاتِیْ اِلٰی خَلْقِیْ فَمَنْ رَاٰکَ فَقَدْ رَاٰنِیْ

بغیر کہے شیخ کا سائل کے دل کی بات جان لینا اور مانگے کہے بغیر قرض خواہوں اور قرض کی مقدار کو جان لینا اور کہنا کہ علامت یہ ہوتی ہے کہ میری مخلوق کی جانب میری صفات کے ساتھ نکل جس نے تجھے دیکھا اُس نے مجھے دیکھا

حاجتِ خود گر نگفتے آں فقیر — اُو بدادے وبدانستے ضمیر

اگر فقیر اپنی ضرورت نہ بتاتا — وہ دے دیتے اور دل جان جاتا

---

[1] تخنیز۔ ٹوٹا۔ دست۔ بوریے کے نیچے ہاتھ ڈالنے کا حکم محض نظرِ بد سے بچانے کے لئے ہے۔ ناممنون۔ جو منقطع نہ ہو۔ مکنوں۔ چھپا ہوا۔ رو۔ اب تیرا ہاتھ خدا کا ہاتھ ہے جو مفت عطایا کرتا ہے۔

[2] وام داراں۔ مقروضوں کا قرض ادا کر۔ بُود۔ ایک سال یہ شیخ کا یہی کام تھا کہ بوریے کے نیچے سے نکال کر ضرورتمندوں کو دیتے رہتے تھے۔ حاتم حاتم طائی جیسا سخی بھی اُن کے بھکاریوں کی صف میں ہوتا تھا۔

[3] دانستن۔ شیخ فقیر کی ضرورت خود بخود جان جاتے تھے اور حسبِ ضرورت اسکو دیدیتے تھے اور اس کی وجہ تھی کہ وہ اللہ تعالے کی صفات سے متصف ہو چکے تھے۔ حاجت۔ خود۔ سائل اپنی حاجت نہ بیان کرتا وہ اُس کے دل کی بات جان جاتے تھے جس قدر قرض ہوتا وہ ادا کردیتے جتنی رقم میں کوئی قید ہوتا اسکو دیدیتے۔

پیشِ اُو روشن ضمیرِ ہر کسے
اُن کے لئے ہر شخص کے دل کی بات روشن تھی
از فقیر و وام دار و محبّسے[۱]
فقیر اور قرض خواہ اور قیدی کی

آنچہ در دل داشتے آں پُشت خم
وہ دُہری کمر والا جو دل میں رکھتا
قدرِ آں دادے بدونے بیش و کم
اُس کی بقدر اُس کو دیدیتے نہ زیادہ نہ کم

پس بگفتندے چہ دانستی کہ اُو
تو لوگوں نے اُن سے کہا آپ کیسے جان لیتے ہیں
ایں قدر اندیشہ دارد اے عمو
اے چچا! کہ وہ اس قدر سوچتا ہے؟

اُو بگفتے خانۂ دل خلوت ست
وہ فرماتے، کہ دل کا گھر خالی ہے
خالی از گدیہ مثالِ جنّت ست
جو سوال سے خالی ہو وہ جنّت کی طرح ہے

اندرو جز عشقِ یزداں کار نیست
اُس میں خدا کے عشق کے سوا معاملہ نہیں ہے
جز خیالِ وصلِ اُو دیّار نیست
وصل کے خیال کے سوا اُس میں کوئی رہنے والا نہیں ہے

خانہ را من روفتم از نیک و بد
میں نے اچھے بُرے سے دل کو صاف کر لیا ہے
خانہ ام پُرست از عشقِ اَحد
میرا گھر، خدا کے عشق سے پُر ہے

ہرچہ[۲] بینم اندرو غیرِ خدا
میں اِس میں خدا کے علاوہ جو کچھ دیکھتا ہوں
آں ِ من نبوَد بُوَد عکسِ گدا
وہ میرا نہیں ہوتا، فقیر کا عکس ہوتا ہے۔

گر در آبے نخل یا عُرجوں نمود
اگر پانی میں کھجور کا درخت یا شاخ نظر آئی
جز ز عکسِ نخلۂ بیروں نبود
باہر کے کھجور کے درخت کے عکس کے سوا نہ تھا

در تگِ آب ار بہ بینی صورتے
پانی کی تہ میں اگر تو کوئی صورت دیکھے
عکسِ بیروں باشد آں نقش اے فتے
اے نوجوان! وہ نقش باہر کا عکس ہوگا

لیک تا آب از قذیٰ خالی شدن
لیکن پانی کے کوڑے کرکٹ سے خالی ہونے تک
تنقیہ شرط ست در جُوئے بدن
بدن کی نہر کی صفائی ضروری ہے

تا نماند[۳] تیرگی و خس درو
تاکہ اس میں کدورت اور گھاس پھونس نہ رہے
تا امیں گردد نماید عکسِ رُو
حتیٰ کہ وہ امین بن جائے اور چہرے کا عکس دکھا دے

جز گِلابہ در تنت کو اے مُقِل
اے مفلس! کیچڑ کے سوا تیرے بدن میں کیا ہے؟
آب صافی کُن ز گِل اے خصمِ دِل
اے دل کے دشمن! پانی کو مٹی سے صاف کرلے

تو برآنی ہر دمی کز خواب و خور
تیرا یہ حال ہے کہ سونے اور کھانے سے
خاک ریزی اندریں جو بیشتر
اِس نہر میں اور زیادہ مٹی ڈالتا ہے

۱ محبّس۔ مصدر بمعنیٰ مفعول قرار دے کر ہم نے قیدی ترجمہ کیا ہے۔ پشت خم۔ یعنی بوجھ سے دبا ہوا۔ پس بگفتند۔ لوگوں نے اُن سے معلوم کیا کہ آپ دل کی بات کیسے جان لیتے ہیں۔ او بگفتے۔ وہ شیخ جواب میں کہتے کہ ہم لوگوں کا دل جنّت کی طرح احتیاج سے خالی ہے اُس میں سوائے عشقِ خداوندی کے کوئی چیز نہیں ہے ہم نے اپنے دل کو عشقِ خداوندی کے سوا سے بالکل خالی کر لیا ہے۔

۲ ہرچہ۔ اب ہمارے دل میں جو کچھ ہوتا ہے وہ فقیر کا عکس ہوتا ہے اِس وجہ سے ہم اُس کی سب ضرورت جان لیتے ہیں۔ گر در آب۔ پانی صاف چیز ہے اُس میں اگر کھجور کا درخت نظر آئے گا تو وہ باہر کا عکس ہوگا اور پانی میں جو تصویر بھی دیکھو گے وہ باہر کا عکس ہوگی لیکن دل کو صاف کرنے کیلئے مجاہدات کے ذریعہ اس کا تنقیہ ضروری ہے۔

۳ تا نماند۔ جب اُس میں خود گدلا پن نہ رہے گا تب اُس میں بیرونی عکس نظر آسکے گا۔ جز گلابہ۔ انسان کا بدن کیچڑ سے بنا ہے اُس کی صفائی کے لئے بہت محنت درکار ہے۔ تو برآئی۔ تو ہر وقت خواب و خور میں لگا ہوا ہے جس سے اُس کی کدورت میں اضافہ ہوتا ہے۔

سببِ دانستنِ ضمیرہائے خلق
لوگوں کے دل کی بات جاننے کا سبب

چوں[1] دلِ آں آب زینہا خالیست
جب اس پانی کا دل ان سے خالی ہے

عکسِ رُوہا از بروں در آب جست
تو باہر سے چہروں کا عکس پانی میں جا پڑا

پس مصفّا کن درونِ خویش را
تو اپنے باطن کو صاف کرے

تا بدانی سِرِّ ہر درویش را
تاکہ تو ہر فقیر کے دل کی بات جان لے

پس ترا باطن مصفّا نا شُدہ
تیرا باطن مصفّیٰ نہیں ہوا

خانہ پُر از دیو و نسناس و دَدہ
بھوت اور بن مانس اور درندوں سے بھرا گھر ہے

اے[2] خرے زا ستیزہ ماندہ در خری
او گدھے! تو جھگڑے کی وجہ سے گدھے پن میں رہا

کے ز ارواحِ مسیحا بُو بری
حضرت مسیح کی روحوں سے تو کب واقف ہوگا؟

کے شناسی گر خیالے سر کُند
اگر کوئی خیال نمودار ہوا، تو کب پہچانے گا

کز کدامیں مکمنے سر بر کُند
کہ کس نہاں خانہ سے وہ ابھرا؟

چوں خیالے میشود در زہد تن
زہد میں جسم خیال کی طرح ہو جاتا ہے

تا خیالات از درونہ رو فتن
باطن سے خیالات کو صاف کرنے میں

ایں خیالِ کژ بروب از اندروں
باطن میں سے یہ ٹیڑھا خیال نکال دے

تا نگرداند ترا زاہلِ بروں
تاکہ وہ تجھے باہر والوں میں سے نہ بنا دے

غالب شدنِ مکرِ روباہ بر استعصامِ خر
لومڑی کے مکر کا گدھے کے بچاؤ پر غالب آ جانا

خر بسے کوشید و اُو را دفع گفت
گدھے نے بہت کوشش کی اور اُسکی مدافعت کی

لیک جوعُ الکلب با خر بود جُفت
لیکن گدھے میں جوع الکلب تھی

غالب[3] آمد حرص و صبرش شد ضعیف
حرص غالب آگئی اور صبر کمزور ہوگیا

پس گلوہا کہ بُرد عشقِ رغیف
روٹی کے عشق نے بہت سے گلے کاٹے ہیں

زاں رسولے کش حقائق داد دست
اُس رسول سے جن کو حقائق حاصل تھے

کَادَ الْفَقْرُ اَنْ یَّکُوْنَ کُفْر آمدست
"فقر قریب ہے کہ کفر بنجائے" منقول ہے

گشتہ بود آں خرِ مجاعت را اسیر
وہ گدھا، بھوک کا قیدی بن گیا تھا

گفت اگر مکرست یکرہ مُردہ گیر
سوچا اگر فریب ہے، ایکدم سے مُردہ سمجھ لے

---

[1] چوں. جب آب دل میں صفائی پیدا ہو جائیگی ہر خارجی چیز کا عکس اُس میں نظر آنے لگے گا. تا بدانی. جب تو اُس کو مصفّیٰ کرے گا پھر ہر سائل کا عکس تیرے دل میں نمودار ہو جائے گا.

[2] اے خرے. جب انسان گدھے پن میں مبتلا رہے گا تو وہ خرِ عیسیٰ یعنی عیسیٰ کا گدھا نہ ہوگا. مکمن. چھپنے کی جگہ. چوں. جب انسان زہد اختیار کرتا ہے اور خیالات سے دل کو پاک کرتا ہے تو اُس کا جسم خیال کی طرح لطیف ہو جاتا ہے. زاہلِ بروں. یعنی اہلِ بروں. استعصام. بچاؤ. جوع الکلب. یعنی جوع البقر.

[3] غالب. گدھے کی حرص صبر پر غالب آگئی روٹی کے عشق نے بہت سوں کو ہلاک کیا ہے. کاد. حدیث شریف ہے کَادَ الْفَقْرُ اَنْ یَّکُوْنَ کُفْرًا "فقر قریب ہے کہ کفر بن جائے" یعنی انسان کا فقر اُس کو کافر بنا دیتا ہے. مجاعت. بھوک. گفت. گدھے نے سوچا اگر یہ لومڑی کا مکر ہی ہے اور میرے مارنے کی ترکیب ہے تو بھوک کے ذریعہ بار بار کی موت سے ایک بار موت اچھی ہے.

زیں عذابِ جوع بارے وارہم | گر حیات این ست من مُردہ بہم

بھوک کے عذاب سے تو نجات پا جاؤں گا | اگر زندگی یہ ہے تو میں مُردہ بہتر ہوں

گر خر اوّل توبہ و سوگند خورد | عاقبت ہم از خری خبطے[1] بکرد

گدھے نے اگرچہ پہلے توبہ کی اور قسم کھائی | انجام کار گدھے پن سے، گڑبڑ بھی کر دی

حرص کور و احمق و ناداں کُند | مرگ را بر احمقاں آساں کُند

لالچ اندھا اور احمق اور بیوقوف بنا دیتا ہے | احمقوں پر موت کو آسان کر دیتا ہے

ہست آساں مرگ بر جانِ خراں | کہ ندارند آبِ جانِ جاوداں

گدھوں کی جان پر مرنا آسان ہے | کیونکہ وہ ابدی جان کی رونق نہیں رکھتے ہیں

چوں ندارد جانِ جاوید آں شقیست | جرأتِ او بر اجل از احمقی ست

چونکہ وہ ابدی جان نہیں رکھتا بدبخت ہے | موت پر اُس کی جرأت حماقت سے ہے

جہد کُن تا جاں مخلّد گرددت | تا بروزِ مرگ برگے باشدت

کوشش کر تاکہ تیری جان ابدی بن جائے | تاکہ موت کے دن تیرا توشہ ہو

اعتمادش[2] نیز بر رازق نبود | کہ بر افشاند بر و از غیب جُود

اُس کو رزق دینے والے پر بھروسہ نہ تھا | جو اُس پر غیب سے سخاوت کرتا تھا

تاکنونش فضل بے روزی نداشت | گرچہ گہ گہ بر تنش جُوعے گماشت

اُس کو اللہ کے فضل نے ابتک بے رزق کے نہیں رکھا | اگرچہ کبھی کبھی اُس پر بھوک کو مسلط کر دیا

در بیانِ فضیلتِ جُوع و احتما

پرہیز اور بھوک کی فضیلت کے بیان میں

گر نباشد[3] جُوع صد رنجِ دگر | از پئے ہیضہ بر آرد از تو سر

اگر بھوک نہ ہو تو دوسری سینکڑوں بیماریاں | ہیضہ کے بعد تجھ میں پیدا ہو جائیں گی

رنجِ جُوع اولیٰ بود خود زاں علل | ہم بلطف و ہم بخفت، ہم عمل

ان بیماریوں سے بھوک کی تکلیف زیادہ بہتر ہے | پاکیزگی کے اعتبار سے بھی ہلکے پن کے اعتبار سے بھی اور عمل کے اعتبار سے بھی

رنجِ جُوع از رنجہا پاکیزہ تر | خاصہ در جُوع ست صد نفع و ہنر

بھوک کی تکلیف بیماریوں سے زیادہ پاکیزہ ہے | خصوصاً بھوک میں سینکڑوں فائدے اور ہنر ہیں

جوع خود سلطانِ داروہاست ہیں | جُوع در جاں نہ چنیں خوارش مبیں

آگاہ! بھوک خود دواؤں کی بادشاہ ہے | بھوک کو جان میں جگہ دے، اسکو ذلیل نہ سمجھ

---

[1] خبط۔ گڑبڑ۔ حرص کو انسان کو اندھا بہرا بنا دیتی ہے اور موت کو آسان بنا دیتی ہے جس طرح گدھے نے بھی موت کو پسند کر لیا۔ یعنی احمقوں اور گدھوں کی زندگی ابدی نہیں ہے اور وہ اپنی شقاوت اور حماقت کی وجہ سے مرنا پسند کرتے ہیں۔ جہد کن۔ انسان کو ابدی زندگی حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

[2] اعتمادش۔ یعنی گدھے کو اللہ کی رزاقی کا یقین نہ تھا۔ تاکنونش۔ جتنے دن زندہ رہا بغیر رزق کے زندہ نہیں رہا لیکن پھر بھی اُس کو خدا کی رزاقی پر بھروسہ نہ تھا۔ جوع۔ بھوک۔ در بیان۔ خدا بھوک میں مبتلا کرتا ہے تو اُس میں بھی بہت سی مصلحتیں ہیں۔

[3] گر نباشد۔ بغیر بھوک کے اگر آدمی کھانا کھاتا ہے تو ہیضہ ہو جاتا ہے پھر اُس کے بعد اور بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔ رنج۔ بھوک کی تکلیف اور بیماریوں کی تکلیف سے بہت بہتر ہے اس لئے جبر میں پاکیزگی اور ہلکا پن اور کارکردگی رہتی ہے۔ بھوک میں بھی بہت منافع ہیں۔ بھوک۔ فاقہ سے بہت سی بیماریاں خود دور ہو جاتی ہیں

جُملہ ناخوش از مجاعت خوش شدست | جملہ خوشہا بے مجاعت ہا ردست

سب بے مزا بھوک کی وجہ سے خوش ذائقہ ہو گئے ہیں | تمام خوش مزہ، بغیر بھوک کے مردود ہیں

آں یکے میخورد نانِ فخفرہ | گفت سائل چوں بدین ستت شرہ

ایک شخص جَو کی روٹی کھا رہا تھا | سوال کرنیوالے نے پوچھا تجھے اس کا شوق کیوں ہے؟

گفت جوع از صبر چوں دو تا شود | نانِ جو در پیشِ مَن حلوا شود

اس نے کہا جب بھوک صبر سے دوہری ہو جاتی ہے | میرے لئے جَو کی روٹی حلوا بن جاتی ہے

پس توانم کہ ہمہ حلوا خورم | چوں کنم صبرِ ضروری لاجرم

تو میں کر سکتا ہوں کہ سب حلوا کھاؤں | جب لامحالہ ضروری صبر کر لوں

خود نباشد جوع ہر کس را زبوں | کایں علف زار لیست از اندازہ برون

بھوک ہر شخص کے قابو میں نہیں آتی ہے | کیونکہ گھاس کی چراگاہ اندازے سے زیادہ ہے

جوع مر خاصانِ حق را دادہ اند | تا شوند از جوع شیر و زور مند

بھوک خاصانِ خدا کو دی ہے | تاکہ وہ بھوک سے شیر اور طاقتور بنیں

جوع ہر جلفِ گدا را کے دہند | چوں علف کم نیست پیشِ او نہند

بھوک ہر کمینہ بھکاری کو کب دیتے ہیں؟ | چونکہ چارہ کم نہیں ہے، اس کے سامنے رکھ دیتے ہیں

کہ بخور تو ہم بدیں ارزانیے | تو نہ مرغِ آب مرغِ نانیے

کہ تو کھا تو اسی کے لائق ہے | تو پانی کا پرندہ نہیں ہے تو روٹی کا پرندہ ہے

نبود اندر دل ترا جز فکرِ ناں | ناید اندر خاطرت جز ذکرِ ناں

تیرے دل میں روٹی کے فکر کے علاوہ کچھ نہیں ہوتا | تیرے دل میں روٹی کے ذکر کے سوا کچھ نہیں آتا ہے

بعد چندیں سال حاصل چیست | جوع مُردن بہ بود زیں زیستت

اتنے سال کے بعد تجھے کیا ملا؟ | مرنے کی بھوک تیرے اس جینے سے بہتر ہے

حکایت مریدے کہ شیخ از حرصِ ضمیر او واقف شد و اورا نصیحت کرد بزبان و در ضمنِ نصیحت قوتِ توکل بخشیدش بامرِ حق عزّ و جل

اس مرید کی حکایت جس کے دل کی حرص سے شیخ واقف ہو گیا اور اس کو زبان سے نصیحت کی اور نصیحت کے دوران اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کو توکل کی قوت بخش دی

---

۱ جملہ۔ بھوک میں جَو کی روٹی بھی پلاؤ قورمے کا مزہ دیتی ہے بغیر بھوک کے ا[illegible] کھانے بھی بدمزہ معلوم ہوتے ہیں۔ فخفرہ۔ بوزن مسخرہ، جو کھرو۔ حرص۔ گفت۔ اس نے جواب دیا جب انسان کو بھوک لگتی ہے اور وہ صبر سے کام لیتا ہے تو جَو کی روٹی بھی حلوے کا مزہ دیتی ہے۔ پس۔ میں بھوک لگا کر اور صبر سے کام لے کر جَو کی روٹی کا حلوا بنا لیتا ہوں۔ خود نباشد۔ یہ بھوک وہ نعمت ہے جو ہر شخص کو میسّر نہیں آتی کیونکہ یہ دنیا وسیع چراگاہ ہے اس میں انسان کچھ نہ کچھ کھا لیتا ہے۔ جُوع۔ بھوک صرف خاصانِ خدا کا حصہ ہے جس سے وہ روحانی شیر بن جاتے ہیں۔

۲ ہر جلف۔ ہر کمینہ گداگر بھوک کی نعمت عطا نہیں ہوتی، اس کے لئے عام خوراک مہیا کر دی جاتی ہے اور اس کو کہہ دیا جاتا ہے کہ تو دریائے معرفت کا پرند نہیں ہے روٹی کھانے والا پرند ہے۔ بعد چندیں۔ حریص پیٹ کھا پی کر مر جاتا ہے اور اس کی لاحاصل زندگی ختم ہو جاتی ہے اس زندگی سے بھوک کی موت بدرجہا بہتر ہے۔

۳ حکایت۔ ایک شیخ ایک مرید کے ساتھ اس شہر کی طرف جا رہے تھے جہاں قحط تھا۔ مرید روٹی کی حرص کی وجہ سے پریشان تھا شیخ [illegible] کی کیفیت منکشف ہوئی تو شیخ نے اس کو نصیحت کی اور اس میں اپنے تصرف سے توکل کی طاقت پیدا کر دی۔

شیخ میشد با مریدے بیدرنگ
شیخ ایک مرید کے ساتھ بغیر توقف کے روانہ ہوئے
سوئ شہرے ناں رانجا بود تنگ[1]
شہر کی جانب، وہاں روٹی کمیاب تھی

ترس جوع و قحط در فکر مرید ۱۹
مرید کے فکر میں قحط اور بھوک کا خوف تھا
ہر دمے میگشت از غفلت مزید
جو غفلت کی وجہ سے، ہر لمحہ بڑھ رہا تھا

شیخ آگہ بود و واقف از ضمیر
شیخ باخبر تھے اور دل سے واقف تھے
گفت او را چند باشی در زحیر
اُنھوں نے اُس سے کہا کب تک پریشانی میں رہیگا؟

از برائے غصۂ ناں سوختی
تو روٹی کی فکر میں جلا جاتا ہے
دیدۂ صبر و توکل دوختی
تو نے صبر اور توکل کی آنکھ بند کرلی ہے

تو نۂ زاں نازنینان عزیز
تو اُن پیارے نازپروردوں میں سے نہیں ہے
کہ ترا دارند بے جوز و مویز
کہ تجھے بغیر اخروٹ اور منقی کے رکھیں

جوع رزق جان خاصان خداست
بھوک، خاصانِ خدا کا رزق ہے
کے زبون ہمچو تو گیج گداست
وہ تجھ جیسے احمق فقیر کے قابو میں کہاں ہے؟

باش فارغ تو ازانہا نیستی
تو مطمئن رہ، تو اُن میں سے نہیں ہے
کاندریں مطبخ توبے ناں بایستی
کہ تو اس مطبخ میں بغیر روٹی کے ٹھہرے

کاسہ[2] بر کاسہ ست ناں بر ناں مدام
ہمیشہ پیالہ پر پیالہ روٹی پر روٹی ہے
از برائے ایں شکم خواران عام
اِن عام پیٹوؤں کے لئے

چوں بمیرد میرود ناں پیش پیش
جب مرتا ہے، روٹی آگے آگے جاتی ہے
کز ہیم بے نوائی کشتہ خویش
کہ بے سروسامانی کے ڈر سے اپنے آپ کو مارا ہے

تو برفتی ماند ناں برخیز و گیر
تو چلا، روٹی رہ گئی کھڑا ہو لے لے
اے بکشتہ خویش را اندر زحیر
اے وہ کہ جس نے اپنے آپ کو پریشانی میں مار ڈالا

ہیں[3] توکل کن ملرزاں پا و دست
خبردار! توکل کر ہاتھ پاؤں نہ لرزا
رزق تو بر تو ز تو عاشق ترست
تیرا رزق تجھ پر تجھ سے زیادہ عاشق ہے

عاشق ست و میزند او مول مول
وہ عاشق ہے اور آواز دے رہا ہے، ٹھہر ٹھہر
کہ ز بے صبریت داند اے فضول
کیونکہ اے بیہودہ! وہ تیری بے صبری کو جانتا ہے

گر ترا صبرے بُدے رزق آمدے
اگر تجھے صبر ہوتا تو رزق آجاتا
خویشتن چوں عاشقاں بر تو زدے
عاشقوں کی طرح اپنے آپ کو تجھ پر لا ڈالتا

---

[1] تنگ۔ یعنی وہ شہر قحط زدہ تھا، روٹی گراں اور کمیاب تھی۔ از غفلت۔ یعنی خدا کی رزاقی کی غفلت سے۔ زحیر۔ پیچش، پیچ و تاب۔ از برائے۔ تو روٹی کی فکر میں جل رہا ہے تجھے خدا پر بھروسہ نہیں ہے۔ تو نۂ۔ تو اُن خاصانِ خدا میں سے نہیں ہے جن کو جوع کا تحفہ دیا جاتا ہے تجھے لامحالہ دنیاوی غذا میسر آجائے گی۔ گیج۔ احمق۔

[2] کاسہ۔ دنیاداروں کے لئے بکثرت کھانا پینا موجود ہے۔ چوں بمیرد۔ جب مرجاتا ہے تو بھی روٹی آگے آگے جاتی ہے جو قبرستان میں غریبوں کو تقسیم کردی جاتی ہے اور وہ روٹی مُردے سے کہتی ہے کہ تو روٹی کی فکر میں مرا ہے اٹھا اب روٹی لے لے۔

[3] ہیں۔ شیخ نے مُرید سے کہا انسان رزق کا اتنا عاشق نہیں ہے جتنا رزق انسان کا عاشق ہے اللہ کا وعدہ ہے لہٰذا لامحالہ رزق انسان کو تلاش کرکے اُس کے پاس پہنچتا ہے۔ عاشق ست۔ رزق انسان پر عاشق ہے اور وہ اُس کو کہتا ہے ٹھہر جا میں تیرے پاس پہنچتا ہوں کیونکہ وہ انسان کی بے صبری کو جانتا ہے۔

ایں تپ و لرزہ زخوفِ جوع چیست — در توکل سیر می تانید زیست

بھوک کے ڈر سے یہ جاڑا اور بخار کیوں ہے؟ — توکل میں پیٹ بھرا ہو کر زندہ رہ سکتے ہو

حکایتِ[1] آں گاو کہ تنہا در جزیرہ ایست بزرگ، حق تعالیٰ

اُس بیل کی حکایت جو ایک بڑے جزیرہ میں اکیلا ہے اللہ تعالیٰ اُس بڑے جزیرے

آں جزیرۂ بزرگ را ہر روز پُر کُند از نبات و ریاحین[2] کہ

کو روز گھاس اور خوشبودار پودوں سے بھر دیتا ہے تاکہ رات تک

تا علفِ آں گاو باشد تا بشب آں گاو ہمہ را بچرد و فربہ

اُس بیل کے لئے چارا رہے وہ بیل سب کو چر لیتا ہے اور پہاڑ کی

شود چوں کوہ پارہ چوں شب شود خوابش نبرد از غصہ و

طرح موٹا ہو جاتا ہے جب رات ہو جاتی ہے اُس کو رنج اور ڈر سے نیند

خوف کہ ہمہ صحرا را چریدم فردا چہ خورم تا ازیں غصہ لاغر

نہیں آتی ہے کہ میں نے تمام جنگل چر لیا کل کو کیا چروں گا یہاں تک کہ وہ اس

شود ہمچوں خلال روز بر خیزد ہمہ صحرا را سبز تر و انبوہ تر بیند

رنج سے تنکے کی طرح لاغر ہو جاتا ہے ہر روز اُٹھتا ہے تمام جنگل کو زیادہ سبز اور

از وے باز بخورد و فربہ شود باز شبش ہماں غم بگیرد سالہاست

زیادہ گھنا دیکھتا ہے اُس میں سے پھر کھاتا ہے اور موٹا ہو جاتا ہے پھر رات کو اسے وہی غم

کہ او ہمچنیں مے بیند و اعتماد نمی کند

آپکڑتا ہے سالوں گذر گئے ہیں کہ وہ یہی دیکھ رہا ہے اور بھروسہ نہیں کرتا ہے

یک جزیرہ سبز ہست اندر جہاں — اندرو گاویست تنہا خوش دہاں

دنیا میں ایک سبز جزیرہ ہے — اُس میں ایک اکیلا بیل عمدہ گھاس چرنے والا ہے

جملہ صحرا[3] را چرد او تا بشب — تا شود زفت و عظیم و منتجب

وہ رات تک تمام جنگل کو چر لیتا ہے — حتیٰ کہ موٹا اور بڑا اور بزرگ بن جاتا ہے

شب ز اندیشہ کہ فردا چہ خورم — گردد او چوں تارِ مو لاغر زغم

رات میں اس ڈر سے کہ کل کو کیا کھاؤں گا؟ — وہ غم سے بال کی طرح کمزور ہو جاتا ہے

چوں برآید صبح گردد سبز دشت — تا میاں رستہ قصیلِ سبز و کشت

جب صبح ہوتی ہے جنگل سبز ہو جاتا ہے — سبز چارا اور کھیتی کمر تک ہوتی

---

[1] حکایت۔ اِس حکایت کو یہ بتانا مقصود ہے کہ جس طرح اِس بیل کی بے صبری تھی اور رزق کے فکر میں گھلا جاتا تھا۔ یہی حال انسان کا ہے۔

[2] ریاحین۔ خوشبودار نباتات۔ خلال۔ دانت کریدنے کا تنکا۔ خوش دہاں۔ عمدہ خوراک کھانے والا۔

[3] جملہ صحرا۔ ہرا سبزہ زار ہر بیل اکیلا ہے دن بھر خوب کھاتا اور موٹا تازہ بن جاتا۔ منتجب۔ نجیب، بزرگ۔ شب۔ رات بھر اِس غم میں رہتا کہ میں نے سب چراگاہ کھالی اب کل کو کیا کھاؤں گا۔ قصیل۔ سبز جو، خوید۔

اندر افتد گاو با جوعُ البقر[1] — تا بشب آں را چرد او سر بسر
بیل جوع البقر کے ساتھ اُس میں گھس جاتا ہے — رات تک وہ اُس کو چَر جاتا ہے

باز زفت و فربہ و لمتر شود — آں تنش از پیہ و قوت پُر شود
بھر موٹا اور تازہ اور بھاری بن جاتا ہے — اُس کا بدن چربی اور طاقت سے بھر جاتا ہے

باز شب اندر تپ افتد از فزع — تا شود لاغر ز خوفِ منتجع
وہ بھر رات کو گھبراہٹ کے بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے — چراگاہ کے ڈر سے لاغر ہو جاتا ہے

کہ چہ خواہم خورد فردا وقتِ خور — سالہا این ست کارِ آں بقر
کہ کھانے کے وقت میں کل کو کیا کھاؤں گا؟ — اُس بیل کی سالوں یہی حالت رہی

ہیچ نیندیشد کہ چندیں سال من — میخورم زیں سبزہ زار وزیں چمن
وہ کبھی نہ سوچتا کہ اتنے سال سے میں — اِس سبزہ زار اور اِس چمن کو چَر رہا ہوں

ہیچ[2] روزے کم نیاید روزیم — چیست ایں ترس و غم و دلسوزیم
کسی دن بھی میرا رزق کم نہیں ہوتا ہے — پھر میرا یہ خوف اور غم اور دل سوزی کیوں ہے؟

باز چوں شب میشود آں گاو زفت — میشود لاغر کہ آوہ رزق رفت
پھر جب رات ہوتی وہ موٹا بیل — لاغر ہو جاتا کہ ہائے رزق ختم ہو گیا

نفس آں گاو ست وآں دشت ایں جہاں — کو ہمی لاغر شود از خوفِ ناں
نفس وہ بیل ہے اور یہ دنیا وہ جنگل ہے — جو روٹی کے ڈر سے لاغر ہوا جاتا ہے

کہ چہ خواہم خورد مستقبل عجب — لوتِ فردا از کجا سازم طلب
کہ حیرت ہے میں آئندہ کیا کھاؤں گا؟ — کل کی خوراک کہاں سے طلب کروں گا؟

سالہا خوردی و کم نامد ز خور — ترکِ مستقبل کُن و ماضی نگر
تو نے سالوں کھایا اور وہ کھانے سے کم نہ ہوا — آئندہ کو چھوڑ اور ماضی پر غور کر

لوت[3] پوتِ خوردہ را ہم یاد آر — منگر اندر غابر و کم باش زار
کھائے ہوئے مرغن کھانوں کو یاد کر — مستقبل کو نہ دیکھ اور بدحال نہ بن

قصۂ آں گاو را یکسوئے نہ — زاں خر و زاں شیرِ نر پیغام دہ
اُس بیل کا قصہ ایک طرف رکھ — اُس گدھے اور نر شیر کا پیغام دے

صید کردنِ شیر آں خر را و تشنہ شدنِ شیر از کوشش و رفتن

شیر کا اُس گدھے کو شکار کر لینا اور محنت کی وجہ سے شیر کا پیاسا ہو جانا اور چشمہ پر جانا

---

[1] جوعُ البقر۔ وہ مرض ہے جس میں انسان کا کسی حالت میں پیٹ نہیں بھرتا ہے۔ لمتر۔ موٹا۔ فزع۔ گھبراہٹ۔ منتجع۔ چراگاہ۔ ایک عرصۂ دراز تک اُس بیل کی یہی حالت رہی کہ دن کو کھا کر موٹا ہو جاتا اور رات کو کل کی فکر میں دُبلا ہو جاتا اور کبھی یہ نہ سوچا یہ خوف بیجا ہے اتنے سال گزر گئے اور مجھے بہر حال بقدر خوراک مل رہی ہے۔

[2] ہیچ۔ وہ کبھی یہ نہیں سوچتا کہ کسی روز بھی روزی کم نہیں مل رہی ہے تو میں غم کیوں کروں۔ نفس۔ انسان کے نفس کو بیل سمجھو اور دنیا کو یہ جنگل۔ کہ چہ۔ انسان اسی فکر میں گھُلتا ہے کہ کل کو کیا کھاؤں گا۔ ترک۔ انسان کو چاہیئے کہ ماضی پر نظر رکھ کر مستقبل کی فکر چھوڑ دے۔

[3] لوت۔ یہ یاد رکھ کہ کس قدر لذیذ غذائیں کھاتا رہا ہے۔ آئندہ بھی اسی طرح دے گا آئندہ کی فکر میں نہ پڑ۔ صید کردن۔ شیر نے گدھے کو شکار کر لیا اس محنت میں شیر کو پیاس لگی تو وہ پانی پینے چلا گیا لومڑی نے اس وقفہ میں گدھے کا دل جگر گردہ کھا لیا شیر نے آکر دریافت کیا کہ دل گردہ کہاں ہے تو لومڑی نے جواب دیا اگر گدھے کے دل گردہ ہوتا ہے تو وہ تیرے پیچھے مرنے کے بعد دوبارہ بھاگنے سے تیرے پاس کیسے آجاتا۔

بہ چشمہ تا آب خورد تا باز آمدنِ شیر روباہ جگر بند و دل و گردہ

تاکہ پانی پیئے، شیر کے واپس آنے تک لومڑی گدھے کا جگر اور دل اور گردہ کھا گئی

خر را خوردہ بود کہ لطیف ترست، شیر طلب کرد دل و

تھی کیونکہ عمدہ تھا شیر نے تلاش کیا تو دل و جگر نہ پایا

جگر نیافت، از روبہ پرسید کہ دل و جگر و گردہ کجاست

لومڑی سے دریافت کیا کہ دل اور جگر اور گردہ کہاں ہے؟

روبہ گفت اگر او را دل و جگر بودے آنچناں سیاستے کہ

لومڑی نے کہا، اگر اس کے دل و جگر ہوتا تو وہ سختی جو اس نے اس دن دیکھی تھی

دیدہ بود آں روز بہزار حیلہ جان بردہ بود کے بر تو باز آمدے

جس سے ہزار حیلے سے جان بچائی تھی تو تیرے پاس کب آتا؟

[1] لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا مِنْ اَصْحَابِ السَّعِيْرِ

اگر ہم سنتے اور سمجھتے تو دوزخ والوں میں سے نہ ہوتے

بُرد خر را روبہک تا پیشِ شیر — پارہ پارہ کردش آں شیرِ دلیر

لومڑی گدھے کو شیر کے سامنے لے گئی — اس بہادر شیر نے اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے

تشنہ شد از کوششِ آں سلطانِ دد — رفت سوئے چشمہ تا آبے خورد

محنت کی وجہ سے وہ درندوں کا بادشاہ پیاسا ہو گیا — چشمہ کی جانب گیا تاکہ پانی پئے

[2] روبہک خورد آں جگر بند و دلش — آں زماں چوں فرصتے شد حاصلش

لومڑی اس کا جگر اور دل کھا گئی — اس وقت چونکہ اس کو موقع ملا

شیر چوں واگشت از چشمہ بخور — جُست در خر دل نہ دل بُد نے جگر

شیر جب چشمہ سے خوراک کی جانب واپس آیا — گدھے میں دل ڈھونڈا نہ دل تھا نہ جگر

گفت [3] روبہ را جگر کو دل چہ شد — کہ نباشد جانور را زیں دو بُد

لومڑی سے کہا جگر کہاں ہے، دل کیا ہوا — جانور میں یہ دونوں لازمی ہوتے ہیں

گفت اگر بودے ورا دل یا جگر — کے بدیں جا آمدے بارِ دگر

اس نے کہا اگر اس کے دل یا جگر ہوتا — وہ دوبارہ اس جگہ کب آتا؟

آں قیامت دیدہ بود و رستخیز — واں ز کوہ افتادن و ہول و گریز

اس نے قیامت اور حشر دیکھا تھا — وہ پہاڑ سے گرنا اور خوف اور بھاگ دوڑ

[1] لَوْ كُنَّا۔ دوزخی دوزخ میں کہیں گے اگر ہم صحیح بات سن لیتے اور سمجھ جاتے تو آج دوزخ میں نہ ہوتے۔ روبہک۔ ذلیل لومڑی۔ سلطانِ دد۔ درندوں کا بادشاہ، شیر۔

[2] روبہک۔ جب شیر پانی پینے چلا گیا تو لومڑی کو موقع مل گیا وہ گدھے کا دل اور جگر کھا گئی۔ شیر نے واپس آکر دیکھا تو گدھے کا دل و جگر موجود نہ تھا۔

[3] گفت۔ شیر نے لومڑی سے کہا دل اور جگر تو ہر جانور میں ضرور ہوتے ہیں وہ اس گدھے کے کہاں ہیں۔ اگر بودے۔ لومڑی نے کہا اگر اس گدھے کے دل و جگر ہوتا تو یہ دوبارہ تیرے پاس کیسے آتا۔ آں قیامت۔ اس گدھے نے تیرا قیامت خیز حملہ دیکھا تھا اور پہاڑ پر سے سر کے بل گرا تھا۔

ا گر جگر بودے وُرا یا دل بُدے
اگر اُس کے جگر ہوتا، یا دل ہوتا

بارِ دیگر کے بَرِ تو آمدے
دوبارہ تیرے پاس کب آتا؟

چوں نباشد نورِ دل، دل نیست آں
جب دل میں نور نہ ہو تو وہ دل نہیں ہے

چوں نباشد روح جز گِل نیست آں
جب روح نہ ہو تو مٹی کے سوا کچھ نہیں ہے

آں زجاجے کو ندارد نورِ جاں
وہ شیشہ، جو جان کا نور نہیں رکھتا

بولِ قارورہ است قندیلش مخواں
اُس کو قندیل نہ کہہ وہ پیشاب کی شیشی ہے

نورِ مصباح ست داد ذوالجلال
چراغ کا نور خدا کی عطا ہے

صنعتِ خَلقت آں شیشہ و سِفال
شیشہ اور دیولا مخلوق کی کاریگری ہے

۲ لاجرم در ظرف باشد اعتداد
لامحالہ ظرف میں تعدد ہے

در لَہب ہا نبود اِلّا اتحاد
روشنیوں میں اتحاد کے سوا کچھ نہیں ہے

نورِ شش قندیل چوں آمیختند
جب چھ قندیلوں کا نور ملا دیا

نیست اندر نورِ شاں اعداد و چند
اُن کے نور میں تعدد اور شمار نہیں ہے

آں جہود از ظرفہا مشرک شدست
یہودی ظرفوں کی وجہ سے مشرک بن گیا

نور دید آں مومن و مُدرِک شدست
مومن نے نور دیکھا وہ شناسا بن گیا

چوں نظر بر روح اُفتد مرورا
جونکہ اُس کی نگاہ روح پر پڑتی ہے

پس یکے بیند خلیلؑ و مصطفٰےؐ
اِس لئے خلیلؑ اور مصطفٰیؐ کو ایک دیکھتا ہے

چوں نظر بر ظرف اُفتد روح را
جب روح کی نظر ظرف پر پڑتی ہے

پس دو بیند شیثؑ را و نوحؑ را
وہ شیثؑ اور نوحؑ کو دو دیکھتا ہے

۳ جُو کہ آبش ہست جُو خود آں بُود
جس نہر میں پانی ہے، نہر وہی ہے

آدمی آنست کو را جاں بُود
آدمی وہی ہے، جس میں جان ہو

ایں نہ مرد انند ایں ہا صورت اند
یہ مرد نہیں ہیں، یہ مورتی ہیں

مُردۂ نانند و کُشتہ شہوتند
روٹی پر جان دینے والے ہیں اور شہوت پر قربان ہیں

حکایتِ آں راہب کہ روز با چراغ میگشت درمیانِ بازار از سرِ حالتے کہ اُورا بُود

اُس درویش کی حکایت جو دن میں چراغ لئے ہوئے بازار میں چکر لگاتا تھا اُس باطنی حالت کی وجہ سے جو اُس کو حاصل تھی

ا گر جگر بودے۔ اگر زندہ جگر ہوتا تو یہ دوبارہ نہ آتا۔ چوں نباشد جس عضو کا جو کام ہے اگر وہ عضو اپنا کام نہیں کرتا تو گویا وہ عضو ہی نہیں ہے دل میں جب نور نہ ہو تو وہ دل نہیں۔ انسان میں روح نہ ہو تو وہ محض مٹی کا پتلا ہے۔ آں زجاج۔ جس شیشہ میں روشنی نہیں وہ قندیل نہیں۔ بلکہ پیشاب کی شیشی ہے۔ شیشہ۔ یعنی قندیل کا شیشہ۔ سِفال۔ یعنی مٹی کا چراغ۔

۲ لاجرم۔ چراغوں اور قندیلوں میں تعدد اور دوئی ہے اُن کی روشنی جو پھیلتی ہے اُس میں وحدت ہے۔ آں جہود۔ یہود نے انبیاء کے اجسام پر نظر کی تو اُن میں تعدد سمجھا بعض پر ایمان لائے اور بعض کا کفر کر دیا، مومن نے اجسام اور ظروف پر نظر نہ کی بلکہ روح اور نور کو دیکھا جس میں وحدت ہے تو اُس کا عقیدہ ہوا کہ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِہٖ "ہم اُس کے رسولوں میں سے کسی میں تفریق نہیں کرتے ہیں"۔

۳ جُو۔ نہر تو وہی ہے جس میں پانی ہو آدمی وہی ہے جس میں روح ہو۔ ایں۔ عوام انسان نہیں ہیں مورتیں ہیں مگر زندہ بھی نہ سمجھو یہ شہوت اور روٹی کے مقتول ہیں۔ حکایت۔ اس حکایت کا خلاصہ یہی ہے کہ بظاہر انسان بہت ہیں لیکن وہ انسان جن میں انسانیت ہو کمیاب ہیں۔

آں یکے[1] با شمع بر میگشت روز / گرد بازار و دلش پُر عشق و سُوز

ایک شخص دن میں چراغ لئے ہوئے گھومتا تھا / بازار میں، اور اُس کا دل عشق و سوزش سے پُر تھا

بُوالفضولے گفت اُو را کاے فلاں / ہیں چہ میجوئی بسُوئے ہر دُکاں

ایک بیہودہ نے اُس سے کہا کہ اے فلاں! / ہر دُکان کے پاس تو کیا ڈھونڈتا ہے؟

ہیں چہ میگردی تو جُویاں با چراغ / در میانِ روزِ روشن چیست لاغ

ہائیں! تو چراغ لئے ہوئے کیوں گھومتا ہے؟ / روشن دن میں (یہ) کیا مذاق ہے؟

گفت میجُویم بہر سُو آدمے / کہ بُود حے از حیاتِ آں دمے

اُس نے کہا میں ہر جانب انسان تلاش کرتا ہوں / جو اُس سانس کی زندگی سے زندہ ہو

گفت من جُویائے انساں گشتہ اَم / می نیابم ہیچ و حیراں گشتہ اَم

اُس نے کہا میں انسان کا جویاں بنا ہوں / میں کسی کو نہیں پاتا ہوں اور حیران ہو گیا ہوں

گفت مردے ہست ایں بازار پُر / مرد مانند آخر اے دانائے حُر

(فضولی) مرد نے کہا، یہ بازار بھرا ہوا ہے / اے عقلمند آزاد! بالآخر انسان ہی ہیں

گفت خواہم[2] مرد بر جادہ دورہ / در رہِ خشم و بہنگامِ شَرَہ

اُس نے کہا میں دو راہے راستہ پر انسان چاہتا ہوں / غصہ کے راستہ میں اور حرص کے وقت

وقتِ خشم و وقتِ شہوت مرد کُو / طالبِ مردے دوانم کُو بکُو

غصہ کے وقت اور شہوت کے وقت انسان کہاں ہے؟ / میں ایسے انسان کی طلب میں کوچہ بکوچہ دوڑتا ہوں

کُو دریں دو حال مردے در جہاں / تا فدائے اُو کنم امروز جاں

دنیا میں اِن دو حالتوں میں انسان کہاں ہے / تاکہ آج میں اُس پر جان قربان کر دوں

گفت[3] نادر چیز میجوئی ولیک / غافل از حکمِ قضائی نیک نیک

اُس نے کہا تو کمیاب چیز تلاش کرتا ہے لیکن / تو (اللہ کی) قضا کے حکم سے بالکل غافل ہے

ناظرِ فرعی ز اصلے بے خبر / فرع مائیم اصل احکامِ قدر

تو شاخ کو دیکھنے والا ہے اصل سے بے خبر ہے / ہم شاخ ہیں، تقدیر کے احکام اصل ہیں

چرخ گرداں را قضا گمرہ کند / صد عطارد را قضا ابلہ کند

قضا گھومنے والے آسمان کو گمراہ کر دیتی ہے / قضا سینکڑوں عطارد کو بے وقوف بنا دیتی ہے

چرخ - تقدیر خداوندی آسمان کو بھی راستہ سے بھٹکا دیتی ہے عطارد ستارہ جو آسمان کا منشی ہے اُس کو تقدیر احمق بنا دیتی ہے۔

[1] آں یکے - ایک خدا کا عاشق دن میں چراغ جلائے ہوئے کچھ ڈھونڈتا پھرتا تھا یعنی۔ دن میں چراغ کی روشنی سے تلاش کرنا مذاق اور دل لگی کی بات ہے تو چراغ لئے کیا تلاش کر رہا ہے۔ گفت۔ اُس عاشقِ خدا نے کہا میں ہر جانب ایسے آدمی کی تلاش میں ہوں جو اللہ کی عطا کردہ رُوح سے زندہ ہو اور مجھے کوئی انسان نہیں ملتا ہے۔ مرد مانند۔ اُس بیہودہ شخص نے کہا کہ یہ سارا بازار انسانوں سے پٹا پڑا ہے اور تجھے کوئی انسان نظر نہیں آتا۔

[2] خواہم مرد۔ اُس عاشقِ خدا نے کہا میں ایسے انسان کی تلاش میں ہوں جو دُو حالتوں یعنی غصہ اور حرص کے وقت سیدھے راستہ پر چلتا ہوا۔ وقتِ خشم۔ (شہر) اگر آدمی اس کو نہ جانیے گا ہو وہ کیسا ہی صاحبِ فہم ذوکا۔ جسے عیش میں یادِ خدا نہ رہی جسے طیش میں خوفِ خدا نہ رہا۔ تو۔ اگر ایسا آدمی مجھے مل جائے تو میں اُس پر جان قربان کر دوں۔

[3] گفت۔ اُس شخص نے کہا ایسا انسان نادر اور کمیاب ہے اس کا ملنا دشوار ہے تو قضاء خداوندی کے حکم سے غافل ہے اور انسان کے افعال کو اس کا اختیاری فعل سمجھتا ہے۔ ناظر۔ انسان کا اپنا اختیار کہاں ہے اصل تو تقدیر خداوندی ہے۔

تنگ[1] گرداند جہانِ چارہ را — آب گرداند حدید و خارہ را

وہ تدبیر کی دنیا کو تنگ کر دیتی ہے — وہ لوہے اور (سنگِ) خارہ کو پانی بنا دیتی ہے

اے قرارے دادہ رہ را گام گام — خام خامی خام خامی خام خام

اے (وہ کہ) تو نے قدم بقدم راستہ (طے کرنا) قرار دیا ہے — تو کچا ہی کچا ہے، کچا ہی کچا ہے، کچا، کچا

چوں بدیدی گردشِ سنگِ آسیا — آبِ جُو را ہم ببیں آخر بیا

جبکہ تو نے پن چکی کے پتھر کے چکر کو دیکھا ہے — آ، بالآخر نہر کے پانی کو بھی دیکھ لے

خاک را دیدی برآمد بر ہوا — در میانِ خاک بنگر باد را

تو نے ہوا پر گرد کو دیکھا ہے — گرد کے درمیان ہوا کو دیکھ لے

دیگہائے[2] فکر می بینی بجوش — اندر آتش ہم نظر می کن بہوش

تو نے فکر کی دیگوں کو جوش میں دیکھا ہے — ہوش سے آگ کو بھی دیکھ لے

گفت حق ایوبؑ را در مکرمت — من بہر موئیت صبرے دادمت

اعزاز میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوبؑ سے فرمایا — میں نے تجھے ہر ہر بال کی برابر صبر دیا ہے

ہیں بصبرِ خود مکن چندیں نظر — صبر دیدی صبر دادن را نگر

خبردار! اپنے صبر پر زیادہ نظر نہ کر — تو نے صبر دیکھا ہے، صبر دینے کو دیکھ لے

چند بینی گردشِ دولاب را — سر بروں کن ہم ببیں میراب را

رہٹ کی گردش کو کب تک دیکھے گا؟ — سر باہر کو نکال، پانی والے کو بھی دیکھ لے

تو ہمی گوئی کہ می بینم ولیک — دیدِ آنرا بس علامتہاست نیک

تو کہتا ہے میں دیکھ رہا ہوں، لیکن — اس کے دیکھنے کی بہت سی علامتیں ہیں

گردشِ[3] کف را چو دیدی مختصر — حیرتت باید بدریا در نگر

جب تو نے دریا کے مختصر جھاگ دیکھے — تجھے حیرت درکار ہے، دریا کو دیکھ

آنکہ کف را دید سرگویاں بُود — وانکہ دریا دید او حیراں بُود

جس نے جھاگ کو دیکھا اس نے سر پیٹا — جس نے دریا دیکھا وہ حیران ہے

آنکہ کف را دید نیتہا کند — وانکہ دریا دید دل دریا کند

جس نے جھاگ کو دیکھا وہ نیتیں کرتا ہے — اور جس نے دریا دیکھا وہ دل کو دریا بنا لیتا ہے

آنکہ۔ جو شخص تعینات کو دیکھتا ہے اور اپنے آپ کو بالکل دریائے حقیقت سے جدا سمجھتا ہے اپنے عمل کو اپنی طرف منسوب سمجھ کر مختلف نیتیں اچھی بری کرتا ہے۔ وانکہ دریا۔ جس نے بحرِ حقیقت کو دیکھ لیا ہے اس کا دل اس قدر وسیع ہے کہ وہ سب کچھ منجانب اللہ سمجھتا ہے۔

ف۱ تنگ۔ تقدیر کے سامنے تدبیر ہیچ ہے وہ لوہے اور سنگِ خارہ کو تقدیر پانی کر دیتی ہے۔ اے۔ تو نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ راستہ تیرے قدم طے کر رہے ہیں یہ تیری خامی ہے سب کچھ تقدیر کرتی ہے۔ چوں بدیدی۔ تو ظاہری اسباب پر نگاہ رکھتا ہے اور حقیقی سبب سے غافل ہے۔ خاک۔ تو ظاہر پر نظر رکھتا ہے حقیقت اور باطن تجھ سے پوشیدہ ہے۔

ف۲ دیگہائے۔ جس طرح دیگ بغیر آگ کے جوش نہیں کھاتی اسی طرح اسبابِ ظاہری بغیر مؤثرِ حقیقی کے کچھ اثرات نہیں رکھتے ہیں۔ گفت۔ حضرت ایوبؑ کا صبر مشہور ہے خدا نے ان کو بھی یہ حکم دیا تھا کہ اپنے صبر کو نہ دیکھ صبر دینے والے کو دیکھ۔ چند بینی۔ رہٹ کو نہ دیکھ رہٹ چلانے والے کو دیکھ۔ تو ہمی۔ تیرا دعویٰ تو یہ ہے کہ تو حقیقی سبب کو دیکھتا ہے لیکن حقیقی سبب کو دیکھنے والوں کی ایک علامت بھی تیرے اندر نہیں ہے۔

ف۳ گردش۔ یعنی ان تعینات کی جو بہت مختصر ہیں تو نے یہ چہل پہل دیکھی ہے اگر مقامِ حیرت میں پہنچنا ہے تو دریائے حقیقت ذاتِ باری تعالیٰ پر نظر کر۔ آنکہ۔ جو صرف تعینات پر نظر رکھتا ہے اور ان کو دریا سے جدا چیز سمجھتا ہے وہ لاحاصل سجدے کرتا ہے جو شخص دریائے وحدت پر نظر رکھتا ہے اس کو محمود حیرانی حاصل ہوتی ہے۔

آنکہ کفہا دیدہ باشد در شمار[1] | وآنکہ دریا دیدہ شُد بے اختیار
جس نے جھاگوں کو دیکھا وہ گنتی میں ہے | اور جس نے دریا کو دیکھا وہ بے اختیار ہوگیا

آنکہ کف را دید در گردش بُود | وآنکہ دریا دید اُو بیغش بُود
جس نے جھاگ کو دیکھا وہ چکر میں ہے | اور جس نے دریا کو دیکھا وہ بے کھوٹ ہے

آنکہ کف را دید بیگارش کُند | وآنکہ دریا دید بَردارش کُند
جس نے جھاگ کو دیکھا وہ اُس سے بیگار لیتا ہے | اور جس نے دریا کو دیکھا وہ اُسکو سولی پر چڑھا دیتا ہے

آنکہ کف را دید گردد مستِ اُو[2] | وآنکہ دریا دید باشد غرقِ ہُو
جس نے جھاگ کو دیکھا وہ اُس کا مست بنجاتا ہے | اور جس نے دریا کو دیکھا وہ خدا میں غرق ہوجاتا ہے

آنکہ کف را دید آید در سخن | وآنکہ دریا دید شُد بے ما و من
جس نے جھاگ کو دیکھا وہ باتیں بناتا ہے | اور جس نے دریا کو دیکھا وہ بیخود اور بے انانیت کے ہوجاتا ہے

آنکہ کف را دید پالودہ شوَد | وآنکہ دریا دید آسودہ شوَد
جس نے جھاگ کو دیکھا وہ صاف کیا جاتا ہے | اور جس نے دریا کو دیکھا وہ آرام سے ہوجاتا ہے

دعوت کردنِ مسلمان مُرمُغے را باسلام وجوابِ اُو
مسلمان کا ایک آتش پرست کو اسلام کی دعوت دینا اور اُس کا جواب

مُرمُغے را گفت مَردے کاے فلاں | ہیں مسلماں شو بباش از مُومناں
ایک شخص نے ایک آتش پرست سے کہا اے فلاں | خبردار! مسلمان ہوجا، مومنوں میں سے بنجا

گفت[3] اگر خواہد خدا مومن شوم | ور فزاید فضل ہم مُوقِن شوم
اُس نے کہا اگر خدا چاہے گا میں مومن بنجاؤنگا | اگر زیادہ مہربانی کرے گا صاحب یقین بنجاؤنگا

گفت میخواہد خدا ایمانِ تو | تا رہد از دستِ دوزخ جانِ تو
اُس نے کہا خدا تیرے ایمان کا خواہشمند ہے | تاکہ تیری جان دوزخ کے ہاتھ سے نجات پاجائے

لیک نفسِ نحس و آں شیطانِ زشت | می کشندت سُوئے کفران و کُنشت
لیکن منحوس نفس اور بد شیطان | تجھے کفر اور بُت خانہ کی طرف کھینچتے

گفت اے منصف چو ایشاں غالب اند | یارِ اُو باشم کہ باشد زورمند
اُس نے کہا اے منصف! جب وہ غالب ہیں | میں اُس کا دوست بنوں گا جو طاقت ور ہو

ہے۔ تاکہ تجھے دوزخ سے نجات مل جائے لیکن تیرا نفس اور شیطان تجھے کفر اور بُت خانے کی جانب کھینچ لیتے ہیں۔

---

[1] آنکہ کفہا۔ جو شخص دریائے حقیقت سے غافل ہے اور محض بُلبلوں اور جھاگوں کو دیکھ رہا ہے، وہ اپنے افعال کو شمار کرتا ہے کہ کچھ اختیاری اور کچھ اضطراری ہیں اور وہ شخص جس کی دریا پر نظر ہے اپنے اختیاری افعال کو بھی سمجھتا ہے کہ یہ اختیار بھی خدا کا عطا کردہ ہے۔ گردش بُود یعنی ایسے شخص کو سکون حاصل نہیں ہوتا۔ بیغش بُود۔ یعنی اُس کو اطمینان حاصل ہوجاتا ہے۔ بیگارش۔ یعنی دنیا کے دھندوں سے لگتا ہے اور اُخروی اجر سے محروم رہتا ہے۔ بردارش کُند۔ وہ مخلوق کو فنا کرکے خالق کی خدمت میں لگ جاتا ہے۔

[2] مستِ اُو۔ مخلوق میں مست ہوکر خدا سے غافل ہوجاتا ہے۔ غرقِ ہو۔ یعنی فنا فی اللہ۔ در سخن۔ مصرع آنرا کہ خبر شد خبرش باز نیامد۔ پالودہ۔ یعنی مجاہدوں کے ذریعہ صاف کیا جاتا ہے۔ جمع آتش پرست۔

[3] گفت۔ اُس آتش پرست نے کہا اگر خدا چاہے گا تو میں مومن بن جاؤں گا اور اگر مزید مہربانی ہوئی تو پھر موقن یعنی وہ مومن جس کو عین الیقین کا درجہ حاصل ہو بن جاؤنگا۔ میخواہد۔ مسلمان نے کہا خدا تجھے مومن بنانا چاہتا

یارِ[۱] آں تا نم بُدن کو غالب ست — آں طرف اُفتم کہ غالب جاذب ست

میں اُس کا یار بنوں گا جو غالب ہے — میں اُس طرف جھکوں گا جو زیادہ کھینچنے والا ہے

چوں خدا میخواست از من صدقِ زفت — خواستش چہ سُود چوں پیشش نرفت

جب خدا مجھ سے پختہ سچائی چاہتا ہے — اُسکے چاہنے کا کیا فائدہ جبکہ اُس کی نہیں چلتی ہے؟

نفس و شیطاں خواہشِ خود پیش برد — واں عنایت قہر گشت و خرد و مُرد

نفس اور شیطان کی اپنی خواہش چلی — وہ مہربانی مغلوب اور ریزہ ریزہ ہو گئی

تو یکے قصر و سرائے ساختی — اندرو صد نقشِ خوش افراختی

تو نے ایک محل اور سرائے بنائی — اُس میں تو نے اچھے نقش بنائے

خواستی مسجد شود آں جائے خیر — دیگرے آمد مر آنرا ساخت دیر

تو نے چاہا وہ اچھی جگہ مسجد بنے — دوسرا آیا اُس نے اُس کو بُت خانہ بنا لیا

یا تو[۲] بافیدی یکے کرباس تا — خوش بسازی بہرِ پوشیدن قبا

یا تو نے سُوت بُنا تاکہ — پہننے کے لئے اچھی قبا بنائے

تو قبا میخواستی خصم از نبرد — رغمِ تو کرباس را شلوار کرد

تو نے قبا (بنانی) چاہی دشمن نے مخالفت سے — تیرے برخلاف کپڑا کو شلوار کر دیا

چارہ کرباس چہ بُود جانِ من — جز زبونِ رائے آں غالب شدن

اے میری جان! کپڑے کے لئے کیا چارہ ہوگا؟ — غالب آنے والے کے تابع بن جانے کے سوا

اُو زبوں شد جرم ایں کرباس چیست — آنکہ اُو مغلوبِ غالب نیست کیست

وہ مغلوب ہو گیا اُس کپڑے کی کیا خطا ہے؟ — جو غالب سے مغلوب نہیں ہے وہ کون ہے؟

چوں کسے ناخواہِ اُو بروے براند — خاربُن در مِلک و خانہ اُو نشاند

جب کسی نے اُس کے خلاف اُس پر حملہ کیا — اُس کی ملکیت اور گھر میں کانٹوں کی جھاڑی لگا دی

صاحبِ[۳] خانہ بدیں خواری بُود — کایں چنیں بر وے خلافت میرود

گھر والا اِس ذلت میں ہو — کہ اِس طرح کی اُس پر حکومت ہو

ہم خلق گردم من ار تازہ و نوم — چونکہ یارِ ایں چنیں خوارے شوم

میں بھی بوسیدہ بن جاؤں گا خواہ تازہ اور نیا ہوں — جبکہ میں ایسے کمزور کا دوست بن جاؤں

چونکہ خواہِ نفس آمد مستعاں — تسخر آمد ایش شاء اللہ کاں

جبکہ نفس کی خواہش مددگار ہے — تو "جو اللہ نے چاہا ہوا" مذاق ہے

---

۱ یار۔ آتش پرست نے کہا جبکہ نفس اور شیطان کا چاہا ہو رہا ہے تو وہ تگڑے ہیں مجھے قوی کا ساتھ دینا چاہئے۔ چوں خواست۔ اگر خدا مجھ سے سچائی چاہتا ہے اور نفس و شیطان کے مقابلہ میں اُس کی کچھ نہیں چلتی ہے تو اُسکے چاہنے کا کیا فائدہ ہے۔ خرد و مُرد۔ ریزہ ریزہ۔ تو یکے۔ اگر کوئی ایک اچھا مکان بنا کر اُس کو مسجد بنانا چاہے اور کوئی دوسرا اُس پر غالب آکر اُس کو بُت خانہ بنا دے تو مسجد بنانے والے کی خواہش کا کیا فائدہ ہوا۔

۲ یا تو۔ اگر تو نے کپڑا اس لئے بنا کر تو اُس کی قبا بنائے اور تیرا مخالف آکر اُسکو شلوار بنا دے تو کپڑے کیلئے اِس کے سوا اور کیا چارہ ہے کہ غالب کے سامنے مغلوب ہو جائے۔ چارہ۔ کپڑے کے لئے اِس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے کہ غالب کے سامنے مغلوب ہو جائے اور وہ جو کچھ اُس کو بنانا چاہے بنجائے۔ چوں کسے۔ جب کوئی شخص کسی پر غالب ہوتا ہے تو اُس کو سب کچھ بنا دیتا ہے۔

۳ صاحب خانہ۔ غاصب کے مقابلہ میں گھر کا مالک عاجز ہو جاتا ہے اور وہ اُس پر دوسرا حکمرانی کرتا ہے۔ ہم خلق۔ گذشتہ کا ساتھی بھی ذلیل ہوتا ہے۔ چونکہ۔ جب نفس اور شیطان غالب ہو تو یہ کہنا کہ جو اللہ چاہتا ہے وہ ہوتا ہے ایک مذاق کی بات ہے۔

من[1] اگر ننگِ مُغاں یا کافرم — آں نیم کہ بر خدا ایں ظن برم
میں اگر آتش پرستوں کے لئے، ننگ۔ یا کافر ہوں — میں وہ نہیں ہوں کہ خدا پر اِس طرح کا گمان کروں

گر کسے ناخواہِ اُو ور غمِ اُو — گردد اندر مُلکتِ اُو حکم جو
اگر کوئی اُسکی خواہش کے بغیر اور اُسکی ذلت کے ساتھ — اُس کی مِلک میں حاکم ہو

مُلکتِ اُو را فرو گیرد چنیں — کہ نیارد دم زدن دم آفریں
اُس کی مملکت پر اِس طرح قبضہ جمالے — کہ دم کو پیدا کرنے والا، دم نہ مار سکے

دفعِ اُو میخواہد و می بایدش — دیو ہر دم غصہ می افزایدش
وہ اُس کو دفع کرنا چاہے اور اُسکو کرنا چاہئے — شیطان ہر وقت اُس کا غصہ بڑھائے

بندۂ ایں دیو میباید شُدن — چونکہ غالب اوست در ہر انجمن
اِس شیطان کا بندہ ہونا چاہیئے — جبکہ ہر مجلس میں وہ غالب ہے

تا[2] مبادا کیں کشد شیطان ز من — پس چہ دستم گیرد آنجا ذُوالمنن
تاکہ ایسا نہ ہو کہ شیطان مجھ سے کینہ وری کرے — تو اُس جگہ خدا میری دستگیری کرے گا؟

آنکہ اُو خواہد مُرادِ اُو شود — از کہ کارِ من دگر نیکو شود
جو وہ (شیطان) چاہتا ہے وہ ہو جاتا ہے — پھر کس دوسرے سے میرا کام اچھا ہوگا

مثلِ شیطان بر درِ رحمٰن
رحمٰن کے در پر شیطان کی مثال

حاش للہ ایش شاء اللہ کاں — حاکم آمد در مکان و لامکاں
اللہ پاک ہے، جو اُس نے چاہا ہوا — وہ مکان اور لامکان میں حاکم ہے

ہیچکس در مُلکِ اُو بے امرِ اُو — در نیفزاید سرِ یک تارِ مُو
کوئی شخص اُس کے حکم کے بغیر اُسکی مِلک میں — ایک بال برابر زیادتی نہیں کر سکتا ہے

مُلک[3] مُلکِ اُوست فرماں آنِ اُو — کمتریں سگ بر درِ آں شیطانِ اُو
سلطنت اُسی کی سلطنت ہے، حکم اُس کا ہے — اُس کا شیطان اُس کے دروازہ پر ادنیٰ کتا ہے

ترکماں را گر سگے باشد بدر — بر درش بنہادہ باشد رُوے و سر
اگر ترکمان کے دروازے پر گشت ہو — اُس کے دروازے پر منھ اور سر رکھے ہوتا ہے

حفاظت کے لئے یہ عموماً کتے بھی پالتے تھے گھر کے بچے اُن کتوں کی دُمیں کھینچتے تھے لیکن اجنبی انسان پر وہی کتے زنجیر کی طرح حملہ کر دیتے تھے۔

---

[1] من اگر۔ میں خواہ کافر یا آتش پرست ہوں تو میں یہ خیال نہیں کر سکتا کہ اللہ کا چاہا ہوا نہ ہو اور شیطان اور نفس کی خواہش پوری ہو۔ گر کسے۔ آتش پرست کہتا ہے کہ میں عقیدہ نہیں رکھ سکتا کہ کوئی شخص خدا کی ملکیت میں اُس کے برخلاف حکمرانی کر سکے اور خدا اُس کے سامنے دم بھی نہ مار سکے اور خدا دشمن کو دفع کرنا چاہے اور دشمن دفع نہ ہو اور خدا کا غصہ اور بڑھتا رہے۔ بندہ۔ اگر خدا اور شیطان کی یہی حالت ہے تو پھر خدا کی بجائے شیطان کا بندہ بن جانا چاہیئے کیونکہ خدا مغلوب اور شیطان غالب ہے۔

[2] تا بادا۔ اِس حالت میں اگر شیطان کی بجائے خدا کی بندگی کی جائے گی تو شیطان دشمن بن جائے گا اور خدا کوئی مدد نہ کر سکے گا۔ آنکہ جب شیطان کا منشا پورا ہوتا ہے تو پھر شیطان کے علاوہ میرا بھلا اور کون کر سکتا ہے۔ حاش للہ۔ اللہ تعالیٰ اِس سے پاک ہے کہ اُس کا ارادہ پورا نہ ہو۔ ہیچکس۔ اُس کی خدائی میں ایک ذرہ اُس کے حکم کے خلاف نہیں ہو سکتا۔

[3] مُلک۔ دنیا اور آخرت اُس کا مُلک ہے شیطان اُس کے در کا معمولی کتا ہے۔ ترکمان۔ یہ خانہ بدوش قوم تھی غارتگری اُس کا پیشہ تھا

کودکانِ خانہ دُمش میکشند — باشد اندر دستِ طفلاں خوار مَند
گھر کے بچے اُس کی دُم کھینچتے ہیں — وہ بچوں کے ہاتھوں ذلیل ہوتا ہے

باز اگر بیگانہ مُعبَر کُند — حملہ بروے ہمچو شیرِ نر کُند
پھر اگر کوئی اجنبی گذرتا ہے — نر شیر کی طرح اُس پر حملہ کرتا ہے

۱ کہ اَشِدَّاءُ عَلَی الْکُفَّارِ شُد — باولی گُل باعدو چوں خار شُد
کیونکہ "وہ کفار پر سخت ہیں" بن گیا — دوست کیساتھ پھول اور دشمن کیساتھ کانٹا بنا

ز آب تتماجے کہ دادش ترکماں — آنچناں وافی شدست و پاسباں
پتلے حریرے کی وجہ جو ترکمان نے اُسے دیا — ایسا وفادار اور محافظ بن گیا

پس سگِ شیطاں کہ حق ہستش کُند — اندرو صد فکرت و حیلت تند
تو شیطان کتا جس کو اللہ (تعالیٰ) پیدا کرتا ہے — اُس میں سینکڑوں خیال اور حیلے ڈالتا ہے

آبروہا را غذائے اُو کُند — تا بُرد اُو آبروئے نیک و بد
آبروؤں کو اُس کی غذا بناتا ہے — تاکہ وہ بھلے اور بُرے کی آبرو اڑائے جائے

آب تتماج ست آبِ رُوی عام — کہ سگِ شیطاں ازاں یابد طعام
عوام کی آبرو پتلا حریرہ ہے — کہ شیطان کُتا اُس سے غذا حاصل کرتا ہے

۲ بر درِ خرگاہِ قُدرت جانِ اُو — چوں نباشد حکم را قرباں بگو
اُس کی جان قدرت کے خیمہ کے دروازے پر — حکم پر قربان کیسے نہ ہوگی! بتا

گلہ گلہ از مُرید و از مَرید — چوں سگِ باسط ذراعیہ بالوصید
مُرید اور سرکش جماعت در جماعت — کُتے کی طرح چوکھٹ پر بازو پھیلائے ہوئے ہے

بر درِ کہفِ الوہیت چو سگ — ذرہ ذرہ امر جو برجستہ رگ
الوہیت کے غار کے دروازے پر کُتے کی طرح — ذرہ ذرہ بھڑکتی ہوئی رگ کیساتھ حکم کا طالب ہے

۳ اے سگِ دیو امتحاں میکُن کہ تا — چوں دریں رہ می نہند ایں خلق پا
اے شیطان کُتے! امتحان کر کہ کب تک — اس راستے میں کس طرح یہ مخلوق پاؤں رکھتی ہے

حملہ میکُن منع میکُن می نگر — تاکہ باشد مادہ اندر صدق و نر
حملہ کر، روک، دیکھ — کہ سچائی میں کون مادہ اور کون نر ہے؟

کا وجود انسان کے اختیار کے منافی نہ ہوا۔

---

۱ کہ۔ انکے کُتوں کی یہ حالت تھی کہ مخالفوں اور جنبیوں کے لئے سخت تھے دوستوں کے لئے پھول اور دشمنوں کے لئے کانٹا تھے۔ تتماج- ترکمان اُس کتے کو پتلا دلیا پلاتا تھا تو وہ اُسکا اِس قدر وفادار اور محافظ بن گیا۔ پس- جب معمولی غذا پانے پر کُتا ترکمان کا ایسا فرمانبردار ہے تو شیطان جس کو خدا نے پیدا کیا اور طرح طرح کی غذائیں اُس کو عطا کرتا ہے۔ وہ شیطان لوگوں کی آبرو سے غذا حاصل کرتا ہے۔

۲ بر درِ خرگاہ۔ اللہ تعالیٰ کے دربار میں شیطان اُس کے حکم پر کیوں قربان نہ ہوگا.... گلہ گلہ- خدا کے دربار میں ہر ارادتمند اور ہر سرکش کُتے کی طرح اگلے ہاتھ بچھائے ہوئے بیٹھا ہے۔ وصید- چوکھٹ صحن۔ مَرید- سرکش۔ بردر کہف۔ اللہ کے دربار کے غار کے سامنے شیطان کُتے کی طرح بیٹھا ہے جس کا ذرہ ذرہ اللہ کے حکم کا منتظر ہے۔

۳ اے سگ۔ اللہ نے شیطان کو اِس لئے بٹھا رکھا ہے تاکہ وہ دربار میں پہنچنے والوں کا امتحان کرے اور سچائی کے نر و مادہ کو پہچان لے اور جو سچائی میں مکمل نہیں ہیں اُن کو دربار تک نہ پہنچنے دے۔ ہندا شیطان

پس[1] اعوذ از بہر چہ باشد چو سگ — گشتہ باشد از ترفع تیز تگ
تو اعوذ کس لئے ہوتی ہے؟ جب کتا — بڑائی کی وجہ سے تیز دوڑتا ہے

ایں اعوذ آں است اے ترکِ خطا — بانگ بر زن بر سگ و رہ برگشا
یہ اعوذ اس لئے ہے کہ اے خطا کے ترک! — کتے کو دھمکا اور راستہ کھول دے

تا بیایم بر درِ خرگاہِ تو — حاجتے خواہم ز جود و جاہِ تو
تاکہ میں تیرے خیمہ کے در پر آ جاؤں — تیری سخاوت اور مرتبہ سے حاجت کا سوال کروں

چونکہ ترک از سطوتِ سگ عاجز است — ایں اعوذ و ایں فغاں ناجائز است
جبکہ ترک (بھی) کتے کے حملہ سے عاجز ہے — یہ اعوذ اور یہ فریاد بیکار ہے

ترک ہم گوید اعوذ از سگ کہ من — ہم ز سگ درمانده ام اندر وطن
ترک بھی کہے کہ میں کتے سے پناہ چاہتا ہوں کیونکہ میں — بھی گھر میں کتے سے عاجز ہوں

تو نمی[2] یاری بدیں در آمدن — من نمی یارم ز در بیروں شدن
تو اس دروازے تک نہیں آ سکتا — میں دروازے سے باہر نہیں نکل سکتا

خاک اکنوں بر سرِ ترک و قنق — کہ یکے سگ ہر دو را بندد عنق
اب ترک اور مہمان کے سر پر خاک — کہ ایک کتا دونوں کی گردنیں جکڑ دے

حاش للہ ترک بانگے بر زند — سگ چہ باشد شیر نر خوں قے کند
خدا پاک ہے، ترک ایسی ڈانٹ پلائے گا — کتا کیا ہوتا ہے؟ نر شیر خون کی قے کر دے

اے کہ خود را شیر یزداں خواندہ — سالہا شد با سگے درماندہ
اے وہ! کہ تو اپنے آپ کو خدا کا شیر کہتا ہے — سالوں گذر گئے تو کتے سے عاجز ہے

چوں[3] کند ایں سگ برائے تو شکار — چوں شکارِ سگ شدستی آشکار
یہ کتا تیرے لئے شکار کب کرے گا؟ — جبکہ تو کھلے بندوں کتے کا شکار بن گیا

جواب گفتنِ مومن سُنّی مر کافر جبری را در اثباتِ اختیارِ بندہ
بندہ کا اختیار کے ثابت کرنے میں سنی مومن کا جبری کافر کو جواب دینا

و دلیل گفتن کہ سُنّت راہے باشد کوفتہ اقدام انبیا علیہم السلام
اور دلیل بیان کرنا کہ سنت وہ راستہ ہے جو انبیاء علیہم السلام کے پاؤں کا روندا

[1] پس اعوذ۔ تو اعوذ باللہ کی تعلیم اسی لئے دی گئی ہے کہ دربار میں پہنچنے والوں پر اگر شیطان کتا بھونکے تو وہ اعوذ کے مالک کو پکار کر کہیں۔ کہ وہ اپنے کتے کو راستے سے ہٹادے تاکہ وہ دربار تک پہنچ سکیں۔ چونکہ جب ترک خود کتے سے عاجز ہو تو پھر اعوذ پڑھنا بالکل بیکار ہے۔ ترک۔ وہ ترک خود کتے سے پناہ مانگتا ہے۔

[2] تو نمی۔ ترک یہ کہے کہ کتے کے ڈر سے تو اندر نہیں آسکتا اور میں باہر نہیں نکل سکتا۔ خاک۔ ایسے ترک اور مہمان کے سر پر خاک ہو.... حاش للہ۔ ترک سے یہ بات بہت بعید ہے کہ وہ کتے سے ڈرے کتا تو درکنار اس کی ڈانٹ سے شیر خون کی قے کردے گا۔ انسان جو خلیفۃ اللہ ہے وہ شیطان کے ڈر سے اور مغلوب ہوجائے یہ بُری بات ہے۔

[3] چوں کند۔ جب مالک خود کتے سے ڈرے تو کتا اس کے لئے کیا شکار کریگا۔ سُنّت۔ جبر و قدر کے معاملہ میں جو صحیح مسلک ہے وہ بین بین ہے اسکی ایک جانب جبر ہے اس عقیدہ کی رُو سے انسان کا کوئی اختیار نہیں ہے جب انسان کو اختیار نہ ہو تو پھر اللہ کا حکم دینا اور منع کرنا درست نہ ہوگا لہٰذا اس عقیدہ کے مطابق انہیں تاویلیں کرنی ہوں گی اور پھر ان تاویلات کے نتیجہ میں جنت اور دوزخ کا انکار لازم آئیگا اسلئے جنت تو اختیاری طور پر حکم بجالانے کا انعام ہے اور دوزخ نہ ماننے والوں کی سزا ہے اور اس مسلک کی بائیں جانب قدر کا عقیدہ جس کی بنیاد پر انسان کو اپنے افعال کا خالق مانا جاتا ہے اور اللہ کی قدرت کو انسان کی قدرت سے مغلوب ماننا پڑتا ہے اور اسکے نتائج جبر کے عقیدے کے نتائج سے بھی بدتر ہیں۔

ور یمینِ آں راہ بیابانِ جبرست کہ خود را اختیار نہ بیند و

ہوا ہے اُس کے دائیں جانب جبر کے جنگل کا راستہ ہے جو کہ اپنا اختیار نہیں

امر و نہی را منکرِ شود و تاویل کُند و از مُنکرِ شُدنِ امر و نہی

سمجھتا ہے اور امر و نہی کا منکر ہو جاتا ہے اور تاویل کرتا ہے اور امر و نہی کے منکر ہونے سے بہشت

لازم آید انکار بہشت و دوزخ کہ بہشت جزائے مُطیعانِ

اور دوزخ کا انکار لازم آتا ہے کیونکہ بہشت فرمانبرداروں کی جزاء ہے

امرست و دوزخ جزائے مخالفانِ امر و دیگر نگویم کہ بچہ انجامد

اور دوزخ حکم کے مخالفوں کی جزاء ہے ہیں اور مزید نہیں کہتا کہ کیا نتیجہ

کہ العاقلُ تکفیہِ الاِشارۃُ و بر یسارِ آں راہ بیابانِ قدرست

نکلتا ہے، عقلمند کے لئے اشارہ کافی ہے اور اُسکے بائیں جانب قدر کا جنگل ہے

کہ قدرتِ خالق را مغلوب قدرتِ خلق داند و ازاں فسادہا

جو اللہ کی قدرت کو مخلوق کی قدرت سے مغلوب سمجھتے ہیں اور اِس سے وہ

زاید کہ آں مغِ جبری بر شمرد

خرابیاں پیدا ہوتی ہیں جنکو وہ جبری آتش پرست گنا تا ہے

گفت[1] مومن بشنو اے جبری خطاب	آنِ خود گفتی بِنک آوردم جواب
مومن نے کہا اے جبری! بات سن	تو نے اپنی بات کہہ لی اب میں جواب دیتا ہوں
بازیِ خود دیدی اے شطرنج باز	بازیِ خصمت بہ بیں پہن و دراز
اے شطرنجی: تو نے اپنی چال دیکھ لی	مخالف کی لمبی چوڑی چال بھی دیکھ لے
نامۂ عذرِ خودت بر خواندی	نامۂ سُنّی بخواں چہ ماندی
تو نے اپنے عذر کی کتاب پڑھ دی	سُنّی کی کتاب (بھی) پڑھ (کر) تیرا کیا حال ہے؟
نکتہ گفتی جبریانہ در قضا	سِرِّ آں بشنو زمن در ماجرا
قضا کے بارے میں تو نے جبریوں کا نکتہ بیان کر دیا	معاملہ میں مجھ سے اِس کا راز سُن لے
اِختیارے[2] ہست مارا بے گماں	حِس را منکر نتانی شُد عیاں
یقیناً ہمارے لئے (بھی) اختیار ہے	تو آنکھوں دیکھی حس کا انکار نہیں کر سکتا
اِختیارِ خود بہ بیں جبری مشو	رہ رہا کردی براہ آ کج مرو
اپنے اختیار کو دیکھ، جبری نہ بن	تو نے راستہ چھوڑ دیا، راستہ پر آجا، ٹیڑھا نہ چل

1. گفت سُنّی مسلمان نے جبر کے عقیدے والے کو جواب دیا۔ جبری۔ وہ شخص جو جبر کا عقیدہ رکھتا ہو۔
2. اختیارے۔ جبر کے عقیدے میں انسان کے اختیار کا بالکل انکار ہے۔ مولانا انسان کے اختیار کو ثابت کرتے ہیں۔

سنگ[1] را ہرگز نگوید کس بیا — از کلوخے کس کجا جوید وفا

پتھر سے کوئی نہیں کہتا تو آجا — ڈھیلے سے وفاداری کون چاہتا ہے؟

آدمی را کس نگوید ہیں بپر — یا بیا اے کور خوش درمن نگر

انسان سے کوئی نہیں کہتا، ہاں اُڑ — یا اے اندھے! آ مجھے غور سے دیکھ

گفت یزداں ما علی الاعمیٰ حرج — کے نہد بر کس حرج ربُّ الفرج

اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا اندھے پر تنگی نہیں ہے — کشادگی کا پروردگار کسی پر تنگی نہیں ڈالتا ہے

کس نگوید سنگ را دیر آمدی — یا کہ چوبا تو چرا برمن زدی

پتھر سے کوئی نہیں کہتا کہ تو تاخیر سے آیا — یا اے لکڑی! تو نے مجھے کیوں مارا؟

ایں[2] چنیں واجستہا مجبور را — کس نگوید یا زند معذور را

مجبور سے ایسی جواب طلبیاں — کوئی نہیں کرتا ہے، یا مجبور کو مارے

امر و نہی و خشم و تشریف و عتیب — نیست جز مختار را اے پاک جیب

حکم دینا اور روکنا اور غصہ اور اعزاز اور عتاب — اے پاک دل! مختار کے سوا کے لئے نہیں ہے

اختیارے ہست در ظلم و ستم — من ازیں شیطان و نفس ایں خواستم

ظلم اور ستم میں اختیار ہے — میری مُراد نفس اور شیطان سے یہی تھی

اختیار اندر درونت ساکن ست — تا ندید اُو یوسفے کف را نخست

تیرے اندر اختیار باقی ہے — جبتک اُسنے یوسفؑ کو نہیں دیکھا ہاتھ کو زخمی نہیں کیا

اختیار و داعیہ در نفس بُود — روش دید آنگہ پر و بالے کشود

اختیار اور داعیہ نفس میں تھا — اُن کا چہرہ دیکھا پھر بال اور پر کھولے

سگ[3] بخفتہ اختیارش گشتہ گم — چوں شکنبہ دید جنبانید دُم

سوئے ہوئے کُتّے کا اختیار گم ہوگیا ہے — جب معدہ دیکھا اُس نے دُم ہلائی

اسپ ہم جو جو کند چوں دید جو — چوں بجُنبد گوشت گربہ گفت مو

گھوڑا بھی جو جو کرنے لگتا ہے جب جَو دیکھتا ہے — جب گوشت ہلتا ہے، بلی میاؤں کہتی ہے

دیدن آمد جنبشِ آں اختیار — ہمچو نفخے ز آتش انگیزد شرار

دیکھنا اُس اختیار کی حرکت بنا — اُس پھونکنے کی طرح جو آگ سے چنگاریاں اُڑاتا ہے

---

[1] سنگ۔ انسان کو حکم دیا جاتا ہے پتھر کو کوئی حکم نہیں دیتا ہے معلوم ہوا کہ انسان میں قدرت اور اختیار ہے۔ آدمی را جس چیز کی انسان میں قدرت اور اختیار نہیں ہے اُس کے بارے میں کوئی اُس کو حکم نہیں دیتا ہے انسان سے کوئی نہیں کہتا کہ تو اُڑ کس نگوید۔ پتھر سے کوئی کسی طرح مطالبہ نہیں کرتا ہے اس لئے کہ جانتا ہے اُس میں کوئی قدرت اور اختیار نہیں ہے۔

[2] ایں چنیں۔ جس قدر مطالبات ہیں وہ صاحب اختیار وقدرت سے ہیں، غصہ، غضب حکم اور ممانعت وغیرہ صاحب اختیار سے متعلق ہے۔ اختیار۔ انسان ظلم اور ستم کرنے اور نہ کرنے میں با اختیار ہے جب ظلم کرتا ہے تو خود اپنے ارادہ اور اختیار سے کرتا ہے نفس اور شیطان خود انسان کا اپنا ارادہ ہے۔ ساکن۔ جبتک کسی طرح کا داعیہ پیدا نہیں ہوتا ہے تو انسان کا اختیار خوابیدہ رہتا ہے۔ تا ندید۔ اس سے حضرت یوسفؑ اور مصری عورتوں کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔

[3] سگ خفتہ۔ جب تک کتا ہڈی نہیں دیکھتا تو سوتا رہتا ہے ہڈی دیکھ کر دُم ہلانا شروع کر دیتا ہے یہی حال انسان کے اختیار اور قدرت کا ہے جب تک کوئی داعیہ نہیں ہے وہ خوابیدہ ہے جب کوئی داعیہ ہوگا تو بیدار ہو جائے گا۔ جو جو کند۔ یعنی گھوڑا ہنہناتا ہے۔ مو۔ یعنی بلی ماؤں ماؤں کرتی ہے۔ دیدن۔ اِس داعیہ کو دیکھنا اختیار کو بیدار اور متحرک بنا دیتا ہے۔

پس[1] بجُنبد اختیارت چون بلیس — شُد دلالہ آردت پیغامِ ویس
تو تیرا اختیار حرکت میں آجاتا ہے جب شیطان — دلّال بنتا ہے، تیرے پاس ویس کا پیغام لاتا ہے

چونکہ مطلوبے بریں کس عرضہ کرد — اختیارِ خُفتہ بکُشاید نبرد
جب اِس شخص پر مطلوب پیش کیا — سویا ہوا اختیار جنگ شروع کر دیتا ہے

واں فرشتہ خیرہا بر رغمِ دیو — عرضہ دارد میکُند در دل غریو
فرشتہ، شیطان کے برخلاف بھلائیاں — پیش کرتا ہے، دل میں شور برپا کر دیتا ہے

تا بجُنبد اختیارِ خیرِ تو — زانکہ پیش از عرضہ خُفتہ است ایں دو خُو
تاکہ تیرا بھلائی کا اختیار حرکت میں آئے — کیونکہ پیش کرنے سے پہلے یہ دونوں خصلتیں سوئی ہوئی ہیں

پس فرشتہ و دیو گشتہ عرضہ دار — بہرِ تحریکِ عُروقِ اختیار
تو فرشتہ اور شیطان پیش کرنے والے بنے — اختیار کی رگوں کو حرکت میں لانے کے لئے

می[2] شود ز الہامہا و وسوسہ — اختیارِ خیر و شرت دہ کسہ
وسوسہ اور الہاموں کی وجہ سے بنجاتا ہے — تیرا خیر اور شر کا اختیار دس مردوں والا

وقتِ تحلیلِ نماز اے بانمک — زاں سلام آورد باید بر مَلک
اے ملیح! نماز ختم کرنے کے وقت — اسی لئے فرشتوں کو سلام کرنا چاہیے

کز الہام و دُعائے خوبِ تاں — اختیارِ ایں نمازم شُد رواں
کہ تمہاری اچھی دُعا اور اِلہام سے — اِس نماز کا (میرا) اختیار ختم ہو گیا

باز[3] از بعدِ گنہ لعنت کُنی — بر بلیس ایرا کہ از وے منحنی
پھر گناہ کے بعد تو لعنت کرتا ہے — شیطان پر، کیونکہ تو اسی وجہ سے کُبڑا بنا

ایں دو ضد عرضہ کنندہ در سِرار — در حجابِ غیب آمد عرضہ دار
در پردہ یہ دو متضاد پیش کرنے والے — غیب کے پردے میں پیش کرنیوالے ہیں

چونکہ پردۂ غیب برخیزد ز پیش — تو ببینی رُوئے دلّالانِ خویش
جب غیب کا پردہ سامنے سے اُٹھ جائیگا — تو اپنے دلّالوں کا چہرہ دیکھ لے گا

در سُخن شاں واشناسی بے گزند — کاں سخن گو در حجاب ایںہا بُدند
ایسے تو بلا تکلف اُن کی گفتگو کو پہچان لے گا — کہ پردے میں گفتگو کرنے والے یہی تھے

اُن کے ذریعہ تو اُن کی شخصیتوں کو پہچان لے گا۔

---

۱ پس بجُنبد۔ شیطان تیرے معشوق کا پیغام لاتا ہے تو دلّال کا کام کرتا ہے اور تیرا خوابیدہ اختیار حرکت میں آجاتا ہے اور جنگ شروع کر دیتا ہے۔ واں فرشتہ۔ اللہ تعالیٰ کا فرشتہ شیطان کے برخلاف خبریں پیش کر کے دل میں خلجان پیدا کرتا ہے تاکہ شر کی بجائے خیر کا اختیار بیدار ہو جائے۔ پس۔ غرضکہ فرشتہ اور شیطان تو تیرے اندرونی اختیار کو متحرک کرتے ہیں لیکن تیرے اندر موجود ہوتا ہے۔
۲ می شود۔ جو اختیار خود انسان میں موجود ہوتا ہے وہ فرشتوں کے اِلہام اور شیطان کے وسوسوں کے ذریعہ قوی ہو جاتا ہے۔ وقتِ تحلیل۔ جس وقت نمازی سلام پھیرتا ہے تو فرشتوں کی بھی نیت کرتا ہے اِس لئے کہ انہی کی ترغیب اور الہام سے اُس نے نماز ادا کی ہے۔
۳ باز۔ گناہ کے بعد انسان شیطان پر اسی وجہ سے لعنت بھیجتا ہے کہ اُس کے وسوسہ کی وجہ سے وہ گناہ میں مبتلا ہوا اور اُس نے کجروی اختیار کی۔ ایں دو۔ یعنی فرشتہ اور شیطان۔ چونکہ۔ حشر میں جبکہ دنیوی زندگی کا حجاب ختم ہو جائے گا تو فرشتہ اور شیطان کو خود دیکھ لے گا اور جو پسِ پردہ اُن کی باتیں تھیں

ڈیو[1] گوید اے اسیرِ طبع و تن — عرضہ میکردم نہ کردم زورِ من

شیطان کہے گا اے طبیعت اور جسم کے قیدی! — میں نے پیش کیا تھا، میں نے مجبور نہ کیا تھا

واں فرشتہ گویدت من گفتمت — کہ ازیں شادی فزوں گردد غمت

اور وہ فرشتہ تجھ سے کہے گا میں نے تجھ سے کہہ دیا تھا — کہ اس خوشی سے تیرے رنج میں اضافہ ہوگا

آں فلاں روزت نگفتم من چناں — کہ ازاں سو لیست رہ سوئے جناں

کیا میں نے فلاں روز تجھ سے ایسا نہ کہا تھا؟ — کہ جنتوں کا راستہ اُس جانب ہے

ما محبِّ جان و روح افزای تو — ساجدان و مخلصِ بابای تو

ہم جان کو پیار رکھنے والے اور تیری رُوح کو بڑھانے والے ہیں — تیرے باوا کے مخلص اور سجدہ کرنیوالے ہیں

ایں زمانت خدمتے ہم میکنم — سوئے مخدومی صلایت میزنم

میں اس وقت بھی تیری خدمت کر رہا ہوں — مخدوم بننے کی جانب تجھے بُلاتا ہوں

آں گرہ بابات را بودہ عدی — در خطابِ اُسجُدوا کردہ اِبا

وہ گروہ تیرے باوا کا دشمن تھا — اور "سجدہ کرد" کے حکم سے اُس نے انکار کیا تھا

آں[2] گرفتی وانِ ما انداختی — حقِّ خدمت ہائے ما نشناختی

تو نے وہ لے لیا اور ہماری بات کو نظر انداز کردیا — تو ہماری خدمتوں کے حق کو نہ پہچانا

ایں زماں ما را و ایشاں را عیاں — در نگر بشناس از لحن و بیاں

اب ہمیں اور اُن کو آنکھ سے — دیکھ لے، لہجے اور گفتگو سے پہچان لے

نیم شب چوں بشنوی زاریِ دوست — چوں سخن گوید سحر دانی کہ اوست

جب تو آدھی رات کو دوست کی آہ و زاری سنتا ہے — جب وہ صبح کو بات کرتا ہے تو جان لیتا ہے کہ وہ وہی ہے

ور[3] دو کس در شب خبر آرد ترا — روز از گفتن شناسی ہر دو را

اگر رات میں دو شخص تیرے پاس خبر لائیں — دن میں بات کرنے سے تو دونوں کو پہچان لیتا ہے

بانگِ شیر و بانگِ سگ شب در رسید — صورتِ ہر دو ز تاریکی ندید

رات کو شیر کی آواز اور کتے کی آواز آئی — تو نے اندھیرے کی وجہ سے دونوں کی صورت نہ دیکھی

روز شد چوں باز در بانگ آمدند — پس شناسد شاں ز بانگ آں ہوشمند

دن نکلا، پھر جب وہ بولے — تو وہ ہوشمند آواز سے اُن کو پہچان لیتا ہے

[1] ڈیو - وہاں شیطان تجھ سے کہہ دے گا کہ میں نے دل میں وسوسہ ہی تو ڈالا تھا تجھے مجبور تو نہ کیا تھا مگر فرشتہ تجھ سے کہے گا کہ میں نے تیرے دل میں یہ بات ڈال دی کہ اس گناہ کی لذت اور خوشی بہت سے غموں کا سبب بنے گی۔ آں فلاں - فرشتہ یہ بھی کہے گا کہ فلاں روز میں نے تجھے جنّت کا راستہ بتایا تھا اور یہ بھی کہا تھا کہ ہم تمہارے خیرخواہ ہیں اور تمہارے باپ حضرت آدمؑ کو سجدہ کرنیوالے ہیں۔ ایں زمانت - فرشتہ یہ بھی کہتا ہے کہ جس طرح ہم نے تمہارے باپ کی خدمت کی تمہاری خدمت کرتے ہیں اور نیک راستہ بتا کر تجھے مخدوم بنانا چاہتے ہیں۔ آں گرہ - فرشتے نے یہ بھی کہا کہ یہ شیاطین کی جماعت تمہارے باپ کی بھی دشمن تھی اور اُن کو سجدہ کرنے سے اِس نے انکار کیا تھا۔

[2] آں - فرشتہ کہہ دے گا کہ تو نے ہمارا کہنا نہ مانا اور شیطان کا کہنا مانا۔ ایں زماں - پہلے تو نے ہمیں دیکھا نہ تھا آواز سُنی تھی۔ اب آواز سے آواز ملا کر ہمیں پہچان لے ہم وہی ہیں یا نہیں ہیں۔ نیم شب - اندھیرے میں اگر کوئی تم سے بات کرتا ہے تو دن میں اُس کی آواز سے پہچان جاتے ہو کہ رات میں بات کرنے والا شخص یہی تھا۔

[3] ور دو کس - رات میں جو شخص باتیں کرتے ہیں دن میں اُنکی آواز پہچان کر تم متعین کر لیتے ہو کہ ان دونوں میں سے فلاں بات فلاں شخص نے کہی اور فلاں بات فلاں شخص نے کہی تھی رات میں اگر کتے اور شیر کی آواز سُنی تھی تو دن میں جب دونوں کی آوازوں کو سنتا ہے تو جان جاتا ہے کہ رات کی فلاں آواز شیر کی تھی اور فلاں کتے کی تھی۔

مُخلَص[51] اینکہ دیو و روحِ عرضہ دار

خلاصہ یہ ہے کہ شیطان اور فرشتہ پیش کرنیوالے

ہر دو ہستند از تتمہ اختیار

دونوں اختیار کا تکملہ ہیں

اِختیارے ہَست دَر ما ناپدید ٢٠

ہم میں چھپا ہوا اختیار ہے

چوں دو مطلب دید آید در مزید

جب دو مطلب دیکھتا ہے جوش میں آتا ہے

اُوستاداں کودکاں را میزنند

استاد بچوں کو پیٹتے ہیں

آں اَدب سَنگِ سیہ را کے کُنند

یہ سزا کالے پتھر کو کب دیتے ہیں؟

ہیچ گوئی سَنگ را فردا بیا

تو کبھی پتھر کو کہتا ہے، کل آنا

وَر نیائی من دہم بَد را سزا

اگر تو نہ آئے گا، تو میں بُرے کو سزا دوں گا

ہیچ عاقِل مر کلوخے را زَنَد

عقلمند انسان کبھی ڈھیلے کو مارتا ہے

ہیچ با سَنگے عتابے کس کُنَد

کوئی کبھی پتھر پر غصہ کرتا ہے

دَر خرد جبر از قدر رُسواترست

عقلاً، جبر قدر سے زیادہ بُرا ہے

زانکہ جَبری حِسِّ خود را منکرست

کیونکہ جبری اپنے حِس کا منکر ہے

مُنکرِ حس نیست آں مَردِ[52] قَدَر

قدری انسان، حِس کا مُنکر نہیں ہے

فعلِ حق حِسّی نباشد اے پسر

اے بیٹا! اللہ (تعالیٰ) کا کام حِس میں نہیں آتا

مُنکرِ فعلِ خداوندِ جلیل

خداوندِ جلیل کے فعل کا مُنکر

ہَست دَر انکار مدلولِ دَلیل

دلیل کے نتیجہ کے انکار میں (جبکہ) ہے

آں بگوید دُود ہَست و نار نے

وہ کہتا ہے، دھواں ہے اور آگ نہیں ہے

نُورِ شمعے بے زِ شمع روشنے

شمع کی روشنی، بغیر شمع کے روشن ہے

وِیں[53] ہمیں بیند مُعیّن نار را

اور یہ (جبری) آگ کو موجود دیکھتا ہے

نیست میگوید پئے اِنکار را

انکار کے لئے "نہیں ہے" کہتا ہے

جامہ اش سوزد بگوید نار نیست

اُس کا کپڑا جلتا ہے، کہتا ہے آگ نہیں ہے

جامہ اش دوزد بگوید تار نیست

اُس کا کپڑا سیتا ہے، کہتا ہے دھاگا نہیں ہے

پس تَسَفسُط آمد ایں دعویِ جبر

یہ جبر کا دعوےٰ سوفسطائیت ہے

لاجرم بدتر بود زیں رُوز گبر

اِس اعتبار سے وہ لامحالہ دہریہ سے بدتر ہے

[51] مُخلَص۔ بات کا خلاصہ یہ نکلا کہ انسان نیکی اور بدی کرنے میں بااختیار ہے مجبور نہیں ہے وہ اختیار پوشیدہ ہوتا ہے متعدد کے سامنے آجانے پر اس اختیار میں طاقت آجاتی ہے۔ اُوستاداں۔ اُستاد بچہ کو مختار سمجھ کر پیٹتا ہے پتھر چونکہ مجبور محض ہے اسکو کوئی نہیں مارتا ہے۔ ہیچ۔ پتھر کو مجبور مان کر نہ کوئی شخص اسکو حکم دیتا ہے نہ اُسکو سزا کا مستحق سمجھتا ہے۔ در خرد۔ غور کرنیسے معلوم ہوتا ہے کہ جبر کا عقیدہ تو قدر کے عقیدہ سے بھی بدتر ہے کیونکہ جبر کے عقیدہ کی بنیاد پر انسانی فعل کا انکار لازم آتا ہے جو محسوس چیز ہی ہے تو گویا جبری اپنے ایک محسوس کا منکر ہے۔

[52] مردِ قدر۔ قدری شخص جو اپنے آپ کو خود مختار مانتا ہے اللہ تعالیٰ کا بندے کو اختیار عطا کرنے کا منکر ہے وہ اللہ کے ایک فعل کا منکر ہے جو حِسّی چیز نہیں ہے منکرِ قدری شخص جو اللہ تعالیٰ کے بندے کو اختیار عطا کرنے کا منکر ہے وہ صرف ایک نظری دلیل کے نتیجہ کا منکر ہے۔ آں بگوید جبری عقیدے کا نتیجہ تو یہ ہے کہ وہ کہتا ہے دھواں موجود ہے مگر آگ کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ خود بخود پیدا ہو گیا ہے اور موم بتی کا نور ہے لیکن موم بتی کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ خود بخود موجود ہو گیا ہے۔

[53] وِیں۔ جبری محسوس کا انکار کرتا ہے تو گویا آگ کو دیکھتے ہوئے آگ کے وجود کا انکار کرتا ہے کپڑا آگ سے جل رہا ہے اور آگ کا انکار کرتا ہے دھاگے سے کپڑا سِل رہا ہے اور دھاگے کا انکار کرتا ہے۔۔ پس تسفسط۔ جبر کا عقیدہ تو سوفسطائی عقیدہ پر مبنی ہے جو اشیاء کو موجود نہیں مانتا بلکہ اشیاء کے وجود کو وہم اور خیال کہتا ہے اور یہ سوفسطائی عقیدہ دہریہ کے عقیدہ سے بھی بدتر ہے۔

[1] گبر گوید هست عالم نیست رب
دہریہ کہتا ہے عالم موجود ہے، خدا نہیں ہے
یاربے گوید کہ نبود مستجب
یارب کہتا ہے، جو قبول نہیں ہوتا ہے

ایں ہمی گوید جہاں خود نیست ہیچ
یہ کہتا ہے کہ دنیا خود کچھ نہیں ہے
ہست سوفسطائی اندر پیچ پیچ
سوفسطائی، پیچ و تاب میں ہے

جملۂ عالم مُقر در اختیار
اختیار کا سارا جہاں مُقر ہے
امر و نہیِ ایں بیار و آں میار
حکم دینا اور منع کرنا یہ لا اور وہ نہ لا

[2] او ہمی گوید کہ امر و نہی لاست
وہ کہتا ہے کہ حکم دینا اور منع کچھ نہیں ہے
اختیارے نیست ایں جملہ خطاست
کوئی اختیار نہیں ہے، یہ سب غلط ہے

حس را حیواں مُقر ست اے رفیق
اے دوست! حس کا حیوان مُقر ہے
[3] لیک ادراکِ دلیل آمد دقیق
لیکن دلیل کا ادراک دقت طلب ہے

زانکہ محسوس ست ما را اختیار
کیونکہ ہمارا اختیار محسوس ہے
خوب می آید برو تکلیفِ کار
اسکی بنیاد پر کام کا مکلف بنانا مناسب ہے

درکِ وجدانی چوں اختیار و اضطرار و خشم و اصطبار و
باطنی احساس جیسے کہ اختیار اور اضطرار اور غصہ اور صبر کرنا اور

سیری و ناہار بجائے حس ست کہ زرد از سرخ بداں فرق
پیٹ بھرنا اور بھوک، حس کے قائم مقام ہے جو کہ زرد کو سرخ سے

کنند و خرد از بزرگ و تلخ از شیرین و مشک از سرگیں و درشت
اور چھوٹے کو بڑے سے اور کڑوے کو میٹھے سے اور مشک کو گوبر سے اور سخت

از نرم و سرد از گرم و سوزاں از شیر گرم و تر از خشک و لمس
کو نرم سے سرد کو گرم سے اور جلانے والے کو گنگنے سے اور تر کو خشک سے اور دیوار

دیوار از لمس درخت پس منکرِ وجدانی منکرِ حس باشد و زیادہ
کے چھونے کو درخت کے چھونے سے فرق کرتی ہے تو باطنی احساس کا منکر حس کا منکر ہوگا

کہ وجدان از حس ظاہر تر ست زیرا کہ حس را تواں بستن و
اور اس سے بھی بڑھ کر کیونکہ باطنی احساس حس سے بڑھ کر ہے کیونکہ حس کو احساس کرنے سے باز رکھا

منع کردن از احساس و بستنِ راہ و مدخلِ وجدانیات
اور روکا جا سکتا ہے اور باطنی احساسات کے راستہ اور مدخل کو بند کرنا ممکن نہیں ہے

[1] گبر گوید۔ دہریہ اختیاری حالت میں عالم کو موجود مانتا ہے خدا کا منکر ہے لیکن اضطراری حالت میں خدا کو بھی پکارنے لگتا ہے اور سوفسطائی عالم کے وجود ہی کا منکر ہے۔ جملۂ عالم۔ دنیا کے سب انسان انسان کے اختیار کے قائل ہیں اسی لئے ایک دوسرے کو حکم دیتا ہے اور منع کرتا ہے اگر مخاطب کو مختار نہ سمجھتے تو نہ حکم دیتے نہ منع کرتے۔

[2] او۔ جبری یہ کہتا ہے کہ حکم دینا اور روکنا سب غلط ہے انسان کو کرنے نہ کرنے میں کوئی اختیار حاصل نہیں ہے۔ حس۔ حیوانات تک حس کے قابل ہیں لیکن جبری اس کا انکار کرتا ہے۔

[3] لیک۔ قدری جو بندہ کو مختارِ مطلق قرار دیتا ہے وہ دلیل جیسی دقیق چیز کا منکر ہے لہٰذا جبری، قدری سے بے عقلی میں بڑھا ہوا ہے۔ زانکہ۔ انسان کا مختار ہونا بالکل حسی چیز ہے اسی بنا پر وہ مکلف قرار دیا گیا ہے۔

را ممکن نیست والعاقل تکفیہ الاشارۃ

ممکن نہیں ہے اور عقلمند کے لئے اشارہ کافی ہے

درک[1] وجدانی بجائے حس بود
باطنی احساس حس کی جگہ ہے

ہر دو در یک جدول اے عم میرود
اے چچا! دونوں ایک گول میں جاتے ہیں

نغز می آید برو کن یا مکن
اسی پر بھلا بنتا ہے کر یا نہ کر

امر و نہی و ماجراہا در سخن
حکم دینا اور منع کرنا اور بات میں واقعات

ایں کہ فردا ایں کنم یا آں کنم
یہ کہ کل یہ کروں گا، یا وہ کروں گا

ایں دلیل اختیار ست اے صنم
اے پیارے! یہ اختیار کی دلیل ہے

واں پشیمانی کہ خوردی زاں بدی
اور وہ شرمندگی جو تو نے بدی سے اٹھائی

ز اختیار خویش گشتی مہتدی
اپنے اختیار سے تو ہدایت یاب بنا

جملہ[2] قرآں امر و نہی ست و وعید
سارا قرآن امر اور نہی اور ڈراوا ہے

امر کردن سنگ مرمر را کہ دید
سنگِ مرمر کو حکم کرنا، کس نے دیکھا ہے؟

ہیچ دانا ہیچ عاقل ایں کند
کوئی سمجھدار کوئی عقلمند یہ کرتا ہے

با کلوخ و سنگ خشم و کیں کند
ڈھیلے اور پتھر سے غصہ اور کینہ کرتا ہے؟

کہ بگفتم کہ چنیں کن یا چناں
کہ میں نے کہا تھا ایسا کر یا ویسا

چوں نکردید اے موات و عاجزاں
اے مُردو اور عاجزو! تم نے کیوں نہ کیا؟

عقل[3] کے حکمے کند بر چوب و سنگ
لکڑی اور پتھر کو عقل کب حکم دیتی ہے؟

مرد جنگی کے زند بر نقش چنگ
چنگ بجانے والا چنگ کی تصویر کو کب بجاتا ہے؟

کاے غلام بستہ دست اشکستہ پا
کہ اے ہاتھ بندھے، پاؤں ٹوٹے ہوئے غلام!

نیزہ برگیر و بیا سوئے وغا
نیزہ تھام اور جنگ کی جانب آ

خالقے کو اختر و گردوں کند
وہ خالق جس نے ستارے اور آسمان بنایا

امر و نہی جاہلانہ چوں کند
جاہلوں کا سا حکم دینا اور منع کرنا کب کرتا ہے؟

---

[3] عقل۔ جن چیزوں میں اختیار نہیں ہے اُن کو کوئی حکم نہیں دیا جاتا ہے چنگ کی تصویر میں جبکہ بجنے کا اختیار نہیں ہے اُس کو کوئی نہیں بجاتا ہے۔ کاے۔ جس غلام کے ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے ہیں اُس کو جنگ میں جاکر نیزہ بازی کا کوئی حکم نہیں دیتا ہے۔ خالقے۔ اللہ تعالیٰ جس کی حکمت سے ستارے اور آسمان بنا اُس سے یہ جاہلانہ فعل کیسے صادر ہو سکتا ہے کہ وہ غیر مختار کو حکم دے یا منع کرے۔

[1] درک۔ علم وجدانی۔ وہ علم جو وجدان کے ذریعہ حاصل ہو وجدان نفس اور حس کی باطنی قوتوں کو کہا جاتا ہے۔ مولانا کے فرمانے کا مقصد یہ ہے کہ کچھ معلومات تو وہ ہیں جو بذریعہ وجدان انسان کو حاصل ہوتی ہیں جیسا کہ مجبور ہونا مضطر ہونا یا غصہ اور صبر کرنا اور کچھ معلومات وہ ہیں جو بذریعہ حواس حاصل ہوتی ہیں جیسا کہ کسی چیز کا چھوٹا بڑا ہونا یا کڑوا میٹھا ہونا وغیرہ تو وجدانی معلومات ایسی ہی ہیں جیسا کہ وہ معلومات جو حواس کے ذریعہ ہوتی ہیں بلکہ وجدانیات، محسوسات سے زیادہ بڑھی ہوئی ہیں کیونکہ محسوسات کا ذریعہ حواس ہیں اور حواس انسان معطل کر سکتا ہے لیکن وجدان کو معطل کرنا ممکن نہیں ہے تو جو شخص کسی وجدانی معلوم کا انکار کرے تو وہ محسوس کے منکر کی طرح ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ احمق ہے تو اس لحاظ سے جبریہ فرقہ جو انسان کے اختیار کا منکر ہے جو کہ ایک وجدانی چیز ہے قدریہ فرقہ سے زیادہ احمق ہے۔ جدول۔ گول۔ ایں کہ۔ انسان کا یہ کہنا کہ کل یہ کروں گا اختیار کی دلیل ہے۔

[2] جملہ قرآں۔ قرآن میں جس قدر امر اور نواہی ہیں وہ سب انسان کے اختیار کی بنیاد پر ہیں پتھر، ڈھیلا جن میں کوئی اختیار نہیں ہے اُن کو نہ کوئی حکم دیتا ہے نہ اُن کو کسی کام سے منع کرتا ہے۔

اِحتمالِ[1] عجز از حق راندی — جاہل و گیج و سفیہش خواندی

تو نے اللہ (تعالیٰ) سے عاجزی کا احتمال رفع کیا — (اور) اُس کو جاہل اور احمق اور بیوقوف کہہ دیا

عجز نبود در قدر ور خود شود — جاہلی از عاجزی بدتر بُود

قدر (کے عقیدہ) میں عجز (لازم) نہیں آتا ہے اور اگر آئے — جہالت، عجز سے بدتر ہے

ترک[2] میگوید قنق را از کرم — بے سگ و بے دلق آسُوئِ درم

مہربانی سے تُرک مہمان سے کہتا ہے — میرے دروازے کی جانب بغیر کُتے اور گدڑی کے آجا

وز فلاں سُو اندر آہیں با ادب — تا سگم بندد ز تو دندان و لب

خبردار! فلانے دروازے سے ادب کیساتھ اندر آجا — تاکہ میرا کُتا تجھ سے ہونٹ اور دانت بند رکھے

تو بعکسِ آں کُنی بر در روی — لاجرم از زخمِ سگ خستہ شوی

تو اُس کا اُلٹا کرتا ہے، دروازے پر جاتا ہے — لامحالہ کُتے کے زخم سے خستہ ہوجاتا ہے

آنچناں[3] رُو کہ غلاماں رفتہ اند — تا سگش گردد حلیم و مہرمند

وہ روِش اختیار کر جو غلام اختیار کرتے ہیں — تاکہ اُس کا کُتا بُردبار اور مہربان بن جائے

تو سگے با خود بری یا روبہے — سگ بشورد از بُنِ ہر خرگہے

تو اپنے ساتھ کُتا یا لومڑی لے جاتا ہے — ہر خیمہ میں سے کُتا بھڑک جاتا ہے

غیرِ حق گر نباشد اختیار — خشم چوں می آیدت بر جرم دار

(اگر) خدا کے علاوہ (کسی کو) اختیار نہو — تو تجھے مُجرم پر غصّہ کیوں آتا ہے؟

چوں ہمی خائی تو دنداں بر عدُو — چوں ہمی بینی گُناہ و جُرم ازو

تو دشمن پر دانت کیوں پیستا ہے؟ — تو اُس کی خطا کیوں سمجھتا ہے؟

گر ز سقفِ خانہ چوبے بشکند — بر تو اُفتد سخت مجروحت کُند

اگر گھر کی چھت کی کوئی کڑی ٹوٹ جائے — تجھ پر گرے، تجھے بہت زخمی کردے

ہیچ خشمے آیدت بر چوبِ سقف — ہیچ اندر کینِ اُو باشی تو وقف

تجھے چھت کی کڑی پر کوئی غصّہ آتا ہے؟ — تو کبھی اس سے کینہ کرنے میں مبتلا ہوگا؟

---

[1] اِحتمال۔ جبری کا یہ خیال ہے کہ اگر نفس و شیطان کو مشیتِ خداوندی کے تابع نہ مانا جائے تو پھر اللہ تعالےٰ کا عجز اور مغلوبیت تسلیم کرنی پڑے گی یعنی انسان کو مجبور قرار دیکر اُس نے اللہ تعالیٰ کو جاہل اور احمق ٹھہرایا کہ اختیار کے نہ ہوتے ہوئے وہ امر و نہی کرتا ہے۔ عجز نبود۔ اگر انسان کو مختار مانا جائے تو اللہ تعالیٰ کو عجز لازم نہیں آتا اس لئے کہ بندہ کا اختیار مشیت کے تابع ہے اگر بالفرض لازم بھی آئے تو بندہ کے غیر مختار ہونے کی صورت میں خدائی امر و نہی سے جو خدا کا جہل اور سفاہت لازم آتی ہے وہ اِس سے بھی بدتر ہے۔

[2] تُرک۔ مولانا نے تُرک اور کُتے اور آنے والے مہمان کی تشبیہ دے کر سمجھایا ہے کہ حضرت حق تعالےٰ نے بندہ کو ایسے راستے بتادیئے ہیں کہ شیطان کا اُن میں کوئی دخل نہیں ہے۔ بندہ اُن راستوں کو اپنے اختیار سے چھوڑتا ہے تو شیطان کی مداخلت شروع ہوجاتی ہے اِس صورت میں انسان پر نہ اللہ کی جانب سے جبر ہے نہ شیطان کی جانب سے اور نہ شیطان پر جبر ہے شیطان اللہ کا ایک کُتا ہے اور وہ انکو ستاتا ہے جو اللہ کے بتلائے ہوئے راستہ پر نہیں چلتے ہیں

[3] آنچناں۔ انسان اللہ کے بتائے ہوئے راستہ پر چلے گا تو شیطان اُس کا کچھ نہ بگاڑ سکے گا مہمان، غلاموں کی طرح تُرک کے خیمہ میں آئے گا تو کُتا اُس کو نہ کاٹے گا۔ تو سگے۔ انسان غلط روی اختیار کرکے شیطان سے تکلیف اُٹھاتا ہے۔ غیرِ حق۔ جبریہ کے عقیدہ کے مطابق اگر انسان مجبورِ محض ہے تو پھر خطادار پر غصّہ کیوں کرتا ہے۔ گر ز سقف۔ اگر چھت کی کڑی سے تکلیف پہنچتی ہے تو انسان اُس کو غیر مختار سمجھ کر کبھی اُس پر غصّہ نہیں کرتا ہے۔ ہیچ۔ جس چیز میں اختیار نہیں ہے اگر اُس سے کوئی نقصان پہنچتا ہے تو انسان کو کبھی غصّہ نہیں آتا ہے۔

کہ چرا بر من زد و دستم شکست — یا چرا بر من فتاد و کرد پست
کہ وہ میرے کیوں لگی اور میرا ہاتھ توڑ دیا؟ — یا وہ مجھ پر کیوں گری اور گرا دیا؟

اُو عدوّ و خصمِ جانِ من بُدست — قاصد اُو در بندِ خونِ من شُدست
وہ میری جان کی دشمن اور مخالف تھی — قصداً میرے خون کی درپے ہوئی ہے

کودکانِ[1] خُرد را چوں میزنی — چوں بزرگاں را منزّہ میکُنی
تو چھوٹے بچوں کو کیوں پیٹتا ہے؟ — جبکہ تو بڑوں کو (اختیار سے) مبرّا سمجھتا ہے

آنکہ دُزدد مالِ تو گوئی بگیر — دست و پائش را ببر سازش اسیر
جو شخص تیرا مال چُراتا ہے تو کہتا ہے پکڑ لے — اُسکے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈال، اُسکو قید کرلے

وانکہ قصدِ عورتِ تو می کُنَد — صد ہزاراں خشم از تو میدمد
جو تیری بیوی کا قصد کرتا ہے — (اُسپر) تیرے لاکھوں غصّے پھوٹ پڑتے ہیں

گر بیاید[2] سیل و رختِ تو بُرد — ہیچ با سیل آورد کینے خرد
اگر سیلاب آئے اور تیرا سامان (بہا) لے جائے — کوئی عقل سیلاب سے کینہ وری کرتی ہے

ور بیاید باد و دستارت رُبود — کے تُرا با باد دل خشمے نمود
اگر ہوا آئے اور تیری پگڑی (اُڑا) لیجائے — تیرا دل، ہوا پر کب غصّہ کرتا ہے

خشم در تو شُد بیانِ اختیار — تا نگوئی جبریانہ اعتذار
تیرا غصّہ کرنا اختیار کا بیان بنا — تاکہ تو جبریوں کی طرح بہانہ نہ کرسکے

گر شُتربان[3] اُشترے را میزند — آں شتر قصدِ زنندہ میکُند
اگر اونٹ والا اونٹ کو مارتا ہے — تو وہ اونٹ مارنے والے کا قصد کرتا ہے

خشمِ اُشتر نیست باآں چوبِ اُو — پس ز مختاری شتر بُرد ست بُو
اونٹ کا غصّہ اُس کی لاٹھی پر نہیں ہے — تو اونٹ نے بھی مختار ہونے کا پتہ لگا لیا ہے

ہمچنیں سگ گر بروسنگے زنی — بر تو آرد حملہ گردد منثنی
اسی طرح کُتا اگر تو اُس کے پتھر مارے — تیرے اوپر حملہ کرتا ہے، پلٹتا ہے

سنگ را اگر گیرد از خشمِ تو است — کہ تو دوری و ندارد بر تو دست
وہ اگر پتھر کو پکڑتا ہے تو تیرے اوپر غصّہ کی وجہ سے ہے — کیونکہ تو دُور ہے اور وہ تجھ پر قابو نہیں پاتا ہے

عقلِ حیوانی چو دانست اختیار — ایں مگوا ے عقلِ انساں شرمدار
حیوانی عقل نے جب اختیار کو سمجھ لیا — اے انسانی عقل! شرم کر تو اِس (جبر) کی قائل نہ ہو

---

[1] کودکاں۔ جبری انسان بچّوں کو تعلیم و تربیت کے لئے پیٹتا ہے۔ بزرگاں۔ وہی جبری انسان بڑوں کو اختیار سے منزّہ سمجھتا ہے۔ آنکہ۔ جبری انسان کا جب مال چوری ہوتا ہے تو وہ چور کو پکڑوا دیتا ہے۔ وانکہ۔ جبری انسان کی بیوی پر اگر کوئی بدنظر ڈالتا ہے تو اُس کو غصّہ آتا ہے اِس سے معلوم ہوا کہ وہ چور کو اور اُس بدنظر کو مختار سمجھتا ہے۔

[2] گر بیاید۔ پانی کے سیلاب اور ہوا پر بھی جبری کو غصّہ نہیں آتا ہے چونکہ سمجھتا ہے کہ یہ چیزیں اختیار سے خالی ہیں۔ خشم۔ جبری کا دوسروں پر غصّہ کرنا اِس کی دلیل ہے کہ وہ اُس کو مختار سمجھتا ہے۔

[3] گر شتربان۔ اونٹ تک یہ سمجھتا ہے کہ لاٹھی میں اختیار اور ارادہ نہیں ہے مارنے والے میں ہے لہٰذا اُس پر حملہ کرتا ہے۔ سگ۔ کُتا بھی ڈھیلے پر غصّہ نہیں کرتا ڈھیلا مارنے والے پر غصّہ کرتا ہے اگر ڈھیلے پر اُس کا غصّہ ہے تو دراصل وہ مارنے والے پر غصّہ ہے جو اُس کی دوری کی وجہ سے ڈھیلے پر اُتارتا ہے۔ عقلِ حیوانی۔ جبکہ اونٹ اور کُتا بھی انسان کو مختار سمجھتا ہے تو جبری کو اِس عقیدے سے شرم کرنی چاہیے۔

روشن^1^ ست ایں لیک از طمعِ سحُور
یہ (بات) واضح ہے لیکن سحری کے لالچ میں
آں خورندہ چشم می بندد ز نور
وہ کھانے والا روشنی سے آنکھ بند کرلیتا ہے

چونکہ کُلّی میلِ اُو ناں خوردنیست
چونکہ اُس کی پوری خواہش روٹی کھانے کی ہے
رُو بتاریکی کُند کہ روز نیست
اندھیرے کی طرف مُنہ کرلیتا ہے کہ دن نہیں ہے

حرص چوں خورشید را پنہاں کُند
لالچ جب سورج کو چھپا دیتا ہے
چہ عجب گر پشت بر بُرہاں کُند
کیا تعجب ہے اگر دلیل کی طرف پُشت کرے

ایں مَثَل بشنو مشو منکر بداں
یہ مثل سُن لے اُس کے باوجود منکر نہ بن
اختیارِ خویش را در امتحاں
امتحان کے وقت، اپنے اختیار کو

حکایتِ^2^ دُزد کہ با شحنہ گفت کہ آنچہ کردم تقدیرِ خدا بُود و
حکایت اُس چور کی جس نے کوتوال سے کہا کہ جو کچھ میں نے کیا خدائی تقدیر تھی اور

جوابِ شحنہ و ہم در بیانِ تقریرِ اختیارِ خلق و ہم بیانِ آنکہ
کوتوال کا جواب نیز مخلوق کے اختیار کو ثابت کرنے کے بیان میں نیز اُس کا بیان کہ

تقدیر و قضا سبب کُنندہ اختیار ست و سَلب کُنندہ اختیار نیست
تقدیر اور قضا اختیار کو سبب بنانیوالے ہیں اور اختیار کو سلب کرنیوالے نہیں ہیں

گفت دُزدے شحنہ را کاے پادشاہ
ایک چور نے کوتوال سے کہلا اے حاکم!
آنچہ کردم بُود آں حُکمِ آلٰہ
جو کچھ میں نے کیا، وہ خدا کا حکم تھا

گفت شحنہ آنچہ من ہم میکنم
کوتوال نے کہا میں بھی جو کررہا ہوں
حکمِ حق ست اے دو چشمِ روشنم
اے میرے پیارے! خدا کا حکم ہے

از دُکانے گر کسے تُربے بَرَد
کسی دکان سے اگر کوئی شخص مولی لے جائے
کایں ز حکمِ ایزد ست اے باخرد
کہ اے عقلمند! یہ خدا کے حکم سے ہے

بر سرش^3^ کوبی دو سہ مُشت اے کرہ
دو تین گھونسے اُس کے سر پر مار کر لے نالائق!
حکمِ حق ست ایں کہ اینجا باز نہ
خدا کا حکم ہے کہ اِس جگہ واپس رکھ

در یکے ترہ چو ایں عذر اے فضول
اے بیوقوف! ایک ترکاری کے بارے میں جبکہ یہ عذر
می نیاید پیشِ بقالے قبول
سبزی فروش کے لئے قابلِ قبول نہیں

تو بدیں عُذر اعتمادے می کُنی
تو اس عذر پر بھروسہ کرتا ہے
گردِ مار و اژدہائے میتنی
سانپ اور اژدھے کے گرد چکر لگاتا ہے

ف^1^ روشن - جبری کی مثال اُس شخص کی سی ہے جو سحری کھانے کے لالچ میں صبح صادق اور سورج سے مُنہ موڑے۔ حرص - انسان کی حرص سورج کو مخفی کردیتی ہے تو دلیل کو مخفی کردینا تو سہل ہے۔

ف^2^ حکایت - اِس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ بندہ کو اپنے افعال کا اختیار حاصل ہے۔ شحنہ - کوتوال۔ تقدیر - تقدیرِ خداوندی انسانی اختیار کو فعل کا سبب بناتی ہے۔ اختیار کو سلب نہیں کرتی ہے۔ پادشاہ - یعنی کوتوال۔ حکمِ آلٰہ - یعنی تقدیر خداوندی۔ میکنم - یعنی میں تجھے جو سزا دے رہا ہوں۔ تُرب - مولی۔

ف^3^ بر سرش - اس چور کو مار اور کہہ دے کہ یہ بھی خدا کی تقدیر ہے مولی اسی جگہ رکھ دے۔ کرہ - بکرہ۔ در یکے - جب سبزی فروش کے یہاں بھی عذر مقبول نہیں ہے تو اس بھروسہ پر گناہوں کا ارتکاب کس قدر حماقت ہے۔ بقال - سبزی فروش۔ مار - یعنی گناہ جس کے نتیجہ میں سانپ اور بچھو ڈسیں گے۔

از چنیں عُذرِ اے سلیمِ[۱] نانبیل
خون و مال و زن ہمیکردی سَبیل

اے بیوقوف، کمینے! ایسے عذر سے
تونے جان اور مال اور بیوی کو قربان کر دیا

ہر کسے پس سبلتِ تو بر کَند
عُذر آرد خویش را مُضطر کُند

پھر تو ہر شخص تیری مونچھیں نوچے گا
عُذر کرے گا اپنے آپ کو مجبور ٹھہرائے گا

حکمِ حق گر عُذر می شاید تُرا
پس بیاموز و بدہ فتویٰ مرا

اگر اللہ (تعالیٰ) کے حکم کا عُذر تیرے لئے مناسب ہے
تو مجھے سکھا دے اور فتویٰ دیدے

کہ مرا صد آرزو و شہوت ست
دستِ من بستہ زبیم و ہیبت ست

کیونکہ میری بھی سینکڑوں آرزوئیں اور خواہشیں ہیں
خوف اور ہیبت سے میرے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں

پس[۲] کرم کُن عُذر را تعلیم دہ
بر کُشا از دست و پائے من گرہ

تو مہربانی سے مجھے عُذر کرنا سکھا دے
مجھ مجبور کے ہاتھ اور پاؤں کھول دے

اختیارے کردۂ تو پیشۂ
کاختیارے دارم و اندیشۂ

تونے ایک پیشہ اختیار کیا ہے
(اور تو سمجھتا ہے) کہ میں اختیار اور سمجھ رکھتا ہوں

ورنہ چوں بگزیدہ آں پیشہ را
از میانِ پیشہا اے کد خدا

ورنہ تونے وہ پیشہ کیوں اختیار کیا؟
اے صاحب! سب پیشوں میں سے

چونکہ آید نوبتِ نفس و ہوا
بیست مردہ اختیار آید تُرا

جب نفس اور خواہش کی نوبت آتی ہے
تجھ میں بیس مردوں کا اختیار آ جاتا ہے

چوں برد یک حبّہ از تو یار سُود
اختیارِ جنگ در جانت کشُود

جب دوست تجھ سے ایک رتی کا فائدہ اٹھا لیجاتا ہے
تو تیری جان میں لڑائی کا اختیار کشادہ ہو جاتا ہے

چوں[۳] بیاید نوبتِ شکر و نِعَم
اختیارت نیست از سنگے تو کم

جب شکر اور نعمتوں کی باری آتی ہے
تجھے اختیار نہیں ہے تو پتھر سے کم ہے

دوزخت را عُذر ایں باشد یقیں
کاندریں سوزش مرا معذور بیں

تیرے لئے دوزخ کا بھی یہ عُذر یقینی ہے
کہ اس جلنے میں مجھے معذور سمجھ

کس بدیں حجّت چو معذورت نداشت
وز کفِ جلاد ایں دورت نداشت

اس دلیل سے تجھے کسی نے معذور نہ رکھا
اور جلاد کے ہاتھ سے تجھے اس نے دُور نہ رکھا

---

[۱] سلیم۔ احمق۔ نانبیل۔ کمینہ۔ خون۔ یعنی جبر کے عقیدہ کے مطابق تیرا سب کچھ لیکر عذر کیا جاسکتا ہے اور لینے والا اپنے آپ کو مجبور ظاہر کرکے بری ہو سکتا ہے۔ حکمِ حق یعنی گناہ کے سلسلہ میں اگر حکمِ حق کہہ کر عذر کیا جاسکتا ہے تو مجھے بھی یہ عذر سکھا دے میرے دل میں بھی بہت سے گناہوں کی تمنا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ڈر اور خوف سے میں نہیں کر سک رہا ہوں۔

[۲] پس۔ تیری بڑی مہربانی ہوگی اور مجھ مجبور کو آزادی حاصل ہو جائے گی۔ اختیار۔ انسان اپنے لئے کوئی پیشہ اختیار کرتا ہے یہ اس کے اختیار کی دلیل ہے۔ چونکہ۔ جبری انسان خواہشِ نفسانی کا ارادہ کرتا ہے تو بیس انسانوں کا اختیار اس میں آجاتا ہے اگر اس کا ایک رتی کا کوئی نقصان کر دیتا ہے تو لڑائی کا اختیار پورے بدن میں پھیل جاتا ہے۔

[۳] چوں بیاید۔ جس وقت خدا کی اطاعت وعبادت کا معاملہ آتا ہے پھر جبری کہتا ہے کہ میں مجبور ہوں اور اپنے آپ کو پتھر سے بھی زیادہ غیر مختار ظاہر کرتا ہے۔ دوزخت۔ جب جہنم کی آگ میں جلے گا تو وہ بھی یہی کہے گی کہ میں جلانے میں مجبور ہوں۔ کس۔ جبری کے اس عذر کو دنیا میں کسی نے تسلیم نہیں کیا اور وہ سزا کے وقت جلاد کے ہاتھ سے اس عذر کی بنا پر نہ چھوٹ سکا اور دنیا کا نظم اسی انصاف سے قائم ہے کہ جبری کا عذر قبول نہ کیا جائے تو آخرت کو بھی اسی پر قیاس کر لینا چاہیئے۔

پس بدیں داور جہاں منظوم شد | حالِ آں عالم ہمت معلوم شد
تو اس منصف (حاکم) سے دنیا کا کام منتظم ہو گیا | اس عالم کا حال بھی تجھے معلوم ہو گیا

حکایت ہم در جوابِ جبری و اثباتِ اختیار و صحتِ امر و نہی و در بیانِ آنکہ عذرِ جبری در ہیچ ملتے و دینے مقبول نیست و موجبِ خلاص نیست از سزائے آں کار کہ کردہ است چنانکہ خلاص نیافت ابلیس[1] بداں کہ گفت

نیز حکایت جبری کے جواب میں اور اختیار ثابت کرنے اور حکم دینے اور روکنے کی صحت کے بارے میں اور اس بیان میں کہ جبری کا عذر کسی ملت اور دین میں مقبول نہیں ہے اور اس کام کی سزا سے جو اس نے کیا ہے، چھٹکارے کا سبب نہیں ہے چنانچہ شیطان اس قول کی وجہ سے کہ

رَبِّ بِمَا اَغْوَیْتَنِیْ وَالْقَلِیْلُ یَدُلُّ عَلَی الْکَثِیْر

"خدا تو نے مجھے گمراہ کیا" چھٹکارا نہ پا سکا اور تھوڑا بہت پر دلالت کرتا ہے

آں یکے میرفت بالائے درخت | می فشاند او میوہ را دزدانہ سخت
ایک شخص درخت پر چڑھا | چوروں کی طرح بہت پھل جھاڑنے لگا

صاحبِ باغ آمد و گفت اے دنی | از خدا شرمیت کو چہ میکنی
باغ والا آیا اور اس نے کہا اے کمینے! | خدا سے تیری شرم کہاں گئی، تو کیا کر رہا ہے؟

گفت[2] از باغِ خدا بندہ خدا | گر خورد خرما کہ حق کردش عطا
اس نے کہا اللہ تعالیٰ کے باغ سے خدا کا بندہ | اگر کھجوریں کھا رہا ہے جو کہ اس کو خدا نے دی ہیں

عامیانہ چہ ملامت میکنی | بخل بر خوانِ خداوندِ غنی
جاہلوں کی طرح تو کیوں ملامت کر رہا ہے | بے نیاز خدا کے دسترخوان پر بخل کر رہا ہے

گفت[3] اے ایبک بیاور آں رسن | تا بگویم من جوابِ بوالحسن
اس نے کہا اے غلام! رسی لے آ | تاکہ میں (اس) بھلے کا جواب دوں

پس ببستش سخت آندم بر درخت | میزد او بر پشت و ساقش چوب سخت
پھر اسی وقت اس نے اس کو درخت سے کس کر باندھ دیا | اس کی کمر اور پنڈلی پر سخت لاٹھی مارنے لگا

گفت آخر از خدا شرمے بدار | می کشی ایں بیگنہ را زار زار
اس نے کہا، آخر خدا سے شرم کر | تو اس بے قصور کو بری طرح مار رہا ہے

---

[1] ابلیس۔ شیطان نے بھی اپنی گمراہی پر اپنے جبر کا عذر پیش کیا تھا اور کہا تھا کہ میری گمراہی میری اختیاری نہیں ہے لیکن اس کا عذر مقبول نہ ہوا۔ مَزد دانہ چوروں کی طرح۔ دنی۔ کمینہ۔

[2] گفت۔ پھل جھاڑنے والے نے کہا کہ باغ خدا کا ہے اور میں خدا کا بندہ ہوں اللہ نے مجھے چھوارے عطا کئے ہیں تو جاہلوں کی طرح مجھے کیوں ملامت کرتا ہے تو خدائی دسترخوان پر بخل کرتا ہے۔

[3] گفت۔ باغ والے نے اپنے نوکر کو بلایا کہ رسی لے آ، میں اس کا جواب اس کو دے دوں گا اور رسی سے اس نے اس کو درخت سے باندھ کر مارنا شروع کر دیا۔ گفت۔ پھل چرانے والے نے کہا کہ تو خدا سے شرم کر مجھ بے گناہ کو کیوں مارے ڈالتا ہے۔

گفت[1] کز چوبِ خدا ایں بندہ اش ۔۔۔ میزند بر پشتِ دیگر بندہ خوش

اُس نے کہا خدا کی لاٹھی سے یہ اُس کا بندہ ۔۔۔ دوسرے بندے کی کمر پر خوب مار رہا ہے

چوبِ حق و پشت و پہلو آنِ اُو ۔۔۔ من غلامم آلت و فرمانِ اُو

لاٹھی اللہ (تعالےٰ) کی، کمر اور پہلو اللہ (تعالےٰ) کا ۔۔۔ میں اُس کے آلے اور حکم کا غلام ہوں

گفت توبہ کردم از جبر اے عیار ۔۔۔ اختیار ست اختیار ست اختیار

اُس نے کہا اے خالص! میں نے جبر سے توبہ کی ۔۔۔ اختیار ہے، اختیار ہے، اختیار

اختیارت اختیارش ہست کرد ۔۔۔ اختیارش چوں سوارے زیر گرد

تیرے اختیار کو اُس کے اختیار نے پیدا کیا ۔۔۔ اُس کا اختیار گرد کے نیچے کے سوار کی طرح ہے

اختیارش اختیارِ ما کند ۔۔۔ امر[2] شد بر اختیارے مستند

اُس کا اختیار ہمارے اختیار کو پیدا کرتا ہے ۔۔۔ حکم کا مدار اختیار پر ہے

حاکمی بر صورتِ بے اختیار ۔۔۔ ہست ہر مخلوق را در اقتدار

بے اختیار صورت پر حکومت کرنا ۔۔۔ قادر ہونے میں ہر مخلوق کو حاصل ہے

تا کشد بے اختیارے صید را ۔۔۔ تا برد بگرفتہ گوشِ اُو زید را

حتّٰی کہ وہ بے اختیار شکار کو کھینچ لیجاتا ہے ۔۔۔ حتّٰی کہ زید کا کان پکڑ کر لے جاتا ہے

لیک بے ہیچ آلتے صُنعِ صمد ۔۔۔ اختیارش را کمندِ اُو کُند

لیکن اللہ (تعالیٰ) کی کاریگری بغیر کسی آلہ کے ۔۔۔ اُسکے اختیار کو اُس کا پھانسہ بنادیتی ہے

اختیار[3]ش زید را قیدش کند ۔۔۔ بے سگ و بے دام چوں صیدش بود

زید کا اختیار اُس کو قید کر دیتا ہے ۔۔۔ وہ بغیر کتے اور جال کے شکار جیسا بنجاتا ہے

آں درودگر حاکمِ چوبے بُوَد ۔۔۔ واں مصوّر حاکمِ خوبے بُوَد

بڑھئی، لکڑی پر حاکم بن جاتا ہے ۔۔۔ مصوّر، حسین کا حاکم بن جاتا ہے

ہست آہنگر بر آہن قیّمے ۔۔۔ ہست بنّا ہم بر آلت حاکمے

لوہار، لوہے پر حاکم ہے ۔۔۔ معمار بھی اوزار پر حاکم ہے

نادرا باشد کہ چندیں اختیار ۔۔۔ ساجد آید ز اختیارش بندہ وار

عجب بات ہے کہ اِس قدر اختیار ۔۔۔ اُس (اللہ تعالیٰ) کے اختیار سے غلام کیطرح سجدہ کرنے والے ہیں

کسی حسین کی تصویر۔ بنّا۔ معمار۔ نادرا۔ اگر غیر مختار بندوں پر اللہ کی حکومت ہو تو اِس میں کوئی ندرت نہیں ہے ندرت تو یہی ہے کہ بندہ مختار ہوتے ہوئے اُس کے اختیار کا غلام ہے۔

[1] گفت۔ باغ والے نے کہا کہ لاٹھی بھی خدا کی ہے میں بھی خدا کا بندہ ہوں تیری کمر اور پہلو بھی خدا کا ہے میں تجھے اللہ کے حکم سے مار رہا ہوں تو اِس میں کیا برائی ہے۔ گفت۔ یہ پروہ جبری چور توبہ کرنے لگا اور بندے کے اختیار کا قائل ہوگیا۔ اختیارت۔ قدریہ کے عقیدہ کے خلاف مولانا فرماتے ہیں کہ بندہ کا اختیار بھی اختیارِ خداوندی کا عطا کردہ ہے بندہ کا اختیار ظاہر ہے اور حضرت حق تعالےٰ کا اختیار پوشیدہ ہے۔

[2] امر شد۔ جبریہ کے عقیدے کے خلاف مولانا فرماتے ہیں کہ تمام احکام اور نواہی کا مدار اختیار پر ہے جو بندہ کو حاصل ہے اسی لئے امام جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے "لَا جَبْرَ وَلَا تَفْوِیْضَ وَلٰکِنْ اَمْرٌ بَیْنَ اَمْرَیْنِ" یعنی نہ تو انسان مجبور ہے نہ مختار محض بلکہ معاملہ بین بین ہے۔ حاکمی۔ بے اختیار پر تو ہر مخلوق حکمرانی کرتی ہے لہٰذا اللہ کی صفت خاصہ نہیں ہے۔ لیک۔ اللہ تعالیٰ کی صفت خاصہ ہے کہ وہ مختار پر بغیر کسی آلہ کے خود اُس کے اختیار کو اُس کی کمند بنا دیتا ہے اور اُس کو پھانس دیتا ہے۔

[3] اختیارش۔ اللہ تعالیٰ کی صفتِ خاصہ ہے کہ وہ انسان کو خود اُس کے اختیار سے بغیر کسی آلہ کے شکار کر لیتا ہے۔ درودگر۔ بڑھئی۔ خوبے یعنی

قدرتِ[1] تو بر جمادات از نبرد — کے جمادی را از آنها نفی کرد

خصومت کی وجہ سے بے جان چیزوں پر تیری قدرت — اُن کے بے جان ہونے کی کب نفی کرتی ہے؟

قدرتش بر اختیارات آنچناں — نفی نکند اختیارے را از آں

اُس (اللہ تعالیٰ) کی قدرت اختیارات پر اسی طرح — اُس سے اختیار کی نفی نہیں کرتی ہے

خواستش میگوئی بر وجہ کمال — کہ نباشد نسبتِ جبر و ضلال

اُس (اللہ تعالیٰ) کے ارادہ کا اہلِ کمال کے طریقہ پر قائل بن — تاکہ (اللہ تعالیٰ کی جانب) جبر اور گمراہی کی نسبت نہ ہو

چونکہ گفتی کفرِ من خواہِ ویست — خواہِ خود را نیز ہم میدانکہ ہست

جب تو نے یہ کہا کہ میرا کفر اُس کی منشا ہے — تو اپنی منشا کو بھی سمجھ لے کہ وہ ہے

زانکہ[2] بیخواہِ تو خود کفرِ تو نیست — کفر بیخواہش تناقض گفتنی ست

کیونکہ تیری منشا کے بغیر خود تیرا کفر ہی نہیں ہے — "بغیر منشا کے کفر کرنا" متضاد بات کہنا ہے

امر عاجز را قبیح ست و ذمیم — خشم بدتر خاصہ از ربِّ رحیم

عاجز کو حکم دینا بُرا اور ناپسند ہے — غصہ کرنا زیادہ بُرا ہے خصوصاً رحیم پروردگار کی جانب سے

گاو گر یوغے نگیرد میزنند — ہیچ گاوے کو نپرد شد زند

بیل اگر جُوا نہیں لیتا ہے مارتے ہیں — بیل نہ اُڑے تو وہ عاجز ہے

گاو چوں معذور نبود در فضول — صاحبِ گاو از چہ معذور است و دول

بیکار (معاملہ) میں جب بیل معذور نہ ہوا — (تو) بیل والا کس وجہ سے معذور اور احمق ہے؟

چوں[3] نہ رنجوری سر را بر مبند — اختیارت ہست بر سبلت مخند

جبکہ تو بیمار نہیں ہے سر کو نہ کس — تجھے اختیار ہے مذاق نہ اُڑا

جہد کُن کز جامِ حق یابی نوی — بیخود و بے اختیار آنگہ شوی

کوشش کر تاکہ خدائی جام سے تو تازگی حاصل کرے — پھر تو بے خود اور بے اختیار ہو جائیگا

آنگہ آں مے را بود کُل اختیار — تو شوی معذورِ مطلق مست وار

تب اُس شراب کو پورا اختیار ہوگا — تو مدہوش کی طرح بالکل معذور ہو جائے گا

---

۱ قدرت ۔ جو چیز ماہیت کے لوازم میں سے ہے وہ ماہیت سے جدا نہیں ہوتی ہے جماد کا بے اختیار ہونا اُسکی ماہیت کے لئے لازم ہے اُسی طرح انسان کا با اختیار ہونا اُسکی ماہیت کے لئے لازم ہے انسان کی جمادات پر قدرت جمادات کے بے اختیار ہونے کو سلب نہیں کرتی ہے اِسی طرح اللہ کا اختیار اور قدرت انسان کے اختیار کو فنا نہیں کرتا ہے ۔ خواستش ۔ انسانی افعال میں انسان کی مشیت اور ارادہ کو بھی دخل ہے جو مشیتِ خداوندی کے تابع ہے وَمَا تَشَاؤُنَ اِلَّا اَنۡ یَّشَاءَ اللّٰہُ اور تم نہیں چاہتے مگر وہ جو اللہ چاہے اگر تم ایسا نہ ہوگے تو اللہ تعالیٰ کی طرف جبر اور گمراہ کرنے کی نسبت ہو جائے گی ۔ چونکہ ۔ جب جبری انسان یہ کہتا ہے کہ میرا کفر کرنا اللہ کی مشیت سے ہے تو کفر کرنے کا اُس نے اقرار کیا اور کفر وہ ہے جو انسان اپنے ارادہ اور اختیار سے کرے تو گویا اس جبری نے اپنے اختیار کا اقرار کر لیا ۔ ۲ زانکہ ۔ اپنے ارادے اللہ کا انکار کرنا کفر ہے بلا اختیار کے انکار کرنا کفر نہیں ہے تو انسان اپنے کفر کا اقرار کرے اور پھر اپنا اختیار نہ مانے یہ دو متضاد باتیں ہیں ۔ امر عاجز کو حکم دینا بُری بات ہے خدا اس سے منزہ ہے ۔ گاو ۔ بیل کو جُوا کھینچنے کا اختیار حاصل ہو جُوا نہ کھینچنے پر پٹتا ہے، نہ اُڑنے پر اُس کو کوئی نہیں مارتا ہے ۔ گاو ۔ لغو کام میں جب بیل کو معذور نہیں سمجھا جاتا ہے تو اُس کے مالک کو کیسے معذور سمجھا جا سکتا ہے ۔

۳ چوں نہ ۔ جبری معذور ہے وہ غلط طریقہ پر عُذر کرتا ہے ۔ جہد کُن ۔ ہاں انسان جب مجاہدوں کے ذریعہ فنا فی اللہ کا مقام حاصل کر لیتا ہے تو پھر بیشک وہ بے اختیار ہو جاتا ہے ۔ تے ۔ جب وحدت کی شراب پی کر مست ہو جاتا ہے تو معذور سمجھا جاتا ہے ۔

هر چه گوئی گفتهٔ مے باشد آں — هر چه روبی رُفتهٔ وے باشد آں

تو جو کچھ کہے گا وہ شراب کا کہا ہوا ہو گا — تو جو کچھ جھاڑے گا اس کا جھاڑا ہوا ہو گا

؎۱ کے کند آں مست جز عدل و صواب — کہ ز جامِ حق کشیدست اُو شراب

وہ مست انصاف اور صواب کے علاوہ کب کچھ کرتا ہے؟ — کیونکہ اس نے خدائی جام سے شراب پی لی ہے

جادواں فرعون را گفتند بیست — مست را پروائے دست و پا نیست

جادوگروں نے فرعون سے کہہ دیا، ٹھہر جا — مست کو ہاتھ اور پاؤں کی پروا نہیں ہے

دست و پائے ما مئے آں واجدست — دستِ ظاہر سایہ است و کاسدست

ہمارے ہاتھ اور پاؤں اس خدا کی شراب مجسم ہیں — ظاہری ہاتھ سایہ ہے اور کھوٹا ہے

چوں بسر بر شد ز جامِ اُو مُدام — خانهٔ دل را فرو گیرد تمام

جب اس کے جام کی شراب سر میں بھر جاتی ہے — دل کے گھر کو پوری طرح گھیر لیتی ہے

معنیٔ ؎۲ ما شاء اللہ کان یعنی خواستِ اُوست و رضا

جو اللہ (تعالیٰ) نے چاہا ہوا کے معنی یعنی مشیت، اس ہی کی مشیت ہے اور رضامندی،

رضائے اُو و از خشم و ردِّ دیگراں دل تنگ نباشید کان

اسی کی رضامندی ہے تم دوسروں کے غصہ اور رَدّ سے رنجیدہ نہ ہو (لفظ) کان

اگرچہ لفظِ ماضی ست لیکن در فعلِ خدا ماضی و مستقبل

اگرچہ ماضی کا صیغہ ہے لیکن اللہ کے فعل میں ماضی اور مستقبل نہیں ہوتا ہے

نباشد کہ لَیْسَ عِنْدَ رَبِّنَا صَبَاحٌ وَّلَا مَسَاء

کیونکہ ہمارے پروردگار کے یہاں صبح اور شام نہیں ہوتی ہے

قولِ ؎۳ بندہ ایش شاء اللہ کاں — بہر آں نبود کہ مُنبل شو دراں

بندہ کا یہ کہنا، جو خدا نے چاہا وہ ہوا — اس لئے نہیں ہے کہ تو اس میں کاہل بنے

بلکہ تحریض ست بر اخلاص و جِد — کاندراں خدمت فزوں شو مستعِد

بلکہ اخلاص اور کوشش پر برانگیختہ کرتا ہے — کہ تو اس دربار میں زیادہ مستعد بنے

گر بگویند آنچہ میخواہی تو راد — کار کارِ تست بر حسبِ مُراد

اگر وہ کہہ دیں، اے جوانمرد! تو جو چاہے — کام تیرا ہی کام ہے منشاء کے مطابق

اگر انسان سے یہ کہہ دیا جاتا کہ ہر کام تیری منشاء کے مطابق ہو جائے گا تو اس وقت انسان خدا کی اطاعت اور بندگی میں سستی کرتا۔

؎۱ کے کند یعنی شرابِ معرفت کا مست غلط کام نہیں کرتا ہے۔ جادواں - فرعون کے جادوگر شرابِ معرفت کے مست ہو گئے تھے اور کہنے لگے تھے کہ ہمیں ہاتھ پاؤں کاٹے جانے کی کوئی فکر نہیں ہے۔ دست - جادوگروں نے کہہ دیا تھا کہ ہمارے اصل ہاتھ پاؤں شرابِ معرفت ہے یہ جسمانی ہاتھ پاؤں بے حقیقت ہیں۔ چوں - جب شرابِ معرفت دماغ کو چڑھتی ہے تو دل میں اتر جاتی ہے۔

؎۲ معنی - جو اللہ نے چاہا ہوا کے معنی یہ ہیں کہ اصل مشیت خداوندی اور رضا دراصل رضائے خداوندی ہے دوسروں کی ناراضی سے انسان کو رنجیدہ نہ ہونا چاہئے۔ کان - ہوا یہ ماضی کا صیغہ ہے جس میں گزرا ہوا زمانہ پایا جاتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے لئے یہ لفظ بولا جائے تو اس میں پھر ماضی، مضارع کی بحث نہیں ہے اس لئے کہ اللہ کی نسبت سے نہ کوئی زمانہ گذرا ہوا ہے نہ آنے والا ہے۔

؎۳ قولِ بندہ پہلے یہ بتایا تھا کہ بندہ کے فعل میں اس کی مشیت کا دخل ہے بظاہر ماشاء اللہ کان "جو اللہ نے چاہا ہوا" اس کے مخالف ہوتا ہے لہٰذا مولانا اس کے معنی سمجھاتے ہیں۔ ایش - ما شئ و اجو چیز۔ منبل - کاہل۔ تحریض - برانگیختہ کرنا۔ خدمت - یعنی بارگاہ خداوندی۔ گر بگویند

آنگہاں تنبل کُنی جائز بُوَد — کانچہ خواہی وانچہ گوئی آں شوَد

اُس وقت تو کاہلی برتے، جائز ہو گا — کیونکہ جو تو چاہے گا اور جو تو کہے گا، وہ ہو گا

چوں بگویند ایش شاء اللہ کان — حکم حکمِ اُوست مُطلق جاودان

جب وہ کہیں، جو اللہ نے چاہا ہوا — ہمیشہ اور مطلقاً اُسی کا حکم، حکم ہے

پس[1] چرا صد مُردہ اندر ورِدِ اُو — بر نگردی بندگانہ گردِ اُو

تو پھر کیوں سو انسانوں کی برابر اُسکے گھاٹ میں — غلاموں کی طرح اُس کے گرد چکر نہ کاٹے گا

گر بگویند آنچہ می خواہد وزیر — خواست آنِ اُوست اندر دار و گیر

اگر کہہ دیں کہ وزیر جو چاہے — پکڑ دھکڑ میں وہ مختار کا مالک ہے

گردِ اُو گرداں شوی صد مُردہ زُود — تا بریزد بر سرت احسان و جود

تو سو انسانوں کی طاقت سے اُسکے گرد چکر کاٹے گا — تاکہ وہ تیرے سر پر احسان اور سخاوت بہائے

یا گریزی از وزیر و قصرِ اُو — ایں نباشد جُستجوی و نصرِ اُو

یا تو وزیر اور اُس کے محل سے بھاگے گا — یہ اُس کی مدد اور جستجو نہ ہو گی

باز[2] گونہ زیں سخن کاہل شُدی — مُنعکس اِدراک و خاطر آمدی

تو اِس بات سے اُلٹا کاہل بنا — تو اُلٹی سمجھ اور رائے والا ثابت ہوا

اَمرِ اَمرِ آں فلاں خواجہ است ہیں — چیست یعنی با جز اُو کمتر نشیں

خبردار! حکم فلاں خواجہ کا حکم ہے — کیا ہے؟ یعنی اُس کے سوا کے ساتھ نہ بیٹھ

گردِ خواجہ گرد چوں اَمرِ آنِ اُوست — کو کُشد دشمن رہاند جانِ دُوست

خواجہ کے گرد چکر کاٹ جبکہ حکم اُسکی ملکیت ہے — کیونکہ وہ دشمن کو مارے گا دوست کی جان چھڑائے گا

ہر چہ اُو خواہد ہماں یابی یقیں — یاوہ کم رَو خدمتِ اُو بر گزیں

جو وہ چاہے گا وہ یقیناً تو حاصل کرے گا — بیہودہ روی نہ کر اُس کا دربار منتخب کرے

نے[3] چو حاکم اُوست گردِ اُو مگرد — تا شوی نامہ سیاہ و رُوی زرد

نہ کہ چونکہ وہ حاکم ہے اُس کے گرد چکر نہ کاٹ — تاکہ تو سیاہ اعمال نامہ والا، زرد چہرے والا بنے

چونکہ حاکم اُوست اُو را گیر و بس — غیرِ اُو را نیست حکم و دسترس

چونکہ حاکم وہی ہے اُس کو پکڑ اور بس — اُس کے غیر کے لئے حکم اور قدرت نہیں ہے

حق بُود تاویل کاں گرمت کُند — پُر اُمید و چُست و با شرمت کُند

وہ تاویل صحیح ہے، جو تجھے سرگرم کر دے — تجھے پُر امید اور چُست اور باحیا بنا دے

---

[1] پس۔ جب یہ کہا گیا کہ جو خدا چاہتا ہے وہ ہوتا ہے تو انسان اُس کے دربار کے چکر کاٹتا ہے۔ ورد۔ گھاٹ۔ گر بگویند۔ اگر شاہی یہ اعلان ہو جائے کہ ہر معاملہ میں وزیر خود مختار ہے تو تمام انسان اُس کے گھر کا چکر کاٹیں گے اُس کے محل سے گریز کرنا اُس کی مدد کی طلب نہ ہو گی۔

[2] باز گونہ۔ جبری نے اِس کا اُلٹا مطلب سمجھا اور عبادت میں سست پڑ گیا۔ امر امر آں۔ اگر یہ اعلان ہو کہ فلاں سردار کا حکم چلے گا تو اِس کا مطلب یہ ہے کہ صرف اُس کی صحبت اختیار کر اُس کا چکر کاٹ وہ تجھے دشمن سے بچائے گا جو وہ چاہیگا تجھے ملے گا۔

[3] نے۔ اِس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ چونکہ وہ حاکم ہے لہٰذا اُس کے قریب نہ جا۔ حق بُوَد۔ قرآن و حدیث کے وہ معنی معتبر ہیں جو بندہ کو سرگرمِ عمل بنائیں اگر وہ معنی سست اور کاہل بناتے ہیں تو وہ تحریف ہے۔

ور کند سُستت حقیقت ایں بدل — ہست تبدیل و نہ تاویلست آں

اور اگر تجھے سُست بنائے، یہ حقیقت سمجھ لے — وہ تحریف ہے تاویل نہیں ہے

ایں[1] برائے گرم کردن آمدست — تا بگیرد ناامیداں را دو دست

یہ سرگرم کرنے کے لئے آیا ہے — تاکہ وہ مایوسوں کی دستگیری کرے

معنیِ قرآں ز قرآں پرس و بس — وز کسے کاتش زدست اندر ہوس

قرآن کے معانی قرآن سے دریافت کر اور بس — اور اُس شخص سے جس نے ہوس کو پھونک دیا ہے

پیشِ قرآں گشت قربانے و پست — تا کہ عینِ روحِ اُو قرآں شدہ ست

جو قرآن کے سامنے قربان اور فرمانبردار بن گیا ہو — حتیٰ کہ اُس کی روح بعینہٖ قرآن بن گئی ہو

روغنے کو شد فدائے گُل بکُل — خواہ روغن بُوئے کُن خواہی تو گُل

جو تیل پھول پر بالکل فدا ہو گیا ہے — (اب) تو خواہ تیل کو سُونگھ لے یا پھول کو

گر نمیدانی بجو تاویلِ آں — تا بتابد بر دلت آں راعیاں

اگر تو نہیں سمجھتا ہے تو اسکا مصداق تلاش کرے — تاکہ تیرے دل پر اُس کا ظاہر چمک اُٹھے

وہمچنیں[2] قد جف القلم و کتب ان لا یستوی

اور اسی طرح اس کی تاویل ہے، کہ قلمِ (تقدیر) خشک ہو چکا ہے اور اُس نے لکھ دیا ہے کہ

الطاعۃ والمعصیۃ ولا یستوی الامانۃ والسرقۃ جف القلم ان لا

اطاعت اور نافرمانی برابر نہیں ہے اور نہ امانت اور چوری یکساں ہے، قلم خشک ہو گیا ہے کہ شکر

یستوی الشکر والکفران جف القلم ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین

اور کفر برابر نہیں ہے، قلم خشک ہو گیا ہے، بیشک اللہ نیکوں کا اجر ضائع نہیں کرتا ہے

ہمچنیں تاویلِ قد جف القلم — بہرِ تحریض ست بر شغلِ اہم

اسی طرح بیشک قلم خشک ہو گیا ہے کی تاویل — اہم کام کی مشغولیت پر برانگیختہ کرنے کیلئے ہے

پس[3] قلم بنوشت کہ ہر کار را — لائقِ آں ہست تاثیر و جزا

قلم نے لکھ دیا، کہ ہر کام کی — تاثیر اور جزاء اُس کے مناسب ہے

کژ روی جف القلم کژ آیدت — راستی آری سعادت زایدت

تو ٹیڑھا چلے گا تجھ میں کجی آئیگی (لکھ کر قلم خشک ہو گیا) — تو سیدھا پن اختیار کریگا تیرے لئے نیک بختی پیدا ہوگی

[3] پس قلم کے لکھنے کے معنی یہ ہیں کہ ہر کام کی تاثیر اسکی مناسبت سے تحریر کر دی ہے۔ کژ روی۔ قلم نے یہ لکھ دیا ہے کہ اگر تو کجی اختیار کرے گا تو نتیجہ کجی ہوگا اور سچائی اختیار کرے گا تو اُس سے سعادت پیدا ہوگی۔ قلم نے لکھ دیا ہے ظلم کا نتیجہ بدبختی ہے۔ عدل کا نتیجہ راحت ہے چوری کا نتیجہ ہاتھ کٹنا ہے شراب پینے کا نتیجہ مستی ہے۔

[1] ایں یعنی اشاراتِ قرآن، سرگرم عمل کرنے کیلئے ہے۔ معنیِ قرآن۔ قرآن کا بعض بعض کی تفسیر کرتا ہے تو آیت کی تفسیر دوسری آیت کی روشنی میں ہونی چاہئے یا اُس عالم سے کرانی چاہئے جس نے ہوا و ہوس کو جلا ڈالا ہو۔ پیشِ قرآں۔ وہ عالم قرآن پر قربان ہو گیا ہو اور اُس کی رُوح مجسم قرآن بن گئی ہو۔ روغنے۔ اب اُس عالم اور قرآن میں وہی نسبت ہوگی جو پھول کے روغن اور پھول میں ہے کہ دونوں کو سونگھنا یکساں ہے۔ گر نمیدانی۔ اگر سرگرم عمل کرنے والے معنی تجھ پر ظاہر نہیں ہوئے ہیں تو اُن کی تلاش کر۔

[2] وہمچنیں۔ یہ حدیث شریف ہے اور حدیث میں ہے جف القلم بما ہو کائن قلم الٰہی خشک ہو گیا ہے ہر اُس چیز کو جو ہونے والی ہے اس پر صحابہؓ نے سوال کیا پھر عمل کس بات کے لئے آنحضورؐ نے فرمایا ہر انسان کو اُس چیز کی سہولت دے دی گئی ہے جس کے لئے وہ پیدا ہوا ہے اگر وہ سعادت اور جنت کیلئے پیدا کیا گیا ہے تو اُس سے سعادت اور جنت کے اعمال سرزد ہونگے اور اگر وہ شقاوت کیلئے پیدا کیا گیا ہے تو اُس سے شقاوت اور جہنم کے اعمال سرزد ہونگے خلاصہ یہ ہے کہ قلم نے سعید کی سعادت اور شقی کی شقاوت لکھدی ہے اس طریقہ پر کہ یہ اعمال سعادت کے عمال ہیں اور یہ اعمال شقاوت کے اعمال ہیں۔

ظلم آری مُدبری جَفّ القلم — عَدل آری بَرخوری جَفّ القلم

تو ظلم کرے گا تو تو بدبخت ہے (کیونکہ) قلم خشک ہو گیا ہو — تو انصاف کریگا پھل کھائیگا قلم (لکھ کر) خشک ہو گیا ہو

چوں بدزدد دست شُد جَفّ القلم — خورده باده مست شُد جَفّ القلم

جب چوری کرے گا ہاتھ کٹا قلم (لکھ کر) خشک ہو گیا ہو — شراب پی کر مست ہو گیا قلم (لکھ کر) خشک ہو گیا ہے

[1] تو روا داری رَوا باشد کہ حق — ہمچو معزول آید از حُکمِ سبق

تو جائز سمجھتا ہے، مناسب ہو گا کہ اللہ تعالیٰ — ازلی حکم کی وجہ سے معزول کی طرح ہو جائے

کہ ز دستِ من بروں رفت ست کار — پیشِ من چندیں میا چندیں مزار

کہ میرے قابو سے باہر ہو گیں — میرے سامنے اتنا نہ آ، اتنی عاجزی نہ کر

[2] بلکہ معنیٔ آں بُوَد جَفّ القلم — نیست یکساں پیشِ من عدل و ستم

بلکہ معنی یہ ہیں کہ قلم (لکھ کر) خشک ہو گیا ہے — میرے سامنے انصاف اور ظلم یکساں نہیں ہیں

فرق بنہادم میانِ خیر و شَر — فرق بنہادم ز بد ہم از بتَر

میں نے خیر و شر میں فرق رکھا ہے — میں نے بُرے اور بدتر میں فرق رکھا ہے

ذرّہ گر در تو افزاید ادب — باشد از یارت بداند فضلِ رَب

اگر تجھ میں ادب کی ایک ذرہ بڑھوتری — ہو، دوست سے خدا کا فضل جانتا ہے

قدرِ آں ذرّہ تُرا افزوں دہد — ذرّہ چوں کوہے قدم بیروں نہد

اس ذرّے کی بقدر تجھے زیادہ دے گا — (وہ) ذرّہ پہاڑ کی طرح زیادہ ہو گا

[3] پادشاہے کہ بہ پیشِ تختِ او — فرق نبُوَد از امین و ظلم جُو

وہ بادشاہ کہ اس کے تخت کے روبرو — امانت دار اور ظالم میں فرق نہ ہو

آنکہ می لرزد ز بیمِ رَدِّ او — وانکہ طعنہ میزند بر جدِّ او

وہ شخص جو اس کے جواب سے لرز رہا ہو — اور وہ شخص جو اس کی بڑائی پر طعنہ زن ہو

فرق نبُوَد ہر دو یک باشد برش — شاہ نبوَد خاکِ تیرہ بر سرش

وہ دونوں میں فرق نہ کرے اسکے نزدیک دونوں یکساں رہیں — وہ بادشاہ نہ ہو گا اس کے سر پر کالی مٹی ہو

ذرّہ گر جہدِ تو افزوں شود — در ترازوئے خدا موزوں شود

اگر تیری کوشش میں ایک ذرہ بڑھے — وہ خدا کی ترازو میں تولا جائے گا

پیشِ ایں شاہاں ہمارہ جاں کنی — بیخبر ایشاں ز غدر و روشنی

ان بادشاہوں کے سامنے تو ہمیشہ مصیبت بھرتا ہے — وہ غداری اور نورِ (قلب) سے غافل ہیں

---

[1] تو روا داری۔ اگر جفّ القلم کے یہ معنی ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے سب کچھ ازل میں لکھ دیا ہے اور اب اس کی قدرت کے تحت کچھ نہیں ہے تو گویا اب خدا، خدائی سے معزول ہو گیا ہے۔ کز دست۔ تو نتیجہ یہ نکلے گا کہ اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے کہ اے بندے اب تو میرے پاس نہ آ اب کام میرے قابو سے باہر ہے۔

[2] بلکہ۔ جفّ القلم کے صحیح معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے لکھ چکا ہے کہ انصاف اور ظلم یکساں نہیں ہیں۔ فرق۔ اور یہ معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے خیر اور شر میں بد اور بدتر میں فرق کر دیا ہے۔ ذرّہ۔ اگر تجھ میں تیرے دوست کے اعتبار سے ایک ذرّہ بھی نیکی زیادہ ہے تو اس کو خدا جانتا ہے اور وہ اس ذرّے کا بدلہ دے گا جو پہاڑ جیسا ہو گا۔

[3] بادشاہے۔ جس بادشاہ کے دربار میں امین اور ظالم میں فرق نہ ہو یا وہ شخص جو اس کے خوف سے لرزتا ہے اور وہ شخص جو اس کی بڑائی پر طعنہ زنی کرتا ہے اسکے دربار میں یکساں ہوں تو ایسے بادشاہ کے سر پر خاک۔ ذرّہ۔ حقیقی خدا تو وہی ہے جس کی ترازو میں ایک ایک ذرہ تولا جائے۔ پیش۔ یہ تو دنیاوی بادشاہوں کا طور طریقہ ہے کہ تو تمام عمر اطاعت کرتا ہے اور ایک چغلخور تیری ساری بھلائی برباد کرا دیتا ہے۔

گفتِ غمازے کہ بد گوید ترا
اُس چغلخور کی بات جو تجھے بُرا کہتا ہے

ضائع آرد خدمتت را سالہا
وہ تیری سالوں کی خدمت کو ضائع کرا دیتا ہے

پیشِ[1] شاہے کو سمیع ست و بصیر
اُس بادشاہ کے سامنے جو کہ سمیع و بصیر ہے

گفتِ غمازاں نباشد جائے گیر
چغلخوروں کی بات نہیں ٹھہرتی ہے

جملہ غمازاں ازو آیس شوند
سب چغلخور اُس سے مایوس ہو جاتے ہیں

سوئے ما آیند و افزایند بند
ہمارے پاس آتے ہیں اور رکاوٹیں اضافہ کرتے ہیں

بس جفا گویند شہ را پیشِ ما
اللہ (تعالیٰ) کا ہم سے بہت ظلم بیان کرتے ہیں

کہ برو جف القلم کم کن وفا
کہ جا قلم (لکھکر) خشک ہو گیا ہے وفاداری نہ کر

معنیِ[2] جف القلم کے آں بود
قلم (لکھ کر) خشک ہو گیا کے یہ معنی کب ہو سکتے ہیں؟

کہ جفاہا با وفا یکساں بود
کہ ظلم وفاداری کے برابر ہوتا ہے

بل جفا را ہم جفا جف القلم
بلکہ ظلم کے لئے (بدلہ) ظلم ہو قلم لکھ کر خشک ہو گیا ہے

واں وفا را ہم وفا جف القلم
اور وفا کیلئے (بدلہ) وفا ہے قلم لکھکر خشک ہو گیا ہے

عفو باشد لیک کو فرِ امید
معافی ہوگی لیکن امید کی وہ شان و شوکت کہاں؟

کہ بود بندہ ز تقویٰ روسپید
کہ بندہ پرہیزگاری کی وجہ سے سُرخرو ہو

دزد را گر عفو باشد جاں برد
چور کو اگر معاف کیا جاتا ہے تو جان بچا لیتا ہے

کے وزیر و خازنِ مخزن شود
وزیر اور خزانہ کا خزانچی کب بنتا ہے؟

اے[3] امین الدینِ ربانی بیا
اے امین الدین، اللہ والے! آجا

کز امانت رُست ہر تاج و لوا
کیونکہ امانت کی وجہ سے تاج اور جھنڈا رونما ہوا ہے

پورِ سلطاں گر برو خائن شود
شہزادہ اگر بادشاہ کا خائن بن جائے

آں سرش از تن بداں بائن شود
اُس کی وجہ سے اُس کا سَر تن سے جدا ہو جائے

ور غلامے ہندوے آرد وفا
اگر ہندوستانی غلام وفا برتے

دولت اُورا میزند طالَ بقا
نصیبہ اُس کیلئے زندہ باد کا اعلان کردے

چہ غلام ار بردرے سگ باوفاست
غلام کیا، اگر دروازے پر کتا وفادار ہے

در دلِ سالار اُو را صد رضاست
آقا کے دل میں اُس کی جانب سے سینکڑوں رضامندیاں ہیں

[1] پیشِ شاہے۔ دانا و بینا خدا کے دربار میں یہ ممکن نہیں ہے کہ کوئی چغلخور چغلخوری کر سکے، وہاں سے چغلخور شیطان وغیرہ مایوس ہو کر ہمارے پاس آکر ہمیں بہکاتے اور شاہ کا ظلم بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اُس نے سب کچھ پہلے ہی لکھ دیا ہے اب اُس کے ساتھ وفاداری کیوں کرتے ہو۔

[2] معنیِ۔ یہ چغلخور شیطان کا جواب ہے کہ جف القلم کے یہ معنی نہیں ہیں کہ جفا اور وفا یکساں ہے وفاداری سے کوئی فائدہ نہیں ہے بلکہ معنی یہ ہیں کہ جفا کا بدلہ جفا ہے اور وفا کا بدلہ وفا ہے۔ عفو باشد۔ شبہ ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ گنہگاروں کو بھی معاف کر دے گا تو پھر اطاعت اور نافرمانی یکساں ہو گئی مولانا نے جواب دیا ہے کہ معافی تو ہو جائے گی لیکن وہ انعامات حاصل نہ ہوں گے جو نیکوکار حاصل کریں گے۔ دزد۔ چور کی معافی کا یہی مطلب ہوتا ہے کہ اُسکی جان بچ گئی لیکن اُس کو وزیر اور خزانچی کا رتبہ تو حاصل نہیں ہوتا۔

[3] اے امین الدین یعنی شیخ حسام الدین یا ہر وہ مجتہد جو شریعت کا امین ہے یا مولانا کے دور کا ایک وزیر۔ پور۔ اگر بادشاہ کا بیٹا بادشاہ کا خائن ہو تو وہ گردن زدنی ہے اور اگر معمولی غلام وفاداری کرتا ہے تو اُس کا نصیبہ اُسکو مبارکباد دیتا ہے غلام تو در کنار کتا بھی وفاداری کرتا ہے تو آقا کے دل میں اُس کے لئے سینکڑوں خوشنودیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔

زیںؔ چو سگ را بوسہ بر پوزش دہد | گر بود شیرے چہ پروزش کند
اِس (وفا) کی وجہ سے جب کُتے کی تھوتڑی چومتا ہے | اگر وہ شیر ہو تو اُس کو کسقدر کامیابی عنایت کریگا؟

چہ مگر دُزدے کہ خدمتہا کُند | صدقِ اُو بیخ جفا را بر کَند
سوائے اُس چور کے جو خدمتیں کرے | اُس کی سچائی ظلم کی جڑ اُکھاڑ دے

چون فُضیلِ رہزنے کو راست باخت | زاں کہ دہ مردہ بسوئے تو بتاخت
جیسا کہ ڈاکو (حضرت فضیلؒ) جنھوں نے سچائی کی بازی لگائی | کیونکہ دس انسانوں کی طاقت سے تیری جانب دوڑے

وآنچناںؔ کہ ساحراں فرعون را | رُو سیہ کردند از صبر و وفا
اور جس طرح کہ جادوگروں نے فرعون کا | مُنھ کالا کر دیا صبر اور وفاداری سے

دست و پا دادند در جرم و قوَد | آں بصد سالہ عبادت کے شوَد
قصور اور بدلے میں ہاتھ پاؤں دے دیئے | وہ سو سالہ کی عبادت سے کب ہوتا ہے؟

تو کہ پنجہ سال خدمت کردۂ | کے چنیں صدقے بدست آوردۂ
تو جس نے پچاس سال عبادت کی ہے | ایسی سچائی کب حاصل کی ہے؟

حکایتِ آں درویش کہ در ہرات غلامانِ عمیدِ خراسانی راؔ

اُس فقیر کی حکایت جس نے عمید خراسانی کے غلاموں کو ہرات میں دیکھا

آراستہ دید بر اسپانِ تازی با قباہائے زربفت و کلاہ ہائے

بنا ٹھنا، عربی گھوڑوں پر زربفت کی قبائیں پہنے ہوئے اور اکر چھائی سے ڈھیلی

مُغرق وغیرہ آں بپُرسید کہ اینہا کدام امیر اند و چہ

ہوئی ٹوپیاں اوڑھے ہوئے اُس نے پوچھا یہ کونسے سردار ہیں؟ اور کیسے بادشاہ

شاہاند گفتند اُو را کہ اینہا امیراں نیستند اینہا غلامانِ

ہیں؟ لوگوں نے اُس سے کہا کہ یہ سردار نہیں ہیں، یہ عمید خراسانی کے غلام

عمیدِ خراسان اند رُو بآسمان کرد کہ اے خداوند غلام

ہیں اُس نے آسمان کی طرف مُنھ کیا کہ اے اللہ تعالیٰ غلاموں کو پرورش

پروردن از عمید بیاموز آنجا مُستوفی را عمید گویند

کرنا عمید سے سیکھ لے، وہاں وزیر اعظم کو عمید کہتے ہیں۔

آں یکے گستاخ رُو اندر ہرے | چوں بدیدے اُو غلامِ مہترے
ایک منھ پھٹ نے ہرات میں | جب اُس نے ایک سردار کے غلام کو دیکھا

لہ زیں۔ وفاداری اگر کتا بھی کرتا ہے تو آقا اُس کا مُنھ چومتا ہے اور اگر شیر وفاداری کرے تو پھر اُس کی کامیابی کا کیا ٹھکانا ہے۔ چونکہ پہلے فرمایا تھا کہ چور کو معاف تو کر دیا جائے گا لیکن اُس کو اونچے مقامات حاصل نہ ہونگے اب اُس سے استثناء کرتے ہیں اِس لئے کہ بعض ڈاکو لوگوں کو بڑے مقامات حاصل ہوگئے ہیں۔ چوں فضیلؒ۔ حضرت فُضیلؒ بن عیاض ڈاکو تھے پھر تائب ہوئے اور اولیا اللہ میں اُن کا شمار ہوا۔

لہ وآنچناں۔ اسی طرح فرعون کے جادوگر توبہ کے بعد کامل بنے۔ رُو سیہ کردند۔ یعنی فرعون کو روسیاہ کیا۔ دست و پا۔ خدا کی محبت میں ہاتھ پاؤں کٹوا دیئے یہ مقام سو سال عبادت سے بھی بمشکل حاصل ہوتا ہے۔ تو کہ۔ عام انسان پچاس سال عبادت کرتا ہے لیکن اُن ساحروں کی سی سچائی اُس کو حاصل نہیں ہوتی ہے۔

سہ حکایت۔ اس سے یہ بتایا ہے کہ جس طرح بادشاہوں کے سب خدم یکساں نہیں ہیں اسی طرح اُن کے سب غلام یکساں نہیں، ہر شخص کے اعتبار سے بہت فرق ہے عمید کے غلام پورے مخلص تھے۔ عمید۔ مستوفی خراسان ایک ملک ہے جس کا پایۂ تخت ایک زمانہ میں ہرات تھا گستاخ۔ بے ادب

جامۂ اطلس کمر زرّیں[1] رواں
اطلس کا لباس سونے کی پیٹی (پہنے ہوئے)، جا رہا ہے
رُوئے کردے سُوئے قبلۂ آسماں
اُس نے آسمان کی جانب منہ کیا

کاے خدا! زیں خواجۂ صاحب منَن (۲۱)
کہ اے خدا! اِس احسانوں والے آقا سے
چوں نیاموزی تو بندہ داشتن
تو غلام رکھنا کیوں نہیں سیکھ لیتا

بندہ پروردن بیاموز اے خدا
اے خدا! بندہ پروری سیکھ لے
زیں رئیس و اختیارِ شہرِ ما
ہمارے شہر کے اِس رئیس اور برگزیدہ سے

بُود محتاج و برہنہ بینوا
وہ محتاج اور ننگا بے سروسامان تھا
در زمستاں لرز لرزاں از ہوا
جاڑے میں ہوا سے کانپ رہا تھا

انبساطے کرد آں از خود بری
اُس بے خود نے بے تکلفی برتی
جرأتے بنمود اُو از لمترے
اور بھکڑپن سے اُس نے جرأت کی

اعتمادش[2] بر ہزاراں موہبت
ہزاروں بخششوں پر اُس کو بھروسہ (تھا)
کہ ندیمِ حق شُد اہلِ معرفت
کیونکہ معرفت والا اللہ (تعالیٰ) کا مصاحب ہوتا ہے

گر ندیمے شاہ گستاخی کند
اگر بادشاہ کا مصاحب گستاخی کرے
تو مکُن چوں تو نداری آں سند
تو نہ کرنا، کیونکہ تو وہ سہارا نہیں رکھتا ہے

حق میاں داد و میاں بہ از کمر
اللہ (تعالیٰ) نے کمر عطا کی اور کمر پیٹی سے بہتر ہے
گر کسے تاجے دہد اُو داد سر
اگر کوئی تاج دیتا ہے تو اُس نے سر دیا ہے

تا یکے[3] روزے کہ شاہ آں خواجہ را
یہاں تک کہ ایک دن بادشاہ نے اُس سردار پر
متّہم کرد و بہ بستش دست و پا
تہمت لگائی اور اُس کے ہاتھ پاؤں باندھ دیئے

آں غلاماں را شکنجہ می نمود
اُن غلاموں کو سزا دی
کہ دفینہ خواجہ بنمائید زود
کہ آقا کا خزانہ جلد دکھاؤ

سِرِّ اُو با من بگوئید اے خساں
اے کمینو! اُس کا راز مجھے بتادو
ورنہ بُرّم از شما حلق و لساں
ورنہ میں تمہارا حلق اور زبان کاٹ ڈالوں گا

مدّتِ یک ماہ شاں تعذیب کرد
ایک مہینہ تک اُن کو ستایا
روز و شب اشکنجہ و افشار و درد
دن، رات شکنجہ اور دباؤ اور تکلیف تھی

پارہ پارہ کردشان و یک غلام
ٹکڑے ٹکڑے کردیئے اور ایک غلام (نے بھی)
رازِ خواجہ وانگفت از اہتمام
ہمت کرکے، آقا کا راز نہ کھولا

---

[1] کمر زرّیں۔ سونے کا پٹکا۔ خواجہ۔ یعنی عمید خراسانی۔ منن۔ احسانات۔ اختیار۔ یعنی مختار، برگزیدہ۔ جود یعنی وہ درویش ؟ اگرچہ اہل اللہ میں سے تھا لیکن اُس کی حالت نے اُس کو مجبور کیا کہ وہ اللہ کے تقرب کے بھروسہ پر یہ کہہ گذرا۔ لمتر۔ قوی، مراد اُس درویش کی حالت ہے۔

[2] اعتمادش۔ بعض مقربینِ بارگاہ، خصوصی رحم وکرم کی بنیاد پر ایسی گستاخی کر بیٹھتے ہیں، عوام کے لئے اِس طرح کی بات مناسب نہیں ہے۔ ندیم بمعانی حق۔ مولانا عمید کی عطا سے اللہ تعالیٰ کی عطا کی افضلیت بتاتے ہیں۔

[3] تا یکے۔ اللہ تعالیٰ نے اُس درویش کو اُس وقت جواب نہ دیا جب وہ عمید بادشاہ کا معتوب بنا تو ہاتفِ غیبی نے جواب دیا۔ آں غلاماں۔ عمید کے غلام عمید کے اِس قدر وفادار ثابت ہوئے کہ سزائیں برداشت کیں لیکن عمید کا راز نہ کھولا۔

گفتش[۱] اندر خواب ہاتف کے کیا
غیبی آواز نے اُس سے خواب میں کہا کہ اے سردار!
بندہ بودن ہم بیاموز و بیا
غلام بننا بھی سیکھ لے اور آ جا

اے دریدہ پوستینِ یوسفاں
اے یوسفوں کی پوستین پھاڑنے والے!
گر بدرّد گرگت آں از خویش داں
اگر تجھے بھیڑیا پھاڑے، تو وہ اپنے سبب سمجھ

زانکہ می بافی ہمہ سالہ بپوش
کیونکہ جو تو سارے سال بُنتا ہے، وہ پہن
زانکہ می کاری ہمہ سالہ بنوش
کہ جو سارے سال بوتا ہے، وہ کھا

فعلِ تست ایں غصّہائے دمبدم
یہ ہر وقت کے رنج، تیرا کارنامہ ہے
ایں بود معنیِ قد جفّ القلم
قلم (لکھ کر) خشک ہوگیا کے یہ معنی ہیں

کہ نگردد سنّتِ ما از رَشَد
کیونکہ ہماری سنت بھلائی سے منحرف نہیں ہوتی ہر
نیک را نیکی بود بد راست بد
نیک کے لئے نیکی ہوتی ہے بُرے کیلئے بُرائی ہے

کار کُن[۲] ہیں کہ سلیماں زندہ است
کام میں لگا رہ، کیوں کہ سلیمان زندہ ہے
تا تو دیوی تیغِ او بُرّندہ است
جب تک تو دیو ہے اُس کی تلوار کاٹ کرنیوالی ہے

چوں فرشتہ گشت از تیغ ایمن است
جب فرشتہ بن گیا تلوار سے محفوظ ہے
از سلیماں فارغ و از خوف رست
سلیمان سے فارغ اور ڈر سے نجات پاگیا ہے

از سلیماں ہیچ اُو را خوف نیست
سلیمان سے اُسے کوئی ڈر نہیں ہے
دشمنے دیو ست و از وے ایمنے ست
کیونکہ وہ دیو کا دشمن ہے اور اُس سے (فرشتہ کو) امن حاصل ہے

حکمِ اُو بر دیو باشد نے مَلَک
(سزا کا) حکم دیو پر لگتا ہے، نہ کہ فرشتہ پر
رنج در خاکست نے فوق فلک
تکلیف زمین پر ہے، نہ کہ آسمان پر۔

ترک کُن[۳] ایں جبر را کہ بس تہیست
اِس جبر کے عقیدے کو چھوڑ کیونکہ خالی (ڈھول) ہے
تا بدانی سِرِّ سِرِّ جبر چیست
تاکہ تو سمجھ جائے کہ جبر کے راز کا راز کیا ہے؟

ترک کُن ایں جبرِ جمعِ منبلاں
کاہلوں کی جماعت کے جبر کو چھوڑ دے
تا خبر یابی ازاں جبر چو جاں
تاکہ تجھے اُس جبر کا پتہ لگ جائے جو جان جیسا ہے

ترکِ معشوقی کُن و کُن عاشقی
معشوقی چھوڑ اور عاشقی کر
اے گماں بُردہ کہ خوب و فائقی
اے وہ شخص جس نے گمان کرلیا ہے کہ تو حسین اور بڑھا ہوا ہے

ہوگا کہ تجھے اختیارِ خداوندی حاصل ہے اور تیرا ہر عمل اختیارِ خداوندی سے صادر ہوتا ہے۔ منبلاں۔ کاہل لوگ۔ چو جان۔ جبرِ محمود بڑی قیمتی چیز ہے۔ ترک کن۔ معشوقوں کا سا ناز ـــــ چھوڑ کر عاشقوں کا سا نیاز پیدا کر۔

۱ گفتش۔ اب اللہ کی جانب سے اُس زردریش کو جواب ملا کہ اللہ تعالیٰ تو عبید سے غلام پروری کیا سیکھے گا تو عبید کے غلاموں سے بندگی سیکھ لے۔ اے دریدہ۔ انسان جیسا کریگا ویسا بھرے گا۔ زانکہ۔ انسان کے جیسے اعمال ہوتے ہیں ویسے ہی نتائج سامنے آتے ہیں۔ فعلِ تست۔ قرآنِ پاک میں ہے۔ وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ یعنی جو مصیبت تم پر آتی ہے وہ تمہاری لائی ہوئی ہے۔ کہ نگردد۔ سنتِ الٰہی میں تبدیلی نہیں ہو سکتی ہے۔ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا۔ نیک۔ قرآنِ پاک میں ہے ھَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ۔

۲ کار کن۔ سلیمان سے مراد شاہِ حقیقی ہے اور دیو سے مراد نفسِ امّارہ ہے۔ چوں فرشتہ۔ قرآنِ پاک میں ہے اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ جو اللہ کے دوست ہیں اُن پر نہ کوئی خوف ہے نہ وہ غمگین ہونگے۔ از سلیماں۔ نیکوں کو عذاب سے امن حاصل ہے۔ حکمِ او۔ سزا کا حکم شیطان صفت کے لئے ہے۔ رنج۔ جب انسان ملکوتی بن جائے تو پھر راحت ہی راحت ہے۔

۳ ترک کن۔ یہ جبرِ مذموم کا عقیدہ جو ترکِ اطاعت پیدا کرتا ہے اُس کو چھوڑ کر فنا کا درجہ اختیار کر جب تجھے جبرِ محمود کا پتہ چلے گا اور معلوم

۵۱ اے کہ در معنیٰ زشب خامش تری
اے وہ کہ معانی میں رات سے بھی زیادہ خاموش ہے

گفتِ خود را چند جوئی مشتری
اپنی گفتگو کا خریدار کب تک تلاش کرے گا؟

سر بجنبانند پیشت بہرِ تو
تیرے سامنے تیری خاطر وہ جھومتے ہیں

رفت در سودائے ایشاں عمرِ تو
اُن کے شوق میں تیری عمر برباد ہو گئی

تو مرا گوئی حسد اندر مپیچ
تو مجھ سے کہتا ہے کہ حسد کرنے میں نہ لگ

چہ حسد آرد کسے بر فوتِ ہیچ
ناچیز کے فوت ہو جانے پر کوئی کیا حسد کرے؟

ہست تعلیمِ خساں اے بار سوخ
اے بارسوخ! کمینوں کو تعلیم دینا

ہمچو نقشِ خوب کردن بر کلوخ
ڈھیلے پر اچھے نقش بنانا ہے

خویش را تعلیم کن عشق و نظر
اپنے آپ کو عشق اور نظر کی تعلیم دے

کاں بُود کالنقش فی جرم الحجر
کیونکہ وہ پتھر کی لکیر کی طرح ہے

نفسِ تو با تُست شاگرد و وفا
تیرا نفس وفاداری میں تیرا شاگرد ہے

غیر فانی شُد کجا جوئی کجا
غیر، فنا ہو گیا کہاں ڈھونڈتا ہے کہاں؟

۵۲ تا کُنی مر غیر را حبر و سنی
جب تک تو دوسرے کو بڑا عالم اور اونچا بنا تا رہیگا

خویش را بد خُو و خالی میکُنی
اپنے آپ کو بدعادت اور خالی کرتا رہے گا

مُتصل چوں شُد دلت باآں عدن
جب تیرا دل عدن سے وابستہ ہو گیا

ہیں بگو مہراس از خالی شُدن
ہاں کہتا رہ، خالی ہونے سے ہراساں نہ ہو

امرِ قُل زیں آمدش کاے راستیں
قُل کا حکم اُن کو اسی لئے آیا کہ اے راست رو!

کم نخواہد شد بگو دریاست ایں
کہیے، کم نہ ہو گا، یہ دریا ہے

۵۳ انصتوا یعنی کہ آبت را بلاغ
تم خاموشی سے سنو، یعنی کہ اپنے پانی کو لغویات سے

ہیں تلف کم کُن کہ لب خشک ست باغ
خبردار! تباہ نہ کر، کیونکہ باغ پیاسا ہے

ایں سخن پایاں ندارد اے پدر
اے باوا! اس بات کا خاتمہ نہیں ہے

ایں سخن را ترک کُن پایاں نگر
اس بات کو چھوڑ، انجام پر نظر کر

---

۵۱ اے کہ۔ تو اپنی پچھے دار تقریروں پر نازاں ہے۔ جو معانی سے بالکل خالی ہیں اور تو اپنی اِن تقریروں سے خریدار ڈھونڈتا ہے۔ سر بجنبانند۔ یہ تیری تقریریں سننے والے محض تیرے لحاظ میں جھوم رہے ہیں اور تو اُن کے عشق میں عمر برباد کر رہا ہے۔ تو مرا۔ جب میں تجھے اِن پچھے دار تقریروں سے روکتا ہوں تو تو مجھ پر حسد کا الزام لگاتا ہے حالانکہ ان پچھے دار تقریروں کے حاصل نہ ہونے پر کوئی کیا حسد کرے گا یہ خود بیکار ہیں۔ ہست۔ عوام میں تقریریں کر کے واہ وا کرانا مٹی کے ڈھیلے پر باریک نقش ونگار کرنا ہے جو قائم نہیں رہ سکتا۔ خویش۔ اپنی اصلاح کر اور اپنے آپ کو عشق کی تعلیم دے یہ باقی رہنے والی چیز ہے۔

۵۲ تا کُنی۔ دوسروں کو وعظ و تلقین سے اپنی اصلاح بہتر ہے۔ حبر۔ بڑا عالم۔ سنی بلند۔ مُتصل۔ یہ شبہ ہوا کہ بہت سے حقیقی بزرگ مریدوں کی تعلیم و تربیت کرتے ہیں تو اس سے کیوں روکا جا رہا ہے مولانا نے فرمایا کہ جو بزرگ ایسے ہیں کہ اُن کو اتصال دریائے وحدت سے ہو گیا ہے وہ تعلیم دیں تو کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ عدن۔ دال کے سکون سے، اقامت اسی سے جنّت عدن یعنی اقامت کی جنتیں، اور دال کے زبر سے شہر کو کہتے ہیں جہاں سے عقیق

اسے یہاں مراد دریائے وحدت ہے۔ امرِ قُل۔ قرآن پاک میں ہے قُل لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمَاتِ رَبِّي لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ أَن تَنفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّي یعنی آپ کہہ دیجئے کہ خدا کے کلمات کے لئے اگر سمندر روشنائی بنیں تو وہ اس سے پہلے ختم ہو جائیں گے کہ خدا کے کلمات ختم ہوں ——— ۵۳ انصتوا۔ قرآن پاک میں ہے وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنصِتُوا" اور جب قرآن پڑھا جائے تو کان دھرو اور خاموش رہو۔ بلاغ۔ بیہودہ گفتگو۔ ایں سخن یعنی پچھے دار تقریروں کی بُرائی۔ پایاں۔ یعنی اپنے انجام کی فکر کر۔

غیرتم[ف۱] آید کہ پیشت بیستند | بر تو می خندند و عاشق نیستند
مجھے شرم آتی ہے کہ تیرے سامنے کھڑے ہوتے ہیں | تیری ہنسی اڑاتے ہیں اور وہ عاشق نہیں ہیں

عاشقانت در پسِ پردہ کرم | بہرِ تو نعرہ زناں بیں دمبدم
تیرے عاشق کرم کے پسِ پردہ | اُن کو تو لمحہ بلمحہ اپنے لئے نعرے لگاتے ہوئے دیکھ

عاشقِ آں عاشقانِ غیب باش | عاشقانِ پنج روزہ کم تراش
تو اُن غیب کے عاشقوں کا عاشق بن | چند روزہ عاشق، نہ بنا

کہ بخوردندت[ف۲] ز خدعہ و جذبہ | سالہا زیشاں ندیدی حبّہ
دھوکے اور کشش سے انھوں نے تجھے کھایا | سالوں، تونے انکی جانب سے ایک رتی نہ دیکھی

چند ہنگامہ نہی بر راہِ عام | گام خستی بر نیامد ہیچ کام
عام راستہ پر تو کب تک مجمع لگائے گا؟ | تونے مقصد کی تلاش کی، کوئی مقصد پورا نہ ہوا

وقتِ صحت جملہ یارند و حریف | وقتِ درد و غم بجز حق کو الیف
تندرستی میں سب دوست اور ساتھی ہیں | درد و غم کے وقت سوائے خدا کے کون دوست ہے؟

وقتِ دردِ چشم و دنداں ہیچکس | دستِ تو گیرد[ف۳] بجز فریاد رس
دانتوں اور آنکھ کے درد کے وقت، کوئی شخص | تیری دستگیری کرتا ہے! سوائے خدا کے

پس ہماں درد و مرض را یاد دار | چوں ایاز از پوستیں گیر اعتبار
تو اُسی درد اور مرض کو یاد رکھ | ایاز کی طرح پوستیں سے عبرت حاصل کر

پوستیں آں حالتِ دردِ تو است | کہ گرفتہ است آں ایاز آنرا بدست
پوستین تیرے درد کی حالت ہے | جو اُس ایاز نے ہاتھ میں پکڑی ہے

باز جواب گفتنِ آں کافرِ جبری آں مومنِ سُنّی را کہ باسلام و ترکِ اعتقادِ جبرش دعوت میکرد و دراز شدنِ مناظرہ از طرفین کہ مادۂ اشکال و جواب را نبرد الا عشقِ حقیقی کہ او را پروائے آں نماند و ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ

اس جبری کافر کا دوبارہ اس سُنی مومن کو جواب دینا جو اسکو اسلام اور جبر ترک کرنے کی دعوت دے رہا تھا اور دونوں طرف سے مناظرے کا دراز ہونا کیونکہ اعتراض اور جواب کے مادّے کو سوائے حقیقی عشق کے کوئی چیز ختم نہیں کرتی ہے کیونکہ اس کو اسکی پروا نہیں رہتی اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے وہ جسکو چاہے عطا کرتا ہو

ف۱ غیرتم۔ اے مجھے دار تقریر کرنے والے یہ سامعین تیرے حقیقی عاشق نہیں ہیں یہ تو تیرا مذاق اُڑاتے ہیں۔ عاشقانت۔ تیرے عاشق تو وہ ہیں جو تیری اصلاح کی دعائیں کرتے ہیں تو اُن عاشقوں کا عاشق بن اور چند دنوں کی واہ واہ کرنے والوں سے گریز کر۔

ف۲ کہ بخوردندت۔ اِن چند روزہ عاشقوں نے تجھے ضائع کر رکھا ہے اُن سے تجھے کوئی فائدہ نہیں پہنچا۔ چند ہنگامہ۔ عوام کا مجمع لگانے سے تیرا کوئی صحیح مقصد پورا نہ ہوا۔ وقتِ صحت۔ یہ تیرے عاشق راحت کے ساتھی ہیں مصیبت کے وقت کا ساتھی صرف خدا ہے۔ الیف۔ دوست۔

ف۳ فریاد رس۔ اللہ تعالےٰ۔ دار۔ یعنی اِس درد کے وقت کو بھی طرح پیشِ نظر رکھ جس طرح ایاز اپنی پرانی پوستین کو پیشِ نظر رکھتا اور اُس سے عبرت حاصل کرتا رہتا تھا۔ پوستین۔ ایاز پوستین سے عبرت حاصل کرتا تھا تو مصیبت کے وقت سے عبرت حاصل کرے۔ کہ۔ جب تک عشقِ خداوندی حاصل نہیں ہوتا انسان کی زبان بہت چلتی ہے اور اشکال و جواب میں زبان درازی کرتا رہتا ہے۔

کافرِ جبری جواب آغاز کرد
کہ ازاں حیراں شُد آں منطیق[1] مَرد
جبری کافر نے جواب دینا شروع کیا
جس سے وہ زیادہ بولنے والا شخص حیران ہو گیا

لیک گر من آں جواباتِ و سوال
جملہ واگویم بمانم زیں مقال
لیکن اگر میں وہ جوابات اور سوال
سب بیان کروں، اس بات سے رہ جاؤں گا

زاں مُہِم تر گفتنیہا ہست ماں
کہ بداں ہا فہمِ تو بہ یابد نشاں
ہمیں اس سے زیادہ اہم باتیں کہنی ہیں
جن سے تیری سمجھ بہتر نشانی حاصل کرے گی

اندکے گفتیم زاں بحث اے مُحتَل
زاند کے پیدا بُود قانونِ کل
اے سنگدل! اس بحث میں سے میں نے تھوڑا سا کہہ دیا
تھوڑے سے سب قاعدہ کھل جاتا ہے

درمیانِ جبری و اہلِ قدر
ہمچنیں بحث ست تا حشر و نشر
جبری اور قدریوں کے درمیان
حشر نشر تک ایسی ہی بحثیں ہیں

گر فرو ماندے ز دفعِ خصمِ خویش
مذہبِ ایشاں بر افتادے زپیش
اگر اپنے مخالف کی مدافعت سے عاجز آجاتے
تو ان کا مذہب باطل ہو جاتا

چوں بروں شو شاں نبودے در جواب
پس رمیدندے ازاں راہِ تباب
اگر جواب میں ان کا مخلص نہ ہوتا
تو اس ہلاکت کے راستہ سے بھاگ جاتے

چونکہ مَقضی بُد دوامِ آں رَوِش
میدہدشاں از دلائل پرورش
چونکہ اس روش کی ہمیشگی کا فیصلہ ہو چکا تھا
تو ان کی دلائل سے (خدا) پرورش کرتا ہے

تا نگردد[2] مُلزَم از اشکالِ خصم
تا بُود محجوب از اقبالِ خصم
تاکہ مخالف کے اعتراض سے مُلزم نہ بنے
تاکہ مخالف کے اقبال سے محفوظ رہے

تاکہ ایں ہفتاد و دو ملت مُدام
در جہاں ماندے الیٰ یومِ القیام
تاکہ یہ بہتّر ملتیں، ہمیشہ
قیامت کے دن تک دنیا میں باقی رہیں

چوں جہانِ ظلمت ست و غیب ایں
از برائے سایہ می باید زمیں
چونکہ یہ تاریکی اور غیب کی دنیا ہے
سایہ کے لئے زمین درکار ہے

تا قیامت ماند ایں ہفتاد و دو
کم نیاید مُبتدِع[3] را گفتگو
تاکہ یہ بہتّر فرقے قیامت تک رہیں
بدعتی کی گفتگو کم نہ پڑے

عزتِ مخزن بُود اندر بہا
کہ برو بسیار باشد قفلہا
قیمت کے اعتبار سے اس خزانہ کی عزت ہوتی ہے
جس پر بہت سے قفل ہوں

---

[1] منطیق۔ بہت بولنے والا۔ زیں مقال۔ یعنی نصیحت کی باتیں۔ کہ بداں۔ اِن نصیحت کی باتوں سے فہم میں روشنی پیدا ہوگی۔ مُحتَل۔ سنگدل۔ زاند کے۔ مُشتے نمونہ از خروارے کافی ہوتا ہے۔ درمیاں۔ مختلف فرقوں کی یہ بحثیں قیامت تک ختم نہ ہوں گی کیونکہ دنیا میں بہتر فرقے باقی رہنے ہیں۔ بروں شو۔ نکلنے کا راستہ، مخرج۔ تباب۔ ہلاکت، تباہی۔ مَقضی۔ یعنی قضا وقدر کا فیصلہ۔

[2] تا نگردد۔ ہر فرقہ والے کو ایسے دلائل عطا کر دیئے گئے ہیں کہ مخالف سے عاجز نہ آجائے۔ ملزم۔ یعنی لاجواب۔ از اقبال۔ یعنی مخالف اُس پر غلبہ حاصل نہ کر سکے۔ زمیں۔ جب سورج غروب کر جاتا ہے تو زمین کے جس رُخ سے اُس نے غروب کیا ہے اُس کا سایہ فضائے آسمانی تک پہنچ جاتا ہے، دنیا میں ظلمت اور تاریکی ہے یہاں حق اس قدر واضح نہیں ہے، باطل دلائل سے حق پوشیدہ ہو جاتا ہے۔

[3] مُبتدِع۔ یعنی باطل فرقہ۔ عزتِ مخزن۔ جس قدر قیمتی خزانہ ہوتا ہے اتنے ہی اُس پر قفل زیادہ ہوتے ہیں اسی لئے حق مذہب جو قیمتی چیز ہے اُس پر باطل فرقوں کے قفل لگے ہوئے ہیں۔

عزتِ[1] مقصد بُوَد اے ممتحن
اے مصیبت زدہ! مقصد کی عزت ہے
پیچ پیچ راہ عقبہ و راہزن
گھاٹی کا خمدار راستہ اور ڈاکو

عزتِ کعبہ بُوَد آں ناحیہ
وہ گوشہ، کعبہ کی عزت ہے
دزدیِ اعراب وطولِ بادیہ
(اور) بدوؤں کی چوری اور صحرا کا طول

ہر رَوِش ہر رہ کہ آں محمود نیست
جو روش (اور) راہ قابلِ ستائش نہیں ہے
عقبہ و مانعے و رہزنے ست
وہ گھاٹی اور مانع اور ڈاکو ہے

ایں[2] رَوِش خصم و حقودِ آں شدہ
یہ روش اُس کی مخالف اور کینہ ور بنی
تا مقلد در دو رہ حیراں شدہ
یہاں تک کہ مقلد دونوں راستوں میں حیران ہو گیا

صدق ہر دو ضد بہ بیند در روِش
روش میں ہر دو ضدوں کی سچائی خیال کرتا ہے
ہر فریقے در رہِ خود خوش منش
ہر فریق اپنی راہ پر خوش طبع ہے

گر جوابش نیست می بندد ستیز
اگر اُس کے پاس جواب ہو تو جھگڑا ختم ہو جائے
بر ہمی ماندم تا بروزِ رستخیز
اسی وقت سے قیامت کے دن تک کیلئے

کہ مہانِ ما بدانند ایں جواب
کہ ہمارے بڑے اِس جواب کو جانتے ہیں
گرچہ از ما شد نہاں وجہ صواب
اگرچہ درست بات ہم سے مخفی ہو گئی ہے

پوز بندِ وسوسہ عشق ست و بس
وسوسہ کے لئے، مُنہ کا عشق ہی ہے اور بس
ورنہ کے وسواس را بست ست کس
ورنہ وسوسہ کو کس نے بند کیا ہے؟

عاشقے[3] شو شاہدِ خوبے بجو
عاشق بن حسین معشوق تلاش کر
صیدِ مرغابی ہمی کن جو بجو
نہر در نہر مرغابی کا شکار کرتا رہ

کے بری زاں آب کاں آبت برد
تو اُس پانی سے کیا فائدہ اُٹھائیگا جو تیری آبرو برباد کرے؟
کے کنی زاں فہم کہ فہمت خورد
تو اُس سے کیا سمجھ سکتا ہے جو تیری سمجھ کو کھالے؟

غیرِ ایں معقولہا معقولہا
اِن عقلی باتوں کے علاوہ معقول باتیں
یابی اندر عشق با فر و بہا
تو عشق میں شوکت والی اور قیمتی پائے گا

غیرِ ایں عقلِ تو حق را عقلہاست
اِس تیری عقل کے سوا اللہ کے پاس عقلیں ہیں
کہ بداں تدبیرِ اسبابِ سماست
جن سے آسمان کے اسباب کی تدبیر ہوتی ہے

تا بدیں عقل آوری ارزاق را
تو اِس عقل کے ذریعہ رزقوں کو حاصل کرے گا
زاں دگر مفرش کنی اطباق را
تو اُس دوسری سے (آسمانی) طبقوں کو بستر بنائیگا

---

[1] عزتِ مقصد بقصد.... جسقدر عزیز ہوگا اُسیقدر اُس تک پہنچنے کا راستہ پیچ در پیچ ہوگا اور راہزن کا خوف ہوگا۔ عقبہ۔ پہاڑ کی گھاٹی۔ عزتِ کعبہ۔ کعبہ کا دور دراز گوشہ میں ہونا اور پھر وہاں بدوؤں کی ڈاکہ زنی اور صحرا کا طول کعبہ کے باعزت ہونے کی دلیل ہے۔ ناحیہ۔ گوشہ۔ اعراب۔ بدو۔ بادیہ۔ صحرا۔ ہر روش۔ باطل فرقوں نے جو روش اور راہ اختیار کر رکھی ہے وہ سیدھے راستہ کے لئے گھاٹی اور مانع اور ڈاکو ہے۔

[2] ایں روش۔ باطل فرقوں کی روش صحیح راستہ کی روش کے مخالف ہے اِس کی وجہ سے تقلید کرنیوالا حیران ہوجاتا ہے کہ کس راستہ کو اختیار کرے۔ صدق۔ وہ سمجھتا ہے کہ دونوں راستے درست ہیں۔ گر جوابش۔ اگر باطل فرقہ والا لاجواب ہوجائے تو جھگڑا ختم ہو جائے۔ گر۔ وہ یہ کہدے کہ اِس سوال کا جواب مجھے نہیں آتا میرے بڑے جانتے ہوں گے۔ پوز بند۔ اِس طرح کے وساوس صرف عشق خداوندی سے مٹ سکتے ہیں۔

[3] عاشقے۔ وساوس اسی طریقہ پر مٹیں گے کہ راہِ عشق اختیار کرو اور اُسکا ماہر تلاش کرلے کے تجزی۔ جن دلائل عقلیہ سے تو وساوس کو دور کرنا چاہتا ہے وہ بیکار ہیں۔ معقولہا۔ دلائل عقلیہ سے جو

عُشرِ امثالت دہد تا ہفت صَد ۱
تجھے دس گنے سے سات سَو گنے تک عطا کرے
چوں ببازی عقل در عشقِ صَمد
جب تو اللہ تعالےٰ کے عشق میں عقل کی بازی لگا دے

آں زناں چوں عقلہا در باختند
اُن عورتوں نے جب عقلیں ہار دیں
بر رُواقِ عشقِ یوسفؑ تاختند
وہ یوسفؑ کے عشق کے چھجّے پر چڑھ گئیں

عقلِ شاں یکدم ستد ساقیِ عُمر
عمر کے ساقی نے ایکدم اُن کی عقل لے لی
سیر گشتند از خرد باقیِ عُمر
باقی عمر کے لئے اُن کا عقل سے پیٹ بھر گیا

اصلِ صد یوسفؑ جمالِ ذوالجلال
سینکڑوں یوسفوں کی اصل اللہ (تعالےٰ) کا حُسن ہے
اے کم از زن شو فدای آں جمال
اے عورت سے کم! اُس حُسن پر قربان ہو جا

عشق بُرّد بحث را اے جان و بس
اے جان! عشق بحث کو کاٹ دیتا ہے اور بس
کو ز گفت و گو شود فریاد رس
کیونکہ وہ گفتگو کے معاملہ میں فریاد رس بنجاتا ہے

حیرتے آید ز عشق آں نطق را
عشق سے گویائی پر حیرت طاری ہوجاتی ہے
زہرہ نبود کہ کُند اُو ماجرا
اُس کا پتہ نہیں رہتا کہ وہ گفتگو کرے

کہ بترسد گر جوابے وا دہد ۲
کیونکہ وہ ڈرتی ہے کہ اگر جواب دے
گوہرے از لفجِ اُو بیروں جہد
موتی اُس کے ہونٹ سے باہر نکل پڑے گا

لب بہ بندد سخت اُو از خیر و شر
بھلے اور بُرے سے ہونٹ خوب بالکل بند کرلیتی ہے
تا نباید کز دہاں اُفتد گہر
تاکہ ایسا نہ ہو کہ منہ میں سے موتی گرجائے

ہمچناں کہ گفت آں یارِ رسولؐ
جیساکہ اُن صحابی نے فرمایا ہے
چوں نبی بر خواندے بر ما فضول ۳
جب نبی ہم ناکاروں کو سُناتے

آں رسولِ مجتبیٰ وقتِ نثار
نچھاور کرنے کے وقت وہ برگزیدہ رسولؐ
خواستے از ما حضور و صد وقار
ہم سے سینکڑوں وقار اور حضورِ قلب چاہتے

آنچناں کہ بر سرت مُرغے بُود
جس طرح کہ تیرے سَر پر پرندہ ہو
کز فواتش جانِ تو لرزاں شود
جس کے اُڑ جانے سے تیری جان لرزتی ہو

پس نیاری ہیچ جنبیدن ز جا
تو جگہ سے ہل نہ سکے گا
تا نگیرد مُرغِ خوبِ تو ہوا
تاکہ تیرا حسین پرند، ہوا نہ پکڑے

دَم نیاری زد بہ بندی سُرفہ را
تو سانس نہ لے سکے گا، کھانسی کو روک دیگا
تا نباید کہ بپرّد آں ہُما
تاکہ وہ ہُما نہ اُڑ سکے

۱ عُشر۔ عقل سو نیکی کراتی ہے جس کو نو بڑھتیں گنے سے سات سَو گنے تک جاتا ہے۔ صَمد۔ اللہ تعالیٰ۔ آں زناں۔ یعنی مصری عورتیں۔ رُواق۔ محل، چھجّہ۔ ساقیِ عمر۔ یعنی عشق۔ اصل۔ حضرت یوسفؑ کا جمال اللہ تعالیٰ کے جمال کا پرتو تھا۔ عشق بُرّد۔ مشہور مقولہ ہے مَنْ عَرَفَ رَبَّہٗ کَلَّ لِسَانُہٗ جس شخص نے اپنے خدا کو پہچان لیا اُس کی زبان کُند ہوگئی۔ حیرتے۔ عشق ایسی حیرت پیدا کردیتا ہے جس سے گویائی عاجز آجاتی ہے۔

۲ کہ بترسد۔ عشق ڈرتا ہے کہ اگر وہ زبان کھولے گا عشق کا راز ظاہر ہو جائے گا۔ لفج۔ لام کے زبر کے ساتھ ہونٹ کا ٹکڑا جس میں بڑی ہو۔ بعض نسخوں میں "لنج" ہے کے پیش کے ساتھ ہے اُس کے معنی بھی ہونٹ ہیں بعض نسخوں میں "کام" ہے جس کے معنی تالو کے ہیں۔ ہمچناں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت کچھ بیان فرماتے تھے صحابہؓ کی یہ حالت تھی کہ وہ خاموشی سے سنتے اور صحابہؓ خاموشی اور سکون سے اس طرح بیٹھے سنتے رہتے تھے کہ گویا اُن کے سروں پر کوئی پرندہ ہے اُن کو ڈر ہے کہ اگر وہ ہلے جلے تو وہ پرندہ اُڑ جائے گا۔

۳ فضول۔ بعض نسخوں نے فضول کو بیان فرمانے ہے ہمارے ہم نے ناکاروں ترجمہ کیا ہے بعض لوگوں نے اس کے معنی فضائل کے کئے ہیں یعنی فضائلِ قرآنی بعض نسخوں میں بغیر نقطہ کے فصول ہے اِس صورت میں قرآن کی سورتیں مراد ہونگی۔ حضور یعنی قلبی توجہ۔ سُرفہ۔ کھانسی۔ ہُما۔ یعنی وہ پرند جو سَر پر بیٹھا ہوا ہے۔

ور کسے شیریں بگوید یا تُرش | بر لب انگشتے نہی یعنی خمش
اگر تجھے کوئی شخص، میٹھی بات کہے یا کڑوی | تو ہونٹ پر انگلی رکھے گا یعنی چپ رہ

حیرت آں مُرغست خاموشت کُند | بر نہد سر دیگ و پُر جوشت کُند
حیرت وہ پرندہ ہے، جو تجھے خاموش کرتا ہے | دیگ کا ڈھکنا ڈھک دیتا ہے اور تجھے جوشیلا بنا دیتا ہے

پرسیدنِ بادشاہ قاصداً ایاز را کہ چندیں غم و شادی با چارق
بادشاہ کا ایاز سے قصداً دریافت کرنا کہ رنج اور خوشی کی اس قدر باتیں تو چپل

و پوستین کہ جماد ست بچہ میگوئی تا ایاز را در سخن در آرد و
اور پوستین سے جو کہ بے روح ہیں کیوں کرتا ہے؟ تاکہ ایاز سے بات کہلائے

سوالِ سلطان از و
اور بادشاہ کا اس سے دریافت کرنا

اے ایاز ایں مہرہا بر چارقے [۲] | چیست آخر ہمچو بر بُت عاشقے
اے ایاز! چپل سے اس قدر محبتیں | آخر کیوں ہیں؟ جیسا کہ بُت پر عاشق

ہمچو مجنوں از رُخِ لیلیٰ خویش | کردۂ تو چارقے را دین و کیش
مجنوں کی طرح اپنی لیلیٰ کے رُخ کو | تُو نے چپل کو دین اور مذہب بنا لیا ہے

با دُو کُہنہ مہرِ جاں آمیختہ | ہر دو را در حجرۂ آویختہ
دُو پُرانی چیزوں سے جان کی محبت وابستہ کر کے | دونوں کو حجرے میں لٹکا لیا ہے

چند گوئی با دو کہنہ تو سخن | در جمادے می دَمی سِرِّ کُہن
تو دُو پُرانی چیزوں سے کتنی باتیں کرے گا؟ | تو پُرانا راز پتھر میں پھونکتا ہے

چوں عرب [۳] با رَبع و اطلال اے ایاز | میکشی از عشق گفتِ خود دراز
اے ایاز! عربوں کی طرح منزل اور ٹیلوں سے | عشق کی وجہ سے تو بات کو لمبا کرتا ہے

چارقت رَبع کدامیں آصف ست | پوستیں گوئی قمیصِ یوسف ست
تیری چپل کونسے آصف کی منزل ہے؟ | گویا پوستین یوسفؑ کی قمیص ہے

ہمچو ترسا کو شمارد با کشش | جُرمِ یکسالہ زنا و غِل و غش
عیسائی کی طرح جو پادری کے سامنے گنتا ہے | ایک سال کے زنا اور کھوٹ اور دھوکے کے جرم

ہمچو ترسا۔ نصاریٰ اپنے پیشواؤں کے سامنے اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہیں اور ان کے معاف کر دینے کو خدا کا معاف کر دینا سمجھتے ہیں۔ کشش۔ کشیش۔

[۱] بر لب۔ اپنے ہونٹ پر انگلی رکھنا دوسرے کو چپ رہنے کا اشارہ ہے۔ حیرت۔ جس طرح سر پر کا پرندہ بات کرنے سے روکتا ہے مقامِ حیرت بھی روکتا ہے سالک جب اس مقام پر پہنچ جاتا ہے تو اس کی زبان بند ہو جاتی ہے اور دل میں جوش و خروش ہوتا ہے۔ پرسید۔ یہاں سے مولانا نے محمود و ایاز کا نامکمل قصہ دوبارہ شروع کیا ہے۔ ایاز۔ ایاز کوٹھری میں جا کر اپنے پرانے چپلوں اور پوستین سے باتیں کرتا تھا۔

[۲] اے ایاز۔ محمود نے ایاز سے کہا کہ تو اپنی چپل کا عاشق کیوں ہے؟ ہمچو جس طرح مجنوں نے لیلیٰ کو اپنا دین و مذہب بنایا تھا تو نے چپل کو بنا لیا ہے۔ دُو کہنہ۔ یعنی پرانی چپل اور پوستین۔ چند گوئی۔ ایاز اپنی چپل اور پوستین سے اپنی غربت اور بے کسی کے سابق واقعات دہراتا تھا۔

[۳] چوں عرب۔ عربی شعراء اپنے اشعار میں محبوبہ کی منزل اور اس کے پڑاؤ کے ٹیلوں کا بہت ذکر کرتے ہیں۔ رَبع۔ موسمِ ربیع گزارنے کا مکان، مطلقاً مکان۔ اطلال۔ طلل کی جمع ہے، ٹیلہ۔ آصف۔ ابن برخیا حضرت سلیمانؑ کے وزیر تھے یہاں مطلقاً سردار مراد ہے۔ قمیص۔ حضرت یوسفؑ کی قمیص سے حضرت یعقوبؑ بینا ہو گئے تھے...

تا بیا مرزد کشیش[1] آں گناہ
تاکہ پادری اُس کا وہ گناہ بخش دے

عفوِ اُو را عفو داند از آلہ
اُسکے معاف کردینے کو خدا کا معاف کرنا سمجھتا ہے

نیست آگہ آں کشیش از جرم و داد
وہ پادری جرم اور انصاف سے واقف نہیں

لیک بس جادوست عشق و اعتقاد
لیکن عشق اور اعتقاد بہت بڑا جادو ہے

دوستی در وہم صد یوسف تند
عشق، وہم میں سینکڑوں یوسف بنالیتا ہے

اُسحر از ہاروت و ماروت است خود
وہ خود ہاروت اور ماروت سے زیادہ جادوگر ہے

صورتے پیدا کند بر یادِ اُو
وہ (عشق) اُسکی یاد پر ایک صورت پیدا کردیتا ہے

جذبِ صورت آردت در گفتگو
صورت کی کشش تجھے گفتگو پر آمادہ کردیتی ہے

راز گوئی پیشِ صورت[2] صد ہزار
تو صورت کے سامنے ہزاروں راز بیان کرتا ہے

آنچناں کہ یار گوید پیشِ یار
جس طرح دوست، دوست کے سامنے بیان کرتا ہے

نے بدانجا صورتے نے ہیکلے
نہ وہاں کوئی تصویر ہے، نہ بُت

زادہ از وے صد الست و صد بلے
اُس (عشق) سے سینکڑوں سوال جواب پیدا ہوجاتے ہیں

آں چناں کہ مادرِ دل بُردہ
جیسا کہ غمگین ماں

پیشِ گورِ بچۂ نومُردہ
نئے مرے ہوئے بچہ کی قبر کے سامنے

راز ہا گوید بجد و اجتہاد
کوشش اور محنت سے راز کہتی ہے

می نماید زندہ اُو را آں جماد
وہ بے روح اُس کو زندہ نظر آتا ہے

حیّ و قائم داند اُو آں خاک را
وہ اُس مٹی کو زندہ اور قائم سمجھتی ہے

خوش نگر ایں عشق ساحرناک را
اِس جادوگر عشق پر غور کرے

پیشِ اُو[3] ہر ذرۂ آں خاکِ گور
اُس کے نزدیک قبر کی مٹی کا ہر ذرہ

گوش دار و ہوش دارد وقتِ شور
شور کے وقت کان رکھتا ہے، ہوش رکھتا ہے

مُستمع داند بجد آں خاک را
وہ واقعی طور پر اُس مٹی کو سننے والا سمجھتی ہے

چشم و گوشے داند اُو خاشاک را
وہ مٹی کے کان اور آنکھ سمجھتی ہے

آں چناں بر خاکِ گورِ تازہ اُو
وہ نئی قبر کی مٹی پر اِس طرح

دمبدم خوش می نہد با اشک رُو
لمحہ بہ لمحہ اشک آلود چہرہ مستعدی سے رکھتی ہے

کہ بوقتِ زندگی ہرگز چناں
کہ زندگی کے وقت اِس طرح کبھی بھی

رُوی ننہادہ است بر پُور چو جاں
جان جیسے بیٹے پر چہرہ نہیں رکھا

---

[1] کشش کیشش - قیسیں نصرانی عالمِ نیت۔ نصرانی عالم سے گناہ کا تعلق نہ معاف کرنے کا ہو لیکن نصرانی کا عشق اور اعتقاد یہ سب کچھ اُس سے کراتا ہے دوستی یعنی عشق، قربت عاہمہ کے ذریعہ معشوق میں حضرت یوسفؑ سے زیادہ حسن دکھا دیتا ہے۔ اسحر۔ زیادہ جادوگر۔ صورتے یعنی عشق کی فرضی تصویر سامنے کر لیتا ہے اور اُس سے باتیں کرتا ہے۔

[2] راز۔ عاشق اپنے درد کے سینکڑوں راز اُس فرضی تصویر سے اِس طرح بیان کرتا ہے جیسا کہ کوئی دوست دوست سے بیان کرے۔ نے۔ نفس الامر میں کچھ بھی نہیں ہے اور یہ عاشق اُن فرضی تصویر سے سینکڑوں سوال و جواب کرتا ہے۔ اَلَسْت۔ یعنی عہد۔ بلیٰ یعنی اقرار۔ آنچناں۔ اگر کسی عورت کا بچہ مر جائے تو وہ اُس کی قبر سے باتیں کرتی ہے۔ حیّ۔ ماں کا عشق اُس بچہ کو زندہ اور تندرست دکھاتا ہے یہ بھی عشق کی جادوگری ہے۔

[3] پیش اُو۔ ماں جب بچہ کی قبر پر جا کر آہ و فغاں کرتی ہے تو وہ سمجھتی ہے کہ قبر کا ذرہ ذرہ سُن رہا ہے۔ مستمع۔ یہ بھی سمجھتی ہے کہ قبر کی مٹی کے آنکھ اور کان بھی ہیں، اور قبر اِس طرح چومتی ہے کہ بچہ سے زندگی میں بھی کبھی نہ چومی ہوگی۔

از عزا[1] چوں چند روزے بگذرد | آتشِ آں عشقِ اُو ساکن شود

جب سوگ کے چند روز گزر جائیں | اُس کی محبت کی آگ ٹھنڈی پڑ جاتی ہے

عشق بر مُردہ نباشد پائدار | عشق را بر حیِّ جاں افزای دار

مُردے سے عشق پائدار نہیں ہوتا ہے | زندہ، جان بڑھانے والے سے عشق کر

بعد ازاں زاں گور خود خواب آیدش | از جمادے ہم جمادی زایدش

اُس کے بعد خود اُس کو اُس قبر سے نیند آنے لگتی ہے | اُس میں بے روح سے بے حسی پیدا ہو جاتی ہے

زانکہ عشق افسونِ خود بربود و رفت | ماند خاکستر چو آتش رفت تفت

کیونکہ عشق اپنا منتر لے گیا اور چل دیا | جب آگ تیزی سے چلی گئی، راکھ رہ گئی

آنچہ بیند آں جواں در آئنہ | پیر اندر خشت بیند آں ہمہ

جوان جو کچھ آئینہ میں دیکھتا ہے | پیر اینٹ میں وہ سب کچھ دیکھتا ہے

پیر[2] عشقِ تُست نے ریشِ سپید | دستگیرِ صد ہزاراں نا اُمید

عشق، تیرا پیر ہے، نہ سفید داڑھی | جو لاکھوں مایوسوں کا دستگیر ہے

عشق صورتہا بسازد در فراق | تا مصوّر سر کند وقتِ تلاق

عشق، جدائی میں تصویریں بناتا ہے | یہاں تک کہ ملاقات کے وقت تصویر گر نما ہو جاتی ہے

کہ منم آں اصلِ اصلِ ہوش و مست | بر صُورہا عکسِ حُسنِ ما بُدست

کہ ہوش اور مست کا اصلِ اصول میں ہوں | صورتوں پر ہمارے ہی حُسن کا عکس تھا

پردہا را ایں زماں برداشتم | حُسن را بے واسطہ بفراشتم

اب میں نے پردے اٹھا دیئے ہیں | میں نے حُسن کو بے واسطہ جلوہ گر کر دیا ہے

زانکہ[3] بس با عکسِ من دریافتی | قوّتِ تجریدِ ذاتم یافتی

کیونکہ تو نے مجھے عکس کے ساتھ بہت پایا ہے | (اب)، تو نے میری ذات کو مجرد کرنے کی قوت حاصل کر لی ہے

چوں ازیں سو جذبۂ من شد رواں | اُو کشش را می نہ بیند درمیاں

جب اِس جانب سے میرا جذبہ روانہ ہوا | وہ کشش کو درمیان میں نہیں دیکھتا ہے

کا مشاہدہ ہوتا ہے تو وہ کہتی ہے کہ میں سب کی اصل ہوں اور صورتوں پر میرا عکس پڑ گیا تھا اب میں نے پردے اٹھا دیئے ہیں اور بغیر کسی واسطے کے حسن کا مشاہدہ کرا دیا ہے۔ ۳ زانکہ۔ عکوس میں مشاہدہ کے بعد پھر درجہ فنا میں یہ طاقت ہو جاتی ہے کہ وہ مجرد ذات کا مشاہدہ کرسکے حدیث شریف میں ہے اَلْاِحْسَانُ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ صوفیا کے نزدیک اس حدیث کے معنی یہ ہیں کہ احسان یہ ہے کہ تو عبادت اس طریقہ پر کر کہ گویا تو ذات کا مشاہدہ کر رہا ہے اگر تو باقی درجہ بلکہ فانی بن گیا تو اس ذات کو دیکھے گا وہ بیشک تجھے دیکھتی ہے بہ وہ اگر تو تیری ذات کا ہے۔ چوں ازیں سو۔ عبادت کے ابتدائی مراتب بھی جذب و کششِ خداوندی سے ہیں لیکن یہ جذب و کشش اس عابد کی

١ از عزا۔ سوگ، مصیبت، صبر، یعنی چند دن کے اندر وہ جوش ٹھنڈا پڑ جاتا ہے۔ عشق۔ مولانا فرماتے ہیں یہ اُس عشق کی کیفیت ہے جو مُردے سے ہو، خدا کے عشق کی آگ کبھی ٹھنڈی نہیں ہوتی ہے۔ بعد ازاں۔ کچھ دن بعد یہ حالت ہوتی ہے وہ وہاں یعنی قبر کے پاس آکر آرام سے سو جاتی ہے۔ زانکہ۔ وہ اُس کی حالت عشق کی جادو گری تھی، عشق ختم ہوا تو آگ ختم ہو کر راکھ رہ گئی۔ آنچہ۔ جوان سے مراد وہ شخص ہے جو حقائق تک نہ پہنچا ہو اور پیر سے مراد وہ شخص ہے جس کو حقائق کا کشف حاصل ہو گیا ہو پہلے ذکر تھا کہ عشق حی و قیوم سے کرو اب فرماتے ہیں کہ جس کو یہ عشق حاصل ہو جاتا ہے اُسکو کشفی علوم ہو جاتے ہیں اُس کے کشف کی حالت یہ ہوتی ہے کہ لوہے کے آئینہ بننے کے بعد عوام کو جو کچھ اس میں نظر آتا ہے اُس کو لوہے کی اینٹ میں ہی نظر آ جاتا ہے۔

٢ پیر۔ پہلے شعر میں پیر کا لفظ آیا تھا اُس کی تشریح کرتے ہیں کہ پیر سے مراد عشق ہے سفید داڑھی والا مراد نہیں ہے۔ عشق۔ یہ عشق کی کارفرمائیاں ہیں کہ وہ فراق کی حالت میں معشوق کی صورتیں دکھاتا ہے پھر ملاقات کے وقت صاحبِ تصویر سامنے آتا ہے، ابتداءً سالک صورتوں سے دو چار ہوتا ہے پھر ذات کا مشاہدہ حاصل ہوتا ہے۔ کہ منم۔ جب ذات

تماہوئے اوجس کو

مغفرتؔ میخواہد از جرم و خطا — ازپسِ آں پردہ از لُطفِ خدا
وہ جرم اور خطا کی معافی چاہتا ہے — خدا کی مہربانی سے اُس پردے کے بعد

چوں ز سنگے چشمہ جاری شود — سنگ اندر چشمہ مُتواری شود
جب کسی پتھر سے چشمہ بہہ پڑتا ہے — پتھر چشمہ میں چھپ جاتا ہے

کس نخواند بعد ازاں آں را حجر — زانکہ جاری شد ازاں سنگ آں گہر
اُس کے بعد اس کو کوئی پتھر نہیں کہتا — کیونکہ اس پتھر سے وہ موتی بہہ پڑا ہے

کاسہاؔ داں ایں صُوَر را واندرو — آنچہ حق ریزد بداں گیرد عُلو
ان عکسوں کو پیالے سمجھ اور اُن میں — حق (تعالیٰ) جو ڈالتا ہے اُس سے وہ سربلندی حاصل کرتے ہیں

گفتنِ خویشاونداں مجنوں را کہ حُسنِ لیلیٰ باندازہ ایست،
رشتہ داروں کا مجنوں سے کہنا کہ لیلیٰ کا معمولی حُسن ہے زیادہ نہیں ہے ہمارے

چنداں نیست از و نغزتر در شہرِ ما بسیار ست یکے و دو و دہ
شہر میں اُس سے بہتر بہت ہیں ہم ایک اور دو اور دس

بر تو عرضہ کنیم اختیار کُن و مارا و خودرا وارہاں و جواب
تیرے سامنے پیش کرتے ہیں تو اُن میں سے پسند کرلے اور ہمیں اور اپنے آپ کو نجات دے

گفتنِ مجنوں ایشاں را
اور اُن کا مجنوں کو جواب دینا

ابلہاں گفتند مجنوں را ز جہل — حُسنِ لیلیٰ نیست چنداں ہست سہلؔ
بیوقوفوں نے نادانی سے مجنوں سے کہا — لیلیٰ کا حسن زیادہ نہیں ہے، معمولی ہے

بہتر از وے صد ہزاراں دلربا — ہست ہمچوں ماہ اندر شہرِ ما
اُس سے زیادہ حسین لاکھوں معشوق — ہمارے شہر میں چاند جیسے ہیں

نازنیںؔ تر زو ہزاراں حور وش — ہست بگزیں زاں ہمہ یکیار خوش
ہزاروں حوروں جیسے اُس سے زیادہ ناز و انداز والے — موجود ہیں، اُن سب میں سے ایک حسین یار منتخب کرلے

وارہاں خودرا و مارا نیز ہم — از چنیں سودای زشتِ مُتّہم
اپنے آپ کو اور ہمیں بھی نجات دے — ایسے بُرے مُتّہم عشق سے

گفت صورت کوزہ است و حُسن مے — مے خدا ایم میدہد از ظرفِ وے
اُس نے کہا صورت پیالہ ہے اور حسن شراب ہے — مجھے اُس کے پیالے سے خدا شراب پلاتا ہے

۱ے مغفرت۔ حَسَناتُ الابرار سَیِّئاتُ المُقَرَّبِین۔ نیک لوگوں کے حسنات، مقربینؔ کے اعتبار سے سیئات ہیں۔ پہلے چونکہ عبادت میں احسان کا اعلیٰ درجہ نہ تھا اِس لئے مشاہدہ کے بعد اُس عبادت پر معافی کا خواستگار ہوتا ہے۔ چوں ز سنگے۔ جذب و کشش کے مخفی ہونے کی یہ مثال ہے کہ جس پتھر سے چشمہ جاری ہوتا ہے اور وہ پتھر پانی میں ڈوب جاتا ہے تو نگاہوں سے اوجھل ہوجاتا ہے اور اب لوگ اُس کو پتھر نہیں کہتے بلکہ پانی کا چشمہ کہتے ہیں۔

۲ے کاسہا۔ عبادت میں ابتدائی صُوَر کے مشاہدہ کو بمنزلہ پیالوں کے سمجھو اُن میں حضرت حق تعالیٰ کی جانب سے جذبہ کی ریزش ہے۔ گفتنِ مجنوں کی اِس گفتگو سے بھی یہی سمجھایا ہے کہ مظاہر ظاہر کے حُسن کے اعتبار سے ہم اور رنگ اختیار کرتے ہیں۔ ابلہاں۔ کچھ بیوقوفوں نے مجنوں کو ملامت کرنی شروع کردی اور کہا کہ لیلیٰ کا معمولی حُسن ہے تو اُس پر اِس قدر فریفتہ کیوں ہے۔ سہل۔ معمولی۔

۳ے نازنیں۔ دوسرے مخلوق ناز و انداز اور حُسن میں لیلیٰ سے بہت بڑھے ہوئے ہیں۔ وارہاں۔ تو دوسرے شہر اور قبیلہ کی لڑکی پر عاشق ہے جس کی وجہ سے تو اور سارا خاندان بدنام ہورہا ہے۔ گفت۔ مجنوں نے کہا کہ لیلیٰ کی صورت تو ایک

مر شمارا سر کہ داد از کوزہ اش ۵۱ — تا نباشد عشقِ اُو تاں گوش کش

اُس کے پیالے سے تمہیں سرکہ دیا ہے — تاکہ اُس کا عشق تمہارے کان نہ کھینچے

از یکے کوزہ دہد زہر و عسل — ہر یکے را دستِ حق عزّ و جل

ایک ہی پیالے سے زہر اور شہد — اللہ تعالےٰ کا ہاتھ ہر ایک کو عطا کرتا ہے

کوزہ می بینی و لیکن آں شراب — رُوی ننماید بچشمِ ناصواب

تو پیالہ دیکھتا ہے، لیکن وہ شراب — غلط آنکھ کو چہرہ نہیں دکھاتی ہے

قاصراتُ الطَّرف باشد ذوقِ جاں — جز بخصمِ خویش ننماید نشاں

طبیعت کا ذوق نظر کو روکنے والیوں میں سے ہے — اپنے اہل کے سوا چہرہ نہیں دکھاتا ہے

قاصراتُ الطَّرف باشد آں مُدام ۵۲ — وین حجابِ ظرفہا ہمچوں خیام

وہ شراب نظر کو روکنے والیوں میں سے ہے — اور یہ پیالوں کا پردہ خیموں کی طرح ہے

ہست دریا خیمۂ در وَے حیات — بط را، لیکن کلاغاں را ممات

دریا ایک خیمہ ہے، اُس میں زندگی ہے — بطخ کی، لیکن کوؤں کی موت ہے

زہر باشد مار را ہم قوت و برگ — غیر اُو را زہر اُو درد و مرگ

زہر سانپ کی روزی بھی ہے اور ساز و سامان بھی — اُس کے غیر کے لئے اُس کا زہر درد اور موت ہو

صورتِ ہر نعمتے و محنتے — ہست ایں را دوزخ آں را جنتے

ہر نعمت اور محنت کی صورت — اس کے لئے دوزخ ہے، اُسکے لئے جنت ہے

پس ہمہ اجسامِ اشیا تُبصِرُون ۵۳ — اندرو قوت ست و سم لَا تُبصِرُون

پس تم تمام چیزوں کے جسم دیکھتے ہو — اُن کے اندر روزی ہے اور زہر، تم نہیں دیکھتے ہو

ہست ہر جسمے چو کاسہ و کوزۂ — اندرو ہم قوت و ہم دل سوزۂ

ہر جسم پیالے اور کٹورے کی طرح ہے — اُس میں روزی بھی ہے اور دل کا جلاوا بھی

کاسہ پیدا اندرو پنہاں رَغَد — طاعمش داند کزاں چہ می خورد

پیالہ، ظاہر ہے اُسمیں خوش عیشی پوشیدہ ہے — اُس کا کھانے والا جانتا ہے کہ اُسمیں سے کیا کھاتا ہے

صورتِ یوسفؑ چو جامے بود خوب — زاں پدر می خورد صد بادہ طرب

(حضرت) یوسفؑ کی صورت ایک عمدہ جام تھی — باپ اُس سے سینکڑوں مست کرنیوالی شرابیں پیتے تھے

---

۵۱ مر شما۔ اِس پیالہ سے تمہیں سرکہ مِلا رہا ہے تاکہ تمہیں اُس کے عشق کی فضیلت حاصل نہ ہو۔ از یکے۔ یہ عجائبِ قدرت میں سے ہے کہ قدرت ایک ہی پیالہ سے کسی کو زہر اور کسی کو شہد پلاتی ہے۔ کوزہ۔ تم لوگوں کو صرف صورت اور کوزہ نظر آرہا ہے چونکہ تمہاری نظریں صحیح نہیں ہیں تمہیں وہ شراب نظر نہیں آرہی ہے۔۔۔۔ قاصراتُ الطرف۔ جنتی حُوروں کے بارے میں مذکور ہے۔۔۔ فِیْهِنَّ قَاصِرَاتُ الطَّرْفِ اور مذکور ہے حُورٌ مَّقْصُورَاتٌ فِی الْخِیَامِ یعنی وہ حُوریں بجز شوہروں کے کسی دوسرے کی طرف نگاہ بھر کر بھی نہیں دیکھتی ہیں یہی حال عشق کا ہے وہ اہل کیطرف متوجہ ہوتا ہے۔ خصم۔ یعنی صاحب، اہل۔

۵۲ مُدام یعنی شرابِ عشق، حوریں خیموں کے اندر رہتی ہیں باہر نہیں نکلتی ہیں اِس شرابِ عشق کے لئے برتن بمنزلہ حوروں کے خیموں کے ہیں۔ ہست دریا۔ اِن اشعار کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک ہی چیز کسی شخص کے اعتبار سے مُفید ہے کسی کے اعتبار سے مُضر ہے، دریا بطخ کے لئے ذریعۂ حیات ہے اور کوّے کی موت کا سبب ہے۔ زہر۔ سانپ کا زہر سانپ کے لئے زندگی کا اور دوسروں کی موت کا سبب ہے۔ صورتِ ہر نعمتے۔ ہر نعمت اور محنت کا صحیح استعمال جنت کا سبب اور غلط استعمال دوزخ کا سبب ہے۔ —— ۵۳ پس۔ دنیا کا ہر جسم جس کو تم دیکھتے ہو اُسمیں روزی اور زہر چھپا ہوا ہے جس کو تم نہیں دیکھ پاتے ہو۔ ہست جسمے۔ ہر جسم کو اسی طرح سمجھ لو۔ کاسہ۔ ظاہر کھلا ہوا ہے اُس کے باطن میں نعمت ہے جس کا نتیجہ استعمال کرنیوالا سمجھے گا۔ رَغَد۔ وسعتِ عیش۔ صورت۔ حضرت یوسفؑ کی صورت ایک عمدہ جام تھی اُسمیں سے حضرت یعقوبؑ مست کرنیوالی شراب پیتے تھے اور بھائی زہر کا گھونٹ پیتے تھے۔

باز اخواں را ازاں زہراب بود | کاندر ایشاں زہر کینہ می‌فزود
پھر بھائیوں کے لئے اُس میں زہریلا پانی تھا | جو اُن کے اندر کینے کا زہر بڑھا رہا تھا

باز[1] ازوے مر زلیخا را شکر | می کشید از عشق افیونِ دگر
پھر اُس میں سے زلیخا کے لئے شکر | عشق کے ذریعہ دوسری افیون نکالتی تھی

غیر آں چہ بود مر یعقوبؑ را | بود از یوسفؑ غذا آں خوب را
اُس کے سوا جو (حضرت) یعقوبؑ کے لئے تھی | اُس حسینہ کے لئے یوسفؑ میں سے غذا تھی

گونہ گونہ شربت و کوزہ یکے | تا نماند در مے غیبت شکے
طرح طرح کی شرابیں ہیں اور پیالہ ایک ہے | تاکہ تجھے غیب کی شراب میں شک نہ رہے

بادہ از غیب ست و کوزہ زیں جہاں | کوزہ پیدا بادہ در وے بس نہاں
شراب غیب کی ہے اور پیالہ اِس جہان کا ہے | پیالہ ظاہر ہے اُس میں شراب بہت مخفی ہے

بس[2] نہاں از دیدۂ نامحرماں | لیک بر محرم ہویدا و عیاں
نامحرموں کی آنکھ سے بہت پوشیدہ ہے | لیکن محرم پر ظاہر اور کھلی ہوئی ہے

یا الٰہی سُکِّرت ابصارُنا | فاعفُ عنّا اُثقلت اوزارُنا
اے میرے خدا ہماری بینائیاں مدہوش کردی گئی ہیں | ہمیں معاف کر، ہمارے گناہوں کے بوجھ بھاری ہوگئے ہیں

یا خفیّاً قد ملأت الخافقین | قد علوت فوق نورِ المشرقین
اے پوشیدہ! تونے مشرق و مغرب کو پُر کردیا ہے | تو دونوں مشرقوں کے نور سے بڑھ گیا ہے

انت[3] سرٌّ کاشفٌ اسرارنا | انت فجرٌ مُفجرٌ انہارنا
تو راز ہے، ہمارے بھیدوں کو کھولنے والا ہے | تو صبح کا سفیدہ ہے، ہماری نہروں کو جاری کرنیوالا ہے

یا خفیّ الذاتِ محسوس العطا | انت کالماءِ و نحن کالرحا
اے مخفی ذات والے، محسوس عطا والے | تو پانی کی طرح اور ہم پن چکّی کی طرح ہیں

انت کالریحِ و نحن کالغبار | تختفی الریحُ و غبراہ جہار
تو ہوا کی طرح، اور ہم غبار کی طرح ہیں | ہوا پوشیدہ رہتی ہے اور اُس کا غبار ظاہر ہے

تو بہاری ما چو باغِ سبز و خوش | اُو نہان و آشکارا بخششش
تو (موسم) بہار ہے ہم سبز اور خوش باغ کی طرح ہیں | وہ پوشیدہ اور اُس کی عطا کھلی ہوئی ہے

تو چو جانے ما مثالِ دست و پا | قبض و بسطِ دست از جاں شد روا
تو جان کی طرح ہے ہم ہاتھ اور پاؤں کی طرح ہیں | ہاتھ کا بند ہونا اور کھلنا، جان سے ممکن ہوا

---

[1] باز۔ پھر زلیخا کو جو یوسفؑ سے شراب ملی وہ اُس شراب کے علاوہ تھی جو حضرت یعقوبؑ نے پی۔ خوب۔ یعنی زلیخا۔ گونہ۔ ایک پیالے سے مختلف قسم کی شرابیں حاصل ہوتی ہیں تاکہ غیبی شراب کے بارے میں کوئی شبہ نہ رہے۔

[2] بس نہاں۔ پیالہ کی شراب نامحرموں سے پوشیدہ ہے۔ سُکِّرت۔ مست کردی گئی ہیں یعنی ہماری نگاہیں صحیح کام نہیں کررہی ہیں۔ اَبصار۔ بصر کی جمع ہے، بینائی۔ اوزار۔ وِزر کی جمع ہے، بوجھ، گناہ۔ یا خفیّاً۔ حضرت حق تعالیٰ کی ذات مخفی ہے لیکن کائنات کو محیط ہے۔ الخافقین۔ مشرق و مغرب۔ المشرقین۔ یعنی جاڑوں کے زمانے کی مشرق اور گرمیوں کے زمانے کی مشرق۔

[3] انت۔ اے خدا تو مخفی اور راز ہے لیکن ہمارے راز تجھ سے چھپے ہوئے نہیں ہیں۔ اَنتَ فجرٌ۔ فجر، صبح کا سفیدہ۔ مُفجر، پانی کو جاری کرنا۔ رحا۔ پن چکّی۔ غبراہ۔ غبار۔ تو بہاری۔ باغ کی بہار و بقا موسم بہار کی وجہ سے ہے۔ اُو نہاں۔ اسی لئے حدیث میں آیا ہے تفکّروا فی آلاءِ اللہ ولا تتفکّروا فی ذاتہ۔ اللہ کی نعمتوں میں غور کیا کرو اُس کی ذات میں غور نہ کیا کرو۔ تو چو جانے جس طرح جان اور روح مخفی ہو لیکن ہاتھ پاؤں کے لئے وہ محرک ہے یہی صورت حضرت حق تعالیٰ اور کائنات کی ہے۔

تو چو عقلی ما مثالِ ایں زباں [1]
تو عقل کی طرح ہے، ہم اِس زبان جیسے ہیں
ایں زباں از عقل دارد ایں بیاں
اِس زبان کو عقل سے بیان حاصل ہوا ہے

تو مثالِ شادی و ما خندہ ایم
تو خوشی کی طرح ہے اور ہم ہنسی ہیں
کہ نتیجہ شادیِ فرخندہ ایم
کیونکہ ہم مبارک خوشی کا نتیجہ ہیں

جنبشِ ما ہر دمے خود اشہد ست
ہماری حرکت ہر وقت خود بڑا گواہ ہے
کو گواہِ ذوالجلالِ سرمد ست
کیونکہ وہ ہمیشہ رہنے والے ذوالجلال کی گواہ ہے

گردشِ سنگ آسیا در اضطراب
پن چکی کے پتھر کی گردش، بے قراری میں
اشہد آمد بر وجودِ جوئے آب
نہر کے پانی پر بڑا گواہ بنی

اے بروں از وہم و قال و قیلِ من [2]
اے وہ! جو کہ میرے وہم اور بات چیت سے باہر ہے
خاک بر فرقِ من و تمثیلِ من
میری سر کی مانگ اور مثال دینے پر خاک

بندہ نشکیبد ز تصویرِ خوشت
تیرے حسین تصور پر بندہ صبر نہیں کر سکتا ہے
ہر دمے گوید کہ جانم مفرشت
ہر لمحہ کہتا ہے، کہ میری جان تیرا فرش ہو

ہمچو آں چوپاں کہ میگفت اے خدا
اُس گڈریے کی طرح جو کہہ رہا تھا اے خدا!
پیشِ چوپانِ محبّ خود بیا
اپنے عاشق گڈریے کے سامنے آجا

تا شپشت جویم من از پیراہنت
تاکہ میں تیرے کپڑوں میں سے جوئیں پاؤں
چارقت دوزم ببوسم دامنت
تیرا چپل سی دوں، تیرا دامن چوموں

کس نبودش در ہوا و عشق جفت [3]
محبت اور عشق میں کوئی اُس جیسا نہ تھا
لیک قاصر بود از تسبیح و گفت
لیکن تسبیح اور گفتگو میں کوتاہ تھا

عشقِ او خرگاہ بر گردوں زدہ
اُس کے عشق نے آسمان پر خیمہ گاڑ دیا تھا
جاں سگِ خرگاہِ آں چوپاں شدہ
جان، اُس گڈریے کے خیمہ کا کتا بن گئی تھی

چونکہ بحرِ عشقِ یزداں جوش زد
جب اللہ (تعالیٰ) کے عشق کے سمندر نے جوش مارا
بر دلِ او زد ترا بر گوش زد
اُس کے دل سے ٹکرایا، تیرے کان سے ٹکرایا

حکایتِ جوحی کہ چادر پوشید و در وعظ میانِ زناں نشست و
جوحی کا قصہ جو کہ چادر اوڑھ کر وعظ میں عورتوں کے درمیان بیٹھ گیا اور

حرکتے کرد زنے او را شناخت کہ مرد ست و نعرہ بزد
اُس نے ایسی حرکت کی کہ ایک عورت نے اُس کو پہچان لیا کہ مرد ہے اور اُس نے نعرہ مارا

---

[1] تو چو عقلی۔ زبان کو عقل گویا بناتی ہے۔ تو مثال۔ جس طرح مسکراہٹ خوشی کا نتیجہ ہے اسی طرح ہم سب حضرت حق تعالیٰ کی شانوں کے مظاہر ہیں۔ جنبش۔ ہماری حرکات حضرت حق تعالیٰ کے وجود کی گواہ ہیں۔ گردش۔ پن چکی کے پاٹ کی حرکت نہر کے پانی کے وجود کی گواہ ہے۔ اشہد۔ زیادہ گواہ۔

[2] اے بروں۔ حضرت حق تعالیٰ کی ذات وہم و قیاس سے بالاتر ہے لہٰذا اُس کی کوئی مثال اُس کے مطابق نہیں ہے۔ بندہ۔ مثالیں دینے کی مجبوری یہ ہے کہ بندہ محض تصور پر صبر نہیں کرتا ہے مزید وضاحت چاہتا ہے۔ ہمچو۔ حق تعالیٰ کے لئے مثالوں کی یہی حقیقت ہے جس طرح گڈریے نے اُس کی ذات کی تعبیر کی تھی۔ شپش۔ جوں۔ چارق۔ چپل۔

[3] کس نبودش۔ اُس گڈریے کی تعبیرات اگرچہ غلط تھیں لیکن اللہ تعالیٰ سے اُس کا عشق بے مثال تھا۔ عشق۔ اُس کے عشق کا مقام عالمِ بالا تھا اور جان جیسی معزز چیز اُس کے خیمہ کا کتا بنی ہوئی تھی۔ چونکہ۔ عشق کا اثر اُس کے دل پر تھا تیرے صرف کان پر ہے۔ حکایت۔ اس حکایت سے یہ سمجھایا ہے کہ دل پر اور کسی دوسرے عضو پر اثر میں بہت بڑا فرق ہے۔ جوحی۔ ایک شخصیت ہے جس کی طرف بہت سے پُرمذاق قصے منسوب ہیں جیسی کہ اُردو ادب میں تو دو پیازہ یا شیخ چلی۔

واعظے بُد بس گزیدہ در بیاں
ایک واعظ تقریر میں بہت منتخب تھا

زیرِ منبر جمع مردان و زناں
(اسکے) منبر کے پاس مرد اور عورتیں جمع تھیں

رفت جوحی چادر و رُوبند ساخت
جوحی چلا، چادر اور نقاب پہنا

درمیانِ آں زناں شد ناشناخت
اُن عورتوں میں اَن جان ہو گیا

سائلے پُرسید واعظ را براز
ایک سوال کرنیوالے نے آہستہ سے واعظ سے دریافت کیا

مُوئے عانہ ہست نقصانِ نماز
زیرِ ناف کے بال نماز کے نقصان (کا باعث) ہیں؟

گفت واعظ چوں شود عانہ دراز
واعظ نے کہا جب زیرِ ناف کے بال بڑھ جائیں

پس کراہت باشد از وے در نماز
تو اُس سے نماز میں کراہت پیدا ہو جاتی ہے

یا بنورہ یا بُسترہ بسترش
چونے سے یا اُسترے سے اُن کو مونڈ دے

تا نمازت کامل آید خوب و خوش
تاکہ تیری نماز بھلی اچھی مکمل ہو

گفت سائل آں درازی تا چہ حد
سوال کرنے والے نے کہا، لمبائی کس حد تک

شرط باشد تا نمازم اکمل بُود
مناسب ہے تاکہ نماز مکمل ہو جائے؟

گفت چوں قدرِ جوے گردد بطول
اُس نے کہا، اگر جَو کی بقدر لمبے ہو جائیں

پس ستُردن فرض باشد اے سئول
اے بھکڑ! مونڈنا فرض ہو جائے گا

پیشِ جوحی یک زنے بنشستہ بُود
جوحی کے آگے ایک عورت بیٹھی تھی

ہوش را بر وعظِ واعظ بستہ بُود
جس نے ہوش کو واعظ کے وعظ سے وابستہ کر دیا تھا

گفت جوحی زود اے خواہر ببیں
جوحی نے کہا اے بہن! جلد دیکھ لے

عانۂ من گشتہ باشد ایں چنیں
میرے زیرِ ناف بال ایسے ہو گئے ہونگے

بہرِ خوشنودیِ حق پیش آر دست
اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کیلئے ہاتھ بڑھا

کاں بمقدارِ کراہت آمدست
کہ وہ کراہت کی بقدر ہو گئے ہیں!

دست زن در کرد در شلوارِ مرد
عورت نے مرد کے شلوار کے اندر ہاتھ ڈالدیا

کیرِ اُو بر دستِ زن آسیب کرد
اُس کے خایہ نے عورت کے ہاتھ پر اثر کیا

نعرہ زد سخت اندر حالِ زن
عورت نے فوراً ایک نعرہ مارا

گفت واعظ بر دلش زد گفتِ من
واعظ نے کہا میری بات نے اُسکے دل پر اثر کیا ہے

صدق را زیں زن بیاموزید ہیں
ہاں تم سچائی اِس عورت سے سیکھ لو

چونکہ بر دل زد وُرا گفتِ چنیں
جبکہ ایسی گفتگو نے اُسکے دل پر اثر کیا ہے

۱ گزیدہ۔ منتخب۔ رُوبند۔ نقاب۔ مُوئی عانہ۔ زیرِ ناف کے بال۔ عانہ۔ یعنی جب زیرِ ناف بال بڑھ جائیں تو نماز میں کراہت آجاتی ہے۔ نورہ۔ چونا۔ سترہ۔ اُسترہ۔ تا چہ حد۔ درازی کی تعیین کر دیجئے کہ بال کس قدر بڑھ جانے سے نماز مکروہ ہوتی ہے۔

۲ گفت۔ واعظ نے کہا۔ سئول۔ بہت زیادہ سوال کرنے والا۔ ہوش۔ یعنی واعظ کے وعظ کی جانب پوری توجہ تھی۔ مرد۔ یا شلوار کا مضاف الیہ، یا کرد کا فاعل ہے دونوں صورتوں میں ترجمہ جداگانہ ہے۔

۳ آسیب ساز۔ گفت۔ واعظ نے کہا کہ میرے وعظ کا اُس کے دل پر اثر ہوا ہے اِسی لئے اُس نے نعرہ مارا ہے.... صدق۔ واعظ نے مردوں سے کہا تم لوگ اُس عورت سے نصیحت حاصل کرو۔

گفت[1] نے بر دل نزد بر دست زد — وائے گر بر دل زدے اے پر خرد

اس (جوحی) نے کہا دل پر نہیں ہاتھ پر اثر کیا ہے — اے عقلمند! کیا کہنا تھا اگر دل پر اثر کرتا

بر دلِ آں ساحراں زد اندکے — شد عصا و دست ایشاں را یکے

اُن جادوگروں کے دل پر تھوڑا سا اثر کیا — اُن کے لئے لکڑی اور ہاتھ یکساں بن گیا

گر ز پیرے در رُبائی تو عصا — بیش رنجد کاں گروہ از دست و پا

اگر تو کسی بڈھے کی لاٹھی اُڑا لے — وہ اس سے زیادہ رنجیدہ ہوگا جتنا گروہ ہاتھ پاؤں سے

نعرۂ[2] لاضیر بر گردوں رسید — ہیں ببُر کہ جاں ز جاں کندن رہید

کوئی ہرج نہیں کا نعرہ آسمان پر پہنچا — ہاں کاٹ لے، جان جان کنی سے نجات پا گئی

چوں بدانستیم ماکیں تن نہ ایم — از ورای تن بیزداں میزییم

چونکہ ہم جان گئے، کہ ہم یہ جسم نہیں ہیں — جسم کے سوا ہم خدا کے ذریعہ جی رہے ہیں

اے خنک آں راکہ ذاتِ خود شناخت — اندر امنِ سرمدی قصرے بساخت

قابل مبارکباد ہے وہ جس نے اپنی ذات کو پہچان لیا — ہمیشگی کے امن میں اُس نے محل بنا لیا

کودکے گرید پئے جوز و مویز — پیشِ عاقل باشد آں بس سہل چیز

بچہ جس اخروٹ اور منقیٰ کے لئے روتا ہو — عقلمند کے لئے وہ آسان چیز ہے

پیشِ دل جوز و مویز آمد جسد — طفل کے در دانشِ مرداں رسد

دل کے لئے، جسم، اخروٹ اور منقیٰ ہے — بچہ، مردوں کی عقل کو کب پہنچتا ہے؟

ہر کہ[3] محجوب ست اُو خود کودکیست — مرد آں باشد کہ بیروں از شکیست

جو پردے میں ہے، وہ بچہ ہے — مرد وہ ہے جو شک سے باہر ہے

گر بریش و خایہ مردستے کسے — ہر بزے را ریش و خصیہ اے بسے

اگر کوئی داڑھی اور خایہ کی وجہ سے مرد ہے — تو ہر بکرے کے داڑھی اور خصیہ ہے

پیشوای بد بُود آں بز شتاب — میبرد اغنام را پیشِ قصاب

وہ بکرا بُرا پیشرو ہے، جلد — بکریوں کو قصاب کے آگے لیجاتا ہے

ریش شانہ کردہ کہ من سابقم — سابقی لیکن بسوئے درد و غم

داڑھی کو کنگھی کئے ہوئے کہ میں راہنما ہوں — تو راہنما ہے، لیکن درد اور غم کی جانب

ہیں روش بگزیں و ترکِ ریش کن — ترکِ ایں ما و من و تشویش کن

خبردار! روش اختیار کر اور داڑھی کو چھوڑ — اِس تکبر و غرور اور پریشانی کو ترک کر

---

[1] گفت۔ جوحی نے کہا دل پر نہیں محض ہاتھ پر اثر ہوا ہے اِسلئے کہ اُس کا ہاتھ جوحی کی شرمگاہ پر لگا تھا۔ بر دل۔ فرعون کے جادوگروں کے دل پر اثر ہوا تھا تو عشقِ الٰہی میں اُن کے لئے ہاتھ پاؤں کا کٹنا ایسا ہی تھا جیسا کہ کسی لکڑی کا کٹنا۔ گر۔ اگر تو بوڑھے کی لاٹھی چھین لے تو اُس کو اِس سے زیادہ رنج ہوگا جیسا کہ اُن کو ہاتھ پاؤں کٹنے پر ہوا تھا۔

[2] نعرہ۔ جس وقت فرعون نے جادوگروں سے کہا تھا کہ تمہارے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالوں گا تو انھوں نے جواب میں کہا تھا۔ لاضیر۔ کوئی نقصان نہیں۔ چوں۔ جادوگروں نے کہا کہ ہمیں معلوم ہو چکا ہے کہ اصل زندگی جسم کی نہیں ہے بلکہ روح کی ہے۔ اے خنک۔ حدیث شریف ہے جس نے اپنی حقیقت سمجھ لی اُس نے خدا کو پہچان لیا۔ کودکے۔ بچہ کے لئے اخروٹ اور منقیٰ عزیز ہیں عقلمند کے لئے وہ حقیر ہیں۔ پیشِ دل۔ اہلِ دل کیلئے ہاتھ پاؤں اخروٹ اور منقیٰ کی جگہ ہیں۔

[3] ہر کہ۔ جو شخص اپنی حقیقت نہیں سمجھا وہ بچہ ہے۔ گر بریش۔ اگر مرد ہونا داڑھی اور خصیہ کی وجہ سے ہو تو یہ چیزیں بکرے کے بھی ہوتی ہیں۔ پیشوا۔ بکرے میں عقل خام ہے اسی لئے ذبح جاتے وقت وہ بکریوں کا پیشوا بن جاتا ہے۔ ریش۔ بناوٹی پیر بھی داڑھی میں کنگھا کر کے کہتا ہے کہ میں پیشوا ہوں ہاں تو پیشوا ہے لیکن بکرے کی طرح کا پیشوا ہے۔ ہیں۔ انسان کو سیدھے راستہ کی روش اختیار کرنی چاہیئے داڑھی پر گھمنڈ نہ کرنا چاہیئے۔

ریشِ خود را خندہ زارے کردہؑ ——— ناز کم کن چونکہ ریش آوردہؑ
تونے اپنی داڑھی کو مضحکہ بنا لیا ہے ——— جبکہ تیرے داڑھی نکل آئی ہے، نخرے نہ دکھا

تا شوی چوں بوئے گل بر عاشقاں ——— پیشوا و رہنمای گلستاں ۲۲
تاکہ تو پھول کی خوشبو کی طرح، عاشقوں کیلئے بن جائے ——— باغ کا رہنما اور پیشوا

چیست بوئے گل دمِ عقل و خرد ——— خوش قلاوزِ رہِ باغِ ابد
پھول کی خوشبو کیا ہے؟ عقل اور سمجھ کی بات ——— جو ابدی باغ کے لئے بہترین راہنما ہے

فرمودنِ شاہ با ایاز بارِ دیگر کہ شرحِ چارق و پوستین را

بادشاہ کا ایاز کو دوبارہ حکم دینا کہ چپل اور پوستین کی تشریح کو واضح طور پر بتا

آشکارا بگو تا خواجہ تاشانت ازاں اشارت پند

کھلا، تیرے آقا شریک اس اشارے سے نصیحت حاصل کریں

گیرند کہ اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَۃُ

چونکہ دین نصیحت ہے

سرِ چارق را بیاں کن اے ایاز ——— پیشِ چارق چیستت چندیں نیاز
اے ایاز! چپل کا راز بتا ——— چپل کے سامنے تیری اسقدر نیازمندی کیوں ہے؟

تا نیوشد سنقرؑ و بگیار قت ——— سرِ سرِّ پوستین و چارقت
تاکہ سنقر اور تیرے ساتھی سن لیں ——— تیرے پوستین اور چپل کے راز کا راز

اے ایاز از تو غلامی نور یافت ——— نورت از پستی سوئے گردوں شتافت
اے ایاز! تجھ سے غلامی نے نور حاصل کیا ——— تیرا نور پستی سے آسمان کی جانب دوڑ گیا

حسرتِ آزادگاں شد بندگی ——— بندگی را چوں تو دادی زندگی
غلامی، آزادوں کے لئے باعثِ حسرت بنگئی ——— جبکہ تونے غلامی کو زندگی بخشی

مومنؑ آں باشد کہ اندر جزر و مد ——— کافر از ایمانِ او حسرت خورد
مومن وہ ہوتا ہے، کہ جوار بھاٹے میں ——— کافر اس کے ایمان پر حسرت کرے

حکایت گبرے کہ در عہدِ شیخ بایزید قدس سرہ گفتندش

اس کافر کا قصہ کہ بایزید قدس سرہ کے زمانے میں لوگوں نے اس سے کہا

کہ مسلماں شو و جواب او ایشاں را

کہ مسلمان ہو جا اور اس کا ان کو جواب دینا

---

۱ ریش۔ تونے تو اپنی داڑھی کا بھی مذاق اُڑوایا ہے، تیرے داڑھی نکل آئی ہے اب ناز و انداز مناسب نہیں ہے، راہِ سلوک اختیار کرو ورنہ داڑھی کی مذاق اُڑے گی۔ تا شوی۔ پھر تو خوشبو کی طرح عاشقوں کے لئے باغ کا رہنما بن جائیگا۔ چیست۔ خوشبو سے مُراد عقلمندی کی باتیں کرنا ہے۔ قلاوز۔ رہنما۔ اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَۃُ۔ دین اخلاص ہی ہے بہتر چارق۔ محمود نے ایاز سے کہا جوتی کا راز بیان کر اس کے ساتھ تیری نیازمندی کیوں ہے۔

۲ سنقر۔ غلام کا نام ہے۔ بگیارق۔ خواجہ تاش۔ اے ایاز۔ تیرے غلام ہونے نے غلامی کو منوّر کر دیا ہے۔ حسرت۔ تیرے وجود سے آزاد لوگ غلامی کی حسرت کرنے لگے ہیں چونکہ غلامی کو تونے ایک زندگی عنایت کر دی ہے۔

۳ مومن۔ جس طرح ایاز کی غلامی آزادوں کے لئے باعثِ حسرت تھی اسی طرح مومن وہ ہے جس کے ایمان کو دیکھ کر کافر حسرت کرے جیسا کہ حضرت بایزیدؒ کا ایمان تھا، یہ کہ اس کا ایسا ایمان ہو جو لوگوں کو ایمان لانے سے روکے جیسا کہ موذن تھا۔

بُود گبرے[۱] در زمانِ بایزیدؒ | گفت اُو را یک مسلمانِ سعید
حضرت) بایزیدؒ کے زمانے میں ایک کافر تھا | اُس سے ایک نیک بخت مسلمان نے کہا

کہ چہ باشد گر تو اسلام آوری | تا بیابی صد نجات و سروری
اگر تو اسلام لے آئے تو کیا اچھا ہو | تاکہ تو سینکڑوں نجاتیں اور سرداریاں حاصل کرلے

گفت ایں ایماں اگر ہست اے مرید | آنکہ دارد شیخِ عالم بایزیدؒ
اُس نے کہا اے مرید! اگر ایمان وہ ہے | جو کہ دنیا بھر کے شیخ بایزیدؒ رکھتے ہیں

من ندارم طاقتِ آں تابِ آں | کاں فزوں آمد ز کوششہائے جاں
میں اُس کی طاقت، اُسکی قوت نہیں رکھتا ہوں | کیونکہ وہ جان کی کوشش سے بالاتر ہے

گرچہ در ایمان و دیں ناموقنم | لیک در ایمانِ اُو بس مؤمنم
اگرچہ میں (اسلام تو کیا)، ایمان اور دین پر اعتقاد نہیں رکھتا ہوں | لیکن اُن کے ایمان کے بارے میں میرا ایمان ہے

دارم[۲] ایماں کاں ز جملہ برتر ست | بس لطیف و با فروغ و با فرست
میرا ایمان ہے کہ وہ سب سے بڑھ کر ہیں | بہت پاکیزہ اور بارونق اور شان و شوکت والے ہیں

مؤمنِ ایمانِ اُویم در نہاں | گرچہ مُہرم ہست محکم بر دہاں
میں پوشیدہ طور پر، اُن کے ایمان کا مومن ہوں | اگرچہ میرے منہ پر سخت مہر ہے

باز ایماں خود گر ایمانِ شماست | نے بداں میلیتم و نے اشتہاست
پھر اگر ایمان، تمہارا ایمان ہے | نہ اُنکی طرف میرا جھکاؤ ہے نہ خواہش ہے

آنکہ صد میلش سوی ایماں بود | چوں شما را دید آں فاتر شود
جس کو ایمان کی جانب سینکڑوں میلان ہوں | جب اُس نے تمہیں دیکھا وہ سست پڑ گیا

زانکہ[۳] نامے بیند و معنیش نے | چوں بیاباں را مفازہ گفتنے
کیونکہ وہ (صرف) نام دیکھے گا اور اُسکی حقیقت کچھ نہیں ہے | جس طرح بیابان کو مفازہ کہہ دینا ہے

چوں بایمانِ شما اُو بنگرد | عشقِ اُو ز آوردِ ایماں بفسرد
جب وہ تمہارے ایمان کو دیکھے گا | اُس کا عشق ایمان لانے میں ٹھٹھر جائے گا

ایں حکایت یاد گیر اے تیز ہوش | صورتش بگذار و معنیٰ را نیوش
اے تیز ہوش! اس حکایت کو یاد کرلے | اُس کی صورت کو چھوڑ اور معنیٰ کو سن لے

حکایتِ آں مؤذنِ زشت آواز کہ در کافرستان بانگ زد
اُس بھدی آواز والے مؤذن کی حکایت جس نے نماز کے لئے کفرستان میں اذان

---

[۱] گبر۔ کافر۔ کہ چہ باشد۔ مسلمان نے اُس کافر سے کہا اگر تو مسلمان ہو جائے تو تجھے نجات حاصل ہو جائے گی۔ گفت۔ اُس کافر نے کہا کہ اگر ایمان وہ ہوتا ہے جو بایزیدؒ رکھتے ہیں تو مجھ میں اُس کی طاقت نہیں ہے کیونکہ وہ انسان کی طاقت سے بالاتر ہے۔ گرچہ۔ اگرچہ میں اسلام کے ایمان اور دین کا قائل نہیں ہوں لیکن اُن کے ایمان پر میرا ایمان ہے۔

[۲] دارم۔ اُس کافر نے مسلمان سے کہا کہ میرا یقین ہے کہ بایزیدؒ سب سے بڑھ کر ہیں اور میرا اُن کے ایمان پر ایمان ہے لیکن زبان سے ظاہر نہیں کر سکتا ہوں۔ باز۔ اور اگر ایمان سے مراد تمہارا ایمان ہے تو مجھے ایسے ایمان کی نہ خواہش ہے نہ اُس کی طرف میرا میلان ہے۔ آنکہ۔ تم تو ایسے مومن ہو کہ اگر کسی کو ایمان کی خواہش بھی ہو تو تمہیں دیکھ کر وہ سست پڑ جائے گا۔

[۳] زانکہ۔ اسلئے کہ تمہارا ایمان تو برائے نام ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں ہے اور تم برعکس نام نہند زنگی کافور کا مصداق ہو۔ بیابان جنگل دراصل موت کی جگہ ہے لیکن اُس کو مفازہ یعنی کامیابی کی جگہ کہتے ہیں۔ حکایت۔ اس قصے سے یہ بتانا ہے کہ بہت سے مومن ایسے ہیں کہ کافر [illegible]

برای نماز و مردِ کافر اُو را ہدیہ ہا داد

دی اور ایک کافر شخص نے اُس کو بہت سے تحفے دیئے

یک مؤذن داشت بس آوازِ بد — شب ہمہ شب میدریدے حلقِ خود [1]
ایک مؤذن کی بُری آواز تھی — وہ پوری پوری رات اپنا حلق پھاڑتا تھا

خوابِ خوش بر مردماں کردہ حرام — در صُداع افتادہ از وے خاص و عام
اُس نے انسانوں پر میٹھی نیند حرام کر دی تھی — اُس کی وجہ سے عوام و خواص دردِ سر میں مبتلا تھے

کودکاں ترساں از و در جامۂ خواب — مرد و زن زآوازِ اُو اندر عذاب
بچے بستروں میں اُس سے ڈرتے تھے — مرد و عورت اُس کی آواز سے عذاب میں تھے

مجتمع گشتند مر توزیع را — بہرِ دفعِ زحمت و تصدیع را
وہ لوگ چندہ جمع کرنے کیلئے اکٹھے ہو گئے — دردِ سر اور تکلیف کو رفع کرنے کیلئے

پس طلب کردند اُو را در زماں — اُقچہا دادند و گفتند اے فلاں
انہوں نے اُس کو فوراً طلب کیا — نقدیاں دیں، اور انہوں نے کہا اے فلاں!

از اذانت جملہ آسودیم ما [2] — بس کرم کردی شب و روز اے کیا
ہم سب نے تیری اذان سے راحت پائی — اے جناب! آپ نے دن اور رات بڑا کرم کیا

چوں رسید از تو بہر یک دولتے — خواب رفت از ما کنوں ہم مدتے
چونکہ آپ کی وجہ سے ہر ایک کو دولت میسر آگئی ہے — اب کچھ مدت کے لئے ہماری نیند اُڑ گئی ہے

بہرِ آسائش زباں کوتاہ کُن — در عوض ما ہمتے ہمراہ کُن
آرام کی خاطر آپ زبان بند کر لیجئے — اس کے بدلے میں باطنی توجہ فرمایئے

قافلہ می شُد بکعبہ از وَلَہ [3] — اُقچہ بستد شُد رواں با قافلہ
شدتِ شوق کی وجہ سے ایک قافلہ کعبہ کو روانہ ہوا — اُس نے نقدی لے لی، قافلہ کیساتھ روانہ ہو گیا

شبگہے کردند اہلِ کارواں — منزل اندر موضعِ کافرستاں
قافلہ والوں نے رات کے وقت کیا — کفرستان کے مقام پر پڑاؤ

واں مؤذن عاشقِ آوازِ خود — درمیانِ کافرستاں بانگ زد
اُس اپنی آواز کے عاشق مؤذن نے — کفرستان میں اذان دی

چند گفتندش مگو بانگِ نماز — کہ شود جنگ و عداوتہا دراز
بہت سے لوگوں نے اُس سے کہا نماز کی اذان نہ دے — ورنہ جنگ اور لمبی دشمنیاں ہو جائیں گی

---

[1] حلقِ خود۔ چونکہ اُس کو اپنی خوش الحانی پر عقیدہ تھا رات میں مناجات اور ذکر آواز بلند کرتا ہوگا۔ صُداع۔ دردِ سر۔ جامۂ خواب۔ سونے کا بستر۔ توزیع۔ چندہ۔ تصدیع۔ دردِ سر میں مبتلا کرنا۔ [illegible]۔

[2] آسودیم۔ اُن لوگوں نے طنزًا کہا۔ دولت۔ یعنی شب بیداری کی دولت۔ خوابے۔ اب اِس دولت کی خوشی میں ہم رات بھر نہیں سو سکتے ہیں۔ در عوض۔ جو نقدی ہم تجھے دے رہے ہیں اُس کے بدلے میں ہمارے لئے دل سے دعائیں کر دینا۔

[3] وَلَہ۔ شدتِ عشق۔ قافلہ۔ یعنی حاجیوں کا قافلہ۔ کافرستان۔ وہاں کے باشندے سب کافر تھے۔ بانگ زد۔ اذان دی۔ چند گفتندش۔ ساتھیوں نے اُس کو کافرستان میں اذان دینے سے روکا اور کہا کہ یہ کافر ڈائی دنگا کریں گے ایسا نہ کر لیکن وہ نہ مانا اور اُس نے اذان دیدی۔

اُو ستیزہ کرد و بس بے احتراز — گفت در کافرستاں بانگِ نماز
اُس نے جھگڑا کیا اور بہت لاپروائی سے — کفرستان میں اذان دے دی

خلق[1] خائف شُد ز فتنۂ عامّہ — خود بیامد کافرے با جامہ
عام فتنے سے لوگ ڈر گئے — ایک کافر کپڑے لئے ہوئے خود آیا

شمع و حلوا و یکے جامہ لطیف — ہدیہ آورد و بیامد چوں اَلیف
شمع اور حلوا اور ایک عمدہ لباس — تحفہ لایا اور دوست کی طرح آیا

پُرس و پُرساں کایں مؤذن کو کجاست — کہ صلای و بانگِ اُو راحت فزاست
پوچھتے ہوئے، کہ یہ مؤذن کہاں ہے؟ — جس کی اذان کی آواز راحت بڑھانے والی ہے

ہیں چہ راحت بُود زاں آوازِ زشت — کو فتاد از وے بناگہ در کُنشت
ایں، اُس بھدی آواز سے کیا راحت ملی؟ — جو اچانک اُس سے مندر میں پہنچی

دخترے دارم لطیف و بس سَنی — آرزو می بُود اُو را مُومنی
میرے ایک لڑکی ہے، پاکیزہ اور بہت خوبصورت — اُس کو مُومن بننے کی آرزو تھی

ہیچ[2] ایں سودا نمیرفت از سَرَش — پَند ہا می داد چندیں کافرش
یہ جنون اُس کے سر سے کبھی زائل نہیں ہوتا تھا — بہت سے کافر اُس کو نصیحتیں کرتے تھے

در دلِ اُو مہرِ ایماں رُستہ بُود — ہمچو مجمر بُود ایں غم من چو عُود
اُس کے دل میں ایمان کی محبت پیدا ہوگئی تھی — یہ فکر انگیٹھی کی طرح اور میں اگر کی لکڑی کی طرح تھا

در عذاب و درد و اشکنجہ بُدم — کہ بجُنبد سلسلہ اُو دمبدم
میں مصیبت اور شکنجہ اور درد میں تھا — کیونکہ اُس کا دیا، سلسلہ ہر وقت حرکت میں تھا

ہیچ[3] چارہ می ندانستم دراں — تا فروخواند ایں مُؤذن آں اذاں
میں اُس کا کوئی علاج نہ سمجھ پا رہا تھا — یہاں تک کہ اِس مؤذن نے وہ اذان دی

گفت دختر چیست ایں مکروہ بانگ — کہ بگوشم آمد ایں دو چار دانگ
لڑکی نے دریافت کیا کہ یہ ڈراؤنی آواز کیسی ہے؟ — جس کے دو چار ٹکڑے میرے کان میں آئے ہیں

من ہمہ عمر ایں چنیں آوازِ زشت — ہیچ نشُنیدم دریں دَیر و کُنشت
میں نے تمام عمر اس طرح کی بھدی آواز — اِس مندر اور بُت خانہ میں کبھی نہیں سُنی

خواہرش گفتہ کہ ایں بانگِ اذاں — ہست اِعلام و شعارِ مُومناں
اُس کی بہن نے کہا، کہ یہ اذان کی آواز — مُومنوں کا اعلان اور علامت ہے

---

1. خلق - یہ لوگ تو کافر کے حملہ سے خائف تھے لیکن کیا دیکھتے ہیں کہ ایک کافر تحفہ میں کپڑے اور حلوہ وغیرہ لئے آرہا ہے۔ اَلیف - دوست۔ پُرس - اُس مؤذن کو پوچھ رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ مؤذن کی اذان نے بہت راحت پہنچائی ہے۔ ہیں چہ - اُس کافر سے کسی نے کہا کہ اِس بھدی آواز سے جو مندر میں پہنچی کیا راحت ملی ہے۔۔۔۔ دخترے - اُس کافر نے کہا کہ میرے ایک بہت خوبصورت لڑکی ہے وہ اسلام لانے پر آمادہ ہو رہی تھی۔
2. ہیچ - ہم لوگوں نے اُسکو بہت سمجھایا لیکن وہ اپنے ارادہ سے باز نہ آرہی تھی۔ مجمر - انگیٹھی۔ عُود - اگر کی لکڑی جس کی دھونی دی جاتی ہے۔ در عذاب - اُس لڑکی کے ارادہ سے میں مصیبت میں تھا اور وہ اس ارادہ میں پختہ ہوتی جارہی تھی۔
3. ہیچ - اُس کو اِس ارادہ سے روکنے کی کوئی تدبیر نہ تھی حتیٰ کہ اُس مؤذن نے اذان دی تو لڑکی نے دریافت کیا کہ یہ بھیانک آواز کیسی ہے میں نے ایسی بھدی اور خوفناک آواز کبھی نہیں سُنی۔ خواہرش - اُس لڑکی کی بہن نے اُسکو بتایا کہ یہ مسلمانوں کی اذان کی آواز تھی۔ اِعلام - اِعلان شعار - وہ علامت جس سے کوئی چیز پہچانی جائے۔ اُسکو بہن کی بات
سن کر اُس کافر نے کسی سے پوچھا جس نے اس کی تصدیق کر دی۔

باورش نامد بپرسید از دگر — آں دگر ہم گفت آرے اے قمر

اس کو یقین نہیں آیا اس نے دوسرے سے پوچھا — دوسرے نے بھی کہا، ہاں اے چاند!

چوں[۱] یقیں گشتش رخ او زرد شد — از مسلمانی دل او سرد شد

جب اس کو یقین ہوگیا تو اس کا چہرہ زرد پڑ گیا — مسلمانی سے اس کا دل افسردہ ہوگیا

باز رستم من ز تشویش و عذاب — دوش خوش خفتم دراں بے خوف خواب

میں پریشانی اور عذاب سے چھوٹ گیا — گذشتہ رات بغیر ڈر کی نیند خوب سویا

راحتم ایں بود از آواز او — ہدیہ آوردم بشکر آں مرد کو

مجھے اس کی آواز سے یہ راحت پہنچی — میں شکرانہ میں تحفہ لایا ہوں وہ شخص کہاں ہے؟

چوں[۲] بدیدش گفت ایں ہدیہ پذیر — کہ مرا گشتی مجیر و دستگیر

جب اس نے اس کو دیکھا کہا یہ ہدیہ قبول کر لیجئے — کیونکہ آپ میرے پناہ دینے والے اور دستگیر ہیں

آنچہ کردی با من از احسان و بر — بندۂ تو گشتہ ام من مستمر

آپ نے جو احسان اور بھلائی مجھ سے کی — میں ہمیشہ کے لئے آپ کا غلام ہوگیا ہوں

گر بمال و ملک و ثروت فردمے — من دہانت را پر از زر کردمے

اگر میں مال اور سلطنت اور مالداری میں اکیلا ہوتا — میں سونے سے آپ کا منہ بھر دیتا

ہست ایمان شما زرق و مجاز — راہزن ہمچوں کہ آں بانگ نماز

تمہارا ایمان مکر اور مجاز ہے — اسی طرح کا ڈاکو ہے جس طرح کہ وہ اذان

رجوع بحکایت گبر با مسلمان در ایمان

ایمان کے بارے میں کافر کی مسلمان سے حکایت کی جانب رجوع

لیک[۳] از ایمان و صدق بایزیدؒ — چند حسرت در دل و جانم رسید

لیکن بایزیدؒ کے ایمان اور سچائی سے — میرے دل اور جان میں بہت سی حسرتیں آئی ہیں

ہمچو آں زن کو جماع خر بدید — گفت آوہ چیست ایں فحل فرید

اس عورت کی طرح جس نے گدھے کی جفتی دیکھی — بولی، آہ کیسا یکتا نر ہے

گر جماع ایں ست کاید از خراں — بر کس ما میرینند ایں شوہراں

اگر جفتی یہ ہے، جو گدھے کرتے ہیں — تو یہ شوہر ہماری شرمگاہ پر ہگتے ہیں

داد جملہ داد ایماں بایزیدؒ — آفریں ہا بر چنیں شیر فرید

بایزیدؒ نے ایمان کا پورا حق ادا کر دیا — ایسے یکتا شیر کو آفریں ہے

---

۱ چوں یقین۔ جب اس کو یقین آگیا تو مایوسی سے اس کا چہرہ زرد پڑ گیا اور اسلام لانے کا ارادہ ٹھنڈا ہوگیا۔ باز رستم۔ جب اس کا دل اسلام سے برگشتہ ہوگیا تو میری مصیبت ختم ہوئی اور رات کو آرام سے سو سکا مؤذن کی آواز سے مجھے اس طرح راحت ملی لہٰذا میں اس کے لئے تحفہ لایا ہوں۔

۲ چوں بدیدش۔ جب اس کافر نے اس مؤذن کو دیکھا تو کہا کہ یہ تحفے لے تو میرا پناہ دہندہ اور دستگیر ہے۔ جز یک مستمر۔ ہمیشہ۔ گر بمال۔ میں زیادہ مالدار نہیں ہوں ورنہ تیرا منہ سونے سے بھر دیتا۔ ہست۔ اس کافر نے اسلام کی دعوت دینے والے مسلمان سے کہا تمہارا ایمان بھی مؤذن کی طرح انسانوں کو ایمان سے روکنے والا ہے۔

۳ لیک۔ اس کافر نے یہ بھی کہا کہ بایزیدؒ کے ایمان اور سچائی کو دیکھ کر مجھے بھی حسرت ہوتی ہے کہ ایسا ایمان مجھے کیوں میسر نہ آیا۔ ہمچو۔ اس کافر کو بایزیدؒ کے ایمان پر ایسی ہی حسرت تھی جیسی کہ ایک عورت نے گدھے کو جفتی کرتے دیکھ کر حسرت کی تھی اور کہنے لگی تھی کہ اگر جفتی یہ ہے تو مرد ہمارے ساتھ جو کچھ کرتے ہیں وہ ہیچ ہے۔ داد۔ حضرت بایزیدؒ نے ایمان کا حق ادا کر دیا۔ فرید۔ بے مثال۔

قطرۂ[1] زایمانش در بحر ار رود — بحر اندر قطرہ اش غرقہ شود
اُن کے ایمان کا ایک قطرہ اگر سمندر میں چلا جائے — اُس کے قطرے میں سمندر ڈوب جائے

ہمچو آتش ذرّہ در بیشہا — کاندراں ذرہ شود بیشہ فنا
جیسا کہ آگ کا ایک ذرہ جنگلوں میں — کہ اُس ذرہ میں جنگل فنا ہو جائیں

چوں خیالے در دلِ شہ با سپاہ — میکند در جنگ خصماں را تباہ
جیسا کہ ایک خیال لشکر والے بادشاہ کے دل میں — جنگ میں دشمنوں کو تباہ کر دیتا ہے

یک ستارہ[2] در محمدؐ رو نمود — تا فنا شد کفرِ ہر گبر و جہود
ایک ستارہ محمدؐ میں رونما ہوا — یہاں تک کہ ہر کافر اور منکر کا کفر فنا ہو گیا

یک ستارہ در محمدؐ شد سطرب — تا فنا شد کفرِ جملہ شرق و غرب
ایک ستارہ محمدؐ میں پھیلا — یہاں تک کہ مشرق و مغرب کا سارا کفر فنا ہو گیا

آنکہ ایماں یافت رفت اندر اماں — کفر ہائے باقیاں شد در گماں
جس نے ایمان حاصل کر لیا وہ امن میں آ گیا — بقیہ کا کفر شکوک ہو گیا

کفرِ صرفِ اوّلیں بارے نماند — یا مسلمانی و یا بیمے نشاند
اب پہلوں کا سا خالص کفر نہ رہا — یا مسلمانی اور یا خوف بٹھا دیا

ایں بحیلہ آب و روغن کردنیست — ایں مثلہا کفوِ ذرہ نور نیست
یہ تدبیر سے پانی اور تیل ملانا ہے — یہ مثالیں عفور کے ذرّے کی ہمسر نہیں ہیں

ذرہ[3] نبود جز زچیزِ منجسم — ذرہ نبود شارقِ لاینقسم
ذرہ جسم بن جانے والی چیز کے علاوہ کچھ نہیں ہے — ذرہ، روشن، تقسیم نہ ہونے والا نہیں ہوتا ہے

گفتنِ ذرہ مرادے داں خفی — محرمِ دریا نہ ایں دم کفی
ذرہ کہنے کا مقصد، پوشیدہ سمجھ — تو اس وقت دربار کا رازداں نہیں ہے تو جھاگ ہے

آفتابِ نیّرِ ایمانِ شیخ — گر نماید رُخ زشرقِ جانِ شیخ
شیخ کے ایمان کا روشن، سورج — اگر شیخ کی جان کی مشرق سے رُونما ہو جائے

جملہ پستی گنج گیرد تا ثرے — جملہ بالا خلد گردد اخضرے
تمام پست حصّہ تا ثریٰ تحت الثریٰ خزانہ بنجائے — تمام بالائی حصّہ سرسبز جنت بن جائے

او یکے جاں دارد از نورِ منیر — او یکے تن دارد از خاکِ حقیر
وہ روشن کرنے والے نور کی ایک جان رکھتا ہے — وہ حقیر مٹی کا ایک جسم رکھتا ہے

[1] قطرہ۔ اُنکے ایمان کی یہ وسعت تھی کہ اگر اُس کا ایک قطرہ سمندر میں گر جائے تو سمندر کو ڈبو دے۔ ہمچو۔ اُن کے ایمان کا قطرہ سمندر پر اسی طور پر حاوی ہو جائے جس طرح آگ کا ایک ذرہ جنگلوں پر حاوی ہو جاتا ہے اور اُس کو جلا کر راکھ بنا دیتا ہے۔ چوں۔ یا جس طرح شاہ کا ایک معمولی خیال دشمنوں میں تباہی مچا دیتا ہے۔

[2] یک ستارہ۔ آنحضورؐ کی تائید کے لئے خدائی تائید کا ایک ستارہ نمودار ہوا جس سے سب کافروں کا کفر فنا ہو گیا۔ آنکہ۔ سب کافروں کا کفر اس طور پر فنا ہوا کہ کچھ تو مسلمان ہی ہو گئے باقی کفر کے معاملہ میں مشکوک ہو گئے اور خالص کفر بالکل ہٹ گیا اگر مسلمان بھی نہ ہوئے تو ذمّی بن کر مسلمان نما کافر رہ گئے۔ ایں بحیلہ۔ ہم نے بایزیدؒ کے ایمان کے ذرّے کی مثالیں دی ہیں یہ محض تکلف ہے اور یہ اس ذرّے کی صحیح مثالیں نہیں ہیں۔ آب روغن کردن۔ بیکار کوشش کرنا۔

[3] ذرّہ۔ شیخ کے نور کو ذرّہ سے تشبیہ دی تھی اب فرماتے ہیں کہ یہ تشبیہ مناسب نہیں ہے۔ منجسم۔ جسم اختیار کرنیوالا۔ شارق۔ روشن۔ لاینقسم۔ جو چیز جو تقسیم نہ ہو سکے کفی۔ تو جھاگ ہے۔ نیّر۔ روشن۔ پستی۔ زمین کا پست حصّہ خزانہ بنجائے اور بالائی حصّہ جنت بن جائے۔ اُو۔ شیخ۔ [illegible]

اے[1] عجب اینست اُو یا آں بگُو
تعجب ہے! وہ یہ ہے یا وہ وہ ہے، بتا
کہ بماندم در شکال و جستجو
کیونکہ میں اِشکال اور جستجو میں پڑ گیا ہوں

گر وے اینست اے برادر چیست آں
اگر وہ یہ ہے اے بھائی! وہ کیا ہے؟
پُر شدہ از نورِ اُو ہفت آسماں
کہ جس کے نُور سے ساتوں آسمان لبریز ہیں

ور وے آنست ایں بدن اے دوست چیست
اور اگر وہ وہ ہے، تو اے دوست! یہ بدن کیا ہے؟
اے عجب زیں دو کُدامیں ست و کیست
ہائے تعجب! اِن دونوں میں سے وہ کون ہے اور کیا ہے؟

حکایتِ[2] آں زن کہ گفت شوہر را کہ گوشت را گُربہ خورد
اُس بیوی کا قصہ جس نے شوہر سے کہا کہ گوشت بِلّی کھا گئی

شوہر گُربہ را بترازو بر کشید
شوہر نے بِلّی کو ترازو میں رکھا
گُربہ نیم من برآمد گفت اے
بِلّی آدھا من نکلی، شوہر نے اُس سے

زن گوشت نیم من بُود و افزوں
کہا اے بیوی! گوشت آدھا من تھا اور کچھ زیادہ
اگر ایں گوشت ست
اگر یہ گوشت ہے تو

گُربہ کُو و اگر ایں گُربہ ست گوشت کُو
بِلّی کہاں ہے اور اگر یہ بِلّی ہے تو گوشت کہاں ہے؟

بُود مردے کدخدا[3] اُو را زنے
ایک گھر والے مرد کی ایک بیوی تھی
سخت طنّاز و پلید و رہزنے
سخت نخرے باز اور ناپاک اور لٹیری

ہر چہ آوردے تلف کردیش زن
وہ جو کچھ لاتا بیوی اُسکو برباد کر دیتی
مرد مُضطر بُود اندر تن زدن
شوہر چُپ رہنے سے عاجز آ گیا تھا

بہرِ مہماں گوشت آورد آں مُعیل
وہ بال بچوں والا، مہمان کے لئے گوشت لایا
سُوئے خانہ با دو صد جہدِ طویل
گھر، دو سو طویل مشقتوں کے ساتھ

زن بخوردش با شراب و با کباب
بیوی نے اُس کو شراب و کباب کیساتھ کھایا
مرد آمد گفت دفعِ ناصواب
شوہر آیا، اُس نے اُس کو غلط جواب دیا

مرد گفتش گوشت کُو مہماں رسید
شوہر نے اُس سے کہا گوشت کہاں ہے؟ مہمان آ گیا
پیشِ مہماں لُوت می باید کشید
مہمان کے سامنے لذیذ کھانا رکھنا چاہیئے

گفت زن کیں گُربہ خورد آں گوشت را
بیوی نے کہا یہ بِلّی وہ گوشت کھا گئی
گوشتِ دیگر خر گرت باید تُرا
اگر تجھے چاہیئے اور گوشت خرید لا

---

[1] اے عجب۔ اب ہم حیران ہیں کہ شیخ جسم کو کہیں یا روح کو۔ اینست۔ یعنی شیخ اگر جسم ہے۔ چیست آں۔ تو روح کیا ہے۔ آنست۔ یعنی شیخ روح ہے۔

[2] حکایت۔ جس طرح شیخ کے بارے میں حیرانی ہے کہ اگر وہ جسم ہے تو روح کو کیا کہیں اگر روح ہے تو جسم کو کیا کہیں اِسی طرح اُس شوہر کو حیرانی تھی کہ ترازو میں جو تولا ہے اگر وہ بِلّی ہے تو گوشت کہاں ہے اور اگر گوشت ہو تو بِلّی کہاں گئی۔

[3] کدخدا۔ صاحب خانہ۔ گھر والا۔ یعنی شوہر چُپ رہتے رہتے عاجز آ گیا تھا۔ مُعیل۔ بال بچوں والا۔ دفعِ ناصواب۔ غلط جواب۔ لُوت۔ عمدہ کھانا۔ گفت زن۔ بیوی نے شوہر کو جواب دیا۔

گفت اے ایبک[1] ترازو را بیار
اُس نے کہا، او نوکر! ترازو لا
گربہ را من برکشم اندر عیار
میں بِلّی کا وزن کروں گا

برکشیدش بود گربہ نیم من
اُس نے اُسکو تولا، بِلّی آدھا من تھی
پس بگفت آں مرد کاے محتال زن
تو اُس شوہر نے کہا اے حیلہ گر عورت!

گوشت بُد شش اُوقیہ افزوں ازاں
گوشت چھ اوقیہ سے بڑھا ہوا تھا
گربہ ہم شش اُوقیہ ست اے حیلہ داں
اے حیلہ باز! بِلّی بھی چھ اوقیہ ہے

گوشت نیمن بود افزوں یک ستیر
گوشت نصف من سے ایک اِستار بڑھا ہوا تھا
ہست گربہ نیم من ہم اے ستیر
اے پردہ نشین: بِلّی بھی نصف من ہے

ایں[2] اگر گربہ است پس آں گوشت کو
اگر یہ بِلّی ہے تو پھر گوشت کہاں ہے؟
ور بود ایں گوشت بنما گربہ تو
اور اگر یہ گوشت ہے، تو تُو بِلّی دکھا

بایزید رح ار ایں بود آں روح چیست
بایزید رح اگر یہ ہے، وہ روح کیا ہے؟
ور وے آں روح ست ایں تصویر کیست
اگر وہ، وہ روح ہیں، یہ صورت کس کی ہے؟

حیرت اندر حیرت ست اے یارِ من
اے میرے دوست! حیرت در حیرت ہے
ایں نہ کارِ تست نے ہم کارِ من
یہ نہ تیرا کام ہے۔ نہ میرا کام ہے

ہر دو او باشد ولیک از ریع و زرع
وہ دونوں ہیں، لیکن پیداوار اور کھیتی میں
دانہ باشد اصل و آں کہ ہست فرع
دانہ اصل ہے، اور بھوسا فرع ہے

حکمت[3] ایں اضداد را باہم ببست
حکمتِ (خداوندی) نے اِن دو ضدوں کو باہم باندھ دیا ہے
اے قصاب ایں گرد راں با گردنست
اے قصائی! یہ ران کا گردہ گردن سے وابستہ ہے

روح بے قالب نتاند کار کرد
روح بغیر جسم کے کوئی کام نہیں کرسکتی ہے
قالبِ بیجاں فسردہ بود و سرد
بے روح جسم، ٹھٹھرا ہوا اور ٹھنڈا ہوتا ہے

قالبِ بے جاں کم از خاکست دوست
اے دوست! بے روح جسم مٹی سے بھی کم ہے
روح چوں مغز ست و قالب ہمچو پوست
روح گری کی طرح ہے اور جسم چھلکے کی طرح ہے

قالبِ بے جاں نمی آید بکار
بے روح جسم، کسی کام نہیں آتا ہے
سعی کن جانے بدست آر اے عیار
اے کھرے! کوشش سے جان حاصل کرلے

قالبت پیدا و آنجاں بس نہاں
تیرا جسم ظاہر ہے اور وہ روح بہت پوشیدہ ہے
راست شد زیں ہر دو اسبابِ جہاں
دنیا کے کام اِن دونوں سے دُرست ہوئے ہیں

ل۱ ایبک۔ خادم۔ من۔ دو رطل کا ہوتا ہے رطل آدھ سیر کا ہوتا ہے تو من ایک سیر ہوا اور نیم من آدھ سیر ہوا۔ محتال۔ حیلہ گر۔ اُوقیہ۔ چالیس درہم کا ہوتا ہے اور ایک درہم ساڑھے تین ماشے کا ہوتا ہے۔ وقیہ۔ اُوقیہ۔ نیمن۔ آدھا من۔ ستیر۔ پہلے مصرع کے قافیہ میں اِستار کے معنی میں ہے اِستار ایک درہم وزن کو کہتے ہیں دوسرے مصرع میں پردہ نشین کے معنی میں ہے۔

ل۲ ایں۔ یہ جو کچھ تولا ہے اگر بِلّی ہے تو گوشت کہاں گیا اور اگر گوشت ہے تو بِلّی کہاں گئی اِس لئے کہ یہ تو ایک چیز کا وزن ہے۔ بایزید رح۔ اگر ہم بایزید رح جسم کو قرار دیں تو روح کو کیا کہیں اور اگر روح کو بایزید رح کہیں تو جسم کو کیا کہیں۔ ہر دو۔ جسم اور روح کے مجموعہ کو بایزید رح کہیں گے ریع۔ پیداوار۔ دانہ۔ روح بمنزلہ دانہ کے اور جسم بمنزلہ بھوسے کے ہے۔

ل۳ حکمت۔ اللہ تعالےٰ نے روح اور جسم کو باہمی حکمت کیلئے ملا دیا ہے۔ نقطع۔۔۔ روح جسم کے بغیر بیکار ہے، جسم روح کے بغیر مردہ ہے۔ قالب۔ جسم روح کا قالب ہے روح مغز ہے اور جسم اس کا چھلکا ہے۔ سعی کن۔ انسان کو روح حاصل کرنی چاہیئے تاکہ جسم ظاہر ہے روح مخفی ہے دونوں ہی سے دنیا کا نظام چل رہا ہے۔

خاکؔ را بر سر زنی سر نشکند
خاک کو سر پر مارے گا وہ سر کو نہ توڑے گی

آب را بر بر زنی بر نشکند
تو پانی کو جسم پر مارے گا وہ جسم کو نہ توڑے گا

گر تو میخواہی کہ سر را بشکنی
اگر تو چاہتا ہے سر کو پھوڑ دے

آب را و خاک را برہم زنی
پانی اور مٹی کو آپس میں ملالے

چوں شکستی سر رود آبش باصل
جب تو نے سر پھوڑ دیا اس کا پانی اصل کیطرف چلا جاتا ہے

خاک سوئے خاک آید روزِ فصل
جدائی کے دن مٹی مٹی کی جانب آجاتی ہے

حکمتے کہ بود حق را از ازدواج
باہمی ملنے میں اللہ (تعالیٰ) کی جو حکمت تھی

گشت حاصل از نیاز و از لجاج
وہ عاجزی اور سرکشی سے حاصل ہوگئی

باشدؔ آنگہ ازدواجاتِ دگر
وہاں دوسرے ملاپ ہوں گے

لَا سَمِعَ اُذُنٌ وَّلَا عَیْنٌ بَصَرْ
جن کو نہ کان سے سُنا نہ آنکھ نے دیکھا

گر شنیدے اُذن کے ماندے اُذن
اگر کان سنتا، کان کب رہتا؟

یا کجا کردے دگر ضبطِ سخن
یا پھر دوسری بات کہاں محفوظ رکھتا؟

گر بدیدے برف و یخ خورشید را
اگر برف اور یخ، سورج کو دیکھ لیتا

از یخی بر داشتے امید را
یخ پن سے امید ہٹا لیتا

آب گشتے بے عروق و بےگرہ
بغیر رگوں، اور بغیر گرہ کا پانی بن جاتا

کہ ز لطف از باد میگشتے زرہ
جو ہوا کی لطافت سے زرہ (کی طرح) بنجاتا ہے

پسؔ شدے درمانِ جانِ ہر درخت
پھر وہ ہر درخت کی جان کا علاج بن جاتا

ہر درختے از قدومش نیکبخت
اس کی آمد سے ہر درخت نیک بخت ہوجاتا

واں یخے بفسردہ در خود ماندہٗ
ٹھٹھرے ہوئے عاجز یخ نے

لا مساسے با درختاں خواندہٗ
"نہ چھو" درختوں پر پڑھ دیا ہے

لَیْسَ یَاْلِفْ لَیْسَ یُوْلَفْ جِسْمُہٗ
اس کا جسم نہ محبت کرتا ہے نہ محبت کیا جاتا ہو

لَیْسَ اِلَّا شُحَّ نَفْسٍ قِسْمُہٗ
اس کا حصہ سوائے نفس کے بخل کے کچھ نہیں ہے

نیست ضائع زو شود تازہ جگر
وہ بیکار نہیں ہے، اس سے جگر تازہ ہوتا ہے

لیک نبود پیکِ سلطانِ خضر
لیکن وہ سبزی کے شہنشاہ کا قاصد نہیں ہے

له خاک - آمیزش سے مقصد برآری ہوتی ہے صرف خاک سر نہ پھوڑے گی اس میں پانی کی آمیزش کرکے ڈھیلا بنالو تو سر پھوڑ دیگی۔ بر: پہلو، سینہ، بغل۔ روزِ فصل۔ یعنی جب روح جسم سے جُدا ہوگی، قرآن پاک میں ہے۔ اِنَّ یَوْمَ الْفَصْلِ کَانَ مِیْقَاتًا بیشک جدائی کا دن مقرر ہے۔ ازدواج۔ یعنی روح اور جسم کا باہمی جوڑ جو دنیا میں لگا ہے اسکی حکمت یہ ہے کہ نیازمندوں اور سرکشوں کا امتیاز ہوجائے۔

٢ه باشد آنگہ۔ عالم آخرت میں روح کا جو جوڑ لگے گا وہ نہ کان نے سنا ہے نہ آنکھ نے دیکھا ہے۔ گر شنیدے۔ اگر کان اس کی حقیقت سُن لے تو فنا ہو جائے یا اسکی قوتِ سماعت جاتی رہے گر دیدے۔ کان اسی طرح فنا ہو جائے جس طرح برف اور یخ سورج سے فنا ہو جاتا ہے۔ برف۔ برفانی ممالک میں جاڑے میں دو چیزیں آسمان سے گرتی ہیں ایک روئی کے گالوں کی طرح کی چیز ہے اس کو برف کہتے ہیں اور ایک گاڑھی چیز اولے کی طرح کی ہے اسکو یخ کہتے ہیں۔ بے عروق۔ یخ کی لڑیاں جمتی ہیں۔ ز لطفِ باد۔ ہوا کی لہریں پانی کی سطح کو موجوں کے ذریعہ زرہ کی طرح بناتی ہیں۔

٣ه پس شدے۔ برف اور یخ سے درخت جل جاتے ہیں پانی سے پرورش پاتے ہیں۔ یخ۔ یخ سامری کی طرح درخت کو کہتا ہے مجھے نہ چھونا۔ لیس۔ نہ وہ نباتات کا جزو بنتا ہے نہ نباتات کو وہ خوشگوار لگتا ہے۔ شح۔ بخل یعنی برف اور یخ درختوں کو فائدہ نہیں پہنچاتا ہے۔ نیست ضائع۔ لیکن کوئی شخص برف اور یخ کو بیکار نہ سمجھے اس سے ٹھنڈا کرکے پانی پیا جائے تو جگر میں تازگی پیدا ہوتی ہے۔ خضر۔ سبزی۔

اے ایاز استارہ تو بس بلند | نیست ہر برجے عبورش را پسند
اے ایاز! تیرا ستارہ بہت بلند ہے | ہر برج اُس کے عبور کا پسندیدہ نہیں ہے

ہر وفا را کے پسندد ہمتت | ہر صفا را کے گزیند صفوتت
تیری ہمت ہر وفا کو کب پسند کرتی ہے؟ | تیری صفائی ہر صفائی کو کب منتخب کرتی ہے؟

حکایتِ آں امیر کہ غلام را گفت مے بیار غلام رفت و سبوئے

اُس امیر کی حکایت جس نے غلام سے کہا شراب لے آ غلام گیا اور شراب

مے آورد در راہ زاہدے بود امرِ معروف کرد سنگے بزد و سبو

کی ٹھلیا لا رہا تھا راستہ میں ایک زاہد تھا جس نے بھلائی کا حکم کیا، پتھر مارا

را بشکست امیر بشنید قصدِ ہلاک و گوشمالِ زاہد کرد زاہد

اور ٹھلیا کو توڑ دیا، امیر نے سُنا زاہد کو ہلاک کرنے اور سزا دینے کا ارادہ کیا

گریخت ایں قضیہ در عہدِ عیسیٰ علیہ السلام بود کہ ہنوز

زاہد بھاگ گیا، یہ معاملہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے کا تھا کہ اُس وقت تک

مے حرام نشدہ بود لیکن زاہد تقذر[۲] میکرد و از لذت

شراب حرام نہ ہوئی تھی، لیکن زاہد گھن کرتا تھا اور مزے اُڑانے اور

و تنعم منع می کرد

عیش پرستی سے روکتا تھا

بود امیرے خوش دلے مے بارۂ | کہفِ ہر مخمور و ہر بیچارۂ
ایک امیر خوش دل، شراب دوست تھا | ہر شرابی اور ہر بے کس کا سہارا تھا

مشفقے مسکیں نوازے عادلے | مُکرمے زر بخشے و دریا دلے
مہربان، غریب پرور، مُنصف تھا | سخی، سونا عطا کرنے والا اور دریا دل تھا

شاہِ مردان و امیر المؤمنیں | راہ[۳]بان و رازدان و دُوربیں
بہادروں کا شاہ، مؤمنوں کا امیر تھا | راستہ کا محافظ اور راز سے واقف اور دُور

دَورِ عیسیٰ بود و ایامِ مسیح | خَلق دلدار و کم آزار و مَلیح
حضرت عیسیٰ کا دَور تھا اور حضرت مسیحؑ کا زمانہ تھا | لوگ دلدار اور نہ ستانے والے اور خوش مزاج تھے

آمدش مہماں بناگاہاں شبے | ہم امیرِ جنسِ اُو خوش مذہبے
ایک رات اچانک اُس کے پاس مہمان آیا | جو اُسی جیسا حاکم، اور دیندار تھا

---

۱ اے ایاز - یہاں سے پھر ایاز کے قصہ کی جانب رجوع کیا ہے۔ بُرج - ستارے کا محور۔ ہر وفا - ایاز میں خاص وفاداری اور خاص قسم کا خلوص تھا۔ حکایت - جس طرح ایاز کا خلوص اور وفا عام خلوص اور وفا سے برتر تھا اس حکایت کو یہ بتاتا ہے کہ مختلف پرہیزگاروں کی پرہیزگاری میں بھی بڑا فرق ہے۔

۲ تقذر - گھناؤنا سمجھنا۔ تنعم - عیش پرستی۔ مے بارہ - شراب کو محبوب رکھنے والا۔ کہف - غار، ملجا و ماوا۔ مُکرِم - سخی۔ شاہو مرداں - بہادر۔

۳ راہ بان - راستہ کا محافظ۔ دورِ عیسیٰ - حضرت عیسیٰ مسیحؑ کا زمانہ پیار و محبت کا زمانہ تھا۔ ہم - یعنی وہ بھی اسی طرح کا امیر اور مذہبی تھا جیسا کہ میزبان تھا۔

بادہ[1] ایشاں بایست در نظمِ حال — بادہ بُود آنوقت ماذون وحلال

اُن کو حالت کی باقاعدگی کے لئے شراب درکار تھی — اُس وقت شراب جائز اور حلال تھی

بادہ شاں کم بُود وگفتا اے غلام — رَو سبو پُر کُن بما آور مُدام

اُن کی شراب کم تھی اور اُس نے کہا اے غلام! — جا ٹھلیا بھر، ہمارے پاس شراب لے آ

از فلاں راہب کہ دارد خمرِ خاص — تاز خاص وعام یابد جاں خلاص

فلاں راہب کے پاس سے، کیونکہ وہ مخصوص شراب رکھتا ہے — تاکہ عوام وخواص سے جان کو چھٹکارا حاصل ہو

جُرعۂ زاں جامِ راہب آں کند — کہ ہزاراں جَرّہ وخُمداں کُند

اُس راہب کے جام کا ایک گھونٹ وہ کرتا ہے — جو ہزاروں ٹھلیاں اور مٹکے کرتے ہیں

اندراں مے مایۂ پنہانی ست — آنچناں کاندر عبا سلطانی ست

اُس شراب میں ایک سرمایہ پوشیدہ ہے — جس طرح جوغہ میں شہنشاہی ہے

تو[2] بدلقِ پارہ پارہ کم نگر — کہ سیہ کردند از بیرونِ زر

تو پھٹی پُرانی گدڑی کو نہ دیکھ — کیونکہ اوپر سے سونے کو کالا کر دیا ہے

از برائے چشمِ بد مردود شُد — وز بروں آں لعل دُود آلود شُد

بدنظری کی وجہ سے وہ ناپسند بنا ہے — اور باہر سے وہ لعل دھوئیں سے آلودہ ہے

گنج وگوہر کے میانِ خانہاست — گنجہا پیوستہ در ویرانہاست

خزانہ اور گوہر گھروں میں کہاں ہے! — خزانے، ویرانوں سے وابستہ ہیں

گنجِ آدمؑ چوں بویراں بُد دفیں — گشت طینش چشم بندِ آں لعیں

(حضرت) آدمؑ کا خزانہ چونکہ ویرانہ میں دفن تھا — اُس کی مٹی اُس لعین کی آنکھ کا پردہ بن گئی

او[3] نظر میکرد در طین سُست سُست — جاں ہمی گفتش کہ طینم سدِّ تُست

وہ مٹی کو حقارت سے دیکھتا تھا — روح اُس سے کہتی تھی کہ میری مٹی تیری روک ہے

دو سبو بستد غلام وخوش دوید — در زماں در دیرِ رہباناں رسید

غلام نے دو ٹھلیاں لیں اور تیز دوڑا — فوراً راہبوں کے گرجا گھر میں پہنچ گیا

زر بداد و بادۂ چوں زر خرید — سنگ داد و در عوض گوہر خرید

سونا دیا اور سونے جیسی شراب خرید لی — پتھر دیا اور بدلے میں گوہر خرید لیا

بادۂ کاں بر سرِ شاہاں جہد — تاجِ زر بر تارکِ ساقی نہد

وہ شراب جو بادشاہوں کے سر میں اثر کرتی ہے — ساقی کے سر پر سونے کا تاج رکھ دیتی ہے

[1] بادہ۔ وہ لوگ دیندار تھے اور شراب استعمال کرتے تھے چونکہ حضرت عیسٰیؑ کے دور میں شراب حلال تھی۔ ماذون۔ جس کو اجازت حاصل ہو۔ مُدام۔ شراب۔ راہب۔ نصرانی عبادت گذار جس نے دنیا ترک کرکے گرجا گھر میں اقامت کرلی ہو۔ رہبان اس کی جمع ہے۔ خلاص۔ یعنی اور دوسرے خریدنے کی ضرورت نہ پڑے۔ جرعہ۔ ایک گھونٹ۔ جَرّہ۔ ٹھلیا۔ اندراں۔ اُس زاہد کی شراب میں ایک مخفی سرمایہ ہے، جس طرح عبا میں سلطانی مخفی ہوتی ہے۔

[2] تو بدلق۔ فقراء کی گدڑی کو حقارت سے نہ دیکھنا چاہیے فقراء کی گدڑی میں وہ سلطانی ہوتی ہے جو شاہوں کو بھی نصیب نہیں ہے۔ کہ سیہ۔ سونے کو اوپر سے کالا کر دیا جاتا ہے تاکہ اُسکو کوئی نہ چُرائے۔ مردود۔ نظر بد سے بچانے کے لئے سونے کا اوپر سے کالا کر دیا جاتا ہے لعل۔ لعل کو بھی دھوئیں سے آلودہ کر دیا جاتا ہے۔ گنج۔ حضرت آدمؑ کی روح چونکہ جسم کی مٹی میں تھی وہ مٹی شیطان کی آنکھ کا پردہ بن گئی۔

[3] او نظر۔ شیطان کی نظر صرف مٹی پر تھی۔ سُست۔ روک۔ دَیر۔ یعنی گرجا گھر۔ زر بداد۔ اشرفیوں سے ہر قسم کی شراب خرید لی۔ سنگ داد۔ سونا پتھر ہی سے نکلتا ہے۔ بادہ۔ شاہ جس قسم کی شراب پیتے

جو بادشاہوں کے لئے مخصوص ہے

فتنہا[1] و شورہا انگیختہ — بندگان و خسرواں آمیختہ

فتنے اور شور برانگیختہ کر دیتی ہے — غلاموں اور شاہوں کو ملا دیتی ہے

استخوانہا رفتہ، جملہ جاں شدہ — تخت و تختہ آں زماں یکساں شدہ

ہڈیاں ختم ہو جاتی ہیں سب کچھ جان بنجاتا ہے — اُس وقت تخت اور تختہ یکساں ہو جاتا ہے

وقتِ ہُشیاری چو آب و روغن اند — وقتِ مستی ہمچو جاں اندر تن اند

(انسان) ہوش کے وقت پانی اور تیل کی طرح ہیں — مستی کے وقت جسم میں جان کی طرح ہیں

چوں ہریسہ لحم و گندم غرق ہم — ہیچ سبقے نے دراِیشاں فرق ہم

جیساکہ ہریسہ، گوشت اور گیہوں باہمی غرق ہیں — انہیں کوئی دوڑ نہیں، نہ انہیں باہمی فرق ہے

چوں ہریسہ گشت آنجا فرق نیست — نیست فرقے کاندر آنجا غرق نیست

جب ہریسہ بن گیا وہاں کوئی فرق نہیں ہے — کوئی ایسا فرق نہیں ہے جو وہاں غرق نہ ہو گیا ہو

ایں چنیں[2] بادہ ہمی بُرد آں غلام — سُوئے قصرِ آں امیرِ نیک نام

وہ غلام اِس طرح کی شراب لے جا رہا تھا — نیک نام امیر کے محل کی جانب

پیش آمد زاہدے غم دیدہ — خُشک مغزے در بلا پیچیدہ

ایک غموں کا مارا زاہد سامنے آ گیا — جس کا دماغ خشک ہو گیا تھا مصیبت میں پھنسا ہوا تھا

تن ز آتشہاے دل بگداختہ — خانہ از غیرِ خدا پرداختہ

جسم دل کی آگوں سے پگھل گیا تھا — اُس نے دل کو خدا کے سوا سے خالی کر دیا تھا

گوشمالِ[3] محنتِ بے زینہار — داغہا بر داغہا چندیں ہزار

بے پناہ مشقت کی گوشمالی کی وجہ سے — داغوں پر داغ کئی ہزار تھے

دیدہ ہر ساعت خلش در اجتہاد — روز و شب چفسیدہ او بر اجتہاد

وہ ہر وقت مجاہدے میں تکلیف اُٹھاتا تھا — وہ دن رات مجاہدے سے چمٹا ہوا تھا

سال و مہ در خاک و خوں آمیختہ — صبر و حلمش نیم شب بگریختہ

سالوں اور مہینوں خاک اور خون میں لتھڑا تھا — اُس کا صبر اور بُردباری آدھی رات کو بھاگ چکی تھی

دید در شب یک غلام نیک پے — در شتابش اُو زمیں میکرد طے

اس نے ایک نیک خصلت غلام کو رات میں دیکھا — وہ اپنی جلدی میں زمین طے کر رہا تھا

گفت زاہد در سبوہا چیست آں — گفت بادہ گفت آں کیست آں

زاہد نے کہا ٹھلیوں میں کیا ہے؟ — اُس نے کہا شراب، اُس نے کہا کس کی ہے؟

[1] فتنہا۔ شراب شور و شر پیدا کرتی ہے اور آقا اور غلام کا امتیاز مٹا دیتی ہے۔ استخوانہا۔ شراب پی کر انسان مجسم جان بن جاتا ہے۔ تخت۔ یعنی شاہی تخت۔ تختہ۔ یعنی پھانسی کا تختہ۔ وقتِ ہشیاری۔ ہوش کے وقت آدمیوں میں ایسا بیر ہوتا ہے جیسا کہ تیل اور پانی میں اور مستی کے وقت سب ایک جان ہو جاتے ہیں۔ ہریسہ۔ حلیم کی طرح کا کھانا ہے جس میں گوشت اور گیہوں کا دَلیہ ہوتا ہے جب ہریسہ تیار ہو جاتا ہے تو گوشت اور دَلیہ میں امتیاز نہیں رہتا۔ فرقے۔ اب دونوں کا فرق غائب ہو جاتا ہے۔

[2] ایں چنیں۔ وہ غلام اِن اوصاف کی شراب امیر کے محل کی طرف لے کر چلا۔ غم دیدہ۔ یعنی جس پر قبض کی کیفیت طاری تھی۔ خشک مغز۔ مجاہدے کی کثرت سے اُس کا دماغ خشک ہو گیا تھا۔ تن۔ اُس زاہد کا جسم عشق کی آگ سے پگھل گیا تھا اور اُس کے دل میں صرف حق تعالیٰ کا خیال تھا۔

[3] گوشمال۔ مجاہدوں کی بے پناہ مشقت نے اُس کے دل پر ہزاروں داغ لگا دیئے تھے۔ دیدہ۔ اُس کا شغل شب و روز مجاہدہ تھا۔ نیم شب۔ یعنی اُس کو پتہ نہ چلا اور اُسمیں صبر اور حلم کی طاقت نہ رہی تھی۔ دید۔ اُس نے دیکھا غلام بھاگا

جا رہا ہے۔ گفت۔ اس نے کہا۔ سبو۔ مٹکا۔ چیست آں۔ وہ کیا ہے۔ گفت بادہ۔ شراب ہے

گفت[1] این آنِ فلاں میرِ اجل
اس نے کہا یہ فلاں بڑے سردار کی ملکیت ہے

گفت طالب را چنیں باشد عمل
اس نے کہا طلبگار کا یہ کام ہوتا ہے!

طالبِ یزداں و آنگہ عیش و نوش
خدا کا طلبگار، اور پھر عیش اور پینا

بادۂ شیطان و آنگہ تیز ہوش
شیطانی شراب اور پھر ہوش کی تیزی؟!

ہوشِ تو بے مے چنیں پژمردہ است
تیرا ہوش بغیر شراب کے ایسا مرجھایا ہوا ہے

ہوشہا باید براں ہوشِ تو بست
ترے ہوش سے بہت سے ہوش وابستہ کرنے چاہئیں

تا چہ باشد ہوشِ تو ہنگامِ سُکر
پھر نشہ کے وقت تجھے ہوش کہاں ہوگا؟

اے چو مرغے گشتہ صیدِ دامِ سُکر
اے وہ! جو پرندہ کی طرح نشہ کے جال میں ہے

حکایت[2] ضیائے بلخ کہ دراز بالا بود و برادرش شیخ الاسلام
ضیاء، بلخ کا قصہ جو دراز قد تھے اور اُن کے بھائی شیخ الاسلام

تاجِ بلخ بغایت کوتاہ بالا بود و ایں شیخ الاسلام از
تاج بلخ بہت چھوٹے قد کے تھے اور یہ شیخ الاسلام اپنے

برادرش ننگ داشت روزے ضیا در آمد بدرسِ اُو و ہمہ
بھائی سے ذلت محسوس کرتے تھے ایک روز ضیا اُن کے درس میں پہنچ گئے

صدورِ بلخ حاضر بودند بدرسِ اُو ضیا خدمتے کرد و بگذشت
اہل بلخ کے تمام صدور اُن کے درس میں حاضر تھے، ضیا نے حاضری دی اور چل دیئے

شیخ الاسلام نیم قیام کرد سرسری ضیا گفت آرے
شیخ الاسلام معمولی طور پر آدھے کھڑے ہوگئے ضیا نے کہا بیشک آپ

سخت درازی پارہ در دُزد از خود
بہت لمبے ہیں کہ اپنے میں سے ایک حصہ چرا لیا

آں ضیائے بلخ خوش[3] الہام بود
ضیا بلخی خوش طبع تھے

داد را آں تاجِ شیخ اسلام بود
تاج شیخ الاسلام کے بھائی تھے

تاجِ شیخ اسلام دار الملکِ بلخ
دار السلطنت بلخ کے شیخ الاسلام تاج

از برای علم خلقے پیشِ او
علم کی وجہ سے لوگ اُن کے سامنے

گشتہ دائم در ملازم درس جو
ہمیشہ رہتے تھے، صحبت میں درس کے طالب

بود کوتہ قد و کوچک ہمچو فرخ
پست قد اور چوزے کی طرح چھوٹے تھے

---

[1] گفت ایں۔ غلام نے زاہد کے جواب میں کہا کہ یہ شراب امیر اعظم کی ہے، زاہد نے کہا کہ طالب حق کے یہ کام ہوتے ہیں، اس کو تو نا و نوش سے بچنا چاہیئے شیطانی شراب پی کر ہوش کہاں رہتا ہے۔ ہوش۔ انسان بغیر شراب کے بھی غافل ہے جبکہ اسے سیکڑوں ہوش درکار ہیں تو پھر نشہ میں کیا ہوش رہ سکتا ہے نشہ میں تو ایسا ہی پھنستا ہے جس طرح پرند جال میں۔

[2] حکایت۔ یہ بتایا تھا کہ انسان خود ہی بدہوش ہے، شراب پی کر تو اور بدحال ہوگا اس حکایت سے بھی یہی بتایا ہے کہ شیخ الاسلام کا خود قد چھوٹا تھا نیم قد کھڑے ہونے پر اور چھوٹا ہو گیا۔

[3] خوش الہام۔ ظرافت مزاج۔ داد ر۔ برادر۔ ملازم۔ ملازمت۔ دار الملک۔ دار الخلافہ۔ فرخ۔ پرند کا بچہ۔

گرچہ[1] فاضل بُود و فحل و ذوفنون — ایں ضیا اندر ظرافت بُد فزوں
اگرچہ فاضل تھے اور یکتا اور فنون والے — یہ ضیاء مذاق میں بڑھے ہوئے تھے

اُو بسے کوتہ ضیا بے حد دراز — بُود شیخ اسلام را صد کبر و ناز
وہ بہت ٹھگنے، ضیاء بہت لمبے — شیخ الاسلام میں سینکڑوں تکبر اور ناز تھے

زیں برادر عار و ننگش آمدے — آں ضیا ہم واعظے بُد باہُدے
اِن بھائی سے، اُن کو عار اور ذلت آتی — وہ ضیاء بھی باہدایت واعظ تھے

روزِ محفل اندر آمد آں ضیا — بارگہ پُر قاضیان و اصفیا
مجلس کے دن، ضیاء اندر آئے — دربار قاضیوں اور منتخب لوگوں سے بھرا ہوا تھا

کرد شیخ اسلام از کبرِ تمام — ایں برادر را چنیں نصف القیام[2]
شیخ الاسلام نے پورے غرور سے کیا — اس بھائی کے لئے، ایسے ہی آدھا قیام

پس ضیا چوں دید کبر اندر سرش — انفعالے داد حالے در خورش
جب ضیاء نے اُن کے سر میں غرور دیکھا — اُن کے مناسب فوراً اُن کو شرمندہ کیا

گفت آرے بس درازی بہرِ مزد — اندکے زاں قدِ سروت ہم بدزد
انھوں نے کہا، جی ہاں آپ بہت لمبے ہیں مزدوری کیلئے — اپنے سرو جیسے قد سے بھی تھوڑا سا چرا لیں

رجوع بحکایت زاہد با غلامِ امیر
امیر کے غلام کے ساتھ زاہد کی حکایت کی طرف واپسی

پس[3] تُرا خود ہوش کو و عقل کو — تا خوری مے اے تو دانش را عدو
پھر تجھے خود ہوش کہاں اور عقل کہاں ہے ! — تاکہ تو شراب پیئے، اے عقل کے دشمن !

رُوت بس زیباست نیلی ہم بکش — ضحکہ باشد نیل بر رُوی حبش
تیرا چہرہ بہت حسین ہے، نیل بھی لگا لے — حبشی کے چہرے پر نیل مذاق ہوتا ہے

در تو نورے کے درآمد اے غوی — تا تو مے نوشی و ظلمت جو شوی
اے گمراہ ! تیرے اندر نور ہی کب آیا ہے ؟ — کہ تو شراب پیئے اور ظلمت کا طالب بن جائے

سایہ در روز است جستن قاعدہ — در شبِ ابرے تو سایہ جو شدہ
سایہ تلاش کرنے کا قاعدہ، دن میں ہے — تو ابر والی رات میں سایہ کا طالب بنا ہے

گر حلال آمد پئے قوتِ عوام — طالبانِ دوست را آمد حرام
اگر وہ (شراب) عوام کی خوراک کیلئے حلال ہے — دوست کے طلبگاروں کے لئے حرام ہے

[1] گرچہ۔ تاج شیخ الاسلام اگرچہ بڑے صاحبِ علم تھے لیکن ضیاء، خوش طبعی میں اُن سے بڑھے ہوئے تھے۔ آں ضیا۔ ضیا ہدایت یافتہ واعظ تھے، شیخ الاسلام کا اُن کی بھائی بندی سے ذلت محسوس کرنا غیر مناسب تھا۔ اَصفیا، برگزیدہ۔

[2] نصف القیام۔ یعنی تعظیم کے لئے آدھے کھڑے ہوئے۔ پس ضیا۔ چونکہ ضیا کو محسوس ہوا کہ دماغ میں تکبر ہے اس لئے فوراً اُن کو شرمندہ کرنا چاہا۔ بہرِ مزد یعنی لوگوں کو معتقد بنا کر نذرانہ وصول کرنے کے لئے۔ قدِ سروت۔ طنزاً کہا۔

[3] پس تُرا۔ زاہد کے قصے کی طرف رجوع کیا ہے۔ رُوت۔ حسین چہرے پر نظرِ بد سے بچانے کے لئے ماتھے پر نیل لگا دیا جاتا ہے، اب اگر کوئی بدصورت نیل لگائے تو اس کا مزید مذاق بنے گا۔ ضحکہ۔ ہنسی کی چیز۔ گر حلال۔ شراب اگرچہ عوام کی تقویت کیلئے حلال ہے لیکن نفس کی لذت کے لئے حلال چیز بھی پرہیزگاروں کے لئے ممنوع ہوتی ہے۔

عاشقاں را بادہ خونِ دل بُود[1] — چشمِ شاں بر راہ و بر منزل بُود
عاشقوں کی شراب، خونِ دل ہوتا ہے — اُن کی نگاہ، راہ اور منزل پر رہتی ہے

در چنیں راہ و بیابانِ مخوف — اے قلاوزِ خرد با صد کسوف
ایسے راستے اور خوفناک جنگل میں — (اور) اے عقل کے رہنما سینکڑوں گہن میں

خاک در چشمِ قلاوزاں زنی — کارواں را ہالک و گمرہ کنی
تو راہنماؤں کی آنکھ میں دھول جھونکتا ہے — قافلہ کو تباہ اور گمراہ کرتا ہے

نانِ جَو حقّا حرام ست و فسوس — نفس را در پیش نہ نانِ سبوس
جَو کی روٹی (بھی) حرام اور (باعث) افسوس ہے — نفس کے سامنے بھوسی کی روٹی رکھ

دشمنِ راہِ خدا را خوار دار[2] — دزد را منبر منہ بر دار دار
اللہ (تعالیٰ) کے راستہ کے دشمن کو ذلیل کر — چور کے لئے منبر نہ بچھا، سولی پر چڑھا

دزد را تو دست بریدن پسند — از بریدن عاجزی دستش بہ بند
تو چور کے ہاتھ کاٹ ڈالنے کو پسند کر — (اگر) تو کاٹنے سے عاجز ہے اُسکے ہاتھ باندھ دے

گر نہ بندی دستِ اُو دستِ تو بست — گر تو پایش نشکنی پایت شکست
اگر تو اُسکے ہاتھ نہ باندھے گا وہ تیرے ہاتھ باندھ دیگا — اگر تو اُس کا پاؤں نہ توڑے گا وہ تیرا پاؤں توڑ دیگا

تو عدو را مے دہی و نیشکر — بہرِ چہ گو زہر نوش و خاک خور
تو دشمن کو شراب اور گنّا دیتا ہے — کس لئے؟ کہہ دے زہر پیئے اور خاک پھانکے

زد ز غیرت بر سبو سنگ و شکست[3] — اُو سبو انداخت از زاہد بجست
اُسنے غیرت سے ٹھلیا پر پتھر مارا اور توڑ دیا — اُس (غلام) نے (دوسری) ٹھلیا پھینکدی (اور) زاہد سے بھاگ گیا

رفتنِ امیر خشم آلودہ برای گوشمالِ زاہد
امیر کا غصہ میں بھر کر، زاہد کو سزا دینے کے لئے جانا

رفت پیشِ میر و گفتش بادہ کو — ماجرا را گفت یک یک پیشِ اُو
وہ (غلام) امیر کے سامنے پہنچا امیر نے کہا شراب کہاں ہے؟ — اُس نے ایک ایک کرکے اُسکے سامنے قصہ کہہ دیا

میر چوں آتش شد و بر جست راست — گفت بنما خانۂ زاہد کجاست
امیر آگ جیسا ہوگیا اور سیدھا اُٹھا — بولا دکھا، زاہد کا گھر کہاں ہے؟

تا بدیں گرزِ گراں کوبم سرش — آں سرِ بے دانشِ مادر غرش
تاکہ میں اِس بھاری گرز سے اُس کا سر توڑ دوں — وہ سر جو بے عقل، مادر بخطا کا ہے

[1] عاشقاں۔ عاشق شراب کی بجائے خونِ دل پیتے ہیں اور وہ راہ و منزل کی فکر میں لگے رہتے ہیں ان کو عیش پرستی کی فرصت کہاں ہے۔ درچنیں۔ راہِ طریقت، خوفناک راستہ ہے اس میں تو بہت سے حواس کی ضرورت ہے عقل جب شراب کے گہن میں ہو تو کیا راہنمائی کر سکتی ہے۔ .... خاک۔ مدہوش کی عقل کیا راہنمائی کرے گی وہ تو قافلہ کو گمراہ کر دے گی۔ نانِ جو۔ اگر جَو کی روٹی سے بھی حظِ نفس حاصل ہو تو بھوسی کی روٹی کھانی چاہیئے۔

[2] دشمن۔ نفس، راہِ خدا کا دشمن ہے اس کو ہر وقت ذلیل رکھو اس کی عزت نہ کرو، پھانسی پر چڑھا دے۔ دزد۔ چور کا ہاتھ کاٹنا چاہیئے یکن نہ ہو تو ہاتھ باندھ دیئے جائیں۔ گرنہ بندی۔ اگر تو نے چور کو آزاد چھوڑا تو وہ تجھے تباہ کر دے گا۔ بہرچہ۔ اس کو راحت سے کیوں رکھتا ہے۔

[3] زد۔ زاہد کو غیرت آئی اُس نے شراب کی ٹھلیا پر پتھر مارا۔ رفت۔ غلام بھاگا بھاگا امیر کے پاس پہنچا اور اُس نے اُس کو سارا قصہ سُنا دیا۔ مادر غر۔ زانیہ ماں۔

اُو۱؎ چہ داند اَمرِ معرُوف از سَگی — طالبِ معروفی ست و شُہرگی
وہ بھلائی کا حکم کرنا کیا جانے؟ کُتے پن سے — نام آوری اور شہرت کا طالب ہے

تا بدیں سالوسِ خود را جا کُند — تا بچیزے خویشتن پیدا کُند
تاکہ اِس مکر سے اپنی جگہ بنائے — تاکہ کسی ڈھب سے اپنے آپ کو نمایاں کرے

کُو ندارد خود ہنر اِلّا ہماں — کہ تسلّس میکند با این و آں
وہ خود ہنر نہیں رکھتا ہے، بجز اُس کے — کہ ہما شما سے مکاری کرتا ہے

اُو اگر دیوانہ اَست و فتنہ کاو — دارُوئی دیوانہ باشد کیرِ گاوٗ
وہ اگر دیوانہ ہے اور فتنہ انگیز — دیوانہ کی دوا، بیل کا آلۂ تناسل ہے

تا کہ شیطاں از سَرش بیروں رَوَد — بے لَتِ خَربندگاں خَر چوں رَوَد
تاکہ اُس کے سَر سے شیطان باہر نکل جائے — گدھا کمہاروں کی مار کے بغیر کب چلتا ہے!

میر۲؎ بیروں جَست و دَبّوسے بدست — نیم شب آمد بزاہد نیم مست
امیر باہر نکلا، اور گُرز ہاتھ میں تھا — زاہد کے پاس آدھی رات کو اَدھوری مستی میں پہنچا

خواست کُشتن مَردِ زاہد را ز خشم — مَردِ زاہد گشت پنہاں زیرِ پشم
غصہ سے زاہد کو مار ڈالنا چاہا! — زاہد انسان، اُون کے نیچے چھپ گیا

مَردِ زاہد می شنود از میرِ آں — زیرِ پشمِ آں رَسن تاباں نہاں
زاہد انسان، امیر سے وہ سُن رہا تھا — رسّی بٹنے والوں کی اُون کے نیچے چھپا ہوا

گفت دَر رُو گفتنِ زشتیِ مَرد — آئینہ تاند کہ رُو را سخت کرد
بولا انسان کی بُرائی منہ در منہ — آئینہ کر سکتا ہے جس نے منہ کو سخت کر لیا ہے

رُوئے باید آئینہ وار آہنیں — تا ت گوید رُوئے زشتِ خود ببیں
آئینہ جیسا لوہے کا منہ چاہیے — تاکہ تجھ سے کہے کہ اپنا بھدا چہرہ دیکھ

حکایت۳؎ مات کردنِ دلقک سیّد شاہِ ترمذ را
ایک مسخرے کی سیّد شاہِ ترمذ کو مات دینے کی حکایت

شاہ با دلقک ہمی شطرنج باخت — مات کردش، زُود خشمِ شہ بتاخت
بادشاہ نے مسخرے کیساتھ شطرنج کی بازی لگائی — اُس نے اُس (شاہ) کو مات دیدی بادشاہ کا غصہ جلد دوڑ پڑا

گفت شہ شہ واں شہِ کبر آورش — یک یک آں شطرنج میزد بر سرش
اُس نے شہ شہ کہا اور وہ متکبر بادشاہ — شطرنج کا ایک ایک مہرہ اُس کے سر پر مارتا تھا

۱؎ اوچہ۔ امیر نے غصہ سے کہا وہ زاہد خود کتا ہے اُس کو امر بالمعروف سے کیا واسطہ وہ محض شہرت کا طالب ہے۔ جا کند۔ مرتبہ بنائے۔ کو۔ اُس کا ہنر صرف دوسروں سے مکر کرنا ہے۔ فتنہ کاو۔ فتنہ برپا کرنے والا۔ کیر گاو۔ بیل کا عضو تناسل جس کا دُرّہ بنا لیا جاتا تھا۔ بے لت۔ گدھا لاتوں کے بغیر کب چلتا ہے۔

۲؎ میر۔ امیر غصہ میں پاگل ہو رہا تھا۔ دبوس۔ تازیانہ۔ زیر پشم۔ زاہد بھاگ کر اُون کی رسی بانٹنے والوں کی اُون میں چھپ گیا۔ وہاں امیر کی بُری بھلی باتیں سنتا رہا۔ گفت۔ زاہد نے اپنے دل میں کہا کسی کے منہ پر بُرائی کرنے کے لئے آئینہ کا سا لوہے کا چہرہ ہونا چاہیے۔ تاکہ مار کھا سکے۔ آئینہ لوہے سے بنتا تھا۔

۳؎ حکایت۔ اِس حکایت میں یہ بتایا ہے کہ مسخرے نے نمدوں میں چھپ کر بادشاہ کو شُہ شُہ کہا تاکہ چوٹ سے بچ سکے۔ دلقک۔ مسخرہ...... مات کردش۔ مسخرے نے بادشاہ کو ہرا دیا۔ گفت شہ شہ۔ ہارنے والے کی تحقیر کے لئے لفظ شُہ شُہ کہہ دیا جاتا ہے۔ آں شطرنج۔ یعنی شطرنج کے مہرے۔

کہ بگیر اینک شہت اے قلتباں[1] | صبر کرد آں دلقک و گفت الاماں
کہ اے دیوث! لے یہ تیری شہ ہے | اس مسخرے نے صبر کیا اور پناہ چاہی

دستِ دیگر باختن فرمود میر | او چناں لرزاں کہ عور از زمہریر ۲۳
امیر نے دوسری بازی لگانے کو کہا | وہ اس طرح کانپا جیسے کہ ننگا جاڑے سے

باخت دستِ دیگر و شہ مات شد | وقتِ شہ شہ گفتن و میقات شد
اس نے دوسری بازی کھیلی اور بادشاہ کو مات ہو گئی | شہ شہ کہنے کا وقت اور جگہ آ گئی

برجہید آں دلقک و در کنج رفت | شش نمد بر خود فگند از بیم تفت
وہ مسخرا کودا اور گوشہ میں چلا گیا | فوراً خوف سے چھ نمدے اپنے اوپر ڈال لئے

زیرِ بالشہا و زیرِ شش نمد | خفت پنہاں تا ز زخمِ شہ رہد
تکیوں کے نیچے اور چھ نمدوں کے نیچے | چھپ کر لیٹ گیا تاکہ بادشاہ کی مار سے نجات پائے

گفت شہ[2] ہے ہے چہ کردی چیست ایں | گفت شہ شہ شہ شہ اے شاہِ گزیں
بادشاہ نے کہا ہائیں ہائیں تو نے کیا کیا یہ کیا ہے؟ | بولا اے منتخب شاہ! شہ شہ شہ شہ

کے تواں حق گفت جز زیرِ لحاف | با چو تو خشم آورِ آتش سجاف
حق بات لحاف کے نیچے کے علاوہ کب کہی جا سکتی ہے؟ | آپ جیسے غصیلے آگ کے ابترداے کے سامنے

اے تو مات و من ز زخمِ شاہ مات | می زنم شہ شہ ز زیرِ رختہات
آپ ہارے اور میں شاہ کی مار سے ہارا | میں کپڑوں کے نیچے سے آپکو شہ شہ کہتا ہوں

آمدنِ امیر بدر خانہ زاہد و بہ لگد کوفتنِ در
امیر کا زاہد کے دروازے پر آنا اور لاتوں سے دروازے کو پیٹنا

چوں[3] محلہ پر شد از ہیہایِ میر | وز لگد بر در زدن وز دار و گیر
جب امیر کی ہا ہو سے محلہ بھر گیا | دروازے پر لاتیں مارنے سے اور پکڑ دھکڑ سے

خلق بیروں جست زود از چپ و راست | کاے مقدم وقتِ عفوست و رضاست
دائیں اور بائیں سے لوگ باہر نکل آئے | کہ اے پیشرو! معافی اور راضی ہو جانے کا وقت ہے

مغزِ او خشک ست و عقلش ایں زماں | کمترست از عقل و فہمِ کودکاں
اس کا دماغ خشک ہو گیا ہے اور اب اس کی عقل | بچوں کی عقل اور سمجھ سے کم تر ہے

زہد و پیری ضعف بر ضعف آمدہ | و اندراں زہدش کشادے نا شدہ
زہد اور بڑھاپا، کمزوری پر کمزوری آ گئی | اور اس زہد میں اس کو بسط حاصل نہ ہوا

ف۱ کہ بگیر۔ بادشاہ مسخرے کے سر پر شطرنج کے مہرے مارتا تھا اور کہتا تھا کہ لے یہ تیری شہ ہے۔ قلتباں۔ دیوث۔ دستِ دیگر۔ دوسری بازی۔ عور۔ ننگا۔ وقتِ شہ۔ اب مسخرے کے لئے شہ کہنے کا وقت آ گیا۔ برجہید۔ مسخرہ بھاگ کر ایک گوشہ میں چھ نمدے اپنے اوپر ڈال کر لیٹ گیا۔

ف۲ گفت شہ۔ بادشاہ نے دریافت کیا یہ کیا حرکت ہے۔ گفت۔ مسخرے نے کہا شہ شہ کہنے کے لئے نمدوں میں چھپ گیا ہوں۔ کے تواں۔ غصہ ور آدمی سے حق بات لحافوں میں گھس کر ہی کہی جا سکتی ہے ورنہ زخم برداشت کرنے پڑتے ہیں۔

ف۳ چوں محلہ۔ امیر کے شور و غوغا اور زاہد کے کواڑوں پر لاتیں مارنے سے محلہ کے آدمی جمع ہو گئے.... مقدم۔ پیشرو۔ مغز او۔ زاہد کا دماغ خشک ہو گیا ہے ایک تو بڑھاپا پھر زہد جس نے اسکو مزید کمزور کر دیا اور پھر اس پر کشادگی یعنی بسط کی کیفیت طاری نہیں ہوئی ہے۔

رنجِ[1] دیدہ گنج نادیدہ زیار — کارہا کردہ ندیدہ مزدِ کار

اس نے تکلیف برداشت کی، یار کا خزانہ نہ دیکھا — کام کئے، کام کی مزدوری نہ دیکھی

یا نبود آں کار او را خود گہر — یا نیامد وقتِ پاداش از قدر

یا تو اس کے کام میں خود جوہر نہ تھا — یا تقدیر (خداوندی) سے بدلے کا وقت نہیں آیا ہے

یا کہ بود آں سعی چوں سعیِ جہود — یا جزا وابستۂ میقات بود

یا اس کی کوشش، یہود کی کوشش کی طرح تھی — یا بدلہ، وقتِ مقررہ سے وابستہ تھا

مر ورا درد و مصیبت ایں بس است — کاندریں وادیِ پرخوں بیکس است

اس کے لئے یہ درد اور مصیبت کافی ہے — کہ وہ اس خوفناک وادی میں بیکس ہے

چشمِ[2] پُر درد و نشستہ او بہ کنج — رو ترش کردہ فرو افگندہ لنج

آنکھ درد سے پُر ہے اور وہ گوشہ نشین ہے — منہ بنائے ہوئے ہے ہونٹ لٹکائے ہوئے ہے

نے یکے کحال کو را غم خورد — نیش عقلے کو بہ کحلے پے برد

نہ کوئی آنکھوں کا معالج ہے کہ اس کی فکر کرے — نہ اس کو عقل ہے، کہ وہ سرمہ کی تلاش کرے

اجتہادے میکند با وہم و ظن — کار در بوک است تا نیکو شدن

وہم اور گمان کے ساتھ کوشش کر رہا ہے — معاملہ ٹھیک ہونے تک "وہ وہم میں ہے

زاں رہش دور است تا دیدارِ دوست — کہ نماندش مغزِ سر از عشقِ پوست

اسی لئے دوست کے دیدار تک کا راستہ اسکے لئے دور ہے — کیونکہ چھلکے کے عشق سے اسکے سر میں گودا نہیں رہا

ساعتے او با خدا اندر عتاب — کہ نصیبم رنج آمد زیں جناب

کسی وقت وہ خدا سے غصہ میں ہے — کہ اس درگاہ سے مجھے غم کا حصہ ملا ہے

ساعتے[3] با بختِ خود اندر جدال — کہ ہمہ پرّاں و ما بریدہ بال

کسی وقت اپنے مقدر سے لڑائی میں ہے — کہ سب پرواز میں ہیں اور ہم بال کٹے ہیں

ہر کہ محبوس است اندر بو و رنگ — گرچہ در زہد است باشد خوش تنگ

جو شخص بو اور رنگ میں مقید ہے — اگرچہ وہ زہد میں ہے، بہت تنگ ہوگا

تا بروں نآید ازیں تنگیں مناخ — کے شود خویش خوش و صدرش فراخ

جب تک وہ اس تنگ پڑاؤ سے باہر نہ نکلے — اس کی عادت بھلی اور اس کا سینہ فراخ کب ہوگا؟

زاہداں را در خلا پیش از کشاد — تیغ و استرہ نشاید ہیچ داد

(اسی لئے)، زاہدوں کو بسط سے پہلے تنہائی میں — تلوار اور استرہ کبھی نہ دینا چاہیے

---

[1] رنج۔ بڑے تکلیف اٹھائیں اور ابھی تک کچھ نفع نہ پایا ہے محنت کی ہے اور ابھی تک کوئی مزدوری نہیں ملی ہے۔ خود گہر یعنی اس کی عبادت میں خلوص نہ تھا... یا نیامد۔ یا عبادت تو مقبول ہوئی ہے اور اجر کا وقت نہیں آیا ہے۔ سعیِ جہود۔ یہود کی عبادت بیکار ہے۔ مر ورا۔ اس زاہد کو تو اپنی ہی مصیبتیں کافی ہیں آپ اور کیوں مصیبت میں ڈالتے ہیں۔ وادیِ پرخون۔ راہِ عشق۔

[2] چشم۔ وہ مایوسی کی حالت میں گوشہ نشین ہے۔ لنج۔ ہونٹ۔ کحال۔ معالجِ چشم۔ بوک۔ بُود کہ "ہو سکتا ہے کہ" یہ کسی معاملہ میں شک کی صورت میں کہا جاتا ہے۔ زاں رہ چونکہ ابھی اس کا اپنی ہستی سے تعلق ہے اسی لئے مشاہدہ کی منزل اس سے دور ہے۔ ساعتے۔ وہ کسی وقت تو خدا سے بھی لڑنے لگتا ہے۔

[3] ساعتے۔ کسی وقت خود اپنے آپ کو برا بھلا کہنے لگتا ہے۔ ہر کہ جسمیں خودی باقی ہے خواہ وہ زاہد ہی کیوں نہ ہو وہ تنگی میں رہتا ہے۔ تا بروں۔ جب تک خودی کے تنگ راستے کو فنا نہ کریگا اسکو بسط کی کیفیت حاصل نہ ہوگی۔ زاہداں۔ بسط کی کیفیت طاری ہونے سے پہلے قبض کی حالت میں بسا اوقات سالک خود کو ہلاک کر ڈالتا ہے لہذا اسکو تنہائی میں کبھی تلوار و استرہ نہ دینا چاہئے۔

کز ضجر[1] خود را بدراند شکم — غصۂ آں بے مرادیہا و غم

کیونکہ تنگدلی کی وجہ سے وہ اپنا پیٹ پھاڑیگا — اُن ناکامیوں کے غصہ اور غم (سے)

بے مرادی ہای ایں دنیا خوش ست — با مرادی تند خوی و سرکش ست

اس دنیا کی نامرادیاں بھلی ہیں — مرادمندی، بدمزاج اور سرکش ہے

انداختن مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام خود را از کوہِ حرا از وحشت و دیر نمودنِ دیدار و نمودنِ جبرئیل علیہ السلام خود را بوے کہ میندار کہ ترا دولتہا و سعادتہا در پیش ست

آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دیدار میں تاخیر ہونے کی وجہ سے اپنے آپ کو حرا پہاڑ پر سے گرا دینے کا ارادہ کرنا اور جبرئیل علیہ السلام کا اپنے آپ کو اُن پر ظاہر کرنا کہ نہ گرایئے کیونکہ آپ کو دولتیں اور سعادتیں درپیش ہیں۔

مصطفیٰ را ہجر[2] چوں بفراختے — خویش را از کوہ می انداختے

(حضرت) مصطفیٰ ؐ پر جب فراق غلبہ پاتا — اپنے آپ کو پہاڑ سے گرانے کا ارادہ کرتے

تا بگفتے جبرئیلش ہیں مکن — کہ ترا بس دولت ست از امرِ کُن

حتیٰ کہ اُن کو جبرئیل ؑ کہتے خبردار! یہ نہ کیجئے — کیونکہ امرِ کُن کی وجہ سے آپ کے لئے بہت دولتیں ہیں

مصطفیٰ ساکن شدے ز انداختن — باز ہجراں آوریدے تاختن

(حضرت) مصطفیٰ ؐ گرانے سے رُک جاتے — پھر، فراق حملہ کرتا

باز خود را سرنگوں از کوہ او — میفگندے از غم و اندوہ او

پھر خود کو وہ پہاڑ سے اوندھا — غم اور رنج کی وجہ سے گرانے کا ارادہ کرتے

باز خود پیدا شدے آں جبرئیل — کہ مکن ایں اے تو شاہِ بے بدیل

پھر وہ جبرئیل ؑ خود رونما ہوتے — کہ اے بے مثال شاہ! یہ نہ کیجئے

ہمچنیں[3] می بود تا کشفِ حجیب — تا بیابید آں گہر را او ز جیب

پردہ کھلنے تک یہی ہوتا رہتا — یہانتک کہ انھوں نے جیب میں سے وہ موتی پایا

بہرِ ہر محنت چو خود را می کُشند — اصلِ محنتہاست ایں چونش کشند

جبکہ ہر مصیبت کی وجہ سے اپنے آپکو مار ڈالتے ہیں — یہ مصیبتوں کی جڑ ہے اُسکو کیسے برداشت کریں؟

از فدائی مرد ماں را حیرتیست — ہر یکے از ما فدائے سیرتیست

قربان ہونے پر لوگوں کو حیرت ہے — (حالانکہ) ہم میں سے ہر ایک ایک خصلت پر قربان ہے

---

[1] کز ضجر۔ قبض کی حالت میں اس قدر دل تنگ ہوتا ہے کہ اپنی نامرادی کے رنج میں سالک اپنے آپ کو ہلاک کر دیتا ہے۔ مرادی۔ دنیا کی ناکامی انسان کے لئے بہتر ہے۔ بامراد، بدمزاج اور سرکش ہو جاتا ہے۔ انداختن آنحضورؐ سے جب وحی کا انقطاع ہوا تو قبض کی ایک کیفیت ہوئی آنحضورؐ نے کئی بار اپنے آپ کو پہاڑ پر سے گرا دینے کا ارادہ کیا حضرت جبرئیل ؑ آکر تسلی دیتے تھے تب آپ کو سکون ہوتا تھا۔

[2] ہجر۔ یعنی قبض کی کیفیت جو مزید مشاہدہ نہ ہونے سے پیدا ہوئی تھی ورنہ ذاتِ اقدس کو ایک گونہ مشاہدہ ہر وقت حاصل تھا۔ امرِ کُن۔ یعنی اللہ کے حکم سے۔ بے بدیل۔ بےنظیر۔

[3] ہمچنیں۔ آنحضورؐ پر جب تک مزید مشاہدہ کا پردہ نہ ہٹ جاتا اور گوہرِ مقصود جیب میں سے نہ پالیتے۔ یہی کیفیت رہتی۔ بہرِ ہر محنت۔ انسان دنیا کی مصیبت کی وجہ سے اپنے آپکو ہلاک کر ڈالتا ہے قبض کی یہ کیفیت تو تمام مصائب کی جڑ ہے۔ از فدائی۔ انبیا اور بزرگ جو راہِ حق میں فدا ہوتے ہیں اُس پر لوگوں کو تعجب آتا ہے حالانکہ ہر انسان اُس سیرت پر جان دیتا ہے جو اُس کی ہے۔

ای خنک آنکو فدا کردست تن[1] — بہر آں کارزد فدای آں شدن

وہ قابلِ مبارکباد ہے جس نے جسم کو قربان کر دیا — اس کام پر جو قربان ہوجانے کے لائق ہے

مردِ حق بارے فدای ایں فن ست — کاندر و صد زندگی در کشتن ست

بہرحال مردِ خدا اس فن پر قربان ہے — جس میں فنا ہوجانے میں سینکڑوں زندگیاں ہیں

عاشق و معشوق و عشقش بر دوام — در دو عالم بہرہ مند و نیکنام

عاشق اور معشوق اور اس کا عشق ہمیشہ — دونوں جہان میں نصیبہ ور اور نیکنام ہیں

در جہاں ہر کس فدای آں فنے ست — کاندراں رہ صرفِ عمر و کشتنے ست

دنیا میں ہر شخص اس فن پر قربان ہے — کہ اس راہ میں عمر کا خرچ ہونا اور مرجانا ہے

کشتنی اندر غروبی یا شروق — کہ نہ شائق ماند آنجا نے مشوق

غروبی یا شروق میں مرجانا (بجا ہے) — کیونکہ وہاں نہ عاشق رہتا ہے، نہ معشوق

یا کرامی ارحموا[2] اہل الہوی — شاہُمُ وِردُ التّوی بعد التّوی

اے میرے مہربانو! اہلِ عشق پر رحم کرو — انکی حالت ہلاکت کے بعد، ہلاکت کے گھاٹ پر اترنا ہے

عفو کن اے میر بر سختیِ او — در نگر در درد و بدبختیِ او

اے امیر! اس کی سختی کو معاف کر دے — اس کے درد اور بدبختی پر نظر کر

تا ز جرمت ہم خدا عفوے کند — زلّتت را مغفرت در آگند

تاکہ خدا تیری خطا بھی معاف کر دے — تیری لغزش کو معافی سے بھر دے

تو ز غفلت[3] بس سبو بشکستۂ — بر امیدِ عفو دل در بستۂ

تو نے غفلت سے بہت سی ٹھلیاں توڑی ہیں — معافی کی امید سے دل وابستہ کیا ہے

عفو کن تا عفو یابی در جزا — می شگافد مو قدر اندر سزا

معاف کر تاکہ بدلے میں تو معافی حاصل کرے — تقدیر (خداوندی) سزا میں موشگافی کرتی ہے

مو شگافانِ قدر را ہوش دار — قصۂ ما را تو نیکو گوش دار

تقدیر (خداوندی) کے نکتہ چینوں کیلئے ہوش کر — تو ہمارے قصہ کو اچھی طرح سن لے

باز بشنو قصۂ میراں دگر — تا بیابی زیں حکایت صد خبر

پھر دوسرے امیروں کا قصہ سن لے — تاکہ تجھے اس قصہ سے سینکڑوں خبریں حاصل ہوں

وَمَن یَّعمَل مِثقَالَ ذَرَّۃٍ شَرًّا یَّرَہٗ یعنی جو ایک ذرہ خیر کرے گا اس کو دیکھے گا اور جو ایک ذرہ شر کرے گا اس کو دیکھے گا۔ باز بشنو۔ دوسرے ظالم امیروں کے انجام کے قصے سن کر عبرت حاصل کرے۔

---

[1] اے خنک۔ راہِ حق میں فنا ہوجانا قابلِ مبارکباد ہے۔ یہ راہِ حق اس کے سزاوار ہے کہ جسم بر قربان ہوجانا چاہیئے... مردِ حق۔ اس راستہ پر قربان ہونے سے سیکڑوں زندگیاں حاصل ہوتی ہیں۔ معشوق یعنی حق تعالٰے۔ در جہاں۔ دنیا میں ہر شخص کسی نہ کسی مشغلہ پر ایسا فریفتہ ہوتا ہے جس میں عمر صرف کر دیتا ہے اور اپنے آپ کو فنا کر دیتا ہے۔ سب سے بہتر یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو غروبی یعنی ہجرِ حق میں فنا کر دے یا وصل میں فنا کر دے۔ وصل میں فنا کر دیگا تو نہ پھر عاشق باقی ہے نہ معشوق یعنی ذاتِ باری معشوق کی حیثیت سے باقی نہ رہیگی مجرد ذاتِ حق باقی رہیگی۔ غروبی یعنی ہجر۔ شروق۔ یعنی حالتِ مشاہدہ۔

[2] اہل الہوی۔ محبت کرنے والے عاشق۔ شاہُم۔ عاشق پر محویت طاری رہتی ہے اور وہ ہر آن فنا ہوتا رہتا ہے... عفو کن۔ محلہ والوں نے زاہد پر غضبناک امیر سے کہا۔ در نگر۔ وہ خود بدبختی میں مبتلا ہے تو مگر اور کیا سزا دیتا ہے۔ تا ز جرمت۔ حدیث شریف ہے اِرحَمُوا مَن فِی الاَرضِ یَرحَمکُم مَن فِی السَّمَآءِ۔ تم زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔

[3] تو ز غفلت۔ یعنی تو نے بھی غفلت سے بہت سے قصور کئے ہیں۔ می شگافد یعنی یَّعمَل مِثقَالَ ذَرَّۃٍ خَیرًا یَّرَہٗ

جوابِ گفتنِ امیر مر آں شفیعانِ زاہد را کہ گستاخی چرا کرد او

امیر کا اُن زاہد کے سفارشیوں کو جواب دینا کہ اُس نے گستاخی کیوں کی؟

سُبوی ما را چرا بشکست من دریں باب شفاعت قبول نخواہم کرد کہ سوگند خوردہ ام کہ سزای اُو بدہم

اور ہماری ٹھلیا کیوں توڑی؟ میں اِس سلسلے میں سفارش قبول نہ کروں گا کیوں کہ میں نے قسم کھائی ہے، کہ اُس کو سزا دوں گا

میر[1] گفت آں کیست تا سنگے زند — بر سبوی ما سبو را بشکند

امیر نے کہا وہ کون ہوتا ہے، کہ پتھر مارے — ہماری ٹھلیا پر، ٹھلیا کو پھوڑ دے؟

چوں گذر سازد ز کویم شیرِ نر — ترس ترساں بگذرد با صد حذر

جب میرے کوچہ سے نر شیر گذرتا ہے — سینکڑوں بچاؤ کے ساتھ ڈرتا ڈرتا گذرتا ہے

بلکہ بگذارد ز ہیبت پنجہ را — مور گردد پیشِ قہرم اژدہا

بلکہ خوف سے پنجہ کو چھوڑ بھاگتا ہے — اژدھا میرے غصہ کے سامنے چیونٹی بنجاتا ہے

بندۂ ما را چرا آزرد دل — کرد ما را پیشِ مہماناں خجل

اُس نے ہمارے غلام کا دل کیوں دُکھایا؟ — اُس نے ہمیں مہمانوں کے سامنے شرمندہ کیا

شربتے[2] کاں بہ ز خونِ اوست ریخت — ایں زماں ہمچوں زناں از ما گریخت

وہ شراب جو اُس کے خون سے بہتر تھی اُس نے بہادی — اب عورتوں کی طرح ہم سے بھاگ گیا

لیک جاں از دستِ من اُو کے برد — گرچہ ہمچوں مُرغ بر بالا پرد

لیکن وہ میرے ہاتھ سے جان کہاں بچا سکے گا؟ — اگرچہ پرندے کی طرح اوپر کو اُڑ جائے

تیرِ قہرِ خویش بر پرش زنم — پر و بالِ مُردہ ریگش بر کنم

میں اپنے قہر کا تیر اُس کے پروں پر ماروں گا — اُس کے ورثہ کے بال اور پَر نوچ دوں گا

ور شود چوں ماہی اندر آب در — از نہیبِ من شود زیر و زبر

اگر وہ مچھلی کی طرح پانی میں گُھس جائے — میرے خوف سے تہ و بالا ہو جائے گا

جاں[3] نخواہد بُرد از شمشیرِ من — ور کند صد حیلہ و تدبیر و فن

وہ میری تلوار سے جان نہ بچا سکے گا — خواہ سینکڑوں حیلے اور تدبیر اور فن کرے

گر رود در سنگِ سخت از کوششم — از دلِ سنگش کنوں بیروں کشم

اگر وہ میری کوشش سے بچ کر سخت پتھر میں گُھس جائے گا — اُس کو پتھر کے اندر سے، باہر نکال لوں گا

---

[1] میر گفت۔ سفارشیوں کے جواب میں امیر نے کہا کہ اُس زاہد کی کیسے ہمت ہوئی کہ میری ٹھلیا پھوڑی، میری گلی سے نر شیر بھی گذرتا ہے تو ڈرتا ہوا گذرتا ہے بلکہ خوف سے اپنے پنجے چھوڑ بھاگتا ہے، میرے سامنے اژدھا بھی چیونٹی بن جاتا ہے۔ بندہ۔ اُس نے میرے غلام کو ستایا مجھے مہمانوں کے سامنے شرمندہ کیا۔

[2] شربت۔ ایسی قیمتی شراب بہادی جو اُسکے خون سے بھی زیادہ قیمت کی تھی اور اب ڈر کر عورتوں کی طرح گھر میں گھس گیا۔ لیک۔ لیکن یہ میرے ہاتھ سے بچ سکیگا اگر یہ پرندہ بن کر اڑے گا تو بھی تیر چلا کر ہلاک کر دونگا۔ ور شود۔ اگر مچھلی بن کر پانی میں گھسے گا میرا قہر وہاں بھی اُس کو تہ و بالا کر دے گا۔

[3] جاں نخواہد۔ وہ خواہ کوئی تدبیر کرے مجھ سے جان نہ بچا سکے گا۔ گر رود۔ اگر وہ پتھر کے دل میں گھسے گا میں اُس کو وہاں سے بھی نکال لاؤں گا۔

مَن بَرانَم بَر تنِ اُو ضَربتے[1] | کہ بُوَد مَر دیگراں را عبرتے
میں اُس کے جسم پر ایسی ضرب لگاؤں گا | جو دوسروں کے لئے باعثِ عبرت ہوگی

کارِ اُو سالُوس و زَرق و حیلت ست | لیک مقصودش بیانِ شہرت ست
اُس کا کام مکر اور فریب اور حیلہ ہے | لیکن اُس کا مقصد شہرت ظاہر کرنا ہے

با ہمہ سالوس و با ما نیز ہم | دادِ اُو و صد چو اُو ایں دَم دہم
سب کے ساتھ مکر اور ہمارے ساتھ بھی | میں اُس کا اور اُس جیسے سینکڑوں کا ابھی انصاف کرونگا

بر سرش چنداں زنم گُرزِ گراں | کز تنش بیروں رَوَد جان و رَواں
بھاری گرز اُس کے سر پر اِتنے ماروں گا | کہ اُس کے جسم سے روح اور جان باہر نکل پڑے

خشمِ خونخوارش شُدہ بد سرکشے | از دہانش می بَرآمد آتشے
اُس (امیر) کا خونخوار غصّہ بے قابو ہو گیا تھا | اُس کے مُنھ سے آگ نکل رہی تھی

دوم بار دست و پائے امیر را بوسہ دادن و لابہ کردنِ شفیعان و ہمسایگانِ زاہد

اُس زاہد کے پڑوسیوں اور سفارشیوں کا امیر کے ہاتھ پاؤں کو دوبارہ بوسہ دینا اور خوشامد کرنا

آں شفیعاں[2] از دَم وہیہایِ اُو | چند بُوسیدند دست و پایِ اُو
اُن سفارشیوں نے اُسکے شور و غوغا اور دعوے کی وجہ سے | اُس کے ہاتھ پاؤں بہت چومے

کاے امیر از تو نشاید کیں کشی | گر شُد بادہ تو بے بادہ خوشی
کہ اے امیر بدلہ لینا آپ کے مناسب نہیں ہے | اگر شراب جاتی رہی تو آپ بغیر شراب کے اچھے ہیں

بادہ سَرمایہ ز لُطفِ تو بَرد | لُطفِ آب از لُطفِ تو حسرت خورد
شراب آپکے سرور سے سرمایہ حاصل کرتی ہے | پانی کا لُطف آپ کے لُطف پر حسرت کرتا ہے

بادشاہی کُن بہ بخشش اے رحیم | اے کریم ابنُ الکریم ابنُ الکریم
اے رحم کرنیوالے! بادشاہی کر اُسکو بخش دے | اے داتا! داتا کے بیٹے، داتا کے پوتے

ہر شرابے[3] بندۂ ایں قدّ و خد | جُملہ مستاں را بُوَد بر تو حسد
ہر شراب اس قد اور رُخسار کی غلام ہے | تمام مستوں کو آپ پر حسد ہے

ہیچ محتاجِ مَے گلگُوں نۂ | ترک کُن گلگونہ تو گلگونۂ
تو کسی گلابی شراب کا محتاج نہیں ہے | تو گُلگوں کو چھوڑ، تو خود گُلگوں ہے

---

[1] ضربتے۔ مار۔ کہ بُوَد۔ اُس کا پٹنا دیکھ کر دوسرے عبرت حاصل کریں گے اور کسی کو ایسی گستاخی کی جرأت نہ ہوگی۔ کارِ اُو۔ اُس زاہد کا کام مکاری اور حیلہ بازی ہے اس طریقہ اُس نے اپنی شہرت کی تلاش کیا ہے سب سے تو مکر کرتا تھا مجھ سے بھی اُس نے مکاری برتی اب اُس کو اور اُس جیسے سینکڑوں کو سزا دونگا۔ خشمِ۔ اُس امیر کو اس قدر غصہ آیا تھا کہ اُس کے مُنھ سے آگ کے شُعلے نکل رہے تھے۔

[2] آں شفیعاں۔ سفارشیوں نے دوبارہ اُس امیر کے ہاتھ پاؤں خوب چومے۔ کیں کشی۔ بدلہ لینا۔ گر شُد۔ یعنی اگر آپ کی شراب ضائع ہو گئی ہے تو کیا مضائقہ ہے، آپ بغیر شراب کے بھی خوب بھلے ہیں۔ بادہ۔ شراب تو آپ کے سرور سے فیضیاب ہے اور پانی کی پاکیزگی آپ کی پاکیزگی کے سامنے ہیچ ہے۔

[3] ہر شرابے۔ آپ کا قد اور رُخسار بغیر شراب کے حسین اور خوبصورت ہے اور آپ میں بغیر شراب کے وہ مستی ہے کہ مست اُس پر حسد کرتے ہیں۔ ہیچ۔ آپ کا رنگ خود گلگوں ہے آپ کو گلگوں شراب کی اور گلاں کی کیا ضرورت ہے۔

اے رُخِ چوں زُہرہ ات شمسُ الضُّحیٰ [1] — اے گدای رنگِ تو گلگونہا
تیرا زہرہ جیسا رُخ دن چڑھے کا سورج ہے — گال تیرے رنگ کے بھکاری ہیں

بادہ کاندر خُم ہمی جوشد نہاں — زاشتیاقِ رُوی تو جوشد چُناں
چھپی ہوئی شراب جو مٹکے میں جوش مار رہی ہے — تیرے چہرے کے شوق میں اس طرح جوش مار رہی ہے

اے ہمہ دریا چہ خواہی کرد نم — وے ہمہ ہستی چہ می جوئی عدم
اے مجسم دریا! تو شبنم کا کیا کرے گا؟ — اے مجسم ہستی! تو عدم کا جویاں کیوں ہے؟

اے مہِ تاباں چہ خواہی گرد کرد — اے کہ خور در پیشِ رُویت رُوی زرد
اے چمکدار چاند! تو گرد کا کیا کرے گا؟ — اے وہ کہ تیرے چہرے کے سامنے سورج کا چہرہ زرد ہے

تو خوشی و خوب و کانِ ہر خوشی — تو چرا خود منّتِ بادہ کشی
تو بھلا ہے اور خوبصورت اور تو ہر بھلائی کی کان ہے — تو کیوں شراب کا احسان لیتا ہے؟

تاجِ کرّمناست [2] بر فرقِ سرت — طوقِ اَعطیناکَ آویزِ برت
تیرے سر پر "ہم نے مکرم بنایا" کا تاج ہے — "ہم نے آپ کو دیا" کا ہار تیرے سینے کا آویزہ ہے

جوہرست انسان و چرخ او را عَرَض — جملہ فرع و سایہ اند و او غرض
انسان جوہر ہے اور آسمان اُس کا عرض ہے — سب سایہ اور فرع ہیں اور وہ مقصود ہے

اے غلامت عقل و تدبیرات و ہوش — چوں چنینی خویش را ارزاں فروش
اے وہ کہ عقل اور تدبیریں اور ہوش تیرے غلام ہیں — تو اپنے آپ کو اتنا سستا بیچنے والا کیوں ہے؟

خدمتت [3] بر جملہ ہستی مفترض — جوہرے چوں مُزد خواہد از عَرَض
تمام موجودات پر تیری خدمت فرض ہے — جوہر، عرض سے کیسے مزدوری چاہے گا؟

عِلم جوئی از کتبہا اے فسوس — ذوق جوئی تو ز حلوای سبوس
اے افسوس، تو کتابوں سے علم حاصل کرتا ہے — تو بھوسی کے حلوے سے لطف حاصل کرتا ہے

بحرِ علمی در نمے پنہاں شدہ — در سہ گز تن عالمے حیراں شدہ
تو قطرے میں چھپا ہوا علم کا سمندر ہے — تین گز کے جسم میں، عالم حیران ہو گیا ہے

مے چہ باشد یا جماع و یا سماع — تا بجوئی زو نشاط و انتفاع
شراب، یا جماع، یا سماع کیا ہوتا ہے؟ — کہ تو اُس سے نشاط اور نفع اندوزی چاہتا ہے

---

[1] مے - جبکہ آپ کا رُخ خود منور ہے اور گال آپ کے رنگ کا محتاج ہے تو آپ کو شراب درکار ہے نہ گال۔ بادہ - شراب میں جو جوش ہے وہ آپ کے چہرے کے شوق کی وجہ سے ہے۔ اے ہمہ - سمندر کو قطرے کی کیا ضرورت ہے۔ ہستی - آپ مجسم وجود ہیں زاہد کو معدوم کر کے کیا کریں گے۔ تو خوشی - آپ خود مجسم خوشی ہیں شراب سے خوشی حاصل کر کے کیا کریں گے۔

[2] تاجِ کرّمنا - کائنات پر انسانی فضیلت کے بیان میں قرآن پاک میں ہے وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْ آدَمَ • اور البتہ ہم نے آدم کی اولاد کو عزت بخشی ہے۔ قرآنِ پاک میں ہے اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ • بیشک ہم نے آپ کو کوثر عطا کی ہے۔ اگرچہ یہ آنحضورؐ کی خصوصیت ہے لیکن یہ فضیلت آنحضورؐ کو انسان کامل ہونے کی وجہ سے حاصل ہوئی ہے۔ بر - سینہ، بغل۔ جوہر است - انسان بمنزلہ جوہر کے ہے اور تمام کائنات بمنزلہ عرض کے ہے قرآنِ پاک میں ہے خَلَقَ لَکُمْ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا • جو کچھ زمین میں ہے وہ تمہارے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ چوں چنینی - جبکہ انسان کے یہ فضائل ہیں تو اس کو اپنے آپ کو رائیگاں نہ کرنا چاہیے۔

[3] خدمتت - کائنات انسان کی خدمتگار ہے۔ قم۔

انسان کو علم لدنی حاصل کرنا چاہیے۔ حلوای سبوس - یعنی گھٹیا چیز۔ بحرِ علمی - انسان علم کا سمندر ہے اُس کو معمولی علوم میں منہمک نہ ہونا چاہیے۔ نم - قطرہ۔ در سہ - صوفیاء کے نزدیک انسان عالم اکبر ہے۔ مے چہ باشد - دنیاوی لذتیں فانی ہیں۔ انتفاع - نفع حاصل کرنا۔

آفتابے[۱] از ذرہ کے شُد وام خواہ — زُہرہ از خمرہ کے شُد کام خواہ

سورج، ذرے سے قرض مانگنے والا کب بنا ہے؟ — زُہرہ، انگائیے سے کب مقصد کا خواہاں ہوا ہے؟

جانِ بے کیفے شُدہ محبوسِ کیف — آفتابے حبسِ عُقدہ اینت حیف

بے کیف جان، کیف میں مقید ہو گئی — سورج عُقدہ میں پھنس گیا، یہ افسوس ہے

باز جواب گفتنِ امیر مر شفیعاں را

امیر کا سفارشیوں کو پھر جواب دینا

گفت نے نے من حریفِ آں مَیَم — من بذوقِ ایں خوشی قانع نِیَم

اُس نے کہا نہیں نہیں، میں اُس شراب کا دوست ہوں — میں اِس خوشی کے ذوق پر قانع نہیں ہوں

وارہیدہ از ہمہ خوف و اُمید — کژ ہمی گردم بہر سُو ہمچو بید

میں سب خوفوں اور امیدوں سے نجات پائے ہوئے ہوں — بید کی طرح ہر جانب کو جھومتا ہوں

منِ[۲] چناں خواہم کہ ہمچوں یاسمیں — کژ شوم گاہے چناں گاہے چنیں

میں ایسا چاہتا ہوں، کہ یاسمین کی طرح — جھوموں، کبھی یوں کبھی یوں

ہمچو شاخِ بید گرداں چپ و راست — کہ ز بادش گونہ گونہ رقصہاست

بائیں اور دائیں جانب کو بید کی شاخ کی طرح جھومتا ہوں — جس کی ہوا کی وجہ سے طرح طرح کے رقص ہیں

آنکہ خُو کرد ست با شادیِ مَے — ایں خوشی را کے پسند خواجہ کے

جس نے شراب (معرفت) کی خوشی کی عادت ڈال لی ہو — اِس خوشی کو کب پسند کرتا ہے؟ اے صاحب!

انبیاز اں زیں خوشی بیروں شُدند — کہ سرشتہ در خوشیِ حق بُدند

انبیاء اِس خوشی سے اسی لئے علیحدہ ہو گئے — کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی خوشی میں گندھے ہوئے تھے

زانکہ جانِ شاں آں[۳] خوشی را دیدہ بُود — ایں خوشیہا پیشِ شاں بازی نمود

کیونکہ اُن کی جان نے اُس خوشی کو دیکھا ہے — یہ خوشیاں اُن کے لئے کھیل نظر آتی ہیں

ہر کہ را نورِ حقیقی رُو نمود — کے شود قانع بتاریکی و دُود

جس کے لئے حقیقی نور نمودار ہو گیا ہو — وہ اندھیرے اور دھوئیں پر کب قناعت کرتا ہے؟

وانکہ در جوعِ اُو طعام اللہ خورد — کے زنان و شوربا حسرت برد

اور جو شخص بھوک میں خدا کا کھانا کھائے — وہ روٹی اور شوربے کی تمنا کب کرتا ہے؟

وانکہ باشد خفتہ اندر گلستاں — میلِ گلخن کے کند چوں ابلہاں

اور جو شخص گلستان میں سویا ہوا ہو — وہ بیوقوفوں کی طرح بھٹی کی خواہش کب کرتا ہے؟

---

۱ آفتاب۔ انسان آفتاب ہے اور کائنات ذرات ہے۔ زُہرہ۔ یہ ستارہ خود چمکدار ہے۔ جاں۔ روح مجردہ کم اور کیف سے منزہ ہے۔ عُقدہ۔ وہ برج جس میں پہنچ کر سورج گہن میں آجاتا ہے۔ گفت۔ امیر نے کہا میں اُس شراب کا دوست نہیں ہوں بلکہ میں شرابِ معرفت کا دوست ہوں۔ بید۔ بید کا درخت پابند نہیں ہے ہر طرف کو جھومتا ہے

۲ من چناں۔ میں ہر طرح سے آزاد ہوں۔ آنکہ۔ جس کو معنوی شراب حاصل ہو گئی وہ اس شراب سے مستی کیوں حاصل کریگا۔ انبیا۔ انبیاء کو معنوی شراب حاصل ہے اُن کی فطرت میں اللہ سے محبت کرنا ہے۔

۳ آں خوشی۔ اللہ کی خوشی۔ ایں خوشیہا۔ ظاہری خوشیاں۔ ہر کہ۔ حقیقی نور کے بالمقابل ہر چیز تاریک ہے۔ وانکہ۔ حدیث شریف ہے۔ اَلْجُوْعُ طَعَامُ اللّٰہِ یُرْزَقُ بِہٖ الصَّادِقِیْنَ "بھوک اللہ کا کھانا ہے جس کے ذریعہ سچوں کو رزق دیتا ہے۔" گلستان۔ اللہ کی خوشی۔ گلخن۔ بھٹی یعنی ظاہری خوشی۔

چوں کند مستسقی از آب اجتناب — چوں کند مخمور دوری از شراب
استسقا کا مریض پانی سے کیسے پرہیز کرے؟ — شرابی، شراب سے کیسے دور ہو؟

سیر نبود ہیچ عاشق از حبیب — صبر نکند ہیچ رنجور از طبیب
عاشق، معشوق سے کبھی سیر نہیں ہوتا ہے — کوئی بیمار، طبیب سے صبر نہیں کرتا ہے

با بتِ[2] زندہ کسے چوں گشت یار — مردہ را چوں در کشد اندر کنار
جو شخص زندہ معشوق کا دوست ہوگیا ہو — وہ مُردے سے بغل گیر کب ہوگا؟

مردہ را کس در کنار آرد مگر — کو ندارد در جہاں از دل خبر
ہاں، مُردے کو وہ بغل میں لے گا — جس کو دنیا میں دل کا پتہ نہ چلے

تفسیر ایں آیہ کہ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَۃَ لَھِیَ الْحَیَوَانُ لَوْ کَانُوْا یَعْلَمُوْنَ

اِس آیت کی تفسیر کہ اور بیشک آخرت کا گھر وہی زندہ ہے کاش وہ جان لیتے

کہ در و دیوار و عرصہ آں عالم و آب و کوزہ و میوہ و درخت
کیونکہ اُس عالم کے دَر اور دیوار اور صحن اور پانی اور پیالہ اور پھل اور درخت

ہمہ زندہ اند و سخن گو و سخن شنو جہت آں فرمودہ مصطفیٰ
سب زندہ ہیں اور بات کرنے والے اور بات سننے والے، اسی لئے حضرت مصطفیٰ

صلی اللہ علیہ وسلم کہ الدُّنیا جِیفَۃٌ[3] وَطَالِبُھَا کِلَابٌ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا مُردار ہے اور اُس کے طلبگار کُتّے ہیں

اگر آخرت را حیات نبودے آخرت ہم جیفہ بودے جیفہ
اگر آخرت کے لئے زندگی نہ ہوتی آخرت بھی مُردار ہوتی، مُردار کو

را از برائے مُردگیش جیفہ گویند نہ برائے بوی زشت
اِس کے مُردہ ہونے کی وجہ سے مُردار کہتے ہیں، نہ کہ بدبو کی وجہ سے

آں جہاں چوں ذرہ ذرہ زندہ اند — نکتہ دانند و سخن گویندہ اند
جبکہ اُس جہان کا ذرہ ذرہ زندہ ہے — وہ نکتہ کو سمجھنے والے اور بات کرنے والے ہیں

در جہانِ مُردہ شاں آرام نیست — کایں علف جز لائقِ انعام نیست
مُردہ جہان میں اُن کو راحت نہیں ہے — کیونکہ یہ چارہ، چوپایوں ہی کے لائق ہے

ہر کرا گلشن بود بزم و وطن — کے خورد او بادہ اندر گولخن
جس شخص کی مجلس اور وطن چمن ہو — وہ بھٹی میں شراب کب پئے گا؟

---

[1] چوں کند جس طرح استسقاء کا مریض پانی سے سیر نہیں ہوتا اور شرابی شراب سے کنارہ کش نہیں ہوتا یہی حال نورِ حقیقی کے عاشق کا ہے۔

[2] بابت زندہ۔ یعنی عالمِ آخرت کا عاشق۔ مُردہ یعنی یہ دنیا۔ کنار۔ بغل۔ تفسیر۔ اِس آیت میں عالمِ آخرت کی زندگی اور دنیا کی مُردگی بتائی ہے۔

[3] جیفہ۔ مُردار۔ شاں۔ یعنی اہلِ آخرت۔ علف حیوانات چارہ۔ انعام۔ چوپائے۔ گولخن۔ بھٹی۔

جایِ رُوحِ پاک عِلیّیں[1] بُوَد
پاک روح کا مقام عِلیّین ہے
جایِ رُوحِ ہر نجَس سجّیں بُوَد
ہر ناپاک روح کا مقام سجّین ہے

جایِ بُلبل گُلبن و نسریں بُوَد
بلبل کا مقام، بوٹا اور نسرین ہے
کِرم باشد کِش وطن سرگیں بُوَد
کیڑا ہوتا ہے، جس کا وطن گوبر ہوتا ہے

بہرِ مخمُورِ خدا جامِ طہُور
خدا کے مست کے لئے (شرابِ) طہور کا جام ہو
بہرِ ایں مُرغانِ کور ایں آبِ شور
اِن اندھے پرندوں کے لئے کھاری پانی ہے

ہر کرا عدلِ عمرؓ ننمُود دست
جس کے لئے عمرؓ کا انصاف نمودار نہ ہوا
پیشِ اُو حجّاجِ خونی عادل ست
اُس کے لئے خونی حجاج مُنصف ہے

دُختراں را لُعبتِ مُردہ دہند
لڑکیوں کو مُردہ گڑیاں دیتے ہیں
کہ زلعبِ زندگاں بے آگہند
کیونکہ وہ زندوں کے کھیل سے واقف نہیں ہیں

چوں ندارند از فُتوّت زورِ دست
جبکہ جوانی کی قوت بازو نہیں رکھتے ہیں
کودکاں را تیغِ چوبیں بہتر ست
بچوں کے لئے لکڑی کی تلوار بہتر ہے

کافراں قانع بہ نقشِ انبیا
کافر، انبیاء کی تصویروں پر قانع ہیں
کہ نگارِیدہ ست اندر دیرہا
جو کہ اُنھوں نے گرجا گھروں میں بنا رکھی ہیں

واں[2] جہاں ما را چو روزِ روشنے ست
وہ جہان ہمارے لئے روشن دن کی طرح ہے
ہیچ ماں پروایِ نقش و سایہ نیست
ہمیں تصویر اور سایہ کی کچھ پروا نہیں ہے

واں یکے نقشش نشستہ در جہاں
اُن کا ایک نقش دنیا میں بیٹھا ہوا ہے
واں دگر نقشش چو مہ بر آسماں
اور اُن کا دوسرا نقش چاند کی طرح آسمان پر ہے

ایں دہانش نکتہ گویاں با جلیس
اُن کا یہ مُنہ، ہم نشین سے نکتے کہتا ہے
واں دِگر با حق بگفتار و انیس
اور وہ دوسرا اللہ (تعالیٰ) کا ہمکلام اور دوست ہے

گوشِ ظاہر[3] ضبطِ ایں افسانہ کُن
ظاہری کان اِس افسانے کو سننے والا ہے
گوشِ جانش جاذبِ اسرارِ کُن
اُنکی جان کا کان "کُن" کے رازوں کو جذب کرنیوالا ہے

چشمِ ظاہر ضابطِ حلیہ بشر
ظاہری آنکھ انسان کے حُلیے کو محفوظ رکھنے والی ہے
چشمِ سِر حیرانِ مَازَاغَ الْبَصَرُ
باطنی آنکھ "مَازَاغَ الْبَصَرُ" میں حیران ہے

دستِ ظاہر میکند داد و ستد
ظاہری ہاتھ، لین دین کرتا رہتا ہے
دستِ باطن بر درِ فردِ صمد
باطنی ہاتھ، یکتا بے نیاز کے در پر ہے

[1] عِلّیّین۔ جنّت کا اعلیٰ مقام ہے۔ سجّین۔ جہنّم کا بُرا مقام ہے۔ کِرم۔ کیڑا۔ سرگیں۔ گوبر۔ بہر۔ جو خاصانِ خدا ہیں وہ شراب طہور پیتے ہیں۔ مُرغانِ کور۔ دنیا دار۔ حجّاج۔ یعنی یوسف ثقفی کا بیٹا۔ لُعبہ۔ کھلونا گڑیا۔ لعبِ زندگاں۔ یعنی شادی بیاہ۔ فُتوّت۔ جوانی۔ نقش۔ یعنی بُت، تصویر۔

[2] واں جہاں۔ چونکہ ہمارے لئے عالمِ آخرت روزِ روشن کی طرح ہے لہٰذا ہمیں تصاویر کی کوئی پروا نہیں ہے۔ نقش و سایہ۔ تصویر نقوش سے اور عکس سے بنتی ہے۔ یکے نقشش۔ انبیا کا ایک نقش دنیا میں ہوتا ہے اور ایک نقش عالمِ بالا پر ہوتا ہے۔ اسی طرح۔ ظاہری نقش کے اعضا دنیا کے کاموں میں ہوتے ہیں اور دوسرے اعضا حضرت حق کے ساتھ معروف رہتے ہیں۔

[3] گوشِ ظاہر۔ ظاہری کان انسانوں کی باتیں سنتا ہے باطنی کان اللہ تعالیٰ کے اسرار سنتا ہے۔ چشمِ ظاہر۔ ظاہری آنکھوں سے انسانوں کے حُلیے دیکھتے ہیں۔ مَازَاغَ الْبَصَرُ حضورؐ کے بارے میں ہے کہ آپکی آنکھ نے نہ کجی برتی، اور نہ سرکشی کی بلکہ صحیح دیکھا یعنی اولیاء مشاہدہ حق میں حیران رہتے ہیں۔

پایِ ظاہر در صفِ مسجد صوّاف [1] — پایِ معنیٰ فوقِ گردوں در طواف

ظاہری پاؤں مسجد کی صف میں صف باندھنے والوں میں ہے — باطنی پاؤں آسمان پر طواف میں ہے

جزو جزوش را تو بشمر ہمچنیں — ایں دَرونِ وقت و آں بیرونِ حیں

تو اس کے جزو جزو کو اسی طرح گن لے — یہ زمانہ کے اندر ہے اور وہ وقت سے باہر ہے

اینکہ در وقتست باشد تا اجل — واں دگر یارِ ابد قرنِ ازل

یہ جو وقت میں ہے موت تک ہے — اور وہ دوسرا ابد کا یار، ازل کا ساتھی ہے

ہست [2] یک نامش ولیُ الدولتین — واں دِگر نامش امامُ القبلتین

اس کا ایک نام "دونوں دولتوں کا والی" ہے — اور اس کا دوسرا نام "دونوں قبلوں کا امام" ہے

خلوت و چلّہ برو لازم نماند — ہیچ غیمے مرورا غامُ نماند

تنہائی اور چلّہ کشی، اس کے لئے ضروری نہ رہی — کوئی ابر اس پر چھانے والا نہ رہا

قرصِ خورشیدست خلوت خانہ اش — کے حجاب آرد شبِ بیگانہ اش

اس کا تنہائی کا گھر، سورج کی ٹکیہ ہے — اجنبی رات اس کے لئے کب پردہ ڈال سکتی ہے!

علت [3] و پرہیز شد بحراں نماند — کفرِ او ایماں شد و کفراں نماند

بیماری اور پرہیز ختم ہوگیا، بحران نہ رہا — اس کا کفر ایمان بن گیا ناشکری نہ رہی

چوں الف از استقامت شد بہ پیش — او ندارد ہیچ از اوصافِ خویش

الف کی طرح راستی سے وہ پیشی میں پہنچ گیا — اس کا اب کوئی اپنا وصف نہ رہا

گشت فرد از کسوتِ خوہائے خویش — شد برہنہ جاں بجاں افزای خویش

وہ اپنی عادتوں کے لباس سے برہنہ ہوگیا — ننگی جان کیساتھ اپنی جان بڑھانیوالے کیجانب روانہ ہوگیا

چوں برہنہ رفت پیشِ شاہِ فرد — شاہش از اوصافِ قدسی جامہ کرد

جب یکتا شاہ کے پاس، وہ ننگا پہنچا — شاہ نے اس کو قدسی اوصاف کا لباس پہنا دیا

خلعتے پوشید از اوصافِ شاہ — بر پرید از چاہ تا ایوانِ جاہ

اس نے شاہ کے اوصاف کا لباس پہن لیا — کنوئیں سے رتبہ کے محل پر اڑ کر چلا گیا

اینچنیں باشد چو دُرد صاف گشت — از بُنِ طشت آمد او بالائے طشت

یہی ہوتا ہے جب تلچھٹ صاف ہوجاتی ہو — طشت کی تلی سے طشت کے اوپر آجاتی ہے

لہٰذا اس کے مراتب بہت بلند ہوگئے۔ اینچنیں۔ جب تلچھٹ صاف ہوجاتی ہے طشت کے بالائی حصہ میں آجاتی ہے۔

[1] صوّاف۔ صف بندی کرنیوالے۔ ایں۔ یعنی جسمِ ظاہری زمان و مکان کا پابند ہے۔ واں۔ یعنی جسمِ علوی وقت اور مکان سے پاک ہے۔ اینکہ۔ یعنی جسمِ عنصری۔ اجل۔ موت۔ قرن۔ قرین ساتھی یعنی جسمِ علوی ابدی اور ازلی ہے۔

[2] ہست۔ جس طرح اس کے دو جسم ہیں اسی طرح نام بھی دو ہیں۔ ولی الدولتین۔ دنیا اور آخرت کی سلطنت کا والی۔ امام القبلتین۔ یعنی بیت اللہ اور بیت المقدس کا امام۔ خلوت۔ اب اس کو نہ تنہائی کی ضرورت ہے نہ چلّہ کشی کی وہ ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے دنیا اس کے لئے حجاب نہیں بن سکتی۔ شبِ بیگانہ۔ یعنی اس کے لئے ہر وقت دن ہے رات کی تاریکی اس کے لئے حجاب نہیں ہے۔

[3] علت۔ یعنی نہ اس میں مرض ہے نہ پرہیز کی ضرورت ہے۔ بحران۔ مرض کی شدت۔ پیش۔ درگاہِ ربوبیت۔ گشت۔ وہ اپنے اوصافِ بشری سے برہنہ ہوکر بارگاہِ خداوندی میں پہنچا تو حضرت حق تعالےٰ نے اپنے اوصاف کا جامہ اس کو پہنا دیا۔ اب وہ خدائی اخلاق والا ہے۔ خلعتے۔ اب چونکہ وہ اوصافِ خداوندی سے متصف ہے

دُرۡبُنِ طشت ارچہ بُود اُو دردناک [1]
طشت کی تہہ میں وہ درد مند کیوں تھی ؟

شومیِ آمیزشِ اجزای خاک
خاک کے اجزاء کی آمیزش کی بدبختی (کی وجہ) ہے

یارِ ناخوش پرّ و بالش بستہ بُود
بُرے دوست نے اس کے پر و بال باندھ دیئے تھے

ورنہ اُو در اصل بس بر جستہ بُود
ورنہ وہ اصل میں بہت تیز تھی

چوں عتابِ اِہبطُوا انگیختند
جب انھوں نے "نیچے اُترو" کا عتاب برپا کیا

ہمچو ہاروتش نگوں آویختند
اُس کو ہاروت کی طرح اُلٹا لٹکا دیا

بُود [2] ہاروت از ملائک بیگماں
ہاروت، یقیناً فرشتوں میں سے تھا

از عتابے شُد معلّق ہمچناں
وہ عتاب کی وجہ سے اِس طرح لٹکا دیا گیا

سرنگوں زاں شُد کہ از سر دور ماند
وہ اوندھا اِس لئے ہوا کیونکہ وہ اصل سے دُور ہو گیا

خویش را سر ساخت تنہا پیش راند
اُس نے اپنے آپ کو سر بنایا، تنہا آگے چلدیا

آں سبد خود را چو پُر از آب دید
ٹوکری نے جب اپنے آپ کو پانی سے بھرا دیکھا

کرد استغنا و از دریا بُرید
اُس نے بے نیازی برتی اور دریا سے جُدا ہو گئی

در جگر چوں قطرہ آبش نماند
جب اُس کے جگر میں پانی کا ایک قطرہ نہ رہا

بحر رحمت کرد اُو را باز خواند
سمندر نے رحم کیا، اُس کو واپس بُلایا

رحمتِ بے عِلّتے بے خدمتے
بغیر سبب، بغیر تکلیف کے رحمت

آید از دریا مبارک ساعتے
دریا سے مبارک وقت میں آتی ہے

اللہ [3] اللہ گردِ دریا باز گرد
خدا کے لئے، دریا کی جانب واپس ہو

گرچہ باشند اہلِ دریا بار زرد
اگرچہ دریا والے زرد ہوں

تا کہ آید لُطفِ بخشایش گری
حتیٰ کہ بخشش کی مہربانی آ پہنچے

سُرخ گردد رُوی زرد از گوہری
جوہر پن سے زرد چہرہ سُرخ ہو جائے

زردیِ رُو بہترین رنگہاست
چہرے کی زردی رنگوں میں سب سے بہتر ہے

زانکہ اندر انتظارِ آں لقاست
کیونکہ وہ اُس ملاقات کے انتظار میں ہے

لیک سُرخی بر رُخے کاں لامعست
لیکن اُس چہرے پر سرخی جو چمکدار ہے

بہر آں آمد کہ جانش قانعست
اس لئے آئی ہے کہ اس کی جان قانع ہے

جو غم و اندوہ سے زرد ہے اُس میں جوہر پیدا ہو جائے گا، وہ سُرخرو ہو جائے گا۔ زردی۔ اہل اللہ کا چہرہ زرد، اللہ کی ملاقات کے انتظار کی وجہ سے ہوتا ہے۔ لیک سُرخی۔ جو ایک مقام پر جا کر ٹھہر جاتا ہے اُس کا چہرہ سُرخ رہتا ہے۔

---

[1] دُربُن۔ طشت کی تہہ میں اُس وقت تک ہے جب تک کہ اُس میں خاک کی آمیزش ہے۔ روح جب جسمانی عوارض سے پاک ہو جاتی ہے عالمِ بالا میں پہنچ جاتی ہے۔ یارِ ناخوش۔ جسمانی علائق نے اُس روح کو روک رکھا ہے ورنہ وہ پرواز میں چالاک ہے۔ چوں عتاب۔ حضرتِ آدم کو نیچے اُترنے کا حکم گندم کھا لینے کی وجہ سے بلا سبب لئے روح کو جسم کے کنوئیں میں آویزاں کر دیا گیا۔

[2] بُود ہاروت۔ ہاروت ملائکہ میں سے تھا، اللہ تعالٰے کی ناراضی کی وجہ سے وہ کنوئیں میں لٹکا دیا گیا۔ سرنگوں۔ وہ اِس لئے سرنگوں ہوا کہ اُس نے سرکشی کی اور اصل سے دور ہوا۔ آں سبد۔ ٹوکری جو دریا میں ہے اپنے پانی پر گھمنڈ کر کے دریا سے دور ہوئی تو پانی سے خالی ہو گئی اس پر سمندر نے رحم کیا اور اُس کو دوبارہ بُلا لیا۔ روح کو جب ذوقِ افتقار بدرجۂ اتم محسوس ہوئی اور شائبۂ کبر ختم ہوا تو بغیر سبب اور بغیر محنت کے دریائے وحدت کی رحمت آ پہنچی اور اُس کو واپس بُلا لیا۔

[3] اللہ اللہ۔ انسان کو قربِ الٰہی کی جستجو کرنی چاہیئے۔ اہلِ دریا یعنی اہل اللہ۔ بار۔ کثرت کے لئے ہے جس طرح زرد بار، سُرخ۔ وہ چہرہ

کہ [۵۱] طمع لاغر کند زرد و ذلیل ۔۔۔ نے ز درد و علت آید آں علیل

کیونکہ لالچ کمزور، زرد اور ذلیل کرتا ہے ۔۔۔ وہ درد اور بیماری کا مریض نہیں ہوتا ہے

چوں بہ بیند روئ زرد بے سقم ۔۔۔ خیرہ گردد عقلِ جالینوس ہم

جب بغیر بیماری کا، زرد چہرہ دیکھتی ہے ۔۔۔ جالینوس کی عقل بھی حیران ہو جاتی ہے

چوں طمع بستی تو در انوارِ ہُو ۔۔۔ مصطفےٰ گوید کہ ذلّت نفسہٗ

جب تو نے اللہ تعالےٰ کے انوار میں طمع وابستہ کردی ۔۔۔ مصطفےٰ فرماتے ہیں کہ اُس کا نفس ذلیل ہو گیا

نورِ بے سایہ لطیف و عالیست ۔۔۔ آں مشبّک سایۂ غربالیست

بے سایہ نور، پاکیزہ اور بلند ہے ۔۔۔ جالیدار سایہ، چھلنی والا ہے

عاشقاں [۵۲] عریاں ہمی خواہند تن ۔۔۔ پیشِ عنّیناں چہ جامہ چہ بدن

عاشق ننگے بدن کے خواہاں ہیں ۔۔۔ نامردوں کے لئے کیا کپڑا، کیا بدن؟

روزہ داراں را بود آں نان و خواں ۔۔۔ خر مگس را چہ ابا چہ دیگ داں

وہ روٹی اور خوان، روزہ دار کے لئے ہے ۔۔۔ بڑی مکھی کے لئے کیا شوربا، کیا چولہا؟

دیگر بار استدعای شاہ از ایاز کہ تاویلِ کارِ خود بگو و مشکلِ منکراں

شاہ کا ایاز سے دوبارہ کہنا کہ اپنے کام کا مطلب بتا اور منکروں اور

و طاعناں را حل کن کہ ایشاں را در التباس رہا کردن مروت نیست

معترضوں کی مشکل کو حل کر دے، کیونکہ ان کو شبہ میں مبتلا چھوڑ دینا مروّت نہیں ہے

ایں سخن از حدّ و اندازست بیش ۔۔۔ اے ایاز اکنوں بگو احوالِ خویش

یہ بات حد اور اندازہ سے زیادہ ہے ۔۔۔ اے ایاز! اب تو اپنے احوال بتا

ہیں بگو احوال [۵۳] خود را اے ایاز ۔۔۔ گرچہ تصویرِ حکایت شد دراز

ہاں اے ایاز! اپنے احوال بتا ۔۔۔ اگرچہ حکایت کا نقشہ دراز ہو گیا ہے

ہست احوالِ تو از کانِ نوی ۔۔۔ تو بدیں احوال کے راضی شوی

تیرے احوال، نئی کان کے ہیں ۔۔۔ تو ان احوال پر کب راضی ہوتا ہے؟

ہیں حکایت کن از اں احوالِ خوش ۔۔۔ خاک بر احوال و درسِ پنج و شش

ہاں اپنے اچھے احوال بیان کر ۔۔۔ پانچ چھ کے سبق کے احوال پر خاک پڑے

---

۵۳ احوال - وہ کیفیات جو سالک پر طاری ہوتی ہیں۔ کانِ نوی - تیرے اوپر ہر لمحہ نئے احوال طاری ہوتے ہیں۔ بدیں احوال - یعنی جو کیفیات سے حاصل ہو چکی ہیں۔ ہیں - اپنی اچھی کیفیات کی بات سنا، شش جہات اور پنج حواس کی باتوں پر خاک ڈال۔

---

۵۱ کہ طمع - جو مزید درجات کے لالچ میں رہتے ہیں وہ لاغر اور زرد رُو رہتے ہیں۔ نے ز درد - اہل اللہ کے چہرے کی زردی، درد اور بیماری کی وجہ سے نہیں ہوتی ہے۔ چوں بہ بیند - اہل اللہ کے چہروں کی زردی جبکہ کسی بیماری کی وجہ سے نہیں ہے تو اطباء ظاہری اُس سے حیران ہوتے ہیں۔ چوں طمع - جب سالک اللہ تعالےٰ کے انوار سے اپنی طمع وابستہ کر دیتا ہے تو اُسکے نفس کو ذلّت حاصل ہوتی ہے۔ نورِ بے سایہ - جب بشری صفات بالکل فنا ہو جاتی ہیں تو سالک کو نور بے سایہ حاصل ہوتا ہے اور اگر صفاتِ بشری کچھ باقی رہتی ہیں تو نور بے سایہ حاصل نہیں ہوتا ہے بلکہ ایسا نور حاصل ہوتا ہے جیسے کہ چھلنی میں سے گذر کر نور آئے اُس میں کچھ نور ہوگا کچھ سایہ ہوگا۔

۵۲ عاشقاں - جو عاشق ہیں وہ بالکل بشری صفات سے عاری ہونا چاہتے ہیں، نامرد کو اِس کی کوئی پروا نہیں ہوتی۔ روزہ دار - جو مجاہدے کرتے ہیں وہ بشری صفات سے خالی ہو جاتے ہیں تو یہ خوانِ نعمت اُن روزہ داروں کیلئے ہے دنیادار جو بڑی مکھی جیسے ہیں اُنکے لئے شوربا اور چولہا یکساں ہے وہ انہی کو چاٹتے ہیں۔ بتاویل - مصداق۔ ایں سخن - یعنی محبوب کی باتیں۔

حالِ[۱] باطن گر نمی آید بگفت
باطن کا حال اگر کہنے میں نہیں آسکتا
حالِ ظاہر گویمت در طاق و جفت
میں تجھ سے طاق اور جفت میں ظاہر کا حال بیان کرتا ہوں

کہ ز لطفِ یار تلخیہای مات
کیونکہ شکست کی تلخیاں یار کی مہربانی سے
گشت بر جاں خوشتر از قند و نبات
جان کیلئے قند و شکر سے زیادہ اچھی ہوگئی ہیں

زاں نبات ار گرد در دریا رود
اگر اُس شکر کی گرد بھی سمندر میں پہنچ جائے
تلخیِ دریا ہمہ شیریں شود
سمندر کا کھاراپن سب میٹھا ہوجائے

صد ہزار احوالِ عالم ایں چنیں
اسی طرح، عالَم کے لاکھوں احوال
باز سوی غیب رفتند اے امیں
اے امانتدار! پھر غیب کی جانب چلے گئے

حالِ[۲] ہر روز ے بہ دی مانند نے
ہر روز کا حال کل کی مانند نہیں ہے
ہمچو جو اندر روش کش بند نے
جیسے کہ جاری ہونے میں وہ نہر جیسی کوئی بند نہیں ہے

شادی ہر روز از نوعِ دگر
ہر روز کی خوشی ایک دوسری قسم کی ہے
فکرتِ ہر روز را دیگر اثر
ہر روز کے فکر کا اثر دوسرا ہے

تمثیلِ تنِ آدمی بمہمانخانہ و اندیشہائے مختلف ہمچوں

آدمی کے جسم کی مثال مہمان خانہ سے ہے اور مختلف فکریں مہمانوں کی طرح

مہماناں و عارفِ صابر دراں اندیشہا چوں مردِ مہمان

ہیں اور عارف، صابر اُن فکروں کے معاملہ میں مہمان

دوست غریب نواز از خلیل وار

دوست غریب نواز ابراہیم خلیل اللہ کیطرح ہے

ہست مہمانخانہ ایں تن اے جواں
اے جوان! یہ جسم مہمان خانہ ہے
ہر[۳] صباحے ضیفِ نو آید دواں
ہر صبح کو نیا مہمان دوڑتا آتا ہے

نے غلط گفتم کہ آید دمبدم
نہیں میں نے غلط کہا، لمحہ بہ لمحہ آتا ہے
ضیفِ تازہ فکرتِ شادی و غم
خوشی اور رنج کے فکر کا نیا مہمان

میزبانِ تازہ رُو شو اے خلیل
اے خلیل! خندہ پیشانی والا میزبان بن
در مبند و منتظر شو در سبیل
دروازہ بند نہ کر اور راستہ میں منتظر رہ

ہر چہ آید از جہانِ غیب وش
غیب جیسے جہان سے جو آئے
در دلت ضیفست اُو را دار خوش
وہ تیرے دل میں مہمان ہے اُسکو خوش رکھ

---

۱ حالِ باطن۔ ایاز نے کہا اگر باطنی احوال نا قابل بیان ہیں تو ظاہری احوال خاص اور تشبیہات کیساتھ سنائے دیتا ہوں۔ طاق۔ یعنی خاص حال۔ جفت۔ یعنی تشبیہات کے ساتھ حال سنانا۔ کہ ز لطف۔ اگر یار کی مہربانی ہو تو امتحان کی تلخیاں خوشگوار ہوجاتی ہیں۔ زاں۔ اُن تلخیوں میں اسقدر شیرینی ہوتی ہے کہ اگر اُسکا ایک قطرہ سمندر میں گر جائے تو سمندر کا کھاراپن ختم ہوجائے۔ صد ہزاراں۔ احوال کا بقا نہیں ہے وہ طاری ہوتے ہیں اور پھر عالمِ غیب کیطرف چلے جاتے ہیں۔

۲ حال۔ ہر روز کا حال کل کو معدوم ہوجاتا ہے اور دوسرا حال آجاتا ہے جیطرح نہر کا پانی گذرتا رہتا ہے اور اُس کی جگہ نیا پانی لیتا رہتا ہے۔ شادی۔ ہر روز ایک نئی خوشی حاصل ہوتی ہے اور ہر روز کے فکر کا نیا اثر ہوتا ہے۔ تمثیل۔ جو عارف صابر ہیں وہ اپنے احوال کو اِسی طرح نوازتے ہیں جس طرح کوئی معزز مہمان کو نوازتا ہے۔

۳ ہر صباحے۔ جب انسان صبح کو سوکر اٹھتا ہے تو اُس کے ذہن میں ایک نیا خیال آتا ہے نے غلط۔ میں نے یہ غلط کہا کہ صبح کو خیال مہمان بنکر آتا ہے صحیح بات یہ ہے کہ صبح ہی کو نہیں بلکہ ہر وقت خوشی اور غم کا خیال انسان کے ذہن میں آتا رہتا ہے۔ اے خلیل۔ حضرت ابراہیم

منزل ایں مہمان نوازی شروع ہے۔ آج جو خیال بھی دل میں آئے اس کو مہمان تصور کرکے اس کی خاطر تواضع کرنی چاہئے۔

هین ۵۱ مگو کین ماند اندر گردنم — کو همی اکنون باز پرد در عدم

خبردار! نہ کہہ کہ یہ میرے گلے کا ہار بن گیا — کیونکہ وہ کبھی اب عدم کیجانب پرواز کر جائیگا

حکایتِ آں مهمان وزنِ خداوند خانه که آه باراں گرفت

مہمان اور گھر کے مالک کی بیوی کی حکایت، کہ ہائے بارش جم گئی

و مهمان در گردنِ ما ماند

اور مہمان ہماری گردن میں پڑ گیا

آں یکے را بیگهاں آمد قنق — ساخت اُو را همچو طوق اندر عنق

ایک (میزبان) کے یہاں بے وقت مہمان آگیا — اُس نے اسکو گلے کے طوق کی طرح بنا لیا

خواں کشید اُو را کرامتها نمود — آں شب اندر کوی ایشاں سور بود

اُسکے لئے دسترخوان بچھایا، تواضع کی — اُس رات میں اُن کی گلی میں شادی تھی

مرد ۵۲ زن را گفت پنهانی سخن — کامشب اے خاتون دو جامه خواب کن

شوہر نے بیوی سے آہستہ سے کہا — اے خاتون! آج رات کو دو بستر بچھانا

بسترِ ما را بگستر سوی در — بهرِ مهماں گستراں سوی دگر

ہمارا بستر، دروازے کی جانب بچھا — مہمان کے لئے دوسری جانب بچھا

گفت زن خدمت کنم شادی کنم — سمع و طاعت اے دو چشمِ روشنم

بیوی نے کہا خدمت بجالاؤنگی، خوش ہونگی — اے میری دو روشن آنکھیں! سنا اور مانا

هر دو بستر گسترید و رفت زن — سوی خانه ۵۳ سور کرد آنجا وطن

بیوی نے دونوں بستر بچھائے اور چلی گئی — شادی کے گھر کی جانب، وہاں ٹھہر گئی

ماند مهمانِ عزیز و شوهرش — نُقل بنهادند از خشک و ترش

مہمان عزیز اور اس کا شوہر رہ گئے — خشک اور کھٹا چبینا اُنھوں نے (سامنے) رکھا

در سمر گفتند هر دو منتخب — سرگذشت نیک و بد تا نیم شب

دونوں شریفوں نے کہانی میں ذکر کیا — آدھی رات تک، نیک اور بد کا قصہ

بعد ازاں مهماں ز خواب و از سمر — شد دراں بستر که بُد آں سوی در

اُسکے بعد نیند اور کہانی کی وجہ سے مہمان — اُس بستر میں چلا گیا جو دروازے کی جانب تھا

شوهر از خجلت بدو چیزے نگفت — که ترا ایں سوست اے جاں جای خفت

شوہر نے شرمندگی کیوجہ سے اُس سے کچھ نہ کہا — کہ اے جان! تیرے سونے کی جگہ اِس جانب ہے

۵۱ ہیں۔ کسی مہمان خیال کو یہ نہ کہہ کہ یہ میری گردن کا ہار بن گیا۔ حکایت۔ بیوی نے مہمان کو گلے کا ہار بنا۔ خداوند خانہ۔ گھر والا۔ بیگہاں۔ بے وقت۔ قنق۔ مہمان۔ عنق۔ گردن۔ سور۔ شادی بیاہ۔

۵۲ مرد۔ شوہر نے بیوی سے کہا کہ آج چونکہ مہمان بھی ہے دو بستر بچھانا۔ جامہ خواب۔ سونے کا بستر۔ بستر ما را۔ میرا بستر دروازہ کے قریب بچھانا اور مہمان کا بستر اندر کو بچھانا۔ سمع و طاعت۔ سُننا اور کرنا۔

۵۳ خانہ سور۔ شادی والا گھر۔ نُقل۔ چبینا۔ سمر۔ رات کی کہانی۔ منتخب۔ میزبان اور مہمان دونوں برگزیدہ شخص تھے۔ بعد ازاں۔ کھانے اور کہانیوں کے بعد مہمان میزبان کے بستر پر لیٹ گیا۔ شوہر۔ شوہر نے مہمان سے یہ نہ کہا کہ آپ کے سونے کے لئے دوسرا بستر ہے۔

کہ برای خوابِ تو اے بوالکرم[1] | بستر آں سوی دگر افگندہ ام

کہ اے بزرگ! تیرے سونے کے لئے | میں نے بستر دوسری طرف بچھوایا ہے

آں قرارے کہ بزن او دادہ بود | گشت مبدل و آں طرف مہماں غنود

وہ بات جو اُس نے بیوی سے طے کی تھی | بدل گئی، اور اُس جانب مہمان سوگیا

آنشب آنجا سخت باراں در گرفت | کز شکوہِ ابر شاں آمد شگفت

اُس رات کو وہاں سخت بارش ہونے لگی | کہ ابر کی ہیبت سے وہ حیران ہوگئے

زن بیامد بر گمانِ آنکہ شو | سوی در خفتہ است و آں سو آں عمو

بیوی آئی، اِس گمان سے کہ شوہر | دروازے کی جانب سویا ہوا ہے اور اُس جانب وہ چچا

رفت عریاں در لحاف آندم عروس | داد مہماں را برغبت چند بوس

دلہن ننگی ہوکر فوراً لحاف میں گھس گئی | اور رغبت سے مہمان کے چند بوسے لئے

گفت می ترسیدم اے مردِ کلاں | خود ہماں آمد ہماں آمد ہماں

اس نے کہا اے بزرگ میاں! میں ڈرتی ہوں | وہی ہوا، وہی ہوا، وہی

مردِ[2] مہماں را گل و باراں نشاند | بر تو چوں صابونِ سلطانی بماند

مہمان شخص کو کیچڑ اور بارش نے بٹھادیا | تم پر شاہی ٹیکس کی طرح ہوگیا

اندریں باران و گل او کے رود | بر سر و جانِ تو او تاواں شود

اِس بارش اور کیچڑ میں وہ کب جائے گا | آپ کے سر اور جاں پر وہ تاواں بنے گا

زود مہماں جست و گفت اے زن بہل | موزہ دارم من ندارم غم زگل

جلدی سے مہمان اٹھا اور بولا اے عورت! جانے دے | میرے پاس موزہ ہے مجھے کیچڑ کا فکر نہیں ہے

من[3] رواں گشتم شمارا خیر باد | در سفر یکدم مبادا روح شاد

میں چل دیا، تم سلامت رہو | خدا کرے سفر میں تھوڑی دیر کیلئے بھی روح خوش نہ ہو

تاکہ زود تر جانب معدن رود | کایں خوشی اندر سفر رہزن شود

تاکہ بہت جلد کان کی جانب چلی جائے | کیونکہ یہ خوشی سفر میں رہزن بنجاتی ہے

زن پشیماں شد ازاں گفتارِ سرد | چوں رمید و رفت آں مہمان فرد

عورت اُس سرد مہری کی بات سے شرمندہ ہوگئی | جبکہ وہ یکتا مہمان بھڑک گیا اور چلا گیا

زن بسے گفتش کہ آخر اے امیر | کہ مزاحے کردم از طیبت مگیر

عورت نے اُس سے بہت کہا کہ اے سردار! آخر | میں نے مذاق کیا ہے، مذاق سے رنجیدہ نہ ہو

---

[1] بوالکرم - مہربان - آں قرارے - جو بات بیوی سے طے ہوئی تھی وہ الٹی ہوگئی - آنشب - اُس رات ایسی بارش ہوئی کہ اُسکے ابر کو دیکھکر ڈر لگتا تھا - عُریاں - ننگا - مہماں - مہمان کو شوہر سمجھکر اُسکے بوسے لینے لگی - گفت - پھر مہمان کو شوہر سمجھکر کہنے لگی کہ جس چیز کا مجھے ڈر تھا وہی ہوئی -

[2] مردِ مہماں - اب کیچڑ اور بارش کیوجہ سے مہمان روانہ نہ ہوگا - صابونِ سلطانی - کسی شخص کے لئے ایک مجمع پر کوئی چیز بادشاہ کیجانب سے مقرر ہونا - گل - کیچڑ - موزہ دارم - میرے پاس چمڑے کے موزے ہیں مجھے کیچڑ کی فکر نہیں ہے -

[3] من رواں گشتم - چلتے وقت مہمان نے میزبانوں کو دعا دی - در سفر - دنیا کی زندگی سفر کی حالت ہے اور منزل آخرت ہے سفر میں خوشی اور آرام رہزن بنتا ہے - گفتارِ سرد - یعنی مہمان کا شکوہ - فرد - وہ بے مثال بزرگ تھا - مزاح - مذاق - طیبت - خوش طبعی کی بات -

سجدہ وزاریِ زن سودے نداشت　رفت و ایشاں را دراں حسرت گذاشت

عورت کے سجدے اور عاجزی نے فائدہ نہ دیا　وہ چلا گیا اُن کو اس حسرت میں چھوڑ گیا

جامۂ[1] ازرق کردزاں پس مرد و زن　صورتش دیدند شمعِ بے لگن

میاں بیوی نے اس کے بعد کپڑے نیلے کرلئے　انھوں نے اس کی صورت بے شمعدان کی شمع دیکھی

میشد و صحرا از نورِ شمعِ مرد　چوں بہشت از ظلمتِ شب گشت فرد

وہ جا رہا تھا اور جنگل، مرد کی شمع کے نور سے　بہشت کی طرح، رات کی تاریکی سے جدا ہوگیا

کرد مہمانخانہ خانہ خویش را　از غم و از خجلتِ ایں ماجرا

اُس نے اپنے گھر کو، مہمان خانہ بنا دیا　اِس قصّہ کے رنج اور شرمندگی کی وجہ سے

در درونِ ہر دو از راہِ نہاں　ہر زماں گفتے خیالِ میہماں

مخفی راہ سے، دونوں کے باطن میں　ہر وقت مہمان کا خیال کہتا

کہ[2] منم یارِ خضر صد گنجِ جود　می فشاندم لیک روزی تاں نبود

کہ میں خضر یار تھا، بخشش کے سیکڑوں خزانے　میں نے بکھیرے لیکن تمہارا حصہ نہ تھے

تمثیلِ فکرِ ہر روزینہ کہ اندر دل آید بمہمانِ نو کہ از اوّل روز در خانہ فرود آید و تحکم و بدخوی کند و فضیلتِ مہمانداری و نازِ مہمان کشیدن

ہر روز جو خیال دل میں آتا ہے اس کی مثال دینا اُس نئے مہمان کیساتھ جو پہلے ہی دن گھر میں آیا ہے اور حکم چلاتا ہے اور بدمزاجی کرتا ہے اور مہمانداری کی فضیلت اور مہمان کی نازبرداری کرنا

ہر دمے فکرے چو مہمانِ عزیز　آید اندر سینہ ہر روز نیز

ہر وقت، عزیز مہمان کی طرح ایک فکر　ہر روز، سینہ میں بھی آتا ہے

فکر را اے جاں بجایِ شخص داں　زانکہ[3] شخص از فکر دارد قدرِ جاں

اے جان! فکر کو انسان کی طرح سمجھ　کیونکہ انسان فکر ہی سے جان کی قدر کرتا ہے

فکرِ غم گر راہِ شادی میزند　کارسازیہائے شادی میکند

غم کا فکر، اگر خوشی کی رہزنی کرتا ہے　وہ خوشی کے سامان مہیا کرتا ہے

خانہ می روبد بہ تندی او ز غیر　تا در آید شادیِ نو ز اصلِ خیر

وہ سختی سے غیر سے گھر کو صاف کردیتا ہے　تاکہ اصلِ خیر سے، نئی خوشی آئے

[1] جامۂ ازرق۔ رنج میں نیلے کپڑے پہنے جاتے ہیں۔ صورتش۔ اس مہمان سے جنگل روشن ہو رہا تھا اور جنت کا نمونہ بن گیا۔ کرد۔ اس میزبان نے اس شرمندگی میں اپنے گھر کو مہمان خانہ بنا دیا۔

[2] کہ منم۔ دونوں میاں بیوی کے دل میں مہمان کا تصور یہ کہتا تھا کہ میں تمہیں فائدہ پہنچانے آیا تھا لیکن تمہارے مقدر میں نہ تھا۔ یارِ خضر۔ ہم نے ترجمہ خضر یار کیا ہے یعنی وہ خیال کہتا تھا کہ میں تمہارا دوست خضر تھا یہ معنی بھی ہوسکتے ہیں کہ میں خضر کا ایک دوست تھا اور اگر خضر خا کے زیر اور ضاد کے زبر سے پڑھا جائے تو سبزی و شادابی کے معنی میں ہے۔ تمثیل۔ فکر خواہ ناخوشگوار ہو اس کو بدمزاج مہمان سمجھ جس کی بلحاظ خدمت کرنی ہے۔ تحکم۔ حکم چلانا۔

[3] زانکہ۔ جان کی قدر اسی لئے ہے کہ اس میں قوتِ فکریہ ہے۔ فکرِ غم۔ غم کا فکر سیکڑوں خوشیوں کا پیش خیمہ ہے۔ خانہ۔ غمگین فکر میں انسان دوسرے افکار بھول جاتا ہے۔ اصلِ خیر۔ اللہ تعالےٰ۔

میفشاند[1] برگِ زرد از شاخِ دل — تا بروید برگِ سبزِ متصل
دل کی شاخ سے زرد پتے جھاڑ دیتا ہے — تاکہ مسلسل سبز پتے اُگیں

می کَنَد اُو بیخ سرورِ کہنہ را — تا خرامد سرورِ نو از ماورا
وہ پُرانے سرور کی جڑ اُکھاڑ دیتا ہے — تاکہ عالمِ غیب سے نیا سرور جلوے

غم کَنَد بیخِ کژِ پوسیدہ را — تا نماید بیخِ رُو پوشیدہ را
غم، ٹیڑھی سڑی ہوئی جڑ کو اکھاڑتا ہے — تاکہ جڑ چھپے رُخ کو رونما کردے

غم ز دل ہر چہ بریزد یا بَرد — در عوض حقا کہ بہتر آورد
غم، دل سے نکالتا یا ڈالتا ہے — یقیناً بدلے میں بہتر لاتا ہے

خاصہ آں را کہ یقینش باشد ایں — کہ بُود غم بندۂ اہلِ یقیں
خصوصاً اُس کے لئے جس کو یہ یقین ہو — کہ غم اہلِ یقین کا غلام ہوتا ہے

گر ترش[2] رُوئی نیارد ابر و برق — رز بسوزد از تبسمہای شرق
اگر ابر اور بجلی بدمزاجی نہ کرے — مشرق کی مسکراہٹوں سے انگور کی بیل جل جائے

سعد و نحس اندر دلت مہماں شود — چوں ستارہ خانہ خانہ میرود
تیرے دل میں اچھا اور بُرا مہمان ہوتا ہے — ستارے کی طرح خانہ بخانہ چلتا ہے

آں زماں کہ او مقیمِ برجِ تست — باش ہمچوں طالعش شیریں و چُست
جس زمانے میں وہ تیرے برج میں مقیم ہے — تو اُس کے عروج کی طرح شیریں اور چست بن

تاکہ باماہ چوں شود او متصل — شکر گوید از تو با سلطانِ دل
تاکہ جب وہ سورج سے ملے — دل کے شاہ (خدا) سے تیرا شکریہ ادا کرے

ہفت سال ایوبؑ[3] با صبر و رضا — در بلا خوش بُود با ضیفِ خدا
(حضرت) ایوبؑ صبر اور خوشی کیساتھ سات سال — خدا کے مہمان کے ساتھ مصیبت میں خوش تھے

تا چو وا گردد بلای سخت رُو — پیشِ حق گوید بصد گوں شکرِ او
تاکہ جب سخت مصیبت واپس ہو — اللہ (تعالیٰ) کے سامنے سیکڑوں طرح اسکا شکریہ ادا کرے

کز محبت با منِ محبوب کُش — رُو نکرد ایوبؑ یک لحظہ ترش
کہ محبوب کُش کے ساتھ محبت سے — (حضرت) ایوبؑ نے ایک لمحہ کیلئے بھی منہ نہ بنایا

از وفا و خجلتِ حکمِ خدا — بُود چوں شیر و عسل او با بلا
وفاداری اور اللہ (تعالیٰ) کے حکم کے لحاظ سے — وہ مصیبت میں دودھ اور شہد کی طرح تھے

[1] می فشاند۔ غم انگیز فکر تمام افکار کو ختم کر دیتا ہے تاکہ دل میں خوشی اُگے۔ ماورا۔ عالمِ غیب۔ تم۔ غم پُرانے افکار کی بوسیدہ جڑیں اُکھاڑ پھینکتا ہے تاکہ چھپی ہوئی نئی جڑ برگ و بار لائے۔ بہتر آورد۔ یعنی روح کی صفائی ابتغیٰ کا خیال۔ اہلِ یقین۔ غم ان کی رضامندی سے اُن کے پاس آتا ہے۔

[2] گر ترش روئی۔ بجلی اور ابر کی ترشروئی انگور کی بیل کی حیات ہے محض سورج کی مسکراہٹیں اُس کو جلا ڈالتی ہیں۔ شرق۔ مشرق۔ سعد نحس۔ رنج و خوشی اسی طرح دل کے خانوں کو طے کرتے ہیں جس طرح سعد و نحس ستارے آسمان میں اپنے منازل کو طے کرتے ہیں۔ او۔ یعنی خیال۔ برج یعنی دل۔ تا۔ وہ فکر بارگاہِ خداوندی میں تمہاری شکر گذاری کا ذکر کرے۔

[3] ایوبؑ۔ حضرت ایوبؑ کا صبر مشہور ہے۔ ضیفِ خدا۔ خدائی مہمان یعنی مصیبت۔ محبوب کُش۔ فکر و غم جس سے تعلق پیدا کرتے ہیں اس کو مار ڈالتے ہیں۔ خجلت۔ یعنی حضرت ایوبؑ اس کا لحاظ رکھتے تھے کہ یہ مصیبت اللہ کے حکم سے آئی ہے۔

فکرِ[۱] در سینہ در آید نو بنو
فکر سینہ میں تازہ بتازہ آتا ہے

خند خنداں پیشِ اُو تو باز رو
تو ہنستا ہنستا پھر اُس کے سامنے جا

کہ اَعِذْنِی خَالِقِی مِنْ شَرِّہٖ
کہ اے میرے پیدا کرنے والے مجھے اسکے شر سے پناہ دے

لَا تُحَرِّمْنِی اَنِلْ مِنْ بِرِّہٖ
مجھے محروم نہ کر، مجھے اُس کی بھلائی عطا کر

رَبِّ اَوْزِعْنِی اَنِ اشْکُرْ مَا اَرٰی
اے رب! میرے دل میں ڈال کہ میں جو دیکھتا ہوں اُسکا شکر ادا کروں

لَا تُعَقِّبْ حَسْرَۃً لِّیْ اِنْ مَضٰی
اگر وہ چلا جائے، اُس کے بعد تو حسرت پیدا نہ فرما

آں ضمیرِ رُو تُرش را پاسدار
تُرش رو خیال کا تو لحاظ کر

آں تُرش را چوں شکرِ شیریں شمار
تو اُس تُرش کو شکر شمار کر

ابر را گر ہست ظاہر رُو تُرش
ابر اگرچہ بظاہر تُرش رُو ہے

گلشن آرندہ ست ابر و شورہ کُش
وہ چمن پیدا کرنے والا ہے اور شور کو مٹانے والا ہے

فکرتِ[۲] غم را مثالِ ابر داں
تو غم کے فکر کو ابر کی طرح سمجھ

با تُرش تو رُو تُرش کم کُن چناں
اِس طرح تو تُرش رو کے ساتھ تُرش روئی نہ کر

بُو کہ آں گوہر بدستِ اُو بُوَد
ہو سکتا ہے کہ کوئی گوہر اُس کے ہاتھ میں ہو

جہد کُن تا از تو اُو راضی رَوَد
کوشش کر تاکہ وہ تجھ سے خوش جائے

وَر نباشد گوہر و نبُوَد غنی
اگر گوہر (بھی) نہ ہو اور وہ مالدار بھی نہ ہو

عادتِ شیرینِ خود افزوں کُنی
تو تو اپنی شیریں عادت بڑھالے گا

جای دیگر سُود دارد عادتت
تیری عادت، دوسری جگہ مفید ہوگی

ناگہاں روزے بر آید حاجتت
اچانک، کسی روز تیری مُراد بر آئے گی

فکرتے[۳] کز شادیت مانع شوَد
وہ فکر جو تیرے لئے خوشی سے مانع ہو

آں بامر و حکمتِ صانع شوَد
وہ خدا کے حکم اور حکمت کی بنا پر ہوتا ہے

تو مخواں دو چار دانگش اے جواں
اے جوان! تو اُس کو حقیر نہ سمجھ

بُو کہ نجمے باشد و صاحبقراں.
ہو سکتا ہے، کہ وہ ستارہ اور سعادت مند ہو

تو مگو فرع ست اُو را اصل گیر
تو (اُس کو) شاخ نہ کہہ اُس کو جڑ سمجھ

تا شوی پیوستہ بر مقصود چیر
تاکہ ہمیشہ مقصود پر غالب رہے

وَر تو آں را فرع گیری و مُغِر
اگر تو اُس کو شاخ اور مغز سمجھے گا

چشمِ تو در اصل باشد مُنتظر
تیری آنکھ جڑ کے لئے منتظر رہے گی

---

۱ فکر۔ جو نئے افکار دل میں آئیں انکو ہنسی خوشی قبول کر۔ خوشی سے قبول کرنا یہ ہے کہ تو یہ دعا کر کہ اللہ تعالےٰ اس فکر کے شر سے مجھے محفوظ رکھ اور مجھے اُس کی بھلائی سے محروم نہ کر۔ جو میں تیری جانب سے دیکھوں اُس پر شکر کروں اور اسکے چلے جانے کے بعد مجھے یہ حسرت نہ ہو کہ میں نے اُس پر صبر کیوں نہ کیا۔ اَبر۔ زمین کے لئے اَبر تُرشرو ہے لیکن وہی چمن پیدا کر دیتا ہے اور اُس کے شور پن کو زائل کر دیتا ہے۔

۲ فکرت۔ اپنے غم کو ابر کی طرح سمجھ اور اسکے فوائد پر غور کر۔ بُو۔ ہو سکتا ہے کہ اُس فکر میں تیری خیر مُضمر ہو۔ ور نباشد۔ اگر خیر بھی مُضمر نہیں ہے تو تیرے صبر میں لامحالہ اضافہ کا سبب ہے۔ جای دیگر۔ یہ صبر کی عادت دوسری جگہ بھی مفید ہوگی۔

۳ فکرتے۔ جو غم شادی سے مانع ہوتا ہے وہ بھی اللہ کے حکم سے ہوتا ہے۔ اور اُس میں کوئی حکمت پوشیدہ ہوتی ہے۔ دو چار دانگ۔ دو چار رتّی یعنی حقیر۔ صاحبقراں۔ وہ خوش نصیب ہے جس کی ولادت یا نطفہ کے استقرار کے وقت زُحل اور مشتری ایک برج میں ہوں۔ تو مگو۔ اِس فکر کو اصل سمجھ اور اُسی کو مقصود بنا تاکہ مقصد رسی ہو ورنہ تو مقصود سے محروم اور اسکا منتظر رہیگا۔

[ل۱] زہر آمد انتظار اندر چشش — دائماً در مرگ باشی زاں رَوِش

انتظار ذائقہ میں زہر ہے — اِس رَوِش سے تو ہمیشہ موت میں رہیگا

اصل داں آنرا بگیرش در کنار — باز رہ دائم ز مرگِ انتظار

اُس کو جڑ سمجھ، اُس کو بغل میں لے لے — موت کے انتظار سے ہمیشہ نجات حاصل کر

نواختنِ سُلطان محمُود ایاز را

سلطان محمود کا ایاز کو نوازنا

اے ایازِ پُر نیازِ صدق کیش — صدقِ تو از بحر و ز کوہ ست بیش

اے نیاز مند، سچائی کے طریقہ والے ایاز! — تیری سچائی سمندر اور پہاڑ سے زیادہ ہے

نے بوقتِ شہوتت باشد عثار — کہ رود عقلِ چو کوہت کاہ وار

نہ شہوت کے وقت تیرے لئے لغزش ہے — کہ تیری پہاڑ جیسی عقل تنکے کی طرح ہو جائے

[ل۲] نے بوقتِ خشم و کینہ صبر ہات — سُست گردد در قرار و در ثبات

نہ غصے اور کینے کے وقت تیرے صبر — ٹکاؤ اور جماؤ میں سُست ہوتے ہیں

ہست مردی ایں نہ آں ریش و ذکر — ورنہ بودے میرِ میراں کیرِ خر

مردانگی یہی ہے، نہ وہ داڑھی اور شرمگاہ — ورنہ گدھے کی شرمگاہ سرداروں کی سردار ہوتی

حق کرا خواندست در قرآں رجال — کے بُود ایں جسم را آں جا مجال

جن کو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں مرد کہا ہے — وہاں اِس جسم کی کہاں گنجائش ہے؟

رُوحِ حیواں را چہ قدر ست اے پسر — آخر از بازارِ قصاباں گذر

اے بیٹا! حیوانی روح کی کیا قدر ہے؟ — آخر قصائیوں کے بازار سے گزر

[ل۳] صد ہزاراں سر نہادہ بر شکم — ارزِ شاں از دُنبہ و از دُم کم

لاکھوں سریاں، پیٹ پر رکھی ہوئی ہیں — جن کی قیمت چکتی اور دُمچی سے سستی ہے

تا توانی بندۂ شہوت مشو — در پئے شہوت مکن دل را گرو

جب تک تجھ سے ہو سکے شہوت کا غلام نہ بن — شہوت کے پیچھے دل کو گروی نہ کر

ورنہ شہوت خان و مانت بر کند — زندہ ات در گورِ تاریک افگند

ورنہ شہوت تیرا گھر بار اکھاڑ دے گی — تجھے زندہ، اندھیری قبر میں پھینک دے گی

رُوسپی باشد کہ از جولانِ کیر — عقلِ اُو موشے شود شہوت چو شیر

رنڈی ہوگی کہ (مرد کی) شرمگاہ کی حرکت سے — اُسکی عقل چوہے جیسی اور شہوت شیر جیسی ہوجاتی ہے

ل۱ زہر آمد۔ صوفی ابن الوقت ہوتا ہے جو کچھ وقت سے آتا ہو اُس کو خدا کے اسماء میں سے کسی اسم کا مظہر سمجھتا ہے یہی اسماء وصفات کے عشق کا اثر ہے۔ صدق کیش۔ وہ جس نے سچائی کو مذہب بنا لیا ہو۔ عثار۔ لغزش۔ کہ رود۔ یعنی پہاڑ جیسی عقل تنکے کی طرح ہو جائے۔

ل۲ کے۔ عام طور پر انسان غصہ میں صبر و ثبات کو چھوڑ دیتا ہے۔ ہست۔ اصل مردانگی یہی ہے کہ غصہ کے وقت انسان اپنے آپ پر قابو پالے۔ داڑھی اور آلۂ تناسل پر مردانگی کا اطلاق نہیں ہے ورنہ گدھا سب سے بڑا مرد ہوتا۔ حق۔ اللہ تعالیٰ نے رجالٌ ان لوگوں کو کہا ہے جن کی روح متقی ہو چکی ہے اور روح سے مراد روح حیوانی نہیں ہے۔

ل۳ صد ہزاراں۔ روحِ حیوانی کو ذلت کا منظر دیکھنا ہو تو قصائیوں کے بازار میں جا کر دیکھ لے۔ ارز۔ قیمت۔ شہوت۔ شہوت پرستی انسان کی بربادی کا باعث ہے اور انسان کو زندہ در گور کر دیتی ہے۔ رُوسپی۔ فاحشہ عورت شہوت میں اندھی ہو جاتی ہے۔

وصیّتِ پدر دختر را کہ خود را نگاہ دار تا حاملہ نشوی ازیں شوہر

باپ کی بیٹی کو نصیحت کہ اپنی حفاظت کر، تاکہ تو اس شوہر سے حاملہ نہ ہو جائے

خواجہ بود ست او را دخترے — زہرہ خدے مہ رخے سیمیں برے
ایک صاحب کے ایک لڑکی تھی — زہرہ جیسے رخسار والی، چاند جیسے چہرے والی، چاندی کے جسم والی

گشت بالغ داد دختر را بشو — شو نبود اندر کفایت کفوِ او
وہ بالغ ہوگئی اس نے وہ شوہر کو دے دی — شوہر حیثیت میں اس کا ہمسر نہ تھا

خربزہ چوں در رسد شد آبناک — گر نہ بشگافی تبہ گشت و ہلاک
خربوزہ جب پک جاتا ہے رسیلا ہوجاتا ہے — اگر تو اس کو نہ چیرے گا، تباہ اور برباد ہوجائیگا

چوں ضرورت بود دختر را بداد — او بنا کفوے ز تخویفِ فساد
چونکہ مجبوری تھی، لڑکی دے دی — اس نے فساد کے ڈر سے غیر ہمسر کو

گفت دختر را کزیں داماد تو — خویشتن پرہیز کن حامل مشو
اس نے لڑکی سے کہا کہ تو اس داماد سے — اپنے آپ کو بچا، حاملہ نہ ہو

کز ضرورت بود عقدِ ایں گدا — ایں غریبِ خوار را نبود وفا
اس لئے کہ اس فقیر سے شادی مجبوری سے تھی — اس ذلیل، فقیر میں وفاداری نہ ہوگی

ناگہاں بجہد کند ترکِ ہمہ — بر تو طفلِ او بماند مظلمہ
اچانک بھاگ جائیگا، سب کو چھوڑ دے گا — اس کا بچہ تیرے ذمہ پاداش بن جائے گا

گفت دختر اے پدر خدمت کنم — ہست پندت دلپذیر و مغتنم
لڑکی نے کہا اے ابا! تعمیل کروں گی — آپ کی نصیحت دل کو لگنے والی اور غنیمت ہے

ہر دو روزے ہر سہ روزے آں پدر — دخترِ خود را بفرمودے حذر
ہر دوسرے اور تیسرے دن وہ باپ — لڑکی کو بچنے کا حکم دیتا

ایں چنیں قومے بعالم ہم بدند — کز چنیں نوعے نصیحت گر شدند
دنیا میں ایسے لوگ بھی تھے — کہ اس طرح کی نصیحت کرنیوالے ہوئے ہیں

حاملہ شد ناگہاں دختر ازو — چونکہ بد ہر دو جواں خاتون و شو
اچانک لڑکی اس سے حاملہ ہوگئی — چونکہ شوہر اور بیوی دونوں جوان تھے

از پدر آں را نہاں میداشتش — پنج ماہہ گشت کودک یا کہ شش
اس نے اس کو باپ سے چھپائے رکھا — بچہ پانچ یا چھ مہینے کا ہوگیا

لہ وصیّتِ پدر۔ اس نظم کا خلاصہ یہ ہے کہ لڑکی شہوت سے مغلوب ہوگئی تھی۔ سیمیں بر۔ چاندی جیسے جسم والی۔ کفو۔ ہمسر۔ آبناک۔ پانی والا۔ تخویفِ فساد۔ یعنی جوان لڑکی ہے کوئی خرابی نہ کر بیٹھے۔

لہ گفت۔ باپ نے اس لڑکی کو حاملہ نہ بننے کی ہدایت کی۔ عقد۔ یعنی نکاح۔ بجہد۔ یعنی چھوڑ کر بھاگ جائیگا۔ مظلمہ۔ ظلم کی پاداشت۔ حذر۔ بچاؤ۔

لہ ایں چنیں۔ ہوا، کہتے ہیں کہ ایسے بیوقوف بھی دنیا میں ہیں جو اس طرح کی بغو نصیحتیں کرتے ہیں۔ کودک۔ یعنی پیٹ کا بچہ۔

گشت پیدا گفت بابا چیست ایں
وہ ظاہر ہو گیا، باوانے کہا یہ کیا ہے؟

من نہ گفتم کہ ازو دوری گزیں
میں نے تجھے نہیں کہا تھا اس سے دوری اختیار کر

آں وصیتہای من خود باد بود
وہ میری نصیحتیں خود بادِ ہوائی ہوئیں

کہ نکردت پند و وعظم ہیچ سود
کیونکہ میرے وعظ اور نصیحت نے کوئی فائدہ نہ دیا

گفت بابا چوں کُنم پرہیز من
اُس نے کہا: ابا! میں کیسے بچتی؟

آتش و پنبہ است بیشک مرد و زن
مرد و عورت آگ اور روئی ہیں

پنبہ را پرہیز از آتش کجاست
روئی کا آگ سے کہاں بچاؤ ہے؟

یا در آتش کے حفاظ ست و تقاست
یا آگ میں نگہداشت اور بچاؤ کہاں ہے؟

گفت کے گفتم کہ سوی او مرو
اس نے کہا میں نے کب کہا تھا کہ تو اسکے پاس جا

تو پذیرای منی او مشو
یہ کہا تھا، تو اُس کی منی کو قبول کرنے والی نہ بن

در زمانِ حال و انزال و خوشی
کیفیت اور انزال اور لذت کے وقت

خویشتن باید کہ از وے درکشی
چاہیے (تھا) کہ اس سے اپنے آپ کو کھینچتی

گفت کے دانم کہ انزالش کیست
اُسنے کہا مجھے کب معلوم تھا، کہ اسکو انزال کب ہوگا؟

ایں نہاں است و بغایت دور دست
یہ پوشیدہ اور انتہائی بعید ہے

گفت چوں چشمش کلاپیسہ شود
اس نے کہا، جب اس کی آنکھیں چڑھیں

فہم کُن کاں وقتِ انزالش بود
سمجھ لیتی کہ اس کے انزال کا وقت ہے

گفت تا چشمش کلاپیسہ شدن
اس نے کہا، اس کی آنکھیں چڑھنے تک

کور میگردد ز شہوت چشمِ من
شہوت سے میری آنکھیں اندھی ہو جاتی ہیں

نیست ہر عقلِ حقیرے پایدار
ہر حقیر عقل، مضبوط نہیں ہے

وقتِ حرص و وقتِ جنگ و کارزار
حرص کے وقت اور جنگ و کارزار کے وقت

وصفِ ضعف دلی و سستی صوفی سایہ پروردہ مجاہدہ[۳]

اُس صوفی کے دل کی کمزوری اور سستی کا بیان جو سائے میں پلا تھا، مجاہدہ نہ کئے

ناکردہ، درد و داغِ عشق ناچشیدہ، بسجدہ و دست بوسِ
ہوئے تھا، عشق کا درد اور داغ نہ چکھے ہوئے تھا، سجدے اور عوام کی دست بوسی

عام و بحرمت نظر کردن و بانگشت نمودنِ ایشاں کہ
اور احترام سے دیکھنے، اور اُن کی انگلی اٹھانے سے

---

[۱] آباد۔ یعنی میری نصیحت ہوا ہو گئی۔ گفت۔ لڑکی نے باپ سے کہا چنبہ۔ اگر آگ اور روئی ایک جگہ ہو تو روئی کب بچاؤ کر سکتی ہے۔ حفاظ۔ نگہداشت۔ تقا۔ بچاؤ۔ گفت۔ باوانے کہا کہ میں نے شوہر کے پاس جانے کو منع نہیں کیا تھا۔ بلکہ یعنی انزال کے وقت اپنے آپ کو علیحدہ کر لینے کو کہا تھا۔

[۲] گفت۔ لڑکی نے کہا مجھے کیسے معلوم ہو سکتا ہے کہ اس کو انزال کس وقت ہو رہا ہے۔ دور دست۔ وہ مقام، جہاں پہنچنا مشکل ہے۔ کلاپیسہ۔ آنکھوں کا چڑھ جانا کہ پتلی نظر نہ آئے۔ گفت۔ لڑکی نے کہا اُس وقت تو میں خود شہوت سے اندھی ہوتی تھی۔ وقتِ حرص۔ لالچ اور جنگ میں بہت کم عقلیں قائم رہتی ہیں۔

[۳] وصف۔ بیان صوفی صاحب کے قصے سے یہ بتایا ہے کہ جنگ کے وقت اُن کی عقل بیکار ہو گئی تھی۔ یہ صوفی صاحب، خانقاہ کے سایہ میں پلے تھے مجاہدے کی مشقتیں نہ اٹھائی تھیں عوام کی دست بوسی سے اپنے آپ کو کامل انسان سمجھ بیٹھے تھے۔ انگشت۔ مشہور آدمی کی طرف لوگ آنکھوں سے اشارے کرتے ہیں۔

امروز در زمانہ صوفی اُوست غرّہ شدہ و بَوَہم بیمار شد چون[1]
آج کل دنیا میں وہی صوفی ہے، وہ دھوکے میں آگیا تھا اور وہم کی بیماری میں مبتلا ہوگیا تھا

آں مُعلّم کر کودکاں گفتند کہ رنجوری، و بایں وہم کہ من مجاہدم
اُس اُستاد کی طرح جس کو بچوں نے کہا تھا کہ آپ بیمار ہیں اور اِس وہم سے کہ میں مجاہد ہوں

مرا دریں راہ پہلوان میدانند با غازیاں بغزا رفتہ کہ بظاہر
لوگ مجھے اِس راہ کا پہلوان سمجھتے ہیں، غازیوں کے ساتھ جہاد میں چلا گیا، کہ میں ظاہری

نیز بنمایم جہاد کہ در جہادِ اکبر مُستثنیٰ اَم جہادِ اصغر خود پیش
جہاد بھی کروں گا، کیونکہ میں بڑے جہاد میں ممتاز ہوں، چھوٹا جہاد میرے سامنے کیا

من چہ محل دارد و خیالِ شیر دَر دیدہ و دلیریہا کردہ و مُست
وقعت رکھتا ہے؟ اور شیر ہونے اور بہادریوں کا نقشہ آنکھ میں جما کر اور ان

ایں دلیریہا شُدہ و رُوی بہ بیشہ نہادہ بقصدِ شیر و
بہادریوں میں مست ہوکر اور شیر کے ارادے سے جنگل کا رُخ کیا اور

شیر بزبانِ حال گفتہ کہ کَلَّا[2] سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ثُمَّ
شیر نے زبانِ حال سے کہا کہ ہرگز نہیں، تم عنقریب جان لوگے پھر

کَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ
ہرگز نہیں، تم عنقریب جان لوگے

رفت یک صوفی بہ لشکر در غزا — ناگہاں آمد قطاریق و وغا
ایک صوفی جہاد میں لشکر کے ساتھ چلا گیا — اچانک جنگ کا شور و غوغا اٹھا اور جنگ شروع ہوگئی

ماند صوفی با بُنہ و خیمہ و ضِعاف — فارساں راندند تا صفِ مَصاف
صوفی سامان اور خیمہ اور کمزوروں کے ساتھ رہ گیا — شہسوار اور بہادر میدانِ جنگ کی صف کی طرف گھوڑے دوڑا دیے

مُثقلانِ خاک بر جا ماندند — سَابِقُوْنَ السَّابِقُوْن دَر راندند
مٹی کے بوجھل، (اپنی) جگہ پر رہ گئے — سبقت کرنیوالے پیش قدم آگے دوڑ گئے

جنگہا[3] کردہ مُظفّر آمدند — باز گشتہ با غنائم سُودمند
جنگ کرکے کامیاب واپس آگئے — مالدار ہوکر غنیمتوں کے ساتھ لوٹ آئے

ارمُغاں دادند کاے صوفی تو نیز — اُو بروں انداخت نستد ہیچ چیز
انھوں نے تحفہ دیا کہ اے صوفی! تو بھی (لے) — اُس نے باہر پھینک دیا، کوئی چیز نہ لی

---

[1] چوں مُعلّم۔ پہلے مولانا نے قصہ سنایا تھا کہ مکتب کے بچوں نے اُستاد کو بلا وجہ بیمار بنا دیا تھا۔ جہادِ اکبر۔ یعنی نفس کے ساتھ جہاد۔ مُستثنیٰ۔ ممتاز۔ جہادِ اصغر کافروں سے جہاد کرنا۔

[2] کلّا سوف۔ قرآن نے کافروں کے غلط خیالات کی تردید کی ہے اور کہا ہے کہ عنقریب حقیقتِ حال سامنے آجائے گی۔ غزا۔ جہاد۔ قطاریق۔ جنگ کا شور و غل۔ وغا۔ جنگ۔ بُنہ۔ سامان۔ مصاف۔ صفوں کی جگہ، میدانِ جنگ۔ مُثقل۔ شست، بوجھل۔

[3] جنگہا۔ مجاہد جہاد میں کامیاب ہوکر مالِ غنیمت کے ساتھ واپس آئے۔ ارمغان۔ یعنی مالِ غنیمت میں سے حصہ۔

پس بگفتندش کہ خشمینی[1] چرا
گفت من محروم ماندم از غزا

پھر انھوں نے کہا کہ تو غصہ میں کیوں ہے؟
اس نے کہا، میں جہاد سے محروم رہ گیا

زاں تلطف ہیچ صوفی خوش نشد
کو میانِ غزو خنجر کش نشد

اس مہربانی سے صوفی کچھ بھی خوش نہ ہوا
کیونکہ وہ جہاد میں خنجر چلانے والا نہ بنا

پس بگفتندش کہ آوردیم اسیر
آں یکے را بہرِ کشتن تو بگیر

تو انھوں نے اس سے کہا، ہم قیدی لائے ہیں
اس ایک کو تو قتل کرنے کے لئے لے لے

سر ببرش تا تو ہم غازی شوی
آمدکے خوش گشت صوفی دل قوی

اس کا سر قلم کر دے تاکہ تو بھی غازی بن جائے
صوفی تھوڑا خوش ہوا اور مضبوط دل بن گیا

کاب اگر در وضو صد روشنی ست
چونکہ آں نبود تیمم کردنی ست

کہ اگرچہ وضو میں پانی کے سیکڑوں نور ہیں
جب وہ نہ ہو، تو تیمم کرنا ہی ہے

برد صوفی آں اسیرِ بستہ را
در پسِ خرگہ کہ آرد او غزا

اس بندھے ہوئے قیدی کو صوفی لے گیا
خیمہ کے پیچھے، کہ وہ جہاد کرے

دیر ماند[2] آں صوفی آنجا با اسیر
قوم گفتند اے عجب چوں شد فقیر

صوفی، قیدی کے ساتھ وہاں بہت دیر رہا
لوگوں نے کہا تعجب ہے، صوفی کو کیا ہوا؟

کافرِ بستہ دو دست او کشتنی ست
بسملش را موجبِ تاخیر چیست

دونوں ہاتھ بندھا کافر، قتل ہو جانے والا ہے
اس کے ذبح کرنے میں تاخیر کا کیا سبب ہے؟

رفت آں یک در تفحص در پیش
دید کافر را ببالائے وے‌ش

جستجو میں، ایک اس کے پیچھے چلا
اس نے کافر کو اس کے اوپر دیکھا

ہمچو نر بالائے مادہ آں اسیر
ہمچو شیرے خفتہ بالائے فقیر

وہ قیدی، مادہ پر نر کی طرح تھا
وہ فقیر پر شیر کی طرح پڑا تھا

دستہا بستہ[3] ہمی خائید او
از سرِ استیزہ صوفی را گلو

ہاتھ بندھے ہوئے، وہ چبا رہا تھا
صوفی کا گلا، کینہ وری کی وجہ سے

گبر میخائید با دنداں گلوش
صوفی افتادہ بزیر و رفتہ ہوش

کافر دانتوں سے اس کا گلا چبا رہا تھا
صوفی نیچے پڑا تھا اور ہوش اڑ گئے تھے

دست بستہ گبر ہمچوں گربہ
خستہ کردہ حلقِ او بے حربہ

ہاتھ بندھے ہوئے کافر نے، بلی کی طرح
بغیر نیزے کے اس کے گلے کو زخمی کر دیا

---

[1] خشمینی۔ تو غصہ میں کیوں ہے۔ تلطف۔ مہربانی۔ اسیر۔ قیدی۔ غازی۔ یعنی اس قیدی کا سر قلم کر کے غازی بن جا۔ کاب۔ صوفی نے کہا وضو ممکن نہ ہو تو تیمم سے کام چل جاتا ہے، اصل جہاد تو میدانِ جنگ میں تھا یہ بھی مجبوری کا جہاد ہے۔ خرگہ۔ خیمہ۔

[2] دیر ماند۔ صوفی کی واپسی میں دیر ہوئی تو لوگ حیران ہوئے۔ کافر۔ ہاتھ بندھے ہوئے قیدی کو قتل کرنے میں اس قدر دیر کا کیا کام ہے۔ تفحص۔ جستجو۔

[3] دستہا بستہ۔ وہ دونوں ہاتھ بندھا ہوا کافر صوفی کے گلے کو دانتوں سے چبا رہا ہے۔ گبر۔ اس کافر نے اس صوفی کا گلا اس قدر چبایا کہ صوفی بیہوش ہو گیا۔ حربہ۔ نیزہ۔

نیم[۱] کشتش کرد با دنداں اسیر
قیدی نے دانتوں سے اُس کو ادھ موا کر دیا

ریشِ اُو پُر خوں ز حلقِ آں فقیر
اُس فقیر کے حلق کے خون سے اُسکی داڑھی بھری ہوئی تھی

ہمچو تو کز دستِ نفسِ بستہ دست
تیری طرح، کہ ہاتھ بندھے نفس سے

ہمچو آں صوفی فتادستی بہ پست
اُس صوفی کی طرح نیچے گرا پڑا ہے

اے شدہ عاجز ز تلِ کیشِ تو
اے وہ کہ تو اپنے مذہب کے ٹیلے سے عاجز ہے

صد ہزاراں کوہہا در پیشِ تو
تیرے سامنے لاکھوں پہاڑ ہیں

زیں قدر خرپشتہ مُردی از شکوہ
تو ڈرے، اِس قدر ڈھلوان ٹیلے سے مرگیا

چوں رَوی بر عقبہائے ہمچو کوہ
تو پہاڑ جیسی گھاٹیوں پر کیسے گذرے گا؟

غازیاں کشتند کافر را بہ تیغ
غازیوں نے کافر کو تلوار سے مار ڈالا

ہمدراں ساعت ز حمیت بیدریغ
بے دریغ اُسی وقت غصہ سے

بر رُخِ صُوفی زدند آب و گلاب
صوفی کے چہرے پر پانی اور گلاب چھڑکا

تا بہوش آید ز بیہوشی و خواب
تاکہ وہ بیہوشی اور غفلت سے ہوش میں آجائے

چوں[۲] بخویش آمد بدید آں قوم را
وہ جب ہوش میں آیا، اُس نے قوم کو دیکھا

پس بپرسیدند چوں بُد ماجرا
تو اُنھوں نے پوچھا کیا قصہ ہوا؟

اللہ اللہ اینچہ حال ست اے عزیز
اللہ اللہ اے پیارے! یہ کیا حال ہے؟

اینچنیں بیہوش گشتی از چہ چیز
تو کس چیز سے ایسا بے ہوش ہو گیا؟

از اسیرِ نیم کُشتہ بستہ دست
ادھ موئے، ہاتھ بندھے، قیدی سے

اینچنیں بیہوش اُفتادی و پست
اِس طرح بے ہوش اور پست ہو کر گر پڑا

گفت چوں قصدِ سرش کردم بخشم
اُسنے کہا جب میں نے غصہ سے اُسکے سر کا ارادہ کیا

طُرفہ در من بنگریداں شوخ چشم
اُس بے حیا نے مجھے عجیب طرح پر گھورا

چشم را وا کرد پہن اُو سوی من
اُس نے میری جانب آنکھیں پھاڑیں

چشم گردانید و شُد ہوشم ز تن
آنکھوں کو گھمایا اور میرے ہوش بدن سے اڑ گئے

گردشِ[۳] چشمش مرا لشکر نمود
اُس کی آنکھوں کا گھومنا، مجھے لشکر نظر آیا

می ندانم گفت چوں پُر ہول بود
میں بتا نہیں سکتا کہ کس قدر خوفناک تھیں

قصہ کوتہ کُن کزاں چشم اینچنیں
قصہ مختصر کر، کہ اُن آنکھوں سے میں ایسا

رفتم از خود اُوفتادم بر زمیں
بے ہوش ہوا، زمین پر گر پڑا

---

۱ نیم کشتش۔ اُس کافر نے صوفی کو نیم مُردہ بنا دیا اور اُس کی داڑھی اُس صوفی کے خون میں لتھڑ گئی۔ ہمچو تو۔ اُس صوفی کا ہاتھ بندھے کافر نے جو حال بنا دیا نفس کے ہاتھوں تیرا حال ہے۔ تل۔ ٹیلہ۔ خرپشتہ۔ وہ ٹیلہ جس کے کنارے ڈھلوان ہوں۔ عقبہ۔ پہاڑ کی گھاٹی۔ حمیت۔ عار کی وجہ سے غصہ کرنا۔

۲ چوں۔ جب صوفی کو ہوش آیا تو اُس سے بیہوش ہونے کا قصہ پوچھا، ہاتھ بندھے ہوئے قیدی کے نیچے پڑے ہوئے بے ہوش کیوں ہوئے۔ طرفہ۔ اُس کافر نے عجب طرح پر گھور کر دیکھا بڑی بڑی آنکھیں نکالیں اُن کو گھمایا تو میں بے ہوش ہو گیا۔

۳ گردش۔ اُس کی آنکھیں چمکانے سے مجھے ایسا معلوم ہوا کہ کوئی لشکر آ گیا ہے میں اُس کی خوفناکی کا بیان بھی نہیں کر سکتا ہوں۔

فتنہ کوتہ کن کزاں غمزہ[1] گراں — رفتم از خود او فتادم من دراں

فتنہ کو مختصر کر، کہ اُس کی تیکھی نظروں سے — میں بے ہوش ہو گیا، میں اس میں گر پڑا

نصیحت کردنِ مبارزاں اُورا کہ بایں دل و زہرہ کہ تو داری

اُس کو جنگ جویوں کا نصیحت کرنا کہ اِس دل اور پِتّے کے ساتھ جو کہ تو رکھتا ہے

از کلاپیسہ شدنِ چشمِ کافرِ اسیرِ دست بستہ بیہوش و دشنہ

ہاتھ بندھے ہوئے قیدی، کافر کی پتلیاں چڑھنے سے بے ہوش ہو گیا اور تیشہ

از دست بیفگندی زینہار ہزار زینہار کہ ملازمِ مطبخِ خانقاہ

ہاتھ سے گرا دیا، خبردار، خبردار، کہ خانقاہ کے مطبخ میں بیٹھا رہ

باش و سُوئے پیکار مرو تا رُسوا نشوی

اور جنگ کی طرف نہ جا تاکہ رُسوا نہ ہو

قوم گفتندش بہ پیکار و نبرد — با چنیں زَہرہ کہ تو داری مگرد

لوگوں نے اُس سے کہا لڑائی اور جنگ میں — اِس پِتّے سے جو تو رکھتا ہے، نہ جا

گِردِ مطبخ گرد و اندر خانقاہ — تا دِگر رُسوا نگردی در سپاہ

مطبخ اور خانقاہ کے اندر چکر کاٹ — تاکہ لشکر میں دوبارہ رُسوا نہ ہو

چوں زچشمِ آں اسیرِ بستہ دست — غرقہ گشتی کشتیِ تو در شکست

جب اُس ہاتھ بندھے ہوئے قیدی کی آنکھوں سے — تو ڈوب گیا، تیری کشتی ٹوٹ گئی

پس میانِ حملۂ شیرانِ نر — کہ بُود با تیغِ شاں چوں گوی سَر

تو نر شیروں کے حملہ کے دَوران — جن کی تلواروں کے سامنے سر گیند کی طرح ہیں

کہ ز طاقا طاق[2] گردنہا زدن — طاقِ طاقِ جامہ کوباں ممتہن

کہ اُن کے گردن کاٹنے کی تڑاخ پڑاخ سے — دھوبیوں کی چھوا چھو کمتر ہے

کہ ز فشا فاش تیرِ جاں ستاں — اَبرِ آذاری خَجِل در امتحاں

کہ مار ڈالنے والے تیروں کے زنّاٹے سے — موسم بہار کا ابر آزمائش میں شرمندہ ہے

کے توانی کرد در خوں آشنا[3] — چوں نہ با جنگِ مَرداں آشنا

تو خون میں کیسے تیراکی کر سکے گا؟ — جبکہ تو بہادروں کی جنگ سے آشنا نہیں ہے

بس تنِ بے سَر کہ دارد اضطراب — بس سَرِ بے تن بخوں بر چوں حُباب

بہت سے بے سَر کے دھڑ تڑپتے ہیں — بہت سے بے دھڑ کے سَر خون پر بُلبلوں کی طرح ہیں

[1] غمزہ - آنکھ کا اشارہ۔ زَہرہ - پِتّہ۔ کلاپیسہ شدنِ چشم - آنکھوں کی پتلیاں چڑھنا۔ گردِ مطبخ - خانقاہ کے مطبخ کے چکر لگایا کر تاکہ پھر شرمندہ نہ ہو۔ کہ بود - جو ایسے بہادر ہیں کہ اُن کی تلوار کے سامنے بہادروں کے سَر بچّے کی گیند کی طرح ہیں۔

[2] طاقا طاق - تلواروں کی آواز۔ طاق طاق - دھوبی کے کپڑوں کو پٹڑے پر پٹخنے کی آواز۔ فشا فاش - تیروں کے چلنے کی آواز۔ خجل - شرمندہ۔

[3] آشنا - پہلے مصرع کے آخر میں بمعنی تیرنا اور دوسرے مصرع میں بمعنی واقف ہے۔ بس - بہت دھڑ بغیر جسم کے ہیں اور بہت سَر بغیر دھڑ کے ہیں۔ حباب - بلبلہ۔

زیرِ دست و پایِ اَسپاں در غزا[1]
جہاد میں گھوڑوں کے ہاتھ پاؤں کے نیچے

صد فنا کُن غرقہ گشتہ در فنا
سینکڑوں قاتل فنا میں غرق ہیں

اینچنیں ہوشے کہ از موشے پرید
ایسا ہوش، جو چوہے سے اُڑا

اندراں صف تیغ چوں خواہد کشید
اُس صف میں تو تلوار کیسے سونت سکے گا؟

چالش ست ایں، خمر خوردن نیست ایں
یہ جنگی تگ و دو ہے، یہ شراب نوشی نہیں ہے

تا تو بَر مالی بخوردن آستیں
تاکہ تو پینے کے لئے، آستین چڑھائے

نیست حمزہ خوردن اینجا تیغ بیں
یہ جگہ ترہ و تیز ک کھانا نہیں ہے، تلوار دیکھ

حمزہ باید دریں صف آہنیں
اس صف میں لوہے جیسا (حضرت) حمزہ درکار ہے

نیست لوتِ چرب، تیغ و خنجر ست
لذیذ کھانا نہیں ہے، تلوار اور خنجر ہے

جاں بباید باخت چہ جایِ سر ست
سر کا کیا ہے؟ جان کی بازی لگانی چاہیئے

کارِ ہر نازک دلے نبود قتال[2]
ہر نازک دل کا کام، جنگ کرنا نہیں ہے

کہ گریزد از خیالے چوں خیال
جو ایک وہم سے خیال کی طرح بھاگ جائے

کارِ ترکان ست نے ترکاں برو
بہادروں کا کام ہے، بُو بُو کا نہیں ہے، جا

جایِ ترکاں ہست خانہ خانہ شو
بُو بُو کی جگہ گھر ہے، گھر میں جا بیٹھ

قصہ کوتہ کُن کزاں چشم اینچنیں
قصہ مختصر کر، کہ اُن آنکھوں سے اس طرح

رفتی از دست و فتادی بر زمیں
تو بے قابو ہو گیا، اور زمین پر گر پڑا

حکایت عیاضی[3] رحمۃ اللہ علیہ کہ نود بار بغزوہ رفتہ بود سینہ

حضرت عیاضی رحمۃ اللہ علیہ کی حکایت کردہ نوّے بار جہاد میں گئے تھے کھلے

برہنہ و غزاہا کردہ، بامیدِ شہید شدن، و چوں نومید شد از

سینے، اور شہید ہو جانے کی امید پر جہاد میں گئے اور جب جہادِ اصغر

جہادِ اصغر رُوی بجہادِ اکبر آورد و خلوت گزید ناگہاں آوازِ

سے مایوس ہو گئے، تو جہادِ اکبر کا رُخ کیا اور خلوت اختیار کرلی، اُنھوں نے

طبلِ غازیاں شنید نفس از اندروں رنجہ می داشت سوی غزا

اچانک غازیوں کے نقارے کی آواز سنی نفس اندر سے جہاد کی جانب مجبور کرنے لگا

و مُتہم داشتنِ او نفسِ خود را دریں رغبت کہ کرد

اور اُن کا نفس کو اِس رغبت کے بارے میں مُتہم بنانا جو اُس نے کی

ف۱ غزا۔ جہاد۔ فنا کن۔ فنا کردینے والا۔ چالش۔ مقابلہ یعنی جنگی رفتار۔ برمالی آستیں۔ تو آستین چڑھائے۔ حمزہ۔ مصرع اول بمعنی تارا اسرا کا پیشدہ دوسرے مصرع میں آنحضور کے چچا کا نام ہے جن کی بہادری مشہور ہے۔

ف۲ کار۔ جنگجوئی، نازک دل کا کام نہیں ہے جو بعض دشمن کے وہم پر خیال کی طرح بھاگ جائے۔ ترکان۔ ترک کی جمع ہے، بہادر۔ ترکان۔ عورت۔

ف۳ عیاضی۔ مشہور بزرگ صوفی ہیں اُن کا نام ابوبکر محمد بن احمد ہے اپنے کسی دادا عیاض کی طرف منسوب ہیں۔ مولانا نے اُن کا قصہ سنا کر سمجھایا ہے کہ ہر صوفی کو اُن صوفی صاحب کی طرح نہ سمجھنا جو ہاتھ بندھے قیدی کی آنکھیں دیکھ کر بے ہوش ہو گئے تھے۔ جہادِ اصغر۔ کافروں سے جہاد۔ جہادِ اکبر۔ نفس سے جہاد۔

گفت عیاضی نود بار آمدم
(حضرت) عیاضی نے فرمایا کہ میں نوّے بار پہنچا
تن برہنہ بو کہ زخمے آیدم
ننگے بدن، شاید میرے جسم پر کوئی زخم لگے

تن برہنہ می شدم در پیشِ تیر
میں تیر کے سامنے ننگے بدن گیا
تا یکے تیرے خورم من جائی گیر[1]
تاکہ کوئی گھس جانے والا تیر کھاؤں

تیر خوردن بر گلو یا مقتلے[1]
مجھے یا مقتل پر تیر کھانا
در نیابد جز شہیدے مقبلے[1]
سوائے نصیبہ ور شہید کے کوئی نہیں پاتا ہے

بر تنم یک جائگہ بے زخم نیست
میرے جسم پر کوئی جگہ بغیر زخم کے نہیں ہے
ایں تنم از تیر چوں پرویز[1] نیست
میرا یہ جسم تیروں کی وجہ سے چھلنی کی طرح ہے

لیک بر مقتل نیامد تیر ہا
لیکن تیر، مقتل پر نہ پہونچے
کارِ بختست ایں نہ جلدی[1] و دَہا[1]
یہ مقدر کی بات ہے نہ کہ بہادری اور ہوشیاری کی

چوں شہیدی[2] روزیِ جانم نبود
چونکہ شہادت، میری جان کی روزی نہ تھی
رفتم اندر خلوت و در چلہ زود
میں جلد خلوت اور چلہ میں چلا گیا

در جہادِ اکبر افگندم بدن
میں نے جہادِ اکبر میں جسم ڈال دیا
در ریاضت کردن و لاغر شدن
محنت کرنے اور لاغر ہونے میں

بانگِ طبلِ غازیاں آمد بگوش
غازیوں کے نقارے کی آواز کان میں آئی
کہ خرامید ند جیشِ غزو کوش
کہ جہاد کا کوشاں لشکر روانہ ہوگیا

نفسِ من از باطن مرا آواز داد
میرے نفس نے مجھے اندر سے آواز دی
کہ بگوشِ حس شنیدم بامداد
جو میں نے حس کے کان سے صبح کو سنی

خیز ہنگامِ غزا آمد برو
اٹھ جہاد کا وقت آگیا، جا
خویش را در غزو کردن کن گرو
اپنے آپ کو جہاد میں معروف کردے

گفتم[3] اے نفسِ خبیثِ بے وفا
میں نے کہا، اے بے وفا خبیث نفس!
از کجا میلِ غزا تو از کجا
تجھے جہاد کی خواہش کہاں سے، کہاں ہے

راست گو اے نفس کایں حیلت گریست
اے نفس، سچ بتا یہ تیری حیلہ بازی ہے
ورنہ نفسِ شہوت از طاعت بر ملست
ورنہ شہوانی نفس عبادت سے بیگانہ ہے

گر نگوئی راست حملہ آرمت
اگر تو سچ نہ کہے گا، میں تجھ پر حملہ کردوں گا
در ریاضت سخت تر افشارمت
میں تجھے ریاضت میں سخت دباؤں گا

[1] جائگیر۔ گھس جانے والا۔ مقتل۔ بدن کا وہ عضو جس پر چوٹ لگنے سے انسان مرجائے۔ مقبلے۔ بانصیب۔ پرویزن۔ چھلنی۔ جلدی۔ بہادری۔ دَہا۔ تدبیر۔
[2] چوں شہیدی۔ حضرت عیاضی فرماتے ہیں جب مجھے یقین ہوگیا کہ شہادت میرے مقدر میں نہیں ہے تو میں نے خلوت میں چلہ کشی شروع کردی۔ جیش۔ لشکر۔ گرو۔ گروی۔
[3] گفتم۔ میں نے نفس سے کہا، خبیث تجھے جہاد کی رغبت کیوں پیدا ہوتی ہے؟ سچ بتادے ورنہ تجھے بہت کچلوں گا۔

نفس[1] بانگ آورد آندم از دروں
بافصاحت بے دہاں اندر فسوں

نفس نے اندر سے آواز دی
بغیر منہ کے، فصاحت کے ساتھ، جادوگری میں

کہ مرا ہر روز ایں جا می کشی
جانِ من چوں جانِ گبراں میکشی

کہ تو مجھے ہر روز اس جگہ کھینچ لاتا ہے
میری جان کو، کافروں کی جان کیطرح قتل کرتا ہے

ہیچ کس را نیست از حالم خبر
کہ مرا تو میکشی بے خواب و خور

کسی کو میری حالت کی خبر نہیں
کہ تو مجھے بغیر سوئے اور کھائے قتل کر رہا ہے

در غزا بجہم بیک زخم از بدن
خلق بیند مردی و ایثارِ من

میں جہاد میں ایک زخم سے بدن سے بھاگ نکلونگا
لوگ میری بہادری اور قربانی دیکھ لینگے

گفتم[2] اے نفسک منافق زیستی
ہم منافق میمری تو چیستی

میں نے کہا اے ذلیل نفس! تو منافق جیا
منافق ہی مر رہا ہے تو کیا ہے؟

خوار و خودرای و مرائی بودہ
در دو عالم تو چنیں بیہودہ

تو ذلیل، خودسر، اور ریاکار رہا ہے
دونوں جہاں میں تو اس قدر بیہودہ ہے

نذر کردم کہ ز خلوت ہیچ من
سر برون نارم چو زندہ ست ایں بدن

میں نے منت مان لی ہے کہ میں خلوت سے کبھی
باہر نہیں نکلونگا، جب تک یہ بدن زندہ ہے

زانکہ در خلوت ہر آنچہ تن کند
نز برای روی مرد و زن کند

اسلئے کہ خلوت میں بدن جو کچھ کرتا ہے
وہ مرد وعورت کے دکھاوے کیلئے نہیں کرتا ہے

جنبش و آرامش اندر خلوتش
جز برای حق نباشد نیتش

خلوت میں اُس کی حرکت اور سکون
اللہ (تعالےٰ) کے سوا کیلئے اُسکی نیت نہیں ہوتی ہے

ایں جہادِ اکبر ست آں اصغر[3] ست
ہر دو کارِ رستم ست و حیدر ست

یہ بڑا جہاد ہے، وہ چھوٹا جہاد ہے
دونوں کام، رستم اور حیدرؓ کے ہیں

کار آنکس نیست کو را عقل و ہوش
پر دراز تن چوں بجنبد دُمِ موش

اُس شخص کا کام نہیں ہے کہ جسکی عقل اور ہوش
بدن سے پرواز کر جائے جب چوہے کی دُم ہلے

کارِ آنکس نیست ایں سودا و جوش
کوز موش و جنبشش گم کرد ہوش

یہ جنون اور جوش اُس کا کام نہیں ہے
جو چوہے اور اُسکے ہلنے سے ہوش گنوادے

آنچناں کس را بباید چوں نساں
دور بودن از مصاف و از سناں

ایسے شخص کو عورتوں کی طرح چاہیے
میدانِ جنگ اور نیزے سے دور رہنا

---

[1] نفس۔ نفس نے جواب دیا تو مجھے یہاں چلہ کشی میں روز کافروں کی طرح قتل کرتا ہے۔ ہیچکس۔ یہاں تنہائی میں میرے قتل سے کوئی واقف نہیں ہوتا ہے۔ در غزا۔ جہاد میں مروں گا تو یکبارگی مر جاؤنگا اور لوگ بھی میری جان نثاری کو دیکھ لیں گے۔

[2] گفتم۔ میں نے نفس سے کہا تو نفاق کے ساتھ جیا اور اب لوگوں کے دکھاوے کے لئے جہاد کر کے منافق کی موت مرنا چاہتا ہے۔ خوار۔ تو دونوں جہانوں میں ذلیل ہوگا۔ مرائی۔ ریاکار۔ خلوت۔ تنہائی کی جگہ ریاکاری سے خالی ہوتی ہے۔ ایں جہاد اکبر۔ خلوت میں چلہ کشی جہادِ اکبر ہے جو حیدرکرّار حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا کام ہے۔

[3] جہادِ اصغر۔ دشمن سے لڑنا یہ بہادر اور رستم کا کام ہے۔ کار آنکس۔ جہادِ اکبر اور جہادِ اصغر اُس بزدل کا کام نہیں ہے جو چوہے کی دُم سے ڈرے۔ آنچناں۔ اُس شخص کو عورتوں کی طرح خانہ نشیں ہو جانا چاہئے۔

صوفیے آں[1] صوفیِ ایں اینت حیف ॥ آں ز سوزن کشتہ ایں را طعمہ سیف

ایک صوفی وہ ہے ایک صوفی یہ ہے عجب افسوس ہے ॥ وہ سوئی کا مقتول اس کی خوراک تلوار ہے

نقشِ صوفی باشد او را نیست جاں ॥ صوفیاں بدنام ہم زیں صوفیاں

وہ صوفی کی تصویر ہے اسمیں جان نہیں ہے ॥ ان صوفیوں سے، صوفی بھی بدنام ہیں

بر در و دیوار جسمِ گِل سرشت ॥ حق ز غیرت نقشِ صد صوفی نوشت

مٹی کے بنے ہوئے جسم کے در و دیوار پر ॥ اللہ تعالیٰ نے غیرت سے سیکڑوں صوفیوں کی تصویریں بنادیں

تا ز سحر[2] آں نقشہا جنباں شود ॥ تا عصائے موسوی پنہاں شود

تاکہ وہ تصویریں جادو سے متحرک رہیں ॥ جب تک موسوی عصا مخفی رہے

نقشہا را می خورد صدقِ عصا ॥ چشمِ فرعونی ست پُر گرد و حصا

ان تصویروں کو لاٹھی کی سچائی نگل جاتی ہے ॥ فرعونی آنکھ ہے جو گرد اور کنکریوں سے پُر ہے

حکایتِ مجاہدِ دیگر و جانبازیِ او در غزا

دوسرے مجاہد، اور جہاد میں اُس کی جان بازی کی حکایت

صوفیِ دیگر میانِ صفِ حرب ॥ اندر آمد بست بار از بہرِ ضرب

جنگ کی صف میں ایک دوسرا صوفی ॥ تلوار بازی کے لئے بیس بار آیا

با مسلماناں بکا فر وقتِ کرّ ॥ وانگشت او با مسلماناں بفرّ

مسلمانوں کیساتھ (ہوتا تھا) کافر پر حملہ کیوقت ॥ فرار کے وقت وہ مسلمانوں کیساتھ نہ پلٹتا تھا

زخم[3] خورد و بست زخمے را کہ خورد ॥ بارِ دیگر حملہ آورد و نبرد

زخم کھاتا اور جو زخم کھاتا اُس کی بندش کرتا ॥ دوسری بار حملہ اور جنگ شروع کرتا

تا نمیرد تن بیک زخم از گزاف ॥ تا خورد او بیست زخم اندر مصاف

تاکہ جسم ایک زخم سے خواہ مخواہ نہ مرجائے ॥ یہانتک کہ وہ جنگ میں بیس زخم کھائے

حیفش آمد کہ بزخمے جاں دہد ॥ جاں ز دستِ صدقِ او آساں رہد

اُسکو افسوس ہوتا کہ وہ ایک زخم سے جان دیدے ॥ جان اسکی سچائی کے ہاتھ سے آسانی سے چھوٹ جائے

حکایتِ آں مجاہد کہ از ہمیانِ سیم ہر روز یکدرم در خندق

اُس مجاہد کی حکایت جو چاندی کی تھیلی سے، ہر روز ایک درہم خرچ بناکر، خندق میں

انداختے بتفاریق از بہرِ ستیزۂ حرص و آرزوئے نفس

پھینک دیتا نفس کی آرزو اور لالچ سے جنگ کے لئے

۱ آں۔ یعنی وہ صوفی جو دست بستہ کافر سے مغلوب ہوگیا۔ ایں۔ یعنی حضرت عیاضیؒ۔ نقش۔ وہ بزدل صوفی صوفیوں کو بدنام کرنے والا ہے۔ بر در۔ انسانی جسم کی دیوار پر اللہ تعالیٰ نے غیرت کیوجہ سے بہت سے صوفیوں کی تصویریں بنادی ہیں تاکہ اسکے محبوب صوفی ان تصویروں میں مخفی رہیں۔

۲ تا ز سحر۔ یہ تصویریں محض جادوگری سے متحرک ہیں اور صوفیانہ حرکات کر رہی ہیں یہ اسی وقت تک ہے جب تک حقیقی صوفی جلوہ گر نہیں ہوتا ہے کہ اس کی جلوہ گری ان سب کو ہضم کر جائے گی۔

حکایت۔ اس میں بھی ایک صوفی کی بہادری کے کارنامے ذکر کئے ہیں۔ ضرب۔ تلوار بازی کر۔ اقدامی حملہ۔ فر۔ پسپائی۔

۳ زخم۔ اس کے ایک زخم لگتا تو فوراً مرہم پٹی کرکے حملہ آور ہو جاتا تاکہ ایک ہی زخم سے موت نہ آجائے۔ حکایت۔ جس طرح پہلے مجاہد یکبارگی مرنا نہ چاہتے تھے بلکہ بار بار زخم کھا کر جان دینا چاہتے تھے اسی طرح یہ مجاہد یکبارگی سرمایہ تلف نہ کرتے تھے بلکہ نفس کو بار بار تکلیف پہنچانے کے لئے روزمرہ ایک درہم تلف کرتے تھے۔

وسوسۂ نفس کہ چوں می اندازی بخندق بارے یک بار

اور نفس کی تمنا یہ کہ تو جب کہ خندق میں پھینکتا ہے، اب ایک بار

بیندازتا خلاص یابم کہ[1] الیاس احدی الراحتین واو

پھینک دے تاکہ میں چھٹکارا پا جاؤں، کیونکہ مایوسی بھی دو راحتوں میں سے ایک راحت ہے اور وہ

میگفت مر نفس راکہ ترا ایں راحت ہم ندہم

نفس سے کہتا تھا، کہ میں تجھے یہ راحت بھی نہ دوں گا

آں یکے بودش بکف در چل درم — **ہر شب افگندے یکے در آبِ یم**

ایک (صوفی) کے ہاتھ میں چالیس درہم تھے — وہ ہر رات کو ایک دریا کے پانی میں پھینک دیتا

تا کہ گردد سخت بر نفسِ مجاز — **در تانی درد جاں کندن دراز**

تاکہ جھوٹے نفس پر سخت بن جائے — جان کنی کا دراز درد، سست روی میں

نفسِ او فریاد کردے ہر شبے — **در فتادے زار در تاب و تبے**

اس کا نفس ہر رات کو فریاد کرتا — تکلیف اور مصیبت میں لاغر ہوتا

کیں[2] چرا می نفگنی یک بارگی — **کشتیم در غصہ و بیچارگی**

کہ تو ایک بار کیوں نہیں پھینک دیتا ہے؟ — تو نے مجھے رنج اور مجبوری میں مار ڈالا

بہرِ حق یکبارگی بگذار دین — **نفس را کالیاس احدی الراحتین**

خدا کے لئے ایک مرتبہ میں قرض ادا کر دے — نفس کا، کیونکہ مایوسی دو راحتوں میں ایک ہے

او نگشتے ملتفت مر نفس را — **ہمچنیں کشتے مر او را در عنا**

وہ نفس کی جانب متوجہ نہ ہوتا — اس کو اسی طرح مصیبت میں مارتا

ہمچنیں آں صوفی اندر صفِ جنگ — **بہرِ حق بگرفتہ بد بر نفس تنگ**

اسی طرح اس صوفی نے جنگ کی صف میں — اللہ تعالیٰ کیلئے نفس پر سخت گرفت کر رکھی تھی

با[3] مسلماناں بکر او پیش رفت — **وقتِ فر او وا نگشت از خصمِ لفت**

حملے کے وقت مسلمانوں کے ساتھ وہ آگے بڑھتا — پسپائی کے وقت دشمن سے جلد پیچھے نہ ہٹتا

زخمِ دیگر خورد آں را ہم بہ بست — **بیست کرت رمح و تیراز وے شکست**

دوسرا زخم کھایا اس کو بھی باندھا — بیس مرتبہ نیزے اور تیر اس پر ٹوٹے

بعد ازاں قوت نماند افتاد پیش — **مقعدِ صدقِ او ز صدقِ عشقِ خویش**

اس کے بعد طاقت نہ رہی، سامنے گر گیا — اپنی سچائی کی جگہ میں اپنے عشق کی سچائی کی وجہ سے

---

[1] الیاس۔ مقصد پورا ہونے سے بھی راحت ملتی ہے اور مقصد سے بالکل مایوس ہونے سے بھی نفس کو راحت ملتی ہے۔ یم۔ دریا مجاز۔ یعنی حقیقت سے غافل تانی۔ آہستہ روی۔ نفس۔ اس صوفی کا نفس درہم کو دریا میں پھینکنے کی وجہ سے ہر شب فریاد کرتا۔

[2] کیں۔ اور یہ کہتا کہ درہموں کو پھینکتا ہے تو ایک دفعہ پھینک دے کشتیم۔ تو مرا کشتی۔ کالیاس۔ اگر یکبارگی مایوسی ہو جائے تو سکون مل جاتا ہے ملتفت متوجہ۔ عنا بشقت۔ ہمچنیں۔ اسی طرح اس صوفی نے نفس کی گرفت کر رکھی تھی ایک زخم کھا کر شہید نہ ہونا چاہتا تھا۔

[3] با مسلماناں۔ مسلمانوں کے حملہ کے وقت آگے بڑھتا لیکن پسپائی کے وقت جلد پسپا نہ ہوتا دشمن کے مقابلے میں جما رہتا۔ کرت۔ مرتبہ رمح۔ نیزہ۔ مقعدِ صدق۔ قرآن پاک میں نیکوں کی روحوں کے بارے میں ہے وہ سچائی کی جگہ ہوں گی صاحبِ قدرت خدا کے پاس۔

صِدق[1] جاں دادن بود ہیں سابِقُوا ۔۔۔ از نُبی بر خواں رجالٌ صَدَقُوا

سچائی، جان دیدینا ہوتی ہے، خبردار! آگے بڑھو ۔۔۔ قرآن میں سے رِجَالٌ صَدَقُوْا پڑھ لے

ایں ہمہ مُردن نہ مرگِ صورتست ۔۔۔ ایں بدن مر روح را چوں آلتست

یہ کامل موت نہ صرف جسم کی موت ہے ۔۔۔ یہ بدن، روح کے لئے آلہ کی طرح ہے

اے بسا خامے کہ ظاہر خویش ریخت ۔۔۔ لیک نفسِ زندہ آں جانب گریخت

بہت سے ناقص ہیں کہ انھوں نے اپنا ظاہر (جسم) بہادیا ۔۔۔ لیکن زندہ نفس اُس جانب بھاگ گیا

آلتش[2] بشکست و رہزن زندہ ماند ۔۔۔ نفس زندہ است ارچہ مرکب خوں فشاند

اُس کا آلہ ٹوٹا اور ڈاکو زندہ رہا ۔۔۔ نفس زندہ ہے اگرچہ سواری نے خون چھڑک دیا

اسپ کُشت و رہ نرفت آں خیرہ سر ۔۔۔ ماند خام و زشت از حق بے خبر

گھوڑا مار ڈالا اور اس بیوقوف نے راستہ طے نہ کیا ۔۔۔ اللہ تعالیٰ سے بے خبر کچا اور بھدّا رہ گیا

گر بہر خونریزیِ گشتے شہید ۔۔۔ کافرِ کُشتہ بُدے ہم بوسعید

اگر ہر خون بہانے سے شہید بنجایا کرتا ۔۔۔ مقتول کافر بھی بوسعید ہوتا

اے[3] بسا نفسِ شہیدِ معتمد ۔۔۔ مُردہ در دنیا چو زندہ میرود

بہت سے بھروسے کے شہید نفس ہیں ۔۔۔ مرے ہوئے، دنیا میں زندہ کیطرح چلتے پھرتے ہیں

رُوحِ رہزن مُرد و تن کہ تیغِ اوست ۔۔۔ ہست باقی در کفِ آں غزو دوست

ڈاکو نفس مرگیا اور جسم جو کہ اُس کی تلوار ہے ۔۔۔ جہاد کے شائق کے ہاتھ میں باقی ہے

تیغ آں تیغست مَرد آں مرد نیست ۔۔۔ لیک ایں صورت ترا حیراں کنیست

تلوار وہی تلوار ہے، مرد وہ مرد نہیں ہے ۔۔۔ لیکن یہ صورت تجھے حیران کرنیوالی ہے

نفس چوں مبدل شود ایں تیغِ تن ۔۔۔ باشد اندر دستِ صُنعِ ذوالمِنَن

نفس جب بدل جاتاہے، یہ جسم کی تلوار ۔۔۔ اللہ تعالیٰ کی کاریگری کے ہاتھ میں ہوتی ہے

آں یکے مَردیست قوتش جملہ درد ۔۔۔ ویں دگر مردے میاں تی ہمچو گرد

ایک وہ مرد ہے جسکی ساری خوراک درد ہے ۔۔۔ اور یہ دوسرا مرد ہے جسکی کمر گرد کیطرح خالی ہے

صفت کردنِ مرد غماز و نمودنِ صورتِ کنیزک مصوّر

ایک چغلخور کا خوبی بیان کرنا اور کاغذ پر بنی ہوئی ایک لونڈی کی تصویر دکھانا

[1] صِدق۔ پہلی آیت میں جو صِدق آیا ہے اُسکا مطلب اللہ کے راستہ میں جان دیدینا ہے۔ صَدَقُوا قرآنِ پاک میں ہے مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاھَدُوا اللّٰہَ عَلَیْہِ یعنی بعض مومن وہ ہیں جنھوں نے اُس معاہدہ کو سچ کر دکھایا جو اُنھوں نے اللہ تعالیٰ سے کیا یعنی راہِ خدا میں شہید ہوگئے۔ ایں ہمہ۔ راہِ خدا میں مرنا، جسم کا مرنا نہیں ہے کیونکہ یہ تو روح کا ایک آلہ ہے بلکہ اوصاف رذیلہ کا ازالہ اور نفس کو ملنا ہے۔ اے بسا۔ بہت سے ایسے لوگ ہیں جو جہاد میں مرتے ہیں لیکن اُن کا نفس زندہ رہتا ہے تو وہ راہِ خدا میں نہیں مرے۔

[2] آلتش۔ نفس کا زندہ رہنا اور جسم کا مرجانا تو ایسا ہی ہے جیسے ڈاکو زندہ رہے اور اُس کا ہتھیار یا گھوڑا فنا ہوجائے۔ اسپ۔ ایسں شخص کی مثال تو اُس شخص کی سی ہے جو منزل پر پہنچنے سے پہلے گھوڑے کو مار ڈالے۔ گر بہر خونریزی۔ اگر محض خون بہادینا شہادت ہو تو ہر کافر جو جنگ میں مرے اُسکو شہید کہو۔ بوسعید۔ نیک بخت یا حضرت ابوسعید ابوالخیرؒ۔

[3] اے بسا۔ جن لوگوں نے نفس کشی کرلی ہے اُنکا نفس مُردہ ہوچکا ہے لیکن وہ دنیا میں زندہ چلتے پھرتے ہیں حضورؐ نے ارشاد فرمایا۔ جو کسی مُردہ کو چلتا پھرتا دیکھنا چاہے وہ ابوبکرؓ کو دیکھ لے۔ روح۔ جو نفس راہزن تھا وہ مرگیاہے اُسکی جو تلوار تھی یعنی جسم وہ اِس مجاہد کے ہاتھ میں باقی ہے۔ تیغ۔ یعنی جسم تو وہی ہے لیکن اب وہ شخص نہیں ہے وہ اپنے آپکو فنا کرکے بقا باللہ حاصل کرچکا ہے نفس۔ اگرچہ وہ شخص نہیں رہا لیکن اب یہ تلوار اللہ تعالیٰ کے دستِ قدرت کا کام کرتی ہے۔

تی۔ تہی، خالی۔

در کاغذ و عاشق شدنِ خلیفهٔ مصر بر نقشِ آں کاغذ و فرستادنِ
تصویر دکھانا اور اُس کاغذ کی تصویر پر مصر کے خلیفہ کا عاشق ہوجانا اور خلیفہ کا ایک

خلیفہ امیرے با سپاہِ گراں بدرِ موصل و قتل و ویرانی ۲۵
سردار کو بھاری لشکر کے ساتھ موصل کے دروازے پر بھیجدینا اور اِس مقصد کیلئے بہت

بسیار کردن بہرِ ایں غرض
قتل اور تباہی کرنا

مر خلیفہ مصر را غمّازؔ[1] گفت
چغلخور نے مصر کے خلیفہ سے کہا
کہ شہِ موصل بحورے گشت جُفت
کہ موصل کے بادشاہ کو ایک حور مل گئی ہے

یک کنیزک دارد اُو اندر کنار
وہ آغوش میں ایک کنیز رکھتا ہے
کہ بعالم نیست مانندش نگار
اُس جیسی حسینہ دنیا میں نہیں ہے

در بیاں ناید کہ حُسنش بیحد ست
بیان نہیں ہوسکتا کیونکہ اُس کا حُسن بیحد ہے
نقشِ اُو اینست کاندر کاغذ ست
اُس کی تصویر یہ ہے جو کاغذ پر ہے

نقش در کاغذ چو دید آں کیقباد
اُس بادشاہ نے کاغذ پر اُسکی تصویر دیکھی
خیرہ گشت و جام از دستش فتاد
حیران ہوگیا اور اُسکے ہاتھ سے جام گرگیا

پہلوانے[2] را فرستاد آں زماں
فوراً ایک بہادر کو بھیج دیا
سُوی موصل با سپاہِ بس گراں
بہت بھاری لشکر کے ساتھ موصل کی جانب

گفت اگر ندہد بتو آں ماہ را
کہا اگر وہ اُس چاند کو تیرے حوالے نہ کرے
بر کُن از بُن آں در و درگاہ را
اُس در اور درگاہ کو جڑ سے اُکھاڑ ڈال

ور دہد ترکش کُن و مہ را بیار
اور اگر دیدے اُس کو چھوڑ اور چاند کو لے آ
تا کَشَم[3] من بر زمیں مہ در کنار
تاکہ میں چاند کو زمین پر بغل میں لوں

پہلواں شُد سُوی موصل با حَشَم
بہادر خادموں کے ساتھ موصل کیجانب روانہ ہوا
با ہزاراں رستم و طبل و عَلَم
ہزاروں بہادروں اور نقارے اور جھنڈے کیساتھ

چوں مَلَخہاے عدد بر گردِ کشت
کھیتی کے چاروں طرف کی اَن گنت ٹڈیوں کی طرح
قاصدِ اہلاکِ اہلِ شہر گشت
شہریوں کے ہلاک کرنے کا ارادہ کرنیوالا بنگیا

ہر نواحے منجنیقے از نبرد
جنگ کے لئے ہر جانب ایک گوپھن
ہمچو کوہِ قاف اُو بر کار کرد
کوہ قاف جیسی اُس نے کام پر لگادی

---

[1] غمّاز۔ چغلخور۔ بحورے۔ یعنی موصل کے بادشاہ کے پاس ایک حور صفت لونڈی ہے۔ نگار۔ پہلو۔ نگار۔ حسین۔ کیقباد۔ کے معنی مالکِ قباد۔ بمعنی بر حق۔ شاہِ ایران کا نام ہے جو بڑا عیاش تھا اور سّو سال اُس نے حکومت کی اب مطلقاً ضعیف بادشاہ کے معنی میں بولا جاتا ہے۔

[2] پہلوانے۔ شاہ معنے بہادر سردار کو بھاری لشکر دے کر موصل روانہ کردیا جو موصل صاد کے زیر کے ساتھ۔ عراق اور جزیرہ کے درمیان ایک شہر ہے۔ آں ماہ۔ حسین لونڈی۔

[3] تا کشم۔ وہ آسمان کا چاند ہے لیکن میں اُس سے زمین پر بغلگیر ہوں گا۔ رستم۔ مطلقاً پہلوان۔ ہزارہا۔ اُس سردار نے موصل کے چاروں طرف گوپھنیں قائم کردیں جو کوہِ قاف کی طرح بلند تھیں۔

زخمِ تیر و سنگہای منجنیق — تیغہا در گرد چوں برق از بریق[1]

تیروں کے زخم اور گوپھن کے پتھر — غبار میں تلواریں چمک کیوجہ سے بجلی کی طرح

ہفتۂ کرد ایں چنیں خونریز گرم — برجِ سنگیں سست شد چوں موم نرم

ایک ہفتہ اُس نے اِسی طرح خونریزی گرم رکھی — پتھریلا برج، نرم موم کی طرح کمزور پڑ گیا

شاہِ موصل دید پیکارِ مہول — پس فرستاد از دروں پیشش رسول

موصل کے بادشاہ نے خوفناک جنگ دیکھی — تو اندر سے اُس کے پاس قاصد بھیجا

کہ چہ[2] میخواہی ز خونِ مومناں — کشتہ میگردند زیں حربِ گراں

کہ مومنوں کی خونریزی سے تو کیا چاہتا ہے؟ — جو اس بھاری جنگ سے مر رہے ہیں

گر مرادت ملک و شہرِ موصل ست — بے چنیں خونریز اینت حاصل ست

اگر تیرا مقصود، ملک اور موصل شہر ہے — بغیر خونریزی کے یہ تجھے حاصل ہے

من روم بیرونِ شہر اینک درآ — تا نگیرد خونِ مظلوماں ترا

میں شہر سے باہر چلا جاتا ہوں، لے تو اندر آجا — تاکہ مظلوموں کا خون تجھے نہ پکڑے

ور مرادت مال و زر و گوہر ست — ایں ز ملک و شہر خود آساں تر ست

اگر تیرا مقصد مال اور سونا اور جواہر ہیں — یہ سلطنت اور شہر سے خود آسان ہیں

ہر چہ می باید ترا از سیم و زر — میفرستم چیست ایں آشوب[3] و شر

تجھے جو چاندی اور سونا چاہیے — میں بھیجتا ہوں یہ فتنہ اور شر کیا ہے؟

ایثار کردنِ صاحبِ موصل آں کنیزکِ خود را بخلیفۂ مصر تا خوں ریزیِ مسلماناں زیادہ نہ شود

موصل کے حاکم کا اپنی لونڈی کو خلیفۂ مصر کو دے دینا تاکہ مسلمانوں کی خونریزی زیادہ نہ ہو

چوں رسول آمد بہ پیشِ پہلواں — گفت پیغامِ ملک اندر زماں

جب قاصد، پہلوان کے سامنے آیا — اُس نے فوراً بادشاہ کا پیغام پہنچا دیا

گفت نے ملک میخواہم نہ مال — لیک میجویم یکے صاحب جمال

اُس نے کہا: میں ملک چاہتا ہوں، نہ مال — لیکن ایک حسین کا جویاں ہوں

داد کاغذ اندرو نقش و نشاں — گفت پیشش بر بگو اورا عیاں

اُس نے کاغذ دیا جس میں تصویر اور علامت تھی — کہا اسکے سامنے اسکو صاف بتادے

ل برق۔ چمک۔ برج نگیں۔ یعنی اُس موصل کے بادشاہ کا قلعہ موم کی طرح بن گیا۔ مہول۔ خوفناک۔ دہشتناک۔

٢ کہ چہ۔ موصل کے بادشاہ نے قاصد کے ذریعہ پہلوان سے کہلایا کہ حملے سے تیرا کیا مقصد ہے۔ اینت۔ ایں ترا۔ ایں ز ملک۔ جب میں سلطنت چھوڑنے کو تیار ہوں تو روپیہ پیسہ دینا تو بہت آسان ہے۔

٣ آشوب۔ فتنہ جنگ۔ یعنی موصل کا بادشاہ۔ گفت۔ پہلوان نے کہا۔ صاحب جمال۔ یعنی لونڈی۔

کاندریں کاغذ نگر چہ صورتست — زود بفرستش کہ ملک و جانت رست

کہ اس کاغذ میں دیکھ کیا تصویر ہے — اسکو جلد بھیجدے تاکہ تیری سلطنت اور جان بچ جائے

بنگر اندر کاغذ ایں را طالبم — ہیں بدہ ور نہ کنونم من غالبم

کاغذ میں دیکھ لے، میں اس کا طلبگار ہوں — خبردار! دیدے ورنہ اب میں غالب ہوں

چوں رسولش باز گشت و گفت حال — داد کاغذ را و بنمود آں مثال

جب اس کا قاصد واپس ہوا اور حالت بتائی — اس نے کاغذ دیا اور وہ تصویر دکھائی

گشت معلومش چہ گفت آں شاہِ نر — صورتے کم گیر زود ایں را ببر

اس کو معلوم ہو گیا تو اس بہادر شاہ نے کیا کہا؟ — مانے ایک (حسین) صورت نہ رہی اور جلد اسکو لیجا

من نیم در عہدِ ایماں بت پرست — بت برِ آں بت پرست اولیٰ ترست

میں ایمان کے عہد میں، بت پرست نہیں ہوں — بت اس بت پرست کی بغل میں زیادہ بہتر ہے

با تبرک داد دختر را و برد — سوی لشکرگاہ و در ساعت سپرد

اس نے لونڈی مع تحفہ کے دی، اور وہ لے گیا — لشکرگاہ کی جانب، اور فوراً سپرد کردی

چونکہ آوردش رسول آں پہلواں — گشت عاشق بر جمالش آں زماں

جب قاصد اس کو لایا، وہ سردار — فوراً اس کے حسن پر عاشق ہو گیا

عشق بحرے آسماں بر وے کفے — چوں زلیخا در ہوای یوسفے

عشق ایک سمندر ہے آسمان اس پر ایک جھاگ ہے — جیسے کہ زلیخا، یوسف کے عشق میں تھی

دورِ گردونہا ز موجِ عشق داں — گر نبودے عشق بفسردے جہاں

آسمانوں کی گردش عشق کی موج سے سمجھ — اگر عشق نہ ہوتا تو جہان ٹھٹھر جاتا

کے جمادے محو گشتے در نبات — کے فدای روح گشتے نامیات

جماد، نباتات میں کب فنا ہوتا؟ — نمو پانے والیاں، روح پر کب فدا ہوتیں؟

روح کے گشتے فدای آں دمے — کز نسیمش حاملہ شد مریمے

روح اس دم پر کب فدا ہوتی؟ — جس کی نسیم سے مریم حاملہ ہوئیں

ہر یکے بر جا ترنجیدے چو یخ — کے بدے پرّاں و جویاں چوں ملخ

ہر ایک اپنی جگہ برف کی طرح سکڑ جاتا — ٹڈی کی طرح کب پرواز اور جستجو میں ہوتا؟

ذرہ ذرہ عاشقانِ آں جمال — می شتابد در علو ہمچوں نہال

ذرہ ذرہ، اس حسن کا عاشق ہے — پودے کی طرح بلندی کی جانب دوڑتا ہے

لہ کاندریں۔ یعنی اپنے بادشاہ سے کہدے کہ اس کاغذ پر جس کی تصویر ہے اس کو بھی دیدے تب تیری نجات ہوگی۔ آں مثال۔ یعنی لونڈی کی تصویر کہ گفت یعنی جب شاہِ موصل کو بہادر کی خواہش کا علم ہو گیا تو اس نے کہا۔ شاہِ نر یعنی شاہِ موصل۔ صورتے۔ یعنی اگر ایک لونڈی نہ رہی تو کیا ہوا۔

۲ من نیم۔ شاہِ موصل نے کہا میں بت پرست نہیں ہوں لہٰذا یہ بت لونڈی شاہِ مصر بت پرست کے لئے مناسب ہے۔ چونکہ۔ جب قاصد لونڈی کو لے کر آیا تو یہ پہلوان اس پر عاشق ہو گیا۔ عشق۔ عشقِ الٰہی، صوفیا ذاتِ الٰہی مراد لیتے ہیں۔ زلیخا۔ آسمان کی تشبیہ ہے۔ یوسفؑ۔ حضرتِ حق کی تشبیہ ہے۔ دورِ گردوں۔ تمام کائنات کی حرکت کا سبب عشق ہے جو اس میں پنہاں ہے ورنہ کائنات درجۂ کمال کو نہ پہنچتی۔

۳ جمادے۔ جماد اپنے آپ کو نباتات میں فنا کرتا ہے۔ مٹی پانی سے نباتات غذا حاصل کر کے بڑھتی ہیں۔ روح۔ اس نفخ پر قربان ہوتی جس سے حضرت مسیحؑ کی پیدائش ہوئی۔ ہر یکے۔ اگر عشق کی تحریک نہ ہو تو ہر چیز ٹھٹھر کے رہ جائے۔ ذرہ۔ کائنات کا ہر ذرہ کمال کا خواہاں ہے۔

تسبیحِ الله ہست آں اشتابِ شاں
آں (ذرّوں) کی تیز روی الله کی تسبیح ہے

تنقیہ تن می کنند از بہرِ جاں
جو جان کے لئے جسم کو ملف کرتے ہیں

پہلواں چہ را چو رہ پنداشتہ
سردار نے جب کنوئیں کو راستہ سمجھ لیا

شورہ اش خوش آمد و حب کاشتہ
شور یلی زمین اس کو بھلی معلوم ہوئی اور دانہ بو دیا

چوں خیالے دید آں خفتہ بخواب
جیسا کہ سونے والے نے نیند میں ایک خیال دیکھا

جمع شد با آں و از وے رفت آب
اس کے ساتھ جماع کیا اور اس کی منی بہ نکلی

چوں بجست از خواب و شد بیدار زود
وہ جب نیند سے اٹھا اور جلد بیدار ہو گیا

دید کاں لعبت بہ بیداری نبود
دیکھا کہ وہ گڑیا بیداری میں (موجود) نہ تھی

گفت بر ہیچ آبِ خود بُردم دریغ
اس نے کہا افسوس ہے میں نے معدوم پر اپنی منی بہا دی

عشوۂ آں عشوہ دہ خوردم دریغ
افسوس ہے اس فریب دینے والے کا میں نے فریب کھایا

پہلوانِ تن بُد آں مردی نداشت
جسم کا پہلوان تھا، انسانیت نہ رکھتا تھا

تخمِ مردی در چناں ریگے بکاشت
اس نے انسانیت کا بیج ایسے ریت میں بو دیا

مرکبِ عشقش درید ہ صد لگام
اس کے عشق کی سواری نے سو لگام توڑ دیئے

نعرہ میزد لا اُبالے کالحمام
وہ نعرہ مارتا تھا، میں موت کی پرواہ نہیں کرتا ہوں

اَیش اُبالی بالخلیفۃ فی الھویٰ
میں محبت کے معاملہ میں خلیفہ کی کیا پرواہ کرتا ہوں

اِستویٰ عندی وجودی و التویٰ
میرے نزدیک میرا وجود اور ہلاکت یکساں ہو

ایں چنیں سوزاں و گرم آخر مکا
ایسی سوزش اور گرمی سے نیچ دبو

مشورت کُن با یکے دانستہ کار
کسی جانکار سے مشورہ کرے

مشورت کو عقل کو سیلابِ آز
مشورہ کہاں، عقل کہاں؟ حرص کے سیلاب نے

در خرابی کرد ناخنہا دراز
تباہی کے لئے ناخون دراز کرتے ہیں

بینَ اَیدی سدّ و سوئے خلف سد
سامنے دیوار ہے اور پیچھے کی جانب دیوار ہے

پیش و پس کے بیند آں مفتونِ خد
وہ رخسار کا عاشق آگے پیچھے کب دیکھتا ہے!

آمدہ در قصدِ جاں سیلِ سیاہ
کالا سیلاب، جان کے ارادہ سے آچکا ہے

تا کہ روبہ افگند شیرے بچاہ
تا کہ لومڑی شیر کو کنوئیں میں گرادے

از چہے بنمود معدومے خیال
ایک معدوم خیال کنوئیں سے نمودار ہوا

تا در اندازد اُسودا گالجبال
تا کہ پہاڑ جیسے شیروں کو اندر گرادے

ا۔ تسبیح آخر۔ قرآن پاک میں ہے یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یعنی آسمان اور زمین کا ذرّہ ذرّہ اللہ کی تسبیح خواں ہے یا اُس کی تسبیح اُن کے عشق کی دلیل ہے اور اس کے ذریعہ وہ جان کے لئے جسم کو فنا کرتے ہیں۔ پہلوآن۔ پہلوان حقیقی عشق کو نہ سمجھا اور لونڈی پر عاشق ہو گیا اس نے کنوئیں کو صاف راستہ سمجھ لیا۔

۲۔ چوں خیالے۔ وہ پہلوان غیر حقیقت کو حقیقت سمجھ بیٹھا جس طرح انسان خواب میں بے حقیقت حسین سے جماع کرتا ہے اور اپنا مادہ ضائع کرتا ہے اور بیدار ہو کر پھر افسوس کرتا ہے۔ تخمِ مردی یعنی عشق۔ ریگے۔ یعنی لونڈی۔ نعرہ۔ یعنی اگرچہ لونڈی سے عشق کرنے میں اندیشہ ہے کہ شاہِ مصر قتل کرا دیگا لیکن مجھے موت کی پرواہ نہیں ہے۔

۳۔ اَیش۔ اَیُّ شئ، کیا چیز۔ الھویٰ۔ عشق۔ التویٰ۔ ہلاکت۔ مکار۔ کیشت کاری نہ کر۔ مشورت کو۔ پہلوان پر تو وہی سوار تھا وہ کہاں مشورہ کر سکتا تھا۔ مفتونِ خد۔ رخسار کے عاشق کو آگا پیچھا نظر نہیں آتا۔ آمدہ۔ جب تباہی آتی ہے تو لومڑی شیر کو کنوئیں میں گرا دیتی ہے جیسا کہ پہلے دفتر میں بیان ہو چکا ہے۔ از چہے۔ پہلے دفتر میں لومڑی اور شیر کے قصہ میں گزرا ہے کہ شیر کو اپنا عکس کنوئیں میں شیر نظر آیا اور وہ غصہ سے لڑنے گیا۔

۱ هیچ کس را با زناں محرم مدار — کہ مثال ایں دو پنبہ است و شرار
کسی کو عورتوں کا محرم نہ بنا — کہ اِن دونوں کی مثال، روئی اور چنگاری کی ہے

آتشے باید نشستہ ز آبِ حق — ہمچو یوسفؑ معتصم اندر رہق
خدا کے پانی سے آگ بجھی ہوئی ہونی چاہیئے — جیسے کہ معصوم یوسفؑ جوانی میں

کز زلیخائے لطیفِ سرو قد — ہمچو شیراں خویشتن را وا کشد
کہ حسین سرو قد زلیخا سے — شیروں کی طرح اپنے آپ کو کھینچ لیا

۲ نفسِ خود را کے تواں کردن زبوں — جز بامدادِ عقولِ ذو فنوں
اپنے نفس کو مغلوب کب کیا جا سکتا ہے — اہلِ کمال کی عقلوں کی امداد کے بغیر

جانبِ اتمامِ قصہ باز راں — کایں سخن پایاں ندارد پہلواں
قصہ کو پورا کرنے کی جانب چل — اے پہلوان! اِس بات کا خاتمہ نہیں ہے

مراجعت کردنِ پہلوان از موصل بجانبِ مصر و صحبتِ او در راہ با کنیزک

پہلوان کا موصل سے، مصر کی جانب واپس ہونا اور راستہ میں اُس کا لونڈی سے ہمبستر ہونا

بازگشت از موصل و میشد براہ — تا فرود آمد بہ بیشہ و مرجگاہ
وہ موصل سے لوٹا اور راستہ پر روانہ ہوا — یہاں تک کہ اُس نے جنگل اور چراگاہ میں پڑاؤ کیا

آتشِ عشقش فروزاں آں چناں — کہ ندانست او زمیں از آسماں
اُس کے عشق کی آگ اِس طرح بھڑک رہی تھی — کہ وہ زمین اور آسمان میں فرق نہ کر سکتا تھا

قصدِ آں مہ کرد اندر خیمہ او — عقل کو و از خلیفہ خوف کو
اُس نے خیمہ میں چاند کا قصد کیا — عقل کہاں تھی (اور) خلیفہ کا ڈر کہاں؟

۳ چوں زند شہوت دریں وادی شرار — عقل را سوزد دراں شعلہ چو خار
جب شہوت اِس میدان میں آگ لگا دیتی ہے — عقل کو کانٹے کی طرح اِس شعلے میں جلا دیتی ہے

چوں زند شہوت دریں وادی دہل — چیست عقلِ تو فجل ابن الفجل
جب شہوت اِس میدان میں ڈھول بجا دیتی ہے — تو اے ذلیل، ذلیل کے بیٹے! تیری عقل کیا ہے؟

صد خلیفہ گشتہ کمتر از مگس — پیشِ چشمِ آتشینش آں نفس
سیکڑوں خلیفہ، مکھی سے کم بن گئے — اُس وقت ہوس کی شعلہ بار آنکھوں کے سامنے

---

۱ ہیچ کس۔ یہ خرابی اِس لئے آئی کہ شاہِ مصر نے پہلوان کو لونڈی کا محرم بنایا۔ آتشے۔ یہ آگ صرف اللہ تعالیٰ کا آبِ رحمت بجھا سکتا ہے۔ یوسفؑ۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسفؑ کو بچایا۔ معتصم۔ معصوم۔ رہق۔ بلوغ کا زمانہ۔ شیراں۔ حضرت یوسفؑ شیر مردوں کی طرح زلیخا سے بچ نکلے۔

۲ نفس۔ نفس کو کسی شیخ کے مشورے سے مغلوب کیا جا سکتا ہے۔ بازگشت۔ پہلوان لونڈی کو لے کر موصل سے چلا تو ایک جنگل اور چراگاہ میں اُس کا پڑاؤ ہوا۔ آتش۔ اُس کے عشق کی آگ اِس قدر بھڑکی ہوئی تھی کہ وہ اندھا ہو رہا تھا۔ قصدِ آں۔ وہ عشق سے مجبور ہو کر لونڈی کے خیمہ میں گھس گیا۔ اب نہ اُس میں عقل تھی نہ خلیفہ کا ڈر۔

۳ چوں زند۔ جب شہوت آگ لگاتی ہے تو عقل خس و خاشاک کی طرح جل جاتی ہے۔ فجل۔ ذلیل۔ صد خلیفہ۔ شاہِ مصر کیا سیکڑوں شاہ اُس کی نظر میں مکھی سے کم تھے۔

چوں بروں انداخت شلوار و نشست
درمیانِ پائے زن آں زن پرست
جب پاجامہ اتار دیا اور بیٹھ گیا
وہ عورت پرست، عورت کی ٹانگوں کے درمیان

چوں ذکر سوئے مقر میرفت راست
رستخیز و غلغل از لشکر بخاست
جب ذکر سیدھا ٹھکاؤ کی طرف گیا
قیامت اور شور و غل لشکر سے اٹھا

بر جہید او کون برہنہ سوئے صف
ذوالفقارِ ہمچو آتش او بکف
وہ ننگا صف کی جانب دوڑا
آگ جیسی تلوار ہاتھ میں لئے

دید شیرِ نر سیہ از نیستاں
بر زدہ بر قلبِ لشکر ناگہاں
اس نے دیکھا کالے نرشیر نے جنگل سے
اچانک وسطِ لشکر پر حملہ کر دیا ہے

تازیاں چوں دیو در جوش آمدہ
صد طویلہ و خیمہ اندر ہم زدہ
عربی گھوڑے دیو کی طرح جوش میں آگئے ہیں
سیکڑوں پچھاڑیاں اور خیمے درہم برہم کر دیئے

شیرِ نر گنبد ہمی کرد از لغز
در ہوا چوں موجِ دریا بیست گز
نرشیر گھسنے کے لئے جست لگا رہا تھا
فضا میں بیس گز دریا کی موج کی طرح

پہلواں مردانہ بود و بے حذر
پیشِ شیر آمد چو شیرِ مست نر
پہلوان بہادر تھا اور بغیر خوف
مست نرشیر کی طرح، شیر کے سامنے آگیا

زد بشمشیر و سرش را بر شگافت
زود سوئے خیمۂ مہرو شتافت
تلوار ماری اور اس کا سر پھاڑ دیا
حسینہ کے خیمہ کی طرف جلد دوڑ گیا

چونکہ خود را او بداں حور انمود
مردیِ او ہمچناں برپائے بود
جب اس نے اپنے آپ کو اس حور کو دکھایا
اس کی مردی اسی طرح قائم تھی

باچناں شیرے بچاں آتش گشتہ جفت
مردیِ او ماند برپا و نخفت
ایسے شیر کے ساتھ مقابلہ میں شریک ہوا
اس کی مردی قائم رہی اور نہ سوئی

آں بتِ شیریں لقائے ماہرو
در عجب در ماند از مردیِ او
وہ بتِ شیریں دیدار چاند کے ٹکڑے والی
اس کی مردی سے تعجب میں پڑ گئی

جفت شد با او بشہوت آں زماں
متحد گشتند حالی آں دو جاں
وہ فوراً شہوت سے اس سے جڑ گیا
فوراً وہ دو جانیں ایک ہو گئیں

زاتصالِ ایں دو جاں باہمدگر
میرسد از غیب شاں جانِ دگر
ان دونوں جانوں کے باہم پیوست ہونے سے
غیب سے ایک دوسری جان پہنچ جاتی ہے

۵۱ زن پرست۔ یعنی پہلوان۔ نغز۔ یعنی لونڈی کی شرمگاہ۔ کون برہنہ۔ یعنی اسی حالت میں جس میں وہ لونڈی سے مصروف تھا۔ ذوالفقار۔ عمدہ تلوار۔ دید۔ اُس پہلوان نے دیکھا کہ ایک کالا نرشیر لشکر کے درمیانی حصہ پر حملہ آور ہے۔ تازیاں۔ عربی گھوڑے۔ طویلہ۔ پچھاڑی، اصطبل۔ گنبد ہمی کرد۔ چھلانگ لگا رہا تھا۔ لغز۔ لغزیدن بمعنی خزیدن۔

۵۲ زد۔ پہلوان نے شیر پر تلوار کا وار کیا اُس کا سر پھاڑ دیا اور بہت جلد اُس لونڈی کے خیمہ میں چلا گیا چونکہ جب اُس لونڈی کے پاس پہنچا تو اُس کی شہوت میں کچھ کمی نہ آئی تھی۔

۵۳ چاں آتش۔ بجلی رفتار۔ مردی۔ اُس کی شہوت سرد نہ پڑی تھی وہ لونڈی اُس کی مردانگی کی اس طاقت سے حیرت میں پڑ گئی۔ جُفت شد۔ ہم نے اس کا فاعل پہلوان کو قرار دیکر ترجمہ کیا ہے اگر فاعل لونڈی کو قرار دیا جائے تو ترجمہ دوسرا ہو گا۔ جانِ دگر۔ یعنی ہونے والا بچہ۔

رُو نماید از طریقِ زادنے — گر نباشد[1] از علوقش رہزنے

جننے کے طریق پر رونما ہوتی ہے — اگر حمل کے لئے کوئی رہزن نہ ہو

ہر کجا دو کس بمہرے یا بکیں — جمع آید ثالثے زاید یقیں

جب دو انسان محبت یا کینہ سے — جماع کرتے ہیں، یقیناً تیسرا پیدا ہوتا ہے

لیک اندر غیب زاید آں صُوَر — چوں روی آں سُو ببینی در نظر

لیکن (عالمِ) غیب میں وہ صورتیں جنتی ہیں — جب تو اُس جانب جائیگا، آنکھ سے دیکھ لیگا

آں نتائج کز قرانات تو زاد — ہیں مگرد از ہر قرینے زود شاد

اُن نتیجوں کو جو تیرے ملاپ سے پیدا ہوگئے ہیں — خبردار! ہر ساتھی سے جلد خوش نہ ہو

منتظر میباش آں میقات[2] را — صدق داں الحاقِ ذُریات را

تو اُس وعدہ گاہ کا منتظر رہ — ذُریات کے ملا دینے کو سچا سمجھ

کز عمل زاینده اند و از علل — ہر یکے را صورتِ نُطق و کلل

کہ وہ عمل اور علتوں سے پیدا ہوئے ہیں — ہر ایک کو گویائی اور گونگے پن کی صورت ملی ہے

بانگِ شاں در میرسد زاں خوش جمال — کاے ز ما غافل ہلا زُوتر تعال

اُن حسینوں سے اُنھیں آواز آرہی ہے — کہ اے ہم سے غافل! خبردار، جلد آجا

منتظر[3] در غیب جانِ مرد و زن — مُول مُولت چیست زوتر گام زن

مرد و عورت کی جان (عالمِ) غیب میں منتظر ہے — تیرا آہستہ آہستہ چلنا کیوں ہے، جلد قدم اٹھا

راہ گم کرد اُو ازاں صبحِ دروغ — چوں مگس افتاد اندر دیگِ دوغ

اُس نے صبحِ کاذب کی وجہ سے راستہ گم کردیا — مکھی کی طرح چھاچھ کی دیگ میں گرگیا

پشیماں شُدنِ آں سرِ لشکر از خیانتے کہ کردہ بُود و سوگند دادنِ اُو آں کنیزک را کہ بخلیفہ باز نگوید آنچہ رفت

اُس لشکر کے سردار کا اُس خیانت سے شرمندہ ہونا جو اُس نے کی تھی اور اُس کا اُس لونڈی کو قسم دینا کہ جو کچھ ہوا ہے وہ خلیفہ سے نہ کہے

چند روزے ہم براں بُد بعد ازاں — شد پشیماں اُو ازاں جُرمِ گراں

وہ چند روز اُسی (حالت) پر رہا اسکے بعد — وہ اُس بھاری جرم سے شرمندہ ہوا

داد سوگندش کہ اے بدرِ منیر — کُن حذر تا شہ نگردد زیں خبیر

اُس نے اُس کو قسم دی کہ اے روشن چودھویں کے چاند — احتیاط برت، تاکہ بادشاہ اِس سے خبردار نہ ہو

---

[1] گر نباشد۔ اگر نطفہ کے استقرار سے کوئی مرض وغیرہ مانع نہ ہو۔ ہر کجا۔ جب مرد و عورت جُفتی کرتے ہیں، محبت سے خواہ کینے سے، تو حمل ٹھہر جاتا ہے، اسی طرح دو شخص کوئی اور معاملہ کرتے ہیں یا کوئی شخص کسی عمل کے ساتھ جفت بنتا ہے تو اس کے نتائج صُورِ معنویہ میں ظاہر ہوتے ہیں۔ لیکن مادیہ صورتیں تو نظر آجاتے ہیں لیکن یہ مولید معنوی عالمِ آخرت میں نظر آئیں گے۔ ہر چیز ثواب۔ انسان کا فرض ہے کہ اپنے اُس قرین کو خوب دیکھ لے جس کے سبب سے نتیجہ برآمد ہوگا کہ وہ کس قسم کا ہے۔

[2] میقات۔ عالمِ آخرت۔ الحاقِ ذریات۔ قرآن پاک میں ہے ہم قیامت میں مومنوں کی مومن ذریت یعنی اولاد کو اُس کے ساتھ کر دیں گے۔ مولانا نے یہاں ذریت سے اعمال کے نتائج مراد لئے ہیں۔ عمل۔ یعنی نیک عمل۔ علل۔ یعنی بُرے کاموں کے اسباب سے بنے۔ آخرت میں ہر عمل گویا بنے گا۔ شان یعنی عمل کرنے والے۔ خوش جمال۔ یعنی اعمال کے نتائج۔

[3] منتظر۔ عالمِ غیب میں ہر شخص کے اعمال اُس کے منتظر ہیں۔ سجاتی۔ یعنی نتیجہ عمل۔ راہ گم کرد۔ یہ شعر پہلوان سے متعلق ہے کہ اُس نے غلطی کی اور نقصان اٹھایا۔ صبحِ دروغ۔ صبح کاذب جس سے دھوکہ کھا کر مسافر چل پڑتا ہے اور لُٹ جاتا ہے۔

دادسوگندش کہ اے خورشید رُو
اُس نے اُس کو قسم دی کہ اے سورج جیسے چہرے والی

باخلیفہ زانچہ شد رمزے[1] مگو
جو کچھ ہوا خلیفہ سے اُس کا اشارہ نہ کرنا

مختصر گویم ببُرد آں پہلواں
میں مختصراً بتاتا ہوں، وہ پہلوان لے گیا

مر کنیزک را بسوئے شاہِ جہاں
شاہِ جہاں کی جانب لونڈی کو

چوں بدید اُو را خلیفہ مست گشت
جب خلیفہ نے اُس کو دیکھا مست ہوگیا

پس زبام افتاد اُو را نیز طشت
تو اُس کا طشت بھی بالاخانے سے گر گیا

دید صد چنداں کہ وصف اشنیدہ بُود
جو تعریف اس نے سُنی تھی اس کو سَو گنا دیکھا

کے بُود خود دیدہ مانندِ شنود
دیکھا ہوا، سنے ہوئے کی برابر کب ہوتا ہے

وصف تصویرست بہرِ چشمِ ہوش
تعریف، ہوش کی آنکھ کے لئے تصویر کھینچنا ہے

صورت آں چشم داں نے آں گوش
صورت آنکھ کی ملکیت سمجھ، نہ کہ کان کی

یک مثالے[2] گویم اکنوں گوش دار
میں ایک مثال کہتا ہوں، اب سُن

فہم کُن امثالِ معنیٰ ہوش دار
مثالوں کا مطلب سمجھ، ہوش کر

حکایت

حکایت

کرد مردے از سخندانے سوال
ایک شخص نے ایک سخندان سے دریافت کیا

حق و باطل چیست اے نیکو مقال
اے خوش بیان! حق اور باطل کیا ہے؟

گوش را بگرفت و گفت ایں باطل ست
اُس نے (اپنا) کان پکڑا اور کہا یہ باطل ہے

چشم حق ست و یقینش حاصل ست
آنکھ حق ہے اور اُس کو یقین حاصل ہے

آں[3] بہ نسبت باطل آمد پیشِ ایں
(کان) اِس (آنکھ) کے مقابلہ میں نسبت کے اعتبار سے باطل ہے

نسبت ست اغلب سخنہا اے امیں
اے امین! اکثر باتوں میں نسبت ہے

ز آفتاب ار کرد خفاش احتجاب
اگر چمگادڑ نے سورج سے پردہ کر لیا ہے

نیست محجوب از خیالے آفتاب
سورج خیال سے پردے میں نہیں ہے

خوف اُو را خود خیالش میدہد
(روشنی کا) ڈر اُس کو خود اِس (سورج) کا خیال دے رہا ہے

آں خیالش سوئے ظلمت میکشد
وہ خیال اُس کو تاریکی کی جانب کھینچ رہا ہے

آں خیالِ نور می ترساندش
روشنی کا خیال اُس کو ڈرا رہا ہے

بر شبِ ظلمات می چفساندش
تاریکیوں کی رات سے اُس کو چمٹا رہا ہے

---

[1] رمزے۔ کوئی اشارہ۔ پس زبام۔ یعنی لڑکی کے عشق میں بدنام ہوگیا۔ کے بُود شنیدہ کے بود مانند دیدہ۔ وصف۔ کسی چیز کے اوصاف سننے سے اُس کی تصویر ذہن میں پیدا ہوتی ہے اور اُس کی صورت آنکھ سے نظر آتی ہے۔

[2] یک مثالے۔ اِس مثال اور حکایت سے یہی بتلایا ہے کہ اہلِ شنید کا رُتبہ اہلِ دید سے کمتر ہے۔ کرد۔ ایک صاحب نے ایک صاحب سے حق اور باطل کی حقیقت کے بارے میں سوال کیا۔ گوش۔ اُس نے اپنا کان پکڑ کر بتایا کہ اِس کے ذریعہ جو علم حاصل ہو وہ باطل ہے آنکھ کے ذریعہ جو علم ہوتا ہے وہ صحیح اور یقینی ہوتا ہے۔

[3] آں بہ نسبت۔ ہم نے سُنی ہوئی بات کو دیکھی ہوئی کے مقابلہ میں جو باطل کہا ہے وہ کثرت کے اعتبار سے ہے یعنی اکثر یہی صورت ہوتی ہے۔ ز آفتاب۔ ورنہ چمگادڑ کو سورج کا علم مشاہدہ سے اگرچہ حاصل نہیں ہے لیکن وہ پھر بھی درست اور صحیح ہے۔ خوف۔ روشنی کا خوف اُس کو سورج کا خیال دلاتا ہے اور وہ خیال اُس کو تاریکی میں لے جاتا ہے۔

از خیالِ[1] دشمن و تصویرِ اُوست — کہ تو بر چفسیدہ بَر یار و دوست

دشمن کے خیال اور اس کی تصویر کی وجہ سے ہے — کہ تو یار اور دوست سے چپٹا ہوا ہے

موسیٰؑ کشفِ لَمَعْ بَر کُہ فراشت — آں مُخَیِّل تابِ تحقیقت نداشت

اے موسیٰ! تجلی کا کشف پہاڑ پر پڑا — وہ خیال کرنے والا آپکی تحقیق کی طاقت نہیں رکھتا ہے

ہیں مشو غرّہ بداں کہ قابلی — مر خیالش را و زیں رَہ واصلی

خبردار! تو اِس میں دھوکا نہ کھا کہ تو قبول کرنے والا ہے — اس کے خیال کو، اور تو اس راہ سے واصل ہے

از خیالِ[2] حرب نَہراسید کس — لا شجاعۃ قبلَ حربِ ایں اں و بس

جنگ کے خیال سے کوئی خوفزدہ نہیں ہوتا — جنگ سے پہلے شجاعت نہیں ہے یہی کہنے والے بس

بر خیالِ حَرب، حیز اندر فکر — میکند چوں رستماں صد کر و فر

نامرد، لڑائی کے خیال سے فکر میں — رستموں کی طرح سینکڑوں کر و فر کرتا ہے

نقشِ رستم کاں بحمّامے بُوَد — قِرنِ حملہ فکر ہر خامے بُوَد

رستم کی تصویر جو کسی حمام میں ہوتی ہے — ہر ناقص کے فکر کے حملہ کی حریف ہو سکتی ہے

ایں خیالِ سمع چوں مُبصر شود — حیز چہ بُوَد رستمے مُضطر شود

جب کان کا یہ خیال دیکھنے جیسے کی طرح ہو جائے — نامرد کیا ہوتا ہے ایک رستم بھی مجبور ہو جاتا ہے

جہد کُن[3] کز گوش در چشمت رَوَد — آنچہ آں باطل بُدست آں حق شود

تو کوشش کر کہ وہ کان تیری آنکھ میں آجائے — جو باطل (نظر آتا) تھا وہ حق ہو جائے

زاں سپس گوشت شود ہم طبعِ چشم — گوہرے گردد دو گوشت ہمچو پشم

اسکے بعد تیرا کان بھی آنکھ کا ہم مزاج بن جائیگا — تیرے پشم جیسے دونوں کان گوہر بن جائیں گے

بلکہ جملہ تن چو آئینہ شود — جملہ چشم و گوہرِ سینہ شود

بلکہ پورا جسم آئینہ کی طرح ہو جائے گا — سب آنکھ اور سینہ کا جوہر ہو جائے گا

گوش انگیزد خیال و آں خیال — ہست دلّالہ وصالِ آں جمال

کان ایک خیال پیدا کرتا ہے اور وہ خیال — اُس حُسن کے وصال کی مشاطہ بن جاتا ہے

جہد کُن تا ایں خیال افزوں شود — تا دلالہ رہبرِ مجنوں شود

کوشش کر تاکہ یہ خیال بڑھے — تاکہ مجنوں کے لئے مشاطہ رہبر بن جائے۔

صرف کان ہی نہیں تمام جسم آنکھ کا رتبہ حاصل کرے گا۔ گوہرِ سینہ یعنی دل۔ گوش، حُسن کی بات سُن کر انسان وصالِ محبوب تک پہنچ جاتا ہے۔ ایں خیال۔ سننے سے جو خیال پیدا ہوا ہے اُس کو وصال کا راہبر بنالے۔

[1] از خیال۔ دشمن کا خیال اور تصور انسان کو دوست پیدا کرنے اور اُن سے ملنے پر مجبور کرتا ہے۔ تو پیا حضرت موسیٰ کو مشاہدہ کے درجہ کا علم تھا کہ طور کو اس درجہ کا علم نہ تھا لیکن پھر بھی وہ پہاڑ پر مؤثر ہوا۔ لمع۔ چمک۔ تجلی۔ کُہ۔ کوہ۔ مُخیل یعنی پہاڑ جس کو مشاہدہ حاصل نہ تھا صرف خیال حاصل تھا چنانچہ۔ لیکن انسان کو حق تعالیٰ کے خیال پر اکتفا نہ کرنا چاہیئے وہ محض خیال سے واصل بحق نہ ہوگا۔

[2] از خیال۔ لڑائی کا محض خیال اور تصور کوئی چیز نہیں ہے بلکہ مشاہدہ اصل ہے۔ حیز۔ مخنث اور بزدل بھی خیالی لڑائی میں بہت کر و فر دکھاتا ہے۔ نقشِ رستم۔ رستم کی خیالی تصویر سے تو ہر بزدلا حریف بنتا ہے۔ ایں خیال۔ خیال دیکھنے ہے لیکن اگر خیال مشاہدہ کے درجے میں آجائے تو پھر مفید ہو جاتا ہے۔

[3] جہد کن۔ انسان کو کوشش کرنی چاہیئے کہ حق کا مسموع مشہود بن جائے اور اس میں کسی باطل کا احتمال نہ رہے۔ زاں پس۔ اس کے بعد کان آنکھ کا رتبہ حاصل کریگا۔ پشم معمولی چیز ہے یعنی کان جو کم قیمت چیز ہے اب وہ گوہر جیسی قیمتی بن جائیگا۔ بلکہ۔ کوشش سے

۱ آں خلیفہ گول ہم یک چند نیز — ریش گاوی کرد خوش با آں کنیز
اُس احمق خلیفہ نے بھی کچھ دن — اُس لڑکی کے ساتھ حماقت برتی

ملک را تو ملکِ غرب و شرق گیر — چوں نمی ماند تو آں را برق گیر
تو سلطنت کو مغرب اور مشرق کی سلطنت فرض کر لے — جبکہ وہ باقی نہیں رہتی تو اُسکو بجلی (کی کوند) سمجھ

مملکت کاں می نماند جاوداں — اے دلت خفتہ تو آں را خواب داں
وہ سلطنت جو ہمیشہ نہ رہے — اے کہ تیرا دل سویا ہوا ہے تو اُسکو خواب سمجھ

تا چہ خواہی کرد آں بادِ بروت — کہ بگیرد ہم چو جلادے گلوت
تو اُس غرور کا کیا کرے گا! — جو جلاد کی طرح تیرا گلا پکڑ لے

۲ ہم دریں عالم بداں کہ مامنے ست — از منافق کم شنو کہ گفت نیست
اسی دنیا میں جان لے کہ اس کی جگہ ہے — منافق سے نہ سُن جس نے کہا کہ نہیں ہے

حجتِ منکرانِ آخرت و بیانِ ضعفِ آں حجت

آخرت کے منکروں کی دلیل اور اُس دلیل کی کمزوری کا بیان

حجتش این ست گوید ہر دمے — گر بُدے چیزے دگر من دیدمے
اس کی یہ دلیل ہے اور ہر وقت کہتا ہے — اگر کوئی اور چیز ہوتی تو مجھے نظر آتی

گر نہ بیند کودکے احوالِ عقل — عاقلے ہرگز کند از عقل نقل
اگر کوئی بچہ عقل کے احوال نہیں دیکھتا ہے — (تو) عقلمند کبھی عقل کو ترک کرے گا

۳ ور نہ بیند عاقلے احوالِ عشق — کم نگردد ماہِ نیکو فالِ عشق
اگر کوئی عقلمند عشق کے احوال نہیں دیکھتا ہے — (تو) عشق کا نیک فال چاند نہیں گھٹتا ہے

حسنِ یوسفؑ دیدۂ اخواں ندید — از دلِ یعقوبؑ کے شد ناپدید
یوسفؑ کے حسن کو بھائیوں کی آنکھ نے نہ دیکھا — (حضرت) یعقوبؑ کے دل سے کب چھپا!

مر عصا را چشمِ موسیٰؑ چوب دید — چشمِ قبطی افعی و آشوب دید
(حضرت) موسیٰؑ کی آنکھ نے عصا کو لکڑی دیکھا — قبطی کی آنکھ نے (اسکو) اژدھا اور مصیبت دیکھا

چشمِ سِر با چشمِ سَر در جنگ بود — غالب آمد چشمِ سِر حجت نمود
باطن کی آنکھ سر کی آنکھ سے جنگ میں تھی — باطن کی آنکھ غالب ہو گئی، ثبوت پیش کر دیا

---

۱ آں خلیفہ۔ شاہِ مصر بھی اُس لڑکی سے احمقانہ عشق کرنے لگا تھا۔ یہ اُس کی خرمستی سلطنت کی وجہ سے تھی سلطنت خواہ مشرق و مغرب کی ہو وہ بجلی کی کوندے زیادہ نہیں ہے۔ مملکت۔ انسان جس کو سلطنت سمجھتا ہے اس کی حقیقت خواب سے زیادہ نہیں ہے۔ تا چہ۔ یہ سلطنت کا گھمنڈ انسان کے لئے جلاد کا کام کرتا ہے۔

۲ ہم دریں عالم۔ اسی دنیا کو اور اُس کی سلطنت کو اس کی جگہ نہ سمجھ اس کی جگہ عالمِ آخرت ہے۔ حجتش۔ عالمِ آخرت کے منکر کی دلیل یہ ہے کہ اگر عالمِ آخرت ہوتا تو میں اس کو دیکھ سکتا۔ گر نہ بیند۔ لیکن کسی کے نہ دیکھ سکنے سے اس چیز کا انکار کیسے ہو سکتا ہے۔ بچہ عقل کے احوال کو نہیں دیکھ سکتا لیکن عقلمند تو اس کا انکار نہ کرے گا۔

۳ ور نہ بیند۔ اگر کوئی صاحبِ عقل عشق کے احوال نہیں دیکھ سکتا ہے تو اس کے نہ دیکھنے سے عشق میں کوئی نقصان نہیں آتا ہے۔ حسن یوسفؑ کا حسن بھائیوں کو نظر نہ آیا تو اس سے اس کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ مر عصا۔ حضرت موسیٰ ابتداءً عصا کی حقیقت نہ دیکھ سکے لیکن اُس کا وجود تھا تب ہی قبطی نے اُس کو دیکھ لیا۔ چشمِ سِر۔ باطنی آنکھ اور ظاہری آنکھ میں اختلاف تھا باطنی آنکھ نے دلیل پیش کردی اور حقیقت واضح ہوگئی۔

چشمِ[1] موسیٰؑ دستِ خود را دست دید ۔۔۔ پیشِ چشمِ غیب نُورے بُد پدید

(حضرت) موسیٰؑ کی آنکھ نے اپنے ہاتھ کو ہاتھ دیکھا ۔۔۔ غیب کی آنکھ کے سامنے ایک نور ظاہر تھا

ایں سخن پایاں ندارد ہر کمال ۔۔۔ پیشِ ہر محروم باشد چوں خیال

اِس بات کا خاتمہ نہیں ہے، ہر کمال ۔۔۔ ہر محروم کے سامنے خیال کی طرح ہوتا ہے

چوں حقیقت پیشِ اُو فرج و گلو ست ۔۔۔ کم بیاں کُن پیشِ اُو اسرارِ دوست

جبکہ اُس کے سامنے حقیقت، شرمگاہ اور حلق ہے ۔۔۔ دوست کے راز اُس کے سامنے بیان نہ کر

پیشِ ما فرج و گلو باشد خیال ۔۔۔ لاجرم ہر دم نماید جاں جمال

ہمارے سامنے شرمگاہ اور حلق خیال ہے ۔۔۔ لامحالہ جان ہر وقت جمال دکھاتی ہے

ہر کرا فرج و گلو آئین و خوست ۔۔۔ آں لکُم دِینُکم[2] وَلِی دِین بہرِ اوست

جس شخص کا طریقہ اور عادت شرمگاہ اور حلق ہے ۔۔۔ تمہارے لئے تمہارا دین اور میرے لئے میرا دین اسکے لئے ہے

باچناں اِنکار کوتہ کُن سخن ۔۔۔ احمدا کم گوئے با گبرِ کہن

ایسے انکار کے ہوتے ہوئے بات مختصر کر ۔۔۔ اے احمدؐ! پرانے کافر سے بات نہ کر

آمدنِ آں خلیفہ نزدِ آں خوبرُو از برائے جماع

ہمبستری کے لئے خلیفہ کا اُس حسینہ کے پاس آنا

آں خلیفہ کرد رائِ اجتماع ۔۔۔ سُوئے آں زن رفت از بہرِ جماع

خلیفہ نے اکٹھا ہونے کی سوچی ۔۔۔ ہمبستری کے لئے اُس لونڈی کے پاس گیا

ذکرِ اُو کرد و ذکر برپائِ کرد ۔۔۔ قصدِ خُفت و خیز مہر افزائِ کرد

اُس کی یاد کی اور عضو تناسل کو کھڑا کیا ۔۔۔ اُس محبت بڑھانے والی کیساتھ سونے اور جاگنے کا ارادہ کیا

چوں[3] میانِ پائِ آں خاتون نشست ۔۔۔ پس قضا آمد رہِ عیشش بہ بست

جب اُس خاتون کے پیروں کے بیچ میں بیٹھا ۔۔۔ تو تقدیر آ پہنچی، اُس کے عیش کا دروازہ بند کر دیا

خشت خشتِ مُوش در گوشش رسید ۔۔۔ خُفت کیرش شہوتش کُلی رمید

اُس کے کان میں، چوہے کی کھٹ کھٹ آئی ۔۔۔ اُسکا آلۂ تناسل سو گیا، اُسکی شہوت بالکلیہ بھاگ گئی

وہم آں کز مار باشد ایں صریر ۔۔۔ کہ ہمی جُنبد بہ تُندی از حصیر

یہ وہم ہوا کہ یہ آواز سانپ کی ہو گی ۔۔۔ جو تیزی سے چٹائی میں سے حرکت کر رہا ہے۔

خندہ گرفتنِ آں کنیزک را از ضعفِ شہوتِ خلیفہ و قوتِ

اُس سردار کی شہوت کی طاقت اور خلیفہ کی شہوت کی کمزوری پر لونڈی کا ہنس پڑنا

---

[1] چشمِ موسیٰ۔ ایک ہی چیز ایک کے لئے خیال ہے دوسرے کے لئے یقینی۔ ایں سخن۔ ایک ہی چیز کی مختلف نگاہوں میں مختلف حیثیت کا بیان۔ فرج وگلو۔ جو شخص پیٹ اور شرمگاہ کی شہوت کو ہی حقیقت سمجھے اُس کو اسرار کی باتیں سنانا بیکار ہے۔ پیشِ ما۔ جو لوگ پیٹ اور شرمگاہ کی شہوت سے بری ہیں اُن کو زیبائی حاصل ہوتا ہے۔

[2] لکم دینکم۔ سورۃ الکافرون میں آنحضورؐ کو خطاب ہے کہ ان کافروں سے کہہ دیجئے تمہارے لئے تمہارا دین ہے میرے لئے میرا دین ہے۔ باچناں۔ آنحضورؐ سے کہہ دیا گیا کہ اُن سے بات نہ کیجئے۔

[3] چوں۔ جب بالکل تیار ہو گیا تو قضا نے وہ روک دی اور ایک چوہے کی کھٹ کھٹ کی آواز آئی جس سے وہ خوفزدہ ہو گیا اور اُس کی شہوت ختم ہو گئی۔ وہم۔ اُس چوہے کی کھٹ کھٹ کے بارے میں اُس کو یہ خیال آیا کہ یہ سانپ کے چلنے کی آواز ہے جو بستر کے نیچے ہے۔ خندہ۔ شاعر کی نامردی اور پہلوان کی مردانگی کو یاد کر کے لونڈی ہنسنے لگی۔

شہوتِ آں امیر و فہم کردنِ آں خلیفہ خندۂ کنیزک را

اور لونڈی کے ہنسنے کو خلیفہ کا سمجھ جانا

زن بدید آں مستیٔ آواز شگفت — آمد اندر قہقہہ خندش گرفت

عورت نے حیرانی سے اُس کی مستی کو دیکھا — وہ قہقہہ مارنے لگی، اُس پر ہنسی طاری ہوگئی

یادش آمد مردیِ آں پہلواں — کہ بکشت او شیر و اندامش چناں

اُس کو اُس پہلوان کی مردانگی یاد آگئی — کہ اُس نے شیر کو مار ڈالا اور اُس کا عضو ایسا تھا!

غالب آمد خندۂ زن شد دراز — جہد میکرد و نمی شد لب فراز

عورت کی ہنسی غالب آگئی، لمبی ہوگئی — وہ کوشش کرتی تھی اور ہونٹ بند نہ ہوتا تھا

سختِ[1] می خندید ہمچوں بنگیاں — غالب آمد خندہ بر سود و زیاں

وہ بھنگڑوں کی طرح بہت ہنسی — نفع اور نقصان پر ہنسی غالب آگئی

ہر چہ اندیشید خندہ می فزود — ہمچو بندِ سیل ناگاہاں کشود

جتنا بھی سوچتی، ہنسی بڑھتی تھی — بہاؤ کے بند کی طرح جو اچانک کھل گیا ہو

گریہ و خندہ غم و شادیِ دل — ہر یکے را معدنے داں مستقل

رونا اور ہنسنا، دل کی خوشی اور غم — ہر ایک کو مستقل کان سمجھ

ہر یکے را مخزن و مفتاحِ آں — اے برادر در کفِ فتّاح داں

ہر ایک کا خزانہ ہے اور اس کی کنجی — اے بھائی! کھولنے والے (خدا) کے ہاتھ میں سمجھ

ہیچ ساکن می نشد آں خندہ زو — پس خلیفہ تیرہ گشت و تند خو

اُس کی ہنسی کسی طرح نہ تھمتی تھی — تو خلیفہ ناراض اور غضبناک ہوگیا

زود[2] شمشیر از غلافش بر کشید — گفت سرِّ خندہ واگو اے پلید

اُس نے فوراً غلاف میں سے تلوار سونت لی — کہنے لگا اے ناپاک! ہنسی کا راز بتا

در دلم زیں خندہ ظنّی او فتاد — راستی گو عشوہ نتوانیم داد

اس ہنسی سے میرے دل میں بدگمانی پیدا ہوگئی ہے — سچ بتا دے، تو مجھے فریب نہیں دے سکتی ہے

ور خلافِ راستی بفریبیم — یا بہانہ چرب آری تو برم

اگر تو سچائی کے خلاف مجھے فریب دے گی — یا میرے سامنے چکنا چپڑا بہانہ لائیگی

من بدانم در دلِ من روشنی ست — بایدت گفتن ہر آنچہ گفتنی ست

میں سمجھ جاؤں گا میرے دل میں روشنی ہے — تجھے کہنے کے لائق، بات کہہ دینی چاہیئے

---

[1] سخت۔ اُس کو ایسی ہنسی چھوٹی جیسی بھنگڑوں کو چھوٹتی ہے اور اُس ہنسی میں اُس کو یہ خیال بھی نہ رہا کہ بادشاہ کی ناگواری اُس کو نقصان پہنچائے گی۔ گریہ و خندہ۔ ہنسی اور رونے کے خزانے اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں۔ ھو اضحک و ابکی وہی ہنساتا ہے وہی رُلاتا ہے۔

[2] زود۔ لونڈی کی بے تحاشا ہنسی پر شاہ کو غصہ آگیا اور تلوار سونت لی اور کہنے لگا ہنسی کا راز صحیح بتا دے غلط بات سے تو مجھے مطمئن نہ کر سکے گی میرے دل میں عقل کی روشنی ہے

در دلِ شاہاں تو ماہے داں سطبر — گرچہ گہہ گہہ شُد ز غفلت زیرِ ابر

تو بادشاہوں کے دل میں ایک بڑا چاند سمجھ — اگرچہ وہ کبھی کبھی غفلت کی وجہ سے ابر کے نیچے آجاتا ہے

یک چراغے ہست دردل وقتِ گشت — وقتِ خشم و حرص آید زیرِ طشت

چلنے پھرنے کے وقت دل میں ایک چراغ ہے — جو غصہ اور حرص کے وقت طشت کے نیچے ہو جاتا ہے

آں[۱] فراست ایں زماں یارِ من ست — گر نگوئی آنچہ حقِ گفتن ست

اس وقت وہ شناخت میری دوست ہے — اگر تو وہ نہ کہے گی جو بتانے کا حق ہے

من بدیں شمشیر بُرّم گردنت — سُود نبوُد خود بہانہ کردنت

میں اس تلوار سے تیری گردن اڑا دوں گا — تیرا بہانہ کرنا کچھ مفید نہ ہوگا

ایں زماں بکُشم ترا بے ہیچ شک — تیغ را کرد اُو حوالہ گفت نِک

اب میں تجھے یقیناً قتل کر دوں گا — اس نے تلوار اس کے سامنے کی کہا یہ ہے

ور بگوئی راست آزادت کُنم — حقِ یزداں نشکنم شادت کُنم

اگر تو سچ کہدے گی میں تجھے آزاد کر دوں گا — خدا کی قسم نہ توڑوں گا، تجھے خوش کر دوں گا

ہفت مُصحف آں زماں برہم نہاد — خورد سوگند و چنیں تقریر داد

اُس نے سات قرآن اوپر نیچے رکھے — قسم کھائی، پھر یوں عہد کیا

فاش کردنِ آں کنیزک آں راز را با خلیفہ از بیمِ زخمِ شمشیر و

تلوار کے زخم سے ڈر کر اس لونڈی کا خلیفہ سے راز فاش کر دینا

اِکراہِ خلیفہ کہ راست بگو سببِ ایں خندہ را و گرنہ بکشمت

اور خلیفہ کا مجبور کرنا کہ اس ہنسی کا سبب سچ بتا ورنہ میں تجھے مار ڈالوں گا

زن[۲] چو عاجز شُد بگفت احوال را — مردیِ آں رستمِ صد زال را

عورت جب عاجز آگئی اس نے حالات بتا دیئے — سیکڑوں زال والے رستم کی مردانگی کے

شرحِ آں گردک کہ اندر راہ بُود — یک بیک با آں خلیفہ وا نمود

اس خیمہ کی تفصیل جو راستہ میں تھا — وہ اس نے ایک ایک کر کے خلیفہ پر کھولدی

شیر کُشتن سُوئے خیمہ آمدن — واں ذکر قائم چو شاخِ کرگدن

شیر کا قتل کرنا خیمہ میں آنا — اور اسکے ذکر کا گینڈے کے سینگ کیطرح کھڑا رہنا

اُو بداں قُوّت کہ از شیرِ شکار — ہیچ تغییرش نشُد بُد برقرار

وہ اس طاقت کے ساتھ کہ شکاری شیر سے — اس میں کوئی تغیر نہ ہوا برقرار تھا

---

[۱] آں فراست۔ وہ نور اور روشنی اس وقت میرے ساتھ ہے اگر تو صحیح بات نہ کہے گی میں فوراً سمجھ جاؤں گا اور تجھے مار ڈالوں گا اور یہ کہہ کر تلوار اس کے سامنے کر دی اور سات قرآن اوپر نیچے رکھ کر قسم کھائی کہ اگر تو سچ بتا دیگی تو تجھے آزاد کر دوں گا۔

[۲] زن۔ لونڈی جب عاجز آگئی تو اس نے پہلوان کا سارا قصہ سنا دیا اور کہا کہ اس نے شیر کو بھی قتل کیا اور پھر خیمہ میں واپس آیا اور اس کی شہوت میں کوئی کمی نہ آئی تھی۔

تو بدیں سستی[۱] کہ چوں کردی بگوش — خشتِ خشتِ موشکے رفتی ز ہوش
تو اس سستی میں کہ جب تو نے سُنی — چوہیا کی کھٹ کھٹ بے ہوش ہو گیا

من چو دیدم از تو ایں از وے آں — زاں سبب خندیدم اے شاہِ جہاں
میں نے جب تجھے یہ دیکھا اور اس سے وہ — اے شاہِ جہاں! میں اِس سبب سے ہنسی

رازہا را میکند حق آشکار — چوں بخواہد رست تخمِ بد مکار
اللہ (تعالیٰ) بھیدوں کو ظاہر کر دیتا ہے — جبکہ اُگ کر رہے گا، بُرا بیج نہ بو

آب و ابر و آتش و ایں آفتاب — رازہا را می برارند از تراب
پانی اور ابر اور گرمی اور یہ سورج — مٹی سے بھیدوں کو برآمد کر دیتے ہیں

ایں بہارِ نو ز بعدِ برگ ریز — ہست برہانِ وجودِ رستخیز
یہ نئی بہار، پت جھڑ کے بعد — قیامت کے وجود پر دلیل ہے

در بہاراں[۲] سرہا پیدا شود — ہر چہ خوردست ایں زمیں رسوا شود
بہاروں میں راز ظاہر ہو جاتے ہیں — اس زمین نے جو کھایا ہے، ظاہر ہو جاتا ہے

بر دمد آں از دہان و از لبش — تا پدید آید ضمیر و مذہبش
اس کے ہونٹ اور منہ سے وہ اگ پڑتا ہے — یہاں تک کہ اس کا مذہب اور ضمیر کھل جاتا ہے

سرِ بیخ ہر درختے و خورش — جملگی پیدا شود آں بر سرش
ہر درخت کی جڑ کا راز اور اس کی خوراک — سب اس کے سر پر پیدا ہو جاتا ہے

ہر غمے کز وے تو دل آزردۂ — از خمارِ مے بود کاں خوردۂ
ہر وہ غم جس سے تو دل آزردہ ہے — اُس شراب کا خمار ہوتا ہے جو تو نے پی ہے

لیک[۳] کے دانی کہ آں رنجِ خمار — از کدامیں مے برآمد آشکار
لیکن تو کب جان سکتا ہے کہ خمار کی تکلیف — کونسی شراب سے ظاہر ہوئی ہے

ایں خمار اشگوفۂ آں دانہ ست — آں شناسد کآگہ و فرزانہ است
یہ خمار اُس دانہ کا شگوفہ ہے — وہ جانتا ہے جو آگاہ اور ذہین ہے

شاخ و اشگوفہ نماند دانہ را — نطفہ کے ماند تنِ مردانہ را
شاخ اور شگوفہ دانہ کے مشابہ نہیں ہوتے — نطفۂ انسانی جسم کے مشابہ کب ہے؟

نیست مانندِ ہیولا با اثر — دانہ کے مانند آید با شجر
مادہ، نتیجہ کے مشابہ نہیں ہے — دانہ، درخت کے مشابہ کب ہوا ہے؟

---

۱ تو بدیں سستی۔ لونڈی نے کہا لیکن تیری یہ حالت ہے کہ چوہے کی کھٹ کھٹ سے خشونت کافور ہوگئی میرے ہنسنے کا یہ سبب ہے۔ رازہا۔ مولانا فرماتے ہیں کہ ہر راز ظاہر ہو کر رہتا ہے چنانچہ بدی کا بیج نہ بونا چاہیئے اس لئے کہ وہ اُگے گا۔ آب۔ پانی، گرمی اور سورج زمین میں چھپے راز ظاہر کر دیتے ہیں اور زمین کی ہر پوشیدہ چیز اُگ آتی ہے۔ ایں بہار۔ موسم بہار میں اُجڑے ہوئے چمن پھر زندگی حاصل کر لیتے ہیں جو حشر و نشر کے لئے ایک دلیل ہے۔

۲ در بہاراں۔ موسم بہار میں زمین سے ہر وہ بیج اُگ پڑتا ہے جو زمین میں چھپا تھا اور اس سے اس بیج کی حقیقت کھل جاتی ہے۔۔۔ بر سرش۔ یعنی پھلوں کی صورت میں۔ ہر غمے۔ انسان پر جو مصیبت آتی ہے وہ اس کے کسی عمل کا ثمرہ ہوتی ہے۔

۳ لیک۔ لیکن انسان نہیں سمجھ سکتا ہے کہ یہ تکلیف اور رنج کس گناہ کا نتیجہ ہے۔ ایں خمار۔ اہل باطن یہ سمجھتے ہیں۔ شاخ۔ گناہ اور اس کے ثمرہ میں کوئی ظاہری مشابہت نہیں ہوتی ہے جس طرح بیج اور پھل میں۔ نطفہ۔ منی سے بچہ پیدا ہوتا ہے لیکن بچہ اور منی میں مشابہت نہیں ہے۔ ہیولا۔ مادہ۔ اثر۔ جو چیز مادہ سے بنی ہے۔

نُطفہ[1] از نانست کے مانندِ ناں
نطفہ، روٹی سے (بنا) ہے روٹی کے مشابہ کب ہے؟

مردم از نطفہ است کے باشد چناں
انسان، نطفہ سے ہے ویسا کب ہوتا ہے!

جِنّی از نارست کے مانندِ نار
جن آگ سے ہے، آگ سے مشابہ کب ہے

از بخارست ابر و نبود چوں بخار
ابر، بخار سے ہے اور بخار جیسا نہیں ہوتا ہے

از دمِ جبریل عیسیٰ شد پدید
(حضرت) عیسیٰؑ جبرئیلؑ کی پھونک سے پیدا ہوئے

کے بصورت ہمچو او بُد ناپدید
صورت کے اعتبار سے اُنکی طرح مخفی کب ہوئے؟

آدمؑ[2] از خاکست کے مانندِ خاک
(حضرت) آدمؑ مٹی سے ہیں، مٹی کے مشابہ کب ہیں!

ہیچ انگورے نمی ماند بتاک
کوئی انگور، انگور کے درخت کے مشابہ نہیں ہے

کے بُود طاعت چو خُلدِ پائیدار
عبادت، مستقل جنت کی طرح کب ہے؟

کے بُود دزدی بشکلِ پائیدار
چوری، سولی کے ستون کی شکل کی کب ہے!

ہیچ اصلے نیست مانندِ اثر
کوئی اصل نتیجہ کے مشابہ نہیں ہے

پس ندانی اصلِ رنج و دردِ سر
تو تو رنج اور دردِ سر کی اصل نہیں جان سکتا

لیک بے اصلے نباشد ایں جزا
لیکن یہ جزا بغیر اصل کے نہیں ہوتی ہے

بیگناہے کے برنجاند خدا
خدا بے گناہ کو کب رنج دیتا ہے؟

آنچہ اصلست و کشندہ آں شی است
وہ جو اصل ہے اور اس چیز کا سبب ہے

گر نمی ماند بوے ہم از وے است
اگرچہ وہ اس کے مشابہ نہیں ہے تاہم وہ اسی کی وجہ سے ہے

پس بداں رنجت نتیجۂ زلتے ست
پس سمجھ لے کہ تیری تکلیف کسی لغزش کا نتیجہ ہے

آفتِ ایں ضربتت از شہوتے ست
تیری اس چوٹ کی آفت، کسی شہوت کی وجہ سے ہے

گر ندانی[3] آں گنہ را ز اعتبار
اگر عبرت کے لئے تو اس گناہ کو نہ پہچان سکے

زود زاری کن طلب کن اغتفار
بہت جلد عاجزی کر اور معافی چاہ

سجدہ کن صد بار میگو اے خدا
سو بار سجدہ کر اور کہہ اے خدا!

نیست ایں غم غیر در خوردِ سزا
یہ غم، سزا کی پاداش کے سوا نہیں ہے

اے تو سبحاں پاک از ظلم و ستم
اے سبحان تو ظلم و ستم سے پاک ہے

کے دہی بے جرم جاں را درد و غم
تو جان کو درد و غم بغیر جرم کے کب دیتا ہے؟

من معیّن می ندانم جرم را
میں جرم کو معین کرکے نہیں جانتا ہوں

لیک ہم جرمے بباید کرم را
لیکن بخشش کے لئے جرم بھی چاہیئے

۱؎ نطفہ بمعنی روٹی ہے جو لیکن آپس میں کوئی مشابہت نہیں ہے۔ جنّی۔ جن جو آگ سے پیدا ہوا، ابر بخارات سے پیدا ہوا لیکن آپس میں مشابہت نہیں ہے۔ دمِ جبرئیلؑ۔ حضرت مسیحؑ حضرت جبرئیلؑ کے دم سے پیدا ہوئے لیکن ان میں کوئی مشابہت نہیں ہو۔

۲؎ آدمؑ۔ آدم مٹی سے پیدا ہوئے، انگور بیل سے پیدا ہوا، اُن میں بھی کوئی مشابہت نہیں ہے۔ کے بُود۔ جنت، طاعت کا ثمرہ ہے، چوری کا نتیجہ سولی ہے لیکن باہمی مشابہت نہیں ہے۔ آنچہ۔ اصل اور نتیجہ میں اگرچہ کوئی مشابہت نہیں ہوتی لیکن نتیجہ کو اصل سے ہی سمجھو۔ پس بداں۔ لہٰذا مصیبت کو گناہ کا ثمرہ سمجھنا چاہیئے۔

۳؎ گر ندانی۔ خواہ انسان عبرت حاصل کرنے کے لئے اس گناہ کو نہ سمجھ سکے جس کے نتیجہ میں مصیبت میں گرفتار ہوا ہے لیکن اس کو گناہ کی معافی کی درخواست کرنی چاہیئے۔ سجدہ کن۔ سجدہ کرکے کہنا چاہیئے کہ یہ میرے گناہ کی سزا ہے۔ اسے بجائے اللہ تعالیٰ سے عرض کرنا چاہیئے کہ تیری ذات ظلم و ستم سے پاک ہے بغیر خطا کے سزا نہیں دیتا ہے۔ کرم بخشش، گناہ کی متقاضی ہے۔

چوں بپوشیدی سبب را زاعتبار[1] — دائما آں جرم را پوشیدہ دار
جبکہ تو نے سبب کو عبرت حاصل کرنے سے چھپا دیا ہے — اس خطا کو بھی ہمیشہ پوشیدہ رکھ

کہ جزا اظہارِ جرمِ من بود — کز سیاست دزدیم ظاہر شود
کیونکہ بدلہ میری خطا کا اظہار بن جائے گا — کیونکہ سزا سے میری چوری کھل جائے گی

باز گردم سوئے توبہ شاہ باز — تا شود معلوم اسرارِ نیاز
میں بادشاہ کی توبہ کی طرف پھر لوٹتا ہوں — تاکہ عاجزی کے اسرار معلوم ہو جائیں

عزم[2] کردنِ شاہ چوں واقف شد براں خیانت کہ
جب بادشاہ اس خیانت سے واقف ہوا تو اس کا ارادہ کرنا کہ وہ چشم پوشی کرے

بپوشاند و عفو کند و او را با او دہد و دانست کاں فتنہ
اور معاف کردے اور اس کو اس ہی کو دیدے اور سمجھ گیا کہ یہ فتنہ

جزائے قصدِ او بود و ظلمِ او بر صاحبِ موصل کہ مَن
موصل کے بادشاہ پر اس کے ظلم اور ارادہ کی سزا ہے کیونکہ جس شخص نے

اَسَاءَ فَعَلَیْھَا وَاِنَّ رَبَّکَ لَبِالْمِرْصَادِ و ترسید کہ اگر
برائی کی تو وہ اس پر ہے اور بیشک تیرا رب گھات کی جگہ میں ہے اور وہ ڈرا کہ اگر

ایں انتقام کشد آں انتقام باز ہم بر سرِ او آید چنانکہ ایں
یہ بدلہ لے گا تو یہ بدلہ بھی اسی کے سر پر آئے گا جیسا کہ یہ ظلم اور حرص

ظلم و طمع بر سرش آمد
اس کے سر پر آیا

شاہ با خود آمد استغفار کرد — یادِ جرم و زلّت و اِصرار کرد
شاہ ہوش میں آیا، اس نے توبہ کی — جرم اور لغزش اور اصرار کی یاد کی

گفت[3] با خود آنچہ کردم با کساں — شد جزائے آں بجائے من رساں
اپنے آپ سے بولا میں نے جو کچھ لوگوں کے ساتھ کیا — اس کی سزا مجھ پر پہنچنے والی بن گئی

قصدِ جفتِ دیگراں کردم زجاہ — بر من آمد آں و افتادم بچاہ
میں نے مرتبہ کی وجہ سے دوسروں کی بیویوں کا قصد کیا — وہی مجھے پیش آیا اور میں کنوئیں میں گر گیا

من درِ خانہ کسِ دیگر زدم — او درِ خانہ مرا زد لاجرم
میں نے کسی دوسرے کے گھر کا دروازہ قصد کیا پیٹا — اس نے لامحالہ میرا دروازہ پیٹا

---

[1] چوں۔ اے خدا جب تو نے میری خطا کو اس بارے میں پوشیدہ کر دیا ہے کہ میں نہیں سمجھ سکتا کہ یہ مصیبت کس خطا کی وجہ سے آئی ہے تو اب ہمیشہ کے لئے میری اس خطا کو چھپا دے۔ کہ جزا۔ سزا جرم کے اظہار کا سبب بن جاتی ہے جب چور کی پٹائی ہوتی ہے تو لوگ سمجھ جاتے ہیں کہ اس نے چوری کی ہے۔ تا شود۔ عاجزی اور نیاز مندی بہت سے اسرار پر مشتمل ہے۔

[2] عزم کردن۔ بادشاہ سمجھ گیا کہ پہلوان کی خیانت میرے ظلم کی سزا ہے لہٰذا اس نے طے کیا کہ اب پہلوان پر ظلم نہ کرے ورنہ اور سزا ملے گی بلکہ یہ لونڈی اسی کو دیدے۔ زلّت۔ لغزش۔ اصرار یعنی گناہ پر جماؤ۔

[3] گفت۔ بادشاہ نے کہا کہ یہ سب کچھ میرے ظلم کی سزا ہے۔ قصدِ جفت میں نے شاہ موصل کی لونڈی پر نظر بد ڈالی تو اس کے بدلے میں میری لونڈی پر نظر بد پڑی۔ من در خانہ۔ میں نے دوسرے کی پردہ دری کی تو میری پردہ دری ہوئی۔

¹ ہر کہ با اہلِ کساں شد فسق جُو
جو شخص لوگوں کے اہل کے ساتھ فسق کا طلبگار بنا
اہلِ خود را داں کہ قوّاد ست او
سمجھ لے کہ وہ اپنے اہل کا دیوث ہے

زانکہ مثلِ آں جزای آں شود ۲۶
کیونکہ اُس کی جزا اُس کی مثل ہوتی ہے
چوں جزای سیئہ مثلش بُود
جبکہ بُرائی کا بدلہ اُس جیسا ہوتا ہے

چوں سبب گردی کشیدی سوی خویش
جب تو سبب بنا، تو نے اپنی جانب کھینچا
مثل آں را پس تو دیوثی زپیش
اُس جیسا پس تو پہلے سے دیوث ہے

غصب کردم از شہِ موصل کنیز
میں نے شاہِ موصل کی لونڈی غصب کی
غصب کردند از من اُو را زود نیز
انھوں نے اس کو میرے پاس سے بھی فوراً غصب کر لیا

اُو امینِ من بُد و لالائے من
وہ میرا امین تھا اور میرا غلام
خائنش کرد آں خیانتہائے من
اُس کو میری خیانتوں نے خیانت کرنے والا بنا دیا

² نیست وقتِ کیں گذاری و انتقام
کینہ وری اور بدلہ کا وقت نہیں ہے
من بدستِ خویش کردم کارِ خام
میں نے بُرا کام اپنے ہاتھ سے کیا

گر کَشَم کینہ ازاں میر و حرم
اگر میں اُس لونڈی اور سردار سے بدلہ لوں
آں تعدّی ہم بیاید بر سرم
وہ ظلم بھی میرے سر پر آئے گا

ہمچناں کیں یک بیامد در جزا
جیسا کہ یہ ایک، بدلے میں آیا
آزمودم باز نزمایم وُرا
میں نے آزما لیا پھر میں اُس کو نہ آزماؤں گا

دردِ صاحب موصلم گردن شکست
موصل کے بادشاہ کے درد نے میری گردن توڑ دی
من نیارم ایں دگر را نیز خست
میں اِس کو دوبارہ نہیں توڑ سکتا ہوں

داد حق ماں از مکافات آگہی
بدلے سے خدا نے ہمیں خبردار کر دیا
گفت اِن عُدتّم بہ عُدنا بہٖ
فرمایا اگر تم دوبارہ (یہ عمل) کروگے ہم دوبارہ (یہ سزا) دیں گے

³ چوں فزونی کردن اینجا سود نیست
چونکہ اِس جگہ زیادتی کرنا مفید نہیں ہے
غیرِ صبر و مرحمت محمود نیست
سوائے صبر اور رحم کے کچھ اچھا نہیں ہے

ربّنا اِنّا ظلمنا سہو رفت
اے ہمارے رب بیشک ہم نے ظلم کیا بھول ہوئی
رحمتے کُن اے رحیمیہات زفت
رحمت کر اے وہ کہ تیری رحمتیں بڑی ہیں!

عفو کردم تو ہم از من عفو کُن
میں نے معاف کیا تو بھی مجھے معاف کر دے
از گناہانِ نو و جرمِ کہن
نئے گناہوں اور پرانی خطاؤں کو

¹ ہر کہ۔ جو شخص دوسروں کی بیویوں پہ فسق کرتا ہے وہ دیوث ہے دراصل وہ اپنی بیوی کے بارے بیج بوتا ہے کہ لوگ اُس سے فسق و فجور کریں۔ زانکہ۔ بیلئے کہ بُرائی کا بدلہ اُسی جیسی بُرائی ہوتی ہے۔ چوں سبب۔ جب تیرا فسق و فجور اپنی بیوی کے فسق و فجور کا سبب بنا تو معلوم ہوا کہ تو دیوث تھا۔ غصب۔ میں نے شاہِ موصل کی لونڈی غصب کی میرے سردار نے میری لونڈی غصب کر لی۔ لالای۔ غلام۔
² نیست۔ تو میں دوسرے سے کیا بدلہ لوں یہ تو میرا خود کردہ ہے۔ گر کشم۔ اب اگر میں پہلوان کو سزا دوں گا تو اُس کا خمیازہ بھی مجھے بھگتنا پڑے گا۔ ہمچناں۔ ایک دفعہ میں آزما چکا کہ بُرائی کا بدلہ بُرائی سے ملا ہے اب میں ایسا نہ کروں گا۔ اِن عُدتّم۔ قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے کہ اگر تم پھر وہی شرارتیں کروگے تو ہم بھی پھر وہی کریں گے۔
³ چوں۔ اب اس پہلوان پر کوئی ظلم و زیادتی مناسب نہیں ہے صبر اور رحم سے کام لینا ہی مناسب ہے۔ ربّنا۔ اب تو بارگاہِ خداوندی میں یہی دعا کرنی چاہیے کہ ہم سے ظلم ہوا غلطی ہوئی تو معاف کر دے۔ عفو کردم۔ شاہ نے دعا میں کہا اے خدا میں نے
معاف کر دیا ہے تو مجھے بھی معاف کر دے۔

گفت[۱] اکنوں اے کنیزک وا مگو | ایں سخن را کہ شنیدم من ز تو
کہا اے لونڈی! اب نہ کہنا | یہ بات جو میں نے تجھ سے سنی

پاس دار و با کسے عرضہ مکن | آنچہ گفتی اے کنیزک زیں سخن
محفوظ رکھ اور کسی سے نہ کہہ | اے لونڈی! تو نے جو یہ بات کہی

با امیرت جفت خواہم کرد من | اللہ اللہ زیں حکایت دم مزن
میں امیر سے تیرا نکاح کردوں گا | خدا کے لئے اس قصہ کو نہ کہہ

تا نگردد او ز رویم شرمسار | کو یکے بد کرد و نیکی صد ہزار
تاکہ وہ میرے سامنے شرمندہ نہ ہو | کیونکہ اس نے ایک برائی اور لاکھوں بھلائیاں

بارہا من امتحانش کردہ ام | خوب[۲] تر از تو بدو بسپردہ ام
میں نے اس کو بارہا آزمایا ہے | تجھ سے زیادہ حسین اس کے سپرد کئے ہیں

در امانت یافتم او را تمام | ایں قضائے بُود ہم از کرد ہام
میں نے اس کو امانت میں مکمل پایا ہے | یہ بھی میرے کاموں کی سزا تھی

کنیزک بخشیدن شاہ بحیلت بہ پہلوان
بادشاہ کا پہلوان کو ایک تدبیر سے لونڈی بخش دینا

پس بخود خواند آں امیرِ خویش را | کُشت در خود خشمِ قہر اندیش را
پھر اس نے اس اپنے امیر کو بلایا | قہر ڈھانے والے غصہ کو اپنے اندر دبا دیا

کرد با او یک بہانہ دلپذیر | کہ شدستم زیں کنیزک بس نفیر
اس نے دل کو لگنے والا ایک بہانہ کیا | کہ میں اس لونڈی سے بہت متنفر ہو گیا ہوں

زاں[۳] سبب کز غیرت و رشکِ کنیز | مادرِ فرزند دارد صد ازیز
اس لئے کہ لونڈی کی غیرت اور رشک سے | لڑکے کی ماں بہت فریاد کر رہی ہے

زاں سبب کز غیرتِ او دائما | مادرِ فرزند ہست اندر عنا
اس لئے کہ اس کی غیرت سے مستقلاً | لڑکے کی ماں مصیبت میں ہے

مادرِ فرزند را بس حقہاست | او نہ درخورد چنیں جور و جفاست
لڑکے کی ماں کے بہت حقوق ہیں | وہ اس طرح کی ظلم و زیادتی کے لائق نہیں ہے

رشک و غیرت میبرد خوں میخورد | زیں کنیزک سخت تلخی می برد
رشک اور غیرت کرتی ہے خون پیتی ہے | اس لونڈی سے سخت کڑواہٹ محسوس کرتی ہے

---

۱ گفت۔ شاہ مصر نے لونڈی کو ہدایت دی کہ پہلوان کا قصہ اب کسی سے نہ کہنا۔ با امیرت۔ میں نے طے کر لیا ہے کہ پہلوان سے تیری شادی کردوں گا تو اب پہلوان کا راستہ کا قصہ کسی سے نہ کہنا۔ تا نگردد۔ اس نے اگر ایک برائی کی ہے تو سینکڑوں بھلائیاں بھی کی ہیں میں اسکو شرمندہ کرنا نہیں چاہتا۔

۲ خوب تر۔ میں نے تجھ سے بھی زیادہ حسین لونڈیاں اس کے سپرد کی ہیں لیکن اس نے خیانت نہیں کی۔ ایں قضائے۔ یہ میری برائیوں کی سزا مجھے ملی ہے۔ پس۔ اس کے بعد شاہ نے اس امیر پہلوان کو بلایا اور اس سے یہ بہانہ کیا کہ میں اس لونڈی سے متنفر ہوں۔

۳ زاں۔ اور میری نفرت کا سبب یہ ہے کہ میری بیوی بہت نالاں ہے۔ ازیز۔ ہانڈی کے پکنے کی آواز۔ زاں سبب۔ میرا لونڈی سے متنفر ہونے کا سبب یہ ہے کہ میرے بچہ کی ماں کو اس سے تکلیف پہنچتی ہے۔ عنا۔ مشقت۔ درخورد۔ لائق۔

چوں کسے را داد خواہم ایں کنیز ۱ — پس ترا اولیٰ ترست ایں اے عزیز
چونکہ یہ لونڈی میں کسی کو دوں گا — اے پیارے! تجھے دینا زیادہ بہتر ہے

کہ تو جانبازی نمودی بہرِ اُو — خوش نباشد دادنِ آں جز بتو
کیونکہ تو نے اُس کے لئے جانبازی دکھائی ہو — تیرے سوا کسی کو اُسکا دینا اچھا نہ ہو گا

عقد کردش با امیر اُو را و داد — خشم را و حرص را یکسو نہاد
اُس کا نکاح امیر سے کردیا اور اُسکو دیدی — غصّہ اور لالچ کو ایک طرف رکھ دیا

عقد کردش با امیر اُو را سپرد — کرد خشم و حرص را او خورد مُرد
اُس کا نکاح امیر سے کردیا، اُسکو سپرد کردی — اُس نے غصّہ اور لالچ کو ریزہ ریزہ کر دیا

بیان آنکہ نحنُ قسمنا کہ یکے را قوّت و شہوتِ خراں دہد
اس کا بیان کہ ہم نے تقسیم کیا ہے کہ وہ (تو) کسی کو گدھوں کی سی قوت اور شہوت

ویکے را کیاست و قوّتِ انبیا و فرشتگاں دہد
دیدیتا ہے اور کسی کو فرشتوں اور نبیوں کی سی قوت اور ذہانت دیدیتا ہے

سر زہوا تافتن از سروریست ۲ — ترکِ ہوا قوّتِ پیغمبری ست
خواہشِ نفسانی سے سرتابی کرنا سرداری ہے — خواہشِ نفسانی کو چھوڑ دینا پیغمبری طاقت ہے

تخمہائے کہ شہوتی نبُود — برِ اُو جز قیامتی نبُود
وہ بیج جو شہوت والے نہ ہوں — اُن کا پھل قیامت کے سوا (ظاہر) نہ ہوگا

گر بدش سستی ز نرّیِ خراں — بُود اُو را مردیِ پیغمبراں
اگر اُس میں گدھوں کی سی شہوت سے سستی تھی — تو اُس میں پیغمبروں کی سی مردانگی تھی

ترکِ خشم و شہوت و حرص آوری ۳ — ہست مردیّ و رگِ پیغمبری
غصّہ اور شہوت اور لالچ کرنے کو چھوڑنا — مردانگی اور پیغمبری رگ ہے

نرّیِ خر گو مباش اندر رگش — حق ہمی خواند اُلغ بگلربگش
گو اُس کی رگ میں گدھے کا سا نر پنا نہ ہو — اللہ (تعالیٰ) اُسکی امیرالامرائی کو چاہتا ہے

مردہ باشم بمن حق بنگرد — بہ ازاں زندہ کہ باشم دور ورد
(اگر) میں مُردہ ہوں (اور) حق (تعالےٰ) کی نظر ہو — اِس سے بہتر ہے کہ میں زندہ ہوں (اور) دور لوٹا

مغزِ مردی ایں شناس و پوست آں — آں برد در دوزخ وایں در جناں
اِس کو مردانگی کا مغز سمجھ اور وہ چھلکا ہے — وہ دوزخ میں لے جائیگی اور یہ جنتوں میں

۱ چوں کسے۔ جب جبکہ یہ لونڈی مجھے کسی کو دینی ہے تو تو زیادہ مستحق ہے۔ کہ تو۔ کیونکہ تو نے اُس کے لانے میں جانبازی کی ہے۔ عقد۔ شاہ مصر نے اُس لونڈی کا اُس پہلوان سے نکاح کردیا اور اپنے غصّہ کو ختم کردیا۔ بیان۔ حضرت حق تعالیٰ نے حیوانی طاقتوں کی تقسیم ہر ایک کے مناسب حال کی ہے کسی کو تو گدھوں کی سی قوتِ شہوانی دی ہے کسی کو فرشتوں اور نبیوں کی ذہانت اور ذکاوت عطا کی ہے۔

۲ سر زہوا۔ خواہشات پر قابو پالینا سرداری کی دلیل ہے اور یہ پیغمبری صفت ہے یہ شعر مولانا کا نہیں ہے بلکہ حکیم سنائی کا ہے۔ تخمہائے۔ جو شخص شہوت کی تخم ریزی کرے گو وہ قیامت میں اپنی تخم ریزی کا پھل پائیگا یہ شعر بھی مولانا کا نہیں ہے حکیم سنائی کا ہے۔ گر بدش۔ شاہ مصر میں گدھوں کی سی شہوت نہ تھی اُس میں معنوی مردی تھی۔

۳ ترکِ خشم۔ نفسانی رذائل کو ترک کرنا پیغمبری مردی ہے۔ اُلغ۔ بزرگ۔ بگلربگ۔ امیرالامراء۔ مردہ باشم۔ وہ مُردگی جو خدا کی منظورِ نظر ہو اُس زندگی سے بہتر ہے جو مردود بارگاہ ہو۔ مغز۔ مردی اُس روح ہے جو پیغمبروں میں ہے وہی جنت میں جائیگی۔ شہوت پرست کی زندگی اپنا بھی اور دنیا کی بربادی ہے۔

حُفَّتِ الْجَنَّۃُ مکارہ را رسید[۱] — حُفَّتِ النّار از ہوا آمد پدید

"جنت گھیر دی گئی ہے، ناپسندیدہ چیزوں کو" بلا — "دوزخ گھیر دی گئی ہے" خواہش نفسانی سے ظاہر ہوا

دیگر بار خطابِ پادشاہ با ایاز و امتحان کردنِ ارکانِ دولت را و نمودنِ فرمانبرداریِ ایاز بایشاں

بادشاہ کا ایاز کو دوبارہ خطاب کرنا اور ارکانِ دولت کا امتحان لینا اور ایاز کی فرمانبرداری اُن کو دکھانا

اے ایازِ شیرِ نرِّ دیو کُش — مَردیِ خَر کم فزوں مَردیِ ہُش

اے ایاز! نر شیر، دیو کو مار ڈالنے والے — گدھے کی مردانگی کم ہے، ہوش کی مردانگی بڑھی ہوئی ہے

آنچہ چندیں صدر را ادراکش نکرد — لعبِ کودک بُود پیشت ایے مرد

جس چیز کو اتنے صدروں نے نہ سمجھا — تیرے سامنے بچوں کا کھیل تھا، زہے مردانگی

اے[۲] بدیدہ لذّتِ امرِ مرا — جاں سپردہ بہرِ امرم در وفا

اے وہ! جس نے میرے حکم کا مزا چکھا ہے — وفاداری میں میرے حکم پر جان فدا کر دی

اے کہ از تعظیمِ امرش آگہی — ایں حکایت گوش کن تا وا رہی

اے وہ! کہ تو اُس (شاہ) کے حکم کی تعظیم سے واقف ہے — یہ حکایت سُن لے، تاکہ تو نجات پا جائے

داستانِ ذوقِ امر و چاشنیش — بشنو اکنوں در بیانِ معنویش

حکم کے ذوق اور اس کی چاشنی کی داستان — اب اس (حکایت) معنوی بیان کو سُن لے

دادنِ شاہ گوہر را در میانِ دیوان[۳] و مجمع بدستِ وزیر

کہ ایں چند ارزد و مبالغہ کردنِ وزیر در قیمتِ فرمودنِ

شاہ کہ اکنوں ایں را بشکن و گفتنِ وزیر کہ ایں گوہرِ

نفیس را چگونہ بشکنم

کچہری اور مجمع میں بادشاہ کا ایک وزیر کو موتی دینا کہ یہ کس قیمت کا ہے؟ اور قیمت میں وزیر کا مبالغہ کرنا اور بادشاہ کا حکم دینا کہ اب اس کو توڑ دے اور وزیر کا کہنا کہ اس عمدہ موتی کو کیسے توڑوں؟

گفت روزے شاہ محمودِ غنی — آں شہِ غزنی و سلطانِ سَنی

کہا ہے کہ بے نیاز شاہ محمود نے ایک دن — جو غزنی کا بادشاہ، ذی بزرگ شاہ تھا

---

[۱] رسید۔ اس کا ترجمہ بعض شارحین نے یہ کیا ہے کہ یہ بات پہنچی ہے کہ جنت کراہت سے گھیر دی گئی ہے اور دوسرے مصرع کا ترجمہ بھی یہ کیا ہے کہ آگ خواہشِ نفس سے گھیر دی گئی ہے ظاہر ہوا ہے، یعنی یہ بات حدیث کی ہمیں پہنچی ہے اور یہ بات حدیث سے ظاہر ہوئی ہے۔ دیگر بار۔ سلطان محمود نے ایاز کو دوبارہ خطاب کیا اور اُن کو ایاز کی فرمانبرداری دکھائی۔ مردیِ ہش۔ یعنی پیغمبروں کی مردی۔ آنچہ۔ یہ دوسرے سرداروں نہ سمجھے جو تو باسانی سمجھ گیا۔

[۲] اے بدیدہ۔ اے ایاز تو میرے حکم کی لذت سے واقف ہے اسی لئے تو میرے حکم پر جان چھڑکتا ہے۔ اے۔ یہ مولانا کا کلام ہے امرش میں شین کی ضمیر شاہ کی جانب ہے چاشنیش کی ضمیر امر کی جانب اور معنویش کی ضمیر حکایت کی جانب لوٹتی ہے

[۳] دیوان۔ دفتر، دربار۔ چند ارزد۔ کس قیمت کا ہے۔ گفت یعنی بیان کرنیوالے نے کہا ہے۔ سَنی۔ بلند۔

شاہ روزے جانبِ دیواں شتافت
ایک دن، بادشاہ کچہری کی جانب گیا
جملہ ارکاں را دراں دیواں بیافت
اس کچہری میں سب ارکان کو (موجود) پایا

گوہرے بیروں کشید او مستنیر[۱]
اس نے ایک روشن موتی باہر نکالا
پس نہادش زود در کفِ وزیر
پھر اس کو جلد وزیر کی ہتھیلی پر رکھا

گفت چون ست و چہ ارزد ایں گہر
کہا کیسا ہے؟ اور یہ موتی کس قیمت کا ہے؟
گفت بیش ارزد ز صد خروارِ زر
اس نے کہا سونے کے سیکڑوں بوروں سے زیادہ قیمت کا ہے

گفت بشکن گفت چونش بشکنم
کہا توڑ دے اس نے کہا اسکو کیسے توڑوں؟
نیک خواہِ مخزن و مالت منم
میں آپ کے مال اور خزانہ کا خیر خواہ ہوں

چوں روا دارم کہ مثلِ ایں گہر
میں کیسے روا رکھوں کہ اس جیسا موتی
کہ نیاید در بہا گردد ہدر
جس کی قیمت کا اندازہ نہیں ہوسکتا رائگاں ہو جائے

گفت شاباش و بدادش خلعتے
کہا شاباش ہے اور خلعت عطا کی
گوہر از وے بستد آں شاہِ فتے
اس جوانمرد شاہ نے موتی اس سے لے لیا

کرد ایثارِ وزیر آں شاہِ جود
اس شاہِ سخی نے وزیر کو عطا کر دیا
ہر لباس و حُلّہ[۲] کو پوشیدہ بود
جو لباس اور جوڑا وہ پہنے ہوئے تھا

ساعتے شاں کرد مشغولِ سخن
ان کو تھوڑی دیر باتوں میں لگایا
از قضیہ تازہ و رازِ کہن
نئے معاملہ اور پرانے راز میں

بعد ازاں دادش بدستِ حاجبے
اسکے بعد اس کو حاجب کے ہاتھ میں دیا
کہ چہ ارزد ایں بہ پیشِ طالبے
کہ خریدار کے لئے یہ کس قیمت کا ہے؟

گفت[۳] ارزد ایں بہ نیمہ مملکت
اس نے کہا یہ آدھی سلطنت کی قیمت کا ہے
کش نگہدارد خدا از مہلکت
خدا اس کو بربادی سے بچائے

گفت بشکن گفت اے خورشید تیغ
کہا اسکو توڑ دے اس نے کہا اے سورج کی تلوار والے!
بس دریغ ست ایں شکستن بس دریغ
اسکا توڑنا بہت قابلِ افسوس ہے بہت قابلِ افسوس

قیمتش بگذار بیں تاب و لمع
اسکی قیمت کو رہنے دیجئے چمک اور روشنی کو دیکھئے
کہ شدست ایں نورِ روز او را تبع
کہ دن کی روشنی اسکے تابع بن گئی ہے

دست کے جنبد مرا در کسرِ او
اسکے توڑنے میں میرا ہاتھ کب ہلے گا؟
کہ خزینہ شاہ را باشم عدو
میں بادشاہ کے خزانہ کا دشمن کب ہوں؟

[۱] مستنیر۔ روشن۔ خروار۔ گدھے پر لادنے کا بوجھ۔ مخزن۔ خزانہ۔ نیاید در بہا۔ جس کی قیمت کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔ ہدر۔ رائگاں۔ خلعتے۔ شاہی لباس۔ فتے۔ فتیٰ کا امالہ ہے، نوجوان۔
[۲] حُلّہ۔ کپڑوں کا جوڑا۔ مشغولِ سخن۔ چونکہ بادشاہ کو سب کا امتحان لینا تھا تو بات کاٹ دی تاکہ ادہر تو دوسروں سے سوال و جواب کرے۔ حاجب۔ چوبدار جو پیشی کا وزیر ہوتا تھا۔
[۳] گفت۔ حاجب نے کہا یہ آدھی سلطنت کی قیمت کا ہے۔ خورشید تیغ۔ یعنی وہ جس کی تلوار سورج جیسی چمکدار ہے۔ لمع۔ چمک۔ کہ شدست۔ دن کی روشنی اس کے سامنے ماند ہے۔

شاہ خلعت داد و ادرارش فزود — پس دہاں در مدحِ عقلِ اُو کشود

شاہ نے اُسکو خلعت دی اُسکی تنخواہ بڑھادی — پھر اُس کی عقل کی تعریف میں مُنہ کھولا

بعد یک ساعت بدستِ میر داد — دُر را آں امتحاں کُن باز داد

تھوڑی دیر کے بعد ایک امیر کے ہاتھ میں دیا — اُس امتحان کرنے والے نے موتی پھر دیا

اُو ہمی گفت و ہمہ میراں ہمیں — ہر یکے را خلعتے داد اُو ثمیں

اُس نے وہی کہا اور سب امیروں نے وہی — اُس نے ہر ایک کو قیمتی خلعت عطا کی

جامگیہا شاں ہمی افزود شاہ — آں خسیساں را ببُرد از رہ بچاہ

بادشاہ اُنکے (کپڑوں کے) جوڑے بڑھا رہا تھا — اُن کمینوں کو راستہ سے کنوئیں میں لے گیا

اینچنیں گفتند پنجہ شصت امیر — جملہ یک یک ہم بتقلیدِ وزیر

پچاس ساٹھ امیروں نے یہی کہا — وزیر کی تقلید میں ایک ایک کرکے سب نے

گرچہ تقلید ست اُستونِ جہاں — ہست رُسوا ہر مقلّد ز امتحاں

اگرچہ تقلید دنیا کا ستون ہے — آزمائش سے ہر مقلد رسوا ہوتا ہے

شاہ چوں کرد امتحانِ جُملگاں — مال و خلعت بُرد ہر یک بیکراں

شاہ نے جب سب کا امتحان لیا — ہر ایک بے لاتعداد مال اور خلعت حاصل کیا

ہمچنیں در دور گرداں شد گہر — تا بدستِ آں ایازِ دیدہ ور

موتی اسی طرح گردش کے چکر میں رہا — یہانتک دیدہ ور ایاز کے ہاتھ میں (آیا)

آخریں بنہاد در کفِ ایاز — گفت اُورا کاے حریفِ دیدہ باز

بالآخر اُس کو ایاز کی ہتھیلی پر رکھا — اُس سے کہا اے صاحب نظر دوست!

یک بیک دیدند ایں گوہر تو ہم — در شعاعش درنگر اے محترم

انھوں نے ایک ایک کرکے اِس موتی کو دیکھا تو بھی — اے محترم! اِس کی چمک کو دیکھ لے

رسیدنِ گوہر از دست بدست آخرِ دور با ایاز و کیاستِ

موتی کا دست بدست آخری دور میں ایاز کے ہاتھ میں پہنچنا اور ایاز کی

ایاز و مقلّد ناشُدنِ اُو ایشاں را و مغرور ناشُدنِ اُو

ذہانت اور اس کا ان کا مقلد نہ ہونا اور اسکا دھوکے میں نہ پڑنا

بمال دادنِ شاہ و خلعتہا و جامگیہا افزوں کردنِ و

بادشاہ کے مال اور خلعت دینے سے اور کپڑے بڑھانے سے ور

ف۱ ادرار۔ ماہواری تنخواہ۔ کشود۔ اُسکی تعریف اسلئے کی تاکہ دوسروں کا امتحان کرسکے بعدہٗ تھوڑی دیر کے بعد شاہ نے وہ موتی ایک دوسرے امیر کے ہاتھ میں دیا۔ ثمیں۔ قیمتی۔ جامگیہا۔ وہ لباس جو ملازمین کو سالانہ ملتے ہیں۔ آں خسیساں۔ یہ داد و دہش ان سب کیلئے گمراہی کا سبب تھی چونکہ وہ سمجھ رہے تھے کہ شاہ کو جواب پسند آرہا ہے اسلئے وہ انعام دے رہا ہے۔

ف۲ اینچنیں۔ جو جواب پہلے امیر نے دیا اُس کی تقلید میں سب امیروں نے وہی جواب دیا۔ گرچہ۔ دنیا کا کام تقلید سے ہی چل رہا ہے۔ در دور۔ وہ موتی یکے بعد دیگرے اسی طرح امیروں کے ہاتھ میں جاتا رہا آخیر میں شاہ نے ایاز کے ہاتھ میں دیدیا۔

ف۳ یک بیک۔ شاہ نے ایاز سے کہا اِس موتی کو سب سردار دیکھ چکے اب تو بھی دیکھ لے۔ رسیدن۔ موتی ایاز کے ہاتھ میں جب پہنچا تو اُس نے پہلے سواروں کی تقلید میں جواب نہ دیا اور بادشاہ کے اُنکو خلعت وغیرہ دینے سے دھوکے میں نہ آیا۔

مدحِ عقلِ ایشاں کردن بگیں[۱] کہ نشاید مقلِّد را مسلمان دانستن

اُن کی عقل کی تعریف کرنے سے، بقدر امکان مقلّد کو مسلمان نہ سمجھنا چاہیے

مسلماں باشد اما نادر باشد کہ مقلّد ثبات کند بر اعتقاد و

مسلمان ہوتا ہے لیکن بہت کم ہوتا ہے کہ اُس اعتقاد پر وہ جماؤ کرے اور

مقلّد ازیں امتحانہا بسلامت بیروں آید کہ ثباتِ بینایاں ندارد

مقلّد ان امتحانات سے سلامتی کیساتھ عہدہ برآ ہو کیونکہ وہ دور اندیشوں کی سی ثابت قدمی نہیں رکھتا ہے

اے ایاز اکنوں بگوئی کایں گہر — چند می ارزد بدیں تاب و ہنر

اے ایاز! اب تو بتا کہ یہ موتی — اِس چمک اور خوبی کے ساتھ کس قیمت کا ہے؟

گفت افزوں زانچہ تانم گفت من — گفت اکنوں زود خردش در شکن

اُس نے کہا جتنا میں کہہ سکتا ہوں اُس سے بڑھا ہوا ہے — اُس نے کہا اب اُسکو فوراً ریزہ ریزہ کردے

سنگہا در آستیں بودش شتاب — خرد کردش پیشِ اُو آں بُد صواب

پتھر اُس کی آستین میں تھے، جلد — اُس کو توڑ دیا اُسکے نزدیک یہ درست تھا

ز اتفاقِ طالعِ با دولتش — دست داد آں لحظہ نادر حکمتش

اُس کے با اقبال نصیبہ کے اتفاق سے — اُس وقت نادر حکمت اُسکے ہاتھ آگئی

یا بخواب ایں دیدہ بود آں پُر صفا — کردہ بود اندر بغل دو سنگ را

یا اُس روشن دل نے خواب میں یہ دیکھا تھا — اُس نے دو پتھر بغل میں دبا لئے تھے

ہمچو[۲] یوسفؑ کاندرونِ قعرِ چاہ — کشف شد پایانِ کارش از آلہ

یوسفؑ کی طرح کہ کنوئیں کی گہرائی میں — اُنکے لئے انجامِ کار اللہ تعالیٰ کیجانب سے کھل گیا تھا

ہر کرا فتح و ظفر پیغام داد — پیشِ اُو یک شد مراد و بے مراد

جس کو فتح اور کامیابی نے پیغام دیا — اُسکے لئے مراد اور نامراد یکساں ہے

ہر کہ پایندانِ[۳] وے شد وصلِ یار — اُو چہ ترسد از شکستِ کارزار

یار کا وصل جس کا ضامن ہوگیا — وہ جنگ کی شکست سے کیا ڈرے گا؟

چوں یقیں گشتش کہ خواہد کرد مات — فوتِ اسپ و فیل ہیشش ترہات

جب اُسکو یقین ہوگیا کہ وہ مات دے گا — اسپ اور فیل کا مارا جانا اُسکے لئے بکواس ہے

گر بُرد اسپش ہر آنکہ اسپ جوست — اسپ اُو گوئی کہ پیش آہنگِ اوست

جو شخص اسپ کا طالب ہے اگر اُسکا اسپ مار لیجائے — تو گویا اسپ اُس کا پیشرو ہے

---

[۱] یکمن۔ تقلیدی ایمان معتبر نہیں ہے ایمان کا تعلق یقین سے ہے اور مقلّد کو عموماً یقین حاصل نہیں ہوتا ہے معمولی شکوک سے اُس کا علم زائل ہوجاتا ہے۔ بینایاں۔ وہ لوگ جن کو عین الیقین کا درجہ حاصل ہوتا ہے۔ اے ایاز۔ بادشاہ نے موتی کی قیمت ایاز سے لگوائی اُس نے جواب دیا کہ یہ اسقدر بیش قیمت ہے کہ اُسکی قیمت کا بیان کرنا ممکن نہیں ہے، بادشاہ نے کہا اُسکو توڑ ڈال اُسکی آستین میں پتھر تھا اُس نے اُس کے ذریعہ فوراً اُسکو توڑ ڈالا اُسکا نصیبہ تھا کہ دانائی نے اُسکا ساتھ دیا ممکن ہے کہ اُس نے خواب میں یہ قصہ دیکھا ہو اور اسی لئے وہ آستین میں پتھر لیکر مجلس میں آیا ہو۔

[۲] ہمچو۔ حضرت یوسفؑ نے قید ہی میں خواب میں آنے والے واقعات دیکھ لئے تھے۔ ہر کرا۔ جس شخص کو فتح اور کامیابی کی خوشخبری مل چکی ہو اُسکے لئے فتح و شکست کے اسباب یکساں ہوجاتے ہیں۔

[۳] پایندان۔ ضامن۔ چون۔ جب بازی کی کامیابی پر یقین ہوجاتا ہے تو اُس کو اپنے اسپ اور فیل کے پٹ جانے کی کوئی پروا نہیں ہوتی گر برد۔ اُسکا حریف اگر اُسکے اسپ کو مارے تو اسپ کا پٹنا اُسکی کامیابی کا پیش خیمہ ہوگا۔

مرد[۱] را با اسپ کے خویشی بُود　　عشقِ اسپش از پے پیشی بُود

انسان کی گھوڑے سے رشتہ داری کب ہوتی ہے!　　گھوڑے سے اُسکا عشق آگے بڑھنے کیلئے ہوتا ہے

بہرِ صورتہا مکش چندیں زحیر　　بے صداعِ صورتے معنیٰ بگیر

صورتوں کے لئے اسقدر پیچ و تاب نہ اٹھا　　صورت کا دردِ سر اٹھائے بغیر معنی حاصل کر

ہست زاہد را غمِ پایانِ کار　　تا چہ باشد حالِ اُو روزِ شمار

زاہد کو انجام کا غم ہے　　کہ قیامت کے دن اُسکا کیا حال ہوگا؟

عارفاں ز آغاز گشتہ ہوشمند　　از غم و احوالِ آخر فارغ اند

عارف شروع ہی سے ہوشمند ہیں　　آخرت کے احوال اور غم سے بے نیاز ہیں

بُود عارف را ہمیں خوف و رجا　　سابقہ دانیش خورد آں ہر دو را

عارف کو یہی خوف اور امید تھی　　اُسکی پیشگی دانش نے اِن دونوں کو ختم کر دیا ہے

دید[۲] کو سابق زراعت کرد ماش　　اُو ہمی داند چہ خواہد بُود چاش

وہ جانتا ہے جس نے پہلے ماش کی کاشت کی ہے　　وہ جانتا ہے کہ اُس کی پیداوار کیا ہوگی

عارف ست اُو باز رست از خوف و بیم　　ہائے و ہُو را کرد تیغِ حق دو نیم

وہ عارف ہے وہ خوف اور ڈر سے چھوٹ گیا ہے　　اللہ تعالیٰ کی تلوار نے شور و غل کے دو ٹکڑے کر دیئے ہیں

بُود اُو را بیم و اُمید از خدا　　خوف فانی شد عیاں گشت آں رجا

اُس کو خدا سے خوف اور امید تھی　　خوف فنا ہوگیا وہ امید ظاہر ہوگئی

خوف[۳] طے شد جملگی اُمید شد　　نور گشت و تابعِ خورشید شد

خوف لپٹ گیا، وہ مجسم امید ہوگیا　　نور بنگیا اور سورج کے تابع ہوگیا

ز امتحانِ شاہ بُود آگہ ایاز　　وز فریبِ شہ نشد گمرہ ایاز

ایاز، بادشاہ کے امتحان سے آگاہ تھا　　شاہ کے فریب سے ایاز گمراہ نہ ہوا

خلعت و ادرارہا از راہش نبرد　　کرد اُو گوہر ز امرِ شاہ خُرد

خلعت اور وظیفہ نے اُسکو گمراہ نہ کیا　　اُس نے بادشاہ کے حکم سے موتی توڑ ڈالا

چوں شکست اُو گوہرِ خاص آں زماں　　زاں امیراں خاست صد بانگ و فغاں

جب اُس نے خاص موتی توڑا، اُس وقت　　امیروں سے بہت شور اور فریاد بلند ہوئی

کایں چہ بیباکیست واللہ کافر ست　　ہر کہ ایں پُر نور گوہر را شکست

کہ یہ کیا بے باکی ہے خدا کی قسم کافر ہے　　جس نے اس منور موتی کو توڑا

---

۱ مرد را۔ شطرنجی کو سپ کوئی محبت نہیں ہوتی وہ تو جیتنے کا خواہاں ہوتا ہے۔ زحیر۔ پیچ و تاب۔ صداع۔ دردِ سر۔ صورت یعنی سپ۔ معنی یعنی کامیابی۔ ہست معنی کے ادراک کے بھی مراتب مختلف ہیں زاہد کو انجام کا غم رہتا ہے کہ دیکھئے کیا ہوتا ہے۔ عارفاں۔ جو لوگ کمل ہیں انکو ابتداء سے ہی انجام کا علم ہو جاتا ہے اور انکا علم خوف اور امید کو ختم کر دیتا ہے۔

۲ دید۔ عارف جانتا ہے جو بویا ہے اُسکی پیداوار کیا ہوگی چونکہ اُسکو پیشگی ہی علم حاصل ہو گیا ہے لہٰذا انجام کے فکر کا شور و غل ختم ہو گیا ہے۔ بُود۔ اُسکو بھی انجام کے بارے میں خوف اور امید کی کشمکش تھی لیکن اس پر حقیقت واضح ہو جانے کی وجہ سے اب خوف ختم ہو گیا ہے اور امید باقی رہ گئی ہے۔

۳ خوف۔ اُس کے لئے اب خوف ختم ہو گیا اور وہ نور بنکر نورِ مطلق کے تابع ہو گیا۔ ز امتحان۔ ایاز بھی انہی میں سے تھا جن کو انجام کی خبر ہو جاتی ہے لہٰذا وہ بادشاہ کے احکام وغیرہ سے دھوکے میں نہ پڑا۔ گوہر۔ جس نے موتی کو شاہ کے حکم کے مطابق فوراً توڑ ڈالا۔ کانیچہ۔ امیروں نے شور کیا اور ایاز سے کہا کہ یہ کیا بے باکی ہے کہ ایسے عمدہ موتی کو تو نے توڑ ڈالا۔

واں جماعت جملہ از جہل و عمی[1] — در شکستہ دُرِّ امرِ شاہ را

اور اس جماعت نے نادانی اور اندھے پن سے — بادشاہ کے حکم کے موتی کو توڑا تھا

قیمت گوہر نتیجہ مہر و وُد — بر چناں خاطر چرا پوشیدہ شُد

دوستی اور محبت کے نتیجہ کے موتی کی قیمت — ایسی طبیعت پر کیوں پوشیدہ ہوئی؟

تشنیع زدن امرا بر ایاز کہ چرا شکستی و جواب دادن ایاز ایشاں را

امیروں کا ایاز کو ملامت کرنا کہ تو نے کیوں توڑا اور ان کو ایاز کا جواب دینا

گفت ایاز اے مہترانِ نامور — امرِ شہ بہتر بقیمت یا گہر

ایاز نے کہا اے نامور سردارو! — قیمت میں بادشاہ کا حکم بہتر ہے یا موتی

امرِ سلطاں بہ بُود پیشِ شما — یا کہ ایں نیکو گہر بہرِ خدا

تمہارے نزدیک بادشاہ کا حکم بہتر ہے — یا یہ اچھا موتی! خدا کے لئے بتاؤ

اے[2] نظرتاں بر گہر بر شاہ نے — قبلہ تاں غُولست جادہ راہ نے

ارے تمہاری نظر موتی پر ہے شاہ پر نہیں ہے — تمہارا قبلہ چھلاوا ہے سیدھا راستہ نہیں ہے

من ز شہ بر می نگردانم بصر — من چو مشرک روئے نارم در حجر

میں شاہ سے نظر نہیں پھیرتا ہوں — میں مشرک کی طرح پتھر کی جانب رُخ نہیں کرتا ہوں

بے گہر جانے کہ رنگیں سنگِ راہ — بر گزیند پس نہد اُو امرِ شاہ

وہ بے گوہر جان جو راستہ کے رنگین پتھر — پسند کرے، وہ شاہ کا حکم پیچھے ڈال دے گی

پشت[3] سُوی لُعبتِ گلرنگ کُن — عقل در رنگ آورندہ دنگ کُن

پھول جیسے رنگ کی گڑیا کی جانب پُشت کرے — عقل، رنگ دینے والے میں حیران کردے

اندر آدر جو سبو بر سنگ زن — آتش اندر بُو و اندر رنگ زن

نہر میں آجا، ٹھلیا کو پتھر پر ماردے — بُو اور رنگ میں آگ لگا دے

گر نۂ در راہِ دیں از رہزناں — رنگ و بُو مپرست مانند زناں

اگر تو دین کی راہ میں راہزنوں میں سے نہیں ہے — عورتوں کی طرح رنگ و بُو کی پرستش نہ کر

گوہر امرِ شہ بُود اے ناکساں — جُملہ بشکستید گوہر را عیاں

اے نالائقو! موتی بادشاہ کا حکم ہوتا ہے — تم سب نے علانیہ موتی کو توڑا

چوں ایاز ایں راز بر صحرا افگند — جُملہ ارکاں خوار گشتند و نژند

جب ایاز نے اِس راز کو میدان میں ڈال دیا — سب ارکان خوار اور ذلیل ہوگئے

---

[1] واں جماعت۔ سرداروں کی جماعت اپنے جہل سے نہ سمجھی کہ ایاز نے تو موتی توڑا اور اُن لوگوں نے بادشاہ کا حکم توڑا۔ قیمت۔ محبت اور دوستی کے موتی کو انھوں نے اس موتی سے زیادہ قیمتی نہ سمجھا۔ امرِ شہ۔ ایاز نے اُن امیروں سے کہا یہ بتاؤ کہ موتی زیادہ قیمتی تھا یا بادشاہ کا حکم!

[2] اے نظر۔ تم لوگوں کا منظورِ نظر موتی تھا بادشاہ کا حکم نہ تھا۔ تم نے اپنا قبلہ سیدھا راستہ چھوڑ کر چھلاوہ کو بنا لیا۔ من ز شہ۔ بادشاہ کو چھوڑ کر موتی کی طرف توجہ کرنا محبت کا شرک ہے۔ بے گہر۔ جو شخص راستہ کے رنگین پتھر کو بہتر سمجھے اور شاہ کے حکم کو پس پشت ڈال دے وہ خود بے جوہر ہے۔

[3] پشت۔ مصنوعات سے روگردانی کرکے صانع کی جانب توجہ کرنی چاہئے۔ حقیقت ظاہر کی طرف رُخ کر مظاہر پر اکتفا نہ کر۔ رنگ و بُو۔ دنیا کی خوشنمائی راہ کی رکاوٹ ہے۔ گوہر۔ اصل موتی شاہ کا حکم تھا نافرمانی کرکے تم نے اُس کو توڑ ڈالا ہے۔ ایاز کی یہ تقریر سن کر سب امیر شرمندہ اور حیران ہوگئے۔

سر فرو انداختند آں سروراں — عذر[۱] گویاں گشتہ زاں نسیاں بجاں

اُن سرداروں نے سر نیچے جھکا لئے — (دل و) جان سے اس بھول پر عذر خواہ بن گئے

از دلِ ہر یک دو صد آہ آں زماں — ہمچو دودے میشدے تا آسماں

اُس وقت سیکڑوں آہیں ہر ایک کے دل سے — دھوئیں کی طرح آسمان تک جاتی تھیں

قصد کردن شاہ بقتلِ امرا و شفاعت کردنِ ایاز پیشِ تخت کہ اَلعَفوُ اَولیٰ

بادشاہ کا امیروں کو قتل کرنے کا ارادہ کرنا اور تخت کے سامنے ایاز کا سفارش کرنا کہ معاف کر دینا زیادہ بہتر ہے

کرد[۲] اشارت شہ بجلادِ کہن — کہ ز صدرم ایں خساں را پاک کن

شاہ نے پُرانے جلاد کو اشارہ کیا — کہ ان کمینوں کو میرے دربار سے صاف کر دے

ایں خساں چہ لائقِ صدرِ منند — کز پئے سنگ امرِ ما را بشکنند

یہ کمینے کیا میرے دربار کے لائق ہیں؟ — جو پتھر کی خاطر ہمارے حکم کو توڑتے ہیں

امرِ ما پیشِ چنیں اہلِ فساد — بہرِ رنگیں سنگ شد خوار و کساد

ایسے مفسدوں کے نزدیک ہمارا حکم — رنگین پتھر کی وجہ سے ذلیل اور کھوٹا ہو گیا

پس ایازِ مہر افزا بر جہید — پیشِ تختِ آں الغ سلطاں دوید

پھر محبت بڑھانے والا، ایاز اُٹھا — سلطانِ اعظم کے تخت کے سامنے دوڑ گیا

سجدہ کرد و گلوی خود گرفت — کاے قبادے[۳] کز تو چرخ آرد شگفت

سجدہ کیا اور اپنا گلا پکڑا — کہ اے شاہ! کہ تجھ سے آسمان تعجب میں ہے

اے ہمای[۴] کہ ہمایاں فرخی — از تو دارند و سخاوت ہر سخی

اے ہُما! کہ سب ہما برکت — اور تمام سخی سخاوت، تجھ سے حاصل کرتے ہیں

اے کریمے کہ کرمہائے جہاں — محو گردد پیشِ ایثارت نہاں

اے وہ کریم! کہ جہان کے کرم — تیرے مخفی ایثار کے آگے محو ہو جاتے ہیں

اے لطیفے کہ گلِ سرخت چو دید — از خجالت پیرہن را بر درید

اے وہ صاحبِ لُطف کہ جب گلِ سُرخ نے تجھے دیکھا — شرمندگی سے لباس چاک کر ڈالا

از غفوریِ تو غفراں چشم سیر — روبہاں بر شیر از عفوِ تو چیر

تیری مغفرت سے، مغفرت سیر چشم ہے — تیری معافی سے، لومڑیاں شیر پر غالب ہیں

---

۱ عذر۔ معذرت کرنے لگے کہ ہم سے بھول ہو گئی اور ہر ایک آہیں بھرنے لگا۔

۲ کرد۔ شاہ نے ان سرداروں کی نافرمانی پر اُن کے قتل کا حکم دے دیا اور کہا کہ یہ کمینے میری مجلس کے لائق نہیں ہیں ان سے مجلس کو پاک کرنا چاہئے انھوں نے ایک پتھر کی خاطر حکم عدولی کی اس پر ایاز شاہی تخت کی طرف دوڑا اور اُس کے سامنے سجدہ کر کے سفارش کرنے لگا۔

۳ قباد۔ نوشیرواں کے باپ کا نام ہے پھر ہر بڑے بادشاہ کو کہہ دیا جاتا ہے۔

۴ اے ہمای۔ ایاز نے بادشاہ سے کہا آپ ہما ہیں دنیا کے جس قدر ہما ہیں اُن میں آپ کی وجہ سے برکت آئی ہے آپ ایسے کریم ہیں کہ دنیا کے کریموں نے آپ سے کرم حاصل کیا ہے آپ اس قدر حسین ہیں کہ گلاب نے شرمندگی سے اپنا لباس چاک کر لیا ہے آپ کا عفو اس قدر بڑھا ہوا ہے کہ مغفرت آپ سے سیر چشم ہو رہی ہے اور لومڑیاں آپ کے عفو کی بنیاد پر شیروں پر غالب ہیں۔

جز[1] که عفوِ تو کرا دارد سند
تیری معافی کے سوا کس پر سہارا رکھتا ہے؟
ہر کہ با امرِ تو بیباکی کند
جو شخص تیرے حکم پر بیباکی کرے

غفلت و گستاخیِ ایں مجرماں
اِن خطاداروں کی غفلت اور گستاخی
از وفورِ عفوِ تُست اے عفوراں
اے معافی دینے والے! تیری معافی کی کثرت کی وجہ ہے

دائماً غفلت ز گستاخی دمد
غفلت ہمیشہ گستاخی سے پیدا ہوتی ہے
کہ برد تعظیم از دیدہ رمد
کیونکہ آنکھیں دکھنا آنکھوں سے تعظیم کو ختم کردیتا ہے

غفلت و نسیانِ بد آموختہ
سیکھی ہوئی بُری غفلت اور بھول
ز آتشِ تعظیم گردد سوختہ
تعظیم کی آگ سے جل جاتی ہے

ہیبتش بیداری و فطنت دہد
اس کی ہیبت بیداری اور سمجھ عطا کرتی ہے
سہو و نسیاں از دلش بیروں جہد
بھول اور نسیان اس کے دل سے نکل جاتا ہے

وقتِ[2] غارت خواب ناید خلق را
لوٹ کے وقت لوگوں کو نیند نہیں آتی ہے
تا نبرباید کسے زو دلق را
تاکہ کوئی اس کی گدڑی نہ لے اُڑے

خواب چوں در میرمد از بیمِ دلق
جب گدڑی کے ڈر سے نیند بھاگ جاتی ہے
خواب و نسیاں کے بود با بیمِ حلق
گلے کے ڈر سے نیند اور بھول کب ہوتی ہے؟

لَا تُوَاخِذْ اِن نَّسِیْنَا شُد گواہ
«اگر ہم بھول گئے تو تو پکڑ نہ کر» گواہ ہے
کہ بود نسیاں بوجہے ہم گناہ
کہ بھول بھی ایک طرح سے گناہ ہے

زانکہ اِستکمالِ تعظیم اُو نہ کرد
کیونکہ اس نے تعظیم کی تکمیل نہ کی
ورنہ نسیاں در نیاوردے نبرد
ورنہ بھول، مصیبت نہ لاتی

گرچہ نسیاں لابد و ناچار بود
اگرچہ بھول مجبوری اور لا علاج ہے
در سبب ورزیدن اُو مختار بود
(لیکن) سبب اختیار کرنے میں وہ صاحبِ اختیار ہے

چوں[3] تہاون کرد در تعظیمہا
جب اس نے عظمتوں میں سستی برتی
تا کہ نسیاں زاد یا سہو و خطا
یہاں تک کہ سہو اور غلطی سے نسیان پیدا ہوا

ہمچو مستے کو جنایتہا کند
اُس مست کی طرح جو ظلم کرے
گوید اُو معذور بودم من ز خود
اور کہے، میں اپنے بارے میں معذور تھا

[1] جز۔ جو شخص آپ کی حکم عدولی کرتا ہے وہ آپ کے عفو کا سہارا لے کر کرتا ہے۔ غفلت۔ آقا کی رحمدلی اور عفو کی صفت غلاموں کو گستاخ اور غافل بنا دیتی ہے، جب انسان کی آنکھیں دُکھ رہی ہوں تو وہ تعظیم سے غافل ہو جاتا ہے۔ ہیبتش۔ آقا کی ہیبت اور خوف غلاموں میں بیداری پیدا کر دیتا ہے اور بھول کو ختم کر دیتا ہے۔

[2] وقتِ غارت۔ جب غنیم لوٹ رہا ہو تو کوئی نہیں سو سکتا اس لئے ہر شخص اپنی گدڑی بچانے کی فکر کرنے لگتا ہے یہ تو گدڑی کا ڈر تھا اب اگر جان کا ڈر ہو تو پھر نیند کیسے آسکتی ہے۔ لاتواخذ۔ قرآن پاک میں ہے «اللہ ہماری بھول پر ہماری گرفت نہ کر» اس سے معلوم ہوا کہ بھول بھی گناہ ہے ورنہ گرفت نہ کرنے کی دعا کیوں سکھائی جاتی۔ زانکہ۔ وہ بھول جو بے پروائی سے ہو مواخذہ کے قابل ہے البتہ اگر یاد رکھنے کی ساری تدبیریں کر لی ہوں اور پھر بھول ہو جائے تو اس پر گرفت نہیں ہے اس لئے کہ پہلی صورت میں اس نے وہ اسباب نہ اختیار کئے جو وہ کر سکتا تھا۔

[3] چوں تہاون۔ جب یاد رکھنے کے ذرائع اور اسباب کو ترک کرتا ہے اور اس سے بھول سرزد ہوتی ہے تو غلطی ہوتا ہے ——— ہمچو۔ جو شخص بھول کے اسباب اختیار کرے اور پھر بھول کو عذر بنائے اس کی مثال تو اس شخص کی سی ہے جو شراب میں مست ہو کر جرم کرے اور پھر کہے کہ میں بےخود تھا لہٰذا معذور ہوں حاکم اس سے یہی کہے گا کہ بدبخت بےخودی کا سبب تو نے خود اختیار کیا تھا تو نے خود اپنا اختیار ختم کیا تھا لہٰذا تو معذور نہیں ہے۔

گویدش لیکن سبب زشت کار
اُس کو (حاکم) کہے گا، اے بدکار! لیکن سبب

بیخودی نامد بخود توش خواندی
بیخودی خود نہیں آئی تو نے خود اُس کو بُلایا

گر رسیدے[1] مستیِ بے جہدِ تو
اگر تیری کوشش کے بغیر مستی پیدا ہو جاتی

پشت دارت اُو بُدے عذر خواہ
وہ تیرا عذر خواہ ہوتا اور مددگار ہوتا

عفوہائے جملہ عالم ذرہ
تمام جہان کی معافیاں ایک ذرہ ہیں

عفوہا گفتہ ثنائے عفوِ تو
تمام معافیوں نے تیری معافی کی تعریف کی ہے

جانِ شاں بخش و زخود شاں ہم مراں
اُنکی جان بخشدے اور اپنے آپ اُنکو علیحدہ نہ کر

رحم[2] کن بر وَے کہ روئے تو بدید
اُس پر رحم کر جس نے تیرا دیدار کر لیا ہے

از فراق و ہجر میگوئی سخن
تو فراق اور جدائی کی بات کرتا ہے

در جہاں نبود بتر از ہجرِ یار
دنیا میں دوست کی جدائی سے بدتر کوئی چیز نہیں ہے

صد ہزاراں مرگِ تلخ شصت[3] تو
ساٹھ درجے کی لاکھوں کڑوی موتیں

تلخیِ ہجر از ذکور و از اناث
مردوں اور عورتوں سے جدائی کی تلخی کو

بر امیدِ وصلِ تو مُردن خوش ست
تیرے وصل کی اُمید پر مرنا بھلا ہے

از تو بُد در رفتنِ آں اختیار
تیری جانب سے تھا اُس اختیار کے چلے جانے میں

اختیارت خود نشد توش راندی
تیرا اختیار خود ختم نہ ہوا تو نے اُس کو بھگایا

حفظ کردے ساقیِ جاں عہدِ تو
تو روح کا ساقی تیرے عہد کی حفاظت کرتا

من غلامِ زلتِ مستِ الٰہ
میں خدائی مست کی لغزش کا غلام ہوں

عکسِ عفوت اے ز تو ہر بہرہ
اے وہ ذات! کہ ہر حصہ تیری معافی کا عکس ہے

نیست کفوش ایّھا النّاس اتقوا
اُس کا کوئی ہمسر نہیں ہے اے لوگو! ڈرو

کام شیرینِ تو اند اے کامراں
اے مُرادمند! وہ تیرے شیریں مقاصد ہیں

فرقتِ تلخِ تو چوں خواہد چشید
وہ تیری جدائی کی تلخی کیسے چکھے گا؟

ہر چہ خواہی کن و لیکن ایں مکن
جو چاہے کر، لیکن یہ نہ کر

ایں سخن از عاشقِ خود گوش دار
اپنے عاشق کی یہ بات یاد رکھ

نیست مانندِ فراقِ شستِ تو
تیرے حلقۂ (زلف) سے فراق کے مانند نہیں ہے

دور دار اے مجرماں را مستغاث
اے خطا کاروں کے فریاد رس! دور رکھ

تلخیِ ہجرِ تو فوقِ آتش ست
تیری جدائی کی تلخی آگ سے زیادہ ہے

[1] گر رسیدے۔ اگر تو اپنے طور پر مست نہ ہوا ہوتا تو اللہ تعالیٰ تیری پشت پناہی کرتا اور تیرا عذر خواہ ہوتا ایسے خدائی مست کی لغزش کے تو ہم غلام ہیں۔ عفوہای۔ ایاز نے کہا اے شاہ! آپ کے عفو کے مقابلہ میں تمام جہان کی معافیاں ذرّہ ہیں اور دنیا کی سب معافیاں تیرے عفو کی ثنا گو ہیں! اے انسانوں اُس کا کوئی ہمسر نہیں ہے اُس کا ہمسر قرار دینے سے بچتے رہو۔ جانِ شان۔ ایاز نے بادشاہ سے کہا ان کی جان بخش کر دیجئے اور ان کو اپنے سے جدا نہ کیجئے آپ کے مقاصد بڑے شیریں ہیں۔

[2] رحم کن۔ جس نے ایک بھی تیرا چہرہ دیکھ لیا ہے وہ جدائی کی تلخی کیسے برداشت کرے گا اُس پر رحم کر دیجئے آپ ہجر و فراق کی بات کرتے ہیں ان کے ساتھ یہ نہ کیجئے اور جو چاہے کر دیجئے عاشق کے لئے یار کی جدائی سے بدتر کوئی سزا نہیں ہے۔

[3] شصت۔ ہم نے عدد کے معنی میں لیا ہے اس صورت میں اس کا املا شصت ہونا چاہیئے مصرع اوّل میں تو یہی درجہ ہے دوسرے مصرع میں شست سے مُراد زلف کا حلقہ لیا جائے۔ تلخی۔ آپ خطا کاروں کے فریاد رس ہیں کسی شخص کو بھی فراق کی سزا نہ دیں یہ ایاز کا شاہ کیلئے مقولہ ہے۔ بر امید۔ وصل کی امید میں جان دے دینا

گبر میگوید میانِ آں سقر
دوزخ کے درمیان کافر کہہ رہا ہے

چہ غمم بودے گرم کردے نظر
اگر وہ مجھ پر نظر کر لیتا، مجھے کیا غم ہوتا

کاں نظر شیریں کنندہ رنجہاست
کیونکہ وہ نظر غموں کو شیریں بنا دینے والی ہے

ساحراں را خونبہائے دست و پاست
جادوگروں کے ہاتھ پاؤں کا خونبہا ہے

تفسیرِ گفتنِ ساحراں فرعون را در وقتِ سیاست کہ
سزا کے وقت فرعون سے ساحروں کے "کوئی نقصان نہیں بیشک ہم اپنے

لَا ضَیْرَ اِنَّا اِلٰی رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْن
رب کی طرف لوٹنے والے ہیں" کہنے کی تفسیر

نعرۂ لَا ضَیْرَ بشنید آسماں
آسمان نے "کوئی ضرر نہیں" کا نعرہ سُنا

چرخ گوئے شد پئے آں صولجاں
اس بلّے کے لئے آسمان گیند بن گیا

ضربتِ فرعون مارا نیست ضیر
فرعون کی سزا ہمارے لئے نقصان نہیں ہے

لطفِ حق غالب بود بر قہرِ غیر
دوسرے کے قہر پر اللہ (تعالےٰ) کا کرم غالب ہے

گر بدانی سرِّ مارا اے مُضل
اے گمراہ کرنے والے! اگر تو ہمارا راز جان لے

میرہانی ماں ز رنج اے کوردل
اے دل کے اندھے! ہمیں تکلیف سے نجات دیدیتا

ہیں بیا ایں سو ببیں کایں ارغنوں
خبردار! اِدھر آ دیکھ یہ باجا

میزند یَا لَیْتَ قَوْمِیْ یَعْلَمُوْن
"کاش میری قوم جان لیتی" بجا رہا ہے

داد مارا فضلِ حق فرعونیے
اللہ (تعالےٰ) کے فضل نے ہمیں فرعونی عطا کردی ہے

نے چنیں فرعونیے بے عونیے
وہ فرعونی نہیں، جو بغیر مدد (خداوندی) کے ہو

سر برآور ملک بیں زندہ و جلیل
سر اُٹھا، زندہ اور عالیشان سلطنت کو دیکھ

اے شدہ غرہ بمصر و رودِ نیل
اے، مصر اور دریائے نیل پر مغرور

گر تو ترکِ ایں نجس خرقہ کُنی
اگر تو اِس ناپاک چیتھڑے کو چھوڑ دے

نیل را در نیلِ جاں غرقہ کُنی
تو نیل کو، جان کے نیل میں ڈبو دے

ہیں بدار از مصر اے فرعون دست
خبردار! اے فرعون! مصر سے ہاتھ اُٹھالے

درمیانِ مصرِ جاں صد مصر ہست
جان کے مصر میں سیکڑوں مصر ہیں

کو دیکھ لے مصر اور نیل کی سلطنت پر غرور نہ کر۔ گر تو۔ اگر تو اس حقیر سلطنت کو ٹھکرا دے گا تو تیری روح میں اس قدر وسعت پیدا ہو جائے گی کہ یہ دریائے نیل اس میں غرق ہو جائے گا۔ ہیں بدار۔ ساحروں نے فرعون سے کہا کہ اس مصر کی حکومت سے دست کش ہو جا پھر روحانی دنیا کے سیکڑوں مصر ہاتھ آجائیں گے۔

۱ گبر۔ کافر بھی جہنم میں یہ کہے گا کہ آپ کی نظر کرم ہو تو جہنم بھی گوارا ہے۔۔۔۔ ساحراں۔ آپ کی نظرِ کرم نے فرعون کے جادوگروں کے لئے ہاتھ پاؤں کٹوا دینا آسان کر دیا اور انھوں نے آپ کی شیریں نظر کو اپنے ہاتھ پاؤں کے خون کا بدلہ سمجھا۔ تفسیر۔ جب فرعون نے ساحروں کو قتل کرنے کی دھمکی دی تو انھوں نے کہا ہاتھ پاؤں کٹنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہم اپنے رب کی طرف لوٹ رہے ہیں۔ چرخ۔ اِس نعرہ سے آسمان بھی رقص کرنے لگا۔

۲ ضربت۔ مارا۔ گر بدانی۔ اگر تو ہمارے اس جذبہ کو سمجھ جاتا تو ہمیں تکلیف نہ دیتا۔ ہیں۔ انطاکیہ والوں نے جب حبیب نجار حضرت عیسیٰؑ کے حواری کو شہید کیا تو انھوں نے فرمایا کاش میری قوم اس بات کو جان لیتی کہ میرے رب نے میری مغفرت فرما دی اور مجھے معزز بنا دیا۔ ارغنوں مشہور باجا ہے جس کو افلاطون نے ایجاد کیا تھا۔

۳ فرعونیے یعنی شہنشاہی۔ نے چنیں۔ وہ شہنشاہی۔ فرعون کی سی شاہی نہیں ہے۔ سر برآور ـــــ ان جادوگروں نے کہا تھا کہ خوابِ غفلت سے سر اُبھار اور ہماری پائندہ اور عظیم سلطنت

تو[1] "انا رب" راہمی گوئی بعام — غافل از ماہیتِ ایں ہر دو نام

تو عوام سے "میں خدا ہوں" کہتا ہے — (حالانکہ) تو ان دونوں ناموں کی ماہیت سے غافل

ربّ بر مربوب کے لرزاں بود — کے انا داں بندِ جسم وجاں بود

پروردگار زیر پرورش سے کب لرزتا ہے؟ — "انا" کو جاننے والا جسم اور جان کا پابند کب

نک انا ماییم رستہ از انا — از انائے پُر بلائے پُر عنت

دیکھ! "انا" ہم ہیں "انا" سے چھوٹے ہوئے — اس "انا" سے جو مصیبت (اور) مشقت

آں[2] انائے بر تو اے سگ شوم بُد — در حقِ ما دولتِ محتوم بود

اے کتے! وہ "انا" تیرے لئے منحوس تھی — ہمارے حق میں یقینی دولت تھی

گر نبودت ایں انائے کینہ کش — کے زدے بر ما چنیں اقبال خوش

اگر یہ کینہ نکالنے والا "انا" تیرے اندر نہ ہوتا — تو ایسا اچھا نصیب ہمیں کب حاصل ہوتا

شکر آں کز دارِ فانی میرہیم — بر سرِ ایں دار پندت میدہیم

اُس کا شکر ہے کہ ہم دارِ فانی سے چھوٹ رہے ہیں — اِس سولی پر ہم تجھے نصیحت کر رہے ہیں

دارِ قتلِ ما براقِ رحلت ست — دارِ مُلکِ تو غرور و غفلت ست

ہمارے قتل کی سولی سفر کا براق ہے — تیرا دارالسلطنت، غرور اور غفلت ہے

ایں[3] حیاتِ خفیہ در نقشِ ممات — واں مماتِ خفیہ در قشرِ حیات

یہ خفیہ زندگی ہے، جو موت کی صورت میں ہے — وہ خفیہ موت ہے جو زندگی کے چھلکے میں ہے

می نماید نور نار و نار نور — ورنہ دنیا کے بُدے دار الغرور

نور، آگ اور آگ نور، نظر آتی ہے — ورنہ دنیا دار الغرور کب ہوتی

ہیں مکن تعجیل اول نیست شو — چوں غروب آری برآر از شرق ضو

خبردار! جلدی نہ کر پہلے نیست بن — جب تو غروب کر گیا مشرق سے روشنی

آں انائے در ازل دل تنگ شد — زیں انا جاں بیخود و دل دنگ شد

وہ "انا" ازل میں دل تنگ ہے — اِس "انا" سے جان بیخود اور دل حیران ہوگیا

آں انائے سرد گشت و تنگ شد — ایں انا خم دادہ ہمچو چنگ شد

وہ "انا" سرد اور تنگ ہے — یہ مست "انا" چنگ کی طرح ہے

اوصافِ بشری فنا کرنے سے پہلے انا کہنا ازل سے مردود ہے۔ زیں انا۔ فنا کے بعد انا کہنا محمود ہے
چنگ ایک باجا ہے جس کی آواز خوش کن ہے۔

[1] تو انا۔ فرعون قوم سے کہتا تھا کہ میں تمہارا رب ہوں ساحروں نے کہا! تو انا اور رب دونوں کی حقیقت سے بے بہرہ ہے انا وہ ہے جو فنا کے بعد حاصل ہو تو اُس سے ناواقف ہے۔ ربّ۔ تو رب کی حقیقت سے بھی ناواقف ہے جو اپنی رعایا کے بگڑ جانے سے خوفزدہ ہو وہ رب کیسے ہوسکتا ہے۔ انا ماییم۔ اصل انانیت تو جب حاصل ہوتی ہے جب انسان اپنی انانیت اور خودی کو چھوڑ چکے جو مصیبت اور مشقت سے پُر ہے۔

[2] آں انا۔ تیری انانیت خودی لئے ہوئے ہے تو منحوس ہے ہم فنا کا درجہ حاصل کر چکے ہیں لہٰذا ہماری انانیت ایک دولت ہے۔ گر نبودت۔ تیری انانیت ہماری خوش بختی کا سبب بن گئی ہے۔ شکر۔ تیری انانیت نے ہمیں اِس فانی دنیا سے نجات دیدی ہے اب ہم سولی پر چڑھ کر تجھے نصیحت کر رہے ہیں۔ دار۔ یہ سولی ہمارے لئے قربِ خداوندی کا براق بن گئی ہے۔

[3] ایں۔ یعنی براقِ رحلت، حیات بصورتِ ممات ہے۔ واں۔ تیرا دار الملک موت بصورتِ حیات ہے۔ دار الغرور دھوکے کا گھر دنیا کو اسی لئے کہا جاتا ہے کہ یہ حقائق بالعکس نظر آتے ہیں۔ ہیں۔ پہلے فنا حاصل کر پھر غروب کے بعد منور طلوع ہوگا۔ آں انائے۔

زانْ انائے بے انا خوش گشت جاں | شد جہان اُو از انائے ایں جہاں

اس بے "انائے" "نا" کہنے سے جان خوش ہوگئی | وہ اس جہاں سے کود جانے والی ہوگئی

از انا چوں رست اکنوں شد انا | آفرینہا بر انائے بے عنا

جب "انا" سے چھوٹ گئی اب "انا" ہوگئی | بے مشقت کی "انا" کو شاباش ہے

اُو گریزان وانائے در پیش | می دود چوں دید وے را بے ویش

وہ بھاگ رہا ہے اور "انا" اُسکے درپے ہے | وہ "انا" دوڑتی ہے جب وہ اُسکو اپنے بغیر دیکھتی ہے

طالب اُوئی نگردد طالبت | چوں بمُردی طالبت شد مطلبت

تو اُسکا طلبگار ہے، وہ تیری طلبگار نہ بنے گی | جب تو مرگیا تیرا مطلوب تیرا طالب بن گیا

زندۂ[٢] کے مُردہ شو شوید تُرا | طالبی کے مطلبت جوید تُرا

تو زندہ ہے، مردے کو نہلانیوالا تجھے کب نہلائیگا؟ | تو طلبگار ہے، مطلوب تجھے کب ڈھونڈے گا؟

اندریں بحث ار خرد رہ بیں بُدے | فخر رازی رازدارِ دیں بُدے

اس بحث میں اگر عقل راستہ دیکھنے والی ہوتی | (تو) فخر (الدین) رازی دین کے رازدار ہوتے

لیک چوں مَن لَم یَذُق لَم یَدرِ بود | عقل و تخیلاتِ اُو حیرت فزود

لیکن چونکہ "جس نے نہ چکھا اس نے نہ جانا" ہے | اُنکی عقل اور تخیلات نے حیرت میں اضافہ کردیا

کے شود کشف از تفکر ایں انا | ایں انا مکشوف شد بعد الفنا

غور کرنے سے یہ "انا" کب کھلتی ہے | یہ "انا" فنا کے بعد کھلی ہے

می فتد ایں عقلہا در افتقاد[٣] | در مغاکِ حلول و اتحاد

جستجو میں یہ عقلیں جاگرتی ہیں | گڑھے اور حلول و اتحاد میں

اے ایاز گشتہ فانی ز اقتراب | ہمچو اختر در شعاعِ آفتاب

اے ایاز! تو قرب میں فانی بنگیا ہے | جیسا کہ ستارہ سورج کی شعاع میں

بلکہ چوں نطفہ مبدل تو بتن | نے ز حلول و اتحادِ مُفتتن

بلکہ جیسا کہ تیرا نطفہ جسم میں تبدیل ہوا | نہ کہ حلول اور پُر فتنہ اتحاد سے

---

۳ در افتقاد۔ اگر محض عقل کے ذریعہ اِن مسائل کو حل کیا جائیگا توانسان حلول اور اتحاد جیسے عقیدوں میں مبتلا ہوجائیگا یعنی یہ سمجھ جائیگا کہ بقا بعد فنا جس میں ایک انسان وجودِ عبد کے بغیر صفاتِ رب کیساتھ متصف ہوتا ہے حلول کی صورت میں ہے یعنی حضرت حق تعالیٰ وجودِ عبد کو اپنا محل بنا لیتے ہیں یا عبدؔ اور رب میں اتحاد ہوجانے کی صورت سے ہے۔ اے ایاز۔ بقا اور فنا کی صحیح مثال اگر ہے تو یہ ہے کہ جسطرح ستارہ شعاعِ شمس میں گم ہوجاتا ہے اسی طرح عبد حادث اپنے آپ کو ربِ قدیم میں گم کردیتا ہے یہ تو صفات کی تبدیلی کی مثال ہے یا یہ سمجھو نطفۂ منی جسم انسانی میں تبدیل ہوجاتا ہے یہ تبدیلِ ذاتی کی مثال ہے۔

۱ زاں۔ جس انا میں بشری انانیت نہ ہو اُس سے روح خوش ہوتی ہے اور انسان اُس انا کے ذریعہ اِس دنیا کی انا سے نجات پاجاتا ہے، پہلے مصرع کے شروع میں جہاں جہندہ کے معنی میں ہے دوسرا جہاں دنیا کے معنی میں ہے۔ از انا۔ جب انسان بشری انانیت سے چھوٹ جاتا ہے تو حقیقی انا اُس کو حاصل ہوجاتی ہے۔ اُو گریزاں۔ فانی حقیقت کیلئے گریزاں ہے اور بقا اُسکے درپے ہے اور اِس مظہر میں صفاتِ الٰہی اپنا ظہور چاہتے ہیں اور جب تک انسان اپنی انا کا طالب ہے فنائے حقیقی اُسکو حاصل نہ ہوگی جب اپنی صفاتِ بشری سے مُردہ ہوجائیگا تو فنا خود اُس کی طالب بنجائے گی۔

۲ زندۂ۔ جب تک انسان اپنی انا سے زندہ ہے تو اِس مُردے کو نہلانے والا یعنی فنا اُس کیساتھ معروف عمل نہ ہوگی۔ اندریں۔ اِس بحث میں کہ فنا اپنی انا ختم کرنے کے بعد حاصل ہوتی ہے عقل رہنمائی نہیں کرتی ہے ورنہ.... امام فخر الدین رازی جو دلایل عقلی پر ہر چیز کا مدار رکھتے ہیں دین کے اسرار کے سب سے بڑے عالم ہوتے۔ لیک۔ یہ مسائل ذوقی ہیں جس نے انکا مزا چکھا وہ اُنکی حقیقت تک نہیں پہنچ سکتا اِن مسائل میں دلائلِ عقلیہ حیرت میں اور اضافہ کردیتے ہیں۔ ایں انا۔ حقیقی انا کا علم فنا کے بعد واضح ہوتا ہے۔

عفو کن اے عفو در صندوقِ تو
معاف کر دیجئے اے وہ کہ معافی تیرے صندوق میں ہے!

سابقِ لطفی ہمہ مسبوقِ تو
تو مہربانی میں سابق ہے سب تیرے پیچھے ہیں

مجرم داشتنِ ایاز خود را دریں شفاعت گری و عذر ایں جرم
اس سفارش کرنے میں ایاز کا اپنے آپ کو مجرم سمجھنا اور اس خطا کی معافی

خواستن و دراں عذر گوئی ہم خود را مجرم داشتن و ایں شکستگی
چاہنا اور اُس عذر گوئی میں بھی اپنے آپ کو مجرم قرار دینا اور یہ کسر نفسی

از شناخت و عظمت شاہ خیزد و انا اعلمکم باللہِ
شاہ کی عظمت اور پہچان سے پیدا ہوتی ہے "اور میں تم سے زیادہ اللہ کو جاننے والا ہوں اور

واخشاکم وقال اللہ تعالیٰ انما یخشی اللہ من عبادہِ العلماء
تم سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں" اور اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے اللہ تعالےٰ سے اُسکو جاننے والے ڈرتے ہیں

من کہ باشم کہ بگویم عفو کن
میں کون ہوتا ہوں جو کہوں کہ معاف کر دیجئے؟

اے تو سلطان و خلاصہ امرِ کن
اے وہ کہ آپ بادشاہ اور "کُن" کے امر کے خلاصہ ہیں

من کہ باشم کہ بوم من با منت
میں کون ہوتا ہوں کہ میں تیری ہستی کے سامنے موجود رہوں؟

اے گرفتہ جملہ منہا دامنت
اے وہ کہ تمام ہستیوں نے تیرا دامن تھاما ہے

منؔ کے آرم رحم حلم آلود را
میں غضب آلود رحم کب کر سکتا ہوں؟

رہ نمایم علم حلم اندود را
میں تو حِلم سے بھرے ہوئے عِلم کی رہنمائی کرتا ہوں

صد ہزاراں صفع را ارزانیم
میں لاکھوں طمانچوں کے لائق ہوں

گر زبونِ صفعہا گردانیم
اگر آپ مجھے طمانچوں کا مغلوب بنالیں

من کیم تا پیشِ اعلامے کنم
میں کون ہوں کہ آپ کے سامنے اعلان کروں؟

یا کہ وا یادت دہم شرطِ کرم
یا کہ آپ کو کرم کی شرط یاد دلاؤں

آنچہ معلوم تو نبود چیست آں
جو تجھے معلوم نہیں وہ کیا ہے؟

وآنچہ یادت نیست کو اندر جہاں
جو تجھے یاد نہیں وہ جہاں میں کہاں ہے؟

اےؔ تو پاک از جہل و علمت پاک از آں
اے وہ کہ تو نادانی سے پاک ہے اور تیرا علم اس سے پاک ہے

کہ فراموشی کند ویرا نہاں
کہ بھول اُس کو چھپا دے

ہیچکس را تو کسے انگاشتی
تو نے ناچیز کو چیز ٹھہرایا

ہمچو خورشیدش بنور افراشتی
تو نے اس کو سورج کی طرح نور سے بلند کر دیا

۱؎ خواستن۔ ایاز نے اُس سفارش کے بارے میں بھی اپنے آپ کو قصوروار سمجھا اور عذر خواہی کرنے لگا اور یہ صورت جب پیدا ہوتی ہے جبکہ انسان شاہ کی عظمت کو سمجھ چکا ہو چنانچہ آنحضورؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ میں خدا کو تم سے زیادہ جانتا ہوں اور خدا سے تم سے زیادہ ڈرتا ہوں اور اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے اللہ کے جاننے والے ہی اللہ سے ڈرتے ہیں۔ من کہ باشم۔ میرا تیرے سامنے سفارش کرنا اپنی ہستی کا اقرار کرنا ہے جو غیر مناسب ہے۔

۲؎ من۔ میرے رحم میں تو خلوص نہیں ہے میں تو صرف آپکے علم کی راہنمائی کر رہا ہوں صد ہزاراں۔ اگر تو مجھے سزا دینا پسند کرے تو میں لاکھوں طمانچوں کا مستحق ہوں، سفارش کرنا میری گستاخی ہے۔ من کیم میں کون ہوتا ہوں کہ آپ کو بتاؤں اور کرم کی شرط یاد دلاؤں جب کہ آپ کو ہر چیز معلوم ہے اور ہر بات یاد ہے۔

۳؎ اے تو پاک۔ آپ خود جہل سے پاک ہیں اور کوئی بھول کسی چیز کو آپ سے پوشیدہ نہیں کر سکتی ہے۔ ہیچکس۔ آپ نے معافی کا اختیار مجھے دیکر مجھے کسی قابل بنا دیا اب جب کہ آپ نے مجھے کسی قابل بنا دیا ہے تو کرم کر کے میری خوشامد کو بھی سن لیجئے۔

(۲۷)

چوں کُنم کردی اگر لابہ کُنم
جب تو نے مجھے کچھ بنا دیا اگر میں عاجزی کروں

مُستمع شو لابہ اَم را از کرم
تو کرم کر کے میری خوشامد کو سُن لے

زانکہ از نقشم چو بیروں بُردہٗ
اسلئے کہ جب تو نے مجھے ہستی سے باہر نکال دیا ہے

آں شفاعت ہم تو خود را کردہٗ
تو وہ سفارش بھی تو نے خود ہی سے کی ہے

چوں ز رَختِ من تہی گشت ایں وطن
جب یہ وطن میرے سامان سے خالی ہوگیا

تر و خشکِ خانہ نبوُد آنِ من
تو گھر کا تر اور خشک میرا نہیں ہے

ہم دُعا از من رواں کردی چو آب
تو نے ہی دعا مجھ میں سے پانی کی طرح جاری کر دی

ہم ثباتش بخش و گرداں مُستجاب
تو ہی اُسکو جماؤ عطا کر اور قبول فرما

ہم تو بُودی اوّل آرندہ دُعا
تو ہی ابتداءً مجھ سے دعا کرانے والا ہے

ہم تو باش آخر اجابت را رجا
تو ہی اخیر میں قبولیت کی امید بن

تا زنم من لاف کاں شاہِ جہاں
تاکہ میں شیخی بگھار سکوں کہ اُس شاہجہاں نے

بہرِ بندہ عفو کرد از مجرماں
ان خطاکاروں کو غلام کی خاطر معاف کر دیا

دردِ بُودم سر بسر من خود پسند
میں متکبر سراسر درد تھا

کرد شاہم دارویِ ہر دردمند
شاہ نے مجھے ہر دردمند کی دوا بنا دیا

دوزخے بُودم پُر از شور و شرے
میں شور و شر سے پُر ایک دوزخ تھا

کرد دستِ فضلِ اُویم کوثرے
اُسکی مہربانی کے ہاتھ نے مجھے کوثر بنا دیا

ہر کہ را سوزید دوزخ در قوَد
جس شخص کو دوزخ نے سزا میں جلا دیا ہے

من برویانم دگر بار از جسد
میں اُسکے جسم کو دوبارہ اُگا دیتا ہوں

کارِ کوثر چیست کہ ہر سوختہ
کوثر کا کام کیا ہے؟ یعنی ہر جلا ہوا

گردد از وے نابت و اندوختہ
اُس سے اُگ جانے والا اور مجتمع ہوجائے

قطرہ قطرہ اُو منادیِ کرم
اُس کا قطرہ قطرہ کرم کا منادی ہے

کانچہ دوزخ سوخت من باز آورم
کہ جو دوزخ نے جلایا ہے میں لوٹا دوں گا

ہمچو مرہم بر سرِ زخمِ عفن
جس طرح سڑے ہوئے زخم پر مرہم

یَنْبُتُ لَحْمًا جَدِیْدًا خَالِصًا
خالص نیا گوشت اُگا دیتا ہے

ہست دوزخ ہمچو سرمائے خزاں
دوزخ جاڑوں کی خزاں کی طرح ہے

ہست کوثر چوں بہار و گلستاں
کوثر بہار اور چمن کی طرح ہے

لے زانکہ۔ اب میں میں نہیں ہوں لہذا میری یہ سفارش میری نہیں ہے آپ کی ہے۔ چوں۔ جبکہ میرے پاس اپنا کچھ نہیں ہے تو گھر میں جو کچھ ہے میری ملکیت نہیں ہے تو نے ہی مجھے سفارش کی توفیق دی ہے اب تو ہی اُسکو قبول فرمالے ہم تو۔ دعا کرنے والا تو ہی ہے تو تجھی سے قبول کر لینے کی امید وابستہ ہے۔ تا زنم جبکہ میرا کوئی حصہ نہیں تو مجھے تو خواہ مخواہ کا فخر ہوگا کہ بادشاہ نے میری سفارش پر خطاکاروں کو معاف کیا ہے۔

ٹ درد۔ میں تو خود مرض تھا شاہ نے مجھے دوا بتلا دیا۔ میں دوزخ تھا جو دوسروں کو جلاتا ہے اُس شاہ کے فضل نے مجھے کوثر بنا دیا جو جلے ہوؤں کو زندگی بخش دیتی ہے۔ ہر کہ۔ اب چونکہ میں کوثر ہوں دوزخ نے سزا میں جنکا جسم جلا کر خاکستر کر دیا ہے اُن کو دوبارہ جسم دے دیتا ہوں۔ نابت۔ اگنے والا۔ اندوختہ۔ جمع شدہ۔

ٹ قطرہ۔ کوثر کا ایک ایک قطرہ پکار کر کہتا ہے کہ میرے قریب آجاؤ میں جلے ہوئے کو دوبارہ جسم عطا کر دونگا میری مثال مرہم کی سی ہے جو سڑے ہوئے زخم پر دوبارہ عمدہ گوشت پیدا کر دیتا ہے۔ دوزخ۔ دوزخ موسم خزاں کی طرح اور کوثر موسم بہار کیطرح ہے دوزخ موت ہے کوثر نفخ صور ہے جس سے مُردے زندہ

هست دوزخ همچو مرگ و چون فنا
دوزخ، موت اور فنا کی طرح ہے
هست کوثر نفخِ صور از کبریا
کوثر، اللہ (تعالیٰ) کی جانب سے صور کا پھونکنا ہے

هست دوزخ همچو مرگ و خاکِ گور
دوزخ، موت اور قبر کی مٹی کی طرح ہے
هست کوثر بر مثالِ نفخِ صور
کوثر، صور پھونکنے کی طرح ہے

اے[۱] ز دوزخ سوختہ اجسامِ تاں
اے وہ کہ تمہارے جسم دوزخ سے جل چکے ہیں
سوئے کوثر میکشد اکرامِ تاں
(اللہ کا) کرم تمہیں کوثر کی جانب کھینچتا ہے

چوں خلقتُ الخلقَ کے یربح علیَّ
جبکہ میں نے مخلوق پیدا کی تاکہ مجھ سے نفع اٹھائے
لطفِ تو فرمود اے قیومُ و حی
اے حی قیوم تو نے مہربانی فرمائی ہے

لا لِاَنْ اربح علیہم جودِ تست
"نہ یہ کہ میں ان سے نفع کماؤں" تیری عطا ہے
کہ شود زو جملہ ناقصہا درست
تاکہ اس سے سب ناقص مکمل بن جائیں

عفو کن زیں ناقصانِ تن پرست
ان ناقص تن پرستوں کو معاف فرمادے
عفو از دریائے عفو اولیٰ ترست
معافی کے سمندر کی جانب سے معاف کرنا ہی بہتر ہے

عفوِ خلقاں[۲] همچو جوی و همچو سیل
مخلوق کی معافی، نہر کی طرح اور بہاؤ کی طرح
هم بداں دریائے خود تازند خیل
اُس ہی اپنے دریا کی جانب گھوڑا دوڑاتی ہے

عفوہا ہر شب ازیں دل پارہا
معافیاں، ہر شب کو اِن دل کے ٹکڑوں سے
چوں کبوتر سوئے تو آید شہا
اے شاہ! آپ کی جانب کبوتر کی طرح آتی ہیں

بازشاں وقتِ سحر پرّاں کنی
تو اُن کو پھر صبح کے وقت اڑا دیتا ہے
تا بشب محبوسِ ایں اَبداں کنی
رات تک کیلئے اِن جسموں میں قید کر دیتا ہے

پرزناں بارِ دگر در وقتِ شام
دوبارہ، شام کے وقت پر پھڑپھڑاتے ہوئے
می پرند از عشق آں ایوان و بام
عشق کیوجہ سے اُس محل اور بالاخانے پر پرواز کرتی ہیں

تا[۳] کہ از تن تارِ وصلت بگسلند
یہانتک کہ وہ جسم سے جوڑ کا تار توڑ دیتی ہیں
پیشِ تو آیند کز تو مقبلند
آپکے پاس آجاتی ہیں کیونکہ وہ آپکے پاس آنیوالی ہیں

پرزناں ایمن ز رجع سرنگوں
سرنگوں (جماعت کی) واپسی سے مطمئن ہو کر اُڑتی ہیں
در ہوا کانّا الیہ راجعوں
ہوائیں کہ ہم اُسی طرف لوٹنے والی ہیں

بانگ می آید تعالوا زاں کرم
اُس کرم کیجانب سے "آجاؤ" کی آواز آتی ہے
بعد ازاں رجعت نماند درد و غم
اُس واپسی کے بعد رنج اور غم باقی نہیں رہے گا

۱۔ اے۔ جو لوگ دوزخ کی آگ سے جل گئے ہیں اُن کو اللہ کا کرم کوثر کی جانب بلاتا ہے۔ چون۔ حدیث قدسی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں نے مخلوق اِس لیے پیدا کی ہے تاکہ وہ مجھ سے فائدہ اٹھائے نہ کہ اس لئے کہ میں اُس سے فائدہ اٹھاؤں۔ کہ شود۔ یہ فرمانِ خداوندی اِسی لئے ہے کہ اُس کی ذات سے ناقص درست ہو جائیں۔

۲۔ عفو خلقاں۔ مخلوق کا معاف کرنا بھی اُسی دریائے عفو کا ایک حصہ ہے۔ عفوہا۔ مخلوق کی معافیاں اپنی اصل کیطرف پرواز کرتی ہیں۔ کُلُّ شَیْءٍ یَرْجِعُ اِلیٰ اَصْلِہٖ ہر چیز اپنی اصل کی طرف لوٹتی ہے۔ بازشاں۔ پھر اللہ تعالیٰ اُنکو دن بھر کے لئے انسانی بدنوں میں محبوس کر دیتا ہے اور پھر شام کے وقت اُسی محل کیطرف پرواز کر جاتی ہیں۔

۳۔ تاکہ۔ یہ اُن کی آمد و رفت اُس وقت تک ہے جب تک کہ زندگی مقدر ہے۔ پرزناں۔ اُنکی پرواز فساق اور کُفار کی پرواز کی طرح اوندھے مُنہ نہیں ہے۔ بانگ۔ اُن کی واپسی پر اللہ کا کرم آواز دیتا ہے کہ آجاؤ اب اِس واپسی کے بعد دنیا کا درد اور رنج ختم ہو جائے گا۔

بس غریبیہا کشیدید از جہاں
تم نے دنیا میں بہت سے پردیسی پن برداشت کئے
قدرِ من دانستہ باشید اے مہاں
اے شریفو! تم نے میری قدر جان لی ہے

زیرِ سایہ ایں درختم مستِ ناز
میرے اِس درخت کے سایہ میں ناز سے مست ہو کر
ہیں بیندازید پاہا را دراز
آگاہ! پاؤں کو لمبا پھیلا دو

پایہائے پُرعناں از راہِ دیں
وہ پاؤں جو دین کے راستہ میں تھکے ہوئے ہیں
بر کنار و دستِ حوراں خالدیں
ہمیشہ رہنے والی حوروں کی گود اور ہاتھوں میں

حوریاں گشتہ مغمز مہرباں
غمزہ کرنے والی حوریں، مہربان ہو گئیں
کہ سفر باز آمدند ایں صوفیاں
کہ یہ صوفی سفر سے واپس آئے ہیں

صوفیانِ صافیاں چوں نورِ خور
ایسے صاف صوفی جیسا کہ سورج کا نور
مدتے افتادہ بر خاک و قذر
جو ایک مدت تک مٹی اور پلیدی میں پڑے رہے

بے اثر پاک از قذر باز آمدند
بغیر کسی نشان کے پلیدی سے پاک واپس آئے ہیں
ہمچو نورِ خور سوئے قرصِ بلند
جس طرح کہ سورج کا نور بلند ٹکیہ کی جانب

ایں گروہِ مجرماں ہم اے مجید
اے بزرگ! خطا کاروں کا یہ گروہ بھی
جملہ سرہاشاں بدیوارے رسید
ان سب کا سر دیوار کی جانب میں پہنچ گیا

بر خطا و جرمِ خود واقف شدند
اپنے جرم اور خطا سے واقف ہو گئے ہیں
گرچہ ماتِ کعبتینِ شہ بُدند
اگرچہ وہ شاہ کی کعبتین سے مات کھائے ہوئے تھے

رُو بتو کردند اکنوں آہ کناں
اب آہیں بھرتے ہوئے انہوں نے تیری جانب رُخ کیا ہے
اے کہ لطفت مجرماں را رہ نماں
اے وہ کہ تیری مہربانی خطا کاروں کو راستہ دکھانیوالی ہے

راہ دہ آلودگاں را العجل
آلودہ ہو جانیوالوں کو بہت جلد راستہ عطا کر
در فراتِ عفو و عینِ مغتسل
معافی کی نہر اور نہانے کے چشمہ کا

تا کہ غسل آرند زاں جرمِ دراز
تاکہ اس لمبی خطا سے غسل کر لیں
در صفِ پاکاں روند اندر نماز
نماز میں پاکوں کی صف میں شامل ہو جائیں

اندراں صفہا ز اندازہ بروں
ان صفوں میں اندازے سے زیادہ
غرقگانِ نورِ نحن الصافون
ہم صف باندھنے والے ہیں کے نور میں غرق ہیں

---

٥١ بس غریبیہا۔ ان سے کرم خداوندی کہتے ہے تم نے مسافر کی تکلیفیں اٹھائی ہیں اب کرم کے سایہ میں پاؤں پھیلا کر سو جاؤ۔ پایہائے۔ اب ان پاؤں کو جنہوں نے اللہ کی عبادتوں میں بڑی مشقتیں اٹھائی ہیں حوروں کے ہاتھوں اور پہلوؤں میں پھیلا دو۔ مغمز۔ غمزہ کرنے والا۔ صوفیاں۔ ان لوگوں کی حالت سورج کی روشنی کی سی ہے جو مٹی اور نجاستوں پر سے بھی گذرتی ہے لیکن پاک و صاف سورج کی طرف لوٹ آتی ہے یہ صوفی بھی دنیا کی نجاستوں پر سے پاک و صاف گذر کر واپس آتے ہیں۔

٥٢ ایں گروہ۔ خطا وار بھی بے شرمندہ ہیں۔ سر بدیوار شدن۔ شرمندہ ہونا۔ بر خطا۔ اگرچہ وہ قدرت سے مغلوب تھے لیکن اپنے جرم و خطا سے واقف ہیں۔

شعر

گناہ اگرچہ نبود اختیار ما حافظ
تو در طریق ادب کوش و گو گناہ من است

کعبتین۔ نرد دو ہوتی ہیں جنمیں سے ہر ایک کی چھ سطحیں ہوتی ہیں اور ہر سطح پر عدد کندہ ہوتا ہے ان سے بازی کھیلی جاتی ہے۔

٥٣ عینِ مغتسل۔ وہ چشمہ جس میں حضرت ایوبؑ کو غسل کرایا گیا تھا۔ تاکہ پاک ہو کر نمازیں شریک ہو سکیں۔ اندراں۔ ان صفوں میں اندازے سے زیادہ نمازی ہیں۔ وَاِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ نحن کے کو مقولہ ہے اور بیشک ہم صفیں باندھنے والے ہیں۔

چوں سخن ۵۱ در وصفِ ایں حالت رَسید
جب بات اِس حالت کے بیان میں پہنچی

ہم قلم بشکست وہم کاغذ دَرید
قلم بھی ٹوٹ گیا اور کاغذ بھی پھٹ گیا

بحر را پیمودہ ہیچ اُسکرہ
کسی سکورے نے سمندر کو ناپا ہے؟

شیر را برداشت ہرگز برّہ
کسی بکری کے بچے نے شیر کو اُٹھایا ہے؟

گر حجابستت بروں رَو زاحتجاب
اگر تیرے لئے پردہ ہے، پردہ پوشی سے باہر نکل

تا بہ بینی بادشاہیِ عُجاب
تاکہ تو عجب بادشاہی دیکھے

گرچہ بشکستند جامت قومِ مست
اگرچہ مست قوم نے تیرے جام کو توڑا ہے

آنکہ مست از تو بُود عذریش ہست
جو تیرا مست ہو اُس کے لئے ایک عذر ہے

مستیِ ۵۲ ایشاں باقبال و بمال
اُن کی اقبال اور مال کی مستی

نے زبادہ تست اے شیریں فعال
(کیا) اے شیریں کارناموں والے تیری شراب سے نہیں ہے؟

اے شہنشہ مستِ تخصیصِ تواند
اے شہنشاہ! وہ تیرے خاص کر دینے کی وجہ سے مست ہیں

عفو کُن از مستِ خود اے عفو مند
اے معافی دینے والے! اپنے مست کو معاف کر دے

لذّتِ تخصیصِ تو وقتِ خطاب
خطاب کے وقت، تیرے خاص کرنے کی لذت

آں کُند کہ ناید از صد خُمِ شراب
وہ کرتی ہے جو شراب کے سیکڑوں مٹکوں سے نہیں ہوتا

چونکہ مستم کردہ حدّم مزَن
جب تو نے مجھے مست کر دیا، مجھ پر حد جاری نہ کر

شرعِ مستاں را نیارد حدّ زدن
شریعت مستوں پر حد جاری نہیں کرتی ہے

چوں شوم ہشیار آنگاہم بزن
جب میں ہوشیار ہو جاؤں اُس وقت لگانا

۵۳ کہ نخواہم گشت خود ہشیار مَن
کیونکہ میں ہوشیار ہی نہ ہوں گا

ہر کہ از جامِ تو خورد اے ذوالمنن
اے احسانوں والے جس نے تیرے جام سے پی لی

تا ابد رَست از ہُش و از حدّ زدن
وہ ہمیشہ کیلئے ہوش سے اور حد جاری کرنے سے بچ پایا گیا

خَالِدِیْنَ فِیْ فَنَاءِ سُکْرِھِمْ
وہ اپنے نشہ کی فنا میں ہمیشہ رہنے والے ہیں

مَنْ یُّفَانِیْ فِیْ ھَوَاکُمْ لَمْ یَقُمْ
جو تمہاری محبت میں فنا ہوا وہ کھڑا نہیں ہوا

فضلِ تو گوید دلِ ما را کہ رَو
تیری مہربانی، ہمارے دل سے کہتی ہے، کہ جا

اے شدہ در دوغِ عشقِ ما گرو
اے وہ کہ ہمارے عشق کی چھاچھ میں گروی ہو گیا ہو

---

۵۱ سخن یعنی اسرارِ شفقت کا بیان۔ بحر۔ اسرار کا ایک بے پایاں سمندر ہے درسوری مثال اُس پر تیرنے والے سکورے کی سی ہے سکورہ سمندر کو نہیں ناپ سکتا بکری کا بچہ شیر کو اُٹھا سکتا ہے۔ گر حجابست۔ اگر اسرار تجھے نظر نہیں آتے تو حجاب سے باہر نکلنے کی کوشش کر پھر عجیب بادشاہی دیکھے گا۔ گرچہ۔ ایاز کا مقولہ ہے کہ اگرچہ اِس مست قوم نے آپ کے حکم کا جام توڑا ہے لیکن چونکہ یہ آپ کے مست ہیں لہٰذا معذور ہیں۔

۵۲ مستی۔ ان کی مستی اُس رتبہ اور مال کی وجہ سے ہے جو آپ نے اُن کو دیا ہے۔ تخصیص یعنی چونکہ تو اُن سے خصوصیت برتتا ہے اِس لئے یہ مست ہو گئے ہیں۔۔ وقتِ خطاب۔ جب تو اُن سے خاص طور پر خطاب کرتا ہے تو اُن پر شراب کے سیکڑوں مٹکوں کی مستی طاری ہو جاتی ہے۔ چونکہ۔ شرعی حکم ہے کہ مست پر نشہ کی حالت میں شراب پینے کی حد یعنی کوڑے نہیں لگائے جاتے ہیں۔ چو۔ جب مست کا نشہ دور ہو جاتا ہے تب اُس کے کوڑے لگائے جاتے ہیں۔

۵۳ کہ نخواہم۔ لیکن میں ایسا مست ہوں کہ میری مستی تیرے جام کی مستی ہے جو قیامت تک زائل نہیں

ہو سکتی۔ خالدین۔ جو تیرے عشق میں فنا ہو گیا وہ پھر کبھی نہیں سنبھلتا۔ فضلِ تو۔ تیری مہربانی ہماری مستی کے عذر پر کہتی ہے کہ تو اگرچہ ہمارے جام کا مست نہیں ہے بلکہ چھاچھ پی کر مستی کا اظہار کر رہا ہے لیکن پھر بھی تیرا عذر قبول کرتے ہیں۔

چوں مگس در دوغِ ما افتادۂ — تو نہ مست اے مگس تو بادۂ[۵۱]
تو مکھی کی طرح ہماری چھاچھ میں پڑا ہے — اے مکھی! تو مست نہیں ہے تو ایسی شراب ہے

کرگساں مست از تو گردند اے مگس — چونکہ بر بحرِ عسل رانی فرس
اے مکھی! گدھ تجھ سے مست ہو جائیں گے — جب تو شہد کے سمندر پر گھوڑا دوڑائے گی

کوہہا چوں ذرہ ہا سرمستِ تو — نقطہ و پرکار و خط در دستِ تو
ذروں کی طرح پہاڑ، تیرے مست ہیں — نقطہ اور پرکار اور خط تیرے ہاتھ میں ہیں

فتنہ کہ لرزند زو لرزانِ تست — ہر گراں قیمت گہر ارزانِ تست
وہ فتنہ جس سے لرزتے ہیں تجھ سے لرزاں ہے — ہر گراں قیمت موتی، تیرے لئے سستا ہے

[۵۲] گر خدا دادے مرا پانصد دہاں — گفتمے شرحِ تو اے جانِ جہاں
اگر خدا مجھے پانچ سو منہ دیتا — تو اے جانِ جہاں! میں تیری شرح کرتا

یک زباں دارم من آنہم منکسر — در خجالت از تو اے دانائے سر
میں ایک زبان رکھتا ہوں وہ بھی ٹوٹی ہوئی — اے راز کو جاننے والے! تجھ سے شرمندگی میں

منکسر تر خود نباشم از عدم — کز دہانش آمد ستند ایں امم
میں خود عدم سے زیادہ ٹوٹا ہوا نہیں ہوں — جس کے منہ سے یہ امتیں آئی ہیں

صد ہزار آثارِ غیبی منتظر — کز عدم بیروں جہد با لطف و بر
لاکھوں غیبی آثار منتظر ہیں — کہ پاکیزگی اور بھلائی کیساتھ عدم سے باہر نکل آئیں

[۵۳] از تقاضائے تو میگردد سرم — اے بمردہ من بہ پیشِ آں کرم
تیرے ہی تقاضے سے میرا سر گردش کرتا ہے — اے وہ کہ میں اس کرم کے سامنے جان دیچکا ہوں

رغبتِ ما از تقاضائے تو است — جذبۂ حق ست ہر جا رہرو ست
ہمارا راغب ہونا تیرے تقاضے سے ہے — جہاں کہیں رہرو ہے اللہ (تعالیٰ) کا جذبہ ہے

خاک بے بادے ببالا کے جہد — کشتیِ بے بحر پا در رہ نہد
غبار بغیر ہوا کے اوپر کب جاتا ہے؟ — بغیر دریا کی کشتی راہ میں پاؤں رکھتی ہے؟

پیش آبِ زندگانی کس نمرد — پیشِ آبت آبِ حیوانست درد
آبِ حیات کے سامنے کوئی نہیں مرا — تیرے پانی کے سامنے آبِ حیات تلچھٹ ہے

---

۵۱ تو بادۂ۔ اس کا تعلق آئندہ شعر سے ہے یعنی باایں ہمہ تو ایسی شراب ہے کہ کرگس یعنی اہلِ دل تجھ سے مستی حاصل کرتے ہیں۔ بحرِ عسل۔ یعنی اسرارِ حقیقت۔ کوہہا۔ اب تیری مستی کا یہ حال ہے کہ جملہ کائنات تیرے تصرف میں ہے۔ فتنہ۔ دنیا کے مصائب تجھ سے لرزہ بر اندام ہیں اور دنیا کی ہر قیمتی چیز تیرے لئے بے قیمت ہے۔

۵۲ گر خدا۔ یہ بھی ایاز کا مقولہ ہے اور جانِ جہاں سے مراد سلطان ہے یا یہ مولانا کا مقولہ ہے اور جانِ جہاں سے سلطانِ حقیقی مراد ہے۔ یک۔ ایک زبان ہے اور وہ بھی شرمندگی سے شکستہ ہے تو میں کیسے تیری تعریف کا حق ادا کر سکتا ہوں۔ از عدم۔ لیکن باایں ہمہ کچھ نہ کچھ مجھے تعریف کرنی ہے اس لئے کہ میں عدم سے تو گیا گذرا نہیں ہوں اُس سے بھی غیبی آثار ظاہر ہوتے ہیں جو تجھ سے فیض حاصل کر رہے ہیں۔

۵۳ از تقاضائے۔ تیری ہی ذات کا تقاضہ ہے کہ میں اُس کے اوصاف بیان کروں اُس کرم پر میں قربان ہوں۔ رغبت۔ تعریف کی طرف ہماری رغبت تیرے تقاضے اور جذبے کی وجہ سے ہے۔ خاک۔ غبار ہوا کے سہارے اُڑتا ہے کشتی دریا کے سہارے چلتی ہے، اسی طرح ہمارا ہر کام تیرے جذبہ سے ہے۔ پیش۔ آبِ حیات ہر چیز کی زندگی کا سبب ہے لیکن تیرے آبِ رحمت کے مقابلہ میں وہ گدلا پانی ہے۔

آبِ حیواں[۱] قبلۂ جاں دوستاں — زاب باشد سبز و خنداں بوستاں
آبِ حیات جان سے دوستی رکھنے والوں کا قبلہ ہے — پانی سے باغ سبز و خنداں ہوتا ہے

مرگ آشاماں ز عشقش زندہ اند — دل ز جان و آبِ جاں برکندہ اند
موت کو پی جانے والے اس کے عشق سے زندہ ہوتے ہیں — جان اور آبِ حیات سے دل برداشتہ ہیں

آبِ عشقِ تو چو ما را دست داد — آبِ حیواں شد بہ پیشِ ما کساد
جب تیرے عشق کا پانی ہمارے ہاتھ آگیا — ہمارے سامنے آبِ حیات بیکار ہوگیا

زابِ حیواں ہست ہر جاں را نوی — لیک آبِ آبِ حیوانی توئی
آبِ حیات سے ہر جان کو تازگی ہے — لیکن آبِ حیات کی زندگی تو ہے

ہر دمے مرگے و حشرے دادیم — تا بدیدم دستبردِ آں کرم
تو نے مجھے ہر لمحہ موت اور زندہ ہو جانا عطا کیا ہے — یہاں تک کہ میں نے اس کرم کا غلبہ دیکھ لیا ہے

ہمچو خفتن[۲] گشت ایں مردن مرا — ز اعتمادِ بعث کردن اے خدا
یہ مرنا میرے لئے سونے کی طرح بن گیا ہے — اے خدا! حشر کے بھروسہ پر

ہفت دریا ہر دم ار گردد سراب — گوش گیری آوریش اے آبِ آب
ساتوں سمندر، اگر ہر وقت ریت بن جائیں — تو ان کا کان پکڑ کے لے آئیگا اے پانی کی جان!

عقل لرزاں از اجل واں عشق شوخ — سنگ کے ترسد ز باراں چوں کلوخ
عقل موت سے لرزتی ہے اور وہ عشق بیباک ہے — پتھر، ڈھیلے کی طرح بارش سے کب ڈرتا ہے؟

از صحافِ[۳] مثنوی ایں پنجم ست — در بروجِ چرخِ جاں چوں انجم ست
مثنوی کے دفتروں میں سے یہ پانچواں ہے — جان کے آسمان کے برجوں میں ستاروں کی طرح ہے

رہ نیابد از ستارہ ہر حواس — جز کہ کشتیبانِ استارہ شناس
ہر حواس ستارے سے راستہ نہیں پاسکتا ہے — ملاح ستارے کو پہچاننے والے کے سوا

جز نظارہ نیست قسمِ دیگراں — از سعودش غافل اند و از قراں
دوسروں کا حصہ سوائے نظارہ کے نہیں ہے — وہ اس کی نیک بختی، اور میل سے غافل ہیں

آشنائی گیر شبہا تا بروز — باچنیں استارہائے دیو سوز
راتوں اور دنوں سے دوستی رکھ — اس طرح کے شیطان کو جلانے والے ستاروں سے

نیک اثرات۔ اقتراں۔ دو ستاروں کا باہم ملنا۔ آشنائی۔ مثنوی سے شغل رکھو، شیطان سے نجات حاصل کروگے۔

۱۔ آبِ حیوان۔ آبِ حیات کا پھیکا ہونے کی یہ دلیل ہے کہ اسکو وہ پسند کرتے ہیں جو اپنی جان کو بچانا چاہتے ہیں مرگ۔ لیکن جو لوگ فنا کو پسند کرتے ہیں وہ تیرے آبِ عشق سے زندہ ہیں ان کیلئے آبِ حیات ہیچ ہے۔ ز آبِ حیواں۔ آبِ حیات سے ہر جان کو تازگی حاصل ہوتی ہے لیکن اِس آبِ حیات کی زندگی تو ہے۔ ہر دمے۔ شعر

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را
ہر زماں از غیب جانے دیگر ست

۲۔ ہمچو خفتن۔ چونکہ مجھے موت کے بعد کی زندگی کا یقین ہے لہٰذا میرے لئے موت کی حقیقت نیند سے زیادہ نہیں ہے۔ ہفت۔ تیرے دوبارہ زندگی عطا کرنے کا یہ حال ہے کہ اگر ساتوں سمندر خشک ہوکر ریت بنجائیں تو ان کا کان پکڑ کر کہدیگا پانی بنجاؤ تو وہ پانی بن جائیں گے۔ عقل۔ عقل موت سے ڈرتی ہے اور عشق اس کے معاملہ میں لاپروا ہے کیا ڈھیلا بارش سے ڈرتا ہے پتھر کبھی نہیں ڈرتا۔

۳۔ صحاف۔ صحفہ کی جمع ہے بمعنی پیالہ بعض نسخوں میں صحائف ہے جو صحیفہ بمعنی کتاب کی جمع ہے مراد مثنوی کے دفتر ہیں۔ رہ نیابد۔ جس طرح ستارہ کو ہر شخص رہنمائی حاصل نہیں کرسکتا اسی طرح مثنوی سے ہر شخص مستفید نہیں ہوسکتا سعودش۔ یعنی ستاروں کے

هر یکے در دفعِ دیوِ بد گماں ۱؎ — هست نفط انداز قلعهٔ آسماں

بدگمان، شیطان کے دفع کرنے میں ہر ایک — آسمان کے قلعے سے، نفط پھینکنے والا ہے

اختر ار با دیو ہمچوں عقرب ست — مشتری را او ولی الاقرب ست

ستارہ اگرچہ شیطان کے لئے بچھو کی طرح ہے — خریدار کے لئے وہ قریبی دوست ہے

قوس اگر از تیر دوزد دیو را — دلو پُر آب ست زرع و میوه را

کمان اگر شیطان کے تیر چھید دینے والی ہے — ڈول، کھیتی اور میوے کے لئے پانی سے لبریز ہے

حوت اگرچہ کشتیِ غی بشکند — دوست را چوں ثور کشتے میکند

مچھلی اگرچہ گمراہی کی کشتی کو شکستہ کرتی ہے — دوست کے لئے بیل کی طرح کھیتی بوتا ہے

شمس اگر شب را بدرّد چوں اسد — لعل را ز و خلعتِ اطلس رسد

سورج اگر رات کو شیر کی طرح پھاڑ دیتا ہے — لعل کو اُس سے اطلسی خلعت ملتی ہے

صورتِ خرچنگ اگرچہ کج رو ست — هیئتِ میزاں از و بیروں شو ست

کیکڑے کی صورت اگرچہ ٹیڑھی چال کی ہے — ترازو کی ہیئت اُس سے الگ ہے

پیشهٔ مریخ ۲؎ اگر خوں ریزی ست — او زبونِ شمسیِ تبریزی ست

مریخ کا پیشہ اگرچہ خونریزی ہے — وہ تبریزی سورج سے مغلوب ہے

گرچه در تاثیر نحس آمد زحل — دقتِ فکر آید از وے در عمل

زحل اگرچہ تاثیر میں منحوس ثابت ہوا ہے — عمل میں اُس سے فکر کی باریکی پیدا ہوتی ہے

ماہ ہم از مہر ار دو کف برہم زند — زہره نبود زہره را تا دم زند

میرا چاند سورج کی وجہ سے اگر دونوں ہتھیلیاں بجا رہا ہے — زہرہ کا پتہ نہیں ہے کہ دم مارے

بل عطارد ۳؎ خانهٔ خود گم کند — و ز جنوں او جوزِ جوزا بشکند

بلکہ عطارد اپنا گھر گم کر دیتا ہے — اور دیوانگی سے جوزا کا اخروٹ توڑ دیتا ہے

مشتری را دست لرزد دل طپد — بر سرِ آب او فتد مه چوں سبد

مشتری کا ہاتھ لرزتا ہے دل تڑپتا ہے — چاند ٹوکری کی طرح پانی پر پڑا ہے

نسرِ طائر را بریزد پر ز شرم — و ز طمع تنیں شود چوں موم نرم

نسرِ طائر کے شرم سے پَر جھڑتے ہیں — اژدھا لالچ سے موم کی طرح نرم ہو جاتا ہے

زحل ہوتا ہوا اُس میں قوتِ فکریہ بہت ہوتی ہے۔ ماہ ہم۔ یعنی اگر میری مثنوی سر درفشی کرے تو زہرہ جو رقاصۂ فلک ہے وہ دم بخود رہ جائے۔ ۳؎ عطارد۔ ستارہ جس کو دبیرِ فلک بھی کہا جاتا ہے۔ جوزا۔ ایک برج کا نام ہے مشتری ستارے کا نام ہے۔ نسرِ طائر۔ اڑنے والا گدھ ستاروں کا ایک مجموعہ ہے جو اڑنے والے گدھ کی طرح ہے:

۱؎ ہر یکے۔ ستارے شیطان کو جلا دیتے ہیں۔ نفط۔ ایک آتشگیر مادہ ہے۔ اختر۔ مولانا نے مثنوی کے دفاتر کو منزلِ سعد کے قرار دیا ہے اور یہاں کیسے وہ بروج ثابت کئے ہیں جو آسمان میں برج ہیں تو ویسے الفاظ استعمال کئے ہیں جیسے مفصل معنی بھی سوا ہوتے ہیں اور وہ ستاروں اور برجوں کے نام بھی ہیں جو شیطان کے لئے بچھو کا کام کرتے ہیں اور ستارہ شناس اُن سے فائدہ اٹھاتے ہیں یہی حال مثنوی کا ہے۔ عقرب۔ بچھو، ایک برج کا نام بھی ہے۔ مشتری۔ خریدار، ایک ستارہ کا نام بھی ہے قوس۔ کمان، ایک برج کا نام بھی ہے دلو۔ ڈول، ایک برج کا نام بھی ہے۔ حوت۔ مچھلی ایک برج کا نام بھی ہے۔ ثور۔ بیل، ایک برج کا نام بھی ہے۔ اسد۔ شیر، ایک برج کا نام بھی ہے۔ اطلس۔ غیر منقش ریشمی کپڑا، نویں آسمان پر بھی اطلاق کرتے ہیں۔ خرچنگ۔ کیکڑا، برج سرطان کو بھی کہتے ہیں۔ میزان۔ ترازو، ایک برج کا نام بھی ہے۔ ۲؎ مریخ۔ مشہور ستارہ ہے اُس کو آسمان کا جلاد بھی کہا جاتا ہے، مولانا نے شمسِ تبریز مراد لیا ہے۔ شمس تبریزی۔ سورج کو تبریزی اس لئے کہا ہے کہ تبریز آذربائیجان کا ایک شہر ہے جو جانب مشرق ہے۔ تبریز اور اس سے شمس تبریزی بھی مراد ہیں جو مولانا کے پیر ہیں۔ زحل۔ مشہور ستارہ ہے جس نحس ستارہ

دخترانِ نعشٗ آبستن شوند — مجتمع گردند و دستک زن شوند

بنات النعش حاملہ ہو جاتی ہیں — اکٹھی ہو جاتی ہیں اور تالیاں بجاتی ہیں

در گذر زیں رمزہا بے گاہ شد — کہکشاں از سنبلہ پُرکاہ شد

ان اشاروں سے درگذر کر، بے وقت ہو گیا — کہکشاں سُنبلہ کی وجہ سے تنکوں بھری ہو گئی

آفتابٗ از کوہ سر زد اِتّقُوا — لیک تلخ آمد ترا ایں گفتگو

سورج پہاڑ سے طلوع ہو گیا، بچو — لیکن تجھے یہ گفتگو کڑوی لگی

تو عدوی وز عدو شہد و لبن — بے تکلف زہر گردد در بدن

تو دشمن ہے اور مخالف سے شہد اور دودھ — بے تکلف بدن میں زہر بن جاتا ہے

ہر وجودے کز عدم بنمود سر — بر یکے زہرست و بر دیگر شکر

جس وجود نے عدم سے سر ابھارا — ایک پر وہ زہر ہے اور دوسرے پر شکر ہے

دوست شو وز خوئے ناخوش شو بری — تا ز خمرہ زہر ہم شکر خوری

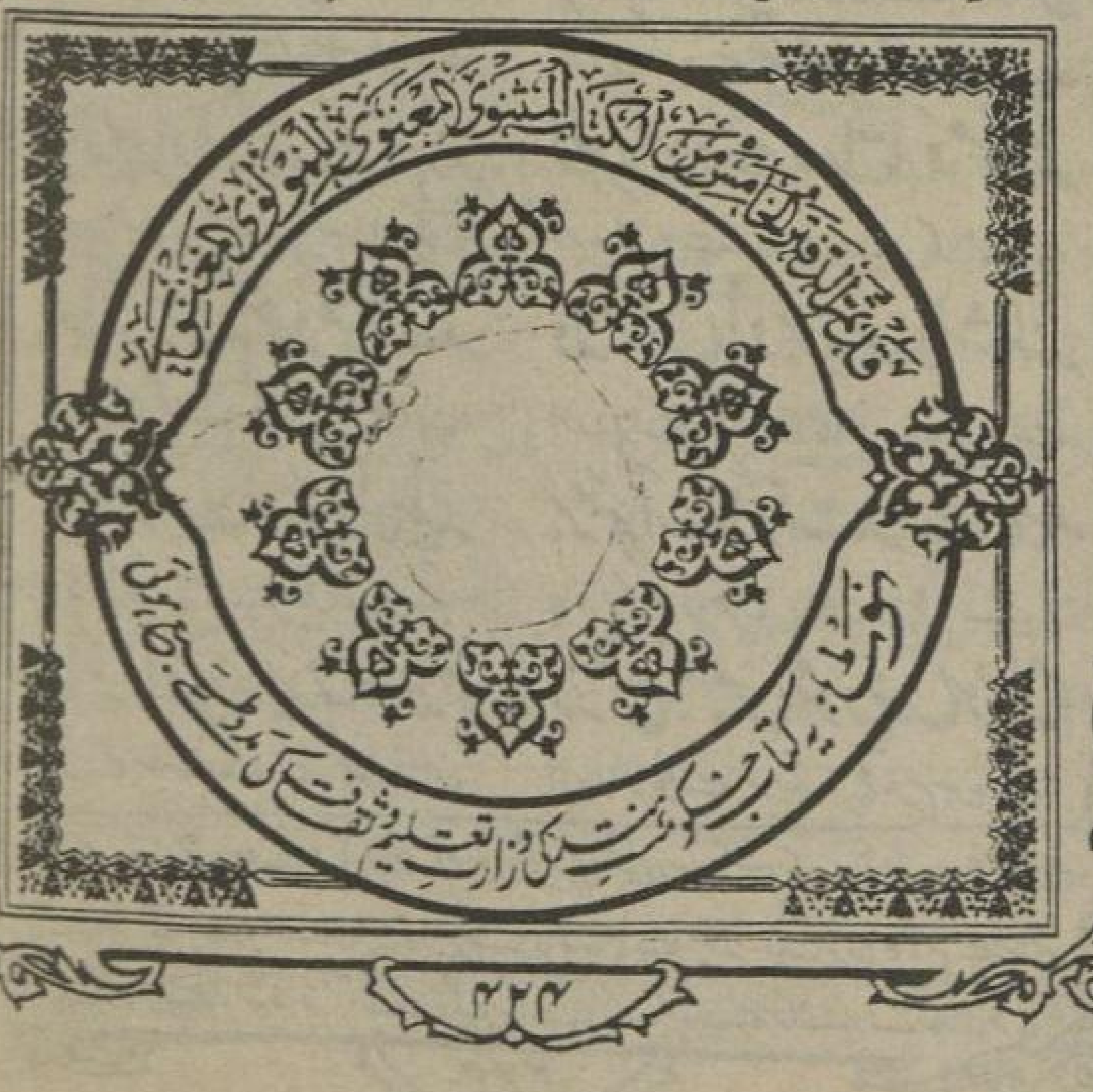
دوست بنجا اور بری عادت سے خالی ہو جا — تاکہ زہر کے مٹکے سے بھی تو شکر کھائے

زاں نشد فاروق را زہرے گزند — کہ بُد آں تریاقِ فاروقیش قند

اسی لئے (عمرؓ) فاروق کے لئے زہر مضر نہ ہوا — کیونکہ اُن کا فاروقی تریاق شکر تھا

ہیں بجو تریاقِ فاروق اے غلام — تا شوی فاروقِ دوراں والسلام

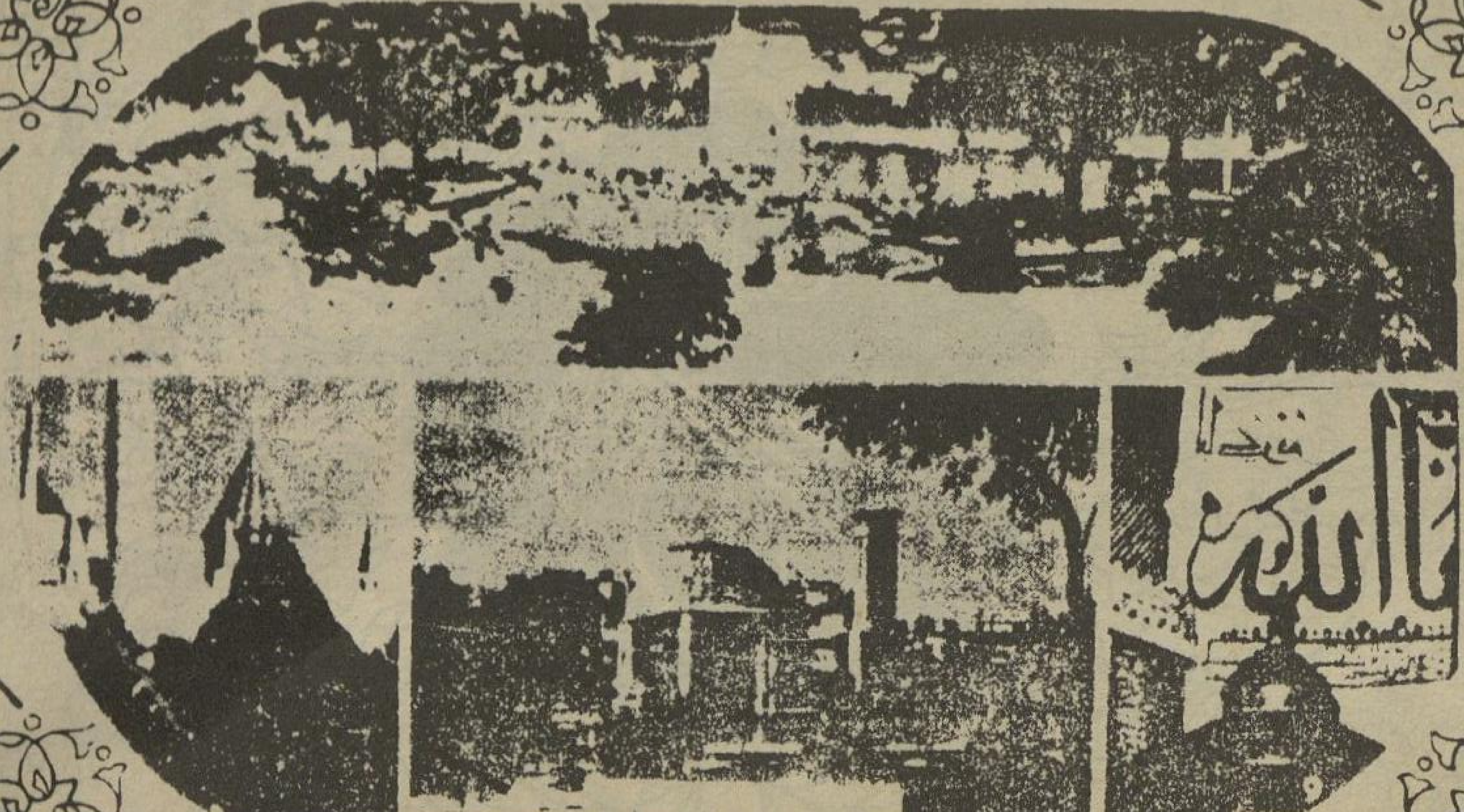
اے لڑکے: فاروقی تریاق تلاش کرلے — تاکہ تو فاروقِ دوراں بن جائے، والسلام



ؔ۱ دخترانِ نعش۔ بنات تین ستارے ہیں اور نعش چار ستاروں کا مجموعہ ہے بنات النعش اُن سات ستاروں کے مجموعہ کو کہا جاتا ہے جو چارپائی کی صورت میں نظر آتے ہیں۔ کہکشاں۔ ایک لمبی سفیدی ہے جو رات کی صورت میں نظر آتی ہے موسم برسات میں سرِ شام نظر آنے لگتی ہے اُس کا ایک سرا جنوب کی جانب اور دوسرا شمال کی جانب ہوتا ہے... سُنبلہ۔ گیہوں کی بال، ایک برج کا نام بھی ہے۔ پُرکاہ شد۔ اب اس مثنوی کے رموز کے بیان کو ختم کرو بیان کے طول کی وجہ سے اس کے صاف مضامین بھی سمجھنا مشکل ہو رہے ہیں۔

ؔ۲ آفتاب۔ مثنوی کا سورج طلوع کر آیا ہے جس کی روشنی پھیل گئی ہے لیکن منکر کو یہ بھی ناگوار ہے۔ تو عدوی۔ عداوت کی وجہ سے دشمن شہد اور دودھ کو بھی زہر سمجھتا ہے۔ ہر وجودے۔ یہ شہد اور زہر ہونا مثنوی کی خصوصیت نہیں ہے بلکہ ہر چیز کا یہی حال ہے۔ خمرہ۔ مٹکی۔ زاں نشد۔ حضرت عمرؓ کے لئے اُن کے فاروقی تریاق کی وجہ سے مخالفین کا زہر، قند بن گیا تھا اسلئے اُن کیلئے وہ زہر مضر نہ رہا۔ ہیں بجو۔ وہی تریاق فاروقی اگر تو حاصل کرے گا تو بھی اپنے زمانہ کا فاروق بن جائے گا۔





حضرت مولانا کا مقبرہ اور اس کا ماحول

مقدمہ

آج جبکہ میں مثنوی شریف دفترِ ششم کے لئے یہ چند سطور قلم بند کر رہا ہوں، اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ دفترِ ششم کتابت کے آخری مراحل طے کر رہا ہے اور اب انشاء اللہ طباعت کے بعد وہ عنقریب منظرِ عام پر آجائے گا۔ جس وقت میں نے اس کام کا آغاز کیا تھا وسائل اور ذرائع کی کمی کے باعث انجام بالکل نظروں سے اوجھل تھا۔ میری زبان و قلم اس مسبب الاسباب، خدائے وہاب کا شکریہ ادا کرنے سے یکسر عاجز اور قاصر ہے جس نے اپنے عالمِ غیب سے ہر ہر قدم پر میری بے پایاں مدد فرمائی اور میں چند ہی سال میں اس کام کو پایۂ تکمیل کو پہنچا سکا۔ پہلا دفتر ۹ رستمبر ۱۹۷۲ء میں شائع ہوا تھا اور آج جبکہ جون ۱۹۷۸ء ہے دفترِ ششم پایۂ تکمیل کو پہنچ رہا ہے۔ غیب سے میرے اندر توانائی آئی اور تکمیل کے شوق نے مجھ سے دیگر مصروفیتوں کے علاوہ یومیہ پانچ چھ گھنٹے کام لے لیا۔ صحت نے بھی اس قدر ساتھ دیا کہ کوئی دن مجھے ایسا یاد نہیں کہ صحت کی خرابی کام میں خلل انداز ہوئی ہو اور میں سفر و حضر میں مسلسل اپنے کام کو جاری رکھ سکا۔ غیر متوقع مالی امداد اور دیگر ذرائع کے علاوہ میری نورِ چشم عارفہ رضیہ سلمہا (بی اے پرشین) جو میرے اس کام میں میری قوتِ بازو ثابت ہوئی۔ مسودے، پروف اور کاپی کی تصحیح میں اس نے میری ہر طرح مدد کی ہے۔ دعا ہے کہ خدا اُس کو دونوں جہان میں خوش و خرم رکھے اور وہ دنیوی و اخروی نعمتوں سے مالا مال ہو۔ آخر میں اگر میں اپنے کاتب منشی منظور الدین صاحب خوشنویس کا شکریہ ادا نہ کروں تو میری ناسپاسی ہوگی۔ انھوں نے عام کاتبوں کی روش کے خلاف نہایت پابندی اور جانفشانی سے میری تمناؤں کو پورا کیا۔ میں اُن کے لئے بھی دست بدعا ہوں اور اب میں اُن صاحبان سے جو میری محنت سے فائدہ اُٹھائیں ملتجی ہوں کہ وہ بارگاہِ رب العزت میں میرے لئے صمیمِ قلب سے دعا کریں کہ حضرت حق تعالیٰ جل مجدہٗ میری اس کاوش کو قبولِ عام

کا شرف عطا فرمائے اور میرے لئے ذخیرۂ آخرت کر دے اور اس کتاب میں جن روحانی مراتب کا ذکر ہے، مجھے بھی اُس کا اہل بنا دے وما ذٰلک علی اللہ بعزیز

خاتمہ

مولانائے روم نے چھٹا دفتر ایسی حالت میں ختم کر دیا کہ قلعہ ذات الصور میں جو تین شہزادے داخل ہوئے تھے اُن میں سے دو کا ذکر مکمل ہوا اور تیسرے کا ذکر ناتمام رہ گیا۔ نیز مولانا نے کاہلوں کا قصہ شروع فرمایا تھا وہ قصہ بھی ناتمام رہ گیا۔ مولانا کے صاحبزادے حضرت سلطان بہاء الدین ولدؒ نے مثنوی کا خاتمہ تحریر فرمایا ہے اُس میں یہ ذکر کیا ہے کہ میں نے اپنے والد مکرم سے اِن دونوں قصوں کو ناقص چھوڑ دینے کی وجہ معلوم کی تو فرمایا۔

ہست باقی شرح ایں لیکن درون　　بستہ شد دیگر نمی آید بروں
اس کی شرح باقی ہے، لیکن باطن　　بستہ ہو گیا۔ اب باہر نہیں آتا ہے

اور فرمایا:

باقی ایں گفتہ آید بے زباں　　در دلِ آنکس کہ دارد نورِ جاں
اس کا باقی بغیر زبان سے کہے ہوئے آجائیگا　　اُس شخص کے دل میں جو جان کا نور رکھتا ہوگا

مولانا کے اس فرمان کی بنیاد پر کچھ اہل دل نے اِن مضامین کی تکمیل کی ہے۔ اس سلسلہ میں دو بزرگوں کا کلام ہمارے پیش نظر ہے ایک مفتی الٰہی بخش رحمۃ اللہ علیہ کا جنھوں نے چھٹے دفتر کی تکمیل بلکہ تمام تحریر فرمایا، دوسرا مولانا شیخ محمد صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا جنھوں نے تکمیل کے لئے ساتواں دفتر تحریر فرمایا۔ حضرت مولانا شیخ محمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ میاں جی نور محمد صاحب جھنجھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مجاز اور حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے پیر بھائی تھے۔ اپنے دور کے علماء فحول میں اُن کا شمار ہے اور حضرت حق تعالیٰ نے اُن کو شریعت و طریقت میں بہت بلند مقام عنایت فرمایا تھا۔ سن پیدائش ۱۲۳۰ھ اور سن وفات ۱۲۹۶ھ ہے۔ مولانا عبد الحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نزہۃ الخواطر میں اُن کا ذکر فرماتے ہوئے لکھا ہے۔ کَانَ مُفْرِطَ الذَّکَاءِ سَرِیْعَ الْاِدْرَاکِ قَوِیَّ الْحِفْظِ حُلْوَ الْکَلَامِ بہت ذہین جلد سمجھ جانے والے قوی الحافظ اور شیریں کلام تھے۔ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے "غذاء روح" میں اپنے شیخ کے خلفاء کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے۔

ہیں خلیفہ ان کے گرچہ بیشمار　　لیک انہیں سے ہیں دو اعلیٰ دعار
انہیں سے دو شخص ہیں اہل ہدیٰ　　ماہِ برجِ معرفت شمس الضحیٰ

یعنی ہیں حافظ محمد ضامن اب — فیض کے طالب ہیں جنکے روز و شب
دوسرے شیخ محمد مولوی — علم وعرفاں کا ہے عالم پر جلی

مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا شیخ محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مرثیہ لکھ تو فرمایا۔

اے کجا رفت آں تقی واں نقی — مولوی شیخ محمد تھانوی
بود دریائے بعلمِ ظاہری — بحرِ مواجے بعلمِ باطنی
در کلامش آنچناں تاثیر بود — مرد ماں را ہوش دہبرے نی بود
قطبِ کامل بود مقبولِ خدا — یا الٰہی پوشش اندر رحمت ورا

مولانا شیخ محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مثنوی کا پورا ایک دفترِ ہفتم تحریر فرمایا ہے۔ جی چاہتا تھا کہ اس کو بھی ہم شریکِ اشاعت کریں لیکن بعض مجبوریوں کی بنا پر سرِ دست ایسا نہیں ہوسک رہا ہے، خدا کی توفیق شاملِ حال ہوئی تو انشاء اللہ اس کو کسی اور موقع پر مستقل شائع کرنے کی سعادت حاصل کریں گے۔ سرِ دست تبرکاً اس کے کچھ ابتدائی اور آخری اشعار ذکر کیے جاتے ہیں۔ ابتدا اس طور پر فرمائی ہے

اے محمد دیر شد جذبِ حسام — ہمچو صمصام تو ہست اندر نیام
خوش بیا واز میانش کش چو نور — تا شود تاریکیِ احوال دور
یا الٰہی بخش الٰہی بخش را — کز جلالش بود ذکرے در ورا
دفترِ سادس مکمل کرد و رفت — عقدۂ کاں بود ہم حل کرد و رفت

آخری چند اشعار حسب ذیل ہیں

محو گرداں در جمالِ باکمال — چشم بے چشمک نماے ذوالجلال
دلدہی فرماو تسکینم بہ بخش — دیں پناہم حاصلِ درخم بہ بخش
آخرش تا چند ایں ہجران و فصل — بادۂ بحرِ محمدؐ دہ ز وصل

حضرت مولانا اشرف علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے کہ انھوں نے مثنوی کا ایک دفترِ ہفتم مکہ معظمہ میں بھی دیکھا اور ہندوستان میں بھی، جس کو مولانا رومؒ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ لیکن مولانا کی رائے میں یہ انتساب بالکل غلط ہے۔
مولانا نے جس دفتر کے آغاز کے یہ اشعار نقل کیے ہیں۔

اے ضیاء الحق حُسام الدیں سعید
دولت پاینده فقرت بر مزید
چونکہ از چرخِ ششم کردی گذر
بر فراز چرخِ ہفتم کُن مقر

اور آخری شعر یہ نقل کیا ہے۔

حسبی اللہ ما عنانِ اختیار
با تو دادیم اے قدیم کردگار

اور پھر مثنوی کے انداز میں ہی اپنی رائے تحریر فرمائی ہے۔

مُفتی الٰہی بخش رحمۃ اللہ علیہ

تاریخِ پیدائش ۱۱۶۲ھ۔ تاریخِ وفات ۱۲۴۵ھ

آپ ضلع مظفر نگر کے مردم خیز قصبہ کاندھلہ میں پیدا ہوئے۔ والد صاحب کا اسم گرامی الشیخ الطیب شیخ الاسلام ہے اور سلسلہ نسب امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کے واسطہ سے حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ تک پہنچ جاتا ہے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد بزرگوار سے حاصل کی اور چودہ سال کی عمر میں تمام علوم نقلیہ اور عقلیہ سے فارغ ہو گئے۔ اسکے بعد آپ کو سعادتِ ازلی نے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچا دیا۔ انکی صحبت نے آپ کو کندن بنا دیا اور انکے فیض سے آپ باطنی علوم میں بھی اعلیٰ مقام پر فائز ہو گئے اور شاہ صاحبؒ کی نگرانی میں آپنے درس دینا شروع کر دیا۔ شاہ صاحب اپنے شاگردوں میں سے آپ پر بہت زیادہ اعتماد کرتے تھے۔ چنانچہ اس حقیقت کا اُس سند سے اظہار ہوتا ہے جو شاہ صاحب نے اپنے دستِ مبارک سے لکھ کر آپ کو عطا فرمائی تھی۔ نواب ضابطہ خاں نے آپ کے علم و فضل کی بدولت آپ کو حضرت شاہ صاحبؒ سے اپنے لئے مانگ لیا اور مفتی صاحب کچھ عرصہ اُن سے متعلق رہے۔ لیکن نواب صاحب کے وصال کے بعد آپ نے دلی کو خیر باد کہہ دیا اور آپ بھوپال تشریف لے گئے وہاں عہدۂ افتاء پر فائز رہے۔ پھر بھوپال کا قیام ترک کر کے اپنے وطن کاندھلہ تشریف لے آئے اور تادمِ واپسیں کاندھلہ ہی میں رونق افروز رہے۔ حواشی اور تعلیقات کے علاوہ آپ کی تصانیف ۴۳ گنائی جاتی ہیں لیکن آج ہمارے ہاتھوں میں اُن میں سے چند ہی ہیں۔ منجملہ اُن کے خاتمہ مثنوی کو قبولِ عام کا درجہ حاصل ہے۔ مثنوی شریف کے چند ایڈیشن ایسے ہیں جن میں آپکے تحریر فرمودہ خاتمہ کو جزو بنایا گیا ہے ہم نے بھی ضروری سمجھا اس ایڈیشن میں اُس کو شامل کریں۔

دفترِ ششم سے متعلق اصطلاحات

ہمّت مولانا بحر العلوم نے فرمایا ہے کہ ہمت صوفیاء کی اصطلاح میں مکمل توجہ یا جمعیت کو کہتے ہیں اور ایسی جمعیت کہ اس چیز کے سوا کسی اور چیز کی طرف بالکل توجہ نہ رہے. عارف اسی ہمت سے تصرفات کرتا ہے اور اسی سے خرقِ عادت کا ظہور ہوتا ہے لیکن یہ ہمت کاملین کے شایان شان نہیں ہے بلکہ اُن کی ہمت میں تصرف کی یہ تاثیر ہی نہیں ہوتی. اُن کی ہمت صرف علوم و معارف کی طلب میں کام کرتی ہے

توحید فی الذات یہ ہے کہ سالک کی نظر میں ذات خدا کے سوا کوئی چیز باقی نہ رہے. اس کو اصطلاح میں معائنہ بھی کہتے ہیں.

توحید فی الصفات یہ ہے کہ سالک کی نظر میں صرف صفات خداوندی رہ جائیں اور غیر اللہ کی صفات نظر میں نہ رہیں. اسکو اصطلاح میں مشاہدہ بھی کہا جاتا ہے

توحید فی الافعال یہ ہے کہ سالک کے اپنے افعال نظر و التفات سے غائب ہو جائیں اور صرف افعال حق پر نظر رہ جائے.

مُراقبۂ موت یہ ہے کہ سالک کسی وقت قلب کی طرف متوجہ ہو کر یہ خیال جمائے کہ اسوقت سب انسان عالم نزع میں ہیں اور ایڑیاں رگڑ رہے ہیں اور جو باتیں کوئی ایک دوسرے سے کر رہا ہے وہ گویا مرنے کے وقت کی وصیتیں ہیں. مولانا نے اس مراقبہ کا ذکر حسب ذیل اشعار میں کیا ہے ؎

در ہمہ عالم اگر مرد و زنند — دمبدم در نزع و اندر مُردن اند

این سخن شاں را وصیت ہم شمر — کہ پدر گوید دراں دم با پسر

اس مراقبہ سے سالک کے دل میں عبرت اور رحمت پیدا ہوتی ہے اور بغض و رشک اور کینہ زائل ہوتا ہے.

عُروج و نُزول عروج سالک کی وہ حالت ہے جس میں اس کی توجہ صرف اللہ تعالیٰ کی طرف ہوتی ہے. مخلوق کی طرف بالکل التفات نہیں ہوتا. اس کے مقابل نزول ہے. اس حالت میں مخلوق کی طرف بھی توجہ ہوتی ہے اور یہ توجہ مخلوق کا خالق سے تعلق استوار کرنے کے لئے ہوتی ہے.

عملِ خطائین یہ مجہول عدد کو معلوم کرنے کا ایک طریقہ ہے. مثلاً اگر ہم یہ معلوم کرنا

چاہیں کہ وہ کونسا عدد ہے جس کا دو تہائی اور ایک اگر اُس پر بڑھائیں تو مجموعہ دس عدد ہو جائے۔ ہم اِس عدد کو معلوم کرنے کیلئے کوئی ایک عدد فرض کریں گے۔ مثلاً ہم نے نو کا عدد فرض کیا۔ ہم اِسکو مفروضِ اوّل کہیں گے۔ ہم نے اِس پر اِس کا دو ثلث یعنی چھ اور ایک کا اضافہ کیا تو مجموعہ سولہ ہو گیا۔ یہ مقصود عدد کے مطابق نہ نکلا تو ہم مقصود عدد یعنی دس اور اِس عدد میں جو فرق ہے اِس کو نکالیں گے وہ چھ کا عدد ہے ہم اِس کو خطاءِ اوّل کہیں گے پھر صحیح جواب معلوم کرنے کیلئے ایک اور عدد فرض کرینگے اور اِس عدد کو مفروضِ ثانی کہیں گے مثلاً ہم نے چھ کا عدد فرض کیا اب اِس میں وہی عمل کریں گے یعنی اِس کا دو ثلث چار اور ایک کا اضافہ کرینگے تو مجموعہ گیارہ ہو جائے گا اب بھی عددِ مقصود حاصل نہ ہوا عددِ مقصود اور اِس مجموعہ میں ایک کا فرق رہا یہ ایک کا عدد خطاءِ ثانی کہلائیگا پھر مفروضِ اوّل یعنی نو کو خطاءِ ثانی یعنی ایک میں ضرب دینگے تو حاصل ضرب نو ہو گا اِس کو محفوظِ اوّل کہیں گے اور مفروضِ ثانی یعنی چھ کو خطاءِ اوّل یعنی چھ میں ضرب دینگے تو حاصل ضرب چھتیس ہو گا اِس کو محفوظِ ثانی کہیں گے پھر یہ دیکھیں گے کہ خطاءِ اوّل یعنی چھ اور خطاءِ ثانی یعنی ایک عددِ مقصود یعنی دس سے زائد ہیں یا کم یا ایک زائد ہے اور ایک کم۔ اگر دونوں زاید ہوں یا دونوں ناقص ہوں جیسا کہ یہاں ہے تب دیکھو خطاءِ اوّل اور خطاءِ ثانی میں کیا فرق ہے۔ مثلاً یہاں چھ اور ایک میں پانچ کا فرق ہے اور یہ دیکھو کہ محفوظِ اوّل اور محفوظِ ثانی میں کیا فرق ہے تو یہاں نو اور چھتیس میں ستائیس کا فرق ہے تو اِس فرق کو جو دونوں محفوظوں میں ہے یعنی ستائیس کو اُس فرق پر جو دونوں خطاؤں میں تھا یعنی پانچ پر تقسیم کر دو تو حاصلِ تقسیم عددِ مطلوب ہو گا یعنی ہم نے ستائیس کو پانچ پر تقسیم کیا تو حاصلِ تقسیم پانچ صحیح اور دو خمس بنا یہی عددِ مطلوب ہے۔ چنانچہ ہم اگر اِس پر دو ثلث اور ایک بڑھا دینگے تو دس بن جائیگا۔ بڑھانے اور جمع کرنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ عددِ صحیح کو کسر کی جنس بنا لو تو پانچ کے پچیس خمس ہوئے اِس کو تجنیس کہیں گے اور دو خمس پہلے تھے اب یہ ستائیس خمس ہو گئے۔ اب اِس پر اِس کا دو تہائی یعنی اٹھارہ خمس بڑھا دو مجموعہ پینتالیس خمس ہو گئے اب اِس کو عددِ صحیح بنائیں گے یعنی اِس پینتالیس کو پانچ پر تقسیم کر دینگے تو عددِ صحیح نو بن جائیگا اِس کو مخرج کہیں گے۔ پھر ایک کا اضافہ کر دینگے تو مجموعہ دس بن جائیگا۔ یہ طریقہ تو جب اختیار کیا جاتا ہے جبکہ دونوں خطائیں مطلوب سے زائد یا ناقص ہوں لیکن اگر ایک زائد اور ایک ناقص ہو تو پھر مجموعہ محفوظین کو مجموعہ خطائین پر تقسیم کیا جائے گا اور حاصلِ تقسیم عددِ مطلوب ہو گا۔

جبر و قدر

جُز کہ تسلیم و رضا کو چارۂ ٭ در کفِ شیرِ نرِ خونخوارۂ

کے ماتحت مفتاح العلوم شرح مثنوی میں مولانا محمد نذیر صاحب عرشی نے مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک تقریر مسئلہ جبر و قدر پر نقل کی ہے جو بے حد مفید ہے اِس کو نقل کیا جاتا ہے۔

مولانا نانوتوی رحؒ نے فرمایا:-

انسان کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایک اختیارِ مُستعار ملا ہے اور بندہ کے اِس اختیار کو خدا کے اختیار سے وہی نسبت ہے جو قلم کو کاتب کے ساتھ ہے اگر یہ نسبت نہ مانی جائے تو بندہ کے اختیار کو منجانب اللہ کہنا غلط ہوگا اور ارادۂ انسانی خدا کا مخلوق نہ ہوگا انسان کا ارادہ خدا کے ارادہ کا پرتو اور عکس ہے اور انسانی ارادہ کی حرکت خداوندی ارادہ کی حرکت کا نتیجہ ہے قرآن نے فرمایا ہے۔ وَمَا تَشَاۤءُوْنَ اِلَّاۤ اَنْ یَّشَاۤءَ اللّٰہُ۔

عبادتِ تسخیری و تشریعی

جملہ کائنات اور مخلوقات خدا کی عبادتگذار ہے۔ بعض مخلوق کی عبادت تسخیری ہے اور وہ اپنی عبادت میں مختار ہے۔ نہ اُنکو اپنی عبادتگذاری کا احساس و شعور ہے۔ بَلْ لَّهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ٭ بلکہ جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے اسی کے لئے ہے ہر چیز اُسکی عبادتگذار ہے۔ اِس آیت میں اِسی تسخیری عبادت کا ذکر ہے۔ عبادتِ تشریعی بالاختیار ہوتی ہے اور اِس عبادت میں عبادتگذاروں کے مختلف مراتب ہیں بعض وہ ہیں جن کی اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ اللہ تعالیٰ کے افعال کے واسطے ہوتی ہے اور بعض وہ ہیں جن کی توجہ صفات کے واسطے ہوتی ہے اور بعض وہ ہیں جن کی توجہ ذاتِ باری تعالیٰ کی جانب بغیر کسی واسطہ کے ہے۔ پہلا درجہ عوام عبادتگذاروں کا ہے دوسرا درجہ خواص کا ہے اور تیسرا درجہ اخص الخواص کا ہے۔ افعال و صفات توجہ ذات اور اِدراک کا ذریعہ ہیں لیکن اخص الخواص کا اِن کی طرف التفات نہیں ہوتا ہے مولانا رومؒ نے عبادت کے اِن مراتب کا مختلف اشعار میں ذکر فرمایا ہے۔

عالمِ خلق و امر

صوفیاء کے نزدیک آسمان اور زمین اور اُنکے درمیان کی مخلوق عالمِ خلق ہے اور اُس سے اوپر کا عالم جس میں عالمِ ارواح بھی ہے عالمِ امر ہے۔

قُلّہ

پانی کا مشکا جس میں تین سو رطل پانی آجائے۔ اگر اِس طرح کے دو مشکوں کی بقدر پانی ہو تو امام شافعی رحؒ کے نزدیک اُس میں نجاست گرجانے سے وہ پانی ناپاک نہ ہوگا۔

بیتُ المعمُور

یہ ساتویں آسمان پر کعبے کے بالمقابل کعبہ جیسی ایک چیز ہے، جس طرح انسان کعبہ کا طواف کرتے ہیں فرشتے بیتُ المعمور کا طواف کرتے ہیں۔ مسلم شریف کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج میں بیتُ المعمور کو ساتویں آسمان پر دیکھا اور فرمایا کہ اسمیں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں جنھیں پھر دوبارہ داخل ہونے کا موقع نہیں ملتا ہے۔

قبرُ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

علّامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے تصریح کی ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبرِ مبارک کی وہ مٹی جس سے آنحضورؐ کا جسمِ اطہر متصل ہے، عرش سے بھی افضل ہے۔

ابُوالقاسم عبدالکریم بنی ہوازن القشیری

سنہ ۳۷۶ھ میں پیدا ہوئے اور نیشاپور میں سنہ ۴۶۵ھ میں وفات پائی۔ اُن کی کتاب رسالۂ قشیریہ تصوف کی مشہور کتاب اور تصوف کی کتابوں کا اہم ماخذ ہے۔

ابوطالب مکّی

مشہور بزرگ ہیں اِن کی کتاب قوت القلوب تصوف کی بلند مرتبہ کتاب ہے۔ امام غزالیؒ نے اپنی مشہور کتاب احیاء العلوم میں اسکے اقتباسات درج کئے ہیں۔

اصحاب ایکہ

قرآنِ پاک میں ہے۔ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ اِنَّهٗ كَانَ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ۔ اُنھوں نے اُس کی تکذیب کی تو اُن کو سائبان کے دن کے عذاب نے آپکڑا بیشک وہ بڑے دن کا عذاب تھا۔ "ایکہ" والوں نے حضرت شعیبؑ کی تکذیب کی تو ایک روز سخت گرمی پڑنے لگی جس سے وہ گھبرا کر اپنے تہہ خانوں میں گھس گئے، تہہ خانے خود تنور کا کام دے رہے تھے، جو وہاں سے نکلے تو اُن پر ایک بادل آگیا جس کو وہ سمجھے کہ اُس کے سائے میں آرام حاصل کر سکیں گے لیکن اِس بادل سے آگ برسنے لگی جس سے وہ جل کر راکھ ہو گئے۔

زرتُشت

یہ لقب ہے اصل نام ابراہیم ہے۔ یہ منوچہر کی نسل سے تھے اور فیثاغورث حکیم کے شاگرد تھے۔ گشتاشپ شاہِ ایران کے دَور میں اُنھوں نے نبوت کا اعلان کیا اور آتش پرستی کا مذہب ایجاد کیا۔ مجوس اُنکو پیغمبر جانتے ہیں اور اُن کی کتاب ژند کو الہامی کتاب قرار دیتے ہیں۔ بعض علمائے اسلام نے بھی اُن کو نبی اور حکیم قرار دیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے بھی مجوس کو اہلِ کتاب قرار دیا ہے۔

امرُؤالقیس

یہ عرب کا مشہور شاعر ہے اور مشہور معلقہ

قِفَانَبْکِ مِنْ ذِکْرٰی حَبِیْبٍ وَّمَنْزِلٖ
بِسِقْطِ اللِّوٰی بَیْنَ الدَّخُوْلِ فَحَوْمَلٖ

اِسی امرؤالقیس کا ہے۔ یہ جاہلیت کے دَور کا شاعر ہے اور یہ جس طرح اپنی فصاحت و بلاغت میں ضربُ المثل ہے اِسی طرح اپنے فسق و فجور میں بھی ضربُ المثل ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس کے بارے میں فرمایا ہے۔ یُقْدِمُ الشُّعَرَاءَ اِلَی النَّارِ لیکن مولانا رومؒ امرؤالقیس کو ایک تارکُ الدّنیا اور باخدا انسان ظاہر کر رہے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ یہ مشہور امرؤالقیس کے علاوہ کوئی اور شخصیت ہو اور عنوان میں قِفَانَبْکِ الخ اِلحاقی عبارت ہو۔

کیخسرو ایران کا عظیم شہنشاہ گذرا ہے۔ اِس کا باپ سیاوش اپنے باپ کیکاؤس سے ناراض ہو کر کیکاؤس کے حریف اَفراسیاب شاہِ توران کے یہاں چلا گیا تھا۔ افراسیاب نے ابتداءً اُس کی بہت خاطر تواضع کی اور اپنی بیٹی کا نکاح بھی اُس سے کر دیا لیکن کچھ دن بعد سیاوش سازشوں کا شکار ہو گیا اور اَفراسیاب نے اُس کو نہایت بے رحمی سے قتل کر دیا۔ سیاوش کی بیوی حاملہ ہو چکی تھی۔ کچھ دن بعد اُس کے ایک لڑکا پیدا ہوا جس کو اَفراسیاب کے خوف سے چھپا دیا گیا اور اُس کی پرورش دیہات میں ہوئی۔ یہی لڑکا کیخسرو ہے۔ کیخسرو جب بڑا ہو گیا اور اُس کو اپنے اَحوال کا علم ہوا تو وہ اپنے دادا کیکاؤس کے پاس ایران چلا گیا اور کیکاؤس کے مرجانے کے بعد ایران کا بادشاہ قرار دیا گیا۔ تخت نشین ہونے کے بعد اُس نے اپنے باپ کے انتقام میں اَفراسیاب پر حملہ کیا اور باپ کے دشمنوں سے پورا انتقام لیا اور پھر اپنی آخری عمر میں یہ تارکُ الدّنیا ہو گیا اور اپنے بیٹے لہراسپ کے حق میں سلطنت سے دستبردار ہو کر ایسا غائب ہوا کہ کسی کو پتہ نہ چلا کہ وہ کہاں گیا۔ اَلوداع کے وقت اُس نے دنیا کی ناپائیداری پر اِس قدر عبرت انگیز تقریر کی کہ آج بھی سننے والوں کے لئے موجبِ عبرت ہے۔ فردوسی نے شاہنامہ میں اِس واقعہ کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔

صفورا یہ حضرت شعیبؑ کی بیٹی ہیں جن کا نکاح حضرت موسٰی علیہ السلام سے ہوا تھا جس کا ذکر قرآن پاک میں آیا ہے۔

حُبُّكَ الشَّيْءَ يُعْمِيْ وَيُصِمّ "تیری کسی چیز سے محبت اندھا اور بہرا بنا دیتی ہے" اِس حدیث کو ابوداؤدؒ نے ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی روایت سے مرفوعاً نقل کیا ہے۔ بعض ائمۂ حدیث نے اِس کو موضوع قرار دیا ہے لیکن دوسرے بعض ائمہ اِس کو حَسَن کے درجہ میں رکھتے ہیں اور حضرت ابوداؤدؒ کے سکوت سے اِس کے حَسَن ہونے پر اِستدلال کرتے ہیں۔

مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا

"مرجاؤ اس سے پہلے کہ تم مرو"۔ اکثر صوفیاء اس مقولہ کو حدیث کے طور پر بیان کرتے ہیں اور اس کا مطلب یہ لیتے ہیں کہ انسان کو زندگی میں فنا کا مرتبہ حاصل کر لینا چاہیے لیکن حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے اس کو حدیث قرار نہیں دیا۔

نَوْمُ الْعَالِمِ عِبَادَةٌ

"عالم کا سونا عبادت ہے"۔ ملا علی قاریؒ نے تصریح کی ہے کہ یہ روایت مرفوعاً ثابت نہیں ہے، ہاں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ علم کی تھوڑی دیر کی مشغولیت ساری رات کی عبادت سے بہتر ہے۔

اِنَّ السَّیْفَ مَحَّاءٌ لِلْخَطَایَا

"تلوار خطاؤں کو مٹا دینے والی ہے"۔ یہ روایت مجاہد کی فضیلتوں کے سلسلہ کی ہے۔ مولانا نے خطایا، کی بجائے قافیہ کی رعایت سے "الذنوب" ذکر کیا ہے۔

مَا وَسِعَنِیْ اَرْضِیْ وَلَا سَمَائِیْ وَلٰکِنْ وَسِعَنِیْ قَلْبُ عَبْدِیْ الْمُؤْمِنِ

: "مجھے اپنے اندر نہ میری زمین نے سمایا نہ میرے آسمان نے، ہاں میرے بندے مومن کے دل نے مجھے سمایا"۔ یہ قدسی حدیث احیاء العلوم میں بھی ہے اور مولانائے رومؒ نے مثنوی میں کئی جگہ اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اس میں حسب ذیل آیت کی طرف اشارہ ہے۔ اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ "بیشک ہم نے امانت کو آسمانوں اور زمینوں اور پہاڑوں پر پیش کیا انھوں نے اس سے انکار کیا کہ وہ اس کو اٹھائیں اور اس سے ڈرے اور اس کو انسان نے اٹھایا"۔ صوفیاء کے نزدیک مرد کامل حضرت حق تعالیٰ کا مظہر اتم ہے، اس لئے صوفیاء انسان کو عالم اکبر قرار دیتے ہیں۔

وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود اور عینیت

ایک مقام پر حضرت مولانا اشرف علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔

حقیقۃً تمام کمالات حضرت حق تعالیٰ کے لئے ثابت ہیں اور مخلوق کے کمالات عارضی اور اللہ تعالیٰ کی عطا و حفاظت کے سبب اس میں موجود ہیں۔ ایسے وجود کو اصطلاح میں ظلی وجود کہا جاتا ہے۔ ظل کے معنی اگرچہ سایہ کے ہیں، لیکن یہاں سایہ سے مراد حفاظت اور پناہ ہے۔ جس طرح بولا جاتا ہے کہ ہم آپ کے زیر سایہ ہیں یعنی ہم آپ کی

حمایت اور حفاظت میں ہیں۔ اور ہمارا امن و عافیت آپ کی توجہ کی بدولت ہے۔ اسی طرح چونکہ ہمارا وجود عنایتِ خداوندی کی بدولت ہے اس لئے ہمارا وجود ظلی ہے۔ یہ بات یقیناً ثابت ہے کہ ممکنات کا وجود اصلی اور حقیقی نہیں ہے، عارضی اور ظلی ہے۔ اب اگر وجودِ ظلی کا اعتبار نہ کیا جائے تو صرف وجودِ حقیقی کا ثبوت ہوگا اور وجود کو واحد سمجھا جائیگا یہ "وحدۃُ الوجود" ہے۔ اور اگر ظلی وجود کا بھی اعتبار کریں کہ آخر کچھ تو ہے بالکل معدوم تو نہیں ہے تو یہ "وحدۃ الشہود" ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ چاند کا نور، سورج کے نور سے حاصل شدہ ہے۔ اب اگر اس کے نور کا اعتبار نہ کریں تو صرف سورج کو منور اور چاند کو تاریک کہا جائے گا۔ یہ مثال "وحدۃُ الوجود" کی ہے۔ اور اگر چاند کے نور کا بھی اعتبار کریں۔ خواہ وہ سورج کے نمودار ہونے کے وقت نمودار نہ رہے تو یہ مثال "وحدۃ الشہود" کی ہے۔ لہٰذا ان دونوں میں محض لفظی اختلاف ہے۔ اور چونکہ اصل اور ظل میں تعلق نہایت قوی ہوتا ہے۔ اس کو صوفیاء کی اصطلاح میں عینیت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہ معنی نہیں ہیں کہ اصلی وجود اور ظلی وجود دونوں ایک ہوگئے یہ تو صریح کفر ہے۔ چنانچہ محققین صوفیاء اس عینیت کے ساتھ غیریت کے بھی قائل ہیں تو یہ عینیت اصطلاحی ہے نہ کہ لغوی۔ اس کے علاوہ جو کچھ صوفیاء نے کہا ہے وہ سُکر کی حالت میں کہا ہے وہ نہ قابلِ ملامت ہے نہ لائقِ تقلید۔

سجّاد حسین

۱۶ رجب المرجب ۱۳۹۸ھ —— مطابق —— ۲۲ جون ۱۹۷۸ء

دفتر شرح مثنوی ۱۹۷۶ء

ہو مبارک آپ کو یہ سفرِ ترکی و عرب مولانا سجاد حسین صاحب

۱۹ ۶ ۷۶

دورۂ تہران و ترکی، مصر و بغداد و عرب

ہو مبارک صاحبِ عز و شرف یہ فضلِ رب

مثنوی کے شارح و فاضل مترجم مرحبا

مولوی سجاد بحرِ علم صدر رشکِ عرب

۱۳ ھ ۹۶

پیش کنندہ احقر خلیق ٹونکی

۱۹ ۶ ۷۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے حیاتِ دل حُسام الدیں بسے
میل می جوشد بقسمِ سادسے
اے دل کی زندگی حسام الدین! بہت
چھٹے دفتر کی جانب خواہش جوش مار رہی ہے

گشت از جذبِ چو تو علامہ
در جہاں گرداں حُسامی نامہ
آپ جیسے علامہ کی کشش کی وجہ سے
حُسامی نامہ، دنیا میں رائج ہو گیا

پیش کش بہرِ رضایت می کشم
در تمامِ مثنوی قسمِ ششم
آپ کی رضامندی کے لئے میں پیش کش کرتا ہوں
چھٹا دفتر، مثنوی کی تکمیل کے لئے

پیش کش می آرمت اے معنوی
قسمِ سادس در تمامِ مثنوی
اے معنوی! میں پیش کش کرتا ہوں
چھٹا دفتر، مثنوی کی تکمیل کے لئے

شش جہت را نور دہ زیں شش صُحُف
کے یطوف حولہ من لم یطف
ان چھ دفتروں کے ذریعہ چھ جہت کو نور عطا کر دے
تاکہ اس کا چکر وہ لگائے جس نے چکر نہیں لگایا

عشق را با پنج و با شش کار نیست
مقصدِ او جز کہ جذبِ یار نیست
عشق کو پانچ اور چھ سے کوئی واسطہ نہیں ہے
یار کی توجہ کے سوا اس کا اور کوئی مقصد نہیں ہے

بُو کہ فیما بعد دستوری رسد
رازہائے گفتنی گفتہ شود
ہوسکتا ہے کہ بعد میں اجازت ہو جائے
کہنے کے قابل راز کہہ دیئے جائیں

ل۱ نے مولانا کا اپنے مرید خلیفۃ الحق حسام الدین کو خطاب ہے قسمِ سادس یعنی مثنوی کا چھٹا دفتر۔ جذب یعنی مرتبانی باطنی کشش ہے۔ حسامی نامہ یعنی مثنوی۔ معنوی۔ جو خدا سے بے نیاز ہے اور حقیقت کا طالب ہے

۲ در تمام، چونکہ چھٹے دفتر کے مضامین مکمل ہو جاتے ہیں لہٰذا اس کے بعد اور کوئی دفتر لکھنے کی ضرورت نہیں ہے گی۔ شراح کا یہی خیال ہے کہ اس دفتر میں مولانا نے تصوف کے آخری اور بیش بہا مضامین ذکر فرما دیئے ہیں۔ شش جہات بھی چھ ہیں دفتر بھی چھ لکھ دیئے گئے ہیں تاکہ ہر جہت میں ان کا نور پھیل جائے

۳ عشق مثنوی کا اصل مقصد تو جذب حق اور عشق حق ہے اور عشق کو پانچ دفتروں اور چھ دفتروں سے کوئی خاص تعلق نہیں ہے مقصد پورا ہونا چاہیے تو اب چھٹا دفتر ابھی شروع کیا جارہا ہے کہ شاید گزشتہ سے بھرپور بیان کرنے کی اجازت حاصل ہو جائے اور میں چھٹے دفتر میں بیان کر بیٹھ جاؤں

با بیانے کاں بود نزدیک تر — زیں کنایاتِ دقیقِ مستتر
ایسے بیان کے ساتھ جو زیادہ نزدیک ہو — ان دقیق پوشیدہ کنایوں کے اعتبار سے

راز جز با رازداں انباز نیست — راز اندر گوشِ منکر راز نیست
راز، رازداں کے مناسب ہے — منکر کے کان میں راز، راز نہیں ہے

لیک دعوت وارد است از کردگار — با قبول و ناقبول او را چہ کار
لیکن خدا کی جانب سے دعوت دینے کا حکم آیا ہے — اُسے ماننے نہ ماننے سے کیا واسطہ؟

نوحؑ نہ صد سال دعوت می نمود — دمبدم انکارِ قومش می فزود
حضرت نوحؑ نو سو سال دعوت دیتے رہے — لحظہ بلحظہ ان کی قوم کا انکار بڑھتا رہا

ہیچ از گفتن عناں واپس کشید — ہیچ اندر غارِ خاموشی خزید
انہوں نے کہنے سے کبھی باگ موڑی؟ — وہ کبھی خاموشی کے غار میں گھسے؟

۲؎ زانکہ از بانگ و علالائے سگاں — ہیچ وا گردد ز راہے کارواں
کیونکہ کتوں کے بھونکنے اور شور سے — قافلہ کبھی راستے سے لوٹا ہے؟

یا شبِ مہتاب از غوغائے سگ — سست گردد بدر را در سیر تگ
یا چاندنی رات میں کتے کے بھونکنے سے — چودھویں کے چاند کی دوڑنے میں رفتار سست پڑی ہے؟

مہ فشاند نور و سگ عو عو کند — ہر کسے بر خلقتِ خود می تند
چاند نور چھڑکتا ہے اور کتا بھوں بھوں کرتا ہے — ہر ایک اپنی فطرت پر کام کرتا ہے

ہر کسے را خدمتے دادہ قضا — در خورِ آں گوہرش در ابتلا
قضا (خداوندی) نے ہر ایک کو ایک خدمت عطا کی ہے — اُس کی استعداد کے مناسب آزمائش کے لئے

چونکہ نگذارد سگ آں بانگِ سقم — من مہم سیرانِ خود را چوں ہلم
جبکہ کتا اس ردی آواز کو نہیں چھوڑتا ہے — میں چاند ہوں، میں اپنی رفتار کیسے چھوڑوں!

۳؎ چونکہ سرکہ سرکگی افزوں کند — پس شکر را واجب افزونی بود
جب سرکہ، سرکہ پن بڑھائے — تو شکر کی زیادتی ضروری ہے

قہرِ سرکہ لطف ہم چوں انگبیں — کایں دو باشد رکنِ ہر سکنجبیں
قہر سرکہ ہے، مہربانی بھی شہد کی طرح ہے — سکنجبین کے یہی دو جز ہوتے ہیں

۱؎ زیں۔ پہلے دفتروں میں جو کچھ رمز و اشارے میں بیان ہوا ہے اس کو کھول کر بیان کر دیا جائے۔ ناز ہو سکتا ہے کہ اسرار کا بیان بعض لوگوں کے انکار کا سبب بنے۔ لیک۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ لوگوں کو حق کی دعوت پہنچانے لہٰذا دعوت دینے والے کو اس سے بحث نہیں ہے کہ کوئی اس کو قبول کرے گا یا انکار کرے گا۔ نوحؑ۔ حضرت نوحؑ نو سو سال تک دعوت دیتے رہے لیکن ان کی قوم کا انکار بھی بڑھتا رہا۔ حضرت نوحؑ کی دعوت کا زمانہ ساڑھے نو سو سال ہے مولانا نے کسر کو حذف کر دیا ہے۔ ہیچ۔ حضرت نوحؑ منکروں کے انکار سے نہ رکے۔

۲؎ زانکہ۔ منکروں کی مثال کتوں کی سی اور دعوت دینے والوں کی مثال قافلہ کی سی ہے۔ قافلہ کتوں کے بھونکنے سے راستہ سے واپس نہیں ہوتا ہے بلکہ آگے بڑھتا رہتا ہے۔ علالا۔ شور دغل، سخت آواز۔ یا شب۔ چودھویں کا چاند کتوں کے بھونکنے سے اپنی رفتار کم نہیں کرتا ہے۔ عوعو۔ کتے کے بھونکنے کی آواز۔ ہر کسے۔ قدرت نے ہر شخص کی استعداد کے مطابق ایک کام پر اس کو مامور کر دیا ہے اور اس سے مقصود اس کی آزمائش ہے۔ ہلم۔ ماہ ہستم سیر آں سپرم

۳؎ چونکہ۔ منکرین کے انکار سے دعوت کو ترک نہیں کیا جاتا تھا اس میں اور شدت پیدا کر دی جاتی ہے۔ قہر سرکہ۔ یعنی منکروں کا انکار۔ شکر یعنی دعوت۔ سکنجبین۔ سکنجبین جو ادویات میں مفید ہے وہ سرکہ اور شہد سے بنتی ہے اگر سرکہ تیز ہوتا ہے تو اس میں شکر کا اضافہ ضروری ہو جاتا ہے ورنہ وہ سکنجبین ناقص ہوگی قہر یعنی منکروں کا انکار سرکہ ہے اور لطف یعنی دعوت شہد ہے۔

انگبیں گر پائے وا دارد زخل — آید آں اسکنجبیں اندر خلل
اگر شہد سرکہ سے کم ہو — اُس سکنجبین میں خلل پڑ جائے گا

قومؑ بروے سرکہا می ریختند — نوحؑ را دریا فزوں می ریخت قند (۲)
قوم اُن پر سرکے بہاتی تھی — دریا، نوحؑ پر شکر زیادہ بہاتا تھا

قندِ اُو را بُد مَدد از بحرِ جُود — پس ز سرکہ اہلِ عالَم می فزود
اُن کی شکر کی مدد، سخاوت کے سمندر سے تھی — تو دنیا والوں کے سرکہ کے سبب وہ بڑھتی تھی

وَاحِدٌ کَالْاَلْفِ کہ بُود، آں ولی — بلکہ صد قرن ست آں عبد العلی
ایک، ہزار کی طرح کون ہوتا ہے؟ وہ ولی ہے — بلکہ وہ (خدا) عالیشان کا بندہ سَو قرن ہوتا ہے

خُم کہ از دریا در و راہے شوَد — پیشِ اُو جیحونہا زانو زند
وہ مٹکا جس میں دریا کی جانب سے راستہ ہو جائے — اُس کے سامنے بہت سے جیحون، ادب کرنے لگیں

خاصہؑ ایں دریا کہ دریا ہا ہمہ — چوں شنیدند ایں مثال و دمدمہ
خصوصاً یہ دریا بلکہ تمام دریا — جب اُنھوں نے یہ مثال اور شہرت سُنی

شُد دہاں شاں تلخ زیں شرم و خجل — کہ قریں شد نامِ اعظم با اقل
اِس شرم اور خجالت سے اُن کا منہ کڑوا ہو گیا — کہ (دریائے) اعظم کا نام (دریائے) اصغر کا ساتھی ہو گیا

در قرانِ ایں جہاں با آنجہاں — ایں جہاں از شرم میگردد جہاں
اِس جہان کے اُس جہان کے ساتھ ملنے میں — یہ جہان شرم سے کود بھاگتا ہے

ایں عبارت تنگ و قاصر رُتبت ست — ورنہ خس را با اخص چہ نسبت ست
یہ عبارت تنگ اور کم رُتبہ ہے — ورنہ تنکے کو اخص سے کیا نسبت ہے؟

زاغؑ در رز نعرۂ زاغاں زند — بُلبل از آوازِ خوش کے کم کُند
انگورستان میں کوا کوّوں کے نعرے لگاتا ہے — بلبل حسین آواز کو کب کم کرتی ہے؟

پس خریدارست ہر یک را خدا — در مزادِ یَفْعَلُ اللہُ مَا یَشَا
و پھر ہر ایک کا خریدار خدا ہوتا ہے — اللہ تعالٰے جو چاہتا ہے کرتا ہے کے بازار میں

نقلِ خارستاں غذای آتش ست — بُوی گُل قوتِ دماغِ سرخوش ست
کانٹوں کی جھاڑی کا چبینا آگ کی غذا ہے — نشیلے دماغ کی روزی پھول کی خوشبو ہے

ؑ قوم۔ حضرت نوحؑ کی قوم کا انکار جس قدر بڑھا قدرت نے حضرت نوحؑ پر اسی قدر زیادہ شکر بہا دی۔ بحرِ جود۔ دریائے سخاوت یعنی حضرت حق تعالٰے۔ واحد۔ شکر کے اضافہ کی صورت یہ ہوتی ہے کہ جس قدر منکرین سخت ہوتے ہیں اتنا ہی اولو العزم پیغمبر اُن کی طرف بھیجا جاتا ہو وہ ایک پیغمبر لاکھوں داعیوں کے وزن کا ہوتا ہے بلکہ سَو قرن کے انسانوں کی برابر ہوتا ہے۔ خُم۔ چونکہ اس نبی اور رسول کا بحرِ حقیقی سے رابطہ ہوتا ہے تو وہ ایک کروڑوں پر غالب آجاتا ہے۔

ؑ خاصہ ایں دریا۔ اللہ تعالٰے کے فیض کی عموماً سمندر اور دریا سے مثال دی جاتی ہے اِس تمثیل سے یہ دریا شرمندہ ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ چہ نسبت خاک را با عالَمِ پاک۔ در قران۔ جب دونوں عالَموں کا ساتھ ذکر ہوتا ہے تو عالَمِ حسّی کو اپنی حقارت محسوس ہوتی ہے۔ ایں جہان۔ عالَمِ حسّی۔ آں جہاں۔ عالَمِ غیبی۔ جہاں۔ کودنے والا۔ ایں عبارت یعنی یہ تعبیر کہ حضرت حق تعالٰے کو دریا قرار دیا ایک ناقص تعبیر ہے ورنہ خس یعنی دریا کو اخص یعنی حضرت حق تعالٰے سے کوئی نسبت نہیں ہے۔

ؑ زاغ۔ مولانا نے پھر سابق مضمون کی طرف رجوع کیا ہے کہ منکرین کے انکار کی وجہ سے اَسرار کا بیان نہیں چھوڑا جا سکتا ہے۔ پس بعض منکروں کا اتباع کرتے ہیں بعض داعیوں کا یہ خدا کی مشیت ہے۔ مزاد۔ نیلام کا بازار۔ نقل۔ کانٹا دوسروں کے لئے ناپسندیدہ ہے لیکن آگ کو بہت بھاتا ہے کیونکہ اس کی غذا ہے اسی طرح منکرین کو انکار بھاتا ہے سرخوش۔ معتدل مست، اُنکو خوشبو پسند ہے اسی طرح دعوت کو قبول کرنیوالوں کو دعوت پسند آتی ہے۔

گر پلیدی پیشِ مارُسوا بُود ¹
اگر گندگی ہمارے سامنے رُسوا ہے

خوک و سگ را شکر و حلوا بُود
سُور اور کتّے کے لئے شکر اور حلوا ہے

گر پلیداں ایں پلیدیہا کُنند
اگر پلید لوگ، پلیدیاں کرتے ہیں

آبہا بر پاک کردن می تنند
پانی، پاک کرنے پر مستعد ہیں

ور جہانے پُر شود از خار و خس
اگر دنیا کانٹے اور تنکے سے پُر ہو جائے

آتشے محوش کُند در یک نفس
آگ اُس کو ایک سانس میں مٹا دیتی ہے

گرچہ ماراں زہر افشاں میکنند
اگرچہ سانپ، زہر افشانی کرتے ہیں

ور چہ تلخاں ماں پریشاں می کُنند
اگرچہ بدمزاج ہمیں پریشان کرتے ہیں

نحلہا بر کوہ و کُندُو و شجر
شہد کی کھیاں پہاڑ اور کوٹھی اور درختوں پر

می نہند از شہد انبارِ شکر
شہد سے شکر کے انبار لگاتی ہیں

زہرہا ہر چند زہری می کُنند ²
زہر، ہر چند زہریلا پن پھیلاتے ہیں

زُود تریاقات شاں بر می کُنند
تریاق، اُن کو فوراً زائل کر دیتے ہیں

اینجہاں جنگ ست کُل چوں بنگری
یہ دنیا پوری جنگ ہے، جب تو غور کرے

ذرّہ با ذرّہ چوں دیں با کافری
ذرہ، ذرّے کیساتھ ایسا ہی ہے جیسا کہ دین کا ذرّہ کافری کیساتھ

آں یکے ذرّہ ہمی پرّد بچپ
ایک ذرہ بائیں کو اُڑتا ہے

واں دگر سُوئے یمیں اندر طلب
تو دوسرا طلب میں دائیں جانب کو

ذرّہ بالا و آں دیگر نگوں ³
ایک ذرہ اوپر کو اور دوسرا نیچے کو

جنگِ فعلی شاں ببیں اندر رُکوں
رجحان میں اُن کی عملی جنگ کو دیکھ

جنگِ فعلی ہست از جنگِ نہاں
عملی جنگ، مخفی جنگ کی وجہ سے ہے

زیں تخالف آں تخالف را بداں
اِس اختلاف کو اُس اختلاف سے سمجھ لے

ذرّہ کاں محو شُد در آفتاب
وہ ذرہ جو سورج میں فنا ہوگیا

جنگ اُو بیروں شُد از وصفِ حساب
اُس کی جنگ، حساب سے خارج ہوگئی

چوں ز ذرّہ محو شُد نفس و نفس
جب ذرّے کا نفس اور سانس فنا ہوگیا

جنگش اکنوں جنگِ خورشید ست و بس
اُس کی جنگ اب محض سورج کی جنگ ہے

یعنی ذراتِ عالم کا افعال و خواص میں مختلف ہونا۔ رُکوں۔ میلان۔ جنگِ نہاں یعنی ذرات کا اختلاف اللہ تعالیٰ کے مختلف اسماء و صفات کا مظہر ہونے کی وجہ سے۔ ذرّہ جب مقامِ فنا حاصل ہو جاتا ہے تو وہ اختلافِ طبعی اُس ذرہ کی طرف منسوب نہیں رہتا ہے۔ چوں۔ ذرہ کے محو ہو جانے کے بعد اسکے افعال سورج کی طرف منسوب ہونگے۔ جنگش۔ یہ جنگ اب ۲

¹ گر پلیدی۔ نجاست انسان کے سامنے رُسوا ہے کتّے اور سور کی خوراک ہے۔ گر۔ ہر چیز بتقاضائے فطرت اپنا کام انجام دے رہی ہے۔ نجاست، نجس بناتی ہے تو پانی پاک کر دیتا ہے یعنی منکرین انکار کرتے ہیں اور داعی اُن کو بھلائی کی طرف بلاتے ہیں۔ ور جہانے۔ خار و خس اپنا کام کرتے ہیں تو آگ اپنا کام کرتی ہے منکرین کی شرارتوں کو داعیوں کی دعوت فنا کر دیتی ہے۔ گرچہ۔ سانپ اپنا کام کرتے ہیں تو شہد کی مکھیاں اپنا کام کرتی ہیں لہٰذا ہمیں مفسدوں کی وجہ سے تبلیغ کو ترک نہ کرنا چاہئے۔

² زہرہا۔ منکروں کے انکار سے جب زہر پھیلتا ہے تو مصلحین اپنے تریاق سے اُس کا اثر زائل کر دیتے ہیں۔ اینجہاں۔ اِس عالم کا بقا ہی اختلاف سے ہے لہٰذا منکرین کے اختلاف سے مصلح کو اپنا کام نہ روکنا چاہئے۔ اینجہاں۔ عالمِ امکان مختلف اجزاء کا مجموعہ ہے اُس کے ہر ذرّے کو دوسرے ذرّے سے وہی نسبت ہے جو دین کو کفر سے۔ آں یکے۔ ایک ذرّے کا رُخ بائیں جانب ہے تو دوسرے کا دائیں جانب۔

³ ذرّہ۔ ایک ذرّے کا رُخ اوپر کو ہے دوسرے کا نیچے کو غرضکہ ان ذرّوں کی باہمی کشمکش اور باہمی اختلاف ہے جنگِ فعلی

۲ اُس کی جنگ طبعی نہیں ہے بلکہ مِن اللہ ہے تو اُس کی جنگ نرالی جنگ ہے۔

رفت[1] از وے جنبشِ طبع و سکون
اُس میں سے طبیعت کی حرکت اور سکون جاتا رہا

از چہ از اِنّا اِلَیہِ راجعون
کیوں؟ "ہم اُسی کی طرف لوٹنے والے ہیں" کیونکہ

ما بہ بحرِ نورِ خود راجع شدیم
ہم اپنے نور کے سمندر کی جانب لوٹ آئے

وز رضاعِ اصلِ مسترضع شدیم
اور ہم اصل کی رضاعت سے دودھ پینے والے بنگئے

در فروعِ راہ اے ماندہ زغول
اے چھلاوے کی وجہ سے راستے کی پگڈنڈیوں میں بھٹکے ہوئے!

لاف کم زن از اصول اے بے اصول
اے بے اصول! اصول کی شیخی نہ بگھار

جنگِ ما و صلحِ ما در نورِ عین
نورِ عین میں ہماری جنگ اور صلح

نیست از ما ہست بین الاصبعین
ہماری جانب سے نہیں ہے دو انگلیوں کے درمیان ہے کیونکہ

جنگِ[2] طبعی جنگِ فعلی جنگِ قول
طبعی جنگ، عملی جنگ، قولی جنگ

در میانِ جزوہا حربیست ہول
اجزا کے درمیان خوفناک جنگ ہے

ایں جہاں زیں جنگ قائم می بود
یہ دنیا اسی جنگ سے قائم رہتی ہے

در عناصر در نگر تا حل شود
عناصر میں غور کرے، تاکہ حل ہو جائے

چار عنصر چار استونِ قوی ست
چاروں عنصر، چار مضبوط ستون ہیں

کہ بر ایشاں سقفِ دنیا مستوی ست
جن پر دنیا کی چھت قائم ہے

ہر ستونے اِشکنندہ آں دگر
ہر ستون دوسرے کو توڑنے والا ہے

استنِ آب اِشکنندہ آں شرر
پانی کا ستون، آگ کے ستون کو توڑنے والا ہے

پس بنائے خلق بر اضداد بود
تو دنیا کی بنا اضداد پر ہے

لاجرم جنگی شدند از ضر و سود
لامحالہ نقصان اور نفع کے اعتبار سے لڑنے والے ہو گئے

ہست[3] احوالت خلافِ ہمدگر
تیرے احوال ایک دوسرے کے خلاف ہیں

ہر یکے باہم مخالف در اثر
ہر ایک اثر میں ایک دوسرے کا مخالف ہے

چونکہ ہر دم راہِ خود را می زنی
جبکہ تو ہر وقت اپنی رہزنی کرتا ہے

با دگر کس سازگاری چوں کُنی
دوسرے سے کیسے موافقت برتے گا!

فوجِ لشکرہائے احوالت ببیں
اپنے احوال کے لشکر کی فوج کو دیکھ لے

ہر یکے با دیگرے در جنگ و کیں
ہر ایک دوسرے کیساتھ جنگ اور کینہ میں ہے

ایک انسان کے احوال باہمی مختلف ہیں تو وہ دوسرے سے کیسے متفق ہو سکتا ہے۔ فوج۔ انسان کے احوال ایک دوسرے سے برسرِ پیکار رہیں۔

[1] رفت۔ فنا کے بعد ذرّے کا ہر سکون و حرکت اُس کا اپنا نہیں ہے بلکہ منجانب اللہ ہے۔ ما۔ یعنی عارفین فانی فی اللہ۔ بحرِ نور۔ ذاتِ حق۔ مسترضع۔ دودھ پینے والا۔ در فروع۔ جو فنا کے مقام پر نہیں پہنچا اُس کے افعال خود اُس کی طرف منسوب ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنے چاہئیں لاف زنی نہ کرنی چاہیئے۔ جنگِ ما۔ فانی کا ہر کام خدا کی طرف منسوب ہے۔ نورِ عین یعنی چشمِ بصیرت کا ادراک۔ بین الاصبعین حدیث شریف ہے انسان کا دل اللہ کی دو انگلیوں کے درمیان ہے وہ جس طرح چاہتا ہے اُسکو پلٹ دیتا ہے لہٰذا ہمارے افعال خدا کی طرف منسوب ہیں۔

[2] جنگ۔ عالَم کے اجزاء میں جنگِ طبعی یعنی اجزاء میں آثار اور طبائع کا اختلاف، جنگِ فعلی یعنی افعال و خواص کا اختلاف، جنگِ قولی یعنی اقوال کا باہمی اختلاف بہت خوفناک جنگ ہے اجزاء۔ اِس کی وجہ یہ ہے کہ اِس فانی دنیا کا قیام ہی اِس جنگ پر ہے، عناصر کی باہمی جنگ پر غور کرنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے۔ چار عنصر۔ دنیا کی چھت چار متضاد عنصروں پر قائم ہے۔ استنِ آب۔ پانی، آگ کو فنا کر دیتا ہے۔ پس۔ جبکہ مخلوق کی بنیاد ہی مختلف عناصر پر ہے تو مخلوق باہمی مختلف ہے۔

[3] ہست۔ مختلف چیزوں میں ہی اختلاف نہیں ہے بلکہ ایک چیز کے احوال میں بھی اختلاف ہے۔ چونکہ۔ جبکہ خود

می[1] نگر در خود چنیں جنگِ گراں — پس چہ مشغولی بجنگِ دیگراں

ایسی سخت لڑائی کو تو اپنے اندر دیکھ لے — تو دوسروں کی جنگ میں کیوں مبتلا ہے؟

تا مگر زیں جنگ حقّت وا خرد — در جہانِ صلحِ یک رنگت برد

تاکہ شاید اللہ (تعالیٰ) تجھے اس جنگ سے بچا دے — تجھے صلح کے یک رنگ جہان میں پہنچا دے

آں جہاں جز باقی و آباد نیست — زانکہ آں ترکیب از اضداد نیست

وہ جہاں، باقی اور آباد کے سوا کچھ نہیں ہے — کیونکہ وہ ترکیب اضداد کی نہیں ہے

ایں تفانی از ضد آید ضد را — چوں نباشد ضد نبود جز بقا

یہ باہمی فنا کرنا، ضد سے ضد کو پہنچتا ہے — جب ضد نہ ہو تو بقا کے سوا کچھ نہ ہوگا

نفیِ ضد کرد از بہشت آں بےنظیر — کہ نباشد شمس و ضدش زمہریر

اُس بےنظیر نے بہشت سے ضد کی نفی کر دی — کہ نہ سورج ہوگا اور نہ اُس کی ضد زمہریر

ہست بےرنگی اصولِ رنگہا — صلحہا[2] باشد اصولِ جنگہا

بےرنگی، رنگوں کی اصل ہے — صلحیں، جنگوں کی اصل ہیں

آں جہانست اصلِ ایں پُرغم وثاق — وصل باشد اصلِ ہر ہجر و فراق

وہ جہاں اِس پُرغم گھر کی اصل ہے — ہر ہجر اور فراق کی اصل، وصل ہے

ایں تخالف از چہ آید وز کجا — وز چہ زاید وحدت ایں اضداد را

یہ باہمی مخالفت کس چیز سے اور کہاں سے آتی ہے؟ — اور یہ وحدت اِن مخالف چیزوں میں کس چیز سے پیدا

زانکہ ما فرعیم و چار اضداد اصل — خویِ خود در فرع کرد ایجاد اصل

اِس لئے کہ ہم فرع ہیں اور چار اضداد اصل ہیں — اصل نے فرع میں اپنی خصلت پیدا کر دی ہے

گوہرِ[3] جاں چوں ورایِ فصلہاست — خویِ او ایں نیست خویِ کبریاست

روح کا گوہر جونکہ اِن اضداد سے جدا گانہ چیز ہے — اُس کی خصلت یہ نہیں ہے، خدائی خصلت ہے

جنگہا بیں کاں اصولِ صلحہاست — چوں نبی کہ جنگِ اُو بہرِ خداست

اُن جنگوں کو دیکھو، جو صلحوں کی اصول ہیں — جیسا کہ نبی ؐ کہ اُس کی جنگ خدا کے لئے ہے

طُرفہ آں جنگے کہ رُکنِ صلحہاست — شاد اُو کایں جنگِ اُو بہرِ خداست

وہ جنگ عجیب ہے جو صلحوں کی رکن ہے — وہ خوش نصیب ہے، جس کی یہ جنگ خدا کیلئے ہے

---

۱ می نگر۔ اگر انسان اپنے احوال پر نظر رکھے تو دوسروں سے جنگ کرنے میں مشغول نہ ہو۔ تا مگر۔ اگر خدا کسی کو صلح کے یک رنگ جہاں میں پہنچا دے تو بیشک وہ اختلاف سے بچ سکتا ہے۔ آں جہاں۔ عالمِ آخرت کی ترکیب اضداد سے نہیں ہے لہٰذا اُس میں بقا ہے۔ ایں تفانی۔ عالمِ دنیا کی فنا اضداد کی ترکیب کی وجہ سے ہے۔ کہ نباشد۔ عالمِ آخرت میں نہ سورج کی گرمی ہوگی نہ جاڑے کی سردی۔ بےرنگی یعنی عالمِ آخرت اصل اور مقصود ہے۔

۲ صلحہا۔ عالمِ شہود میں عالمِ آخرت ہی متصرف ہے وہی بےرنگ یہاں آکر رنگ حاصل کر لیتا ہے اور وہی اخیار جن میں وہاں صلح تھی یہاں آکر جنگ اختیار کر لیتی ہیں۔ وصل۔ عالمِ آخرت میں وصل ہے اور عالمِ دنیا میں ہجر و فراق ہے اور وہ ہجر و فراق کی اصل وصل ہوتا ہے۔ ایں تخالف۔ عالمِ دنیا میں جو باہمی اختلاف اور اتحاد ہے اُس کی وجہ یہ ہے کہ اِس عالم کی بنیاد اضداد پر ہے اور چونکہ اِن اشیاء میں روح بھی ہے جو اِس عالمِ اضداد سے نہیں ہے اُس کی وجہ سے باہمی اتحاد پیدا ہوتا ہے۔

۳ گوہرِ جاں۔ روح کا تقاضہ اختلاف نہیں ہے اُس میں کبریائی اخلاق ہیں جو اتحاد پیدا کر دیتے ہیں۔ جنگہا۔ رسولوں کے جہاد شر کو ختم کرنے کے لئے ہیں لہٰذا وہ جنگیں صلح کی اصول ہیں۔ طُرفہ۔ یہ جنگ دراصل فتنہ کو ختم کرنے کے لئے ہے اور یہ جنگ اپنی ذات کے لئے نہیں بلکہ خدا کے لئے ہوتی ہے۔

غالب[۱] ست و چیره در ہر[۲] دو جہاں — شرح ایں غالب نگنجد در دہاں
وہ دونوں جہان میں غالب اور فاتح ہے — اس غالب کی شرح منہ میں نہیں سماتی

آبِ جیحوں را اگر نتواں کشید — ہم ز قدرِ تشنگی نتواں برید
جیحوں کے پانی کو اگر کوئی نہ کھینچ سکے — پیاس کی بقدر سے بھی تعلق منقطع نہ کرے

گر شدی عطشانِ بحرِ معنوی — فرجہ کن در جزیرہ مثنوی
اگر تو معنوی سمندر کا پیاسا ہے — تو مثنوی کے جزیرے کی سیر کر

فرجہ[۲] کن چندانکہ اندر ہر نفس — مثنوی را معنوی بینی و بس
تو اس قدر سیر کر کہ ہر سانس میں — مثنوی کو صرف معنوی دیکھنے لگے

باد کہ را ز آبِ جو چوں وا کند — آب یک رنگیِ خود پیدا کند
ہوا، جب گھاس کو نہر کے پانی سے جدا کر دیتی ہے — پانی اپنی یک رنگی دکھاتا ہے

شاخہای تازۂ مرجاں ببیں — میوہائے رستہ ز آب جاں ببیں
مونگے کی نئی شاخیں دیکھ لے — جان کے پانی سے اُگے ہوئے میوے دیکھ لے

چوں ز حرف و صوت و دم یکتا شود — آں ہمہ بگذارد و دریا شود
جب حرف اور آواز اور سانس سے جدا ہو جائے — اُن سب کو چھوڑ کر دریا ہو جائے

حرف گوی و حرف نوش و حرفہا — ہر سہ جاں گردند اندر انتہا
بات کہنے والا اور بات سننے والا اور باتیں — آخر میں تینوں روح بن جائیں گی

ناں[۳] دہندہ و ناں ستان و نانِ پاک — سادہ گردند از صور گردند خاک
روٹی دینے والا اور روٹی لینے والا اور پاک روٹی — صورتوں سے سادہ بن جائینگی، مٹی بن جائینگی

لیک معنیٔ شاں بود در سہ مقام — در مراتب ہم ممیز ہم مدام
لیکن ان کی روح تین مقام پر ہوگی — مرتبوں میں بھی جداگانہ اور دوام میں بھی

خاک شد صورت ولے معنیٰ نشد — ہر کہ گوید شد تو گویش نے نشد
صورت مٹی ہو گئی لیکن معنیٰ نہ ہوئے — جو کہے کہ ہو گئے تو اس سے کہہ دے نہیں نہیں ہوئے

در جہانِ روح ہر سہ منتظر — گہ ز صورت ہارب و گہ مستقر
عالمِ روح میں تینوں منتظر ہیں — کبھی صورت سے متنفر اور کبھی قرار پانے والے

خاک شد۔ جسم فانی ہے اور روح باقی ہے اس کے بقا کا انکار نہ کرنا چاہیئے۔ در جہاں۔ صورت کے فنا ہونے کے بعد روح ہمیشہ کے لئے صورت سے علیحدہ نہیں ہوتی حضرتِ حق تعالیٰ اس کو مختلف صورتیں عنایت کرتے رہتے ہیں۔ ہارب۔ بھاگنے والا۔

۱ غالب۔ اس طرح کی جنگ کرنے والا دونوں جہان میں غالب رہتا ہے۔ آبِ جیحوں۔ ان جنگوں کے فضائل جو معیتِ حق کے ساتھ ہوتی ہیں دریائے ناپیدا کنار ہیں اگر ان کی پوری فضیلت نہیں بیان کی جاسکتی ہے تو بقدر ضرورت بیان ضروری ہے مَا لَا یُدْرَكُ كُلُّهٗ لَا یُتْرَكُ كُلُّهٗ۔ جس چیز کا کل حاصل نہ کیا جاسکے اس کو پورا چھوڑا نہیں جاتا ہے۔

۲ فرجہ کن۔ اگر یہ مقصد حاصل کرنا ہے تو مثنوی کی سیر کر اور اس کے معانی پر غور کر۔ باد کہ۔ دریا جو گھاس میں چھپا ہوا ہے جب ہوا اس کی گھاس ہٹاتی ہے تو دریا کی یکرنگی نظر آنے لگتی ہے یہی حال مثنوی کا ہے الفاظ کو ہٹا کر معانی پر غور کیا جائے تو حقیقت واضح ہوگی۔ شاخہای۔ گھاس ہٹ جانے کے بعد دریا میں مونگے کی شاخیں نظر آئیں گی۔ چوں ز کسی مضمون کے لئے حروف بمنزلہ گھاس کے ہیں۔ حرف۔ غور کرنے کے بعد کہنے والا اور سننے والا اور حروف سب حقیقت بن جاتے ہیں۔

۳ ناں دہندہ۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے روٹی دینے والا اور روٹی کھانے والا اور روٹی اپنی صورتیں ختم کرنے کے بعد سب خاک بن جاتے ہیں۔ لیک۔ یہ تینوں چیزیں روح بن جائیں گی لیکن ہر روح کا مقام جداگانہ ہے۔

۱ اَمر آید در صُوَر رَو در رَوَد
حکم ہوتا ہے، جسموں میں جا، چلی جاتی ہے

باز ہم زامرش مجرّد می شود
پھر اُسی کے حکم سے علیحدہ ہو جاتی ہے

پس لَہُ الخلقُ لَہُ الامرُ بداں
"اسی کیلئے خلق ہے اور اسی کیلئے امر ہے" تو سمجھ لے

خلق صورت امر جاں راکب براں
خلق صورت ہے، امر اس پر سوار روح ہے

راکب و مرکوب در فرمانِ شاہ
سوار اور سواری، شاہ کے حکم میں ہیں

جسم بر درگاہ و جاں در بارگاہ
جسم درگاہ پر اور روح دربار کے اندر ہے

چونکہ خواہد کاب آید در سبو
جب وہ چاہتا ہے کہ پانی ٹھلیا میں آ جائے

شاہ گوید جیشِ جاں را کارکبوا
شاہ، روح کے لشکر کو کہہ دیتا ہے کہ سوار ہو جاؤ

۲ باز جانہا را چو خواند بر علو
پھر جب روحوں کو اوپر بلاتا ہے

بانگ آید از نقیباں کانزلوا
نقیبوں کی جانب سے آواز آتی ہے کہ "اُترو"

بعد ازیں باریک خواہد شد سخن
اس کے بعد بات باریک ہو جائے گی

کم کُن آتش ہیزمش افزوں مکن
آگ کو کم کر اس کے ایندھن کو نہ بڑھا

تا نجوشد دیگہائے خُرد زُود
تاکہ چھوٹی دیگیں جلد نہ اُبل پڑیں

دیگِ ادراکات خُرد است و فرود
ادراکات کی دیگ چھوٹی اور کم درجہ کی ہے

پاک سبحانے کہ سیبستاں کُند
وہ سبحان پاک ہے جو سیبوں کا باغ لگاتا ہے

در عمامِ حرف شاں پنہاں کند
ان کو حروف کے ابر میں پوشیدہ کر دیتا ہے

زیں عمامِ بانگ و حرف و گفتگو
اس آواز اور حروف اور گفتگو کے ابر کی وجہ سے

پردۂ کز سیب ناید غیرِ بو
ایسا پردہ ہے کہ سیب کی خوشبو کے سوا کچھ نہیں آتا

۳ بارے افزوں کش تو ایں بو را بہوش
تو اس خوشبو کو ضرور ہوش کیساتھ خوب کھینچ

تا سوئے اصلت برد بگرفتہ گوش
تاکہ تجھے کان پکڑ کر اصل کی جانب لے جائے

بو نگہدار و بپرہیز از زکام
خوشبو کی حفاظت کر اور زکام سے بچ

تن بپوش از باد و بودِ سردِ عام
جسم کو عوام کی سرد ہوا اور ہستی سے بچا

تا نبندد ایں مشامت از اثر
تاکہ تیرے نتھنے اثر سے، بند نہ ہو جائیں

اے ہواشاں از زمستاں سرد تر
اے (مخاطب)! اُن کی ہوا جاڑے سے زیادہ سرد ہے

چوں جماد اند و فسردہ تن شگرف
وہ جماد (جیسے) اور ٹھٹھرے ہوئے عجیب جسم ہیں

می جہد انفاسِ شاں از تلِ برف
اُن کے سانس برف کے تودے سے نکل رہے ہیں

---

۱ اَمر آید۔ کبھی رُوح کے مُصوّر ہونے کا حکم ہوتا ہے۔ کبھی مجرّد ہونے کا۔ لَہُ الخلق۔ اِس آیت میں خلق سے صورت اور امر سے رُوح مراد ہے۔ جسم۔ جسم چونکہ مادّی ہے اِس لئے بارگاہ سے باہر ہے اور رُوح چونکہ مجرّد ہے اِس لئے اُس کا رُتبہ بارگاہ کے اندر ہے۔ چونکہ۔ جب خدا رُوح کو مُصوّر کرنا چاہتا ہے اُس کو حکم دیدیتا ہے کہ جسم کی سواری پر سوار ہو جا۔

۲ باز جانہا۔ جب پھر اُنکو جسم سے مجرّد کرتا ہے تو اُنکو حکم دیتا ہے کہ اپنی سواریوں سے اُترآؤ۔ بعد ازیں۔ اب یہ بات عوام کے ذہن سے دُور ہو رہی ہے لہٰذا اِس کو ختم کر دیا جائے آتش سے کلام اور ہیزم سے اُس کی طوالت مُراد ہے۔ تا نجوشد۔ رُوح کے جسم میں آنے جانے کی پوری کیفیت عوام کی عقول سے بالاتر ہے۔ پاک۔ اللہ تعالےٰ معانی کے سیبستان پیدا فرماتا ہے اور اُنکو حروف کے ابر میں پوشیدہ کر دیتا ہے اور لوگوں کو صرف خوشبو پہنچتی ہے۔

۳ بارے۔ جب اَسرار کی خوشبو پہنچے تو اُسکے ذریعہ اصل تک پہنچنے کی کوشش کر۔ بو نگہدار۔ خوشبو کی حفاظت کر اور اپنے آپ کو زکام سے بچا جو عوام کے خلط ملط سے پیدا ہوتا ہے۔ تا نبندد۔ عوام کی صحبت رُوحانی امراض پیدا کرنے میں بہت سخت ہے۔

چوں۔ عوام کی صحبت سے جسم ٹھٹھر جاتا ہے جب ایسا ہو تو کسی کامل کی صحبت اختیار کر۔ زتن یعنی جسم۔ برف۔ عوام کی صحبت

چوں زمین زیں برف در پوشد کفن
جب زمین اِس برف کا کفن پہن لے

تیغِ خورشیدِ حسامُ الدیںؒ بزن
حسام الدین کے سورج کی تلوار چلادے

ہیں برآر از شرق سیفُ اللہ را
خبردار! مشرق سے اللہ کی تلوار کو نکال لے

گرم کُن زاں شرق ایں درگاہ را
اِس سورج سے اُس درگاہ کو گرم کردے

برف را خنجر زند آں آفتاب
وہ سورج برف کے خنجر مار دے گا

سَیلہا ریزد زِکُہہا بر تراب
پہاڑوں سے زمین پر بہت سے بہاؤ بہادیگا

زانکہ لاشرقی ولاغربی ست اُو
کیونکہ وہ نہ شرقی ہے، نہ غربی ہے

با منجّم روز و شب حربی ست اُو
وہ شب و روز منجّم سے لڑائی میں ہے

کہ چرا جز من، نجومِ بے ہُدیٰ
کہ تونے کیوں میرے علاوہ بے ہدایت ستاروں کو

قبلہ کردی از لئیمی و عمیٰ
کمینہ پن اور اندھے پن سے قبلہ بنایا ہے؟

تا خوشت ناید مقالِ آں امینؑ
یہاں تک کہ تجھے اُس امین کی بات بھلی نہ لگی

در نُبی کہ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ
قرآن میں، کہ میں غروب کرنیوالوں سے محبت نہیں کرتا

از قزح در پیشِ مہ بستی کمر
تونے سورج کے سامنے دھنک کمان کا پٹکا باندھا

زاں ہمی رنجی ز وَانْشَقَّ الْقَمَرُ
اسی وجہ سے تو "اور سورج شق ہوگیا" سے رنجیدہ ہے

منکری ایں را کہ شَمْسُ کُوِّرَتْ
تو اس کا منکر ہے کہ سورج لپیٹ دیا جائے گا

شمس پیشِ تُست اعلیٰ مرتبت
تیرے نزدیک سورج بلند مرتبہ ہے

از ستارہ دیدہ تصریفِ ہوا
تو ہوا میں تصرف ستارے سے سمجھا ہے

نا خوشت آید اِذَا النَّجْمُ ہَوٰی
اسی لئے تجھے - "جبکہ ستارہ گر جائے گا" ناپسند ہے

خود مؤثّر تر نباشد مہ زناں
چاند یقیناً روٹی سے زیادہ مؤثّر نہیں ہے

اے بسا نانے کہ بُبرید عِرقِ جاں
اے (مخاطب)! بہت سی روٹیاں ہیں جنہوں نے روح کی رگ کاٹ دی ہے

خود مؤثّر تر نباشد زہرہ زآب
یقیناً زہرہ پانی سے زیادہ مؤثّر نہیں ہے

اے بسا آبا کہ کرد اُو تن خراب
اے (مخاطب)! بہت سے پانی ہیں جنھوں نے جسم کو تباہ کیا ہے

مہرِ آں در جانِ تُست و پندِ دوست
اُس (ستارے) کی محبت تیری جان میں ہے اور دوست کی نصیحت

میزند بر گوش تو بیرونِ پوست
کھال سے باہر، کان سے ٹکراتی ہے

پندِ ما در تو نگیرد اے فلاں
اے فلاں! ہماری نصیحت تجھ میں اثر نہیں کرتی ہے

پندِ تو در ما نگیرد ہم بداں
سمجھ لے، تیری نصیحت بھی ہم میں اثر نہیں کرتی

لہ حسام الدین - یعنی کامل ولی - شرق - مشرق، مشرقی - سورج - درگاہ یعنی جسم - برف - سورج کی حرارت سے برف گھل جائیگا - زانکہ - اولیاء کی صحبت ایسا سورج ہے جس کا شرق اور غرب سے تعلق نہیں ہے - کہ چرا - یہ سورج منجّم سے کہتا ہے کہ تونے ستاروں کو اپنا قبلہ کیوں بنا رکھا ہے۔

لہ آں امین - حضرت ابراہیمؑ نے کہا تھا کہ میں ان غروب کرجانے والے ستاروں کو پسند نہیں کرتا ہوں - اِنْشَقَّ الْقَمَرُ - نجومی قمر کے شق ہونے کی بات سے ناخوش ہوتا ہے - منکری - نجومی اس بات کا بھی منکر ہے کہ قیامت میں سورج کو بے نور کردیا جائیگا اور ستارے ٹوٹ جائینگے۔

لہ خود - بیشک علمِ نجوم سے فوائد ہیں لیکن ستاروں کو مؤثرِ حقیقی سمجھنا غلطی ہے جیسے روٹی میں فوائد ہیں لیکن اس کا غلط استعمال ہلاک کردیتا ہے۔ نیز زہرہ ستارے میں پانی سے زیادہ تاثیر نہیں ہے لیکن پانی کا غلط استعمال بھی بربادی کا سبب ہے - مہرِ آں - ستارے کی محبت نجومی کے دل سے پیوستہ ہوگئی ہے اور نصیحت صرف کان کے اوپر لگتی ہے - پندِ ما - منکر پر ہماری نصیحت اثر نہیں کرتی ہے ہاں اگر خدا اس کے کان کھولدے تو نصیحت اثر کرنے لگے۔

جز مگر مفتاحِ خاص آید ز دوست — کہ مقالیدُ السمٰوٰتِ آنِ اوست

اس کے سوا کہ دوست کی جانب سے خاص کنجی آجائے — کیونکہ آسمانوں کی کنجیاں اس کی ملکیت ہیں

ایں سخن[1] ہمچوں ستارہ است و قمر — لیک بے فرمانِ حق ندہد اثر

یہ بات بھی ستارے اور چاند کی طرح ہے — لیکن خدا کے حکم کے بغیر اثر نہیں کرتی ہے

ایں ستارہ بیجہت تاثیرِ او — میزند بر گوشہائے وحی جو

یہ ستارہ بے جہت ہے، اس کی تاثیر — وحی کے جویاں کانوں میں پہنچتی ہے

کہ بیائید از جہت تا بیجہات — تا ندرانَد شمارا گرگِ مات

کہ جہت سے بے جہات کی جانب آجاؤ — تاکہ تمہیں موت کا بھیڑیا پھاڑ نہ ڈالے

آنچناں کہ لمعۂ دُر پاشِ اوست — شمسِ دنیا در صفت خفاشِ اوست

اس طرح پر کہ اس کی موتی برسانے والی روشنی — دنیا کا سورج، صفت میں اس کی چمگادڑ ہے

ہفت[2] چرخے ازرقی در رقِ اوست — پیکِ ماہ اندر تپ و در دقِ او

سات نیلے آسمان، اس کی غلامی میں ہیں — چاند کا قاصد اس سے تپ اور دق میں ہے

زہرہ چنگ مسئلہ در وے زدہ — مشتری با نقدِ جاں پیش آمدہ

زہرہ نے سوال کا ہاتھ اس سے وابستہ کر دیا ہے — مشتری نقد جاں لے کر اس کے سامنے آگیا ہے

در ہوای دست بوسِ او زحل — لیک خود را می نہ بیند آں محل

زحل، اس کی دست بوسی کی خواہش میں ہے — لیکن اپنے لئے یہ رتبہ نہیں دیکھتا ہے

دست[3] و پا مریخ چندیں خستہ ازو — واں عطارد صد قلم بشکستہ ازو

مریخ کے ہاتھ پاؤں اس سے زخمی ہیں — عطارد نے اس کے سبب سینکڑوں قلم توڑ دیے ہیں

با منجم ایں ہمہ انجم بجنگ — کاے رہا کردہ تو جاں بگزیدہ رنگ

یہ ستارے نجومی سے جنگ میں ہیں — کہ اے وہ! جس نے جان کو چھوڑ کر رنگ کو پسند کر لیا ہے

جاں وے است و ما ہمہ رنگ و رقوم — کوکبِ ہر فکرِ او جانِ نجوم

جان وہی ہے اور ہم سب رنگ اور نقوش ہیں — اس کی فکر کا ہر ستارہ، ستاروں کی جان ہے

فکر کو آنجا ہمہ نور ست پاک — بہرِ تست ایں لفظِ فکر اے فکرناک

فکر کہاں؟ وہاں تو سب پاک نور ہے — اے متفکر! فکر کا لفظ تیرے لئے ہے

ہر ستارہ خانہ دارد در علا — ہیچ خانہ در نگنجد نجمِ ما

بلندی میں ہر ستارے کا ایک خانہ ہے — ہمارا ستارہ کسی خانہ میں نہیں سماتا ہے

---

[1] ایں سخن۔ یعنی خدائی نصیحت ستارے کی طرح ہے جو خدا کے حکم سے ہی مؤثر بنتی ہے۔ ایں ستارہ۔ یعنی دوست کی نصیحت اسی پر اثر کرتی ہے جو وحی کا مشتاق ہے۔ کہ بیائید۔ انسان کو باجہت ستارے کو چھوڑ کر بے جہت ستارے یعنی دوست کی نصیحت کی طرف رجوع کرنا چاہیئے تاکہ ہلاکت سے بچ سکیں۔ آنچناں۔ یہ بے جہت ستارہ اس قدر منور ہے کہ سورج اس کی شعاع سے چمگادڑ کی طرح منہ چھپاتا ہے۔

[2] ہفت۔ اس ستارے کے ساتوں آسمان غلام ہیں۔ چاند اس کے سامنے تپ اور دق میں مبتلا نظر آتا ہے۔ زُہرہ زُہرہ ستارہ اس کا بھکاری ہے مشتری اس پر جان نثار کرتا ہے زحل ستارہ اس کی دست بوسی کرنا چاہتا ہے لیکن اپنے آپ کو اس فضیلت کا مستحق نہیں سمجھتا ہے۔

[3] دست۔ مریخ جو جلاد الفلک ہے اس نے اس کی خدمت میں اپنے ہاتھ پاؤں زخمی کرلئے ہیں عطارد جو دبیر الفلک ہے اس نے اس کی تعریف میں سینکڑوں قلم توڑ ڈالے ہیں۔ با منجم۔ ستارے نجومی کو ملامت کرتے ہیں کہ تو نے روح یعنی بے جہت ستارے کو چھوڑ کر ہم سے کیوں تعلق پیدا کیا ہے۔ ہر ستارہ۔ یہ ستارہ محدود ہے وہ ستارہ لامحدود ہے۔

جانِ[۱] بے سُو در مکاں کے در رَوَد — نورِ نامحدود را حد کے بُود

بے جہت جان، مکاں میں کب جاتی ہے؟ — لامحدود نور کی حد کہاں ہوتی ہے؟

لیک تمثیلے و تصویرے کُنند — تاکہ دَریابد ضعیفِ دَرد مَند

لیکن ایک مثال اور تصویر بنادیتے ہیں — تاکہ کمزور دردمند سمجھ لے

مثل نبُود لیک باشد آں مثیل — تاکُند عقل مجمّد را گسیل

وہ مثل نہیں ہوتی لیکن وہ مثال ہوتی ہے — تاکہ منجمد عقل کو کشادہ کردے

عقلِ سَر تیز ست لیکن پائے سُست — زانکہ دل ویراں شُدست و تن درست

سَر کی عقل تیز ہے، لیکن سُست قدم ہے — کیونکہ دل ویران ہے اور جسم درست ہے

عقلِ[۲] شاں در نقلِ دنیا پیچ پیچ — فکرِ شاں در ترکِ شہوت ہیچ ہیچ

انکی عقل دنیا کو منتقل کرنے میں پیچ در پیچ ہے — شہوت کو ترک کرنے میں اُنکی فکر ہیچ در ہیچ ہے

صَدرِ شاں در وقتِ دعوےٰ ہمچو شرق — صبرِ شاں در وقتِ تقوےٰ ہمچو برق

اُنکا سینہ دعوے کے وقت سورج کیطرح ہے — انکا صبر، تقوے کے وقت، برق کی طرح ہے

عالمے اندر ہنرہا خود نما — ہمچو عالم بے وفا وقتِ وفا

وہ خود نما ہنروں میں ایک عالم ہے — وفا کے وقت دنیا کی طرح بے وفا ہے

وقتِ خود بینی نگنجد در جہاں — در گلو و معدہ گم گشتہ چو ناں

خودبینی کے وقت دنیا میں نہیں سماتا ہے — حلق اور معدے میں روٹی کیطرح گم ہے

ایں[۳] ہمہ اوصافِ شاں نیکو شود — بد نماند چونکہ نیکو خو شود

اُنکے یہ سب اوصاف بھلے ہوجاتے ہیں — جب نیک خصلت ہوجاتا ہے وہ بُرے نہیں رہتے ہیں

گر منی گندہ بُود ہمچو منی — چوں بجاں پیوست یابد روشنی

اگرچہ خودی، منی کی طرح گندی ہے — جب جان سے وابستہ ہوجاتی ہے روشنی حاصل کرلیتی ہے

ہر جمادے کو کُند رُو در نبات — از درختِ بختِ اُو روید حیات

جو جماد، نبات کی طرف رُخ کرلیتا ہے — اُسکے نصیبہ کے درخت سے زندگی اُگ آتی ہے

ہر نباتے کو بجاں رُوی آورد — خضر وار از چشمۂ حیواں خورد

ہر نبات جو جاں کی جانب رُخ کرلیتی ہے — وہ حضرت خضرؑ کی طرح آبِ حیات سے سیراب ہوجاتی ہے

باز چوں جاں رُو سوی جاناں نہد — رخت را در عمرِ بے پایاں نہد

جب جان، جاناں کی طرف رُخ کرتی ہے — ختم نہونے والی زندگی میں سامان جما رکھتی ہے

---

۱ جان۔ روح لامکانی چیز ہے وہ کسی مکاں میں محدود نہیں ہوسکتی ہے۔ لیک۔ روح کی مثالیں محض کمزور عقل والوں کو سمجھانے کے لئے بیان کردی جاتی ہیں لیکن وہ چیز اُس روح کی مثل نہیں ہوتی جو تمام اوصاف میں شریک ہو بلکہ مثال اور مثیل ہوتی ہے۔ مجمّد۔ جامد۔ گسیل۔ کشادہ کرنا، آزاد کرنا۔ عقلِ سَر۔ تن پرور روح کی تعمیر نہیں کرتا ہے۔

۲ عقلِ شاں۔ اُنکو صرف عقلِ معاش حاصل ہے عقلِ معاد سے وہ بالکل محروم ہیں۔ صدرِ شاں۔ غلط دعووں میں بڑی حیثیت کے مالک ہیں لیکن تقوے کے اعتبار سے اُن کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ عالمے۔ خود نمائی میں وہ ایک دنیا معلوم ہوتا ہے اور وفا کے وقت دنیا کی طرح بے وفا معلوم ہوتا ہے۔ وقت۔ خود بینی کے وقت دنیا میں نہیں سماتا ہے اور گلے اور معدے کی لذت کے وقت روٹی کی طرح گم ہوجاتا ہے۔

۳ ایں ہمہ۔ انسان جب نیک خصلت بنجاتا ہے تو اُس کی بُرائیاں بھلائیوں میں تبدیل ہوتی ہیں۔ گر منی۔ خودی بُری چیز ہے لیکن جب اسکا تعلق رُوح سے ہوجائے تو بھلی بنجاتی ہے۔ ہر جمادے۔ جب جماد نبات کا جزو بنجاتا ہے تو فضیلت حاصل کرلیتا ہے۔ ہر نباتے۔ جو نبات روح سے تعلق پیدا کرلیتی ہے اُسمیں مزید فضیلت حاصل ہوجاتی ہے۔ باز۔ جب روح اپنا تعلق روح الارواح سے کرلیتی ہے تو اسکو نہ مٹنے والی زندگی حاصل ہوجاتی ہے۔

سوالِ۱ سائل از واعظ کہ مُرغے بر سرِ ربض نشستہ بُود سر

ایک سائل کا ایک واعظ سے سوال کرنا کہ جو پرند احاطہ پر بیٹھا ہو اُس کا

اُو فاضل تر ست و شریف تر و عزیز تر و مُکرم تر

سر فاضل اور زیادہ شریف اور زیادہ عزیز اور زیادہ معزز ہے

یا دُمِ او و جواب دادنِ واعظ سائل را بقدرِ فہم

یا اُس کی دم اور واعظ کا سائل کو اُس کے فہم اور ادراک کے مطابق

و ادراکِ او

جواب دینا

واعظے را گفت روزے سائلے
ایک روز ایک سوال کرنے والے نے ایک واعظ سے کہا

کاے تو منبر را ستی۲ تر قابلے
کہ اے جناب! آپ منبر کے اعلیٰ درجہ کے قابل ہیں

یک سوالستم بگو اے ذو لباب
میرا ایک سوال ہے، اے عقلمند! فرمائیے

اندریں مجلس سوالم را جواب
اِس مجلس میں میرے سوال کا جواب

بر سرِ بارو یکے مُرغے نشست
قلعہ کی دیوار پر ایک پرند بیٹھا ہے

از سر و از دُم کدامینش بہ است
اُس کے سر اور دُم میں سے کون افضل ہے؟

گفت اگر رُویش بشہر و دُم بدہ
اس نے کہا اگر اُسکا مُنہ شہر کیطرف اور دُم گاؤں کیجانب ہو

رُویِ او از دُمِ او میداں کہ بہ
سمجھ لے، کہ اُسکا مُنہ اُس کی دُم سے بہتر ہے

ور سُوی شہر ست دُم رُویش بدہ
اگر دُم شہر کی جانب اور مُنہ گاؤں کی جانب ہو

خاکِ آں دُم باش و از رُویش بجہ
اُس دم کی خاک بن جا، اور اُس کے چہرے سے بچ

مُرغ با پر می پرد تا آشیاں
پرند پروں سے آشیانہ کی طرف پرواز کرتا ہے

پرِ مردم ہمت ست اے مردماں
اے لوگو! انسان کا پَر، ہمت ہے

عاشقے کالودہ شُد در خیر و شر
وہ عاشق جو خیر اور شر میں ملوث ہے

خیر و شر منگر تو در ہمت نگر
خیر اور شر کو نہ دیکھ تو ہمت کو دیکھ

باز۳ اگر باشد سپید و بے نظیر
باز اگر سفید اور بے مثال ہو

چونکہ صیدش موش باشد شد حقیر
جبکہ اُسکا شکار چوہا ہو، وہ حقیر ہے

ور بُود چغدے و میلِ او بشاہ
اور اگر وہ چغد ہو اور اُسکا میلان شاہ کیجانب ہو

او سرِ باز ست منگر در کلاہ
وہ باز کا سر ہے، چوٹی کو نہ دیکھ

۱ سوال۔ اس سوال سے یہی بتایا ہے کہ ہر چیز اپنے افضل کی معیت سے مزید فضیلت حاصل کر لیتی ہے۔
ربض۔ ماحول، احاطہ۔
۲ ستی۔ بلند بارو، قلعہ۔
در ہمت۔ یعنی عاشق کے افعال پر نظر نہ کر بلکہ اُس کی ہمت کو دیکھ جو بہرحال قابلِ تعریف ہے۔
۳ باز۔ باز اگر چوہے کا شکار کرنے لگے تو ذلیل ہے۔ ور بود۔ اگر چغد شاہ کی طرف نظر رکھے شریف ہے۔

ور نہمی شیرے خورد از مُردہ خر | سگ بُود او شکلِ شیرے کم نگر
اگر شیر مردہ گدھا کھا رہا ہے | وہ کتا ہے، شیر کی شکل کو نہ دیکھ

ور پلنگ و گرگ را افگند سگ | شیر میداں مر ورا بے ریب و شک
اگر کتے نے چیتے اور بھیڑیے کو پچھاڑ دیا | بے شک وشبہ اس کو شیر سمجھ

آدمی بسرشتہ از یک مُشتِ گل | بر گذشت از چرخ واز کوکب بدل
آدمی، ایک مٹھی مٹی سے گندھا ہوا | قلب کے ذریعہ آسمان اور ستارے سے بڑھ گیا

آدمی بر قدرِ یک طشتِ خمیر | بر فزود از آسمان و از اثیر
آدمی جو خمیر کے ایک طشت کی بقدر ہے | آسمان اور کرۂ ناری سے بڑھ گیا

ہیچ کرّمنا شنید ایں آسماں | کہ شنید ایں آدمیِ پُر غماں
اس آسمان نے کبھی "ہم نے مکرم بنایا" سنا ہے | جو اس غموں کے بھرے ہوئے آدمی نے سنا ہے

بر زمین و چرخ عرضہ کرد کس | خوبی و عقل و عبارات و ہوس
کسی نے زمین اور آسمان پر پیش کیا ہے | حُسن اور عقل اور عبارتیں اور تمنا؟

جلوہ کردی ہیچ تو بر آسماں | خوبیِ رُوی و اصابت در گماں
کبھی تو نے آسمان پر رونمائی کی ہے | چہرے کی خوبصورتی اور گمان میں رائے کی درستگی

پیشِ صورتہایِ حمّام اے ولد | عرضہ کردی ہیچ سیم اندام خود
اے صاحبزادے! حمام کی تصویروں کے سامنے | اپنا چاندی جیسا جسم کبھی تونے پیش کیا ہے؟

بگذری زاں نقشہائے ہمچو حور | جلوہ آری با عجوزے نیم کور
تو اُن حور جیسی تصویروں سے گذر جاتا ہے | ایک چندھی بڑھیا کو جلوہ دکھاتا ہے

در عجوزہ چیست کایشاں را نبود | کو ترا زاں نقشہا با خود ربود
بڑھیا میں کیا ہے، جو انہیں نہیں تھا | جو تجھے اُن تصویروں سے اپنی جانب اُچک لے گئی

تو نگوئی من بگویم در بیاں | عقل و حس و درک و تدبیرست و جاں
تو نہ بتا، میں بیان میں بتاتا ہوں | عقل اور حس اور ادراک اور تدبیر اور جان ہے

در عجوزہ جانِ آمیزش کنست | صورتِ گرمابہ را روح نیست
بڑھیا میں جان ہے جو آمیزش کرنے والی ہے | حمام کی تصویروں میں روح نہیں ہے

صورتِ گرمابہ گر جنبش کند | در زماں از صد عجوزت بر کند
حمام کی تصویر اگر حرکت کرنے لگے | فوراً تجھے سیکڑوں بوڑھیوں سے جدا کر دے

۱ ور نہمی۔ جو شیر مُردہ گدھے کا شکار کرے وہ کتا ہے اور اگر کتا چیتے یا شیر کا شکار کرے تو وہ شیر ہے۔ آدمی۔ انسان جسکی سرشت مٹی اور پانی سے ہے ہمت کیوجہ سے آسمان اور ستاروں سے بلند ہے۔ کرمنا۔ "ہم نے فضیلت دی" یہ انسان کی فضیلت اُس کی بلند ہمت کیوجہ سے ہے۔ انسانی خصوصیات جو آسمان اور زمین کو حاصل نہیں ہیں وہ محض اُس کی بلند ہمت کی وجہ سے ہیں۔

۲ پیش صورتہا۔ حمام کی تصویریں ہمت سے خالی ہیں اور بے قدر ہیں۔ بگذری۔ حمام کی تصویروں سے انسان کوئی تعلق نہیں رکھتا اور ایک بدصورت بڑھیا سے تعلق پیدا کرتا ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ تصویریں بے روح اور بے ہمت ہیں۔

۳ در عجوزہ۔ بڑھیا کی طرف میلان کی وجہ اُسکا حس و ادراک اور عقل ہی ہے۔ در عجوزہ۔ بڑھیا میں روح اور جان ہے جو حمام کی تصویروں میں نہیں ہے۔ صورت۔ اگر حمام کی تصویریں باجان ہو جائیں تو بڑھیا کی طرف کبھی میلان نہ ہو۔

جانؒ چہ باشد باخبر از خیر و شر
جان کیا ہوتی ہے؟ جو خیر اور شر سے باخبر ہے

شاد با احسان و گریاں از ضرر
احسان سے خوش اور نقصان سے رونے والی ہے

چوں سِرّ و ماہیتِ جاں مُخبر ست
جبکہ جان کا راز اور ماہیت اسکا باخبر ہوتا ہے

ہر کہ اُو آگاہ تر با جاں تر ست
جو زیادہ آگاہ ہے جان کے اعتبار سے زیادہ ہے

اقتضایِ جاں چو اے دل آگہیست
اے دل! جب جان کا اقتضاء باخبری ہے

ہر کہ آگہ تر بُود جانش قویست
جو زیادہ باخبر ہوگا اُسکی جان زیادہ قوی ہوگی

خود جہانِ جاں سراسر آگہیست
عالمِ ارواح خود سراسر باخبری ہے

ہر کہ بیجان ست از دانش تہی ست
جو بے جان ہے وہ دانش سے خالی ہے

رُوح را تاثیر آگاہی بُوَد
روح کی تاثیر باخبری ہے

ہر کرا ایں بیش اللّٰہی بُوَد
جس کو یہ زیادہ حاصل ہے وہ اللہ والا ہے

چوںؒ خبرہا ہست بیروں از نہاد
چونکہ بہت سی خبریں وجود سے باہر کی ہیں

باشد ایں جانہا دراں میداں جماد
تو جانیں اُس میدان میں جماد ہوں گی

جانِ اوّل مَظہرِ درگاہ شُد
جانِ اوّل درگاہ کا مَظہر ہے

جانِ جاں خود مظہرِ اللہ شُد
جانِ جاں خود اللہ (تعالیٰ) کا مَظہر ہے

آں ملائک جملہ عقل و جاں بُدند
ملائکؑ، مجسّم عقل اور روح تھے

جانِ نو آمد کہ جسمِ آں شُدند
نئی روح آئی جس کے لئے وہ جسم بن گئے

از سعادت چوں بر آں جاں بر زدند
سعادت کی وجہ سے جب اُس روح سے جالگے

ہمچو تن آں رُوح را خادم شُدند
جسم کی طرح، اُس روح کے خادم ہوگئے

آںؒ بلیس از جاں ازاں سر بُردہ بُود
اُس شیطان نے اُس جان سے سرتابی کی

یک نشد با جاں کہ عضوِ مُردہ بُود
جان کے ساتھ ایک نہ بنا کیونکہ مردہ عضو تھا

چوں نبُودش آں فدائِ آں نشدؒ
چونکہ اسکو وہ (سعادت) حاصل نہ تھی وہ اُس روح پر فدا نہ ہوا

دست بشکستہ مُطیعِ جاں نشُد
ٹوٹا ہوا ہاتھ تھا جان کا فرماں بردار نہ بنا

جاں نشد ناقص گر آں عضوش شکست
اگر اسکا وہ عضو ٹوٹ گیا جان ناقص نہ ہوئی

کاں بدستِ اُوست تاند کرد، ہست
کیونکہ وہ اُسکے قبضہ میں ہے اسکو موجود کر سکتی ہے

سِرِّ دیگر ہست کو گوشِ دِگر
ایک دوسرا راز ہے، دوسرا کان کہاں ہے؟

طوطی کو مُستعدِ آں شکر
وہ طوطی کہاں ہے جو اُس شکر کی استعداد رکھے؟

۱ جاں۔ جان کے خواص یہ ہیں کہ وہ بھلے بُرے کو پہچانتی ہے، احسان سے خوش اور نقصان سے غمگین ہوتی ہے چوں جبکہ جان کے یہ خواص ہیں تو جو زیادہ باخبر ہوگی وہ مکمل جان ہوگی اور جو شخص زیادہ باخبر ہوگا اُسکی جان زیادہ قوی ہوگی، بے جان، دانش اور عقل سے خالی ہوتا ہے۔ روح۔ روح کی تاثیر آگاہی ہے جو روح اس صفت میں بڑھی ہوئی ہوگی وہ خدائی روح ہوگی۔

۲ چوں۔ اگر طبیعت میں علم و احساس کا مادّہ نہیں ہے تو ذی روح بسطرح جماد کے سمجھا جائے گا۔ جانِ اول۔ وہ روح جو مُدبّر بدن ہے وہ اللہ کی صفات کا مَظہر ہے اور جان کی جان جو علوم و معارف سے متصف ہو جاتی ہے وہ مَظہرِ ذاتِ حق ہو جاتی ہے۔ آں ملائک۔ ملائک مجسّم عقل و جان تھے لیکن وہ حضرت آدمؑ کی روح کے اسطرح تابع ہوگئے جسطرح جسم روح کے تابع ہے۔

۳ آں بلیس۔ شیطان نے اُس روح سے رابطہ منقطع کر لیا وہ مردہ عضو بن کر رہ گیا۔ دست بشکستہ۔ جو عضو ٹوٹ جاتا ہے وہ روح سے خالی ہو جاتا ہے جاں نشد۔ لیکن شیطان کی نافرمانی سے آدمؑ کے کمال میں نقصان نہیں آیا۔ سِرِّ دیگر۔ شیطان کی نافرمانی کا ایک اور راز بھی ہے جو عوام کے سامنے بیان نہیں کیا جا سکتا۔ سرِّ دیگر دوسری جگہ مولانا نے یہ راز بھی ظاہر کیا ہے اور بتایا ہے کہ حضرت حق تعالیٰ کی صفت مُضل کا مظہر بنانا تھا اسلئے شیطان کو پیدا فرمایا ہے۔

طوطیانِ خاص را قندیست ژرف[۱۸] — طوطیانِ عام ازیں خور بستہ طرف

خاص طوطیوں کے لئے شکر بہت ہے — عام طوطیوں نے اس خوراک سے آنکھ بند کر رکھی ہے

کے چشد درویشِ صورت زاں نکات[۱۹] — معنی ست آں نے فعولن فاعلات

صورت کا بھکاری اِن نکتوں کو کیا چکھ سکتا ہے؟ — وہ معنیٰ ہیں فعولن فاعلات نہیں ہے

از خرِ عیسیٰ دریغش نیست قند[۲۰] — لیک خر آمد بخلقت کہ پسند

(حضرت) عیسیٰؑ کو اپنے گدھے سے شکر کے بارے میں رکاوٹ نہیں — لیکن گدھا طبعاً گھاس کو پسند کرتا ہے

قند خر را گر طرب انگیختے — پیشِ خر قنطارِ شکر ریختے

اگر گدھے کو شکر خوش کر سکتی — تو وہ گدھے کے سامنے ہی شکر کا بورا ڈال دیتے

معنیٔ نَخْتِمُ عَلٰی اَفْوَاهِهِمْ[۲۱] — ایں شناس اینست رہرو را مہم

ہم انکے مونہوں پر مہر لگائیں گے، کے معنیٰ — یہ سمجھ لے، یہ سالک کے لئے ضروری ہے

تا ز راہِ خاتمِ پیغمبراں[۲۲] — بو کہ برخیزد ز لب ختمِ گراں

پیغمبروں کے خاتم کے راستے کے ذریعہ — ہو سکتا ہے کہ ہونٹ سے بھاری مہر ہٹ جائے

ختمہائے کانبیا بگذاشتند — آں بدینِ احمدی برداشتند

وہ مہریں جو انبیاء باقی چھوڑ گئے تھے — اُن کو احمدیؐ دین کے ذریعہ ہٹا دیا ہے

قفلہائے ناکشادہ ماندہ بود — از کفِ اِنَّا فَتَحْنَا برکشود

جو بغیر کھلے ہوئے تالے رہ گئے تھے — "بیشک ہم نے کھولا" کے ہاتھ سے کھلے

او شفیع ست ایں جہان و آنجہاں[۲۳] — ایں جہاں در دین و آنجا در جناں

وہ اس جہاں اور اُس جہان کے سفارشی ہیں — اِس جہان میں دین کے اور اُس جہان میں جنتوں کے

ایں جہاں گوید کہ تو رہ شاں نما — واں جہاں گوید کہ تو مہ شاں نما

یہ جہان کہتا ہے کہ آپ اُن کو راستہ دکھائیں — وہ جہان کہتا ہے کہ آپ اُن کو چاند دکھائیں

پیشہ اش اندر ظہور و در کموں — اِهْدِ قَوْمِيْ اِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ

ظاہر اور باطن میں اُن کی عادت — میری قوم کو ہدایت دے بیشک وہ بے خبر ہیں" ہے

---

۱۸ طوطیاں۔ خاصانِ خدا کے لئے اسرار کی شکر بکثرت موجود ہے وہ اس سے غذا حاصل کر رہے ہیں عوام اس طرف توجہ نہیں کرتے ہیں۔ کے چشد۔ جو شخص محض لفظوں کا بھکاری ہے اس کو معانی کا لطف حاصل نہیں ہوتا یہ مثنوی محض شاعری نہیں ہے بلکہ اسرار کا بیان ہے۔ از خرِ عیسیٰ۔ حضرت عیسیٰؑ اپنے گدھے کو بھی اسرار کی تعلیم دے سکتے تھے لیکن اس میں استعداد ہی نہ تھی۔ قند۔ اگر ان کا گدھا اسرار سننے کی اہلیت رکھتا تو وہ اس کو اسرار کی تعلیم دیتے۔ عَلٰی اَفْوَاهِهِمْ۔ قرآن پاک میں ہے۔ اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰی اَفْوَاهِهِمْ "آج ہم اُن کے مونہوں پر مہر لگا دینگے" مولانا فرماتے ہیں کہ اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ انہیں اسرار کو ہضم کرنے کی استعداد نہیں ہے۔

۲۲ تا ز راہ۔ اگر بے استعداد لوگ آنحضورؐ کا طریقہ اختیار کریں تو ہو سکتا ہے اُن میں استعداد پیدا ہو جائے اور وہ مہر جو ان لوگوں کے مُنہ پر لگی ہے آنحضورؐ کی برکت سے اکھاڑ دی جائے۔ قفلہائے۔ ان لوگوں کے مُنہ پر جو قفل لگے ہوئے ہیں وہ آنحضورؐ کی برکت سے کھل جائینگے۔ اِنَّا فَتَحْنَا۔ قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے کہ "بیشک ہم نے اُن کے لئے فتح کر دیا" اِس میں صرف مکّہ کی فتح مراد نہیں ہے بلکہ قفلوں کا کھلنا بھی مراد ہے ——

۲۳ او شفیع۔ آنحضورؐ دونوں جہانوں کے شفیع ہیں دنیا میں انکی سفارش سے اسرارِ دین تک رسائی ہوئی ہے اور آخرت میں جنت تک رسائی ہوگی۔ ایں جہاں۔ دنیا بزبانِ حال آپ سے کہتی ہے کہ اُن کو راہِ ہدایت دکھلایئے اور آخرت کہے گی کہ اُن کو دیدارِ خداوندی کرایئے۔ اِهْدِ۔ آنحضورؐ کی دعا تھی کہ "خدا میری قوم کو ہدایت دے وہ جانتے نہیں ہیں"

بازگشته[1] **از دمِ او ہر دو باب** — **در دو عالم دعوتِ او مستجاب**

ان کی دُعا سے دونوں دروازے کھلے — دو جہاں میں اُن کی دُعا مقبول ہے

بہرِ ایں خاتم شدست او کہ بجود — **مثلِ او نے بود و نے خواہند بود**

اسلئے وہ خاتم بنے، کیونکہ سخاوت میں — اُن جیسا نہ تھا اور نہ ہوں گے

چونکہ در صنعت برد اُستاد دست — **نے تو گوئی ختم صنعت بر تو است**

جب کوئی اُستاد کاریگری میں بازی لے جاتا ہو — کیا تو نہیں کہتا کہ کاریگری اس پر ختم ہے؟

در گشادِ[2] **ختمہا تو خاتمی** — **در جہانِ روح بخشاں حاتمی**

آپ مہروں کے کھولنے میں خاتم ہیں — رُوح بخشنے والوں کے جہاں میں، آپ حاتم ہیں

ہست اشاراتِ محمدؐ المراد — **کُل گشاد اندر گشاد اندر گشاد**

خلاصہ یہ ہے کہ محمدؐ کے ارشادات ہیں — سب فتوح در فتوح در فتوح ہیں

صد ہزاراں آفریں بر جانِ او — **بر قدوم و دورِ فرزندانِ او**

آپ کی جان پر لاکھوں آفرین ہیں — اُن کی تشریف آوری اور آپکے فرزندوں کے دور پر بھی

آں خلیفہ زادگانِ مقبلش — **زادہ اند از عنصرِ جان و دلش**

اُن کے وہ بااقبال شہزادے — جو اُن کے دل اور جان کے جوہر سے پیدا ہوئے

گر ز بغداد و ہری یا از رے اند — **بے مزاجِ آب و گِل نسلِ وے اند**

خواہ وہ بغداد اور ہرات یا رے کے ہیں — بغیر پانی اور مٹی کے ملاؤ کے آپ کی نسل سے ہیں

شاخِ گُل ہر جا کہ روید ہم گُل ست — **خُمِ مُل ہر جا کہ جوشد ہم مُل ست**

پھول کی شاخ جہاں بھی اُگے پھول ہے — شراب کا مٹکا جہاں بھی جوش مارے شراب ہے

گر ز مغرب[3] **بر زند خورشید سر** — **عینِ خورشید ست نے چیزے دگر**

اگر سورج مغرب سے رونما ہو — بعینہٖ سورج ہے نہ کہ دوسری چیز

عیب چیناں را ازیں دم کور دار — **ہم بستاریِ خود اے کردگار**

عیب نکالنے والوں کو اس کلام سے اندھا رکھ — اے خدا! اپنی ستاری سے

گفت حق چشمِ خفاشِ بد سگال — **بستہ ام من ز آفتابِ بے مثال**

اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا ہے کہ بدخواہ چمگادڑ کی آنکھ کو — میں نے بے مثال سورج سے بند کر دیا ہے

از نظرہائے خفاشِ کم و کاست — **انجم و آں شمس نیز اندر خفاست**

چمگادڑوں کی ناقص نظروں سے — ستارے اور وہ سورج بھی پوشیدگی میں ہے

---

[1] بازگشته۔ آنحضورؐ کی دونوں دُعائیں مقبول ہیں۔ بہتر ہیں۔ آنحضورؐ کو خاتم النبیین محض اس لئے نہیں کہا گیا ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہ آئے گا بلکہ اس لئے بھی کہا گیا ہے کہ فیض رسانی میں نہ آپ جیسا کوئی ہوا اور نہ ہوگا یعنی جس طرح آپ خاتم زمانی ہیں اسی طرح آپ کمالات کے بھی خاتم ہیں۔ چونکہ۔ جب کوئی اُستاد کسی دستکاری میں انتہائی کمال پیدا کر لیتا ہو تو کہا جاتا ہے یہ دستکاری اس پر ختم ہے۔

[2] در گشاد۔ آنحضورؐ کو مہروں کے کھولنے میں بھی درجہ کمال تھا کہ آپ کو خاتم کہا گیا۔ اشارات۔ آنحضورؐ کے کلام میں وہ اشارے ہیں جنسے مہروں کی کشادگی ہی کشادگی ہے۔ فرزنداں یعنی روحانی اولاد۔ آں خلیفہ زادگاں آپ کے جانشین جو آپ کے عنصر سے بنے ہیں۔ گر۔ یہ جانشین خواہ کسی ملک کے ہوں وہ آپ کی روحانی اولاد ہیں۔ شاخ۔ کسی درخت کی قلم جہاں بھی لگاؤ وہ اسی درخت کا جزو ہے۔ شراب کسی بھی برتن میں ہو وہ شراب ہی ہے لہٰذا اولاد میں باپ ہی کا اثر ہے۔

[3] گر ز مغرب۔ سورج جہاں سے بھی طلوع کرے سورج ہی ہے۔ عیب چیناں۔ ان بزرگوں کے جو عیب چیں ہیں تکوینی اعتبار سے ان کو بھی اس کلام سے محروم رکھ۔ گفت حق۔ جن کے قلب پر مہر لگ گئی ہے ان کی

نکوہیدنِ[1] ناموسہائے بُوسیدہ راکہ مانعِ ذوقِ ایمان و

پُرانی عزتوں کی بُرائی جو ایمان کے ذوق سے مانع ہیں اور سچائی کے ضعف

دلیلِ ضعفِ صدق اند و راہزنِ صد ہزار ابلہ چنانکہ

کی دلیل ہیں اور لاکھوں بیوقوفوں کے لئے راہزن ہیں جیسا کہ

راہزنِ آں مُخنث شُدہ بُودند گوسفنداں و نمی یارست گذشتن و

اُس ہیجڑے کے لئے بکریاں ہوگئی تھیں اور وہ گذر نہ سکا اور ہیجڑے

پرُسیدنِ مُخنث از چوپاں کہ ایں گوسفندانِ تو عجب

نے گڈریئے سے پوچھا کہ تعجب ہے یہ تیری بکریاں مجھے کاٹتی

مرا می گزند گفت اگر مَردی و در تو رگِ مَردی ہست

ہیں، اُس نے کہا کہ اگر تو مَرد ہے اور تجھ میں مردانگی کی رگ ہے تو

ہمہ فدائیِ تواند و اگر مخنثی ہر یکے ترا اژدرہاست مخنثے

یہ سب تجھ پر قربان ہیں اور اگر تو ہیجڑا ہے تو ہر ایک تیرے لئے

دیگر ہست کہ دَر حالے کہ گوسفنداں دید بازگشت واز

اژدہا ہے، ایک دوسرا ہیجڑا ہے کہ جیسے ہی اس نے بکریاں دیکھیں تو واپس ہوگیا اور

پُرسیدن ترسید کہ اگر من بپرسم گوسفنداں اندر من

دریافت کرنے سے ڈرا کہ اگر میں دریافت کروں گا تو بکریاں مجھ پر حملہ کردینگی

اُفتند و مرا بگزند

اور مجھے کاٹ لیں گی

ای ضیاءالحق حُسام الدّین بیا
ای صیقالِ روح و سلطانِ ہُدیٰ

اے ضیاءالحق حسام الدّین! آجایئے
اے روح کی صیقل اور ہدایت کے شہنشاہ!

مثنوی را مسرحِ[2] مشروح دہ
صورتِ امثالِ اُو را رُوح دہ

مثنوی کو کشادہ میدان دیدیجئے
اُس کی مثالوں کی صورت کو روح دیدیجئے

تا حروفش جملہ عقل و جاں شوند
سُوئے خلدستانِ جاں پرّاں شوند

تاکہ اس کے حروف مجسم عقل اور جان بنجائیں
جان کی جنت کی طرف اڑنے لگیں

ہم بسعیِ تو ز ارواح آمدند
سُوئے دامِ حرف مُستحقن شُدند

آپ ہی کوشش سے (عالمِ) ارواح سے آئے ہیں
حروف کے جال میں قیدی ہوگئے ہیں

[1] نکوہیدن۔ جس طرح یہ ہیجڑے جاہ وجہ بکریوں سے ڈر گئے اسی طرح کہ بہت لوگ اپنے جاہ وناموس کے خیال سے حق کے قبول کرنے سے ڈرتے ہیں۔

[2] مسرح۔ چراگاہ۔ بشروح۔ کشادہ۔ امثال۔ حکایات۔ سوئی۔ یعنی مثنوی کے الفاظ عالمِ غیب کی جانب متوجہ ہوجائیں۔

باد عمرت در جہاں ہمچوں خضرؑ[1] — جاں فزا و دستگیر و مستمر

دنیا میں آپ کی عمر خضرؑ کی طرح ہو — جان کو بڑھانے والی اور دستگیر اور زندہ جاوید

چوں خضرؑ والیاسؑ مانی در جہاں — تا زمیں گردد ز لطفت آسماں

آپ حضرت خضرؑ اور الیاسؑ کی طرح دنیا میں رہیں — تاکہ آپ کی عنایت سے زمین آسمان بن جائے

گفتمے از لطف تو جزوے ز صد — گر نبودے طمطراق چشمِ بد

میں تیری مہربانی میں سے ایک فی سیکڑہ بیان کرتا — اگر نظرِ بد کا زور و شور نہ ہوتا

لیک از چشمِ بد زہر آب دم — زخم ہائے روح فرسا خوردہ ام

لیکن بُری نظر کے زہریلے پانی کے اثر سے — روح کو گھٹانے والے میں نے بہت سے زخم کھائے ہیں

جز[2] برمز ذکرِ حالِ دیگراں — شرحِ حالت می نیارم در بیاں

سوائے دوسروں کے ذکر کے اشارے کے — میں آپکی حالت کا بیان نہیں کر رہا ہوں

ایں بہانہ ہم ز دستانِ دلے ست — کہ ازو پاہای دل اندر گلے ست

یہ بہانہ بھی اِس دل کے مکر کی وجہ سے ہے — جس کی وجہ سے دل کے پاؤں مٹی میں دھنسے ہوئے ہیں

صد دل و جاں عاشقِ صانع شدہ — چشمِ بد یا گوشِ بد مانع شدہ

سیکڑوں جان اور دل صانع کے عاشق ہوئے — بُری نظر یا بُرا کان مانع بنا

خود یکے بوطالب آں عمِ رسولؐ — می نمودش شنعتِ عرباں مہول

ایک ابو طالب ہی رسولؐ کے چچا — اُن کو عربوں کا (طعن و) تشنیع خوفناک نظر آیا

کہ چہ گویندم عرب کز طفلِ خود — او بگردانید دینِ معتمد

کہ عرب مجھے کیا کہیں گے کہ اپنے بچے کی وجہ سے — اُس نے اپنا معتمد دین بدل دیا

منصب[3] اجداد و آبا را بماند — در پئے احمدؐ چنیں بیرہ براند

آباء و اجداد کا منصب چھوڑ دیا — احمدؐ کے پیچھے بے راہ روانہ ہوگیا

آں رسولِ پاکباز و مجتبیٰؐ — از پئے آں تا رہاند مرد را

اُس منتخب اور پاکباز رسولؐ نے — اس لئے کہ اُن کو نجات دے

گفتش اے عمّ یک شہادت تو بگو — تا کنم با حق شفاعت بہرِ تو

اُن سے کہا اے چچا! ایک گواہی دیدیجئے — تاکہ میں اللہ (تعالیٰ) سے آپ کی سفارش کروں

گفت لیکن فاش گردد از سماع — کُلُّ سِرٍّ جاوزَ الاثنین شاع

اُنھوں نے کہا لیکن سُننے سے مشہور ہو جائے گا — جو راز دو سے بڑھا مشہور ہوا

---

[1] خضر۔ حضرت خضرؑ پریشانوں کی حوصلہ افزائی اور بیکسوں کی دستگیری کرتے ہیں اور جب سے پیدا ہوئے ہیں برابر زندہ ہیں یہ تینوں باتیں حضرت حسام الدینؒ کو حاصل ہو جائیں۔ الیاسؑ۔ حضرت الیاسؑ زندہ آسمانوں پر اُٹھائے گئے ہیں۔ گفتمے۔ لوگوں کی نظرِ بد کے ڈر سے میں آپ کے معمولی احوال بھی ذکر نہیں کر رہا ہوں۔

[2] جز۔ دوسرے بزرگوں کے پیرایہ میں آپ کا ذکر کرتا ہوں۔ ایں بہانہ یعنی صراحۃً ذکر نہ کرنا۔ دلے۔ یعنی حاسد کا دل۔ پاہای دل یعنی میرے دل کے پاؤں۔ صد۔ لوگوں کی نظرِ بد اللہ کے عشق سے بھی مانع بنی ہے۔ بوطالب۔ ابو طالب لوگوں کے طعن و تشنیع کی وجہ سے ایمان نہ لائے۔ شنعت۔ بدگوئی۔ عرباں۔ اہلِ عرب۔ مہول۔ خوفناک۔ دینِ معتمد۔ یعنی قریش کا دین۔

[3] منصب۔ یعنی یہ طعنہ دیں گے کہ سرداری خاک میں ملا دی۔ گفتش۔ آنحضورؐ نے فرمایا چچا چپکے سے کلمۂ شہادت پڑھ لیجئے مجھے آپ کی سفارش کا حق ہو جائے گا۔ گفت۔ ابو طالب نے کہا، راز راز نہ رہے گا مشہور ہو جائیگا۔

من[1] بمانم در زبانِ ایں عرب — پیشِ ایشاں خوار گردم زیں سبب
میں اِن عربوں کی زبانوں پر رہوں گا — اِس سبب سے اُن کے سامنے ذلیل ہو جاؤں گا

لیک اگر بودیش لطفِ ماسبق — کے بُدے ایں بَددلی با جذبِ حق ۴
لیکن اگر اُن پر ازلی مہربانی ہوتی — حق کے جذبہ کے سامنے یہ بددلی کب رہتی؟

اَلغیاث اے تو غیاث المستغیث — زیں دو شاخہ اختیاراتِ خبیث
اَلمدد، اے فریادرسوں کی مدد! — دوراہے کے اِن خبیث اختیارات سے

من ز دستان و ز مکرِ دل چناں — مات گشتم کہ بماندم از فغاں
میں دل کے مکر اور فریب سے ایسا — عاجز آگیا ہوں کہ فریاد سے (بھی) عاجز ہوں

من[2] کہ باشم چرخ با صد کاروبار — زیں کمیں فریاد کرد از اختیار
میں کون ہوں! آسمان نے (بھی) سیکڑوں کاروبار کے ہوتے ہوئے — اختیار کی وجہ سے اِس گھات کی جگہ سے فریاد کی ہے

کاے خداوندِ کریم بُردبار — دہ امانم زیں دو شاخہ اختیار
کہ اے حلیم، کریم خدا! — اِس اختیار کے دوراہے سے مجھے امن عطا کر

جذبِ یک راہِ صراط المستقیم — بہ ز دو راہہ تردد اے کریم
سیدھے راستہ کی ایک راہ کی کشش — اے کریم! دوراہے کے تردد سے بہتر ہے

زیں دو رہ گرچہ ہمہ مقصد توئی — لیک خود جاں کندن آمد ایں دوئی
اِس دوراہے سے اگرچہ تو ہی مقصود ہے — لیکن یہ دوئی خود جان کنی ہے

زیں دو رہ گرچہ بجز تو عزم نیست — لیک ہرگز رزم ہمچوں بزم نیست
اِس دوراہے سے اگرچہ تیرے سوا کا ارادہ نہیں ہے — لیکن رزم، بزم کی طرح ہرگز نہیں ہے

در[3] نُبی بشنو بیانش از خدا — آیت اَشْفَقْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَهَا
قرآن میں اِس کا بیان خدا سے سُن — آیت "وہ اِس سے ڈرے کہ اس کو اُٹھائیں"

ایں تردد ہست در دل چوں وغا — کایں بُوَد بہ یا کہ آں حالے مرا
یہ تردد دل میں جنگ کی طرح ہے — کہ میرے لئے یہ بہتر ہوگا، یا وہ حال

در تردد می زند بر ہمدگر — خوف و امید بہی در کرّ و فرّ
تردد میں ایک دوسرے پر حملہ کرتی ہے — خوف اور بھلائی کی اُمید کشمکش میں

زیں تردد عاقبت ما خیر باد — اے خدا مر جانِ ما را کُن تو شاد
انجام کار اِس تردد سے ہمارے لئے خیریت ہو — اے خدا تو ہماری جان کو تو خوش رکھ

---

[1] من بمانم۔ ابو طالب نے کہا میں ہمیشہ عربوں کی زبان سے بدنام رہوں گا اور ذلیل ہو جاؤں گا۔ لیک۔ ابو طالب پر اللہ کی مہربانی نہ تھی ورنہ وہ کلمہ پڑھ لیتے۔ بددلی۔ یعنی کلمۂ شہادت پڑھنے سے۔ دوشاخہ۔ یعنی رائے کا تذبذب۔ مات گشتم۔ انسان تذبذب کی حالت میں عاجز آجاتا ہے۔

[2] من کہ باشم۔ اختیار کے دوراہے سے صرف انسان ہی نہیں بلکہ آسمان بھی پریشان ہوا۔ کیتی۔ عالمِ شہادت یعنی دوشاخہ اختیار جس میں مکلف ہونا پڑتا ہے۔ جذب۔ دوراہے سے یہ بہتر ہے کہ خدا ایک صراطِ مستقیم کی ہدایت فرمادے۔ زیں دورہ۔ اگرچہ عاصی اور مطیع دونوں اسماءِ الٰہی کا مظہر ہیں لیکن تشریعاً مطلوب اطاعت ہے۔ رزم یعنی معصیت مظہرِ قہر ہے اور بزم یعنی اطاعت مظہرِ مہر ہے لہٰذا دونوں یکساں نہیں ہیں۔

[3] در نُبی۔ قرآنِ پاک میں مذکور ہے کہ "امانت آسمانوں اور زمینوں پر پیش کی گئی وہ اُس کے برداشت کرنے سے ڈر گئے۔" مولانا نے امانت سے مراد یہی اختیار کا دوراہہ لیا ہے۔ وغا۔ یعنی انسان کا تردد۔ تردد۔ اِس حالت میں خوف اور بھلائی کی باہمی کشمکش رہتی ہے۔ زیں۔ تردد کی حالت میں خدا عاقبت بخیر کرے۔

مُناجات و پناہ جُستن بحق سبحانہٗ تعالیٰ از فتنۂ اختیار واز

دُعا اور اللہ تعالیٰ سے پناہ ڈھونڈنا اختیار کے فتنہ سے اور اختیار کے

فتنۂ اَسبابِ اختیار کہ سموات وارضین از اختیار و اَسباب

اسباب کے فتنہ سے، کیونکہ آسمان اور زمین اختیار اور اختیار کے اسباب سے

اختیار شکوہیدند و ترسیدند و خلقتِ آدمی مُولع افتاد

خوف کھا گئے اور ڈر گئے اور آدمی کی جبلت اپنے اختیار کے اور

بر طلبِ اختیار و اَسبابِ اختیارِ خویش چنانکہ بیمار

اختیار کے اسباب کے طلب کرنے میں لالچی ہو گئی جیسا کہ بیمار

باشد خود را اختیار کم بیند صحت خواہد کہ سببِ اختیار

ہوتا ہے، اپنا اختیار کم دیکھتا ہے تو صحت چاہتا ہے کیونکہ وہ اختیار کا

ست تا اختیارش بیفزاید و مَنصب خواہد تا اختیارش

سبب ہے، تاکہ اس کا اختیار بڑھ جائے اور عہدہ چاہتا ہے تاکہ اس کے اختیار میں اضافہ

بیفزاید و مہبطِ قہرِ حق اُو عزّ و جلّ در اُمَمِ ماضیہ فرط

ہو جائے اور پہلی امتوں میں اللہ عزوجل کے قہر کے نزول کی جگہ اختیار اور اختیار

اختیار و اَسبابِ اختیارات بُودہ است، ہرگز فرعون

کے اسباب کی زیادتی ہوئی ہے، کسی شخص نے کبھی کوئی بھوکا اور

بے نوا و گرسنہ کس ندیدہ است

بے سروسامان فرعون نہیں دیکھا ہے

اے کریمِ ذوالجلال مہرباں — دائمُ المعروف دارایِ جہاں

اے مہربان، عظمت والے کریم! — سدا احسان والے، جہان تھامنے والے

یا کَرِیْمَ الْعَفْوِ حَیٍّ لَمْ یَزَلْ — یا کَثِیْرَ الْخَیْرِ شاہِ بے بَدَل

اے ہمیشہ رہنے والے، زندہ بھلی معافی والے! — اے گھنی خیر والے، بے بدل شہنشاہ!

اوّلم ایں جزر و مد از تو رسید — ورنہ ساکن بُود ایں بحر اے مجید

یہ جزر و مد ابتداءً مجھے تجھی سے ملا — ورنہ اے بزرگ! یہ سمندر ساکن تھا

ہم از انجا کایں تردّد دادیم — بے تردّد کُن مرا ہم از کرم

جس جگہ سے تو نے مجھے یہ تردد دیا ہے — مجھے کرم سے بے تردد بھی کر دے

---

۱ مناجات۔ تردد کی حالت میں مولانا نے عاقبت بخیر ہونے کی دعا شروع کی ہے۔

۲ خِلقت۔ انسان ہمیشہ اختیار کا طالب بنتا ہے، بیماری سے صحت اسی لئے چاہتا ہے کہ اختیار میں اضافہ ہو اور یہ اختیار کی زیادتی ہی انسان کی تباہی کا سبب بنتی ہے جیسا کہ فرعون اور پہلی امتوں کے واقعات سے ظاہر ہے۔

۳ مُہبط۔ جائے نزول۔ دارای جہاں یقوم۔ جزر و مد یعنی تردد میں گھٹاؤ بڑھاؤ۔

ابتلاام [1] می کُنی آہ الغیاث — اے ذکور از ابتلائت چوں اناث

آہ! تو میری ہی آزمائش کرتا ہے، فریاد ہے — اے وہ کہ تیری آزمائش کے سامنے مذکر مؤنث کی طرح ہو گئے ہیں

تا بکے ایں ابتلا یا رب مکُن — مذہبے ام بخش و دہ مذہب مکن

یہ آزمائش کب تک؟ اے خدا! نہ کر — مجھے ایک راستہ عنایت کر دے، دس راستے نہ بنا

اشترے ام لاغرے و پُشت ریش — ز اختیارِ ہمچو پالاں شکلِ خویش

میں کمزور اونٹ ہوں اور زخمی کمر — اپنے پالان جیسی شکل کے اختیار سے

ایں کژاوہ گہ شود ایں سُو گراں — آں کژاوہ گہ شود آں سُو کشاں

یہ کنارہ کبھی اس جانب بھاری ہو جاتا ہے — وہ کنارہ کبھی اُس طرف کھنچ جاتا ہے

بفگن از من حملِ ناہموار را — تا بہ بینم روضۂ ابرار را

مجھ سے ناہموار بوجھ کو گرا دے — تاکہ میں نیکوں کے باغیچے کو دیکھ لوں

ہمچو آں [2] اصحابِ کہف از باغِ جود — می چرم زایقاظ نے بَل ھُم رُقُود

اصحاب کہف کی طرح، سخاوت کے باغیچے سے — میں غذا حاصل کروں جاگتے ہوئے نہیں بلکہ وہ سوتے ہیں

خفتہ باشم بر یمین یا بر یسار — برنگردم جز چو گُو بے اختیار

میں دائیں پر سویا ہوا ہوں یا بائیں پر — میں صرف بے اختیار گیند کی طرح کروٹ بدلوں

ہم بتقلیبِ تو تا ذات الیمین — یا سُوئے ذات الشمال اے ربِ دیں

تیرے ہی پلٹنے سے، دائیں جانب — یا بائیں جانب اے دین کے رب!

صد ہزاراں سال بُودم در مطار — ہمچو ذراتِ ہوا بے اختیار

میں اُڑنے کی جگہ میں لاکھوں سال رہا — ہوا کے ذرّوں کی طرح، بے اختیار

گر فراموشم شدست آں وقت و حال — یادگارم ہست در خواب ارتحال

اگرچہ وہ حال اور وقت میں بھول گیا ہوں — نیند میں منتقل ہو جانا میرے لئے یادگار ہے

می رہم [3] زیں چار میخ چار شاخ — می جہم در مسرحِ جاں زیں مناخ

میں اس چار میخ، چار شاخ سے نجات پا جاتا ہوں — اس باڑے سے جان کی سیرگاہ میں کود جاتا ہوں

شیرِ آں ایامِ ماضی ہائے خود — می چشم از دایۂ خواب اے صمد

اپنے اُن گذرے ہوئے دنوں کا دودھ — اے بے نیاز! میں اپنی نیند کی دایہ سے چکھتا ہوں

جملہ عالم ز اختیار و ہستِ خود — می گریزد در سرِ سرمستِ خود

تمام جہاں اپنی ہستی اور اختیار سے — اپنے سرمست سَر کی جانب بھاگتا ہے

[1] ابتلا۔ تردّد جس میں ہر راہ پر چلنے کا اختیار ہو، اللہ کی جانب سے ایک آزمائش ہے۔ ذکور۔ اس مقام پر بڑے بڑے بہادر ناکام ہو گئے ہیں۔ اختیار۔ انسان پر اختیار ایسا ہی لدا ہوا ہے جیسا کہ اونٹ پر پالان۔ ایں کژاوہ۔ انسان کا اختیار کبھی بُرائی کی طرف جھکتا ہے کبھی بھلائی کی جانب۔ روضہ۔ باغ جنت جو ہر بھلائی کا نتیجہ ہو۔

[2] ہمچو۔ اصحاب کہف کا سونا خدا کے حکم سے تھا لہٰذا وہ اِس غیر اختیاری حالت میں بھی اطاعت میں مصروف تھے۔ خفتہ۔ ہم بھی غیر اختیاری حالت میں اطاعت میں مصروف رہیں۔ ہم بتقلیب۔ خدا ہی اُن اصحاب کہف کی کروٹیں بدلواتا تھا۔ مطار یعنی عالم ارواح، اُس میں انسان غیر اختیاری حالت میں تھا۔ گر فراموشم۔ انسان عالم ارواح کی زندگی بھولے ہوئے ہے نیند میں اُس کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔

[3] می رہم۔ اُس وقت انسان عالمِ شہود کی تکلیفات سے غیر مکلف ہو جاتا ہے۔ چار میخ۔ مجرموں کو سزا دینے کا ایک طریقہ تھا۔ چار شاخ۔ ایک قسم کی قید اور طوق تھا جو مجرموں کی گردن میں ڈالا جاتا تھا۔ مسرح۔ چراگاہ۔ مناخ۔ اونٹوں کو بٹھانے کی جگہ۔ شیر۔ نیند کی حالت میں عالم ارواح کا مزہ چکھ لیتا ہوں۔ جملہ عالم۔ بیخودی اور بے اختیاری کے لئے انسان شراب پیتا ہے اور سرود و نغمہ سنتا ہے۔

تا دمے از ہوشیاری وارہند — ننگِ خمر و زمر بر خود می نہند

تاکہ تھوڑی دیر کے لئے ہوشیاری سے نجات پائیں — شراب اور باجے کی ذلت اختیار کرتے ہیں

جملہ[1] دانستہ کہ ایں ہستی فخ ست — فکر و ذکرِ اختیاری دوزخ ست

سب نے جان لیا ہے کہ یہ ہستی جال ہے — اختیاری فکر اور ذکر جہنم ہے

می گریزند از خودی در بیخودی — یا بمستی یا بشغل اے مہتدی

خودی سے بیخودی کی جانب بھاگتے ہیں — یا مستی کے ذریعہ یا کسی شغل کے ذریعہ اے ہدایت یافتہ!

نفس را زاں نیستی وامی کشی — زانکہ بے فرماں شُد اندر بیہشی

آپ نفس کو اس نیستی سے اس لئے جدا کر دیتے ہیں — کیونکہ وہ بغیر حکم کے بے ہوش ہوا ہے

نیستی باید کہ آں از حق بُوَد — تا کہ بیند اندراں حُسنِ اَحَد

وہ نیستی چاہئے جو اللہ (تعالیٰ) کی جانب سے ہو — تاکہ اس میں احد کا حُسن دیکھے

لَیْسَ[2] لِلْجِنِّ وَلَا لِلْاِنْسِ اَنْ — تَنْفُذُوْا مِنْ حَبْسِ اَقْطَارِ الزَّمَنْ

نہ جن کے لئے اور نہ انسان کیلئے یہ (ممکن) ہے — کہ تم زمانے کے اطراف سے نکل بھاگو

لَا نُفُوْذَ اِلَّا بِسُلْطَانِ الْھُدٰی — مِنْ تَجَاوِیْفِ السَّمٰوٰتِ الْعُلٰی

بجز ہدایت کے بادشاہ کے نکلنا نہیں ہے — بلند آسمانوں کے جوفوں سے

لَا ھُدٰی اِلَّا بِسُلْطَانٍ یَّقِیْ — مِنْ حُرَاسِ الشُّھُبِ رُوْحَ الْمُتَّقِیْ

ہدایت نہیں ہے مگر اُس شاہ سے جو بچاتا ہے — متقی کی روح کو ٹوٹنے والے ستاروں کے نگہبانوں سے

ہیچ کس را تا نگردد اُو فنا — نیست رہ در بارگاہِ کبریا

کسی شخص کے لئے جب تک وہ فنا نہ ہو جائے — کبریا کی بارگاہ میں راستہ نہیں ہے

چیست معراجِ فلک، ایں نیستی — عاشقاں را مذہب و دیں نیستی

آسمانوں کی معراج کیا ہے؟ یہ نیستی ہے — عاشقوں کا مذہب اور دین نیستی ہے

پوستین[3] و چارق آمد از نیاز — در طریقِ عشق محرابِ ایاز

عاجزی کی وجہ سے پوستین اور چپل — ایاز کے لئے راہِ عشق میں محراب ہے

گرچہ اُو خود شاہ را محبوب بُود — ظاہر و باطن لطیف و خوب بُود

اگرچہ وہ خود شاہ کا محبوب تھا — ظاہر اور باطن پاکیزہ اور اچھا تھا

گشتہ بے کبر و ریا و کینہ — حُسنِ سلطاں را رُخش آئینہ

وہ بغیر تکبر اور ریا اور کینہ کے بن گیا — اُس کا رُخ شاہ کے حُسن کا آئینہ تھا

---

[1] جملہ۔ سب انسان محسوس کرتے ہیں کہ خودی ایک جال ہے اسی لئے کوئی مستی کے ذریعہ کوئی کسی اور شغل کے ذریعہ بیخودی اختیار کرتا ہے

نفس۔ جو مستی اور استغراق عبادت سے پیدا ہوتا ہے اُس میں دوام ہوتا ہے کسی معصیت سے پیدا شدہ بیخودی عارضی ہوتی ہے۔ نیستی۔ جو بیخودی عبادت اور طاعت سے پیدا ہوتی ہے اُس سے مشاہدہ حاصل ہوتا ہے۔

[2] لَیْسَ۔ کسی ولی کو معراج روحانی اور عالمِ ملکوت کی سیر اُسی وقت میسر آتی ہے جب جذبِ الٰہی ہو اور خدا اُس کو اُن ستاروں سے بچائے جو عالمِ ملکوت سے باتیں چرانے والے شیاطین کو جلا ڈالتے ہیں۔ ہیچ کس۔ فنا کے بعد ہی بقا کا درجہ ممکن ہے اور نیستی کے بعد روحانی معراج حاصل ہوتی ہے۔

[3] پوستین۔ ایاز کا مقصد پوستین اور چپل محفوظ رکھنے سے نیازمندی تھا جو فنا اور نیستی کا سبب ہے۔ گرچہ۔ ایاز کا پوستین اور چپل کو محفوظ رکھنا اور روزانہ اُن کو دیکھنا اس بنا پر نہ تھا کہ اُنکی نیستی اور فنا ناقص تھی اور اُنکو ڈر تھا کہ ہستی اور خودی کے سبب کبر وغیرہ نہ پیدا ہو جائیں

چونکہ از ہستیِ خود مفقود شد — منتہای کارِ اُو محمود شد

جبکہ وہ اپنی ہستی سے گم ہوگیا — اس کا انجام کار قابلِ تعریف بنا

زاں۱ قوی تر بُود تمکینِ ایاز — کوز خوفِ کبر کردے احتراز

ایاز کا جماؤ اس سے قوی تھا — کہ وہ تکبر کے خوف سے بچاؤ کرتا

اُو مُہذب گشتہ بُود و آمدہ — کبر را و نفس را گردن زدہ

وہ مہذب بن گیا تھا اور اس نے — تکبر اور نفس کی گردن کاٹ دی تھی

یا پئے تعلیم می کرد آں حِیَل — یا برای حکمتے دور از وجل

یا وہ حیلے، سکھانے کیلئے کرتا تھا — یا کسی اور حکمت کیلئے، جو خوف سے علیحدہ تھی

یا کہ دید چارق شد زاں پسند — کز نسیمِ نیستی ہستی ست بند

یا اُس کو چپل دیکھنا اِس لئے پسند آیا — کہ ہستی، نیستی کی ہوا کا بند ہے

تا کشاید۲ دخمہ کاں بر نیستی ست — تا بیابد آں نسیم و عیش و زیست

تاکہ وہ دخمہ کھل جائے جو نیستی پر ہے — تاکہ عیش اور زندگی کی ہوا پالے

تا بہ بندد دخمہ بر ایں مُردگاں — تا بیابد بوی عیشِ زندگاں

تاکہ اِن مُردوں کا دخمہ بند ہوجائے — تاکہ زندوں کے عیش کی خوشبو پالے

مُلک۳ و مال و اطلسِ ایں مرحلہ — ہست بر جانِ سبکرو سلسلہ

اِس منزل کا ملک اور مال اور اطلس — تیز رفتار جاں کی زنجیر ہے

سلسلہ زریں بدید و غرّہ گشت — ماندہ در سوراخِ چاہے جان دشت

اُس نے زریں زنجیر دیکھی اور دھوکے میں آگئی — جان، وسیع میدان سے مل ایک کنویں کے سوراخ میں رہ گئی

صورتش جنت بمعنی دوزخے — اَفعیِ پُر زہر و نقش گُلرخے

اُس کی صورت جنت ہے حقیقتاً دوزخ ہے — زہر سے بھرا ہوا اژدہا ہے اور اُسکی صورت گُل جیسی ہے

گرچہ مومن را سقر ندہد ضرر — لیک ہم بہتر بود زانجا گذر

اگرچہ مومن کو دوزخ نقصان نہیں پہنچاتی ہے — لیکن وہاں گذر جانا ہی بہتر ہے

گرچہ دوزخ دور دارد زو نکال — لیک جنت بہ وُرا در کُلِ حال

اگرچہ دوزخ اُس سے عذاب کو دور رکھتی ہے — لیکن ہر حالت میں اُسکے لئے جنت بہتر ہے

اُس کے انجام سے کہ وہ کنویں کے سوراخ میں مقید ہو رہا ہے غافل رہتا ہے۔ صورتش۔ دنیا کا ظاہر بڑا خوشنما ہے لیکن اُس میں زہر بھرا ہے۔ گرچہ۔ مومن کو یہ دنیا کا جہنم اگرچہ نقصان نہیں پہنچا سکتا ہے بہرحال جنت اُس سے بہتر ہے۔

۱ زاں۔ ہستی پر ایاز کا جماؤ اسقدر قوی تھا کہ اُسکو اِسکی ضرورت نہ تھی کہ وہ کبر کے خوف سے اُس سے اپنا بچاؤ کرے وہ ہستی کے تمام عیبوں سے پاک ہوچکا تھا اور کبر اور نفس کو فنا کرچکا تھا۔ یا پئے۔ یہ بھی احتمال ہے کہ وہ پوستین اور چپل کی زیارت دوسروں کی تعلیم کے لئے کرتا ہو۔ یا کہ۔ یہ بھی ہوسکتا کہ ہستی کے لوٹنے کا تو احتمال نہ تھا لیکن فنا کے مراتب میں کمی آئی تھی اُس کی تکمیل کے لئے یہ کرتا ہو۔

۲ تا کشاید۔ اُسکی نیستی گویا پارسیوں کے دخمہ میں بند ہے اور وہ چاہتا تھا کہ نیستی کی خوشبو اُس دخمہ میں سونگھے تاکہ روح کی زیست کی نسیم اور عیش اُسکو حاصل ہوجائے دخمہ۔ مجوس کا گورستان جو تہ خانہ یا ایک مکان کی صورت میں ہوتا ہے جس میں مُردوں کو لیجاکر بٹھا دیتے ہیں۔ تا بہ بندد۔ یعنی وہ دخمہ جو اُن مُردوں کا ہے جو ہستی میں مبتلا ہیں بند رہے اور زندوں یعنی اُن لوگوں کے دخمہ کی خوشبو اُسکو حاصل ہوتی ہے جو اپنے آپ کو فنا کرکے زندگی حاصل کرچکے ہیں۔

۳ ملک و مال۔ دنیا کی دولت اور مالِ فانی کی جان کی سبکروی کے لئے مانع بنتا ہے ایاز اِسی کیفیت کو دور کرتا تھا سلسلہ۔ یہ دنیا کی دولتیں سونے کی زنجیریں ہیں جن کے ظاہر کو دیکھکر انسان ان میں اپنے آپ کو مقید کردیتا ہے لیکن

الحذر اے ناقصاں[1] زیں گلرخے — کہ بگاہِ صحبت آمد دوزخے
اے ناقصو! اِس گل رُخ سے بچو — جو صحبت کے وقت دوزخ ثابت ہوتا ہے

الفرار اے غافلاں زیں گلشنے — کہ حقیقت بدترست از گلخنے
اے غافلو! اِس گلشن سے بھاگو — کیونکہ وہ حقیقتاً بھٹی سے بدتر ہے

زینہار اے جاہلاں زیں گلشکر[2] — کہ بسوزاند دہاں را چوں شرر
اے جاہلو! اِس گلقند سے بچو! — کیونکہ وہ چنگاری کی طرح مُنہ کو جلا دیتا ہے

چند گویم مر ترا کیں انگبیں — زہرِ قتالست رُو دوری گزیں
میں تجھے کتنا کہوں کہ یہ شہد — قاتل زہر ہے، اُس سے دوری اختیار کر

لیک تلخ آید ترا گفتارِ من — خواب می گیرد ترا زانذارِ من
لیکن تجھے میری بات کڑوی لگتی ہے — میرے ڈرانے سے، تجھے نیند گھیرتی ہے

خواجہ آخر یک زماں بیدار شو — وز حیاتِ خویش برخوردار شو
صاحب! آخر تھوڑی دیر کے لئے جاگ جا — اپنی زندگی سے فائدہ اٹھا

حکایتِ[3] آں غلامِ ہندو کہ بخداوندزادۂ خود پنہاں ہوا آوردہ بود چوں دختر را با مہتر زادہ عقد کردند غلام خبر یافت ورنجور شد و می گداخت ہیچ کس علتِ او را نمی یافت و اُورا زہرۂ گفتن نے، و اطبا از معالجۂ اُو فروماندند چوں خواجہ دریافت بحکمت معالجہ کرد

اُس ہندی غلام کی حکایت جو اپنی آقازادی سے مخفی طور پر محبت رکھتا تھا جب لڑکی کا امیر زادہ سے نکاح کیا تو غلام کو معلوم ہو گیا وہ بیمار پڑ گیا اور پگھلتا تھا کوئی شخص اُس کی بیماری نہیں سمجھتا تھا اور اُس کو کہنے کی ہمت نہ تھی اور طبیب اُس کے علاج سے عاجز آ گئے اور جب آقا کو معلوم ہوا تو اُس نے تدبیر سے علاج کر دیا

خواجۂ را بود ہندو بندۂ — پروریدہ کردہ اُو را زندۂ
ایک آقا کا ایک ہندوستانی غلام تھا — جس کو اُس نے پرورش کر کے زندہ کر دیا

علم و آدابش تمام آموختہ — در دلش شمعِ ہنر افروختہ
اُس کو سب علم اور آداب سکھائے — اُس کے دل میں ہنر کی شمع روشن کر دی

---

[1] ناقصاں۔ جبکہ کاملوں کے لئے بھی دنیا سے احتراز بہتر ہے تو ناقصوں کے لئے تو وہ بالکل تباہی کا سبب ہے گلرخے۔ یعنی ہستی کے اسباب دنیاوی کی رونق۔

[2] گلشکر۔ گلقند یعنی دنیا کی لذتیں۔ زانذار۔ انذار کا ہمزہ گرا کر زا کو نون سے ملا کر پڑھا جائے۔

[3] حکایت۔ پہلے یہ سمجھایا تھا کہ غافل انسان دنیا کی ظاہری رونق پر فریفتہ ہوتا ہے لیکن انجام کار وہ بہت بُری ثابت ہوتی ہے اب اسی مضمون کو اِس قصہ سے سمجھایا ہے۔ ہندو یعنی ہندوستان کا رہنے والا۔ زہرۂ یعنی طاقت۔

پروریدش از طفولیت[1] بناز — در کنارِ لطفِ آں اکرام ساز

اُس کو بچپن سے ناز سے پالا — اُس کرم کرنے والے نے، مہربانی کے پہلو میں

بُود ہم ایں خواجہ را یک دُخترے — سیم اندامے گشے خوش گوہرے

اس آقا کے ایک لڑکی بھی تھی — چاند کے بدن والی، حسین، خوش مزاج

چوں مُراہق گشت دختر طالباں — بذل می کردند کابینِ گراں

جب لڑکی بلوغ کے قریب ہوئی، طلبگار — بھاری مہر خرچ کرنے لگے

می رسیدش از سُوی ہر مہترے — بہرِ دختر دمبدم خواہشگرے

اسکے پاس ہر سردار کی جانب سے پہنچتا — ہر لمحہ لڑکی کے لئے درخواست کرنے والا

گفت خواجہ مال را نبُود ثبات — روز آید شب رَوَد اندر جہات

آقا نے کہا، مال کے لئے ٹکاؤ نہیں ہے — دن میں آتا ہے رات کو ادھر اُدھر چلا جاتا ہے

حُسنِ صورت ہم ندارد اعتبار — کہ شود رُخ زرد از یک زخمِ خار

صورت کا حُسن بھی اعتبار نہیں رکھتا — کیونکہ چہرہ ایک کانٹے کے زخم سے زرد ہو جاتا ہے

سہل[2] باشد نیز مہتر زادگی — کہ بُود غَرّہ بمال و بارگی

سردار کا بیٹا ہونا بھی معمولی ہوتا ہے — کیونکہ وہ مال اور گھوڑے پر مغرور رہتا ہے

اے بسا مہتر بچہ کز شور و شر — شُد ز فعلِ زشتِ خود ننگِ پدر

بہت سے رئیس زادے ہیں کہ شور و شر کی وجہ سے — اپنے بُرے کام کی وجہ سے باپ کیلئے عار ہیں

پُر ہُنر را نیز اگر باشد نفیس — کم پرست و عبرتے گیر از بلیس

ہُنر مند بھی اگر وہ حاسد ہے — اچھا نہ سمجھ، شیطان سے عبرت حاصل کرے

عِلم بودش چوں نبودش عشقِ دیں — اُو ندید از آدم الّا نقشِ طیں

اسکو علم حاصل تھا، اسکو چونکہ دین کا عشق نہ تھا — اس نے آدمؑ میں مٹی کی صورت کے علاوہ کچھ نہ دیکھا

گرچہ[3] دانی دقتِ علم اے امیں — زانت نکشاید دو دیدہ غیب بیں

اے امانتدار! اگرچہ تو علم کی باریکیاں جانتا ہے — اس سے تیری غیب کو دیکھنے والی دونوں آنکھیں نہیں کھلتی

چوں نہ بیند غیرِ دستارے و ریش — از مُعرِّف پُرسد از بیش و کمیش

چونکہ وہ پگڑی اور داڑھی کے سوا نہیں دیکھتا ہے — جاننے والے سے اُسکی کمی بیشی پوچھتا ہے

عارفا تو از مُعرِّف فارغی — خود ہمی بینی کہ نورِ بازغی

اے عارف! تو بتانیوالے سے بے نیاز ہے — تو خود دیکھ لیتا ہے، کیونکہ تو چمکتا نور ہے

---

[1] طفولیت: بچپن۔ اکرام ساز۔ یعنی آقا۔ گش۔ حسین، خوش رفتار۔ مراہق۔ وہ جو بالغ ہونے کے قریب ہو۔ کابین۔ مہر۔ خواہشگر۔ درخواست کرنے والا۔ ثبات۔ ٹکاؤ۔

[2] سہل۔ معمولی یا لغو۔ غرّہ۔ مغرور۔ بارگی۔ گھوڑا۔ نفیس۔ حاسد۔ بلیس۔ شیطان ہنرمند تھا لیکن حاسد تھا۔ نقشِ طین۔ یعنی آدمؑ کا مٹی کا پتلا۔

[3] گرچہ۔ علم کی باریکیوں سے غیب بیں آنکھیں نہیں کھلتی ہیں۔ چوں نہ بیند۔ ظاہر بیں کی نظر صرف ظاہر پر ہوتی ہے وہ باطن کی حالت کسی دوسرے سے پوچھتا ہے۔ نورِ بازغی۔ تو چمکدار نور ہے۔

کار تقویٰ[۱] دارد و دین و صلاح — کہ ازو باشد بدو عالم فلاح
تقویٰ اور دین اور نیکی کام آتی ہے — کیونکہ اُسی سے دونوں جہان میں نجات ہو

کرد یک دامادِ صالح اختیار — کہ بُد او فخرِ ہمہ خیل و تبار
اُس نے ایک نیک داماد پسند کرلیا — جو تمام خاندان اور قبیلہ کے لئے فخر تھا

پس زناں گفتند اُو را مال نیست — مہتری و حُسن و استقلال نیست
تو عورتوں نے کہا اُس کے پاس مال نہیں ہے — سرداری اور مستقل ہونے کی خوبی نہیں ہے

گفت آنہا تابع زہد اند و دیں — بے زرِ او[۲] گنجے ست بر روئے زمیں
اُس نے کہا وہ چیزیں زہد اور دین کے تابع ہیں — وہ روئے زمین پر بغیر سونے کا خزانہ ہے

چوں بجد تزویجِ دختر گشت فاش — دست پیمان و نشانی و قماش
جب واقعۃً لڑکی کا رشتہ مشہور ہوگیا — چڑھاوا اور نشانی اور جوڑا (بھی)

پس غلامِ خواجہ کاندر خانہ بُود — گشت بیمار و ضعیف و زار زُود
آقا کا غلام جو گھر میں تھا — بہت جلد بیمار اور ضعیف اور کمزور ہوگیا

ہمچو بیمارِ دقے[۳] اُو می گداخت — علتِ اُو را طبیبے کم شناخت
وہ دق کے بیمار کی طرح پگھلتا تھا — اُس کی بیماری کوئی طبیب نہ پہچانتا تھا

عقل می گفتے کہ رنجش از دل ست — دارُوی تن در غمِ دل باطل ست
عقل کہتی تھی کہ اُس کی بیماری دل کی ہے — جسم کی دوا، دل کے غم میں بیکار ہے

آں غلامک دم نزد از حالِ خویش — گرچہ می آمد و را در سینہ ریش
اُس بیچارے غلام نے اپنے حال کے بارے میں دم نہ مارا — اگرچہ اُس کے سینہ میں زخم لگ رہا تھا

گفت خاتوں را شبے شوہر کہ تو — باز پرسش در خلا از حالِ اُو
ایک رات شوہر نے بیوی سے کہا کہ تو — تنہائی میں اُس سے اسکا حال دریافت کر

تو بجائے مادرے اُو را بُود — کو غمِ خود پیشِ تو پیدا کُند
تو اُس کی ماں کی بجائے ہے — (ہوسکتا ہے) کہ وہ اپنا غم تجھے ظاہر کردے

چونکہ خاتوں کرد در گوش ایں کلام — روزِ دیگر رفت نزدیکِ غلام
بیوی نے جب یہ بات کان میں ڈال لی — وہ دوسرے دن غلام کے پاس گئی

پس سرش را شانہ می کرد آں ستی — با دو صد مہر و دلال و دوستی
وہ بیوی اُسکے سر میں کنگھی کررہی تھی — دوسو محبتوں اور ناز اور دوستی کے ساتھ

۱ کار۔ دین و دنیا کی فلاح تقوے اور نیکی سے حاصل ہوتی ہے۔ کرد۔ چونکہ انسان کی فلاح دارین کا مدار تقوے پر ہے لہٰذا اُس سردار نے دامادی کے لئے ایک متقی شخص کو پسند کرلیا۔ خیل۔ قبیلہ۔ تبار۔ خاندان۔ استقلال یعنی گذارے کی پائیداری۔

۲ آنہا۔ یعنی وہ لڑکا جو پسند کیا ہے۔ دست پیماں۔ وہ چیزیں جو منگنی کے وقت دلہن کو دی جاتی ہیں۔ نشانی۔ وہ انگوٹھی رومال وغیرہ جو منگنی کے وقت دولہا کو دیا جاتا ہے۔ قماش۔ جوڑے، پارچہ جات۔

۳ بیمار دقے۔ مرضِ دق کا بیمار۔ داروی۔ عشق کی بیماری میں جسم کی دوا بیکار ہے۔ ریش۔ زخم۔ خلا۔ تنہائی۔ پیدا۔ ظاہر۔ شانہ۔ کنگھی۔ ستی۔ بیگم۔ دلال۔ ناز۔

آں چناں کہ مادرانِ مہرباں | نرم کردش تا در آمد در بیاں
جیسا کہ مہربان مائیں | اُس نے اُسکو نرم کر دیا یہانتک وہ کہنے پر آ گیا
کہ مرا اُمید از تو ایں نبُود | کہ رہی دختر بہ بیگانہ عنُود[1]
کہ مجھے آپ سے یہ امید نہ تھی | کہ آپ لڑکی کو اجنبی، سرکش کو دینگی
خواجہ زادہ ماو ما خستہ جگر | حیف نبُود کو رَود جائے دگر
وہ میری آقازادی ہے اور میں زخمی جگر ہوں | (کیا) افسوس نہ ہوگا کہ وہ دوسری جگہ جائے؟
خواست آں خاتوں زخشمے کامدش | کش زند وز بام زیر اندازدش
اُس غصہ کیوجہ سے جو اُسکو آیا، بیوی نے چاہا | کہ اُسکو پیٹے اور بالاخانہ سے نیچے گرا دے
کو کہ باشد ہندوی مادر غرے | کہ طمع دارد بخواجہ دخترے
کہ وہ ہندی مادر بخطا کون ہوتا ہے؟ | کہ آقا کی لڑکی کا لالچ کرے
گفت صبر اولیٰ بُود خود را گرفت | گفت با خواجہ کہ بشنو ایں شگفت
بولی صبر بہتر ہے، اپنے آپ کو قابو میں کر لیا | خواجہ سے کہا، کہ یہ عجب بات سُن
ایں چنیں گرگے[2] خائن بُود | ما گماں بُردہ کہ ہست او معتمد
ایسا کمینہ غلام خائن ہوگا | ہم نے گمان کیا کہ وہ بھروسہ کا ہے
حالِ خود را ایں چنیں گفت اُو مرا | خواستم کز خشم بکشم مر ورا
اُس نے اپنا حال مجھے اِس طرح بتایا | میں نے چاہا غصہ سے اُسکو مار ڈالوں

صبر فرمودن خواجہ مادرِ دختر را کہ غلام را زجر مکُن من

آقا کا لڑکی کی ماں کو صبر کا حکم دینا کہ غلام کو نہ جھڑک میں

بے زجر اُو را ازیں طمع باز آرم بتدبیر کہ نہ سیخ سوزد و

بغیر جھڑکے اُس کو اُس لالچ سے ایک تدبیر سے روک دونگا کہ نہ سیخ جلے اور

نہ کباب خام ماند

نہ کباب کچا رہے

گفت خواجہ صبر کُن با اُو بگو | کہ ازو بُبریم و بدہیمش بتو
آقا نے کہا صبر کر، اُس سے کہدے | کہ ہم اُس سے چھڑا لیں گے اور اُسکو تجھے دیدینگے
تا مگر ایں از دلش بیروں کُنم | پس تماشا کُن کہ دفعش چوں کُنم
تاکہ شاید اِس کو اُس کے دل سے نکالدوں | پھر تماشا دیکھنا کہ میں اُسکو کسطرح دفع کرتا ہوں

[1] عنُود۔ سرکش۔ حیف افسوس ظلم۔ رَود۔ یعنی شادی کر دینے پر۔ بام بالا خانہ۔ مادر غرے۔ جس کی ماں زانیہ ہو۔
[2] گرگے۔ گرا۔ غلام، حجام، اس میں یا زائدہ اور کاف تصغیر کا ہے۔ زجر۔ سرزنش۔ بدہیمش۔ اُو را بدہیم۔

تو دلش خوش کن بگو میداں درست ۔ کہ حقیقت دخترِ ما جفتِ[1] تست

تو اُس کا دل خوش کردے کہدے صحیح سمجھ ۔ کہ حقیقتاً ہماری لڑکی تیرا جوڑا ہے

ما ندانستیم اے خوش مشتری ۔ چونکہ دانستیم تو اولیٰ تری

اے بہترین خریدار! ہم نہ سمجھے تھے ۔ جب ہم سمجھ گئے، تو زیادہ مناسب ہے

آتشِ ما ہم دریں کانونِ ما ۔ لیلیٰ آنِ ما و تو مجنونِ ما

ہماری آگ بھی ہماری بھٹی میں ۔ لیلیٰ (بھی) ہماری اور تو مجنون (بھی) ہمارا

تا خیال و فکرِ خوش بر وے زند ۔ فکرِ شیریں مردرا فربہ کند

تاکہ اچھا خیال اور فکر اُس پر چھا جائے ۔ شیریں خیال اُس کو موٹا کردے

جانور فربہ شود لیک از علف ۔ آدمی فربہ ز عزت وے شرف

جانور موٹا ہوتا ہے لیکن چارے سے ۔ آدمی عزت اور بڑائی سے پھولتا ہے

آدمی فربہ شود از راہِ گوش ۔ جانور فربہ شود از حلق و نوش

آدمی کان کے راستے سے موٹا ہوتا ہے ۔ جانور حلق اور کھانے سے موٹا ہوتا ہے

گفت آں خاتوں کزیں ننگِ مہیں ۔ خود زبانم کے بجنبد اندریں

اُس بیوی نے کہا، کہ اِس ذلت اور رسوائی سے ۔ اِس معاملہ میں میری زبان کیسے ہلے گی؟

اینچنیں ژاژ[2] آرے چہ خایم بہرِ او ۔ گو بمیر آں خائنِ ابلیس خو

میں اُسکی خاطر ایسی بکواس کیا بکوں؟ ۔ گو وہ شیطان صفت، خائن، مرجائے

گفت خواجہ نے مترس و دم بدہ ۔ تا رود علت از و زیں لطفِ خوش

خواجہ نے کہا، نہیں نہ ڈر اور تسلی دے دے ۔ تاکہ اِس اچھی مہربانی سے اُسکی بیماری جاتی رہے

دفعِ او را دلبرا بر من نویس ۔ ہل کہ صحت یابد ایں باریک ریس

اے دلربا! اُسکا دفعیہ میرے ذمہ لکھدے ۔ مہلت دے تاکہ یہ باریک کاتنے والا صحت یاب ہوجائے

چوں بگفت آں خستہ را خاتوں چنیں ۔ می نگنجید از تبختر بر زمیں

جب خاتون نے اُس خستہ (حال) سے یہ کہدیا ۔ وہ ناز سے زمین پر نہ سماتا تھا

زفت گشت و فربہ و سرخ و شگفت ۔ چوں گلِ سرخ او ہزاراں شکر گفت

موٹا اور فربہ اور سرخ ہوگیا اور کھل گیا ۔ گلِ سرخ کیطرح، اُس نے ہزاروں شکریے ادا کئے

گہ گہے می گفت اے خاتونِ من ۔ کہ مبادا باشد ایں دستان و فن

کبھی کبھی کہتا، اے میری بیگم! ۔ کہیں ایسا نہ ہو، کہ یہ مکر و فریب ہو

---

[1] جفت ۔ یعنی بیوی ۔ اولیٰ ۔ مستحق، قریب تر کانون بھٹی ۔ جانور ۔ جانور چارے سے پھولتا ہے انسان رتبہ اور بڑائی سے پھولتا ہے ۔ آدمی ۔ انسان اپنی بڑائی کی باتیں سُنکر پھولتا ہے ۔

[2] ژاژ ۔ بکواس ۔ باریک ریس ۔ باریک سوت کاتنے والا یعنی خیالی پلاؤ پکانیوالا تبختر ۔ تفاخر ۔ دستاں مکر

لیک خاتوں جزم میگفتش کہ ما — در پئے اینیم فارغ باش ہا

لیکن بیگم اسکو یقینی طور پر کہتی کہ ہم — اس کے درپے ہیں، تو اب مطمئن رہ

خواجہ چوں دیدش کہ سرخ و زفت گشت — رفت از وے علت و آمد بگشت

خواجہ نے جب اسکو دیکھا کہ سرخ اور فربہ ہوگیا — اس سے بیماری جاتی رہی اور چلنے پھرنے لگا

خواجہ جمعیت بکرد و دعوتے — کہ ہمی سازم فرج[۱] را وصلتے

خواجہ نے مجمع کیا اور دعوت کی — کہ میں "فرج" کی شادی کر رہا ہوں

تا جماعت عشوہ می دادند و گال — کاے فرج بادت مبارک اتصال

یہانتک کہ مجمع فریب اور دھوکا دیتا تھا — کہ اے فرج! تجھے جوڑ مبارک ہو

تا یقیں تر شد فرج را آں سخن — علت از وے رفت کل از بیخ و بن

یہانتک کہ فرج کو اس بات پر بہت یقین ہوگیا — جڑ اور بنیاد سے اس میں سے بیماری چلی گئی

بعد ازاں اندر شب گردک بفن — امردے را بست حنا ہمچو زن

اس کے بعد شب عروسی میں، مکر سے — ایک لڑکے کو عورت کی طرح مہندی لگائی

پر نگارش کرد ساعد چوں عروس — پس نمودش ماکیان دادش خروس

دلہن کی طرح اسکی کلائیاں آراستہ کیں — پھر اس کو مرغی دکھائی، مرغا دے دیا

مقنعہ[۲] و حلۂ عروسانہ نکو — کنگ امرد را بپوشانید رو

اوڑھنی اور دلہنوں والے عمدہ جوڑے سے — ہٹے کٹے لونڈے کا منہ چھپا دیا

شمع را ہنگام خلوت زود کشت — ماند ہندو با چناں کنگ درشت

تنہائی کے وقت شمع کو فوراً بجھا دیا — غلام ایسے سخت ہٹے کٹے کے ساتھ رہ گیا

ہندوک فریاد می کرد و فغاں — از بروں نشنید کس از دف ناں

بیچارہ غلام فریاد اور آہ و زاری کرتا تھا — دف بجانیوالوں کی وجہ سے باہر کسی نے نہ سنا

ضرب دف و کف و نعرۂ مرد و زن — کرد پنہاں نعرۂ آں نعرہ زن

ہتھیلیوں اور دف کے بجانے اور مرد عورت کے نعروں نے — اس نعرے مارنے والے کے نعروں کو دبا دیا

تا بروز آں ہندوک را می فشارد — چوں[۳] بود در پیش سگ انبان آرد

دن نکلنے تک وہ اس بیچارے غلام کو جھنجھوڑتا رہا — جس طرح کہ کتے کے آگے آٹے کی بوری ہو

روز آوردند طاس و بورغ زفت — رسم داماداں فرج حمام رفت

وہ دن میں طشلا اور بھاری بقچہ لائے — داماد کی رسم کے مطابق وہ فرج حمام میں گیا

[۱] فرج۔ غلام کا نام ہے وصلت۔ یعنی شادی۔ گال۔ فریب، گنگنی۔ گردک۔ وہ خیمہ جو شب عروسی کے لئے قائم کیا جاتا ہے۔ امرد۔ بے داڑھی والا۔ ساعد۔ ہاتھ کا پہنچا۔ پس۔ یعنی غلام کو دکھایا تو یہ کہ اس کی شادی عورت سے کر رہے ہیں اور شادی لونڈے سے کردی۔

[۲] مقنعہ۔ دوپٹہ۔ حلہ۔ جوڑا۔ کنگ۔ قوی ہیکل۔ ہندو جب وہ نوجوان اس غلام کو پیٹتا وہ شور کرنے لگا لیکن ڈھول اور دف کے شور و غل میں اس کی آواز کوئی نہ سن پاتا تھا۔

[۳] چوں بود۔ جب کتے کو آٹے کی بوری میں سے اپنی غذا نہ ملے گی اس کو جگہ جگہ سے پھاڑ ڈالے گا۔ بورغ زفت۔ بھاری بقچہ۔

رفت در حمام او رنجور جاں
وہ نیم مردہ حمام میں گیا
کون[۱] دریدہ ہمچوں دلق تونیاں
بھٹی والوں کی گدڑی کی طرح مقعد دریدہ

آمد از حمام در گردک فسوس
وہ رنجیدہ حمام سے خیمہ میں آیا
پیش او بنشست دختر چوں عروس
لڑکی دلہن کی طرح اس کے سامنے بیٹھ گئی

مادرش آنجا نشستہ پاسباں
اس کی ماں محافظ بنکر وہاں بیٹھ گئی
کہ نباید کو کند روز امتحاں
تاکہ ایسا نہ ہو کہ وہ دن میں آزمائے

ساعتے در وے نظر کرد از عناد
اس نے تھوڑی دیر دشمنی سے اسکو دیکھا
آنگہاں باہر دو دستش دہ بداد
پھر دونوں ہاتھوں سے اسکو دھکا دیا

گفت کس را خود مبادا اتصال
بولا، خدا کرے کسی کا جوڑ نہ لگے
با چو تو ناخوش عروس بد فعال
تجھ جیسی بدکار بری دلہن سے

روز رویت ہمچوں خاتون ختن[۲]
دن میں تیرا چہرہ ختن کی خاتون جیسا ہے
شب عمودت ہمچو شاخ کرگدن
رات کو تیری شاخ گینڈے کے سینگ کیطرح ہو

روز رویت ہمچو خاتوں تتر
دن میں تیرا چہرہ تتار کی خاتون کیطرح ہے
کیر زشتت شب بتر از کیر خر
رات کو تیرا خایہ گدھے کے خایہ سے بدتر ہے

ہمچناں[۳] جملہ نعیم ایں جہاں
اس دنیا کی تمام نعمتیں اسی طرح
بس خوش ست از دور پیش از امتحاں
امتحان سے پہلے، دور سے بہت اچھی ہیں

می نماید در نظر از دور آب
دور سے نگاہ میں پانی نظر آتی ہیں
چوں روی نزدیک آں باشد سراب
جب تو زیادہ نزدیک جائیگا، وہ سراب ہوں گی

گندہ پیرست او وازبس چاپلوس
وہ کھوسٹ بڑھیا ہے اور بہت چاپلوسی سے
خویش را جلوہ کند چوں نو عروس
اپنے آپ کو نئی دلہن دکھاتی ہے

ہیں مشو مغرور آں گلگونہ اش
خبردار اس کے آبٹن سے دھوکہ نہ کھا
نوش نیش آلودہ او را مچش
اسکے زہریلے شہد کو نہ چکھ

تا نیفتی چوں فرج در صد حرج
تاکہ تو فرج کیطرح سیکڑوں مصیبتوں میں نہ پڑ جائے
صبر کن کالصبر مفتاح الفرج
صبر کر کیونکہ صبر کشادگی کی کنجی ہے

آشکارا دانہ پنہاں دام او
اسکا دانہ ظاہر ہے جال چھپا ہوا ہے
خوش نماید زاولت انعام او
شروع میں اسکا انعام تجھے اچھا نظر آتا ہے

۱؎ کون۔ مقعد۔ دلق، گدڑی۔ تونیاں، بھٹی جھونکنے والے۔ مادرش، لڑکی کی ماں پاس بیٹھ گئی تاکہ وہ غلام یہ نہ دیکھ لے کہ یہ لڑکی ہے اور رات اور تھا۔ عناد۔ دشمنی۔ دہ بداد، دھتکارا، دھکا دیا۔

۲؎ ختن۔ چین میں ایک شہر ہے جس کا حسن مشہور تھا۔ شاخ کرگدن۔ گینڈے کا سینگ جو بہت سخت ہوتا ہے۔ تتر۔ تتار، تتاری حسن بھی مشہور تھا۔ کیر۔ شرمگاہ، خایہ۔

۳؎ ہمچناں۔ جس طرح اس غلام کیلئے یہ دلہن مصیبت ثابت ہوئی، دنیا کی نعمتوں کا بھی یہی حال ہے۔ سراب۔ وہ ریت جو دور سے پانی نظر آتا ہے۔ گندہ پیر۔ بوڑھی عورت اسی کا معرب قندفیر ہے۔ گلگونہ۔ گلال۔ فرج۔ اس ہندی غلام کا نام ہے، کشادگی۔

در بیان آنکہ ایں غرور تنہا آں ہندو را نبود بلکہ ہر آدمی

اس بیان میں کہ یہ دھوکہ تنہا اُس ہندی کو نہ تھا بلکہ ہر آدمی

ہمچنیں غرور مُبتلاست در ہر مرحلہ اِلّا مَن عَصَمہُ اللہُ

ایسے دھوکے میں ہر مرحلہ میں مبتلا ہے بجز اُسکے جسکو اللہ بچائے

چوں بہ پیوستی بدام اے ہوشیار
اے ہوشیار! جب تو جال میں پھنس جائے گا
چند نالی در ندامت زار زار
ندامت سے زار زار کتنا روئے گا

نام میری و وزیری و شہی
نام سرداری اور وزارت اور شاہی کا ہے
در نہانش مرگ و درد و جان دہی
اُس میں موت اور درد اور جان دینا پوشیدہ ہے

بندہ باش و بر زمیں رَو چوں سمند
غلام بن اور زمین پر گھوڑے کیطرح چل
چوں جنازہ نے کہ بر گردن برند
نہ کہ جنازے کی طرح جس کو کاندھے پر لیجائیں

جملہ را حمّالِ خود خواہد کفور
ناشکر! سب کو اپنا باربردار (بنانا) چاہتا ہے
بارِ مردم گشتہ چوں اہلِ قبور
مُردوں کی طرح لوگوں کے لئے بوجھ بنگیا

بر جنازہ ہر کرا بینی بخواب
تو جس کو خواب میں جنازے پر دیکھے
فارسِ منصب شود عالی رکاب
وہ بلند مرتبہ کسی عہدہ پر سوار ہوگا

زانکہ آں تابوت بر خلقت بار
کیونکہ وہ تابوت لوگوں پر بوجھ ہے
بار بر خلقاں فگندند ایں کبار
ان بڑوں نے لوگوں پر بوجھ ڈالا ہے

بر تنِ خود بارِ خود نہ اے پسر
اے بیٹا! اپنا بوجھ اپنے بدن پر رکھ
بر کسِ دیگر مَنہ زیں اَلحَذر
اِس سے بچ، کسی دوسرے پر نہ رکھ

بارِ خود بر کس مَنہ بر خویش نہ
اپنا بوجھ کسی پر نہ ڈال اپنے اوپر رکھ
سروری را کم طلب درویش بہ
سرداری نہ طلب کر، درویش بہتر ہے

مرکبِ اعناق مردم را مپای
لوگوں کی گردنوں پر سوار نہ ہو
تا نیاید نقرست اندر دو پای
تاکہ تیرے دونوں پاؤں میں نقرس نہ ہو جائے

مرکبے را کاخرش تو دہ دہی
جس سواری کو تو آخر میں دھکے دیگا
کہ بشہرے مانی و ویراں دہی
کہ تو شہر کے مشابہ معلوم ہوتا ہے اور ویران گاؤں ہے

دہ دہش اکنوں کہ چوں شہرت نمود
اسکو اب دھکے دیدے جبکہ وہ تجھے شہر نظر آرہا ہے
تا نباید رخت در ویراں کشود
تاکہ تو ویرانے میں پڑاؤ نہ ڈالے

---

۱ در بیاں۔ اِس طرح کے دھوکے میں صرف وہ غلام ہی مبتلا نہ تھا بلکہ ہر شخص کسی نہ کسی مرحلہ میں اسی طرح کے دھوکے میں مبتلا ہے۔ سمند۔ گھوڑا۔ کفور خدا کی عطا کردہ طاقتوں کو بر سر کار نہ لانا کفر ہے۔ بر جنازہ۔ اگر کوئی کسی شخص کو خواب میں جنازہ پر مُردہ دیکھتا ہے تو اُس کی تعبیر یہ ہوتی ہے کہ اُس شخص کو کوئی بڑا رتبہ حاصل ہونے والا ہے۔

۲ زانکہ۔ اِس خواب کی یہ تعبیر اسلئے ہے کہ تابوت بھی لوگوں کے کاندھے کا بوجھ ہوتا ہے اور بڑے لوگ بھی دوسروں پر اپنا بوجھ لادتے ہیں۔ درویش فقیر کسی کا بارِ دوش نہیں بنتا ہے۔ اعناق۔ عنق کی جمع ہے گردن۔ نقرس۔ ایک درد ہے جو عموماً پاؤں کے انگوٹھے سے شروع ہوتا ہے اِس کو راج روگ بھی کہا جاتا ہے۔

۳ مرکب۔ یعنی وہ عہدہ جس پر تو سوار ہے۔ چوں شہرت۔ یعنی تو اُس سے کہے گا کہ اِس وقت تو پُر رونق شہر کیطرح نظر آرہا ہے حالانکہ انجام کار ویران گاؤں ثابت ہوگا۔

دہ دہش اکنوں کہ صد بستانت ہست | تا نگردی عاجز و ویراں پرست
تو اسکو اب دھکے دیدے جبکہ تیرے پاس سو باغ ہیں | تاکہ تو عاجز اور ویران پرست نہ بنے

گفت پیغمبر[1] کہ جنت از الٰہ | گر ہمی خواہی ز کس چیزے مخواہ
پیغمبر نے فرمایا ہے کہ خدا سے جنت | اگر چاہتا ہے، تو کسی سے کچھ نہ مانگ

چوں نخواہی من کفیلم مر ترا | جنتُ الماویٰ و دیدارِ خدا
جب تو نہ مانگے گا، میں تیرا کفیل ہوں | جنتُ الماویٰ اور خدا کے دیدار کا

آں صحابی زیں کفالت شد عیار | تا یکے روزے کہ گشتہ بُد سوار
وہ صحابی اس کفالت سے، کھرے بنے | یہاں تک کہ وہ ایک روز سوار تھے

تازیانہ از کفش افتاد راست | خود فرود آمد ز کس آں را نخواست
انکے دائیں ہاتھ سے کوڑا گر گیا | خود نیچے اُترے اُسکو کسی سے نہ مانگا

آنکہ از دادش نیاید ہیچ بد | داند او بیخواہشے خود می دہد
جس کے دینے سے کوئی برائی نہیں آتی ہے | وہ جانتا ہے، بغیر مانگے خود دیتا ہے

ور بامرِ حق بخواہی آں رواست | آنچناں خواہش طریقِ انبیاست
اگر تو خدا کے حکم سے مانگے وہ جائز ہے | ایسا مانگنا، نبیوں کا طریقہ ہے

بد[2] نماند چوں اشارت کرد دوست | کفر ایماں شد چو کفر از بہرِ اوست
جب دوست نے اشارہ کردیا، وہ بُرا نہ رہا | کفر ایمان بن گیا جبکہ کفر اُس کے لئے ہو

ہر بدے کہ امرِ او پیش آورد | آں زنیکی ہائے عالم بگذرد
ہر بُرائی جو اُس کا حکم بجالائے | وہ جہاں کی نیکیوں سے بڑھ جاتی ہے

زاں صدف گر خستہ گردد نیز پوست | دہ مدہ کہ صد ہزاراں دُر دروست
اگر سیپ کی کھال بھی زخمی ہوجائے | دھکا نہ دے، کیونکہ اُسمیں ہزاروں موتی ہیں

ایں سخن پایاں ندارد باز گرد | سوی شاہ و ہم مزاجِ باز گرد
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے واپس چل | بادشاہ کی جانب، اور باز کا ہم مزاج بنجا

باز[3] رو در کاں چوں زر دہ دہی | تا رہد دستانِ تو از دہ دہی
کان میں خالص سونے کیطرح واپس ہوجا | تاکہ تیرے ہاتھ دھکے دینے سے نجات پائیں

صورتِ بد را چو در دل رہ دہند | از ندامت آخرش دہ می دہند
جب بُری صورت کو دل میں جگہ دیتے ہیں | آخر میں شرمندگی سے اُسکو دھکے دیتے ہیں

---

[1] گفت۔ یہ ابوداؤد شریف کی ایک حدیث کا مضمون ہے آنحضورؐ نے حضرت حکیم ابن حزامؓ رضی اللہ عنہ کو بھی اسی طرح کی نصیحت فرمائی تھی۔ آں صحابی۔ حضرت حکیم ابن حزامؓ کے بارے میں یہی مذکور ہے آنکہ۔ اپنی تمام ضروریات کا اللہ تعالیٰ سے سوال کرنا چاہئے ور۔ ہاں اگر خدا کا حکم ہو تو دوسروں سے مانگا جا سکتا ہے جیسا کہ آنحضورؐ کو تھا کہ آپ اُن سے صدقہ وصول کیجئے۔

[2] بد نماند۔ امرِ خداوندی کے بعد سوال برا نہیں ہے اگر انسان کلماتِ کفر اللہ کے لئے اختیار کرے تو وہ عین ایمان ہے جیسا کہ بعض صحابہ نے اسلام کی مدد کیلئے اختیار کئے یا جبر کی صورت میں کوئی مومن بامرِ خداوندی کلماتِ کفر کہدے۔ ہر بدے۔ اضطرار کے وقت مُردار کا کھانا نیکی ہے۔ زاں صدف۔ نیکی کی خاطر کوئی بُرائی بُرائی نہیں ہے۔ دہ مدہ۔ اُسکو دھکا نہ دے۔ مزاجِ باز۔ باز شکار کرکے بادشاہ کے ہاتھ پر آبیٹھتا ہے۔

[3] باز رو۔ انابت الی اللہ اختیار کرنا کہ تجھے دنیا میں پھنس کر آخر میں افسوس نہ کرنا پڑے۔ کان۔ یعنی ذاتِ حق تعالیٰ۔ زرِ دہ دہی۔ وہ خالص سونا جو تپانے سے کم نہ ہو۔ دستان۔ ہاتھ۔ دہ دہی دھکے دینا۔

دزد را چوں قطع تلخی می دہد [۵۱]
چور کو جب ہاتھ کٹنا تلخی دیتا ہے

ذوقِ دزدی را چو زن دہ می دہد
تو وہ چوری کے ذوق کو عورت کیطرح دھکے دیتا ہے

دیدۂ دہ دادن از دستِ حزیں
تونے غمگین کے ہاتھ کے دھکے دینے کو دیکھا ہے

دہ بدادن زیں بریدہ دست بیں
اس ہاتھ کٹے کے دھکے دینا دیکھ

ہمچنیں قلّاب و خونی و لوند
اسی طرح ملمع ساز اور خونی اور غنڈا

وقتِ تلخی عیش را دہ میدہند
تلخی کے وقت، عیش کو دھکے دیتے ہیں

توبہ می آرند ہم پروانہ وار
پروانہ کی طرح توبہ بھی کرتے ہیں

باز نسیاں می کشدشاں سوئے کار
بھول، پھر اُنکو کام کیطرف کھینچ لیتی ہے

ہمچو پروانہ ز دور آں نار را
پروانہ کیطرح کہ اس نے دور سے اُس آگ کو

نور دید و بستہ آں سو بار را
نور دیکھا اور اُس جانب رختِ سفر باندھ لیا

چوں بیامد سوخت پرّش وا گریخت
جب آیا اُس کے پر جلے، واپس بھاگا

باز چوں طفلاں فتاد و ملح ریخت
پھر بچوں کی طرح گر پڑا اور نمک گرادیا

بارِ دیگر بر گمانِ طمعِ سود
نفع کے لالچ کے گمان پر دوبارہ

خویش زد بر آتشِ آں شمع زود
اُس شمع کی آگ پر بہت جلد اپنے آپکو لیجا ڈالا

بارِ دیگر سوخت ہم واپس بجست [۵۲]
دوبارہ جلا واپس کودا

باز کردش حرصِ دل ناسی و مست
دل کے لالچ نے پھر اُسکو بھولنے والا اور مست بنادیا

آں زماں کز سوختن وا می جہد
جس وقت جلنے سے واپس کودتا ہے

ہمچو ہندو شمع را دہ میدہد
ہندوستانی غلام کی طرح شمع کو دھکے دیتا ہے

کاے رُخت تاباں چو ماہِ شب فروز
کہ اے (شمع) تیرا رُخ رات کو منور کرنیوالے چاند کیطرح روشن ہے

وے بصحبت کاذب و مغرور سوز
اور اے (شمع تو) دوستی میں جھوٹی اور دھوکے میں مبتلا کو جلانے والی ہے

باز از یادش رود توبہ و انیں
پھر توبہ اور رونا اُس کی یاد سے جاتا رہتا ہے

کاوہن الرحمٰن کید الکافرین
کیونکہ اللہ تعالےٰ نے جھوٹوں کے مکر کو کمزور کردیا ہے

در عمومِ تاویلِ ایں آیہ کُلَّمَا اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَهَا اللّٰهُ [۵۳]

اِس آیت کی تاویل کی وسعت کے بیان میں "جب وہ لڑائی کی آگ بھڑکاتے ہیں اللہ اُسکو بجھا دیتا ہے"

کُلَّمَا هُمْ اَوْقَدُوْا نَارَ الْوَغیٰ
جب بھی اُنھوں نے جنگ کی آگ بھڑکائی

اَطْفَاَ اللّٰهُ نَارَهُمْ حَتّٰی انْطَفَا
اللہ نے اُنکی آگ کو بجھادیا یہانتک کہ وہ بجھ گئی

۵۱ دزد۔ چور کو جب سزا ملتی ہے تب وہ چوری کی لذت کو دھکے دیتا ہے۔ دیدہ غمگین کو جس چیز سے غم پہنچا وہ اُس کو دھکے دیتا ہے چنانچہ چور ہاتھ کٹنے پر چوری کو دھکے دیتا ہے۔ قلّاب۔ جعلساز۔ لوند۔ غنڈا۔ توبہ۔ ہر خطاوار اپنی خطا کو اسی طرح دھکے دیتا ہے جسطرح پروانہ شمع سے جلنے پر اسکو دھکے دیتا ہے لیکن پھر اُس پر بھول طاری ہوجاتی ہے اور وہ اُس خطا کا دوبارہ ارتکاب کرنے لگتا ہے۔ بار۔ ساماں۔ طفلاں۔ جب بچہ گرتا ہے تو اُسکو بہلانے کیلئے کہتے ہیں اوہو نمک گرادیا۔

۵۲ بارِ دیگر۔ یعنی پروانہ پھر نور کے لالچ میں شمع کی نار پر گرتا ہے۔ بارِ دیگر۔ پروانہ کا بار بار یہی حال ہوتا ہے۔ ناسی۔ بھولنے والا۔ ہمچو۔ پروانہ شمع سے وہی کہتا ہے جو اُس غلام نے آقا کی لڑکی کو کہا تھا۔ انیں۔ رونے کی آواز۔

۵۳ کلما۔ اِس آیت میں بیان کیا گیا ہے کہ جب کُفار اللہ کے منشار کے خلاف مسلمانوں سے جنگ کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو اللہ تعالےٰ اُن پر بھول طاری کر دیتا ہے اور اُس لڑائی کی آگ کو بجھا دیتا ہے، یہی حال ہر انسان کا ہے جب وہ قدرت کے منشار کے خلاف کوئی کام کرتا ہے تو اُس پر بھول طاری کر دی جاتی ہے۔

عزم کردہ کہ دِلا ایں جا مایست
اُس نے پختہ ارادہ کیا کہ اے دل ! یہاں نہ ٹھہر
گشتہ ناسی زانکہ اہلِ عزم نیست
وہ پھر بھولنے والا بن گیا کیونکہ پختہ ارادہ والا نہ تھا

چوں نبودش تخمِ صِدقے[1] کاشتہ
کیونکہ اُسکے پاس سچائی کا بویا ہوا بیج نہ تھا
حق بروُ نسیانِ آں بگماشتہ
اللہ نے اُس پر اُس کی بھول کو مسلط کردیا

گرچہ بر آتش زنہ دل می زند
اگرچہ وہ چقماق پر دل کو رگڑتا ہے
آں ستارش راکفِ حق می کُشد
اُس کی چنگاری کو اللہ کا ہاتھ بجھا دیتا ہے

قصۂ ہم در تفسیرِ ایں معنیٰ

اِنہی معنیٰ کی تفسیر میں قصہ

رفت دُزدے شب بخانۂ یک بزرگ
ایک چور رات میں ایک بزرگ کے گھر میں گیا
آمد و پنہاں درآمد ہمچو گرگ
گُھسا اور چھپکے سے بھیڑیے کی طرح گُھسا

شرفہ بشُنید در شب معتمد
(بزرگ) معتمد نے رات میں آہٹ سُنی
برگرفت آتش زنہ کاتش نہد
چقماق اٹھایا تاکہ آگ روشن کرے

صاحبِ خانہ[2] شب آوازے شنید
صاحب خانہ نے رات کو آواز سُنی
برگرفت آتش زنہ زد آں وحید
اُس یکتا نے چقماق اُٹھا کر رگڑا

میزد آتش بہرِ شمع افروختن
وہ آگ روشن کرتا تھا تاکہ شمع روشن کرے
تا سِرِ آواز را بیند علن
تاکہ آواز کا راز علانیہ دیکھ لے

دُزد آمد آں زماں پیشش نشست
اُس وقت چور آیا، اُسکے سامنے بیٹھ گیا
چوں گرفتے سوختہ می کرد پست
جب چیتھڑا آگ پکڑتا وہ اُسکو دبا دیتا

می نہاد آنجا سرِ انگشت را
وہ اُس جگہ اُنگلی کا سرا رکھ دیتا
تا شود اِستارہ[3] آتش فنا
تاکہ آگ کی چنگاری فنا ہوجائے

تر ہمی کرد او سرِ انگشت را
وہ اُنگلی کے سرے کو تر کرلیتا
زاصبعِ آں اِستارہ را کردے فنا
اُس چنگاری کو اُنگلی سے بجھا دیتا

خواجہ می پنداشت کز خود می مُرد
خواجہ سمجھتا کہ وہ خود بجھ جاتی ہے
ایں نمیدید اُو کہ دُزدش می کُشد
وہ یہ نہیں دیکھتا تھا کہ چور اُسکو بجھاتا ہے

خواجہ گفت ایں سوختہ نمناک بُود
خواجہ نے کہا، یہ چیتھڑا گیلا تھا
می مُرد اِستارہ از تریش زود
اُس کی تری سے چنگاری فوراً بجھ جاتی ہے

---

[1] صِدقے - یعنی اللہ تعالےٰ پر ایمان صادق - نسیان - بھول - آتش زنہ - ہر وہ چیز جس سے آگ سلگائی جائے - گرگ - بھیڑیا بھی چھپکے سے حملہ کرتا ہے شرفہ - شین کے ساتھ، آہٹ سین کے ساتھ، کھانسی -

[2] صاحبِ خانہ - چور کے گھسنے پر جب آہٹ ہوئی تو مکان کے مالک نے کپڑے کا چیتھڑا اٹھایا تاکہ اُس میں آگ لگا کر روشنی کرے اور دیکھے کہ گھر میں کون ہے - چوں جب کپڑے میں چنگاری پیدا ہوتی وہ چور چپکے سے اُس پر اُنگلی رکھکر بجھا دیتا -

[3] اِستارہ - جو شعلہ کپڑے سے نکلتا چور اُسکو اپنی تر اُنگلی سے بجھا دیتا خواجہ - مکان کا مالک یہی سمجھتا رہا کہ وہ چنگاری خود بجھ جاتی ہے کپڑا گیلا ہوگا اُسکو یہ محسوس نہ ہوا کہ چور اُس کو بجھا دیتا ہے -

(۴)

بسکہ ظلمت بود و تاریکی ز پیش — می ندید آتش کشے را پیشِ خویش

چونکہ سامنے کی تاریکی اور بہت اندھیرا تھا — وہ آگ بجھانے والے کو اپنے سامنے نہ دیکھتا تھا

ایں[۱] چنیں آتش کشے اندر دلش — دیدۂ کافر نہ بیند از عمش

اسی طرح اپنے دل کے اندر آگ بجھانیوالے کو — کافر کی آنکھ اندھے پن سے نہیں دیکھتی ہے

چوں نمی داند دلِ دانندۂ — ہست با گردندہ گردانندۂ

جاننے والے کا دل کیوں نہ جانے گا — کہ گھومنے والے کیساتھ کوئی گھمانے والا ہے؟

چوں نمی گوئی کہ روز و شب بخود — بے خداوندے کے آید کے رود

تو کیوں نہیں کہتا کہ دن اور رات خود — بغیر خدا کے کیسے آ جا سکتے ہیں؟

گردِ معقولات میگردی ببیں — ایں چنیں بے عقلیِ خود اے مہیں

تو معقولات کے چکر لگاتا ہے، غور کر — اے ذلیل! اس طرح کی اپنی بے عقلی کو

خانہ با بنّا بود معقول تر — یا کہ بے بنّا بگو اے کم ہنر

گھر، بنانیوالے کے ساتھ، زیادہ سمجھ کے قابل ہے — یا بغیر بنانے والے کے اے بے ہنرے! بتا

خانۂ با ایں بزرگی و وقار — کے بود بے اوستادے خوبکار

گھر اس وسعت اور خوبی کے ساتھ — بغیر اچھے کاریگر کے کب بنتا ہے؟

خط[۲] با کاتب بود معقول تر — یا کہ بے کاتب بیندیش اے پسر

خط، کاتب کے ہوتے ہوئے زیادہ معقول ہے — اے بیٹا! سوچ لے، یا بغیر کاتب کے

جیمِ گوش و عینِ چشم و میمِ فم — چوں بود بے کاتبے اے متہم

کان کا جیم، آنکھ کی عین، منہ کا میم — اے تہمت زدہ! کاتب کے بغیر کیسے ہوگا؟

شمع روشن بے ز گیرانندۂ — یا بگیرانندۂ دانندۂ

شمع، بغیر کسی روشن کرنیوالے کے روشن ہے — یا روشن کرنے والے، جانکار کی وجہ سے؟

صنعتِ خوب از کفِ شلِ ضریر — باشد اولیٰ یا ز گیرای بصیر

عمدہ دستکاری اندھے لنجے کے ہاتھ سے — بہتر ہوگی، یا بینا گرفت کرنے والے سے

پس[۳] چو دانستی کہ قہرت میکند — بر سرت دبوس محنت می زند

جیسا تو جان گیا کہ تجھے مجبور کرتے ہیں — تیرے سر پر آزمائش کا گرز مارتے ہیں

پس بکن دفعش چو نمرودے بجنگ — سوی او کش در ہوا تیرِ خدنگ

تو اس کو نمرود کی طرح جنگ سے دفع کر — اس کی جانب ہوا میں خدنگ کا تیر چلا

---

۱ ایں چنیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنے منشاء کے خلاف ارادہ کو گنہگار کے دل سے مٹا دیتا ہے۔ چوں نمی داند۔ یہ گنہگار یہ نہیں سمجھتا کہ ہر کام خداوندی تصرف سے ہو رہا ہے۔ معقولات۔ بعض عقلی دلائل سے خدا کا انکار کرتا ہے اور اپنی بے عقلی کو نہیں سمجھتا ہے۔ خانہ۔ کوئی گھر بغیر معمار کے تعمیر نہیں ہوتا ہے۔ خانہ۔ یہ اسقدر عظیم گھر، دنیا کسی کے بنائے کیسے بن سکتی ہے۔

۲ خط۔ بغیر کسی لکھنے والے کے خط کا لکھا جانا غیر معقول ہے۔ جیم گوش۔ کان کے دائرے کو جیم سے اور آنکھ کے دائرے کو عین سے اور منہ کی گولائی کو میم کے سرے سے تعبیر کیا ہے۔ شمع۔ شمع کے بارے میں یہ سمجھنا مناسب ہے کہ وہ بغیر جلانے والے کے روشن ہو گئی یا یہ سمجھنا کہ اسکو روشن کرنے والے نے روشن کیا ہے۔ ضریر اندھا، اچھی دستکاری کو اندھے کی جانب منسوب کرنا بہتر ہے یا بینا کاریگر کے۔ شل۔ لنجا۔

۳ پس چو۔ جب انسان کو معلوم ہو گیا کہ اس پر کوئی دوسری طاقت مسلط ہے تو پھر اس کی اطاعت کرنی چاہیئے دبوس۔ گرز۔ نمرود۔ وہی بادشاہ ہے جس نے حضرت ابراہیمؑ کو آگ میں ڈالا تھا اسی نے خدا سے جنگ کرنے کیلئے آسمان کی طرف تیر چلائے تھے خدنگ ایک درخت تھا جس کی لکڑی کے تیر بناتے تھے۔

ہمچو اسپاہِ[1] مغل بر آسماں
مغلوں کے لشکر کی طرح، آسمان پر
تیر می انداز دفعِ نزعِ جاں
تیر چلا، جان کے نکلنے کے دفعیہ کے لئے

یا گریزاں زو اگر تانی برو
یا بھاگ جا، اگر جا سکتا ہے
چوں کوی چوں در کفِ اُوی گرو
تو کیسے بھاگے گا؟ جبکہ تو اُسکے ہاتھ میں گروی ہے

در عدم بودی نرستی از کفش
تو عدم میں تھا اُسکے ہاتھ سے نہ بچا
از کفِ اُو چوں رہی اے دستِ خویش
اے عاجز! تو اُس کے ہاتھ سے کیسے بچے گا؟

آرزو جستن بود بگریختن
آرزو کرنا، بھاگنا ہے
پیشِ عدلش خونِ تقوی ریختن
اُسکے انصاف کے سامنے، تقوے کی خونریزی کرنا ہے

ایں جہاں دام ست و دانہ اش آرزو
یہ دنیا جال ہے، اور آرزو اُس کا دانہ ہے
در گریز از دامہای آرزو
حرص کے جالوں سے جلد بھاگ

چوں چنیں رفتی بدیدی صد گشاد
جب تو ایسے چلا تو سو کشادگیاں دیکھے گا
چوں شدی در ضدِ آں دیدی فساد
جب تو اُس کی ضد میں لگا فساد دیکھے گا

چوں[2] شدی در ضد بدانی ضدِ آں
جب تو ضد میں مبتلا ہوگا اُسکی ضد کو سمجھے گا
ضد را از ضد شناسی اے جواں
اے جوان! تو ضد کو ضد سے پہچان لیگا

پس پیمبر گفت استفتوا القلوب
پیغمبرؐ نے فرمایا ہے دلوں سے فتویٰ لو
گرچہ مفتی تاں بروں گوید خطوب
اگرچہ ظاہر میں مفتی تجھ سے بڑی باتیں کہے

گوش کن استفتِ قلبک از رسولؐ
رسولؐ کیجانب سے "اپنے قلب سے فتویٰ لے" سن لے
گرچہ مفتی ات بروں گوید فضول
اگرچہ مفتی ظاہر میں تجھ سے زیادہ باتیں کہے

آرزو[3] بگذار تا رحم آیدش
آرزو کو چھوڑ دے، تاکہ اُس کو رحم آئے
آزمودم کایں چنیں می بایدش
میں نے آزمایا ہے کہ اُسکو یہی چاہئے ہے

چوں نتانی جست پس خدمت کنش
جب تو بھاگ نہیں سکتا، تو اُسکی خدمت کر
تا روی از حبسِ اُو در گلشنش
تاکہ اُس کی قید سے اُسکے گلشن میں پہنچ جائے

دمبدم چوں تو مراقب میشوی
لمحہ بہ لمحہ جب تو غور کرے گا
داد می بینی زداور اے غوی
اے گمراہ! تو خدا کیجانب سے انصاف دیکھے گا

ور بہ بندی چشمِ خود را از احتجاب
اگر پردے میں (رہکر) تو آنکھ بند کرے گا
کارِ خود را کے گذارد آفتاب
سورج اپنا کام کب چھوڑتا ہے؟

[1] سپاہِ مغل۔ یعنی مغل تیراندازوں کی طرح تو آسمانوں کی طرف تیر چلا یا کسی مغل بادشاہ نے ایسا کیا ہے یا اس سے مراد یاجوج ماجوج ہیں جو مغلوں کے ہم جد ہیں۔ دستِ خویش، عاجز، تابع فرماں۔ آرزو۔ اللہ کے حکم کے خلاف آرزو کرنا بھی اُس سے بھاگنے کے مرادف ہے۔ آز حرص۔ زو۔ زود کا مخفف ہے، جلد۔

[2] چوں شدی۔ اگر تم ہوا و حرص میں مبتلا ہو جاؤ گے تو پھر تمہیں ترکِ حرص کی حقیقت معلوم ہوگی۔ تُعرَفُ الاَشیاءُ بِاَضدادِھا۔ "چیزیں اپنی ضدوں سے پہچانی جاتی ہیں" پس پیمبرؐ تقویٰ اختیار کرنے کے بعد انسان کا دل خود بھلائی کی طرف رہنمائی کرنے لگتا ہے۔ اِستَفتِ قَلبَکَ وَاِن اَفتَاکَ المُفتُونَ "تو اپنے دل سے فتویٰ حاصل کر خواہ تجھے مفتی کچھ فتویٰ دیں"

[3] آرزو۔ اللہ کو یہ پسند ہے کہ انسان اپنی حرص اور آرزو کو ختم کر دے۔ چوں۔ جبکہ خدا سے گریز ممکن نہیں ہے تو اُس کی اطاعت کرنی چاہئے۔ دمبدم۔ جب تو اس فلسفہ پر غور کرے گا تو تجھے شرحِ صدر ہو جائے گا۔ کارِ خود۔ یعنی اللہ تعالےٰ اپنا عمل ترک نہیں کرے گا۔

بازراں سوئے ایاز و رتبتش
واں فضیلت در کمالِ رفعتش

ایاز اور اُس کے رتبے کی جانب پھر چل
بلندی کے کمال میں اُس کی فضیلت کی جانب

۵۱ وانمودنِ پادشاہ با اُمرا و متعصبان سببِ فضیلت و مرتبت و قربت و جامگی بُردنِ ایاز بر وجہے کہ ایشاں را حجت و اعتراض نماند

بادشاہ کا اُمرا اور متعصبوں پر فضیلت اور رتبے اور قرب کا سبب ظاہر کرنا اور ایاز کا پوشاک کا خرچہ حاصل کرنا ایسے طریقہ پر کہ اُن کی دلیل اور اعتراض باقی نہ رہا

چوں امیراں از حسد جوشاں شدند
عاقبت بر شاہِ خود طعنہ زدند

جب امیر حسد سے جوش میں بھر گئے
آخر کار انھوں نے اپنے بادشاہ پر طعنہ زنی کی

کایں ایازِ تو ندارد سی خرد
جامگیِ سی امیر اُو چوں خورد

کہ یہ آپ کا ایاز تیس عقلیں نہیں رکھتا ہے
وہ تیس امیروں کی تنخواہ کیوں کھاتا ہے؟

شاہ[۵۲] بیروں رفت با آں سی امیر
سوئے صحرا و کہستاں صید گیر

بادشاہ اُن تیس امیروں کے ساتھ گیا
جنگل اور پہاڑ کی جانب شکار کھیلتے ہوئے

کاروانے دید از دور آں مَلِک
گفت امیرے را کہ روائے مُوتفک

اُس بادشاہ نے دور سے ایک قافلہ دیکھا
ایک امیر سے کہا اے واپس آنے والے! جا

رو بپرس آں کارواں را بر رصد
کز کدامیں شہر اندر می رسد

جا، اِس قافلہ سے تحقیق کے طور پر دریافت کر
کہ وہ کون سے شہر سے اندر آرہا ہے؟

رفت و پرسید و بیامد کہ زرے
گفت عزمش تا کجا درماند وے

وہ گیا اور پوچھا اور آیا، کہ رَے سے
کہا اُس کا کہاں کا ارادہ ہے؟ وہ عاجز ہوگیا

دیگرے را گفت روائے بُوالعلا
باز پرس از کارواں کہ تا کجا

دوسرے سے کہا، جا اے بزرگ!
قافلہ سے پوچھ کہ کہاں کا قصد ہے؟

رفت[۵۳] و آمد گفت تا سوئے یمن
گفت رختش چیست ہاں اے مؤتمن

وہ گیا اور آیا، کہا یمن کی جانب
اُس نے کہا، اے امین اس کا سامان کیا ہے

ماند حیراں گفت با میرے دگر
کہ برو وا پرس رختِ آں نفر

وہ حیران رہ گیا، اُس نے دوسرے امیر سے کہا
کہ جا، اُن لوگوں کا سامان واضح طور پر دریافت کر

باز آمد گفت از ہر جنس ہست
اغلب آں کاسہائے رازی ست

وہ واپس آیا کہا ہر قسم کی چیز ہے
زیادہ تر رَے کے پیالے ہیں

---

۵۱ وانمودن۔ شاہ محمود نے ایک طریقہ اختیار کیا جس سے ایاز کی فضیلت ظاہر ہوگئی اور دیگر امراء طعنہ زنی سے باز آگئے۔ چوں۔ امیروں نے شاہ محمود پر اعتراض کیا کہ ایاز کو تیس امیروں کی تنخواہ کیوں دی جاتی ہے ایاز کے بھی ایک عقل ہے اور دوسروں کے بھی ایک عقل ہے۔ جامگی۔ وہ تنخواہ جو کپڑوں کے لئے دی جائے۔

۵۲ شاہ۔ شاہ محمود اُن تیسوں امیروں کو شکار کے بہانے سے شہر کے باہر لے گیا۔ موتفک۔ واپس آنیوالا۔ از رے۔ یعنی شہر رے سے آرہا ہے۔ درماند۔ اِس سوال کا جواب نہ دے سکا۔ تا کجا۔ کہاں جا رہا ہے۔

۵۳ رفت۔ اِس دوسرے نے دریافت کیا تو قافلہ والوں نے بتایا کہ یمن شہر کو جا رہے ہیں۔ موتمن۔ امانت دار۔ رخت۔ یعنی قافلہ کیا سامان لے جا رہا ہے۔ کاسہای رازی۔ رَے کے بنے ہوئے پیالے۔

گفت[1] کے بیروں شُدند از شہرِ رے ... ماند حیراں آں امیرِ سُست پے
اُس نے کہا وہ رَے شہر سے کب نکلے؟ ... وہ سُست قدم امیر حیران رہ گیا

آں دگر را گفت رَو وا پُرس ہاں ... تا کہ کے بُود ست نقلِ کارواں
دوسرے سے کہا جا صاف پوچھ خبردار! ... کہ قافلہ کا سفر کب سے شروع ہوا؟

باز گشت و گفت ہشتم از رجب ... گفت در رَے چیست تسعیرا ے عجب
وہ واپس آیا اور کہا رجب کی آٹھویں سے ... کہا اے عجیب! رے میں کیا بھاؤ ہے؟

چوں نمیدانست دیگر دم نزَد ... شہ فرستاد آں دگر را زاں عَدَد
چونکہ وہ نہ جانتا تھا اُس نے سانس نہ لیا ... بادشاہ نے اُن میں سے دوسرے کو بھیجا

ہمچنیں تا سی امیر و بیشتر ... سُست رای و ناقص اندر کرّ و فر
اسی طرح تیس امیر تک اور زیادہ تک ... آنے جانے میں سست رای اور ناقص (نکلے)

ہر یکے رفتند بہرِ یک سوال ... ناقص و عاجز ز ادراکِ کمال
ہر ایک، ایک سوال کے پیچھے پڑا ... کمال کے حاصل کرنے سے ناقص اور عاجز (رہا)

گفت امیراں را کہ من روزے جدا ... امتحاں کردم ایازِ خویش را
اُس نے امیروں سے کہا کہ میں نے ایک روز، تنہا ... اپنے ایاز کا امتحان لیا

کہ بپُرس از کارواں تا از کجاست ... اُو برفت ایں جملہ را پُرسید راست
کہ دریافت کر کہ قافلہ کہاں کا ہے؟ ... وہ گیا اور یہ سب باتیں صحیح دریافت کریں

بے وصیت بے اشارت یک بیک ... حالِ شاں دریافت بے ریب و شک
بغیر کہے، بغیر اشارے کے ایک ایک ... بغیر شک و شبہ کے اُن کا حال دریافت کر لیا

ہر چہ زیں سی میر اندر سی مقام ... کشف شُد زواں بیکدم شُد تمام
جو کچھ اُن تیس امیروں سے تیس دفعہ میں ... معلوم ہوا اُس سے ایک دم مکمل ہو گیا

مرافعہ[2] آں اُمرا آں حجت بشبہ جبریانہ و جواب دادن شاہِ محمود ایشان را

اُن امرا کا جبریوں کی طرح اپنے شبہ کے ساتھ اپیل کرنا اور شاہ محمود کا اُن کو جواب دینا

پس[3] بگفتند آں امیراں کایں فنے ست ... از عنایتہاست کارِ جہد نیست
تو اُن امیروں نے کہا کہ یہ ہنر ہے ... جو (اللہ تعالیٰ کی) عنایتوں سے ہے کوشش کا معاملہ نہیں ہے

---

[1] گفت۔ شاہ نے کہا وہ رَے سے کب چلے تھے۔ تسعیر یعنی اُن پیالوں کا رَے میں کیا بھاؤ تھا۔ زاں عدد۔ یعنی اُن تیس سرداروں میں سے۔ ہر یکے۔ اُن تیسوں سرداروں میں سے کوئی پوری بات معلوم کر کے نہ آیا۔ گفت۔ سلطان محمود نے اُن امیروں سے کہا کہ ایک روز میں نے ایاز کو ایسی ہی معلومات کے لئے اکیلا بھیجا تھا تم تیس آدمیوں نے جو جوابات لا کر دیئے اُس نے تنہا سب جواب دے دیئے تھے۔

[2] مرافعہ۔ اب ان امیروں نے دُوبارہ اِس معاملہ کو اٹھایا اور اِس طرح کی باتیں شروع کر دیں جو جبری کرتے ہیں اور اپنا قصور قضاء قدر پر رکھتے تھے۔

[3] پس۔ اِن امیروں نے کہا کہ ایاز کی یہ ہنرمندی تو خدا کی عطا کردہ ہے اِس میں ہماری یا اُس کی کسی کوشش کو کیا دخل ہے۔

قسمتِ[۵۱] حق ست مہ را روی نغز
چاند کا حسین چہرہ اللہ (تعالیٰ) کی تقسیم ہے
دادۂ بخت ست گل را بوی نغز
پھول کی عمدہ خوشبو، نصیب کا عطیہ ہے

بلکہ سلطاں چوں عنایت میکُند
بلکہ شاہ جب مہربانی کرتا ہے
از تفاخر خیمہ بر مہ می زند
تو وہ فخر سے، چاند پر خیمہ لگا لیتا ہے

گفت سلطاں بلکہ آنچہ از نفس زاد
سلطان (محمود) نے کہا بلکہ جو نفس سے پیدا ہوتا ہے
ریعِ تقصیر ست و دخلِ اجتہاد
کوتاہی کی پیداوار اور کوشش کی آمدنی ہے

ورنہ آدمؑ کے بگفتے با خدا
ورنہ (حضرت) آدمؑ خدا سے کب کہتے؟
رَبَّنَا اِنَّا ظَلَمْنَا نَفْسَنَا
اے ہمارے پروردگار ہم نے اپنے نفس پر ظلم کیا

خود بگفتے کایں گناہ از بخت بُود
خود کہدیتے کہ یہ گناہ تقدیر سے تھا
چوں قضا ایں بود حزمِ ما چہ سُود
جب قضاء (خداوندی) یہ تھی ہماری احتیاط سے کیا فائدہ

ہمچو[۵۲] ابلیسے کہ گفت اَغْوَیْتَنِیْ
شیطان کی طرح کہ اُس نے کہا تو نے مجھے گمراہ کیا
تو شکستی جام و ما را می زنی
تو نے جام توڑا اور مجھے مارتا ہے

بل قضا حق ست و جہدِ بندہ حق
بلکہ قضاء (خداوندی) حق ہے اور بندہ کی کوشش بھی حق ہے
ہیں مباش اَعْور چو ابلیسِ خَلَق
پرانے شیطان کی طرح کانا نہ بن

در تردّد ماندہ ایم اندر دو کار
ہم دو کاموں کے درمیان تردّد میں ہیں
ایں تردّد کے بُود بے اختیار
بغیر اختیار کے یہ تردّد کب ہوتا ہے؟

ایں کنم یا آں کنم کے گوید اُو
میں یہ کروں یا وہ کروں وہ کب کہتا ہے؟
کہ بُود دست و پاش بستت اے عمو
اے چچا! جبکہ دونوں ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے ہوں

ہیچ[۵۳] باشد ایں تردّد در سرم
کبھی میرے سر میں یہ تردّد ہوتا ہے؟
کہ روم در بحر و یا بالا پرم
کہ میں سمندر پر چلوں یا اوپر کو اڑوں

ایں تردّد ہست کہ موصل روم
یہ تردّد ہوتا ہے، کہ موصل جاؤں
یا برائے سحر تا بابل روم
یا جادو کے لئے، بابل تک جاؤں

پس تردّد را بباید قدرتے
تو تردّد کے لئے قدرت چاہیئے
ورنہ آں خندہ بُود بر سبلتے
ورنہ وہ محض مذاق ہوگا

بر قضا کم نہ بہانہ اے جواں
اے جوان! قضاء (خداوندی) پر بہانہ نہ رکھ
جرمِ خود را چوں نہی بر دیگراں
اپنا قصور دوسروں پر کیوں ڈالتا ہے؟

---

۵۱ قسمت۔ یہ خدائی تقسیم ہے کہ اُس نے چاند کو خوبصورت چہرہ عطا کر دیا اور پھول کو خوشبو عطا کر دی۔ گفت شاہ محمود نے کہا کہ یہ بات درست نہیں ہے خدا نے بندے کو بھی اختیار دیا ہے انسان جو کام کرتا ہے اُسمیں اُسکی کوتاہی اور کوشش کا دخل ہے۔ ورنہ۔ حضرت آدمؑ نے یہی سمجھا ورنہ اپنی کوتاہی کو اپنی طرف منسوب نہ کرتے بلکہ خدا کیطرف منسوب کر دیتے۔

۵۲ ہمچو۔ اسطرح کے کاموں کی خدا کیطرف نسبت کر دینا شیطان کا کام ہے اُس نے اپنی غلطی کو خدا کیطرف منسوب کیا اور کہا کہ تو نے مجھے گمراہ کر دیا ہے میرا کیا قصور ہے۔ بل۔ صحیح بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قضا و قدر بھی حق ہے اور انسان کی کوشش بھی اپنی جگہ صحیح ہے صرف ایک جانب دیکھنا شیطان کی بھینگی آنکھ کا کام ہے۔ در تردّد۔ انسان اکثر کاموں میں متردّد ہوتا ہے اگر اُسکو اختیار نہ ہوتا تو وہ تردّد کیوں کرتا جبر کی حالت میں اُس کو کبھی تردّد نہ ہوتا۔

۵۳ ہیچ۔ جبکہ انسان کو اوپر اڑنے پر قدرت ہی نہیں ہے تو وہ کبھی متردّد نہیں ہوتا کہ مجھے اوپر اڑنا چاہیئے یا سمندر میں کودنا چاہیئے۔ ایں تردّد۔ اُسکو موصل اور بابل جانیکا اختیار ہے اِسمیں اُسکو تردّد ہوتا ہے بر قضا۔ انسان کو اپنی غلطیوں کا ذمہ دار قضاء خداوندی کو نہ بنانا چاہیئے۔

خونْ کُند زید و قصاصِ اُو بعَمر — مے خورد بکر و برِ احمد حدِّ خمر

زید خون کرے اور اُس کا بدلہ عمر پر — بکر شراب پیئے اور شراب کی سزا احمد پر

گردِ خود برگرد و جُرمِ خود ببیں — جنبش از خود بین و از سایہ مبیں

اپنا چکر کاٹ، اپنا قصور دیکھ — حرکت اپنی سمجھ اور سایہ کی نہ سمجھ

کہ نخواہد شُد غلط پاداشِ میر — خصم را میداند آں میرِ بصیر

حاکم کی سزا غلط نہ ہوگی — وہ بینا حاکم، مُجرم کو جانتا ہے

تو عسل خوردی نیاید تب بغیر — مُزدِ روزِ تو نیاید شب بغیر

تونے شہد پیا، غیر کو بخار نہ آئے گا — تیری دن کی مزدوری رات کو غیر نہ حاصل کریگا

در چہ کردی جہد کاں با تو نگشت — تو چہ کاریدی کہ نامد ریعِ کشت

تونے کس چیز میں کوشش کی کہ وہ تجھے نہ ملی؟ — تونے کیا بویا کہ کھیتی کی پیداوار نہ آئی؟

فعلِ تو کاں زاید از جان و تنت — ہمچو فرزندت بگیرد دامنت

وہ تیرا کام جو تیری جان اور جسم سے پیدا ہوتا ہے — وہ تیری اولاد کی طرح تیرا دامن پکڑیگا

فعل را در غیب صورت می کُنند — فعلِ دُزدی را نہ دارے میزنند

(عالم) غیب میں کام کی ایک صورت بنا دیتے ہیں — چوری کے کام کیلئے کیا پھانسی نہیں لگاتے ہیں؟

دار کے مانَد بدُزدی لیک آں — ہست تصویرِ خدائے غیب داں

پھانسی، چوری سے کب مشابہ ہے؟ لیکن وہ — غیب داں خدا کیجانب سے ایک صورت بنائی ہوئی ہے

در دلِ شحنہ چو حق الہام داد — کایں چنیں صورت بساز از بہرِ داد

جب اللہ (تعالیٰ) نے کوتوال کے دل میں الہام کر دیا — کہ انصاف کے لئے ایسی صورت بنالے

تا تو عالم باشی و عادل، قضا — نامناسب چوں دہد داد و سزا

تاکہ تو عالم اور منصف بنے، قضاء (خداوندی) — جزا اور سزا نامناسب کیسے دے گی؟

چونکہ حاکم ایں کُند اندر گزیں — چوں کُند حکم اَحکَمُ الحاکمین

جب کہ انتخاب میں حاکم یہ کرتا ہے — تو حاکموں کا حاکم کیا حکم کرے گا؟

چوں بکاری جَو نروید غیرِ جَو — قرض تو کردی زِ کہ خواہم گرو

جب تو جو بوئے گا جَو کے سوا نہ اُگے گا — قرض تونے لیا ہے میں گروی کس سے مانگوں؟

جُرمِ خود را بر کسے دیگر مَنہ — ہوش و گوشِ خود بدیں پاداش دہ

اپنا قصور کسی دوسرے پر نہ رکھ — اپنا ہوش اور کان اس بدلہ پر لگائے رکھ

لہ خوں۔ اپنے جرم کی ذمہ داری قضا پر ڈالنا تو ایسا ہی ہے جیسا کہ قتل زید کرے اور بدلہ عمرؔ سے لیا جائے، شراب بکر پیئے اور احمد کے کوڑے مارے جائیں۔ کہ نخواہد۔ اللہ تعالیٰ کبھی غیر مجرم کو سزا نہیں دیتا ہے۔ تو عسل۔ شہد کوئی کھائے اور اُسکے اثر سے بخار دوسرے کو آئے، دن میں مزدوری کوئی کرے اور اُس کی اجرت رات کو دوسرے کو دیدیجائے یہ نہیں ہو سکتا ہے در چہ۔ ظاہری اعمال کے نتیجے خود کرنے والے کو حاصل ہوتے ہیں۔

لہ فعل۔ انسان کے اعمال ہی اُسکے دامنگیر ہونگے جسطرح اُسکی ظاہری اولاد اُسکی دامنگیر ہوتی ہے، آخرت میں اعمال مصوّر کر دیئے جائیں گے ہاں عمل اور جزا میں ظاہری مشابہت نہ ہوگی۔ دار۔ چوری اور ڈاکہ زنی اور اُسکی سزا پھانسی میں کوئی ظاہری مناسبت نہیں ہے لیکن خدا نے دنیا میں انصاف قائم کرنے کیلئے اُسکی وہ سزا تجویز کردی ہے۔ شحنہ۔ کوتوال۔

لہ تو چونکہ انصاف قائم کرنے کیلئے خدا نے یہ الہام کر دیا ہے تو پھر قضا خداوندی غیر مناسب جزا اور سزا کہاں دے سکتی ہے۔ چونکہ۔ جب دنیا کا حاکم مناسب جزا اور سزا دیتا ہے تو احکم الحاکمین لامحالہ مناسب جزا اور سزا دیگا۔ قرض جب تونے قرض لیا ہے تو ہی گروی رکھے گا۔ جرم۔ اپنا جرم

جُرم بر خود نہ کہ تو خود کاشتی — با جزا و عدلِ حق کُن آشتی
اپنے آپ کو قصوروار ٹھہرا کیونکہ تونے خود بویا ہے — اللہ (تعالیٰ) کی جزا اور سزا سے صلح رکھ

رنج[1] را باشد سبب بَد کردنی — بَد ز فعلِ خود شناس از بخت نی
برا کرنا، تکلیف کا سبب ہے — برائی اپنے کام کی وجہ سے سمجھ، نہ تقدیر سے

آں نظر در بخت چشم اَحول کُند — کلب را گہدانی و کاہل کُند
تقدیر پر نظر رکھنا آنکھ کو بھینگا بنا دیتا ہے — کُتّے کو پاخانہ والا اور کاہل بنا دیتا ہے

مُتّہم کُن نفسِ خود را اے فتیٰ — مُتّہم کم کُن جزائے عدل را
اے نوجوان! اپنے نفس کو مُتّہم سمجھ — انصاف کے بدلے کو مُتّہم نہ کر

توبہ کُن مردانہ سَر آور بہ رہ — کہ فَمَن یَعمَل بِمِثقَالِ یَرَہٗ
مردوں کی طرح توبہ کر راستہ پر چل پڑ — کیونکہ جو مثقال برابر عمل کریگا وہ اُسکو دیکھے گا

در فسونِ[2] نفس کم شو غرّہ — کآفتابِ حق نپوشد ذرّہ
نفس کے مکر سے دھوکے میں نہ پڑ — کیونکہ حق کا سورج ذرّے کو نہیں چھپاتا ہے

ہَست ایں ذرّاتِ جسمی اے مُفید — پیشِ ایں خورشیدِ جسمانی پدید
اے فائدہ مند! یہ جسمانی ذرّے — اس جسمانی سورج کے سامنے ظاہر ہیں

ہست ذرّاتِ خواطر و افتکار — پیشِ خورشیدِ حقائق آشکار
خیالات اور فکر کے ذرّے — حقیقتوں کے سورج کے سامنے ظاہر ہیں

پیشِ حق پیدا و پیش تو نہاں — سِرِّ غیبست[3] ایں مکُن فکرے دراں
خدا کے سامنے ظاہر ہیں تیرے سامنے پوشیدہ ہیں — یہ غیبی راز ہے تو اس میں غور نہ کر

حکایتِ آں صیّادے کہ خود را در گیاہ پیچیدہ بود، و

اُس شکاری کا قصہ جس نے اپنے آپ کو گھاس میں لپیٹ لیا تھا اور

دستۂ گُل و لالہ کُلہ وار بر سَر فرو کشیدہ تا مُرغان اُو را گیاہ

گُل و لالہ کا گلدستہ ٹوپی کی طرح سَر پر رکھ لیا تھا تاکہ پرندے اُس کو گھاس

پندارند و آں مُرغِ زیرک اندکے بُوی بُرد کہ ایں آدمی ست

سمجھیں اور ایک ہوشیار پرندے نے کچھ تاڑ لیا کہ یہ آدمی ہے

کہ بر شکلِ گیاہ می نماید، امّا ہم تمام بُوی نبُرد با فسونِ اُو

جو گھاس کی شکل پر نظر آرہا ہے، لیکن وہ ابھی پورا نہ سمجھا کہ مکر سے وہ بھی دھوکے

---

[1] رنج۔ انسان کی بدعملی اُسکی تکلیف کا سبب ہے اور بدعملی کا وہ خود ذمّہ دار ہے تقدیر اُسکا ذمّہ دار نہیں ہے آں نظر۔ محض تقدیر پر نظر رکھنا انسان کو کج بیں بنا دیتا ہے اور انسانی نفس کو برائی کا عادی اور کاہل بنا دیتا ہے۔ متہم۔ برائی کی تہمت اپنے اوپر رکھنی چاہیئے اللہ کے انصاف کو مُتّہم نہ بنانا چاہیئے، خدا نے فرمایا ہے جو ایک ذرّہ عمل کرے گا اُس کا نتیجہ اُس کے سامنے آئے گا۔

[2] در فسون۔ انسان کو نفس سے دھوکہ نہ کھانا چاہیئے اُس کے عمل کا ذرّہ ذرّہ علمِ الٰہی میں ہے۔ ہست۔ جس طرح سے جسمانی ذرّات ظاہری سورج میں چمک اٹھتے ہیں اسی طرح سے خیالات کے ذرّات علمِ الٰہی میں چمک اٹھتے ہیں۔

[3] سرِّ غیب۔ علمِ الٰہی، عالمِ غیب کے اسرار میں سے ہے اُسمیں عالمِ شہود میں غور و فکر نہ کرنا چاہیئے، تیرے اغیار سے جو خیالات مخفی ہیں وہ سب علمِ الٰہی میں ظاہر ہیں۔ حکایت۔ جبر و اختیار کی یہ حکایت ذکر کی گئی ہے کہ اپنے جرم کو کسی دوسرے کے ذمّہ نہ لگانا چاہیئے۔

مغرور شد زیرا کہ در ادراکِ اوّل قاطعے نداشت و در

میں پڑ گیا کیوں کہ وہ پہلے ادراک میں یقین نہ رکھتا تھا اور

ادراکِ دوم قاطعے داشت وھو الحرص و الطمع لاسیّما

دوسرا احساس قطعی تھا اور وہ حرص اور لالچ ہے خصوصاً حاجت

عِند فرطِ الحاجۃِ والفقرِ قال النبی علیہ الصلوٰۃ

اور ضرورت کی زیادتی کے وقت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام

والسلام کادَ[51] الفقرُ اَن یّکونَ کفراً اصدق

نے فرمایا ہے قریب ہے کہ فقر کفر بن جائے اللہ کے رسول نے

رسولُ اللہِ صلّی اللہُ علیہِ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلّم

سچ فرمایا ہے ان پر اور ان کی اولاد اور صحابہ پر درود و سلام ہو

رفت مرغے درمیانِ مرغزار — بود آنجا دام از بہرِ شکار

ایک پرندہ چمن میں گیا — وہاں شکار کے لئے جال تھا

دانۂ چندے نہادہ بر زمیں — واں صیّاد آنجا نشستہ در کمیں

چند دانے زمین پر رکھے تھے — اور شکاری وہاں گھات میں بیٹھا تھا

خویشتن پیچیدہ در برگ و گیاہ — وز[52] گُل و لالہ وُرا بر سر کلاہ

اپنے آپ کو پتّوں اور گھاس میں لپیٹ لیا تھا — اور اس کے سر پر گل و لالہ کی ٹوپی تھی

در کمیں بنشستہ و کردہ نگاہ — تا در افتد صید بیچارہ زراہ

گھات میں بیٹھا تھا اور نگاہ لگائے ہوئے تھا — تاکہ بیچارہ شکار، راستہ سے بھٹک جائے

مرغک آمد سوئے او از ناشناخت — پس طوافے کرد و پیشِ مرد تاخت

انجان پن سے ایک بیچارہ پرندہ اسکی جانب آیا — چکر کاٹا اور (اس) شخص کی طرف دوڑا

گفت[53] اُو را کیستی اے سبز پوش — در بیاباں درمیانِ ایں وحوش

اس نے کہا اے سبزپوش! تو کون ہے؟ — جنگل میں ان وحشیوں کے درمیان

گفت مردے زاہدم من منقطع — باگیاہ و با حشیشے مقتنع

انسان نے کہا میں زاہد ہوں، لاتعلق — گھاس اور پھونس پر قناعت کرنیوالا

زہد و تقویٰ را گزیدم دین و کیش — زانکہ می دیدم اجل را پیشِ خویش

میں نے زہد اور تقویٰ کو دین اور مذہب بنالیا؟ — کیونکہ میں موت کو اپنے سامنے دیکھ رہا ہوں

۵۱ کاد۔ فقر اور احساس کامل مومنوں کے لئے باعث فضیلت ہے آنحضورؐ کا ارشاد ہے اَلفقرُ فخری فقر میرا فخر ہے۔ لیکن کمزور ایمان والوں کے لئے فقر خطرناک ہے بسا اوقات وہ کفر اختیار کرلیتے ہیں۔ مرغزار۔ چمن۔ کمین۔ گھات۔

۵۲ وز گل۔ اس شکاری نے اپنے آپ کو چھپانے کیلئے بدن پر گھاس اور سر پر پھولوں کی ٹوپی اوڑھ لی تھی ناشناخت۔ وہ پرندہ یہ سمجھا کہ وہ شکاری ہے اور اس نے اس سے دریافت کیا تو کون ہے۔

۵۳ گفت۔ اس شکاری نے کہا میں ایک متقی اور زاہد ہوں اور صرف گھاس پھوس پر گزارہ کرتا ہوں۔ چونکہ موت ہر وقت میرے پیش نظر ہے میں نے دنیا سے زہد اختیار کرلیا ہے۔

مرگِ ۵۱ ہمسایہ مرا واعظ شدہ — کسب و دکانِ مرا برہم زدہ
پڑوسی کی موت میرے لئے واعظ بن گئی ہے — میری کمائی اور دُکان کو تہ و بالا کردیا ہے

چوں باخر فرد خواہم ماندن — خُو نباید کرد با ہر مرد و زن
چونکہ میں آخر میں اکیلا رہ جاؤں گا — مجھے ہر مرد و عورت کی عادت نہ ڈالنی چاہیئے

رُوی خواہم کرد آخر در لحد — آں بہ آید کہ کنم خُو با احد
آخر میں قبر کی طرف رُخ کروں گا — یہ اچھا لگتا ہے کہ خدا کی عادت ڈالوں

چوں زنخ را بست خواہم اے صنم — آں بہ آید کہ زنخ کمتر زنم
اے پیارے! چونکہ میں ٹھوڑی کو باندھوں گا — یہ بہتر ہے کہ میں بکواس نہ کروں

اے بزربفت و کمر آموختہ — آخرستت جامۂ نادوختہ
اے زربفت اور پٹکے کے عادی! — تیرا انجام بلا سِلا کپڑا ہے

رُو ۵۲ بخاک آریم کز وے رُستہ ایم — دل چرا در بیوفایاں بستہ ایم
ہم مٹی کا رخ کرینگے کیونکہ اسی سے پیدا ہوئے ہیں — ہم نے بے وفاؤں سے دل کیوں وابستہ کیا ہے!

جدّ و خویشانِ ما قدیمی چار طبع — ما بخویشِ عاریت بستیم طمع
ہمارے قدیم دادا اور رشتہ دار چار عنصر ہیں — ہم نے عارضی رشتہ داروں سے لالچ وابستہ کیا ہے

سالہا ہم صحبتی و ہمدمی — با عناصر داشت جسمِ آدمی
سالوں ہم صحبت اور ساتھی — انسان کا جسم عناصر سے رہا

روحِ اُو خود از نفوس و از عقول — روحِ اصلِ خویش را کردہ نکول
اس کی روح نفوس اور عقول سے ہے — روح اپنی اصل سے اعراض کئے ہوئے ہے

از ۵۳ عقول و از نفوسِ پُر صفا — نامہ می آید بجاں کاے بیوفا
مصفیٰ عقول اور نفوس سے — روح کو پیام آتا ہے کہ اے بے وفا!

یارگانِ پنج روزہ یافتی — رُو ز یارانِ کہن بر تافتی
تونے کچھ دن کے دوست پائے ہیں — پُرانے دوستوں سے منہ موڑ لیا ہے

کودکاں ہر چند در بازی خوش اند — شب کشاں شاں سُوی خانہ می کشند
بچے یقیناً کھیل میں خوش ہیں — رات کو اُن کو گھر کی جانب کھینچ لے جاتے ہیں

۵۱ مرگ۔ ایک پڑوسی کی موت سے مجھے عبرت حاصل ہو گئی اور میں نے اپنی دکان وغیرہ خیرات کر ڈالی ہے۔ چوں۔ مرنے کے بعد مجھے قبر میں تنہا رہنا ہے اسی لئے میں نے دنیا والوں سے تعلقات منقطع کر لئے ہیں اور خدا سے لو لگالی ہے۔ چوں۔ موت کے وقت مُنہ پر ڈھاٹا باندھ دیا جاتا ہے زنخ زدن۔ بکواس کرنا۔ اے۔ جو لوگ زندگی میں زربفت کا لباس اور زرّیں پیٹیاں باندھتے ہیں وہ بھی موت کے بعد بلا سِلا کفن پہنتے ہیں۔
۵۲ رُو۔ انسان مٹی سے پیدا ہوا ہے اور اُس کو مر کر مٹی میں جانا ہے لہٰذا اسی سے تعلق رکھنا چاہیئے۔ جدّ۔ انسان کا اصل رشتہ چاروں عنصروں سے ہے لیکن انسان عارضی رشتہ داروں سے دل وابستہ کر لیتا ہے۔ سالہا۔ انسان کے جسم کی تخلیق سے قبل اُس کا جسم عناصرِ اربعہ کا ساتھی تھا۔۔۔ روحِ اُو۔ انسان کی روح عالمِ نفوس اور عالمِ عقول کی چیز ہے لیکن وہ اپنی اصل کو فراموش کر دیتی ہے۔
۵۳ از عقول۔ جب روح اپنی اصل کو فراموش کرتی ہے تو وہ عقول اور نفوس اُس سے کہتے ہیں کہ تو نے ہمیں بھلا دیا ہے اور عارضی یاروں سے رشتہ جوڑ لیا ہے۔ کودکاں۔ انسانوں کی مثال اُن بچوں کی سی ہے جو دن بھر کھیل میں لگے رہتے ہیں اور رات کو اُن کے والدین اُن کو پکڑ کر جبراً گھر لے جاتے ہیں یہی حال انسان کا ہے کہ اُس کی روح کو واپس اصل وطن کی طرف جانا ہے

شُد برہنہ وقتِ بازی طفلِ خُرد[1] — دُزد از ناگہہ قبا و کفش بُرد

کھیل کے وقت چھوٹا بچہ ننگا ہوا — چور اچانک چوغہ اور جوتے لے بھاگا

آنچناں گرم اُو ببازی در فتاد — کاں کلاہ و پیرہن رفتش زیاد

وہ کھیل میں اِس قدر لگا — کہ وہ ٹوپی اور لباس اس کی یاد سے نکل گیا

شب شُد و بازیِ اُو شُد بے مَدد — رُو ندارد کہ سُویِ خانہ رَوَد

رات ہوگئی اور اس کا کھیل بغیر مدد کے رہ گیا — اُس کا منہ نہیں ہے کہ گھر کو جائے

نے شنیدی[2] اِنَّمَا الدُّنیا لَعِبْ — باد دادی رَخت و گشتی مُرتَعِب

کیا تو نے نہیں سنا، کہ دنیا کھیل ہے؟ — تُو نے سامان برباد کر دیا اور تو خوفزدہ ہوگیا

پیش ازانکہ شب شود جامہ بجُو — روز را ضائع مکن در گفتگو

اس سے پہلے کہ رات ہو، کپڑے تلاش کرلے — باتوں میں دن ضائع نہ کر

من بصحرا خلوتے بگزیدہ ام — خَلق را من دُزدِ جامہ دیدہ ام

میں نے جنگل میں تنہائی اختیار کرلی ہے — میں نے لوگوں کو کپڑوں کا چور سمجھا ہے

نیم عُمر[3] از آرزویِ دلستاں — نیم عُمر از غصّہائے دُشمناں

آدھی عمر معشوق کی تمنا میں — آدھی عمر دشمنوں کے غصہ میں

جُبّہ را بُرد آں کُلہ را ایں بُرد — غرقِ بازی گشتہ ما چوں طفلِ خُرد

جبہ وہ لے گیا، ٹوپی یہ لے گیا — ہم چھوٹے بچے کی طرح کھیل میں غرق ہیں

نَک شبانگاہِ اَجل نزدیک شُد — خَلِّ ھٰذَا اللَّعِبَ بَسَّکْ لَا تَعُدْ

اب موت کی رات قریب آگئی ہے — اس کھیل کو چھوڑ، بس کر، واپس نہ ہو

ہیں سوارِ توبہ شو در دُزد رَس — جامہا از دُزد بستاں بازپس

خبردار! توبہ پر سوار ہو جا چور تک پہنچ جا — چور سے کپڑے واپس لے لے

مَرکبِ توبہ عجائب مَرکب ست — بر فلک تازد بیک لحظہ ز پست

توبہ کی سواری عجب سواری ہے — ایک لحظہ میں نیچے سے آسمان تک دوڑ جاتی ہے

لیک مَرکب را نگہ میدار ازاں — کو بدُزدید آں قبایت را نہاں

لیکن سواری کی اُس سے حفاظت کر — جس نے چپکے سے تیرا چوغہ چرا لیا ہے

---

۱ شُد۔ بچہ کھیل میں اپنے کپڑے اُتار کر رکھ دیتا ہے اور کھیل میں اس قدر مشغول ہو جاتا ہے کہ چور اُس کے کپڑے لے بھاگتا ہے۔ شب شُد۔ جب رات کو وہ گھر لوٹنا چاہتا ہے تو کپڑوں کی چوری کی شرمندگی سے گھر لوٹنے کی ہمت نہیں کرتا ہے یہی حال انسان کا ہے کہ دنیا کے شغل میں اپنا سب کچھ کھو بیٹھتا ہے اور پھر آخرت کی طرف رُخ کرنے سے شرماتا ہے۔

۲ نے شنیدی۔ قرآن پاک میں ہے اِعْلَمُوْا اَنَّمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّلَھْوٌ جان لو دنیا کھیل کود ہے، لہٰذا تمہارا حال اُس بچہ کا سا نہ ہو جو کھیل کود میں اپنا سب کچھ کھو بیٹھتا ہے۔ مُرتَعِب۔ خوفزدہ۔ شب شود۔ واپسی کے وقت سے پہلے اپنا جائزہ لے لو۔ من بصحرا۔ اُس شکاری نے پرندے سے کہا۔

۳ نیم عمر۔ انسان غفلت میں اِسی طرح دن گزار دیتا ہے کہ آدھی عمر تو مرغوبات کی تمنا میں گذری اور آدھی عمر دشمنوں کے غصہ میں۔ جُبّہ۔ غرضیکہ سفرِ آخرت کے لئے جو سامان تیار کرنا تھا وہ سب برباد ہو جاتا ہے۔ نَک۔ واپسی کا وقت قریب ہے، کھیل کو چھوڑ کر چلنے کی تیاری کرنی چاہیئے۔ ہیں۔ یعنی غلطیوں کی تلافی کی تدبیر توبہ اور استغفار ہے۔ مَرکبِ توبہ۔ شعر:-

ہر چہ از عمرِ گرامی صرف در غفلت شود
می تواں یک صبحدم دُزدِ لبِ استغفار نیست

لیک۔ توبہ کی حفاظت ضروری ہے کہیں شیطان اُس کو نہ تڑوا دے۔

تا۱ نُدزدد مَرکبت را نیز ہم — پاس دار ایں مَرکبت را دمبدم

تاکہ تیری سواری کو بھی نہ چُرالے — ہر وقت اپنی اِس سواری کی حفاظت کر

حکایتِ آں شخص کہ دُزداں قچ اُو بدُزدیدند و بَراں

اُس شخص کا قصہ جس کا دُنبہ چوروں نے چُرا لیا اور اُس پر بس نہ کی

قناعت نکردند بحیلہ جامہاش را ہم دُزدیدند

تدبیر سے اُس کے کپڑے بھی چُرا لئے

آں یکے قچ داشت از پَس میکشید — دُزد قچ را بُرد و حَبلش را بُرید

ایک شخص کے پاس دُنبہ تھا وہ اُس کو پیچھے سے کھینچ رہا تھا — دُنبہ کو چور لے گیا اور اُس کی رسّی کاٹ دی

چونکہ شد آگہ دواں شُد چپ و راست — تا بیابد کاں قچ بُردہ کجاست

جب وہ واقف ہوا، دائیں اور بائیں جانب بھاگا — تاکہ معلوم کرے کہ وہ چُرایا ہوا دُنبہ کہاں ہے؟

بر سرِ چاہے بدید آں دُزد را — کو فغاں میکرد کاے وَاوَیلتا

اُس چور کو ایک کنویں پر دیکھا — کہ وہ فریاد کر رہا ہے، کہ ہائے تباہی

گفت نالاں از چہ اے اوستاد — گفت ہمیانِ زرم در چہ فتاد

اُس نے کہا اے اُستاد! تو کیوں رو رہا ہے؟ — اُس نے کہا میری نقدی کی ہمیانی کنویں میں گر گئی ہے

گر۲ توانی دَر رَوی بیروں کَشی — خُمس بدہم مَر تُرا با دل خوشی

اگر تو جا سکے، باہر نکال لائے — میں دل کی خوشی کے ساتھ تجھے پانچواں حصہ دیدونگا

ہَست دَر ہمیانِ من پانصد درم — گر کُنی با من چنیں لُطف و کرم

میری ہمیانی میں پانچسو درہم ہیں — اگر تو میرے ساتھ اِس طرح کی مہربانی اور کرم کرے

خُمس صَد دینار بستانی بدَست — گفت با خود ایں بہاۓ دہ قچ ست

پانچواں حصہ سَو درہم، تو ہاتھ سے لے لے — اُس نے سوچا، یہ دس دُنبوں کی قیمت ہے

گر۳ دَرے بر بَستہ شُد صَد در کشاد — گر قچے شُد حق عوض اُشتر بداد

اگر ایک دروازہ بند ہوا ہے تو سَو دروازے کھُل گئے — اگر دُنبہ گیا، اللہ نے بدلے میں اونٹ دیدیا

جامہا بر کَند و اندر چاہ رَفت — جامہا را بُرد ہم آں دُزد تَفت

کپڑے اُتارے اور کنویں میں اُتر گیا — وہ چور فوراً کپڑوں کو بھی لے گیا

حازمے باید کہ رَہ تا دہ بَرد — حزم نبُوَد طمع طاعوں آوَرد

پختہ کار چاہیئے، تاکہ گاؤں تک کا راستہ طے کرلے — پختہ کاری نہ ہو تو لالچ طاعون پیدا کر دیتا ہے

۱ تا نُدزدد۔ اُس شیطان چور نے تمہارا سامان تو چُرا ہی لیا اب اُس تو بہ کی سواری نہ چُرالے۔ حکایت۔ اِس حکایت کا منشا یہ ہے کہ انسان لالچ میں پڑ کر پے در پے چور کو چوری کا موقع دیدیتا ہے۔ قچ دُنبہ آں یکے۔ یہ شخص اپنا دُنبہ رسّی میں باندھے لے جا رہا تھا چور نے پیچھے سے آکر رسّی کاٹ کر دُنبہ چُرا لیا اب یہ شخص اُس کی تلاش میں بھاگا تو چور ایک کنویں پر کھڑے ہو کر رونے لگا اور چور نے اُس دُنبہ والے سے کہا کہ میری پانچسو اشرفیوں کی ہمیانی کنویں میں گر گئی ہے اگر کوئی اِس کو کنویں میں سے نکال دے تو میں اُس کو اُس میں سے سَو اشرفیاں دے دوں گا یہ شخص لالچ میں آگیا اور کپڑے اُتار کر کنویں میں اُتر گیا چور اُس کے کپڑے بھی لے بھاگا۔

۲ گر توانی۔ چور نے دُنبہ والے سے کہا اگر تو میری ہمیانی نکال دے گا تو اُس کا پانچواں حصہ تجھے دیدونگا۔ خُمس۔ پانچواں حصہ۔ گفت۔ دُنبہ والے نے دل میں سوچا کہ مجھے تو دس دُنبوں کی قیمت کی برابر اشرفیاں مل رہی ہیں۔

۳ گر دَرے۔ اگر دُنبہ گیا تو کیا پرواہ ہے مجھے اُس کے بدلے میں اونٹ مل رہا ہے۔ جامہا۔ اُس دُنبہ والے نے اپنے کپڑے اُتار کر رکھدیئے اور کنویں میں اُتر گیا وہ چور اُسکے کپڑے لے بھاگا۔ حازمے۔ منزل طے کرنے کے لئے بڑی پختہ کاری کی ضرورت ہے۔

او[1] یکے دزدیست فتنہ سیرتے | چوں خیال او را بہر دم صورتے

وہ (شیطان)، ایک فتنہ سیرت چور ہے | خیال کی طرح اُس کی ہر لمحہ ایک (نئی) صورت ہے

کس نداند مکرِ او الا خدا | در خدا بگریز و وارہ زاں دغا

اُس کا مکر خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا | خدا کی پناہ میں بھاگ، اُس دغا بازی سے نجات حاصل کر

مناظرۂ مرغ با صیّاد در ترہّب و در معنیِ ترہّبی کہ

پرند کا شکاری کے ساتھ رہبانیت اختیار کرنے کے بارے میں مناظرہ جس

مُصطفےٰ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہٖ وسلّم نہی کرد ازاں اُمّت

سے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلّم نے اپنی اُمّت کو روکا ہے

خود را کہ لَا رُهْبَانِيَّةَ فِي الْإِسْلَامِ

کہ سلام میں رہبانیت نہیں ہے

مرغ گفتش خواجہ در خلوت مایست | دینِ احمدؐ را ترہّب نیک نیست

پرندے نے اُس سے کہا اے خواجہ! خلوت میں نہ ٹھہر | احمدؐ کے دین میں رہبانیت اچھی نہیں ہے

از ترہّب نہی کرد آخر رسولؐ | بدعتے چوں در گرفتی اے فضول

آخر رسولؐ نے رہبانیت سے منع کیا ہے | اے فضول! تو نے بدعت کیوں اختیار کر لی؟

جمعہ[2] شرطست و جماعت در نماز | امر معروف و ز مُنکر احتراز

جمعہ اور نماز میں جماعت ضروری ہے | بھلی بات کا حکم دینا اور بُری بات سے بچنا

رنجِ بدخویاں کشیدن زیرِ صبر | منفعت دادن بخلقاں ہمچو ابر

صبر کے ماتحت بدمزاجوں کی تکلیف برداشت کرنا | ابر کی طرح لوگوں کو نفع پہنچانا

خَیْرُ النَّاسِ اَنْ یَّنْفَعَ النَّاسَ اے پدر | گر نہ سنگی چہ حریفی با مدر

اے بابا! بہتر انسان وہ ہے جو لوگوں کو نفع پہنچائے | اگر تو پتھر نہیں ہے تو ڈھیلوں سے دوستی کیسی؟

درمیانِ اُمّتِ مرحوم باش | سنّتِ احمدؐ مہل محکوم باش

مرحوم اُمّت کے درمیان رہ | احمدؐ کی سنّت نہ چھوڑ، محکوم بنا رہ

چوں[3] جماعت رحمت آمد اے پسر | جہد کن کز رحمت آری تاجِ سر

اے بیٹا! جب کہ جماعت رحمت ہے | تو کوشش کر تاکہ تو رحمت سے سر کا تاج حاصل کرے

در جوابش گفت صیّادِ عیار | نیست مطلق اینکہ گفتی ہوشدار

اُس کے جواب میں چالاک شکاری نے کہا | سمجھ لے یہ مطلقاً نہیں ہے جو تو نے کہا

---

[1] او۔ شیطان ہر لمحہ بھیس بدل کر دھوکا دیتا ہے۔ کس نداند۔ اُس کی چالوں کو خدا ہی پہچان سکتا ہے بس اُس کی پناہ مانگتے رہو۔ ترہّب۔ رہبانیت اختیار کرنا، رہبانیت یہ ہے کہ انسان تمام دنیوی علائق منقطع کر کے جنگلوں میں عبادت گذاری کرے آنحضورؐ نے اِس رہبانیت سے منع فرمایا ہے۔ بدعتے۔ رہبانیت اسلامی طریقہ نہیں ہے لہٰذا وہ بدعت ہے۔

[2] جمعہ۔ اسلام، جمعہ اور جماعت اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حکم دیتا ہے، رہبانیت اِس کے منافی ہے۔ رنج۔ شریعت کا حکم ہے کہ لوگوں کی بدخلقی پر صبر کرو اور ابر کی طرح لوگوں کو نفع پہنچاؤ۔ خیر النّاس حدیث شریف ہے "بہترین انسان وہ ہے جو لوگوں کو نفع پہنچائے"۔ گر نہ سنگی۔ ڈھیلوں سے دوستی کرنا پتھر کا کام ہے انسان کا کام نہیں ہے۔ درمیان۔ عوام سے مل کر زندگی گذارنا سنّت ہے۔

[3] چوں جماعت۔ حدیث شریف ہے اَلْجَمَاعَةُ رَحْمَةٌ وَالْفُرْقَةُ عَذَابٌ "جماعت رحمت ہے الگ رہنا عذاب ہے"۔ در جوابش۔ اُس چالاک شکاری نے کہا کہ جماعت کو تنہائی پر مطلقاً فضیلت نہیں ہے، بسا اوقات گوشۂ تنہائی جماعت سے افضل ہوتا ہے اگر بُرے ساتھی ہوں تو تنہائی افضل ہوگی۔

ہست تنہائی بہ از یارانِ بد — نیک با بد چوں نشیند بد شود

بُرے دوستوں سے تنہائی بہتر ہے — نیک، بد کیساتھ جب بیٹھتا ہے، بد ہو جاتا ہے

زانکہ عقلِ ہر کرا نبوُد رسُوخ — پیشِ عاقل اُو چو سنگ ست و کلوخ

کیونکہ جس کی عقل میں پختگی نہ ہو — وہ عقلمند کے نزدیک، پتھر اور ڈھیلے کی طرح ہے

چوں حمار ست آنکہ بے اہلیت ست — صحبتِ اُو عینِ رہبانیت ست

جو نااہل ہے، وہ گدھے کی طرح ہے — اُس کی صحبت بالکل رہبانیت ہے

ہوشِ اُو سُوئے علف باشد چو خر — بگذر از وے تا نمانی بے ہُنر

اُس کا ہوش گدھے کی طرح چارے کی طرف ہوتا ہے — اُس سے بھاگ تاکہ تو بے ہنر نہ رہ جائے

زانکہ غیرِ حق ہمہ گرد د رُفات — کُلُّ اٰتٍ بَعْدَ حِیْنٍ فھُوَ اٰتٍ

کیونکہ اللہ (تعالےٰ) کے سوا سب ریزہ ریزہ ہو جائیگا — تھوڑی دیر کے بعد ہر آنے والا، پہنچنے والا ہے

ہر چہ جز آں وجہ باشد ہالک ست — مُلک و مالک عکسِ آں یک مالک ست

جو کچھ اُس وجہ کے سوا ہے، وہ ہلاک ہونیوالا ہے — مُلک اور مالک، اُس ایک مالک کا عکس ہے

گرچہ سایہ عکسِ شخص ست اے پسر — ہیچ از سایہ نتانی خورد بر

اے بیٹا! اگرچہ سایہ شخص کا عکس ہے — تو سایہ سے کبھی پھل نہ کھائے گا

ہیں ز سایہ شخص را می کُن طلب — در مسبّب رَو گذر کُن از سبب

آگاہ، سایہ کے ذریعہ شخص کو ڈھونڈ لے — مسبّب کی طرف جا، سبب سے گذر جا

یارِ جسمانی بُود رُویش بمرگ — صحبتش شوم ست باید کرد ترک

جسمانی دوست کا رُخ موت کی طرف ہے — اُس کی صحبت منحوس ہے، چھوڑنی چاہیئے

حکمِ اُو ہم حکمِ قبلہ اُو بُود — مُردہ اش خواں چونکہ مُردہ جو بُوَد

اُس کا حکم بھی اُس کے قبلہ کا حکم ہوگا — جبکہ وہ مُردے کا جویاں ہے اُس کو مُردہ سمجھ

ہر کہ با ایں قوم باشد راہب ست — کہ کلوخ و سنگ اُو را صاحب ست

جو اِس قوم کے ساتھ ہو وہ راہب ہے — کیونکہ ڈھیلا اور پتھر اُس کا ساتھی ہے

بگذر از سنگ و کلوخِ بے وجود — سُوئے کانِ لعل رَو از بہرِ جود

بے وجود پتھر اور ڈھیلے سے گذر جا — بخشش کے لئے لعل کی کان میں جا

خود کلوخ و سنگ کس را رہ زند — زیں کلوخاں صد ہزار آفت رسد

ڈھیلا اور پتھر خود کسی کی رہزنی کرتے ہیں؟ — اِن ڈھیلوں سے لاکھوں آفتیں پہنچتی ہیں

---

۱ زانکہ۔ بے عقل انسان، عقلمند کے نزدیک ڈھیلا اور پتھر ہے۔ چوں حمار۔ بے عقل انسان پتھر تو کیا بلکہ گدھا ہے اُس کے ساتھ رہنا ایسا ہی بُرا ہے جیسا کہ تو رہبانیت کی بُرائی کر رہا ہے۔ ہوشِ اُو۔ اُس بے عقل انسان کو چرنے اور کھانے کی فکر ہے اُس کی صحبت بے ہنر بنا دیگی۔ زانکہ۔ اُس بے عقل کا مقصود جبکہ غیرِ حق ہے وہ بالکل فنا ہو جائیگا بلکہ وہ فنا شدہ ہے۔ کُل آتٍ۔ جو چیز ہونیوالی ہے سمجھو کہ ہو چکی۔ ہر چہ۔ کُلُّ شَیْءٍ ھَالِکٌ اِلَّا وَجْھَہٗ خدا کے علاوہ ہر چیز فنا ہونے والی ہے۔

۲ گرچہ۔ ممکنات بمنزلہ سایہ کے ہیں اور سایہ مفید نہیں ہے۔ ہیں ز سایہ۔ ممکنات اور کائنات سے گذر کر ذاتِ باری سے علاقہ قائم کرنا چاہیئے۔ یار۔ غیر اللہ جو فانی ہے اُس کی صحبت بُری ہے۔ ترک۔ مولانا نے اِس شعر میں مرگ کو ترک کا ہم قافیہ بنایا ہے۔ حکم۔ چونکہ اس فانی یار نے اپنا مقصود فانی کو بنا رکھا ہے لہٰذا خود فانی ہے۔ ہر کہ۔ جو دنیا داروں کی صحبت اختیار کرے وہ بھی راہب ہے کیونکہ یہ دنیا دار ڈھیلے اور پتھر ہیں۔

۳ بگذر۔ بُرے ساتھیوں سے انقطاع کر کے اللہ تعالیٰ کیطرف رجوع کرنا چاہیئے۔۔۔۔ کانِ لعل۔ اللہ تعالےٰ۔ خود جنگل کے ڈھیلے اور پتھر کسی راہب

کی رہزنی نہیں کرتے اور بُرے ساتھی بیٹھنے والوں کے مصائب کا سبب ہیں۔

گفت[1] مُرغش پس جہاد آنگہ بُود — کایں چنیں رہزن میانِ رہ بُود

پرندنے اُس سے کہا، جہاد جب ہوتا ہے — جب راستے میں ایسا رہزن ہو

از برائے حفظ و یاری و نبرد — بر رہِ ناایمن آید شیر مرد

حفاظت اور مدد اور جنگ کے لئے — شیر مرد، خوفناک راستہ پر آتا ہے

عِرقِ مُردی آنگہے پیدا شود — کہ مُسافر ہمرہِ اعدا شود

مردانگی کی رگ اُس وقت پیدا ہوتی ہے — جب کہ مسافر دُشمنوں کے ہمراہ ہو

چوں نبیُّ السَّیف بُودست آں رسولؐ — اُمّتِ اُو صفدرانند و فحول

چونکہ وہ رسولؐ نبی السَّیف ہیں — اُن کی اُمّت صف شکن اور جوانمرد ہے

مصلحت[2] در دینِ ما جنگ و شکوہ — مصلحت در دینِ عیسیٰؑ غار و کوہ

ہمارے مذہب میں جنگ اور دبدبہ مصلحت ہے — عیسیٰؑ کے دین میں، غار اور پہاڑ مصلحت ہے

مصلحت داد ست ہر یک را جدا — مصلحت جُو گر توئی مردِ خدا

ہرایک کو جداگانہ مصلحت دی ہے — اگر تو مردِ خدا ہے، مصلحت تلاش کر

گفت آرے گر بُود یاری و زور — تا بقُوّت بر زند بر شر و شور

اُس نے کہا، ہاں اگر مدد اور طاقت ہو — تاکہ قوت سے شور و شر پر حملہ کرے

قُوّتے[3] باید دریں رہ مردوار — یار می باید درینجا فرد وار

اس راستہ میں مردانہ قوت چاہیئے — اِس جگہ یکتا یار چاہیئے

چوں نباشد قُوّتے پرہیز بہ — در فرارِ لایطاق آساں بجہ

جب طاقت نہ ہو بچنا بہتر ہے — بے بسی کی بات سے بھاگنے میں آسانی سے کود جا

صنعت این ست اے عزیزِ نامدار — فکرتے کُن در نگر انجامِ کار

اے نامدار عزیز! کاریگری یہی ہے — غور کرلے، انجام کار دیکھ لے

یار می جُو تا بیابی راہ را — ورنہ کے دانی تو راہ و چاہ را

دوست کی تلاش کر، تاکہ تو راستہ پالے — ورنہ تو راستے اور کنوئیں کو کیا سمجھے گا؟

گفت صدقِ دل بباید کار را — ورنہ یاراں کم نیایند یار را

اُس نے کہا کام میں دل کی سچائی چاہیئے — ورنہ یار کے لئے، یار کم نہیں ہیں

کہا کہ اگر اپنے دل میں صداقت ہو تو دنیا میں یاروں کی کمی نہیں ہے تو خود دوسرے کا دوست بن پھر دیکھ کس قدر دوست ملتے ہیں اور زندگی کی راہ میں یار کی بے حد ضرورت ہے۔

1 گفت۔ پرندنے کہا کہ اچھے بُرے ساتھیوں کیساتھ رہنے سے ہی نفس کے ساتھ جہاد کرنا ممکن ہوسکے گا اگر دشمن نہ ہو تو جہاد کی فضیلت کہاں حاصل ہوسکتی ہے۔ از برائے۔ بہادر وہی راہ اختیار کرتا ہے جس پر اُس کو دوستوں کی مدد کا موقع اور راہزنوں سے جنگ کا موقع مل سکے اور دشمنوں کی موجودگی میں اُس کی بہادری کی رگ ابھرتی ہے۔ چوں۔ آنحضورؐ کو نبی السّیف "تلوار والے نبی" بھی کہا جاتا ہے تو آپکی اُمّت بھی بہادر اور مجاہد ہے۔

2 مصلحت۔ اسلام میں کافروں سے جہاد نیکی اور مصلحت ہے اور رہبانیت اختیار کرنا اور غاروں میں بیٹھ کر عبادت کرنا حضرت عیسیٰؑ کا دین تھا۔ جدا۔ ہر مذہب میں وقت کی مناسبت سے احکام دیئے گئے ہیں۔ گفت۔ شکاری نے کہا کہ بیشک گوشہ نشینی پر جہاد کو فضیلت ہے لیکن اُسی شخص کے لئے جس میں جہاد کی طاقت ہو۔

3 قوّتے۔ شکاری نے کہا جہاد کے لئے قوّت اور مخلص ساتھی ضروری ہیں۔ صنعت۔ کاریگری یہی ہے کہ انسان انجام پر نظر رکھ کر کام شروع کرے۔ یار۔ راہِ جہاد کیلئے یار کی ضرورت ہے اور اِس زمانے میں مخلص دوست کہاں ہیں۔ گفت۔ پرندنے

یار شو تا یار بینی بے عدد — زانکہ بے یاراں بمانی بے مدد

یار بن جا، تاکہ تو بے شمار یار دیکھے — کیونکہ تو یاروں کے بغیر بے مدد رہ جائے گا

دیو گرگ است و تو ہمچوں یوسفی[1] — دامنِ یعقوبؑ مگذار اے صفی

شیطان بھیڑیا ہے اور تو یوسفؑ کی طرح ہے — اے برگزیدہ! یعقوبؑ کا دامن نہ چھوڑ

گرگ اغلب آنگہے گیرا بود — کز رمہ شیشک بخود تنہا رود

عموماً بھیڑیا اُس وقت پکڑنے والا بنتا ہے — جبکہ ایک سالہ بکری کا بچہ گلے سے اکیلا چلتا ہے

آنکہ سنت با جماعت ترک کرد — در چنیں مسبع نہ خونِ خویش خورد

جس نے سنت مع جماعت کے ترک کردی — کیا ایسے درندوں کے مقام میں اپنا خون نہیں پیا؟

ہست سنت رہ، جماعت چوں رفیق[2] — بے رہ و بے یار افتی در مضیق

سنت راستہ، اور جماعت سفر کے ساتھی کی طرح ہے — تو بغیر راستہ اور بغیر یار کے تنگی میں پھنس جائیگا

راہ سنت با جماعت بہ بود — اسپ با اسپاں یقیں خوشتر رود

سنت کا راستہ، اور جماعت کے ساتھ بہتر ہوتا ہے — گھوڑا، گھوڑوں کیساتھ یقیناً اچھا چلتا ہے

لیک ہر گمراہ را ہمرہ مداں — غافلانِ خفتہ را آگہ مداں

لیکن ہر گمراہ کو ہمراہ نہ سمجھ — سوئے ہوئے غافلوں کو، باخبر نہ سمجھ

ہمرہے را جو کز و یابی مدد — ہمدل و ہمدرد و جویانِ احد

ایسا ہمراہ تلاش کر جس سے تجھے مدد حاصل ہو — جو ہمدل اور ہمدرد ہو اور خدا کا جویاں ہو

ہمرہے نے کو بود خصمِ خرد — فرصتے جوید کہ جامہ تو برد

وہ ہمراہی نہیں جو عقل کا دشمن ہو — موقع کی تلاش کرے کہ تیرے کپڑے لے جائے

میرود با تو کہ یابد عقبہ[3] — کہ تواند کرد ت آنجا نہبہ

تیرے ساتھ چلتا ہے، تاکہ کوئی گھاٹی ہے — تاکہ وہاں تجھے لوٹ سکے

میرود با تو برائے سودِ خویش — ہیں منوش از نوش او کاں ہست نیش

وہ تیرے ساتھ اپنے نفع کے لئے چلتا ہے — خبردار! اُس کا شہد نہ پی، کیونکہ وہ ڈنک ہے

یا بود اشتر دلے چوں دید ترس — گوید او بہرِ رجوع از راہ درس

یا وہ بزدل ہو کہ جب اُس نے خوف محسوس کیا — وہ راستہ سے لوٹنے کا سبق پڑھائے

یار را ترساں کند ز اشتر دلی — ایں چنیں ہمرہ عدو دان نے ولی

بزدلی سے دوست کو ڈرا دیتا ہے — ایسے ساتھی کو دشمن سمجھ، نہ کہ دوست

---

[1] دیو۔ شیطان کو بھیڑیا سمجھ اور بھیڑیا ہمیشہ اس بکری پر حملہ کرتا ہے جو ریوڑ سے جدا رہے۔ گیرا۔ گیرندہ۔ شیشک۔ بکری کا ایک سالہ بچہ۔ آنکہ جو شخص سنت اور جماعت کو چھوڑ کر تنہائی اختیار کرتا ہے وہ اس بکری کی طرح ہے جو خوفناک درندوں کے جنگل میں ریوڑ سے جدا رہے۔

[2] ہست۔ سنت راستہ، اور جماعت اس کا ساتھی ہے اس کے بغیر انسان مصیبت میں پھنس جاتا ہے لیکن سفر کا ساتھی جانچ کر بنانا چاہیئے اور وہ ایسا شخص ہونا چاہیئے جو خدا کا طلبگار ہو اور رہنما ہو۔ ہمرہے۔ وہ ساتھی عقل کا دشمن نہ ہو اور ایسا نہ ہو کہ موقع پا کر تیرا سامان ہی لے بھاگے۔ می رود۔ وہ تیرے ساتھ اسلئے لگ گیا ہو کہ کوئی پہاڑ کی گھاٹی آئے تو تجھے وہاں لوٹ لے۔

[3] عقبہ۔ پہاڑ کی گھاٹی۔ نہبہ۔ لوٹ۔ نوش۔ اس ساتھی کی چپڑی باتوں سے دھوکا نہ کھانا۔ یا بود۔ وہ ساتھی ایسا بزدل بھی نہ ہونا چاہیئے کہ اگر دین کی کچھ مشکلات پیش آئیں تو دینداری چھوڑنے کا مشورہ دینے لگے۔ یار را۔ بزدل، دوسرے کو بھی بزدل بنا دیتا ہے۔

یارِ بد مارست ہیں بگریز از و [1] — تا نریزد در تو زہر آں زشت خو

بُرا دوست سانپ ہے خبردار! اس سے بھاگ — تاکہ وہ بدعادت تجھ میں زہر نہ ڈال دے

یار را از راہ بُرد آں راہزن — مرد نبُود آنکہ افتد زیرِ زن

وہ راہزن یار کو راستے سے بھٹکا دیتا ہے — مرد نہ ہوگا، جو عورت سے مغلوب ہو جائے

راہ جانبازیست در ہر عیشۂ — آفتے در دفعِ ہر جاں شیشۂ

زندگی کی ہر حالت میں جانبازی' راستہ ہے — ہر نازک دل کو بھگانے کیلئے (وہ) آفت ہے

راہِ دیں ہر گمرہی خود چوں رود — حازمے باید کہ مردِ رہ بود

ہر گمراہ دین کے راستہ پر خود کیسے چلے؟ — کوئی پختہ کار چاہیئے جو مردِ راہ ہو

راہِ دیں زاں رو پر از شور و شر است — کہ [2] نہ راہِ ہر مخنث گوہر است

دین کا راستہ اسی وجہ سے شور و شر سے بھرا ہوا ہے — کیونکہ وہ ہر ہیز طبیعت کا راستہ نہیں ہے

در رہ ایں ترسِ امتحانہائے نفوس — ہمچو پرویزن بہ تمییزِ سبوس

اس راستہ میں خوف نفسوں کے امتحانات میں — جس طرح کہ چھلنی بھوسی جدا کرنے کے لئے

راہ چہ بُود پُر نشانِ پایہا — یار چہ بُود نردبانِ رایہا

راستہ کیا ہوتا ہے؟ پاؤں کے نشانوں سے پُر — دوست کیا ہوتا ہے! تدبیروں کی سیڑھی

گیرم آں گرگت نیابد ز احتیاط — بے ز جمعیت نیابی آں نشاط

میں نے مانا، احتیاط کی وجہ سے وہ بھیڑیا تجھے نہ پکڑیگا — جماعت کے بغیر تو وہ خوشی نہ محسوس کریگا

آنکہ [3] اندر راہ تنہا خوش رود — با رفیقاں سیرِ او صد تو شود

وہ شخص جو راستہ میں، اکیلا اچھا چلتا ہے — دوستوں کے ساتھ اس کی رفتار سو گنا ہو جائیگی

با غلیظی خر ز یاراں اے فقیر — در نشاط آید شود قوت پذیر

اے فقیر! باوجود کثافت کے، گدھا دوستوں کی وجہ سے — خوش ہو جاتا ہے، قوت پکڑتا ہے

ہر خرے کز کارواں تنہا رود — بر وے آں راہ از تعب صد تو شود

جو گدھا قافلہ سے جدا چلتا ہے — مشقت کی وجہ سے وہ راستہ اس پر سو گنا ہو جاتا ہے

چند سیخ و چند چوب افزوں خورد — تا کہ تنہا آں بیاباں را بُرد

چند سیخ اور چند لاٹھیاں زیادہ کھاتا ہے — جبکہ اکیلا اس جنگل کو طے کرتا ہے

---

[1] یارِ بد۔ برا ساتھی بمنزلہ سانپ کے ہے۔ یار را بُرد۔ راہزن ہے جو ساتھی کو بے راہ کر دیتا ہے جو شخص ایسے ساتھی سے مغلوب ہو وہ مرد نہیں ہے زن یعنی مردانگی سے خالی بزدل۔ راہ۔ (شعر)

شیشۂ نازک دلاں بہر سلوک راہ خطر
[illegible]

راہِ دیں۔ (شعر)

خطر بسیار در راہ حق برخیز اے طالب
[illegible]

[2] کہ نہ راہ۔ دین کے راستہ کو اللہ تعالیٰ نے اس لئے پُر خطر بنایا ہے تاکہ چلنے والوں کی آزمائش ہو سکے۔ ترس۔ اس راستہ کا ڈر اچھے برے کو اسی طرح جدا کر دیتا ہے جس طرح چھلنی آٹے اور بھوسی کو جدا کر دیتی ہے۔ راہ۔ صحیح راستہ وہی ہے جس پر دوسرے سالکوں کے نشاناتِ قدم ہوں، دوست وہی ہے جس کی عقل تیرا سہارا ہو گیرم۔ تنہا سفر کرنے میں ہو سکتا ہے کہ احتیاط کی وجہ سے نقصان نہ پہنچے لیکن نشاط جماعت کے ساتھ رہنے میں ہے۔

[3] آنکہ۔ تنہائی میں بھی اگر بہتر کام کرتا ہے تو جماعت میں رہ کر اس سے زیادہ بہتر کر سکے گا۔ باغلیظی۔ گدھا جیسا کثیف مزاج بھی دوسرے گدھوں کے ساتھ ہونے سے تیز رفتار بن جاتا ہے، اگر تنہا چلتا ہے تو سست رفتاری کی وجہ سے اس کی زیادہ پٹائی ہوتی ہے۔

مر ترا[1] می گوید آں خر، خوش شنو
وہ گدھا تجھ سے کہتا ہے اچھی طرح سُن لے

گر نۂ خر ہمچنیں تنہا مرو
اگر تو گدھا نہیں ہے اس طرح تنہا نہ چل

آنکہ تنہا خوش رود اندر رصد
جو کمین گاہ میں اکیلا ٹھیک چلتا ہے

با رفیقاں بے گماں خوشتر رود
بلا شک دوستوں کے ساتھ زیادہ بہتر چلے گا

ہر نبیے اندریں راہِ درست
اس سچے راستہ میں ہر نبی نے

معجزہ بنمود و ہمراہاں بجست
معجزہ دکھایا اور ساتھی تلاش کئے

گر نباشد یاریِ دیوارہا
اگر دیواروں کی دوستی نہ ہو

کے برآید خانہ و انبارہا
گھر اور ڈھیر کب حاصل ہوں؟

ہر یکے دیوار اگر باشد جدا
اگر ہر دیوار جدا ہو

سقف چوں باشد معلق بر ہوا
ہوا میں چھت کیسے معلق ہوگی؟

گر نباشد[2] یاریِ حبر و قلم
اگر روشنائی اور قلم کی دوستی نہ ہو

کے فتد بر روئے کاغذ ہا رقم
تو کاغذ پر تحریر کب آئے؟

ویں حصیرے کہ کسے می گسترد
وہ بوریا جو کوئی بچھاتا ہے

گر نہ پیوندد بہم بادش برد
اگر آپس میں نہ جڑے، اس کو ہوا لیجائے

حق زہر جنسے چو زوجین آفرید
جب اللہ (تعالیٰ) نے ہر جنس کے جوڑے پیدا کئے

پس نتائج شد ز جمعیت پدید
تو اجتماع سے نتائج ظاہر ہوئے

درمیانِ مرغ و صیاد اے عجب
تعجب ہے، پرند اور شکاری میں

بس شکال افتاد و شد نزدیک شب
بہت سے اشکال پیدا ہوئے اور رات قریب آگئی

او بگفت[3] و او بگفت از اہتزاز
اُس نے کہا اور اس نے کہا، جوش کی وجہ سے

بحثِ شاں شد اندریں معنی دراز
اس مسئلہ میں اُن کی بحث لمبی ہوگئی

مثنوی را چابک و دلخواہ کن
مثنوی کو چالو اور دل پسند بنا

ماجرا را موجز و کوتاہ کن
قصہ کو مختصر اور کوتاہ کردے

مرغ را چوں دیدہ بر گندم فتاد
پرند کی آنکھ جب گیہوں پر پڑی

نفسِ او بے طاقت آمد در گشاد
اُس کا نفس خوشی میں بے قابو ہو گیا

اور شکاری سے دریافت کرنے لگا کہ یہ گیہوں کس کے ہیں، شکاری نے کہا لاوارث، یتیم بچوں کے ہیں
چونکہ لوگ مجھے امانتدار سمجھتے ہیں میرے پاس امانت رکھ دیتے ہیں۔

---

[1] مر ترا۔ انسان کو گدھے ہی سے عبرت حاصل کر لینی چاہیئے اور جماعت کو ترک نہ کرنا چاہیئے۔ آنکہ۔ تنہا مسافر غیر مطمئن رہتا ہے ساتھیوں کا ہمراہی آرام سے سفر کرتا ہے۔ ہر نبی۔ انبیاء نے بھی جماعت بنانے کی خاطر معجزے دکھائے اور تنہا روی اختیار نہ کی۔ گر نباشد۔ اگر دیواروں کی باہمی یاری نہ ہو اور صرف ایک دیوار ہو تو اس سے نہ گھر بنے گا اور نہ اُس میں غلے کے انبار لگیں گے۔

[2] گر نباشد۔ روشنائی اور قلم کی اجتماع سے کتابت ہوئی ورنہ تنہا روشنائی اور قلم بیکار رہے۔ ایں حصیر۔ بوریا کھجور کے پتّوں کے اجتماع سے بنتا ہے ورنہ ہر پتّے کو ہوا اُڑالے جائے۔ حق۔ اللہ تعالیٰ نے ہر جنس کو جوڑا جوڑا پیدا کیا ہے اور اُن کے اجتماع سے نتائج برآمد ہوتے ہیں۔ درمیان۔ پرند اور شکاری میں رہبانیت اور اجتماعی زندگی کی افضلیت کی بحث رات تک ہوتی رہی۔

[3] او بگفت۔ پرند اور شکاری میں اِس مسئلہ میں بہت سے سوال وجواب ہوئے لیکن چونکہ ہمیں مثنوی کے اور مضامین بیان کرنے ہیں لہٰذا اس بحث کو مختصر کرتے ہیں۔ مرغ۔ جال میں دانہ کو دیکھ کر پرند بے قابو ہو گیا

بعد ازاں گفتش کہ گندم آنِ کیست — گفت امانت از یتیم بے وصی ست
اس کے بعد اس نے اس سے کہا، گیہوں کس کے ہیں؟ — اس نے کہا، بغیر وصی کے بچہ کی امانت ہیں

مالِ اَیتام[1] ست امانت پیشِ مَن — زانکہ پندارند مارا مؤتمن
چند یتیموں کا مال میرے پاس امانت ہے — کیونکہ مجھے امانت دار سمجھتے ہیں

گفت من مضطرم و مجروح حال — ہست مُردار ایں زماں بر من حلال
اس نے کہا میں مضطر اور پھٹے حال ہوں — اس وقت مجھ پر مردار حلال ہے

ہیں بدستورے ازیں گندم خورم — اے امین و پارسا و محترم
ہاں اجازت ہے؟ کہ میں اس گیہوں میں سے کھاؤں — اے امین اور پارسا اور محترم!

گفت مُفتیِ ضرورت ہم توئی — بے ضرورت گر خوری مُجرم شوی
اس نے کہا ضرورت کے بارے میں تو ہی فتویٰ دینے والا ہے — بغیر ضرورت کے اگر کھائے گا، گنہگار ہو جائیگا

ور ضرورت ہست ہم پرہیز بہ — ور خوری بارے ضمانِ آں بدہ
اگر ضرورت بھی ہے تو بھی بچنا بہتر ہے — اگر کھائے گا پھر اس کا تاوان دیدینا

مُرغ بس در خود فرو رفت آں زماں — توسنش سر بستد از جذبِ عناں
پرند اس وقت اپنے اندر ڈوب گیا — اس کا گھوڑا، باگ کھینچنے سے قابو میں نہ آیا

چوں[2] بخورد آں گندم اندر فخ بماند — چند اُو یٰسین و الانعام خواند
اس نے جیسے ہی گیہوں کھایا جال میں رہ گیا — اس نے (سورہ) یٰسین اور انعام بہت پڑھی

بعد درماندن چہ افسوس و چہ آہ — پیش ازاں بایست ایں دُودِ سیاہ
پھنس جانے کے بعد کیا افسوس اور کیا آہ — یہ کالا دھواں اس سے پہلے چاہئیے

پیش ازاں کایں دانہ بر تو فخ شود — گرمیِ حرص تو ہمچوں یخ شود
اس سے پہلے کہ یہ دانہ تیرے لئے جال بنے — تیرے لالچ کی گرمی برف کی طرح ہو جائے

آہ[3] و دود و نالہ آں دم کار بند — حرص را آوارہ کن اے ہوشمند
آہ اور دھویں اور نالہ پر اس وقت عمل کر — اے ہوشمند! حرص کو دفع کر دے

آں زماں کہ حرص جنبید و ہوس — آں زماں می گو کہ اے فریاد رس
جب حرص اور ہوس حرکت میں آ گئے — اس وقت کہہ، کہ اے فریاد رس!

کاں زماں پیش از خرابیِ بصرہ است — بُو کہ بصرہ وا رہد ہم زاں شکست
کیونکہ وہ وقت بصرہ کی تباہی سے پہلے کا ہے — ہو سکتا ہے کہ بصرہ شکست سے نجات پا جائے

---

[1] اَیتام۔ یتیم کی جمع ہے۔ مؤتمن۔ امانتدار۔ گفت پرندے نے کہا میں بھوک سے مجبور ہو رہا ہوں ایسی حالت میں تو مُردار کھانا بھی جائز ہو جاتا ہے کیا مجھے اجازت ہے کہ میں اس گیہوں کو کھاؤں۔ مُفتی۔ شکاری نے کہا کہ تو خود اپنے بارے میں فتویٰ دے کہ تو مجبور ہے یا نہیں؟ ور ضرورت۔ اگر مجبوری بھی ہے تو حرام سے بچنا بہتر ہے اور اگر تو بمجبوری کھائے گا تو پھر ضمان بھی دینا پڑے گا۔ مُرغ۔ پرند دانہ کھانے پر مجبور ہو گیا۔

[2] چوں بخورد۔ دانہ چگتے ہی پرند جال میں پھنس گیا اس نے سورہ یٰسین اور سورہ انعام پڑھی جن کا پڑھنا مصیبت میں مفید ہوتا ہے لیکن اس کو کوئی فائدہ نہ ہوا۔ بعد درماندن۔ جب عذاب الٰہی آپکڑتا ہے پھر توبہ مفید نہیں ہوتی ہے۔ یخ۔ یعنی خوف کی وجہ سے لالچ ٹھنڈا پڑ جائے۔

[3] آہ و دود۔ توبہ اور آہ و زاری عذاب اور موت کے غرغرے سے پہلے مفید ہے۔ آں زماں۔ انسان کا نفس جب گناہ پر مجبور کرے تب خدا کی طرف رجوع مفید ہے۔ خرابیِ بصرہ۔ بصرہ شہر کی تباہی یعنی تباہی سے قبل اس کی روک تھام مفید ہے تباہی کے بعد تدبیر بیکار ہے۔

اِبْكِ لِیْ یَا بَاكِیْ یَا ثَاكِلِیْ[۱] — قَبْلَ هَدْمِ الْبَصْرَةِ وَالْمُوْصَلِ
اے میرے رونے والے، اے مجھے گم کرنے والے! مجھ پر رو — موصل اور بصرہ کی تباہی سے پہلے

نُحْ عَلَیَّ قَبْلَ مَوْتِیْ وَاغْتَفِرْ — لَاتَنُحْ لِیْ بَعْدَ مَوْتِیْ وَاصْطَبِرْ
میرے مرنے سے پہلے مجھ پر رو اور مغفرت چاہ — میرے مرنے کے بعد نہ رو اور صبر کر

اِبْكِ لِیْ قَبْلَ ثُبُوْرِیْ فِی التَّوٰی — بَعْدَ طُوْفَانِ التَّوٰی خَلِّ الْبُكَا
میری ہلاکت میں تباہی سے پہلے مجھ پر رولے — ہلاکت کے طوفان کے بعد رونا چھوڑ دے

آں زماں کہ دیو می شُد راہزن — آں زماں بایست یٰسیں خواندن
جس وقت شیطان رہزن بنا — اُس وقت یٰسین پڑھنی چاہیے

پیش ازاں کاشکستہ گردد کارواں — آں زماں چوبک بزن اے پاسباں
اُس سے پہلے کہ قافلہ تباہ ہو — اے چوکیدار! اُس وقت ڈنکا پیٹ دے

حکایتِ[۲] پاسبانے کہ خاموش کرد تا دُزداں رختِ تاجراں بر دُند کلی بعدازاں ہیہای و پاسبانی بنیاد می کرد

اُس چوکیدار کا قصہ جس نے خاموشی اختیار کی حتّٰی کہ چور تاجروں کا سب سامان لے گئے، اُس کے بعد ہائے ہائے اور حفاظت شروع کی

پاسبانے بُود در یک کارواں — حارسِ مال و قماشِ آں مِہاں
ایک قافلہ میں ایک چوکیدار تھا — اُن بڑے تاجروں کے سامان اور مال کا محافظ

پاسباں[۳] شب خفت و دُزد اسباب بُرد — رختہارا زیرِ ہر خاکے فشرد
چوکیدار رات کو سوگیا اور چور سامان لے گیا — سامان زمین کے اندر دبا دیا

روز شُد بیدار شُد آں کارواں — دید رفتہ رخت و سیم و اشتراں
دن ہوا، وہ قافلہ جاگا — اُس نے دیکھا کہ سامان اور چاندی اور اونٹ جاچکے ہیں

پاسباں در ہے ہے و چوبک زدن — گرم گشتہ خود ہمو بُد راہزن
چوکیدار ہائے ہائے اور ڈنکا پیٹنے میں — معروف ہوگیا، خود وہی چور تھا

پس بدو گفتند اے حارس بگو — کہ چہ شُد ایں رخت و ایں اسباب کو
تو لوگوں نے اُس سے کہا اے چوکیدار! بتا — کہ یہ سامان کیا ہوا؟ اور یہ اسباب کہاں ہے؟

گفت دُزداں آمدند اندر نقاب — رختہا بُردند از پیشم شتاب
اُس نے کہا چور نقاب ڈالے ہوئے آئے — میرے سامنے سے فوراً سامان لے گئے

---

[۱] ثاکل۔ وہ شخص جس کا کوئی مرگیا ہو۔ ہدم البصرۃ۔ بصرہ اور موصل کی تباہی سے خود انسان کی تباہی مراد ہے۔ نُحْ۔ یہ خود اپنے نفس کو خطاب ہے تو نوحہ کر۔ ثبور۔ ہلاکت۔ التّویٰ۔ ہلاکت۔ آں زماں۔ جب شیطان گناہ پر مجبور کرے گناہ سے بچنے کی تدبیر مفید ہے۔ پیش ازاں۔ قافلہ کی تباہی سے قبل بچاؤ کی تدبیر مناسب ہے۔

[۲] حکایت۔ اِس قصے سے یہ بتانا ہے کہ چوکیدار نے قافلہ کے لُٹنے کے بعد اپنا فریضہ ادا کیا جو مفید نہ تھا۔ حارس۔ نگہباں۔ مِہاں۔ مِہ کی جمع ہے، بڑا، بزرگ۔ رختہا۔ چوری کا سامان، چور نے زمین میں دفن کر دیا۔ روز شُد۔ جب دن نکلا تو قافلہ والوں کا سب سامان لُٹ چکا تھا۔

[۳] پاسباں۔ قافلہ لُٹنے کے بعد چوکیدار نے ہائے ہائے شروع کی۔ ہمو بُد۔ چونکہ اس چوکیدار نے چور کو بھگانے کی تدبیر نہ کی اس لیے گویا وہ خود چور ہوا۔ گفت۔ چوکیدار نے کہا چور نقاب پہن کر آئے اور میری موجودگی میں جلدی سے سامان لے گئے۔

قوم گفتندش کہ اے چوں تلِ ریگ[1] — پس چہ میکردی چہ تو مُردہ ریگ

قوم نے اُس سے کہا، اے ریت کے ٹیلے جیسے! — پھر تو کیا کر رہا تھا، تو کیسا ذلیل ہے

گفت من یک کس بُدم ایشاں گروہ — باسلاح و باشجاعت باشکوہ

اُس نے کہا، میں اکیلا تھا وہ گروہ تھا — ہتھیار اور بہادری اور دبدبہ کے ساتھ

گفت اگر در جنگ کم بُودت اُمید — نعرہ بایستی زدن کہ برجہید

کہا اگر تجھے لڑائی میں اُمید نہ تھی — تجھے نعرہ مارنا چاہیئے تھا کہ اُٹھو

گفت آں دم کارد بنمودند و تیغ — کہ خمش ورنہ کشیمت بیدریغ

اُس نے کہا، اُس وقت اُنھوں نے چھری اور تلوار دکھائی — کہ خاموش ورنہ ہم تجھے بیدریغ قتل کر دینگے

آں زماں از ترس بستم من دہاں[2] — ایں زماں فریاد و ہیہائے فغاں

اُس وقت میں نے ڈر سے مُنھ بند کر لیا — اب فریاد اور ہائے ہائے اور فغاں ہے

آں زماں بست ایں دمم کہ دم زنم — ایں زماں چندانکہ خواہی می کنم

اُس وقت میرا یہ سانس رُک گیا، کہ دَم ماروں — اب جس قدر تو چاہے میں کروں گا

چونکہ عمرت بُرد دیوِ فاضحہ — بے نمک باشد اعُوذ و فاتحہ

جبکہ رُسوا شیطان تیری عمر لے گیا — تو اعُوذ اور فاتحہ بے مزہ ہے

گرچہ باشد بے نمک اکنوں حنیں — ہست غفلت بے نمک تر زاں یقیں

اگرچہ اب رونا بے مزہ ہے — یقیناً غفلت اُس سے زیادہ بے مزہ ہے

ہمچناں[3] ہم بے نمک می نال نیز — کہ ذلیلاں را نظر کُن اے عزیز

ایسے ہی بے مزہ روتا بھی رہ — کہ اے عزیز! آپ ذلیلوں کیطرف نظر فرمائیں

قادری بیگاہ چہ بُود یا بگاہ — از تو چیزے فوت کے شد اے اِلٰہ

تو قادر ہے، بے وقت اور با وقت کیا ہوتا ہے؟ — اے خدا! تجھ سے کوئی چیز کب فوت ہوئی ہے؟

گفت لَا تَاسَوا عَلٰی مَا فَاتَکُم — کے شود از قدرتش مطلوب گم

اُس نے فرمایا ہے جو تم سے فوت ہو جائے اسپر غم نہ کرو — اُس کی قدرت سے مطلوب کب غائب ہوتا ہے؟

حوالہ کردنِ مرغ گرفتاریِ خود را در دام بفعل و مکرِ زرق زاہد و جواب گفتنِ زاہد مرغ را

پرندکا جال میں اپنی گرفتاری کو زاہد کے فعل اور مکر اور دھوکے سے وابستہ کرنا اور زاہد کا پرند کو جواب دینا

[1] تلِ ریگ۔ ریت کا ٹیلہ یعنی بے حس مُردہ ریگ۔ مُردے کی میراث، ناچیز۔ گفت۔ چوکیدار نے جواب دیا کہ وہ بہت اور ہتھیار بند تھے میں اکیلا، نہتا تھا۔ نعرہ۔ قافلہ والوں نے کہا اگر اُن کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا تو شور مچا دیتا۔ آں دم۔ چوکیدار نے کہا کہ اُنھوں نے تلوار دکھا کر مجھے چُپ کر دیا تھا۔ آں زماں۔ اُس وقت تو میں دَم نہ مار سکتا تھا اب میں فریاد کر رہا ہوں۔

[2] آں زماں۔ اُس وقت میں دَم نہیں مار سکتا تھا، اب تم جس قدر چاہو میں شور وغل مچا دوں۔ چونکہ۔ جس طرح قافلہ کے لُٹ جانے کے بعد اِس چوکیدار کا شور وغل بیکار تھا اسی طرح پوری عمر برباد کرنے کے بعد اعُوذ اور اور فاتحہ پڑھنا بے فائدہ ہے۔ گرچہ۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ آخری عمر میں بھی توبہ غفلت سے بہتر ہے۔

[3] ہمچناں۔ آخر عمر میں بھی آہ وزاری کرے اور دربارِ خداوندی میں عرض کرے کہ اے خدا تو قادرِ مطلق ہے تیرے لئے وقت اور بے وقت کوئی چیز نہیں ہے۔ گفت۔ انسان کے اعتبار سے کسی کام کا وقت گذرتا ہے اور فوت ہو جاتا ہے خدا سے کوئی چیز فوت نہیں ہوتی اِسی لئے قرآن پاک میں فرمایا ہے کہ جو تم سے فوت ہو جائے اور

اور تم نے جو پایا اس پر مغرور نہ ہو جاؤ۔

گفت۱ آں مُرغ ایں سزایِ آں بُوَد
پرندنے کہا، یہ اُس کی سزا ہے
کہ فسونِ زاہداں را بشنوَد
جو زاہدوں کی مکاری کو سُنے

گفت زاہد نے سزایِ آں نشاف
زاہد نے کہا، نہیں (یہ) اُس دیوانگی کی سزا ہے
کہ خورَد مالِ یتیماں از گزاف
کہ بیہودگی سے یتیموں کا مال کھائے

بعد ازاں نوحہ گری آغاز کرد
اُس کے بعد اُس نے ایسا رونا شروع کیا
کہ فخ و صیاد لرزاں شُد ز درد
کہ درد سے جال اور شکاری لرز گئے

کز تناقضہایِ دل پشتم شکست
کہ دل کے متضاد خیالوں سے میری کمر ٹوٹ گئی
بر سَرم جانا بیامی مال دست
اے محبوب! آ میرے سر پہ ہاتھ پھیر دے

زیر۲ دستِ تو سَرم را راحتے ست
آپ کے ہاتھ کے نیچے میرے سَر کو راحت ہے
دستِ تو در شکر بخشی آیتے ست
آپ کا ہاتھ شکر عطا کرنے میں دلیل ہے

سایۂ خود از سَرِ من بر مدار
میرے سَر سے اپنا سایہ نہ ہٹایئے
بیقرارم بیقرارم بیقرار
میں بے قرار ہوں، میں بے قرار ہوں، بیقرار

خوابہا بیزار شُد از چشمِ مَن
میری آنکھ سے نیندیں غائب ہو گئیں
در غمت اے رشکِ سَرو و یاسمن
آپکے غم میں اے سَرو اور یاسمین! کیلئے (باعث) رشک

گر نیَم لائق چہ باشد گر دمے
اگرچہ میں نالائق ہوں، کیا ہو جائیگا اگر تھوڑی دیر کیلئے
ناسزائے را بپُرسی در غمے
کسی غم میں آپ کسی نالائق کی پرسش کر لیں گے

مرِ۳ عدم را خود چہ استحقاق بُود
خود عدم کا کیا استحقاق تھا؟
کہ برو لُطفت چنیں درہا کشُود
کہ آپ کی مہربانی نے اُس پر ایسے دروازے کھولدیے

خاکِ گرگیں را کرم آسیب کرد
خارشی خاک کو کرم والا کر دیا
دہ گہر از نورِ حِس در جیب کرد
حِس کے نور کے دس موتی جیب میں ڈالدیئے

پنج حِسِ ظاہر و پنج نہاں
پانچ ظاہری حِس اور پانچ پوشیدہ
کہ بشر شُد نطفۂ مُردہ ازاں
کہ مُردہ نطفہ اُن سے انسان بن گیا

توبہ بے توفیقت اے نُورِ بلند
اے بلند نور! آپ کی توفیق کے بغیر، توبہ
چیست جز بر رِیشِ توبہ رِیشخند
سوائے توبہ کی مذاق اُڑانے کے، کیا ہے؟

خارشی مٹی یعنی ذلیل مٹی۔ کرم آسیب۔ یعنی کرم کے اثر والا یعنی اس نے مٹی کو حواس عطا کر دیئے۔ دہ گہر یعنی باطنی پانچ حواس اور ظاہری پانچ حواس۔ پنج۔ نطفہ ایک بے جان چیز ہے پھر اُسمیں دسوں حواس پیدا ہو جاتے ہیں۔ توبہ۔ اگر توبہ میں توفیقِ الٰہی شامل نہ ہو تو اُس توبہ کا ... ل ہو اور پھر اُس توبہ کا مذاق اڑتا ہے۔

۱ گفت۔ پھنسنے کے بعد پرندنے کہا کہ جو زاہدوں کے مکر میں پھنس جائے اُس کی یہی سزا ہے جو مجھے ملی ہے۔ زاہد۔ زاہد نے کہا کہ اپنی سزا کو اپنے فعل سے وابستہ کر، تو نے یتیموں کا مال کھایا یہ اُس کی سزا ہے۔ نشاف۔ دیوانگی۔ بعد ازاں۔ پھر اُس پرندنے اِس سزا کو اپنے فعل کی سزا سمجھ کر ایسی دردناک طریقہ پر رونا شروع کر دیا، جس سے شکاری اور جال لرز گیا۔ تناقضہای۔ انسان کے دل میں متضاد خیالات آتے رہتے ہیں کبھی گناہ کی طرف میلان ہوتا ہے کبھی اُس سے نفرت ہوتی ہے۔

۲ زیرِ دست۔ اب اس پرند یعنی گناہوں میں مبتلا شخص نے یہ دعا شروع کر دی کہ اے خدا میرے سر پہ دستِ کرم رکھ دے تیرے دستِ کرم کے نیچے میرے سَر کو راحت ہے تیرا دستِ کرم مجھے نعمت بخشتا ہے اور شکر کی توفیق دیتا ہے۔ شکر بخشی۔ نعمت بخشی۔ سایہ۔ اے خدا میرے سَر سے اپنا سایہ نہ ہٹا میں بیقرار ہوں اور تیرے غم میں میری نیند اُڑ گئی ہے، میں اگرچہ نالائق ہوں لیکن ایک نالائق پر کرم کر لے تیرا کچھ نہیں بگڑتا ہے۔

۳ مرِ عدم۔ تو نے مجھے بغیر کسی استحقاق کے اپنے کرم سے پیدا کر دیا۔ خاکِ گرگیں۔

شبلتانِ[1] توبہ یک یک بر کَنی — توبہ سایہ است و تو ماہِ روشنی

آپ توبہ کی ایک ایک مونچھ اُکھاڑ دیتے ہیں — توبہ سایہ ہے آپ روشنی کا چاند ہیں

اے زتو ویراں دکان و منزلم — چوں ننالم چوں بیفشاری دلم

اے (محبوب)! آپ کی وجہ سے میری دُکان اور منزل — میں کیوں نہ روؤں جبکہ آپ میرا دل بھینچ رہے ہیں؟

چونکہ بے تو نیست کارم را نظام — بے تو ہرگز کار کے گردد تمام

کیونکہ آپ کے بغیر میرا کام منظم نہیں ہے — آپ کے بغیر کام کب مکمل ہوگا!

چوں گریزم زانکہ بے تو زندہ نیست — بے خداوندیت بودِ بندہ نیست

میں کیسے بھاگوں، کیونکہ تیرے بغیر کوئی زندہ نہیں ہے — تیری آقائی کے بغیر، بندہ کا وجود نہیں ہے

جانِ من بستان تو اے جانِ الاصول — زانکہ بے تو گشتہ اَم از جاں ملول

اے جانوں کی جڑ! تو میری جان لے لے — کیونکہ میں تیرے بغیر جان سے رنجیدہ ہوں

عاشقم[2] من بر فنِ دیوانگی — سیرم از فرہنگی و فرزانگی

میں دیوانگی کے ہنر پر عاشق ہوں — میرا عقلمندی اور فرزانگی سے پیٹ بھر چکا ہے

چوں بدرد شرم گویم راز فاش — چند ازیں صبر و زحیر و ارتعاش

جب شرم چاک ہوگئی میں راز کو کھول کر کہوں گا — یہ صبر اور پیچ و تاب اور کپکپی کب تک؟

در حیا پنہاں شدم ہمچوں سجاف — ناگہاں بجہم ازیں زیرِ لحاف

میں حیا میں گوٹ کی طرح پوشیدہ رہا — اچانک اس لحاف کے نیچے سے کود دوں گا

اے رفیقاں[3] راہہا را بست یار — آہوئے لنگیم و اُو شیرِ شکار

اے دوستو! دوست نے راستے بند کر دیے ہیں — ہم لنگڑے ہرن ہیں، وہ شکاری شیر ہے

جُز کہ تسلیم و رضا کُو چارۂ — در کفِ شیرِ نرے خونخوارۂ

تسلیم اور رضا کے سوا کیا چارہ ہے؟ — خونخوار نر شیر کے پنجے میں

اُو ندارد خواب و خور چوں آفتاب — رُوحہا را می کُند بیخورد و خواب

وہ سورج کی طرح سونا اور کھانا نہیں رکھتا — وہ روحوں کو بغیر کھانے اور نیند کے بناتا ہے

کہ بیا من باش یا ہم خُوئے من — تا بہ بینی در تجلی رُوئے من

کہ آجا، میں بنجا، یا میرا ہم خصلت (بنجا) — تاکہ تو تجلی میں میرا رُخ دیکھ سکے

مثال یہ ہے کہ لنگڑا ہرن ہو اور شیر شکاری ہو تو وہ کہاں بچ سکتا ہے۔ یہی حال ہمارا ہے کہ معاصی کی وجہ سے قضا و قدر نے ہمارا راستہ بند کر دیا ہے۔ جز۔ لنگڑے ہرن کیلئے اسکے سوا کوئی چارہ نہیں کہ وہ اپنے آپ کو شیر کے سپرد کر دے۔ اُو ندارد۔ وہ خود چونکہ کھانے پینے اور سونے سے بے نیاز ہے اسنے ہمیں بھی ایسا ہی بنا دیا ہے۔ کہ بیا۔ حضرت حق تعالےٰ انسان م

[1] شبلتاں۔ تو توبہ کی مونچھیں اُکھاڑ دیتا ہے، توبہ ایک سایہ ہے اور تو چاند ہے، چاند کے سامنے سایہ کہاں باقی رہتا ہے۔ اے زتو۔ اے خدا تیری ہی قضا اور قدر کی وجہ سے میرے حواس اور دل تباہ ہیں۔ چونکہ۔ جب تک تو میرے اعمال کو منتظم نہ کریگا میرا کام ناقص رہیگا۔ چوں گریزم۔ بغیر خدا کی توفیق کے کام کا نظام درست ہونا تو درکنار، زندگی ہی ممکن نہیں ہے، خدا کی خدائی کے بغیر بندہ کا وجود ممکن نہیں ہے۔

[2] عاشقم۔ (شعر) دیوانگی یعنی حالتِ سُکر۔ فرزانگی یعنی عقلِ معاشی۔ راز یعنی تقدیر کا راز حالتِ صحو میں بیان نہیں کیا جا سکتا، عوام کے لئے مضر ہے حالتِ سُکر میں کہا جا سکتا ہے۔ زحیر پیچش۔ ارتعاش۔ اضطراب، یہ کیفیتیں راز کے ضبط کرنے کی صورت میں پیدا ہوتی ہیں۔ در حیا۔ صحو کی حالت، راز بیان کرنے سے مانع ہے۔ سجاف۔ گوٹ جو لحاف کے استر اور ابرے کے درمیان دبی ہوئی ہوتی ہے۔

[3] اے رفیقاں۔ وہ راز یہ ہے کہ قضا و قدر کی اور ہماری

ور ندیدی چوں چنیں شیدا شُدی
اگر تو نے نہیں دیکھا ہے تو ایسا عاشق کیوں بنا؟
خاک بُودی طالبِ اِحیا شُدی
تو مٹی تھا، زندگی کا طالب بنا

[۱] گر ز بے سویت ندا دست اُو عَلَف
اگر اُس نے لامکان سے تجھے خوراک نہیں دی ہو
چشمِ جانت چوں بماندست آں طرف
تیری جان کی آنکھ اُس طرف کیوں لگی ہے؟

گُربہ بر سُوراخ زاں شُد مُعتکِف
بلّی، سوراخ پر اس لئے بیٹھی ہے
کہ ازاں سُوراخ اُو شد مُعتلِف
کہ اُس سوراخ سے وہ غذا پانے والی بنی ہے

گربۂ دیگر ہمی گردد ببام
دوسری بلّی کوٹھے پر چکر لگا رہی ہے
کز شکارِ مُرغ یابید اُو طعام
کیونکہ اُس نے پرند کے شکار سے غذا پائی ہے

آں یکے را قبلہ شُد جولاہگی
ایک کا قبلہ جولاہہ پن بنا
واں یکے حارس برائے جامگی
اور ایک تنخواہ کے لئے چوکیدار ہے

[۲] واں یکے بیکار و رُو در لامکاں
اور ایک بیکار ہے اور مُنہ لامکان کی طرف ہے
کہ ازاں سُو دادیش تو قوتِ جاں
کیونکہ اُسی جانب سے آپ نے اُسکو جان کی روزی عطا کی ہو

کار آں دارد کہ حق را شُد مُرید
کام وہی رکھتا ہے جو اللہ (تعالیٰ) کا ارادہ کرنے والا بنا
بہرِ کارے اُو ز ہر کارے بُرید
اُس نے ایک کام کیلئے ہر کام سے علیحدگی کرلی

دیگراں چوں کودکاں ایں روز چند
دوسرے ان بچوں کی طرح یہ چند روز
تا شبِ ترحال بازی می کُنند
سفر کی رات تک، کھیلتے رہے ہیں

خوابناکے کُو زیقظہ می جہد
وہ سویا ہوا جو بیداری کے ذریعہ اُٹھتا ہے
دایۂ وسواس عشوش می دہد
وسوسے کی دایہ اُس کو فریب دیتی ہے

[۳] رَو بخسپ اے جاں کہ بگذاریم ما
اے جان! جا، سوجا، ہم کسی کو موقع نہ دینگے
کہ کسے از خواب بجہاند تُرا
کہ کوئی تجھے نیند سے اُٹھائے

ہم تو خود را بر کَنی از بیخ خواب
تو خود ہی اپنے آپ کو نیند کی جڑ سے علیحدہ کرلے
ہمچو تشنہ کہ شنود اُو بانگِ آب
اُس پیاسے کی طرح جو پانی کی آواز سُن لے

بانگِ آبم مَن بگوشِ تشنگاں
میں پیاسوں کے کان میں پانی کی آواز ہوں
ہمچو باراں می رسم از آسماں
بارش کی طرح آسمان سے پہنچ رہا ہوں

---

۱ گر۔ چونکہ روح لامکان سے غذا حاصل کرچکی ہے لہٰذا اُس کی نظریں اُدھر لگی ہوئی ہیں۔ گربہ۔ بلّی کو جب کسی سوراخ سے غذا حاصل ہو جاتی ہے تو وہ وہاں ہی انتظار میں بیٹھی رہتی ہے۔ دیگر۔ کسی بلّی نے اگر بالا خانہ پر شکار پکڑا ہے تو وہ وہاں کے چکر کاٹتی ہے۔ آں یکے۔ جس شخص کو جس پیشے سے فائدہ ہو چکا ہے وہ اُس کی طرف متوجہ رہتا ہے۔ جامگی۔ تنخواہ۔

۲ واں یکے۔ جن کو عالم بالا سے روحانی غذا حاصل ہوتی ہے اُنکی توجہ عالمِ بالا کی طرف رہتی ہے۔ کار۔ پہلے شعر میں چونکہ عالمِ بالا کی طرف متوجہ رہنے والوں کو بیکار کہا تھا اب فرماتے ہیں کہ اصل کام انہی لوگوں کا ہے۔ دیگراں۔ دنیا داروں کی مثال اُن بچوں کی سی ہے جو کھیل کود میں وقت ضائع کر دیتے ہیں۔ ترحال۔ سفر۔ خوابناکے۔ اِن دنیاداروں میں سے جس کو ہوش بھی آتا ہے شیطان اُسکو اسی طرح تھپک کر دوبارہ غافل بنادیتا ہے جس طرح دایہ بچہ کو تھپک کر سُلا دیتی ہے۔

۳ رَو بخسپ۔ وسوسہ کی دائی، شیطان اُس کو سُلاتے ہوئے کہتا ہے کہ آرام سے سوتا رہ میں کسی کو موقع نہ دوں گا کہ تیرے آرام میں خلل انداز ہو۔ ہم تو خود۔ انسان کو چاہیئے کہ غفلت کی نیند کے اسباب خود ختم کردے اور اس طرح بیدار رہے جس طرح کہ پیاسا پانی کی آواز سُن کر بیدار رہتا ہے۔ بانگ۔ مولانا فرماتے ہیں جس طرح پانی کی آواز جو آسمان سے نازل ہوتا ہے پیاسوں کی غفلت کو دور کرتی ہے میں بھی غافلوں کو اسی طرح بیدار کر رہا ہوں۔

برجہ[1] اے عاشق برآور اضطراب
اے عاشق! اُٹھ اور بے چین ہو جا
بانگِ آب و تشنہ و آنگاہ خواب
پانی کی آواز ہو اور پیاسا اور پھر نیند

حکایتِ آں عاشقے کہ شب بیامد برامیدِ وعدۂ معشوق بداں وثاقے کہ اشارت کردہ بود و بعضے از شب منتظر بود کہ خوابش بربود معشوق آمد اُو را خفتہ یافت جیبش پُر جوز کرد و اُورا خفتہ گذاشت و بازگشت و در بیانِ تحقیق ماہیتِ آں

اُس عاشق کی حکایت جو معشوق کے وعدے کی اُمید پر اُس حجرے میں پہنچا جس کا اُس نے اشارہ کیا تھا اور رات کے کچھ حصہ میں منتظر رہا پھر اُس کو نیند آگئی معشوق آیا اُس کو سویا ہوا پایا اُسکی جیب اخروٹوں سے بھر دی اور اُسکو سوتا چھوڑ دیا اور واپس ہو گیا اور اُسکی حقیقت کی تحقیق کے بیان میں

عاشقے بود ست در ایامِ پیش
اگلے زمانہ میں ایک عاشق تھا
پاسبانِ عہد اندر عہدِ خویش
اپنے زمانے میں عہد کا پابند

سالہا در بندِ وصلِ ماہِ[2] خود
سالوں اپنے چاند کے وصل کی فکر میں (تھا)
شاہ مات و ماتِ شاہنشاہِ خود
عاشقوں کا شاہ اور اپنے شہنشاہ کا مقتول (تھا)

عاقبت جوئندہ یابندہ بُود
انجام کار تلاش کرنے والا، پانے والا ہے
کہ فرج از صبر زایندہ بُود
کیونکہ کشادگی صبر سے پیدا ہونیوالی ہوتی ہے

گفت روزے یارِ اُو کامشب بیا
ایکدن اسکے معشوق نے اُس سے کہا کہ آج رات آجا
کہ بپختم از پئے تو لوبیا
کیونکہ میں نے تیرے لئے لوبیا پکایا ہے

در فلاں حجرہ نشیں تا نیم شب
آدھی رات تک فلاں حجرے میں بیٹھ
تا بیایم نیم شب مَن بے طلب
تاکہ میں بغیر بُلائے آدھی رات کو آجاؤں

مرد قرباں کرد و ناںہا بخش کرد
مرد نے قربانی دی اور روٹیاں خیرات کیں
چوں پدید آمد مَہش از زیرِ گرد
جبکہ اُس کا چاند غبار میں سے رونما ہوا

شب دراں حجرہ نشست آں گرم دار
وہ گرم جوشی سے رات کو اُس حجرے میں بیٹھ گیا
برامیدِ وعدۂ آں یارِ غار[3]
اُس مخلص دوست کے وعدے کی امید پر

منتظر بنشستہ خوابش در ربود
منتظر بیٹھا تھا اُس کو نیند آگئی
اُوفتاد و گشت بیخود آں عنود
وہ سرکش گر پڑا اور غافل ہو گیا

[1] برجہ۔ سالک کو غفلت ترک کرکے مشاہدہ کے لئے مضطرب ہو جانا چاہیئے ورنہ یہ طلبِ حقیقی نہ ہوگی اور یہ عاشق عشق کے دعوے میں جھوٹا ہوگا۔ حکایت۔ اِس حکایت میں یہ بتایا ہے کہ اِس عاشق کا حقیقی عشق نہ تھا اس لئے وہ سوگیا، ورنہ عشق اور نیند میں ضد ہے۔ وثاق۔ حجرہ۔ جوز۔ اخروٹ۔ پاسبان۔ یعنی یہ عاشق اپنے زمانہ میں عشق کے عہد کا پابند سمجھا جاتا تھا۔

[2] آہ۔ یعنی معشوق شاہ مات۔ مات سے مقتول عاشق مراد ہیں یعنی وہ عاشقوں کا شاہ تھا۔ فرج۔ حدیث شریف ہے۔ اَلصَّبْرُ مِفْتَاحُ الْفَرَجِ۔۔ لوبیا۔ ترکاری کا دانہ ہے جو پکا کر کھایا جاتا ہے۔ مرد۔ وصل کے مژدہ اور اُمید پر عاشق نے قربانی کی اور روٹیاں تقسیم کیں۔

[3] یارِ غار۔ حضرت ابوبکرؓ جو کہ ہجرت کے وقت آنحضورؐ کے ساتھ غارِ ثور میں رہے، مطلقاً پکا دوست۔ منتظر۔ اِس عاشق نے ابتداءِ شب میں معشوق کا انتظار کیا اور پھر سو گیا۔

ساعتے بیدار بُد خوابش گرفت
دہ دیر تک بیدار رہا اُس کو نیند نے پکڑ لیا
عاشقِ دلدادہ را خواب اے شگفت
تعجب ہے، دلدادہ عاشق کو نیند؟

بعدِ نصف اللیل آمد یارِ اُو
اُس کا دوست آدھی رات کے بعد آیا
صادقُ الوَعدانہ آں دلدارِ اُو
وہ اُس کا معشوق، سچّے وعدے والوں کی طرح

عاشقِ خود را فتادہ خُفتہ دید
اپنے عاشق کو پڑا ہوا، سویا ہوا دیکھا
اندکے از آستینش اُو درید[1]
تھوڑی سی اُس کی آستین پھاڑی

گِردگانِ چندش اندر جیب کرد
چند اخروٹ اُس کی جیب میں ڈال دیئے
کہ تو طِفلی گیر ایں می باز نرد
کہ تو بچّہ ہے، یہ لے لے، کھیل

چوں سحر از خواب عاشق بر جہید
جب صبح کو عاشق نیند سے جاگا
آستین و گردگانہا را بدید
آستین اور اخروٹ دیکھے

گفت شاہِ ما ہمہ صدق و وفاست
بولا، ہمارا شاہ، مجسّم سچائی اور وفا ہے
آنچہ بر ما میرسد آں ہم زماست
جو کچھ ہم پر نازل ہوتا ہے وہ ہماری جانب سے ہے

اے[2] **دلِ بے خواب مازیں ایمنیم**
اے بے خواب دل! ہم اِس سے مطمئن ہیں
چوں حرس بربام چوبک میزنیم
ہم بالاخانے پر نگہبان کی طرح ڈنکا بجاتے ہیں

گِردگانِ ما دریں مطحن شکست
ہمارے اخروٹ اِس چکّی میں پس گئے
ہرچہ گوئیم از غمِ خود اندک ست
اپنے غم کے بارے میں جو کچھ کہوں، کم ہے

عاذلا چندیں صُداعِ ماجرا
اے ملامت گر! دردِ سر اور قصہ کب تک؟
پندکم دہ بعد ازیں دیوانہ را
اِس کے بعد دیوانے کو نصیحت نہ کر

مَن[3] **نخواہم عشوۂ ہجراں شنود**
میں فراق کا فریب نہ سُنوں گا
آزمودم چند خواہم آزمود
میں نے آزما لیا، کتنا آزماؤں گا؟

ہرچہ غیرِ شورش و دیوانگی ست
شورش اور دیوانگی کے علاوہ جو کچھ ہے
اندریں رہ دوری و بیگانگی ست
اِس راستہ میں دُوری اور بیگانگی ہے

ہیں بنہ بر پایم آں زنجیر را
ہاں میرے پاؤں میں یہ زنجیر ڈال دے
کہ دریدم سِلسِلہ تدبیر را
کیونکہ میں نے تدبیر کا سلسلہ توڑ دیا ہے

(شعر) فراق و وصل چہ باشد رضائے دوست طلب
کہ حیف باشد ازو غیر اُو تمنّائے

یعنی۔ اب میں دیوانگی اختیار کر چکا ہوں لہٰذا میں زنجیر کا مستحق ہوں۔

---

[1] دَرید۔ نشانی کے طور پر معشوق نے عاشق کی آستین پھاڑ دی۔ گردگان: بچوں کو اخروٹ دے کر بہلایا جاتا ہے معشوق نے اُس عاشق کو طفلِ مکتب قرار دے کر اُس کی جیب میں اخروٹ ڈال دیئے۔ چوں سحر۔ جب صبح کو عاشق بیدار ہوا اور اُس نے اپنی آستین پھٹی ہوئی اور جیب میں اخروٹ دیکھے تو بولا کہ معشوق تو سچا ہے اور محرومی خود میری وجہ سے ہوئی۔

[2] اَے۔ اب مولانا اپنے آپ کو خطاب کر کے کہتے ہیں کہ ہم اِس خوابِ غفلت سے محفوظ ہیں اور چوکیدار کی طرح بالاخانہ پر بیٹھ کر نقارہ بجاتے ہیں اور ہم نے غفلت کے اسباب کو فنا کر دیا ہے۔ عاذلا۔ مولانا نے اپنے عشق کی کیفیت کا اظہار فرمایا ہے فرماتے ہیں ملامتگر ہم دیوانوں کو ملامت نہ کر اِس سے دردِ سر پیدا ہوتا ہے۔

[3] مَن نخواہم۔ ملامت گر عموماً فراق سے ڈرا کر عشق ترک کرنے کو کہتا ہے آزمودم۔ میں ہجر کو آزما چکا ہوں وہ ہجر ہی نہیں ہے نیز اُس میں بھی میرے لئے لذت ہے۔ ہرچہ۔ راہِ عشق میں دیوانگی اور شورش کے سوا ہر چیز معشوق سے بیگانگی ہے

غیر¹ جعدِ آں نگارِ مُقبلم — گر دو صد زنجیر آری بگسلم

میرے اقبال مند معشوق کے گھنگرالے بالوں کے علاوہ — اگر تو دو سَو زنجیریں لائے گا میں توڑ دوں گا

عشق و ناموس اے برادر راست نیست — بَر درِ ناموس اے عاشق مایست

عشق اور آبرو، اے بھائی! مناسب نہیں ہے — اے عاشق! آبرو کے دروازے پر نہ ٹھہر

وقت آں آمد کہ من عُریاں شوم — نقش بگذارم سراسر جاں شوم

وہ وقت آگیا کہ میں ننگا ہو جاؤں — نقش کو چھوڑ دوں، سراسر جان بن جاؤں

اے عدوِّ شرم و اندیشہ بیا — کہ دریدم پردۂ شرم و حیا

اے فکر اور شرم کے دشمن! آجا — کیونکہ میں نے شرم اور حیا کا پردہ چاک کر دیا ہے

اے² بہ بستہ خوابِ جاں از جادوئی — سخت دل یارا کہ در عالم توئی

اے وہ کہ تو نے جان کی نیند کو جادوگری سے روک دیا ہے! — اے سخت دل دوست! کہ جہان میں تو ہی ہے

ہیں گلوئے صبر گیر و می فشار — تا خُنک گردد دلِ عشق اے سوار

ہاں صبر کا گلا پکڑ اور دبا دے — اے سوار! تاکہ عشق کا دل ٹھنڈا ہو جائے

تا نسوزم کے خُنک گردد دلش — اے دلِ ما خاندان و منزلش

جب تک میں جل نہ جاؤں گا اُسکا دل کب ٹھنڈا ہو گا؟ — اے وہ کہ جس کا خاندان اور مکان ہمارا دل ہے!

خانۂ خود را ہمی سوزی بسوز — کیست آنکس کہ بگوید لا یجوز

تو اپنا گھر جلاتا ہے، جلا دے — وہ کون ہے جو کہے کہ جائز نہیں ہے؟

خوش بسوز ایں خانہ را اے شیر مست — خانۂ عاشق چنیں اولیٰ ترست

اے مست شیر! اِس گھر کو خوب جلا دے — عاشق کا گھر ایسا ہی بہتر ہے

بعد ازیں من سوز را قبلہ کنم — زانکہ شمعم من بسوزش روشنم

اس کے بعد میں سوزش کو قبلہ بناؤں گا — کیونکہ میں شمع ہوں، اسکے سُوز سے روشن ہوں

خواب³ را بگذار امشب اے پدر — یک شبے در کوئے بے خواباں گذر

اے باوا! آج کی رات نیند کو ترک کر — ایک رات جاگنے والوں کے کوچہ میں گذر

بنگر آنہا را کہ مجنوں گشتہ اند — ہمچو پروانہ بوصلش کشتہ اند

اُن کو دیکھ کہ وہ مجنون ہو گئے ہیں — پروانہ کی طرح اُس کے وصل سے مقتول ہو چکے ہیں

بنگر ایں کشتیِ خلقاں غرقِ عشق — اژدہائے گشتہ گوئی حلقِ عشق

دیکھ مخلوق کی کشتی عشق میں غرق ہے — گویا کہ عشق کا حلق اژدہا بن گیا ہے

لہ غیرِ جعد۔ بکھیں میں صرف محبوب کی زُلف کی زنجیر کا قیدی بن سکتا ہوں اسکے علاوہ سب زنجیروں کو توڑ ڈالوں گا۔ عشق۔ عشق کے ساتھ رُسوائی اور ذلّت ہی جمع ہو سکتی ہے، عاشق آبرو سے بے پرواہ ہوتا ہے۔ وقت۔ اب میرا ایسا وقت ہو کہ مجھے جسمانی صفات سے عُریاں ہو کر سراسر جان بن جانا چاہیئے۔ عدوِّ شرم۔ یعنی محبوب، عشق میں شرم و حیا وصل سے مانع ہے۔

ملہ اے بہ بستہ۔ عشق عجب جادو ہے کہ اُس نے نیند کو آنکھوں سے روک دیا ہے۔ سخت دل۔ مولانا نے غلبہ حال میں یہ لفظ استعمال کیا ہے۔ ہیں۔ عشق جب خوش ہوتا ہے جبکہ عاشق کا صبر و قرار فنا ہو جائے۔ تا نسوزم۔ جب تک میں عشق کی آگ سے جلکر خاک نہ ہو جاؤں گا وہ محبوب خاموش نہ ہو گا، میرا دل ہی اُس کا خاندان اور مکان ہے وہ اسی کو اگر پھونکنا چاہتا ہے پھونک دے اس کو بُرا کہنے والا کون ہے! خوش بسوز۔ عاشق کے دل کو پھونک ڈال وہ اسی قابل ہے، دل کے جلنے سے جو اُمیں سوزش ہو گی وہی میرا مقصود ہے شمع سوزش ہی سے روشن رہتی ہے۔

ملہ خواب۔ اگر انسان عشق سے خالی ہے تو اُسکو عاشقوں کو دیکھ کر عبرت حاصل کرنی چاہیئے۔ بنگر۔ عاشقوں کو دیکھ کہ وہ مجنون بنے ہوئے ہیں اور وصل کی خاطر پروانہ کی طرح قربان ہو چکے ہیں کشتی۔ ان عاشقوں کی کشتی کو دیکھ، دریائے عشق میں کس طرح غرقاب ہی ہے گویا عشق ایک اژدہا ہے جس کا حلق سب کو نگل گیا ہے۔

اژدہائے[1] ناپدیدِ دل رُبا — عقلِ ہمچو کوہ را اُو کہربا

غیر محسوس اژدہا، دل کو چھیننے والا — وہ پہاڑ جیسی عقل کے لئے کہربا ہے

عقلِ ہر عطار کا گہ شد ازو — طبلہا را ریخت اندر آبِ جو

جس عطار کی عقل اُس سے واقف ہوگئی — اُس نے گٹّے، نہر کے پانی میں بہا دیئے

رَو کزیں جُو بر نیائی تا اَبد — لَمْ یَکُنْ حَقًّا لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ

جا تو اس نہر سے قیامت تک باہر نہ آئیگا — یقیناً اُس کا کوئی ہمسر نہیں ہے

اے مزوّرِ چشم بکشا و ببیں — چند گوئی می نہ دانم آن و ایں

اے مکّار! آنکھ کھول اور دیکھ — تو کہاں تک کہے گا، میں اُسکو اور اسکو نہیں جانتا

از وبائی زرق و محرومی برآ — در جہانِ حیّ و قیّومی درآ

مکر اور محرومی کے مرض سے باہر آجا — حی و قیوم والے جہاں میں آجا

تا نمی بینم ہمی بینم شود — وین نہ دانمہات می دانم شود

تاکہ "میں نہیں دیکھتا ہوں" "دیکھتا ہوں" بنجائے — اور یہ سب "میں نہیں جانتا ہوں" "جانتا ہوں" بنجائیں

بگذر[2] از مستی و مستی بخش باش — زیں تلوّن نقل کُن در استواش

مستی سے گذر جا اور مستی بخشنے والا بن جا — اِس تلوّن سے اُس کی استقامت میں منتقل ہو جا

چند نازی تو بدیں مستی پست — بر سرِ ہر کوی چنداں مست ہست

تو اس پست مستی پر کتنا ناز کرے گا — ہر کوچہ کے سرے پر ایسے مست بہت ہیں

گر دو عالم پُر شود سرمستِ یار — جملہ یک باشند و آں یک نیست خوار

اگر یار کے سرمستوں سے دنیا بھر جائے — سب ایک ہونگے اور وہ ایک ذلیل نہیں ہے

ایں[3] ز بسیاری نیابد خواریے — خوار کہ بُود تن پرستے ناریئے

یہ کثرت سے ذلیل نہیں ہوتا ہے — ذلیل کون ہوتا ہے؟ تن پرست، دوزخی

گر جہاں پُر شد ز تاب نورِ مہ — کے کساد آید برِ صاحب دلہ

اگر چاند کے نور کی چمک سے تمام جہان بھر جائے — عاشق کے لئے اُس میں کب کھوٹ آتا ہے؟

گر جہاں پُر شد ز نورِ آفتاب — کے بُود خوار آں تفِ خوش التہاب

اگر تمام جہان سورج کے نور سے بھر جائے — وہ تیزی بھڑکنے والی روشنی کب ذلیل ہوگی؟

بھی پُر ہوجائے تو اُس میں کوئی کھوٹ نہیں آتا ہے، اِسی طرح سورج کی روشنی سے سارا عالم پُر ہو — تو سورج کی روشنی بے قدر نہیں ہوتی۔

[1] اژدہائی۔ عشق ایک ایسا اژدہا ہے جو بظاہر نظر نہیں آتا ہے لیکن دل کو نگل جاتا ہو۔ اور پہاڑ جیسی عقل کو بھی مسخر کر دیتا ہے۔ عقل۔ عقل جب عشق سے باخبر ہوجاتی ہے اپنا سب کچھ قربان کردیتی ہے۔ لم۔ سب کچھ قربان کرتے ہوئے عقل کہتی ہے کہ اب یہ چیزیں اُس محبوب پر قربان ہیں جو بے نظیر ہے لہٰذا اِن چیزوں کی واپسی کی کبھی خواہش نہ ہوگی۔ اے مزوّر۔ مکّار، عاشق کے احوال سے قصداً آنکھیں بند کرلیتا ہے اور کہتا ہے کہ میں اِن احوال کو نہیں دیکھتا ہوں وہ محروم ہو۔ اگر وہ عشق کے میدان میں آجائے تو اُس کو سب احوال نظر آنے لگیں جن احوال کے بارے میں وہ کہتا تھا "میں نہیں دیکھتا ہوں" اُن کے بارے میں کہنے لگے گا "کہ میں دیکھتا ہوں"

[2] بگذر۔ عقل کی مستی سے گذر کر عشق کی مستی تقسیم کرنے والا بن جا۔ تلوّن۔ مختلف رنگ بدلنا۔ چند نازی۔ عقل کے مست تو بہت ہیں جو مارے مارے پھرتے ہیں۔ گر دو عالم۔ اللہ کے مستوں سے اگر دونوں عالم بھی بھر جائیں تو یہ اُنکی ذلّت کا سبب نہ ہوگا کیونکہ وہ سب مل کر ایک ہیں۔

[3] ایں ز بسیاری۔ ملاں از یں معنی کثرت ذلّت کا سبب نہیں ہے ذلیل تو تن پرست اور جہنمی ہوتا ہے۔ گر جہاں۔ چاند کی چاندنی سے سارا عالم

لیک ۱ بااین جملہ بالاتر خرام
لیکن اِس سب کے ہوتے ہوئے، اوپر چل

چونکہ ارض اللہ واسع بود ورام
جبکہ اللہ (تعالےٰ) کی زمین وسیع اور تابع ہے

گرچہ این مستی چو بازِ اشہب ست
اگرچہ یہ مستی بھورے باز کی طرح ہے

برتر از وے در زمینِ قدس ہست
قُدس کی سرزمین میں اِس سے بھی بہتر (مقام) ہے

مست زابرار و مقرب زو بہ است
مست ابرار میں سے ہے اور مُقرب اس سے بہتر ہے

بر مُقرب شیرِ اُو چوں روبہ است
مُقرب کے نزدیک اُس کا شیر لومڑی کی طرح ہے

رو سرافیلے شو اندر امتیاز
جا، امتیاز کرنے میں اسرافیلؑ بن جا

در دمندہ رُوح و مست و نیاز
رُوح کا پھونکنے والا اور مست اور مست بنانیوالا

مست ۲ را چوں دل مزاح اندیشہ شُد
مست کا دل چونکہ مذاق سوچنے والا بن گیا

این ندانم واں ندانم پیشہ شُد
میں یہ نہیں جانتا اور وہ نہیں جانتا اُسکا پیشہ بن گیا

این ندانم واں ندانم بہرِ چیست
میں اسکو نہیں جانتا اور میں اُسکو نہیں جانتا کس لئے ہے؟

تا بگوئی آنکہ میدانیم کیست
تاکہ تو کہے کہ جس کو میں جانتا ہوں وہ کون ہے؟

نفی ۳ بہرِ ثبت باشد در سخن
بات میں نفی، اِثبات کے لئے ہوتی ہے

نفی بگذار و زثبت آغاز کُن
نفی کو چھوڑ دے اور اِثبات سے ابتدا کر

نیست این و نیست آں ہیں واگذار
خبردار! یہ نہیں ہے اور وہ نہیں ہے کو چھوڑ دے

آنکہ آں ہست ست آں را پیش آر
جو کہ موجود ہے اُس کو سامنے لا

نفی بگذار و ہماں مستی طلب
نفی کو چھوڑ دے اور وہی مستی طلب کر

تُرک و مُطرب را بگو احوال شب
تُرک اور مطرب کے رات کے احوال سُنا

نفی بگذار و ہماں ہستی پرست
نفی کو چھوڑ اور اُس ہستی کو پوج

این بیاموز اے پدر زاں تُرکِ مست
اے بابا! یہ اس تُرکِ مست سے سیکھ لے

استدعای امیرِ تُرکِ مخمور مُطرب را بوقتِ صبوح و تفسیرِ این حدیث کہ اِنَّ لِلّٰہِ شَرَابًا اُعِدَّ لِاَوْلِیَائِہٖ اِذَا شَرِبُوْا سَکِرُوْا وَاِذَا سَکِرُوْا طَابُوْا اِلٰی اٰخِرِ الحدیث

ایک مخمور تُرک امیر کا گویئے سے صبح کی شراب کے وقت فرمائش کرنا اور اس حدیث کی تفسیر کہ اللہ تعالےٰ کے پاس ایک شراب ہے جو اُس کے دوستوں کے لئے تیار کی گئی ہے وہ جب اُس کو پیتے ہیں مست ہو جاتے ہیں اور جب مست ہو جاتے ہیں پاکیزہ بنجاتے ہیں

۱ لیک بااین۔ مستی اور سُکر کی اِن فضیلتوں کے باوجود سالک کو اُس سے اعلیٰ مقام صحو حاصل کرنا چاہیئے۔ گرچہ۔ مستی اور سُکر بھی اگرچہ قیمتی چیز ہے لیکن میدانِ سلوک میں اُس سے بھی بہتر مقام ہے۔ اور وہ "صحو" ہے۔ مست۔ سُکر کا مقام ابرار کا ہے اور صحو کا مقام مقربین کا ہے ادنیٰ رتبہ کا مقرب اعلیٰ درجہ کے ابرار سے افضل ہے۔ رو حضرت اسرافیلؑ قیامت میں اللہ تعالےٰ کے حکم سے صُور پھونکیں گے تو مُردے زندہ ہو جائیں گے جو سالک مقامِ صحو میں ہوتا ہے وہ بھی حضرت حق تعالیٰ سے فیض حاصل کرتا ہے اور دوسروں کو فیض پہنچاتا ہے۔

۲ مست۔ سُکر کی حالت حیرت کی حالت ہوتی ہے اُس میں وہ بے اصل باتیں کرتا ہے اور ہر معاملہ میں لاعلمی کا اظہار کرتا ہے۔ این ندانم۔ سُکر کی حالت میں جو لاعلمی کا اظہار ہے اُس سے مقصود اُس ذات کی طرف اشارہ ہے جس کو جانتا ہے۔

۳ نفی۔ انکار کسی چیز کے اقرار کی تمہید ہوتی ہے لہٰذا تمہید کو چھوڑ کر مقصود پر آجاؤ "لا الٰہ" میں نفی "الا اللہ" کے اثبات کے لئے ہے تو الا اللہ پر پہنچ جانا چاہیئے "نیست" کو چھوڑ کر "ہست" کی جستجو کرنی چاہیئے جس طرح مست تُرک اور مُطرب کے قصہ میں

مَے درخُمِ اَسرار ازاں میجوشد — تا ہر کہ مجرّد دست ازاں می نوشد

اَسرار کے خُم میں شراب اِسلئے جوش مارتی ہے — تاکہ جو مجرّد ہے وہ اسے پئے

قال اللہ تعالیٰ اِنَّ الْاَبْرَارَ یَشْرَبُوْنَ (الآیہ)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا بے شک ابرار پئیں گے۔

ایں مَے کہ تو میخوری حرام است — ما مَے نخوریم جُز حلالے

یہ شراب جو تو پیتا ہے حرام ہے — ہم جائز شراب کے سِوا نہیں پیتے ہیں

جہد کُن تا از نیست ہست شوی — وز شرابِ خدای مست شوی

کوشش کر۔ تاکہ تو نیست سے ہست بن جائے — اور خدا کی شراب سے مست بن جائے

اعجمیؔ تُرکے سحر آگاہ شُد — وز خمارِ خمر، مُطرب خواہ شُد

ایک عجمی تُرک صبح کو بیدار ہوا — اور شراب کے خمار کی وجہ سے گویّے کا خواہشمند ہوا

مُطربِ جاں مُونسِ مستاں بُوَد — نُقل و قُوت و قُوتِ مست آں بُوَد

روحانی گویّا مستوں کا دوست ہوتا ہے — چبینا اور روزی اُور دوست کی طاقت، وہ ہوتا ہے

مُطرب ایشاں راسُوئے مستی کشد — باز مستی از دمِ مطرب چشد

گویّا اُن کو مستی کی جانب کھینچتا ہے — پھر مستی گویّے کے کلام سے غذا حاصل کرلیتی ہے

آںؔ شرابِ حق بداں مُطرب بَرَد — ویں شرابِ تن ازیں مُطرب چَرَد

خدائی شراب اس مطرب کیطرف لے جاتی ہے — اور یہ جسمانی شراب اِس گویّے سے غذا حاصل کرتی ہے

ہر دو گر یک نام دارد در سخن — لیک فرق است زیں حَسَن تا آں حَسَن

اگرچہ لفظوں میں دونوں ایک ہی نام رکھتے ہیں — لیکن اِس حَسَن سے اُس حَسَن تک فرق ہے

اشتباہے ہست لفظی در بیاں — لیک خود کُو آسماں کُو ریسماں

بیان کرنے میں لفظی مشابہت ہے — لیکن خود آسمان کہاں ریسمان کہاں؟

اِشتراکِ لفظ دائم رہزن ست — اِشتراکِ گبر و مومن در تن ست

لفظی شرکت، ہمیشہ رہزن ہے — مومن اور کافر کا اشتراک جسم میں ہے

جسمہاؔ چوں کوزہائے بستہ سر — تاکہ در ہر کوزہ چہ بُوَد آں نگر

جسم مُنہ بندھے ہوئے پیالوں کی طرح ہیں — ہر کوزے میں کیا ہے، اُس کو دیکھ

کوزۂ آں تن پُر از آبِ حیات — کوزۂ ایں تن پُر از زہرِ ممات

اِس جسم کا پیالہ آبِ حیات سے بھرا ہوا ہے — اِس جسم کا پیالہ موت کے زہر سے بھرا ہوا ہے

لہ اعجمی۔ ایک تُرک سردار جب صبح کو بیدار ہوا تو اُس پر خمار کی کیفیت طاری تھی اُس نے گویّے کو طلب کیا۔ مُطرب۔ گویا یہاں شیخ مراد ہے۔ مستاں۔ یعنی سُکر کی کیفیت میں مبتلا ہوتی مستی۔ شیخ کی توجہ اُن کے لئے مزید سُکر کا سبب بنتی ہے۔

لہ آں شراب۔ یعنی سُکر کی کیفیت شیخ کی طرف متوجہ کرتی ہے اور شراب قوّال کی جانب کھینچتی ہے۔ ہر دو۔ یہاں ہم نے مُطرب شیخ اور گویّے دونوں کے لئے کہا ہے۔ زیں حَسَن پہلے قصّہ گزر چکا ہے کہ ایک بادشاہ کے دو وزیر حَسَن نامی تھے لیکن اُن دونوں میں بہت فرق تھا۔ اشتباہ ہے۔ اِن دونوں میں محض لفظی مشابہت ہے لیکن آسمان اور ریسمان کی طرح دونوں میں بہت فرق ہے۔ رہزن۔ لفظی اِشتراک لوگوں کی گمراہی کا سبب بنتا ہے۔ گبر و مومن۔ مومن اور کافر میں بھی جسم یکساں ہے۔

لہ جسمہا۔ محض جسم کو نہ دیکھنا چاہیئے اُس کی اندرونی حالت پیشِ نظر رہنی چاہیئے۔ کوزہ آں تن۔ یعنی مومن کا جسم ایمان سے لبریز ہے جو آبِ حیات ہے اور کافر کا جسم کفر سے بھرا ہوا ہے جو زہر ہے اب اگر دونوں کے باطن پر نظر رکھو گے تو تم شاہ ہو ورنہ گمراہ ہو

گر بمظروفش نظر داری شہی — ور بظرفش بنگری تو گمرہی

اگر تو برتن کی چیز کی طرف نظر رکھے تو شاہ ہے — اور اگر تو برتن پر نظر کرے تو گمراہ ہے

لفظ[1] را مانندۂ ایں جسم داں — معنیش را در درُوں مانندِ جاں

لفظوں کو اس جسم کی طرح سمجھ — اُن کے معانی اُن میں جان کی طرح ہیں

دیدۂ تن دائماً تن بیں بُوَد — دیدۂ جاں جانِ پُرفن بیں بُوَد

جسم کی آنکھ ہمیشہ جسم کو دیکھنے والی ہوتی ہے — رُوح کی آنکھ، ہنرمند روح کو دیکھنے والی ہوتی ہے

پس زِ نقشِ لفظہائے مثنوی — صورتش ضال ست و ہادی معنوی

مثنوی کے الفاظ کے نقوش — اُنکی صورت گمراہ کرنیوالی اور معنیٰ کے اعتبار سے ہدایت کرنے والی ہے

در نُبی فرمُود کایں قرآں زِ دل — ہادیِ بعضے و بعضے را مُضل

قرآن میں فرمایا ہے کہ یہ قرآن دل کے اعتبار سے — بعض کو ہدایت دینے والا اور بعض کو گمراہ کرنیوالا ہے

اللہ اللہ چونکہ عارف گفت مے — پیشِ عارف کے بُوَد معدُوم شے

توبہ توبہ، جب عارف شراب کہے — عارف کی نظر میں معدوم، شئ کب ہوتا ہے؟

فہمِ[2] تو چوں بادۂ شیطاں بُوَد — کے تُرا وہمِ مے رحماں بُوَد

تیری عقل میں جبکہ شیطانی شراب ہو — تجھے رحمانی شراب کا خیال کب آتا ہے؟

ایں دو انبازند مُطرب با شراب — ایں بداں و آں بدیں آرد شتاب

قوال اور شراب یہ دونوں ساتھی ہیں — یہ اُس تک وہ اِس تک جلد پہنچا دیتا ہے

پُرخماراں از دمِ مُطرب چَرند — مُطرباں شاں سُوئے میخانہ برند

پر خمار، قوال کے گانے سے غذا حاصل کرتے ہیں — قوال اُن کو میخانہ کی جانب لے جاتے ہیں

آں سرِ میدان و ایں پایانِ اُوست — دل شدہ چوں گوئے در چوگانِ اوست

وہ میدان کی ابتدا ہے اور یہ اُس کی انتہا — برباد دل، اُس کے بلّے میں گیند کی طرح ہے

در سرِ[3] آنچہ ہست گوش آنجا رَوَد — در سر ار صفراست آں سودا شوَد

دماغ میں جو ہے کان اُس کی طرف جاتا ہے — اگر دماغ میں صفرا ہے، وہ سودا بن جاتا ہے

بعد ازاں ایں دو بہ بیہوشی رَوَند — والد و مولود آنجا یک شوَند

اِس کے بعد یہ دونوں بیہوشی کی طرف جاتے ہیں — سبب اور نتیجہ، اِس جگہ ایک ہو جاتے ہیں

بدل جاتی ہے۔ بعد ازاں۔ اگر سر میں صفرا ہے اور سودا کے غلبہ سے سودا بن گیا ہے تو سودا اور صفرا دونوں بیہوشی کا سبب بن جائیں گے اور پھر سبب اور مسبّب ایک سی تاثیر کریں گے۔

[1] لفظ۔ الفاظ کو بمنزلہ جسم اور معانی کو بمنزلہ روح کے سمجھو۔ دیدۂ۔ جسمانی آنکھ جسم کو دیکھتی ہے رُوحانی آنکھ روح کو دیکھتی ہے پس۔ مثنوی کا بھی یہی حال ہے کہ جو شخص اس کی حکایتوں کے محض لفظوں کو دیکھے گا وہ اس سے بدعقیدہ ہو جائیگا اور جو حکایتوں کے معانی اور مقاصد پر غور کریگا وہ اس سے مستفید ہوگا۔ در نبی۔ قرآن میں خود قرآن کے بارے میں یہی فرمایا گیا ہے۔ مے۔ جب کوئی عارف لفظ شراب بولتا ہے تو اس سے یہ حقیر اور ظاہری شراب مراد نہیں ہوتی بلکہ شرابِ معرفت مراد ہوتی ہے۔

[2] فہم تو۔ جو شخص محض دنیاوی شراب کو جانتا ہے وہ شراب کے لفظ سے شراب محبت کب سمجھ سکتا ہے۔ ایں دو۔ شراب اور گانا دونوں اِس بارے میں یکساں ہیں کہ ان میں ہر ایک دوسرے تک پہنچا دیتا ہے۔ پُرخمار۔ مخمور گویّے سے غذا حاصل کرتا ہے گویا اس کو شراب خانہ تک لیجاتا ہے۔ آں سر میداں۔ میدانِ عشق کی ابتداء گانا ہے اور اس کی انتہا شراب ہے، دل گویّے کے قابو میں ہوتا ہے۔

[3] در سر۔ انسان کے دماغ میں جو خیال ہوتا ہے وہ لفظوں کو اسی طرف لے جاتا ہے اگر دماغ میں تھوڑی سی صحیح بات بھی ہوتی ہے تو وہ ان الفاظ کے بعد غلطی سے

چونکہ کردند آشتی شادی و درد — مطرباں را ترکِ ما بیدار کرد

جب خوشی اور درد باہم مل گئے — ہمارے ترک نے قوالوں کو بیدار کیا

مُطرب آغاز ید بیتے خوابناک — کہ اَنِلْنِی الْکَاسَ یَا مَنْ لَا اَرَاکْ

قوال نے ایک مست شعر شروع کیا — کہ اے وہ کہ میں تجھے نہیں دیکھتا ہوں مجھے پیالہ عطا کر

اَنْتَ وَجْهِیْ لَا عَجَبْ اَنْ لَّا اَرَاهُ — غَایَۃُ الْقُرْبِ حِجَابٌ وَّاشْتِبَاہ

تو میرا چہرہ ہے، کوئی تعجب نہیں اگر میں اسکو نہیں دیکھتا ہوں — انتہائی قرب، پردہ اور اشتباہ ہے

اَنْتَ عَقْلِیْ لَا عَجَبْ اِنْ لَّمْ اَرَکْ[۲] — مِنْ وُّفُوْدِ الْاِلْتِبَاسِ الْمُشْتَبَکْ

تو میری عقل ہے کوئی تعجب نہیں اگر میں تجھے نہیں دیکھتا ہوں — گنجان درہم التباس کی زیادتی کی وجہ سے

حَیْثُ اَقْرَبْ اَنْتَ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْد — لَمْ اَقُلْ یَا یَا نِدَاءٌ لِّلْبَعِیْد

چونکہ تو شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے — میں نے (لفظ) یا نہیں کہا یا دُور کے پکارنے کیلئے ہے

بَلْ اُغَالِطُهُمْ اُنَادِیْ فِی الْقِفَار — کَیْ اُکَتِّمَ مَنْ مَّعِیْ مِمَّنْ اُغَار

بلکہ میں انکو مغالطہ دے رہا ہوں ویرانوں میں پکارتا ہوں — تاکہ اپنے ساتھی کو ان لوگوں سے چھپاؤں جن سے مجھے غیرت آتی ہو

ایں سخن پایاں ندارد اے عزیز — بشنو اکنوں نکتۂ صاحب تمیز

اے عزیز! اِس بات کا خاتمہ نہیں ہے — اب ایک صاحب تمیز کا نکتہ سُن لے

آمدنِ ضریر[۳] در خانۂ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم و گریختنِ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا از پیشِ ضریر و گفتنِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کہ چہ می گریزی کہ اُو ترا نمی بیند و جواب دادنِ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم را

نابینا کا مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں آنا اور نابینا کے سامنے سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بھاگنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا کہ کیوں بھاگتی ہے؟ وہ تجھے نہیں دیکھتا ہے اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جواب دینا

اندر آمد پیشِ پیغمبرؐ ضریر — کاے نوا بخشِ تنورِ ہر خمیر

نابینا پیغمبرؐ کے سامنے اندر آیا — کہ اے تنور کے ہر قسم کے خمیر سے توشہ بخشنے والے

---

۱ چونکہ۔ جب اس ترک نے گانے کی خوشی اور خمار کی تکلیف محسوس کی تو اس نے گویوں کو بیدار کر دیا اور گویوں نے یہ اشعار گانے شروع کر دیئے۔ کاس۔ پیالہ۔ انت۔ انسان باوجود قرب کے اپنے چہرے کو خود نہیں دیکھتا ہے انتہائی قرب اشتباہ کا سبب ہو جاتا ہے۔

۲ انت عقلی۔ انسان کی عقل انسان سے کس قدر قریب ہے لیکن وہ اس کو بھی نہیں دیکھتا ہے۔ یا۔ یا حرف ندا، دور سے اُس شخص کو پکارا جاتا ہے جو دور ہو تو کہتا ہے میں تجھے اس لفظ سے اس لئے پکارتا ہوں تاکہ رقیب یہ نہ سمجھ سکیں کہ تو مجھ سے قریب ہے۔

۳ ضریر۔ نابینا۔ کاے۔ آنحضورؐ ہر شخص کو اس کے مناسب غذا عنایت فرماتے ہیں۔

اے تو میرِ آب، من مُستَسقیم[1] — مُستغاث المُستغاث اے ساقیم

اے! آپ پانی کے مالک ہیں اور میں پانی مانگنے والا ہوں — اے میرے ساقی! فریاد ہے، فریاد

چوں در آمد آں ضریر از در شتاب — عائشہؓ بگریخت بہرِ احتجاب

جب وہ نابینا دروازے سے آیا، جلد — پردہ کرنے کے لئے عائشہؓ بھاگیں

زانکہ واقف بُود آں خاتونِ پاک — از غیوریِ رسولؐ رشک ناک

کیونکہ وہ پاک بی بی واقف تھیں — غیّور رسولؐ کی غیوری سے

ہر کہ زیباتر بُود رشکش فزوں — زانکہ رشک از ناز خیزد یا بنوں

جو زیادہ حسین ہوتا ہے اُنہیں غیرت زیادہ ہوتی ہے — کیونکہ اے فرزندو! غیرت ناز سے پیدا ہوتی ہے

گندہ پیراں شوئی را قماد ہند — چونکہ از زشتی و پیری آگہ اند

بوڑھیاں شوہر کو لونڈی دے دیتی ہیں — کیونکہ بھدے پن اور بڑھاپے سے باخبر ہیں

چوں جمالِ احمدیؐ در ہر دو کون — کے بُدست اے فرِّ یزداں اش عون

احمدیؐ حسن کی طرح دونوں جہانوں میں — کب ہوا ہے؟ اے (مخاطب) اللہ کا نور اُن کا مددگار

نازہاے ہر دو کون اُو را رسد — غیرت آں خورشیدِ صد تو را رسد

دونوں جہانوں کے نازوں کا اُن کو حق ہے — غیرت کرنا اُس سو درجہ کے سورج کا حق ہے

کاندرافگندم[2] بکیواں گوی را — در کشید اے اختراں ہیں روی را

کہ میں نے زحل پر گیند پھینکی ہے — خبردار! اے ستارو اپنا منہ چھپالو

در شعاعِ بے نظیرم لا شوید — ورنہ پیشِ نورِ من رُسوا شوید

میری بے مثال شعاع میں معدوم ہو جاؤ — ورنہ میرے نور کے سامنے رسوا ہو جاؤ گے

از کرم[3] من ہر شبے غائب شوم — کے روم الا نمایم کہ روم

کرم کی وجہ سے میں ہر رات کو غائب ہو جاتا ہوں — میں کب جاتا ہوں، ہاں دکھاتا ہوں کہ میں جا رہا ہوں

تا شما بے من شبے خفّاش وار — پر زناں گردید گردِ ایں مطار

تاکہ تم میرے بغیر چمگادڑ کی طرح رات میں — اس فضا کے گرد چکر لگاؤ

ہمچو طاؤساں پرے عرضہ کنید — باز مست و سرخوش و مُعجب شوید

موروں کی طرح پر دکھاؤ — پھر مست اور سرخوش اور خود پسند ہو لو

بنگرید آں پاے زشت از امتیاز — ہمچو چارق کو بود شمعِ ایاز

امتیاز کے لئے، بھدے پاؤں کو دیکھ لو — چپل کی طرح جو ایاز کی شمع تھی

---

۱ مُستسقیم۔ میں پانی مانگنے والا ہوں۔ احتجاب۔ پردہ کرنا۔ ہر کہ۔ جو شخص زیادہ حسین ہوتا ہے اُس میں رشک کا مادہ زیادہ ہوتا ہے کیونکہ رشک، ناز کی پیداوار ہے اور ناز زیادہ حسین ہی میں زیادہ ہوتا ہے۔ گندہ پیر۔ جب بیوی خود بڈھی ہو جائے تو اُس میں نہ ناز رہتا ہے نہ رشک وہ خود شوہر کو باندی مہیا کر دیتی ہے تاکہ اُس سے ہم صحبت ہو سکے۔ چونکہ آنحضورؐ حسن میں بڑھ چڑھ کر تھے اور فرِّ خداوندی اُن کا مددگار رہتا تو آپ میں ناز بھی بڑھا ہوا تھا اور رشک بھی۔ قماد۔ ترکی لفظ ہے، لونڈی۔

۲ کاندر۔ آنحضورؐ کو اپنے حسن و جمال کی بنیاد پر یہ کہنے کا حق ہے کہ میں نے اپنے حسن کے دعوے کی گیند زحل پر پھینکی ہے لہٰذا اب کسی حسین کو حسن کی نمائش کا حق نہیں ہے۔۔۔ در شعاع۔ اب جس قدر حسین ہیں وہ اپنے حسن کو میرے حسن میں گم کر دیں ورنہ رسوا ہو جائیں گے۔

۳ از کرم۔ میں کبھی بظاہر روپوش ہو جاتا ہوں تاکہ دوسرے حسین اپنے حسن کا مظاہرہ کر سکیں سورج اگرچہ دنیا سے غائب نہیں ہوتا کچھ سمتوں سے اسکی روپوشی ہو جاتی ہے تاکہ چمگادڑیں پھر آ سکیں۔ مطار۔ اُڑنے کی جگہ۔ مست نشہ کے چار مرتبے ہیں، سرخوش، تر دماغ، نیم مست، خراب۔ بنگرید۔ مشہور ہے کہ مور پروں کو دیکھ کر خوش ہوتا اور ناچتا ہے اور پاؤں چونکہ بھدے ہیں انکو دیکھ کر رنجیدہ ہوتا ہے انسان کو بھی چاہیے کہ جب عجب کی کیفیت پیدا ہو تو عیوب پر نظر کرے جس طرح ایاز نے اپنے چارق کو عجب سے بچنے کیلئے حفاظت سے رکھ لیا تھا۔

رُو نمایم صبح بہرِ گوشمال — تا نگردید از منی زاہل شمال
تنبیہ کے لئے میں صبح کو رُونمائی کرتا ہوں — تاکہ تم خودی کی وجہ سے بائیں ہاتھ والوں سے نہ بنجاؤ

ترکِ آں کُن کہ درازست ایں سخن — نہی کردست از درازی امر کُن (٦)
اُس کو چھوڑ، کیونکہ یہ بات دراز ہے — حکم کرنے والے نے درازی سے منع کیا ہے

امتحان کردنِ مُصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم عائشہ را رضی اللہ عنہا

مُصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا عائشہ رضی اللہ عنہا کا امتحان کرنا

کہ چرا پنہاں می شوی پنہاں مشو چوں اعمٰی ترا نمی بیند تا
کہ کیوں چھپتی ہے؟ نہ چھپ، کیونکہ نابینا تجھے نہیں دیکھتا ہے

پدید آید کہ عائشہ رضی اللہ عنہا از ضمیر مُصطفےٰ صلی اللہ علیہ
تاکہ واضح ہوجائے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

وسلم واقف ست یا خود مقلدِ گفتِ ظاہرست
کے دل کی بات سے واقف ہیں یا ظاہری بات کی مقلد ہیں

گفت پیغمبر برائے امتحاں — اُو نمی بیند ترا کم شو نہاں
امتحان کے لئے پیغمبر نے فرمایا — وہ تجھے نہیں دیکھتا ہے، مت چھپ

کرد[ٌ] اشارت عائشہ رضؓ بادستہا — اُو نمی بیند من ہمی بینم وُرا
عائشہ رضؓ نے ہاتھوں سے اشارہ کیا — وہ نہیں دیکھتا ہے، میں اُس کو دیکھتی ہوں

غیرتِ عقل ست بر خوبیٔ رُوح — پُر ز تشبیہات و تمثیل اے نصُوح
روح کے حُسن پر عقل کو غیرت آتی ہے — جو کہ تشبیہات اور تمثیل سے پُر ہے، اے مخلص!

با چنیں پنہانیٔ کیں روح راست — عقل بروے ایں چنیں رشکیں چراست
ایسی پوشیدگی کے باوجود جو روح کو ہے — عقل اُس پر اس قدر غیرت کرنیوالی کیوں ہے؟

از[ٌ] کہ پنہاں می کُنی اے رشک خُو — آنکہ پوشیدست نورش رُوئے اُو
اے غیرت مند! تو کس سے پوشیدہ کرتی ہے — اُسکو جس کے نور نے اُس کے مُنہ کو چھپا دیا ہے؟

میرود بے رُوی پوش ایں آفتاب — فرطِ نورِ اُوست رُویش را نقاب
یہ سورج بغیر نقاب کے چلتا ہے — اُس کے نور کی زیادتی، اُس کے چہرے کا نقاب ہے

از کہ پنہاں می کُنی اے رشک ور — کافتاب از وے نمی بیند اثر
اے غیرت مند! تو کس سے چھپاتی ہے؟ — کیونکہ آفتاب بھی اُس کا پتہ نہیں پاتا ہے

ل۱ رُو نمایم۔ سورج پھر صبح کو نمودار ہو جاتا ہے، تاکہ ستارے تکبّر بنکر دوزخی نہ بنیں۔ سمر کُن۔ امر کنندہ، کلام کا بے ضرورت طول شرعاً ممنوع ہے۔ کہ چرا۔ آنحضور م نے حضرت عائشہ رضؓ کی آزمائش کے لئے اُن سے سوال کیا کہ تمہیں اندھے سے چھپنے کی کیا ضرورت تھی؟

ل۲ کرد۔ حضرت عائشہ رضؓ نے ہاتھوں سے اشارہ اسلئے کیا تاکہ آپ کی آواز غیر مرد نہ سُن سکے۔ اُو۔ حضرت عائشہ رضؓ نے عرض کیا وہ تو نہیں دیکھتا لیکن میں تو اُسکو دیکھتی ہوں اور غیر مرد پر میری نگاہ پڑنا آپ کی غیرت کے منافی ہو۔ غیرت۔ عقل کو روح کے حُسن پر غیرت ہے اِسی لئے وہ روح کی حقیقت کو ظاہر نہیں کرتی ہے محض تشبیہات سے اُسکو سمجھا دیتی ہے، اِن اشعار میں روح سے مراد حق سبحانہٗ ہے۔

ل۳ آز کہ۔ عقل کو خطاب ہے کہ تو ایسی چیز کو کیوں چھپاتی ہے جس کا نور خود اُس کے لئے حجاب ہے۔ میرود۔ سورج بغیر نقاب کے پھرتا ہے، نور کی زیادتی کی وجہ سے کوئی اُس کو نگاہ بھر کر نہیں دیکھ سکتا ہے۔ آز کہ۔ جس چیز کو وہ سورج بھی نہیں دیکھ سکتا ہے جس کی جہاں گردی مشہور ہے تو اُس کو کیوں چھپاتی ہے۔

رشکؔ[1] از آں افزوں ترست اندر تنم — کز خودش خواہم کہ ہم پنہاں کنم
میرے اندر غیرت اِس سے بھی بڑھی ہوئی ہے — کیونکہ میں اُس کو خود اپنے سے چھپانا چاہتی ہوں

ز آتشِ رشکِ گراں آہنگِ مَن — با دو چشم و گوشِ خود در جنگِ مَن
سخت رشک کی آگ کی وجہ سے میرا لشکر — اپنی دونوں آنکھوں اور کان سے جنگ میں ہے

چوں چنیں رشکے ست ایجان و دل — پس دہاں بربند و گفتن را بہل
اے جان اور دل! ایسے رشک کے ہوتے ہوئے جو تجھ میں ہے — تو منہ بند کرلے اور گفتگو کو چھوڑ

ترسمؔ[2] ار خامش کنم آں آفتاب — از سُوی دیگر بدرّاند حجاب
میں ڈرتی ہوں اگر میں خاموشی اختیار کروں تو وہ سورج — دوسری جانب سے پردے کو چاک کردے

در خموشی گفتِ ما اظہر شود — کہ ز منع آں میل افزوں تر شود
خاموشی میں ہماری بات زیادہ کھل جاتی ہے — کیونکہ اُس کے روکنے سے خواہش بڑھ جاتی ہے

گر بغرّد بحر غرّش کف شود — جوشِ اَحبَبتُ بِاَن اُعرَف شود
اگر سمندر جوش مارتا ہے تو اُس کا جوش جھاگ بنجاتا ہے — وہ جھاگ "میں چاہتا ہوں کہ میں پہچانا جاؤں" کا جوش بنجاتا ہے

حرف گفتن بستنِ آں روزن ست — عینِ اظہارِ سخن پوشیدن ست
بات کرنا، اُس سوراخ کو بند کرنا ہے — بات ظاہر کرنا بعینہ چھپانا ہے

بلبلانہؔ[3] نعرہ زن بر رُویِ گُل — تا کُنی مشغول شاں از بُوئے گُل
پھول پر، بلبل کی طرح نعرہ مار — تاکہ تو اُنکو پھول کی خوشبو سے مشغول کردے

تا بقُل مشغول گردد گوشِ شاں — سُوی رُوی گُل نپرّد ہوشِ شاں
تاکہ اُن کا کان بات میں مشغول ہو جائے — اُن کا ہوش پھول کے چہرے کی جانب پرواز نہ کرے

پیشِ ایں خورشید کو بس روشن ست — در حقیقت ہر دلیلے رہزن ست
اس سورج کے پیشِ نظر جو کہ بہت روشن ہے — درحقیقت، ہر دلیل رہزن ہے

حکایتِ آں مطرب کہ در بزمِ امیرِ تُرک ایں غزل آغاز کردؔ[5]

اُس قوال کا قصہ جس نے تُرک سردار کی مجلس میں یہ غزل شروع کی

[1] رشک۔ کوئی دیکھ سکے یا نہ دیکھ سکے رشک کا تقاضہ تو یہ ہوتا ہے کہ عاشق محبوب کو خود اپنے آپ سے بھی چھپانے کی کوشش کرتا ہے۔ ز آتش۔ چونکہ مجھ میں رشک کی آگ بھڑکی ہوئی ہے تو میری خود اپنی آنکھ اور اپنے کان سے جنگ ہے کہ وہ کیوں محبوب کو دیکھتی ہے اور وہ کیوں محبوب کی بات سنتا ہے۔ چوں چنیں۔ اے عقل اگر تجھ میں ایسا ہی رشک ہے تو پھر اُس کی بات بھی نہ کر

شعر — [illegible]

[2] ترسم۔ عقل کا جواب ہے کہ اگر میں بالکل خاموشی اختیار کروں تو وہ خموشی پردہ چاک کردیگی، کسی معاملہ میں اگر بالکل خاموشی اختیار کی جائے تو لوگ اُس کے معلوم کرنے کے اور زیادہ درپے ہوجاتے ہیں مشہور مقولہ ..... اَلمَرءُ حَرِیصٌ فِیمَا مُنِعَ جس بات سے انسان کو روکا جائے اُس کے متعلق وہ اور زیادہ حریص بن جاتا ہے۔ گر بغرّد۔ سمندر میں جب جوش آتا ہے تو جھاگ نمودار ہوجاتے ہیں اور اُس کا یہ جوش اُس کے پہچاننے کا ذریعہ بن جاتا ہے لیکن وہ جھاگ ہی اُس کو پوشیدہ کردیتے ہیں۔ حرف گفتن۔ محبوب کی تھوڑی سی تعریف کردینا گویا اُس کو چھپا دینا ہے اگر باتوں میں نہ لگایا جاتا تو اُس کو دیکھنے کے درپے ہوجاتے۔

[3] بلبلانہ۔ بلبل گُل پر جو نعرے لگاتی ہے تو اُس کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ تماشائی اُسکے نعرے سننے میں مصروف ہوجائیں اور پھول کو نہ دیکھ پائیں۔ پیشِ ایں۔ سورج کی جس قدر وضاحت کی جائے وہ اُسی قدر مخفی ہوتا چلا جائے گا۔

(شعر) ہمچو نہ قطرہ تواند محیط دریا شد — ز راہِ فکر رسیدن بذات ممکن نیست

حکایت۔ اِس حکایت کا مقصود یہ ہے کہ جس چیز کی حقیقت بیان نہ کی جائے اُس کی سلبی صفات سے اُس کا ذکر کیا جاتا ہے اسی لئے حضرت حق تعالےٰ کی سلبی صفات ذکر کی جاتی ہیں۔

گُلی یا سوسنی یا سَرو یا ماہی نمیدانم — وزیں آشفتۂ بیدل چہ میخواہی نمیدانم

تو پھول ہو یا سوسن یا سَرو یا تو چاند ہے میں نہیں جانتا — اس پریشان بیدل سے تو کیا چاہتا ہے میں نہیں جانتا

وبانگ بَرزدن امیرِ تُرک اُورا کہ آں بگو کہ می دانی وجوابِ مُطرب امیرِ تُرک را

اُس پر امیرِ ترک کا چیخ پڑنا کہ وہ کہہ جو تو جانتا ہے اور قوال کا امیرِ تُرک کو جواب

مُطرب آغازید پیشِ تُرکِ مَست — دَر حجابِ نغمہ اَسرارِ اَلَست

مَست تُرک کے سامنے قوال نے شروع کیے — نغمہ کے پردے میں اَلَسْت کے اسرار

می ندانم کہ تو ماہی یا وثن — می ندانم کہ چہ می خواہی زمَن

میں نہیں جانتا کہ تو چاند ہے یا بُت — میں نہیں جانتا کہ تو مجھ سے کیا چاہتا ہے؟

من[1] ندانم تا چہ خدمت آرمت — تن زنم یا در عبارت آرمت

میں نہیں جانتا، کہ تیری کیا خدمت کروں — میں خاموش ہو جاؤں یا تیرا بیان کروں

ایں عجب کہ نیستی از من جُدا — من ندانم من کجایم تو کجا

یہ تعجب ہے کہ تو مجھ سے جُدا نہیں ہے — میں نہیں جانتا کہ میں کہاں ہوں تو کہاں ہے؟

می ندانم کہ مرا چوں می کَشی — گاہ دَر بَر، گاہ در خوں میکشی

میں نہیں جانتا کہ تو مجھے کیوں کھینچتا ہے — کبھی بغل میں، کبھی خون میں قتل کرتا ہے؟

ہمچنیں[2] لب دَر ندانم باز کرد — می ندانم می ندانم سَاز کرد

اسی طرح پر اُسنے "میں نہیں جانتا" میں لَب کُشائی کی — میں نہیں جانتا، میں نہیں جانتا اُس نے گایا

چوں زحد شُد می ندانم از شگفت — تُرکِ ما راز یں حرارہ دل گرفت

جب "میں نہیں جانتا" حد سے بڑھا تعجب سے — اُن آوازوں سے ہمارا تُرک رنجیدہ ہو گیا

بر جہید آں تُرک و دبّوسے کشید — تا علیہا بر سَرِ مُطرب رسید

وہ تُرک کودا اور گرز اُٹھایا — یہاں تک کہ فی الجملہ قوال کے سر پر پہنچ گیا

گُرز[3] را بگرفت سَرہنگے بدست — گفت نے مُطرب کُشی ایندم بداست

محافظ نے گرز کو ہاتھ سے پکڑ لیا — بولا نہیں، قوال کو اس وقت مارنا بُرا ہے

گفت ایں تکرار بیحد و مرش — کوفت طبعم را بکوبم من سَرش

اُس نے کہا اِس بیحد اور بے شمار تکرار نے — مجھے کوفت پہنچائی، میں اس کا سر کچل دوں گا

---

[1] من ندانم۔ قوال نے اپنی پوری غزل میں معشوق کی سلبی صفات کا اظہار کیا۔ ایں عجب۔ تو ہر وقت میرے ساتھ ہے پھر بھی مجھے یہ معلوم نہیں کہ میں کہاں ہوں اور تو کہاں ہے۔ می ندانم۔ مجھے یہ معلوم نہیں کہ تو کبھی مجھے کیوں پیار کرتا ہے اور کبھی کیوں قتل کرتا ہے۔

[2] ہمچنیں۔ وہ گویا "میں نہیں جانتا" "میں نہیں جانتا" گاتا رہا جب اُس کا یہ گانا حد سے بڑھا تو ترک کو غصّہ آگیا۔ بر جہید۔ وہ تُرک غصّہ سے ہاتھ میں گرز لیکر قوال کی طرف دوڑا۔ علیہا۔ محاورے میں فی الجملہ کے معنی میں ہے۔

[3] گُرز۔ ایک سپاہی نے دوڑ کر تُرک کا گُرز پکڑ لیا اور کہا کہ گویّے کو مار ڈالنا مناسب نہیں ہے۔ گفت۔ تُرک نے غصّہ میں جواب دیا کہ اِس "میں نہیں جانتا" نے مجھے کوفت پہنچائی میں بھی اِس قوال کا سر پھوڑ دوں گا اور غصّہ میں قوال سے کہنے لگا کہ اے دیّوث اگر تو نہیں جانتا ہے تو گو مت کھا اور جو کچھ جانتا ہے وہ گا کر اپنا انعام لے جا۔

قلتبانا می ندانی گُه مخور — زانچه میدانی بزن مقصود بر

اے دیّوث! تو نہیں جانتا، تو گوہ نہ کھا — جو جانتا ہے وہ بجا، مقصد حاصل کرے

آں[1] بگو اے گیج کہ میدانیش — می ندانم می ندانم در مکش

اے احمق! وہ کہہ جو تو جانتا ہے — میں نہیں جانتا میں نہیں جانتا کو نہ کھینچ

من بپُرسم کز کجائی بے مِرے — تو بگوئی نے ز بلخ و نز ہرے

میں بغیر کسی جھگڑے کے پوچھتا ہوں کہ تو کہاں کا ہے؟ — تو کہتا ہے نہ بلخ کا نہ ہرات کا

نے ز رُوم و نے ز ہند و نے ز چین — نے ز شام و نے عراق و باردین

نہ روم کا، نہ ہندوستان کا، نہ چین کا — نہ شام کا اور نہ عراق کا اور نہ باردین کا

نے ز بغداد و نہ موصل نے طراز — در کشی در نے و نے راہِ دراز

نہ بغداد کا اور نہ موصل کا، نہ طراز کا — نہیں نہیں میں لمبی مسافت کھینچتا چلا جاتا ہے

خود[2] بگو تا از کجائی باز رہ — ہست تنقیحِ مناط ایں جائگہ

بتادے تو کہاں کا ہے، چھوٹ جا — اصلی مقصد اسی جگہ ہے

یا بپُرسم کہ چہ خوردی ناشتاب — تو بگوئی نے شراب و نے کباب

یا میں پوچھتا ہوں، کہ تو نے کیا کھایا ہے، خبردار، تو جلدی سے — کہنے لگے، نہ شراب اور نہ کباب

نے بقُول و نے پنیر و نے بصل — نے ز شیر و نے ز شکّر نے عسل

نہ سبزیاں اور نہ پنیر اور نہ پیاز — نہ دودھ اور نہ شکر، نہ شہد

نے قدید و نے ثرید و نے عدس — آنچہ خوردی آں بگو تنہا و بس

نہ گوشت کے پارچے اور نہ ترید اور نہ مسور — جو تو نے کھایا ہے، وہ بتادے اور بس

ایں سخن خائی دراز از بہرِ چیست؛ — گفت[3] مُطرب زانکہ مقصودم خفی ست

یہ لمبی بکواس کس لئے ہے؟ — قوّال نے کہا اس لئے کہ میرا مقصد پوشیدہ ہے

میرمد اثبات پیش از نفی تو — نفی کردم تا بری ز اثبات بُو

نفی سے پہلے اثبات تیرے سامنے سے بھاگ جاتا ہے — میں نے نفی کی تاکہ تو اثبات کا پتہ لگالے

در نوا آرم بہ نفی ایں ساز را — چوں بمیری مرگ گوید راز را

میں اس باجے کو نفی میں بجاتا ہوں — جب تو مرجائے گا، موت راز بتادے گی

تفسیر قولہ صلّی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلّم مُوتُوا قبلَ اَن تَمُوتُوا

آنحضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے قول مرجاؤ قبل اس کے کہ مرد کی تفسیر

---

[1] آں بگو۔ جو تو جانتا ہو وہ گا اور "میں نہیں جانتا" کی رٹ نہ لگا۔ من بپرسم۔ تیری حالت تو یہ ہے کہ میں تجھ سے یہ پوچھوں کہ تو کہاں کا رہنے والا ہے اور تو کہنا شروع کردے کہ میں نہ بلخ کا ہوں نہ ہرات کا نہ روم وغیرہ کا اور نہ نہ کرتا چلا جائے۔

[2] خود بگو۔ تیرا کام ہے کہ تو سیدھے طریقہ پہ بتادے کہ میں فلاں جگہ کا رہنے والا ہوں۔ یا بپرسم۔ یا اگر میں یہ دریافت کروں کہ تو نے کیا کھایا ہے اور تو کہنا شروع کردے کہ یہ بھی نہیں کھایا وہ بھی نہیں کھایا۔ بصل۔ پیاز۔ قدید۔ گوشت کے سوکھے پارچے۔ عدس۔ مسور۔

[3] گفت مطرب۔ قوّال نے جواب دیا، جب مقصود تصور سے بالاتر ہو تو اُس کے اثبات کا پہلو پیش نہیں کیا جاسکتا ہے لامحالہ اُس کے غیر کی نفی کا سلسلہ شروع کیا جاتا ہے جو دراز ہوتا ہے اور اسی طور پر وہ مقصود سمجھ میں آتا ہے۔ در نوا۔ میں نے اس باجے کو نفی پر بجانا شروع کیا تاکہ جب سب کی نفی ہوجائے تو مقصود سمجھ میں آجائے اسی لئے سُکر کا مرتبہ صحو کے مرتبہ کے لئے سیڑھی سمجھا جاتا ہے، اسی مضمون کو حدیث اور حکیم سنائی رحمۃ اللہ علیہ کے شعر سے سمجھایا ہے۔ موتوا۔ یہ حدیث ثابت نہیں ہے۔

وبیت حکیم سنائی قدس سرہٗ

اور حکیم سنائی قدس سرہٗ کے شعر کی تفسیر

بمیر اے دوست پیش از مرگ اگر[1] می زندگی خواہی

اے دوست! مرنے سے پہلے مرجا، اگر تو زندگی چاہتا ہے

کہ ادریسؑ[1] از چنیں مُردن بہشتی گشت پیش از ما

کیونکہ ادریسؑ ہم سے پہلے ایسے مرنے سے بہشتی بن گئے ہیں

جاں بسے کندی و اندر پردۂ
تو نے بہت جان کھپائی اور تو پردے میں ہے
زانکہ مُردن اصل بُد ناوردۂ
کیونکہ مرنا اصل تھا، وہ تو نے حاصل نہ کیا

تا نمیری نیست جاں کندن تمام
جب تک تو مر نہ جائے جان کھپانا مکمل نہیں ہے
بے کمالِ نردبان نائی بہ بام
سیڑھی کے مکمل ہوئے بغیر تو کوٹھے پر نہیں جا سکتا

چوں ز صد پایہ دو پایہ کم بود
جب سو پایوں میں سے دو کم ہوں
بام را کوشندہ نامحرم بود
کوٹھے کی کوشش کرنے والا، نامحرم ہوگا

چوں رسن[2] یک گز ز صد گز کم بود
جب رسی سو گز میں سے ایک گز کم ہو
آب اندر دلو از چہ کے رود
کنویں سے ڈول میں پانی کب پہنچے گا؟

غرقِ ایں کشتی نیابی اے امیر
اے امیر! اس کشتی کا ڈوبنا تجھے حاصل نہ ہوگا
تا بہ ننہی اندرو منِ الآخیر
جب تک کہ تو اس میں آخری من نہ رکھے گا

منِ آخر اصل داں کو طارق ست
آخری من کو اصل سمجھ کیونکہ وہ رات کا ستارہ ہے
کشتیِ وسواس و غی را غارق ست
وسوسہ اور گمراہی کی کشتی کو ڈبونے والا ہے

آفتابِ گنبدِ ازرق شود
نیلے گنبد کا سورج بن جاتا ہے
کشتیِ ہش چونکہ مستغرق شود
جبکہ ہوش کی کشتی ڈوب جاتی ہے

چوں نمُردی[3] گشت جاں کندن دراز
جب تو نہ مرا تو جان کھپانا دراز ہوگیا
مات شو در صبح اے شمع طراز
صبح کے وقت جان دیدے اے طراز کی شمع!

تا نگشتند اختران ما نہاں
جب تک ہمارے ستارے نہ چھپیں گے
دانکہ پنہان ست خورشید جہاں
سمجھ لے کہ جہان کا سورج پوشیدہ ہے

گرز بر خود زن منی را در شکن
اپنے گرز مار! خودی کو توڑ
زانکہ پنبہ گوش آمد چشم تن
اس لئے کہ جسم کی آنکھ، کان کی روئی ہے

---

۱ اگر۔ اگر زندگی می خواہی۔ ادریسؑ۔ حضرت ادریسؑ کو آسمان پر اٹھایا گیا ہے۔۔۔ جاں بسے۔ مجاہدات کے بعد جب تک فنا کا درجہ حاصل نہ ہوگا مشاہدہ نہ ہو سکے گا۔۔۔ بے کمال۔ مشاہدہ کی سیڑھی فنا ہے اگر اس میں کمی ہے تو مشاہدہ تک نہ پہنچایا جا سکے گا۔ چوں۔ اگر سیڑھی سو درجوں کی ہے اور دو درجے بھی باقی ہیں تو چھت پر پہنچنا ممکن نہیں ہے۔ نامحرم۔ یعنی اسکو معلوم نہ ہوگا کہ چھت پر کیا ہے۔

۲ چوں رسن۔ اگر کنویں میں سو گز کی رسی جاتی ہے اور رسی میں ایک گز کی بھی کمی ہوگی پانی ڈول میں نہ آئے گا۔ غرق۔ کشتی اس وقت تک نہ ڈوبیگی جب تک اس میں وہ آخری وزن نہ رکھ دیا جائے جو ڈوبنے کیلئے ضروری ہے یہ آخری وزن بمنزلہ اس ستارے کے ہے جو رات میں چمک کر رہنمائی کرتا ہے ایسے ہی اس گمراہی کی کشتی کو غرق کریگا، یعنی فنا کے بعد آسمان کا سورج بن جاتی ہے۔ گنبد ازرق۔ آسمان۔

۳ چوں نمردی۔ اگر تو نے فنا کا درجہ حاصل نہیں کیا تو مجاہدوں کا زمانہ طویل ہو جائیگا صبح کے وقت شمع کو جان دے دینی چاہئیے۔ طراز۔ ایک شہر ہے جسکے حسین مشہور تھے شمع سے حسین مراد ہے۔ تا نگشتند۔ سورج جب نکلتا ہے جب ستارے غروب کر جائیں مشاہدہ جبھی حاصل ہوگا جب غیر اللہ سے [illegible]

گرز بر خود میزنی خود اے دَنی
اے کمینہ! تو خود اپنے گرز مار رہا ہے

عکسِ تُست اندر فعالم ایں مَنی
میرے کام میں یہ خودی تیرا عکس ہے

عکسِ خود در صورتِ من دیدۂ
تونے میری صورت میں اپنا عکس دیکھا ہے

در قتالِ خویش بر جوشیدۂ
تو اپنے آپ سے لڑنے کیلئے جوش میں آرہا ہے

ہمچو آں شیرے کہ در چہ شُد فرو
اُس شیر کی طرح جو کنویں میں اُترا

عکسِ خود را خصمِ خود پنداشت اُو
اُس نے اپنے عکس کو اپنا دشمن سمجھا

نفیِ ضدِ ہست باشد بیشکے
بیشک نفی ہست کی ضد ہے

تا ز ضدِ ضد را بدانی اند کے
تاکہ تو تھوڑا سا ضد کے ذریعہ ضد کو جان لے

ایں زماں جز نفیِ ضد اعلام نیست
اس وقت ضد کی نفی کے سوا بتانا ناممکن ہے

اندریں نشأۃ دمے بیدام نیست
اس زندگی میں کوئی سانس بغیر جال کے نہیں ہو

بے حجابت باید آں اے ذُولباب
اے عقلمند! وہ تجھے بے پردہ چاہئیے

مرگ را بگزیں و بردر آں حجاب
(تو) موت کو اختیار کر اُس پردے کو چاک کردے

نے چناں مرگے کہ در گورے رَوی
ایسی موت نہیں کہ تو قبر میں چلا جائے

مرگ تبدیلی کہ در نورے شوی
تبدیلی کی موت تاکہ تو نور میں پہنچ جائے

مرد بالغ گشت آں طفلی بمُرد
مرد بالغ ہوا، تو بچپن مر گیا

رومیی شُد صبغتِ زنگی سترُد
رومی بن پیدا ہوا، حبشی رنگ صاف ہوگیا

خاک زر شُد ہیأتِ خاکی نماند
مٹی سونا بنی، مٹی کی ہیئت نہ رہی

غم فرح شُد خارِ غمناکی نماند
غم خوشی بن گیا، غم کا کانٹا نہ رہا

مُصطفےٰ زیں گفت کے اسرار جُو
اسی وجہ سے مصطفےٰ نے فرمایا ہے کہ اے اسرار کے جویاں

مُردہ را خواہی کہ بینی زندہ تو
تو مُردے کو زندہ دیکھنا چاہتا ہے؟

می رَود چوں زندگاں بر خاکداں
جو زمین پر زندوں کی طرح چل رہا ہے

مُردہ و جانش شُدہ بر آسماں
وہ مُردہ ہے اُس کی جان آسمان پر پہنچ گئی ہے

جانش را ایندم بہ بالا مسکنے ست
اس وقت اُس کی جان کی منزل اُوپر ہے

گر بمیرد رُوحِ اُو را نقل نیست
اگر وہ مرے تو اُس کی روح کو منتقل ہونا نہیں ہے

اُس کی سیاہی مرجاتی ہو۔ رومیی یعنی سُرخ رنگت۔ زنگی یعنی سیاہی۔ خاک: مٹی جب سونا بنجاتی ہو اُسکا مٹی پن مُردہ ہو جاتا ہو غم جب خوشی میں بدل جاتا ہو غم مرجاتا ہو۔ مُصطفےٰ۔ آنحضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی کسی مرے کو زندہ دیکھنا چاہتا ہے تو ابوبکر کو دیکھ لے۔ ... شرملک جرجا سا تواں شومرا ابوبکر ہو۔ می رَود۔ اگر کوئی ایسے مُردے کو دیکھنا چاہے جو زندوں کی طرح زمین پر چلتا پھرتا ہو وہ م

لہ گرز۔ جس عیب کی بنا پر تو میرے گرز مار رہا ہے وہ خود تیرے اندر ہے تو گویا تو گرز میرے نہیں بلکہ اپنے مار رہا ہے اور میری یہ خودی کہ میں نے یہ سمجھا کہ تو میرے گرز مار رہا ہے تیری خودی کا عکس ہے بعکسِ خود۔ تونے میرے اندر اپنی صورت دیکھی ہے اور مجھے قتل کرنا دراصل تیرا اپنے آپ کو قتل کرنا ہے۔

لہ ہمچو۔ تیری اور میری مثال اُس شیر کی سی ہے جس نے خود اپنا عکس پانی میں دیکھا اور اُس پر حملہ کردیا جیسا کہ پہلے ایک قصہ میں گذر چکا ہے۔ نفی۔ کسی چیز کی ضد کی نفی سے اُس چیز کا اثبات ہوتا ہے اور سلبی صفات سے ذات کا کچھ تعارف ہوجاتا ہے۔ ایں زماں۔ دنیا کے دور میں ذاتِ حق کی معرفت غیراللہ کی نفی سے ہی ہوسکتی ہے اس لئے کہ انسان علائقِ دنیوی کے جال میں پھنسے ہوئے ہیں۔ بے حجابت۔ اگر انسان بے حجاب مشاہدہ چاہتا ہے تو فنا اختیار کرے اور پردے چاک کردے۔

لہ نے چناں۔ اس موت سے وہ موت مراد نہیں ہے جس کے بعد انسان قبر میں دفن کردیا جاتا ہے بلکہ اوصافِ جسمانی کی تبدیلی مراد ہے۔ مرد۔ جب انسان بالغ ہوجاتا ہے تو اُس کا بچپن فنا ہوجاتا ہو اگر کسی سیاہ چیز کو سرخ کردو تو

[illegible]

۵۱ زانکہ پیش از مرگ او کردست نقل
کیونکہ وہ مرنے سے قبل منتقل ہو گئی ہے
ایں بمردن فہم آید نے بعقل
یہ مرنے سے سمجھ میں آئے گا، نہ کہ عقل سے

نقل باشد نے چو نقلِ جانِ عام
منتقل ہوا ہوتا ہے، عوام کے منتقل ہونے کی طرح نہیں
ہمچو نقلے از مقامِ تا مقام
ایک مقام سے دوسرے مقام تک منتقل ہونے کی طرح

ہر کہ خواہد کو ببیند بر زمیں
جو چاہے کہ زمین پر دیکھے
مُردہ را می رود ظاہر چنیں
مُردے کو، جو بظاہر چل رہا ہے

مر ابوبکرِ تقی را گو بہ بیں
کہہ دو، کہ وہ متقی ابوبکر کو دیکھ لے
شد ز صدیقی امیر المحشریں
جو صدیقیت کی وجہ سے محشر والوں کے سردار بنگئے ہیں

اندریں نشأہ نگر صدیق را
تو اس زندگی میں صدیق کو دیکھ لے
تا ۵۲ بحشر افزوں کنی تصدیق را
تاکہ حشر کی تصدیق میں اضافہ کرے

پس محمدؐ صد قیامت بود نقد
تو محمدؐ فی الحال سو قیامت تھے
زانکہ حل شد در فنایش حل و عقد
کیونکہ آپ کے دربار میں معاملہ حل ہو گیا

زادہ ثانی ست احمدؐ در جہاں
دنیا میں احمدؐ کی دوسری ولادت ہے
صد قیامت بود او اندر عیاں
آپ، کھلم کھلا سو قیامتیں تھے

۵۳ ز قیامت را ہمی پرسیدہ اند
ان سے لوگ قیامت کے بارے میں دریافت کرتے
کاے قیامت تا قیامت راہ چند
کہ اے قیامت! قیامت تک کس قدر راستہ ہے؟

با زبانِ حال می گفتے بسے
آپ اکثر زبانِ حال سے فرما دیتے
کہ ز محشر حشر را پرسد کسے
کہ محشر سے حشر کو کسی نے پوچھا ہے؟

بہرِ ایں گفت آں رسولِ خوش پیام
اسی لئے خوشخبر رسولؐ نے فرمایا ہے
رمزِ مُوتُوا قبلَ مُوتُوا یا کرام
اشارہ، اے کرام! مرنے سے پہلے مر جاؤ

ہمچنانکہ مُردہ ام مَن قبلِ موت
جیسا کہ میں مرنے سے پہلے مُردہ ہوں
زانطرف آوردہ ام ایں صیت و صوت
اسی سے شہرت اور آواز لایا ہوں

ہے کہ یہ لوگ آپ سے قیامت کے بارے میں دریافت کرتے ہیں کہ وہ کب آئیگی۔ بازبانِ حال۔ آپ انکو زبانِ حال سے جواب دیتے تھے کہ قیامت کو قیامت سے کون دریافت کرتا ہے۔ بہرِ ایں۔ مُوتُوا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا۔ یہ حدیث ثابت نہیں ہے ملا علی قاریؒ نے فرمایا ہے کہ یہ صوفیاء کا قول ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ مرنے سے پہلے فنا کا درجہ حاصل کر لو۔ ہمچنانکہ۔ آنحضورؐ نے فرمایا میں موتِ طبعی سے پہلے مرچکا ہوں اسی لئے اس عالم سے یہ باتیں وکر سنتا ہوں۔ صیت۔ شہرہ، آوازہ۔ صوت۔ آواز۔

۵۱ زانکہ۔ ظاہری موت کے بعد روح کے منتقل ہونے کو عقلاً نہیں سمجھا جا سکتا ہے، اسکو وہی سمجھ سکتا ہے جس نے مقام فنا حاصل کر لیا ہو۔ نقل۔ یہ روح کا عالمِ بالا کی طرف منتقل ہو جانا اسی طرح کا ہے جیسے زندہ ایک مقام سے دوسرے مقام کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ مر ابوبکرؓ۔ یہ شعر اس شرط کی جزا ہے یعنی جو چلتے پھرتے مُردے کو دیکھنا چاہے وہ حضرت ابوبکرؓ کو دیکھ لے یہ قول حدیث کے نام سے مشہور ہے لیکن اس کا حدیث ہونا ثابت نہیں ہے وہ یہ ہے مَنْ اَرَادَ اَنْ یَّنْظُرَ اِلٰی مَیِّتٍ یَّمْشِیْ عَلٰی وَجْہِ الْاَرْضِ فَلْیَنْظُرْ اِلَی ابْنِ اَبِیْ قُحَافَۃَ "جو شخص ایسے مُردے کو دیکھنا چاہے جو زمین پر چلتا پھرتا ہو وہ ابو قحافہ کے بیٹے کو دیکھ لے۔

۵۲ تا بحشر۔ حشر، مرنے کے بعد زندہ ہونا ہے، ابوبکرؓ کو دیکھ کر اس کو اس کا یقین آجائے گا۔ ان کو فنا کے بعد بقا حاصل ہو گئی ہے۔ پس محمدؐ۔ قیامت میں فنا کے بعد بقا حاصل ہوگی اسی طرح آنحضورؐ کی صحبت اور دربار میں فنا کے بعد بقا حاصل ہوتی ہے۔ زادہ۔ آنحضورؐ کو خود فنا کے بعد بقا حاصل تھی اس لئے آنحضورؐ گویا قیامت کا نمونہ تھے۔

۵۳ ز۔ قرآن پاک میں مذکور

پس[1] قیامت شو قیامت را ببیں — دیدنِ ہر چیز را شرط است ایں
تو قیامت بن جا، قیامت دیکھ لے — ہر چیز کے دیکھنے کی یہ شرط ہے

تا نگردی اُو ندانیش تمام — خواہ آں انوار باشد یا ظلام
جب تک تو وہ نہ بنے گا اُسکو پورا نہ سمجھے گا — خواہ وہ نور ہوں یا تاریکی

تا نگردی اُو ندانی ایں تمام — خواہ اُو آزاد باشد یا غلام
اگر تو وہ نہ بنے گا، اِس کو نہ سمجھے گا — خواہ وہ آزاد ہو، یا غلام ہو

عقل گردی عقل را دانی کمال — عشق گردی عشق را بینی جمال
عقل بن جا، عقل کو مکمل جان لے گا — عشق بن جا، عشق کا حُسن دیکھ لے گا

گفتمے[2] برہانِ ایں دعوی مُبیں — گر بُدے اِدراک اندر خورِ ایں
میں اس دعویٰ کی واضح دلیل پیش کر دیتا — اگر سمجھ اِس کے لائق ہوتی

ہست انجیر ایں طرف بسیار خوار — گر رسد مُرغے قنق انجیر خوار
اِدھر انجیر بہت سَستا ہے — اگر انجیر کھانے والا پرند مہمان آئے

در ہمہ عالم اگر مرد و زن اند — دمبدم در نزع واندر مُردن اند
تمام دنیا میں اگر مرد اور عورتیں ہیں — ہر وقت نزع اور مرنے میں ہیں

ایں سخن شاں را وصیتہا شمر — کہ پدر گوید دراں دم با پسر
اُن کی اِن باتوں کو وصیت شمار کر — جو بات اُس وقت باپ بیٹے سے کہتا ہے

تا بروید غیرت و رحمت بدیں — تا بُبرد بیخ بغض و رشک و کیں
تاکہ اُس سے غیرت اور رحمت پیدا ہو — تاکہ بغض اور رشک اور کینہ کی جڑ کٹ جائے

تو بداں[3] نیت نگر در اقربا — تا ز نزعِ اُو بسوزد دل ترا
تو رشتہ داروں کو اِسی نیت سے دیکھ — تاکہ اُس کے نزع سے تیری دلسوزی ہو

کُل آتٍ آت آں را نقد داں — دوست را در نزع واندر فقد داں
"جو آنے والا ہے آ گیا" اُسکو اِس وقت سمجھ لے — دوست کو نزع اور گم ہونے میں سمجھ لے

ور غرضہا زیں نظر گردد حجیب — ایں غرضہا را برون افگن ز جیب
اگر اغراض اِس نظر کا پردہ بنیں — اِن غرضوں کو جیب سے نکال پھینک

---

۱ پس قیامت۔ آنحضورؐ نے سوال کرنے والے سے فرمایا تو خود قیامت بن جا تب تجھے قیامت کا مشاہدہ ہو جائے گا ہر چیز کے مشاہدے کی یہی شرط ہے کہ اُس چیز میں اِس قدر انہماک ہو جائے کہ وہ مشاہد خود وہ چیز بن جائے۔ تا نگردی جب تک انسان روشنی کے آثار اپنے اوپر طاری نہ کرے گا روشنی کو نہ دیکھ سکیگا اِسی طرح عقل اور عشق کے آثار طاری کر لینے سے عقل اور عشق کو جان سکے گا۔

۲ گفتمے۔ یہ اِشکال ہو سکتا ہے کہ اِس قاعدے کے مطابق تو جب تک انسان خدا نہ بن جائے ذاتِ حق کا مشاہدہ نہیں ہو سکتا اور یہ ممکن نہیں۔ مولانا اِس کو شاید اِس طرح سمجھاتے کہ بیشک مشاہدے کیلئے خدا کے ساتھ اتحاد فی الصفات ضروری ہے اور جب تک انسان تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ کا مصداق بن جائے مشاہدہ نہیں ہو سکتا لیکن اِس اتحاد کا سمجھنا عام عقلوں سے بالاتر ہے۔ ہست۔ ہمارے پاس اِس قسم کے دلائل بہت ہیں، لیکن اُن کے سمجھنے والے کم ہیں۔ در ہمہ۔ یہ تصور قائم کرو کہ دنیا کے تمام انسان موت کے نزع میں مبتلا ہیں اور اُن کی باتیں گویا مرنے کے وقت کی باتیں ہیں یہ صوفیا کی اصطلاح میں مراقبہ موت کہلاتا ہے اِس کا فائدہ یہ ہے کہ انسان کے دل میں ایک غیرت اور رحمت پیدا ہوتی ہے اور بغض وکینہ کا مادہ ختم ہو جاتا ہے —

۳ تو بداں نیت۔ رشتہ داروں کے بارے میں نزع کی کیفیت کا تصور کرو گے تو تمہارے دل میں سوز و گداز پیدا ہوگا۔ کُل آت۔ جو موت آنے والی ہے سمجھو کہ وہ آ گئی۔ ور غرضہا۔ اگر نفسانی اغراض اِس مراقبہ سے مانع ہوں تو اُن کو دل سے نکال دو۔ جیب یعنی دل۔

ورنیاری خشک بر عجزے مایست — زانکہ با عاجز گزیدہ معجزیست

اگر تو نہ کر سکے محض عجز پر قائم نہ رہ — کیونکہ ہر عاجز کے ساتھ ایک برگزیدہ عاجز کرنے والا ہے

عجز زنجیریست زنجیرت نہاد — چشم در زنجیر نہ باید گشاد

عجز ایک زنجیر ہے اُس نے تجھے زنجیر میں باندھا — زنجیر دھرنے والے میں آنکھ کھولنی چاہیئے

پس تضرع کن کہ اے ہادیِ زیست — باز بودم پشہ گشتم ایں ز چیست

پھر عاجزی کر کہ اے زندگی کے ہادی! — میں باز تھا، مچھر بن گیا ہوں، اِسکی کیا وجہ ہے؟

سخت ترافشردہ اَم در شر قدم — کہ لفی خسرم ز قہرت دمبدم

میں نے شر میں سختی سے قدم جمایا ہے — کیونکہ تیرے قہر کی وجہ سے میں مسلسل ٹوٹے میں ہوں

از نصیحتہایِ تو کر بودہ اَم — بُت شکن دعوی و بُتگر بُودہ اَم

میں تیری نصیحتوں سے بہرا ہو گیا ہوں — دعویٰ بُت شکنی کا ہے اور میں بُتگر ہو گیا ہوں

یادِ صنعت فرض تر یا یادِ مرگ — مرگ مانندِ خزاں تو اصل و برگ

دستکاری کی یاد زیادہ ضروری ہے یا موت کی — موت خزاں کی طرح ہے تو پتے اور جڑ ہے

سالہا ایں مرگ طبلک می زند — گوشِ تو بیگاہ جنبش می کند

یہ موت سالوں سے ڈھپڑی بجا رہی ہے — تیرا کان بے وقت حرکت کرے گا

گوید اندر نزع از جاں آہ مرگ — ایں زماں کردت زخود آگاہ مرگ

جان نکلنے کے وقت ہائے موت کہے گا — موت نے اب تجھے اپنے آپ سے باخبر کیا

ایں گلویِ مرگ از نعرہ گرفت — طبلِ او بشگافت از ضربِ شگفت

نعرے سے موت کا یہ گلا بیٹھ گیا — ہائے تعجب، پیٹنے سے اُس کا ڈھول پھٹ گیا

در دقائق خویش را در بافتی — رمزِ مُردن ایں زماں دریافتی

تو نے اپنے آپ کو باریکیوں میں مبتلا رکھا — مرنے کی حقیقت اب پہچانا

تشبیہِ مُغفلے کہ عمر ضائع کند و وقتِ مرگ دراں تنگا تنگ

اُس غافل کی تشبیہ جو عمر ضائع کر دیتا ہے اور موت کے وقت اُس تنگی میں

توبہ و استغفار کردن گیرد و بہ تعزیت داشتن شیعہ اہلِ

توبہ اور استغفار شروع کرتا ہے اور حلب کے شیعوں کے

حلب مانند ہر سالے در ایامِ عاشورا بدروازہ انطاکیہ و

مشابہ ہے جو ہر سال عاشورا کے ایام میں انطاکیہ کے دروازے میں عزاداری کرتے ہیں اور

---

۱ ورنیاری - اگر تم اِن اغراض کو دل سے نہ نکال سکو تو اپنے اِس عجز پر قائم نہ رہو - عجز - یہ تمہارا عاجز ہونا ایک زنجیر ہے جو زنجیر باندھنے والے نے باندھی ہے اُس کی طرف رجوع کرو - پس - اِس زنجیر باندھنے والے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر کے کہو کہ اے حقیقی زندگی کی طرف ہدایت کرنے والے میں فطرت کے اعتبار سے باز تھا اب عاجز مچھر کیوں بنگیا ہوں، اب میں نے بُرائی میں قدم جما رکھا ہے اور تیرے قہر کی وجہ سے میں ٹوٹے میں مبتلا ہوں۔

۲ از نصیحتہای - میں نصیحتوں سے بہرا بن گیا تھا بُت شکنی کا مدعی تھا لیکن دراصل میں بُتگر تھا - یاد صنعت اے موت سے غافل تو یہ بتا کہ تیرے لئے اپنی دستکاری کی یاد ضروری ہے یا موت کی یاد، موت بمنزلہ خزاں کے ہے اور تو پتہ ہے جو خزاں میں لا محالہ جھڑ جاتا ہے - سالہا - موت اپنا ڈھنڈورا پیٹ رہی ہے لیکن تو نہیں سُنتا ہے جب سننے کا وقت نہ رہیگا تب تو سُنے گا، نزع کے وقت تو ہائے موت کہیگا اُس وقت کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

۳ ایں گلو - اعلان کرتے کرتے موت کا گلا بیٹھ گیا اور اسکا نقارہ پھٹ گیا لیکن تو دنیاداری کی باریکیوں میں لگا رہا نزع کے وقت اسکے اشارے کو سمجھا - تشبیہ - انسان کی موت کے وقت کی آہ و زاری ایسی ہی ہے جیسا کہ شیعہ صاحبان کا شہدائے کربلا پر ہر عاشورہ کو نوحہ کرنا۔

رسیدنِ غریب شاعر از سفر و پُرسیدن کہ ایں غریو[1] و نعرہ چہ تعزیت ست تا فراخورِ آں مرثیہ گوید

ایک مسافر شاعر کا سفر سے پہنچنا اور دریافت کرنا کہ یہ شور اور نعرہ کس کی تعزیت میں ہے تاکہ اُس کے مناسب مرثیہ پڑھے

روزِ عاشورا ہمہ اہلِ حلب — بابِ انطاکیہ اندر تا بشب
عاشورے کے دن سب حلب کے باشندے — انطاکیہ کے دروازے میں رات تک

گرد آید مرد و زن جمعے عظیم — ماتمِ آں خانداں دارد مقیم
مردوں اور عورتوں کا بڑا مجمع جمع ہوتا ہے — اُس خاندان کا ماتم قائم رکھتا ہے

نالہ و نوحہ کنند اندر بکا — شیعہ عاشورا برائے کربلا
رونے میں نالہ اور نوحہ کرتے ہیں — شیعہ، عاشورے میں کربلا کے لئے

بشمرند آں ظلمہا و امتحاں — کز یزید و شمر دید آں خانداں
وہ ظلم اور آزمائش شمار کرتے ہیں — جو اِس خاندان نے یزید اور شمر سے دیکھی ہیں

از غریو نعرہا در سر گذشت — پُر ہمی گردد ہمہ صحرا و دشت
گذرے ہوئے معاملہ میں نعروں کے شور سے — صحرا اور دشت پُر ہو جاتا ہے

یک غریبے شاعرے از رہ رسید — روزِ عاشورا و آں افغاں[2] شنید
راستہ سے ایک مسافر شاعر آ پہنچا — عاشورا کے دن اور اُس نے وہ شور سنا

شہر را بگذاشت و آں سُو رای کرد — قصدِ جستجوئے آں ہیہائے کرد
شہر کو چھوڑا اور اس جانب کی رائے کی — اُس ہائے ہائے کی جستجو کا ارادہ کیا

پُرس پُرساں می شد اندر افتقاد — چیست ایں غم بر کہ ایں ماتم فتاد
وہ جستجو میں پُوچھتا پُوچھتا چلا — یہ غم کیا ہے اور یہ ماتم کس کا ہے!

ایں[3] رئیسے زفت باشد کو بمرد — ایں چنیں مجمع نباشد کارِ خرد
یہ کوئی بڑا رئیس ہوگا جو مر گیا ہے — اس طرح کا مجمع چھوٹی بات نہ ہوگی

نامِ اُو القابِ اُو شرحم دہید — کہ غریبم من شما اہلِ دہید
اس کا نام اور اُس کے القاب مجھے بتاؤ — کیونکہ میں پردیسی ہوں، تم گاؤں والے ہو

چیست نام و پیشہ و اوصافِ اُو — تا بگویم مرثیہ ز الطافِ اُو
اس کا نام اور پیشہ اور اوصاف کیا ہیں! — تاکہ میں اُس کی مہربانیوں کا مرثیہ کہوں

---

[1] غریو۔ شور۔ فراخور۔ بمناسبِ حال۔ عاشورا۔ محرم کی دسویں تاریخ۔ آں خاندان یعنی اہلِ بیتِ اطہار۔ کربلا۔ اِس علاقہ میں امام حسینؓ اور ان کے ساتھی شہید کئے گئے ہیں۔ یزید کے دورِ حکومت میں یہ واقعہ پیش آیا۔ شمر۔ یہ حضرت حسینؓ کا قاتل ہے۔

[2] افغاں۔ شور، فریاد۔ آں سُو یعنی حلب کا انطاکیہ کی جانب کا دروازہ۔ افتقاد۔ گم شدہ کی تلاش۔

[3] ایں۔ اس شاعر نے لوگوں سے کہنا شروع کیا کہ یہ ماتم یقیناً کسی بڑے انسان کا ہوگا مجھے نام اور اُس کے اوصاف بتا دو میں اُس کا مرثیہ کہوں گا تاکہ کچھ سامان اور لنگر مجھے بھی مل جائے۔

مرثیہ سازم کہ مردِ شاعرم — تا ازیں جا برگ و لا لنگے برم

میں مرثیہ تیار کروں گا کیونکہ میں شاعر انسان ہوں — تاکہ یہاں سے سامان اور لنگر حاصل کروں

آں یکے[1] گفتش کہ ہے دیوانہ — تو نہ شیعہ عدوِ خانہ

ایک شخص نے اُس سے کہا، ہائیں! تو دیوانہ ہے — تو شیعہ نہیں ہے، اہلِ بیت کا دشمن ہے

روزِ عاشورا نمی دانی کہ ہست — ماتمِ جانے کہ از قرنے بہ است

تجھے معلوم نہیں کہ عاشورے کا دن ہے — اُس جان کا سوگ ہے جو ایک قرن سے بہتر ہے

پیشِ مومن کے بُود ایں غصہ خوار — قدرِ عشقِ گوش عشقِ گوشوار

مومن کے لئے یہ رنج بے وقعت کب ہوگا؟ — کان کے عشق کے بقدر گوشوارہ کا عشق ہوتا ہے

پیشِ مومن ماتمِ آں پاک روح — شہرہ تر باشد ز صد طوفانِ نوح

مومن کے لئے اُس پاک روح کا ماتم — نوح کے سیکڑوں طوفانوں سے زیادہ مشہور ہوگا

نکتہ گفتنِ آں شاعر جہتِ طعنِ شیعۂ حلب

شاعر کا حلب کے شیعوں کے طعنہ کے لئے ایک نکتہ کہنا

گفت[2] آرے لیک کو دورِ یزید — کے بُدست ایں غم چہ دیر اینجا رسید

اُس نے کہا ہاں، لیکن یزید کا زمانہ کہاں؟ — یہ رنج کب پہنچا تھا؟ یہاں کس قدر دیر میں پہنچا

چشمِ کوراں آں خسارت را بدید — گوشِ کراں آں حکایت را شنید

اندھوں کی آنکھ نے اُس نقصان کو دیکھا — بہروں کے کان نے وہ قصہ سنا

خفتہ بُودستید تا اکنوں شما — کہ کنوں جامہ دریدید از عزا

کیا تم اب تک سو رہے تھے؟ — کہ تم نے اب تعزیت میں کپڑے پھاڑے

پس عزا بر خود کنید اے خفتگاں — زانکہ بد مرگیست ایں خوابِ گراں

اے غافلو! اپنا ماتم کرو — کیونکہ یہ گہری نیند بُری موت ہے

روحِ[3] سلطانے ز زندانے بجست — جامہ چہ درّیم و چہ خائیم دست

ایک شاہ کی رُوح قیدخانہ سے چھوٹ گئی — ہم کپڑے کیا پھاڑیں ہاتھ کیا چبائیں؟

چونکہ ایشاں خسروِ دیں بُودہ اند — وقتِ شادی شد چو بشکستند بند

چونکہ وہ دین کے شاہ ہوئے ہیں — جب اُنہوں نے بیڑی توڑ دی خوشی کا وقت ہے

سوئے شادُروانِ دولت تاختند — کُندہ و زنجیر را انداختند

وہ سلطنت کے خیمہ کی طرف دوڑ گئے — اُنہوں نے کاٹھ اور بیڑی کو پھینک دیا

لہ آں یکے۔ ایک صاحب نے اُس شاعر کو جواب دیا کہ تو کوئی دیوانہ معلوم ہوتا ہے تو شیعہ نہیں ہے اہلِ بیت کا دشمن ہے تجھے معلوم نہیں کہ دسویں محرم ہے اور اُس جان کا ماتم ہو رہا ہے جو ایک پیڑھی سے افضل تھی، ایک مسلمان کے لئے یہ قصہ معمولی نہیں ہر جتنی آنحضورؐ سے محبت ہوگی اُسی قدر اُن کے اہلِ بیت سے محبت ہوگی۔ پیشِ مومن۔ ایک مسلمان کے لئے اس نیک روح کا ماتم حضرت نوحؑ کے سَو طوفانوں سے زیادہ مشہور ہے۔

لہ گفت۔ شاعر نے کہا جو تو کہہ رہا ہے وہ ٹھیک ہے لیکن یزید کا دور گذرے ہوئے تو ایک عرصۂ دراز گذر گیا اور یہ واقعہ اُس وقت ہوا تھا یہاں اتنے عرصہ بعد خبر پہنچی یہ واقعہ تو ایسا دردناک تھا کہ اندھوں اور بہروں تک نے دیکھ لیا اور سُن لیا، کیا تم اُس وقت سو رہے تھے جو اب ماتم میں کپڑے پھاڑ رہے ہو اگر تم اس قدر غافل ہو تو اپنے اوپر ماتم کرو۔

لہ رُوحِ سلطانے۔ حضرت حسینؓ ایک شاہ تھے اُن کی روح قیدخانہ سے چھوٹ گئی تو اس پر ماتم کا کیا موقع ہو۔ اَلدُّنْیَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ "دنیا مومن کا قیدخانہ ہے" شادرواں خیمہ۔ کُندہ و زنجیر۔ کاٹھ اور زنجیر جو قیدی کے ہاتھ پاؤں میں ڈالے جاتے ہیں۔

[۱] روزِ ملک ست و گہے شاہنشہی — گر تو یک ذرہ ازایشاں آگہی

سلطنت کا دن ہے اور شہنشاہی کا وقت ہے — اگر تو ایک ذرہ بھی اُن سے واقف ہے

ورنہ آگہ برو بر خود گری — زانکہ در انکارِ نقل و محشری

اور اگر تو واقف نہیں ہے، جا اپنے اوپر رو — کیونکہ تو انتقال اور محشر کا منکر ہے

بر دل و دینِ خرابت نوحہ کُن — کہ نمی بیند جز ایں خاکِ کہُن

اپنے برباد دل اور دین پر نوحہ کر — کیونکہ وہ اس پُرانی مٹی کے علاوہ کچھ نہیں دیکھتا ہے

ور ہمی بیند چرا نبوَد دلیر — پُشت دار و جاں سپار و چشم سیر

اور اگر دیکھتا ہے کیوں دلیر نہ ہوگا؟ — بھروسہ کرنے والا اور جان دینے والا اور سیر چشم

در رُخت کو از مئ دیں فرخی — گر بدیدی بحر کو کفِ سخی

[۲] تیرے چہرے پر دین کی شراب کی رونق کہاں ہے؟ — اگر تو نے سمندر دیکھا ہے تو سخی ہاتھ کہاں ہے؟

آنکہ جُو دید آب را نکُند دریغ — خاصہ آں کو دید آں دریا و میغ

جس نے نہر دیکھ لی وہ پانی کی ممانعت نہیں کرتا — خصوصًا جس نے وہ سمندر اور ابر دیکھ لیا ہو

تمثیلِ مردِ حریص نابینندۂ رزّاقیِ حق را و خزائنِ رحمت

اُس لالچی کی مثال جو اللہ تعالیٰ کی رزّاقی اور رحمت کے خزانوں کو دیکھنے والا

اُو را بمورے کہ در خرمن گاہِ بزرگ با دانہ گندم می کوشد

نہیں ہے، اُس چیونٹی کے ساتھ جو بڑے ڈھیر میں سے ایک دانہ کی کوشاں ہے

و می جوشد و می لرزد و بتعجیل می کَشد و سُعتِ آں

اور جوش میں ہے اور لرز رہی ہے اور جلدی جلدی کھینچ رہی ہے، اُس ڈھیر

خرمن را نمی بیند

کی وسعت کو نہیں دیکھتی ہے

[۳] مور بر دانہ ازاں لرزاں شوَد — کو ز خرمنہائے خوش عمیاں بُوَد

چیونٹی دانہ پر اِس لئے لرزتی ہے — کیونکہ وہ اچھے ڈھیروں سے اندھی ہوتی ہے

می کَشد آں دانہ را با حرص و بیم — کو نمی بیند چناں چاشِ عظیم

حرص اور ڈر سے، دانہ کو کھینچتی ہے — کیونکہ وہ ایسے ڈھیر کو نہیں دیکھتی ہے

صاحبِ خرمن ہمی گوید کہ ہے — اے ز کوری پیشِ تو معدوم شے

ڈھیر والا کہتا ہے، کہ افسوس ہے — او! اندھے پن کی وجہ سے تیرے لئے معدوم، کوئی چیز ہے؟

---

[۱] روزِ ملک۔ یہ اُن کے شہنشاہ بننے کا وقت ہے اگر تو اس سے واقف نہیں ہے تو اپنے اوپر ماتم کر۔ بر دل۔ تجھے اپنے دل اور دین پر ماتم کرنا چاہیئے کیونکہ تجھے اِس دنیا کے سوا کچھ نظر نہیں آتا ہے۔ ور ہمی۔ اگر وہ دوسرے عالم کو دیکھتا ہے تو اُس کے حصول کے لئے بہادر اور جانباز اور دنیا سے چشم سیر کیوں نہ ہوگا۔ در رُخت۔ جو عالم آخرت کو دیکھتا ہے اُس کے چہرے پر ایک خاص نُور ہوتا ہے۔ بحر۔ جو سمندر کے خزانوں کو دیکھ لیتا ہے پھر وہ سخاوت میں دریغ نہیں کرتا ہے۔

[۲] آنکہ۔ جس نے نہر دیکھ لی ہو وہ کبھی پانی پر بخل نہ کریگا۔ تمثیل۔ جس نے حضرتِ حق کے خزانے نہیں دیکھے ہیں اُس کی مثال اُس چیونٹی کی سی ہے جو غلّے کے بڑے ڈھیر میں سے ایک دانہ ہی کو سب کچھ سمجھ رہی ہے۔

[۳] مور۔ چیونٹی جو ایک دانہ کی حفاظت میں لگی ہوئی ہے اُس کی وجہ یہ ہے کہ وہ بڑے ڈھیروں سے اندھی ہے۔ چاش۔ خرمن آے۔ تو اندھے پن سے نا چیز کو چیز سمجھ رہی ہے۔

توز خرمنہایِ ما آں دیدهٔ[1] | کہ دراں دانہ بجاں پیچیدهٔ
تو نے ہمارے ڈھیروں میں سے وہی دیکھا ہے | کہ اُس دانے میں (دل و) جان سے چپٹی ہوئی ہے

اے بصورت ذرّہ کیواں را ببیں | مورِ لنگی رو سلیماں را ببیں
اے وہ جو بظاہر ذرّہ ہے! زُحل کو دیکھ | تو لنگڑی چیونٹی ہے، جا سلیمان کو دیکھ

تو نۂ ایں جسم بل آں دیدهٔ | وارہی از جسم گر جاں دیدهٔ
تو یہ جسم نہیں ہے، بلکہ وہ آنکھ ہے | اگر تو جان کو دیکھ لے، تو جسم سے نجات پا جائے

آدمی دید ست و باقی لحم و پوست | ہر چہ چشمش دیدہ است آں چیز اوست
آدمی دید ہے، اور باقی گوشت و پوست ہے | جو اُس کی آنکھ نے دیکھا ہے وہ چیز وہی ہے

کوہ را غرقہ کند یک خُم زنم | چشمِ خُم چوں باز باشد سوئے یم
ایک مٹکا پہاڑ کو ڈبو دیتا ہے | جبکہ مٹکے کی آنکھ سمندر کی جانب کھلی ہوئی ہو

چوں بدریا راہ شد از جانِ خُم | خُم با جیحوں بر آرد اِستلم
جب مٹکے کی جان سے دریا کی جانب راستہ ہو جاتا ہو | مٹکا، جیحوں سے زور آزمائی کرتا ہے

زاں سبب قُل گفتهٔ دریا بُود[2] | گرچہ نُطقِ احمدِ گویا بُود
اسی وجہ سے "کہہ دے" دریا کا کہا ہوا ہو گا | اگرچہ بولنے والے احمدؐ کا بول ہو گا

گفتهٔ او جملہ دُرِّ بحر بود[3] | کہ دلش را بود در دریا نفوذ
اُن کا کہا ہوا سب سمندر کا موتی تھا | کیونکہ اُن کے دل کا دریا میں نفوذ تھا

دادِ دریا چوں زِ خُمِّ ما بُوَد | چہ عجب در ماہیے دریا بُوَد
جب ہمارے مٹکے سے دریا کی عطا ہو | کیا تعجب ہے! اگر کوئی مچھلی دریا بن جائے

چشمِ حِسّ افسردہ بر نقشِ مُمَرّ | تُش مُمَر می بینی و او مُستقَر
حِسّ کی آنکھ راستہ کے نقش پر ٹھٹھری ہوئی ہے | تو اُس کو گذرگاہ دیکھ رہا ہے اور وہ قرارگاہ ہے

ایں دوئی اوصافِ دیدِ احول ست | ورنہ اوّل آخر، آخر اوّل ست
یہ دوئی، بھینگا دیکھنے کے اوصاف میں سے ہے | ورنہ اوّل آخر، آخر اوّل ہے

---

۱ تو ز۔ اُس چیونٹی نے اُس ڈھیر میں سے صرف یہی دانہ دیکھا۔ اے بصورت۔ انسان جسم کے اعتبار سے ایک حقیر ذرّہ ہے لیکن روح کے اعتبار سے سب سے اونچا زُحل ستارہ ہے۔ مور لنگی۔ انسان جسم کے اعتبار سے لنگڑی چیونٹی ہے روح کے اعتبار سے سلیمان ہے۔ تو نۂ۔ انسان جسم کا نام نہیں ہے بلکہ انسان دیدِ حق بیں ہے۔ آدمی۔ انسان کی حقیقت دیدِ حق کا آر یعنی رُوح ہے اور بقیہ محض گوشت پوست ہے جو کچھ اُس کی حق بیں آنکھ دیکھتی ہے، چیز وہی ہے ورنہ سب ناچیز ہے۔ کوہ۔ وہ مٹکی جس کا تعلق سمندر سے ہو وہ اپنے پانی میں پہاڑ کو غرق کر دیتی ہے۔ اِستلم۔ زور، غلبہ۔

۲ زاں سبب۔ چونکہ آنحضورؐ کے صفات حضرتِ حق کے صفات میں فنا ہو چکے تھے لہٰذا آنحضورؐ کا مقولہ حضرتِ حق تعالےٰ کا مقولہ ہے۔ قرآن میں مختلف جگہ پر لفظ "قُل" آیا ہے وہ بظاہر آنحضورؐ کا مقولہ ہے لیکن حقیقتاً اللہ تعالےٰ کا مقولہ ہے۔ (شعر)

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود
گرچہ از حلقومِ عبداللہ بود

۳ گفتۂ او۔ آنحضورؐ کے دل کی وابستگی جبکہ بحرِ حقیقت سے تھی تو آپ کا مقولہ اسی سمندر کا موتی ہے۔ دادِ دریا۔ جبکہ پوری اطاعت کے بعد انسانوں کے افعال اللہ تعالےٰ کی طرف منسوب ہوتے ہیں تو اس میں کیا تعجب ہے کہ کسی عارف کو فنا فی الذات کا مرتبہ حاصل ہو جائے۔ ماہی۔ یعنی عارف۔ دریا۔ یعنی بحرِ حقیقت چشمِ حس۔ جس مٹکی میں سے سمندر کا پانی گذر رہا ہے تیری ظاہر بیں نظر محض پانی کی گذرگاہ کو دیکھ رہی ہے حالانکہ وہ خود سمندر ہے۔ مَمَر۔ یعنی مٹکی۔ تُش۔ تو اُش۔ مُستقَر۔ یعنی دریا۔ ایں دوئی۔ مٹکی اور بحر کو دو سمجھنا بھینگا پن ہے ورنہ دونوں میں اتحاد ہے۔

هین گذر از نقشِ خُم در خُم نگر | کاندرو بحریست بے پایان و سَر
خبردار! مٹکے کی صورت سے بڑھ، مٹکے میں دیکھ | اُسمیں سمندر ہے جس کی نہ ابتدا ہے نہ انتہا

پاک از آغاز و آخر آں عَذاب | مانده محروماں ز قہرش در عذاب
دہ شیریں پانی ابتداء اور انتہا سے پاک ہے | محروم اس کے قہر سے عذاب میں ہیں

تا چنیں سِر در جہاں ظاہر شوَد | مُقبلِ اندر جستجو ماہر شوَد
تاکہ ایسا راز دنیا میں ظاہر ہوجائے | نصیبہ ور جستجو میں ماہر ہوجائے

تا[۲] فزاید در جہاد و کوششِ اُو | تا میسّر گردد ش دیدار ہُو
تاکہ وہ مجاہدے اور کوشش میں ترقی کرے | تاکہ اُس کو اللہ (تعالےٰ) کا دیدار میسر آجائے

اہلِ دل ہمچوں کہ جُو در وے رواں | بے دوئی یک گشتہ با دریائے جاں
اہلِ دل ایسے ہیں کہ نہر اُن میں جاری ہو | جان کے دریا کے ساتھ بغیر دوئی کے ایک ہوگئے ہیں

ایں چنیں خُم را تو دریم داں یقیں | زندہ از وے آسمان و ہم زمیں
ایسے مٹکے کو تو یقیناً دریا ہی سمجھ | اُس سے آسماں بھی زندہ ہے اور زمین بھی

بلکہ وحدت گشت اُو را در وصال | شد خطابِ اُو خطابِ ذُوالجلال
بلکہ وصال میں اُس کو وحدت حاصل ہوگئی ہو | اُس کا کلام (اللہ) ذوالجلال کا کلام بنگیا ہے

بعد ازاں گوید حقم منصور وار | تا شوَد بر دارِ شہرت اُو سوار
اُس کے بعد وہ منصور کی طرح انا الحق کہتا ہے | تاکہ وہ بدنامی کی سولی پر سوار ہوجائے

ہے[۳] زچہ معلوم گردد ایں زبعث | بعث را جُو کم کُن اندر بعث بحث
ہاں یہ کس طرح سے معلوم ہوگا؟ دوبارہ زندہ ہونے سے | دوبارہ زندگی کو تلاش کر، دوبارہ زندہ ہونے میں بحث نہ کر

شرطِ روزِ بعث اوّل مُردن ست | زانکہ بعث از مُردہ زندہ کردن ست
دوبارہ زندہ ہونے کے دن کی شرط، پہلے مرجانا ہے | کیونکہ دوبارہ زندہ ہونا، مُردے سے زندہ کرنا ہے

جملہ عالم زیں غلط کردند راہ | کز عدم ترسند و آں آمد پناہ
تمام جہاں نے اسی لئے راستہ غلط کرلیا | کہ وہ عدم سے ڈرتے ہیں اور وہی پناہ ہے

از کُجا جوئیم علم، از ترکِ علم | از کجا جوئیم سِلم، از ترکِ سلم
ہم علم کہاں سے تلاش کریں، علم کو ترک کرنے سے | صلح کہاں سے تلاش کریں، صلح کو ترک کرنے سے

مقام میں بحث نہ کرو اُنکو حاصل کرو۔ بعث۔ یعنی بقا بعد الفنا۔ شرط۔ حشر اور بعث بعد الموت جب ہی ہوگا جبکہ پہلے موت آجائیگی کیونکہ بعث تو مرنے کے بعد زندہ کرنیکو کہتے ہیں تو اِس بعث کیلئے موت ضروری ہے جو موت سے ڈرتے ہیں اُنکی راہ غلط ہے۔ از کجا۔ تعلق مع اللہ کا علم جبھی حاصل ہوگا جب تعلق غیر اللہ کا علم چھوڑ دو گے اللہ سے صلح

۱ ہین۔ مٹکے کو نہ دیکھ جو کچھ مٹکے میں ہے اُسکو دیکھ اُس میں ایک لامحدود سمندر ہے انسانِ کامل کے اندر فیوضِ الٰہی ہیں جو لامحدود ہیں جو پاک اور شیریں ہیں جو شخص اِن فیوض سے محروم ہے وہ خدائی قہر کی وجہ سے عذاب میں ہے۔ تا چنیں۔ کامل انسان کو اُن فیوض کا مَظہر بنانے میں یہ حکمت ہے کہ اُس سے رازِ وحدت ظاہر ہو اور کوئی بلند اقبال اُس کی جستجو میں لگے۔

۲ تا فزاید۔ اِس مَظہر کو دیکھ کر بانصیب مزید مجاہدے اور کوشش میں لگے گا اور اُس کو مشاہدۂ حق حاصل ہوجائے گا۔ اہلِ دل۔ اہلِ دل کی مثال یہ سمجھو کہ اُن میں ایک نہر جاری ہے اور اُنکو ذاتِ حق سے اتحاد حاصل ہے۔ ایں چنیں۔ یہی اہلِ دل وہ ہیں جن سے زمین آسمان قائم ہے۔ بلکہ۔ اتحاد تو دو چیزوں میں ہوتا ہے اُن کا ذاتِ حق سے ایسا وصال ہو کہ دوئی ختم ہوچکی ہے اب اُنکی بات خدا کی بات ہے۔ بعد ازاں۔ جب یہ وحدت حاصل ہوجاتی ہے وہ منصور حلاج کی طرح انا الحق کا نعرہ لگا دیتا ہے اور موت کی سولی نہ سہی بدنامی کی سُولی پر چڑھ جاتا ہے۔

۳ ہے۔ یہ تعلق مع اللہ بقا بعد الفنا سے معلوم ہوگا اور بعث

اور بعث تبھی پیدا ہوگی جب غیر اللہ سے تعلق منقطع کرلے۔

از کجا جوئیم حال[1]، از ترکِ حال | از کجا جوئیم قال، از ترکِ قال
حال کہاں سے تلاش کریں؟ حال کو چھوڑنے سے | قال کہاں سے تلاش کریں؟ قال کو ترک کرنے سے

از کجا جوئیم ہست، از ترکِ ہست | از کجا جوئیم دست، از ترکِ دست
وجود کو کہاں سے تلاش کریں؟ وجود کو چھوڑنے سے | قدرت کو کہاں سے تلاش کریں؟ قدرت کو ترک کرنے سے

ہم تو تانی کرد یا نعم المعیں | دیدۂ معدوم بیں را ہست بیں
اے بہترین مددگار! تو ہی کر سکتا ہے | معدوم کو دیکھنے والی آنکھ کو، موجود کو دیکھنے والی

دیدۂ کو از عدم آمد پدید | ذاتِ ہستی را ہمہ معدوم دید
وہ آنکھ جو عدم سے آئی | اس نے موجود ذات کو بالکل معدوم دیکھا

ایں جہانِ منتظم[2] محشر شود | گر دو دیدہ مبدل و انور شود
یہ منظم دنیا محشر بن جائے | اگر دونوں آنکھیں تبدیل اور منور ہو جائیں

زاں نماید ایں حقائق ناتمام | کہ بریں خاماں بود فہمش حرام
یہ حقیقتیں غیر مکمل اِس لئے نظر آتی ہیں | کہ اِن ناقصوں کے لئے اُن کا سمجھنا حرام ہے

نعمتِ جنات خوش بر دوزخی | شد محرم گرچہ حق آمد سخی
عمدہ جنتوں کی نعمت دوزخی پر | حرام ہو گئی، اگرچہ اللہ (تعالیٰ) سخی ہے

در دہانش تلخ آمد شہدِ خلد | چوں نبود از وافیاں در عہدِ خلد
جنت کا شہد، اُس کے منہ میں کڑوا ہے | چونکہ وہ عہدِ الست کے وفاداروں میں سے نہ تھا

مر[3] شما را نیز در سوداگری | دست کے جنبد چو نبود مشتری
تمہارا بھی تجارت میں | ہاتھ کب ہلتا ہے جبکہ خریدار نہ ہو؟

کے نظارہ زاہل بخریدن بود | آں نظارہ گول گردیدن بود
تماشائی خریدنے کے اہل کب ہوتے ہیں؟ | وہ تماشہ، بیہودہ گردی ہوتی ہے

پرس پرساں کایں بچند و آں بچند | از پئے تغییر وقت و ریشخند
پوچھتے پھرنا، کہ یہ کتنے کی اور وہ کتنے کی؟ | وقت کاٹنے کے لئے اور تفریح کے لئے ہے

از ملولی کالہ می خواہد ز تو | نیست آں کس مشتری و کالہ جو
تھکن (دُور کرنے) کے لئے تجھ سے سودا مانگتا ہے | وہ شخص خریدار اور سامان کا جویاں نہیں ہے

---

[1] حال۔ اخلاق اور ان کے مبادی اور آثار مثلاً شہرت ایک مذموم خلق ہے اور میلان اس کا مبدا ہے اور شہرت کا جماؤ اس کا اثر ہے تو ان کے چھوڑنے سے عفت پیدا ہوگی۔ قال۔ یعنی قول بُرا قول چھوڑ دو گے تو اچھا قول حاصل کر سکو گے۔ ہست۔ بقا فنا کے بعد حاصل ہوگی اور فنائے افعال سے بقائے افعال حاصل ہوگی۔ تانی۔ توانی۔ دیدہ یعنی فانی اشیاء کو دیکھنے والی آنکھ کو تو باقی کو دیکھنے والی آنکھ بنا سکتا ہے۔ از عدم۔ ہماری جسمانی آنکھ عدم سے وجود میں آئی اس کو معدوم سے ہی مناسبت ہے وہ وجودِ مطلق کو بھی معدوم دیکھتی ہے۔

[2] ایں جہان۔ اگر یہ آنکھ حقیقت بین بن جائے تو وہ منظم دنیا کو محشر بنا ہوا دیکھے۔ زآں۔ ناقص عقل کو بھی ناقص دیکھتا ہے۔ نعمت۔ جنت کی جس قدر نعمتیں ہیں وہ دوزخیوں پر حرام ہیں۔ در دہانش۔ دوزخی کے لئے جنت کا شہد بھی کڑوا ہو جائے گا۔ خلد۔ جنت۔

[3] مر شما۔ جب تک خریدار نہ ہو سودا دینے میں سوداگر کا ہاتھ حرکت نہیں کرتا ہے اسی طرح جب کوئی اللہ کی جنت کا طالب نہیں ہے، اللہ تعالیٰ اس کو جنت عطا نہیں کرتا ہے۔ نظارہ... تماشائی، ضرورتِ شعری میں نظارہ بغیر تشدید کے پڑھا جائیگا دوسرے مصرعہ میں بغیر تشدید کے لفظ نظارہ دیکھنے کے معنی میں ہے۔ پرس۔ تماشائی کا یہ پوچھنا کہ یہ چیز کتنے کی ہے اور وہ کتنے کی ہے محض وقت گذاری اور تفریح کے لئے ہوتا ہے۔ از ملولی۔ وہ تھکن اُتارنے کے لئے سودا کرتا پھرتا ہے۔

کالہ را صد بار دید و باز داد | جامہ کے پیمود اُو پیمود باد

اُس نے سودے کو سو بار دیکھا اور واپس کر دیا | اُس نے کپڑا کب ناپا؟ ہوا ناپی

کو قدوم و کرّ و فرِّ مشتری | کو مزاح و گنگلی و سَرسَری

کہاں خریدار کی کر و فر اور آنا! | کہاں مذاق اور دل لگی اور بیہودگی؟

چونکہ در مِلکش نباشد حبّۂ | جز پئے گنگل چہ جوید جبّۂ

جبکہ اُس کے پاس ایک دمڑی نہیں ہے | سوائے دل لگی کے وہ جبّہ کیا تلاش کرتا ہے

در تجارت نیستش سرمایۂ | پس چہ شخصِ زشتِ اُو چہ سایۂ

تجارت کے لئے اُس کے پاس سرمایہ نہیں ہے | تو کیا اُس کا منحوس وجود، کیسا سایہ

مایہ در بازارِ ایں دنیا زر است | مایہ آنجا عشق و دو چشمِ تر است

اِس دنیا کے بازار میں سرمایہ، سونا ہے | وہاں سرمایہ، عشق اور دو تر آنکھیں ہیں

ہر کہ اُو بے مایہ در بازار رفت[2] | عمر رفت و باز گشت اُو خام تفت

جو شخص بغیر سرمایہ کے بازار میں گیا | عمر برباد گئی اور وہ ناقص واپس آیا

ہے کجا بُودی برادر، ہیچ جا | ہے چہ پختی، بہرِ خوردن، ہیچ با

ہاں بھائی تو کہاں تھا؟ کہیں نہیں | ہاں! کھانے کیلئے تو نے کیا پکایا؟ کوئی سالن نہیں

مشتری شو تا بجنبد دستِ مَن | لعل زاید معدنِ آبستِ مَن

خریدار بن، تاکہ میرا ہاتھ ہلے | میری حاملہ کان، لعل جنے

مشتری گر چہ کہ سُست و بارِد است | دعوتِ دیں کُن کہ دعوت وارد است

خریدار اگرچہ سُست اور افسردہ ہے | تو دین کی دعوت دے کیونکہ دعوت کا حکم ہے

باز پَراں کُن حمامِ رُوح گیر[3] | در رہِ دعوت طریقِ نوحؑ گیر

باز کو اُڑا، رُوح کا کبوتر پکڑ لے | دعوت کی راہ میں (حضرت) نوحؑ کا طریقہ اختیار کر

خدمتے می کُن برائے کردگار | با قبول و رَدِّ خلقانت چہ کار

اللہ (تعالیٰ) کے لئے کام میں لگا رہ | لوگوں کے ماننے اور انکار سے تجھے کیا واسطہ؟

داستانِ آں شخص کہ بر درِ سرائے نیم شب سحوری میزد ہمسایہ

ایک شخص کا قصہ جو آدھی رات کو ایک مکان میں سحری کا نقارہ بجا رہا تھا، پڑوسی

---

1. کالہ۔ ایسا خریدار کب ماصل کرتا ہے وقت ضائع کرتا ہے۔ خریدار کی آمد و رفت اور حالت میں اور ازخریدنے والے کی مذاق اور دل لگی میں بہت فرق ہے۔ چونکہ۔ اُس کے پاس دمڑی بھی نہیں ہے وہ محض مذاق اور تفریح کے لئے جبّہ کو چھو رہا ہے۔ در تجارت۔ جب کاروبار کے لئے اُس کے پاس سرمایہ نہیں ہے تو وہ خود اور اُس کا سایہ یکساں ہے۔ مایہ۔ دنیا کے کاروبار کے لئے روپیہ پیسہ ضروری ہے اور آخرت کے کاروبار کے لئے عشق اور آہ و زاری ضروری ہے۔

2. ہر کہ۔ جو شخص بغیر سرمایہ کے بازار میں جاتا ہے وہ اپنی عمر برباد کرتا ہے۔ ہے۔ اُس شخص سے اگر کوئی پوچھے کہ تو کہاں گیا تھا تو وہ جواب میں یہی کہے گا کہیں بھی نہیں۔ اُس سے کوئی دریافت کرے کہ تو نے کیا پکایا ہے اُس کو کہنا پڑے گا کچھ بھی نہیں۔ با۔ سالن۔ مشتری۔ اے مخاطب تو خریدار بن پھر دینے کے لئے حضرت حق تعالیٰ کا ہاتھ حرکت میں آئے گا اور اُس کی بھرپور کان تجھے لعل و جواہر عطا کرے گی۔ بارد۔ مبلغین کو خطاب ہے جنت کے طالب خواہ سُست ہوں لیکن تمہیں حکم ہے کہ تم اپنا فریضہ پورا کرو۔

3. باز۔ مبلغ کا فرض ہے کہ وہ اپنے باز کے ذریعہ روح کبوتر کا شکار کرے اور حضرت نوحؑ کے طریقہ پر عمل کرے۔ خدمتے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے فرض کی ادائیگی ہے لوگوں کے ماننے نہ ماننے سے اُس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ داستان۔ اِس داستان سے یہ بتایا ہے کہ سحری میں بیدار کرنے والا بہرحال اپنا فرض پورا کرتا ہے۔ سحوری۔ رمضان میں سحری کے وقت بیدار کرنے کا نقارہ۔

۷ اُو را گفت کہ آخر نیم شب است سحر نیست و دیگر آنکہ دریں

نے اس سے کہا کہ آدھی رات ہے، سحری کا وقت نہیں ہے دوسرے یہ کہ اس

سرائے کسے نیست بہر کہ میزنی و جواب گفتنِ مُطرب اُو را

گھر میں کوئی نہیں ہے تو کس کے لئے بجا رہا ہے اور بجانے والے کا اُسکو جواب دینا

آں[۱] یکے میزد سحوری بر درے — در گہے بُود و رُواقِ مہترے

ایک شخص ایک دروازے پر سحری کا نقارہ بجا رہا تھا — جو دربار اور ایک سردار کا محل تھا

نیم شب میزد سحوری را بجِد — گفت اُو را قائلے کاے مُستمِد

وہ محنت سے آدھی رات میں نقارہ بجا رہا تھا — اُس کو ایک کہنے والے نے کہا اے بھکاری!

اوّلا وقتِ سحر زن ایں سحور — نیم شب افغاں مکُن اے ناصبور

ایک تو سحری کے وقت یہ نقارہ بجا — اے بے صبرے! آدھی رات میں شور نہ کر

دیگر آنکہ فہم کُن اے بُوالہوس — کاندریں خانہ دروں خود ہست کس

دوسرے یہ کہ اے بوالہوس! سمجھ لے — کہ اس گھر میں خود کوئی ہے بھی؟

کس[۲] دریں جا نیست جز دیو و پری — روزگارِ خود چہ یاوہ می بری

اس جگہ دیو اور پری کے سوا کوئی نہیں ہے — تو اپنا وقت کیوں برباد کرتا ہے؟

بہرِ گوشے میزنی دف گوش کُو — ہوش باید تا بداند، ہوش کُو

تو کان کے لئے نقارہ بجا رہا ہے، کان کہاں ہے؟ — ہوش چاہیئے، تا کہ سمجھے، ہوش کہاں ہے؟

گفت گفتی، بشنو از چاکر جواب — تا نمانی در تحیّر و اضطراب

اُس نے کہا تو نے کہہ لیا، خادم سے جواب سُن لے — تاکہ تو حیرانی اور پریشانی میں نہ رہے

گرچہ ہست ایندم بر تو نیم شب — نزدِ من نزدیک شُد صبحِ طرب

اگرچہ اِس وقت تیرے لئے آدھی رات ہے — میرے نزدیک خوشی کی صبح قریب آگئی ہے

ہر[۳] شکستے پیشِ من فیروز شُد — جملہ شبہا پیشِ چشمم روز شُد

ہر شکست میرے لئے کامیابی ہو گئی ہے — تمام راتیں میری نگاہ میں دن بن گئی ہیں

پیشِ تو خون ست آبِ رُودِ نیل — پیشِ من آبست نے خوں اے نبیل

نیل، نہر کا پانی تیرے سامنے خون ہے — اے شریف! میرے سامنے پانی ہے نہ کہ خون

در حقِ تو آہن ست و آں رُخام — پیشِ داوُدِ نبیؑ موم ست و رام

تیرے حق میں لوہا ہے اور وہ پتھر — داؤدؑ نبی کے لئے موم اور فرماں بردار ہے

---

[۱] آں یکے۔ ایک شخص نے ایک دروازے پر آدھی رات کو سحری کا نقارہ بجا دیا۔ مُنداق۔ محل۔ تقائی۔ کہنے والا۔ مستمد۔ امداد طلب کرنے والا۔ افغان۔ شور۔ ناصبور۔ بے صبرا۔ دیگر۔ پھر یہ سمجھ لے کہ اس گھر پر کوئی ہے بھی؟

[۲] کس۔ یہ گھر خالی ہے اس میں بھوت اور پریوں کے علاوہ کوئی انسان نہیں ہے۔ یاوہ۔ بیہودہ بیکار۔ بہر۔ نقارہ ہوش و گوش کے لئے بجایا جاتا ہے جو یہاں مفقود ہے۔ گفت۔ اس نقارہ بجانے والے نے کہا تو اپنی بات کہہ چکا اب میرا جواب سُن لے تاکہ تیری پریشانی دُور ہو۔ نیم شب۔ تیرے لئے یہ آدھی رات ہے لیکن میرے لئے مستی کی صبح ہے، تہجد پڑھ کر مستی پیدا کی جاسکتی ہے۔

[۳] ہر شکست۔ جو تیری نظر میں شکست ہے میری نظر میں فتح ہے اور جس کو تو سیاہ سمجھتا ہے وہ میری نظر میں نور ہے۔ پیشِ تو۔ یہ رات اور دن کی تبدیلی ایسی ہے جیسا کہ دریائے نیل سبطیوں کے لئے پانی تھا اور قبطیوں کے لئے خون بنگیا۔ در حق۔ سخت پتھر حضرت داؤدؑ کے لئے موم تھا منکروں کے لئے سخت پتھر تھا۔

پیشِ تو کُہ بس گران ست و جماد
تیرے سامنے پہاڑ بہت بھاری اور پتھر ہے
مطرب ست او پیشِ داؤدِ اوستاد
اُستاد داؤدؑ کے سامنے وہ قوال ہے

پیشِ تو آں سنگریزہ ساکت ست
تیرے لئے پتھر کا ریزہ خاموش ہے
پیشِ احمدؐ او فصیح و قانت ست
احمدؐ کے سامنے وہ بولنے والا اور دعا کرنے والا ہے

پیشِ تو اُستونِ مسجد مُردہ ایست
تیرے نزدیک مسجد کا ستون مُردہ ہے
پیشِ احمدؐ عاشقِ دل بُردہ ایست
احمدؐ کے سامنے دلدادہ عاشق ہے

جملہ اجزائے جہاں پیشِ عوام
عوام کے سامنے دنیا کے سب اجزاء
مُردہ و پیشِ خدا دانا و رام
مُردہ ہیں اور خدا کے سامنے عقلمند اور فرمانبردار ہیں

۲ آنچہ گفتی کاندریں قصر و سرا
تو نے جو کہا کہ اس محل اور سرائے میں
نیست کس چوں میزنی ایں طبل را
کوئی نہیں ہے، تو کیوں نقارہ بجا رہا ہے؟

بہرِ حق ایں خلق زرہا میدہند
یہ لوگ اللہ (تعالیٰ) کے لئے مال دیتے ہیں
صد اساسِ خیر و مسجد می نہند
مسجد اور خیر کی سیکڑوں بنیادیں رکھتے ہیں

مال و تن در راہِ حج دور دست
حج کے دراز راستہ میں، مال اور جسم
خوش ہمی بازند چوں عُشاقِ مست
مست عاشقوں کی طرح خرچ کرتے ہیں

ہیچ می گویند کاں خانہ تہی ست
کبھی کہتے ہیں کہ گھر خالی ہے
ایں سخن کے گوید آں کش آگہی ست
یہ بات وہ شخص کب کہے گا جو باخبر ہے؟

پُر ہمی بیند سرایِ دوست را
دوست کے گھر کو بھرا ہوا دیکھتا ہے
آنکہ از نورِ الٰہستش ضیا
وہ جس کو خدا کے نور سے روشنی حاصل ہے

۳ بس سرایِ پُر ز جمع و انبُہی
بہت سے گھر جو مجمع اور کثرت سے بھرے ہوئے ہیں
پیشِ چشمِ عاقبت بیناں تہی
انجام پر نظر رکھنے والوں کی آنکھ کے لئے خالی ہیں

ہر کرا خواہی تو در کعبہ بجو
جس کو تو چاہتا ہے، کعبۂ دل، میں تلاش کر
تا بروید در زماں پیشِ تو او
تاکہ وہ فوراً تیرے سامنے نمایاں ہو جائے

صُورتے کو فاخر و عالی بُوَد
جو صورت صاحبِ فخر اور بُلند ہوتی ہے
اُو ز بیت اللہ کے خالی بُوَد
وہ بیت اللہ سے کب خالی ہوتی ہے؟

صورتے۔ جن انسانوں کو اللہ تعالیٰ نے فخر اور بلندی عطا فرمائی ہے وہ اللہ کے گھر سے خالی نہیں ہیں اُن کا دل اللہ کا گھر ہے۔

---

۱ پیشِ تو۔ حضرت داؤدؑ جس وقت خوش الحانی سے زبور پڑھتے تھے پہاڑ بھی پڑھنے لگتے تھے۔ پیشِ احمدؐ۔ آنحضورؐ کے ہاتھ کے سنگریزوں نے آنحضورؐ کی رسالت کی گواہی دی تھی اور تسبیح پڑھی تھی۔ پیشِ تو۔ اسطوانۂ حنانہ عام انسانوں کی نظر میں بے جان کھجور کا تنہ تھا لیکن آنحضورؐ کی جدائی میں رویا۔ جملہ۔ جمادات و نباتات عوام کے اعتبار سے مُردہ ہیں لیکن حضرت حق تعالیٰ کے اعتبار سے سمجھدار اور زندہ ہیں۔

۲ آنچہ گفتی۔ دوسری بات کا جواب شروع کیا ہے۔ بہرِ حق۔ خدا کے لئے جو کام کیا جائے اس کی جستجو نہیں ہوتی کہ وہاں کوئی انسان ہے یا نہیں۔۔۔ مال و تن۔ خدا کے عاشق حج کرنے جاتے ہیں اور خدا کے گھر کا طواف کرتے ہیں اور دُعائیں کرتے ہیں، کوئی یہ کہتا ہے کہ گھر تو خالی ہے۔ پر جس کے دل میں نورِ ایمان کی روشنی ہے وہ بیت اللہ کو بھرا ہوا ہی سمجھتا ہے۔

۳ بس سرای۔ بہت سے ایسے مکانات ہیں جو انسانوں سے بھرے ہوئے ہیں لیکن وہ انسان چونکہ حقیقتاً انسان نہیں ہیں اہلِ دل اُن مکانات کو خالی سمجھتے ہیں۔ ہر کرا۔۔۔ انسان جس محبوبِ حقیقی کا طالب ہے اس کو کعبہ یعنی قلبِ مومن میں تلاش کرے۔

باقیِ مردم برائے احتیاج	اُو بُوَد حاضر منزّہ از رِتاج [1]
باقی انسان احتیاج کے لئے ہیں	وہ حاضر ہے، دروازے کی بندش سے پاک ہے
بے ندایِ می کُنم آخر چرا	ہیچ می گویند کایں لبّیکہا
بغیر پکار کے آخر میں کیوں کرتا ہوں؟	کبھی کہتے ہیں کہ یہ "حاضر ہوں، حاضر ہوں"
از ندا لبیک تو چوں شُد تہی	کُو ندا تا خود تو لبیکے دہی
تیرا "میں حاضر ہوں" پکارنے سے کیوں خالی ہو؟	پکارنا کہاں ہے؟ کہ تو خود "میں حاضر ہوں" کہتا ہو
ہست ہر لحظہ ندائے از اَحَد	بلکہ توفیقے کہ لبیک آوَرَد
وہ ہر لمحہ خدا کی جانب سے پکار ہے	بلکہ وہ توفیق جو "میں حاضر ہوں" کہلا رہی ہے
بزمِ جاں افتاد و خاکش کیمیا	من بَبُو دانم کہ ایں قصر و سَرا
جاں کی محفل واقع ہوئی ہو اور اس کی خاک کیمیا ہے	میں خوشبو سے جانتا ہوں کہ یہ محل اور سرائے
تا اَبد بر کیمیااَش میزنم	مِسِّ خود را بر طریقِ زیر و بم [2]
ہمیشہ اس کی کیمیا پر مَل رہا ہوں	زیر و بم کے طریقہ پر میں اپنے تانبے کو
دُرِ دُر افشانی و بخشایش بحور	تا بجوشد زایں چنیں ضربِ سحور
دریا بخشش سے، موتی برسانے میں	تاکہ اس طرح نقارے کی چوٹ سے جوش میں آجائیں
جاں ہمی بازند بہرِ کردگار	خَلق در صفِ قتّال و کارزار
خدا کے لئے جاں بازی کرتے ہیں	لوگ قتال اور جنگ کی صف میں
واں دگر در صابری یعقوبؑ وار	آں یکے اندر بلا ایوبؑ وار
اور دوسرا صبر کرنے میں یعقوبؑ کی طرح ہو	ایک مصیبت میں ایوبؑ کی طرح ہے
واں دگر چوں احمدؐ اندر صفِ حرب	آں یکے چوں نوحؑ در اندوہ و کرب
اور دوسرا احمدؐ کی طرح جنگ کی صف میں ہو	ایک نوحؑ کی طرح رنج اور مصیبت میں ہے
واں دگر در استقامت چوں عمرؓ	ایں [3] ز دنیا چوں ابوذرؓ پُر حذر
اور دوسرا جہاد میں (حضرت) عمرؓ کی طرح ہے	یہ ابوذرؓ کی طرح دنیا سے محتاط ہے
بہرِ حق از طمع جہدے می کُنند	صد ہزاراں خَلق تشنہ و مستمند
اللہ (تعالیٰ) کے لئے لالچ سے کوشش کرتے ہیں	لاکھوں انسان پیاسے اور حاجت مند
میزنم بر در بامیدش سحور	من ہم از بہرِ خداوندِ غفور
اُس سے اُمید پر، دروازے پر نقارہ بجا رہا ہوں	میں بھی بخشنے والے خدا کے لئے

[1] اُو۔ عارفِ کامل کا دل ہر وقت فیض رسانی کرتا ہے اس گھر کا دروازہ کسی وقت بند نہیں ہوتا ہے اور سب انسان اُسکے محتاج ہیں لبّیکہا۔ حاجی لبیک لبیک کہتا ہے جس کے معنی ہیں "حاضر ہوں" یہ لفظ کسی پکارنے والے کے ہیں جواب میں کہا جاتا ہے لیکن حاجی سے کوئی یہ نہیں کہتا کہ تجھے کون پکار رہا ہے جس کے جواب میں تو لبیک کہہ رہا ہے۔ بلکہ توفیقے۔ سب یہ سمجھتے ہیں کہ حاجی کو یہ توفیق جو خدا نے دی ہے وہ خدا کی جانب سے پکار ہے جس کے جواب میں حاجی لبیک کہہ رہا ہے۔

[2] مِسّ خود میں اپنے بدن کے تانبے کو اونچے نیچے سُر کے طریقہ پر اس مکان کی کیمیا پر مَل رہا ہوں۔ تا بجوشد میں یہ نقارہ اسلئے بجا رہا ہوں تاکہ رحمت کا سمندر جوش میں آکر مجھ پر موتی برسانے لگے۔ خلق۔ میرا یہ کام تو معمولی ہے لوگ تو خدا کے لئے جہاد میں جان کی بازی لگا دیتے ہیں۔ آں یکے خدا کی رضا کیلئے انبیاء نے بڑے بڑے مصائب جھیلے ہیں حضرت ایوبؑ کے بدن کا گلنا اور اُنکا صبر، حضرت یعقوبؑ کا حضرت یوسفؑ کی گمشدگی پر صبر ضرب المثل ہے، حضرت نوحؑ نے خدا کی خاطر قوم کے مصائب جھیلے آنحضورؐ نے اللہ کی خاطر دشمنوں سے جہاد کئے۔

[3] ایں۔ بعض لوگ اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے ابوذرؓ کا زہد اختیار کرتے ہیں بعض حضرت عمرؓ کا سا دین پر جہاد اختیار کرتے ہیں... مستمند محتاج۔ مَن ہم اسی طرح ان لوگوں نے خدا کیلئے کام کئے میں بھی خدا کیلئے سحری کا نقارہ بجاتا ہوں اگر انسان اپنا کوئی خریدار چاہتا ہے تو خدا سے بہتر خریدار کون ہوگا۔

مُشتری خواہی کہ ازوے زر بری | بہ ز حق کے باشد اے دل مشتری

تو خریدار چاہتا ہے، جس سے تو مال کمائے | اے دل! (اللہ تعالیٰ) سے بہتر کب کوئی خریدار ہوگا؟

می[1] خرد از مالت انبانِ نجس | می دہد نورِ ضمیرِ مقتبس

وہ تیرے مال میں سے، ناقص تھیلا خریدتا ہے | وہ روشنی حاصل کرنیوالے قلب کا نور عطا کر دیتا ہے

می ستاند ایں نجس جسمِ فنا | می دہد مُلکے بروں از وہمِ ما

وہ اِس ناپاک فانی جسم کو لے لیتا ہے | ہمارے خیال سے بالا سلطنت دیدیتا ہے

می ستاند قطرۂ چندے ز اشک | می دہد کوثر کہ آرد قند رشک

آنسوؤں کے چند قطرے لے لیتا ہے | وہ کوثر عنایت کر دیتا ہے جس پر شکر رشک کرتی ہے

می ستاند آہ پر سودا و دُود | می دہد ہر آہ را صد جاہ و سُود

عشق اور دھوئیں سے پُر آہ لے لیتا ہے | ہر آہ کو سیکڑوں رتبے اور منافع عطا کر دیتا ہے

بادِ آہے کابرِ اشکِ چشم راند | مر خلیلےؑ را بداں اوّاہ خواند

اُس آہ کی ہوا نے جس نے آنسوؤں کے ابر کو چلایا | (حضرت) خلیلؑ کو اُس کی وجہ سے اوّاہ کہا

ہیں[2] دریں بازارِ گرمِ بے نظیر | کُہنہا بفروش و مُلکِ نو بگیر

آگاہ، اِس چالو بے مثال بازار میں | پُرانی چیزیں فروخت کر دے اور نئی سلطنت حاصل کرلے

ور تُرا شکے و ریبے رہ زند | تاجرانِ انبیا را کن سَنَد

اگر شک و شبہ تجھے روکے | انبیاء کے تاجروں سے دلیل حاصل کرے

بسکہ افزود آں شہنشہ بختِ شاں | می نتاند کہ کشیدن رختِ شاں

اِس شہنشاہ نے اُن کا نصیبہ بہت بلند کر دیا | پہاڑ بھی اُن کا سامان نہیں اُٹھا سکتا

قصہ[3] اَحد اَحد گفتنِ بلال رضی اللہ عنہ در حرِّ حجاز از محبتِ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم در چاشتگاہ کہ خواجہ اَش از تعصبِ جہودی بشاخِ خارش می زدے پیش آفتابِ حرِّ حجاز و از زخمِ خار خوں از تنِ بلالؓ بر می

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا قصہ، حجاز کی گرمی میں محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں دن چڑھے اَحد اَحد کہنا جبکہ اُن کا آقا، انکار کے تعصب سے اُن کو کانٹوں دار لکڑی سے حجاز کی گرمی کی دھوپ میں مارتا تھا اور کانٹوں کی چوٹ سے حضرت بلالؓ کے جسم سے خون

---

[1] می خرد۔ اللہ تیرے ناقص اعمال خریدتا ہے اور اُس کے عوض میں نور عطا کر دیتا ہے۔ می ستاند۔ انسان کا فانی جسم خرید کر اُس کے بدلے میں اَبدی سلطنت عطا کر دیتا ہے۔ می ستاند۔ انسان جب اُس کے دربار میں روتا ہے تو آنسوؤں کے چند قطروں کا عوض وہ حوضِ کوثر عطا کر دیتا ہے۔ اَوّاہ۔ آہ آہ کرنے والا حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ کی یہ صفت قرآن میں مذکور ہے۔

[2] ہیں۔ اللہ کے بازار میں پہنچ کر اپنا پُرانا مال فروخت کر دے اور اُس کے بدلے میں نئی سلطنت حاصل کرلے اگر تجھے اِس کاروبار میں شک ہے تو انبیاء کو دیکھ لے اُنھوں نے اِس قدر نفع کمایا ہے کہ پہاڑ بھی اُن کی دولت کو نہیں اٹھا سکتا ہے۔

[3] قصہ۔ اِس نفع کی مثال کے لئے حضرت بلالؓ اور حضرت ابوبکرؓ کا واقعہ بیان فرمایا ہے۔ اَحد۔ باری تعالےٰ کے ناموں میں سے ہے۔ حر۔ گرمی۔ خواجہ اَش۔ اُس کا نام اُمیّہ بن خلف تھا۔

جوشید وازُو احد احد می جست بے قصدِ اُو چنانکہ از دہن

اُبلتا تھا اور اُن کے ارادے کے بغیر اُن سے اَحَد و اَحَد نکلتا تھا جیسا کہ دوسرے

دیگر نالہ جہد بے قصد زیرا کہ از دردِ عشق ممتلی بُود و اہتمامِ دفعِ

مصیبت زدوں سے بلا ارادہ رونا پھوٹتا ہے کیونکہ وہ عشق کے درد سے پُر تھے اور کانٹوں

زخمِ خار اندخل نبُود ہمچوں سحرۂ فرعون و جرجیس علیہ السلام

کے زخم کے دفعیہ کے اہتمام کا کوئی دخل نہ تھا، جیسا کہ فرعون کے جادوگر اور جرجیس علیہ السلام

وغیرہم لا یُعد و لا یُحصٰی، و برگذشتن صدیق رضی اللہ عنہ در آں

وغیرہ، جو گِنے جا سکیں نہ شمار کئے جا سکیں اور وہاں سے صدیق رضی اللہ عنہ کا گذرنا

طرف و احوالِ اُو را مشاہدہ کردن و نصیحت کردن بلال را رضی اللہ عنہ

اور اُن کے حالات کو دیکھنا اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو نصیحت کرنا

۱ تن فدائے خار میکرد آں بلالؓ — خواجہ اش میزد برائے گوشمال

بلال رضؓ جسم کو کانٹوں پر قربان کر رہے تھے — اُنکا آقا سزا کے لئے اُن کو مارتا تھا

کہ چرا تو یادِ احمد می کُنی — بندۂ بد مُنکرِ دینِ منی

کہ تو احمدؐ کو کیوں یاد کرتا ہے؟ — تو بُرا غلام اور میرے دین کا منکر ہے

میزد اندر آفتابش اُو بخار — اُو احد میگفت بہرِ افتخار

وہ اُن کو کانٹوں سے دھوپ میں مارتا تھا — وہ سرفرازی کے لئے اَحد کہتے تھے

۲ تا کہ صدیقؓ آں طرف بگذشت تفت — آں احد گفتن بگوشِ اُو برفت

حتیٰ کہ صدیقؓ وہاں سے تیزی سے گذرے — وہ اَحد کہنا اُن کے کان میں پڑا

چشمِ اُو پُر آب شُد دل پُر عنا — زاں احد می یافت بُوئے آشنا

اُن کی آنکھوں میں آنسو آگئے، دل تکلیف سے بھر گیا — اُس اَحد سے وہ اپنائیت کی بُو محسوس کرتے تھے

بعد ازاں خلوت بدیدش پند داد — کز جہوداں خُفیہ میدار اعتقاد

اُس کے بعد اُن کو تنہائی میں دیکھا، نصیحت کی — کہ کافروں سے اعتقاد کو چھپائے رکھ

۳ عالم السر ست پنہاں دار کام — گفت کردم توبہ پیشت اے ہمام

وہ راز کا جاننے والا ہے مقصد پوشیدہ رکھو — اُنھوں نے کہا، اے بزرگ! میں نے آپ کے سامنے توبہ کی

روزِ دیگر از پگہ صدیقؓ تفت — آں طرف از بہرِ کارے می برفت

دوسرے دن صبح کو صدیقؓ تیزی سے — اُس طرف کسی کام کو جا رہے تھے

---

۱ تن فدا۔ چونکہ وہ بچاؤ کی صورت نہ اختیار کرتے تھے تو گویا خود اپنا جسم قربان کر رہے تھے۔ گوشمال سزا۔ بندہ۔ تو میرا غلام ہو کر میرے مذہب کا انکار کرتا ہے۔ بخار۔ یعنی کانٹوں دار لکڑی۔ افتخار یعنی بلالؓ کا اَحد اَحد کہنا آہ و زاری کے طور پر نہ تھا بلکہ اپنے دین پر فخر کے لئے تھا۔

۲ تا کہ۔ جہاں بلالؓ کا آقا اُن کو مار رہا تھا وہاں سے حضرت ابوبکرؓ کا گذر ہوا تو انھوں نے حضرت بلالؓ کی اَحد اَحد کی آواز سُنی۔ چشم او۔ اُن کو محسوس ہوا کہ بلالؓ مسلمان ہیں اور اُن کو اس قدر پیٹا جا رہا ہے تو انتہائی رنجیدہ ہوئے۔ بعد ازاں۔ حضرت بلالؓ سے تنہائی میں کہا کہ اپنے ایمان کو پوشیدہ رکھو۔

۳ عالم السر۔ اللہ تعالےٰ تیرے پوشیدہ ایمان کو جانتا ہے۔ گفت۔ حضرت بلالؓ نے ایمان کو پوشیدہ رکھنے کا وعدہ کرلیا۔ ہمام۔ سردار۔ پگہ، پگاہ، صبح۔

بازِ اَحَد بشنید و ضربِ زخمِ خار | بر فروزید از دلش شور و شرار
پھر اَحَد اور کانٹوں کی مار سنی | اُن کے دل سے شور اور چنگاریاں بھڑک اٹھیں

باز پندش داد باز او توبہ کرد | عشقؔ[1] آمد توبۂ اُو را بخورد
اُنھوں نے پھر انکو نصیحت کی، اُنھوں نے توبہ کرلی | عشق آیا اور اُن کی توبہ کو نگل گیا

توبہ کردن زیں نمط بسیار شُد | عاقبت از توبہ اُو بیزار شُد
اسی طرح توبہ کرنا بہت سی مرتبہ ہوا | آخرکار وہ توبہ سے بیزار ہوگئے

فاش کرد اسپرد تن را در بلا | کاے محمدؐ اے عَدُوّے توبہا
ظاہر کردیا، جسم کو مصیبت کے سپرد کردیا | کہ اے محمدؐ! اے توبہ کے دشمن!

اے تنِ من، وے رگِ من پُر ز تو | توبہ را گنجہ کجا باشد درو
اے وہ! کہ میرا جسم اور رگیں تجھ سے پُر ہیں | اُن میں توبہ کی گنجائش کہاں ہے؟

توبہ را زیں پس ز دل بیروں کنم | از حیاتِ خُلد توبہ چوں کنم
اس کے بعد توبہ کو دل سے نکال دوں گا | جنت کی زندگی سے کیسے توبہ کرلوں؟

عشقؔ[2] قہارست و من مقہورِ عشق | چوں شکر شیریں شدم از شورِ عشق
عشق غالب ہے اور میں عشق سے مغلوب ہوں | میں عشق کے نمک سے شکر کی طرح میٹھا ہوگیا ہوں

برگِ کاہم پیشِ تو اے تند باد | من چہ دانم تا کجا خواہم فتاد
اے تیز ہوا! میں تیرے سامنے گھاس کا تنکا ہوں | میں کیا جانوں کہ میں کہاں گروں گا!

گر ہلالم گر بلالم می دوم | مُقتدی بر آفتابت می شوم
خواہ میں چاند ہوں خواہ بلال، میں دوڑ رہا ہوں | میں تیرے سورج کا پیرو ہوں

ماہؔ[3] را با زفتی و زاری چہ کار | در پئے خورشید پُوید سایہ وار
چاند کو موٹاپے اور لاغری سے کیا غرض؟ | وہ سایہ کی طرح سورج کے پیچھے دوڑتا ہے

با قضا ہر کو قرارے می دہد | ریشخندِ سبلتِ خود می کند
تقدیر کے مقابلے میں جو کوئی بات طے کرتا ہے | وہ اپنی مونچھوں کی مذاق اڑاتا ہے

کاہ برگے پیشِ باد، آنگہ قرار | رستخیزے، وانگہانے عزمِ کار
گھاس کا تنکا ہوا کے سامنے؛ پھر ٹھکانہ | قیامت، اور اُس وقت کام کا قصد!

گربہ در انبانم اندر دستِ عشق | یکدمے بالا و یکدم پستِ عشق
میں عشق کے ہاتھ میں، تھیلے میں بلی ہوں | کبھی اوپر اور کبھی عشق کے نیچے

[1] عشق ۔ ایمان کے عشق نے ایمان کو پوشیدہ رکھنے کی توبہ پھر توڑ وادی ۔ توبہ کردن ۔ حضرت بلال رضؓ ایمان کے اظہار سے توبہ کرتے تھے اور وہ بار بار ٹوٹ جاتی تھی تو وہ توبہ سے بیزار ہوگئے اور اپنے ایمان کا اظہار کرکے جسم کو مصیبتوں کے سپرد کردیا ۔ کانے ۔ اور اپنے دل میں کہنے لگے کہ اے محمدؐ تم میری توبہ کے دشمن ہو اور چونکہ تمہاری محبت میری رگ رپے میں سمائی ہوئی ہے وہاں توبہ کی گنجائش کہاں ہے؟ توبہ ۔ اب میں توبہ سے توبہ کرتا ہوں اور جس ایمان کی بدولت جنت کی زندگی حاصل ہوتی ہے اس کے اظہار سے کیسے توبہ کروں؟

[2] عشق ۔ حضرت بلالؓ نے کہا اب میں عشق سے مجبور ہو چکا ہوں میں عشق کی تیز ہوا کے مقابلہ میں ایک تنکا ہوں معلوم نہیں وہ مجھے کس جگہ لے جاکر پھینکے گی میں خواہ چاند ہوں یا بلال اب میں عشق کے سورج کا پیرو ہوں۔

[3] ماہ را ۔ چاند کو تو سورج کے پیچھے رہنا ہے خواہ اس میں اس کا گھٹاؤ ہو یا بڑھاؤ ہو لفظ ماہ سے حضرت بلالؓ کی طرف بھی اشارہ ہے جن کا ذکر آگے آئیگا رضی اللہ عنہ ۔ با قضا تقدیر کے بالمقابل کوئی بات طے کرنا اپنی مونچھوں کا مذاق اڑانا ہے تکاہ ۔ قضاء خداوندی اور انسان کی مثال تیز آندھی اور گھاس کے تنکے کی ہے ۔ رستخیز: قیامت ۔ گربہ ۔ بلی تھیلے میں رہ کر بے چین ہوتی ہے اور اچھل کود کرتی رہتی ہے۔

اُو۱؎ ہمی گرداندم بر گردِ سر — نے بزیرِ آرام دارم نے زبر

وہ مجھے سَر کے گِرد گُھماتا ہے — نہ مجھے نیچے آرام ہے نہ اُوپر

عاشقاں در سیلِ تُند افتادہ اند — بر قضائے عشق دل بنہادہ اند

عاشق، سخت بہاؤ میں پھنسے ہیں — وہ عشق کے فیصلے پر راضی ہوگئے ہیں

ہمچو سنگِ آسیا اندر مدار — روز و شب نالاں و گرداں بیقرار

وہ چکّی کی طرح چکّر میں ہیں — دن رات رونے میں، بے قرار ہو کر، چکّر میں ہیں

گردشش بر جُوی جویاں شاہد است — تا نگوید کس کہ آں جُو راکد است

اُس کی گردش متحرک نہر کی گواہ ہے — تا کہ کوئی یہ نہ کہے کہ وہ نہر ٹھہری ہوئی ہے

گر نمی بینی تو جُو را در کمیں — گردشِ دولابِ گردونی ببیں

اگر تو اُس نہر کو نہیں دیکھتا جو پوشیدگی میں ہے — آسمانی رہٹ کی گردش کو دیکھ لے

چوں قرارے نیست گردوں را ازو — اے دل اختر وار آرامے مجُو

جبکہ اُس (قضاء) کی وجہ سے آسمان کو قرار نہیں ہے — اے ستارے جیسے دل! آرام نہ چاہ

گر۲؎ زنی در شاخ دستے کے ہلد — ہر کُجا پیوند سازی بگسلد

اگر تو شاخ کو پکڑے گا وہ کب چھوڑے گی؟ — جہاں کہیں تو جوڑ لگائے گا، وہ توڑ دے گی

گر نمی بینی تو تدویرِ قدر — در عناصر جوشش و گردش نگر

اگر تو قضا کے گھمانے کو نہیں دیکھتا ہے — عناصر میں جوشش اور گردش کو دیکھ لے

زانکہ گردشہایِ آں خاشاک و کف — باشد از غلیانِ بحرِ باشرف

اس لئے کہ کوڑے اور جھاگ کی گردشیں — بڑے دریا کے جوش سے ہوتی ہیں

بادِ سرگرداں ببیں اندر خروش — پیشِ اَمرش موجِ دریا بیں بجوش

گھومنے والی ہوا کو شور میں دیکھ لے — اسکے حکم کے سامنے دریا کی موج کو جوش میں دیکھ لے

آفتاب۳؎ و ماہ دو گاوِ خراس — گرد می گردند و می دارند پاس

سورج اور چاند، چکّی کے دو بیل ہیں — چکّر لگاتے ہیں اور لحاظ رکھتے ہیں

اختراں ہم خانہ خانہ می دوند — مرکبِ ہر سعد و نحسے می شوند

ستارے بھی گھر گھر دوڑتے ہیں — سعادت اور نحوست کی سواری بنتے ہیں

اخترانِ چرخ گر دور اند ہے — ویں حواست کاہل اند و سُست پے

آسمان کے ستارے اگر دور ہیں، ہاں — اور تیرے یہ حواس کاہل اور سُست قدم ہیں

۱؎ اُو ہمی گرداندم۔ عشق عاشق کو مسلسل چکّر میں رکھتا ہے۔ سیل۔ عشق کی مثال سخت بہاؤ کی سی ہے۔ ہمچو سنگ۔ پن چکّی کا پاٹ ہمیشہ گھومتا رہتا ہے۔ گردشش۔ جس طرح چکّی کا پاٹ نہر کے وجود کی علامت ہے اسی طرح انسان کا تذبذب اور بیقراری قضاءِ خداوندی کی دلیل ہے۔ گر نمی بینی۔ اگر تجھے خداوندی قضاء نظر نہیں آتی ہے تو اس کے آثار کو دیکھ لے۔ اے دل۔ جب قضاء کی وجہ سے اتنی عظیم الشان چیزیں بیقرار ہیں تو دل ایک چھوٹی سی چیز بیقرار کیوں نہ ہوگی

۲؎ گر زنی۔ تھاکے بالمقابل تو جو سہارا ڈھونڈے گا قضا اُس کو فنا کر دے گی۔ گر نمی بینی۔ اگر انسان اللہ کے اس عمل کو نہیں دیکھ سکتا ہے جو وہ عالم کے اجزاء میں کر رہا ہے تو اسکے عمل کے اس اثر کو دیکھ لے جو اجزاءِ عالم میں ہے۔ زانکہ۔ سمندر کے اوپر کے جھاگ اور تنکوں میں جو حرکت ہے سب سمجھتے ہیں کہ وہ سمندر کے جوش کی وجہ سے ہے۔ باد۔ ہوا کا شور، دریا کی موج کا جوش خدائی تصرف ہے۔

۳؎ آفتاب۔ چاند اور سورج جو آسمان کی چکّی کے دو بیلوں کی طرح ہیں اسی کے فرمانبردار ہیں اور حکم کے مطابق کام کرتے ہیں۔ اختراں۔ ساتوں ستاروں کی مختلف برجوں میں مختلف تاثیرات اسی کے تصرف کا نتیجہ ہیں۔ اختراں۔ اگر تمہاری نگاہ آفاق کی علامتوں کو نہیں دیکھ سکتی ہے تو اِن تصرفات کو دیکھ لو جو تمہارے انفس میں ہیں۔

اخترانِ چشم و گوش و ہوشِ ما
ہمارے ہوش و گوش اور آنکھ کے ستارے

شب[1] کجا یند و بہ بیداری کجا
رات کو کہاں ہیں اور بیداری میں کہاں ہیں؟

گاہ در سعد و وصال و دلخوشی
کبھی سعادت اور وصال اور خوشدلی میں ہیں

گاہ در نحس و فراق و بیہشی
کبھی نحوست اور جدائی اور بے ہوشی میں ہیں

ماہِ گردوں چوں دریں گردیدن ست
آسمان کا چاند چونکہ اس گردش میں ہے

گاہ تاریک و زمانے روشن ست
کبھی تاریک اور کسی وقت روشن ہے

گہ بہار و صیف ہمچوں شہد و شیر
کبھی (موسم) بہار اور گرمی شہد اور دودھ جیسا ہے

گہ سیاستہائے برف و زمہریر
کبھی برف اور ٹھنڈک کی سزائیں ہیں

چونکہ کلّیات پیشِ اُو چو گوست
جبکہ مجموعے اُس کے سامنے گیند کی طرح ہیں

سخرہ و سجدہ کُنِ چوگانِ اُوست
اُس کے بَلّے کے بیگاری اور تابع ہیں

تو کہ[2] یک جزوے دِلا زیں صد ہزار
اے دل! تو کہ اِن لاکھوں میں سے ایک جزو ہے

چوں نباشی پیشِ حکمش بیقرار
تو اُس کے حکم کے سامنے بے قرار کیوں نہ ہوگا؟

چوں سُتورے باش در حکمِ امیر
تو حاکم کے حکم میں گھوڑے کی طرح رہ

گہ در آخُر حبس و گاہے در مسیر
کبھی اصطبل میں بند اور کبھی چلنے میں

چونکہ بر میخت بہ بندد بستہ باش
جب وہ تجھے کھونٹے سے باندھے، بندھ جا

چونکہ بکشاید برو بر جستہ باش
جب وہ کھولدے چل پڑ، اور چالاک بن

آفتاب ار بر فلک کژ می جہد
سورج، اگر آسمان پر ٹیڑھا چلتا ہے

در سیہ روئی کسوفش می دہد
سیاہ روئی میں اُس کو گرہن لگا دیتا ہے

کز ذنب[3] پرہیز کُن ہیں ہوشدار
کہ ذنب سے بچ، ہوشیار رکھ

تا نگردی تو سیہ رُو دیگ وار
تاکہ تو دیگ کی طرح سیاہ رُو نہ بنے

ابر را ہم تازیانہ آتشیں
اَبر کے لئے بھی آگ کا کوڑا

می زنندش کاں چناں رو نے چنیں
مارتے ہیں، کہ اِس طرح چل، اُس طرح نہیں

بر فلاں وادی بباراِیں سُو مبار
فلاں وادی پر برس، اِس جانب نہ برس

گوشمالش میدہد کہ گوشدار
اُس کو سزا دیتا ہے، کہ سُن

عقلِ تو از آفتابے بیش نیست
تیری عقل سورج سے بڑھ کر نہیں ہے

اندراں فکرے کہ نہی آمد مایست
جس خیال کے بارے میں ممانعت آئی ہو نہ ٹھہر

[1] شب۔ یہ تمہارے حواس رات کو کہاں ہوتے ہیں اور دن میں کہاں ہوتے ہیں اور اُن پر کیا کیا کیفیات طاری ہوتی ہیں اِن سب پر غور کر لو۔ ماہ۔ چاند کے تغیرات پر غور کرو۔ گہ بہار۔ زمانہ کے تغیرات کو دیکھو۔ چونکہ۔ یہ غور کرو کہ دنیا کی اِسقدر بڑی بڑی چیزیں قدرت کے ہاتھوں کسقدر تغیر پذیر ہیں۔

[2] تو کہ۔ انسان کا دل اس کائنات کے مقابلہ میں بہت ہی چھوٹی سی چیز ہے تو پھر وہ قدرت کے احکام سے بیقرار کیوں نہ ہوگا۔ سُتور۔ اس کا اطلاق اونٹ، گھوڑے بیل پر کیا جاتا ہے۔ چونکہ۔ جانور اپنے مالک کا ہر طرح سے مُطیع ہوتا ہے اِسی طرح انسان کو اپنے مولیٰ کا فرمانبردار ہونا چاہیئے۔

[3] ذَنَب۔ نون کے زبر کے ساتھ بمعنی دُم ہے، ایک ستارے کا نام ہے جس کو ذَنَبُ الفرس بھی کہتے ہیں سورج اُس کے قریب پہنچ کر گرہن میں آجاتا ہے اور ذَنْب نون کے سکون کے ساتھ گناہ کے معنی میں ہے، اشارہ ہے کہ جس طرح ذَنَب کا قرب سورج کے گرہن اور روسیاہی کا سبب ہے اِسی طرح ذَنْب، گناہ کا قرب انسان کی روسیاہی کا سبب ہے۔ اَبر۔ فرشتے ابر کو مختلف مقامات پرلے جا کر برساتے ہیں۔ عقل۔ انسانی عقل آفتاب سے بڑی چیز نہیں ہے جب غلط روی سے وہ روسیاہ ہو جاتا ہے تو انسان کی عقل اگر غلط روی اختیار کرے گی وہ بھی رُوسیاہ ہو جائیگی۔

کژ[1] مَنِہ اے عقل تو ہم گامِ خویش — تا نیاید آں کسوفت زُو بہ پیش

اے عقل! تو بھی اپنا قدم ٹیڑھا نہ رکھو — تاکہ اس کی وجہ سے تجھے گرہن درپیش نہ ہو

چوں گنہ کمتر بُوَد نیمِ آفتاب — مُنکسِف بینی و نیمے نور و تاب

جب گناہ تھوڑا ہوتا ہے، آدھا سورج — تو گرہن میں دیکھتا ہے اور آدھا نور اور چمک میں

کہ بقدرِ جُرم می گیرم تُرا — ایں بُوَد تقدیرِ دَر داد و جزا

کہ میں تجھے جُرم کی بقدر پکڑتا ہوں — عطا اور سزا میں یہی اندازہ ہوتا ہے

خواہ[2] نیک و خواہ بد فاش و ستیر — بر ہمہ اشیا سمیع و بصیر

خواہ نیک ہو اور خواہ بُرا، کھلا اور چھپا — ہم تمام چیزوں پر، سمیع اور بصیر ہیں

زیں گذر کُن اے پدر نوروز شُد — خَلق از اخلاقِ خوش فیروز شُد

اے بابا! اس سے آگے بڑھ عید آگئی — مخلوق اچھے اخلاق سے بہرہ مند ہوگئی

باز آمد آبِ جاں در جُوئے ما — باز آمد شاہِ مادر کُوئے ما

ہماری نہر میں آبِ حیات پھر آگیا — ہمارا شاہ، ہمارے کوچہ میں پھر آگیا

می[3] خرامد بخت و دامن میکشد — نوبتِ توبہ شکستن می رسد

نصیبہ، ناز سے چلتا ہے اور دامن کھینچتا ہے — توبہ شکنی کا موقع آرہا ہے

توبہ را بارِ دگر سیلاب بُرد — فرصت آمد پاسباں را خواب بُرد

توبہ کو دوبارہ سیلاب بہالے گیا — موقع آگیا، چوکیدار کو نیند آگئی

ہر خماری مست گشت و بادہ خورد — رَخت را امشب گرو خواہیم کرد

ہر شرابی مست ہوگیا اور شراب پی لی — ہم آج کی رات، سامان کو گروی کردیں گے

زاں شرابِ لعل و لعلِ جانفزا — لعل اندر لعل اندر لعلِ ما

اُس سرخ شراب اور جانفزا (لب) لعل ہے — ہمارا لعل، لعل در لعل ہے

باز خرم گشت و مجلس دلفروز — خیز دفعِ چشمِ بد اسپند سوز

مجلس پھر پرلطف اور دلفروز ہوگئی — اُٹھ نظرِ بد کو دُور کرنے کیلئے کالا دانہ جلا

نعرۂ مستانہ خوش می آیدم — تا ابد جاناں چنیں می بایدم

مجھے مستانہ نعرہ بھلا لگتا ہے — اے محبوب! ہمیشہ مجھے یہی چاہئے

نِک ہلالے با بلالے یار شُد — زخمِ خارا اُو را گل و گلزار شُد

اب ہلال، بلال رض کے یار ہو گئے — اُن کے لئے کانٹے کا زخم گل و گلزار ہوگیا

---

[1] چوں گنہ۔ اگر انسان کے مکمل گناہ ہوں گے تو اس کی رُوسیاہی مکمل ہوگی اگر گناہ ادھورے ہیں تو رُوسیاہی بھی ادھوری ہوگی۔ کہ بقدر۔ قرآن پاک میں ہے وَقُضِیَ بَیْنَھُمْ بِالْقِسْطِ وَھُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ ۔ اور اُن کے درمیان انصاف فیصلہ کیا جائیگا اور اُن پر ظلم نہ کیا جائے گا۔

[2] خواہ۔ اللہ تعالیٰ ہر کھلی چھپی نیکی اور بدی کو دیکھنے اور سننے والا ہے۔ زیں۔ اب توبہ کی بحث ختم کرو کیونکہ عاشقوں میں عشق کے غلبہ سے عید کی خوشی طاری ہوگئی ہے اور عشق اپنے عاشقوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آرہا ہے آبِ جاں یعنی عشق۔ شاہ یعنی محبوب۔

[3] می خرامد۔ عاشقوں کا نصیبہ اب ناز کر رہا ہے اور عشق کے غلبہ سے توبہ شکنی کا وقت آگیا ہے۔ توبہ۔ حضرت بلال رض دوبارہ اظہارِ ایمان سے توبہ کو توڑنے پر مجبور ہوگئے خماری۔ وہ شرابی جس پر نشہ کا اثر ہو۔ شرابِ لعل یعنی عشق کی سُرخ شراب۔ لعلِ جانفزا یعنی معشوق کا ہونٹ۔ لعل اندر۔ یعنی ہمیں عشق کی دولتیں حاصل ہوگئی ہیں۔ اسپند کالا دانہ جس کی نظرِ بد کے دفعیہ کے لئے دھونی دی جاتی ہے۔ نک بلالے حضرت بلال رض کا قصہ آگے مذکور ہے

مصرع۔
خوب گذرے گی جو مل بیٹھیں گے دیوانے دو۔

گر ز زخمِ خار، تن غربال شُد | جان و جسمم گلشنِ اقبال شُد
اگر کانٹے کے زخم سے جسم چھلنی ہو گیا ہے | میری جان اور جسم نصیبہ وری کا چمن بن گیا ہے

تن بہ پیشِ زخمِ خارِ آں جہود | جانِ من مست و خرابِ آں وَدُود
میرا جسم اُس منکر کے کانٹے کے زخم کے سامنے ہو | میری جان اُس محبوب سے مست و خراب ہے

بُوئے جانے سُوئے جانم میرسد | بُوئے یارِ مہربانم میرسد
ایک جان کی خوشبو میری جان کو پہنچ رہی ہو | مجھے مہربان دوست کی خوشبو آ رہی ہے

از سُوئے معراج آمد مصطفےٰ | بر بلالش رضؓ حبذا آں حبذا
مصطفےٰ معروج سے آئے | اُن کے بلال رضؓ کو مبارک ہو، مبارکباد

باز گردانیدنِ صدیق رضی اللہ عنہ واقعہ بلال رضی اللہ عنہ را و ظلمِ جہوداں بر وے و احد احد گفتنِ او و فزوں شدنِ کینہ جہوداں و قصہ او پیشِ حضرت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ و سلم گفتن و مشورت کردن در خریدنِ او از جہوداں

حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا حضرت بلال رضؓ کے واقعہ اور اُن پر کافروں کے ظلم اور اُن کے احد احد کہنے کا اور منکروں کے کینہ کے بڑھنے، اور اُن کے قصہ کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دُہرانا اور منکروں سے خریدنے میں مشورہ کرنا

چونکہ صدیق از بلالِ رضؓ دَم دُرست | ایں شنید از توبہ اُو دست شُست
جب صدیق رضؓ نے سچے بلال رضؓ سے | یہ سُنا، اُن کی توبہ سے ہاتھ دھو لیا

بعد ازاں صدیق رضؓ پیشِ مصطفےٰ | گفت حالِ آں بلالِ رضؓ باوفا
اس کے بعد صدیق رضؓ نے آنحضورؐ کے سامنے | اُن وفادار بلال رضؓ کا حال کہا

کاں فلک پیمائے میموں فال چُست | ایں زماں در عشق و اندر دامِ تُست
کہ وہ آسمان کو طے کرنے والا، مبارک فال، مستعد | اب وہ آپ کے عشق اور جال میں ہے

بازِ سلطان ست زاں چُغداں برنج | در حدث مدفون شُد آں زفت گنج
شاہی باز ہے اُن چغدوں سے تکلیف میں ہے | وہ بھاری خزانہ گندگی میں دفن ہو گیا

چُغد ہا بر باز استم می کنند | پرّ و بالش بیگناہے می کنند
چغد، باز پر ظلم کر رہے ہیں | بغیر خطا کے اُس کے پر و بال اُکھاڑ رہے ہیں

۱ گر ز زخم یعنی حضرت بلالؓ نے کہا۔ غربال۔ چھلنی۔ تن جسم کو اگرچہ یہ کافر زخمی کر رہا ہے لیکن اللہ کے عشق سے مست ہے۔ ودود۔ اللہ تعالےٰ۔ بُوئی جانے۔ یعنی آنحضورؐ کی خوشبو۔ معراج۔ یعنی آنحضورؐ نے عروج روحانی سے نزول فرمایا اور حضرت بلالؓ کی طرف متوجہ ہوئے۔

۲ ظلمِ جہوداں۔ حضرت بلالؓ پر کفار جو ظلم کر رہے تھے اُس کا سارا قصہ حضرت ابوبکرؓ نے آنحضورؐ سے عرض کیا۔ دَم دُرست۔ سچا۔ دست شست۔ یعنی حضرت بلالؓ کی توبہ سے مایوس ہو گئے۔ کاں فلک۔ حضرت بلال رضؓ کو شاہی باز قرار دے کر ان صفات کا ذکر کیا ہے۔ سلطان یعنی آنحضورؐ۔

۳ چغداں۔ یعنی کفار قریش۔ حدث۔ یعنی کفار قریش۔ گنج۔ یعنی حضرت بلالؓ۔ چغد ہا۔ پہلے تعبیر بیان کر چکے ہیں کہ ایک شاہی باز چغدوں میں جا پھنسا تھا۔

جرمِ او اینست کو بازست و بس
اُس کی خطا صرف یہی ہے کہ وہ باز ہے
غیرِ خوبی جرمِ یوسف چیست پس
یوسفؑ کا سوائے حُسن کے کیا جرم ہے!

چغد را ویرانہ باشد زاد و بود
چغدوں کا مولد اور مسکن ویرانہ ہوتا ہے
ہست شاں بر بازِ زاں خشم و جحود
باز پر اُن کا انکار اور غصہ اس لئے ہے

کہ چرا تو یاد می آری ازاں
کہ تو کیوں یاد کرتا ہے، اُس
لالہ زار و جوئبار و گلستاں
لالہ زار اور نہر اور چمن کو

کہ چرا می یاد آری زاں دیار
کہ تو اُس وطن کو کیوں یاد کرتا ہے؟
یا ز قصر و ساعدِ آں شہریار
یا اُس شاہ کے قلعہ اور کلائی کو

در دہِ چغداں فضولی می کنی
تو چغدوں کی بستی میں بیہودگی کرتا ہے
فتنہ و تشویش در می افگنی
تو فتنہ اور تشویش پیدا کرتا ہے

مسکنِ ما را کہ شد رشکِ اثیر
ہماری قیام گاہ کو جو رشکِ فلک ہے
تو خرابہ خوانی و نامِ حقیر
تو (اُسکو) ویرانہ کہتا ہے اور حقیر نام (دھرتا ہے)

شید آوردی کہ تا چغدانِ ما
تو مکاری کرتا ہے، تاکہ ہمارے چغد
مر ترا سازند شاہ و پیشوا
تجھے شاہ اور پیشوا بنا لیں

وہم و سودائی در ایشاں می تنی
تو اُن میں وہم اور دیوانگی پیدا کر رہا ہے
نامِ ایں فردوس ویراں می کنی
تو اِس جنت کا نام، ویرانہ دھرتا ہے

بر سرت چنداں زنیم اے بد صفات
اے بدصفات! ہم تیرے سر پر اتنا ماریں گے
کہ بگوئی ترکِ شید و ترہات
کہ تو مکر اور بکواس کو چھوڑ دے

پیشِ مشرق چار میخش می کنند
مشرق کے رُخ اُس کو چارمیخ کرتے ہیں
تن برہنہ شاخِ خارش میزنند
ننگے بدن، اُس پر کانٹے دار لکڑی مارتے ہیں

از تنش صد جای خوں بر می جہد
اُس کے جسم سے سیکڑوں جگہ سے خون اُبل پڑتا ہے
او احد می گوید و سر می نہد
وہ احد کہتا ہے، اور سر ڈال دیتا ہے

پند ہا دادم کہ پنہاں دار دیں
میں نے نصیحتیں کیں کہ دین کو پوشیدہ رکھ
سر بپوشاں از جہودانِ لعیں
ملعون کافروں سے، راز چھپا

عاشق ست او را قیامت آمدست
وہ عاشق ہے، اُس کے لئے قیامت آگئی ہے
تا درِ توبہ برو بستہ شدہ ست
حتیٰ کہ توبہ کا دروازہ اُس پر بند ہوگیا ہے

---

۱ غیرِ خوبی۔ حضرت یوسفؑ سے اُن کے بھائیوں کی دشمنی اُن کے حُسن کی وجہ سے تھی۔ جحود۔ انکار۔ کہ چرا۔ جب باز لالہ زار اور چمن کو یاد کرتا ہے تو چغدوں کو غصہ آتا ہے اور کہتے ہیں کہ تو شاہی کلائی اور محلات کا ذکر کر کے ہمیں کیوں پریشان کرتا ہے۔ مسکنِ چغد یہ بھی کہتے ہیں کہ تو ہمارے مسکن کو جو آسمانوں سے بھی افضل ہے ویراں کہتا ہے۔ بشید۔ یہ تیری سب مکاری سردار بننے کے لئے ہے۔

۲ وہم۔ تو ہم کو دیوانہ بنانا چاہتا ہے اور ہماری جنت کو ویرانہ کہتا ہے۔ ترہات۔ بکواس۔ پیشِ۔ حضرت بلالؓ کو یہی طرح سزا دیتے تھے کہ لٹا کر کے چاروں ہاتھ پاؤں کو چار کیلوں سے باندھ دیتے تھے اور خار دار لکڑی سے مارتے تھے یہ باتیں حضرت ابوبکرؓ نے آنحضورؐ سے عرض کیں۔

۳ از تنش۔ مار کھانے سے اُن کے بدن پر سیکڑوں زخموں سے خون بہتا ہے اور وہ برابر احد احد کہتے رہتے ہیں اور اس سزا سے نہیں گھبراتے ہیں۔ پندہا۔ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا کہ میں نے انکو دین و ایمان پوشیدہ رکھنے کی نصیحتیں بھی کیں لیکن وہ خدا اور رسولؐ کا ایسا عاشق ہے کہ گویا قیامت آگئی ہے اور اُس کیلئے اِس عشق کو ظاہر کرنے کی توبہ کا دروازہ بند ہوگیا ہے۔

عاشقی[1] و توبہ یا امکانِ صبر
عاشقی اور توبہ، یا صبر کا امکان
ایں محالے باشد اے جاں بس سطبر
اے جان! یہ بہت عظیم محال ہوتا ہے

توبہ کرم و عشق ہمچوں اژدہا
توبہ کیڑا ہے اور عشق اژدھے کی طرح ہے
توبہ وصفِ خلق و آں وصفِ خدا
توبہ مخلوق کی صفت ہے اور وہ خدا کا وصف ہے

عشق ز اوصافِ خدائے بے نیاز
عشق، بے نیاز خدا کے اوصاف میں سے ہے
عاشقی بر غیرِ او باشد مجاز
اس کے غیر سے عاشقی مجاز ہے

زانکہ آں مس زر اندود آمدست
کیونکہ وہ ملمع شدہ تانبا ہے
ظاہرش نور اندروں دود آمدست
اس کا ظاہر روشن، اندر دھواں ہے

چوں رود نور و شود پیدا دخاں
جب چمک چلی جاتی ہے اور دھواں نمودار ہو جاتا ہے
بفسرد عشقِ مجازی آں زماں
اس وقت، مجازی عشق ٹھنڈا پڑ جاتا ہے

چوں شود پیدا دخانِ غم فزا
جب غم کو بڑھانے والا دھواں ظاہر ہو جاتا ہے
بفسرد نے عشق ماند نے ہوا
وہ ٹھٹھر جاتا ہے، نہ عشق رہتا ہے نہ ہوس

وا رود[2] آں حسن سوئے اصلِ خود
وہ حسن اپنی اصل کی طرف لوٹ جاتا ہے
جسم ماند گندہ و رسوا و بد
جسم گندہ اور ذلیل اور بدحال رہ جاتا ہے

نورِ مہ راجع شود ہم سوئے ماہ
چاند کی چاندنی چاند کی طرف لوٹ جاتی ہے
وا رود عکسش ز دیوارِ سیاہ
اس کا عکس کالی دیوار سے واپس ہو جاتا ہے

نے در[3] او نورے بود نے زندگی
نہ اس میں نور رہتا ہے، نہ زندگی
نے جمالش ماند و نے فرخندگی
نہ اس کا حسن رہتا ہے، اور نہ خوبی

پس بماند آب و گلِ بے آں نگار
اس حسین کے بغیر پانی اور مٹی رہ جاتی ہے
گرد آں دیوار بے مہ دیو وار
وہ دیوار چاندنی کے بغیر بھوت کی طرح ہو جاتی ہے

قلب را کہ زر ز روئے او بجست
کھوٹا، جس کے اوپر سے سونا اڑ گیا
باز گشت آں زر بکانِ خود نشست
وہ سونا واپس ہو گیا، اپنی کان میں جا بیٹھا

پس مسِ رسوا بماند دود وش
رسوا تانبا دھوئیں کی طرح رہ جاتا ہے
زو سیہ تر رو بماند عاشقش
اس کا عاشق اس سے زیادہ روسیاہ ہو جاتا ہے

عشقِ بینایاں بود بر کانِ زر
عقلمندوں کا عشق سونے کی کان سے ہوتا ہے
لاجرم ہر روز باشد بیشتر
وہ لامحالہ ہر روز بڑھتا ہے

[1] عاشقی۔ مولانا فرماتے ہیں کہ عاشق ہو اور پھر وہ محبوب کے ذکر سے توبہ کرے یہ ناممکن بات ہے۔ توبہ۔ عشق کے سامنے توبہ ایک کمزور سی چیز ہے توبہ بندے کی صفت ہے اور عشق خدا کی صفت ہے، اللہ کی صفت اور بندے کی صفت کا کیا مقابلہ۔ عشق۔ حقیقی عشق خدا کی صفت ہے دوسری چیز سے عشق، عشقِ مجازی ہے۔ بلکہ غیر خدا سے عشق ایسا ہی ہے جیسے ملمع شدہ سونے کا عشق۔ چوں۔ جب مجازی معشوق سے خدائی عکس جدا ہو جاتا ہے اس معشوق سے عشق بھی نہیں رہتا۔

[2] وا رود۔ مجازی معشوق کا حسن جب اپنی اصل کی طرف لوٹ جاتا ہے تو معشوق کا جسم گندہ اور برا معلوم ہونے لگتا ہے۔ نورِ مہ۔ اس کی یہ مثال ہے کہ کالی دیوار سے جب چاند کی چاندنی غائب ہو جاتی ہے تو پھر دیوار کالی نظر آنے لگتی ہے۔

[3] نے در او۔ مجازی معشوق پر سے اللہ تعالیٰ کے حسن کا عکس ہٹ جانے سے نہ اس میں زندگی رہتی ہے نہ حسن اور وہ محض ایک مٹی اور پانی رہ جاتا ہے۔ قلب۔ ملمع شدہ چیز پر سے جب سونا اڑ کر اپنی کان میں پہنچ جاتا ہے تو تانبا روسیاہ رہ جاتا ہے اور اس کا عاشق اس سے بھی زیادہ رسوا ہو جاتا ہے۔ عشق۔ جو عقلمند ہیں وہ اصل پر عاشق ہوتے

[illegible]

مرحبا[1] اے کانِ زر لاشک فیک — زانکہ کاں را در زری نبود شریک

اے سونے کی کان تجھے شاباش، تیرے بارے میں شک نہیں ہے — کیونکہ سونے پن میں کان کا کوئی شریک نہیں ہے

ہر کہ قلبے را کند انباز کان — وارود زر تا بکانِ لامکان

جو کھوٹے کو کان کا شریک بنائے — سونا لامکانی کان میں چلا جائے گا

عاشق و معشوق مردہ ز اضطراب — ماندہ ماہی رفتہ زاں گرداب آب

عاشق اور معشوق اضطراب سے مر گئے — مچھلی رہ گئی، اس بھنور سے پانی چلا گیا

عشقِ ربانی ست خورشیدِ کمال — اَمر نورِ اوست خلقاں چوں ظلال

خدائی عشق کمال کا سورج ہے — (عالم) امر اُس کا نور ہے (عالم) خلق سایوں کی طرح ہے

مصطفیٰ[2] زیں قصہ چوں گل بر شگفت — رغبت افزوں گشت او را ہم بگفت

(حضرت) مصطفیٰ اِس قصے سے پھول کی طرح کھل گئے — کہنے سے، اُن کی رغبت بھی بڑھ گئی

مستمع چوں یافت ہمچوں مصطفیٰ — ہر سرِ مویش زبانے شد جدا

جبکہ سننے والا (حضرت) مصطفیٰ جیسا پایا — اُن کا ہر سرِ مو مستقل زبان بن گیا

مصطفیٰ گفتش کہ اکنوں چارہ چیست — گفت ایں بندہ مرا او را مشتری ست

(حضرت) مصطفیٰ نے فرمایا اب کیا تدبیر ہے؟ — عرض کیا، یہ غلام اُس کا خریدار ہے

ہر بہا کہ گوید او را می خرم — در زیان و حیفِ ظاہر ننگرم

وہ جو قیمت بھی کہے گا، میں اُس کو خرید لوں گا — ظاہری نقصان اور بے انصافی کو نہ دیکھوں گا

کو اسیر اللہ فی الارض آمدست — سخرہ خشمِ عدو اللہ شدست

کیونکہ وہ سرزمین میں اللہ (تعالیٰ) کا قیدی ہے — اللہ (تعالیٰ) کے دشمن کے غصہ کا پابند ہوگیا ہے

وصیت[3] کردن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ را کہ چوں بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ را مشتری میشوی

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمانا کہ جب تو بلال رضی اللہ عنہ کا خریدار بنے گا

ہر آئینہ ایشاں از ستیزہ بسیار بہای او را خواہند افزود مرا در

وہ لوگ لامحالہ مخالفت کی وجہ سے اُس کی بہت قیمت بڑھا دیں گے اور مجھے اُس

فضیلت شریکِ خود کن و وکیلِ من باش و نیم بہا از من بستاں

فضیلت میں اپنا شریک کرلے اور میرا وکیل بنجا اور آدھی قیمت مجھ سے لے لے

---

[1] مرحبا۔ اب مولانا جوش میں معشوق حقیقی کو خطاب کرتے ہیں تیری صفات کے حقیقی ہونے میں کوئی شک نہیں اور تیری اس صفت میں تیرا کوئی شریک نہیں ہے۔ ہر کہ۔ جو مجازی موصوف کو حقیقی موصوف کا شریک کریگا۔ عاشق۔ وہ عاشق جو کھوٹے کو کان کا شریک بنائیگا جب کھوٹے کا ملمع اُترجائے گا تو عاشق اور معشوق دونوں پریشانی سے ایسے مُردہ ہوجائیں گے، جیساکہ وہ مچھلی جو گرداب کا پانی خشک ہوجانے کے بعد پڑی رہ جائے۔ عالَمِ امر قرآن میں ہے ”اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ“ خلق [illegible] کو کہتے ہے۔ عالَمِ اَمر وہ عالَم ہے جو مادے سے خالی ہے اور عالَمِ خلق جسمانی عالَم ہے، اصل عالَمِ امر ہے اور عالَمِ خلق اُس کا سایہ ہے۔

[2] مصطفیٰ۔ حضرت بلالؓ کا قصہ سن کر آنحضورؐ خوش ہوئے تو حضرت ابوبکرؓ نے اُس کی خوب تشریح کی۔ مصطفیٰ۔ آنحضورؐ نے حضرت ابوبکرؓ سے حضرت بلالؓ کا پورا قصہ سُن کر فرمایا، اب کیا تدبیر ہے تو حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا میں اُنکو خرید لونگا وہ جو بھی قیمت طلب کرینگے اُنکو دیدونگا اور کسی ظاہری نقصان کی پرواہ نہ کرونگا کیونکہ وہ خدا کا قیدی دشمنوں کے ہاتھ میں پھنسا ہوا ہے

[3] وصیت۔ آنحضورؐ نے حضرت ابوبکرؓ سے فرمایا کہ وہ لوگ عداوت کی وجہ سے بہت قیمت طلب کرینگے اُنکو خریدلے اور مجھے بھی اِس آزادی میں شریک کرے

مصطفےٰ گفتش کاے اقبال جو
حضرت مصطفےٰ نے اُنسے فرمایا کہ اے نیک بختی کی جستجو کرنیوالے
در خریدن می شوم انبازِ تو
خریداری میں مَیں تیرا شریک بنتا ہوں

۱ تو وکیلم باش و نیمے بہرِ من
تو میرا وکیل بن جا، اور آدھے کا میرے لئے
مشتری شو و قبض کُن از من ثمن
خریدار بن جا، مجھ سے قیمت لے لے

گفت صد خدمت کنم رفت آں زماں
عرض کیا سو (بار) خدمت کرتا ہوں فوراً روانہ ہوگئے
سوئے خانہ آں جہودِ بے اماں
اُس بے پناہ کافر کے گھر کی جانب

گفت با خود کز کفِ طفلاں گہر
اپنے آپ سے کہنے لگے کہ بچوں کے ہاتھ سے موتی
می تواں آساں خریدن اے پدر
اے بابا! آسانی سے خریدا جاسکتا ہے

عقل و ایماں را ازیں قومِ جہول
اس نادان قوم سے، عقل اور ایمان کو
می خرد با مُلکِ دنیا دیو غول
شیطان، دنیا کے مُلک کے بدلے میں خرید لیتا ہے

۲ آنچناں زینت دہد مُردار را
وہ مُردار کو اس قدر مزیّن کردیتا ہے
کہ خرد زایشاں دو صد گلزار را
کہ اُن سے دو سو چمن خرید لیتا ہے

آنچناں مہتاب بنماید بسحر
چاندنی کو جادو کے ذریعہ اس طرح دکھا دیتا ہے
کز خساں صد کیسہ برباید بسحر
کہ شعبدے کے ذریعہ کمینوں سے سو تھیلیاں اچک لیتا ہے

انبیاشاں تاجری آموختند
اُن کو نبیوں نے تجارت سکھائی
پیشِ ایشاں شمعِ دیں افروختند
اُن کے سامنے دین کی شمع روشن کی

دیو و غولِ ساحر از سحر و نبرد
جادوگر بھوت اور چھلاوے نے جادوگری اور مخالفت سے
انبیا را در نظر شاں زشت کرد
اُن کی نظر میں نبیوں کو بے وقعت کردیا

زشت گرداند بجادوئی عدو
دشمن جادو سے بُرا بنا دیتا ہے
تا طلاق اُفتد میانِ جفت و شو
حتٰی کہ بیوی اور شوہر میں طلاق واقع ہوجاتی ہے

۳ دیدہاشاں را بسحرے دوختند
جادو سے، انھوں نے اُن کی آنکھیں سی دیں
تا چنیں گوہر بہ خس بفروختند
یہانتک کہ انھوں نے ایسا موتی تنکے کے بدلے بیچ ڈالا

ایں گہر از ہر دو عالم برترست
یہ موتی، دونوں جہان سے بالاتر ہے
ہین بخر زیں طفلِ جاہل کو خرست
ہاں اِس نادان بچے سے خریدے کیونکہ وہ گدھا ہے

پیشِ خر خرمہرہ و گوہر یکیست
گدھے کے سامنے کوڑی اور موتی یکساں ہے
آں اشک را در دُر و دریا شکیست
اُس گدھے کو موتی اور سمندر میں شک ہے

---

۱ تو وکیلم۔ بلالؓ کی خریداری میں تم میرے وکیل بن جاؤ … آں جہود۔ اُمیہ بن خلف گفت۔ ابوبکرؓ نے اپنے دل میں سوچا کہ یہ کافر بلالؓ کی قدر و قیمت سے بے خبر ہیں میں اُن سے بلالؓ کو آسانی سے اسی طرح خرید لوں گا جس طرح بچے سے موتی خرید لیا جاتا ہے۔ عقل۔ ان کفار سے شیطان دنیا کے بدلے عقل اور ایمان خرید لیتا ہے۔

۲ آنچناں۔ شیطان ان کافروں کے لئے مُردار دنیا کو اس قدر پُررونق کر کے دکھا دیتا ہے کہ اُن سے آخرت کے چمن خرید لیتا ہے۔ مہتاب۔۔ چاندنی کو کپڑا بنا کر دکھا دیتا ہے اور اُن کی ہمیانیاں اُڑا لے جاتا ہے۔ انبیاء نے اُن کو تجارت کرنا سکھایا لیکن شیطان اُن کی نظروں میں انبیاء اور اُن کی تعلیمات کو بُرا کر کے دکھا دیتا ہے۔ زشت۔ شیطان ایسے اثرات پیدا کر دیتا ہے کہ میاں بیوی میں نفرت ہوجاتی ہے اور طلاق تک نوبت آجاتی ہے۔

۳ دیدہا۔ جس طرح شیطان میاں اور بیوی میں جادوگری کرتا ہے اسی طرح جادو سے اُنکو اندھا کردیا اور اُن کفار نے حضرت بلالؓ کو چند ٹکوں میں بیچ ڈالا۔ ایں گہر یعنی حضرت بلالؓ۔ زیں طفل یعنی اُمیّہ۔ خرمُہرہ۔ کوڑی۔ اشک۔ ترکی لفظ ہے، گدھا۔

مُنکرِ بحرؔ[1] ست و گوہر ہایِ اُو — کے بُود حیواں دُرو پیرایہ جُو

وہ سمندر اور اس کے موتیوں کا منکر ہے — جانور، اُس سے آرائش کا کب طالب ہوتا ہے؟

در سرِ حیواں خدا ننہادہ است — کو بُود در بندِ لعل و دُر پرست

خدا نے جانور کے سر میں نہیں رکھا ہے — کہ وہ لعل کی فکر میں اور موتی کا پرستار ہو

مر خراں را ہیچ دیدی گوشوار — گوش و ہوشِ خر بُود در سبزہ زار

تو نے گدھوں کے کان کا آویزہ کبھی دیکھا ہے — گدھے کا گوش و ہوش سبزہ زار ہوتا ہے

اَحْسَنُ التَّقْوِیْم در وَالتِّیْن بخواں — کہ گرامی گوہر ست اے دوست، جاں

"اَحْسَنُ التَّقْوِیْم" کو (سورۃ) "وَالتِّیْن" میں پڑھ لے — کہ اے پیارے! جان قیمتی موتی ہے

اَحْسَنُ التَّقْوِیْم از عرشش فزوں — اَحْسَنُ التَّقْوِیْم از فکرت بروں

"اَحْسَنُ التَّقْوِیْم" اس کے عرش سے بڑھ کر ہے — "اَحْسَنُ التَّقْوِیْم" تیری سمجھ سے باہر ہے

گر بگویم قیمت، ایں[2] ممتنع — ہم بسوزم ہم بسوزد مستمع

اگر میں اس کی قیمت بتاؤں، ناممکن ہے — میں بھی جل جاؤں، سننے والا بھی جل جائے

لب بہ بند اینجا و خر آں سو مراں — رفت آں صِدّیق سوئے آں خراں

اس جگہ ہونٹ بند کر لے، اُس جانب گدھا نہ ہنکا — صدیق رضؓ، اُن گدھوں کی جانب روانہ ہو گئے

حلقۂ در زد چو در را بر کشود — رفت بیخود در سرایِ آں جہود

کُنڈی بجائی، جب اس نے دروازہ کھولا — بیخودی میں اُس کافر کے گھر میں پہنچ گئے

بیخود و سر مست و در آتش نشست — از دہانش بس کلامِ تلخ جست

بیخود اور مدہوش (غصہ کی) آگ میں، جا بیٹھے — اُن کے منہ سے بہت کڑوی باتیں نکلیں

کیں[3] ولی اللہ را چوں میزنی — ایں چہ حقد ست اے عدوِ روشنی

کہ تو اللہ (تعالیٰ) کے اس دوست کو کیوں مارتا ہے؟ — اے نور کے دشمن! یہ کیا کینہ ہے!

گر ترا صدقیست اندر دینِ خود — ظلم بر صادق دلت چوں میدہد

اگر تجھ میں اپنے دین کے بارے میں سچائی ہے — تیرا دل، ایک سچے پر ظلم کیسے گوارا کرتا ہے؟

اے تو در دینِ جہودی مادہ — کیں گماں داری تو بر شہزادہ

ارے تو کفر کے دین میں نامرد ہے — کہ تو ایک شہزادے پر یہ گمان کرتا ہے

1. بحر - یعنی ایمان کا سمندر۔ گوہرہای۔ یعنی مومنین۔ پیرایہ۔ آراستگی۔ در سرِ حیواں میں اللہ تعالیٰ نے اتنی سمجھ نہیں دی کہ وہ لعل اور موتی کی قیمت کو سمجھ سکے۔ مر خراں۔ چونکہ وہ موتی کی قیمت نہیں سمجھتے اس لئے وہ کانوں میں موتی کے آویزے نہیں ڈالتے ہیں۔ سبزہ زار یعنی محدود نوش۔ وَالتِّیْن۔ سورۂ وَالتِّیْن میں مذکور ہے۔ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ۔ بیشک ہم نے انسان کو بہترین خلقت میں پیدا کیا ہے۔ فزوں۔ روح کامل عرش سے افضل ہے اور انسان اس دنیا میں اس کی حقیقت نہیں سمجھ سکتا ہے۔

2. ایں ممتنع۔ روح کامل جس کی حقیقت کا بیان ناممکن ہے اگر میں اس کی قدر و قیمت بیان کروں تو میں بھی اور تم بھی جل جاؤ گے اور کچھ بھی نہ ہوگا۔ لب بہ بند۔ لہٰذا اس سلسلہ میں خاموشی بہتر ہے حضرت ابوبکرؓ کے ان کفار کے پاس جانے کا ذکر شروع کر۔ ..... حلقۂ در۔ حضرت ابوبکرؓ نے اُمیّہ کے گھر کے کواڑ کھٹکھٹائے اور گھر میں چلے گئے اور چونکہ حضرت بلال رضؓ کے پٹنے کا رنج تھا اس کو سخت باتیں کہیں۔

3. کیں۔ یہ کہا کہ تو اس اللہ کے ولی کو کیوں مارتا ہے۔ گر ترا۔ اگر انسان اپنے مذہب میں سچا ہے تو دوسرے مذہب کے سچے دل والے کی حقیقت کو وہ سمجھ سکتا ہے اور اس پر ظلم کرنا پسند نہ کریگا۔ اس کے اعتقاد پر اس کو مجبور سمجھے گا۔ اے تو۔ جب تو کسی سچے دیندار پر ظلم کو روا رکھتا ہے تو معلوم ہوا کہ تو اپنے دین کا پکا نہیں ہے۔ شہزادہ۔ یعنی حضرت بلال رضی اللہ عنہ۔

درہمہ[1] زآئینہ کژ ساز خود — منگر اے مردودِ نفرینِ ابد

اپنے بنائے ہوئے ٹیڑھے آئینہ سے سب کو — اے ابدی لعنت کے مردود! نہ دیکھ

آنچہ آں دم از لبِ صدیق جست — گر بگویم گم کُنی تو پا و دست

اُس وقت (حضرت) صدیقؓ کے ہونٹوں سے جو کچھ نکلا — اگر میں کہوں، تو ہاتھ پاؤں گم کر دے

آں ینابیع الحِکَم ہمچوں فُرات — از دہانِ اُو رواں از بے جہات

حکمتوں کے فرات جیسے چشمے — لامکان کی جانب سے اُن کے مُنہ سے جاری تھے

ہمچو[2] از سنگے کہ آبے شُد رواں — نے ز پہلو مایہ دارد نے زمیاں

جس طرح ایک پتھر سے پانی جاری ہوا تھا — جو نہ پہلو میں سرمایہ رکھتا ہے نہ اندر

اِسپرِ خود کردہ حق آں سنگ را — بر گشادہ آبِ مینا رنگ را

(اللہ تعالیٰ نے) اُس پتھر کو اپنی ڈھال بنایا تھا — جس سے آبگینہ جیسا پانی بہا دیا

ہمچناں کز چشمہ چشمِ تو نُور — اُو رواں کردست بے بخل و فتور

جس طرح تیری آنکھ کے چشمہ سے نور — اُس نے بغیر بخل اور کمی کے جاری کر دیا ہے

نے ز پیہ آں مایہ دارد نے ز پوست — روئے پوشی کردہ در ایجاد دوست

وہ نہ چربی سے سرمایہ رکھتی ہے، نہ کھال سے — دوست نے ایجاد کرنے میں آڑ بنائی ہے

در[3] خلائے گوش بادِ جاذبش — مُدرکِ صدقِ کلام و کاذبش

اُس کی جذب کرنے والی ہوا کان کے سوراخ میں — اُس کے جھوٹے اور سچے کلام کا ادراک کرنے والی ہے

آں چہ بادست اندراں خرد استخواں — کہ پذیرد حرف و صوتِ قصہ خواں

اُن چھوٹی ہڈیوں میں یہ کیسی ہوا ہے؟ — کہ بات کرنے والے کے حرف اور آواز کو قبول کرے

استخوان و باد رُوپوش ست و بس — در دو عالم غیرِ یزداں نیست کس

ہڈی اور ہوا، محض پردہ ہے — دونوں جہان میں خدا کے علاوہ کوئی نہیں ہے

مستمع اُو قائل اُو بے احتجاب — زانکہ الاذنان من راس اے مثاب

بلاشک سننے والا وہی ہے، بولنے والا وہی ہے — کیونکہ اے ثواب پانیوالے دونوں کان سر کا حصہ ہیں

گفت رحمت گر ہمی آید بروُ — زر بدہ بستانش اے اکرام خُو

اُس نے کہا اگر (تجھے) اُس پر رحم آتا ہے — اے کرم کی عادت والے! روپیہ دے اُسکو لے لے

ہے کہ یہ ایک حادث چیز ہے اُس میں خود یہ صفات کہاں ہو سکتی ہیں۔ گفت۔ اُمیہ نے حضرت ابو بکرؓ سے کہا اگر تجھے بلالؓ پر رحم آتا ہے تو اُس کو خرید لے۔

[1] درہمہ۔ چونکہ تیری فطرت کج ہے تو دوسروں کو بھی کج فطرت سمجھتا ہے۔ آنچہ۔ حضرت ابو بکرؓ نے اُس وقت حیران کن باتیں کہیں جو بڑی پُر حکمت تھیں۔ آں ینابیع۔ اُن باتوں کے پُر حکمت ہونے کی وجہ یہ تھی کہ وہ باتیں اگرچہ حضرت ابو بکرؓ کی زبان سے جاری تھیں لیکن اُن کا اصل سرچشمہ حضرت حق تعالیٰ تھا۔ ینابیع۔ ینبوع کی جمع ہے، چشمہ۔ حِکَم۔ حکمت کی جمع ہے۔

[2] ہمچو۔ حضرت ابو بکرؓ کے مُنہ سے اِن چشموں کے جاری ہونے پر کیا تعجب ہے جبکہ اللہ تعالیٰ پتھر سے چشمے جاری کر دیتا ہے۔ اِسپر۔ حضرت حق نے اِس پتھر کو اپنے لئے پردہ بنا لیا تھا۔ اِسپر۔ سپر، ڈھال، یعنی پردہ۔ مینا۔ آبگینہ۔ ہمچناں۔ تیری آنکھ کو بھی حق تعالیٰ نے اپنا نور عطا کرنے کا ایک حجاب بنا رکھا ہے ورنہ آنکھ کے اجزاء میں نور کہاں ہے۔ دوست۔ یعنی اللہ تعالیٰ۔

[3] در خلائے۔ انسان کا کان بھی قدرت کا ایک پردہ ہے ورنہ اُس کے اجزاء میں سُننے کی طاقت کہاں ہے۔ خرد استخواں۔ کان کی چھوٹی چھوٹی ہڈیاں۔ غیرِ یزداں۔ ہر معاملہ میں اصل متصرف خدا ہی ہے۔ زانکہ۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ کان سر کا حصہ ہیں اور ظاہر

۸

از منش و اخر چو می سوز دولت — بے مؤنت حل نگردد مشکلت

اگر تیرا دل جلتا ہے، مجھ سے اُسکو خرید لے — بغیر خرچہ کے تیری مشکل حل نہ ہوگی

گفت صد خدمت کنم پانصد سجود — بندۂ دارم نکو لیکن جہود

(حضرت ابوبکرؓ نے) کہا سو عبادتیں، پانچسو سجدے کرونگا — میرے پاس ایک اچھا غلام ہے لیکن یہودی ہے

تن سپید و دل سیاہستش بگیر — در عوض دہ تن سیاہ و دل منیر

اُس کا جسم سفید اور دل کالا ہے، لے لے — بدلے میں کالے جسم اور روشن دل کو دیدے

پس فرستاد و بیاورد آں ہمام — بود الحق سخت زیبا آں غلام

پھر اُس سردار نے بھیجا اور بُلوایا — سچ سچ وہ غلام نہایت حسین تھا

آں چنانکہ ماند حیراں آں جہود — آں دلِ چوں سنگش از جا رفت زود

ایسا کہ وہ کافر حیران رہ گیا — اُس کا پتھر جیسا دل فوراً بے قابو ہو گیا

حالتِ صورت پرستاں ایں بود — سنگِ شاں از صورتے مومیں بود

ظاہر پرستوں کی یہی حالت ہوتی ہے — اُن کا پتھر، صورت (دیکھنے) سے موم ہوجاتا ہے

باز کرد استیزہ و راضی نشد — کہ بریں افزوں بدہ بے ہیچ بد

اُس نے جھگڑنا شروع کردیا اور راضی نہ ہوا — کہ لا محالہ اِس پر اضافہ کرو

یک نصاب نقرہ ہم بروے فزود — تا کہ راضی گشت حرصِ آں جہود

اُنھوں نے چاندی کی ایک مقدار بھی اُس پر بڑھادی — حتّٰی کہ اُس کافر کی حرص راضی ہوگئی

بیع کرد و داد و بستد بے غرض — داد گوہر سنگ بستد در عوض

اُس نے فروخت کردیا اور بلا مقصد لین دین کیا — موتی دے دیا اور بدلے میں پتھر لے لیا

بر خیالِ آنکہ سودے کردہ ام — دادم اسود ابیضے آوردہ ام

اِس خیال سے کہ میں نے نفع کمایا ہے — کالا دے دیا ہے، سفید حاصل کرلیا ہے

منعقد چوں گشت بیع اندر میاں — یافت ایجاب و قبول ہر دواں

جب باہمی معاملہ طے ہوگیا — دونوں کا ایجاب اور قبول ہوگیا

خندیدنِ جہود و پنداشتن کہ صدیق رضی مغبون ست دریں عقد

کافر کا ہنسنا اور خیال کرنا کہ صدیق رضی اللہ عنہ اِس معاملے میں ٹوٹے میں ہیں

قہقہہ زد آں جہودِ سنگ دل — از سرِ افسوس و طنز و غش و غل

اُس سنگ دل کافر نے قہقہہ لگایا — مذاق اور طنز اور مکر و فریب کے طور پر

لہ بے مؤنت۔ یہ مشکل بغیر خرچ کے آسان نہ ہوگی۔ گفت۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا: یہ معاملہ ہوجائے تو خدا کا شکر ادا کروں گا اور فرمایا میرے پاس ایک سفید رنگ کا حسین غلام ہے لیکن اُس کا دل کفر کی وجہ سے کالا ہے اُس کے بدلے میں کالے بلالؓ کو دیدے جن کا دل منوّر ہے۔ ہمام۔ سردار۔

لہ آں چنانکہ۔ حضرت ابوبکرؓ کا غلام اِس قدر خوبصورت تھا کہ اُس کو دیکھ کر اُمیّہ کا دل بے قابو ہوگیا۔ حالت۔ ظاہر پرستوں کی یہی حالت ہے کہ وہ ظاہر اور صورت پر قربان ہوتے ہیں۔ باز کرد۔ اُس نے اصرار شروع کیا کہ بلالؓ کے عوض اِس غلام کے ساتھ کچھ چاندی بھی دو حضرت ابوبکرؓ نے چاندی کا اضافہ کردیا۔

سہ بیع کرد۔ چاندی کے اضافے پر وہ راضی ہوگیا اور لین دین ہوگیا اُس نے موتی دے کر پتھر لے لیا اُس کو یہ خیال تھا کہ میں نے بہت نفع کمایا، کالا دے کر گورا غلام لے لیا۔ منعقد۔ جب بیع مکمل ہوگئی تو وہ بہت ہنسا اور اُسکو یقین تھا کہ حضرت ابوبکرؓ نے اِس معاملہ میں ٹوٹا اُٹھایا ہے۔ مغبون۔ ٹوٹے میں پڑا ہوا۔ قہقہہ۔ معاملہ مکمل ہونے پر اُس نے قہقہہ لگایا جس میں مذاق اور طنز کا پہلو تھا حضرت ابوبکرؓ نے وجہ دریافت کی تو وہ اور زیادہ ہنسا اور کہنے لگا کہ اگر اِس غلام کی خریداری میں آپ کو اصرار نہ ہوتا [illegible]

گفت صدیقش کہ ایں خندہ چہ بود
(حضرت) صدیقؓ نے اُس سے کہا کہ یہ قہقہہ کیسا ہے؟
در جواب پرسش اُو خندہ فزود
جواب میں اور اُنکے دریافت کرنے پر اور زیادہ ہنسا

گفت اگر جدت نبودے واہتمام
اُس نے کہا اگر تیرا اصرار اور اہتمام نہ ہوتا
در خریداریِ ایں اسود غلام
اِس کالے غلام کی خریداری میں

من ز استیزہ نمی افروختم
میں جھگڑ کر اُس کو نہ بیچتا
خود بعُشرِ اینش می بفروختم
خود اُس کو دسویں حصہ میں بیچ ڈالتا

کہ بنزدِ من نیرزد نیم دانگ[1]
کیونکہ وہ میرے نزدیک آدھی دمڑی کے لائق نہیں ہے
تو گراں کردی بہایش را بہ بانگ
تو نے شور کرکے اُس کی قیمت بڑھا دی

پس جوابش داد صدیق اے غبی
تب (حضرت) صدیقؓ نے اُسکو جواب دیا، اے بیوقوف!
گوہرے دادی بجوزے چوں صبی
تو نے بچہ کی طرح اخروٹ کے بدلے موتی دیدیا

کو بہ نزدِ من ہمی ارزد دو کون
کیونکہ وہ میرے نزدیک دونوں جہان کی قیمت کا ہے
من بجانش ناظرستم تو بلون
میں اُس کی روح کو دیکھتا ہوں، تو رنگ کو

زرِ سرخ است و سیہ تاب آمدہ
وہ سُرخ سونا ہے اور کالے رنگ کا ہوگیا ہے
از برایِ رشکِ ایں احمق کدہ
اِس احمقستان کے رشک کی وجہ سے

دیدۂ[2] ایں ہفت رنگِ جسمہا
ست رنگے جسموں کی آنکھ
در نیابد زیں نقاب آں روح را
اِس پردے کی وجہ سے اُس روح کا ادراک نہیں کرتی

گر میکسی کردہ در بیع بیش
اگر تو سودے میں زیادہ کھینچ تان کرتا
دادمے من جملہ مال و مِلکِ خویش
میں اپنا تمام مال اور ملکیت دے دیتا

ور مکیس افزودئی من ز اہتمام
اگر تو کھینچ تان بڑھاتا میں اہتمام کی وجہ سے
دامنے زر کردمے از غیر وام
دامن بھر سونا کسی دوسرے سے قرض لے لیتا

سہل[3] دادی زانکہ ارزاں یافتی
تو نے آسانی سے دیدیا چونکہ تو نے سستا خریدا
دُر ندیدی حقہ را نشگافتی
تُو نے موتی نہ دیکھا، ڈبیہ نہ کھولی

حقہ سربستہ جہلِ تو بداد
تیری نادانی نے، بند ڈبیہ دے دی
زود بینی کہ چہ غبنت اُوفتاد
تو جلد دیکھ لے گا کہ تجھے کس قدر ٹوٹا ہوا

حقہ پر لعل را دادی بباد
تو نے لعل بھری ڈبیہ برباد کردی
ہمچو زنگی در سیہ رُوئی تو شاد
تو حبشی کی طرح سیاہ رُوئی پر خوش ہے

[1] کہ بنزد- کیونکہ یہ کالا غلام میرے نزدیک دمڑی کا بھی نہیں ہے تونے شور وشغب کرکے اس کے دام بڑھوائے۔ پس- حضرت ابوبکرؓ نے اُس کو جواب دیا کہ تو بیوقوف ہے تونے اخروٹ کے بدلے میں موتی دے ڈالا میرے نزدیک اُس کی قیمت ہر دو عالم ہے، کیونکہ میری نظر اُس کے باطن پر ہے۔ زرّ- یہ غلام تو کالا سونا ہے اُس پر سیاہی رشک کی وجہ سے ہے تاکہ احمق اُس کو نہ پہچان سکیں۔

[2] دیدہ- جو آنکھیں محض رنگوں کا ادراک کرتی ہیں وہ روح کا ادراک نہیں کرسکتی ہیں۔ میکسی- اور مکس، معاملہ میں کھینچ تان کرنا۔ دامنے- کسی اور سے قرض لے کر ادائیگی کردیتا۔

[3] سہل- چونکہ تجھے سستا ہاتھ آیا تھا سستا بیچ ڈالا، یہ نہ دیکھا کہ ڈبیہ میں موتی ہے۔ غبن- ٹوٹا۔ حقہ- حضرت بلالؓ موتی بھری ڈبیہ تھے جو آبنوسی تھی۔ ہمچو- تو بھی اِس معاملہ میں سیاہ رُو بنا اور اُس پر خوش ہو رہا ہے۔

عاقبت[1] واحسرتا گوئی بسے
انجام کار تو بہت واحسرتا کہے گا

بخت و دولت را فروشد خود کسے
کوئی نصیبے اور دولت کو فروخت کرتا ہے؟

بخت با جامہ غلامانہ رسید
نصیبہ، غلامی کے لباس میں تیرے پاس آیا

چشمِ بدبختت بجز ظاہر ندید
تیری بدبخت نگاہ نے ظاہر کے سوا کچھ نہ دیکھا

اُو نمودت بندگیٔ خویشتن
اُس نے تجھ پر اپنی غلامی ظاہر کی

خوئے زشتت کرد با اُو مکر و فن
تیری بدخصلت نے اُسکے ساتھ مکر اور چالاکی کی

ایں سیاہ اسرار تن اسپید را
اِس سیاہ باطن، سفید جسم کو

بُت بہ پرستانہ بگیر اے ژاژ خا
اے بیہودے! بُت پرستوں کی طرح لے لے

ایں تُرا و آں مرا بُردیم سُود
یہ تیرا اور وہ میرا، ہم نے نفع کمایا

ہیں لکم دینٌ ولی دین اے جہود
ہاں اے کافر! تمہارا دین تمہارے لئے میرا دین میرے لئے

خود[2] سزای بُت پرستاں ایں بُود
بُت پرستوں کی سزا خود یہی ہوتی ہے

جُلش اطلس، اسپ او چوبیں بُود
اُسکی جھول اطلس کی، اُس کا گھوڑا لکڑی کا ہوتا ہے

ہمچو گورِ کافراں پُر دود و نار
کافروں کی قبر کی طرح، دھوئیں اور آگ سے بھری ہوئی

وز بروں بر بستہ صد نقش و نگار
اور باہر سے سیکڑوں نقش و نگار کئے ہوئے

ہمچو مالِ ظالماں بیروں جمال
ظالموں کے مال کی طرح، ظاہر حسین

وز دروں‌ش خونِ مظلوم و وبال
اور اُس کے اندر مظلوم کا خون اور وبال

چوں[3] مُنافق از بروں صوم و صلوٰۃ
منافق کی طرح، بظاہر روزہ اور نماز

وز دروں خاکِ سیاہِ بے ثبات
اور اندر سے کالی خاک، بے بنیاد

ہمچو ابر خالی پُر قرّ و قرّ
خالی ابر کی طرح، گڑگڑاہٹ سے پُر

نے دروں نفعِ زمیں نے قوتِ بر
نہ اُس میں زمین کا فائدہ، نہ پھل کی غذا

ہمچو وعدہ مکر و گفتارِ دروغ
مکر کے وعدے اور جھوٹی بات کی طرح

آخرش رُسوا و اوّل بافروغ
اُس کا آخر رسوا اور اوّل پُر رونق

بعد ازاں بگرفت اُو دستِ بلال رض
اُس کے بعد انہوں نے بلال کا ہاتھ پکڑا

آں زخم ضرسِ محنت چوں خلال
وہ مشقت کی اُنگلی کے زخم سے خلال جیسا تھے

شُد خلالے در دہانے راہ یافت
وہ خلال بن گئے، مُنہ میں راستہ پا لیا

جانب شیریں زبانے می شتافت
ایک شیریں زبان کی جانب دوڑ رہے تھے

---

[1] عاقبت۔ جب حقیقت کھلے گی تو بہت افسوس کرے گا۔ بخت۔ تیرا نصیبہ بشکل غلامی تیرے پاس آیا اور تو اُس کو نہ پہچانتا۔ اُو۔ اُس نے غلامی کا اظہار کیا تو نے مکاری اور چالاکی برتی۔ ایں سیاہ۔ تو ایسی غلام کو لے لے جس کا جسم سفید ہے لیکن باطن سیاہ ہے یہی بُت پرستوں کا طریقہ ہے۔

[2] خود۔ بُت پرستوں کی یہی سزا ہے کہ ان کو کاٹھ کا گھوڑا جس پر اطلس کی جھول ہو حاصل ہوتا ہے۔ ہمچو۔ ان کا حاصل کافر کی قبر جیسا ہوتا ہے کہ اُس کے اوپر نقش و نگار ہوتے ہیں لیکن اندر آگ اور دھواں ہوتا ہے۔ مالِ ظالماں۔ کافر کے حاصل کی مثال ظالموں کا مال ہے جس کا ظاہر بڑا پیارا لیکن اُس کے باطن میں مظلوموں کا خون مخفی ہے۔

[3] چوں منافق۔ کافر کے حاصل کی مثال منافق بھی ہے کہ بظاہر وہ اسلامی فرائض ادا کرتا ہے لیکن اُس کا باطن ایمان و یقین سے خالی ہوتا ہے نیز اُنکو اُس بادل سے بھی تشبیہ دی جاسکتی ہے جو صرف گرجے اور نہ برسے یا جھوٹے وعدہ سے تشبیہ دے لو جس کی ابتدا خوش کن اور انتہا مایوس کن ہوتی ہے۔ بعد ازاں۔ خریداری کے بعد حضرت ابوبکر رض نے حضرت بلال رض کا ہاتھ پکڑا اور ان کو آنحضور کی خدمت میں لے آئے۔ ضرس۔ مشقت کی انگلی۔ خلال۔ دانت کریدنے کا تنکا۔ شیریں زباں۔ آنحضور۔

آوریدش تا بنزدِ آں رسولؐ
وہ اُن کو رسولؐ کے پاس لائے

کہ بجاں اُو کردہ بُد دینش قبول
کیونکہ انھوں نے دل سے اُنکا دین قبول کر لیا تھا

چوں[1] بدید آں خستہ رُوئے مُصطفےٰؐ
جب اُن بدحال نے مُصطفےٰؐ کا چہرہ دیکھا

خَر مَغشیّاً فتاد اُو بر قفا
وہ غش کھا کر گر گئے، پُشت کے بل جا پڑے

تا بدیرے بیخود و بیخویش ماند
وہ دیر تک بے خود اور بے ہوش رہے

چوں بخویش آمد زشادی اشک راند
جب ہوش میں آئے خوشی سے آنسو بہانے لگے

مُصطفےٰؐ اَش در کنارِ خود کَشید
اُن کو مصطفےٰؐ نے بغل میں لے لیا

کس چہ داند بخششے کو را رسید
اُس عنایت کو کوئی کیا جانے جو اُن کو حاصل ہوئی؟

چوں بُوَد مِسّے کہ بر اکسیر زد
اُس تانبے کا کیا حال ہوگا جو اکسیر سے جا لگا؟

مُفلسے بر گنجِ پُر توفیر زد
ایک مُفلس بھرپور خزانہ پر جا پہنچ گیا

ماہیِ پژمُردہ در بحر اُوفتاد
ادھ موئی مچھلی، دریا میں جا پڑی

کاروانِ گم شُدہ زد بر رشاد
بھٹکا ہوا قافلہ، راستہ پر پڑ گیا

آں[2] خطاباتے کہ گفت آں دم نبیؐ
وہ ارشادات، جو نبیؐ نے اُس وقت فرمائے

گر زند بر شب بر آید از شبی
اگر رات پر پڑیں، وہ رات پن سے خارج ہو جائے

روزِ روشن گردد آں شب چوں صباح
وہ رات صبح کی طرح روشن دن بن جائے

کے توانم گفت من آں اصطلاح
میں اُس اصطلاح کو کہاں بیان کر سکتا ہوں!

خود تو دانی کافتاب اندر حَمَل
تو خود جانتا ہے کہ سورج (برج) حمل میں

تا چہ گوید با نبات و با دَقَل
نباتات اور دقل (کھجور) سے کیا کہتا ہے

خود تو دانی ہم کہ آں آبِ زلال
تو خود بھی جانتا ہے، کہ وہ صاف پانی

می چہ گوید با ریاحین و نہال
بوٹوں اور پودوں سے کیا کہتا ہے!

صُنعِ[3] حق با جُملہ اجزائے جہاں
جہاں کے سب اجزاء کے ساتھ اللہ (تعالیٰ) کی کاریگری

چوں دم و حرفست از افسونگراں
ایسی ہی ہے جیسا کہ جادوگروں کی پھونک اور حرف

جذبِ یزداں با اثرہا و سبب
آثار اور سبب کے ذریعہ خدا کی کشش

صد سخن گوید نہاں بیحرف و لب
بغیر حرف اور ہونٹ کے چپکے سے سکڑوں باتیں کہہ دیتی ہے

آلہ کے ہیں اور سُرعتِ تاثیر میں جادوگروں کے افسوں کی طرح ہیں۔ جذب۔ اسباب کا وجود اور اُن سے اثرات کا تعلق بھی خداوندی حکم کے تابع ہے جو بغیر لب و حرف کے صادر ہوتا ہے۔

---

[1] چوں بدید جب حضرت جلّ[...] کی نظر آنحضورؐ کے رُوئے انور پر پڑی تو خوشی کی زیادتی کی وجہ سے بیہوش ہو کر چت گر پڑے، تھوڑی دیر بیہوش رہے جب ہوش آیا خوشی سے رونے لگے مصطفےٰؐ نے آنحضورؐ نے انکو سینہ سے لگایا سینہ سے لگنے سے اُن کو کیا فیض حاصل ہوئے انکو کوئی نہیں سمجھ سکتا ہے البتہ اس کی وضاحت چند مثالوں سے کی جاتی ہے یہ سمجھ کہ ایک تانبا تھا جو اکسیر کو چھو گیا یا کوئی مفلس تھا کہ اچانک اس کا پاؤں بھرپور خزانہ پر پڑ گیا یا ادھ موئی مچھلی تھی جو سمندر میں پہنچ گئی یا گم کردہ راہ کوئی قافلہ تھا جسکو راستہ مل گیا۔

[2] آں خطاباتے پھر آنحضورؐ نے اُن سے ایسی گفتگو فرمائی کہ اگر وہ جدا رات سے کہدی جائیں تو وہ منوّر ہو جائے۔ اصطلاح انبیاء اور اولیاء کی صحبت سے بغیر کچھ کہے ہوئے جو قلوب پر اثر طاری ہوتا ہے وہ محض ذوقی ہے الفاظ میں اُس کا بیان ممکن نہیں ہے۔ خود۔ بغیر کلام کے جو تاثیر ہے اُس کو چند مثالوں سے واضح کیا ہے سورج جب برج حمل میں پہنچتا ہے تو اُس کی تاثیر سے پھلوں میں شیرینی پیدا ہو جاتی ہے۔ دقل۔ پھلدار کھجور، کھجور کی ایک معمولی قسم ہے اسی طرح صاف پانی پھولوں اور پودوں میں تازگی پیدا کر دیتا ہے۔

[3] صنع حق۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے تصرفات بغیر کسی

نے[1] کہ تاثیر از قدر معمول نیست | لیک تاثیرش ازو معقول نیست

یہ نہیں ہے کہ تاثیر (اللہ کی) قدرت کا عمل نہیں ہے | لیکن اُس (قدرت) کی تاثیر (عوام کی) سمجھ میں نہیں آتی ہے

چوں مُقلِد بُود عقل اندر اصول | داں مُقلِد در فروعش اے فضول

جب اصول کے بارے میں عقل مُقلد ہے | اے فضول (بحث کرنیوالے)، اسکو فروع میں بھی مقلد سمجھ

گر بپرسد عقل چوں باشد مَرام | گو چنانکہ تو ندانی والسلام

اگر عقل دریافت کرے کہ یہ مقصد کیسے پورا ہوگا؟ | تو کہدے کہ اس طریقہ پر جسکو تو نہیں سمجھتا ہے والسلام

معاتبہ کردن حضرتِ رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم با صِدّیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ ترا وصیت کردم کہ بشرکتِ من بخر بلال را رضی اللہ عنہ تو چرا بہرِ خود تنہا خریدی و عُذر گفتنِ صِدّیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے ناراضگی کا اظہار کرنا، کہ میں نے تجھ سے کہا تھا، کہ بلال رضی اللہ عنہ کو میری شرکت میں خریدنا تو نے صرف اپنے لئے کیوں خریدا! اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا معذرت کرنا

سیّدِ[2] کونین و سُلطانِ جہاں | در عتاب آمد زمانے بعد ازاں

دونوں جہانوں کے سردار اور شہنشاہِ عالم | اُس کے بعد تھوڑی دیر کے لئے خفا ہوئے

گفت اے صِدّیق آخر گفتمت | کہ مرا انباز کُن در مکرمت

فرمایا، اے صدیق رضؓ! آخر میں نے تجھ سے کہا تھا | کہ اعزاز میں مجھے شریک کرلے

تو چرا تنہا خریدی بہرِ خویش | باز گو احوال اے پاکیزہ کیش

تو نے تنہا، اپنے لئے کیوں خریدا؟ | اے پاکیزہ فطرت! احوال بتا

گفت ما دو بندگانِ کوئے تو | کردمش آزاد من بر رُوئے تو

انھوں نے عرض کیا کہ ہم دونوں آپ کے کوچے کے غلام ہیں | میں نے آپ کے سامنے اُن کو آزاد کردیا

تو مرا میدار بندہ و یارِ غار | ہیچ آزادی نخواہم زینہار

آپ مجھے غلام اور یارِ غار بنالیں | میں ہرگز، کسی وقت آزادی نہ چاہوں گا

[1] نے کہ۔ اسباب کی تاثیر بھی اللہ تعالےٰ کا فعل ہے لیکن عوام اُس کو سمجھنے سے قاصر ہیں جبکہ عوام کی عقل اللہ کی ذات کے معاملے میں انبیاء کی مُقلِد ہے تو اِن جزوی مسائل میں بھی اُس کو تقلید سے کام لینا چاہیئے، حوادث یعنی اللہ تعالےٰ کا فعل ہیں یا نہیں حکماء اِنکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ارادہ باری تعالےٰ کا تعلق اگر اِس حادث سے قدیم مانا جائے تو اِس حادث کو بھی قدیم ماننا پڑے گا اور اگر حادث مانا جائے تو پھر اِس حادث میں بھی وہی سوال پیدا ہوگا جس کا نتیجہ یہ کہ حادث کو قدیم ماننا ہے ورنہ تسلسل لازم آجائے گا اور یہ دونوں باتیں غلط ہیں، لہٰذا قدیم کا حادث سے تعلق بالارادہ نہیں ہو سکتا اس لئے حوادث کو حوادث کا فعل ماننا چاہیئے نہ کہ قدیم کا۔ متکلمین محققین نے اِس کا جواب دیا ہے اور فرمایا ہے کہ ارادہ کا حادث سے تعلق حادث ہے لیکن اِس حادث کے لئے مستقل ایجاد کی ضرورت نہیں ہے بلکہ ایجاد تو اِس حادث کی ہے اور اِس کے ضمن میں اِس تعلق کا حدوث وجود میں آجاتا ہے۔ مولانا نے اِس مقام پر اپنے منصب کے مطابق اِقناعی تقریر کرکے شبہ کا جواب دے دیا ہے۔

[2] سیدِ کونین۔ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت بلال رضؓ کو صرف اپنے روپے سے خریدا تو حضورؐ کو ناگواری ہوئی۔ انباز۔ شریک۔ مکرمت۔ یعنی بلال رضؓ کی خریداری کی عزت۔ گفت۔ حضرت ابوبکر رضؓ نے عرض کیا میں نے بلال رضؓ کو آزاد کرنے کیلئے خریدا تھا لہٰذا آپ کے سامنے اُنکو آزاد کرتا ہوں اور آپ اپنی غلامی میں مجھے قبول کرلیں۔

کہ مرا بندگیت آزادی ست — بے تو بر من محنت و بیدادی ست

کیونکہ میرے لئے آپ کی غلامی ہی آزادی ہے — آپ کے بغیر، میرے اوپر مشقت اور ظلم ہے

اے جہاں را زندہ کردہ زاصطفا[1] — خاص کردہ عام را، خاصہ مرا

اے وہ کہ جس نے برگزیدگی سے جہان کو زندہ کردیا — عوام کو خواص بنادیا، خصوصاً مجھے

خوابہا میدید جانم در شباب — کہ سلامم کرد قرصِ آفتاب

جوانی میں میری روح خوابیں دیکھتی تھی — کہ مجھے سورج کی ٹکیہ نے سلام کیا ہو

از زمینم بر کشید اُو بر سما — ہمرہِ اُو گشتہ بُودم زارتقا

اُس نے، مجھے زمین پر سے آسمان پر کھینچ لیا — چڑھنے کی وجہ سے میں اُس کا ساتھی بن گیا ہوں

گفتم ایں ماخولیا بُود و محال — ہیچ گردد مُستحیلے وصفِ حال

میں نے سمجھا یہ دیوانگی اور محال تھا — کبھی محال فی الحال وصف بن سکتا ہے

چوں[2] ترا دیدم بدیدم خویش را — آفریں آں آئینہ خوش کیش را

جب میں نے آپ کو دیکھا میں نے اپنے آپکو دیکھ لیا — اُس بہتر وصف کے آئینہ پر آفریں ہے

چوں ترا دیدم محالم حال شُد — جانِ من مُستغرقِ اِجلال شُد

جب میں نے آپ کو دیکھا میرا محال، حال بن گیا — میری روح، عظمت میں غرق ہو گئی

چوں ترا دیدم خود اے روحُ البلاد — مہرِ ایں خورشید از چشمم فتاد

اے شہروں کی جان! جب میں نے آپکو دیکھا خود — اس سورج کی وقعت میری نظر سے گر گئی

گشت عالی ہمت از تو چشمِ من — جز بخواری ننگرد اندر زمن

آپ کی وجہ سے میری نظر عالی ہمت بن گئی — زمانے کو سوائے بے قدری کے نہیں دیکھتی ہے

نور[3] جستم خود بدیدم نورِ نور — حور جستم خود بدیدم رشکِ حور

میں نے نور کی تلاش کی اپنے آپکو نور ہی نور دیکھا — میں نے حور کی تلاش کی میں نے خود رشکِ حور کو دیکھ لیا

یوسفے جستم لطیف و سیمتن — یوسفستانے بدیدم در تو من

میں نے پاکیزہ اور چاندی کے سے جسم والا یوسف تلاش کیا — میں نے آپ کے اندر یوسفستان دیکھ لیا

در پئے جنّت بُدم در جستجو — جنّتے بنمود از ہر جزوِ تو

میں تلاش میں جنت کے درپے تھا — آپ کے ہر جزو سے جنت نمودار ہوئی

ہست ایں نسبت بمن مدح و ثنا — ہست ایں نسبت بتو قدح و ہجا

میرے اعتبار سے یہ تعریف اور ثنا ہے — آپ کے اعتبار سے یہ بُرائی اور ہجو ہے

---

[1] اے۔ آنحضورؐ کی ذاتِ گرامی کے فیضان سے ایک جہان برگزیدہ ہو گیا، عوام خواص بن گئے۔ خاصہ مرا۔ حضرت ابوبکرؓ کیلئے خاص فیضان تھا خواجہ۔ اس خصوصی فیضان کی تفصیل یہ ہے کہ میں جوانی میں خواب میں دیکھا کرتا تھا کہ سورج مجھے سلام کرتا ہے اور اُس نے مجھے زمین سے آسمان پر کھینچ لیا ہے اور میں بلندی پر پہنچ جانے کی وجہ سے اسکے ساتھ ہوں، اُس وقت میں سمجھتا تھا کہ یہ میری خللِ دماغی ہے کہیں محال کا بھی وقوع ہوتا ہے۔

[2] چوں ترا۔ لیکن جب آپ کا شرفِ صحبت حاصل ہوا تو مجھ پر اپنی حقیقت کھلی اور آپ کی ذات نے میرے لئے آئینہ کا کام دیا اور وہ بات جسے میں محال سمجھتا تھا اب اُس پر درجہ ہوگیا آپکے دیدار کے بعد معلوم کھلا وہ سورج تو آپ کی ذاتِ گرامی ہے اور یہ دنیا کا سورج آپکے سامنے ہیچ ہے اور یہ سورج ہی بے حقیقت نہ بنا بلکہ دنیا کی ہر چیز بے حقیقت بن گئی۔

[3] نور جستم۔ مجھے تمنا تھی کہ نور دیکھوں جب میں نے آپ کا دیدار کیا تو نور النور کو دیکھا اور حور ہی کو نہیں دیکھا بلکہ رشکِ حور کو دیکھ لیا حضرت یوسفؑ کے حُسن کی شہرت پر انکے دیکھنے کی تمنا تھی آپ کے دیدار سے مجھے یوسفستان کا دیدار حاصل ہو گیا آپکے دیدار سے ایک جنت نہیں بلکہ بہت سی جنتوں کا دیدار حاصل ہو گیا۔ ہست۔ میں اِن الفاظ میں آپ کی تعریف کر رہا ہوں لیکن چونکہ کما حقہٗ تعریف نہیں ہے لہٰذا میری یہ تعریف آپکے فضائل کے اعتبار سے ناقص باتوں کا ذکر ہے اور میری یہ تعریف ایسی ہے جیسی چرواہے نے حضرت موسیٰؑ کے سامنے اللہ تعالیٰ کی کی تھی۔

ہمچو مدحِ مردِ چوپانِ سلیم — مر خدا را پیشِ موسیٰ کلیم

جیسی بھولے، چرواہے انسان کی تعریف — خدا کی، موسیٰ کلیم (اللہ) کے سامنے

کہ[۵۱] بجویم اشپشت شیرت دہم — چارقت دوزم من و پیشت نہم

کہ میں تیری جوئیں پکڑوں گا، تجھے دودھ پلاؤں گا — میں تیرے چپل سی دوں گا اور تیرے سامنے رکھ دونگا

قدحِ اُو را حق بمدحے برگرفت — گر تو ہم رحمت کُنی نبوَد شگفت

اللہ (تعالیٰ) نے اس کی بُرائی کو تعریف کے بدلے میں لیا — اگر آپ بھی رحمت فرمائیں تو تعجب نہ ہو گا

رحم فرما بر قصورِ فہمہا — اے ورای عقلہا و وہمہا

عقلوں کی کوتاہی پر رحم فرما دیجئے — اے وہ کہ عقلوں اور وہموں سے برتر ہے

اَیُّہَا العُشّاقُ اِقبالِ جدید — از جہانِ کُہنہ، نو در رسید

اے عاشقو! نیا نصیب — پرانے جہان سے تازہ بتازہ آپہنچا ہے

زاں[۵۲] جہاں کو چارۂ بیچارہ جوست — صد ہزاراں نادرہ عالم در وست

اُس جہان سے جو ہر لاچار کا چارہ جو ہے — اُس میں (اس) جہان کے لاکھوں عجائب ہیں

اَبشِرُوا یا قَومُ اِذ جَاءَ الفَرَج — اِفرَحُوا یا قَومُ قَد زَالَ الحَرَج

اے قوم! بشارت حاصل کرو کیونکہ کشادگی آگئی ہے — اے قوم! خوش ہو بےشک تنگی زائل ہو گئی ہے

آفتابے[۵۳] رفت در کازہ ہلال — در تقاضا کہ اَرِحنا یا بلال رض

ہلال رض کی جھونپڑی میں سورج گیا ہے — تقاضے میں ہے کہ اے بلال رض! ہمیں راحت پہنچا

زیرِ لب میگفتی از بیمِ عدو — بر منارہ رو بگو کوریِ او

دشمن کے خوف سے تم آہستہ کہتے تھے — منارہ پر چڑھ، اُس کے اندھے پن کو بیان کر

میدمد در گوشِ ہر غمگیں بشیر — خیز اے مُدبر رہِ اقبال گیر

بشیر (آنحضورؐ) ہر غمگین کے کان میں پھونکتے ہیں — اے بدبخت! اٹھ اقبال (مندی) کا راستہ اختیار کر

اے دریں حبس و دریں گندہ و شش — ہیں کہ تا کس نشنود زشتی خمش

اے! اس قید اور اس گندگی اور جوؤں میں — خبردار! کہ کوئی نہ سن لے، تو بُرا ہے، چپ ہو جا

چوں کُنی خامش کنوں اے یارِ من — کز بُنِ ہر مو برآمد طبل زن

اے میرے محبوب! آپ کیسے خاموش ہوں گے — کیونکہ ہر بال کی جڑ سے اعلان کرنے والا پیدا ہو گیا ہے

---

۵۱ کہ بجویم۔ اُس چرواہے نے اللہ کے عشق میں اللہ تعالیٰ کے بارے میں کہا تھا کہ اے خدا میں تیرے جوئیں پاؤنگا تجھے دودھ پلاؤں گا تیرے چپل سی کر تجھے دوں گا۔ قدح۔ چرواہے کی یہ تعریف اللہ تعالیٰ کے شایانِ شان نہ تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے اُس کو قبول فرمایا اسی طرح اگر آپ بھی میری ناقص تعریف کو قبول فرمائیں تو آپ کے کرم سے بعید نہیں ہے کیونکہ ہماری ناقص عقلیں آپ کے کمالات اور اوصاف تک نہیں پہنچ سکتی ہیں۔ ایہا العشاق۔ آنحضورؐ کے فیوض کی بشارت ہے۔ جہانِ کہنہ یعنی عالمِ ملکوت۔

۵۲ زاں۔ وہ عالمِ ملکوت ہر گمراہ کے لئے رہنمائی کرتا ہے اور اس عالم میں بہت سے عجائبات ہیں آپ جیسی چیز جس سے بیچاروں کی رہنمائی ہوتی ہے اُس عالم سے آئی ہے جنت اور پلصراط جیسی عجیب چیزیں اُس میں موجود ہیں اب جبکہ آپ کی ذاتِ گرامی اُس جیسے عالم سے آگئی ہے تو قوم کیلئے بشارت ہے اس لئے کہ آپکی آمد تمام گمراہیوں کو ختم کر دے گی۔

۵۳ آفتابے۔ حضورؐ کی آمد سب کے لئے باعثِ بشارت ہے خصوصاً حضرت ہلال رض اور حضرت بلال رض کے لئے۔ کازہ۔ جھونپڑی۔ اَرِحنا۔ حضرت بلال رض سے آنحضورؐ نے اذان دینے کی فرمائش کی تھی۔ ہر غمگیں۔ یہ حضورؐ کے عام فیض کا ذکر ہے۔

۵۴ وہ بشیر مُدبر کو کہتا ہے کہ تو اس دنیا کے قید خانہ اور گندگی میں کب تک رہیگا۔ گندہ و شش۔ جوں، مراد شیاطین ہیں۔ ہیں۔ وہ مُدبر کہتا کہ یہ باتیں زور سے نہ کہہ کوئی سن نہ لے۔ چوں کُنی۔ مولانا فرماتے ہیں کہ آپ خاموشی کیسے اختیار کر سکتے ہیں آپ کے جسم کا ہر رُونگٹا دعوت کا اعلان کر رہا ہے۔

آنچناں[1] کر شد عدوِ رشک خو — گوید ایں چندیں دُہل را بانگ کو
حاسد دشمن، ایسا بہرا ہو گیا ہے — اتنے ڈھولوں (کی آواز) کو کہتا ہے، آواز کہاں ہے؟

می زند بر رُوش ریحاں کہ طریست — اُو ز کوری گوید ایں آسیب چیست
(کوئی) اُس کے منہ پر تازہ پھول مارتا ہے — وہ اندھے پن سے کہتا ہے، یہ تکلیف کیسی ہے؟

می شکنجد حور و دستش میکشد — کور حیراں کز چہ دردم میکند
حُور چٹکی لیتی ہے اور اُس کا ہاتھ کھینچتی ہے — اندھا حیران ہے کہ مجھے کیوں ستاتی ہے؟

ایں کشاکش چیست بر دست و تنم — خفتہ اَم بگذار تا خوابے کنم
میرے ہاتھ اور جسم پر یہ کشمکش کیوں ہے؟ — میں سو رہا ہوں، چھوڑ تاکہ میں سو لوں

آنکہ[2] در خوابش ہمی جوئی ویست — چشم بکشا کاں مہِ نیکو پے ست
تو جس کو خواب میں تلاش کرتا ہے، وہی ہے — آنکھ کھول، وہی مبارک قدم چاند ہے

زاں بلاہا بر عزیزاں بیش بُود — کاں تجمش یار با خوباں نمود
اسی لئے پیاروں پر مصیبتیں زیادہ آتی ہیں — کیونکہ محبوب نے وہ چھیڑ چھاڑ حسینوں سے کی ہے

لاغ با خوباں کند در ہر رہے — نیز کوراں را بشوراند گہے
وہ حسینوں سے ہر راہ میں چھیڑ چھاڑ کرتا ہے — کبھی اندھوں کو بھی پریشان کر دیتا ہے

خویش را یکدم بدیں کوراں دہد — تا غریو از کوئے کوراں بر جہد
کبھی اپنے آپ کو اندھوں کے سپرد کر دیتا ہے — تاکہ اندھوں کے کوچہ سے شور بر پا ہو

قصۂ ہلال[3] رضی اللہ عنہ کہ بندۂ مخلص بُود خدای را صاحبِ بصیرت

ہلال رضی اللہ عنہ کا قصہ جو صاحب بصیرت بغیر تقلید کے خدا کے مخلص بندے

بے تقلید نہاں شدہ در بندگیِ مخلوق بجہتِ مصلحت نہ از عجز

تھے مصلحت کی وجہ سے نہ کہ عجز کی وجہ سے، مخلوق کی غلامی میں پوشیدہ تھے

چنانکہ لقمان و یوسف علیہما السلام از رُوئے ظاہر و غیر ایشاں و ایں

جیساکہ بظاہر لقمان اور یوسف علیہما السلام وغیرہ اور یہ ہلال رضی اللہ عنہ ایک

ہلال بندۂ سائس بُود مر امیرے را و آں امیر مسلمان بُود اما چشم کور بُود

سردار کے سائیس تھے اور وہ سردار مسلمان تھا، لیکن اندھا تھا

کردہ غلام تھے شاید آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کرنے سے پہلے کسی سردار کے غلام ہوں ایک سردار کے اصطبل میں ملازم تھے اور چونکہ اس سردار کو بصیرت حاصل نہ تھی وہ اُن کا رتبہ نہ پہچانتا تھا اور وہ حضرت لقمان علیہ السلام اور حضرت یوسف علیہ السلام کی طرح اپنے آپ کو غلامی میں چھپائے ہوئے تھے۔

---

١ آنچناں۔ باوجود ہر رنگ کے اعلانیہ بن جانے کے دشمن اس قدر بہرا بنا ہوا ہے کہ اس قدر ڈھول پٹ رہے ہیں اور وہ کہتا ہے کہ آواز کہاں ہے۔ می زند۔ وہ دشمن اس قدر اندھا ہو گیا ہے کہ نبی اُس کے چہرے پر تر پھول مار رہا ہے اور وہ کہتا ہے کہ یہ مجھے کس چیز سے تکلیف پہنچ رہی ہے۔ می شکنجد۔ اُس مُدبر کی مثال اُس اندھے کی ہے حُور جس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچے اور اندھا حیران ہو کہ وہ کیوں ستاتی ہے، اور یہ کہے کہ یہ میرے ہاتھ اور جسم کی کھینچ تان کیوں ہو رہی ہے میں سونا چاہتا ہوں مجھے سونے دے۔

٢ آنکہ۔ اُس اندھے کو یہ معلوم نہیں کہ جس حُور کے وہ خواب دیکھتا ہے وہ یہی حُور ہے۔ زاں بلاہا۔ جبکہ معلوم ہوا کہ احکام کا مکلف بنانا نفس کو اگرچہ ناگوار ہے لیکن نفس عامر میں ایسا پُر لطف ہے جیساکہ حور ہاتھ پکڑ کر کھینچے تو بلاؤں کا آنا بھی محبوبیت اور مقبولیت کی دلیل ہوئی تو فرماتے ہیں کہ ابتلا اور آزمائش محبوبوں کی ہوتی ہے۔ لاغ۔ مصائب میں مبتلا ہونا عموماً محبوبیت کی دلیل ہے لیکن کبھی اجنبیوں سے بھی چھیڑ چھاڑ ہوتی ہے تاکہ اُن میں بھی شعور بر پا ہو جائے۔

٣ ہلال رضی اللہ عنہ۔ ہلال رضی اللہ عنہ شاید ہلال بن حارث ہیں جن کی کنیت ابوالحمرا ہے جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد

دانَد اعمیٰ کہ مادرے دارد ۔۔۔ لیک چونے بوہم در نارد

اندھا جانتا ہے کہ ماں رکھتا ہے ۔۔۔ لیکن وہ کیسی ہے! خیال میں نہیں لا سکتا ہے

اگر بایں دانش تعظیمِ مادر کُند ممکن بُوَد کہ خلاص یابد کہ اِذَا

اگر اس جاننے پر ماں کی تعظیم کرے تو ممکن ہے، کہ نجات حاصل کرے کیونکہ جب اللہ تعالیٰ

اَرَادَ اللّٰہُ بِعَبْدٍ خَیْرًا فَتَحَ عَیْنَیْ قَلْبِہٖ لِیُبْصِرَ بِہِمَا الْغَیْبَ

کسی بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اُسکے دل کی دونوں آنکھیں کھول دیتا ہے تاکہ وہ اُن سے غیب کو دیکھے

ایں راہ ززندگیِ دل حاصل کُن ۔۔۔ کیں زندگیِ تن صفتِ حیوانیست

دل کی زندگی سے یہ راستہ حاصل کر ۔۔۔ کیونکہ یہ جسم کی زندگی حیوان کی صفت ہے

چوں شنیدی بعضِ اوصافِ بلالؓ ۔۔۔ بشنو اکنوں قصۂ ضعفِ ہلالؓ

جبکہ تو نے بلالؓ کے بعض اوصاف سن لئے ۔۔۔ اب ہلالؓ کے ضعف کا قصہ سن لے

از بلالؓ اُو بیش بُود اندر روش[۵۲] ۔۔۔ خوئے بد را بیش کردہ بُو کُشش

وہ بلالؓ سے سلوک میں بڑھے ہوئے تھے ۔۔۔ اُنھوں نے بد عادت سے کینہ وری زیادہ کی تھی

نے چو تو پس رو کہ ہر دم پستری ۔۔۔ سوئے سنگی میروی از گوہری

تیری طرح پیچھے چلنے والے نہ تھے کہ تو ہر دم زیادہ پیچھے کو ۔۔۔ موتی پن سے پتھر پن کی طرف جا رہا ہے

در تقریرِ ہمیں معنیٰ

اِس معنیٰ کے بیان میں

ہمچناں[۵۳] کاں خواجہ را مہماں رسید ۔۔۔ خواجہ از ایامِ سالش بر رسید

جیسا کہ ایک صاحب کے یہاں مہمان پہنچا ۔۔۔ (اُن) صاحب نے اُس کی عمر دریافت کی

گفت عمرت چند سال ست اے پسر ۔۔۔ باز گو و در مدزد و بر شمر

کہا اے بیٹا! تیری عمر کے سال کی ہے؟ ۔۔۔ بتا، اور نہ چُرا، اور شمار کر

گفت ہژدہ ہفدہ یا خود شانزدہ ۔۔۔ یا کہ پانزدہ اے برادر خواہ دہ

اس نے کہا اٹھارہ[۱۸]، سترہ[۱۷] یا خود سولہ[۱۶] ۔۔۔ یا پندرہ[۱۵] اے بھائی! خواہ دس

گفت واپس واپس اے خیرہ سرت ۔۔۔ باز میرو تا بفرجِ مادرت

اُس نے کہا پیچھے لوٹ جا اے کہ تیرا دماغ پریشان ہے ۔۔۔ اپنی ماں کی شرمگاہ تک واپس چلا جا

حکایت در تقریرِ ہمیں سخن

اِسی معنیٰ کے اِثبات میں حکایت

---

۵۱ دانَد۔ اندھا اتنا تو جانتا ہے کہ اُس کے ماں ہے لیکن یہ تصور نہیں کرسکتا ہے کہ وہ کیسی ہے اب اگر وہ صرف اِسی قدر جاننے پر اُس کی تعظیم کرے تو اُس کو نجات حاصل ہوجائے۔ ایں راہ۔ دل کی بصیرت دل کی زندگی سے حاصل ہوسکتی ہے۔

۵۲ از بلالؓ حضرت ہلالؓ حضرت بلالؓ سے مجاہدوں اور سلوک میں بڑھے ہوئے تھے۔ اے مخاطب۔ اُن کی عادت تیری طرح نہ تھی کہ تو ہر دم اور پستی کی طرف جارہا ہے اپنے موتی پن کو پتھر بنا رہا ہے۔

۵۳ ہمچناں۔ انسان کا اپنے آگے سے پیچھے ہٹتے چلے جانے پر قصہ سنایا ہے، مہمان نے اپنی عمر اٹھارہ سال سے گھٹاتے گھٹاتے دس سال تک پہنچائی تھی۔ باز میرو۔ یعنی یہ کہہ دے کہ میں ابھی پیدا ہی نہیں ہوا ہوں بھی سخن۔ اس میں بھی گھر سے کے پیچھے چلنے کا قصہ ہے۔

آں یکے اسپے طلب کرد از امیر — **گفت رَو آں اسپِ اشہب[1] را بگیر**

ایک شخص نے سردار سے ایک گھوڑا مانگا — اُس نے کہا، جا وہ سفید گھوڑا پکڑ لے

گفت آں را من نخواہم گفت چوں — **گفت اُو واپس رَوست و بس حرُوں**

اُس نے کہا وہ میں نہیں چاہتا اُس نے کہا کیوں؟ — اُس نے کہا وہ ہٹی ہے اور بہت سرکش ہے

سخت پس پس میرود اُو سوئے بُن — **گفت دمش را بسُوئے خانہ کُن**

وہ دُم کی جانب بہت ہی پیچھے کو ہٹتا ہے — اُس نے کہا، اُس کی دُم گھر کی جانب کرے

دُمِ ایں استورِ نفست شہوتست — **زاں سبب پس پس رود آں خود پرست**

تیرے اِس جانور نفس کی دُم شہوت ہے — اِسی لئے وہ خود پرست ہٹتا چلا جاتا ہے

شہوتِ اُو را کہ دم آمد ز بُن — **اے مُبدّل شہوتِ عقبیش کُن**

اُس کی شہوت کو جو اصل میں دُم ہے — اے (مخاطب)، اُسکو آخرت کی شہوت میں تبدیل کردے

چوں[2] بہ بندی شہوتش را از رغیف — **سر کند آں شہوت از عقلِ شریف**

جب تو روٹی کی جانب سے اُسکی شہوت کو بند کر دیگا — وہ شہوت، شریف عقل میں سر اُبھارے گی

ہمچو شاخے کش ببری از درخت — **سر کند قوت ز شاخ اے نیکبخت**

اُس شاخ کی طرح جسے تو درخت سے کاٹ دے — اے نیکبخت! (دوسری) شاخ سے قوت اُبھرتی ہے

چونکہ کردی دُمِ اُو را آں طرف — **گر رود پس پس رود تا مکتنف**

جب تونے اُس کی دُم اُس جانب کردی — اگر وہ پیچھے کو ہٹتا چلا جائیگا محفوظ جگہ پہنچ جائے گا

حبذا[3] اسپانِ رامِ پیش رَو — **نے سپس رَو نے حرونی را گرو**

قابلِ مبارکباد ہیں، آگے بڑھنے والے، مطیع گھوڑے — نہ پیچھے ہٹنے والے ہیں، نہ سرکشی کے عادی ہیں

گرم رَو چوں جسمِ موسیٰؑ کلیم — **تا بحرینش چو پہنائے گلیم**

حضرت، موسیٰ کلیم (اللہ) کے جسم کی طرح تیز رفتار ہیں — (مجمع) البحرین تک جہاں کیلئے کملی کی چوڑائی کی طرح تھا

ہست ہفصد سالہ راہِ آں حقب — **کہ بکرد اُو عزم در سیرانِ حُب**

وہ حُقب سات سو سالہ راستہ ہے — سفرِ عشق میں جس کا اُنھوں نے عزم کیا

ہمتِ سیرِ تنش چوں ایں بود — **سیرِ جانش تا بہ علیین بود**

جب اُن کے جسم کی سیر کی یہ ہمت تھی — اُن کی روح کی سیر علیین تک ہوگی

مقام پر نہ پہنچ جاؤں اپنے ارادے سے باز نہ آؤں گا اِسی طرح سالہا سال چلتا رہوں گا۔ حُقب۔ اسّی سال کا زمانہ دراز۔ ہمت۔ جبکہ اُن کی جسمانی ہمت کی سیر یہ تھی کہ سات سو سال کی مسافت طے کر ڈالی تو روح کی سیر و معالہ جنت کے اعلیٰ مقام تک ہوگی۔

[1] اشہب۔ کالے رنگ کا گھوڑا جس پر سفیدی غالب ہو۔ واپس رَو۔ یعنی وہ گھوڑا آگے کو چلنے کی بجائے پیچھے کو ہٹتا ہے۔ حرون۔ سرکش۔ بُن یعنی دُم گفت۔ اُس سردار نے کہا تو اُس کی دم گھر کی جانب کردے اگر وہ پیچھے ہٹے گا تو تو اپنی منزل پر پہنچ جائیگا حرم۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ تیرا نفس تو بمنزلہ گھوڑے کے ہے اور یہ بھی ہٹی گھوڑا ہے اور اُس کی دُم شہوت ہے تو اُس کی شہوت کا رُخ دنیا سے موڑ کر عقبیٰ کی طرف کردے منزل پر پہنچ جائے گا۔ بُن یعنی اصل۔

[2] چوں۔ جب تو شہوت کا رُخ دنیاوی لذتوں کی طرف سے موڑ دیگا تو پھر وہ شہوت عقل کے راستے سے اُبھرے گی اُس کی مثال یہ ہے کہ درخت کی جب ایک شاخ کاٹ دی جاتی ہے تو اُس کی قوت دوسری شاخ میں نمودار ہو جاتی ہے۔ چونکہ۔ جب تو نفس کی دُم یعنی شہوت کو آخرت کی جانب کردیگا تو وہ پیچھے ہٹتے ہٹتے محفوظ مقام پر پہنچ جائیگا۔

[3] حبذا۔ وہ لوگ قابلِ مبارکباد ہیں جن کے نفوس تیزی سے اعلیٰ مراتب طے کرتے چلے جاتے ہیں۔ گرم رَو۔ حضرت موسیٰؑ نے حضرت خضرؑ کی ملاقات کے سلسلہ میں فرمایا تھا لَآ اَبْرَحُ حَتّٰٓی اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَیْنِ اَوْ اَمْضِیَ حُقُبًا، یعنی جب تک میں دونوں دریاؤں کے ملنے کے

شہسواراں در سباقت[۵۱] تاختند　　خربطاں در پایگہ انداختند

شہسوار گھوڑدوڑ میں دوڑ پڑے　　احمقوں نے معمولی جگہ (ڈیرے) ڈال دیئے

حکایت ہم در تقریرِ ایں معنیٰ

اسی معنیٰ کے اثبات میں حکایت

آنچناں کہ کاروانے می رسید　　در دہے آمد درے را باز دید

جیسا کہ ایک قافلہ آرہا تھا　　ایک گاؤں میں آیا ایک دروازہ کھلا دیکھا

آں یکے گفت اندریں بردُ العجوز　　بار بنداز یم اینجا چند روز

ایک شخص نے کہا اس سخت سردی میں　　چند روز اسی جگہ سامان ڈال دیں

بانگ آمد نے بینداز از بروں　　وانگہانے اندر آ تو اندروں

آواز آئی نہیں، باہر ڈال دے　　تب تو اندر آ

ہم بروں[۵۲] افگن ہر آنچہ افگندنی ست　　در میا با آں کہ ایں مجلس سَنی ست

تو بھی ہر اس چیز کو پھینک دے جو پھینکنے کی ہے　　اس کو لے کر اندر نہ آ، کیونکہ یہ مجلس بلند ہے

رجوع بقصۂ ہلال رضی اللہ عنہ

ہلال رضی اللہ عنہ کے قصّہ کی جانب رجوع

بُد ہلالؓ اُستادِ دل جاں روشنے　　سائس و بندہ امیرِ مؤمنے

ہلال کا دل استاد تھا اور روح نورانی تھی　　ایک مسلمان سردار کے سائیس اور غلام (تھے)

سائسی کردے در آخر آں غلام　　لیک سلطانِ سلاطین، بندہ نام

وہ غلام اصطبل میں سائیسی کرتے تھے　　لیکن شاہوں کے شاہ تھے اور نام کے غلام تھے

سائسِ اسپان و نفسِ خویش ہم　　از فراواں کس شدہ در پیش ہم

وہ گھوڑوں کے سائیس تھے اور اپنے نفس کے بھی　　بہت سے لوگوں سے آگے بھی بڑھے ہوئے تھے

آں امیر از حالِ بندہ بے خبر　　کہ نبودش جز بلیسانہ[۵۳] نظر

وہ امیر غلام کی حالت سے لاعلم تھا　　کیونکہ اس کی نظر محض شیطانی تھی

آب و گِل میدید در وے گنج نے　　پنج و شش میدید و اصلِ پنج نے

وہ پانی اور مٹی دیکھتا تھا اور انہیں خزانہ نہ دیکھتا تھا　　پانچ اور چھ کو دیکھتا تھا اور پانچ کی اصل کو نہیں

رنگِ طیں پیدا و نورِ دیں نہاں　　ہر پیمبر ایں چنیں بُد در جہاں

مٹی کا رنگ ظاہر ہے اور دین کا نور چھپا ہوا ہے　　دنیا میں ہر پیغمبر اسی طرح ہوا ہے

---

۵۱ سباقت۔ گھوڑ دوڑ۔ خربطاں۔ احمق لوگ۔ در بمعنی اُس گاؤں کی چہار دیواری کا دروازہ۔ بردُ العجوز۔ سردی کے چلّہ میں سات دن سخت جاڑے کے ہوتے ہیں ان کو بردُ العجوز کہا جاتا ہے۔ بانگ۔ گاؤں کے اندر سے آواز آئی کہ سامان گاؤں کے باہر ڈال کر اندر آ سکتے ہو۔ ظاہر ہے جن لوگوں کو مال کی محبت ہوگی وہ سامان چھوڑ کر گاؤں کے اندر آرام کی جگہ نہ جا سکے ہوں گے۔

۵۲ ہم بروں۔ مولانا فرماتے ہیں کہ مقامِ قرب بھی ایک بلند مجلس ہے اُنہیں بھی سامان باہر پھینک کر پہنچا جا سکتا ہے۔ بُد ہلال۔ اب پھر حضرت ہلالؓ کا قصہ شروع کیا ہے وہ دل کے اُستاد تھے یعنی اُن کا دل طریقِ سلوک کا اُستاد تھا اور روح روشن تھی۔ سائسی۔ وہ ہلالؓ اُس سردار کی غلامی کرتے تھے اور اُس کے اصطبل میں سائیس تھے نام کے غلام تھے لیکن حقیقتاً شاہ تھے۔ نفس۔ وہ جس طرح گھوڑے کے سائیس تھے اپنے نفس کے بھی مصلح تھے اسی لئے اُن کا رتبہ بہت سے انسانوں سے بڑھا ہوا تھا۔

۵۳ بلیسانہ۔ جس طرح شیطان نے حضرت آدمؑ کے صرف ظاہر کو دیکھا اسی طرح اُس سردار کی نظر بھی صرف حضرت ہلالؓ کے ظاہر پر تھی۔ پنج و شش۔ یعنی پانچ حواس اور چھ جہتیں یعنی جسمانی احوال کو دیکھتا تھا اور جو اِن پانچ حواس کی اصل یعنی روح ہے اُسکو نہ دیکھتا تھا۔ رنگ۔ جسمانی احوال تو ظاہر ہوتے ہیں لیکن دین کا نور پوشیدہ ہوتا ہے اسی لئے ظاہر بینوں نے ہر نبی کیساتھ یہی معاملہ کیا کہ ظاہر کو دیکھا انکے باطن پر نظر نہ کی۔

آں ۱؎ منارہ دید و بر وے مُرغ نے … بر منارہ شاہبازِ پُر فنے

اُس نے منارہ دیکھا اور اُس پر کا پرند نہیں … منارے پر ہنرمند شاہباز ہے

واں دوم میدید مُرغِ پَرزنے … لیک مُوی اندر دہانِ مُرغ نے

دوسرا پھڑپھڑانے والے پرند کو دیکھتا تھا … لیکن پرند کے مُنہ کے اندر کے بال کو نہیں

وانکہ اُو ینظر بنورِ اللہ بُوَد … ہم ز مُرغ و ہم زمُو آگہ بُوَد

وہ شخص جو اللہ کے نور سے دیکھتا ہے" ہو … وہ پرند سے بھی اور بال سے بھی آگاہ ہوتا ہے

گفت ۲؎ آخر چشم سُوی مُوی نہ … تا نہ بینی مُو نہ بکشاید گرہ

اُس نے کہا، آخر بال کی طرف نظر کر … جب تک تو بال کو نہ دیکھے گا گرہ نہ کھلے گی

آں یکے گل دید نقشیں در وَحَل … واں دگر دل دید پُر علم و عَمَل

ایک شخص نے کیچڑ میں منقش مٹی دیکھی … دوسرے نے علم اور عمل سے بھرپور دل دیکھا

تن منارہ علم و طاعت ہمچو مُرغ … خواہ سی صد مُرغ گیر و یا دو مُرغ

جسم منارہ ہے، علم اور عمل پرند کی طرح ہیں … خواہ تین سو پرند فرض کرلے یا دو پرند

مردِ اوسط مُرغ بین ست اُو و بس … غیرِ مُرغے می نہ بیند پیش و پس

اوسط (درجہ) کا انسان وہ فقط پرند دیکھنے والا ہو … پرند کے سوا آگے اور پیچھے نہیں دیکھتا ہے

مُوی آں نوریست پنہاں آنِ مُرغ … کہ بداں پایندہ باشد جانِ مُرغ

بال پرند کی چھپی صفت، نور ہے … جس سے پرند کی روح پائیدار رہتی ہے

مُرغ ۳؎ کاں مُوئیست در منقارِ اُو … ہیچ عاریت نباشد کارِ اُو

وہ پرند جس کی چونچ میں بال ہے … اُس کا عمل کبھی عارضی نہیں ہوتا ہے

علمِ اُو از جانِ اُو جوشد مدام … پیشِ اُو نے مُستعار آمد نہ وام

اُس کا علم ہمیشہ اُس کی روح سے جوش مارتا ہے … وہ اُس کے پاس نہ مانگا ہوا ہے، نہ قرض

رنجور شدنِ ہلال رضی اللہ عنہ و بے خبریِ خواجۂ اُو از رنجوریِ

ہلال رضی اللہ عنہ کا بیمار ہوجانا اور اُن کے آقا کی حقارت اور پہچان نہ

اُو از تحقیر و ناشناخت، و واقف شُدنِ دلِ مُصطفےٰ صلّی اللہ

ہونے سے اُن کی بیماری سے لاعلمی اور مُصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

علیہ و علیٰ آلہ وسلّم از رنجوری و حالِ اُو و افتقاد و عیادتِ رسول

کے دل کا اُن کی بیماری اور حالت سے واقف ہوجانا اور رسول صلی اللہ

۱؎ آں منارہ۔ حقیقت تک پہنچنے میں انسانوں کی جو قسمیں ہیں اس کو اس طرح سمجھایا ہے کہ ایک منارہ ہے اُس پر ایک پرندہ ہے اُس پرند کے مُنہ میں ایک بال ہے جو اُس پرند کے لئے مدارِ حیات ہے کچھ لوگ تو ایسے ہیں کہ اُن کی نگاہ صرف منارے پر پڑتی ہے کچھ ایسے ہیں جو منارے کے ساتھ پرند کو بھی دیکھتے ہیں کچھ ایسے ہیں جو منارے اور پرند اور اُس کے مُنہ کے اندر کے بال کو بھی دیکھتے ہیں۔

۲؎ گفت۔ انسان کے جسم کی مثال تو منارہ کی سی ہے اور علم و عبادت پرند کی طرح ہے اور انسان کے نورِ باطن کی مثال اُس بال کی سی ہے جو پرند کے مُنہ میں ہے۔ وَحَل۔ کیچڑ۔ سی صد۔ علم و عمل کی جزئیات۔ دو مرغ۔ یعنی علم و عمل۔ مردِ اوسط۔ اوسط درجہ کا وہ شخص ہے کہ جو جسم کے ساتھ انسان کے علم و عمل کو بھی دیکھتا ہے۔

۳؎ مرغ۔ تیسرا وہ شخص ہے جس کی نظر انسان کے نورِ باطنی پر بھی پڑتی ہے۔ کارِ او۔ یعنی اُس کا علم و عمل عارضی نہیں ہے کہ کسی سے مانگا ہوا یا قرض لیا ہوا ہو۔ رنجور۔ ایک بار حضرت ہلالؓ بیمار ہوگئے اُن کے آقا کو علم نہ ہوا آنحضورؐ اُن کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ اِفتقاد۔ دلجوئی۔

صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ہلال را رضی اللہ تعالیٰ عنہ

علیہ وسلم کی ہلال رضی اللہ عنہ کی دل جوئی اور مزاج پرسی

۵۱ از قضا رنجور و ناخوش شد ہلال رض — مصطفیٰ را وحی شد غماز حال
تقدیر سے ہلال رض بیمار اور علیل ہوگئے — مصطفیٰ م کے لئے وحی، حال کی مخبر بن گئی

بُد ز رنجوریش خواجہ بے خبر — کہ بر او بُد کساد و بے خطر
آقا اُن کی بیماری سے بے علم تھا — کیونکہ وہ اُس کے نزدیک کھوٹے اور معمولی تھے

خفتہ نُہ روز اندر آخُر محسنے — ہیچ کس از حالِ اُو آگاہ نے
ایک نکوکار نو دن سے اصطبل میں پڑا تھا — اُس کی حالت سے کوئی شخص واقف نہ تھا

۵۲ آنکہ کس بُود و شہنشاہ کساں — عقل چوں صد قلزمش ہر جا رساں
وہ جو کہ انسان اور انسانوں کا شہنشاہ تھا — اُنکی تو سمندروں جیسی عقل ہر جگہ پہنچنے والی تھی

وحیش آمد رحم حق غمخوار شُد — کہ فلاں مشتاقِ تو بیمار شُد
اُن کو وحی آئی، اللہ (تعالیٰ) کی رحمت غمخوار بنی — کہ آپ کا فلاں عاشق بیمار ہوگیا ہے

مصطفیٰ م بہرِ ہلالِ رض با شرف — رفت از بہرِ عیادت آں طرف
مصطفیٰ م صاحبِ شرف بلال رض کے لئے — اُس جانب مزاج پرسی کے لئے گئے

۵۳ در پئے خورشیدِ وحی آں مہ دواں — واں صحابہ رض در پیش چوں اختراں
وحی کے سورج کے پیچھے وہ چاند چلا جارہا تھا — اور صحابہ رض اُن کے پیچھے ستاروں کی طرح (تھے)

ماہ می گوید کہ اصحابی نجوم — للسُّری قُدوہ وللطاغی رُجوم
چاند فرماتا ہے، کہ میرے صحابہ رض ستارے ہیں — رات کے چلنے کے لئے پیشرو اور سرکش کیلئے رجوم ہیں

میر را گفتند کاں سلطاں رسید — اُو ز شادی بیدل و جاں بر جہید
لوگوں نے سردار سے کہا، شاہ تشریف لے آئے — وہ خوشی سے بے اختیار اُچھل پڑا

بر گمانِ آں شادی زد دو دست — کاں شہنشہ بہرِ آں میر آمد است
اس خیال سے وہ دونوں ہاتھ بجانے لگا — کہ وہ شہنشاہ اُس سردار کی وجہ سے آئے ہیں

چوں فرود آمد ز غرفہ آں امیر — جاں ہمی افشاند پا مُزدِ بشیر
جب وہ سردار بالاخانے سے نیچے اُترا — خوشخبری دینے والے کے انعام میں جان چھڑکتا تھا

پس زمیں بوس و سلام آورد اُو — کرد رُخ را از طرب چوں ورد اُو
پھر وہ زمین بوسی اور سلام بجا لایا — اُس نے خوشی سے چہرہ گلاب کی طرح کرلیا

۵۱ از قضا۔ تقدیر سے حضرت بلال رض بیمار ہوئے آنحضور م کو وحی کے ذریعہ اُن کی بیماری کا پتہ چلا۔ غماز۔ اشارہ کرنے والا۔ کہ۔ چونکہ آقا کے نزدیک اُنکی کوئی قدر و منزلت نہ تھی وہ اُنکی بیماری سے لاعلم رہا اور نو روز تک وہ تنہا اصطبل میں پڑے رہے۔

۵۲ آنکہ۔ حضرت بلال رض کی بیماری کا حال باوجود آنحضور م کی عقل کے کمال کے وحی کے ذریعے معلوم ہوسکا اسلئے کہ اُن کی بیماری عقلی نہ تھی، منقولات کا علم وحی کے ذریعہ ہی ہوسکتا ہے جب آنحضور م کو اُن کی بیماری کا علم ہوا تو عیادت کے لئے اُن کے پاس تشریف لے گئے۔

۵۳ در پئے۔ آنحضور م خورشید وحی کی روشنی میں چلے جارہے تھے اور صحابہ ستاروں کی طرح آپ کے ساتھ تھے آنحضور م نے فرمایا ہے اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّھِمْ اِقْتَدَیْتُمْ اِھْتَدَیْتُمْ میرے صحابہ رض ستاروں کی طرح ہیں تم جس کی پیروی کروگے ہدایت پا جاؤ گے۔ السُّرٰی۔ رات کو چلنا۔ قدوہ۔ پیشرو۔ طاغی۔ سرکش۔ رُجوم۔ رُجم کی جمع ہے وہ چیز جو پھینک کر ماری جائے۔ میر۔ آنحضور م کی آمد کی سردار کو اطلاع دی تو وہ خوشی سے بے قابو ہوگیا۔ جو۔ جب خوشخبری دینے والے نے اُس سردار کو آنحضور م کی آمد کی اطلاع دی تو بالاخانہ سے نیچے اتر کر آیا اور خوشخبری دینے والے پر قربان ہونے لگا۔ پس۔ اُسنے نیچے اتر کر آنحضور م کی قدم بوسی کی اور سلام کیا۔ طرب۔

گفت بسم اللہ مشرف کن وطن(۱) — تاکہ فردوسے شود ایں انجمن
اس نے عرض کیا بسم اللہ سے گھر کو مشرف کر دیجئے — تاکہ یہ مجلس جنت بن جائے

تا فزاید قصرِ من بر آسماں — کہ بدیدم قطبِ دورانِ زماں
تاکہ میرا محل، آسمان سے بڑھ جائے — کہ میں نے زمانے کا قطب دیکھا ہے

گفتش از بہرِ عتاب آں محترم — من برائے دیدنِ تو نامدم
اُن محترم نے ناراضی سے فرمایا — میں تیرے دیکھنے کے لئے نہیں آیا ہوں

گفت روحم آنِ تو خود روح چیست — ہیں بفرما کیں تجشم بہرِ کیست
اُسنے عرض کیا میری جان آپ کی ملکیت ہے، جان ہی کیا؟ — ہاں فرمایئے، کہ یہ تکلیف فرمائی کس کے لئے ہے؟

تا شوم من خاکِ پائے آں کسے — کہ بباغِ لطفِ تستش مغرسے
تاکہ میں اُس شخص کے پیروں کی خاک بن جاؤں — کیونکہ آپ کی مہربانی کے باغ میں اُس کی جگہ ہے

چوں چنیں گفت اُو و نخوت را براند — مصطفےٰؐ ترکِ عتاب اُو بخواند
جب اُس نے یہ کہا اور تکبر کو دُور کر دیا — مصطفےٰؐ نے اُس پر ناراضی ترک فرمادی

پس(۲) بگفتش کاں ہلالِ عرش کو — ہمچو مہتاب از تواضع فرش کو
پھر اُس سے کہا کہ وہ عرش کا چاند کہاں ہے؟ — تواضع کی وجہ سے چاندنی جیسا وہ فرش کہاں ہے؟

آں شہے در بندگی پنہاں شدہ — بہرِ جاسوسی بدُنیا آمدہ
وہ بادشاہ ہے، غلامی میں چھپا ہوا ہے — جاسوسی کے لئے دنیا میں آیا ہوا ہے

تو مگو کاں بندہ و آخرچیِ ماست — ایں بدانکہ گنج در ویرانہاست
تو نہ کہہ وہ ہمارا غلام اور سائیس ہے — یہ سمجھ لے ویرانوں میں خزانہ ہے

اے عجب(۳) چونست از سقم آں ہلالؓ — کہ ہزاراں بدر ہستش پائمال
تعجب ہے، بیماری کی وجہ سے وہ چاند کیسا ہے؟ — کہ جس سے ہزاروں چودھویں کے چاند پائمال ہیں

گفت از رنجش مرا آگاہ نیست — لیک روزے چند بر درگاہ نیست
اُس نے عرض کیا اُس کی بیماری کا مجھے علم نہیں ہے — لیکن چند روز سے ڈیوڑھی پر نہیں ہے

صحبتِ اُو با ستور و اشترست — سائس ست و منزلش آں آخرست
اُس کی صحبت جانوروں اور اونٹ کے ساتھ ہے — وہ سائیس ہے اور اُس کی قیامگاہ اصطبل ہے

در آمدنِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم از بہرِ عیادت

ہلال رضی اللہ عنہ کی مزاج پرسی کے لئے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا اُس سردار

۱ وطن - یعنی مکان - تا فزاید - وہ میرا محل اپنی آسمان پر فوقیت کی وجہ زبانِ حال سے بتائیگا کہ میں نے آج اُس ذات کو دیکھا ہے جو کائنات کے وجود کا مدار ہے - گفتش - آنحضورؐ نے عتاب اس وجہ سے فرمایا کہ وہ آمد کی اصل وجہ معلوم کرے تو اُسکو حضرت بلال رضؓ کی بیماری کا علم ہو جائے - تجشّم - تکلیف اُٹھانا - مغرس - پودے کا تھاؤلا - نخوت - تکبر -

۲ پس - حضرت بلالؓ مرتبہ کی بلندی کی وجہ سے عرش کے چاند ہیں اور فروتنی کی وجہ سے فرش ہیں - آں شہے - (شعر)

بدل کر فقیروں کا ہم بھیس غالبؔ
تماشائے اہلِ کرم دیکھتے ہیں

آخرچی - اصطبل کا نگراں، سائیس -

۳ اے عجب - عرفی چاند بیمار ہو کر ہلال بن جاتا ہے لیکن اس بلال کی بیماری قابلِ تعجب ہے جس پر چودھویں کے چاند قربان ہیں - گفت - اُس سردار نے کہا کہ حضرت بلال رضؓ کی بیماری کا تو مجھے علم نہیں ہے لیکن چند روز سے وہ مجھے نظر نہیں آئے - در آمدن - یہ سُن کر کہ حضرت بلال رضؓ اصطبل میں ہیں آنحضورؐ وہاں تشریف لے گئے اور اُن کی دلجوئی کی -

هلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ در ستور[1] گاہِ آں امیر و نواختنِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہٖ وسلم هلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ را

هلال رضی اللہ عنہ کے اصطبل میں جانا اور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا هلال رضی اللہ عنہ کو نوازنا

رفت پیغمبر برغبت بہرِ اُو — اندر آخر آمد و اندر جستجو
پیغمبر خوشی سے اُن کیلئے روانہ ہوئے — تلاش میں اصطبل کے اندر آئے

بُود آخر مظلم و زشت و پلید — و ایں ہمہ برخاست چوں اُلفت رسید
اصطبل تاریک اور خراب اور ناپاک تھا — جب محبت پہنچی، یہ سب رفع ہوگئے

بُوی پیغمبر ببُرد آں شیرِ نر — ہمچنانکہ بُوی یوسفؑ را پدر
اُس نر شیر نے پیغمبرؐ کی خوشبو محسوس کی — جیسے کہ (حضرت) یوسفؑ کی خوشبو باپ نے

موجبِ ایماں نباشد معجزات[2] — بُوی جنسیت کند جذبِ صفات
معجزے، ایمان کا سبب نہیں ہوتے ہیں — جنسیت کی خوشبو صفات کو جذب کرتی ہے

معجزات از بہرِ قہرِ دشمن ست — بُوی جنسیت پئے دل بُردن ست
معجزے دشمن کو مغلوب کرنے کے لئے ہیں — جنسیت کی خوشبو دل اُچکنے کے لئے ہے

قہر گردد دشمن اَمّا دوست نے — دوست کے گردد بہ بستہ گردنے
دشمن مغلوب ہوجاتا ہے لیکن دوست نہیں بنتا ہے — گردن بندھا ہوا دوست کب ہو سکتا ہے؟

اندر آمد اُو ز خواب از بُوی اُو — گفت سرگیں دانِ درون زینگونہ بُو
اُن کی خوشبو سے وہ نیند سے بیدار ہوگئے — سوچا، گوبر خانہ اور پھر اس میں اس طرح کی خوشبو؟

از میانِ پای استوراں[3] بدید — دامنِ پاکِ رسولؐ بے ندید
جانوروں کے پاؤں کے درمیان سے دیکھا — بے نظیر رسولؐ پاک کا دامن

پس ز کنجِ آخر آمد غژ غژاں — رُوی بر پایش نہاد آں پہلواں
وہ کھسکتے ہوئے اصطبل کے گوشہ سے آئے — اُس پہلوان نے آپ کے پاؤں پر چہرہ رکھدیا

پس پیمبرؐ رُوی بر رُویش نہاد — بر سر و بر چشم و رُویش بوسہ داد
پھر پیغمبرؐ نے اُن کے چہرے پر چہرہ رکھ دیا — اُن کے سر اور آنکھوں اور چہرے کو چوما

گفت یارا تا چہ پنہاں گوہری — اے غریبِ عرش چونی خوشتری
فرمایا اے دوست! تو کس قدر چھپا ہوا موتی ہے؟ — اے عرش کے مسافر! تو کیسا ہے؟ اچھا ہے؟

---

[1] ستورگاہ۔ اصطبل۔ بہرِ اُو یعنی حضرت ہلال رضؓ سے ملاقات کیلئے۔ آخر۔ اصطبل میں اندھیرا اور گندگی تھی لیکن آنحضورؐ کے انوار سب پر غالب آگئے۔ بُوی۔ حضرت ہلال رضؓ نے آنحضورؐ کی خوشبو کو اسی طرح محسوس کرلیا جس طرح حضرت یعقوبؑ نے حضرت یوسفؑ کی خوشبو محسوس کی تھی۔

[2] تو جب۔ ایمان لانے کے لئے معجزے مؤثر تر سبب نہیں ہیں بلکہ ایمان لانے والا اگر نبی کا ہم جنس ہے تو وہ نبی کی صفات کو جذب کرتا ہے تو ایمان کا قریبی سبب جنسیت کی بُو ہے۔ معجزات۔ نبی کے معجزوں سے صرف دشمن عاجز ہوجاتا ہے لیکن اُس کا ایمان لانا لازمی نہیں ہے۔ قہر۔ جو عاجز اور مغلوب ہو اُس کے دل میں دوستی پیدا نہیں ہوتی ہے۔ آندر۔ آنحضورؐ کی خوشبو پاکر حضرت ہلال رضؓ جاگ گئے۔

[3] از میاں۔ حضرت ہلال رضؓ کو جو پاؤں کے پاؤں میں سے آنحضورؐ کے دامن کی جھلک نظر آئی تو کھسکتے ہوئے آنحضورؐ کی طرف بڑھے اور قدم بوسی کے لئے پاؤں پر مُنھ رکھ دیا.... پس پیمبرؐ۔ آنحضورؐ نے اُن کے مُنھ کے پاس سے پاؤں ہٹا کر محبت میں اپنا مُنھ اُن کے مُنھ پر رکھ دیا اور سر و چشم کا بوسہ لیا۔ اے غریب۔ آنحضورؐ نے حضرت ہلال رضؓ سے فرمایا تو عرشی ہے اور دنیا میں مسافر ہے تیری کیسی طبیعت ہے۔

گفت[۵۱] چوں باشد خود آں شوریدہ خواب | کہ درآید در دہانش آفتاب
عرض کیا اُس پریشان خواب والے کا کیا حال ہوگا؟ | جس کے منہ میں دھوپ آجائے

چوں بود آں تشنہ کو گل خورد | آب بر سر بنہدش خوش می برد
اُس پیاسے کا کیا حال ہوگا؟ کہ مٹی چرے | پانی اُس کو سر پر رکھ لے، اچھی طرح لے جائے

در[۵۲] بیان آنکہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم شنید کہ عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام بر روی آب رفت فرمود کہ لو ازداد یقینہ لمشی علی الھواء

اِس کا بیان کہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے سُنا کہ عیسیٰ ہمارے نبی پر اور اُن پر درود و سلام ہو پانی پر چلتے تھے فرمایا کہ اگر اُن کا یقین بڑھ جاتا تو یقیناً ہوا پر چلتے

ہمچو[۵۳] عیسیٰؑ بر سرش گیرد فرات | کایمنی از غرقہ در آبِ حیات
(حضرت) عیسیٰؑ کی طرح فرات انکو سر پر اٹھا لیتی ہے | کہ تو آبِ حیات میں (ہونے کی وجہ سے) ڈوبنے سے محفوظ ہے

گوید احمدؐ گر یقینش افزوں بدے | خود ہوایش مرکب و ہاموں شدے
احمدؐ فرماتے ہیں، اگر اُن کا یقین بڑھا ہوا ہوتا | خود ہوا اُن کے لئے سواری اور جنگل ہوتی

ہمچو من کہ بر ہوا راکب شدم | در شبِ معراج مستصحب شدم
میری طرح کہ میں ہوا پر سوار ہوا | معراج کی رات میں اور صحبت حاصل کرنے والا بنا

گفت چوں باشد سگے کورِ پلید | جست او از خوابِ و خود را شیر دید
(بلال رضی اللہ عنہ نے) عرض کیا اُس اندھے ناپاک کتے کا کیا حال | جو نیند سے اُٹھا اور اُس نے اپنے آپ کو شیر دیکھا

نے چناں شیرے کہ کس تیرش زند | بل ز ہیبتش تیغ و پیکاں بشکند
ایسا شیر نہیں کہ کوئی اُس پر تیر چلائے | بلکہ اُس کے خوف سے تلوار اور تیر ٹوٹ جائے

کور بر اشکم روندہ ہمچو مار | چشمہا بکشادہ در باغ و بہار
اندھا جو سانپ کی طرح پیٹ کے بل چلنے والا ہو | باغ اور بہار میں آنکھیں کھول دے

حوادثِ یومیہ میں اگر انسان ایک پہلو پر ایسا یقین جما لیتا ہے کہ دوسرے پہلو کا احتمال بھی اسکے ذہن میں نہ ہو تو عادت اللہ یہ ہے کہ اسکے یقین کے مطابق وقوع عمل میں آجاتا ہے لیکن یہ چیز نہ کمالِ نبوت سے متعلق ہے نہ کمالِ ولایت سے۔ فرات بطلقاً دریا۔ ہاموں جنگل ——— ۵۳ ہمچو۔ آنحضورؐ شبِ معراج میں براق پر سوار تھے اور براق ہوا پر چل رہا تھا۔ مستصحب صحبت رکھنے والا آنحضورؐ کو ملائکہ اور حضرت حق تعالیٰ کی صحبت میسر آئی۔ گفت۔ حضرت بلال رضؓ نے اپنے لئے تیسری مثال بیان کی یعنی میں پہلے بمنزلہ کتے کے تھا آنحضورؐ کی زیارت سے شیر ہو گیا۔ کور۔ یہ حضرت بلال رضؓ نے اپنی چوتھی مثال بیان کی کہ میں پہلے اندھا اور سانپ کی طرح پیٹ کے بل زمین پر رینگنے والا تھا اب آنکھ کھلی تو باغ و بہار میں ہوں۔

۵۱ گفت۔ حضرت بلالؓ نے عرض کیا میں تو اس وقت ایسا خوش ہوں جیسا کہ وہ شخص جس کی نیند رات میں اُچٹ گئی ہو اور وہ سورج کے طلوع کرنے کا منتظر ہو اور اچانک اُس کے مُنہ پر دُھوپ پھیل جائے یا وہ پیاسا کہ پیاس کی شدت سے کیچڑ چوس رہا ہو اور اچانک پانی کا اس قدر سیلاب آجائے کہ وہ اُس میں تیرنے لگے
۵۲ دربیان۔ آنحضورؐ نے یہ سُنا کہ حضرت عیسیٰؑ پانی پر چلتے تھے تو آپ نے فرمایا اگر اُن کا یقین بڑھ جاتا تو ہوا پر چلتے۔ یہ حدیث احیاء العلوم کی تخریج زبیدی میں منقول ہے محدث عراقی نے فرمایا کہ یہ حدیث منکر ہے اس کے راوی غیر ثقہ ہیں صحیح حدیث یہ ہے کہ حواریین نے حضرت عیسیٰؑ سے عرض کیا کہ آپ پانی پر کس طرح چلتے ہیں انھوں نے فرمایا ایمان اور یقین کے ذریعہ تو حواریین نے کہا کہ ایمان اور یقین تو ہمیں بھی حاصل ہے حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا تو تم بھی پانی پر چلو جب وہ چلے تو ڈوبنے لگے حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا یہ کیا ہوا تو انھوں نے کہا کہ جب موج آئی تو ہم ڈرے حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا کہ تم موج سے ڈرے موج کے رب سے کیوں نہ ڈرے اور پھر اُن کو پانی میں سے نکالا۔ یقین سے یہاں توکل علی اللہ کا مرتبہ مراد ہے ایمانی کیفیت مراد نہیں ہے

چون۱ بُود آں چوں کہ از چونی رہید ۔۔۔ در حیاتستانِ بیچونی رسید

وہ چوں کیسا ہوگا جو چونی سے نجات پاگیا؟ ۔۔۔ (اور) بے چونی کی حیات گاہ میں پہنچ گیا ہو

گشت چونی بخش اندر لامکاں ۔۔۔ گردِ خوانش جملہ شیراں چوں سگاں ۹

وہ لامکاں میں چونی بخشنے والا بن گیا ۔۔۔ اسکے دسترخوان کے چاروں طرف تمام شیر کتّوں کی طرح ہوں

اُو ز بیچونی دہد شاں استخواں ۔۔۔ در جنابت تن زن ایں سورہ مخواں

وہ بے چونی سے اُن کو ہڈی دیتا ہے ۔۔۔ تو جنابت کی حالت میں خاموش رہ، یہ سورت پڑھ

تا ز چونی غسل ناری تو تمام ۔۔۔ تو بریں مُصحف مَنِہ کف اے غلام

تو جب تک چونی سے مکمل غسل نہ کرے ۔۔۔ اے لڑکے! تو اِس قرآن پر ہاتھ نہ رکھ

گر۲ پلیدم ور نظیفم اے شہاں ۔۔۔ ایں نخوانم پس چہ خوانم در جہاں

اے شاہو! خواہ میں ناپاک ہوں یا پاک ہوں ۔۔۔ دنیا میں یہ نہ پڑھوں تو پھر کیا پڑھوں؟

تو مرا گوئی کہ از بہرِ ثواب ۔۔۔ غسل ناکردہ مرو در حوضِ آب

آپ مجھ سے کہیں کہ ثواب کے لئے ۔۔۔ تو غسل کئے بغیر پانی کی حوض میں نہ جا

از برونِ حوض غیرِ خاک نیست ۔۔۔ ہر کہ اُو در حوض ناید پاک نیست

حوض کے باہر خاک کے سوا نہیں ہے ۔۔۔ جو حوض میں نہ جائے وہ پاک نہیں ہے

گر۳ نباشد آب ہا را ایں کرم ۔۔۔ کہ پذیرد مر خبث را دمبدم

اگر پانیوں میں یہ کرم نہ ہو ۔۔۔ کہ وہ ناپاک کو ہر وقت قبول کرلیا کریں

وائے بر مشتاق و بر اُمیدِ اُو ۔۔۔ حسرتا بر حسرتِ جاویدِ اُو

تو مشتاق اور اُسکی امید پر افسوس ہوتا ۔۔۔ اُس کی دائمی حسرت پر حسرت ہوتی

آب دارد صد کرم صد احتشام ۔۔۔ کو پلیداں را پذیرد والسلام

پانی سینکڑوں کرم (اور) سینکڑوں حشمتیں رکھتا ہے ۔۔۔ کہ وہ ناپاکوں کو قبول کرلیتا ہے والسلام

---

۱ چوں بُوَد۔ چوں کے لغوی معنیٰ کیفیت کے ہیں یہاں اس سے کیفیات اور عوارضِ بشریہ مراد ہیں اسی لئے بیچونی کو فنا سے تعبیر کیا جاتا ہے اِس شعر میں چوں بُوَد کے اندر چوں بمعنیٰ کیسا ہے اور آں چوں میں چوں سے مراد وہ شخص ہے جو اوصافِ بشریہ سے خالی ہوگیا ہو اور چونی سے مراد اوصافِ بشری ہیں۔ در حیاتستان فنا کے بعد مقامِ بقا آتا ہے جس کو حیاتستان سے تعبیر کیا ہے اِس شعر میں مُرشد کے اوصاف کا ذکر ہے۔ گشت۔ اِس شعر میں مُرشد کے افاضہ کا ذکر ہے۔ چونی بخش۔ یعنی سالک پر جو کیفیات طاری ہوتی ہیں لامکاں یعنی وہ مُرشد اب مادی اوصاف سے پاک ہوچکا ہے۔ چوں سگاں یعنی وہ سالکین اپنے آپ کو ایسا سمجھتے ہیں۔ اُو ز بیچونی۔ جب تک سالک ابتدائی کیفیات میں ہوتا ہے تو اُس کی مقصودِ حقیقی کی طلب مناسب نہیں ہوتی ہے اُس کو مُرشد کہہ دیتا ہے کہ ابھی تو اِس حالت میں نہیں ہے کہ مقصود تک پہنچ سکے اور تیری حالت اُس ناپاک کی سی ہے جس کو قرآن پڑھنا منع ہے۔

۲ گر پلیدم۔ سالک عرض کرتا ہے کہ کیفیات کی نفی ہو یا نہ ہو اگر میں مقصود حاصل نہ کروں تو اور کیا کروں۔ تو مرا۔ آپ یہ کہتے ہیں کہ غسل کئے بغیر قرآن نہ پڑھوں یعنی جب تک اوصافِ بشری کا ازالہ نہ ہو مقصود تک پہنچنے کی کوشش نہ کروں حالانکہ مقصود تک پہنچنے پر ہی بشری صفات کی نفی ہوگی تو یہ تو ایسا ہے کہ کوئی ناپاک کو کہے کہ بغیر پاکی کے حوض سے پانی لینے کے لئے نہ جا اگر وہ جائے تو پاک کیسے ہوگا؟ اسلئے کہ حوض کے باہر تو خاک ہے پانی نہیں ہے اور پاکی پانی سے حاصل ہوگی۔

۳ گر نباشد۔ مُرشد کی طرف سے جواب ہے کہ میرا یہ مقصد نہ تھا جو تو سمجھا ہے بلکہ مقصد یہ تھا کہ اوصافِ بشری کو مقصود بالذات نہ بنا، نجاست تو اُن کو مقصود بنانا ہے ورنہ ظاہر ہے کہ پانی ہی کے ذریعہ ناپاکی دُور ہوسکے گی۔ آب دارد۔ مقصد پر پہنچ کر ہی صفاتِ بشری کی نفی ہوگی، پانی کا یہ کرم ہے کہ وہ ناپاکوں کو قبول کرتا ہے اور پاک بنا دیتا ہے۔

۱ اے ضیاء الحق حسام الدیں کہ نور　　پاسبانِ تست از شرّ الطیور

اے ضیاء الحق حسام الدین! کہ نور　　بدترین پرندے سے آپ کا محافظ ہے

پاسبانِ تست نور و ارتقاش　　اے تو خورشیدِ مستّر از خفاش

نور اور اس کی بلندی تمہاری محافظ ہے　　اے وہ کہ تیرا سورج چمگادڑ سے چھپا ہوا ہے

چیست پردہ پیشِ نورِ آفتاب　　جز فزونی شعشعہ و تیزی تاب

سورج کی روشنی کے آگے پردہ کیا ہے؟　　شعاع کی زیادتی اور تیزی اور چمک کے سوا

۲ پردۂ خورشید ہم نورے ربست　　بے نصیب از وے خفاش ست و شب

سورج کا پردہ بھی خدا کا نور ہے　　چمگادڑ اور رات اس سے محروم ہے

ہر دو چوں در بعد و پردہ ماندہ اند　　باسیہ رویاں فسردہ ماندہ اند

جبکہ دونوں دوری اور پردے میں رہ گئے ہیں　　سیاہ رُو لوگوں کے ساتھ ٹھٹھر کر رہ گئے ہیں

چوں نوشتی بعضے از قصہ ہلالؓ　　داستانِ بدر آر اندر مقال

جبکہ تو نے ہلال رضؓ کا تھوڑا سا قصہ بیان کیا ہے　　چودھویں کے چاند کا قصہ گفتگو کے دائرہ میں لا

آں ہلال و بدر دارند اتحاد　　از دوئی دور اند و از نقص و فساد

وہ ہلال اور بدر اتحاد رکھتے ہیں　　دوئی اور گھٹاؤ اور فساد سے دور ہیں

آں ہلال از نقص در باطن بریست　　آں بظاہر نقص تدریج آوریست

وہ ہلال باطنی نقص سے پاک ہے　　وہ ظاہری نقص، درجہ بدرجہ بلندی پر لاتا ہے

۳ درس گوید شب بشب تدریج را　　در تانی بر دہد تفریج را

وہ ہر رات میں ترقی کا درس دیتا ہے　　آہستہ روی میں کشادگی کا پھل دیتا ہے

در تانی گوید اے عجولِ خام　　پایہ پایہ بر تواں رفتن ببام

آہستہ روی کے بارے میں کہتا ہے اے جلد باز کچے!　　درجہ بدرجہ بالاخانے پر جایا جاسکتا ہے

دیگ را تدریج و استادانہ جوش　　کار ناید قلیۂ دیوانہ جوش

دیگ کو رفتہ رفتہ اور استادوں کی طرح جوش دے　　دیوانے کا جوش دیا ہوا قلیہ کام نہیں آتا ہے

---

۱ اے ضیاء الحق۔ یہاں یہ بتانا مقصود ہے کہ تربیت درجہ بدرجہ ہونی چاہیے سالک کی تعجیل اور تقاضہ مُضر ہے وہ قبل از وقت شیخ بن بیٹھتا ہے، اے ضیاء الحق ندا کا جواب چھٹا شعر چوں نوشتی جس سے اصل مضمون شروع ہوگا درمیان میں مولانا ضیاء الحق کا ذکر کیا ہے۔ پاسبان یعنی تمہارا نور چمگادڑوں سے تمہارا محافظ ہے وہ نور ان کو چندھیا دیتا ہے۔ شر الطیور۔ یعنی مخالف جو بمنزلہ چمگادڑ کے ہیں۔

۲ پردہ۔ سورج کے لئے اُس کا نور پردہ ہے جس کی وجہ سے رات اور چمگادڑ نور سے محروم ہیں ضیاء الحق کے نور سے کچھ تو وہ محروم ہیں کہ جنہیں صلاحیت ہے لیکن وہ توجہ نہیں کرتے ہیں جیسا کہ چمگادڑ اور کچھ وہ ہیں جن میں صلاحیت ہی نہیں ہے جیسا کہ رات۔ ہر دو۔ چمگادڑ صلاحیت کے ہوتے ہوئے اور رات اس لئے کہ اس میں صلاحیت مفقود ہے دونوں محروم ہیں۔ چوں آں۔ اب جبکہ ہلال رضؓ یعنی طالب سالک۔ بدر۔ یعنی شیخ جو ملاحظہ کرتا ہے۔ آں ہلال رضؓ۔ مرید اور شیخ میں اتحاد ہے وہ دوئی اور گھٹاؤ اور فساد سے دُور ہیں اس تشبیہ سے مغالطہ میں نہ پڑنا چاہیے۔ از نقص۔ ہلال یعنی مرید میں ظاہری کمی ہے اس کا باطن رفتہ رفتہ مکمل ہو رہا ہے۔

۳ درس۔ وہ بدر یعنی شیخ ہلال کو یعنی مرید کو ہر شب میں تعلیم و تربیت کے ذریعہ آہستہ آہستہ مکمل کر رہا ہے۔ در تانی۔ اس تدریجی ترقی کے بارے میں سمجھاتا ہے کہ سلوک میں جلد بازی مناسب نہیں ہے بالاخانے پر سیڑھی کے درجات طے کر کے ہی پہنچا جا سکتا ہے۔ دیگ۔ صحیح طور پر دیگ دھیمی آنچ میں تیار ہوتی ہے۔

حق ۱ نہ قادر بود بر خلقِ فلک — در یکے لحظہ بکُن بے ہیچ شک

کیا اللہ (تعالیٰ) آسمان کے پیدا کرنے پر قادر نہ تھا؟ کُن کے ذریعہ بغیر کسی شک کے ایک لحظہ میں

پس چرا شش روز آں را در کشید — کُل یَوْمٍ اَلْفُ عَامٍ اے مُستفید

پھر چھ روز اُس کو کیوں کھینچا اے طالب! ہر دن ایک ہزار سال کا

خِلقتِ طفل از چہ اندر نُہ مہ است — زانکہ تدریج از شعارِ آں شہ است

بچے کی پیدائش نو مہینے میں کیوں ہے؟ کیونکہ درجہ بدرجہ کرنا اُس شاہ کی عادت ہے

خِلقتِ آدمؑ چرا چِل صبح بُود — اندراں گِل اندک اندک میفزُود

حضرت آدمؑ کی پیدائش چالیس روز میں کیوں ہوئی! اُس مٹی میں تھوڑا تھوڑا اضافہ ہوتا تھا

زیں سحر تا آں سحر سالے ہزار — تا بآخر یافت آں صورت قرار

اِس صبح سے اُس صبح تک ایک ہزار سال یہاں تک کہ بالآخر اُس صورت نے قرار پایا

نے ۲ چو تو اے خام کا کنوں تاختی — طِفلی و خود را تو شیخے ساختی

نہ کہ تیری طرح اے کچے! کہ تو ابھی سے دوڑ پڑا تو بچہ ہے اور تونے اپنے آپ کو شیخ بنالیا

بَر دویدی چوں کدُو فوقِ ہمہ — کُو تُرا پائے جہاد و ملحمہ

تو کدُو کی طرح سب سے بڑھ کر دوڑ پڑا تجھ میں جہاد اور جنگ کا قدم کہاں ہے؟

تکیہ کردی بَر درختان و جدار — بر شُدی اے اُفرُعَک ہم قرع وار

تونے درختوں اور دیوار کا سہارا لیا اے حقیر گنجے! تو کدُو کی طرح بڑھ گیا

اوّل ار شُد مرکبت سرو سہی — لیک آخر خُشک بے مغزو تہی

ابتداء اگرچہ تیری سواری سیدھا سرو بن گیا لیکن آخر میں تو خشک بے مغز اور خالی ہے

رنگِ سبزت زرد شُد اے قرعِ زُود — زانکہ از گلگونہ بُود اصلی نبود

اے کدو! بہت جلد تیرا سبز رنگ زرد ہوگیا کیونکہ وہ پوڈر کا تھا اصلی نہ تھا

داستانِ ۳ آں عجوزہ کہ رُوئے زشت خود را گلگونہ می ساخت

اُس بوڑھی کا قصہ جو اپنے بھدّے چہرے پر پوڈر ملتی تھی وہ

ساختہ نمی شُد و پذیرا نمی آمد

نہ لگتا تھا اور بھلا معلوم نہیں ہوتا تھا

بُود کمپیرے نود سالہ کلاں — پُر تشنج رُوی و رنگش زعفراں

ایک نوّے سال کی بڑی بوڑھی تھی چہرہ جھریوں بھرا اور اُس کا رنگ زرد تھا

---

۱ حق۔ آہستہ روی خدا کی صفت ہے اسی لئے باوجود قدرت کے اُس نے آسمانوں کو چھ روز میں پیدا فرمایا ہے۔ پس۔ قرآن پاک میں ہے خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّۃِ اَیَّامٍ "آسمانوں اور زمین کو چھ روز میں پیدا کیا"۔ دوسری جگہ قرآن میں ہے: وَاِنَّ یَوْمًا عِنْدَ رَبِّکَ کَاَلْفِ سَنَۃٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ یعنی اللہ کے یہاں ایک دن ایک ہزار سال کا ہے۔ خلقت۔ اللہ تعالیٰ بچہ کو بھی ایک منٹ میں پیدا کر سکتا ہے لیکن سنتِ الٰہی یہ ہے کہ نو مہینے میں اُس کی پیدائش ہوتی ہے۔ آدمؑ! حضرت آدمؑ کی پیدائش کی تکمیل بھی چالیس روز میں ہوئی اور ہر روز ایک ہزار سال کا تھا۔

۲ نے چو تو۔ سالک کو یہ نہ چاہیئے کہ جلد بازی کرے اور قبل از وقت شیخ بن بیٹھے۔۔۔ بر دویدی۔ کدُو کی بیل بہت جلد پھیل جاتی ہے اِس صورت میں سالک کو مجاہدوں کی نوبت نہیں آتی ہے۔ تکیہ۔ کدُو کی بیل دوسرے کے سہارے چلتی ہے اُفرُعَک۔ ناچیز گنجا۔ قرع۔ کدُو۔ اوّل۔ بیشک دوسرے کے سہارے ترقی ہوجاتی ہے لیکن وہ پائیدار نہیں ہوتی ہے اور وہ رنگ جلد اُتر جاتا ہے۔

۳ داستان۔ اِس قصہ سے بھی یہ بتایا ہے کہ اصل اور بناوٹ میں بہت فرق ہے۔ کمپیر۔ بڑھیا۔ پُر تشنج رُو۔ یعنی اُس کے

چوں سرِ سفرہ[١] رُخِ اُو تو بتوی
مقعد کے سرے کی طرح اُس کا چہرہ تہ بہ تہ تھا

لیک در وَے بُود ماندہ عشقِ شوی
لیکن اُس میں شوہر کی ہوس تھی

ریخت دَندانہاش و مُو چوں شیر شُد
اُسکے دانت گر گئے تھے اور بال دودھ کیطرح سفید ہوگئے تھے

قد کمان و ہر حسش تغیر شُد
قد، کمان کی طرح اور اُس کا ہر حس بدل گیا تھا

عشقِ شوی و شہوت و حرصش تمام
شوہر کا شوق اور اُس کی شہوت اور حرص مکمل تھی

عشقِ صید و پارہ پارہ گشتہ دام
شکار کا شوق تھا اور جال ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا تھا

مُرغ بے ہنگام و راہی بیرہے
بے وقت کا مُرغ اور بغیر راستہ کا مسافر

آتشِ پُر در بُنِ دیگِ تہی
خالی دیگ کے نیچے، بھری ہوئی آگ ہے

عاشقِ[٢] میدان و اسپ و پائے نے
میدان کا عشق، اور گھوڑا اور پاؤں ندارد

عاشقِ زَمر و لب و سرنائے نے
بجانے کا شوق اور ہونٹ اور بانسری ندارد

حرص دَر پیری جہوداں امباد
خدا کرے بڑھاپے میں حرص کا فروں کو (بھی) نہ ہو

اے شقیے کہ خداش ایں حرص داد
ہائے وہ بدبخت جس کو خدا نے یہ حرص دی ہو

ریخت دنداں ہائے سگ چوں پیر شُد
کتا جب بوڑھا ہوگیا، دانت گر گئے

ترکِ مردم کرد و سرگیں گیر شُد
اُس نے انسانوں کو چھوڑا اور گوبر حاصل کرنیوالا بنگیا

ایں سگانِ شصت سالہ را نگر
اِن ساٹھ سالہ کُتّوں کو دیکھ

ہر دمے دنداں سگ شاں تیز تر
کُتّے کا سا اُن کا دانت لمحہ بہ لمحہ زیادہ تیز ہے

پیرِ[٣] سگ را ریخت پشم از پوستیں
بوڑھے کُتّے کی کھال سے بال جھڑ گئے

ایں سگانِ پیر اطلس پوش بیں
اطلس پہننے والے اِن بوڑھے کُتّوں کو دیکھ

عشقِ شان و حرص شاں در فرج و زر
شرمگاہ اور سونے پر اُن کا عشق اور انکی حرص

دمبدم چوں نسلِ سگ بیں بیشتر
کُتّے کی نسل کی طرح لمحہ بہ لمحہ زیادتی پر دیکھتا رہ

ایں چنیں عمرے کہ مایہ دوزخ ست
ایسی عمر جو دوزخ کا سرمایہ ہے

مر قصابانِ غضب را مسلخ ست
قہر (خداوندی) کے قصائیوں کا کیلا ہے

چوں بگویندش کہ عمرے تو دراز
جب لوگ اُس سے کہتے ہیں تیری عمر دراز ہو

میشود دلخوش دہانش از خندہ باز
خوش دل ہوتا ہے، اُس کا مُنہ ہنسی سے کُھل جاتا ہے

١ سفرہ۔ مقعد۔ عشقِ شوی۔ یعنی اُس کی خواہش تھی کہ کوئی شوہر کرے۔ ریخت۔ بڑھاپے سے اُس کے دانت ٹوٹ گئے تھے، بال دودھ کی طرح سفید ہوگئے تھے اور قد کبڑا ہوگیا تھا، حواس میں تغیر آگیا تھا۔ عشقِ صید۔ یعنی شوہر تو چاہتی تھی لیکن اُس کی حالت ایسی نہ تھی کہ اُس سے کوئی نکاح کرنے پر راضی ہوسکے۔ مُرغ۔ یعنی اُس بڑھیا کی خواہش بالکل بے معنی تھی۔

٢ عاشق۔ اُس بڑھیا کی مثال اُس شخص کی ہے جس کو میدانِ جنگ میں جانے کا شوق ہو لیکن اُس کے پاس نہ گھوڑا ہو نہ اُس کے پاؤں ہوں، یا کسی کو منہ سے باجا بجانے کا شوق ہو لیکن نہ اُس کے ہونٹ ہوں نہ اُس کے پاس بانسری ہو۔ حرص۔ ایسی بے موقع حرص خدا دشمن کو بھی نہ دے۔ ریخت۔ کُتّا بھی دانت ٹوٹ جانے کے بعد انسانوں کو کاٹنا چھوڑ دیتا ہے اور اپنی غذا گوبر کو بنا لیتا ہے۔ ایں سگاں۔ لیکن انسان کا یہ حال ہے کہ (مصرع)
مرد چوں پیر شود حرص جواں می گردد

٣ پیرِ سگ۔ بڑھاپے میں کُتّے کے بال جھڑ جاتے ہیں لیکن انسان کی حرص کا یہ حال ہے کہ بڑھاپے میں بھی اطلس کو زیبِ تن کرتا ہے۔ نسلِ سگ۔ کُتیا کئی کئی بچّے دیتی ہے۔۔۔ ایں چنیں۔ جو عمر گناہوں میں بسر ہو وہ دوزخ کا سرمایہ ہے اور عذاب کے فرشتوں کا کیلا ہے۔ چوں۔ اِس سیاہ کار کو جب عمر کی درازی کی دعا ملتی ہے تو خوش ہوتا ہے اور یہ نہیں سمجھتا کہ یہ مزید عذاب کی دعا ہے۔

این چنین لعنت دعا پندارد او — چشم نکشاید سرے برنارد او
ایسی لعنت کو وہ دعا سمجھتا ہے — وہ آنکھ نہیں کھولتا ہے، سر نہیں اٹھاتا ہے

گر بدیدے یک سر مو از معاد — او ش گفتے این چنین عمر تو باد
اگر وہ آخرت کو ایک بال برابر دیکھ لیتا — وہ اس سے کہہ دیتا کہ ایسی عمر تیری ہو

داستان آں درویش کہ آں گیلانی را دعا کرد کہ خدا تعالیٰ
اس فقیر کا قصہ جس نے ایک گیلانی کو دعا دی کہ اللہ تعالیٰ تجھے

ترا بسلامت بخان و مان تو باز رساند
سلامتی کے ساتھ گھر بار کو واپس پہنچا دے

گفت یک روزے بخواجہ گیلئے — ناں پرستے فرگداز نبیلئے
ایک روز، گیلانی سردار سے کہا — ٹکڑ گدا، ہٹے کٹے، بھکاری جھولی والے نے

ناں ہمی باید مرا ناں دہ مرا — تا بگویم مر ترا من یک دعا
مجھے روٹی چاہیئے، مجھے روٹی دے — تاکہ میں تجھے، ایک دعا دوں

چوں ستد زو ناں بگفت اے مستعاں — خوش بخان و مان خود بازش رساں
جب اس نے اس سے روٹی لے لی، کہا اے خدا! — اس کو بہتر طریقہ پر اپنے گھر بار کو لوٹا دے

گفت اگر آنست خاں کہ دیدہ ام — حق ترا آنجا رساندا اے دژم
اس نے کہا کہ اگر گھر وہی ہے، جو میں نے دیکھا ہے — اے پراگندہ! خدا تجھے وہاں پہنچا دے

ہر محدث را خساں بد دل کنند — حرفش ار عالی بود نازل کنند
کمینے، بیان کرنے والے کو بد دل کر دیتے ہیں — اس کی تقریر اگر بلند ہو تو پست کر دیتے ہیں

زاں کہ قدر مستمع آید نبا — بر قد خواجہ برد درزی قبا
کیونکہ سننے والے کی بقدر کلام ہوتا ہے — درزی قبا خواجہ کے قد کے مطابق تراشتا ہے

چونکہ مجلس بے چنیں پیغارہ نیست — از حدیث پست و نازل چارہ نیست
چونکہ مجلس ایسے طعنہ سے خالی نہیں ہوتی ہے — پست اور کم درجہ کی تقریر کے سوا چارہ نہیں ہر

واستاں ہیں ایں سخن را از گرد — سوئے افسانہ عجوزہ باز رو
ہاں اس بات کو گرفت سے چھوڑ دے — بوڑھی کے قصہ کی جانب واپس چل

والے کے قد کے مطابق قبا تراشتا ہے۔ چونکہ مجالس میں عموماً ایسے عوام ہوتے ہیں کہ ان کے روبرو محال پست کلام کرنا پڑتا ہے۔

۱ے لعنت۔ گنہگار کی عمر کی درازی کی دعا، دعا نہیں ہے بلکہ اس کے لئے بددعا ہے۔ گر بدیدے۔ اگر اس کو آخرت کا کچھ بھی خیال ہوتا تو اس کو بددعا سمجھتا اور دعا دینے والے سے کہہ دیتا کہ ایسی دراز عمر تجھے نصیب ہو۔ داستان۔ اس قصہ کا خلاصہ بھی یہ ہے کہ فقیر نے وطن کی واپسی کی دعا کو دعا سمجھا اور وہ سردار چونکہ وطن والوں سے تنگ ہو کر نکلا تھا اس نے اس دعا کو بددعا سمجھا گیلی۔ گیلانی۔ گیلان ایک شہر ہے۔
۲ے گفت۔ فقیر نے کہا مجھے روٹی دیدے تو میں تجھے دعا دوں۔ چوں ستد۔ جب فقیر نے روٹی لے لی اور فقراء کے عام دستور کے مطابق خیریت کے ساتھ وطن کی واپسی کی دعا دیدی۔ گفت۔ وہ گیلانی سردار چونکہ وطن سے ناخوش تھا اس نے فقیر کو غصہ سے کہا کہ خدا تجھے اس وطن میں پہنچادے۔
۳ے ہر محدث۔ جس طرح اس فقیر کی دعا کو اس سردار نے اچھا نہ سمجھا اسی طرح بزرگوں کی بات کو پست فطرت لوگ پست معنی پر محمول کر لیتے ہیں نتیجہ میں وہ بزرگ ان سامعین کے لئے پست کلام بولنے پر مجبور ہوجاتا ہے۔ ناکہ مقرر کو سامعین کی عقول کے مطابق کلام کرنا پڑتا ہے۔ نبا۔ خبر، بات۔۔۔۔ بر قد خواجہ۔ درزی کپڑا سلوانے

صفتِ آں عجوز و رجوع بحکایت آں
اُس بڑھیا کا بیان اور اُس کے قصہ کی جانب واپسی

چوں[۱] مُسن گشت و دریں رہ نیست مرد ۔ تو بنہ نامش عجوزِ سالخورد
جب کوئی معمر ہو جائے اور وہ اُس راہ کا مرد نہیں ہے ۔ تو اُس کا نام پرانی بڑھیا رکھ دے

نے مر اُو را راسِ مال و مایۂ ۔ نے پذیرایِ قبول و پایۂ
اُس کے پاس نہ پونجی اور سرمایہ ہے ۔ نہ وہ مقبولیت اور رُتبے کو قبول کرنیوالا ہے

نے دہندہ نے پذیرندہ خوشی ۔ نے درو معنیٰ و نے معنیٰ کشی
نہ وہ خوشی عطا کرنے والا ہے، نہ قبول کرنیوالا ۔ نہ اُس میں کمال ہے اور نہ اُسمیں کمال کی طلب

نے زباں[۲] نے گوش نے عقل و بصر ۔ نے ہُش و نے بیہشی و نے فکر
نہ زبان ہے، نہ کان، نہ عقل اور بصیرت ۔ نہ ہوش ہے اور نہ بے ہوشی اور نہ فکر

نے نیاز و نے جمالے بہرِ ناز ۔ تو بتو ہیش گندہ مانندِ پیاز
نہ نیاز ہے اور نہ ناز کرنے کے لئے حسن ۔ وہ تہ بہ تہ، پیاز کی طرح گندہ ہے

نے رہے ببریدہ و نے پایِ راہ ۔ نے تپش آں قحبہ را نے سوز و آہ
نہ راہِ (سلوک) طے کئے ہوئے ہے اور نہ راہ کا قدم ہے ۔ نہ اُس قحبہ کے لئے گرمی ہے نہ سوز اور آہ

قصۂ[۳] درویشے کہ از خانہ ہر چہ میخواست می گفتند کہ نیست
اُس فقیر کا قصہ کہ ایک گھرانے سے جو کچھ بھی وہ مانگتا تھا وہ کہدیتے تھے کہ نہیں ہے

سائلے آمد بسوئے خانۂ ۔ خشک نانے خواست یا تر نانۂ
ایک سائل ایک گھر کی جانب آیا ۔ ایک سوکھی یا تازہ روٹی مانگی

گفت صاحب خانہ ناں اینجا کجاست ۔ خیرۂ کے ایں دُکانِ نانباست
گھر والے نے کہا، روٹی یہاں کہاں ہے؟ ۔ تو پاگل ہے، یہاں نانبائی کی دکان کہاں ہے؟

گفت بارے اندکے پیہم بیاب ۔ گفت آخر نیست دُکّانِ قصاب
اُس نے کہا تو چربی کا ایک ٹکڑا دیدے ۔ اُس نے کہا قصائی کی دکان تو نہیں ہے

گفت مُشتِ آرد دہ اے کدخدا ۔ گفت پنداری کہ ہست ایں آسیا
اُس نے کہا اے گھر کے مالک! آٹے کی مٹھی دیدے ۔ اُس نے کہا تو یہ سمجھتا ہے، کہ یہ چکی ہے

گفت بارے آب دہ از مکرعہ ۔ گفت آخر نیست جُو یا مشرعہ
اُس نے کہا آخر پانی پینے کے برتن سے پانی دیدے ۔ اُس نے کہا، نہر یا گھاٹ تو نہیں ہے

---

۱ چوں مُسن۔ پھر سے یہیں بوڑھوں کا ذکر شروع کرتا ہے کہ جس بڑھیا کا ذکر ہم نے کیا ہے اُن حریص بوڑھوں کو وہی بڑھیا سمجھو۔ نے مر اُو را۔ اس بوڑھے کا یہ حال ہے کہ اُس کا سرمایۂ حیات ختم ہوگیا اور کوئی نیک کام نہ کیا جس سے اُس کو مقبولیت ہوتی اور مرتبہ بلند ہوتا۔ نے دہندہ۔ یعنی نہ اُس میں افادہ کی صلاحیت ہے نہ استفادہ کی نہ اُس میں کوئی خوبی ہے اور نہ وہ خوبی کا طالب ہے۔

۲ نے زباں۔ نہ اُس میں حق گوئی کی زبان ہے، نہ حق سننے کا کان، نہ حق فہم عقل ہے نہ حق بیں بصر ہے، نہ اُس میں صحو ہے نہ سکر نہ اللہ کی آیات میں فکر کرنا۔ نے نیاز۔ نہ اُس میں طالب کا نیاز ہے نہ صاحب کمال کا ناز ہے۔ رہے۔ نہ اُس نے راہِ سلوک طے کی نہ اُس کے قدم چلے نہ اُس میں راہِ سلوک کا عزم ہے نہ محبت کی گرمی ہے نہ محبت کا سوز و گداز ہے۔

۳ قصہ۔ پہلے یہ بتایا تھا کہ اُس بوڑھے حریص میں کوئی چیز بھی نہیں ہے اب اُسی مناسبت سے یہ قصہ نقل کیا ہے کہ سائل نے بہت سی چیزوں کا سوال کیا اور مالک مکان ہر چیز کی نفی کر دیتا تھا۔ خیرہ۔ بیہودہ۔ نانبا۔ نانبائی۔ پیہ۔ چربی۔ آسیا۔ چکی۔ مکرعہ۔ پانی نکالنے یا پینے کا برتن۔ مشرعہ۔ گھاٹ۔

ہر چہ او درخواست از نان و سبوس[۱] — چربکے میگفت و می کردش فسوس

اُس نے جو کچھ بھی روٹی اور بھوسی مانگی — وہ پھبتی کستا تھا اور مذاق اُڑاتا تھا

آں گدا در رفت و دامن در کشید — واندراں خانہ بجست و خواست رید

وہ فقیر اندر پہنچ گیا اور دامن سمیٹا — وہ اُس گھر میں کودا اور ہگنا چاہا

گفت ہے ہے گفت تن زن اے دژم — تا دریں ویرانہ خود فارغ کنم

اُس نے کہا ! ایں ہائیں اُس نے کہا اے پاگل چُپ رہ — تاکہ میں اِس ویرانے میں فراغت حاصل کروں

چوں دریں جا نیست وجہ زیستن — در چنیں خانہ بباید ریستن

جبکہ اس جگہ جینے کا کوئی سامان نہیں ہے — ایسے گھر میں ہگنا چاہیئے

چوں نہ بازے کہ گیری تو شکار — دست آموزِ شکارِ شہر یار

جبکہ تو باز نہیں ہے کہ شکار پکڑے — بادشاہ کے ہاتھ سے شکار پکڑنا سیکھے ہوئے

نیستی[۲] طاؤس با صد نقش و بند — کہ بنقشت چشمہا روشن کنند

تو سیکڑوں نقش و نگار والا مور نہیں ہے — کہ تیرے نقش و نگار سے آنکھیں روشن کریں

ہم نہ طوطی کہ چوں قندت دہند — گوش سوئے گفتِ شیرینت نہند

تو طوطی بھی نہیں ہے کہ جب تجھے قند کھلائیں — تیری میٹھی گفتگو پر کان دھریں

ہم نہ بلبل کہ عاشق وار زار — خوش بنالی در چمن با لالہ زار

تو بلبل بھی نہیں ہے کہ عاشق کی طرح زار زار — لالہ زار والے چمن میں خوب نوحہ کرے

ہم نہ ہدہد کہ پیکیہا کنی — نے چو لکلک کہ وطن بالا کنی

تو ہدہد بھی نہیں ہے کہ پیغامبری کرے — نہ لقلق کی طرح ہے کہ وطن کو بڑھیا بنالے

در زمستاں سوئے ہندستاں روی — در بہاراں سوئے ترکستاں شوی

جاڑوں میں ہندوستان چلا جائے — (موسم) بہار میں ترکستان کی جانب پہنچ جائے

در چہ کاری تو و بہر چیت خرند — تو چہ مرغی و ترا با چہ خورند

تو کس کام کا ہے اور تجھے کس لئے خریدیں ؟ — تو کیسا پرند ہے اور تجھے کس چیز سے کھائیں ؟

زیں[۳] دکانِ با مکیساں بر تر آ — تا دکانِ فضلِ اللہ اشتریٰ

کھینچ تان کرنے والوں کی اِس دکان سے آگے بڑھ — "اللہ نے خریدا" کی مہربانی کی دکان کی طرف

کالہ کہ ہیچ خلقش ننگرید — از خلاقت آں کریم آں را خرید

وہ سامان کہ کسی انسان نے اُسکی طرف نظر نہ کی — کہنگی کے سبب، اُس داتا نے اُس کو خریدا

---

۱ سبوس۔ بھوسی۔ چربک۔ مذاق کی بات۔ رید۔ ریدن ہگنا۔ دژم۔ پراگندہ دماغ۔ فارغ کنم۔ یعنی پاخانہ سے اپنے آپ کو فارغ کروں۔ چوں دریں فقیر نے کہا جبکہ اِس گھر میں زندگی کا کوئی ذریعہ نہیں ہے تو پھر ایسا ویرانہ اسی قابل ہے اِس میں پاخانہ پھر دیا جائے۔ چوں نہ اب پھر کمالات سے خالی ہونے کا بیان شروع کیا ہے یعنی تو ایسا باز بھی نہیں ہے جس نے بادشاہ کے ہاتھ پر بیٹھ کر شکار پکڑنا سیکھا ہو۔

۲ نیستی۔ تجھ میں کوئی حُسن ظاہری بھی نہیں ہے۔ طوطی۔ طوطی کو جب شکر کھلاتے ہیں وہ خوب بولتی ہے۔ بلبل۔ بلبل آہ وزاری میں چمن کے اندر لالے کی ہمنوائی کرتی ہے۔ ہدہد۔ ہدہد نے حضرت سلیمان ؑ کی پیغامبری کی تھی۔ بالا کنی۔ لقلق ہر موسم میں اپنے لئے بہترین وطن بناتا ہے جاڑوں میں ہندوستان آجاتا ہے اور موسم بہار میں ترکستان چلا جاتا ہے۔ در چہ۔ جب تو تمام کمالات سے خالی ہے تو لوگ تیرے گاہک کیوں بنیں۔

۳ زیں دکاں۔ جب تجھ میں کوئی کمال نہیں ہے تو اپنی بناوٹی باتوں کو چھوڑ کر اللہ کی طرف رجوع کر وہاں مقبولیت کیلئے کمال کی ضرورت نہیں ہے وہاں تو صرف تیرا ادھر کو رجوع کرنا مقبولیت کے لئے کافی ہے۔ کالہ۔ سامان۔ خلاقت۔ پرانا ہونا۔ کریم۔ اللہ تعالےٰ۔

ہیچ قلبے پیشِ اُو مردود نیست
کوئی کھوٹا، اُس کے دربار سے مردود نہیں ہے
زانکہ قصدش از خریدن سُود نیست
کیونکہ خریدنے سے اُس کا مقصد نفع کمانا نہیں ہے

سُودِ اُو و بیعِ آں یارِ نکو
اُس بھلے دوست کا نفع اور خریداری یہی ہے
کوست نیکو خلق و ہم نیکو ش خُو
کہ وہ اچھے اخلاق والا ہے اور اُس کی عادت بھی بھلی ہے

بیحدست افضالِ اُو آیس مشو
اُس کی مہربانیاں بے حد ہیں، تو مایوس نہ ہو
سُوئے داستانِ عجوزہ باز رو
بڑھی کے قصہ کی جانب واپس چل

باز میگردم سُوئے قصۂ عجوز
میں پھر بڑھیا کے قصہ کی طرف لوٹتا ہوں
زانکہ پایانے ندارد ایں رمُوز
کیونکہ اِن نکتوں کی انتہا نہیں ہے

رجوع بداستانِ آں کمپیر
اُس بڑھی کی داستان کی جانب رجوع

بود در ہمسایہ اَش سُورِ عجب
اُس کے پڑوس میں بڑھیا شادی تھی
کردہ بُودند از قضا اُو را طلب
تقدیر سے اُنھوں نے اُسکو (بھی) بلایا تھا

چوں عروسی خواست رفتن آں گندہ پیر
جب اُس بڑھیا نے شادی میں جانا چاہا
کرد ابرو را سیاہ اُو ہمچو قیر
اُس نے اَبرو کو تارکول کی طرح کالا کیا

چوں عروسی خواست رفتن آں حریف
جب اُس حرفتی نے شادی میں جانا چاہا
مُوئے ابرو پاک کرد آں مستحیف
اُس ظالم نے اَبرو کے بال صاف کئے

پیشِ رُو آئینہ بگرفت آں عجُوز
اُس بڑھیا نے مُنہ کے سامنے آئینہ رکھا
تا بیا راید رُخ و رخسار و پوز
تاکہ مُنہ اور رُخسار اور ٹھوڑی کو سجائے

چند گلگونہ بمالید از بطر
اُس نے اکڑسے بہت سا پوڈر ملا
سُفرۂ رُویش نشد پوشیدہ تر
اُس کے مُنہ کی مُقعد زیادہ نہ چھپی

عُشر ہائے مُصحف از جائے برید
وہ قرآن کے عُشر جگہ سے کاٹتی تھی
می بچسپانید بر رُو آں پلید
وہ ناپاک چہرے پر چپکاتی تھی

تاکہ سُفرۂ رُوئے اُو پنہاں شود
تاکہ اُس کے مُنہ کی مُقعد چھپ جائے
تا نگین حلقۂ خوباں شود
تاکہ حسینوں کے حلقہ کا نگ بن جائے

عُشر ہا بر رُوئے ہر جا می نہاد
چہرے پر ہر جگہ عُشر رکھتی تھی
چونکہ بر می بست چادر می فتاد
وہ جب چادر اوڑھتی تھی وہ گر جاتے تھے

لے قلب۔ وہ اللہ تعالیٰ کھوٹے کو بھی خرید لیتا ہے کیونکہ اُس کا منشا نفع کمانا نہیں ہے سُود اُو۔ وہاں نفع اور معاملہ صرف اِس بنا پر ہے کہ وہ کریم ہے۔ آئیس۔ مایوس۔ رموز۔ اللہ کی مہربانیاں۔

سے بود۔ اُس بڑھیا کے پڑوس میں ایک شادی تھی پڑوسیوں نے اتفاقاً اُس کو بھی دعوت دے دی۔ قیر۔ تارکول کی قسم کا ایک مادہ ہے یعنی اُس نے اپنی سفید ابروؤں کو خوب کالا کر لیا۔ حریف۔ ہم پیشہ، دوست، دشمن۔ پاک کرد۔ یعنی اُس نے ابروؤں کو تراش کر صحیح کر لیا۔ مستحیف۔ ظالم۔ پوز۔ تھوڑی۔

سے گلگونہ۔ اُبٹن، پوڈر۔ بطر۔ اکڑ۔ سفرہ۔ مُقعد۔ عُشر ہائے قرآن پاک کی ہر دس آیتوں پر نشان بنایا جاتا تھا اُسکو عُشر کہتے تھے وہ شاید سنہرے ہوں۔ تاکہ۔ مُنہ پر عُشر اِس لئے چپکا رہی تھی کہ مُنہ کی سلوٹیں چھپ جائیں۔ چونکہ۔ عُشر چپکانے کے بعد جب چادر اوڑھتی تھی وہ چادر کی رگڑ سے گر جاتے تھے۔

بازاُو آں عُشرہا را با خدُو[۱] | می بچفسانید بر اَطرافِ رُو
وہ پھر اُن عُشروں کو تھوک سے | مُنھ کے اطراف پر چپکاتی

باز چادر راست کردے آں نگیں | عُشرہا افتادے از رُو بر زمیں
وہ بہادر پھر چادر کو ٹھیک کرتی | عُشر چہرے سے زمین پر گر پڑتے

چوں بسے می کرد فن آں می فتاد | گفت صد لعنت براں ابلیس باد
جب اُس نے بہت سی تدبیریں کیں اور وہ گرے | بولی، اُس شیطان پر سو لعنتیں ہوں

شد مُصوَّر آں زماں ابلیس زُود | گفت اے قحبہ قدیدِ بے وَرُود
اُس وقت فوراً شیطان مجسم ہو گیا | اُس نے کہا اے بدکار سُوکھے گوشت جیسے پاس کوئی نہ آئے

من ہمہ عمر[۲] ایں نیندیشیدہ اَم | نے ز جز تو قحبہ ایں دیدہ اَم
میں نے تمام عمر یہ نہیں سوچا ہے | نہ میں نے تجھ بدکار کے سوا کسی سے یہ دیکھا ہے

تخمِ نادر در فضیحت کاشتی | در جہاں تو مُصحفے نگذاشتی
تُو نے رُسوائی میں عجیب بیج بویا ہے | تُو نے دنیا میں قرآن کو بھی نہ چھوڑا

صد بلیسی تو خمیس اندر خمیس | ترکِ من گو اے عجوزِ درد بیس
تو لشکر در لشکر سینکڑوں شیطان ہے | اے گندی بڑھیا! مجھے چھوڑ دے

چند دُزدی عُشر از اُمّ الکتیب | تا شود رُویت مُلوّن ہمچو سیب
تو قرآن کے عُشر کب تک چُرائے گی؟ | تاکہ تیرا چہرہ سیب کی طرح رنگین ہو جائے

چند دُزدی حرفِ مَردانِ خدا | تا فروشی و ستانی مرحبا
تو مَردانِ خدا کے حرف کتنے چُرائے گا؟ | تاکہ تو بیچے اور مرحبا وصول کرے

رنگ بربستہ ترا گلگوں نکرد | شاخِ بربستہ فنِ عرجوں نکرد
جمائے ہوئے رنگ نے تجھے گلابی رنگ کا نہ بنایا | بندھی ہوئی شاخ نے اصل شاخ کا کام نہ کیا

عاقبت[۳] چوں چادرِ مرگت رسد | از رُخت ایں عُشرہا اندر فتد
انجام کار جب تیرے پاس موت کی چادر آئیگی | تیرے رُخ سے یہ عُشر جھڑ جائیں گے

چونکہ آید خیز خیز آں رحیل | گم شود زاں پس فسونِ قال و قیل
جبکہ اُس کوچ کا چل چلاؤ آ جائے گا | اُس کے بعد قال و قیل کا جادو گم ہو جائے گا

عالمِ خاموشی آید پیش بیست | وائے آنکو در دروں انیسش نیست
خاموشی کا عالم آجائیگا کہ، سامنے کھڑا ہو | اُس شخص پر افسوس ہے جس کے اندر محبت نہیں ہے

---

۱ خدُو۔ تھوک۔ باز چادر۔ وہ جتن کر کے دوبارہ چادر اوڑھتی تو وہ عُشر پھر گر جاتے۔ چوں آں۔ جب بہت تدبیریں کر چکی اور وہ عُشر چہرے پر نہ جمے تو شیطان پر لعنت بھیجنے لگی۔ شد مصوّر۔ شیطان مجسّم بن کر اُس کے سامنے آ گیا۔ قحبہ۔ رنڈی۔ قدید۔ گوشت کا سوکھا ٹکڑا۔ بے ورود۔ یعنی جسے کوئی لینے آئے۔

۲ من ہمہ عمر۔ شیطان نے کہا کہ میں نے تمام عمر ایسی خباثت نہیں سوچی۔ نہ تیرے سوا کسی کو ایسی حرکت کرتے دیکھا۔ مُصحف۔ قرآن پاک۔ خمیس۔ لشکر۔ درد بیس۔ بہت بوڑھی عورت، شریر، گندی۔ اُمّ الکتیب۔ قرآن پاک۔ ملوّن۔ رنگین۔ چند دُزدی۔ اب مولانا حکایت کے مقصود کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے بناوٹی شیخ تو کب تک بزرگوں کے اقوال چرا کر لوگوں کی واہ واہ حاصل کرے گا یہ فرضی رنگ حقیقی رنگ نہ ہوگا۔ کسی درخت پر بندھی ہوئی شاخ اصل شاخ جیسا کام نہ کرے گی۔

۳ عاقبت۔ جب تو موت کی چادر اوڑھے گا یہ چپکائے ہوئے عُشر بڑھیا کی طرح جھڑ جائیں گے۔ چونکہ۔ جب چل چلاؤ کا وقت آئے گا یہ فرضی قصے سب ختم ہو جائیں گے۔ عالمِ خاموشی۔ عالمِ آخرت۔ پیش بیست۔ یعنی یہ حکم ہوگا کہ ربّ العالمین کے سامنے کھڑا ہو۔ نتیجہ اس کی فکر کرنی ہے کہ اس کا عشق اور محبت رکھی

صیقلے[1] کن یک دو روزے سینہ را
دو ایک دن سینہ کی صیقل کرلے

دفتر خود ساز آں آئینہ را
اُس آئینہ کو اپنا دفتر بنالے

کہ ز سایۂ یوسفِ صاحبقراں
کہ صاحبقران یوسف کے سایہ سے

شد زلیخائے عجوز از سر جواں
بوڑھی زلیخا از سرِ نو جوان ہوگئی

می شود مبدل بخورشیدِ تموز
ساون کے سورج سے بدل جاتا ہے

آں مزاجِ باردِ بردُ العجوز
چلے کے جاڑے کا ٹھنڈا مزاج

می شود مبدل بسوزِ مریمی
مریمی سوز سے بدل جاتی ہے

شاخِ لب خشکے بہ نخلِ خرمی
خشک لب شاخ خوشی کی کھجور سے

اے عجوزہ[2] چند کوشی با قضا
اے بڑھیا! تو حکم خداوندی کے مقابلہ میں کب تک کوشش کرے گی

نقد جو اکنوں رہا کن ما مضیٰ
اب نقد کی جستجو کرلے، گذشتہ کو چھوڑ

چوں رُخت را نیست در خوبی امید
جبکہ تیرے چہرے کو حسن کی امید نہیں ہے

خواہ گلگونہ نہ و خواہی مدید
خواہ پوڈر لگا اور خواہ سیاہی

حکایتِ آں رنجور کہ طبیب در وے اُمیدِ صحت ندید
اُس بیمار کی حکایت جس میں طبیب نے صحت کی امید نہ دیکھی

آں یکے رنجور شد سوئے طبیب
ایک بیمار طبیب کے پاس پہنچا

گفت نبضم را فرو بیں اے لبیب
بولا اے عقلمند! میری نبض غور سے دیکھ لے

تا ز نبض آگہ شوی بر حالِ دل
تاکہ تو نبض سے دل کی حالت پر آگاہ ہوجائے

کہ رگِ دست ست با دل متصل
کیونکہ ہاتھ کی رگ دل سے جڑی ہوئی ہے

چونکہ[3] دل غیبست خواہی تو مثال
چونکہ دل پوشیدہ ہے، تو اس کی مثال چاہتا ہے

زو بجو کہ با دلستش اتصال
اُس سے تلاش کرلے کیونکہ اُس کا دل سے اتصال ہے

باد پنہانست از چشم اے امیں
اے امین! ہوا آنکھ سے پوشیدہ ہے

در غبار و جنبشِ برگش ببیں
غبار اور پتوں کے ہلنے میں اُس کو دیکھ لے

کز یمین ست او وزاں یا از شمال
کہ وہ دائیں جانب سے چل رہی ہے یا بائیں سے

جنبشِ برگت بگوید وصفِ حال
پتوں کی حرکت حال بتا دے گی

---

۱ صیقلے۔ اللہ تعالیٰ سے محبت پیدا کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ مجاہدوں کے ذریعہ دل کو مانجھو پھر اُس میں اسرار ظاہر ہونگے اور وہ تیرا دل تیرے لئے دفتر اور کتاب کا کام دے گا۔ کہ ز سایہ۔ جب حضرت یوسفؑ کے سایہ سے زلیخا جوان ہوسکتی ہے تو جب تیرے سینہ میں انوارِ الٰہی پیدا ہونگے تو جانِ شل بڑھیا کے ہے جوان بن جائے گا۔ صاحبقران۔ وہ خوش نصیب جس کی ولادت کے وقت زہرہ اور مشتری دونوں ستارے ایک برج میں جمع ہوجائیں۔ می شود۔ جس طرح سردی سورج کے اثر سے گرمی میں تبدیل ہوجاتی ہے اسی طرح تیرے اندر تبدیلی ہوجائے گی۔ تموز۔ ساون کا مہینہ۔ سوز کی۔ حضرت مریمؑ کی تاثیر سے خشک کھجور پھل دینے لگی تھی اسی طرح تیرے اندر تبدیلی آجائے گی۔

۲ اے عجوز۔ انسان کو گذشتہ معصیتوں سے مایوس ہوکر آئندہ احوال کی اصلاح کو ترک نہ کرنا چاہیئے۔ گذشتہ سے قطع نظر کرکے اصلاحِ حال میں لگ جانا چاہیئے۔ چوں رُخت۔ پہلے تو نے جو کچھ زمنی باتیں کیں وہ کسی طرح مفید نہ ہونگی اب صحیح حالات پیدا کرلے۔ حکایت۔ زمنی باتوں کا حقیقت بننا اسی طرح ناممکن ہے جس طرح اس مریض کی صحت ناممکن تھی۔ رنجور۔ بیمار۔ لبیب۔ ذہین۔ تا ز نبض۔ دل کی حالت نبض سے معلوم کرے نبض والی رگ دل سے جڑی ہوئی ہے ——

۳ چونکہ۔ دل نظروں سے غائب ہے اگر اسکی حالت سمجھنے کیلئے کسی مثال کی ضرورت ہے تو نبض سے سمجھ لو اس کا اس سے اتصال ہے وہ نبض اس کی حالت بتادیگی۔ باد۔ جو چیز مخفی ہو اس سے متصل چیز سے اسکی حالت معلوم ہوجاتی ہے ہوا مخفی چیز ہے غبار اور پتے اس سے متصل ہیں انسے اسکی حالت کا پتہ

ف۱ مستیِ دل را نمی دانی کہ کُو
(اگر) تو دل کی مستی کو نہیں سمجھتا ہے کہ وہ کہاں ہے
وصفِ اُو از نرگسِ مخمور جُو
تو خمار آلود آنکھوں میں اُس کی حالت تلاش کرلے

چوں زِ ذاتِ حق بعیدی وصفِ ذات
جبکہ تو خدا کی ذات سے دور ہے، ذات کی صفت
باز دانی از رسول و مُعجزات
تو رسول اور مُعجزوں سے معلوم کرلے گا

مُعجزاتے و کراماتے خفی
معجزے اور مخفی کرامات
بر زند بر دل ز پیرانِ صَفی
برگزیدہ پیروں کی جانب سے دل پر اثر کرتی ہیں

کہ درونِ شاں صد قیامت نقد ہست
کیونکہ اُن کے باطن میں سیکڑوں قیامتیں موجود ہیں
کمتریں آنکہ شود ہمسایہ مست
اُن میں سے کمتر یہ ہے کہ پڑوسی مست ہوجاتا ہے

ف۲ پس جلیس اللہ گشت آں نیک بخت
وہ نیک بخت خدا کا ہم نشین بنا
کُو بہ پہلوئے سعیدے بُرد رخت
جس نے کسی نیک بخت کے پہلو میں سامان لیجا ڈالا

مُعجزہ کاں بر جمادے زد اثر
وہ معجزہ جس نے بے جان پر اثر کیا
یا عصا یا بحر یا شقّ القمر
لاٹھی ہو، یا دریا، یا چاند کا پھٹنا

گر اثر بر جاں کُند بے واسطہ
اگر بغیر واسطے کے جان پر اثر کرے
مُتّصل گردد بہ پنہاں رابطہ
تو مخفی طور پر رابطہ جُڑ جائے گا

ف۳ بر جمادات آں اثرہا عاریہ است
بے جانوں پر وہ اثرات عارضی ہیں
آں پے رُوحِ خوشِ متواریہ است
وہ مخفی پاکیزہ روح کے لئے ہیں

تا ازاں جامد اثر گیرد ضمیر
تاکہ اُس بے جان سے دل اثر قبول کرے
حبّذا ناں بے ہیولائے خمیر
خمیر کے مادّے کے بغیر روٹی کیا ہی اچھّی ہے

حبّذا خوانِ مسیحیؑ بے کمی
بغیر کمی کا مسیحی دستر خوان خوب ہے
حبّذا بے باغ میوہ مریمیؑ
(حضرت) مریمؑ کا بغیر باغ کا میوہ خوب ہے

بر زند از جانِ کامل مُعجزات
معجزے مکمّل روح سے اثر کرتے ہیں
بر خمیرِ جانِ طالب چوں حیات
زندگی کی طرح، طلبگار کی روح کے خمیر پر

کرنا نہیں ہے بلکہ روح کو متاثر کرنا ہے۔ تا ازاں۔ بے جان مُعجزے سے اِس لئے متاثر ہوتی ہے کہ اِس سے انسان کا دل متاثر ہوتا ہے تو اگر جان کے واسطے کے بغیر یہ بات حاصل ہوجائے تو کیا اچھا ہے یہ ویسا ہی ہے جیسا کہ روٹی پکانے اور آٹا گوندھنے کی زحمت کے بغیر پیٹ بھر جائے۔ حبّذا۔ حضرت عیسٰیؑ اور حضرت مریمؑ کو بغیر مادی وسائط کے نعمتیں حاصل ہوئیں۔ بر زند۔ لیکن اُس تاثیر کے لئے طلب ضروری ہے۔

ف۱ مستی۔ دل کے عشق کا آنکھیں حال بتا دیتی ہیں۔ چوں۔ ذات باری بھی مخفی ہے اُس کے صفات کا حال رسول اور اُس کے مُعجزوں سے معلوم ہوجاتا ہے۔ ز پیرانِ صفی۔ یعنی رسول اور اولیا کی برکت سے مُعجزے اور کرامات دل پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ کہ دروں۔ چونکہ اُن کے باطن میں قیامت چھپی ہوئی ہے اور قیامت مُردوں کو زندہ کردیتی ہے، اِس لئے اُن کا باطن مُردہ قلوب کو زندگی بخش دیتا ہے اُس کا اثر یہ ہے کہ اُن کا ہمسایہ مست ہوجاتا ہے۔

ف۲ پس۔ اُن کا ہم نشین اللہ تعالیٰ کا ہم نشین بن جاتا ہے یعنی اُس میں اللہ کی ہمنشینی کا اثر جو تعلق مع اللہ سے پیدا ہوجاتا ہے۔ مُعجزہ۔ مُعجزے کی تاثیر دل پر خاص مواد کی تاثیر کے واسطے سے پڑتی ہے مُعجزے کا اثر عصا پر پڑا اور وہ اژدھا بن گئی یا سمندر پر پڑا اور وہ حضرت موسٰیؑ کے لئے گذرنے کی بقدر خشک ہوگیا یا شق القمر پر پڑا اور اِن کے ذریعہ سے اُس کی تاثیر اِن پر پڑی تو اگر مُعجزہ بغیر موادِ خاصہ کے واسطے کے دل پر اثر کرے گا تو اُس سے مُعجزے کا مقصد بدرجۂ اتم پورا ہوجائے گا یعنی دل میں اور حضرت حق میں ربط پیدا ہوجائے گا۔

ف۳ بر جمادات۔ مُعجزوں کا اصل مقصد اِن مواد کو متاثر

معجزہ[1] بحر ست و ناقص مرغِ خاک ٭ مرغِ آبی در وے ایمن از ہلاک
معجزہ سمندر ہے اور ناقص خشکی کا پرندہ ہے ٭ پانی کا پرندہ اُس میں ہلاک ہونے سے پُرامن ہے

عجز بخشِ جانِ ہر نامحرمے ٭ لیک قدرت بخشِ جانِ ہمدمے
وہ (معجزہ)، ہر نامحرم کی جان کو عاجزی بخشتا ہے ٭ لیکن ہمدم کی جان کے لئے قدرت بخشنے والا ہے

چوں نیابی[2] ایں سعادت در ضمیر ٭ پس ز ظاہر ہر دم استدلال گیر
اگر یہ سعادت تو باطن میں نہیں پاتا ہے ٭ تو ہر وقت ظاہر سے دلیل پکڑنا سیکھ لے

کہ اثرہا بر مشاعر ظاہر ست ٭ ویں اثرہا از مؤثر مخبر ست
کیونکہ اثرات، حواس پر ظاہر ہیں ٭ اور یہ اثرات، اثر کرنے والے کی خبر دینے والے ہیں

ہست پنہاں معنیٔ ہر دارُوئے ٭ ہمچو سحر و صنعتِ ہر جادوئے
ہر دوا کی صفت پوشیدہ ہے ٭ جیسا کہ ہر جادو کی سحرکاری اور کاریگری

چوں نظر در فعل و آثارش کنی ٭ گرچہ پنہانست اظہارش کنی
تو جب اُس کے اثرات اور کام پر نظر کرے گا ٭ اگرچہ وہ مخفی ہے، تو اُس کا اظہار کرے گا

قوّتے کاں اندرونش مضمر ست ٭ چوں بفعل آید عیانِ مُظہر ست
وہ قوت جو اُس میں پوشیدہ ہے ٭ جب کام میں آتی ہے ظاہر کردینے والا مشاہدہ ہے

چوں[3] بآثار ایں ہمہ پیدا شدست ٭ چوں نشد ظاہر بآثار ایزدت
جب یہ سب چیزیں تجھ پر آثار سے ظاہر ہوگئیں ٭ تو تجھے خدا آثار سے کیوں نہ ظاہر ہوا؟

نے سببہا و اثرہا مغز و پوست ٭ چوں بجوئی جملگی آثار اوست
کیا اسباب اور اثرات گودا اور چھلکا نہیں ہیں ٭ جب تو جستجو کرے گا سب اُسی کے آثار ہیں

دوست گیری چیزہا را از اثر ٭ پس چرا ز آثار بخشے بے خبر
اثر کی وجہ سے تو بہت سی چیزوں کو دوست بنا لیتا ہے ٭ تو پھر تو آثار بخشنے والے سے بے خبر کیوں ہے؟

از خیالے دوست گیری خلق را ٭ چوں نگیری شاہِ غرب و شرق را
تو ایک خیال سے مخلوق کو دوست بنا لیتا ہے ٭ مغرب اور مشرق کے شاہ کو کیوں نہیں بنا لیتا؟

ایں سخن پایاں ندارد اے قباد ٭ حرصِ ما را اندریں پایاں مباد
اے شاہ! یہ بات خاتمہ نہیں رکھتی ہے ٭ اِس میں ہماری حرص ختم نہ ہو

رجوع بقصۂ آں رنجور
اُس بیمار کے قصہ کی طرف واپسی

[1] معجزہ۔ معجزے کو دریا سمجھو اور ناقص کو خشکی کا پرندہ جو دریا میں نہیں جی سکتا ہے اور روح کامل بمنزلہ آبی پرندے کے ہے جو دریا میں ہر طرح سے محفوظ رہتا ہے۔ عجز بخش۔ معجزے کا اثر ناقص اُس کے عجز کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے وہ اُس کے مقابلہ سے عاجز آجاتا ہے اور کامل کو قوت اور عمل کی قدرت عطا کر دیتا ہے۔

[2] چوں نیابی۔ نامحرم اور ہمدم کے علاوہ انسانوں کی ایک تیسری قسم بھی ہے جو بین بین ہے اُس کے لئے مناسب ہے کہ وہ ظاہری امور سے استدلال کرے اللہ تعالیٰ کے اثرات حواس پر ظاہر ہوتے ہیں جو مؤثر کی خبر دیتے ہیں۔ ہست۔ دوا کا اثر اور سحر دونوں نظر سے مخفی ہیں لیکن اُن کے اثرات دیکھ کر تو اُن کا اظہار کر دیتا ہے دوا کی قوت۔ اور جادو کا اثر جب ظہور میں آتا ہے محسوس ہو جاتا ہے۔

[3] چوں۔ جبکہ ہر مخفی چیز اپنے آثار سے پہچان لی جاتی ہے تو خدا کے آثار سے اُس کو کیوں نہیں پہچانا جاسکتا ہے۔ دنیا میں جس قدر اسباب اور اُن کے آثار ہیں سب اللہ تعالیٰ کے آثار ہیں۔ دوست۔ دنیا کی اشیاء سے اُنکے آثار کی بنا پر محبت ہوتی ہے تو پھر اُن آثار کے پیدا کرنے والے سے محبت کیوں نہیں ہے۔ از خیالے۔ اگر کسی کے بارے میں اچھا خیال قائم ہو جاتا ہے تو اس سے محبت ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ کے جمال و کمال پر تو دل و جان سے عاشق ہو جانا چاہئے جس کے آثار نظر آتے ہیں۔

باز گرد و قصۂ رنجور گو
واپس لوٹ اور بیمار کا قصہ کہہ

با طبیب آگہ و ستّار[۱] خو
واقف کار اور بردہ پوشی کرنے والے طبیب کے ساتھ

نبضِ اُو بگرفت و واقف شد ز حال
اُس نے اُس کی نبض پکڑی اور حال سے واقف ہو گیا

کہ اُمیدِ صحتِ اُو بُد محال
کہ اُس کی تندرستی کی اُمید ناممکن تھی

گفت ہر چت دل بخواہد آں بکُن
اُس نے کہا، جو تیرا دل چاہے وہ کر

تا رَوَد از جسمت ایں رنجِ کہن
تاکہ تیرے جسم سے یہ پُرانی بیماری جاتی رہے

ہر چہ خواہد خاطرِ تو وا مگیر
جس چیز کو تیرا دل چاہے، نہ روک

تا نگردد صبر و پرہیزت زحیر
تاکہ تیرا صبر اور پرہیز مصیبت نہ بن جائے

صبر و پرہیز ایں مرض را داں زیاں
صبر اور پرہیز کو اِس مرض کے لئے مُضر سمجھ

ہر چہ خواہد دل درآرش در میاں
جو دل چاہے وہ کر

ایں چنیں رنجور را گفت اے عمو
اے چچا! ایسے ہی بیمار کے لئے فرمایا ہے

حق تعالیٰ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ
اللہ تعالیٰ نے تم جو چاہو کرو

گفت[۲] رَو ہیں خیر بادت جانِ عم
اُس نے کہا اے چچا جان! جاؤ تمہارا بھلا ہو

مَن تماشائے لبِ جُو میروم
میں دریا کے کنارے سیر کو جاتا ہوں

بر مُرادِ دل ہمی گشت اُو بر آب
وہ دل کی خواہش کے مطابق پانی پر گشت لگا رہا تھا

تا کہ صحت را بیابد فتح باب
تاکہ صحت کے دروازے کی کشادگی ہو جائے

بر لبِ جُو صوفیٔ بنشستہ بُود
دریا کے کنارے، ایک صوفی بیٹھا تھا

دست و رُو می شُست و پاکی میفزود
ہاتھ اور منہ دھو رہا تھا اور پاکی بڑھا رہا تھا

اُو قفا اَش دید چوں تخئیلیئے
اُس نے اُس کی گدّی دیکھی، تو سودائی آدمی کی طرح

کرد اُو را آرزوئے سیلیئے
اُس نے طمانچہ لگانے کی تمنا کی

بر[۳] قفائے صوفی آں حیرت پرست
وہ حیرت پرست، صوفی کی گدّی پر

راست میکرد از برائے صفع دست
طمانچہ مارنے کے لئے ہاتھ تان رہا تھا

کار زو را گر نرانم تا رَوَد
کہ اگر میں آرزو پوری نہ کروں حسرتی رہ جاتی ہے

آں طبیبم گفت کاں علّت شود
تو اُس طبیب نے مجھ سے کہا تھا کہ وہ بیماری بن جائیگی

---

۳ برقفا۔ اُس مریض نے صوفی کی گدّی پر طمانچہ مارنے کیلئے ہاتھ اٹھایا۔ حیرت پرست۔ یعنی حیران عقل والا۔ صفع طمانچہ۔
کارزو۔ دل میں سوچا کہ اگر یہ تمنا پوری نہ کروں گا تو طبیب کے کہنے کے مطابق بیماری میں اضافہ ہوگا اور یہ ہلاکت ہے اور قرآن نے اپنے آپ کو ہلاک کرنے سے منع کیا ہے۔

۱ ستّار خو۔ مریضوں کی پریشانی کی وجہ سے وہ طبیب مریضوں کی پوری کیفیت سے اُن کو مطلع نہ کرتا تھا۔ بُد محال۔ وہ دِق کے آخری درجہ میں پہنچ چکا تھا۔ ہر چت دل۔ دلِ تو ہر چہ۔ رنج کہن۔ یعنی پرہیز کی پُرانی تکلیف یا مریض کی تسلی کے لئے کہہ دیا ورنہ مرض لاعلاج ہو چکا تھا۔ زحیر۔ اب صبر اور پرہیز نہ کر ورنہ طبیعت اور کمزور ہو گی مرض کا غلبہ ہو جائیگا۔ ایں چنیں۔ اب مولانا کا ذہن مایوس العلاج روحانی مریضوں کی طرف منتقل ہو گیا فرماتے ہیں قرآن نے ایسے ہی روحانی مایوس العلاج مریضوں کے لئے فرمایا ہے کہ جو چاہو کرو اگرچہ قرآن کا یہ قول زجر و توبیخ پر مبنی ہے اور طبیب کا قول مریض کو اجازت کیلئے تھا۔

۲ گفت۔ مریض نے طبیب کا قول سُن کر اُس کو رخصت کیا اور خود دریا کی سیر کو چل دیا جو اُس کی دلی خواہش تھی اور طبیب کی نصیحت کے مطابق صحت کی خاطر اُس نے دل کی خواہش پوری کرنے کا ارادہ کر لیا۔ میفزود۔ یعنی باطنی طہارت تو اُس کو حاصل تھی ظاہری طہارت (وضو) کر رہا تھا تاکہ ایک کی بجائے دو طہارتیں حاصل ہو جائیں۔ اُو۔ مریض نے صوفی کی گدّی دیکھی تو اُس پر طمانچہ مارنے کی تمنا پیدا ہو گئی..... تخئیلیئے۔ یعنی وہ آدمی جو سودائی ہو۔

سیلیتش اندر برم در معرکہ
میں لڑائی میں اس کے طمانچہ (مارنے) کو لایا ہوں

زانکہ لا تلقوا بایدی تہلکۃ
کیونکہ (حکم ہے) اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو

تہلکہ ست ایں صبر و پرہیز اے فلاں
اے فلاں! یہ صبر اور پرہیز ہلاکت ہے

خوش[1] بکوبش تن مزن چوں کاہلاں
اس کو خوب کوٹ، کاہلوں کی طرح خاموش رہو

چوں زدش سیلی بر آمد یک طراق
جب اس نے اسکے طمانچہ مارا طراق (کی آواز) نکلی

گفت صوفی ہے ہے اے قواد عاق
صوفی نے کہا ہائیں ہائیں اے دیوث، نافرمان

خواست صوفی تا دو سہ مشتش زند
صوفی نے چاہا کہ اس کے دو تین مکے مارے

بسلت و ریشش یکایک بر کند
یکبارگی اس کی مونچھ اور داڑھی اکھاڑ دے

لیک او را خستہ و رنجور دید
لیکن اس کو تھکا ہوا اور بیمار دیکھا

بس ضعیف و خوار و زار و عور دید
بہت کمزور اور خوار اور لاغر اور برہنہ دیکھا

باز اندیشید او ضعف ورا
پھر اُس کی کمزوری کو اس نے سوچا

گفت اگر مشتش زنم گردد فنا
کہا اگر اس کے گھونسا ماروں گا، مر جائے گا

رنج دق از وے بر آوردہ دمار
دق کی بیماری نے اس کی تباہی مچا دی ہے

دید شخصے سخت مدقوق و نزار
اس نے ایسا شخص دیکھا جو دق میں مبتلا اور کمزور تھا

خلق[2] رنجور دق و بیچارہ اند
مخلوق دق کی مریض اور لاعلاج ہے

و ز خداع دیو سیلی بارہ اند
اور شیطان کے ورغلانے سے طمانچہ مارنے کی شوقین ہے

جملہ در ایذائے بیجرماں حریص
سب بے خطاؤں کو ستانے کے شوقین ہیں

در قفای ہمدگر جویاں نقیص
ایک دوسرے کے پیٹھ پیچھے عیب کے جویاں ہیں

اے زنندہ بے گناہاں را قفا
او بے گناہوں کی گُدّی پر مارنے والے!

در قفای خود نمی بینی چرا
تو اپنی گُدّی کو کیوں نہیں دیکھتا ہے؟

اے ہوا را طب خود پنداشتہ
اے وہ کہ نفس کی خواہش کو علاج سمجھے ہوئے ہے

بر ضعیفاں صفع را بگماشتہ
کمزوروں پر طمانچہ تانے ہوئے ہے

بر[3] تو خندید آنکہ گفت ایں دوا ست
تجھ پر وہ ہنسا جس نے تجھ سے کہا کہ یہ دوا ہے

او ست کادم را بگندم رہنما ست
وہ وہی ہے جو آدم ع کا گیہوں کیجانب رہنما ہے

کہ خورید ایں دانہ اے دو مستعیں
کہ اے دونوں مدد چاہنے والو! اس دانہ کو کھاؤ

بہر دارو تا تکونا خالدین
دوا کیلئے، تاکہ تم دونوں (جنت میں) ہمیشہ رہنے والے بن جاؤ

---

[1] خوش۔ یعنی مریض نے اپنے آپ کو کہا۔ طراق۔ طمانچہ کی آواز۔ قواد۔ دیوث۔ خواست صوفی نے اس مریض کو مارنا چاہا، لیکن اس کی لاغری کی وجہ سے یہ سوچا کہ اگر میں اس کو مارونگا تو وہ مر جائے گا۔ عور۔ ننگا۔ دمار۔ ہلاکت، تباہی۔ مدقوق۔ وہ شخص جو دق کا بیمار ہو۔

[2] خلق۔ اب مولانا ارشادی مضمون بیان فرماتے ہیں کہ جس طرح طبیب کی بات سے غلط فہمی میں اس بدنی مریض نے صوفی کے طمانچے مارے اسی طرح عام روحانی مریض شیطان کے ورغلانے سے مخلوقِ خدا کو ستانے پر آمادہ رہتے ہیں۔ سیلی بارہ۔ طمانچہ بازی کا شائق۔ نقیص۔ عیب

سعدی کا شعر:

در برابر چو گوسفند سلیم
در قفا ہمچو گرگ مردم خوار

[3] بر تو۔ وہی شیطان جو تیرا اغوا کرتا ہے تیرا مذاق اڑاتا ہے۔ اسی نے تیرے باوا آدم کا اغوا کیا تھا۔ مستعین۔ مدد کا طالب۔ دارو۔ دوا۔

اُوش لغزانید و زد اُو را قفا	آں قفا^۵۱ واگشت و گشت ایں را لجزا
اُس نے اُن کو پھسلایا اور گدی پر مارا	وہ گدی پر مارنا پلٹ اور اُس کی سزا بن گئی
اُوش لغزانید سخت اندر زلق	لیک پُشت و دستگیرش بُود حق
اُس نے اُن کو پھسلن میں پھسلایا	لیکن اللہ (تعالیٰ) اُن کا سہارا اور مددگار تھا
کوہ بُود آدمؑ اگر پُر مار شُد	کانِ تریاقست و بے اضرار شُد
(حضرت) آدمؑ پہاڑ تھے خواہ سانپوں بھرے ہو گئے	وہ تریاق کی کان ہیں اور بے ضرر ہو گئے
تو کہ تریاقے نداری ذرّہٗ	از خلاصِ خود چرائی غرّہٗ
تو جو کہ تریاق کا ایک ذرّہ نہیں رکھتا	اپنی نجات سے تو کیوں غافل ہے؟
آں توکّل کو خلیلانہ تُرا	واں کرامت چوں^۵۲ کلیمت از کجا
(حضرت) خلیلؑ کا سا توکل تجھے کہاں حاصل ہے؟	کلیمؑ (اللہ) کی عزت تجھے کہاں سے حاصل ہے؟
تا نبرّد تیغت اسمٰعیلؑ را	تا کنی شہ راہ قعرِ نیل را
تاکہ تیری تلوار (حضرت) اسماعیلؑ کو نہ کاٹے	تاکہ تو نیل (دریا) کی گہرائی کو شاہراہ بنالے
گر سعیدے از منارہ اُوفتید	بادش اندر جامہ اُوفتاد و رہید
اگر کوئی سعید منارے سے گر پڑے	ہوا اُن کے کپڑوں میں بھر گئی اور وہ بچ گئے
چوں یقینت نیست آں بختِ حسن	تو چرا بر باد دادی خویشتن
جب وہ اچھا نصیب یقیناً تیرے لئے نہیں ہو	تو نے اپنے آپ کو کیوں برباد کیا؟
زیں^۵۳ منارہ صد ہزاراں ہمچو عاد	در فتادند و سراسر باد داد
اس منارے سے لاکھوں آدمی، عاد کی طرح	گرے اور سراسر برباد ہوئے
سرنگوں افتادگاں زیرِ منار	می نگر تو صد ہزار اندر ہزار
منارے کے نیچے اوندھے گرے ہوئے	تو لاکھوں لاکھ دیکھ لے
تو رسن بازی نمی دانی یقیں	شکر پاہا گو و میرو بر زمیں
تو یقیناً نٹ پنا نہیں جانتا ہے	پاؤں کا شکر ادا کر اور زمین پر چل
پَر مساز از کاغذ و از کُہ مپر	کہ دراں سودا بسے رفتست سر
کاغذ کے پَر نہ بنا اور پہاڑ پر سے نہ اُڑ	کیونکہ اُس جنون میں بہت سے سر ختم ہوئے ہیں

۵۱ آں قفا۔ اُس شیطان کے لئے وہی طمانچہ سزا بنا اِس لئے کہ اُس نے توبہ نہ کی۔ زلق پھسلن۔ لیک۔ حضرت آدمؑ کی خطا سے اپنے لئے خطا کا جواز نہ پیدا کر تجھ میں اُن کی جیسی خوبیاں کہاں ہیں حضرتِ حق اُن کا دستگیر تھا۔ کوہ حضرت آدمؑ کی مثال تو اُس پہاڑ کی سی ہے جس میں سانپ ہوں تو تریاق بھی ہو۔ تو نہ تریاقے۔ عوام میں وہ صلاحیتیں کہاں ہیں جو حضرت آدمؑ میں تھیں۔ آں توکل۔ حضرت ابراہیمؑ کو جو توکل کا مرتبہ حاصل تھا وہ تجھ میں کہاں ہے کہ اِسی توکل کی بنا پر اُن کی تلوار حضرت اسماعیلؑ کا گلا نہ کاٹ سکی۔

۵۲ چوں کلیمت۔ حضرت موسیٰؑ کلیم اللہ کا سا توکل تجھ میں کہاں ہے اِسی توکل کی وجہ سے دریائے نیل اُن کو نہ ڈبو سکا۔ سعیدے۔ حضرت شیخ شجاع سعید رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ مشہور ہے کہ انھوں نے اپنے آپ کو ایک منارے پر سے گرایا لیکن نہ مرے بچ رہے۔ جبکہ تیرا وہ نصیب نہیں ہے جو شیخ شجاع سعید کا تھا تو اپنے آپ کو منارے پر سے گرا کر برباد نہ کر۔

۵۳ زیں منارہ۔ یہی ہوا جو اُن کے کپڑوں میں بھری جس کی وجہ سے وہ بچ گئے قومِ عاد کی طرح لاکھوں کی تباہی کا سبب بنی ہے۔ تو لاکھوں کی تباہی تاریخ میں پڑھ لے۔

رسن بازی۔ نٹ یہ کھیل دکھاتے ہیں کہ وہ رسّی تان کر اُس پر سے چل کر گذر جاتے ہیں۔ پَر مساز۔ کاغذ کے بناوٹی پر لگا کر پہاڑ پر سے اُڑنے کی کوشش نہ کر ورنہ گر کر ہلاک ہو جائے گا۔

گرچہ[۱] آں صوفی پُر آتش شد ز خشم — لیک اُو بر عاقبت انداخت چشم

اگرچہ صوفی غصہ کی آگ سے بھر گیا — لیکن اس نے انجام پر نظر ڈالی

اوّل صف بر کسے ماند بکام — کو نگیرد دانہ بیند بندِ دام

پہلی صف میں وہی شخص بامراد رہتا ہے — جو دانہ نہ چُگے، جال کا پھندا دیکھے

حبّذا دو چشم پایاں بینِ راد — کہ نگہدارند تن را از فساد

عقلمند کی وہ دو انجام بین آنکھیں بڑی مبارک ہیں — جو جسم کو خرابی سے بچائیں

آں ز پایاں دید احمدؐ بود کو — دید دوزخ را ہم ایں جا مُو بمُو

جس نے انجام کو دیکھ لیا احمدؐ تھے کہ انھوں نے — اسی جگہ دوزخ کو ذرہ ذرہ دیکھ لیا

دید عرش و کرسی و جنّات را — تا درید اُو پردۂ غفلات را

انھوں نے عرش اور کرسی اور جنتوں کو دیکھ لیا — یہاں تک کہ انھوں نے غفلتوں کے پردے کو چاک کر دیا

گر ہمی خواہی سلامت از ضرر — چشم ز اوّل بند و پایاں را نگر

اگر تو نقصان سے بچاؤ چاہتا ہے — آغاز سے آنکھ بند کر لے اور انجام کو دیکھ لے

تا عدمہا را بہ بینی جملہ ہست — ہستہا[۲] را بنگری محبوس و پست

تاکہ تو سب عدموں کو موجود دیکھ لے — تو موجودات کو مقید اور پست دیکھ لے

ایں بہ بیں بارے کہ ہر کش عقل ہست — روز و شب در جستجوئے نیست ہست

ذرا اس کو دیکھ لے کہ جس کو عقل ہے — وہ دن رات عدم کی جستجو میں ہے

در گدائی طالب جُودے کہ نیست — بر دکانہا طالب سُودے کہ نیست

فقیری میں اُس سخاوت کا طالب ہے جو کہ عدم ہے — دکانوں پر اُس نفع کا طالب ہے جو عدم ہے

در[۳] مزارع طالب دخلے کہ نیست — در مغارس طالب نخلے کہ نیست

کھیتوں میں اُس پیداوار کا طالب ہے جو عدم ہے — تھانولوں میں اُس پودے کا طالب ہے جو عدم ہے

در مدارس طالب علمے کہ نیست — در صوامع طالب حلمے کہ نیست

مدرسوں میں اُس علم کا طالب ہے جو عدم ہے — عبادت خانوں میں اُس حِلم کا طالب ہے جو عدم ہے

ہستہا را سوئے پس افگندہ اند — نیستہا را طالب اند و بندہ اند[۵]

انھوں نے وجودوں کو پیچھے کو پھینک دیا ہے — عدموں کے طالب ہیں اور غلام ہیں

زانکہ کان و مخزنِ صنعِ خدا — نیست غیرِ نیستی در انجلا

کیونکہ اللہ تعالیٰ کی کاریگری کی کان اور خزانہ — ظہور میں، عدم کے علاوہ کچھ نہیں ہے

[۱] گرچہ۔ صوفی کو غصہ ضرور آیا لیکن وہ عاقبت بین تھا۔ اوّل۔ بامراد وہی شخص ہوتا ہے جو انجام پر نظر کرے۔ آنکہ۔ آنحضورؐ سب سے زیادہ انجام بین تھے آنحضورؐ پر آخرت کی تمام چیزیں منکشف ہو گئی تھیں۔ گر ہمی خواہی۔ انسان اگر نجات چاہتا ہے تو آغاز سے آنکھ بند کر لے اور انجام پر نظر رکھے عدمہا۔ آخرت کی چیزیں جو اس وقت نظروں سے معدوم ہیں۔

[۲] ہستہا۔ دنیاوی چیزیں جو اس وقت پیشِ نظر ہیں۔ ایں بہ بیں۔ غور کر دنیا میں ہر شخص معدوم کی جستجو میں لگا ہوا ہے۔ در گدائی۔ فقیر روپے پیسے کا طالب ہے جو اُس کے اعتبار سے معدوم ہے کاروباری نفع کا طالب ہے جو فی الحال مفقود ہے۔

[۳] در مزارع۔ کاشتکار پیداوار کا طالب ہے جو معدوم ہے، باغبان پودوں کا طالب ہے جو معدوم ہیں۔ در مدارس۔ طالب علم اُس علم کا طالب ہے، جو معدوم ہے، عبادت گذار اُس بُردباری کا طالب ہے جو معدوم ہے۔ ہستہا۔ ان سب نے اپنے موجود کو پسِ پشت ڈال رکھا ہے اور معدوم کی طلب میں کوشاں ہیں۔ زانکہ۔ اللہ تعالیٰ کی صفت ایجاد کرنا ہے اور وہ معدوم کو موجود کرتا ہے تو اُس کی صنعت کا تعلق معدوم سے ہے لہٰذا اُس کے بندوں میں بھی یہی صفت ہے۔

پیش ازیں ١ رمزے بگفتستم ازیں | این و آں را تو یکے بیں دو مبیں

اِس سے پہلے اِس سے متعلق میں اشارہ کر چکا ہوں | تو اِس کو اور اُس کو ایک دیکھ دو نہ دیکھ

گفتہ شد کہ ہر صناعتگر کہ رُست | در صناعت جائگاہِ نیست جُست ٦٠

کہا گیا ہے کہ جو کاریگر بھی پیدا ہوا ہے | اُس نے عدم میں جگہ تلاش کی ہے

جُست بنّا موضعے ناساختہ | گشت ویراں سقفہا انداختہ

معمار نے بغیر بنی جگہ تلاش کی | جو ویران ہو گیا ہو، چھتیں گری ہوئی ہوں

جُست سقّا کوزۂ کش آب نیست | واں درودگر خانۂ کش باب نیست

سقّے نے وہ پیالہ تلاش کیا جس میں پانی نہیں ہے | اور بڑھئی نے وہ گھر جس کا دروازہ نہیں ہے

وقتِ ٢ صید اندر عدم ہیں حملہ شاں | وز عدم آنگہ گریزاں جملہ شاں

شکار کے وقت عدم میں اُن کا حملہ دیکھئے | پھر (بھی) سب عدم سے گریزاں ہیں

چوں اُمیدت لاست زو پرہیز چیست | با انیسِ طبعِ خود استیز چیست

جبکہ تیری امید عدم ہے اُس سے پرہیز کیا ہے! | اپنی طبیعت کے مرغوب سے جھگڑا کیا ہے؟

چوں انیسِ طبعِ تو آں نیستی ست | از فنا و نیست ایں پرہیز چیست

جبکہ تیری طبیعت کا مرغوب وہ عدم ہے | (تو) فنا اور عدم سے یہ پرہیز کیوں ہے!

گر انیسِ لا نۂ اے جاں بسِر | در کمینِ لا چرائی منتظِر

اے جان! اگر تو مخفی طور پر عدم سے اُنس کرنیوالا (نہیں)؟ | عدم کی گھات میں تو منتظر کیوں ہے؟

زانکہ ٣ داری جملہ دل بر کندۂ | شستِ دل در بحرِ لا افگندۂ

تیرے پاس جو کچھ ہے تو اُس سے دل برداشتہ ہو گیا ہے | تو نے دل کی شست کو عدم کے دریا میں ڈال دیا ہے

پس گریز از چیست زیں بحرِ مراد | کو بشستت صد ہزاراں صید داد

تو اِس بحرِ مراد سے گریز کیوں ہے؟ | جس نے شست کے ذریعہ تجھے لاکھوں شکار دیئے ہیں

از چہ نامِ برگ را کردی تو مرگ | جادوئے بیں کہ نمودت مرگ برگ

تُو نے سازوسامان کا نام موت کیوں رکھا ہے؟ | اُس جادو کو دیکھ جو تجھے برگ کو مرگ دکھا رہا ہے

ہر دو چشمت بست سحرِ صنعتش | تا کہ جاں را در چہ آمد رغبتش

اُس کی کاریگری کے جادو نے تیری دونوں آنکھیں بند کر دی ہیں | حتّٰی کہ جان کنوئیں کی طرف راغب ہے

در خیالِ او ز مکرِ کردگار | جملہ صحرا فوق چہ زہرست و مار

اُس کے خیال میں خدا کی مخفی تدبیر سے | کنوئیں کے اوپر کا تمام جنگل زہر اور سانپ ہے

---

١ پیش ازیں۔ دفترِ پنجم میں اِس موضوع پر مولانا نے بہت کچھ فرمایا ہے۔ صناعتگر۔ ہر کاریگر معدوم کو موجود کرتا ہے۔ بنّا۔ معمار غیر تعمیر شدہ کی تعمیر کرتا ہے۔ سقّا اُس برتن میں پانی ڈالتا ہے جس میں پانی نہ ہو۔ بڑھئی وہاں دروازہ بنا کر لگاتا ہے جہاں دروازہ نہ ہو۔

٢ وقتِ صید۔ جب مقصد کا شکار کرتے ہیں عدم پر حملہ کرتے ہیں پھر بھی عدم یعنی موت سے بھاگتے ہیں۔ چوں امیدت۔ جبکہ ہر شخص نے معدوم سے امید وابستہ کر رکھی ہے تو پھر اپنی مرغوب چیز عدم سے مخالفت کیوں ہے؟ انسان کو اِن حالات میں تو فنا اور نیستی سے رغبت ہونی چاہیئے۔ گر انیس۔ اگر عدم سے محبت نہیں ہے تو ہر وقت عدم کی گھات میں کیوں لگا ہے۔

٣ زانکہ۔ انسان کا دل موجود پر مطمئن نہیں ہوتا مزید جو کہ معدوم ہے اُس کے لئے کوشاں رہتا ہے۔ بحرِ لا۔ فنا کا سمندر۔ بحرِ مراد۔ معدوم انسان کی مراد ہے۔ بشست۔ مچھلی پکڑنے کا کانٹا۔ برگ۔ ساز و سامان۔ چہ۔ دنیا داری کا کنواں جو در اصل موت ہے۔ در خیال۔ انسان یہ سمجھتا ہے کہ جو کچھ ہے یہی دنیا کا کنواں ہے اور اُس کے اوپر کا جنگل عالمِ غیب زہر اور سانپ ہے۔

لاجرم چہ را پناہے ساختست ۔۔۔ تا کہ[۱] مرگ اُو را بچاہ انداختست

لامحالہ اُس نے کنویں کو پناہ گاہ بنا لیا ہے ۔۔۔ یہاں تک کہ موت نے اُسکو کنویں میں ڈالدیا ہے

آنچہ گفتم از غلطہا اے عزیز ۔۔۔ ہم بریں بشنیدم از عطار نیز

اے پیارے! میں نے جو کچھ اُسکی غلطیاں بتائیں ۔۔۔ ایسی ہی میں نے عطار سے بھی سُنی ہیں

قصۂ سلطان محمود و غلام ہندو

ہندو غلام اور سلطان محمود کا قصہ

رحمۃ اللہ علیہ گفتہ است ۔۔۔ ذکرِ شہ محمود غازی سُفتہ است

رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے ۔۔۔ (سلطان) محمود غازی کا ذکر (نظم کی لڑی میں) پرویا ہے

کز غزای ہند پیشِ آں ہمام ۔۔۔ در غنیمت اُو فتادش یک غلام

کہ ہندوستان کے غزوے سے اُس سردار کی پیشی میں ۔۔۔ غنیمت میں ایک غلام آگیا

پس خلیفہ اش کرد و بر تختش نشاند ۔۔۔ بر سپہ[۲] بگزیدش و فرزند خواند

پھر اُس کو قائم مقام بنایا اور اُسکو تخت پر بٹھایا ۔۔۔ اُس کو لشکر کا سردار بنایا اور فرزند کہا

طول و عرض و وصفِ قصہ تو بتو ۔۔۔ در کلامِ آں بزرگِ دیں بجو

قصہ کی لمبائی اور چوڑائی اور تہ بہ تہ باتیں ۔۔۔ دین کے اُس بزرگ کے کلام میں تلاش کرے

حاصل آں کودک بر آں تختِ نضار ۔۔۔ شستہ پہلوئے قبادِ شہریار

خلاصہ یہ کہ وہ لڑکا اُس زرّیں تخت پر ۔۔۔ سلطان فرمانروا کے پہلو میں بیٹھ کر

گریہ کردے اشک میراندے بسوز ۔۔۔ گفت شاہ اُو را کہ اے پیروز روز

رونے لگا (اور) سوز کے ساتھ آنسو بہانے لگا ۔۔۔ بادشاہ نے اُس سے کہا اے نیک بخت!

از چہ گریی دولتت شد ناگوار ۔۔۔ فوقِ[۳] افلاکی قرینِ شہریار

تو کیوں روتا ہے، تجھے سلطنت ناگوار ہوئی ۔۔۔ تو آسمانوں پر فوقیت رکھتا ہے، شاہ کا ہمنشین ہے

تو بریں تخت و وزیران و سپاہ ۔۔۔ پیشِ تختت صف زدہ چوں نجم و ماہ

تو اِس تخت پر ہے اور وزیر اور لشکر ۔۔۔ چاند اور ستاروں کی طرح تیرے تخت کے سامنے صف بستہ ہیں

گفت کودک گریہ ام زانست زار ۔۔۔ کہ مرا مادر دراں شہر و دیار

بچہ نے کہا میرا پھوٹ پھوٹ کر رونا اسلئے ہے ۔۔۔ کہ میری ماں اُس شہر اور وطن میں

از توام تہدید کردے ہر زماں ۔۔۔ بینمت در دستِ محمود ارسلاں

ہر وقت مجھے تجھ سے ڈراتی تھی ۔۔۔ میں تجھے محمود شیر کے ہاتھوں میں دیکھوں

۱ تا کہ۔ موت نے اُس پر واضح کر دیا کہ جس کو وہ جائے پناہ سمجھتا تھا وہ کنواں یعنی ہلاکت کا سبب تھا۔ غلطہا۔ یعنی اسبابِ ہلاکت کو اسبابِ نجات اور اسبابِ نجات کو اسبابِ ہلاکت سمجھنا قصہ۔ اِس قصہ میں یہی مذکور ہے کہ ہندو غلام غلط بات سمجھے ہوئے تھا۔ رحمۃ اللہ علیہ۔ یعنی شیخ فرید الدین عطار۔ آں ہمام۔ یعنی سلطان محمود۔

۲ بر سپہ۔ یعنی اُس کو لشکر کا سردار بنا دیا اور فرزند کا لقب عطا کر دیا۔ نضار نون کے ضمہ کے ساتھ زر و طلاء، ہر خالص چیز۔ شستہ۔ نشستہ۔ قباد۔ قاف کے ضمہ کیساتھ، بعض بادشاہوں کا نام ہے، ہر بڑا بادشاہ۔ گریہ کردے۔ وہ ہندو غلام تخت پر بیٹھ کر زار زار رونے لگا۔ دولتت۔ تجھے یہ ناگوار ہوا ہے کہ میں تجھے سلطنت کا مالک بنا رہا ہوں۔

۳ فوقِ افلاکی۔ تیرا رتبہ آسمان سے بھی اونچا ہو گیا۔ پیشِ۔ تیرے سامنے وزراء اور سپاہی چاند ستاروں کی طرح صف باندھے کھڑے ہیں۔ دیار۔ یعنی ہندوستان۔ از توام۔ میری ماں ناراض ہو کر جب مجھے ڈراتی تھی تو یہ کہتی تھی کہ میں تجھے محمود شیر کے ہاتھ میں دیکھوں۔ ارسلاں۔ شیر۔

پس[51] پدر مر مادرم را در جواب
پھر میرا باپ ماں کے جواب میں
جنگ کردے کلینچہ خشم ست و عتاب
لڑتا کہ یہ کیا غصہ اور ناراضی ہے

می نیابی ہیچ نفرینِ دگر
تجھے کوئی دوسری بد دعا نہیں ملتی
زیں چنیں نفرینِ مُہلک سہل تر
جو اِس مہلک بد دعا سے آسان ہو

سخت بیرحمی و بس سنگیں دلی
تو بہت بے رحم اور بہت سنگین دل ہے
کہ بصد شمشیر اُو را قاتلی
کہ سیکڑوں تلواروں سے تو اُسکی قاتل ہے

مَن زگفتِ ہر دو حیراں گشتمے
میں دونوں کی گفتگو سے حیران ہوتا
در دل اُفتادے مرا بیم و غمے
میرے دل میں خوف اور رنج پیدا ہوتا

تا چہ دوزخ خُوست محمود اے عجب
ہائے تعجب! محمود کیسا دوزخ خصلت ہے؟
کہ مَثَل گشت ست در ویل و کُرب
کہ ہلاکت اور مصائب میں ضربُ المَثل بنگیا ہے

مَن[52] ہمی لرزیدمے از بیمِ تُو
میں تیرے ڈر سے لرزتا رہتا
غافل از اکرام واز تعظیمِ تو
تیرے اکرام اور تعظیم سے غافل تھا

مادرم کُو تا بہ بیند ایں زماں
میری ماں کہاں ہے؟ کہ اب دیکھے
مر مرا بر تخت اے شاہِ جہاں
اے شاہ جہاں! مجھے تخت پر

یا پدر کُو تا مرا بیند چنیں
یا باپ کہاں ہے کہ وہ مجھے ایسا دیکھے
خوش نشستہ پہلوئے سُلطانِ دیں
دین کے بادشاہ کے پہلو میں آرام سے بیٹھا ہوا

فقرآں محمودِ تُست اے بے سعت
اے بے ہمت! فقر، تیرا محمود ہے
طبع از و دائم ہمی ترساندت
طبیعت تجھے اُس سے ہمیشہ ڈراتی ہے

گر بدانی رحمِ ایں محمود را
اگر تو اِس سخی محمود کا رحم سمجھ لے
خوش بگوئی عاقبت محمود باد
تو خوشی سے کہے گا، بہتر انجام ہو

فقرآں محمودِ تُست اے بیم دل
اے ڈرپوک! فقر تیرا محمود ہے
کم شنو زیں مادرِ[53] طبعِ مُضِل
اس گمراہ کرنیوالی ماں، طبیعت کی بات نہ سُن

چوں شکارِ فقر گردی تو یقیں
جب تو فقر کا شکار ہو جائے گا تو یقیناً
ہمچوں کودک اشک باری یوم دیں
قیامت کے دن بچے کی طرح آنسو بہائے گا

گرچہ اندر پرورش تن مادرست
اگرچہ جسم پرورش کرنے میں ماں (کی طرح) ہے
لیک از صد دشمنت دشمن ترست
لیکن تیرے سَو دشمنوں سے زیادہ دشمن ہے

[51] پس پدر۔ میرا باپ میری ماں سے کہتا تھا کہ اِس قدر سخت بد دعا کیوں دیتی ہے اِس سے نرم کوئی بد دعا دیا کر۔ کہ بصد۔ سلطان محمود کے ہاتھ میں کسی کا پڑ جانا سیکڑوں تلواروں سے قتل ہونا ہے۔ من زگفت۔ میں دونوں کی باتوں سے حیران ہوتا تھا اور غمگین ہوتا تھا۔ تاچہ۔ اِن بد دعاؤں سے میں سوچا کرتا تھا سلطان محمود کسقدر ظالم ہے جو تباہی اور بربادی کے لئے ضربُ المَثل بن گیا ہے۔

[52] من ہمی لرزیدمے۔ میں آپ کے نام سے کانپتا تھا اور آپ کے اکرام اور خلعت عطا کرنے سے غافل تھا۔ آج میرے ماں باپ ہوں تو وہ دیکھیں کہ اُن کے خیالات کسقدر غلط تھے۔ فقر۔ فقر اور عدم سے انسان کا ڈرنا ایسا ہی غیر واقعی ہے جیسا کہ ہندو غلام کا سلطان محمود سے ڈرنا تھا۔ خوش بگوئی تو یہ دعا کرے گا کہ خدا کرے میری عاقبت محمود ہو۔ اِس کے دونوں معنی ہیں کہ قابلِ تعریف ہو یا انجام کار ہمیں بھی سلطان محمود میسر آ جائے۔

[53] مادر۔ جس طرح اِس لڑکے کی ماں غلط طور پر ڈراتی تھی اِسی طرح انسان کی طبیعت انسان کو فقر سے غلط طور پر ڈراتی ہے۔ شکارِ فقر۔ جب تجھے فقر حاصل ہو جائیگا تو پھر اِسی طرح روئیگا جسطرح اپنی پہلی معلومات پر وہ ہندو غلام رویا تھا۔ گرچہ۔ انسان کا جسم انسان کو اِسی طرح پرورش کرتا ہے جسطرح ماں بچّے کی پرورش کرتی ہے لیکن وہ انسان کا سَو دشمنوں سے زیادہ دشمن ہے۔

تن[1] چو شد بیمار دارو جوت کرد
جسم جب بیمار ہوا اس نے تجھے دوا کا جستجو کرنے والا بنایا
ور قوی شد مر ترا طاغوت کرد
اگر قوی ہوا، تجھے شیطان بنا دیا

چوں زرہ داں این تنِ پُر حیف را
اس ظالم جسم کو زرہ کی طرح سمجھ
نے شتا را شاید و نے صیف را
نہ جاڑوں کے لائق ہے اور نہ گرمیوں کے

یارِ بد نیکوست بہرِ صبر را
صبر کے لئے برا دوست اچھا ہے
کہ کشاید صبر کردن صدر را
کہ صبر کرنے کیلئے سینہ کو کھول دیتا ہے

صبرِ مہ با شب منوّر داردش
چاند کا رات کے ساتھ صبر اُس کو منوّر بنا دیتا ہے
صبرِ گل با خار اذفر داردش
پھول کا صبر کانٹے کے ساتھ اُسکو مہکتا ہوا بنا دیتا ہے

صبر[2] شیر اندر میانِ فرث و خوں
لید اور خون میں دودھ کے صبر نے
کرد اُو را ناعشِ ابن اللبون
اُسکو دودھ پیتے بچے کیلئے زندگی بخشنے والا بنا دیا

صبرِ جملہ انبیا با منکراں
منکروں کے ساتھ انبیاء کے صبر نے
کردشاں خاصِ حق و صاحبقراں
اُنکو اللہ تعالیٰ کا خاص اور با اقبال بنا دیا

ہر کہ را بینی یکے جامہ دُرست
تو جس کسی کا لباس اچھا دیکھے
دانکہ اُو آں را بصبر و کسب جُست
سمجھ لے کہ اُس نے وہ صبر اور کمائی سے حاصل کیا ہے

ہر کرا بینی برہنہ و بینوا
تو جس کو ننگا اور محتاج دیکھے
ہست بر بے صبریِ اُو آں گوا
وہ اس کی بے صبری پر گواہ ہے

ہر کہ[3] مستوحش بُود پُر غصہ جاں
جو وحشت زدہ ہو، جان غصہ سے بھری ہوئی ہو
کردہ باشد با دغائی اِقتراں
اُس نے دھوکے باز کے ساتھ جوڑ لگایا ہے

صبر اگر کردے ز اُلف آں بیوفا
اگر وہ بے وفا دوستی سے صبر کر لیتا
از فراقِ اُو نخوردے ایں قفا
اُس کی جدائی کا یہ طمانچہ نہ کھاتا

خُوی با حق ساختے چوں انگبیں
اللہ کے ساتھ موافقت کرتا جس طرح شہد
با لبن کہ لا اُحِبُّ الآفِلین
دودھ کیساتھ کہ میں غروب کر جانیوالوں کو محبوب نہیں کہتا ہوں

لاجرم تنہا نماندے ہمچناں
لامحالہ اس طرح اکیلا نہ رہتا
کاتشے ماندہ براہ از کارواں
جس طرح قافلے سے آگ پیچھے رہ گئی

---

[1] تن چو شد۔ اگر جسم بیمار ہوتا ہے تو انسان دوا کی تلاش میں پریشان ہوتا ہے اور اگر وہ تندرست ہو تو پھر انسان میں شیطنیت پیدا کر دیتا ہے۔ چوں زرہ۔ جس طرح لوہے کی زرہ بدن کو کسی حالت میں بھی راحت نہیں پہنچاتی ہے اسی طرح جسم انسان کو کسی حالت میں بھی راحت نہیں پہنچاتا ہے۔ یارِ بد۔ جسم اگرچہ بُرا ساتھی ہے لیکن اُس کے مصائب پر صبر کرو تو پھر اُس سے یہ فائدہ اٹھا سکتے ہو۔ صبر مہ۔ کالی رات میں چاند کا صبر اُسکو منور کرتا ہے پھول کا کانٹے کے ساتھ صبر اُسمیں مہک پیدا کرتا ہے۔

[2] صبر۔ دودھ لید اور خون کے درمیان صبر کرتا ہے تو بچے کو زندگی بخشنے والا بنجاتا ہے۔ ابن اللبون۔ دودھ پیتا بچہ۔ جملہ انبیاء۔ تمام انبیاء کے اخروی مراتب صبر کرنے سے بلند ہوتے ہیں۔ ہر کرا۔ دنیاوی منافع بھی صبر سے حاصل ہوتے ہیں انسان کے لباس کی درستگی صبر کے ساتھ کمائی پر لگے کا نتیجہ ہے اور برہنہ ہونا اسکی دلیل ہے کہ وہ محنت پر صبر نہیں کر سکا ہے۔

[3] ہر کہ۔ جو شخص غمگین ہو اُسکے بارے میں سمجھ لو کہ اُس نے تعلق مع اللہ پر صبر نہیں کیا بلکہ اُسنے بیوفائی اور دغا دینے والی چیز سے تعلق پیدا کیا تھا۔ اقتراں۔ باہم جُڑنا۔ آں بے وفا۔ اگر یہ فانی اپنے وفا سے تعلق نہ پیدا کرتا تو آج غمگین نہ ہوتا۔ خوی۔ وہ خدا سے تعلق پیدا کرتا اور حضرت ابراہیمؑ کی طرح کہدیتا کہ مجھے غائب ہوجانے والی چیزوں سے محبت نہیں ہے۔ کاتشے۔ قافلہ روانہ ہوجاتا ہے اور آگ تنہا پڑی رہ جاتی ہے۔

چوں ز بے صبری قرینِ غیر شد ۔۔۔ در فراقش پُر غم و بے خیر شد

جب بے صبری کی وجہ سے غیر کا ساتھی بنا ۔۔۔ اسکی جدائی کے وقت غمگین اور بے خیر بن گیا

صحبتت چوں ہست زرِّ دہ دہی ۔۔۔ پیشِ خائن چوں امانت می نہی

جبکہ تیری دوستی خالص سونا ہے ۔۔۔ خیانت کرنے والے کے پاس امانت کیوں رکھتا ہے؟

خوی با اُو کُن کہ امانتہائے تو ۔۔۔ ایمن آید از افول و از عتو

اُس سے عادت ڈال کر تیری امانتیں ۔۔۔ مفقود ہونے اور تعدی سے محفوظ ہوں

خوی با اُو کُن کہ خُو را آفرید ۔۔۔ خوہای انبیا را پرورید

عادت اُس سے ڈال جس نے عادت پیدا کی ۔۔۔ انبیاء کی عادتوں کو پرورش کیا

بَرّہ بدہی رمہ بازت دہد ۔۔۔ پرورندہ ہر صفت خود رب بُود

تو بکری کا بچہ دیتا ہے وہ گلّہ لوٹاتا ہے ۔۔۔ ہر صفت کا پرورش کرنیوالا خود اللہ (تعالےٰ) ہے

بَرّہ پیشِ گرگ امانت می نہی ۔۔۔ گرگ و یوسفؑ را مفرما ہمرہی

تو بکری کا بچہ بھیڑیے کے پاس امانت رکھتا ہے ۔۔۔ بھیڑیے اور یوسفؑ کو ساتھ رہنے کا حکم نہ دے

گرگ اگر با تو نماید رُوبہی ۔۔۔ ہیں مکُن باور کہ ناید زُو بہی

بھیڑیا اگر تجھ سے چالاکی برتے ۔۔۔ خبردار! یقین نہ کر کیونکہ اُس سے بھلائی نہیں آتی ہے

جاہل ار با تو نماید ہمدلی ۔۔۔ عاقبت زخمت زند از جاہلی

اگر جاہل تجھ سے دوستی دکھائے ۔۔۔ انجام کار جہالت سے تکلیف دے گا

اُو دو آلت دارد و خنثی بُود ۔۔۔ فعل ہر دو بے گماں پیدا شود

وہ دو آلے رکھتا ہے اور ہیجڑا ہے ۔۔۔ یقیناً دونوں کا کام ظاہر ہوگا

اُو ذکر را از زناں پنہاں کند ۔۔۔ تا کہ خود را خواہرِ ایشاں کُند

وہ عورتوں سے ذکر چھپاتا ہے ۔۔۔ تاکہ اپنے آپ کو اُن کی بہن بنائے

شُلّہ از مرداں بکف پنہاں کند ۔۔۔ تا کہ خود را جنسِ آں مرداں کند

ہاتھ سے فرج کو مردوں سے چھپاتا ہے ۔۔۔ تاکہ اپنے آپ کو مردوں کی جنس بنائے

گفت یزداں زاں کُسِ مکتومِ اُو ۔۔۔ شُلّہ سازیم بر خرطومِ اُو

خدا تعالےٰ نے فرمایا اسکی اُس چھپی ہوئی فرج کو ۔۔۔ ہم اُس کی ناک پر فرج بنا دیں گے

ل۱ چوں ز بے صبری۔ جب انسان اپنی بے صبری سے خدا کے غیر کا ساتھی بنتا ہے تو جب اُس سے جدائی ہوتی ہے غمگین ہوتا ہے۔ صحبتت۔ اللہ نے تجھ میں یہ صلاحیت عطا کی تھی کہ تو تعلق مع اللہ پیدا کر سکتا تھا وہ بہت یقینی چیز ہے کسی خیانت کرنیوالے کے پاس اسکو امانت نہ رکھ یعنی اِس صلاحیت کو غیر اللہ کیلئے صرف کریگا تو فائدہ نہ ہوگا اور گویا وہ امانت ضائع ہو جائیگی۔ افول۔ امانت کا ضائع ہونا غائب ہو جانے سے اور عتو یعنی انکار سے ہوتا ہے۔ خُوی۔ جو عادتیں پیدا کرنے والا ہے اور جس نے انبیاء کو بہترین عادتیں اور اخلاق عطا فرمائے انسان کو اُس سے تعلق پیدا کرنا چاہئے۔

ل۲ برّہ۔ اللہ تعالےٰ کے پاس امانت کرنیکا یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ تو اُس کو بکری کا ایک بچہ دیگا تو وہ بکریوں کا ریوڑ تجھے عطا کریگا گرگ۔ اگر اپنی صفات اور محبت کو تو نے غیر اللہ میں صرف کیا تو ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی بکری کا بچہ بھیڑیئے کے پاس امانت میں رکھدے۔ جاہل۔ نادان کی صحبت کبھی نہ اختیار کر۔ اُو دو آلت۔ اللہ اور دین سے جاہل منافق ہوتا ہے اور اسکے دو چہرے اِسی طرح ہوتے ہیں جیسا کہ خنثیٰ۔ اُسمیں مرد اور عورت دونوں کے اعضاء تناسل ہوتے ہیں۔

ل۳ اُو۔ وہ خنثیٰ عورتوں میں جاتا ہے تو مرد والے آلہ تناسل کو چھپاتا اور مردوں میں بیٹھتا ہے

تو عورتوں والے آلہ تناسل کو چھپاتا ہے۔ شلہ۔ عورت کی شرمگاہ۔ گفت۔ جاہل بہت سے اسکے [illegible] پن کو سمجھ جائینگے خدا اسکو ایسی علامتیں دکھادیگا جنسے وہ اسکے نفاق کو سمجھ لینگے۔ خرطوم۔ قرآن پاک میں ولید بن مغیرہ کافر کے بارے میں فرمایا گیا ہے ہم اسکی ناک پر داغ لگائینگے۔ کُس۔ عورت کی شرمگاہ۔ خرطوم۔ ہاتھی کی سونڈ۔

تا کہ بینایانِ ما زاں دو دلال ۔۔۔ دَر نیایند از فنِ او در جوال[1]

تاکہ ہمارے بینا ان دو ناز (و انداز) سے ۔۔۔ اُس کے فریب سے دھوکے میں نہ آئیں

حاصلِ آں کز ہر ذکر ناید نری[2] ۔۔۔ ہیں ز جاہل ترس گر دانشوری

خلاصہ یہ ہے کہ ہر مرد میں مردانگی نہیں ہوتی ہے ۔۔۔ خبردار! اگر تو عقلمند ہے تو جاہل سے ڈر

دوستیِ جاہلِ شیریں سخن ۔۔۔ کم شنو کاں ہست چوں سمِّ کہن

میٹھی بات والے جاہل کی دوستی (کی باتیں) ۔۔۔ نہ سُن کیونکہ وہ پرانے زہر کی طرح ہیں

جانِ مادر، چشمِ روشن گویدت ۔۔۔ جز غم و حسرت ازاں نفزویدت

وہ تجھے جانِ مادر، روشن آنکھ کہے ۔۔۔ اُس سے سوائے غم اور حسرت کے کچھ نہ بڑھے گا

مر پدر را گوید آں مادر جہار ۔۔۔ کہ ز مکتب بچہ ام شد بس نزار

ماں علی الاعلان باپ سے کہتی ہے ۔۔۔ کہ مکتب سے میرا بچہ بالکل لاغر ہو گیا

از زنِ دیگر گرش آوردہ ۔۔۔ بر وے ایں جور و جفا کم کردہ

اگر وہ تیری دوسری بیوی سے ہوتا ۔۔۔ تو اُس پر یہ ظلم و ستم نہ کرتا

از جز از تو گر بدے ایں بچہ ام ۔۔۔ ایں فشار آں زن بگفتے نیز ہم

اگر وہ میرا بچہ تیرے سوا (کسی عورت سے) ہوتا ۔۔۔ وہ عورت بھی یہی بکواس کرتی

ہیں بجہ زیں مادر و تیبائیِ او ۔۔۔ سیلیِ بابا بہ از حلوائے او

خبردار! اُس ماں اور اُسکے افسون سے کود (بھاگ) ۔۔۔ باپ کا طمانچہ اُس کے حلوے سے بہتر ہے

ہست مادر نفس و بابا عقلِ راد ۔۔۔ اولش تنگی و آخر صد گشاد

ماں نفس اور دانا عقل، باپ ہے ۔۔۔ اُسکی ابتدا تنگی اور آخر سیکڑوں کشادگیاں ہیں

اے دہندہ عقلہا فریاد رس ۔۔۔ تا نخواہی تو نخواہد ہیچ کس

اے عقل عطا کرنیوالے، مدد کر ۔۔۔ جب تک تو نہ چاہے کوئی شخص نہیں چاہتا

ہم طلب[3] از تست و ہم آں نیکوئی ۔۔۔ ما کئیم اوّل توئی آخر توئی

طلب بھی تیری جانب سے ہے اور نیکی بھی ۔۔۔ ہم کیا ہیں؟ اوّل تو ہے آخر تو ہے

ہم بگو تو ہم تو بشنو ہم تو باش ۔۔۔ ما ہمہ لاشیئم با چندیں تراش

تو ہی کہہ، تو ہی سُن، تو ہی رہ ۔۔۔ باوجود اِس قدر تراش (خراش) کے ہم کچھ نہیں ہیں

زیں حوالت رغبت افزا در سجود ۔۔۔ کاہلیِ جبر مفرست و خمود

اس حوالے سے سجدہ کرنے میں رغبت بڑھادے ۔۔۔ جبر کی کاہلی اور افسردگی نہ بھیج

---

[1] جوال۔ بڑا تھیلا، فریب۔ حاصل۔ جسطرح خنثیٰ، مردانگی نہیں رکھ سکتا اسی طرح جاہل کی میٹھی باتیں بھی کام کی نہیں ہیں۔ دوستی۔ جاہل کی دوستی کی مثال ماں کی محبت ہے جو بچے کیلئے مُضر ہے وہ جاہل محبت سے تجھے اپنی جان اور اپنی روشن آنکھ کہتا ہے۔ مر پدر۔ باپ بچے کو تعلیم کیلئے مکتب بھیجتا ہے تو بچے کی محبت میں ماں بچے کے باپ سے لڑتی ہے اور کہتی ہے کہ اگر یہ بچہ تیری کسی دوسری بیوی کا ہوتا تو اُس پر تو اِس قدر ظلم نہ کرتا۔

[2] از جز۔ باپ جواب دیتا ہے کہ عورتوں کی یہی بے عقلی کی باتیں ہیں اگر یہ بچہ میری کسی دوسری بیوی سے ہوتا تو وہ بھی یہی کہتی جو تو کہہ رہی ہے۔ ہست انسان کے نفس کو ماں اور عقل کو باپ سمجھ۔ اے دہندہ۔ چونکہ نفس کے فریب سے نجات مشکل ہے اسلئے مولانا نے اسکے بیان کے بعد دعا شروع کر دی۔

[3] ہم طلب۔ ہماری طلب تیری توفیق سے ہے اور نیکی بھی تیری توفیق کی وجہ سے ہے۔ ہم بگو۔ قرآن پاک میں ہے وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ۔ (ترجمہ) "اور تم نہیں چاہتے مگر یہ کہ اللہ چاہے" انسانی افعال سب اللہ کی ایجاد پر موقوف ہیں۔ زیں حوالت۔ اے اللہ ہم نے باتیں تیرے حوالہ کر دیں اور اس سے مقصد یہ ہے کہ تو ہمارے اندر اطاعت و عبادت کی طاقت بڑھادے اور یہ حوالہ کرنا جبریوں کے عقیدہ کے اعتبار سے غلط ہے جو انسان کو مجبور محض ثابت کرتا ہے۔

جبرؔ[1] باشد پرّ و بالِ کاملاں
جبر کاملوں کا پر و بال ہے

جبر ہم زندان و بندِ کاہلاں
جبر ہی کاہلوں کا قید خانہ اور بیڑی ہے

ہمچو آبِ نیل داں ایں جبر را
اِس جبر کو نیل کے پانی کی طرح سمجھ

آب مومن را و خوں مر گبر را
جو مومن کیلئے پانی اور کافر کے لئے خون ہے

بال بازاں را سوئے سلطاں برد
شہبازوں کو بازو شاہ کی جانب لیجاتا ہے

بال زاغاں را بگورستاں برد
کوؤں کو بازو قبرستان کی طرف لیجاتا ہے

باز گرد اکنوں تو در شرحِ عدم
اب تو پھر عدم کی شرح کی طرف لوٹ

کو چو پازہرست و پندارش سم
کیونکہ وہ تریاق ہے اور تو اُسکو زہر سمجھتا ہے

ہمچوؔ[2] ہندو بچہ ہیں اے خواجہ تاش
اے آقا بھائی! خبردار تو ہندو بچّہ کی طرح

روز محمودِ عدم ترساں مباش
چل، عدم کے محمودؔ سے خوفزدہ نہ ہو

از وجودے ترس کاکنوں در وئی
اِس وجود سے ڈر جس میں تو اب ہے

آں خیالت لاشئی و تو لاشئی
تیرا وہ خیال معدوم ہے اور تو (بھی) معدوم ہے

لاشئی بر لاشئی عاشق شدست
ایک معدوم دوسرے معدوم پر عاشق ہوگیا ہے

ہیچ نے مر ہیچ نے را رہ زدست
معدوم نے، معدوم کی رہزنی کی ہے

چوں بروں شد ایں خیالات از میاں
جب درمیان سے یہ خیالات خارج ہوگئے

گشت نامعقولِ تو بر تو عیاں
تیرا نامعقول، تجھ پر واضح ہوگیا

> قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰٓی اٰلِہٖ وَسَلَّمَ لَیْسَ لِلْمَاضِیْنَ[3]
>
> نبی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلّم نے فرمایا جانے والوں کو موت کا غم نہیں ہے
>
> ھَمُّ الْمَوْتِ وَاِنَّمَا لَھُمْ حَسْرَۃُ الْفَوْتِ
>
> اُن کو فوت کی حسرت ہے

راست فرمود آں سپہدارِ بشر
انسانوں کے سردار نے سچ فرمایا

کہ ہر آنکہ کرد از دنیا گذر
کہ جو دنیا سے گذر گیا

نیستش درد و دریغ و غبنِ موت
اسکو موت کا درد اور افسوس اور نقصان نہیں ہے

بلکہ ہستش صد دریغ از بہرِ فوت
بلکہ اُس کو فوت پر سیکڑوں افسوس ہیں

---

[1] جبر۔ مولانا کئی بار سمجھا چکے ہیں کہ ایک جبر تو اہلِ سنت کا عقیدہ ہے وہ باعث نجات ہے اور ایک جبر جبریوں کا عقیدہ ہے وہ گمراہی ہے۔ ہمچو۔ جبر محمود بھی ہے اور مذموم بھی اسکی مثال دریائے نیل ہے جو سبطیوں کیلئے پانی اور قبطیوں کیلئے خون ثابت ہوا۔ بالِ شہباز کے بازو اُسکو شاہ کیطرف لے جاتے ہیں کوؤں کے بازو اُن کو مُردار کھانے کیلئے قبرستانوں میں لیجاتے ہیں۔ شرحِ عدم۔ سطور محمود نے اوپر عدم اور معدوم کے مطلوب ہونے کا ذکر کیا تھا اب پھر اُسکی طرف رجوع کیلئے کہ تو اُسکو زہر سمجھتا ہے حالانکہ وہ تریاق ہے۔

[2] ہمچو۔ اِس عدم کے معاملہ میں تیری مثال اُس ہندو بچے کی سی ہے جو سلطان محمود کے نام سے لرزتا تھا اور وہی اُس کیلئے انتہائی شفیق ثابت ہوا۔ از وجود۔ جو اِسوقت تیرا وجود ہے دراصل وہ عدم اور معدوم ہے اور یہ خیالات بھی فانی ہیں اور تو بھی فانی ہے تیرا اِس وجود پر عاشق ہونا گویا معدوم کا معدوم پر عاشق ہونا ہے۔ چوں بروں شد۔ جب تیرا یہ وجود فنا ہوجائیگا تو تجھے معلوم ہوجائے گا کہ تو کن نامعقول باتوں میں پھنسا ہوا تھا۔

[3] قال النبیؐ۔ اِس مضمون کی حدیث تو ثابت نہیں البتہ قرآن پاک میں مذکور ہے کہ کفار مرنیکے بعد مرنے پر افسوس نہ کرینگے کیونکہ اُن کو معلوم ہوجائیگا وجود فانی کا فوت ہوجانا رنج کی بات نہیں ہے بلکہ اعمالِ صالحہ جن کو وہ معدوم سمجھتے تھے اُن کے نہ کرنے پر افسوس کریں گے۔ نیستش۔ دنیا سے جو مرکر جائیگا اسکو مرنے کا افسوس نہ ہوگا بلکہ یہ افسوس ہوگا کہ معدوم کیلئے کوشش کیوں کی اور نیک عمل کیوں نہ کیا۔

لَیْسَ لِلْمَاضِیْنَ ھَمُّ الْمَوْتِ گفت
فرمایا جانے والوں کو موت کا رنج نہیں ہے
لیکِ شاں با حسرتِ فوت اند جُفت
لیکن وہ فوت کی حسرت سے وابستہ ہیں

کہ چرا قبلہ نکردم مرگ را
کہ ہم نے موت کو قبلہ کیوں نہ بنایا؟
مخزنِ[1] ہر دولت و ہر برگ را
ہر دولت اور ہر سامان کے خزانے کو

قبلہ کردم من ہمہ عمر از حَوَل
ہم نے بھینگے پن سے تمام عمر قبلہ بنایا
آں خیالاتے کہ گُم شُد در اجل
اُن خیالات کو جو موت میں گم ہوگئے

حسرتِ آں مُردگاں از مرگ نیست
اُن مردوں کی حسرت موت پر نہیں ہے
زانست کاندر نقشہا کردیم ایست
اِس سے ہے کہ ہم نے نقوش (خیالات) میں بسر کی

ماندیدیم اینکہ ایں نقش ست و کف
ہم نے یہ نہ دیکھا کہ یہ نقش اور جھاگ ہے
کف ز دریا جنبد و یابد عَلَف
جھاگ دریا سے ہلتے ہیں اور غذا پاتے ہیں

چونکہ بحر افگند کفہا را ببر
جب سمندر نے جھاگوں کو خشکی پر پھینک دیا
رو بگورستاں رواں کفہا نگر
جا، بہتے جھاگوں کو قبرستان میں دیکھ

پس بگو کو جنبش و جولانِ تاں
پھر کہہ کہ تمہاری جنبش اور جولانی کہاں ہے؟
بحر افگندست در بحران تاں
سمندر نے تمہیں تغیر میں مبتلا کردیا ہے

تا بگویندت[2] بلب نے بل بحال
تاکہ وہ تجھ سے کہیں، ہونٹ سے نہیں، بلکہ حال سے
کہ ز دریا کُن نہ از ما ایں سوال
کہ یہ سوال ہم سے نہیں، دریا سے کر

نقش چوں کف کے بجنبد بے ز موج
نقش، جھاگ کی طرح بغیر موج کے کب حرکت کرتا ہے
خاک بے بادے کُجا آید باوج
خاک بغیر کسی ہوا کے بلندی پر کب پہنچتی ہے

چوں[3] غبارِ نقش دیدی باد بیں
جبکہ تو نے نقش کا غبار دیکھا ہے، ہوا کو دیکھ
کف چو دیدی قلزمِ ایجاد بیں
جب تو نے جھاگ کو دیکھا ایجاد کے سمندر کو دیکھ

ہیں بہ بیں کز تو نظر آید بکار
خبردار! نظر کر، تیرا نظر کرنا کام آئے گا
باقیت شحمے و لحمے پود و تار
تیرا باقی (جسم) چربی اور گوشت اور تانا بانا ہے

شحمِ تو در شمعہا نفزود تاب
تیری چربی نے شمعوں میں روشنی نہیں بڑھائی
لحمِ تو مخمور را نامد کباب
تیرا گوشت مخمور کے لئے کباب نہ بنا

در گداز ایں جملہ تن را در بصر
نظر میں اس تمام جسم کو پگھلا دے
در نظر رَو، در نظر رَو، در نظر
نظر میں جا، نظر میں جا، نظر میں

[1] مخزن۔ اَلْمَوْتُ جِسْرٌ یُوْصِلُ الْحَبِیْبَ اِلَی الْحَبِیْبِ موت ایک پل ہے جو دوست کو دوست تک پہنچا دیتا ہے۔ خیالاتے۔ موت کے بعد معلوم ہوگا کہ دنیاوی تمام خیالات لاحاصل تھے۔ نقشہا۔ زندگی عالمِ آخرت میں ہے دنیاوی چیزیں بے روح تصاویر ہیں۔ ماندیدیم۔ افسوس یہ ہوگا کہ ہم دنیاوی چیزوں کو تصویر بے روح اور فانی جھاگ کیوں نہ سمجھے تھے۔ کف۔ جھاگ خود بے حقیقت چیز ہے اُس کی حرکت اور بقا محض دریا کی وجہ سے ہے جب وہ خشکی میں جا پڑے تو بالکل بے حس و حرکت ہیں۔

[2] تا بگویندت۔ وہ حُباب اور کفِ دریا جواب دیں گے چونکہ وہ بالکل مُردہ ہیں ان کی زبانِ قال نہیں ہے اسلئے زبانِ حال سے جواب دیں گے کہ ہماری اصل تو دریا ہے اُس سے سوال و جواب کر۔ نقش۔ عالمِ امکان بغیر بحرِ وحدت کی موج کے کب حرکت کرسکتا ہے عالمِ امکان خاک ہے وہ بغیر لطفِ خداوندی کی ہوا کے وجود اور بلندی کب حاصل کرسکتا ہے۔

[3] چوں غبار۔ عالمِ امکان کو دیکھنے کے بعد نظرِ توحیدی پیدا کر یہ نظرِ توحیدی تیرے کام آئے گی باقی تیرا تانا بانا گوشت و پوست سب بیکار ہے نہ دنیا میں کار آمد نہ آخرت میں نہ تیری چربی سے شمع بنتی ہے نہ تیرے گوشت کے کباب بنتے ہیں۔ درگداز جبکہ تیرے اندر اصل نظر توحیدی اور روح کا فعل ہے اور معلوم ہوگیا کہ جسم مقابلۃً بیکار چیز ہے تو مجاہدوں کے ذریعہ جسم کو تقوٰی کے حاصل کرنے میں پگھلا دے۔

یک۱ نظر دو گز ہمی بیند ز راہ ۔ یک نظر دو کون دید و روی شاہ
ایک نظر ہے جو راستے کے دو گز دیکھتی ہے ۔ ایک نظر ہے (جس نے) دونوں جہان اور شاہ کا چہرہ دیکھا

درمیانِ ایں دو فرقِ بیشمار ۔ سرمہ جو واللہ اعلم بالاسرار
ان دونوں میں بے تعداد فرق ہے ۔ سُرمہ کی تلاش کر، اور اللہ غیب کا جاننے والا ہے

چوں شنیدی شرحِ بحرِ نیستی ۔ کوش دائم تا دریں بحر ایستی
جب تونے عدم کے سمندر کی شرح سُن لی ۔ ہمیشہ کوشش کرتا کہ تو اُس سمندر میں ٹھہر جائے

چونکہ۲ اصلِ کارگاہ ایں نیستی ست ۔ کہ خلا و بے نشانست و تہی ست
چونکہ اصل کارخانہ یہ عدم ہے ۔ جو کہ خلا اور بے نشان اور خالی ہے

جملہ استاداں پئے اظہارِ کار ۔ نیستی جویند و جای انکسار
تمام اُستاد کاریگری کے اظہار کے لئے ۔ عدم اور شکست کی جگہ کے جویاں ہیں

لاجرم اُستادِ استاداں صمد ۔ کارگاہش نیستی و لا بود
لامحالہ اُستادوں کا اُستاد، خدا ۔ اُسکا کارخانہ نیستی اور عدم ہوگا

ہر کجا ایں نیستی افزوں ترست ۔ کارِ حق و کارگاہش آں سرست
جہاں کہیں یہ عدم بہت زیادہ ہے ۔ اللہ کی کاریگری اور کارخانہ اُس جانب ہے

نیستی چوں ہست بالائیں طبق ۔ بر ہمہ بُردند درویشاں سبق
فنا، چونکہ بالائی طبقہ ہے ۔ درویش سب پر سبقت لے گئے

خاصہ درویشے کہ شد بے جسم و مال ۔ کارِ فقرِ جسم دارد نے سوال
خصوصاً وہ درویش جو بے جسم اور بے مال بن گیا ۔ اعتبار جسمی فقر رکھتا ہے، نہ کہ سوال

سائل۳ آں باشد کہ مالِ اُو گداخت ۔ قانع آں باشد کہ جسمِ خویش باخت
سوالی وہ ہوگا جس کا مال ضائع ہوگیا ہو ۔ قانع وہ ہوگا جس نے اپنے جسم کو ہار دیا

پس ز دردِ اکنوں شکایت بر مدار ۔ کوست سوی نیست اسپے راہوار
تو اب درد کی شکایت کا اظہار نہ کر ۔ کیونکہ وہ فنا کی جانب تیز رفتار گھوڑا ہے

ایں قدر گفتیم و باقی فکر کُن ۔ فکر اگر جامد بود رو ذکر کُن
ہم نے اِسقدر کہدیا اور باقی تو سوچ ۔ فکر اگر افسردہ ہو، جا ذکر کر

ترک کے جو فضائل ہم نے بیان کئے ہیں اُنکے علاوہ فضائل پر تو غور کرلے اور فکر و غور کو بیدار کرنے کا طریقہ ذکر اللہ ہے۔ ذکر۔ ذکر فکر کو بیدار کرتا ہے اور وہی کام کرتا ہے جو ٹھہرے ہوئے کے لئے سورج کرتا ہے۔

ف۱ یک نظر۔ تاثر سے موثر کی طرف نظر کرنے کے دو درجے ہیں ایک بدن سے روح پر نظر کرنا دوسرا روح سے موثرِ تحقیقی کی طرف نظر کرنا ہے ہمارا مقصود دوسرا درجہ ہے پہلا درجہ نہیں ہے ان دونوں نظروں میں بہت فرق ہے چوں شنیدی سے عدم اور نیستی کی خوبیوں کا بیان شروع فرمایا ہے۔ بحرِ نیستی۔ یعنی عالَمِ ارواح چونکہ وہ نظروں میں معدوم ہے۔

ف۲ چونکہ۔ ہر کاریگر معدوم کو اپنی کاریگری سے وجود میں لاتا ہے قدرت کی کاریگری بھی معدوم ہی کو موجود کرتی ہے جو بالکل خلا اور بے نشان اور خالی ہے۔ صمد۔ یعنی اللہ تعالےٰ بے نیاز ہے۔ لا۔ معدوم۔ ہر کجا جہاں نیستی زیادہ ہوگی وہاں اللہ تعالیٰ کی کاریگری زیادہ ظہور پذیر ہوگی۔ بالائیں طبق۔ نیستی چونکہ ایک اعلیٰ مقام ہے اور عموماً درویشوں کو حاصل ہے لہٰذا وہ سب سے سبقت لیگئے ہیں خصوصاً وہ درویش جس نے جسم کو بھی نثار دیا ہو اور مال کو بھی کار فقر جسم۔ اصل فقیری جسمانی فقر ہے کہ انسان جسم کو گھلا دے، نہ کہ بھیک مانگنا۔

ف۳ سائل۔ بھکاری وہ بنتا ہے جس کا صرف مال گھلا ہو جس شخص نے جسم کو گھلایا وہ قانع اور صابر ہوتا ہے کبھی سائل نہیں بنتا۔ درد۔ مال کا درد ہو یا جسمانی درد اُسکا شکوہ نہ کر کیونکہ وہ نیستی کے اعلیٰ مقام تک تجھے پہنچا دیگا۔ اسقدر۔ نیستی اور

ذکر آرد فکر را در اہتزاز | ذکر را خورشید ایں افسردہ ساز
ذکر، فکر کو حرکت میں لے آتا ہے | ذکر کو اس ٹھٹھرے ہوئے کا سورج بنادے

اصل[51] خود جذبست لیک اے خواجہ تاش | کار کن موقوف آں جذبہ مباش
اصل خود کشش ہے، لیکن اے آقا بھائی! | کام کر، اُس کشش پر موقوف نہ رہ

زانکہ ترک کار چوں نازے بود | ناز کے در خورد جانبازے بود
چونکہ عمل کا ترک کرنا، ناز ہوتا ہے | ناز، جانباز کے مناسب کب ہوتا ہے؟

نے قبول اندیش نے رد اے غلام | امر را و نہی را می بیں مدام
اے لڑکے! نہ قبولیت کو سوچ نہ رد کو | ہمیشہ امر اور نہی کو دیکھتا رہ

مرغ[52] جذبہ ناگہاں پرد ز عش | چوں بدیدی صبح شمع آنگہ بکش
جذب کا پرند، اچانک گھونسلے سے اُڑے گا | جب تو صبح کو دیکھ لے تب شمع بجھادے

چشمہا چوں شد گذارہ نور اوست | مغز ہا می بیند او در عین پوست
جب آنکھیں کھل گئیں، اُس کا نور ہے | وہ بعینہ چھلکے میں گودوں کو دیکھ لیتا ہے

بیند اندر ذرہ خورشید بقا | بیند اندر قطرہ کل بحر را
وہ بقا کے سورج کو ذرّے میں دیکھ لیتا ہے | سب سمندر کو ایک قطرے میں دیکھ لیتا ہے

بار دیگر رجوع کردن بقصۂ آں صوفی و قاضی
صوفی اور قاضی کے قصّہ کی جانب دُوبارہ واپسی

گفت[53] صوفی در قصاص یک قفا | سر نشاید باد دادن از عمی
صوفی نے کہا ایک طمانچہ کے بدلے میں | اندھے پن سے، سر نہ گنوانا چاہئے

خرقۂ تسلیم اندر گردنم | بر من آساں کرد سیلی خوردنم
تسلیم کا خرقہ میری گردن میں ہے | جس نے طمانچہ کھانا مجھ پر آسان کر دیا ہے

دید صوفی خصم خود را سخت زار | گفت اگر مشتش زنم من خصم وار
صوفی نے اپنے مخالف کو سخت کمزور دیکھا | سوچا اگر میں اسکے مخالفانہ گھونسا ماردوں

او بیک مشتم بریزد چوں رصاص | شاہ فرماید مرا زجر و قصاص
وہ میرے ایک گھونسے سے رانگ کیطرح بکھر جائیگا | شاہ میرے اوپر تنبیہ اور بدلے کا حکم فرمادیگا

خیمہ ویرانست و بشکستہ وتد | او بہانہ می کند تا در فتد
خیمہ ویران ہے اور کھونٹی ٹوٹ گئی | وہ بہانہ ڈھونڈتا ہے تاکہ گر پڑے

---

۵۱ اصل۔ محض ذکر و عبادت سے قرب میسر نہیں آتا جب تک اللہ کی جانب سے جذب و کشش نہ ہو لیکن انسان کو عبادت اور ذکر میں مشغول رہنا چاہئے جذب کے انتظار میں نہ بیٹھنا چاہئے۔ زانکہ۔ محنت کو چھوڑنا ناز دکھانا ہے جو عاشق جانباز کے لئے کسی طرح مناسب نہیں ہے۔ نے قبول۔ بندہ کا کام بندگی ہے اسکو مقبول ہونے یا مردود ہونے میں نہ پڑنا چاہئے جو خدا کے احکام ہیں انکی پابندی کرنی چاہئے۔

۵۲ مرغ۔ جب تو برابر مجاہدہ کئے جائیگا تو جذب اپنے مقام سے اڑکر تیرے پاس آجائے گا پھر اسقدر مجاہدوں کی ضرورت نہ رہے گی جذب صبح ہے اور مجاہدے شمع ہیں صبح کو شمع کی ضرورت نہیں رہتی۔ چشمہا جب بندہ نوافل کے ذریعہ تقرب حاصل کرلیتا ہے تو پھر اسکے افعال حضرت حق تعالیٰ کیطرف منسوب ہوجاتے ہیں۔ بیند اس کو کائنات کے ہر ذرّہ میں حق کا مشاہدہ نصیب ہوجاتا ہے۔

۵۳ گفت صوفی۔ صوفی نے دل میں سوچا کہ اگر میں اس بیمار کے طمانچہ ماردونگا تو قصاص میں میرا سر کاٹ لیا جائے گا۔ تسلیم یعنی قضاء خداوندی سے جو بات پیش آئے اس پر سر تسلیم خم کردینا پھر قاضی کے پاس اسلئے لے گیا تاکہ کچھ تنبیہ ہو اور دوسرے صوفیوں پر وہ ظلم نہ کرے۔ رصاص۔ رانگ۔ خیمہ۔ اس بیمار کی حالت بوسیدہ خیمہ کی سی ہے جو ہوا کے ایک جھونکے سے گر جائےگا۔ وتد۔ کھونٹا جس سے خیمہ کی طنابیں باندھتے ہیں

بہرِ ایں مُردہ دریغ آید دریغ — کہ قصاصم اُفتد اندر زیرِ تیغ
افسوس پر افسوس ہوگا اس مردے کیوجہ سے — کہ مجھ پر تلوار کے نیچے قصاص واقع ہو

چوں نمیتانست کف بر خصم زد — عزمش آں شُد کشش سُوئے قاضی بَرد
جب وہ مخالف پر ہاتھ نہ مار سکا — اُسکا ارادہ ہوا کہ اُس کو قاضی کی جانب لیجائے

کہ ترازوئے حق ست وکیلِ اُو — زاں سُوی حق ست دائم میلِ اُو
کیونکہ وہ حق کی ترازو اور پیمانہ ہے — اسی لئے ہمیشہ اُسکا جھکاؤ حق کی طرف ہے

مُخلَص ست از مکرِ دیو و حیلہ اَش — مامَن ست از قیدِ دیو و قیلہ اَش
شیطان کے مکر اور اُسکے حیلہ سے خلاصی کا سبب ہے — شیطان کی قید اور اُسکے قول سے امن کا سبب ہے

ہست اُو مقراضِ احقاد و جدال — قاطعِ جنگِ دو خصم و قیل و قال
وہ کینوں اور لڑائی کی قینچی ہے — دو مخالفوں کی جنگ اور سوال و جواب کو قطع کرنیوالا ہے

دیو در شیشہ کُند افسونِ اُو — فتنہ ہا ساکن کُند قانونِ اُو
اُسکا منتر، بھوت کو شیشے میں اُتار لیتا ہے — اُس کا قانون، فتنے کو ساکن کردیتا ہے

چوں ترازو دید خصمِ پُر طمع — سرکشی بگذارد و گردد تبع
جب لالچی مخالف نے ترازو دیکھی — سرکشی چھوڑ دیتا ہے اور تابع بنجاتا ہے

ور ترازو نیست گر افزوں دہیش — از قسم راضی نگردد آگہیش
اور اگر ترازو نہیں ہے اگر تو اسکو زیادہ دے — اُس کی چالاکی قسم سے راضی نہ ہوگی

کے شود راضی ز تو طبعِ تہیش — از پئے بے دانشی و ابلہیش
اُسکی کمو کمیلی طبیعت کب تجھ سے راضی ہوگی — اُس کی بیوقوفی اور بے عقلی کیوجہ سے

ہست[۵۳] قاضی رحمت و دفعِ ستیز — قطرۂ از بحرِ عدلِ رُستخیز
قاضی رحمت اور لڑائی کا دفعیہ ہے — قیامت کے انصاف کے سمندر کا ایک قطرہ ہے

قطرہ گرچہ خُرد و کوتہ پا بُوَد — لُطفِ آبِ بحر ازو پیدا بُوَد
قطرہ اگرچہ چھوٹا اور کم رفتار ہوتا ہے — اُس سے سمندر کے پانی کی لطافت ظاہر ہوجاتی ہے

از غبار ار پاک داری کلّہ را — تو زیک قطرہ بہ بینی دجلہ را
اگر تو کلّہ کو غبار سے صاف رکھے — تو ایک قطرے سے دجلہ کو دیکھ لے

جزوہا بر حالِ کُلہا شاہدست — چوں شفق غمّازِ خورشید آمدست
اجزاء مجموعوں کے حال پر گواہ ہیں — جس طرح شفق، سورج کی غمّاز بنی ہے

۵۱ بہرِ ایں۔ یہ بیمار جو مردے کی طرح ہے اُس کے بدلے میں سر کٹوانا مناسب نہیں ہے کہ ترازو۔ قاضی کا کام یہ ہے کہ وہ لوگوں کے حقوق کی حفاظت کرے کسی کو کسی کا حق نہ مارنے دے۔ مخلص۔ شیطان صاحب کو جو حیلہ و مکر سکھاتا ہے قاضی کا فیصلہ اسکو ختم کردیتا ہے۔ ہست اُو۔ مدعی اور مدعی علیہ کی جنگ و جدل اور بحث و تمحیص قاضی کے فیصلہ کے بعد ختم ہوجاتی ہے۔

۵۲ دیو۔ جو فریق شیطنت پر آمادہ ہوتا ہے قاضی کے فیصلہ کے بعد اُس کی شیطنت ختم ہو جاتی ہے۔ چوں ترازو۔ جبکہ قاضی ترازو ہے تو اُس میں ترازو کے اوصاف ہیں جب کوئی شخص حصّہ سے زیادہ لینے کا خواہشمند ہو تو ترازو کو دیکھکر اُسکی یہ تمنا ختم ہوجاتی ہے اگر ترازو نہ ہو اور دوسرا فریق قسمیں بھی کھائے تو یہ شخص راضی نہیں ہوتا ہے۔

۵۳ ہست۔ قاضی قیامت کے دن کے عدل کا ایک نمونہ ہے۔ قطرہ۔ قطرے سے دریا کے پانی کا مزا معلوم ہوجاتا ہے۔ کوتہ پا۔ قطرے میں وہ روانی نہیں جو دریا میں ہوتی ہے۔ از غبار۔ اگر تو قطرے میں سمندر کے جلوے دیکھنے چاہتا ہے تو اکلِ حلال کی عادت ڈال۔ جزوہا۔ اجزاء کُل پر اسی طرح دلالت کرتے ہیں جسطرح شفق سورج کے وجود کا پتہ دیتی ہے۔

آں قسم بر جسمِ احمدؐ راند حق [۱]
وہ قسم اللہ تعالیٰ نے احمدؐ کے جسم پر جاری فرمائی ہے
آنچہ فرمودہ ست کَلّا وَالشَّفَق
جو یہ فرمایا ہے کلّا والشفق

مور بر دانہ چرا لرزاں بُدے
چیونٹی دانہ کے بارے میں کیوں لرزتی؟
گر ازاں یک دانہ خرمن در بُدے
اگر اُس دانہ کی بجائے، کھلیان میں ہوتی

بر سرِ حرف آ کہ صُوفی بیدل است
مطلب پر آجا، کیونکہ صوفی بے دل ہے
در مکافات جزا مُستعجل ست
بدلہ لینے میں جلد بازی کرنے والا ہے

اے تو کردہ ظلمہا چوں خوشدلی
اے وہ کہ تو نے بہت ظلم کئے ہیں، کیونکر خوشدل ہو
از تقاضائے مکاف غافلی
بدلے کے تقاضے سے تو غافل ہے

یا فراموشت شدست آں کردہا
یا وہ کارنامے تو بھول گیا
کہ فرو آویخت غفلت پردہا
کہ غفلت نے تیرے اوپر پردے لٹکا دیے ہیں

گر نہ خصیمہاستے اندر قفات [۲]
اگر تیرے در پے دشمنیاں نہ ہوتیں
جرمِ گردوں رشک بُردے بر صفات
تیری صفائی پر آسمان کا جسم رشک کرتا

لیک محبوسی برای آں حُقوق
لیکن تو اُن حقوق کی وجہ سے مقید ہے
اندک اندک عُذر میخواہ از عقوق
نافرمانی سے تھوڑی تھوڑی معافی چاہ لے

تا بیکبارت نگیرد مُحتسب
تاکہ تجھے محتسب یکبارگی نہ پکڑ لے
آبِ خود روشن کُن اکنوں یا مُحب
اے پیارے! اپنے پانی کو صاف کرلے

رفتنِ صُوفی سُوئے سیلی زنش و بُردن اُو را بقاضی

صوفی کا اپنے طمانچہ مارنے والے کی جانب جانا اور اُس کو قاضی کے یہاں لے جانا

رفت صُوفی سُوئے آں سیلی زنش [۳]
صوفی اپنے اس طمانچہ مارنیوالے کی جانب روانہ ہوا
دست زد چوں مُدّعی بر دامنش
مُدّعی کی طرح اُس کے دامن پر ہاتھ مارا

اندر آوردش بر قاضی کشاں
اُس کو قاضی کے پاس کھینچتا ہوا لایا
کایں خرِ ادبار را بر خر نشاں
کہ اس نحوست کے گدھے کو، گدھے پر بٹھا

یا بزخمِ دُرّہ اُو را دہ جزا
یا دُرّے کی مار سے اُس کو سزا دے
آنچنانکہ رائِ تو بیند سزا
جس طرح تیری رائے مناسب سمجھ

کانکہ از زخمِ تو میرد در دمار
کہ جو شخص تیری مار سے سزا دینے میں مرجائے
بر تو تاواں نیست باشد آں جبار
تجھ پر تاوان نہیں ہے وہ (خون) معاف ہوگا

ل۱ آں قسم۔ قرآن پاک میں ہے فَلَآ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ میں قسم کھاتا ہوں شفق کی، مولانا نے شفق سے آنحضورؐ کا جسم اطہر مراد لیا ہے جو کہ روح احمدیؐ کا مظہر ہے۔ مور۔ چیونٹی دانہ کے گم ہونے پر لرزتی ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ اس نے دانے سے خرمن کو نہیں پہچانا۔ انسان بھی اگر ممکنات کے ذریعہ واجب کو پہچان لے تو کبھی کسی ممکن کے فوت ہونے سے نہ لرزے۔ بر سر۔ پھر صوفی کے قصہ کی طرف رجوع کیا ہے۔ مستعجل۔ جلدی میں مبتلا۔ مکافات، بدلہ۔ کردہا۔ کارنامے۔

ل۲ گر نہ خصیمہا۔ اگر انسان مظالم سے پاک و صاف ہو تو اس کا دل آسمان سے بھی زیادہ منور ہو۔ محبوسی۔ یعنی تاریکیوں میں مقید۔ عقوق۔ نافرمانی۔ محتسب۔ یعنی محاسب حقیقی۔ آب۔ نیک عمل سے کنایہ ہے۔

ل۳ رفت۔ صوفی طمانچہ مارنے والے کو پکڑ کر قاضی کے پاس لے گیا۔ بر خر نشاں۔ رسوا کرنے کے لئے مجرم کو گدھے پر بٹھا کر گھمایا جاتا تھا۔ درہ۔ مجرم کو کوڑے کی سزا دی جاتی ہے۔ کانکہ۔ اگر کوئی مجرم سزا کے دوران بغیر کسی زیادتی کے مرجائے تو قاضی پر تاوان نہیں آتا ہے۔

۵۱ کانکہ از زجرِ تو بیند مرگِ خویش — فارغ از دوزخ رود تا خلد پیش

جو تیری سزا سے اپنی موت دیکھے — دوزخ سے بچ کر آگے جنت تک چلا جائے گا

در حد و تعزیرِ قاضی ہر کہ مُرد — نیست بر قاضی ضماں کو نیست خُرد

قاضی کی حد اور تعزیر میں جو مرا — قاضی پر ضمان نہیں ہے کیونکہ وہ چھوٹا (آدمی) نہیں ہے

نائبِ حق ست و سایہ عدلِ حق — آئینہ ہر مستحِق و مستحَق

اللہ کا نائب اور اللہ کے انصاف کا سایہ ہو — وہ ہر مدعی اور مدعیٰ علیہ کا آئینہ ہے

کو ادب از بہرِ مظلومے کند — نے برائے عرض و خشم و دخلِ خود

کیونکہ وہ مظلوم کی خاطر سزا دیتا ہے — نہ یہ کہ مال اور غصہ اور اپنی آمدنی کے لئے

چوں برائے حق و روزِ آجل ست — گر خطائی شد دیت بر عاقلست

جبکہ اللہ اور قیامت کے لئے ہے — اگر غلطی ہوئی، عاقلہ پر دیت ہے

۵۲ عاقلہ او کیست دانی ہست حق — سوئے بیت المال برگرداں ورق

اُس کے عاقلہ کون ہیں؟ تو جانتا ہے، اللہ ہے — بیت المال کی جانب ورق پلٹ

آنکہ بہرِ خود زند او ضامن ست — آنکہ بہرِ حق زند او آمن ست

جو اپنے لئے مارے وہ ضامن ہے — جو اللہ (تعالےٰ) کے لئے مارے وہ محفوظ ہے

گر پدر زد مر پسر را او بمُرد — آں پدر را خونبہا باید شمُرد

اگر باپ نے بیٹے کو مارا، وہ مر گیا — اُس باپ کو خونبہا شمار کر دینا چاہئے

زانکہ او را بہرِ کارِ خویش زد — خدمتِ او ہست واجب بر ولد

کیونکہ اُس نے اپنے معاملہ کے لئے مارا — اُس کی خدمت، لڑکے پر واجب ہے

۵۳ چوں معلّم زد صبی را شد تلف — بر معلّم نیست چیزے لاتخف

جب اُستاد نے بچہ کو مارا اور وہ مر گیا — اُستاد پر کچھ نہیں ہے، تو نہ ڈر

کاں معلّم نائب افتاد و امیں — ہر امیں را ہست حکمش ہمچنیں

وہ اُستاد نائب اور امین واقع ہوا ہے — ہر امین کا حکم اسی طرح ہے

نیست واجب خدمتِ اُستا برو — پس بزجرش نبود اُستا کارجُو

اُستاد کی خدمت، اُس پر واجب نہیں ہے — تو اُس کے مارنے میں اُستاد کام کا طالب نہیں ہے

---

۵۱ کانکہ۔ بعض علماء کے نزدیک حدِ شرعی جاری ہونے سے گناہ معاف ہو جاتا ہے اور مجرم معصوم بن کر جنت میں چلا جاتا ہے۔ نیست خرد۔ قاضی معمولی شخصیت نہیں ہے وہ خدا کا قائم مقام ہے۔ مُستحِق۔ صیغہ اسم فاعل مدعی۔ مُستحَق۔ صیغہ اسمِ مفعول مدعیٰ علیہ۔ کو ادب۔ قاضی جو سزا دے رہا ہے اُس میں اپنی کوئی ذاتی غرض نہیں ہے بلکہ وہ مظلوم کے لئے سزا دیتا ہے۔ چوں۔ مجرم کے مر جانے پر کسی طرح کا ضمان نہ ہونا تو جب تھا کہ سزا قاعدہ کے موافق دی جا رہی ہو لیکن اگر سزا میں کوئی زیادتی ہو اور مر جائے تو اب اُس کا بیان ہے۔ روزِ آجل۔ قیامت کا دن۔

۵۲ عاقلہ۔ اگر قاتل نے خطاءً قتل کیا ہو تو مقتول کی دیت قاتل کے عصبات پر آتی ہے جن کو عاقلہ کہا جاتا ہے قاضی نے جو سزا دی تھی وہ کسی ذاتی غرض پر مبنی نہ تھی بلکہ خدا کے لئے تھی لہٰذا اُس کی غلطی سے اگر مجرم مرا تو اس کی دیت قاضی کے عاقلہ پر آئے گی اُس کا عاقلہ اللہ تعالےٰ ہے۔ برگرداں ورق۔ بیت المال کے مسائل کتابوں میں دیکھو معلوم ہو جائیگا کہ ایسے شخص کی دیت بیت المال سے ادا کر دی جائیگی۔ آمن۔ قاضی بہرحال دیت سے بچ گیا خواہ دیت بیت المال سے ادا کر دی گئی۔ گر پدر۔ باپ بیٹے کو خدمت نہ کرنے پر مارتا ہے لہٰذا باپ پر بیٹے کا خونبہا واجب ہے۔

۵۳ چوں معلّم۔ اُستاد کی شاگرد کو مارنے میں کوئی ذاتی غرض نہیں لہٰذا وہ خونبہا سے بری ہے۔ اُستاد بچہ کو بچہ کے مفاد میں مارتا ہے شاگرد پر اُستاد کی خدمت واجب نہیں ہے کہ مارنا اُسکے مطالبہ میں سمجھا جائے، باپ کی خدمت بیٹے پر واجب ہے اُسکا مارنا خدمت کے مطالبہ کی وجہ سے ہے یہ امام ابو حنیفہؒ کا مرجوح قول ہے صاحبین کے نزدیک باپ پر خونبہا واجب نہیں ہے۔

وَر پدر زد از برائے خود زدست　　لاجرم از خونبہا دادن نرَست

اگر باپ نے مارا تو اپنے لئے مارا ہے　　لامحالہ خونبہا دینے سے نہ چھوٹا

پَسْ[۱] خودی را سَر ببُر با ذوالفقار　　بیخودے شَو فانی و درویش وار

تو ذوالفقار سے خودی کا سر کاٹ دے　　درویش کی طرح بے خود اور فانی بن جا

چوں شُدی بیخود ہر انچہ تو کُنی　　مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ ایمنی

جب تو بے خود ہو گیا جو کچھ تو کرے گا　　وَجب تو نے پھینکا تو نے نہ پھینکا" تو محفوظ ہے

آں ضَماں بَر حق بُوَد نے بَر اَمیں　　ہَست تفصیلش بفقہ اندر ببیں

وہ "تاوان اللہ پر ہوگا نہ امانت دار پر　　اُس کی تفصیل فقہ میں ہے، دیکھ لے

ہر دُکانے راست سَودائے دگر　　مَثنوی دُکّانِ فقر ست اے پسر

ہر دکان میں ایک دوسرا سودا ہے　　اے بیٹا! مثنوی فقر کی دُکان ہے

دَر دکانِ کفش گر چرمست خوب　　قالبِ کفش ست اگر بینی تو چوب

موچی کی دُکان میں اچھا چمڑا ہے　　اگر تو نے لکڑی دیکھی تو جوتے کا فرمہ ہے

پیشِ قزّازاں[۲] خزِ ادکن بُود　　بہرِ گز باشد اگر آہن بُوَد

ریشمین کپڑا فروشوں کے سامنے ریشمی کالا کپڑا ہوگا　　اگر لوہا ہوگا تو گز کے لئے ہوگا

مثنویِ ما دُکانِ وحدت ست　　غیرِ واحد ہر چہ بینی آں بُت ست

ہماری مثنوی وحدت کی دُکان ہے　　واحد کے علاوہ تو جو کچھ دیکھے وہ بُت ہے

بُت ستودن بہرِ دامِ عامہ را　　ہمچناں داں کالغرانیق العُلیٰ

بُت کی تعریف کرنا عوام کے جال کے لئے　　ایسا ہی سمجھ جس طرح "الغرانیق العُلیٰ" کا قصہ)

خواندش در سورۂ وَالنَّجم زود　　لیک آں فتنہ بُد از سورہ نبُود

اُس کو سُورۂ وَالنّجم میں جلدی سے پڑھ دیا　　لیکن وہ آزمائش تھی، سورت میں سے نہ تھا

جملہ[۳] کفّار آں زماں ساجد شُدند　　ہم سِرے بُود آنکہ سَر بر در زدند

اُس وقت سب کافر سجدہ کرنے والے بن گئے　　راز بھی تھا کہ انھوں نے در پر سر رکھ دیا

بعد ازیں حرفیست پیچاپیچ و دُور　　با سلیماں باش و دیواں را مشور

اِس کے بعد پیچ در پیچ حرف ہے　　حضرت سلیمانؑ کیساتھ رہ اور شیطانوں کو شورش میں مبتلا کر

گرگئے، اسیطرح عوام جب غیر توحیدی مضامین سنتے ہیں تو متوجہ ہو جاتے ہیں پھر توحیدی مضامین سننے کا بھی اُن کو اتفاق ہو جاتا ہو۔ بعد ازیں۔ بتوں کی تعریف آنحضورؐ کی زبان پر جاری ہونے میں نادر باتیں بیان کیجا سکتی ہیں لیکن محققین کی رائے یہ ہو کہ بعض مسائل ایسے ہیں کہ انکے سوال و جواب میں نہ پڑنا چاہیئے ورنہ شبہات پیدا کر نیوالے مزید شبہات پیدا کرینگے لہٰذا تو بھی

[۱] پَس۔ جب معلوم ہوا کہ اگر مارنے میں خودی اور اپنی غرض نہ ہو تو خون بھی معاف ہے۔ لہٰذا خودی کو ختم کر دے۔ بیخود شدی۔ جب تو خودی چھوڑ کر فانی بن جائیگا تیرا فعل اپنا فعل نہ رہے گا۔ ہر دُکانے۔ مثنوی میں فقہی مسائل بیان کرنا مقصود نہیں ہیں اسی لئے ہم نے دیت اور بیت المال کے مسائل کے لئے فقہ کی کتابوں کا حوالہ دیدیا ہے۔ مثنوی میں اصل مقصد توحید کا بیان ہے۔ دردکان۔ موچی کی دکان میں اصل مقصود چمڑا ہے اگر تو لکڑی کے فرمے دیکھے گا تو وہ اصل مقصود نہیں ہے اسی طرح ریشمی کپڑوں کی دکان میں اصل ریشمی تھان ہیں اگر لوہے کا گز ہے تو وہ اصل مقصود نہیں ہے۔

[۲] قزّاز۔ ریشمی کپڑا فروخت کرنیوالا۔ خزِ ادکن۔ ریشمی کالا کپڑا، خز تھی۔ مثنوی صرف توحید کی دُکان ہے توحید کے مضامین کے علاوہ جو کچھ ذکر ہے وہ بُت ہے۔ بُت۔ مثنوی میں توحید کے علاوہ جو کچھ بطور بُت کے بیان کیا گیا ہے وہ ایسا ہی ہے جیسا کہ آنحضورؐ کی زبان پر سورۂ والنجم کی تلاوت کے دوران تِلْکَ الغرانیق العُلیٰ جاری ہو گیا تھا اور وہ حقیقتاً سورۂ والنجم کا جزو نہ تھا، محقق محدثین اس قصہ کو بے اصل سمجھتے ہیں۔ جملہ کفار۔ جب کفار نے وہ الفاظ بتوں کی تعریف میں سنے تو سب سجدے میں

۲ محققین [illegible]

ہیں حدیثِ صوفی و قاضی بیار
خبردار! صوفی اور قاضی کا قصہ لا
واں ستمگارِ ضعیف زار زار
اور کمزور، لاغر، ظالم کا

ہم در تقریر قصہ قاضی و صوفی
قاضی اور صوفی کے قصہ کی تقریر

گفت[۱] قاضی ثَبّتِ العرشَ اے پسر
قاضی نے کہا اے بیٹا! تخت رکھا
تا برو نقشے کنم از خیر و شر
تاکہ میں اس پر بھلے اور بُرے کا نقش قائم کروں

کو زننده کو محلِ انتقام
مارنے والا کہاں ہے، انتقام کی جگہ کہاں ہے؟
ایں خیالے گشتہ است اندر سقام
یہ تو بیماری میں، خیال بن گیا ہے

شرع بہرِ زندگان و اغنیات
شرع زندوں اور مال والوں کے لئے ہے
شرع بر اصحابِ گورستاں کجاست
قبرستان کے باشندوں کے لئے شرع کہاں ہے؟

آں گروہے[۲] کز فقیری پے برند
وہ گروہ جس نے فقیری کا پتہ لگا لیا ہے
صد جہت زاں مُردگاں فانی ترند
سو حیثیتوں سے مُردوں سے زیادہ فانی ہیں

مُردہ از یک روست فانی در گزند
مُردہ ایک حیثیت سے مرض میں فانی ہے
صوفیاں از صد جہت فانی شدند
صوفیاء سو حیثیتوں سے فانی ہو گئے ہیں

مرگ یک قتل ست و ایں سیصد ہزار
موت ایک قتل ہے اور یہ تین لاکھ
ہر یکے را خونبہائے بے شمار
ہر ایک کا بے شمار خونبہا ہے

گرچہ کشت ایں قوم را حق بارہا
اگرچہ اللہ (تعالیٰ) نے اس قوم کو بارہا قتل کیا ہے
ریخت بہرِ خونبہا انبارہا
خونبہا کے لئے انبار بہا دیئے ہیں

ہمچو جرجیس[۳] اندر ہر یک در سرار
باطن میں ہر ایک، جرجیس کی طرح ــ
کشتہ گشتہ زندہ گشتہ شصت بار
ساٹھ بار قتل ہوا، زندہ ہوا!

کشتہ از ذوقِ سنانِ دادگر
منصف کی بھال کے ذوق سے مقتول
می بزارد کہ بزن زخمِ دگر
روتا ہے کہ دوسرا زخم لگا

واللہ از عشقِ وجودِ جاں پرست
خدا کی قسم جان پرست وجود کے عشق کی بہ نسبت
کشتہ بر قتلِ دوم عاشق ترست
دوسرے قتل پر، یہ مقتول زیادہ عاشق ہے

گفت قاضی من قضادارِ حیم
قاضی نے کہا میں زندہ پر حکم لگانے والا ہوں
حاکمِ اصحابِ گورستاں کیم
میں قبرستان کے باشندوں کا حاکم کب ہوں!

لہ گفت۔ قاضی نے صوفی سے کہا تم علیحدہ جگہ متعین کر۔ ثَبِّت۔ مشہور مثل ہے، ثَبِّتِ العَرشَ ثُمَّ النقش، پہلے تخت بچھا پھر اس پر نقش بنا یعنی کام کرنے سے پہلے جگہ متعین کر۔ کو زننده۔ یہ تو محض خیالی انسان رہ گیا ہے اس سے بدلہ کہاں لیا جا سکتا ہے۔ شرع۔ جرمانہ اور تاوان تو زندہ اور مالدار سے لیا جا سکتا ہے مُردے سے نہیں لیا جا سکتا۔

لہ آں گروہے۔ مولانا نے اُن درویشوں کا بیان شروع کر دیا ہے جو سکر کی حالت میں ہوتے اور خودی سے گزر کر مقامِ فنا حاصل کر لیتے ہیں فرماتے ہیں کہ یہ لوگ سیکڑوں حیثیتوں سے مُردہ ہیں حقیقی مُردہ تو محض ایک مرض سے مُردہ بن جاتا ہے۔ مرگ۔ (شعر)
کشتگانِ خنجرِ تسلیم را
ہر زماں از غیب جانے دیگر است
ریخت۔ چونکہ اللہ اُن کو قتل کرتا ہے اس نے خونبہا میں محبت اور قرب کے خزانے عطا کر دیئے ہیں۔

لہ جرجیس۔ اِن کو خاص قوت نے ساٹھ بار قتل کیا اور وہ ہر بار زندہ ہو گئے۔ دادگر۔ اللہ کے بھالے کا زخم اُنکو ایسا پیارا ہے کہ دوسرے زخم کی تمنا میں روتے ہیں۔ وجودِ جاں پرست۔ یعنی عنصری زندگی جیسی زندگی سے محبت ہوتی ہے۔ گفت۔ [illegible]

ایں بصورت گرنہ در گورست پست — گورہا در دودمانش[1] آمدہ است
یہ اگرچہ بظاہر قبر میں دبا ہوا نہیں ہے — بہت سی قبریں اُس کے خاندان میں ہیں

بس بدیدی مُردہ اندر گورِ تو — گور را در مُردہ بیں اے کورِ تو
تُو نے قبر میں بہت سے مُردے دیکھے ہیں — اے اندھے! تو مُردے میں قبر کو دیکھ لے

گر زگورے خشت بر تو اُوفتاد — عاقلاں از گور کے خواہند داد
اگر قبر کی اینٹ تیرے اوپر گر پڑے — عقلمند قبر سے کب انصاف چاہتے ہیں؟

گردِ خشم و کینۂ مُردہ مگرد — ہیں مکُن با نقشِ گرمابہ نبرد
مُردے کے غصہ اور کینہ کے درپے نہ ہو — خبردار! حمام کی تصویر سے نہ جھگڑ

شُکر کُن کہ زندۂ بر تو نزد — کانکہ زندہ رد کند حق کرد رد
شُکر ادا کر، کہ زندہ نے تجھے نہیں مارا — کیونکہ جس کو زندہ رد کردے اللہ (تعالیٰ) اُس کو رد کرتا ہے

خشمِ[2] اُحیا خشمِ حق و زخمِ اوست — کہ بحق زندست آں پاکیزہ پوست
زندوں کا غصہ، اللہ کا غصہ اور مار ہے — کیونکہ وہ پاکیزہ کھال، باقی باللہ ہے

حق بکشت اُو را و در پا چاش دمید — پوستش از سر چو قصاباں کشید
اللہ تعالےٰ نے اسکو قتل کیا اور پاؤں میں پھونک بھردی — قصائیوں کی طرح اوپر سے کھال کھینچ لی

نفخ در وے باقی آمد تا مآب — نفخِ حق نبود چو نفخِ آں قصاب
اُس میں قیامت تک پھونک باقی رہی — اللہ (تعالیٰ) کا پھونک بھرنا قصائی کے پھونک بھرنے کی طرح نہیں ہے

فرق بسیارست بین النفختین — اینہمہ زین ست واں سر جملہ شین
دونوں پھونکوں میں بڑا فرق ہے — یہ بالکلیہ خوبی ہے وہ اور اس جانب برائی ہے

ایں حیات از وے برید و شد مُضر — واں حیات از نفخِ حق شد مستمر
اِس نے اُس سے زندگی جُدا کردی اور مُضر ہوئی — وہ زندگی اللہ (تعالیٰ) کی پھونک سے دائمی ہوگئی

ایندم[3] آں دم نیست کاید آں بشرح — ہیں برآ زیں قعر چہ بالائے صرح
یہ پھونک وہ پھونک نہیں ہے جس کی تشریح ہوسکے — خبردار! کنویں کی اِس گہرائی سے قلعہ کے اوپر آجا

نیستش بر خر نشاندن مجتہد — نقشِ ہیزم را کسی بر خر نہد
اُس کو گدھے پر سوار کرنا، محلِ اجتہاد نہیں ہے — ایندھن کے نقش کو کوئی گدھے پر لادتا ہے

بر نشستِ اُو نہ پشتِ خر سزد — پشتِ تابوتیش اولیٰ تر سزد
اُس کی نشست کیلئے گدھے کی پشت مناسب نہیں ہے — تابوت کی پُشت اُس کے لئے زیادہ لائق ہے

[1] دودمانش۔ یعنی اِس مدّعیٰ علیہ کا جسم۔ کور۔ کیونکہ صوفی اُس کو مُردہ نہ سمجھ رہا تھا اس نے اُس کو کور کہا ہے۔ گر۔ جبکہ مدّعیٰ علیہ مجسّم قبرستان ہے اگر قبرستان میں سے کوئی اینٹ کسی پر آپڑے تو اُس پر کون دعویٰ کرتا ہے۔ گرد۔ جبکہ مدّعیٰ علیہ مُردہ ہے تو اُس پر غصہ نہ کرنا تو وہ محض ایک بے جان تصویر ہے اُس سے جھگڑا کرنا بیوقوفی ہے۔ زندہ۔ اب اُس شخص کا ذکر شروع فرمایا ہے جس کو بقا و زندگی بحق حاصل ہوگئی ہو اُس کا ہر فعل اللہ کا فعل ہوتا ہے۔

[2] خشم۔ ایسے باقی باللہ کا غصہ اللہ کا غصہ ہوتا ہے۔ حق بکشت۔ اِس باقی باللہ کو اللہ نے پہلے فنا کیا اور اُس کو رذائلِ بشری سے پاک کردیا اور پھر اُس میں نفخِ روح کردیا۔ قصاباں۔ قصائی بکرے کی کھال کھینچ کر پھر اُسمیں پھونک بھرتے ہیں تاکہ چربی وغیرہ پھول جائے اور گوشت چکنا معلوم ہونے لگے۔ نفخ۔ قصائی اور اللہ کے پھونک بھرنے میں فرق ہے۔ اینہمہ۔ اللہ کا قتل کرنا اور پھونک بھر کر پھر زندہ کرنا بڑی خوبی ہے اور قصائی کا معاملہ بُرا ہے اسلئے کہ قصائی اسکی زندگی ہمیشہ کیلئے ختم کر کے پھونک بھرتا ہے۔

[3] ایندم۔ باقی باللہ میں جو اللہ کا نفخ ہے وہ ایک ذوقی چیز ہے اسکی شرح نہیں ہوسکتی تو اس دنیا کے کنویں سے عمل کر اعلیٰ مقام حاصل کرے ورنہ یہ ہلاک ہوجائیگا۔ نیستش۔ جبکہ وہ مُردہ ہوا اسکو گدھے پر بٹھانا مناسب نہیں اسکے مناسب تو مُردے کا تابوت ہے لکڑیاں گدھے پر لادی جاتی ہیں نہ کہ لکڑیوں کی تصویر۔

ظلم[۱] چہ بُود؟ وضعِ غیرِ موضعش ‌‌ ‌ هین مکُن در غیرِ موضع ضائعش

ظلم کیا ہے؟ غیر جگہ پر اس کا رکھنا ‌ ‌ خبردار! غیر جگہ میں اُس کو برباد نہ کر

گفت صُوفی پس روا داری کہ اُو ‌ ‌ سیلیم زد بے قصاص و بے تسُو ١١

صوفی نے کہا تو پھر تم اِس کو جائز سمجھتے ہو کہ اُس نے ‌ ‌ میرے طمانچہ مارا بغیر قصاص اور بغیر دمڑی کے

کے روا باشد کہ ہر خرسِ قلاش ‌ ‌ صُوفیاں را صفع اندازد بلاش

کب جائز ہوگا کہ ہر ریچھ بے آبرو ‌ ‌ صوفیوں کے طمانچہ کھینچ مارے، بغیر کسی چیز کے؟

گفت صوفی را چہ باک از صفع خیز ‌ ‌ باچنیں بیمار کمتر کُن ستیز

اُس نے کہا صوفی کو طمانچہ کی کیا پروا، اُٹھ ‌ ‌ ایسے بیمار سے جھگڑا نہ کر

گفت قاضی تو چہ داری بیش و کم ‌ ‌ گفت دارم در جہاں من شش درم

قاضی نے کہا، تو کم و بیش کیا رکھتا ہے؟ ‌ ‌ اُس نے کہا دنیا میں میرے پاس چھ درہم ہیں

گفت قاضی سہ درم تو خرچ[۲] کُن ‌ ‌ آں سہ دیگر را بدُو دہ بے سُخن

قاضی نے کہا، تین درہم تو خرچ کرلے ‌ ‌ دوسرے تین، اُس کو بغیر حجت دیدے

زار و رنجورست و درویش و ضعیف ‌ ‌ سہ درم باید ترا بہرِ رغیف

کمزور اور بیمار ہے اور فقیر و ضعیف ہے ‌ ‌ تین درہم روٹی (کھانے) کیلئے تجھے چاہئیں

قاضی و صوفی بہم در قال و قیل ‌ ‌ لیک آں رنجور برگشتہ سبیل

قاضی اور صوفی آپس میں بات چیت میں تھے ‌ ‌ لیکن وہ بیمار، راستہ سے بھٹکا ہوا

بر قفائے قاضی اُفتادش نظر ‌ ‌ از قفائے صُوفی آمد خوب تر

اُس کی نظر قاضی کی گُدی پر پڑی ‌ ‌ وہ صوفی کی گُدی سے بہتر معلوم ہوئی

راست[۳] میکرد از پے سیلیش دست ‌ ‌ کہ قصاصِ سیلیم ارزاں شدست

اُس کے طمانچہ مارنے کے لئے ہاتھ سیدھا کیا ‌ ‌ کہ میرے طمانچہ کا بدلہ سستا ہوگیا ہے

سُوئے گوشِ قاضی آمد بہرِ راز ‌ ‌ سیلیے آورد قاضی را فراز

راز کی بات کے لئے قاضی کے کان کے پاس آیا ‌ ‌ قاضی کے ایک طمانچہ مارا

گفت ہر شش را بگیرید اے دو خصم ‌ ‌ مَن شوم آزاد و بے خرخاش و وصم

بولا اے دونوں مخالفو! تم سب پورے چھ لے لو ‌ ‌ میں آزاد اور بغیر خرخشہ اور بے عیب ہوجاؤنگا

---

۱ ظلم۔ کسی چیز کو بے موقع رکھنا ظلم ہے تو اُس کو گدھے پر بٹھانا ظلم ہوا۔ گفت صوفی۔ صوفی نے قاضی سے کہا پھر تو آپ کا مطلب یہ ہے کہ اِس نے جو میرے طمانچہ مارا ہے نہ اُس کا جسمانی بدلہ ہے نہ مالی۔ کے روا۔ اگر آپ اِس کو اِس طرح چھوڑ دینگے تو پھر صوفیوں کی خیر نہیں ہر آوارہ بے آبرو صوفیوں کو مار دیا کرے گا۔ بلاش۔ بلاشئ یعنی بغیر کسی عوض کے۔ گفت قاضی نے صوفی سے کہا کہ صوفی تو بہت مجاہدے کرتا ہے ایک طمانچہ کی اُس کو کیا پروا ہوسکتی ہے۔ بیش و کم۔ قاضی نے کہا جھگڑا تو بغیر کسی عوض کے ختم ہوجانا چاہئے پھر بھی تجھے کچھ دلائے دیتا ہوں اور قاضی نے بیمار سے پوچھا تیرے پاس کچھ ہے۔ بیمار نے کہا میرے پاس چھ درہم ہیں۔

۲ تو خرچ کُن۔ قاضی نے بیمار سے کہا اِن چھ درہموں میں سے تین تو خرچ کے لئے رکھ لے اور تین صوفی کو دیدے۔ زار۔ صوفی سے یہ کہا کہ وہ بیمار اور رنجیدہ ہے تو تین درہم اِس کے پاس رہنے دے اور تین درہم اپنی خوراک کیلئے لے لے۔ قاضی۔ قاضی اور صوفی میں تو یہ گفتگو چل رہی تھی ادھر اُس بیمار کی نظر قاضی کی گُدی پر پڑی جو اُسکو طمانچہ مارنے کیلئے صوفی کی گُدی سے بھی بہتر معلوم ہوئی۔

۳ راست۔ اُس بیمار نے غور کرکر طمانچہ کا عوض تو بہت سستا ہوگیا ہے اپنے ہاتھ کو طمانچہ مارنے کیلئے تیار کیا سوئے۔ قاضی کے پاس اِس طرح بڑھ آیا جیسے اُس سے کوئی راز کی بات کہے گا اور قاضی کی گدی پر ایک طمانچہ مار دیا۔ گفت۔ قاضی کے طمانچہ مار کر بیمار بولا اب تم دونوں مدعی ہو دونوں تین تین درہم لے لو میرا سب مال چلا جائیگا تو نہ کوئی خرخشہ باقی رہیگا اور نہ مالدار ہونے کا عیب رہے گا۔

تیرہ شُدنِ قاضی از سیلیِ آں درویشِ رنجورو
اُس بیمار فقیر کے طمانچہ سے قاضی کا مکدر ہونا اور صوفی
سرزنش کردن صوفی قاضی را
کا قاضی کو ملامت کرنا

گشت قاضی تیرہ صوفی گفت ہے — حُکمِ تو عدل ست لاشک نیست غَے
قاضی مکدر ہوا، صوفی نے کہا، ہائیں — آپ کا حکم بیشک انصاف ہے، گمراہی نہیں ہے

آنچہ نہ پسندی بخود اے شیخِ دیں — چوں پسندی بر برادر اے امیں
اے دین کے شیخ: جو آپ اپنے لیے پسند نہیں کرتے — اے امانتدار! بھائی کے لئے کیوں پسند کرتے ہیں!

ایں ندانی کز پئے من چہ کنی — ہمدراں چہ عاقبت خود افگنی
آپ یہ نہیں جانتے کہ میرے لیے جو کنواں کھودیں گے — اُس کنویں میں انجام کار آپ خود گریں گے

مَنْ حَفَرَ بِئْراً نخواندی از خبر — آنچہ خواندی کُن عمل جانِ پدر
حدیث میں آپ نے مَنْ حَفَرَ بِیرًا نہیں پڑھا — اے جانِ پدر: جو آپنے پڑھا ہے اُس پر عمل کیجئے

ایں یکے حکمت چنیں بُد در قضا — کو ترا آورد سیلے در قفا
فیصلہ میں آپ کا یہ حکم ایک ایسا حکم تھا — جس نے آپ کی گُدی پر طمانچہ وار دیا

وای بر احکامِ دیگر ہائے تو — تا چہ آرد بر سر و بر پایِ تو
ہائے، آپ کے دوسرے فیصلے — آپ کے سر پاؤں پر کیا لائیں گے؟

ظالمے را رحم آری از کرم — کہ برایِ نفقہ بدہش سہ درم
آپ نے کرم کرکے ظالم پر رحم کیا — کہ اُس کے خرچ کے لئے تین درہم دیئے

دستِ ظالم را ببر چہ جایِ آں — کہ بدستِ او نہی حکم و عناں
ظالم کا ہاتھ کاٹ، بجائے اس کے — تونے اُس کے ہاتھ میں حکم اور باگ دیدی

تو بداں بُزمانی اے مجہول داد — کہ نژادِ گرگ را او شیر داد
اے مجہولُ العدل: تو اس بکری کی طرح ہے — کہ بھیڑیئے کے بچہ کو اُس نے دودھ پلایا

جواب دادنِ قاضی صوفی را
قاضی کا صوفی کو جواب دینا

گفت قاضی واجب آید ماں رضا — ہر قفا و ہر جفا کارد قضا
قاضی نے کہا ہماری رضامندی ضروری ہے — ہر اُس طمانچہ اور ظلم پر جو قضا لائے

۵۱ تیرہ شدن۔ قاضی طمانچہ کھاکر بدمزہ ہوا تو صوفی نے قاضی سے کہا۔ حکم تو بیشک آپ کا یہ فیصلہ کہ طمانچہ کا عوض تین درہم ہوتے ہیں بالکل منصفانہ تھا اُس میں کوئی گمراہی نہ تھی اس فیصلہ کو آپ کو بھی بلا تامل قبول کرنا چاہیئے۔

۵۲ آنچہ۔ ہر چہ بر خود نہ پسندی بدیگراں پسند۔ مَنْ حَفَرَ۔ مشہور مقولہ ہے مَنْ حَفَرَ بِیرًا لِاَخِیْہِ فَقَدْ وَقَعَ فِیْہِ جس نے اپنے بھائی کے لئے کنواں کھودا وہ خود اُس میں گرا ہے۔ تیرا فیصلہ خود تیرے لئے طمانچہ کا سبب بنا ہے۔ وائے۔ یہ تو ایک فیصلہ کی پاداش تھی نہ معلوم دوسرے فیصلے تیرے اوپر کیا ظلم ڈھائیں گے۔

۵۳ ظالمے۔ تونے ظالم کو خرچہ کے تین درہم دلائے۔ دست۔ ظالم کا تو ہاتھ کاٹنا چاہیئے تھا نہ کہ فیصلہ اُس کے ہاتھ میں دینا۔ تو بداں۔ تیری مثال تو اُس بڑھیا کی سی ہے جس نے بھیڑیئے کے بچہ کو بکری کا دودھ پلاکر پالا اور آخر میں وہ بھیڑیا اُسکی بکری کو کھا گیا۔ گفت قاضی۔ قاضی نے کہا قضاء خداوندی جو بھی نازل کرے خواہ طمانچہ ہو یا سزا اُس پر راضی ہونا ہمارا فرض ہے۔

خوش دلم در باطن از حکمِ زُبُر[1] ۔ گرچہ شد رُویم تُرش کَالحق مُر

کتابوں کے حکم سے میں باطن میں خوشدل ہوں ۔ اگرچہ میرا چہرہ تُرش ہو گیا کیونکہ حق کڑوا ہے

ایں دلم باغست و چشمم ابر وش ۔ ابر گرید باغ خندد شاد و خوش

میرا یہ دل باغ ہے اور میری آنکھ ابر کی طرح ہے ۔ ابر روتا ہے، باغ خوش اور شاد ہو کر ہنستا ہے

سالِ قحط از آفتابِ خیرہ خند ۔ باغہا در مرگ و جانکندن رسند

قحط کے سال میں بیباکی سے ہنسنے والے سورج سے ۔ باغ موت اور جاں کنی میں پہنچ جاتے ہیں

زامرِ حق وَابکُوا کَثِیرًا[2] خواندہ ۔ چوں سرِ بریاں چہ خنداں ماندہ

"اور زیادہ روؤ" تو نے خدائی حکم پڑھا ہے ۔ بُھنی ہوئی سری کی طرح تو کیوں ہنس رہا ہے؟

روشنیِ خانہ باشی ہمچو شمع ۔ گر فرو باری تو ہمچوں شمع دمع

تو گھر کی روشنی ہوگا، شمع کی طرح ۔ اگر تو شمع کی طرح آنسو بہائے گا

آں تُرش رُوئیِ مادر یا پدر ۔ حافظِ فرزند شد از ہر ضرر

ماں باپ کی تُرش روئی ۔ ہر نقصان سے لڑکے کی نگہبان بنی

ذوقِ خندہ دیدہ اے خیرہ خند ۔ ذوق گریہ بیں کہ ہست آں کانِ قند

اے بیہودہ ہنسنے والے! تو نے ہنسی کا مزہ چکھ لیا ۔ رونے کا مزا دیکھ جو شکر کی کان کی طرح ہے

چوں[3] جہنم گریہ آرد یادِ آں ۔ پس جہنم خوشتر آید از جناں

جب جہنم کی یاد رُلائے ۔ تو جہنم جنتوں سے زیادہ بھلی معلوم ہوتی ہے

خندہا در گریہا آمد کتیم ۔ گنج در ویرانہا جُو اے سلیم

ہنسیاں، رونے میں چھپی ہوئی ہیں ۔ اے بھولے! خزانے ویرانوں میں تلاش کر

ذوق در غمہاست پے گم کردہ اند ۔ آبِ حیواں را بظلمت بُردہ اند

مزا، غموں میں ہے، انھوں نے نشان گم کر دیا ہے ۔ آبِ حیات کو تاریکی میں لے گئے ہیں

بازگونہ نعل در رہ تا رباط ۔ چشمہا را چار کن در احتیاط

راستہ میں منزل تک اُلٹے نعل ہیں ۔ احتیاط میں چار آنکھیں کرلے

چشمہا را چار کن در اعتبار ۔ یار کن با چشمِ خود دو چشمِ یار

عبرت حاصل کرنے میں چار آنکھیں کرلے ۔ یار کی دو آنکھوں کو اپنی آنکھوں کا ساتھی بنالے

اَمرُھُم شُوریٰ بخواں اندر صُحُف ۔ یار را باش و مکن از ناز اُف

پاروں میں اَمرُھُم شُوریٰ پڑھ لے ۔ یار کا ہوجا اور ناز سے اُف نہ کر

[1] زُبُر۔ زبور کی جمع ہے، بمعنی کتاب۔ اَلحق مُر۔ صحیح بات کڑوی لگتی ہے۔ ایں دلم۔ آنکھ کے رونے سے دل میں شادابی پیدا ہوتی ہے جس طرح ابر سے باغ میں شادابی آتی ہے۔ سالِ قحط۔ سورج کی چمک کو سورج کا خندہ قرار دیا ہے جس کو باغ کے جلنے کا سبب قرار دیا ہے۔

[2] زامرِ حق۔ قرآنِ پاک میں ہے فَلْيَضْحَكُوا قَلِيلًا وَّلْيَبْكُوا كَثِيرًا ۔ چاہیے کہ وہ تھوڑا ہنسیں اور زیادہ روئیں۔ سرِ بریاں۔ جب سری کو آگ پر بھونا جاتا ہے تو کھال سکڑ کر دانت کھل جاتے ہیں۔ روشنی۔ موم آنسو کی طرح گرتا ہے تو شمع روشن رہتی ہے۔ مادر۔ ماں باپ کی سختی بچے کی حفاظت کرتی ہے۔ ذوق۔ یادِ الٰہی میں رونے میں جو لطف ہے وہ ہنسنے میں نہیں ہے۔

[3] چوں جہنم کا خوف رلائے تو وہ جنت کی یاد سے زیادہ بہتر ہے۔ خندہا۔ گریہ کا انجام ہنسنا ہے۔ ذوق۔ غموں میں لذت اسی طرح چھپی ہوئی ہو جس طرح آبِ حیات تاریکی میں۔ بازگونہ۔ منزل کو چھپانے کے لئے جوتوں میں اُلٹے نعل لگا لئے جاتے ہیں۔ رباط۔ منزل۔ چشمہا۔ جبکہ نشان پوشیدہ ہے تو اپنی آنکھوں کے ساتھ شیخ کی آنکھوں کو جوڑ لے تب نشانِ منزل کا پتہ چلے گا۔ چشمہا۔ عبرت حاصل کرنے اور نشان کو پہچاننے کے لئے اپنی آنکھوں کے ساتھ شیخ کی آنکھیں شامل کرے۔ امرہم۔ صحابہ کیلئے فرمایا گیا ہے کہ وہ باہمی مشورے سے کام کرتے ہیں۔ اُف۔ شیخ سے بے نیازی نہ برت۔

یار۱ باشد راہ را پُشت و پناہ — چونکہ نیکو بنگری یار ست راہ
یار راستہ کا مددگار ہوتا ہے — جب تو غور کرے گا یار، راستہ ہے

چونکہ در یاراں رسی خامُش نشیں — اندراں حلقہ مکُن خود را نگیں
جب تو یاروں میں پہنچے چُپ بیٹھ جا — اُس حلقہ میں اپنے آپ کو نگینہ نہ بنا

در نمازِ جمعہ بنگر خوش بہوش — جُملہ جمع اند و یک اندیش و خموش
جمعہ کی نماز میں اچھی طرح ہوش سے دیکھ لے — سب جمع ہیں اور ایک خیال کے اور چپ ہیں

رختہا را سوی خاموشی کشاں — چوں نشاں جوئی مکُن خود را نشاں
سامان کو خاموشی کی جانب کھینچ لے جا — جب کہ تو نشان تلاش کرتا ہے اپنے آپ کو نشان نہ بنا

گفت پیغمبرؐ کہ در بحرِ ہُموم — در دلالت داں تو یاراں را نجوم
پیغمبرؐ نے فرمایا ہے کہ فکروں کے سمندر میں — تو رہنمائی میں یاروں کو ستارے سمجھ

چشم۲ در استارگاں نہ، رہ بجُوی — نطق تشویشِ نظر باشد مگوی
ستاروں پر آنکھ جمادے، راستہ تلاش کر — بولنا دیکھنے کے لئے پریشان کُن ہوتا ہے نہ بول

گر دو حرفِ صدق گوئی اے فلاں — گفتِ تیرہ در تبع گردد رواں
اے فلاں! اگر تو سچائی کے دو حرف بولے گا — مکدر گفتگو پیچھے پیچھے روانہ ہوجائے گی

ایں نخواندی کالکلام اے مُستہام — فِی شجُونٍ جَرُّہٗ جَرُّ الکلام
اے حیران! یہ تو نے نہیں پڑھا کہ گفتگو — مختلف شعبوں میں ہے گفتگو کا کھینچنا اسکو کھینچتا ہے

ہیں۳ مشو شارع دراں حرفِ رَشد — چوں سخن بیشک سخن را می کشد
خبردار! تو اس بھلی بات کو شروع کرنیوالا نہ بن — کیونکہ یقیناً بات، بات کو کھینچتی ہے

نیست در ضبطت چو بکشادی دہاں — از پئے صافی شود تیرہ رواں
جب تو نے مُنہ کھولدیا، تیرے قابو میں نہیں ہے — صاف کے پیچھے، مکدر روانہ ہوجاتا ہے

آنکہ معصومِ رہِ وحیِ خداست — چوں ہمہ صافست بکشاید رواست
جو خدائی وحی کی راہ کا معصوم ہے — جبکہ وہ سب صاف ہے (منہ) کھولے تو مناسب ہے

زانکہ مَا یَنطِقُ رَسُولٌ بالھَوٰی — کے ہوا زاید ز معصومِ خدای
کیونکہ کوئی رسول خواہشِ نفس سے بات نہیں کرتا — خدائی معصوم سے ہولئے (نفسانی) کب پیدا ہوتی ہے؟

معصوم انبیاء کی شان ہے کہ اُن کی زبان سے کوئی غلط بات نہیں نکلتی ہے۔ مَا یَنطِق۔ قرآن پاک میں آنحضورؐ کے بارے میں فرمایا گیا ہے مَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی "وہ خواہشِ نفس سے کلام نہیں کرتے ہیں وہ وحی ہے جو اُن کو بھیجی جاتی ہے"

۱ہ یار۔ شیخ راستہ کا مددگار ہو بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ وہ خود راستہ ہے۔ چونکہ۔ بزرگوں کی مجلس میں خودنمائی مناسب نہیں ہے خاموشی سے بیٹھ کر اُن سے استفادہ کر۔ صحبتِ پیر از ذکر و فکر برتر ست۔ "در نماز۔ جمعہ کی نماز میں سب خاموشی سے خطبہ سنتے ہیں۔ رختہا۔ سالک کو شیخ کی صحبت میں زیادہ خاموشی اختیار کرنی چاہیئے۔ گفت۔ آنحضورؐ کا ارشاد ہے اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّھِمْ اِقْتَدَیْتُمْ اِھْتَدَیْتُمْ "میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں تم نے جس کی اقتدا کی ہدایت یافتہ بنے"

۲ہ چشم۔ ستاروں سے ہدایت جبھی حاصل ہوگی کہ خاموشی سے اُن پر نظر کرو گے، بولنا نظر میں خلل انداز ہوتا ہے۔ گر دو حرف۔ عام حالت میں بھی بولنا مفید نہیں ہے انسان دو باتیں صحیح کہتا ہے تو اُن کے ساتھ غلط باتیں بھی زبان سے نکل جاتی ہیں۔ الکلام فی شجون۔ یعنی گفتگو مختلف شعبوں میں واقع ہوتی ہے جَرُّہٗ جَرُّ الکلام۔ کلام کا دراز کرنا اُس کو کھینچ لاتا ہے یعنی جب گفتگو شروع ہوجاتی ہے تو پھر مختلف گوشوں تک پہنچتی ہے

۳ہ ہیں۔ انسان بھلی بات شروع کرتا ہے تو کلام کی درازی اُس کو بُری بات تک پہنچا دیتی ہے۔ نیست۔ جب ٹاٹ کھول کر بچوں کو تماشا کرو تو صاف کے بعد تلچھٹ آتی ہے۔ آنکہ۔ یہ صرف

خویشتن را ساز منطیقے[۱] زحال | تا نگردی ہمچو من سُخرہ مقال
اپنے آپ کو حال سے بہت بولنے والا بنالے | تاکہ تو میری طرح گفتگو سے مغلوب نہ ہو

سوال کردنِ صوفی از قاضی
صوفی کا قاضی سے سوال کرنا

گفت صوفی چوں زیک کان ست زر | ایں چرا نفع ست و آں دیگر ضرر
صوفی نے کہا جبکہ سونا ایک کان کا ہے | یہ نفع کیوں ہے اور وہ دوسرا نقصان کیوں ہے؟

چونکہ ایں جملہ زیک دست آمدست | ایں چرا ہشیار و آں مست آمدست
جبکہ یہ سب ایک ہی ہاتھ سے ہے | یہ ہوشیار اور وہ مست کیوں بنا ہے!

چوں[۲] زیک دریاست ایں جوہا رواں | ایں چرا نوش ست و آں زہرِ دہاں
یہ نہریں جب ایک دریا سے رواں ہیں | یہ شہد اور وہ منہ کا زہر کیوں ہے؟

چوں ہمہ انوار از شمسِ بقاست | صبح صادق صبح کاذب از چہ خاست
جبکہ سب نور آفتابِ بقا کے ہیں | سچی صبح اور جھوٹی صبح کیوں پیدا ہوئی؟

چوں زیک سرمہ ست ناظر را کحل | از چہ آمد راست بینی و حوَل
جب آنکھ کا سرمہ ایک ہی سرمہ ہے | صحیح دیکھنا اور بھینگا پن کیسے ہوا؟

چونکہ دار الضرب را سلطاں خداست | نقد را چوں ضرب خوب و ناروا ست
جبکہ ٹکسال کا بادشاہ خدا ہے | سکہ پر کھرا ٹھپّہ اور کھوٹا ٹھپّہ کیوں ہے؟

چوں[۳] خدا فرمود رہ را راہِ من | ایں خفیر از چیست و آں یک راہ زن
جبکہ خدا نے فرمایا راستہ، میرا راستہ ہے | یہ راہنما اور راہزن کیوں ہے؟

از یک اشکم چوں رسد حبر و سفیہ | چوں یقیں شد کالولد سرّ ابیہ
ایک ہی پیٹ سے عالم اور جاہل کیوں پیدا ہوئے؟ | جبکہ یقینی ہے کہ بیٹا باپ کا راز ہے

وحدتے کہ دید با چندیں ہزار | صد ہزاراں جنبش از عینِ قرار
اتنے ہزار کے ہوتے ہوئے وحدت کس نے دیکھی ہے؟ | لاکھوں جنبشیں عین قرار سے

جواب گفتن آں قاضی صوفی را
قاضی کا اُس صوفی کو جواب دینا

۱ منطیقے زحال۔ زبانِ حال کے ذریعہ بہت بولنے والا۔ تا نگردی۔ مولانا نے اپنے آپ کو فروتنی کے اعتبار سے مغلوبِ مقال کہا ہے۔ سوال پہلے قاضی نے کہا تھا کہ تمام مقدرات پر راضی رہنا چاہئے تو صوفی سوال کرتا ہے کہ ذاتِ خداوندی جبکہ واحدِ بسیط ہے تو اُس سے متضاد چیزوں جفا ووفا، سخط ورضا، منع وعطا کا صدور کس طرح ہوتا ہے۔ گفت صوفی۔ جبکہ سب کا خالق ایک ہے تو ایک مفید اور مُضر کیوں ہے۔ یک دست۔ جبکہ ایک دستِ قدرت کے پیدا کردہ ہیں تو ایک عقلمند اور ایک مست کیوں ہے۔

۲ چوں۔ ایک دریا کی نہروں کے پانی کا ایک مزا ہوتا ہے لیکن مخلوق کوئی شیریں اور کوئی کڑوی ہے۔ چوں ہمہ۔ جبکہ سب ذاتِ باقی کے نور ہیں تو ایک صبح صادق اور ایک صبح کاذب کیوں ہے۔ یک سرمہ۔ جبکہ سب کی آنکھیں ایک ہی سُرمے سے سُرمگیں ہیں تو پھر راست بینی اور کج بینی کیوں ہے۔ چونکہ۔ جب سب ایک ٹکسال سے ڈھلے ہوئے ہیں تو بعض سکے کھرے بعض کھوٹے کیوں ہیں۔

۳ چوں خدا۔ جبکہ خدا نے دین کے راستہ کو اپنا راستہ فرمایا ہے تو اُس میں راہنما اور راہزن کا فرق کیوں ہے۔ از یک اشکم۔ جبکہ سب ایک پیٹ کی پیداوار ہیں اور بیٹے میں باپ کے اوصاف ظاہر ہوتے ہیں تو پھر ایک پیٹ سے ایک عالم اور ایک جاہل کیسے پیدا ہوا ہے۔ وحدتے۔ خدا کی وحدت اور غیر متغیر اور غیر متضاد ہونے کا تو یقین ہے پھر اُس سے اس قدر کثیر متغیر اور متضاد چیزیں کیسے صادر ہوئی ہیں۔ مصدر میں سکون اور صادر میں حرکتیں ہونا بھی سمجھ سے باہر ہے، غرضیکہ واحدِ حقیقی سے اس قدر کثیر اور متضاد چیزوں کا مخلوق ہونا مُستبعد معلوم ہوتا ہے۔

گفت[1] قاضی صوفیا خیرہ مشو
قاضی نے کہا، اے صوفی! تو حیران نہ ہو
یک مثالے در بیانِ ایں مشنو
اس کے بیان میں ایک مثال سن لے

ایں ببین و حال آں را نیک داں
یہ دیکھ لے اور اس کے حال کو خوب جان لے
ورنہ بینی حال را نیکو بخواں
اگر نہ دیکھے، حال کو خوب پڑھ لے

ہمچنانکہ بیقراری عاشقاں
جس طرح کہ عاشقوں کی بے قراری
حاصل آمد از قرارِ دلستاں
معشوق کے قرار سے پیدا ہوتی ہے

اُو چو کُہ در ناز ثابت آمدہ
وہ پہاڑ کی طرح ناز پر قائم ہے
عاشقاں چوں برگہا لرزاں شدہ
عاشق پتوں کی طرح لرزتے ہیں

خندہ اُو گریہ ہا انگیختہ
اُس کے ہنسنے نے رونے پیدا کئے
آبروئیش آبروہا ریختہ
اُسکے چہرے کی رونق نے آبروئیں بہا دیں

ایں ہمہ چون و چگونہ چوں زبد
یہ سب کیفیات جھاگ کی طرح
بر سرِ دریائے بیچوں می طپد
بے کیفیت دریا کے اوپر حرکت کرتی ہیں

ضد[2] و ندش نیست در ذات و عمل
اُس کا ضد اور ندّ ذات اور فعل میں نہیں ہے
زاں بپوشیدند ہستیہا حُلل
اسی لئے موجودات نے لباس پہن لئے ہیں

ضد ضد را بُود ہستی کے دہد
ضد، ضد کو وجود اور ہستی کب دیتا ہے؟
بلکہ زُو بگریزد و بیروں جہد
بلکہ اُس سے بھاگتا ہے اور باہر نکل جاتا ہے

ند[3] چہ بُود مثل مثلِ نیک و بد
ند کیا ہے؟ مثل ہے، نیک اور بد کی مثل
مثل مثلِ خویشتن را کے کُند
مثل، اپنی مثل کو کب بناتی ہے؟

چونکہ دو مثل آمدند اے مُتّقی
اے پرہیزگار! جبکہ دو چیزیں مثل ہیں
ایں چہ اولیٰ تر ازاں در خالقی
یہ دوسرے سے خالق ہونے میں بہتر کیوں ہے؟

بر شمارِ برگِ بُستاں ضد و ند
ضد اور ند باغ کے پتوں کی شمار پر
چوں کفے بر بحرِ بے ند ست و ضد
بے ند اور بے ضد دریا پر جھاگ کی طرح ہیں

بے چگونہ بیں تو بُرد و ماتِ بحر
سمندر کی مات اور بُرد بے کیف سمجھ
چوں چگونہ گنجد اندر ذاتِ بحر
کیف سمندر کی ذات میں کیسے سما سکتا ہے؟

مثل نہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ ند مثل کو کہتے ہیں اور ایک ہستی اپنے مثل کو وجود عطا نہیں کر سکتی کیونکہ دونوں یکساں ہیں تو ایک کو خالق اور دوسرے کو مخلوق کہنا بلاوجہ ترجیح ہے جو باطل ہے۔ بر شمار۔ اب پھر سابق مضمون کیطرف رجوع کیا ہے کہ تمام ممکنات جو ایک دوسرے کی ضد اور ند ہے بحرِ وحدت پر جو بے ضد و ند ہے ۔

[1] گفت قاضی۔ قاضی نے کہا ذات غیر متغیر اور غیر متضاد کا، متغیر اور متضاد چیزوں کے مبداء بننے سے حیران نہ ہو ایک مثال سن لے اور حال کو سمجھ لے۔ ہمچنانکہ۔ معشوق کا قرار اور سکون عاشقوں کی بیقراری کا مبداء ہے معشوق پہاڑ کی طرح ناز پر جما ہوا ہے اور عاشق پتوں کی طرح لرزتے ہیں معشوق کا مسکرانا عاشقوں کے رونے کا مبداء ہے تو ان باتوں سے سمجھ میں آجاتا ہے کہ مبداء اور اسکے آثار میں یکسانیت ضروری نہیں ہے۔ ایں ہمہ۔ چون و چگونہ سے کیفیات اور وہ ممکنات جن پر کیفیات طاری ہوتی ہیں مراد ہیں۔ بیچوں۔ ذاتِ باری تعالےٰ جو عوارض سے منزہ ہے۔

[2] ضد و ند۔ مبداء اور اثر، علت اور معلول میں مشابہت اور ایک دوسرے کی مثل ہونا تو شرط نہیں ہے البتہ تضاد نہ ہونا چاہیئے، اب ثابت کرتے ہیں کہ مبداء جو ذاتِ واحد ہے اور اُسکے آثار جو ممکنات ہیں اُن میں تضاد نہیں ہے اور نہ کوئی اُسکی ذات اور افعال میں اُسکا مثل ہے۔ زاں۔ چونکہ ذاتِ باری اور ممکنات میں تضاد نہیں ہے اسی لئے ممکنات نے وجود کا لباس پہنا ہے۔ ضد۔ ایک ضد دوسری ضد کو موجود نہیں کر سکتا ہے یعنی اُسکی علت نہیں ہو سکتا ہے بلکہ اُس سے بھاگتا اور گریز کرتا ہے تو دونوں کا اجتماع نہیں ہو سکتا۔

[3] ند۔ ذاتِ باری کا ہمتا اور

کمترین[۱] لعبت او جانِ تست ⁂ این چگونہ و چون جاں کے شد درست

تیری جان اُس کا چھوٹا سا کھلونا ہے ⁂ جان کے لئے چون و چگون کب درست ہیں؟

پس چناں بحرے کہ در ہر قطرہ زاں ⁂ زیں بدن ناقص تر آمد عقل و جاں

ایسا سمندر کہ اُس کے ہر قطرے سے ⁂ اِس جسم سے زیادہ عقل اور جان پیدا ہوتی ہیں

کے بگنجد در مضیقِ چند و چوں ⁂ عقلِ کُل آنجاست از لا یعلمون

وہ مقدار اور کیفیت کے تنگ مقام میں کب سما سکتا ہے؟ ⁂ وہاں عقلِ کُل (بھی) ناواقفوں میں سے ہے

عقل گوید مر جسد را کاے جماد ⁂ بوئ بردی ہیچ ازاں بحرِ معاد

عقل، جسم سے کہتی ہے کہ اے بے روح ⁂ تو نے اِس بحرِ معاد کا کچھ پتہ پایا؟

جسم گوید من یقیں سایہ توام ⁂ یاری از سایہ کہ جوید جانِ عم

جسم کہتا ہے میں یقیناً تیرا سایہ ہوں ⁂ اے چچا جان! سایہ سے کون مدد چاہتا ہے؟

عقل گوید کایں نہ آں حیرت سرا است ⁂ کہ سزا گستاخ تر از ناسزا است

عقل کہتی ہے کہ یہ ایسا حیرت کدہ نہیں ہے ⁂ کہ قابل، ناقابل سے زیادہ دلیر ہو

اندریں[۲] جا آفتابِ انورے ⁂ خدمتِ ذرہ کند چوں چاکرے

اِس جگہ روشن سورج ⁂ خادم کی طرح ذرے کی خدمت کرتا ہے

شیر ایں سو پیشِ آہو سر نہد ⁂ باز ایں جا پیشِ تیہو پر نہد

یہاں شیر، ہرن کے سامنے سَر رکھ دیتا ہے ⁂ یہاں باز، تیتر کے سامنے پَر بچھاتا ہے

ایں ترا باور نیاید مصطفےٰؐ ⁂ چوں ز مسکیناں ہمی جوید دعا

(اگر) تجھے اِس کا یقین نہیں ہے (تو) مصطفیٰؐ ⁂ مسکینوں سے دعا کیوں چاہتے ہیں؟

گر[۳] بگوئی از پئے تعلیم بود ⁂ عینِ تجہیل از چہ رو تفہیم بود

اگر تو کہے سکھانے کے لئے تھی ⁂ بعینہٖ جہالت میں مبتلا کرنا، سمجھانا کیونکر تھا

بلکہ میداند کہ گنجِ بے شمار ⁂ در خرابیہا نہد آں شہریار

بلکہ وہ جانتے تھے کہ لا تعداد خزانہ ⁂ وہ شاہ ویرانوں میں رکھ دیتا ہے

---

۱ کمترین۔ مدح اُس کی معمولی مخلوق ہے اُس کی حقیقت اور کُنہ تک رسائی ممکن نہیں ہے پس جہاں وہ ذاتِ باری جو لاتعداد عقلوں اور جان کی علت ہے اُس کی حقیقت تک کیسے رسائی ہو سکتی ہے وہ کسی طرح بھی کیفیات کی قید میں مقید نہیں ہو سکتی، اُس کی حقیقت کے بارے میں عقلِ کامل بھی ناواقف ہے۔ آنحضورؐ نے ارشاد فرمایا لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْکَ اَنْتَ کَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِکَ ۔ اے خدا میں تیری تعریف کا احاطہ نہیں کرسکتا ہوں تو ویسا ہی ہے جیسا کہ تو نے خود اپنے نفس کی تعریف کی ہے۔ عقل گوید۔ جب عقلِ کامل کا یہ حال ہو تو عام عقلیں لامحالہ اُس کی حقیقت کا ادراک نہیں کرسکتی ہیں۔ جماد۔ جسم بغیر رُوح کے بے جان ہے۔ بحرِ معاد۔ ذاتِ باری تعالیٰ۔ سایہ یعنی تابع۔ عقل گوید۔ جسم کا جواب سُن کر عقل کہتی ہے کہ ذاتِ باری کی حقیقت کے ادراک کا معاملہ ایسا ہے کہ اس میں قابلِ ادراک اور ناقابلِ ادراک یکساں ہیں۔

۲ اندریں جا۔ عقل نے چونکہ جسم ناقابلِ ادراک سے ذاتِ باری کی کُنہ معلوم کرنی چاہی تھی اس لئے اُس نے جواب دیا تھا کہ جب تجھے ہی معلوم نہیں تو تیرا مجھ سے سوال کرنا کیا مناسب ہے؟ تو عقل کہتی ہے کہ یہ وہ مقام ہے کہ یہاں اعلیٰ ادنیٰ سے استفادہ

کرتا ہے سورج ذرے کی خدمتگاری کرتا ہے، شیر ہرن سے عاجز ہے، باز تیتر کے مقابلے میں عاجز ہے۔ ایں ترا۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضورؐ صحابہ سے فرمایا کرتے تھے کہ ہمیں بھی اپنی دعا میں شریک کرلینا —— ۳ گر بگوئی۔ آنحضورؐ کی دعا کے بارے میں اگر کوئی یہ کہے کہ یہ استفادہ کیلئے نہ تھی بلکہ بسا اوقات آنحضورؐ اپنے مقام سے تنزل اختیار کرتے تھے اور تعلیمِ امت کیلئے اس قسم کا طریقہ اختیار کرلیتے تھے تو مطلب یہ ہوگا آنحضورؐ نے یہ طریقہ اسلئے اختیار کیا تاکہ امت کو تعلیم دیں کہ جس کا اعلیٰ فرد ادنیٰ فرد سے استفادہ کیا کرے اور یہ بات مسلّم ہو کہ اعلیٰ ادنیٰ سے استفادہ نہیں کرسکتا تو پھر آنحضورؐ کی یہ تعلیم کہاں ہوئی یہ تو امت کو جہالت میں مبتلا کرنا ہوا۔ بلکہ آنحضورؐ کا دعا کیلئے فرمانا تعلیم کیلئے نہ تھا بلکہ آنحضورؐ جانتے تھے کہ خزانے ویرانے میں ہوتے ہیں۔

۴ اور حضرت حق تعالیٰ کی رحمتوں کے خزانے بسا اوقات اُن لوگوں کے پاس ہوتے ہیں جو بظاہر معمولی انسان نظر آتے ہیں۔

بدگمانی[1] نعلِ معکوسِ وَیست — گرچہ ہر جزویش جاسوسِ وَیست
بدگمانی ، اُس کا اُلٹا نعل ہے — اگرچہ اُس کا ہر جز اُس کا جاسوس ہے

بل حقیقت در حقیقت غرقہ شُد — زیں سبب ہفتاد بل صد فرقہ شُد
بلکہ درحقیقت، حقیقت غائب ہوگئی — اِس لئے ستّر بلکہ سَو فرقے ہوگئے

با تو قُل مَاشِئتَ خواہم گفت ہا — صُوفیا خوش پہن بکشا گوشِ جاں
میں تجھ سے ایک نکتہ کہوں گا، خبردار! — اے صوفی ! جان کے کان کو خوب کھول لے

مر ترا ہر زخم کاید زآسماں — مُنتظر می باش خلعت بعدِ آزاں
تجھے جو تکلیف آسمان سے پہنچے — اِس کے بعد تو خلعت کا منتظر رہ

آں قفا دیدی صَفا راہم ببیں — گر دِراں[2] با گردن آمد اے امیں
تونے وہ طمانچہ تو دیکھا، خلوص بھی دیکھ لے — اے امین ! ران کا گوشت گردن کے ساتھ ہے

کُو نہ آں شاہ ست کت سیلی زند — کہ نہ تاج و تخت بخشد مُستند
کیونکہ وہ ایسا شاہ نہیں ہے کہ تیرے طمانچہ مارے — اور سہارے کا تخت اور تاج نہ بخشے

جُملہ دنیا را پرِ پشّہ بہا — سیلئے را رشوتِ بے مُنتہا
تمام دنیا کی قیمت مچھر کا پَر ہے — ایک طمانچہ کا عطیہ لاتعداد ہے

گردنت زیں طوقِ زرّینِ جہاں — چُست در دُزد و ز حق سیلی سِتاں
تو اپنی گردن دنیا کے اِس زرّیں طوق سے — جلد نکال لے، اور اللہ کا طمانچہ لے لے

آں قفا[3] ہا کانبیا برداشتند — زاں بلا سرہائے خود افراشتند
وہ طمانچے جو انبیاء نے برداشت کئے ہیں — اُس بلا سے اپنے سَروں کو بلند کیا ہے

لیک حاضر باش در خود اے فتیٰ — تا بخانہ اُو بیابد مر ترا
لیکن اے جوان ! تو اپنے اندر موجود رہا کر — تاکہ وہ تجھے گھر میں پالے

وَرنہ خلعت را بَرد اُو باز پس — کہ نیابیدم بخانہ ہیچ کس
ورنہ وہ خلعت کو لوٹا لے جائے گا — کہ میں نے گھر میں کسی کو نہ پایا!

خدا کی ذات سے یہ توقع نہیں ہے کہ وہ صرف سزا دے اور اُس کے ساتھ عطا نہ ہو۔ جملہ دنیا۔ اگر اللہ تعالےٰ کسی سے دنیا کی کوئی چیز چھینتا ہے تو اُس کی حقیقت مچھر کے پَر سے زیادہ نہیں ہے اُس کے بدلے میں لاتعداد نعمتیں عطا کردیتا ہے۔ طوقِ زرّیں۔ یعنی دنیا کی نعمتیں

[3] آں قفاہا۔ انبیاء نے جو تکالیف برداشت کی ہیں وہ اُن کی سرفرازی کا سبب بنی ہیں۔ لیک۔ سزا کے عوض میں عطا کی شرط یہ ہے کہ حضور مع الحق ہو یعنی اللہ کی جانب رضا اور محبت کے ساتھ قلب کے ذریعہ رجوع ہو۔ تا بخانہ۔ وہ تیرے دل پر فیضان کرے گا ورنہ۔ اگر حضورِ قلب نہ ہوگا تو خلعت واپس ہوجائے گی کیونکہ گھر میں کوئی نہ تھا جس کے سپرد کردی جاتی۔

[1] بدگمانی۔ (شعر)
[illegible]
[illegible]
ساکین اور بظاہر حقیر انسانوں کے ساتھ بدگمانی اُلٹا نعل ہے جس سے انسان غلط راہ اختیار کرلیتا ہے اگرچہ عقلمند انسان کی نظر میں اُس کا جُز جُز جاسوس اور مخبر بنا ہوا ہے جو اُس کی رہنمائی کرتا ہے۔ بَل گمراہوں کے لئے یہ معکوس نعل صرف اُلٹا نشان ہی نہیں ہے بلکہ اُن کی نگاہ سے حقیقت بالکل چھپ گئی ہے اِسی لئے اُن کے ستّر بلکہ سَو فرقے بن گئے ہیں۔ با تو۔ قاضی کے اِس جواب کی طرف مُڑ رہے کہ راضی با قضا رہنا چاہیئے قل مَا شِئت۔ قل ماشئۃ کا مخفف ہے اِس کے معنی کچرا اور گھر کے سامان کے ہیں یہاں دوسرے معنی مراد ہیں یعنی میں تجھ سے ایک اندر کی بات کہتا ہوں غور سے سُن لے کہ اللہ کی جانب سے ہر سزا کے ساتھ عطا بھی ہے۔ آں قفا۔ تو نے وہ طمانچہ تو دیکھ لیا اُس سے جو باطن کی صفائی ہوئی وہ بھی دیکھ لے

[2] گر دراں۔ جب قصائی ران کا حصّہ کاٹ کر دیتا ہے اور اُس میں ہڈی کم اور گوشت زیادہ ہوتا ہے تو اُس کے ساتھ گردن کا حصہ بھی دیتا ہے جس میں ہڈی زیادہ ہوتی ہے اب اِس کے معنی یہ ہیں کہ ہر اچھائی بُرائی کے ساتھ ہے۔

باز سُوال کردنِ آں صُوفی ازاں قاضی

پھر اُس صوفی کا اُس قاضی سے سوال کرنا

گفت[۵۱] صوفی کہ چہ بودے کایں جہاں | ابروی رحمت گشادے جاوداں

صوفی نے کہا کیا ہو جاتا؟ کہ یہ عالم | ہمیشہ رحمت کی ابرو کو کشادہ رکھتا

ہر دمے شورے نیاوردے بہ پیش | بر نیاوردے زتلونہاش نیش

ہر لمحہ شور سامنے نہ لاتا | اپنی نیرنگیوں سے ڈنک نہ نکالتا

شب نہ دزدیدے چراغِ روز را | دے نبودے باغِ عیش اندوز را

رات، دن کے چراغ کو نہ چراتی | عیش والے باغ کے لئے خزاں نہ ہوتی

جامِ صحت را نبودے سنگِ تب | ایمنی را خوف ناوردے کرب

صحت کے جام کے لئے بخار کا پتھر نہ ہوتا | اطمینان کو مصیبت نہ ڈراتی

خود چہ کم گشتے زجود و رحمتش | گر نبودے خرخشہ در نعمتش

اُس کی سخاوت اور رحمت میں خود کیا کمی آجاتی؟ | اگر اُس کی نعمت میں خرخشہ نہ ہوتا

حال[۵۲] بودے خوب و خوش بر جملگاں | تیرہ کم بودے روانِ انس و جاں

سب کی حالت اچھی اور بہتر ہوتی | انسانوں اور جنوں کی رُوح مکدر نہ ہوتی

جاوداں بودے حضور و ذوقِ خوش | دائما در جاں بدے ہم شوقِ خوش

حضور اور عمدہ ذوق ہمیشہ ہوتا | روح میں بھی ہمیشہ بہترین شوق ہوتا

جوابِ[۵۳] قاضی سوالِ صُوفی را و قصۂ تُرک و درزی را مثل آوردن

صوفی کے سوال پر قاضی کا جواب دینا اور تُرک اور چور کے قصہ کی مثال دینا

گفت قاضی بس تہی رو صوفیی | خالی از فطنت چو کافِ کوفیی

قاضی نے کہا، تو بہت خُشک دماغ صوفی ہے | تو کوفی کے کاف کی طرح سمجھ سے خالی ہے

تو نہ بشنیدی کہ آں پر قند لب | غدرِ خیاطاں ہمی گفتے بشب

تو نے نہیں سُنا کہ وہ شیریں لب | رات کو درزیوں کی غداری بیان کر رہا تھا

خلق را در دُزدیِ آں طائفہ | می نمود افسانہائے سالفہ

لوگوں کو اس گروہ کی چوری کے بارے میں | پہلے قصے سُنا رہا تھا

قصۂ پارہ رُبائی در بُریں | می حکایت کرد او با آن و ایں

تراشنے میں ٹکڑا چُرا لینے کا قصہ | اِس اور اُس سے بیان کر رہا تھا

---

۵۱ گفت صوفی ۔ صوفی نے کہا کہ یہ بات تو سمجھ میں آگئی کہ دو متضاد چیزوں کا ایک مبدأ سے صدور ہو سکتا ہے لیکن یہ بتاتی ہے کہ متضاد چیزوں کے صدور میں کیا حکمت ہے، اگر رحمت ہی رحمت ہوتی اور زحمت نہ ہوتی تو کیا مضائقہ تھا ۔ مثلاً ہمیشہ دن ہوتا رات نہ ہوتی، موسم بہار ہوتا خزاں نہ ہوتی ۔ جامِ صحت ۔ صرف صحت ہوتی بیماری نہ ہوتی ۔ خرخشہ ۔ بے موقع جھگڑا ۔

۵۲ حال ۔ اگر صرف رحمت ہوتی تو سب خوش رہتے کسی کی طبیعت میں تکدر نہ پیدا ہوتا ۔ جاوداں ۔ اخیر

برآنکہ ورزدی برآنکہ ور دل
نیاز ورزی بحق خستہ دل

۵۳ جواب ۔ قاضی کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر محض عیش و عشرت ہوتا تو اس سے بہت سی دینی مضرتیں پیدا ہو جاتیں اسی مناسبت سے تُرک اور درزی کا قصہ سنایا ہے کہ ترک نے عشرت میں پڑ کر اپنا کپڑا گنوا دیا ۔ کاف کوفی کا نقطہ سے خالی ہے ۔ قند لب ۔ شیریں سخن ۔ درزیوں کی چوری کے قصے سُنا رہا تھا ۔ طائفہ ۔ گروہ ۔ سالفہ ۔ گذشتہ ۔ بُریں ۔ کٹائی ۔

در سمر[1] می خواند درزی نامہ — گردِ او جمع آمدہ ہنگامہ
افسانہ گوئی میں درزی نامہ پڑھ رہا تھا — مجمع اُس کے چاروں طرف جمع تھا

تفسیر قَوْلِہٖ عَلَیْہِ السَّلَامُ اِنَّ اللّٰہَ یُلَقِّنُ الْحِکْمَۃَ عَلٰی لِسَانِ الْوَاعِظِیْنَ بِقَدْرِ ھِمَمِ الْمُسْتَمِعِیْنَ

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کی تفسیر اللہ تعالیٰ واعظوں کی زبان سے سننے والوں کی ہمت کی بقدر تلقین کرتا ہے

مُستمع چوں یافت جاذب آں قَوُد — جُملہ اجزائش حکایت گشتہ بُود
جبکہ موثر بیان نے سننے والے کو قبول کرنے والا پایا — اُس کے سارے اجزا حکایت بن گئے تھے

جذبِ سمع ست ار کسے را خوش لبی ست — گرمی و جِدِّ مُعلّم از صبی ست
اگر کسی میں خوش بیانی ہے (تو) سننے کی کشش ہے — اُستاد کی سرگرمی اور کوشش بچّہ کی وجہ سے ہے

چنگیے را کو نوازد بست و چار — چوں نیابد گوش گردد چنگ وار
وہ سارنگی بجانے والا جو چوبیس راگ بجاتا ہے — جب کان نہیں پاتا سارنگی کی طرح ہو جاتا ہے

نے خرارہ[2] یادش آید نے غزل — نے دہ انگشتش بجنبد در عَمل
نہ اُس کو ترانہ یاد آتا ہے نہ غزل — نہ عمل میں اُس کی دسوں اُنگلیاں ہلتی ہیں

گر نبودے گوشہائے غیب گیر — وحی ناوردے ز گردوں یک بشیر
اگر غیب کو قبول کرنے والے کان نہ ہوتے — ایک بشارت دینے والا (بھی) وحی نہ لاتا

ور نبودے دیدہائے صُنع بیں — نے فلک گشتے نہ خندیدے زمیں
اگر کاریگری کو دیکھنے والی آنکھیں نہ ہوتیں — نہ آسمان گردش کرتا، نہ زمین مسکراتی

آں دمِ لولاک[3] ایں باشد کہ کار — از برائے چشمِ تیز ست و نزار
لولاک کا مضمون یہی ہے کہ تخلیق — باریک اور تیز آنکھ کے لئے ہے

عامہ را از عشقِ ہمخوابہ و طبق — کے بُود پروائے عشقِ صُنعِ حق
عوام کو ہم بستر اور دسترخوان سے عشق کی وجہ سے — اللہ کی کاریگری کی پروا کب ہوتی ہے؟

آب تُتماجی نریزی در تغار — تا سگے چندے نباشد طُعمہ خوار
تو آش کا پانی تغار میں نہ ڈالے گا — جب تک کہ چند کتے خوراک کھانے والے نہ ہونگے

رو سگِ کہفِ خداوندیش باش — تا رہاند زیں تغارت اصطفاش
جا، اُس کی خداوندی کے غار کا کتا بن جا — تاکہ اُس کی برگزیدگی تجھے اِس تغار سے چھڑائے

---

[1] سمر۔ قصہ گوئی۔ تفسیر۔ آنحضورؐ کا ارشاد ہے کہ جسقدر سُننے والے کی صلاحیت ہوتی ہے اُسی قدر اُس کو وعظ کے بیان سے دانائی کا حصہ ملتا ہے۔ مُستمع۔ سُننے والے شوقین ہوتے ہیں تو واعظ بھی دلچسپی سے وعظ کہتا ہے۔ قود یعنی قصہ سُنانے والا۔ جذبِ سمع۔ اگر کسی واعظ کی خوش بیانی دیکھو تو سمجھو کہ سننے والوں کی کشش ہے، بچّہ ذہین ہوتا ہے تو استاد محنت سے پڑھاتا ہے۔۔۔ چنگیے۔ اگر سننے والے ماہر اور شائق نہیں ہوتے ہیں تو سارنگی نواز کا دل بجھ جاتا ہے۔

[2] نے خرارہ۔ سارنگی نواز نہ چند بلی جلی آوازیں یاد آتی ہیں نہ غزل نہ اسکی انگلیاں کام کرتی ہیں گر نبودے۔ اگر انبیاء میں وحی سننے کی استعداد نہ ہوتی تو جبرئیلؑ وحی لے کر نہ آتے۔ ور نبودے۔ اگر اللہ تعالےٰ کی صنعت کو دیکھنے والے نہ ہوتے تو نہ آسمان پیدا ہوتا نہ زمین پیدا کی جاتی۔

[3] لولاک۔ آنحضورؐ کے بارے میں لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ ۰ اگر آپ نہ ہوتے تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا ۰ کا مطلب یہی ہے کہ چونکہ آپ کامل صاحب نظر ہیں اسلئے آسمان پیدا کئے گئے ہیں محدثین نے اِس حدیث کو بے اصل قرار دیا ہے۔ عامہ۔ عوام، معشوق اور دسترخوان کے شیدائی ہیں انکو اللہ تعالیٰ کی کاریگری میں غور کرنے

دعوی[۱] کردن و گرو بستنِ تُرکے کہ درزی از من چیزے نتواند بُرد

ایک تُرک کا دعویٰ کرنا اور بازی لگانا کہ کوئی درزی میری کوئی چیز نہیں چُرا سکتا

چونکہ دُزدیہائے بیرحمانہ گفت — کہ کنند آں درزیاں اندر نہفت

جب اُس نے ظالمانہ چوریاں بیان کیں — جو درزی چپکے سے کرتے ہیں

اندراں ہنگامہ تُرکے از خطا — سخت تیرہ شُد ز کشفِ آں غطا

اُس مجمع میں خطا کا رہنے والا ایک تُرک — اُس پردے کے کھلنے سے سخت مکدر ہوگیا

شب چو روزِ رستخیز آں رازہا — کشف می کرد از پئے اہلِ نُہیٰ

رات کے وقت، قیامت کے دن کی طرح رازوں کو — وہ عقلمندوں کے لئے کھول رہا تھا

ہر کجا آئی تو در کُنجِ فراز — بینی آنجا دو عدو در کشفِ راز

تو جہاں کہیں بھی کسی گوشہ میں پہنچے گا — راز کھولنے میں دو دشمنوں کو دیکھے گا

آں زباں را محشرِ مذکور داں — واں گلوئے راز گو را صُور داں

زبان کو تو مذکورہ محشر سمجھ — اور راز کہنے والے گلے کو صُور سمجھ

کہ[۲] خدا اسبابِ خشمی ساختست — واں فضائح را بکوی انداختست

کیونکہ خدا نے غصّہ کے اسباب پیدا فرمائے ہیں — اور رُسوائیوں کو کوچہ میں ڈال دیا ہے

بس کہ غدرِ درزیاں را ذکر کرد — حیف آمد تُرک را و خشم و درد

اُس نے درزیوں کی بہت سی غداریوں کا ذکر کیا — تُرک کو افسوس اور غصّہ اور درد ہوا

نشانِ جُستنِ تُرک خانۂ درزی را

تُرک کا درزی کے گھر کا پتہ معلوم کرنا

گفت اے قصّاص در شہرِ شما — کیست اُستاتر دریں مکر و دغا

اُس نے کہا اے قصہ گو! تمہارے شہر میں — اِس مکر اور دغا میں سب سے زیادہ اُستاد کون ہے؟

گفت[۳] خیاطیست نامش پور شش — اندریں دُزدی و چُستی خلق کُش

اُس نے کہا ایک درزی ہے اُس کا نام پور شش ہے — اِس چوری اور چالاکی میں لوگوں کو ذبح کرنیوالا ہے

گفت من ضامن کہ با صد اضطراب — اُو نیارد بُرد پیشم رشتہ تاب

اُسنے کہا میں ضامن ہوں سیکڑوں ہاتھ پاؤں مارنے کے باوجود — وہ میرے سامنے ایک بٹا ہوا دھاگا نہیں لے جاسکتا

پس بگفتندش کہ از تو چُست تر — ماتِ اُو گشتند در دعوی مپر

لوگوں نے اُس سے کہا کہ تجھ سے زیادہ چالاک — اُس سے مات کھا گئے ہیں، دعوے میں پرواز نہ کر

۱؎ دعویٰ۔ تُرک نے دعویٰ کیا کہ وہ درزی میرا کپڑا کبھی نہ چُرا سکے گا۔ اندراں۔ اِس مجمع میں خطا کا رہنے والا ایک تُرک تھا جو درزیوں کی چوری کے قصے سُن کر برہم ہوگیا۔ اہلِ نُہیٰ۔ عقلمند لوگ۔ ہر کجا۔ رازوں کے فاش ہونے کا سبب ایک زبان ہے اور ایک راز کہنے والے کا گلا ہے۔

۲؎ کہ خدا۔ راز فاش کرنے کا سبب عداوت اور دشمنی ہوتی ہے اور راز فاش ہونے سے رُسوائی ہوتی ہے۔ بس۔ جب اُس نے درزیوں کی چوریوں کا ذکر کیا تو تُرک کو بہت افسوس اور دُکھ ہوا۔ قصّاص۔ قصہ گو۔ استاتر۔ زیادہ استاد۔

۳؎ گفت۔ قصہ گو نے کہا سب سے زیادہ اُس چالاک درزی کو، پور شش کہتے ہیں۔ گفت۔ تُرک نے کہا کہ وہ اپنی حرکتوں کے میرے سامنے بٹا ہوا ایک دھاگا بھی نہیں چُرا سکے گا۔ پس۔ لوگوں نے تُرک سے کہا کہ تجھ سے زیادہ ہوشیاروں کو وہ دھوکا دے چکا ہے۔

تو (١) بعقلِ خود چنیں غرّہ مباش | کہ شوی یاوہ تو در تزویرہاش
تو اپنی عقل پر ایسا مغرور نہ ہو | کیونکہ اُس کی چالاکیوں میں تو گم ہو جائے گا

گرم تر شد ترک و بست آنجا گرو | کہ نیارد بُرد نے کہنہ نہ نو
ترک اور گرما گیا اور وہاں بازی لگائی | کہ وہ نہیں لے جاسکتا نہ پُرانا نہ نیا

مُطمعانش گرم تر کردند زود | اُو گرو بست و دہاں را بر کشود
بھڑکانے والوں نے اُس کو فوراً بھڑکا دیا | اُس نے شرط لگائی اور بولا

کہ گرو ایں مرکبِ تازیِ مَن | بدہم ار دُزدد قماشم را بفن
کہ میرا یہ عربی گھوڑا گروی ہے | اگر فریب سے اُس نے میرا کپڑا اچک لیا، دیدوں گا

ور نتاند بُرد اسپے از شما | وا ستانم بہرِ رہنِ مُبتدا
اور اگر وہ نہ اڑا سکا تم سے ایک گھوڑا | ابتدائی رہن کے مقابلہ میں لے لونگا

تُرک را آں شب نبُرد از غصہ خواب | با خیالِ دُزد می کرد اُو حراب
ترک کو غصہ سے اُس رات نیند نہ آئی | وہ چور کے خیال سے لڑائی لڑتا رہا

بامداداں اطلسے زد در بغل | شد ببازار و دُکانِ آں دغل
صبح کو اطلس بغل میں دبائی | اُس مکار کے بازار اور دُکان پر پہنچا

پس (٢) سلامش کرد گرم و اُوستاد | جست از جا لب بپرسش بر کشاد
اُس نے اُسکو گرمجوشی سے سلام کیا اور استاد | جگہ سے اٹھا، اُسکی مزاج پرسی کیلئے لب کشائی کی

گرم پُرسیدش ز حدِ تُرک بیش | تا فگند اندر دلِ اُو مہرِ خویش
اُسنے ترک کی اُسکے مرتبہ سے زیادہ گرمجوشی سے پرسش کی | حتیٰ کہ اُسکے دل میں اپنی محبت ڈالدی

چوں شنید از وے نوائے بلبلے | پیش افگند اطلسِ اِصطنبلے
اُس نے جب اُس سے بلبل کا نغمہ سنا | اِستنبولی اطلس اُس کے سامنے ڈالدی

کہ (٣) بُبر ایں را قبائے روزِ جنگ | زیرِ دامن واسع و بالاش تنگ
کہ اسکی جنگ کے دن کی قبا تراش دے | نیچے کا دامن وسیع ہو اور اُسکا اوپر کا حصہ تنگ ہو

تنگ بالا بہرِ جسم آرائے را | زیر واسع تا نگیرد پائے را
اوپر کا تنگ حصہ، جسم کی آرائش کے لئے | نیچے کا وسیع تاکہ پاؤں نہ اُلجھے

گفت صد خدمت کنم اے ذو وداد | در قبولش دست بر سینہ نہاد
اُس نے کہا اے دوست ایسی سو خدمتیں بجالاؤنگا | اُس کے قبول کرنے میں سینہ پر ہاتھ رکھا

---

١ تو بعقلِ خود۔ تو اپنی عقل پر گھمنڈ نہ کر اُسکی مکاریوں میں تو گم ہوجائے گا۔ گرم تر۔ لوگوں کی اِن باتوں سے ترک اور گرما گیا اور اُس نے بازی لگائی کہ اگر وہ میرا کپڑا لیگا تو اپنا عربی گھوڑا ہار جاویگا۔ ور نتاند۔ اور اگر وہ نہ چرا سکا تو تم سے ایک گھوڑا لونگا۔ نبُرد۔ ترک۔ اُس رات کو ترک غصہ سے نہ سو سکا اور ساری رات اُسکی چوری کے داؤں پیچ اور اُسکے توڑ کو سوچتا رہا۔ دغل۔ کینہ، مکار۔

٢ پس۔ ترک اطلس لے کر درزی کی دکان پر پہنچا تو درزی اپنی جگہ سے اٹھا اُسکو سلام کیا اور اُسکی مزاج پرسی شروع کردی مگر جس قدر ترک کی مزاج پرسی کرنی تھی اُس سے بہت زیادہ مزاج پرسی کی جس سے ترک کے دل میں اُسکی محبت پیدا ہوگئی۔ اِصطنبل۔ اِستنبول۔ اِستنبولی اطلس مشہور تھا۔

٣ کہ بُبر۔ ترک نے درزی سے کہا اِس اطلس کی قبا سی دے اوپر سے چُست ہو اور دامن فراخ ہو۔ تنگ۔ اوپر کا حصہ تنگ ہوگا تو سینہ اور دھڑ چست معلوم ہوں گے دامن وسیع ہوں گے تو پاؤں نہ الجھیں گے۔ ذو وداد۔ دوست۔ در قبولش۔ سینہ پر ہاتھ رکھنا بات تسلیم کرنے کا اشارہ ہے۔

پس بہ پیمود و بدید اُو رُوی کار
پھر ناپا اور کام کا اندازہ کیا

بعد ازاں بگشاد لب را در فشار[۵۱]
اسکے بعد بکواس کیلئے اس نے ہونٹ کھول دیا

از حکایتہائے میرانِ دگر
دوسرے سرداروں کی حکایتوں کا

وز کرمہائے و عطایِ آں نفر
اور اُس جماعت کے کرم اور عطا کا

وز بخیلان وز تحسیراتِ شاں
اور بخیلوں اور اُنکے گھٹانے کا

از برایِ خندہ داد اُو ہم نشاں
ہنسانے کے لئے اُس نے پتہ بھی بتایا

ہمچو آتش کرد مقراضے بروں
آگ جیسی ایک قینچی نکالی

می بُرید و لب پر افسانہ فسوں
کاٹ رہا تھا اور قصہ اور منتر ہونٹ پر تھا

مضاحک گفتنِ درزی ترک را و از قوّتِ خندہ بستہ شدن
درزی کا ترک سے ہنسی کی باتیں کرنا اور ہنسی کی زیادتی کی وجہ سے دو چھوٹی آنکھوں کا

دو چشمِ تنگ و فرصت یافتنِ درزی در دزدی
بند ہوجانا اور درزی کا چوری کا موقع پانا

یک مضاحک[۵۲] جُست گفت آں اُوستاد
اُس استاد نے ایک ہنسی کی بات فوراً کہی

ترکِ مست از خندہ شد سُست و فتاد
مست ترک ہنسی سے سُست ہوگیا اور گر پڑا

ترک خندیدن گرفت از داستاں
قصہ سے، ترک نے ہنسنا شروع کردیا

چشمِ تنگش گشت بستہ آں زماں
اُس وقت اُس کی تنگ آنکھ بند ہوگئی

پارہ دُزدید و کردش زیرِ راں
اُس نے ایک ٹکڑا چرایا، اُسکو ران کے نیچے کرلیا

غیرِ حق از جملۂ احیا نہاں
خدا کے علاوہ سب زندوں سے پوشیدہ

حق[۵۳] ہمی دید آں ولے ستّار خوست
اللہ تعالیٰ اُسکو دیکھ رہا تھا لیکن پردہ پوشی کی عادت والا ہے

لیک چوں از حد بری غمّاز اُوست
لیکن جب تو حد سے گذرے، وہ غمّاز ہے

ترک را از لذّتِ افسانہ اَش
اُس کے قصہ کی لذّت سے ترک کے

رفت از دل دعویِ پیشانہ اَش
دل سے اُس کا پہلا دعویٰ جاتا رہا

اطلسے چہ دعویِ چہ رہن چہ
کیسی اطلس، کیسا دعویٰ، کیسا رہن؟

ترکِ سر مست ست در لاغ اے اَچہ
اے بھائی! ترک مذاق میں مست ہے

لابہ کردش ترک کز بہرِ خدا
ترک نے اُس کی خوشامد کی کہ خدا کے لئے

لاغ می گو کاں مرا شد مُغتذی
مذاق کی بات سنا کیونکہ وہ میری غذا بن گئی ہے

---

۵۱ فشار۔ بیہودہ کلام۔ از حکایتہای۔ اُس درزی نے اُس ترک کو دوسرے سرداروں کی عطا اور بخشش کے قصے سنائے اور بخیلوں کے قصے بھی سنائے مقراض۔ درزی نے تیز قینچی نکالی اور قصے سُناتا رہا۔ مضاحک۔ مضحکہ کی جمع ہے ہنسنے کی باتیں مولانا نے اس کو مفرد کے معنی میں بولا ہے۔ دو چشم تنگ۔ ترکوں کی آنکھیں فراخ نہیں ہوتی ہیں۔

۵۲ یک مضاحک۔ درزی نے ہنسی کی ایک بات شروع کی جس سے وہ ترک ہنستے ہنستے سُست پڑگیا اور گر گیا اور ہنسی میں اُس کی دونوں چھوٹی چھوٹی آنکھیں بند ہوگئیں۔ پارہ۔ درزی نے موقع پاکر اطلس کا ایک ٹکڑا ران کے نیچے چھپالیا جو سب سے پوشیدہ تھا لیکن اللہ تعالیٰ اُس کو دیکھ رہا تھا۔

۵۳ حق۔ خدا کی صفت ستاری ہے وہ پردہ پوشی کرتا ہے لیکن جب معاملہ حد سے بڑھ جاتا ہے تو راز فاش کردیتا ہے۔ ترک۔ ترک درزی کی باتوں سے ایسا خوش ہوا کہ اپنے دعوے کو بھی بھلا بیٹھا۔ اطلسے۔ اب اُسکو نہ اطلس کی پروا تھی نہ دعوے کی نہ اُس گھوڑے کی جو اُس نے گروی رکھا تھا۔ اَچہ۔ ترکی لفظ ہے بمعنی برادر۔ لابہ۔ خوشامد۔

گفت لاغِ خندہ انگیز آں دغا ... کہ فتاد از قہقہہ اُو بر قفا
اُس مکار نے ہنسانے والی ایسی بات کہی ... کہ قہقہہ کی وجہ سے وہ چت گرگیا

پارۂ اَطلس سُبک بر نیفہ زد ... تُرکِ غافل خوش مَضاحک می مَزد
اُس نے جلدی سے اَطلس کا ٹکڑا نیفہ میں لگا لیا ... غافل ترک ہنسانے والی بات چوس رہا تھا

ہمچنیں بارِ سوم تُرکِ خطا ... گفت لاغے گوئے از بہرِ خدا
اسی طرح خطا کے تُرک نے تیسری بار ... کہا، خدا کے لئے مذاق کی بات سُنا

گفت لاغے خندہ میں تر زاں دو بار ... کرد اُو ایں تُرک را کُلّی شکار
اُس نے دو بار سے زیادہ ہنسی لانیوالی بات سُنائی ... اُس نے اِس ترک کو پورا شکار کرلیا

چشم بستہ عقل جستہ مُولہہ ... مست، تُرکِ مُدعی از قہقہہ
آنکھ بند، عقل روانہ شُدہ، فریفتہ ... مُدعی تُرک، قہقہے سے مست تھا

پس سوم بار از قبا دُزدید شاخ ... کہ ز خندش یافت میدانِ فراخ
پھر تیسری بار اُس نے قبا میں سے ٹکڑا چرایا ... کہ اُسکو اُس کی ہنسی کیوجہ سے وسیع میدان ملا

چوں چہارم بار آں تُرکِ خطا ... لاغ زاں اُستا ہمی کرد اقتضا
جب اُس خطا کے ترک نے چوتھی بار ... اُس اُستاد سے مذاق کی بات کا تقاضہ کیا

رحم آمد بر وے آں اُوستاد را ... کرد در باقی فنِ بیداد را
اُس اُستاد کو اُس پر رحم آگیا ... ظلم کے فن کو باقی (لوگوں) کے لئے رکھ چھوڑا

گفت مولع گشتہ ایں مفتوں دریں ... بیخبر کیں چہ خسارست و غبیں
کہا یہ پاگل اِس پر فریفتہ ہورہا ہے ... اِس سے بے خبر کہ یہ کیا خسارہ اور نقصان ہے؟

بوسہ افشاں کرد بر اُستاد اُو ... کہ بمن بہرِ خدا افسانہ گو
اُس نے اُستاد پر بوسہ نثار کیا ... کہ خدا کے لئے مجھ سے افسانہ کہہ

اے فسانہ گشتہ و محو از وجود ... چند افسانہ بخواہی آزمود
اے شخص! تو فسانہ بن گیا اور (اپنے) وجود سے بے خبر ہے ... فسانے کو کہاں تک آزمائے گا؟

خندہ میں تر از تو ہیچ افسانہ نیست ... بر لبِ گورِ خرابِ خویش ایست
تجھ سے زیادہ ہنسانے والا کوئی افسانہ نہیں ہے ... اپنی برباد قبر کے کنارے کھڑا ہوجا

خطاب با ہر نفسے کہ مثلِ ایں بلا مُبتلا است

اُس نفس کو خطاب جو اِس جیسی بلا میں پھنسا ہے

لہ گفت۔ درزی نے پھر کوئی ہنسی کا قصہ سنایا جس سے ترک چت لیٹ گیا۔ آں مطلب چونکہ ترک بالکل غافل تھا درزی کو موقع ملا اُس نے اطلس کا ٹکڑا ران کے نیچے نکالکر نیفے میں اڑس لیا۔ ہمچنیں۔ ترک نے تیسری بار پھر فرمائش کی۔ کرد او۔ اب درزی نے ایک اور ٹکڑا بھی چرالیا۔ از قہقہہ۔ قہقہوں نے ترک کی آنکھیں بند تھیں عقل بھاگ چکی تھی اور وہ قصہ پر فریفتہ تھا۔

لہ پس۔ اب تیسری بار شاخ۔ یعنی اطلس کا ٹکڑا فراخ۔ وسیع چہارم۔ چوتھی بار پھر ترک نے فرمائش کی۔ اقتضاء۔ تقاضہ کرنا۔ رحم۔ اب درزی کو اُس ترک پر رحم آیا اور اُس نے اپنے فن کو دوسرے لوگوں یا دوسرے وقت کے لئے اٹھا رکھا۔

لہ مولع۔ فریفتہ۔ مفتوں۔ پاگل۔ غبیں۔ ٹوٹا بوسہ۔ اُس ترک نے اُس درزی کا خوشامد میں بوسہ بھی لیا۔ اے فسانہ۔ انسان کا وجود مٹکر وہ محض فسانہ رہجاتا ہے۔ خندہ میں تر۔ اے انسان تجھ سے زیادہ ہنسی کا کوئی افسانہ نہیں ہے تو قبر کے کنارے جاکر اپنا انجام سوچ۔

اے فرو رفتہ بقبرِ جہل و شک — چند جوئی لاغ و دستانِ فلک

اے نادانی اور شک کی قبر میں اُترے ہوئے — فلک کا مکر اور مذاق کہاں تک طلب کریگا؟

تا بکے نوشی تو عشوہ ایں جہاں — کہ نہ عقلت ماند بر قانون نہ جاں

تو کب تک اِس دنیا کا فریب کھائے گا؟ — کہ نہ تیری عقل قاعدے میں رہی نہ روح

لاغِ ایں چرخِ ندیم کرد و مرد — آبروئے صد ہزاراں چوں تو برد

اِس آسمان کے مذاق نے جو کرد اور بے رِیش کا ہمنشین ہے — تجھ جیسے لاکھوں کی آبرو برباد کی ہے

میدرد میدوزد ایں درزیِ عام — جامۂ صد سالگان و طفلِ خام

یہ عام درزی، پھاڑتا ہے اور سیتا ہے — سو سالہ اور ناتجربہ کار بچے کے کپڑے

پیر و طفلاں شستہ پیشش بہرِ کد — تا بسعد و نحس او لاغے کند

بوڑھے اور بچے اُسکے سامنے بھیک کیلئے بیٹھے ہیں — تاکہ وہ نیک اور بدبخت سے مذاق کرے

لاغ او گر باغہا را داد داد — چوں دے آمد دادہا بر باد داد

اُس کے مذاق نے اگر باغوں کو عطا دی ہے — جب خزاں آئی اُس نے عطاؤں کو برباد کر دیا ہے

گفتنِ درزی ترک را کہ ہے خموش کن کہ اگر مضاحکِ دیگر بگویم قبایت تنگ آید

ترک سے درزی کا کہنا کہ خبردار! چپ ہوجا، کہ اگر ہنسی کی دوسری بات کہوں گا، تیری قبا تنگ ہوجائے گی

گفت درزی ترک ازیں رگذر — وائے بر تو گر کنم لاغِ دگر

درزی نے ترک سے کہا اِس کو جانے دے — تیری حالت پر افسوس ہوگا اگر میں اور مذاق کرونگا

پس قبایت تنگ آید باز پس — ایں کند با خویشتن خود ہیچ کس

پھر تیری قبا بہت تنگ ہوجائے گی — اپنے ساتھ ایسا کوئی کرتا ہے؟

سِرِّ ایں خندہ اگر دانستیے — آں ز صد گریہ بتر دانستیے

اِس ہنسی کا راز اگر تو جان لیتا — تو اُس کو سَو رونوں سے بدتر سمجھتا

ترکِ خندہ کن ایا اے ترکِ مست — زانکہ عمرت رفت خواہی گشت پست

اے مست ترک! تو ہنسی کو چھوڑ دے — کیونکہ تیری عمر گذر گئی، تو پست ہوجائے گا

چونکہ بنہاد آں قبا درزی ز دست — اسپ را بر باد داد آں ترکِ مست

جب اُس درزی نے قبا ہاتھ سے رکھی — اُس مست ترک نے گھوڑا برباد کر دیا

---

۱ لاغ - بیہودہ بات۔ دستاں - مکر۔ عشوہ - فریب۔ لاغ - فلک کے مذاق نے لاکھوں کو برباد کیا ہے۔ کرد - ایک قوم ہے یہاں مُراد داڑھی والے ہیں۔ مُرد - اَمرد کی جمع ہے نوخیز لڑکا۔ میدرد - یہ آسمان انسانوں کیساتھ وہی کچھ کرتا ہے جو درزی نے ترک کیساتھ کیا۔ صدسالگاں - پرانی عمر کے لوگ۔ تا بسعد - آسمان اپنے سعد اور نحس کے ذریعہ لوگوں سے مذاق کرتا ہے۔

۲ لاغ او - آسمان کا مذاق یہ ہے کہ اگر موسم بہار میں وہ باغ کو بخشش دیتا ہے تو خزاں میں چھین لیتا ہے۔ گفتن - درزی نے ترک سے کہا کہ بس اب چپ ہوجا اگر میں اور کوئی ہنسی کی بات سناؤنگا تو تیری قبا بہت تنگ ہوجائے گی۔ ایں کند - تیرا ہنسی کی بات کو طلب کرنا اپنا کپڑا چوری کراتا ہے ایسا کوئی اپنے ساتھ نہیں کیا کرتا۔

۳ بتر - درزی نے کہا کہ اگر تو اِس ہنسی کا راز سمجھ جاتا کہ میں تجھے کیوں ہنسا رہا ہوں تو اِس ہنسی کو سیکڑوں رونوں سے بدتر سمجھتا۔ ترکِ خندہ - مولانا نصیحت فرماتے ہیں کہ اے مخاطب تو بھی مذاق، دل لگی چھوڑ دے کیونکہ زیادہ عمر تو گذر گئی ہے اب بھی باز نہ آئیگا تو بالکل برباد ہوجائے گا چونکہ - جب درزی نے ہاتھ سے اطلس رکھدی اور ظاہر ہوگیا کہ اُسمیں چوری ہوچکی ہے تو وہ ترک گھوڑا بھی ہار گیا۔

مُخلصش[۱] بشنو توئی آں تُرکِ گول | عالمِ غدّار خیاطِ چو غول

اُس کا خلاصہ سُن، وہ احمق ترک تو ہے | غدّار عالم، بھوت جیسا درزی ہے

اَطلسے کز بہرِ تقویٰ و صلاح | دوخت باید خرج کردی از مزاح

وہ اطلس جو تقوے اور نیکی کے لئے | سینا چاہئے تھا، تونے مذاق سے اُسکو خرچ کردیا

اَطلست عمر و مضاحک شہوت است | روز و شب مقراض و خندہ غفلت است

تیرا اطلس عمر ہے، ہنسانے والی باتیں شہوت ہے | دن اور رات قینچی ہے اور ہنسنا غفلت ہے

اسپ[۲] ایمان ست و شیطاں در کمیں | باخود آ افسانہ را بگذار ہیں

گھوڑا ایمان ہے اور شیطان گھات میں ہے | خبردار! ہوش میں آ، افسانہ کو چھوڑ

بیان آنکہ بیکاراں و افسانہ جُویاں مثلِ آں ترک اند و عالمِ غدّارِ غرّار ہمچوں آں درزی و شہوات و زناں مُضاحک گفتن ایں دنیاست و عمر ہمچوں آں اطلس پیش ایں درزی جہتِ قبائے بقا و لباسِ تقویٰ ساختن

اس کا بیان کہ بیکار اور افسانے کے جویاں اُس ترک جیسے ہیں اور دھوکے باز غدار عالم اُس درزی کی طرح ہے اور شہوت اور عورتیں اس دنیا کی ہنسانیوالی باتیں کہنا ہے اور عمر اُس اطلس کی طرح ہے اُس درزی کے سامنے بقا کی قبا اور تقوے کا لباس بنانے کے لئے

اَطلسِ عُمرت بمقراضِ شہور | بُرد پارہ پارہ خیاطِ غرور

مہینوں کی قینچی سے تیری عمر کا اطلس | دھوکے کا درزی ٹکڑے ٹکڑے کرکے لے اُڑا

تو تمنا می بری کاختر مُدام | لاغ کردے سعد بُودے بر دوام

تو تمنا کرتا ہے کہ ستارہ ہمیشہ | ہمیشہ مذاق کرتا (اور) سعد ہوتا

سخت می تولی[۳] ز تربیعاتِ او | وز وبال و کینہ و آفاتِ او

تو اُس کی نحوستوں سے سخت گھبراتا ہے | اور اُس کے وبال اور کینہ اور آفتوں سے

سخت می رنجی ز خاموشیِ او | وز نحوس و قبض و کیں کوشیِ او

اسکی خاموشی سے تو سخت رنجیدہ ہوتا ہے | اور اسکی نحوست اور قبض اور کینہ وری سے

مُشتری و زُہرہ چوں در رقص نیست | چونکہ بہرام و زحل را نقص نیست

جب مشتری اور زہرہ رقص میں نہیں ہیں | جبکہ بہرام اور زحل میں گھاٹا نہیں ہے

---

۱ مخلصش۔ اب مولانا تم ہی کی زبان سے فرماتے ہیں کہ اے انسان تو مست ترک ہے اور یہ دنیا غدار درزی ہے، تیری عمر اطلس ہے اور تیری شہوت ہنسی مذاق کی باتیں ہیں اور دن رات قینچی ہے، اور غفلت ہنسنا ہے۔

۲ اسپ۔ گھوڑا، تیرا ایمان ہے اور شیطان اسی طرح گھات میں ہے جس طرح شرط باندھنے والے تھے۔ اطلسِ عمرت۔ تیری عمر کی اطلس کو ماہ و سال کی قینچی سے زمانہ ٹکڑے ٹکڑے کرکے چُرا رہا ہے۔ تو تمنا۔ یعنی اے صوفی تو یہ تمنا کرتا ہے کہ تیرے ستارے ہمیشہ سعد رہتے اور وہ ہمیشہ تجھ سے ہنسی خوشی کی باتیں کرتے۔

۳ می تولی۔ فعلِ حال ہے تولیدن سے بمعنی رمیدن بھاگنا یعنی رنجیدہ ہونا۔ تربیع۔ کسی ستارہ کا برج سوم سے جو ربع فلک ہے کسی دوسرے ستارے پر نظر کرنا یہ نحوست سے کنایہ ہے۔ سخت می رنجی۔ تجھے ستاروں کی تاثیرات سے بہت رنج ہوتا ہے۔ مشتری یعنی ان ستاروں کی اچھی تاثیرات نہ ہوں تب تو رنجیدہ ہوتا ہے۔

۱۲

کہ چرا زہرہ طرب در رقص نیست
کہ مستی کی زہرہ رقص میں کیوں نہیں ہے؟
بر سعود و رقص و سعدِ اُو مایست
تو اُس کے سعود اور رقص اور سعد پر نہ ٹھہر

اخترت گوید کہ گر افزوں کنم
تجھ سے ستارہ کہتا ہے کہ اگر میں بڑھا دوں
لاغ را پس کلّیت مغبوں کنم
مذاق کو تو تجھے بالکل ٹوٹے میں کردوں گا

تو مبیں قلّابیِ ایں اختراں
تو اِن ستاروں کی گردش کو نہ دیکھ
عشق خود بر قلب زن ہیں اے فلاں
اے فلاں! اپنے عشق کو گردش دینے والے پر دیکھ

تمثیلِ ایں جہاں در تسکین فقیراں از جورِ روزگار
زمانہ کے ظلم سے فقیروں کو تسکین دینے میں اِس دنیا کی مثال دینا

آں یکے می شُد بَرہ سوئے دُکاں
ایک شخص دکاں کی جانب راستہ پر پڑا
پیشِ رہ را بَستہ دید اُو از زناں
اُس نے راستہ کا آگا، عورتوں سے بند دیکھا

پائے اُو می سوخت از تعجیلِ راہ
جلدی کی وجہ سے اُسکا پاؤں جل رہا تھا اور راستہ
بستہ از جوقِ زنانِ ہمچو ماہ
چاند جیسی عورتوں کے مجمع سے بند تھا

رُو بیک زن کرد و گفت اے مُستہاں
اُس نے ایک عورت کیجانب مُنہ کیا اور کہا اے ذلیل!
ہے چہ بسیار اند ایں دخترگاں
اوہو، یہ نوعمر لڑکیاں کتنی زیادہ ہیں

رُو بدو کرد آں زن و گفت اے امیں
اُس عورت نے اُسکی طرف مُنہ کیا اور کہا اے ذلیل!
ہیچ بسیاریِ ما منگر چنیں
ہماری کثرت کو کبھی ایسا نہ دیکھ

بیں کہ با بسیاریِ ما بر بساط
دیکھ، فرش پر ہماری کثرت کے باوجود
تنگ می آید شما را انبساط
تمہیں خوش عیشی تنگ معلوم ہوتی ہے

در لواط می فتید از قحطِ زن
عورتوں کے ناپید ہونے سے تم لواطت میں مبتلا ہوتے ہو
فاعل و مفعول رسوائے زمن
فاعل اور مفعول جہاں میں رسوا ہوئے ہیں

تو مبیں ایں واقعاتِ روزگار
تو زمانہ کے اِن واقعات پر نظر نہ کر
کز فلک می گردد اینجا ناگوار
جو اِس جگہ فلک سے ناگوار ہوتے ہیں

تو مبیں تحسیرِ روزی و معاش
تو روزی اور معاش کو کم نہ سمجھ
تو مبیں ایں قحط و خوف و ارتعاش
تو اِس قحط اور ڈر اور لرزہ کو نہ دیکھ

بلکہ یہ دیکھ کہ اُن کے باوجود تو زمانہ پر جان دیتا ہے اور دنیا کو چھوڑنا نہیں چاہتا تحسیر۔ خسارہ میں ڈالنا۔ ارتعاش۔ لرزہ۔

---

۵۱ بر سعود۔ انسان کو ستاروں کی سعادت اور نحوست کا پابند نہ ہونا چاہئے۔ اخترت۔ اگر تو ہمیشہ خوشی میں رہے گا تو اِس ترک کیطرح بالکل ٹوٹے میں پڑ جائیگا۔ تو مبیں۔ اِن ستاروں کی گردش پر نظر نہ کرنی چاہئے بلکہ جو ذات اِنکو گھماتی ہے اُس سے عشق پیدا کر۔

شعر
مجھ زخم دینے والے کو کب نہ دیکھ زخمِ فلک
وہی ہوتا ہے جو کرتا ہے خداوندِ فلک

۵۲ تمثیل۔ مولانا نے فرمایا تھا کہ ستاروں کی گردش نہ دیکھ بلکہ گردش دینے والے کو دیکھ۔ اِس قصہ میں بھی عورت نے یہی کہا ہے کہ ہماری کثرت کو نہ دیکھ بلکہ یہ دیکھ کہ ہماری کثرت کے باوجود لوگ کس بدکرداری میں مبتلا ہیں۔ جوق۔ مجمع۔ ہمچو ماہ۔ حسین عورتیں تھیں۔ رو بیک زن۔ اُس شخص نے ایک عورت سے مخاطب ہوکر کہا کہ عورتیں اِس قدر زیادہ ہوگئیں کہ راستہ چلنا دشوار ہے۔

۵۳ رُو بدو کرد۔ اُس عورت نے اُس سے مخاطب ہوکر کہا کہ ہماری کثرت دیکھنے کے قابل نہیں بلکہ غور کرنے کی یہ بات ہے کہ ہماری کثرت کے باوجود بدفعل لوگ بدفعلی میں مبتلا ہوتے ہیں اور دونوں رسوا ہوتے ہیں۔ تو مبیں۔ اِسی طرح اے صوفی تو آسمان اور زمانہ کی تلخیوں کو نہ دیکھ

ہیں کہ با ایں جملہ تلخیہائے اُو
خبردار! کہ اُس کی اِن تمام تلخیوں کے باوجود

مُردہ اُو یند و ناپروائے اُو
اُس پر مِٹے ہوئے ہیں اور اُس سے بے پرواہیں

رحمتے[۵۱] داں امتحانِ تلخ را
تلخ امتحان کو تو رحمت جان

نقمتے داں مُلکِ مَرو و بلخ را
مَرو اور بلخ کی سلطنت کو عذاب سمجھ

آں براہیم از تلف بگریخت و ماند
وہ ابراہیم تلف سے بھاگا اور رہ گیا

ایں براہیمؑ از شرف بگریخت و راند
یہ ابراہیمؑ وجاہت (دنیوی) سے بھاگے اور آگے بڑھ گئے

ایں[۵۲] نسوزد ویں بسوزد اے عجب
یہ نہ جلے اور یہ جلے، تعجب ہے

نعلِ معکوس ست در راہِ طلب
طلب کے راستہ میں اُلٹا نعل ہے

بازمکرر کردنِ صوفی آں سوال را
صوفی کا اُس سوال کو پھر مکرر کرنا

گفت صُوفی قادرست آں مُستعاں
صوفی نے کہا وہ مددگار قادر ہے

کہ کُند سودائے ما را بے زیاں
کہ ہمارے معاملہ کو بغیر نقصان کا بنادے

آنکہ آتش را کُند وَرد و شجر
جو آگ کو پھول اور درخت بنادیتا ہے

ہم تواند کرد ایں را بے ضرر
اِسکو بھی بغیر نقصان والا بنا سکتا ہے

آنکہ گل آرد بُروں از عینِ خار
جو بعینہ کانٹے سے پھول پیدا کردیتا ہے

ہم تواند کرد ایں دے را بہار
اِس خزاں کو بھی بہار بنا سکتا ہے

آنکہ زُو ہر سَرو آزادی کُند
وہ کہ جس کی وجہ سے ہر سَرو آزادی برتتا ہے

قادرست ار مُغصہ را شادی کُند
وہ قادر ہے اگر غصّہ کو خوشی بنادے

آنکہ شُد موجود ازوے ہر عدم
وہ[۵۳] کہ جس سے ہر عدم موجود بنا

گر بدارد باقیش اُو را چہ غم
اگر وہ اُس کو باقی رکھے تو کیا غم ہے؟

آنکہ تن را جاں دہد تا حَی شَود
وہ جو جسم کو جان عطا کرتا ہے حتی کہ وہ زندہ ہوجاتا ہے،

گر نمیراند زیانش کے شَود
اگر وہ اُسکو نہ مارے اُس کا نقصان کب ہوگا؟

خود چہ باشد گر بخشد آں جَواد
خود کیا ہوجائے گا، اگر وہ سخی عطا فرمادے

بندہ را مقصودِ جاں بے اجتہاد
بندہ کو جان کا مقصد بغیر مجاہدے کے؟

---

[۵۱] رحمتے۔ جس تلخ امتحان سے تو گریزاں ہے اسکو رحمت سمجھ کیونکہ وہ صبر و رضا کے ظہور کا سبب ہے۔ اور دنیاوی عیش و عشرت کو عذاب سمجھ کیونکہ وہ غفلت اور اللہ سے دوری کا سبب ہے۔ آں براہیم۔ ابراہیم نامی ایک یہودی، بہرام گور کے زمانہ میں تھا جو کنجوسی اور خسّت میں ضرب المثل ہے۔ از تلف۔ یعنی مال کے خرچ کرنے سے گریز کرتا تھا۔ ماند یعنی نجات پانے سے رہ گیا۔ ایں ابراہیمؑ۔ یعنی حضرت ابراہیم خلیل اللہ۔ شرف۔ یعنی دنیاوی وجاہت۔ راند۔ یعنی دربارِ حق میں سواری بڑھادی اور مقربِ بارگاہ ہوگئے

[۵۲] ایں نسوزد۔ حضرت ابراہیمؑ نے دنیا پر لات ماری اور تکالیف برداشت کیں تو انکو آگ نہ جلاسکی۔ ویں بسوزد۔ ابراہیم بخیل مال و دولت کے تلف کی سوزش سے بچا لیکن جہنم کی آگ میں جلا۔ نعلِ معکوس جس طرف مطلوب کے نہ ہونیکا خیال ہے اُدھر چلو تو مطلوب تک پہنچوگے۔ گفت صوفی۔ صوفی کے سوال کا خلاصہ یہ ہے کہ حق تعالےٰ کو یہ بھی قدرت ہے کہ لذتوں کو تلخیوں سے خالی کرکے بے ضرر بنادے، ایسا کیوں نہیں کیا۔

[۵۳] آنکہ۔ حضرت حق تعالےٰ جبکہ آگ کو چمن بنا سکتا ہے وہ یہ بھی کرسکتا تھا کہ اسکو بے ضرر بنادے، جو ذات خار سے پھول پیدا کرسکتی ہے، وہ خزاں کو بہار بھی بنا سکتی ہے جو ذات زمین میں گڑے ہوئے سَرو کو آزادی بخش سکتی ہے وہ رنج کو خوشی بھی بنا سکتی ہے، جس ذات نے معدوم کو موجود بنایا وہ موجود کو باقی اور دائم بھی بنا سکتی ہے، جو مُردہ جسم کو حیات عطا کرتا ہے وہ یہ بھی کرسکتا ہے کہ زندہ کو موت نہ آئے۔ خود۔ اِسمیں کیا مضائقہ تھا کہ بغیر کوشش کے مقاصد حاصل ہوجایا کرتے، وہ یہ بھی کرسکتا تھا کہ بندوں پر شیطان کو غالب نہ آنے دے۔

دُور دارد از ضعیفاں در کمیں — مکرِ نفس و فتنۂ دیوِ لعیں
کمزوروں سے، گھات میں دور رکھے — نفس کا مکر اور ملعون شیطان کا فتنہ

جواب[۱] گفتنِ قاضی صوفی را
قاضی کا صوفی کو جواب دینا

گفت قاضی گر نبودے امرِ مُر — ور نبودے خوب و زشت و سنگ و دُر
قاضی نے کہا، اگر تلخ معاملہ نہ ہوتا — اور اگر اچھا اور بُرا اور پتھر اور موتی نہ ہوتا

ور نبودے نفس و شیطان و ہوا — ور نہ بودے زخم و چالیش و وغا
اور اگر نفس اور شیطان اور خواہش نفسانی نہ ہوتی — اور اگر زخم اور حملہ اور جنگ نہ ہوتی

پس بچہ نام و لقب خوانَد مَلِک — بندگانِ خویش را اے منہتک
تو شاہ کس نام اور لقب سے پکارتا؟ — اے بےپردہ دراا اپنے بندوں کو

چوں بگفتے اے صبور و اے حلیم — چوں بگفتے اے شجاع و اے حکیم
اے بہت صبر کرنے والے اور اے بُردبار کیسے فرماتا؟ — اے بہادر اور اے دانا کیسے فرماتا؟

صابرین و صادقین و منفقین — چوں بُدے بے رہزنِ دیوِ لعیں
صبر کرنیوالے اور سچے اور خرچ کرنیوالے — بغیر ملعون، ڈاکو، شیطان کے کیسے ہوتے؟

رستم و حمزہ و مخنث یک بُدے — علم و حکمت باطل و مُندک بُدے
رستم اور حمزہ رض اور ہجڑا ایک ہوتے — علم اور دانائی باطل اور ریزہ ریزہ ہوجاتی

علم و حکمت بہرِ راہ و بیرہی ست — چوں ہمہ رہ باشد آں حکمت تہی ست
علم اور دانائی راہ اور بے راہی کی وجہ سے ہے — جب سب راہ ہوتی، حکمت خالی ہوتی

بہرِ[۲] ایں دُکانِ طبع، شورہ آب — ہر دو عالم را روا داری خراب
کھاری پانی، مزاج کی اس دکان کے لئے — تو دونوں عالم کا خراب ہونا روا رکھتا ہے

من[۳] ہمیدانم کہ تو پاکی نہ خام — ویں سوالت ہست از بہرِ عوام
میں جانتا ہوں کہ تو پاک ہے، نہ کہ خام — تیرا یہ سوال، عوام کے لئے ہے

جورِ دوران و ہر آں رنجیکہ ہست — سہل تر از بُعدِ حق و غفلت ست
زمانہ کا ظلم اور ہر وہ تکلیف جو ہے — اللہ سے دوری اور غفلت سے آسان ہے

کہ صوفی کے یہ سوالات عوام کے شبہات دور کرنے کے لئے تھے۔ جورِ دوراں۔ اگر مصائب نہ ہوں تو حق تعالےٰ سے غفلت ہوجائے گی۔

[۱] جواب گفتن۔ قاضی کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر مضرتیں اور تلخیاں بالکل ختم ہوجائیں تو پھر ابتلا اور امتحان باقی نہ رہے گا جس کا ثمرہ اور نتیجہ آخرت کا اجر اور روحانی کمال ہے۔ ور نبودے۔ یعنی نفس اور شیطان کی پیدا کردہ برائیاں اور تلخیاں نہ رہیں۔ پس بچہ۔ اللہ کی جانب سے کسی کو صبور کسی کو حلیم اور کسی کو شجاع اور حکیم کہا گیا ہے وہ نہ کہا جاتا اس لئے کہ جب مصائب نہ ہوں تو صبر نہ پایا جائے گا اور جب برائیاں نہ ہوں تو نہ حلم کا تحقق ہوگا نہ شجاعت اور حکمت کا۔ صابرین۔ یہ خطابات بھی بغیر شیطان کے وجود کے ممکن نہ تھے۔ رستم۔ بہادر اور بزدل یکساں ہوتے۔ علم و حکمت۔ علم اور دانائی کا تحقق بھی جب ہی ہے کہ راہ روی اور گمراہی ہو۔

[۲] بہر ایں دکان۔ تو اپنے کڑوے کسیلے مزاج کی وجہ سے یہ چاہتا ہے کہ دونوں عالم برباد ہوجائیں۔ آخرت تو اسی لئے ہے کہ فضائل حاصل کئے جائیں اور وہاں اُن کا بدلہ ملے جب ابتلاء اور امتحان ہی ختم ہوجائے گا تو فضائلِ اعمال حاصل نہ ہونگے اور نہ دنیا مزرعۃ الآخرۃ بنے گی لہٰذا دونوں عالم ویران ہوجائیں گے۔

[۳] من ہمیدانم۔ قاضی نے صوفی سے تعنت اور جہل کی نفی کرتے ہوئے بتایا

زانکہ اینہا بگذرد واں نگذرد | دولت آں دارد کہ جاں آگہ برد
کیونکہ یہ گذر جائیں گی اور وہ ختم نہ ہوگی | دولت وہ رکھتا ہے، جو آگاہ جان لے جائے

رنج و درد و جور و فقر ایں دیار | صعب نبود چوں فراق و بعد یار
اس جہان کا رنج اور درد اور ظلم اور افلاس | دوست کی دوری اور فراق سے سخت نہیں ہے

حکایت در تقریر آنکہ صبر در رنج کار سہل تر از صبر

اس بیان میں حکایت کہ رنج پر صبر کر لینا، دوست کے فراق پر صبر کرنے اور اس کی

در فراق یار و محنت او باشد

مشقت سے زیادہ آسان ہے

آں یکے زن شوی خود را گفت ہے | اے مروت را بیک رہ کردہ طے
ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا خبردار! | اے شخص جس نے یکبارگی مروت کو لپیٹ دیا ہے

ہیچ تیمارم نمیداری چرا | تا بکے داری دریں خواری مرا
تو کیوں میری خبرگیری نہیں کرتا ہے؟ | تو مجھے اس ذلت میں کب تک رکھے گا؟

گفت شو من نفقہ چارہ می کنم | گرچہ عورم دست و پائے می زنم
شوہر نے کہا میں خرچ کی تدبیر کرتا ہوں | میں اگرچہ مفلس ہوں ہاتھ پاؤں مارتا ہوں

نفقہ و کسوہ ست واجب اے صنم | از منت ایں ہر دو ہست و نیست کم
اے صنم! خرچ اور لباس واجب ہے | میری جانب سے یہ دونوں ہیں اور کم نہیں ہیں

آستین پیرہن بنمود زن | بس درشت و پر وسخ بد پیرہن
عورت نے کرتے کی آستین دکھائی | کرتا بہت موٹا اور میلا تھا

گفت از سختی تنم را می خورد | کس کسے را کسوہ زینساں آورد
بولی سختی کی وجہ سے میرے بدن کو کاٹتا ہے | کوئی کسی کو ایسا لباس لاکر دیتا ہے

گفت اے زن یک سوالت میکنم | مرد درویشم ہمیں آمد فنم
اس نے کہا اے بیوی! میں ایک بات پوچھتا ہوں | میں فقیر انسان ہوں میری تدبیر یہی ہے

ایں درشت ست و غلیظ و ناپسند | نیک اندیشہ کن اے اندیشمند
یہ سخت اور موٹا اور ناپسند ہے | اے سوچنے والی! خوب سوچ لے

ایں درشت و زشت تر یا خود طلاق | ایں ترا مکروہ تر یا خود فراق
یہ زیادہ سخت اور بھدا ہے یا طلاق | یہ تجھے زیادہ ناپسند ہے یا جدائی

---

۱ زانکہ۔ دنیا کے مصائب برداشت کرنا آسان ہیں چونکہ وہ اس زندگی کے بعد ختم ہو جائیں گی لیکن اگر اللہ سے دوری ہے تو اس کے مصائب دائمی ہیں۔ حکایت۔ اس حکایت میں شوہر نے بیوی سے یہی کہا کہ کپڑے اور روٹی کی تنگی طلاق سے سہل تر ہے۔

۲ آں یکے۔ بیوی نے شوہر سے نان نفقہ کی کمی کی شکایت کی۔ تیمار۔ خبرگیری۔ خواری۔ نفقہ کی کمی۔ چارہ۔ تدبیر۔ عور۔ ننگا، مفلس۔ نیست کم۔ خرچ اور لباس میں کوئی کمی نہیں ہے۔ آستیں۔ بیوی نے اپنے کرتے کی آستین دکھائی جو بہت میلی اور موٹے کپڑے کی تھی۔

۳ گفت۔ بیوی نے کہا کہ یہ کرتا میرے بدن کو کھائے جاتا ہے۔ گفت اے زن۔ شوہر نے بیوی سے کہا کہ میرے مقدور میں جو کچھ ہے میں کرتا ہوں بیشک یہ لباس گھٹیا ہے اگر تو اس میں گذارہ نہیں کر سکتی تو پھر باہمی تفریق مناسب ہے اب تو غور کرلے کہ یہ لباس بہتر ہے یا طلاق؟

همچناں[1] اے خواجہ تشنیع زَن — از بلا و فقر و از رنج و محَن
اِسی طرح اے طعنہ زن صاحب! — بلا اور افلاس اور رنج اور محنت کے بارے میں

لاجرم ایں ترکِ ہوا تلخی دہ است — لیک از تلخیِ بُعدِ حق بہ است
یقیناً یہ خواہش کا چھوڑنا کڑواہٹ پیدا کرتا ہے — لیکن اللہ کی دوری کی کڑواہٹ سے بہتر ہے

گر جہاد و صوم سخت است و خشن — لیک آں بہتر ز بُعد اے ممتحن
اگرچہ جہاد اور روزہ سخت اور درشت ہے — لیکن اے آزمانیوالے! دوری سے بہتر ہے

رنج کے ماند دمے کاں ذو المنن — گویدت چونی تو اے رنجورِ من
اُسوقت رنج کہاں رہیگا جب وہ احسانوں والا — تجھے یوں کہے اے میرے بیمار تو کیسا ہے!

ور نہ گوید کت نے آں فہم و فن ست — لیک آں ذوقِ تو پرسش کردن ست
اور اگر وہ نہ کہے کیونکہ تجھ میں وہ سمجھ اور فن نہیں؟ — لیکن تیرا ذوق، پرسش کرنا ہے

آں[2] ملیحاں کہ طبیبانِ دل اند — سوئے رنجوراں بہ پرسش مائل اند
وہ حسین جو دل کے طبیب ہیں — بیماروں کی جانب، پرسش پر مائل ہیں

ور حذر از ننگ و از نامی کنند — چارہ سازند و پیغامی کنند
اور اگر ننگ و نام کی وجہ سے اندیشہ کرتے ہیں — تو تدبیر کرتے ہیں اور پیغام بھیجتے ہیں

ور نہ در دل شاں بود آں مفتکر — نیست معشوقے ز عاشق بیخبر
ورنہ وہ اپنے دل میں فکرمند ہوتے ہیں — کوئی معشوق، عاشق سے بے خبر نہیں ہوتا

اے تو جویائے نوادر داستاں — ہم فسانۂ عشق بازاں را بخواں
اے (شخص) تو جو نادر داستانوں کا جویاں ہے — عاشقوں کا فسانہ بھی پڑھ لے

بس[3] بجوشیدی دریں عہدِ مدید — تُرک جوشے ہم نگشتی اے قدید
تو اس دراز وقت میں بہت جوش میں آیا — اے گوشت کے سوکھے پارچے! تو آدھا بھی نہ پکا

دیدۂ عمرے تو داد و داوری — وانگہ از نادیدگاں ناسی تری
تونے عمر بھر عطا اور حکومت دیکھی — پھر بھی تو نہ دیکھنے والوں سے زیادہ بھول جاتا ہے

ہر کہ شاگردیش کرد اُستاد شُد — تو سپس تر رفتۂ اے گولِ لُد
جس نے اُس کی شاگری کی اُستاد بن گیا — اے جھگڑالو احمق! تو زیادہ پیچھے کو لوٹا

---

[1] همچناں- بلا اور فقر کا نہ ہونا جبکہ اللہ سے دوری کا سبب ہے تو بلا اور فقر کی کمی زیادہ بہتر ہے۔ گرجہاد بجلوات کی سختی اللہ کی دوری سے بہتر ہے۔ رنج- اُس لئے کہ یہ تکالیف عارضی ہیں جب خدا اپنا کہکر پکارے گا تو ساری کلفتیں دور ہوجائیں گی۔ ورنہ گوید- الہام کے ذریعہ اللہ تعالےٰ کی آواز کو ہر شخص نہیں سمجھ سکتا لیکن ایک قلبی سکون اکثر اہلِ نسبت محسوس کرلیتے ہیں اسی کو اللہ تعالےٰ کی پکار سمجھو۔

[2] آں ملیحاں- اِسکو سمجھنے کے لئے مجازی عاشقوں اور معشوقوں کے بارے میں سمجھو۔ معشوق بیمار عاشق کی مزاج پرسی کرتا ہے اور اگر بدنامی کی وجہ سے نہیں آتا ہے تو پیغام کے ذریعہ مزاج پرسی کرتاہے۔ ورنہ۔ اگر پیغام بھیجنا بھی ممکن نہیں ہوتا تو دل میں متفکر ہوتا ہے بہرحال معشوق عاشق سے بیخبر نہیں ہوتا ہے تو عشقبازوں کی داستان پڑھ یہ باتیں معلوم ہوجائیں گی۔

[3] بس بجوشیدی- اوپر کے اشعار میں اللہ سے دوری کی مذمت تھی اب بیان کرتے ہیں کہ تمام عمر تونے اس بُرائی کے ازالہ کی کوشش نہ کی۔ ترک جوش- نیم پختہ کے معنی میں ہے ترک اُدھکچرا گوشت کھاتے تھے پورا جوش نہ دیتے تھے۔ دیدۂ ... اسباب موجود تھے جن سے تو تنبیہ حاصل کرسکتا تھا۔ ناسی- بھولنے والا۔ ترک- اگر ان چیزوں سے تنبیہ حاصل کرلیتا تو اُستاد بن جاتا۔

خود نبود از والدینت[1] اعتبار — ہم نبودت عبرت از لیل و نہار

تجھے نہ اپنے ماں باپ سے عبرت ہوئی — نہ تجھے دن و رات سے عبرت ہوئی

مثل پرسیدن عارفے از کشیش کہ تو بزرگ تری از ریش یا ریش از تو

ایک عارف کی ایک پادری سے دریافت کرنے کی مثال کہ تو داڑھی سے زیادہ عمر کا ہے یا داڑھی تجھ سے

عارفے پرسید زاں پیرِ کشیش — کہ توئی خواجہ مُسن تر یا کہ ریش

اُس بوڑھے پادری سے ایک عارف نے دریافت کیا — کہ اے صاحب! تم زیادہ عمر کے ہو یا داڑھی

گفت نے من پیش ازو زائیدہ ام — بے ز ریشی بس جہاں را دیدہ ام

اُس نے کہا نہیں میں اس سے پہلے پیدا ہوا ہوں — میں نے دنیا کو بے داڑھی کا ہوتے ہوئے بہت دیکھا ہے

گفت ریشت شد سفید از حال گشت — خوئے زشتِ تو نگردیدست وُشت

اُس نے کہا تیری داڑھی سفید ہو گئی، حالت بدل گئی — تیری بُری عادت بھلی نہ ہوئی

اُو پس از تو زاد و از تو بگذرید — تو چنیں خشکی ز سودای ثرید[2]

وہ تیرے بعد پیدا ہوئی اور تجھ سے سبقت لیگئی — تو ثرید کے عشق میں ویسا ہی خشک ہے

تو براں رنگی کہ اوّل زادۂ — یک قدم زاں پیشتر ننہادۂ

تو اسی رنگ پر ہے جس پر شروع میں پیدا ہوا — اُس سے ایک قدم آگے نہیں رکھا ہے

دُوغِ ترشی ہمچناں در معدنی — خود نگردی زو مُخلّص روغنی

تو معدن میں اسی طرح کھٹی چھاچ ہے — اُس سے چھوٹ کر، تو روغن نہ بنا

ہم خمیری خمّر الطینہ دری — گرچہ عمرے در تنورِ آذری

تو خمیر ہی ہے آب و گِل کے خمیر میں ہے — اگرچہ ایک زمانہ سے آگ کے تنور میں ہے

چوں حشیشی[3] پا بگِل برہشتۂ — گرچہ از بادِ ہوس سرگشتۂ

تونے گھاس کیطرح مٹی میں پاؤں جما رکھا ہے — اگرچہ ہوس کی ہوا سے سرگرداں ہے

ہمچو قومِ موسیٰ اندر حرِّ تیہ — ماندۂ چل سال بر جائے سفیہ

(حضرت) موسیٰ کی قوم کیطرح تیہ کی گرمی میں — اے بیوقوف! تو چالیس سال سے (ایک) جگہ پر ہے

میروی ہر روز تا شب ہرولہ — خویش می بینی در اول مرحلہ

تو ہر روز رات تک بھاگ کر چلتا ہے — اپنے آپ کو پہلی منزل پر دیکھتا ہے

---

[1] والدینت۔ اپنے ماں باپ سے ہی عبرت حاصل کرتا کہ وہ آج کہاں ہیں۔ مثل۔ اس مثال سے اپنی اصلاح نہ کرنے پر شرم دلاتے ہیں۔ کشیش۔ راہب، پادری۔ مُسِن۔ زیادہ عمر والا۔ حال یعنی پہلے کالی تھی اب سفید ہو گئی۔ وشت۔ خوب، خوش۔ اُوپس۔ داڑھی بعد میں پیدا ہوئی اور اس میں تبدیلی آ گئی لیکن تو اس سے پہلے پیدا ہوا پھر بھی تجھ میں کوئی تبدیلی نہ آئی۔

[2] ثرید۔ یعنی لذیذ کھانا۔ دوغ معدن اُس ہنڈیا کو کہتے ہیں جس میں دہی بلو کر روغن نکالا جاتا ہے یعنی چھاچ کیطرح اصل حالت پر ہے۔ ہم خمیری ایک روایت میں حضرت حق نے فرمایا۔ خَمَّرْتُ طِیْنَۃَ آدَمَ اَرْبَعِیْنَ صَبَاحًا یعنی آدمؑ کی مٹی چالیس دن تک خمیر کی حالت میں رہی۔ آذر۔ آگ۔

[3] چوں حشیشی۔ ہوا اپنی جگہ کھڑی ہوئی ہلتی ہے یہی تیری حالت ہے کہ تو جہاں تھا وہیں ہے۔ تیہ۔ تیہ میدان میں حضرت موسیٰ کی قوم چکر کاٹتی رہی اور جہاں تھی وہیں رہی۔ ہرولہ۔ تیز روی کی ایک کیفیت ہے۔

نگذری[۵۱] زیں بُعدِ سہ صد سالہ تو ... تا کہ داری عشقِ آں گوسالہ تو
تو اِس تین سو سالہ مسافت کو طے نہ کر سکے گا ... جب تک تو اُس بچھڑے کا عشق رکھتا ہے

تا خیالِ عجل شاں از جاں نرفت ... بُد بر ایشاں تیہ چوں گردابِ زفت
جب تک بچھڑے کا خیال اُنکی جان سے نہ نکلا ... اُن کے لئے تیہ سخت بھنور کی طرح تھا

غیرِ ایں عجلے، کزو یابیدۂ ... بے نہایت لُطف و نعمت دیدۂ
وہ اِس بچھڑے کے علاوہ ہے کہ تونے اُس سے پائی ہو ... بے انتہا مہربانی اور نعمت دیکھی ہے

گاوِ طبعی زاں نکوئیہائے زفت ... از دلت در عشقِ آں گوسالہ رفت
تو بیل کی سی طبیعت والا ہے اِسی لئے بڑی بھلائیاں ... بچھڑے کے عشق میں تیرے دل سے نکل گئیں

بارے اکنوں تو ز ہر جزوت بپرس ... صد زباں دارند ایں اجزائے خرس
آخر، اب تو اپنے ہر جُز سے دریافت کرے ... یہ گونگے اجزاء سیکڑوں زبانیں رکھتے ہیں

ذکرِ[۵۲] نعمتہائے رزّاقِ جہاں ... کہ نہاں شد آں در اوراقِ زماں
جہان کے رزّاق کی نعمتوں کا تذکرہ ... جو زمانہ کے اوراق میں پوشیدہ ہوگئی ہیں

روز و شب افسانہ جویائی تو چُست ... جزو جزوِ تو فسانہ گوئے تُست
تو مستعدی سے دن رات افسانہ کا جویاں ہے ... تیرا جُز جُز تیرا افسانہ بیان کرنے والا ہے

جزو جزوت تا برستت از عدم ... چند شادی دیدہ است و چند غم
جب سے تیرا جُز جُز عدم سے پیدا ہوا ہے ... اُس نے کتنی خوشیاں اور کتنے غم دیکھے ہیں

زانکہ بے لذّت نروید ہیچ جزو ... بلکہ لاغر گردد از ہر ہیچ جزو
اِسلئے کہ کوئی جُز بغیر لذّت کے نہیں اُگتا ہے ... بلکہ جُز ہر غم سے لاغر ہو جاتا ہے

جزو ماند[۵۳] و آں خوشی از یاد رفت ... بل نرفت آں خفیہ شد از پنج و ہفت
جُز رہ گیا اور وہ خوشی حافظہ سے نکل گئی ... بلکہ نکلی نہیں پانچ اور سات سے پوشیدہ ہوگئی

ہمچو تابستاں کہ از وے پنبہ زاد ... ماند پنبہ رفت تابستاں نیاد
گرمی کے موسم کی طرح کہ اُس سے روئی پیدا ہوئی ... روئی رہ گئی، گرمی کا موسم حافظہ سے چلا گیا

یا مثالِ یخ کہ زاید از شتا ... شد شتا پنہان و آں یخ پیشِ ما
یا جیسے برف جو جاڑے کے موسم سے پیدا ہوا ... جاڑے کا موسم چھپ گیا وہ برف ہمارے سامنے ہے۔

بامُرہ شاد۔ سائقہ ذائقہ وش۔ ہفت۔ یعنی ہفت اندام۔ سر۔ سینہ۔ پشت۔ دونوں ہاتھ۔ دونوں پاؤں۔
تابستان۔ جاڑوں اور گرمیوں کا موسم چلا جاتا ہے اور اُن کی یادگار رہیں روئی اور یخ پانی رہ جاتا ہے۔

---

۵۱ نگذری۔ جب تک تیرا عشق دنیا سے ہے تیرا مقام نہ بدل سکے گا۔ بُعدِ سہ صد سالہ۔ یعنی طویل مسافت۔ تا خیال۔ جب تک حضرت موسیٰؑ کی قوم کے دل سے گئو سالہ کی محبت نہ نکلی وہ تیہ میں چکر کاٹتی رہی۔ غیر۔ جس سے تجھے عشق کرنا چاہیے وہ گئو سالہ نہیں ہے اُس کے علاوہ ہے اُس کی لاکھوں نعمتوں سے تو بہرہ اندوز ہے۔ گاوِ طبعی۔ چونکہ تیرا مزاج شیطانی ہے لہذا شیطان ہی سے تجھے عشق ہے۔ بارے۔ جو خدائی نعمتیں تو فراموش کر بیٹھا ہے اُن پر تیرا جُز جُز گواہ ہے۔ خرس۔ اخرس کی جمع گونگا۔

۵۲ ذکرِ نعمتہای۔ اجزاء سے اُن نعمتوں کو دریافت کرلے تو بھول گیا ہے۔ روز و شب۔ تو افسانے سننے کا شوقین ہے اپنے اجزاء سے نعمتوں کے افسانے سُن لے۔ جزو جزوت۔ تو جب سے وجود میں آیا ہے تیرے اجزاء نے سیکڑوں شادیاں اور غم دیکھے ہیں۔ زانکہ۔ غم تو تجھے یاد ہیں شادیاں یاد نہیں شادی دیکھنے کی یہ دلیل ہے کہ تیرے اجزاء نے خوشی کی لذّت سے نشو ونما پایا ہے اور تو بچپن سے جوان اُسی لذّت کی وجہ سے ہوا ہے۔

۵۳ جزو ماند۔ تیرے اجزاء تو باقی ہیں لیکن وہ خوشیاں تیرے حافظہ سے نکل گئی ہیں بلکہ نکلی بھی نہیں ہیں تیرے حواس خمسہ اور ہفت اندام سے مخفی ہوگئی ہیں۔ پنج۔ حواس خمسہ۔

هست آں تخ زاں صعوبت یادگار — یادگارِ صیف در دے ایں ثمار
وہ تخ اُس دشواری کی یادگار ہے — یہ پھل موسم خزاں میں گرمی کے موسم کی یادگار ہیں

ہمچناں[1] ہر جزو جزوت اے فتے — در تنت افسانہ گوئے نعمتے
اے نوجوان! اسی طرح تیرا ہر ہر جُز — تیرے جسم میں ایک نعمت کا افسانہ گو ہے

چوں زنے کہ بیست فرزندش بُوَد — ہر یکے حاکئ حالِ خوش بُوَد
جیسی کہ وہ عورت جس کے بیس اولادیں ہوں — ہر ایک اچھی حالت کی ناقل ہو

حمل نبود بے زمستی و زلاغ — بے بہارے کے شود زایندہ باغ
بغیر مستی اور مذاق کے حمل نہیں ٹھہرتا — بغیر بہار، باغ کب جنتا ہے؟

حاملان و بچگاں شاں در کنار — شُد دلیلِ عشقبازی با بہار
حمل والے اور اُن کی بغل میں بچے — بہار کے ساتھ عشقبازی کی دلیل ہیں

ہر درختے[2] در رضاعِ کودکاں — ہمچو مریمؑ حاملِ از شاہِ جہاں
ہر درخت، بچوں کو دودھ پلانے میں — شاہِ جہاں سے (حضرت) مریمؑ کی طرح حمل والا ہے

گرچہ در آب آتشے پوشیدہ شُد — صد ہزاراں کف بروجوشیدہ شُد
اگرچہ آگ پانی میں پوشیدہ ہوگئی ہے — لاکھوں جھاگ اُس پر جوش مارنے کے

گرچہ آتش سخت پنہاں می تند — کف بہ انگشت اشارت میکند
اگرچہ آگ بہت مخفی طور پر اٹھ رہی ہے — جھاگ دس انگلیوں سے اشارہ کر رہا ہے

ہمچنیں اجزائے مستانِ وصال — حامل از تمثالہائے حال و قال[3]
اسی طرح وصال کے مستوں کے اجزاء — حال اور قال کے پیکروں سے حمل والے ہیں

در جمالِ حال وا ماندہ دہاں — چشم غائب ماندہ از نقشِ جہاں
حال کے حسن میں منہ کھلا رہ گیا — دنیا کے نقش سے آنکھ غیر حاضر ہوگئی

آں موالید از رہِ ایں چار نیست — لاجرم منظورِ ایں ابصار نیست
وہ پیداوار اِن چار کے طریقہ کی نہیں ہے — لامحالہ اِن نگاہوں سے نظر آنیوالی نہیں ہے

آں موالید از تجلّی زادہ اند — لاجرم مستورِ پردہ سادہ اند
وہ پیداوار تجلّی سے جنی ہوئی ہے — لامحالہ بے رنگ پردے میں پوشیدہ ہیں

---

[1] ہمچناں۔ اِسی طرح اللہ تعالےٰ کی پہلی نعمتیں ختم ہوجاتی ہیں اور اُن کی یادگار جسم کا جو جزو باقی رہ جاتا ہے۔ چوں زنے۔ جماع کی لذت ختم ہو جاتی ہے اور اُسکی نشانی اولاد باقی رہتی ہے۔ حمل اِستقرارِ حمل اُس وقت ہوتا ہے جبکہ زوجین میں مستی اور ہنسی مذاق ہو جب تک موسم بہار کی مستی نہیں آتی چمن میں پھول نہیں کھلتے۔ حاملان۔ درختوں کا پھلنا اور پھولنا اِسکی دلیل ہے کہ اُن درختوں نے موسم بہار سے عشقبازی کی ہے۔

[2] ہر درخت۔ حضرت حق کے حکم سے ہر درخت اِسی طرح حاملہ بنتا ہے جس طرح حضرت مریمؑ بنی تھیں۔ گرچہ در آب۔ پانی میں آگ کی گرمی نظر نہیں آتی لیکن اُس کے آثار بلبلے نظر آتے ہیں اور وہ گرمی کے وجود پر دلالت کرتے ہیں۔ ہمچنیں۔ جس طرح اِن چیزوں میں موثر پوشیدہ ہے اور ظاہر آثار اُس پر دلالت کرتے ہیں اسی طرح جو لوگ وصالِ حق سے مست ہیں اُن کے اجزاء میں حال و قال مخفی ہے اور اُن مستوں کے اجزاء اُس پر دلالت کرتے ہیں۔

[3] حال وقال۔ حال وہ کیفیت ہے جو مشاہدۂ حق سے انسان پر طاری ہوتی ہے قال سے مراد بھی وہ مضامین اور کلامِ نفسی ہے جو مشاہدۂ حق سے پیدا ہوتا ہے۔ در جمال۔ جب انسان پر حال طاری ہوتا ہے تو حیرانی میں منہ کھلا رہجاتا ہے اور آنکھ دنیا کے نقش نہیں دیکھ پاتی ہے۔ آں موالید۔ وہ حال وقال عنصری نہیں ہے لہذا عنصری آنکھیں اُن کو نہیں دیکھ سکتی ہیں۔ از تجلی۔ وہ تجلیِ رب کی پیداوار ہے لہذا بے رنگی کے پردے میں مخفی ہیں۔

زادہ[1] گفتیم و حقیقت زاد نیست — ایں عبارت جز پئے ارشاد نیست

ہم نے جنا ہوا کہہ دیا اور جننے کی حقیقت نہیں ہے — یہ عبارت سوائے رہنمائی کے نہیں ہے

ہیں خمش کُن تا بگوید شاہ قُل — بلبلی مفروش با ایں جنسِ گُل

خبردار! چپ ہو جا جب تک کہ شاہ کہے کہ کہہ — پھول کی اس جنس کے ساتھ بلبل بن نہ جتا

ایں سِگ گویاست پُر جوش و خروش — بلبلا ترکِ زباں کُن باش گوش

یہ جوش و خروش سے بھرا ہوا پھول بولنے والا ہے — اے بلبل! زبان کو ترک کر، کان بن جا

ہر دو گوں تمثال پاکیزہ مثال — شاہدِ عدل اند بر سرِّ وصال

دونوں قسم کے پاکیزہ مثال پیکر — وصال کے راز پر، عادل گواہ ہیں

ہر دو گوں حُسنِ لطیفِ مُرتضٰی — شاہدِ احیا و حشرِ ما مضٰی

دونوں قسم کے پسندیدہ لطیف، حُسن — گذشتہ بقا اور فنا پر گواہ ہیں

ہمچو یخ[2] کاندر تموزِ مُستجد — ہر دم افسانہ زمستاں می کُند

جیسا کہ یخ، جدید موسم گرما میں — ہر وقت جاڑوں کا ذکر کرتا ہے

ذکرِ آں اریاحِ سردِ زمہریر — اندراں ایام و ازمانِ عسیر

سخت سرد ہواؤں کا ذکر — جو اُن دنوں اور سخت زمانوں میں تھیں

ہمچو آں میوہ کہ در وقتِ شتا — می کُند افسانہ لُطفِ صبا

اُس میوے کی طرح جو کہ جاڑوں کے موسم میں — صبا کے لُطف کا قصہ بیان کرتا ہے

قصۂ دورِ تبسّمہائے شمس — واں عروسانِ چمن را لمس و لمس

سورج کی مسکراہٹوں کے زمانہ کا قصہ — چمن کی دلہنوں کو چھونے اور ملنے کا (قصہ)

حال رفت و ماند جزوت یادگار — یا ازو وا پُرس یا خود یاد آر

حال چلا گیا اور تیرا جزء یادگار رہ گیا — یا اُس سے پوچھ لے یا خود یاد کرے

چوں[3] فرو گیرد غمت گر چُستیی — زاں دمِ نومید کُن وا جُستیی

اگر تو چست ہوتا، جب تجھے غم گھیرتا — ناامید کرنے والے وقت سے مطالبہ کرتا

گفتیش اے غصۂ منکر بحال — راتبہ انعامہا را زاں کمال

تو اُس سے کہتا، اے غصّے! حالت کے ذریعہ منکر — کمال والے کی جانب مقررہ انعاموں کے

ہر دمت گر نہ بہار و خرمی ست — ہمچو چاشِ گل تنت انبار چیست

اگر تجھے ہر وقت بہار اور خوشی نہیں ہے — پھولوں کے تودے کی طرح تیرا جسم ڈھیر کیوں ہے؟

[1] زادہ۔ اِن دونوں کو جنا ہوا کہنا سمجھنے کے لئے ہے ورنہ وہاں جننے کی حقیقت نہیں ہے۔ قُل۔ جب تک خدائی حکم نہ ہو اُس وقت تک حال وقال کی تفصیل نہ کریں گے۔ یہ حال وقال خود زبانِ حال سے گویا ہیں تو چپ رہ اُن کی بات سن۔ ہر دو گوں۔ حال و قال اللہ سے وصل کے گواہ ہیں۔ احیا و حشر۔ بقا و فنا۔

[2] یخ۔ یخ جاڑوں کی یاد دلاتا ہے اور جاڑے کی سخت ٹھنڈی ہواؤں کا ذکر کرتا ہے۔ ہمچو۔ گرمیوں کا پیدا شدہ میوہ جاڑوں میں گرمیوں کی یاد دلاتا ہے۔ تبسّم۔ سورج کی شعاعوں سے پھل پکتے ہیں۔ حال رفت۔ گذری ہوئی نعمتوں کے بارے میں اپنے اجزاء سے دریافت کرے یا خود یاد کرے۔

[3] چوں فرو۔ جب تجھے مصائب گھیریں اور اُن کی وجہ سے تجھ پر غم و غصہ طاری ہو تو غصّے سے یہ دریافت کر کہ اگر تو اِن نعمتوں کا منکر ہے تو پھر کہ تیرے جسم نے نشو و نما کیسے پایا۔ چاش۔ ڈھیر۔

[۵۱] چاشتِ گل تن، فکرِ تو ہمچوں گلاب — منکرِ گل شد گلاب اینت عجاب

جسم پھولوں کا ڈھیر، تیری فکر گلاب کی طرح — گلاب، گل کا منکر ہوا یہ تعجب ہے

از کپی خویانِ کفراں کہ دریغ — بر نبی خویاں نثارِ مہر و میغ

بند خصلت ناسپاس لوگوں سے گھاس (بھی) دریغ ہے — نبی خصلت لوگوں پر سورج اور ابر نثار ہے

آں لجاج و کفر قانونِ کپی ست — واں سپاس و شکر منہاجِ نبی ست

جھگڑا اور کفر، بندر کا قانون ہے — اور شکر و سپاس نبی کا راستہ ہے

[۵۲] با کپی خویاں تہتکہا چہ کرد — با نبی رویاں تنسکہا چہ کرد

بند خصلت لوگوں کے ساتھ پرده دری نے کیا کیا؟ — نبی خصال لوگوں کے ساتھ عبادات نے کیا کیا؟

در عمارتہا سگانند و عقور — در خرابیہاست گنجِ عز و نور

عمارتوں میں کتے ہیں اور کٹ کھنے کتے — ویرانوں میں عزت اور نور کا خزانہ ہے

گر نبودے ایں بزوغ اندر کسوف — گم نکردے راہ چندیں فیلسوف

اگر یہ طلوع (سورج) گرہن میں نہ ہوتا — تو اتنے فلاسفر راہ گم نہ کرتے

زیرکان و موشگافانِ دہی — دیدہ بر خرطوم داغِ ابلہی

ذہین اور عقلمند باریک بینوں نے — بیوقوفی کا داغ، ناک پر دیکھ لیا

قصۂ فقیر روزی طلب بے واسطۂ کسب و رنج [۵۳]

اس فقیر کا قصہ جو بغیر کمائی اور مشقت کے روزی طلب کرتا تھا

آں یکے بیچارۂ مفلس ز درد — کز بے چیزی ہزاراں زخم خورد

ایک بے چارہ مفلس درد سے — جس نے بے سروسامانی کی وجہ سے ہزاروں تکالیف برداشت کی تھیں

لابہ کردے در نماز و در دعا — کاے خداوند و نگہبانِ رعا

نماز اور دعا میں خوشامد کرتا — کہ اے خداوند اور گلہ کے محافظ!

بے ز جہدے آفریدی مر مرا — بے فنِ من روزیم دہ زیں سرا

تو نے مجھے بغیر مشقت کے پیدا کیا — اس دنیا سے بغیر ہنر کے مجھے روزی عطا کر

پنج گوہر دادیم در درجِ سر — پنج حسِ دیگرے ہم مستتر

تو نے مجھے سر کی ڈبیہ میں پانچ موتی عطا کئے — دوسرے پانچ حواس باطنی بھی

باصرہ[۱] سامعہ[۲] شامہ[۳] ذائقہ[۴] لامسہ[۵] پنج حس۔ حس مشترک[۱] خیال[۲] وہم[۳] حافظہ[۴] متخیلہ[۵]۔

۵۱ چاشت۔ جسم پھولوں کا ڈھیر ہے اور فکر اُس کا عرق ہے یہ تعجب کی بات ہے کہ عرقِ گلاب، گلاب کا انکار کرے۔ از کپی۔ کفران کی بُرائی اور شکر کی تعریف ہے، خدا کرے ناسپاس لوگ گھاس کے تنکے تک سے محروم ہوں اور شکر گزاروں پر علوی چیزیں نثار ہو جائیں۔ آں لجاج۔ ناسپاسی بندروں کی خصلت ہے اور شکر گزاری انبیاء کا طریقہ ہے منہاج۔ راستہ۔

۵۲ باکپی خویاں۔ ناشکرگزار دنیا میں بھی رُسوا ہوئے اور آخرت میں بھی۔ تنسکہا۔ شکر گزاروں کے مراتب بلند ہوئے۔ در عمارتہا۔ جو تن پرور ہیں وہ کتے بلکہ کٹکھنے کتے ہیں اور جن لوگوں نے مجاہدات میں بدن کو ویران کیا ہے ان کی روح میں نور اور عزت کا خزانہ ہے۔ گر نبودے۔ اگر یہ خزانے چھپے ہوئے نہ ہوتے تو فلاسفر گمراہ نہ ہوتے اُس کو سمجھنے کے لئے عقلِ دین کی ضرورت ہے زیرکاں۔ جو محض عقلِ دنیاوی رکھتے ہیں ان کی بیوقوفی نمایاں ہو گئی۔ دہی۔ داہی، چالاک۔

۵۳ قصہ۔ اس قصے میں عقلِ دنیاوی کی بیوقوفیاں واضح کی ہیں۔ زحمد۔ یعنی درد سے نماز اور دعا میں عاجزی کرتا تھا۔ رعا۔ گلہ۔ بے زجہدے۔ انسان کی پیدائش میں انسان کے کسب کا کوئی دخل نہیں ہے لہذا اسی طرح مجھے دنیا میں زندہ باقی رکھ اور بغیر کسب کے روزی عنایت کر۔ پنج گوہر:

لایعد ایں داد و لا یحصیٰ ز تو
تیری عطا لاتعداد اور بے شمار ہے
من کلیلم[1] از بیانش شرم رُو
میں اس کے بیان سے عاجز اور شرمندہ ہوں

چونکہ در خلاقیم تنہا توئی
جبکہ میرے پیدا کرنے میں تو تنہا ہے
کارِ رزاقیم کن تو مستوی
میری رزق رسانی کے کام کو درست کر دے

سالہا زو ایں دعا بسیار شد
اس کی جانب سے یہ دعا سالوں بہت ہوئی
عاقبت زاریِ او برکار شد
بالآخر اس کی عاجزی کار آمد ہو گئی

ہمچو آں شخصے کہ روزیِ حلال
اس شخص کی طرح جو حلال روزی
از خدا میخواست بے کسب و کلال
خدا سے بغیر کمائے اور تھکن کے چاہتا تھا

گاو آوردش سعادت عاقبت
بالآخر نیک بختی اس کے پاس بیل لے آئی
عہدِ داؤدِ لدنی معدلت
(حضرت) داؤدؑ کے زمانہ میں جو خدائی انصاف والے تھے

ایں متیم نیز زاریہا نمود
اس دردمند نے (بھی) عاجزیاں دکھائیں
ہم زمیدانِ اجابت گو ربود
یہ بھی قبولیت کے میدان سے گیند جیت لے گیا

گاہ بد ظن می شدے اندر دعا
کبھی دعا کے دوران بدظن ہو جاتا
از پئے تاخیرِ پاداش و جزا
نتیجہ اور جزا کی تاخیر کی وجہ سے

باز ارجائے خداوند کریم
پھر خداوند کریم کا امید دلانا
در دلش بشار گشتے و زعیم
اُسکے دل کو خوشخبری دینے والا اور ذمہ دار بن جاتا

چوں شدے نومید در جہد از کلال
جب محنت میں تھکن کی وجہ سے ناامید ہوتا
از جنابِ حق شنیدے کہ تعال
اللہ (تعالےٰ) کی جانب سے سنتا، آجا

خافض[2] ست و رافعست ایں کردگار
خدا پست کرنے والا اور بلند کرنے والا ہے
بے ازیں دو بر نیاید ہیچ کار
ان دو کے بغیر کوئی کام نہیں بنتا

خفضِ[3] ارضی بین و رفعِ آسماں
زمین کی پستی اور آسمان کی بلندی کو دیکھ
بے ازیں دو نیست دورانش ایفلاں
اے فلاں! ان دو کے بغیر اُسکی گردش نہیں ہے

خفض و رفعِ ایں زمیں نوعِ دگر
اس زمین کی پستی اور بلندی دوسرے قسم کی بھی ہے
نیم سالے شورہ نیمے سبز و تر
نصف سال شور اور نصف سال سبز و تر ہے

خفض و رفعِ روزگارِ با کرب
پُر مصائب زمانہ کی پستی اور بلندی
نوعِ دیگر نیم روز و نیم شب
دوسری قسم کی ہے آدھا دن ہے اور آدھا رات ہے

---

[1] کلیل۔ درماندہ۔ برکار شد۔ دعا مقبول ہو گئی۔ اس شخص۔ اس شخص کا قصہ دفتر سوم میں مذکور ہے۔ کلال۔ تھکن۔ گاؤ۔ اس شخص کے گھر میں خود بیل گھس آیا تھا۔ لدنی معدلت۔ خدائی انصاف والا۔ متیم۔ فریفتہ، عاشق۔ گاہ بدظنی۔ دعا کے دور میں اس پر مختلف کیفیتیں گذر رہی تھیں۔ ارجا۔ امید دلانا۔ بشار۔ خوشخبری دینے والا۔ زعیم۔ کفیل۔ تعال۔ اللہ (تعالےٰ) کی جانب سے الہام ہوتا کہ "آجا" دعا کر قبول ہو گی۔

[2] خافض۔ چونکہ پہلے شعر میں متضاد کیفیتوں کا ذکر تھا اب ذکر کرتے ہیں کہ عالم میں متضاد کیفیتیں حکمت کی بناء پر ظہور پذیر ہوتی ہیں حضرت حق تعالےٰ پست بھی کرتا ہے اور بلند بھی کرتا ہے، دنیا کے کام دونوں صفتوں سے مکمل ہوتے ہیں۔

[3] خفض۔ زمین کو پست کیا اور آسمان کو بلند کیا تب ہی دورانِ فلک ہو سکا۔ خفض و رفع۔ یہ دونوں صفتیں دو چیزوں میں ہی نہیں بلکہ ایک چیز میں دونوں کا ظہور ہے، بنجر بھی رہنا زمین کا پست ہونا ہے سرسبز ہونا اس کا بلند ہونا ہے۔ روزگار۔ زمانہ کا پست اور بلند ہونا، رات اور دن کا ہونا ہے۔

خفض و رفعِ ایں مزاجِ[1] ممتزج — گاہ صحت گاہ رنجوریِ مُضج

اس مرکب مزاج کی پستی اور بلندی — کبھی صحت، کبھی شور کرنے والی بیماری

ہمچنیں داں جملہ احوالِ جہاں — قحط و خصب و صلح و جنگ و افتتاں

دنیا کے سب احوال اسی طرح سمجھ لے — قحط اور ارزانی اور صلح اور جنگ اور فتنہ میں پڑنا

ایں جہاں با ایں دو پر اندر ہواست — زیں دو جانہا موطنِ خوف و رجاست

یہ عالم انہی دو پروں سے ہوا میں ہے — انہی دونوں سے جانیں خوف اور امید کا مقام ہیں

تا جہاں لرزاں بُود مانندِ برگ — در شمال و در سموم و بعث و مرگ

تاکہ جہان پتے کی طرح لرزتا رہے — شمالی ہواؤں اور لوؤں میں، اور جلانے اور موت میں

تا خمِ[2] یک رنگیِ عیسیٰ ما — بشکند نرخِ خمِ صد رنگ را

تاکہ ہمارے عیسیٰ کا یک رنگی مٹکا — سو رنگ والے مٹکے کے نرخ کو سستا کردے

کاں جہاں ہمچو نمکسار آمدست — ہر چہ آنجا رفت بے تلویں شدست

کیونکہ وہ جہاں نمک کی کان کی طرح ہے — جو وہاں گیا، وہ بے رنگ ہوگیا

خاک را بیں خلق رنگارنگ را — می کند یک رنگ اندر گورہا

مٹی کو دیکھ، رنگا رنگ مخلوق کو — قبروں میں ایک رنگ کرتی ہے

ایں نمکسارِ جسومِ ظاہر ست — خود نمکسارِ معانی دیگرست

یہ ظاہری جسموں کی کانِ نمک ہے — باطنی چیزوں کی کانِ نمک دوسری ہے

ایں[3] نمکسارِ معانی معنویست — از ازل آں تا ابد اندر نویست

باطنی اشیاء کی کانِ نمک، باطنی ہے — ازل سے ابد تک تازگی میں ہے

ایں نوی را کہنگی ضدش بُود — آں نوی بے ضد و بے ند و عدد

اس تازگی کی، کہنگی ضد ہے — وہ تازگی بغیر ضد اور بغیر مقابل اور عدد کے ہے

آں چناں کز صقلِ نورِ مصطفےٰ — صد ہزاراں نوعِ ظلمت شد ضیا

جیسے کہ مصطفیٰؐ کے نور کی چمک سے — لاکھوں قسم کی تاریکیاں روشنی بنیں

از جہود و مشرک و ترسا و مُغ — جملگی یک رنگ شد زاں الپ اُلغ

یہودی اور مشرک اور نصرانی اور مجوسی — اس بزرگ کے ذریعہ سب یک رنگ ہوگئے

آنحضورؐ کے نور سے مختلف قسم کے کفر کی تاریکیاں ایک قسم کے نور میں تبدیل ہوگئیں۔ مُغ۔ آتش پرست۔ الپ الغ۔ دلیر و بزرگ۔

[1] ممتزج۔ انسانی مزاج کی پستی اور بلندی اس کی بیماری اور صحت ہے۔ مُضج۔ شور کرنے والا۔ ہمچنیں۔ دنیا کے احوال کو اسی طرح سمجھو قحط بھی ہے اور ارزانی بھی، صلح بھی ہے اور جنگ و فتنوں میں مبتلا ہونا بھی ہے۔ ایں جہاں۔ عالم کی بقا انہی متضاد کیفیتوں سے ہے اور جانوں میں امید و بیم انہی کی وجہ سے ہے۔ تا جہاں۔ یہی امید و بیم کی وجہ سے دنیا لرزتی رہتی ہے اور اس پر مختلف کیفیتیں طاری ہوتی ہیں۔

[2] تا خم۔ دنیا میں متضاد کیفیتیں اس لئے پیدا کی گئی ہیں تاکہ عالم آخرت کی قدر ہو کہ وہاں راحت ہی راحت ہے مصائب نہیں ہیں۔ عیسیٰ ما سے مراد حضرت حق تعالیٰ ہے۔ خمِ صد رنگ۔ عالم دنیا۔ نمکسار۔ نمک کی کان میں جو چیز پہنچ جاتی ہے وہ نمک ہی بن جاتی ہے۔ خاک۔ قبر عالم آخرت کی ابتداء ہے وہاں پہنچ کر بھی سب رنگی ختم ہو جاتی ہے۔ ایں۔ قبر جسموں کے لئے نمک کی کان ہے۔ نمکسارِ معانی۔ اس طرح کا نمکسار عالم آخرت ہے۔

[3] ایں نمکسار عالم آخرت میں جا پڑتا نہیں ہے بلکہ وہاں ہر چیز نئی ہے کیونکہ نئے پن کے بعد پرانا ہوتا ہے لیکن یہ ہے ایسی نوی۔ دنیا میں نئے پن کے بعد کہنگی آجاتی ہے۔ آں چناں۔ عالم آخرت کی یک رنگی اسی طرح کی ہوگی جیسے کہ

صد ہزاراں سایہ[1] کوتاہ و دراز
لاکھوں چھوٹے اور بڑے سائے
شُد یکے در نورِ آں خورشیدِ راز
اُس معنوی سورج کی روشنی میں ایک ہوگئے

نے درازی ماند و نے کوتہ نہ پہن
نہ درازی رہی اور نہ کوتاہی نہ چوڑا پن
گونہ گونہ سایہ در خورشید رہن
قسم قسم کے سائے سورج میں رہن ہوگئے

لیک یکرنگی کہ اندر محشر ست
لیکن وہ یک رنگی جو محشر میں ہے
بر بد و بر نیک کشف و ظاہر ست
بد پر اور نیک پر واضح اور ظاہر ہے

کہ معانی آں جہاں صورت شود
کیونکہ مخفی چیزیں اُس عالم میں ظاہر ہوجائیں گی
نقشہاماں در خورِ خصلت شود
ہماری صورتیں، عادت کے مطابق ہوجائیں گی

گردد آنگہ فکر نقشِ نامہا
اُس وقت فکر، خطوں کی تحریر بنجائے گا
ایں بطانہ روئے کارِ جامہا
یہ اُستر کپڑوں کا ابرا (بن جائے گا)

ایں[2] زماں سرہا مثالِ گاوِ پیس
اِس وقت راز، چکبرے بیل کی طرح ہیں
دُوکِ نطق اندر مِلَل صد رنگ ریس
گویائی کا تکلا مذہب میں سو رنگ کاتنے والا ہے

نوبتِ صد رنگی ست و صد دلی
صد رنگی اور صد دلی کا وقت ہے
عالمِ یک رنگ کے گردد جلی
یک رنگ عالم کب ظاہر ہوگا؟

نوبتِ زنگی ست رومی شُد نہاں
حبشی کا زمانہ ہے اور رومی پوشیدہ ہوگیا ہے
ایں شب ست و آفتاب اندر رہاں
یہ رات ہے اور سورج قید میں ہے

نوبتِ[3] گرگ ست و یوسف زیرِ چاہ
بھیڑیئے کا زمانہ ہے اور یوسف کنوئیں میں ہے
نوبتِ قبطی ست و فرعون ست شاہ
قبطی کا دور دورہ ہے اور فرعون، بادشاہ ہے

تا ز رزقِ بے دریغ و خیرہ خند
تاکہ بے روک ٹوک رزق اور بیہودہ ہنسی
ایں سگاں را حصہ باشد روز چند
چند روز ان کتوں کا حصہ بنے

در درونِ بیشہ شیراں منتظِر
کچھار میں شیر منتظر ہیں
تا شود امرِ تعالوا منتشر
تاکہ "آجاؤ" کا حکم پھیل جائے

پس بروں آیند آں شیراں ز مرج
تو چراگاہ سے وہ شیر باہر آئیں گے
بے حجابے حق نماید دخل و خرج
اللہ بغیر پردے کے حجاب آمد و خرچ کردے گا

جوہرِ انساں بگیرد بر و بحر
انسان کا جوہر بر و بحر پر قبضہ کرے گا
پیسہ گاواں بسملانِ روزِ نحر
چکبرے بیل قربانی کے دن ذبح ہوں گے

---

[1] سایہ۔ کفر کی تاریکی۔ نے درازی۔ ان کفروں کا تفاوت ختم ہوگیا۔ لیک۔ عالمِ آخرت کی یکرنگی پوشیدہ ہے لیکن حشر کی یک رنگی سب پر ظاہر ہوجائے گی۔ کہ معانی۔ وہاں پر معنوی چیز ظاہری صورت اختیار کرے گی۔ گردد۔ وہاں پہنچکر استر جو اندر کی چیز ہے ابرا بن جائے گا، جو ظاہر ہے۔ بطانہ۔ استر روئے کار جامہ۔ ابرا۔

[2] ایں زماں۔ اخروی حقیقتیں اس دنیا میں چکبرے جانور کی طرح ہیں کہ اُس میں مختلف رنگ ہوتے ہیں اِنہی اُخروی باتوں کے بارے میں مختلف قسم کے خیالات ہیں اور مذہبی باتوں میں زبان کا تکلا مختلف رنگ کا دھاگا کاتتا ہے۔ عالمِ یک رنگ۔ عالمِ آخرت۔ نوبت زنگی۔ اس دنیا میں حقائق پر پردہ ہے۔ زنگی۔ یعنی بد رنگی۔ رومی۔ یعنی خوش رنگی۔ رہاں۔ گروی۔

[3] نوبتِ گرگ یعنی باطل غالب اور حق مغلوب ہے۔ تا۔ یہ خفا اس لئے ہے کہ اہلِ باطل بھی کچھ دن مزے اڑالیں۔ در دروں۔ حقائق مخفی ہیں اور ظاہر ہونے میں حکم کے منتظر ہیں۔ مرج۔ چراگاہ۔ دخل و خرج جمع و خرچ۔ پھر حق کا غلبہ ہوجائے گا اور باطل فنا ہوجائے گا۔ روزِ نحر۔ قیامت کا دن عید کا دن ہوگا۔ جس میں مومن خوشی منائیں گے اور کفار ہلاک ہونگے۔

روزِ نحرِ رستخیزِ سہمناک
خوفناک قیامت کا قربانی کا دن

مومناں را عید و گاواں را ہلاک
مومنوں کی عید اور بیلوں کی ہلاکت ہے

جملہ[۱] مرغانِ آب آں روزِ نحر
پانی کے سب پرندے اس قربانی کے دن

ہمچو کشتیہا رواں بر روئے بحر
سمندر پر کشتیوں کی طرح رواں ہونگے

تا کہ یَہْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ
تاکہ جو ہلاک ہو وہ گواہوں کے ذریعہ ہلاک ہو

تا کہ ینجوا من نجا واستیقنہ
تاکہ نجات پائے جو نجات پائے اس حال میں کہ اُس دن کا یقین ہو

تا کہ بازاں جانبِ سلطاں روند
تاکہ باز، شاہ کی جانب روانہ ہوں

تا کہ زاغاں سوئے گورستاں روند
تاکہ کوے قبرستان کی جانب جائیں

کاستخواں و اجزائے سرگیں ہمچو ناں
کیونکہ ہڈیاں اور گوبر کے اجزاء روٹی کی طرح

نقلِ زاغاں آمدست اندر جہاں
دنیا میں کوّوں کی غذا بنے ہیں

قندِ[۲] حکمت از کجا زاغ از کجا
کہاں دانائی کی شکر، کہاں کوّا؟

کرمِ سرگیں از کجا باغ از کجا
کہاں گوبر کا کیڑا کہاں چمن؟

نیست لائق غزو نفسِ مردِ غر
بزدل مرد کا نفس، جہاد کے لائق نہیں ہے

نیست لائق عود و مشک و کونِ خر
عود اور مشک، گدھے کی مقعد کے مناسب نہیں

چوں غزا ندہد زناں را ہیچ دست
جبکہ زنانوں کو جہاد کا موقع نہیں

کے دہد آنکہ جہادِ اکبرست
تو جہاد اکبر کا کیا موقع ہے؟

جز بنادر در تنِ زن رستمے
سوائے نادر کے، عورت کے جسم میں کوئی بہادر

گشتہ باشد خفیہ ہمچوں مریمے
پوشیدہ ہو (حضرت) مریمؑ کی طرح

آنچناں[۳] کہ در تنِ مرداں زناں
جیسے کہ مردوں کے جسم میں عورتیں

خفیہ اند و ماندہ از ضعفِ جناں
پوشیدہ ہیں اور وہ قلبی کمزوری کیوجہ سے عاجز ہیں

آنجہاں صورت شود در مادگی
(وہ) اُس عالم میں، مادہ کی صورت میں ہوگا

ہر کہ در مردی ندید آمادگی
جس نے مردانگی پر آمادگی نہ دیکھی ہو

روزِ عدل و عدل و داد اندر خورست
(وہ) انصاف کا دن ہے، اور انصاف اور عطا مناسب ہیں

کفش ز آنِ پا کلاہ آنِ سرست
جوتا پاؤں کی ملکیت اور ٹوپی سر کی ملکیت ہے

تا بمطلب در رسد ہر طالبے
تاکہ ہر طالب مطلوب تک پہنچ جائے

تا بغرب خود رود ہر غاربے
تاکہ ہر غروب ہونیوالا اپنے غروب کو پہنچ جائے

---

[۱] جملہ مرغاں۔ مومنوں کی مثال دریائی پرندوں کی سی ہوگی جو سمندر کی سطح پر تیریں گے، وہ پل صراط پر آرام سے گذر جائیں گے۔ تاکہ۔ حقائق اِس لئے واضح کئے جائیں گے کہ نجات اور ہلاکت پورے ثبوت کے ساتھ ہو۔ بازاں۔ نجات پانے والے۔ زاغاں۔ بد باطن لوگ۔ کاستخواں اِن کوّوں کی جو غذا دنیا میں تھی وہی آخرت میں ہوگی۔

[۲] قندِ حکمت۔ دانائی اور کوّے، گبرونڈے اور چمن میں کوئی مناسبت نہیں ہے۔ نیست۔ جہاد اور بزدل، عود و مشک اور گدھے کی مقعد میں کوئی جوڑ نہیں ہے۔ چوں غزا۔ کے نزدیک کافروں سے جہاد جہادِ اصغر اور نفس سے جہاد جہادِ اکبر ہے۔ مریمؑ۔ حدیث شریف ہے مرد تو بہت سے کمل ہوئے عورتوں میں صرف حضرت مریمؑ اور حضرت آسیہؑ کمل ہوئیں اور حضرت عائشہؓ کو عورتوں پر ایسی ہی فضیلت ہے جسطرح تمام کھانوں میں ثرید افضل ہے۔

[۳] آنچناں۔ بہت سے مرد جو زنانہ صفت ہیں آخرت میں اُنکی صفت واضح ہوجائے گی۔ روزِ عدل۔ عالمِ آخرت میں قیامت کا دن انصاف کا دن ہوگا وہاں پاؤں جوتا پہنے گا اور سر ٹوپی اوڑھیگا۔ تا بمطلب۔ تاکہ ہر طالب کو اُس کا مطلوب مل جائے اور ہر انسان اپنے صحیح

نیست[1] ہر مطلوب از طالب دریغ — جُفتِ تابش شمس و جُفتِ آب میغ
کوئی مطلوب، طالب سے ممنوع نہیں ہے — تپش کا جوڑا سورج اور پانی کا جوڑا ابر ہے

ہست دُنیا قہر خانہ کردگار — قہر بیں چوں قہر کردی اختیار
دنیا اللہ (تعالیٰ) کا قہر خانہ ہے — جب تو نے ظلم کرنا اختیار کیا قہر کو (بھی) دیکھ

اُستخوان و مُوئے مقہوراں نگر — تیغِ قہر افگندہ اندر بحر و بَر
قہر میں مبتلا لوگوں کی ہڈیاں اور بال دیکھ — قہر کی تلوار نے انکو سمندر اور خشکی میں بکھیر دیا ہے

پَرّ و بالِ مُرغ بیں بر گردِ دام — شرحِ قہرِ حق کنندہ بے کلام
جال کے چاروں طرف، پرند کے پَر و بال دیکھ — جو اللہ (تعالیٰ) کے قہر کی بغیر لفظوں کے شرح کر رہے ہیں

مُرد[2] اُو بر جائے خرپُشتہ نشاند — وانکہ کُہنہ گشت پُشتہ ہم نماند
وہ مرگیا جگہ پر بڑا ڈھیر چھوڑ گیا — اور جو پرانا ہوگیا ڈھیر بھی نہ رہا

ہر کسے را جُفت کردہ عدلِ حق — پیل را با پیل و بق را جنسِ بق
اللہ کے انصاف نے ہر چیز کا جوڑ لگا دیا ہے — ہاتھی کا ہاتھی ہے اور مچھر کا مچھر کی جنس ہے

مُونسِ احمدؐ بمجلس چار یار — مُونسِ بوجہل عتبہ و ذُو الخمار
احمدؐ کی مجلس میں چار یار دوست ہیں — ابوجہل کے دوست، عتبہ اور ذوالخمار ہیں

کعبہ جبریل و جانہا سدرہ[3] — قبلۂ عبد البطوں شُد سُفرہ
جبریل اور روحوں کا قبلہ سدرہ ہے — پیٹ کے بندوں کا قبلہ دسترخوان ہے

قبلۂ عارف بُود نورِ وصال — قبلۂ عقلِ مُفلسف شُد خیال
عارف کا قبلہ وصال کا نور ہے — فلسفی کی عقل کا قبلہ وہم ہے

قبلۂ زاہد بُود یزدانِ بَرّ — قبلۂ مطمع بُود ہمیانِ زر
زاہد کا قبلہ محسن خدا ہے — لالچی کا قبلہ سونے کی ہمیانی ہے

قبلۂ مردانِ حق اعمالِ نیک — قبلۂ نااہل جہلِ مُردریگ
مردانِ خدا کا قبلہ نیک اعمال ہیں — نااہل کا قبلہ ذلیل جہل ہے

قبلۂ معنی وراں صبر و درنگ — قبلۂ صُورت پرستاں نقشِ سنگ
اہلِ باطن کا قبلہ، صبر اور سکون ہے — ظاہر پرستوں کا قبلہ، پتھر کا نقش ہے

---

[1] نیست۔ اللہ کے یہاں انصاف ہے ہر طالب کو اُس کا مطلوب مل جاتا ہے۔ تپش کا مطلوب سورج اور پانی کا مطلوب ابر ہے۔ ہست دنیا۔ دنیا میں بھی حضرت حق تعالیٰ کے قہر کا ظہور ہوجاتا ہے۔ جب انسان ظلم کرتا ہے تو اُس پر قہرِ خداوندی نازل ہوتا ہے۔ مقہوراں۔ جن پر قہرِ خداوندی نازل ہوا ہے اُن کا انجام دیکھ لو۔ پرّ و بال۔ جال میں پھنسے ہوئے پرندے کے جو پَر و بال جال کے چاروں طرف بکھرے ہوئے ہیں وہ اُس کے مقہور ہونے کی زبانِ حال سے شرح کرتے ہیں۔

[2] مُرد۔ جن پر قہرِ خداوندی ہے مرنے کے بعد صرف قبر کی مٹی کا ڈھیر اُن کا نشان رہ جاتا ہے اور وہ بھی چند دن بعد مٹ جاتا ہے۔ ہر کسے۔ جس شخص کو جس شخص سے مناسبت ہوتی ہے قدرت اُس کا جوڑ اُس سے لگا دیتی ہے۔ احمدؐ۔ آنحضورؐ کا جوڑ ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علی رضی اللہ عنہم سے لگایا۔ عتبہ۔ مکہ کا مشہور کافر سردار تھا جو جنگِ بدر میں حضرت حمزہؓ کے ہاتھوں مارا گیا۔ ذوالخمار ایک کاہن تھا، اپنا منہ ڈھکے رہتا تھا اس لئے وہ "اوڑھنی والا" کے نام سے مشہور تھا۔

[3] سدرہ۔ بیری کا درخت جو ساتویں آسمان پر ہے اور وہ مخلوق کے علم اور حضرت جبریلؑ کا منتہی ہے۔ عبد البطوں۔ پیٹو انسان۔ مُفلسف۔ دسترخوان۔ قبلہ۔ باخدا انسان نور وصال کا طالب ہے اور فلسفی کا مقصود وہم ہے۔

زاہد۔ زاہد کا مقصود خدا ہے اور لالچی انسان کا مقصود دولت ہے۔ قبلۂ مرداں۔ جو خدا پرست ہیں اُن کا مطمحِ نظر نیک اعمال ہیں۔ معنی وراں۔ اہلِ باطن۔ نقشِ سنگ۔ پتھر کی مورتی۔

قبلۂ باطن[1] نشیناں ذوالمنن
خلوت گزینوں کا قبلہ، خدا ہے

قبلۂ ظاہر پرستاں روئے زن
ظاہر پرستوں کا قبلہ، عورت کا چہرہ ہے

قبلۂ عاشق حق آمد اے پسر
اے بیٹا! عاشق کا قبلہ، خدا ہے

قبلۂ باطل بلیس ست اے پدر
اے باوا! باطل کا قبلہ، شیطان ہے

قبلۂ فرعون نیلے سربسر
فرعون کا قبلہ، سراسر نیل ہے

قبلۂ خربندہ چہ بود کونِ خر
گدھے والے کا قبلہ کیا ہوگا، گدھے کی مقعد!

ہمچنیں برمی شمر تازہ وکہن
اسی طرح نئے اور پرانے کو شمار کرلے

ور ملولی رو تو کارِ خویش کن
اور اگر تو تنگ دل ہے، جا اپنا کام کر

رزقِ ما در کاسِ زریں شد عقار
ہمارا رزق، زریں پیالہ میں شراب ہے

واں سگاں[2] را آبِ تتماج و تغار
اُن کتوں کیلئے تتماج اور تغار کا پانی ہے

لائقِ آں کہ بد اُو خود دادہ ایم
جس کے وہ لائق تھا وہ ہم نے خود دے دیا

در خورِ آں رزق اُو بفرستادہ ایم
اُس کے لائق ہم نے رزق بھیج دیا ہے

عاشقِ ناں ساختیم آں خواجہ را
اُن صاحب کو ہم نے روٹی کا عاشق بنا دیا ہے

سیر از جاں ساختیم ایں را چرا
اس کو ہم نے جان سے بیزار کردیا ہے کیوں؟

خویِ آں را عاشقِ ناں کردہ ایم
ہم نے اُسکی عادت کو روٹی کا عاشق بنا دیا

جانِ ایں را مستِ جاناں کردہ ایم
اس کی جان کو جاناں کا مست بنا دیا ہے

چوں[3] بخویِ خود خوشی و خرمی
جبکہ تو اپنی عادت پر خوش و خرم ہے

پس چرا از خوردِ خویت می رمی
تو پھر اپنی عادت کے مناسب سے تو کیوں بھاگتا ہے؟

مادگی خوش آیدت چادر بگیر
تجھے زنانہ پن پسند ہے، تو چادر لے لے

رستمی خوش آیدت خنجر بگیر
تجھے رستمی بھلی لگتی ہے، خنجر تھام لے

غازیی خوش آیدت جوشن بپوش
تجھے جہاد اچھا لگتا ہے، زرہ پہن لے

ور بحیزی مائلی رو کوں فروش
اگر تو ہیجڑے پن پر مائل ہے، جا مقعد بیچ

ایں سخن پایاں ندارد آں فقیر
اِس بات کا خاتمہ نہیں ہے، وہ فقیر

گشتہ است از زخمِ درویشی عقیر
محتاجی کے زخم سے زخمی ہوگیا ہے

---

[1] باطن نشین۔ خلوت گزین۔ بلیس۔ ابلیس۔ قبلۂ فرعون۔ فرعون کا مطلوب دنیا اور دریائے نیل ہے۔ گدھے والے کا مقصد گدھے کا مقعد ہے۔ ہمچنیں۔ اسی طرح یا اور مثالوں کو شمار کرے۔ کارِ خویش۔ اپنے کام میں لگ یہ تیرا کام نہیں ہے۔ عقار۔ شراب یعنی مضامین عالیہ جن میں سے ایک مضمون یہ بھی ہے۔

[2] سگاں۔ دنیادار۔ آبِ تتماج یعنی آشِ تتماج جو تتماج (ایک ترش پھل) سے تیار کیا جاتا ہے۔ مراد دنیوی لذتیں۔ لائق۔ پھر پہلے مضمون کی طرف رجوع کیا ہے۔ عاشق۔ ایک کو روٹی کا عاشق بنایا ہے اور ایک کو جان سے بھی بے نیاز بنایا ہے اس کی وجہ ہے۔ خوئی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک کی باطنی سرشت کو چونکہ اس میں اس کے آثار تھے روٹی کا عاشق کردیا اور دوسرے کو خدائی مست بنادیا چونکہ اس میں اُس کے آثار تھے۔

[3] چوں۔ جب انسان اپنی بُری عادتوں پر خوش ہے اور وہی جزا کا سبب ہیں تو اُس کے مناسب جزا ہے اُس سے کیوں گریز کرتا ہے۔ مادگی جب زنانہ پن پسند ہے تو دوپٹہ اوڑھنا بھی پسند کرنا چاہئے بہادری پسند ہے تو خنجر باندھنا بھی پسند ہونا چاہئے۔ جوشن۔ زرہ۔ کوں۔ مقعد۔ ایں سخن۔ خدائی انصاف کا بیان۔ عقیر۔ زخمی۔

۱ قصہ آں گنجنامہ کہ گفتند پہلوئے قبہ روی بقبلہ کن و تیر ١٣

اُس گنجنامہ کا قصہ کہ اُنھوں نے کہا، قبہ کے پہلو میں قبلہ کو رُخ کر اور تیر

در کمان نہ و بینداز آنجا کہ اُفتد گنجست

کمان میں رکھ اور پھینک، جس جگہ وہ گرے خزانہ ہے

دید در خواب اُو شبے و خواب کو
اُس نے ایک رات کو خواب میں دیکھا، اور خواب کہاں؟
واقعہ بے خواب صوفی راست خو
بغیر خواب کے واقعہ (دیکھنا) صوفی کی عادت ہے

۲ ہاتفے گفتش کہ اے دیدہ تعب
ہاتف نے اُس سے کہا اے مشقت جھیلے ہوئے!
رُقعہ در مشقِ وراقاں طلب
ایک پرچہ ردی فروشوں کے مشق (شدہ کاغذوں) میں سے لے

خفیہ زاں وراق کت ہمسایہ است
چپکے سے اپنے پڑوسی ردی فروش کے
سوئے کاغذپارہاش آور تو دست
کاغذ کے ٹکڑوں کی جانب تو ہاتھ بڑھا

رُقعہ شکلش چناں رنگش چنیں
ایک ایسی شکل کا پرچہ جس کا رنگ ایسا ہے
پس بخواں آں را بخلوت اے حزیں
اے غمگین! پھر اُس کو تنہائی میں پڑھنا

چوں بدزدی آں ز وراق اے پسر
اے بیٹا! جب تو اُس کو ردی فروش سے اڑا لے
پس برو ں رو زانبہی و شور و شر
تو مجمع اور شور و شر سے باہر نکل جا

تو بخواں آں را بخود در خلوتے
تو تنہائی میں اُس کو خود پڑھ
ہیں مجو در خواندنِ آں شرکتے
خبردار! اُس کے پڑھنے میں شرکت کی جستجو نہ کرنا

۳ ور شود آں فاش ہم غمگیں مشو
اور اگر وہ ظاہر بھی ہو جائے تو بھی غمگین نہ ہونا
کہ نیابد غیرِ تو زاں نیم جو
کیونکہ اسمیں تیرے سوا کوئی اور آدھا جو بھی نہیں حاصل کر سکتا

ور کشد آں دیر ہیں زنہار تو
اور اگر اُس میں دیر لگے خبردار! تو
وردِ خود کن دمبدم لَا تَقْنَطُوْا
ہر وقت اپنا ورد لَا تَقْنَطُوْا رکھنا

ایں بگفت و دستِ خود آں مژدہ ور
یہ کہا اور اُس خوشخبری دینے والے نے اپنا ہاتھ
بر دلِ اُو زد کہ رو زحمت ببر
اُس کے دل پر رکھدیا کہ جا محنت کر

چوں بخویش آمد ز غیبت آں جواں
جب وہ جوان غیب سے ہوش میں آیا
می نگنجید از فرح اندر جہاں
خوشی سے دنیا میں نہ سماتا تھا

---

۱ قصہ۔ اُس درویش کو ہاتف نے کہا ردی فروش کے یہاں ایک پرچہ ہے وہ لے لے اُس نے وہ پرچہ لے لیا تو اُس میں لکھا تھا کہ فلاں قبہ کے پاس جاکر تیر چلا جہاں وہ تیر گرے اُس جگہ خزانہ مدفون ہے وہ نکال لینا۔ دید۔ اُس نوجوان نے خواب میں دیکھا پھر خود مولانا فرماتے ہیں خواب کی حالت نہ تھی بلکہ جس حالت میں اُس نے دیکھا وہ نیند اور بیداری کی درمیانی ایک کیفیت تھی اِسی کو اصطلاح میں واقعہ کہا جاتا ہے جو صوفیوں کو پیش آتا رہتا ہے۔

۲ ہاتف۔ غیب سے آواز دینے والا۔ وراق۔ کاغذ فروش مراد ردی کاغذ فروش ہے۔ رُقعہ۔ اُس پرچہ کی علامتیں بتائیں حزیں۔ غمگین۔ بدزدی حقیقت میں چوری نہ تھی اِسلئے کہ ردی کے ٹکڑے کی کوئی قیمت نہیں ہوتی۔ تو بخواں۔ پھر اُس کو تنہائی میں بلا شرکتِ غیرے پڑھنا تاکہ راز نہ کھلے۔

۳ ور شود۔ اِن احتیاطوں کے باوجود اگر راز کھل جائے تو غمگین نہ ہونا کیونکہ وہ خزانہ صرف تجھے ہی مل سکے گا۔ ور کشد۔ اگر خزانہ ملنے میں دیر ہو تو مایوس نہ ہونا۔ لَا تَقْنَطُوْا۔ تم مایوس نہ ہو۔ ایں بگفت۔ اب وہ ہاتف نمودار بھی ہوگیا اور اُس نے اُس نوجوان کے سینہ پر ہاتھ رکھدیا تاکہ اُس کو سکون حاصل ہو۔ غیبت۔ نیند اور بیداری کی کیفیت۔

زہرۂ اُو بر دریدے از قلق — گر نبودے رفق وحفظ ولطفِ حق
دھڑ دھکن سے اُس کا پتہ پھٹ جاتا — اگر خدا کی نرمی اور حفاظت اور مہربانی نہ ہوتی

یک فرح آں کز پسِ ہفصد حجاب — گوشِ اُو بشنید از حضرت جواب
ایک خوشی یہ کہ سات سو پردوں کے پیچھے سے — اُس کے کان نے اللہ (تعالیٰ) کی جانب سے جواب سُنا

از حجب چوں حسِّ سمعش در گذشت — شد سرافراز وز گردوں برگذشت
جب اُس کے سننے کی حِس پردوں سے بڑھ گئی — وہ سر بلند ہوگیا اور آسمان سے بڑھ گیا

چوں گذارہ شد حسِ سمعش زحجب — بر فلک بُرد اُو سرافرازی زعُجب
اُس کے سننے کی حِس جب پردوں سے گذر گئی — خود پسندی سے وہ اپنی سربلندی کو آسمان پر لے گیا

کے بُود کاں حسِ چشمش زاعتبار — زاں حجابِ غیب ہم یابد گذار
کب ہوگا کہ اُسکی آنکھ کی حِس عِزّت حاصل کرنے میں — اُن غیب کے پردوں سے (بھی) گذر جائے

چوں گذارہ شد حواسش از حجاب — پس پیاپے گرددش دید وخطاب
جب اُس کے حواس پردے سے گذر جائیں — تو اُسکو پے در پے دیدار اور خطاب حاصل ہوگا

چوں سپاہِ زنگ پنہاں شد زروم — تیغ زد خورشید و پیدا شد علوم
جب حبش کا لشکر، روم والوں سے چھپ گیا — سورج نے تلوار چلادی اور علوم پیدا ہوگئے

یک فرح آں کز سؤال آمد خلاص — خواہدش حاصل شدن آں گنجِ خاص
ایک یہ خوشی کہ سوال سے خلاصی ہوگئی — اُس کو وہ خاص خزانہ حاصل ہوجائے گا

یک فرح آنکہ نشد رددش دُعا — عاقبت آمد اجابت مرد را
ایک یہ خوشی کہ اُس کی دعا رَد نہ ہوئی — بالآخر اُس کو قبولیت حاصل ہوگئی

جانبِ دُکانِ وَرّاق آمد اُو — دست میزد اُو بمشقش سو بسو
وہ ردی فروش کی دکان پر آیا — اُسکے مشقی کاغذوں پر اِدھر اُدھر ہاتھ مارتا تھا

پیشِ چشمش آمد آں مکتوب زُود — باعلاماتے کہ ہاتف گفتہ بُود
بہت جلد وہ لکھا ہوا (کاغذ) اُسکی آنکھوں کے سامنے آگیا — اُن علامتوں کے ساتھ جو ہاتف نے بتائی تھیں

در بغل زد گفت خواجہ خیر باد — ایں زماں وا میرسم اے اُوستاد
اُس نے بغل میں دبالیا کہا جناب خیریت سے رہئے — اے استاد! میں ابھی واپس آتا ہوں

---

۱ زہرہ۔ اِس قدر خوش تھا کہ دھڑ دھکن سے پتہ پھٹ جاتا اگر اللہ تعالےٰ اُس کی حفاظت نہ فرماتا۔ یک فرح۔ اُسکی خوشی کی بہت سی وجہیں تھیں ایک تو یہ کہ اللہ تعالےٰ نے اُسکو دعا کا جواب دیا۔ ہفصد۔ سات سو بعض نسخوں میں نہصد نو سو ہے، پردوں کی کثرت مراد ہے۔ کے بُود۔ جسطرح اُسکی قوتِ سامعت حجابات سے گزر کر سامع بن گئی اسی طرح یہ کب ہوگا کہ اُس کی چشمِ دل، حجابات سے گزر جائے اور اُس کو قلبی مشاہدہ کا حق حاصل ہوجائے۔

۲ چوں گذارہ شد۔ جب سالک کی قوتِ سامعہ اور باصرہ حجابات کو طے کرجاتی ہے تو پھر اُسکو مسلسل اللہ تعالےٰ کی دید اور کلام حاصل ہونے لگتا ہے۔ چوں۔ اب سالک کی ایک تیسری کیفیت کا ذکر ہے کہ اُسکے قلب پر واردات ہونے لگتی ہیں اُسکو علوم و معارف لدنی حاصل ہونے لگتے ہیں۔ سپاہِ زنگ۔ یعنی اوصافِ بشری۔ زروم۔ یعنی انوارِ خداوندی۔ تیغ زد خورشید۔ اب وجودِ حقیقی فنا کی تلوار چلادیتا ہے اور یہ فانی ہوکر بقا باللہ حاصل کرلیتا ہے اور حضرتِ حق کی صفتِ جلیہ سے مستفید ہونے لگتا ہے۔

۳ یک فرح۔ خوشی کی دوسری وجہ یہ تھی کہ اب اُسکو خزانہ مل جائے گا۔ یک فرح آنکہ۔ خوشی کی تیسری وجہ یہ تھی کہ اُس کی دعا مقبول ہوگئی۔ جانب۔ ہاتف کی آواز سننے کے بعد وہ پڑوسی ردی فروش کے یہاں گیا اور اُس نے وہ پرچہ تلاش کیا اور وہ اُس کو مل گیا۔ خیر باد۔ خدا آپ کو خیریت سے رکھے۔ وامیرسم۔ اِس وقت کام سے میں جارہا ہوں پھر فوراً واپس آجاؤں گا۔

رفت کنجِ خلوتے آں را بخواند
وہ تنہائی کے گوشہ میں گیا، اُس کو پڑھا
وز تحیّر والٰہ[۱] و حیراں بماند
اور حیرانی سے سرگشتہ اور ششدر رہ گیا

کہ بدینساں گنج نامہ بے بہا
کہ اِس طرح سے بے بہا گنجنامہ
چوں فتادہ ماند اندر مشقہا
مشقی کاغذوں میں کیسے پڑا رہ گیا؟

باز اندر خاطرش ایں فکر جست
پھر اُس کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا
کز پئے ہر چیز یزداں حافظ است
کہ خدا ہر چیز کا نگہبان ہے

کے گذارد حافظ اندر اکتناف
نگہبان، اپنی حفاظت میں کب موقع دیتا ہے؟
کہ کسے چیزے رباید از گزاف
کہ کوئی آدمی کوئی چیز خواہ مخواہ اڑالے

گر بیاباں پُر شود زر و نقود
اگر جنگل سونے اور نقد سے بھر جائے
بے رضائے حق جوے نتواں رُبود
اللہ تعالیٰ کی مرضی کے بغیر ایک جو نہیں لیا جا سکتا

ور بخوانی صد صُحُف بے سکتہ
اگر تو سو کتابیں بغیر وقفہ کے پڑھ جائے
بے قدر یادت نماند نکتہ
تقدیر کے بغیر تجھے ایک نکتہ یاد نہ رہے گا

ور کُنی خدمت نخوانی یک کتیب
اگر تو خدمت کرے اور ایک کتاب (بھی) نہ پڑھے
علمہائے نادرہ یابی زجیب
تو گریباں میں سے نادر علوم حاصل کرے گا

شد[۲] زجیب آں کفِ موسیٰ ضوفشاں
(حضرت) موسیٰؑ کا ہاتھ گریبان سے نورافشاں ہوگیا
کاں فزوں آمد زماہِ آسماں
جو آسمان کے چاند سے بڑھ گیا

کانکہ می جستی ز چرخِ باہیب
کہ تو جس چیز کو پُرہیبت آسمان میں تلاش کرتا تھا
سر بر آوردست اے موسیٰ زجیب
اے موسیٰؑ! وہ گریبان میں سے نمودار ہوگئی ہے

تابدانی کاسمانہائے سمی
تاکہ تجھے معلوم ہو جائے کہ بلند آسمان
ہست عکسِ مدرکاتِ آدمی
انسان کے علوم کا عکس ہیں

[۳]نے کہ اول دستِ یزدانِ مجید
کیا نہیں ہے کہ خداوند تعالیٰ کے دست (قدرت) نے
از دو عالم پیشتر عقل آفرید
دونوں جہان سے پہلے عقل پیدا فرمائی؟

ایں سخن پیدا و پنہانست و بس
یہ بات بہت واضح اور مخفی ہے
کہ نباشد محرمِ عنقا مگس
کیونکہ عنقا کی محرم مکھی نہیں ہے

عقلِ کامل کی افضلیت جس قدر سمجھی ہے وہ تو ظاہر ہے اور اُس کا کشفی حصہ اہلِ قال کی سمجھ سے باہر ہے کیونکہ اُس کی اور اہلِ قال کی سمجھ کی مثال عنقا اور مکھی کی ہے۔

---

۱ والہ۔ سرگشتہ۔ بے بہا۔ اِس قدر قیمتی پرچہ کہ اُس کی قیمت کا اندازہ نہ لگایا جاسکے، ردّی کاغذوں میں کیسے پڑا رہ گیا۔ باز۔ پھر اُس کے دل میں خیال آیا کہ جب اللہ کسی چیز کا محافظ ہو تو غیر مستحق اُسکو کہاں لے جاسکتا ہے۔ گر بیاباں۔ یہ پرچہ تو چھپا ہوا تھا اگر بیابان سونے سے بھرا ہوا ہو جو سب کو نظر آئے تب بھی خدا کی مرضی کے بغیر اُس میں سے ایک دھڑی بھی نہیں لے سکتا۔ ور بخوانی۔ اسباب میں بھی تاثیر خدا ہی پیدا فرماتا ہے، ورنہ سبب بیکار ہے ور کُنی۔ اللہ تعالیٰ بغیر اسباب کے بھی مُسبّب کو پیدا فرما دیتا ہے۔

۲ شد۔ حضرت موسیٰؑ کا ہاتھ گریبان میں ڈالنے سے چمکنے لگا تھا اور اُن کو یہ دکھا دیا گیا کہ جس نور کو تم آسمان سے طلب کر رہے تھے وہ تمہارے گریبان میں بھی موجود ہے۔ تابدانی۔ حضرت موسیٰؑ کو گریبان میں سے نور عطا کرنے میں یہ تنبیہ بھی مقصود تھی کہ بلند آسمان بھی انسان کی قوّتِ مدرکہ عقلِ کامل کا عکس یعنی تابع ہے، اِس سے انسان کی آسمانوں پر افضلیت ثابت ہوتی ہے۔

۳ نے کہ۔ بعض احادیث میں ہے۔ "اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ الْعَقْلَ" سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے عقل کو پیدا کیا، عقل سے مراد عقلِ کامل ہے جو معرفتِ الٰہی کا ذریعہ ہے۔ ایں سخن۔

بازسوی[1] قصه باز آ اے پسر — قصه گنج و فقیر آور بسر

اے بیٹا! پھر قصہ کی جانب واپس آجا — خزانہ اور فقیر کا قصہ ختم کر

تمامی قصه آں فقیر و نشانِ جای آں گنج

اس فقیر کے قصہ کی تکمیل اور اُس خزانہ کی جگہ کا پتا

اندراں رقعه نوشته بود ایں — که برونِ شهر گنجے داں دفیں

اُس پرچہ میں یہ لکھا تھا — کہ شہر کے باہر ایک خزانہ مدفون سمجھ

آں فلاں قُبّه که در وے مشهد ست — پشتِ او در شهر و رُو در فدفد ست

وہ فلاں قُبّہ جس میں مزار ہے — جس کی پشت شہر کیطرف اور اگلا حصہ جنگل میں ہے

پشت با وے کن تو رُو با قبله آر — وانگہاں از قوس تیرے واگذار

تو اُس کی طرف پشت کر اور مُنہ قبلہ کی جانب کر — پھر کمان سے تیر چلا

چوں فگندی تیر از قوس اے سُعاد — بر کَن آں موضع که تیرت اوفتاد

اے محبوب! تو جب کماں سے تیر پھینکے — جس جگہ تیر گرے اُس کو کھود

پس[2] کمانِ سخت آورد آں فتیٰ — تیر پرّانید در صحنِ فضا

وہ نوجوان ایک سخت کمان لایا — (اور) میدان کے صحن میں تیر پھینکا

بیل آورد و تبر او شاد شاد — کند آں موضع که تیرش اوفتاد

(اور) وہ خوشی خوشی بیلچہ اور پھاوڑا لایا — جس جگہ تیر گرا اُس کو کھودا

کُند شد هم او و هم بیل و تبر — خود ندید از گنجِ پنهانی اثر

وہ بھی کُند ہوگیا اور بیلچہ اور پھاوڑا بھی — (اُس) مخفی خزانہ کا کوئی نشان نہ دیکھا

همچنیں هر روز تیر انداختے — لیک جایِ گنج را نشناختے

وہ روزانہ اسی طرح تیر پھینکتا — لیکن خزانہ کی جگہ نہ پہچانتا

چونکه[3] ایں را پیشه کرد او بر دوام — فجفجے در شهر افتاد و عوام

چونکہ اُس نے مستقل یہ پیشہ بنا لیا — شہر اور عوام میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں

فاش شدنِ خبر آں گنج و رسیدن بگوشِ پادشاه

اس خزانہ کی خبر کا پھیلنا اور بادشاہ کے کان میں پہنچنا

هر کسے در گفتگوی او فتاد — کاینچنیں بازی نباشد در نهاد

ہر شخص ایک بات کہنے لگا — کہ اس طرح کا کھیل (کسی کی) طبیعت میں نہیں ہوتا

---

[1] باز۔ لہٰذا اِس بحث کو ختم کرکے اِسی فقیر اور خزانہ کا قصہ شروع کرنا چاہئے۔ اندراں وہ پرچہ جو اُس کو ردّی فروش کی دکان سے ملا تھا اُس میں لکھا تھا کہ شہر سے باہر ایک خزانہ مدفون ہے۔ مَشہد۔ مزار۔ فدفد۔ جنگل، ہموار زمین۔ سُعاد عرب کی ایک مشہور محبوبہ کا نام ہے یہاں مطلقاً محبوب کے معنیٰ میں ہے۔

[2] پس کمان۔ مطلب تو یہ تھا کہ تیر کمان میں رکھکر بغیر چلّہ کھینچے چھوڑنا وہ سخت قسم کی کمان لایا اور زور سے چلّہ کھینچکر تیر چلایا اِسی لئے اُس کو پریشانی ہوئی۔ کَند۔ کھودتے کھودتے وہ بھی تھک گیا اور بیلچہ اور تیر بھی کُند ہوگیا ہیچ نہیں۔ وہ روزمرّہ زور سے تیر چلاتا اور تیر گرنے کی جگہ کو کھودتا لیکن خزانہ کا کوئی نشان نہ ملتا۔

[3] چونکہ۔ جب لوگوں نے دیکھا کہ یہ شخص روز یہ کام کر رہا ہے تو انہیں چہ میگوئیاں شروع ہوگئیں۔ فاش شدن۔ مشہور ہوجانا۔ کاینچنیں۔ اِس کا کام کوئی کھیل تو نہیں ہے بلکہ اِس کے کام میں کوئی خاص راز ہے۔

هر کسے در گفت گوئے فاسدے | ہر طرف بر خاستش یک حاسدے
ہر شخص ایک بیہودہ بات میں | ہر جانب اُس کا ایک حاسد پیدا ہوگیا

پس[1] خبر کردند سلطاں را ازیں | آں گروہے کہ بُدند اندر کمیں
پھر اُنھوں نے اِس کی بادشاہ کو خبر دی | اُن لوگوں نے جو گھات میں تھے

عرض کردند آں سخن را زیر دست | کہ فلانے گنجنامہ یافت ست
اُنھوں نے وہ بات مخفی طور پر کہدی | کہ فلاں کو گنجنامہ ملا ہے

چوں شنید آں شخص کیں با شہ رسید | جز کہ تسلیم و رضا چارہ ندید
جب اُس نے سُنا کہ یہ بات بادشاہ تک پہنچ گئی | سوائے تسلیم اور رضا کے چارہ نہ دیکھا

پیش ازاں کا شکنجہ بیند زاں قباد | رُقعہ آورد و بہ پیشِ شہ نہاد
اس سے پہلے کہ اُس بادشاہ کیجانب سے کوئی سختی دیکھے | پرچہ لایا اور بادشاہ کے سامنے رکھدیا

گفت[2] تا ایں رقعہ را یابیدہ ام | گنج نے و رنج بیحد دیدہ ام
عرض کیا کہ جب سے میں نے پرچہ پایا ہے | خزانہ تو نہیں، البتہ بیحد تکلیف دیکھی ہے

خود نشد یک حبّہ از گنج آشکار | لیک پیچیدم بسے مَن ہمچو مار
خزانہ کی ایک دمڑی ظاہر نہ ہوئی | لیکن میں نے سانپ کی طرح بہت بل کھائے

مُدّتِ ماہے چنینم تلخ کام | کہ زیان و سُود ایں بر مَن حرام
ایک ماہ کی مدّت سے میں اِسی طرح ناکام ہوں | کہ اُس کا نقصان و نفع مجھ پر حرام ہے

بو کہ بخت بر کَند زیں کاں غطا | اے شہ پیروز جنگ و دژ گُشا
ہوسکتا ہے کہ آپ کا نصیبہ اِس معدن سے یہ پردہ ہٹادے | اے جنگ میں کامیاب اور قلعہ کُشا شاہ!

مُدّتِ[3] شش ماہ وافزوں پادشاہ | تیر می انداخت و بر می کَند چاہ
چھ مہینے سے کچھ زیادہ مدت تک بادشاہ | تیر چلاتا تھا اور کنواں کھودتا تھا

ہر کُجا سخت کمانے بُود چیت | تیر می انداخت ہر سُو گنج جُست
جہاں کہیں بھی کوئی سخت کمان والا چالاک آدمی تھا | وہ تیر پھینکتا اور ہر جانب خزانہ کو تلاش کرتا تھا

غیر تشویش و غم و طاماتِ نے | ہمچو عنقا نام فاش و ذات نے
سوائے پریشانی اور غم اور بیہودہ گوئی کے کچھ نہیں | عنقا کی طرح نام مشہور اور ذات ندارد

نومید شُدنِ آں پادشاہ از نا یافتنِ آں گنج و ملول
اُس خزانہ کے نہ پانے سے بادشاہ کا ناامید ہونا اور اُس

---

[1] پس۔ لوگوں کو جستجو سے پتہ چل گیا کہ وہ خزانہ کی تلاش میں ہے اور اُس کے ہاتھ کوئی گنجنامہ آیا ہے تو حاسدوں نے بادشاہ سے جاکہا۔ چوں شُنید۔ جب اُس فقیر نے سنا کہ بادشاہ تک خبر پہنچ گئی ہے تو اِس سے پہلے کہ گنجنامہ مجبوراً بادشاہ کو دینا پڑے اپنی خوشی سے بادشاہ کے سامنے پیش کردیا۔

[2] گفت۔ بادشاہ سے یہ بھی کہا کہ جب سے یہ گنجنامہ ملا ہے روز کھدائی کرتا ہوں لیکن سوائے تکلیف کے اب تک کچھ حاصل نہیں ہوا ہے۔ مارپیچ سانپ کا بل کھانا مشہور ہے۔ تلخ کام۔ ناکام۔ کہ زیاں۔ اگر خزانہ مل جاتا تو اُس سے تجارت کرنے میں مجھے نفع و نقصان پہنچ سکتا تھا۔ بو کہ۔ بُود کہ۔ غطا۔ ڈھکن۔ اے شہ۔ اے شاہ آپ جو کہ فاتح جنگ اور قلعوں کو فتح کرنے والے ہیں۔

[3] مدت۔ چھ ماہ تک بادشاہ تیر اندازی کرتا رہا اور جگہ اتنی گہری کھدواتا رہا کہ کنواں بنجاتا تھا۔ ہر کجا۔ بادشاہ ہر جگہ سے تیر انداز بلواتا تھا اور تیر گرنے کی جگہ خزانہ تلاش کرتا تھا۔ سخت کمان۔ کمان کو کھینچ کر تیر چلانے والا۔ طامات۔ بیہودہ باتیں۔

شدن اُو از طلب آں گنج سعادت

نیک بختی کے خزانہ کی طلب سے اُس کا عاجز آجانا

چونکہ[1] تعویق آمد اندر عرض و طول — شاہ شُد زاں گنج دل سیر و ملول

جبکہ عرض و طول میں رکاوٹ آئی — بادشاہ کا اُس خزانہ سے دل بھر گیا اور ملول ہو گیا

دشتہا را گز گزاں شہ چاہ کند — می ندید از گنجِ اُو جز ریشخند

جنگلوں میں ایک ایک گز پر بادشاہ نے کنواں کھدوا دیا — خزانہ سے، سوائے مذاق کے کچھ نہ دیکھا

پس طلب کرد آں فقیرِ دردمند — رُقعہ را از خشم پیشِ اُو فگند

پھر اُس نے اُس دردمند فقیر کو طلب کیا — غصّہ سے پرچہ اُس کے سامنے پھینک دیا

گفت گیر ایں رُقعہ کش آثار نیست — تو بدیں اولیٰ تری کت کار نیست

کہا یہ پرچہ لے اسکے کچھ نشان نہیں ہیں — تو اس کے مناسب ہے، چونکہ تجھے کوئی کام نہیں ہے

نیست ایں کارِ کسے کش ہست کار — گر بسوزد گل نگردد گردِ خار

یہ اُس کا کام نہیں ہے جسے کوئی کام ہو — اگر پھول جل جائے تو وہ کانٹے کے چکر نہیں کاٹتا ہے

نادر[2] افتد اہلِ ایں ماخولیا — مُنتظرِ کش روید از آہن گیا

ایسے مالیخولیے والے کم ہوتے ہیں — جو منتظر ہوں کہ اُن کیلئے لوہے سے گھاس اُگے

سخت جانے باید ایں فن را چو تو — تو کہ داری جانِ سخت ایں را بجُو

اس کام کے لئے تجھ جیسا سخت جان چاہئے — چونکہ تو سخت جان ہے اِس کی تلاش کر

گر نیابی نبودت ہرگز ملال — ور بیابی آں بتو کردم حلال

اگر تو نہ پائے گا تجھے رنج نہ ہوگا — اور اگر تو پائے گا، تو میں نے تیرے لئے حلال کیا

عقل راہِ نا اُمیدی کے رَوَد — عشق باشد کاں طرف بر سر دَوَد

عقل، نا امیدی کے راستہ پر کب دوڑتی ہے؟ — عشق ہی ہوتاہے جو اُس جانب سر کے بل دوڑتا ہے

لا اُبالی[3] عشق باشد نے خرد — عقل آں جُوید کزاں سُودے بَرد

بے پروا عشق ہوتا ہے، نہ کہ عقل — عقل وہ تلاش کرتی ہے، جس سے نفع اٹھائے

ترکتاز و تن گداز و بے حیا — در بلا چوں سنگِ زیرِ آسیا

غارتگر اور بدن گھلانے والا ہے اور بے شرم ہے — مصیبت میں چکی کے نچلے پاٹ کی طرح ہوتا ہے

سخت رُوئی کہ ندارد ہیچ پُشت — بہرہ جُوئی را درونِ خویش کُشت

ایسا ڈھیٹ کہ پُشت نہیں پھیرتا — اُس نے اپنے اندر مقصد برآری کو فنا کر دیا ہے

[1] چونکہ۔ جب خزانہ کے ملنے میں لمبی چوڑی تاخیر ہوئی تو بادشاہ رنجیدہ ہو گیا۔ ریشخند۔ مذاق۔ تو بدیں۔ چونکہ تجھے اور کوئی کام نہیں ہے لہذا یہ بیکار کام کر تا رہ۔ گر بسوزد۔ یعنی اہل مقصد حاصل نہ ہو تو بیکار کام میں نہیں لگتا ہے۔

[2] نادر افتد۔ خزانہ کا کھوجنا تو ایسی دیوانگی ہے کہ کوئی لوہے میں سے گھاس اُگانا چاہے۔ ملال۔ تجھے رنج نہ ہوگا اِس لئے کہ تجھے اور کام نہ تھا۔ عقل۔ بادشاہ کی جستجو عقلی تھی وہ مایوس ہو گیا لیکن اُس فقیر کی جستجو عشق کی بنیاد پر تھی وہ مایوس نہ ہوا۔

[3] لا اُبالی۔ عشق بے پروا ہے اور عقل فائدے کی طرف دوڑتی ہے۔ ترکتاز۔ عشق اپنی ہر چیز لٹا دیتا ہے اور ننگ و ناموس کی پروا نہیں کرتا ہے۔ چکی کے نچلے پاٹ کی طرح مصائب جھیلتا ہے۔ سخت رُوی۔ ڈٹ جاتا ہے کبھی رُوگردانی نہیں کرتا ہے وہ مقصود جوئی کو فنا کر چکا ہے۔

پاک[1] می بازد نہ جوید مزد او
پاکبازی اختیار کرتاہے، مزدوری کی جستجو نہیں کرتاہے

آنچناں کہ پاک می گیرد ز ہو
جیسا کہ وہ اللہ (تعالے) سے پاک حاصل کرتاہے

می دہد حق ہستیش بے علتے
اللہ (تعالے) اُسکو کسی غرض کے بغیر وجود عطا کرتاہے

می سپارد باز بے علت فتے
پھر کسی سبب کے بغیر جوان سکو واپس کردیتا ہے

کہ فتوت دادنِ بے علت ست
کیونکہ جوانمردی، بغیر غرض کے دینا ہے

پاکبازی خارج ہر ملت ست
پاکبازی ہر ملت سے خارج ہے

زانکہ ملت فضل جوید یا خلاص
کیونکہ ملت ثواب ڈھونڈتی ہے یا نجات

پاکباز[2] انند قربانانِ خاص
پاکباز لوگ، ذات خاص (اللہ تعالے) کے قربان ہیں

نے خدارا امتحانے می کنند
نہ وہ خدا کو آزماتے ہیں

نے درِ سود و زیانے می زنند
نہ وہ نفع اور نقصان کا دروازہ کھٹکھٹاتے ہیں

نومید شدن و باز دادن پادشاہ آں گنجنامہ را باں فقیر کہ بگیر

بادشاہ کا ناامید ہوجانا اور گنجنامہ کو اُس فقیر کو واپس کردینا کہ لے

کہ ما از سرِ ایں گنج درگذشتیم
کیونکہ ہم اس خزانہ کے خیال سے باز آئے

چونکہ رقعہ گنج پر آشوب را
جب پرفتنہ خزانہ کا پرچہ

شہ مسلم داشت آں مکروب را
شاہ نے اُس مصیبت زدہ کے سپرد کردیا

گشت ایمن او ز خصمان و زنیش
وہ دشمنوں اور نیش زنی سے مطمئن ہوگیا

رفت و می پیچید در سودائے خویش
وہ چلاگیا (اور) اپنے شوق میں پیچاں (وغلطاں) ہوگیا

یار کرد او عشق درد[3] اندیش را
اُس نے درد اندیش عشق کو دوست بنالیا

کلب لیسد خویش ریشِ خویش را
کُتا اپنے زخم کو خود چاٹتا ہے

عشق را در پیچش خود یار نیست
پیچ (وتاب) میں عشق کا کوئی دوست نہیں ہے

محرمش در دہ یکے دیار نیست
اُس کا محرم، گاؤں میں کوئی رہنے والا نہیں ہے

نیست از عاشق کسے دیوانہ تر
عاشق سے زیادہ دیوانہ کوئی نہیں ہے

عقل از سودای او کورست و کر
عقل اُس کے جنوں سے اندھی اور بہری ہے

زانکہ ایں دیوانگی عام نیست
کیونکہ یہ عام دیوانگی نہیں ہے

طب را ارشادِ ایں احکام نیست
طب کو اِن احکام کی راہبری (حاصل) نہیں ہے

---

[1] پاک۔ یعنی پاکباز ہے اُس کے کام غرض سے خالی ہیں جس طرح اللہ تعالے کے کام بغیر غرض کے ہیں۔ می دہد۔ اللہ تعالے نے اُس کو وجود بغیر کسی غرض کے عطا کیا وہ بھی اپنا وجود اللہ کی جناب میں بغیر غرض کے پیش کردیتا ہے۔ کہ فتوت۔ اصل جوانمردی یہی ہے کہ بغیر کسی غرض کے داد و دہش ہو اس طرح کی جوانمردی ملت کے ظاہر پرستوں میں نہیں ہوتی ہے۔ زانکہ۔ ظاہر پرست مذہبی انسان عبادت یا ثواب حاصل کرنے کے لئے کرتا ہے یا دوزخ سے خلاصی کے لئے کرتا ہے۔

[2] پاکباز۔ بے غرض لوگ صرف ذاتِ خداوندی پر قربان ہیں۔ چونکہ۔ جب بادشاہ نے اُسکو پرچہ واپس کردیا تو اب وہ ہر طرح مطمئن ہوگیا۔ اور پھر اپنی دُھن میں لگ گیا۔ پُر آشوب۔ اُس پرچہ کیوجہ سے کھدائی کی مصیبتیں اٹھانی پڑی تھیں۔ مکروب۔ مصیبت زدہ۔ نیش۔ یعنی دشمنوں کی نیش زنی۔

[3] درد اندیش۔ عشق درد اور غم والم کی سوچتا ہے۔ کلب۔ جس طرح کُتا خود اپنے زخم کا علاج کرتا ہے اسی طرح عاشق اپنے عشق میں کسی دیگر کا سہارا نہیں ڈھونڈھتا ہے عشق را۔ عشق کا کوئی ساتھی نہیں نہ اُسکا کوئی محرم راز ہوتا ہے۔ دیوانہ تر۔ کوئی عقل کی بات نہیں سوچتا اسی لئے عقل کو اُسکے کاموں کی کوئی خبر نہیں ہے زانکہ۔ طب میں عام جنونوں کا علاج ہے لیکن عشقی دیوانگی کا طب کو پتا نہیں ملا۔

گر طبیبی[1] را رسد زیں گوں جنوں
اگر کسی طبیب کو اِس قسم کا جنوں ہو جائے

دفترِ طب را فرو شوید بخوں
وہ خون سے، طب کا دفتر دھو ڈالے

طبِّ جملہ عقلہا مدہوشِ اوست
تمام عقلوں کی طب اُس سے حیران ہے

روئیِ جملہ دلبراں روپوشِ اوست
تمام معشوقوں کا چہرہ اُس کا پردہ ہے

روی در روئیِ خود آرائے عشق کیش
اے عاشق! اپنا رخ اپنی طرف کر

نیست اے مفتوں ترا جز خویش خویش
اے دیوانے! تیرے سوا تیرا کوئی اپنا نہیں ہے

قبلہ از دل ساخت آمد در دعا
اُس نے دل سے قبلہ بنایا، دعا میں لگ گیا

لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی
انسان کیلئے نہیں ہے مگر وہ جو وہ کوشش کرے

پیش[2] ازاں کو پاسخے نشنیدہ بود
اِس سے پہلے کہ اُس نے جواب نہ سنا تھا

سالہا اندر دعا پیچیدہ بود
سالوں دعا سے لپٹا رہا تھا

بے اجابت بر دعاہا می تنید
بغیر قبولیت کے دعاؤں پر مستعد تھا

از کرم لبیکِ پنہاں می شنید
کرم سے، مخفی لبیک سُنتا تھا

چونکہ بیدف رقص میکرد آں علیل
جبکہ وہ بیمار بغیر دف کے رقص کرتا تھا

زاعتمادِ جودِ خلّاقِ جلیل
بزرگ خلّاق کی سخاوت کے بھروسہ پر

سوئیِ او نے ہاتف و نے پیک بود
اس کی جانب نہ کوئی ہاتف تھا اور نہ قاصد

گوشِ امیدش پُر از لبیک بود
اُس کی امید کا کان لبیک سے پُر تھا

بے[3] زباں می گفت امیدش تعال
امید اُس کو بغیر زبان کے کہتی تھی، آجا

از دلش می رفت آں دعوت ملال
وہ بُلانا اُس کے دل سے ملال کو صاف کر دیتا تھا

آں کبوتر را کہ بام آموختست
جس کبوتر کو اٹاری (پر بیٹھنا) سکھا دیا ہے

تو مخواں میرانش کاں پر دوختست
تو اُسکو مُبلا، اُسکو بھگا کیونکہ اُسکے پر سلے ہوئے ہیں

اے ضیاء الحق حسام الدیں برانش
اے ضیاء الحق حُسام الدیںؒ! اُس کو بھگا

کز ملاقاتِ تو بر رستست جانش
کیونکہ تیری ملاقات سے اُس کی جان اُگی ہے

گر برانی مرغِ جانش از گزاف
اگر تو بے وجہ اُسکے مرغِ جان کو بھگائے گا

ہم بگردِ بامِ تو آرد طواف
وہ تیری اٹاری کا چکر لگائے گا

---

[1] گر طبیبی۔ یہ تو وہ بیماری ہے کہ اگر طبیب کو بھی لگ جائے تو وہ خون کے آنسوؤں سے طب کی کتابوں کو دھو ڈالے۔ طِبّ۔ تمام عقلی طبیب عشق کے معاملہ میں حیران ہیں تمام معشوقوں کا چہرہ اُس عشق کا برقعہ ہے جس میں جمالِ عشق پوشیدہ ہے اور صورت پرست اِن صورتوں کو مقصود سمجھ بیٹھے ہیں اور اُن کو اپنا رفیق بنانا چاہتے ہیں حالانکہ عشق کا کوئی رفیق نہیں ہے۔ رُوی۔ جبکہ عشق کا کوئی رفیق نہیں ہے تو کسی دوسرے کیجانب رفاقت کی نظر سے نہ دیکھو تو خود ہی اپنا رفیق ہے۔ قبلہ۔ یعنی اِس فقیر نے دل کی طرف توجہ کرکے دعا شروع کردی۔ لَیْسَ۔ دعا اِس لئے شروع کی کیونکہ وہ جانتا تھا کہ انسان کی کوشش ہی اُس کے کام آتی ہے۔

[2] پیش اناں۔ گنجا مہ نہ تھا جب بھی وہ دعا کرتا تھا اب تو اُسکو بشارت بھی مل گئی تھی۔ بے اجابت۔ دعا کی قبولیت کی بشارت بھی نہ ملی تھی لیکن دل سے دعا کرتا تھا اور لبیک کی مخفی آواز سنتا تھا یعنی سمجھتا تھا کہ دعا کی توفیق خدا کی قبولیت ہے۔ چونکہ۔ جبکہ بغیر دف یعنی بشارت کے اُسکا رقص یعنی دعا کی سرگرمی تھی تو اب کیوں نہ ہوتی۔ ہاتف۔ اُسکو غیبی آواز نے پرچہ کی بشارت نہ دی تھی لیکن وہ قبولیت سے پُر امید تھا۔

[3] بے زباں۔ جب اُسکی امید اللہ تعالٰی کی جانب اُسکو دعوت دیتی تھی تو اُسکی سب تھکن اتر جاتی تھی۔ آں کبوتر۔ ایسی روح جیسی اُس فقیر کی تھی، پالتو کبوتر ہے اُسکو بلانے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اے ضیاء الحق۔ جن شخصوں کی روح اُس فقیر کی روح کی طرح ہے اگر تم اُنکو اپنی جناب سے ہٹاؤ گے تب بھی وہ تمہاری صحبت ترک نہ کریں گے۔ گزاف۔ یعنی بلا وجہ بھی بھگاؤ گے تو وہ کبیدہ خاطر نہ ہوگا۔

چینۂ[1] و نُقلش ہمہ بر بامِ تست — پر زناں بر اوجِ مستِ دامِ تست
اُس کا دانہ اور غذا سب تیری اٹاری پر ہے — بلندی پر پرواز کرتا ہوا تیرے جال کا عاشق ہے

گر دمے مُنکر شود دُزدانہ رُوح — در ادائے شُکرت اے فتحِ فتوح
اگر روح کسی وقت چوروں کی طرح منکر بنتی ہے — اے فیوض کی کشادگی! تیرے شکر کی

شِحنۂ عشق مکرّر کینہ اَش — طشتِ آتش می نہد بر سینہ اَش
مکرّر کینہ والا عشق کا کوتوال — اُس کے سینہ پر آگ کا طشت رکھتا ہے

کہ بیا سوئے مہ و بگذر ز گرد — شاہِ عشقت خواند زُوتر باز گرد
کہ سورج کی جانب آ اور گرد سے گذر جا — تجھے عشق کے شاہ نے بلایا ہے جلد پلٹ

گردِ ایں بام و کبوتر خانہ مَن — چوں کبوتر پر زنم مستانہ مَن
میں اِس اٹاری اور کبوتر خانہ کے گرد — کبوتر کی طرح مستی میں اُڑتا ہوں

جبرئیلِ[2] عشقم و سدرم توئی — من سقیمم عیسئ مریم توئی
میں عشق کا جبرئیل ہوں اور تو میرا سدرہ ہے — میں بیمار ہوں اور میرا عیسٰی (ابن) مریم تو ہے

جوش دہ آں بحرِ گوہر بار را — خوش بپرس امروز ایں بیمار را
موتی برسانے والے اُس سمندر کو جوش میں لا — آج اُس بیمار کی اچھی طرح (مزاج) پُرسی کر لے

چوں تو آنِ اُو شدی بحرانِ تست — گرچہ ایں دم نوبتِ بحرانِ تست
جب تو اُس کا ہوگیا سمندر تیری ملکیت ہے — اگرچہ اِس وقت تیرے بحران کی باری ہے

ایں خود آں نالہ است کو کرد آشکار — آنچہ پنہان ست یارب زینہار
یہ وہ نالہ ہے جس کو اُس نے ظاہر کیا ہے — جو چھپا ہوا ہے، خدا کی پناہ

دو[3] دہاں داریم گویا ہمچو نے — یک دہاں پنہانست در لبہائے وے
ہم نے کی طرح دو بولتے والے مُنہ رکھتے ہیں — ایک مُنہ اُس کے ہونٹوں میں پوشیدہ ہے

یک دہاں نالاں شدہ سُوئے شما — ہائے و ہوئے در فگندہ در ہوا
ایک مُنہ تمہاری جانب نالہ کر رہا ہے — اُس نے فضا میں شور برپا کر دیا ہے

لیک داند ہر کہ اُو را منظر ست — کہ فغانِ ایں سرے ہم زاں سرست
لیکن ہر وہ شخص جانتا ہے جس میں نظر ہے — کہ اِس جانب کی فریاد بھی اُس جانب کی ہے

اُس کے مُنہ میں پھونکتا ہے اِسی طرح میرا نالہ و شیون بھی اُس محبوب کا فعل ہے۔ لیکن۔ جو صاحب نظر ہے وہ جانتا ہے کہ میری آہ و فغان میری نہیں ہے بلکہ وہی محبوب مجھ سے کرا رہا ہے۔

[1] چینہ۔ چونکہ اُن روحوں کو آپ کی صحبت سے غذا ملتی ہے لہٰذا وہ اُسی کی شیدائی ہیں گردمے۔ اگر کسی وقت یہ روح مُنکر ہوتی ہے یعنی تقاضائے عشق و محبت کی ادائیگی میں کوتاہی کرتی ہے تو شحنۂ عشق پھر آگ کو بھڑکا دیتا ہے۔ مکرر یعنی شحنۂ عشق بار بار اپنا کینہ نکالنے والا ہے۔ کہ بیا۔ عشق کا کوتوال کہتا ہے کہ چاند یعنی محبوب کی طرف رجوع کر۔ شحنۂ عشق سے خود عشق مُراد لیا جائے اور شاہِ عشق سے مراد محبوب ہے۔ گرد۔ مولانا فرماتے ہیں میں ضیاء الحق کی اٹاری کا کبوتر ہوں۔

[2] جبرئیل۔ حضرت جبرئیل کا مُنتہٰی سِدرۃُ المنتہٰی ہے۔ جوش۔ اپنے فیوض و برکات کے سمندر کو جوش دیجئے اور مجھ بیمار کی اچھی طرح پرسش کیجئے۔ چوں۔ بحر سے مراد حق تعالٰے ہے حدیث شریف ہے مَن کَانَ لِلّٰہِ کَانَ اللّٰہُ لَہٗ "جو خدا کا ہوگیا خدا اُس کا ہوگیا" گرچہ۔ فی الحال اگرچہ تجھے یہ مرتبہ حاصل نہیں ہے۔ ایں خود۔ میں التجا اور زاری کر رہا ہوں یہ بھی اُسی کا عطیہ ہے اور یہ اُس درد کا تھوڑا سا اظہار ہے۔

[3] دو دہاں۔ جس طرح بانسری کے دو مُنہ ہوتے ہیں ایک بجانے والے کے مُنہ میں دوسرا سامعین کی جانب اور جو کچھ سننے والے سنتے ہیں وہ وہی ہوتا ہے جو نے نواز کا مُنہ

دمدمہ[۱] ایں نایِ از دمہائے اُوست
اِس نے کا شور اُس کی پھونکوں سے ہے
ہائے ہوئے رُوح از ہیہائے اُوست
روح کی ہائے وہو اُس کی ہائے وہو کی وجہ سے ہے

گر نبودے بالبش نے را سَمَر
اگر نے کا اُس کے ہونٹوں سے وصل نہ ہوتا
نے جہاں را پُر نکردے از شکر
نے، دنیا کو شکر سے پُر نہ کرتی

با کہ خفتی وز چہ پہلو خاستی
آپ کس کے ساتھ سوئے اور کس پہلو سے بیدار ہوئے؟
کہ چنیں پُر جوش چوں دریاستی
کہ آپ ایسے جوش میں، دریا کی طرح ہیں

یا اَبِیتُ عِندَ رَبّی خواندی
یا آپ نے میں اپنے خدا کے پاس رات گذارتا ہوں پڑھا ہے؟
در دلِ دریائے آتش راندی
اپنے آپ کو آگ کے دریا کے وسط میں ڈال دیا ہے

نعرہ[۲] یا نارُ کُونِی بارِدًا
اے آگ تو ٹھنڈی ہو جا کا نعرہ
عصمتِ جانِ تو گشت اے مُقتدا
اے مقتدا! آپ کی جان کی حفاظت بن گیا ہے

اے ضیاء الحق حُسام الدین و دل
اے ضیاء الحق! آپ دین اور دل کی تلوار ہیں
کے تواں اندود خورشیدے بگل
سورج کو مٹی میں کب چھپایا جاسکتا ہے؟

قصد کردستند ایں گِل پارہا
اِن مٹی کے ڈھیلوں نے ارادہ کیا ہے
کہ بپوشانند خورشیدِ ترا
کہ آپ کے سورج کو چھپا دیں

در دلِ کہ لعلہا دلّالِ تُست
پہاڑ کے دل کے لعل آپ کے دلّال ہیں
باغہا از خندہ مالا مالِ تُست
باغ مسکراہٹ میں آپ سے مالا مال ہیں

محرمِ مردیت را کو رُستمے
آپ کی جوانمردی کا رازدار رستم کہاں ہے؟
تا ز صد خرمن یکے جو گفتمے
کہ سیکڑوں انباروں میں سے ایک جو بھر بیان کر دیتا

چوں[۳] نخواہم کز سِرت آہے کنم
میں جب چاہتا ہوں کہ آپ کے راز کی ایک آہ کروں
چوں علیؓ سر را فرو چاہے کنم
(حضرت) علیؓ کی طرح سر کنویں میں کرتا ہوں

چونکہ اِخواں را دل کینہ ور است
چونکہ بھائیوں کا دل کینہ ور ہے
یوسفم را قعرِ چہ اَولیٰ تر است
میرے یوسف کے لئے کنویں کی گہرائی زیادہ بہتر ہے

مست گشتم خویش بر غوغا زنم
میں مست ہو گیا ہوں میں اپنے آپکو شور و غل پر پھینکے مارتا ہوں
چہ چہ باشد خیمہ بر صحرا زنم
کنواں کیا ہوتا ہے، جنگل میں خیمہ لگاتا ہوں

۱ دمدمہ ۔ اِس بانسری کا جو کچھ شور ہے وہ اُنکی پھونکوں کا اثر ہے ۔ اَلسُّلطانُ یَتَصَرَّفُ فِی مُلکِہٖ کَیفَ یَشَاءُ "بادشاہ اپنی ملکیت میں جس طرح چاہتا ہے تصرف کرتا ہے" ۔ اگر نبودے ۔ اگر یہ نالہ و زاری محبوب کی جانب سے نہ ہوتی تو اِس میں اِس قدر جذب نہ ہوتا اور وہ دنیا کو شکر سے پُر نہ کرتا ۔ با کہ خفتی ۔ اے ضیاء الحق یقیناً آپ رات کو عشق کے ہم آغوش تھے تب ہی آپ میں اِس قدر جوش و خروش ہے ۔ یا ابیتُ ۔ آنحضورؐ کا ارشاد ہے "اَبِیتُ عِندَ رَبّی یُطعِمُنِی وَیَسقِینِی" "میں اپنے رب کے پاس رات گزارتا ہوں تو مجھے کھلا پلا دیتا ہے" یعنی آپ کو رات میں وصلِ حق میسر آیا ہے ۔

۲ نعرہ ۔ اِسکا مطلب یہ ہے کہ آپ نے خود کو عشق کی آگ میں ڈال دیا پھر بھی آپ زندہ ہیں معلوم ہوتا ہے کہ آپ کیساتھ حضرت ابراہیمؑ والا معجزہ پیش آیا ہے ۔ اے ضیاء الحق ۔ جبکہ تمہارے جوش و خروش سے بہت سے مستفید ہو رہے ہیں تو چند حاسدوں کے سورج پر مٹی ڈالنے سے سورج نہیں چھپ سکتا ۔ گِل پارہا ۔ مٹی کے ڈھیلے ۔ محرم ۔ آپ میں جو کمالات ہیں اگر کوئی اُنکو کہنے کی صلاحیت رکھتا ہو تو میں اِس خرمن میں سے ایک جو کی بقدر بیان کر سکتا ہوں ۔ اِس شعر میں "را" زاید ہے ۔

۳ چوں نخواہم ۔ حضرت علیؓ کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ جب بعض اسرار کے چھپانے سے عاجز آجاتے تھے اور کوئی ہمراز نہ

تھا جس کو سنا کر دل ہلکا کر سکیں تو کنویں میں منہ ڈالکر وہ راز کہدیتے تھے ۔ چونکہ ۔ جب باہر دشمن ہی دشمن ہوں تو پھر کنواں ہی بہتر ہے ایسی جاں تو بچی رہے گی ۔ تست ۔ لیکن اب میری کیفیت یہ ہے کہ مستی کی زیادتی کیوجہ سے رازوں کے چھپانے پر قدرت نہیں ہے لہذا اب میں علی الاعلان راز کہدوں گا ۔

[۱] بر کفِ من نہ شرابِ آتشیں — وانگہاں کرّ و فرِ مستانہ بیں

میرے ہاتھ پر آتشیں شراب رکھ دو — پھر مستانہ شان و شوکت دیکھو

منتظر گو باش بے گنج آں فقیر — زانکہ ما غرقیم ایں دم در عصیر

کہدو، وہ فقیر بغیر خزانہ کے منتظر رہے — کیونکہ ہم اِس وقت شراب میں غرق ہیں

از خدا خواہ اے فقیر ایں دم پناہ — از منِ غرقہ شدہ یاری مخواہ

اے فقیر! اِس وقت خدا سے پناہ چاہ — مجھ ڈوبے ہوئے سے مدد نہ چاہ

کہ مرا پروائے ایں اسناد نیست — از خود و از ریشِ خویشم یاد نیست

کیونکہ مجھے اِس سند کی پروا نہیں ہے — مجھے اپنی اور اپنی داڑھی کی یاد نہیں ہے

بادِ سُبلت کے بگنجد و آبِ رُو — [۲] در شرابے کہ نگنجد تارِ مُو

آبرو اور غرور کہاں سمائے گا؟ — اُس شراب میں جس میں بال نہیں سماتا ہے

دردِہ اے ساقی یکے رطلِ گراں — خواجہ را از ریش و سُبلت وا رہاں

اے ساقی! ایک بھاری جام دے — خواجہ کو داڑھی اور مونچھوں سے نجات دے

نخوتش بر ما سبالے میزند — لیک ریش از رشکِ ما بر میکند

اُس کا تکبر ہم پر مونچھوں کو تاؤ دیتا ہے — لیکن وہ ہمارے رشک سے داڑھی نوچتا ہے

ماتِ اُو شو ماتِ اُو شو ماتِ اُو — کہ ہمیدانیم تزویراتِ اُو

تو اُس سے مات کھا، تو اُس سے مات کھا، اُس سے — کیونکہ ہم تو اُس کی مکاریاں جانتے ہیں

[۳] از پسِ صد سال آنچہ آید برو — پیر می بیند معیّن مُو بمُو

سو سال بعد جو اس پر آئے گا — شیخ معین طریقہ پر بموجود دیکھ لیتا ہے

اندر آئینہ چہ بیند مردِ عام — کہ نہ بیند پیر اندر خشتِ خام

عام انسان آئینہ میں وہ کونسی چیز دیکھتا ہے؟ — جو شیخ کچی اینٹ میں نہ دیکھ لے

آنچہ لحیانی بخانہ خود ندید — ہست بر کوسہ یکایک آں پدید

جو کچھ داڑھیلے نے اپنے گھر میں نہ دیکھا — وہ بے ریش پر ایک ایک ظاہر ہے

---

[۱] بر کف۔ ایک توجہ اور ڈال دیجئے پھر میری مستی کی شان دیکھئے۔ منتظر۔ اگرچہ فقیر کا قصہ ختم ہونے تک میں پورا نہیں کر سکا ہوں اور وہ اس خزانہ کا منتظر ہے لیکن مجھ پر شراب کی مستی طاری ہے، اب مجھے اس کی بھلائی کی کوشش کی فرصت نہیں ہے۔ عصیر یعنی انگور کا نچوڑ، شراب۔ از خدا۔ اب میں فقیر کی کوئی مدد نہیں کر سکتا وہ صرف خدا کی پناہ چاہے۔ اسناد۔ یعنی وہ پرچہ جس میں خزانہ کی بات مذکور تھی۔ از خود۔ میں خود اپنے آپ کو فراموش کر چکا ہوں تو پرچہ کی مجھے کیا پروا ہے۔ بادِ سبلت۔ تکبر و غرور۔ آبرو۔ وجاہت۔

[۲] در شرابے۔ جو شراب اس قدر مصفّٰی ہے کہ اس میں بال بھی نظر آجاتا ہے اس شراب کے بعد انسان میں تکبر اور حبِ جاہ بالکل باقی نہیں رہتی۔ دردہ۔ تکبر و غرور کے ازالہ کا یہی علاج ہے کہ انسان شرابِ عشق پیے۔ رطلِ گراں۔ بڑا پیمانہ۔ نخوتش چونکہ خواجہ شرابِ عشق سے خالی ہے اور ہماری مستی کے خلاف مونچھوں کو تاؤ دیتا ہے یعنی تفاخر کرتا ہے لیکن اس کے اس فعل کا ضرر اسی کو پہنچتا ہے اور وہ خود اپنی داڑھی نوچتا ہے۔ ماتِ او شو۔ اب اس خواجہ کو تو جھک کہتے ہیں اچھا اگر تو ہم فقیروں سے تکبر کرتا ہے تو کرتا رہ ہمیں اس کا کوئی نقصان نہ پہنچے گا ہم اس تکبر کی مکاریوں سے واقف ہیں۔

[۳] از پس۔ تجھے لامحالہ اپنے اس غرور کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا تو اس کی سزا کو فی الحال نہیں دیکھ رہا ہے لیکن ہمیں وہ نظر آرہی ہے۔ اندر آئینہ۔ سزا اور تکبر کے بد نتائج جو تو سو سال کے بعد دیکھے گا ہمیں ابھی سے نظر آرہے ہیں عوام جس چیز کو آئینہ میں دیکھتے ہیں شیوخ اس کو کچی اینٹ میں دیکھ لیتے ہیں جس پر معمولی جلا بھی نہیں ہوتی ہے لحیانی۔ گھر کے اندر کی چیز جو داڑھی والا نہیں دیکھ پاتا بچہ اس کو دیکھ لیتا ہے محرموں کے چھپے ہوئے اعضاء بڑی عمر کا انسان نہیں دیکھ پاتا بچے دیکھ لیتے ہیں۔

رَوْ[1] بدریائے کہ ماہی زادۂ
تو دریا میں جا، کیونکہ تو مچھلی کا جنا ہے
ہمچو خس در ریش چوں افتادۂ
داڑھی میں تنکے کی طرح کیوں پڑا ہے؟

خس نۂ، دور از تو، رشکِ گوہری
تو تنکا نہیں ہے، تجھ سے دور، تو رشکِ گوہر ہے
درمیانِ موج و بحر اولیٰ تری
تو موج اور سمندر میں زیادہ مناسب ہے

بحرِ وحدانیست فرد و زوج نیست
وہ وحدانی سمندر ہے، وہ فرد اور زوج نہیں ہے
گوہر و ماہیش غیر از موج نیست
اس کا گوہر اور مچھلی موج کے سوا نہیں ہے

اے محال و اے محال اشراکِ اُو
اے مخاطب! محال در محال ہے اُسکا شریک کرنا
دور ازاں دریا و موجِ پاکِ اُو
اس دریا اور اس کی پاک موج سے بعید ہے

نیست[2] اندر بحر شرک و پیچ پیچ
دریا میں شرک اور اینچ پینچ نہیں ہے
لیک با احول چگویم ہیچ ہیچ
لیکن بھینگے سے کیا کہوں، کچھ نہیں کچھ نہیں

چونکہ جفتِ احولانیم اے شمن
اے برہمن! چونکہ ہم بھینگوں کے ساتھی ہیں
لازم آمد مُشرکانہ دم زدن
مشرکانہ باتیں کرنا ضروری ہوگیا

آں یکے کہ زانسوئے وصفست و حال
وہ ذات جو وصف اور خیال سے وراء ہے
جز دُوئی ناید بمیدانِ مقال
گفتگو کے میدان میں بجز دوئی کے نہیں آتی

یا[3] چو احول ایں دُوئی را نوش کن
یا تو بھینگے کی طرح اس دوئی کو پی جا
یا دہاں بر بند و خوش خاموش کن
یا منہ بند کرلے اور اچھی طرح چپ ہوجا

یا بنوبت گہ سکوت و گہ کلام
یا باری باری، کبھی خاموشی اور کبھی گفتگو
احولانہ طبل می زن والسّلام
بھینگوں کی طرح نقارہ بجا والسلام

چوں بہ بینی محرمے گو سرِّ جاں
جب تو کوئی محرم دیکھے، جان کا راز کہہ
گُل بہ بینی نعرہ زن چوں بلبلاں
پھول دیکھے تو بلبلوں کی طرح نعرہ لگا

---

[1] رَوْ بدریا۔ بصر منفرد کو خطاب ہے کہ تو عاشق زادہ ہے آدم ع کی اولاد ہے تیرا ماویٰ اور ملجا دریائے عشق ہے تو تنکے کی طرح داڑھی یعنی غرور و تکبر میں کیوں مبتلا ہے۔ خس نۂ۔ داڑھی سے تنکے کا تعلق ہے موتی کا تعلق دریا سے ہے تو موتی ہے نہ کہ تنکا۔ بحر۔ چونکہ گذشتہ اشعار میں حضرت حق تعالیٰ کو بحر سے تشبیہ دی تھی اور اس بحر کے لئے موتی، مچھلی اور موج ثابت کی تھی اس سے جو شبہات پیدا ہوتے تھے ان کا ازالہ شروع کیا ہے کہ خدا بحر تو ہے لیکن وہ ایسا بحرِ وحدانیت ہے کہ نہ اس کو فرد کہا جاسکتا ہے نہ زوج یعنی وہ کسی عدد کے ساتھ متصف نہیں ہوسکتا۔ امام اعظم رح کا مقولہ ہے۔ اَللّٰہُ وَاحِدٌ لَیْسَ وِحْدَتُہٗ۔۔۔ کَوِحْدَۃِ الْاَعْدَادِ بَلْ بِمَعْنٰی اَنَّہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ۔ خدا واحد ہے لیکن اس کی وحدت عددوں کی وحدت نہیں ہے بلکہ اس کے یہ معنیٰ ہیں کہ اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اُس کے گوہر یعنی ملائکہ اور مقربین الٰہی اس کی مچھلی یعنی عاشق اُن کا وجود عینِ وجودِ حق ہے۔

[2] نیست۔ اس بحر کا کوئی شریک نہیں ہے وہاں موجود بھی عینِ ذات ہے لَا مَوْجُوْدَ اِلَّا اللّٰہُ۔ سوائے اللہ کے وجودِ مستقل سے کوئی متصف نہیں ہے۔ احول بھینگا جس کو ایک وجود کے دو وجود نظر آتے ہیں۔ وجودِ واجب کے علاوہ کسی اور کو وجودِ مستقل سے موصوف ماننا تو شرک ہے، لیکن صوفیاء کے نزدیک بغیر اس عقیدے کے کسی کے ساتھ وہ معاملہ کرنا جو وجودِ مستقل کے ساتھ کیا جاتا ہے، یہ بھی شرک ہے بھینگے کو وجود کی وحدت سمجھانا مشکل ہے لہٰذا میں اُس سے کچھ نہیں کہتا ہوں۔ لازم آمد۔ مجبوراً سمجھانے کیلئے متکلمین کو کہنا پڑتا ہے کہ موجودات سے صانع کے وجود کو سمجھو حالانکہ ممکنات کا وجود وجود ہی نہیں ہے۔ آں یکے۔ حضرت حق تعالیٰ کی وحدت موصوف یعنی بیانِ لفظی اور خیالی یعنی تصور سے بالاتر ہے اب اگر اسکو سمجھاؤ گے تو لامحالہ دوئی پیدا ہوگی ۔۔۔۔۔

[3] یا چو احول۔ اب یا تو بھینگے کی طرح اس دوئی کو گوارہ کرلو ورنہ خاموش رہو۔ یا بنوبت۔ یا ایسا کرو کہ جب صاحبِ باطن ملے اُس کو سمجھادو ورنہ خاموشی اختیار کرو۔ چوں بہ بینی۔ جب رازدار ملے تو اُس سے توحید عارفین کی بات کر یا کرو وہ محرم بمنزلہ گل کے ہے اُس کے سامنے بلبلانہ نعرے لگاؤ۔

چون[1] بہ بینی مشک پُر مکر و مجاز | لب بہ بند و خویشتن را خُنب ساز
جب تو کوئی مُشک، مکر اور مجاز سے پُر دیکھے | (تو) ہونٹ بند کرلے اور اپنے آپ کو مٹکا بنالے

دشمنِ آبست پیشِ اُو مجُنب | ورنہ سنگِ جہلِ اُو بشکست خُنب
وہ پانی کا دشمن ہے اُس کے سامنے نہ ہِل | ورنہ اُس کی جہالت کا پتھر مٹکا پھوڑ دے گا

با سیاستہائے جاہل صبر کُن | خوش مدارا کُن بعقلِ من لَدُن
جاہل کی تکالیف پر صبر کر | خدائی عقل کے ذریعہ اچھی خاطر تواضع کر

صبر با نا اہل اہلاں را جلے ست | صبر صافی میکند ہر جا دلے ست
نا اہلوں کے ساتھ اہلوں کا صبر کرنا جلا ہے | جہاں کہیں کوئی دل ہے صبر اُسکو صاف کردیتا ہے

آتشِ[2] نمرود ابراہیمؑ را | صفوت آئینہ آمد در جِلا
نمرود کی آگ (حضرت) ابراہیمؑ کے لئے | جلا میں آئینہ کی صفائی ثابت ہوئی

جورِ کفر نوحیان و صبر نوحؑ | نوحؑ را شد صیقلِ مرآت رُوح
نوحؑ والوں کے کفر کا ظلم اور (حضرت) نوحؑ کا صبر | (حضرت) نوحؑ کے لئے رُوح کے آئینہ کا صیقل بنا

حکایت آں مُرید شیخ ابوالحسن خرقانی قدس اللہ سرہ العزیز

شیخ ابوالحسن خرقانی قدس سرّہٗ کے مُرید کا قصہ

رُفت درویشے ز شہرِ طالقان | بہر صیتِ بوالحسنؒ تا خارقان[3]
ایک درویش طالقان سے روانہ ہوا | خارقان کے لئے ابوالحسنؒ کی شہرت کی وجہ سے

کوہہا برید و وادیِ دراز | بہرِ دیدِ شیخ با صدق و نیاز
پہاڑ اور دراز وادی قطع کی | سچائی اور نیازمندی کیساتھ، شیخ کے دیدار کیلئے

آنچہ در رہ دید از جور و ستم | گرچہ در خورد ست کوتہ می کُنم
جو ظلم و ستم اُس نے راستہ میں دیکھے | اگرچہ (بیان کے) لائق ہیں میں مختصر کرتا ہوں

چوں بمقصد آمد از راہ آں جواں | خانۂ آں شاہ را جُست اُو نشاں
جب وہ جوان راستہ سے مقصود پر پہنچا | اُس نے اُن شاہ کے گھر کا پتا تلاش کیا

چوں بصد حُرمت بزد حلقہ دَرش | زن بروں کرد از درِ خانہ سَرش
جب بصد احترام اُس نے اُنکے دروازے کی کُنڈی بجائی | عورت نے دروازے سے باہر اپنا سر نکالا

کہ چہ میخواہی بگو اے بُوالکرم | گفت بر قصدِ زیارت آمدم
اے صاحبِ کرم! بتا تو کیا چاہتا ہے؟ | اُس نے کہا کہ میں زیارت کے ارادہ سے آیا ہوں

---

[1] چوں بہ بینی - جب تو غیر عارف کو دیکھے اور وہ ایک مشک ہے جو مکر اور مجاز سے پُر ہے تو سر بمہر مٹکے کی طرح بن جا اور ہونٹ نہ ہلا - دشمن - یعنی وہ اسرار کا دشمن ہے جو تجھ میں ہیں اور تو ظاہر کرے گا تو وہ تجھے ستائے گا۔ باسیاستہائے - لیکن اگر وہ بغیر اظہار اسرار کے بھی ستائیں تو اُن کی ایذا رسانی کی وجہ سے تو اُن کو ایذا نہ پہنچا صبر کر اس میں تیرا فائدہ ہے تیرے دل میں صفائی پیدا ہوگی۔

[2] آتش - نمرود کی آگ نے حضرت ابراہیمؑ کے قلب کو مزید مصفیٰ کردیا - جورِ کفر - حضرت نوحؑ کو قوم نے ستایا تو اُن کے مراتب روحانی اور بلند ہوگئے - حکایت - اس حکایت سے یہ بتایا ہے کہ شیخ ابوالحسن خرقانی رح کو بیوی کی اذیتیں برداشت کرنے سے بڑے مراتب حاصل ہوئے تھے۔ طالقان - ایک شہر کا نام ہے۔ صیت - شہرت۔

[3] خارقان - خراسان کے نزدیک ایک گاؤں ہے اُس کو خرقان بھی کہتے ہیں اسی لئے شیخ کی نسبت خرقانی ہے۔ گرچہ - اگرچہ وہ مصائب بیان کرنے کے قابل ہیں لیکن میں بات کو مختصر کئے دیتا ہوں۔ آں شاہ - شیخ ابوالحسن خرقانیؒ۔ حلقۂ در - دروازے کی کُنڈی۔ زن - یعنی شیخ کی بیوی۔ زیارت - یعنی شیخ کی زیارت۔

خندہ زد زن کہ خہ خہ۱ ریش بیں | ایں سفر گیری و ایں تشویش بیں
عورت نے قہقہہ لگایا، کہ واہ واہ داڑھی دیکھ | اِس سفر کرنے اور پریشانی کو دیکھ

خود ترا کارے نبُود آں جایگاہ | کہ بہ بیہودہ کُنی ایں عزمِ راہ
اُس جگہ تجھے کوئی کام نہ تھا؟ | کہ تونے خواہ مخواہ راستہ کا ارادہ کیا

اِشتہائے گول گردی آمدت | یا ملولیِ وطن غالب شُدت
تجھے احمقانہ گردش کی خواہش ہوئی | یا وطن کی تکلیف تجھ پر غالب ہوئی

یا مگر دیوت دوشاخہ بر نہاد | بر تو وسواسِ سفر را در کشاد
یا شاید شیطان نے دوشاخہ رکھ دیا | تجھ پر سفر کے وسوسہ کا دروازہ کھول دیا

گفت نافرجام و فحش و دمدمہ | من۲ نتانم باز گفتن آں ہمہ
اُس نے نامناسب اور فحش اور لغو باتیں کیں | میں وہ سب نہیں کہہ سکتا ہوں

از مثل و ز ریشخندِ بے حسیب | آں مُرید افتاد از غم در نشیب
مثل اور بے حساب مذاق | وہ مُرید غم سے گڑھے میں گر گیا

پُرسیدن آں وارد از حرمِ شیخ کہ شیخ کجاست و کُجا جُویم و
اُس آنے والے کا شیخ کی بیوی سے معلوم کرنا کہ شیخ کہاں ہیں اور کہاں تلاش

جوابِ نافرجام دادنِ حرمِ شیخ آں مُرید را
کروں اور اُس مُرید کو شیخ کی بیوی کا نامناسب جواب دینا

اَشکش از دیدہ بجُست و گفت اُو | باہمہ آں شاہِ شیریں نام کُو
اُس کی آنکھ سے آنسو بہہ پڑے اور اُس نے کہا | باوجود اس کے وہ شیریں نام شاہ کہاں ہیں؟

گفت۳ آں سالوس زرّاقِ تہی | دامِ گولان و کمندِ گمرہی
اُس نے کہا وہ مکّار، ریاکار، کورا | احمقوں کا جال اور گمراہی کا پھانسہ

صد ہزاراں خام ریشاں ہمچو تُو | اُوفتادہ از وے اندر صد عتوّ
تجھ جیسے لاکھوں بے عقل | ... کی وجہ سے صدہا سرکشی میں مبتلا ہو گئے ہیں

گر نہ بینیش و سلامت وا روی | خیرِ تو باشد نگردی زُو غوی
اگر تو اُسے نہ دیکھے اور سلامتی سے واپس چلا جائے | تیرے لئے بہتر ہوگا تو اس کی وجہ سے گمراہ نہ ہوگا

لاف کیشے کاسہ لیسے طبل خوار | بانگِ طبلش رفتہ اطراف و دیار
شیخی باز، لالچی، پیٹو ہے | اُسکے ڈھول کی آواز اطراف اور ملکوں میں پہنچ گئی ہے

---

۱ خہ خہ۔ واہ واہ، کیا خوب ریش یعنی اپنی داڑھی کو دیکھ اُس کے ہوتے ہوئے یہ بیوقوفی! خود۔ تجھے اپنے گھر کوئی کام نہ تھا کہ یہ بیہودہ سفر اختیار کیا۔ اِشتہائے۔ یا تو تجھے احمقوں کی طرح آوارہ گردی پسند ہے یا تجھے وطن کاٹتا ہے۔ دوشاخہ۔ ایک لکڑی تھی جس سے گردن کو شکنجہ میں کستے تھے۔ نافرجام۔ نالائق، نامناسب۔

۲ من نتانم۔ اُن کا نقل کرنا بھی گستاخی ہے۔ بے حسیب۔ بے حساب۔ نشیب۔ گڑھا۔ وارد۔ آنیوالا۔ حرمِ شیخ۔ شیخ کی بیوی۔ اَشکش۔ بیوی کے شیخ کو بُرا بھلا کہنے سے وہ رو پڑا اور بولا کہ بہر حال یہ بتادے کہ شیخ کہاں ہیں۔

۳ گفت۔ وہ شیخ کو بُرے بُرے القاب سے ذکر کر کے بولی اگر تو اُس کو نہ دیکھے تو اسی میں تیری خیر ہے۔ تہی۔ کمالات سے خالی۔ خام ریشاں۔ ناتجربہ کار، بے عقل۔ عتو۔ سرکشی یعنی گمراہی۔ غوی۔ گمراہ۔

سبطیؔ اند این قوم گوساله پرست یہ بچھڑے کی پجاری قوم سبطی ہے	بر چنین گاوے همی مالند دست وہ ایسے بیل پر ہاتھ پھیر رہے ہیں
جیفهٔ اللیل ست و بطّال النهار وہ رات کا مُردار اور دن کا جھوٹا ہے	هر که او شد غرّهٔ این طبل خوار جو اس پیٹو پر فریفتہ ہوا
هشتهؔ اند این قوم صد علم و کمال اس قوم نے سینکڑوں علم و کمال چھوڑے	مکر و تزویرے گرفته کاینست حال مکر اور فریب اختیار کر لیا، کہ یہ حال ہے
آلِ موسیٰؔ کو دریغا تا کنون افسوس موسیٰ کہاں ہیں؟ کہ اب	عابدانِ عجل را ریزند خون بچھڑے کے پجاریوں کی خون ریزی کریں
کو رهِ پیغمبر و اصحابِ او کہاں ہے پیغمبر اور اُن کے صحابہ کا راستہ؟	کو نماز و سُبحه و آدابِ او کہاں ہے نماز اور تسبیح اور اس کے آداب؟
شرعؔ و تقویٰ را فگنده سوئے پُشت شریعت اور تقوے کو پس پشت پھینکدیا ہے	کو عمرؓ کو امرِ معروفِ دُرُشت کہاں ہیں عمرؓ، کہاں ہے بھلائی کا سخت حکم؟
کاین اباحت زین جماعت فاش شُد کیونکہ یہ اباحت اس جماعت سے پھیلی ہے	رخصتِ هر مُفلس و قلّاش شُد ہر مفلس اور آوارہ کو رخصت مل گئی

جواب گفتنِ مُرید و زجر کردنِ او آں طعانہ را از کفر و بیهوده گفتن

مُرید کا جواب دینا اور اس طعنہ زن کو کفر اور بیہودہ گوئی سے جھڑکنا

بانگ زد بر وے جوان و گفت بس جوان اس پر چیخ پڑا اور بولا بس	روزِ روشن از کجا آمد عَسس روشن دن میں رات کا کوتوال کہاں سے آگیا؟
نورِؔ مرداں مشرق و مغرب گرفت مردانِ خدا کے نور نے مشرق اور مغرب کو گھیر لیا	آسمانها سجده کردند از شگفت آسمانوں نے تعجب سے سجدہ کیا
آفتابِ حق بر آمد از حَمَل چھپر کھٹوں سے حق کا سورج طلوع کر آیا	زیرِ چادر رفت خورشید از خجل سورج شرمندگی سے چادر کے نیچے چلا گیا
تُرهاتِ چوں تو ابلیسے مرا تجھ جیسے شیطان کی بکواس مجھے	کے بگرداند ز خاکِ این سرا اس گھر کی خاک سے کب ہٹا سکتی ہے؟
مَن نه بادے نامدم همچوں سحاب میں ابر کی طرح ہوا کے ذریعہ نہیں آیا ہوں	تا بگردے باز گردم زین جناب کہ ایک گرد سے اس درگاہ سے واپس ہو جاؤں

۱ه سبطی اند۔ اس کے مُرید بھی وہ اسرائیلی ہیں جو بچھڑے کو پوجنے لگے۔ چنیں گاوے۔ یعنی شیخ۔ جیفہ۔ جو شخص اس کا مُرید اور مُعتقد ہے وہ رات کو مُردار کی طرح پڑا سوتا رہتا ہے اور دن کو بھی اس کے کچھ اشغال نہیں ہیں۔ ہشتہ۔ تمام صوفی ایسے ہی ہوتے ہیں کہ علم و کمال کو چھوڑ کر کہتے ہیں کہ یہ ایک باطنی حال ہے۔ آلِ موسیٰ۔ یعنی علمارِ حق۔ کو۔ ان صوفیوں نے رسولؐ اور صحابہ کی سنّت کو مٹا دیا اور نماز روزہ ختم کر دیا۔ سُبحہ۔ تسبیح۔

۲ه شرع۔ ان لوگوں نے شریعت اور تقوے کو پس پشت ڈال دیا اس وقت حضرت عمرؓ جیسے شخص کی ضرورت ہے۔ اِباحت۔ یعنی حرام کو حلال سمجھا۔ قلّاش۔ بے نام و ننگ، مُفلس۔ طعّانہ۔ طعنہ زن عورت یعنی شیخ کی بیوی۔ عَسَس۔ حفاظت کے لئے رات کو پہرے دینے والا۔ شیخ کو روزِ روشن سے تعبیر کیا اور بیوی کو رات کا کوتوال کہا ہے۔

۳ه نورِ مرداں۔ تو بزرگوں اور صوفیوں کو بُرا کہہ رہی ہے حالانکہ اُن کی شان یہ ہے کہ مشرق اور مغرب اُن کے نور سے مُنوّر ہے اُن کی عظمت کے سامنے آسمان کا سر جھکا ہوا ہے۔ آفتاب۔ انہیں جو نور ہے وہ آفتاب میں کہاں ہے۔ تُرّہات۔ جب میرے یہ عقیدے ہیں تو تجھ شیطان کے بہکانے سے میں اس شیخ کے در کو کب چھوڑ سکتا

ہوں۔ بن بادے۔ میں ہوائی باتیں سنکر نہیں آیا ہوں لہٰذا تیری گرد یعنی گالی گلوچ مجھے اس بارگاہ سے واپس نہیں کر سکتی ہے

عجلؔ باآں نور شُد قبلہ کرم
اُس نور کے ہوتے ہوئے بچھڑا بھی قبلۂ کرم ہوگیا
قبلہ بے آں نور شُد کفر و صنم
اُس نور کے بغیر قبلہ کُفر اور بُت ہوگیا

ہست اِباحت کز ہوا آمد ضلال
جو اباحتؔ خواہشِ نفس سے آئے وہ گمراہی ہے
ہست اِباحت کز خدا آمد کمال
جو اباحت خدا کی جانب سے آئے وہ کمال ہے

کُفر ایماں گشت و دیو اسلام یافت
کفر ایمان ہوگیا اور شیطان نے اسلام پالیا
آںؔ طرف کاں نورِ بے اندازہ تافت
جس طرف وہ غیر محدود نور چمکا

مَظہرِ عشق ست و محبوبِ بحق
عشق کا مظہر ہے اللہ (تعالیٰ) کا محبوب ہے
از ہمہ کرّوبیاں بُردہ سبق
تمام (مقربِ بارگاہ) فرشتوں سے بڑھ گیا

سجدہ آدمؑ را بیانِ سبقِ اُوست
آدمؑ کو سجدہ اس کی افضلیت کا بیان ہے
سجدہ آرد مغز را پیوستہ پُوست
جُڑا ہوا چھلکا مغز کو سجدہ کرتا ہے

شمعِ حق را پُف کنی تو اے عجوز
اے بڑھیا! تو خدائی شمع کو پھونک مار رہی ہے
ہم تو سوزی ہم سرت اے گندہ پُوز
اے گندہ دہن! تو بھی جل جائے گی اور تیرا سر بھی

کے شَوَد دریا ز پوزِ سگ نجس
کُتّے کے مُنہ سے دریا کب ناپاک ہوتا ہے؟
کے شود خورشید از پُف منطمس
سورج، پھونک سے کب مٹتا ہے؟

حکم بر ظاہر اگر ہم می کنی
اگر تو ظاہر پر بھی حکم لگاتی ہے
چیست ظاہر تر بگو زیں روشنی
تو بتا اِس روشنی سے زیادہ ظاہر کیا ہے؟

جملہؔ ظاہر ہا بہ پیشِ ایں ظہور
اِس ظہور کے سامنے سب ظاہر
باشد اندر غایتِ نقص و قصور
کمی اور کوتاہی میں انتہا پر ہیں

ہر کہ بر شمعِ خدا آرد پُفو
جو خدائی شمع پر پھونک مارے
شمع کے میرد بسوزد پوزِ اُو
شمع کب بجھے گی اُس کا مُنہ جل جائے گا

چوں تو خفاشاں بسے بینند خواب
تجھ جیسی چمگادڑیں بہت خواب دیکھتی ہیں
کایں جہاں ماند یتیم از آفتاب
کہ یہ دنیا سورج سے یتیم رہ جائے

موجہائے تیز دریاہائے روح
روح کے دریاؤں کی تیز موجیں
ہست صد چنداں کہ بُد طوفانِ نوحؑ
جتنا (حضرت) نوحؑ کا طوفان تھا اُس سے کئی سو گنا ہیں

۱ عجل. تو نے اُن کے مُریدوں کو بچھڑا پوجنے والا کہا ہے تو سُن لے کہ شیخ میں جو نور ہے وہ نورِ حق ہے اگر وہ بچھڑے میں بھی نمودار ہو جائے تو بچھڑا قبلہ بن جائے اور اگر وہ نور قبلے سے مفقود ہو جائے تو پھر اُس کو سجدہ کرنا کفر اور صنم پرستی بن جائے۔ اِباحت. تو نے کہا ہے کہ اِس گروہ سے اباحت پیدا ہوئی تو سمجھ لے کہ اباحت کی دو قسمیں ہیں، ایک اباحت تو وہ ہے جس کو اہلِ کلام اباحت کہتے ہیں یعنی حرام کو حلال سمجھ لینا۔ یہ خواہشِ نفسانی سے پیدا ہوتی ہے اور گمراہی ہے ایک اباحت وہ ہے جو غلبۂ حال سے پیدا ہوتی ہے جیسے سماع اور وجد یہ خدا کی جانب سے ہے اور کمال ہے۔

۲ آں طرف. اِس سے مُراد آنحضورؐ ہیں آپؐ نے فرمایا میرے ساتھ بھی ایک شیطان ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اُسکے برخلاف میری مدد کی اور وہ مسلمان ہوگیا۔ مَظہرِ عشق. ایسے نور والا عشق کا مَظہر ہے اور خدا کا محبوب اور فرشتوں سے افضل ہے۔ سجدہ. حضرت آدمؑ کو فرشتوں سے سجدہ کرانا اُن کی افضلیت کا بیان ہے مفضول نے افضل کو سجدہ کیا ہے۔ شمعِ حق یعنی شیخ. گندہ پوز. گندہ دہن۔ کے شود. تیرے بُرا کہنے سے شیخ بُرا نہ ہوگا۔ منطمس مٹنے والا۔ حکم. اگر تو شیخ کے باطنی اوصاف کو نہیں دیکھ سکتی اور ظاہر پر حکم لگاتی ہو تو بتا اِس ظاہر سے زیادہ روشن کس کا ظاہر ہے —— ۳ جملہ. تمام انسانوں کے ظاہری اعمال شیخ کے اعمال کے مقابلہ میں ہیچ ہیں۔ ہر کہ ـ شعر: چراغے را کہ ایزد بر فروزد ❊ ہر آنکو پُف کند ریشش بسوزد۔ چو تو. تجھ جیسی چمگادڑ کی وجہ سے شیخ جیسا آفتاب معدوم نہیں ہو سکتا۔ موجہائے. روح کے دریا کی موجیں طوفانِ نوحؑ کی موجوں سے تیز ہوتی ہیں اُن سے ڈرتی رہ۔

لیک اندر چشمِ کنعاں[۱] موئے رُست — نوحؑ و کشتی را بہشت و کوہ جست ۱۴

لیکن کنعان کی آنکھ میں بڑ دال اُگ آیا — (حضرت) نوحؑ اور کشتی کو چھوڑا اور پہاڑ پر کودا

کوہ و کنعاں را فرو بُرد آں زماں — نیم موجے تا بقعرِ امتہاں

اُس وقت پہاڑ کو اور کنعان کو، بہالے گئی — ذلت کی گہرائی میں، آدھی موج

مہ فشاند نور و سگ وَع وَع کُند — سگ ز نورِ ماہ کے مرتع کُند

چاند نور افشانی کرتا ہے اور کتا بھوں بھوں کرتا ہے — کتا چاند کے نور سے کب اقتباس کرتا ہے؟

شبروان و ہمرہانِ مہ بتگ — ترکِ رفتن کے کُنند از بانگِ سگ

رات کے مسافر اور دوڑ میں چاند کے ساتھی — کُتے کے بھونکنے سے چلنا کب چھوڑتے ہیں؟

جُزو سُوئے کُل رواں مانندِ تیر — کے کُند وقف از پئے ہر گندہ پیر

جُز کُل کی جانب، تیر کی طرح رواں ہے — وہ بُڑھیا کی وجہ سے کب ٹھہرتا ہے؟

جانِ شرع و جانِ تقویٰ عارف ست — معرفت محصولِ زُہدِ سالف ست

عارف شرع کی جان اور تقوے کی جان ہے — معرفتِ (خداوندی) پہلے تقوے کا نتیجہ ہے

زُہد[۲] اندر کاشتن کوشیدن ست — معرفت آں کشت را رُوئیدن ست

تقوے کھیتی میں کوشش کرنا ہے — معرفت اُس کھیتی کا اُگنا ہے

پس چو تن باشد جہاد و اعتقاد — جانِ ایں کشتن نبات ست و حصاد

مجاہدہ اور اعتقاد جسم کی طرح ہے — اِس بونے کا مقصد پیداوار اور کاٹنا ہے

امرِ معروف او و ہم معروف اوست — کاشفِ اسرار و ہم مکشوف اوست

وہ امر بالمعروف بھی ہیں اور معروف بھی — وہ رازوں کے کھولنے والے ہیں اور راز بھی وہی ہیں

شاہِ امروزینہ و فردائے ماست — پوست بندہ مغز نغزش دا ماست

وہ ہمارے آج اور کل کے شاہ ہیں — چھلکا، عمدہ مغز کا ہمیشہ غلام ہے

چوں[۳] انا الحق گفت شیخ و پیش بُرد — پس گلوئے جملہ کوراں را فشرد

جب شیخ نے انا الحق کہا اور آگے بڑھ گئے — تو تمام اندھوں کے گلے کو دبا دیا

چوں انائے بندہ لا شُد از وجود — پس چہ ماند تو بیندیش اے جحود

جب بندے کا وجود (ذہنی) وجود کے اعتبار سے "لا" بنِیا — اے منکر! تو سوچ کہ کیا رہ گیا؟

---

[۳] چوں انا الحق - شیخ مجسم شریعت ہے اگر وہ انا الحق کہے در ظاہر مینوں کے نزدیک حد سے تجاوز کر جائے اور اسکی وجہ سے قاہر یعنی غصہ میں مبتلا ہوں تو یہ بھی خلاف شرع نہیں ہے۔ جوں۔ جب بندہ کی اپنی ہستی اُسکے ذہن سے فراموش ہو گئی تو پھر تو خود نہیں رہا اب سوائے خدا کچھ نہیں رہا۔

[۱] کنعان۔ حضرت نوحؑ کے بیٹے کنعان نے حضرت نوحؑ اور اُنکی کشتی کو چھوڑ کر کہا سآوِی اِلیٰ جَبَلٍ یَعْصِمُنِی۔ میں پہاڑ پر ٹھکانا بنالوں گا وہ مجھے محفوظ رکھیگا۔ کوہ۔ ایک معمولی موج آئی اور اُس نے کنعان اور پہاڑ کو ڈبو دیا۔ مہ۔ کُتوں کے بھونکنے سے چاند اپنی ضوفشانی نہیں چھوڑتا ہے۔ مرتع۔ چراگاہ۔ شبروان۔ رات کے مسافر چاند کی روشنی سے فائدہ اُٹھا کر سفر کرتے رہتے ہیں کُتوں کے بھونکنے سے وہ نہیں رُکتے ہیں۔ جزو یعنی مُرید و مُعتقد۔ کُل۔ یعنی شیخ۔ گندہ پیر۔ بوڑھی عورت۔ جانِ شرع۔ عارف باللہ شریعت اور تقوے کا خلاصہ ہوتا ہے اُسکو جو معرفتِ خداوندی حاصل ہوتی ہے وہ تقوے ہی کا نتیجہ ہے۔ [۲] زہد۔ زہد اور تقویٰ کھیتی کرنے کی کوشش کی طرح ہے اور معرفتِ خداوندی اُس کھیتی کا اُگنا ہے۔ جہاد یعنی عملِ صالح اور عقیدہ جسم کی طرح ہوئے اور اِس بونے یعنی عمل اور عقیدہ کی جان روئیدگی اور اُس کا کاٹنا (معرفت) ہے۔ امرِ معروف بھلی بات کا حکم یعنی تو نے کہا تھا کہ عارف کہاں ہیں جو بھلائی کا حکم دیں یعنی شیخ میں بھلائی نہیں ہے تو سمجھ لے وہ تو خود مجسم امر بالمعروف اور خود بھلے ہیں اور اُن کے باطن کا حال یہ ہے کہ وہ کاشفِ اسرار ہیں اور خود مجسم اسرار ہیں یعنی شیخ ظاہراً و باطناً کمل ہیں شاہِ امروزینہ۔ وہ دنیا میں بھی ہمارے شاہ ہیں اور عقبیٰ میں بھی ہم پوست ہیں وہ مغز ہیں لہٰذا ہم اُنکے غلام ہیں۔

گر ترا[۱] چشم ست بکشا در نگر — بعدِ لا آخر چہ می ماند دگر
اگر تیرے آنکھ ہے، کھول، دیکھ — "لا" کے بعد آخر اور کیا رہ گیا؟

اے بُریدہ آں لب وحلق ودہاں — کہ کُند تُف سوئے مَہ یا آسماں
اے (بڑھیا) وہ ہونٹ اور حلق اور منہ کٹ جائے — جو چاند یا آسمان کی طرف تھوکے

تُف برُویش باز گردد بیشکے — تُف سُوِی گردوں نیابد مَسلکے
بیشک تھوک اُس کے منہ پر واپس آجائے گا — تھوک آسمان کی جانب راہ یاب نہیں ہوتا

تا قیامت تُف برُو بارد زرب — ہمچو تبّت بر روانِ بولہب
اللہ (تعالیٰ) کی جانب سے قیامت تک اُس پر تھوک برسیگی — جیسا کہ ابولہب کی روح پر تبّت

طبل و رایت ہست مِلکِ شہریار — سگ کسے کہ خواند اُو را طبل خوار
طبل اور جھنڈا بادشاہ کی ملکیت ہے — وہ کتا ہے، جو اُس کو پیٹو کہے

آسمانہا[۲] بندۂ ماہِ وے اند — شرق ومغرب جملہ ناں خواہِ وے اند
آسمان اُس کے چاند کے غلام ہیں — مشرق ومغرب سب اُسکی روٹی کے بھکاری ہیں

زانکہ لَولاکَ ست بر توقیعِ اُو — جملہ در انعام و در توزیعِ اُو
کیونکہ اُس کے طغرے میں "لولاک" ہے — سب اُس کے انعام اور بخشش میں ہیں

گر نبُودے[۳] اُو نیابیدے فلک — گردش ونور و مکانیِ مَلک
اگر وہ نہ ہوتا آسمان کو حاصل نہ ہوتی — گردش اور نور اور فرشتے کا مکان بننا

گر نبُودے اُو نیابیدے بحار — ہیئت ماہیّ و دُرِّ شاہوار
اگر وہ نہ ہوتا سمندر کو حاصل نہ ہوتی — مچھلی اور دُرِ شاہوار کی صورت

گر نبُودے اُو نیابیدے زمیں — در درونہ گنج وبیروں یاسمیں
اگر وہ نہ ہوتا تو زمین کو حاصل نہ ہوتا — اندر خزانہ اور باہر چنبیلی

رزقہا ہم رزق خوارانِ وے اند — میوہا لب خشکِ بارانِ وے اند
رزق بھی اُس کے رزق خور ہیں — میوے اُس کی بارش کے پیاسے ہیں

ہیں کہ معکوس ست در اَمر ایں گرہ — صدقہ بخشِ خویش را صدقہ بدہ
امر (خداوندی) میں یہ اُلٹا عُقدہ ہے — اپنے صدقہ دینے والے کو تو صدقہ دے

---

۱ گر ترا۔ اگر تیرے حقیقت بین آنکھ ہے تو غور کرے۔ اے بُریدہ۔ اگر اب بھی کوئی اَنَا الحق پر اعتراض کرے تو آسمان کی طرف تھوکتا ہے جس کی بُرائی خود اُس پر آئیگی۔ تُف۔ ایسے بزرگوں کی تکفیر کرنیوالا خود اس میں مبتلا ہے۔ تا قیامت۔ اور ایسے لوگوں پر خدا کی تُف قیامت تک رہے گی جس طرح ابولہب کے بارے میں سورہ تبّت کی بد دعا برستی رہتی ہے۔ طبل۔ جبکہ شیخ شاہ ہیں اور شاہ نقارہ اور جھنڈے کا مالک ہوتا ہے تو انکو طبل خوار یعنی پیٹو وہی کہے گا جو خود کتا ہو۔

۲ آسمانہا۔ جبکہ شیخ میں نورِ حق ہے تو زمین وآسمان اُس کے غلام ہیں اور بقاءِ کائنات اُس کے طفیل ہے۔ زانکہ یعنی وہ نور ہے جو آنحضورؐ میں تھا جس کی بنیاد پر اللہ تعالےٰ نے فرمایا تھا کہ اگر تم نہ ہوتے تو میں زمین وآسمان کو نہ پیدا کرتا اور شیخ کو وہی نور حاصل ہوا ہے تو اب تمام عالم اُن کا طفیل ہے اور وہ بھی اللہ تعالےٰ کے اِس فرمان کے مصداق ہیں۔

۳ گر نبُودے۔ چونکہ اِن میں وہ نور ہے کہ اگر وہ نور نہ ہوتا تو زمین وآسمان نہ ہوتے لہٰذا آسمانوں کی گردش اور نہ اُس کا نور اُس کا فرشتوں کا مقام ہونا، سمندروں میں مچھلی اور موتی، زمین کے اندر کے خزانے اور باہر کے بیل بوٹے سب اُن کے طفیل سے ہیں۔ رزقہا۔ رزق خواروں کا رزق اور پھلوں کے لئے بارش سب اُن کے طفیل ہے ہیں۔ فقراء کو جو صدقہ دینے کا حکم ہے اُس میں یہ عجب لطیفہ ہے کہ فقراء اور شیوخ ہی کے طفیل میں دولت ملی ہے تو گویا وہ دولت اُنھوں نے ہمیں عطا کی ہے ایسا ہم سے کہا جارہا ہے کہ جن لوگوں نے تجھے صدقہ دیا ہے تو انکو صدقہ دے

از فقیر ستت ہمہ زرّ و حریر ‏ ‏ ‏ ‏ ہیں[1] غنی را دہ زکاتے اے فقیر

تیرا تمام سونا اور حریر فقیر کی وجہ سے ہے ‏ ‏ ‏ ‏ اے فقیر! تو مالدار کو زکوٰۃ ادا کر

چوں تو ننگے جفتِ آں مقبولِ روح ‏ ‏ ‏ ‏ چوں عیالِ کافر اندر عقدِ نوحؑ

تجھ جیسی ذلیل کا اُس مقبول روح کی بیوی ہونا ‏ ‏ ‏ ‏ جیسے کہ حضرت نوحؑ کے نکاح میں کافر بیوی

گر نبودے نسبتِ تو زیں سرا ‏ ‏ ‏ ‏ پارہ پارہ کردمے ایں دم ترا

اگر اِس گھر سے تیری نسبت نہ ہوتی ‏ ‏ ‏ ‏ اِسی وقت میں تیرے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتا

دادمے آں نوح را از تو خلاص ‏ ‏ ‏ ‏ تا مُشرّف گشتمے من در قصاص

اُس نوحؑ کو تجھ سے نجات دلاتا ‏ ‏ ‏ ‏ تاکہ میں قصاص سے مشرف ہو جاتا

لیک[2] با خانہ شہنشاہِ زمن ‏ ‏ ‏ ‏ ایں چنیں گستاخیِ ناید ز من

لیکن شاہِ زمانہ کے گھر کے ساتھ ‏ ‏ ‏ ‏ مجھ سے ایسی گستاخی نہیں ہو سکتی

رَو دُعا کُن کہ سگِ ایں موطنی ‏ ‏ ‏ ‏ ورنہ اکنوں کردمے من کردنی

جا دعا دے کہ تو اس جگہ کی کُتیا ہے ‏ ‏ ‏ ‏ ورنہ میں جو کچھ کرنا تھا کر گزرتا

بازگشتنِ مُرید از وثاقِ شیخ و پُرسیدن از مردم و نشان دادنِ ایشاں کہ شیخ بفلاں بیشہ رفتہ است

شیخ کے گھر سے مُرید کا لوٹنا اور لوگوں سے دریافت کرنا اور اُن کا پتا بتا دینا کہ شیخ فلاں جنگل میں گئے ہیں

بعد ازاں پُرساں شد اُو از ہر کسے ‏ ‏ ‏ ‏ شیخ را می جُست از ہر سُو بسے

اُس کے بعد وہ ہر شخص سے سوالی بنا ‏ ‏ ‏ ‏ وہ ہر جانب شیخ کو بہت ڈھونڈ رہا تھا

پس کسے گفتش کہ آں قطبِ دیار ‏ ‏ ‏ ‏ رفت تا ہیزم کَشد از کوہسار

تو کسی نے اُس سے کہا، کہ وہ قطبِ عالم ‏ ‏ ‏ ‏ گئے ہیں۔ تاکہ پہاڑ سے لکڑیاں لائیں

آں مُریدِ ذوالفقار[3] اندیش تفت ‏ ‏ ‏ ‏ در ہوایِ شیخ سُوئے بیشہ رفت

وہ تیز سمجھ والا مُرید جلد ‏ ‏ ‏ ‏ شیخ کی محبت میں جنگل کی طرف چل دیا

دیو می آورد پیشِ ہوشِ مرد ‏ ‏ ‏ ‏ وسوسہ تا خفیہ گردد مہ ز گرد

شیطان مرد کی عقل کے سامنے لاتا تھا ‏ ‏ ‏ ‏ وسوسہ تاکہ چاند گرد میں چھپ جائے

کایں چنیں زن را چرا ایں شیخِ دیں ‏ ‏ ‏ ‏ دارد اندر خانہ یار و ہمنشیں

کہ دین کے شیخ نے ایسی عورت کو کیوں ‏ ‏ ‏ ‏ گھر میں یار اور ساتھی بنا یا ہے؟

---

[1] ہیں۔ تو اِس حکم کا مطلب یہ ہے کہ ہم فقیروں سے کہا جا رہا ہے کہ تو غنی یعنی فقیر از شیخ کو صدقہ دے۔ چوں تو۔ شیخ کے مفاخر اور فضائل بیان کرنے کے بعد بیوی کو سرزنش شروع کی ہے کہ تجھ جیسی عورت اِس شیخ کے گھر میں ہے یہ تو ایسا ہی ہے جیسے حضرت نوحؑ کے گھر میں کافر عورت تھی۔ گر نبودے۔ تجھے شیخ سے نسبت ہے ورنہ تیری گستاخی پر تیرے ٹکڑے کر ڈالتا اور نوحؑ صفت شیخ کو تجھ سے نجات دلاتا۔ مُشرّف۔ اگر تیرے قتل کرنے پر مجھے بدلے میں قتل کیا جاتا تو میرے لئے باعثِ شرف ہوتا۔

[2] لیک۔ مجبوری یہی ہے کہ تجھے شیخ سے نسبت ہے۔ رَو دعا کُن۔ جا دعا دے کہ تو اِس در کی کُتیا ہے اِس لئے میرے ہاتھ سے بچ گئی۔ بعد ازاں۔ بیوی کو یہ ملامتیں کرنے کے بعد وہ مُرید شیخ کی جستجو میں لگ گیا۔ ہیزم کشد۔ کسی نے اُسکو بتایا کہ شیخ جنگل سے لکڑیاں لینے گئے ہیں۔

[3] ذوالفقار اندیش۔ یعنی اُس کا ذہن ایسا ہی تیز تھا، جیسے کہ حضرت علیؓ کی ذوالفقار تلوار تیز تھی۔ دیو۔ شیطان نے شیخ کی بیوی کے سلسلہ میں مُرید کے دل میں وسوسے پیدا کرنے شروع کر دیئے۔ کایں چنیں۔ وسوسہ یہ تھا کہ شیخ نے اِس بدزبان عورت کو بیوی کیوں بنا رکھا ہے شاید شہوت کے مغلوب ہیں۔

ضد را با ضد ایناس[1] از کجا — با امام الناس نسناس از کجا
ضد کو ضد سے اُنس کہاں سے — انسانوں کے امام کے ساتھ بن مانس کہاں ہے

باز او لاحول می کرد آتشیں — کاعتراضِ من برو کفرست و کیں
پھر وہ آتشی لاحول پڑھتا — کہ میرا اُن پر اعتراض کرنا کفر اور کینہ ہے

من کہ باشم با تصرفہائے حق — کہ برآرد نفسِ من اشکال و دق
اللہ (تعالیٰ) کے تصرفات کے روبرو میں کون ہوتا — کہ میرا نفس اشکال اور اعتراض کرے

باز نفسش حملہ می آورد زود — زیں تعرض در دلش چوں کاہ دود
پھر اُس کا نفس جلد حملہ کرتا ہوں — اِس تعرض سے اُسکے دل میں جسطرح گھاس دھواں پیدا کرتی

کہ چہ نسبت دیو را با جبرئیل[2] — کہ بود با او بصحبت ہم مقیل
کہ شیطان کو جبرئیل سے کیا نسبت؟ — کہ وہ صحبت میں اُس سے ہمخواب ہو

چوں تواند ساخت با آزر خلیلؑ — چوں تواند ساخت با رہزن دلیل
خلیل، آذر کے ساتھ کیسے نباہ کر سکتا ہے؟ — رہنما، ڈاکو کے ساتھ کیسے نباہ کر سکتا ہے؟

یافتنِ آں مرید مراد را و ملاقاتِ او با شیخ نزدیکِ آں بیشہ
مرید کا مراد حاصل کرلینا اور جنگل کے قریب شیخ سے اُس کی ملاقات

اندریں بود او کہ شیخِ نامدار — زود پیش افتاد بر شیرے سوار
وہ اِسی میں تھا کہ نامور شیخ — ایک شیر پر سوار بہت جلد سامنے آگئے

شیرِ غراں ہیزمش را می کشید — بر سرِ ہیزم نشستہ آں سعید
شیر غراتا ہوا اُن کا ایندھن کھینچ رہا تھا — وہ نیک بخت ایندھن پر بیٹھے ہوئے تھے

تازیانہ اش مارِ نر بود از شرف — مار را بگرفت چوں خرزن بکف
بزرگی کی وجہ سے اُن کا کوڑا نر سانپ تھا — سانپ کو کوڑے کی طرح ہاتھ میں پکڑے ہوئے تھے

تو یقیں[3] میداں کہ ہر شیخے کہ ہست — ہم سواری می کند بر شیرِ مست
تو یقین کر کہ جو شیخ بھی ہے — وہ مست شیر پر سواری بھی کرتا ہے

گرچہ آں محسوس و ایں محسوس نیست — لیک آں بر چشمِ جاں ملبوس نیست
اگرچہ وہ محسوس اور یہ محسوس نہیں ہے — لیکن وہ باطن کی آنکھ پر پوشیدہ نہیں ہے

صد ہزاراں شیر زیرِ رانِ شاں — پیش دیدہ غیب داں ہیزم کشاں
لاکھوں شیر اُن کی ران کے نیچے — غیب داں آنکھ کے سامنے لکڑیاں ڈھونے والے ہیں

---

[1] ایناس۔ محبت۔ امام الناس۔ یعنی شیخ۔ نسناس۔ بن مانس یعنی بیوی۔ کاعتراض یعنی شیخ پر بدگمانی۔ دق۔ اعتراض۔ تصرفہای۔ ایسی بدصورت کا شیخ کی بیوی ہونا خدائی تصرف ہے وہ خود مصلحت جانتا ہے ہمیں اعتراض کرنے کا حق نہیں ہے۔ باز۔ وہ لاحول پڑھتا لیکن نفس پھر اُس کے دل میں اِسی طرح وسوسہ پیدا کر دیتا جیسا کہ گھاس بہت دھواں پیدا کرتی ہے۔ دیو۔ شیطان یعنی بیوی۔

[2] جبرئیلؑ یعنی شیخ۔ ہم مقیل۔ ہمخواب۔ آزر۔ حضرت ابراہیمؑ کا باپ۔ اندریں۔ مرید اسی اُدھیڑ بُن میں تھا کہ شیخ ایک شیر پر سوار اُس کے سامنے آگئے۔ شیر غراں۔ اُس نے دیکھا کہ شیر غرا رہا ہے اور اُس کی کمر پر لکڑیاں ہیں اور شیخ اُن لکڑیوں پر بیٹھے چلے آرہے ہیں تازیانہ۔ ہاتھ میں ایک سانپ ہے جس سے کوڑے کا کام لے رہے ہیں۔ خرزن۔ تازیانہ۔

[3] تو یقیں۔ شیخ ابوالحسنؒ ہی نہیں بلکہ ہر شیخ مست شیر پر سوار ہے۔ گرچہ۔ فرق اتنا ہے کہ شیخ ابوالحسنؒ کا شیر نظر آرہا تھا دوسرے شیوخ کے شیر عوام کو نظر نہیں آتے ہیں صرف اُن لوگوں کو نظر آتے ہیں جن کو چشم بصیرت حاصل ہو۔ صد ہزاراں۔ بزرگوں اور شیوخ کی سواری میں لاکھوں شیر ہیں جو اُن کی خدمت کرتے ہیں مولانا کی مراد شیروں سے نفس امارہ ہے

لیک آں یک را خدا محسوس کرد
لیکن خدا نے اس ایک کو ظاہر کر دیا

تا کہ بیند نیز اُو کہ نیست مرد[1]
تاکہ وہ بھی دیکھ لے جو مرد (میدان) نہیں ہے

دیدش از دور و بخندید آں خدیو
اُنھوں نے اُس کو دور سے دیکھا اور وہ شاہ ہنس پڑے

گفت آں را مشنو اے مفتونِ دیو
فرمایا اے شیطان کے فریب خوردہ اُس کی نہ سُن

از ضمیرِ اُو بدانست آں جلیل
اُن بزرگ نے اُس کے دل میں سے جان لیا

ہم ز نورِ دل بلے نعم الدلیل
دل کے نور سے، ہاں وہ اچھا رہنما ہے

خواند بر وے یک بیک آں ذوفنوں
اُن ہنرمند نے ایک ایک بتا دیا

اینچہ در رہ رفت باوے تا کنوں
جو اُس پر راستہ میں اب تک گذرا

بعد ازاں[2] در مشکلِ انکارِ زن
اُس کے بعد عورت کے انکار کے اشکال کے سلسلہ میں

بر کشاد آں خوش سرایندہ دہن
اُن خوش گو نے، مُنہ کھولا

کاں تحمل از ہوائے نفس نیست
کہ وہ برداشت، نفسانی خواہش کی وجہ سے نہیں ہے

آں خیالِ نفسِ تست اینجا مایست
وہ تیرے نفس کا وہم ہے، اِس جگہ قائم نہ رہ

گر نہ صبرم می کشیدے بارِ زن
اگر بیوی کے بوجھ کو میرا صبر برداشت نہ کرتا

کے کشیدے شیرِ نر بیگارِ من
تو نر شیر، میری بیگار کب برداشت کرتا؟

اشترانِ بختیم اندر سبق
میں مسابقت میں بختی اونٹ ہوں

مست و بیخود زیرِ محملہائے حق
اللہ کے کجاووں کے نیچے، مست اور بے خود ہوں

من[3] نیم در امر و فرماں نیم خام
میں حکم اور فرمان کے بارے میں ادھ کچرا نہیں ہوں

تا بیندیشم من از تشنیعِ عام
کہ عوام کے (طعن و) تشنیع کی فکر کروں

عامِ ما و خاصِ ما فرمانِ اُوست
ہمارے عام اور ہمارا خاص اُس کا حکم ہے

جانِ ما بر رُو دواں جویانِ اوست
ہماری جان مُنھ کے بل اُس کی تلاش میں دوڑ رہی ہے

دورم از تحسین و تشویقش ہمہ
میں اُن کی تعریف اور شوق دلانے سے بالکل دور ہوں

فارغ از تکذیب و تصدیقش ہمہ
اُن کے جھٹلانے اور تصدیق سے بالکل بے نیاز ہوں

فردیِ ما جُفتیِ ما نہ از ہواست
ہمارا اکیلا پن اور جوڑا ہونا نفس کی خواہش سے نہیں ہے

جانِ ما چو مہرہ در دستِ خداست
ہماری جان نرد کی طرح خدا کے ہاتھ میں ہے

بارِ آں ابلہ کشیم و صد چو اُو
ہم اُس بیوقوف کا اور اُس جیسے سینکڑوں کا بار برداشت کرتے ہیں

نے ز عشقِ رنگ و نے سودائے بُو
نہ رنگت کے عشق سے اور نہ خوشبو کے خیال سے

[1] مرد۔ یعنی عوام بھی دیکھ لیں۔ آں را مشنو۔ یہ شیطان کے دھوکہ کی بات نہ سُننا۔ از ضمیر۔ شیخ نے جو اُس کو نصیحت کی اِس کی وجہ یہ تھی کہ اُن کو کشف سے اُس کے دل کا وسوسہ معلوم ہو گیا تھا۔ نعم الدلیل۔ اُس کے دل کی بات کیوں نہ معلوم ہوتی کشف بہترین راہنما ہے۔ بخواند۔ اُس کے دل پر جو وساوس گذرے تھے وہ سب اُس کو بتا دیئے۔

[2] بعد ازاں۔ عورت نے شیخ کی بزرگی کا انکار کیا تھا اِس سے اُس کے دل میں اشکال پیدا ہوا تھا کہ ایسی عورت کو بیوی کیوں بنا رکھا ہے شیخ نے اِس کا جواب دینا شروع کیا۔ کاں تحمل۔ اُس کو میں نے نفسانی خواہش کی وجہ سے بیوی نہیں بنا رکھا ہے بلکہ اپنے نفس کی اصلاح اور صبر کی طاقت بڑھانے کیلئے بیوی بنا رکھا ہے۔ اشتراں۔ ہم صوفیاء کی مثال نیکیوں کی جانب سبقت کرنے میں بختی اونٹوں کی سی ہے اللہ تعالیٰ کے فیصلوں کا بوجھ مستی اور بیخودی سے برداشت کرتے ہیں۔

[3] من نیم۔ میں بھی خدا کے احکام کے بارے میں کچا نہیں کہ کسی معاملہ میں عام بدنامی یا خاص بدنامی سے ڈروں۔ عامِ ما۔ ہمارا عوام و خواص سے واسطہ نہیں، ہمارا تعلق تو صرف فرمانِ خداوندی سے ہے۔ دورم۔ مجھے لوگوں کی تعریف کی پرواہ ہے نہ ذمت کی۔ فردی۔ کسی سے علیحدگی یا کسی کے ساتھ رہنا اپنی خواہش سے نہیں ہے بلکہ منشاءِ خداوندی کے مطابق ہے۔ بارآں۔ اِس بیوقوف بیوی ہی کا کیا میں اُس جیسے سیکڑوں کا بار صرف رضاءِ خداوندی کے لئے برداشت کرتا ہوں۔

اینقدرؔ[1] خود درسِ شاگردانِ ماست
اتنا تو ہمارے شاگردوں کا سبق ہے
کرّ و فرِّ ملحمہ ما تا کجاست
ہماری جنگ کا کرّ و فر کہاں تک ہے؛

تا کجا آنجا کہ جا را راہ نیست
وہاں تک ہے جہاں مکان کیلئے راستہ نہیں ہو
جز سنا برقِ مہِ اللہ نیست
سوائے اللہ تعالیٰ کے چاند کے نور کی چمک نہیں ہے

از ہمہ اوہام و تصویرات دُور
تمام وہموں اور تصوروں سے دور ہے
نورِ نورِ نورِ نورِ نورِ نور
نور ہی نور، نور ہی نور، نور کا نور ہے

بہرِ تو من پست کردم گفتگو
تیری خاطر میں نے پست گفتگو کی
تا بسازی با رفیقِ زشت خو
تاکہ تو بدخو ساتھی سے بنائے رکھے

تا کشی خندان و خوش بارِ حرج
تاکہ تو تنگی کا بار ہنسی خوشی برداشت کرے
از پئے اَلصَّبْرُ مِفْتَاحُ الْفَرَجِ
صبر کشادگی کی کنجی ہے، کی خاطر

چوںؔ[2] بسازی با خسیِ این خساں
جب تو ان کمینوں کے کمینہ پن سے بنالے گا
گردی اندر نورِ سُنّتہا رساں
سُنتوں کے نور میں پہنچ جائے گا

کانبیا رنج خساں بس دیدہ اند
کیونکہ نبیوں نے کمینوں سے بہت تکلیف اٹھائی ہو
از چنیں ماراں بسے پیچیدہ اند
ایسے سانپوں سے بہت پیچ و تاب میں رہے ہیں

چوں مُراد و حکمِ یزدانِ غفور
چونکہ اللہ غفور کا مقصود اور حکم
بُود در قدمت تجلّی و ظہور
ازل میں تجلی اور ظہور تھا

بےؔ[3] ز ضدّے ضدّ را نتواں نمود
کسی ضد کے بغیر ضد کو نہیں دکھایا جاسکتا
واں شہِ بےمثل را ضدّے نبود
اور اس بے مثل شاہ کا کوئی ضد نہ تھا

حکمت در اِنِّی جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً

"میں زمین میں قائم مقام بنانے والا ہوں" میں حکمت

پس خلیفہ ساخت صاحب سینۂ
اُس نے صاحبِ دل کو خلیفہ بنا دیا
تا بُود شاہیش را آئینۂ
تاکہ وہ اُس کی شاہی کا آئینہ ہو

پس صفای بیحدودش داد او
پھر اُس نے اُسکو بے حد صفائی اور آراستگی بخش دی
وانگہ از ظلمت ضدش بنہاد او
پھر اُس نے اُس کی ضد تاریکی سے بنا دی

یعنی تو حضرت حق تعالیٰ نے ایک اپنا خلیفہ بنایا تاکہ اُس کے اوصاف کمالی حضرت حق تعالیٰ کے اوصاف کا آئینہ بن جائیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے اِس خلیفہ میں اثباتی صفات ودیعت فرمادیں اور اس کے بالمقابل ایک مخلوق ایسی پیدا فرمادی جو تاریکی سے پُر ہے۔ دش۔ خود آراستگی۔

---

[1] اینقدر۔ جس قدر تعلق مع اللہ اور اس کے احکام کے اتباع کا ذکر ہے یہ تو ہمارے شاگردوں کو بھی ہے اور خدا کے کرم سے ہمارا مرتبہ تو اِس سے بہت زیادہ ہے۔ تا کجا۔ ہماری پہنچ تو ذاتِ لامکانی کے مشاہدہ میں ہے جہاں نور ہی نور ہے اور جو تصور اور خیال سے بالاتر ہے۔ بہرِ تو۔ میں نے جو اپنے آپ کو بختی اونٹ بتایا تھا اور کہا تھا کہ ہم بیوقوفوں کی صحبت اصلاحِ نفس کے لئے برداشت کرتے ہیں یہ اپنے مقام سے پست گفتگو تیری نصیحت کے لئے کی تھی کہ تو صبر کی عادت ڈال لے۔

[2] چوں بسازی۔ جب تو کمینوں کے کمینہ پن کو برداشت کریگا تو رسولوں کی سُنّت کا عامل بن جائیگا۔ کانبیا۔ رسولوں اور نبیوں نے کمینوں کے ہاتھوں بڑی تکلیفیں اٹھائی ہیں اور صبر کیا ہے اور اِن سانپ بچھوؤں سے بہت پیچ و تاب میں رہے ہیں۔ چوں مراد۔ اب اِس کی حکمت بیان فرماتے ہیں کہ ابرار و اشرار کی یہ آویزش کیوں ہے؟ حضرت حق تعالیٰ نے اپنی تجلی اور ظہور چاہا تو ظاہر ہے کہ ایک چیز کا پورا علمی ظہور جب ہو سکتا تھا کہ اُسکی ضد بھی پیدا کر دی جائے۔

[3] بے ز ضدے۔ جبکہ علمی اعتبار سے ایک چیز کا ظہور دوسری ضد کے ظہور پر موقوف ہے اور حق تعالیٰ کی کوئی ضد

دو[۵۱] علم برساخت اسفید و سیاہ — آں یکے آدمؑ دگر ابلیس راہ
سفید اور سیاہ دو جھنڈے بلند کر دیئے — ایک آدمؑ کا دوسرا شیطانی راستہ

درمیانِ آں دو لشکر گاہِ زفت — چالش و پیکار آنچہ رفت رفت
اِن دو عظیم لشکر گاہ میں — جنگ و پیکار جو بھی ہوئی وہ ہوئی

ہمچناں دورِ دوم ہابیل شُد — ضدِ نورِ پاک اُو قابیل شُد
اِسی طرح دوسری بار ہابیل ہوا — اُس کے پاک نور کی ضد قابیل ہوا

ہمچناں ایں دو علم از عدل و جور — تا بہ نمرود آمد اندر دور دور
اِسی طرح انصاف اور ظلم کے یہ دو جھنڈے — سلسلہ بہ سلسلہ نمرود تک آئے

ضدِ ابراہیمؑ گشت و خصمِ اُو — واں دو لشکر کیں گذار و جنگجو
وہ (حضرت) ابراہیمؑ کی ضد اور دشمن ہوا — اور وہ دونوں لشکر کینہ کش اور جنگجو رہے

چوں[۵۲] درازی جنگ آمد ناخوش — فیصلِ آں ہر دو آمد آتشش
جب اُس کو جنگ کا طول ناگوار ہوا — اُن دونوں کا فیصلہ کرنے والی اُسکی آگ آگئی

حکم کرد اُو آتشے را و نکر — تا شود حلِّ مشکلِ آں دو نفر
(پھر) اُس نے آگ اور عذاب کو حکم دیدیا — تاکہ دونوں شخصوں کی مشکل حل ہو جائے

دور دور و قرن قرن ایں دو فریق — تا بفرعون و بموسیٰؑ شفیق
زمانہ بہ زمانہ اور قرن بہ قرن یہ دونوں فریق — فرعون اور مہرباں موسیٰؑ تک

سالہا اندر میاں شاں حرب بُود — چوں ز حد رفت و ملولی میفزود
اُن کے درمیان سالوں جنگ ہوئی — جب حد سے بڑھ گئی اور ملال بڑھانے لگی

آب[۵۳] دریا را حکم سازید حق — تا کہ ماند کہ برد زیں دو سبق
اللہ تعالےٰ نے دریا کے پانی کو حَکَم بنایا — کہ کون ہارتا ہے اور ان دونوں میں کون بازی لیجاتا ہے؟

تا کہ فرعوں را باآں فرعونیاں — آب دریا غرق شاں کرد آں زماں
یہاںتک کہ فرعوں کو مع فرعونیوں کے — اُس وقت اُن کو دریا کے پانی میں ڈبو دیا

ہم نکر سازید از بہرِ ثمود — صیحہ کہ جانِ شاں را در رُبود
ثمود کے لئے بھی عذاب بنا دیا — وہ چیخ کہ جو اُن کی جان کو اُچک لے گئی

ہم نکر سازید بہرِ قومِ عاد — زود خیزے تیز رو یعنی کہ باد
قومِ عاد کے لئے بھی عذاب بنا دیا — جلد اٹھنے والی تیز رفتار یعنی ہوا کو

[۵۱] دو علم۔ تو اب دو شخصیتیں رُونما ہو گئیں ایک سفید اور ایک سیاہ یعنی حضرت آدمؑ اور شیطان۔ درمیان۔ اب دونوں قسم کی مخلوق میں متضاد اوصاف ہیں اور ہر ایک خدا کی متضاد صفات کا مظہر ہے سب سے پہلے تو حضرت آدمؑ اور شیطان اِن صفات کے مظہر ہیں۔ دورِ دوم۔ پھر ہابیل اور قابیل مظہر ہیں۔ ضدِ ابراہیمؑ۔ پھر حضرت ابراہیمؑ اور نمرود میں کشمکش ہوئی اور وہ دونوں مظہر ہے۔

[۵۲] چون درازی۔ جب ابراہیمؑ اور نمرود کی جنگ دراز ہو گئی تو آگ کو دونوں کا حَکَم بنا دیا اور اُس نے فیصلہ کر دیا کہ ابراہیمؑ حق پر ہیں اور نمرود باطل پر ہے۔ دور دور۔ ہر زمانہ میں اِس طرح کے دو گروہوں میں کشمکش جاری ہے حضرت موسیٰؑ اور فرعون میں یہی کشمکش تھی اور اُن کی ایک جنگ و جدل نے طول پکڑا۔

[۵۳] آبِ دریا۔ حضرت موسیٰؑ اور فرعون کی باہمی آویزش میں دریائے نیل کو حکم دے دیا اُس نے حضرت موسیٰؑ کو جتا دیا اور فرعون غرق ہو کر ہار گیا۔ بہرِ ثمود۔ ثمود چیخ کے عذاب سے ہلاک ہوئے۔ قومِ عاد۔ اِس قوم کو تیز ہوا نے ہلاک کر دیا۔

ہم ۱ بہ نکر سازید بر قاروں زکیں
غصہ سے قارون کے لئے بھی عذاب بنا دیا
تا فرو بردش چو اژدرہا زمیں
حتی کہ زمین اسکو اژدہے کی طرح نگل گئی

تا حلیمیِ زمیں شد جملہ قہر
حتی کہ زمین کی بُردباری سب قہر بن گئی
بُرد قاروں را و گنجش را بقعر
قارون اور اس کے خزانے کو گہرائی میں لے گئی

لقمہ را کاں ستونِ ایں تن ست
اُس لقمہ کو جو اِس جسم کا ستون ہے
دفعِ تیغِ جوعِ ناں چوں جوشن ست
روٹی کی بھوک کی تلوار کے دفعیہ کیلئے زرہ کی طرح ہے

چونکہ حق قہرے نہد در نانِ تو
جب خدا تیری روٹی میں قہر پیدا کر دیتا ہے
چوں خُناق آں ناں بگیرد در گلو
وہ روٹی گلے میں خُناق کی طرح پھنس جاتی ہے

ایں ۲ لباسے کہ ز سرما شد مُجیر
یہ لباس جو سردی میں پناہ دینے والا تھا
حق دہد اُو را مزاجِ زمہریر
اللہ (تعالیٰ) اسمیں ٹھنڈک کا مزاج پیدا فرما دیتا ہے

تا شود بر جسمت ایں جبہ شگرف
حتی کہ یہ عجیب جبہ تیرے جسم پر ہو جاتا ہے
سرد ہمچوں یخ گزندہ ہمچو برف
یخ کی طرح ٹھنڈا برف کی طرح کاٹنے والا

تا گریزی از وشق ہم از حریر
حتی کہ تو پوستین اور حریر سے بھی گریز کرے گا
زو پناہ آری بسوئے زمہریر
(اور) اُس سے زمہریر کی طرف پناہ پکڑے گا

تو دو قلہ نیستی یک قلہٗ
تو دو قلے نہیں ہے ایک قلہ ہے
غافل از قصہ عذابِ ظُلّہٗ
یوم الظُّلہ کے عذاب کے قصہ سے غافل ہے

امرِ حق آمد بشہرستان و دہ
شہر اور گاؤں میں اللہ (تعالیٰ) کا حکم آیا
خانہ و دیوار را سایہ مدہ
گھر اور دیوار کو، سایہ نہ دے

مانع ۳ از باراں مباش و آفتاب
بارش اور سورج سے مانع نہ بن
تا بداں مرسل شدند اُمت شتاب
یہانتک کہ امت جلد اُس رسول کے پاس گئی

کہ بمُردیم اغلب اے مہتر اماں
کہ ہم زیادہ تر مر گئے اے سردار! اماں
باقیش از دفترِ تفسیر خواں
اِس کا باقی تفسیر کی کتاب میں پڑھ لے

چوں عصا را مار کرد آں چُست دست
جبکہ اُس چابک دست نے لاٹھی کو سانپ بنا دیا
گر ترا عقلے ست ایں نکتہ بس ست
اگر تیرے اندر عقل ہے، یہ نکتہ کافی ہے

ہمچنیں تا دور و طورِ مصطفےٰ
اِسی طرح مصطفےؐ کے طور اور دور تک
با ابوجہل آں سپہدارِ جفا
ابوجہل کے ساتھ جو ظلم کا سپہ سالار تھا

۱ھ ہم بہ نکر۔ قارون کیلئے زمین جیسی بُردبار اور بُردبار چیز کو سببِ عذاب بنا دیا اور وہ اسکو اژدہے کیطرح نگل گئی۔ لقمہ۔ زمین میں بُردباری تھی لیکن قارون کیلئے قہر آلود ہو گئی وہ تو غذا جیسی چیز کو جو انسان کی مددگار اور مدارِ حیات ہے موت کا سبب بنا دیتا ہے۔ خُناق۔ یہ ایک مرض ہے جسمیں گلے اور حلق پر ورم آجاتا ہے اور سانس بند ہوجانے سے موت واقع ہوجاتی ہے۔

۲ھ ایں لباسے۔ گرم کپڑوں میں ٹھنڈک پیدا فرما دیتا ہے اور وہ برف کیطرح ہوجاتے ہیں۔ وشق۔ پوستین۔ زمہریر۔ سخت ٹھنڈک یعنی تو زمہریر کو اُس گرم کپڑے سے زیادہ غنیمت سمجھے گا۔ دو قلہ۔ امام شافعیؒ کے نزدیک اگر دو مٹکے پانی ہو اور اُنمیں نجاست گرے تو ناپاک نہیں ہوتا یعنی تو مردِ کامل نہیں ہے۔ عذابِ ظلہ۔ اصحابِ ایکہ پر عذاب آیا تو خدا نے مکانات اور در و دیوار کو حکم دے دیا کہ وہ اُن پر سایہ نہ کریں اور وہ لوگ سورج کی گرمی سے مرگئے۔

۳ھ مانع۔ جب مکانات وغیرہ بارش اور دھوپ سے مانع نہ بنے تو وہ لوگ بھاگ کر اپنے رسول حضرت شعیبؑ کے پاس گئے کہ بمردیم۔ جاکر کہنے لگے کہ ہم مرنے کے قریب ہیں، امن دیجئے اب ہم اِس قصہ کو چھوڑتے ہیں تو تفسیر کی کتابوں میں پڑھ لینا۔ چست دست۔ چابکدست یعنی حضرت موسیٰؑ۔ ایں نکتہ۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے کمال کو ثابت کرنے اور حق کو قبول کرنے کے لئے۔ ہمچنیں۔ آنحضورؐ اور ابوجہل کا مقابلہ رہا اور آنحضورؐ سے یہ معجزہ ظاہر ہوا کہ اُسکے ہاتھ کی کنکریوں نے اُن کی رسالت کی گواہی دی۔

سنگ در تسبیح آمد در شتاب | از میانِ اصبعینِ آفتاب[1]

فوراً، سنگ (ریزے) تسبیح کرنے لگے | آفتاب کی اُنگلیوں میں سے

منکر آں دید و فرو نا ورد سر | دشمنی اُو کور کردش از نظر

منکر نے اُس کو دیکھا اور سر نہ جھکایا | دشمنی نے اُسکو دیکھنے سے اندھا کر دیا

تو نظر داری و لے امعانش نیست | چشمۂ افسردہ است و کردہ ایست

تو نظر رکھتا ہے لیکن اُس میں گہرائی نہیں ہے | ٹھٹھرا ہوا چشمہ ہے اور وہ رُک گیا ہے

زیں ہمی گوید نگارندہ فکر | کہ بکُن اے بندہ اِمعانِ نظر

اِسی لئے عقل کا نقش و نگار کرنیوالا فرماتا ہے | کہ اے بندے! گہری نظر کر

آں نمی خواہد کہ آہن کوب سرد | لیک اے پولاد بر داؤدؑ گرد

وہ نہیں چاہتا کہ تو ٹھنڈا لوہا کوٹے | لیکن اے فولاد! داؤدؑ کا چکر کاٹ

تن[2] بمُردت سُوئے اسرافیل راں | دل فسردت رُو بخورشیدِ رواں

تیرا جسم مرگیا ہو تو اسرافیلؑ کے پاس جا | تیرا دل ٹھٹھر گیا ہو تو روح کے آفتاب کے پاس جا

در خیال از بسکہ گشتی مُکتسی | نک بسُوفسطائیؑ بدظن رسی

تو خیالات کو بہت پہنچنے والا بن گیا | اب تو بدظن سوفسطائی کے پاس جاتا ہے

اُو خود از لُبِ خرد معزول بُود | شد ز حس محروم و معزول از وجود

وہ خود عقل کے جوہر سے جُدا تھا | حس سے محروم اور وجود سے جدا ہوگیا

گر ز خود و ز لُبِ خود معزول گشت | از وجودِ حسِ خود مفصول گشت

وہ اگر اپنے آپ سے اور عقل سے جُدا ہوا | (تو) اپنے حس کے وجود سے جُدا ہوگیا

ہیں[3] سخن خا، نوبتِ لب خائی ست | گر بگوئی خلق را رسوائی ست

خبردار اے باتیں بنانیوالے! ہونٹ چبانے کا موقع ہے | اگر عوام سے کہے گا، رُسوائی ہے

چیست[4] امعاں؟ چشمہ را کردں رواں | چوں ز تن جاں رست گویندش رواں

اِمعان کیا ہے؟ چشمہ کو جاری کرنا | جب جان جسم سے چھوٹی اُسکو "رواں" کہتے ہیں

---

[1] آفتاب۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم۔ منکر۔ ابوجہل نے یہ معجزہ دیکھا لیکن پھر بھی سرِ تسلیم خم نہ کیا اُس کی وجہ یہ تھی کہ اُس کا غور و فکر صحیح نہ تھا۔ تو نظر داری۔ اب نظر کی صحت اور اُس کی نفع رسانی کا بیان شروع کیا ہے کہ اگر نظر میں گہرائی نہ ہو تو وہ مفید نہیں ہوتی ہے۔ زیں ہمی گوید قرآن پاک میں ہے فَارْجِعِ الْبَصَرَ کَرَّتَیْنِ "دو مرتبہ نظر ڈال" نظر کی تکرار بھی اُس کو گہرائی میں لے جاتی ہے۔ آں نمی خواہد نظر کے صحیح ہونے کی یہ بھی شرط ہے کہ خدا کے نیک بندوں سے جو وحی کے متبع ہیں مدد حاصل کی جائے ورنہ محض فلاسفر کی طرز پر غور کرنا تو ٹھنڈے لوہے کو کوٹنا ہے۔

[2] تن بمردت۔ حضرت اسرافیلؑ تو جسم کو حیات بخشنے والے ہیں اور اہل اللہ روح کو زندہ کر دیتے ہیں لہذا اُن کی صحبت اختیار کریگا تو تجھے صحیح نظر حاصل ہو جائے گی۔ در خیال۔ چونکہ تو فاسد اوہام میں مُبتلا ہے لہذا اپنے ہم جنس فلسفی کے پاس جاتا ہے اور چونکہ وہ بھی فاسد خیالات میں مُبتلا ہے وہ تجھے کبھی صحیح نظر نہیں عطا کر سکے گا۔ او ز خود۔ چونکہ وہ سوفسطائی خود عقل سے بیگانہ ہے نتیجہ یہ ہے کہ اپنے وجود کو بھی ایک موہوم شئی سمجھتا ہے۔ گر ز خود۔ جبکہ وہ اپنی عقل اور وجود سے بیگانہ ہے تو اُس میں حس بھی باقی نہیں لہذا اُنکی صحبت تیرے لئے بالکل نفع بخش نہیں ہے۔

[3] ہیں سخن خا۔ گفتگو یہ ہو رہی ہے کہ حضرت حق تعالےٰ کا ظہور مخلوق کے وجود کے واسطے ہے یہ مسئلہ عوام نہ سمجھ سکیں گے لہذا خاموشی اختیار کر ورنہ سوائے رُسوائی کے کچھ حاصل نہ ہوگا لہذا جہاں سے بات شروع ہوئی تھی یعنی صحیح نظر اور اِمعانِ نظر کی وہی بات کرنی چاہئے۔ [4] چیست۔ اِمعان کے لغوی معنی چشمہ کو جاری کرنے اور روانہ کرنے کے ہیں چونکہ روح جسم سے جُدا ہو کر روانہ ہوتی ہے اِس لئے اُس کو رواں کہتے ہیں لہذا اِمعان کے معنی نظر کو گہرائی کی طرف روانہ کرنے کے ہوئے۔

آں[51] حکیمے را کہ جاں از بندِ تن … باز رست و شُد رواں اندر چمن
وہ حکیم کہ جس کی جان جسم کی قید سے … چھوٹی اور چمن میں روانہ ہوئی

یا رواں شُد خود بسُوئے ھاویہ … ہمچو موش از زاویہ در زاویہ[52]
یا جہنم کی جانب روانہ ہوئی … (یا) چوہے کیطرح، ایک گوشے سے دوسرے گوشے میں

دو لقب را اُو بریں ہر دو نہاد … بہرِ فرق اے آفریں بر جانش باد
اُس نے اِن دونوں کے دو لقب بنائے … فرق کرنے کے لئے اُس کی جان پر آفریں ہے

دربیانِ آنکہ بر فرماں رَوَد … گر گلے را خار خواہد آں شوَد
اُس شخص کے بیان کے لئے جو حکم پر چلے … اگر پھول کو کانٹا بنانا چاہے وہ ہوجائے

مُعجزۂ ہود پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسّلام در تخلیصِ مُومنانِ اُمّت بوقتِ نزولِ باد

پیغمبر ہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معجزہ ہوا کے نازل ہونے کے وقت اُمّت کے مومنوں کو بچانے کے لئے

ہوُد گردِ مُومناں خطّے کشید … تا ز باد آں قومِ اُو رنجے ندید
ہودؑ نے مومنوں کے چاروں طرف ایک لکیر کھینچ دی … یہانتک کہ اُس قوم نے ہوا سے کوئی تکلیف نہ دیکھی

مُومناں از دستِ بادِ ضائرہ[53] … جُملہ بنشستند اندر دائرہ
مومن نقصان رسان ہوا کے ہاتھ سے، بچکر … سب دائرے میں بیٹھ گئے

باد طوفاں بُود و اُو کشتی عسے … ہست ازیں طوفان و ایں کشتی بسے
ہوا طوفان تھی اور وہ یقیناً کشتی تھا … اِس طرح کے طوفان اور کشتیاں بہت ہیں

باد طوفاں بُود و کشتی لُطفِ ہُو … بس چنیں کشتی و طوفاں دارد اُو
ہوا طوفان تھی اور کشتی اللہ تعالےٰ کی مہربانی … وہ ایسی بہت سی کشتیاں اور طوفان رکھتا ہے

پادشاہے را خدا کشتی کُند … تا بحرصِ خویش بر صفہا زند
اللہ (تعالےٰ) بادشاہ کو، کشتی بنا دیتا ہے … یہانتک کہ وہ اپنی حرص کیوجہ سے صفوں پر حملہ کرتا ہے

[51] آں حکیمے۔ شیخ بوعلی سینا نے رسالہ معراجیہ میں کہا ہے کہ انسان میں دو روحیں ہیں ایک کو روح حیوانی کہا جاتا ہے وہ لطیف بخارات ہیں اور ایک کو روح انسانی جو بدن سے نکل کر روانہ ہوجاتی ہے اور وہ روح حیوانی کو نفسِ حیوانی اور جان سے تعبیر کرتا ہے اور روح انسانی کو نفسِ ناطقہ اور رَوان سے تعبیر کرتا ہے تو اُس نے بھی رَوان میں روانگی اور جاری ہونے کے معنیٰ کا لحاظ کیا اِسی طرح اِمعانِ نظر میں نظر کو گہرائی میں جاری کرنے اور روانہ کرنے کا مفہوم ماخوذ ہے۔ یا رَوان۔ شیخ بوعلی سینا کی بعض علماء نے تکفیر کی ہے اِسلئے مولانا نے فرمایا ہے کہ اُس کا نفسِ ناطقہ اور رَوان بدن سے جدا ہوکر چمن میں گئی ہے یا ہاویہ یعنی جہنم کے گوشے میں۔ ہاویہ۔ جہنم۔

[52] زاویہ۔ گوشہ یعنی جہنم کے ایک قید خانہ سے دوسرے قید خانہ کی جانب۔ دو لقب۔ شیخ نے دونوں چیزوں کے لئے دو لقب تجویز کئے ہیں ایک کو جان کہا دوسری کو رَوان کہا ہے۔ دربیان۔ اِس مضمون کا مقصد اُس شخص کی حالت بیان کرنے کیلئے ہے جو خدا کے حکم کو بجالاتا ہے اگر وہ خدا سے دعا کرے کہ کانٹا پھول بنجائے تو وہ پھول بنجائے۔ مُعجزہ۔ اِس قصے سے مقصود ہے کہ مقرّبینِ بارگاہ کی دعا مقبول ہوتی ہے۔ کشید۔ یعنی ہوا کا عذاب آنیکے وقت۔

---

[53] ضائرہ۔ نقصان رسان۔ اُو کشتی۔ یعنی دائرہ انکے لئے کشتی تھا۔ عسے۔ عسیٰ کا امالہ ہے جو یقین کے معنیٰ میں بھی مستعمل ہوجاتا ہے۔ بسے۔ یعنی اللہ تعالےٰ بہت سی چیزوں کو ہوا کے طوفان کی طرح ہلاکت کا سبب اور کشتی کی طرح ذریعۂ نجات بنا دیتا ہے۔ بادشاہے۔ جس طرح کشتی ذریعۂ حفاظت ہے اِسی طرح اللہ تعالےٰ اُس بادشاہ کو مُفسدین سے حفاظت کا سبب بنا دیتا ہے جس کا دراصل مُلک گیری مقصد ہوتا ہے۔

قصدِ شاہ[۵۱] آں نے کہ خلق ایمن شوند
بادشاہ کا یہ قصد نہیں ہے کہ مخلوق محفوظ ہو
قصدش آنکہ مُلک گردد پائے بند
اُس کا قصد یہ ہے کہ مُلک پابند ہو جائے

آں خراسی می دود قصدش خلاص
چکی کا بیل دوڑتا ہے اُس کا قصد خلاصی حاصل کرنا ہے
تا بیابد اُو ز زخم آں دم مناص
تاکہ فوراً مار سے چھٹکارا حاصل کرے

قصدِ اُو آں نے کہ آبے بر کشد
اُس کا یہ قصد نہیں ہے کہ پانی کھینچے
یا کہ کنجد را بداں روغن کند
یا اُس کے ذریعہ تلوں کو تیل بنائے

گاو بشتابد ز بیمِ زخمِ سخت
بیل سخت مار کے ڈر سے دوڑتا ہے
نے برائے بُردنِ گردون و رخت
نہ کہ گاڑی اور سامان کے لے جانے کے لئے

لیک دادش حق چنیں خوف و وجع
لیکن اللہ نے اُس کو ایسا خوف اور درد عطا کیا ہے
تا مصالح حاصل آید در تبع
کہ ضمناً مصلحتیں حاصل ہوجائیں

ہمچنیں ہر کاسبے[۵۲] اندر دکاں
اسی طرح دکان میں ہر کمانے والا
بہرِ خود کوشد نہ اصلاحِ جہاں
اپنے لئے کوشش کرتا ہے نہ دنیا کے فائدے کیلئے

ہر یکے بر درد جوید مرہمے
ہر شخص درد کے لئے مرہم تلاش کرتا ہے
در تبع قائم شدہ زیں عالمے
ضمناً یہ جہان قائم ہو گیا ہے

حق ستونِ ایں جہاں از ترس ساخت
اللہ تعالےٰ نے اس جہان کا ستون خوف سے بنایا ہے
ہر یکے از ترسِ جاں در کار باخت
ہر شخص جان کے ڈر سے ایک کام میں لگا ہوا ہے

حمد ایزد را کہ ترسے را چنیں
اللہ کی تعریف ہے کہ خوف کو اس طرح
کرد اُو معمار و اصلاحِ زمیں
اُس نے معمار اور زمین کی اصلاح بنا دیا

ایں ہمہ[۵۳] ترسندہ اند از نیک و بد
یہ سب اچھے اور بُرے سے ڈرنے والے ہیں
ہیچ ترسندہ نترسد خود ز خود
کوئی ڈرنے والا خود بخود نہیں ڈرتا ہے

پس حقیقت بر ہمہ حاکم کسے ست
تو حقیقتاً سب پر کوئی حاکم ہے
کہ قریب ست و اگر محسوس نیست
جو قریب ہے اگرچہ محسوس نہیں ہے

ہست اُو اندر کمیں اے بوالہوس
اے بوالہوس! وہ گھات میں ہے
تا نگردی فارغ از شب اے عسس
تاکہ اے چوکیدار! تو رات سے بے نیاز نہ ہوجائے

معلوم ہوا کہ ہر شخص پر کوئی ذات حاکم ہے اور اُس شخص کو اُس ذات سے محکومیت کا قرب حاصل ہے لیکن وہ ذات اُس کو محسوس نہیں ہوتی ہے۔ ہست۔ محسوس تو وہ نہیں ہے لیکن وہ تیری گھات میں ہے تاکہ تو اپنے فریضہ سے غافل نہ ہو۔

۵۱ قصدِ شاہ۔ اُس بادشاہ کا مقصد مخلوق کو مطمئن کرنا نہیں ہوتا بلکہ مُلک گیری ہوتا ہے لیکن اللہ تعالےٰ اُس سے مخلوق کی حفاظت کا کام لے لیتا ہے۔ خراسی۔ وہ جانور جو چکی چلاتا ہے۔ خلاص۔ یعنی مار سے بچنے کے لئے دوڑتا ہے۔ مناص۔ بچاؤ کی جگہ۔ یا کہ۔ یعنی تلوں میں سے تیل نکالنا اُس کا مقصد نہیں ہے۔ گاو۔ یعنی گاڑی کا بیل۔ گردوں۔ گاڑی۔ لیک۔ یہاں مقاصد دوسرے ہیں لیکن اللہ تعالےٰ اُن سے اُنکے مقاصد کے علاوہ لوگوں کے نفع کا کام لے لیتا اور بنسز لہٖ کشتی بنا دیتا ہے۔

۵۲ کاسب۔ یعنی دوکاندار، دوکانداری اپنے نفع کے لئے کرتا ہے لیکن اُس کی وجہ سے لوگوں کی ضروریات پوری ہوتی ہیں۔ ہر یکے۔ ہر انسان اپنی غرض کے لئے کام کرتا ہے پھر بھی اُس سے نظامِ عالم قائم ہے اور لوگوں کا مفاد وابستہ ہوجاتا ہے۔ حق ستون۔ ہر انسان اپنے مقصد کے فوت ہونے سے ڈرتا ہے اور اسی خوف سے نظامِ عالم قائم ہے۔ حمد ایزد۔ اُس خدا کے لئے تعریف ہے جس نے اِس خوف کو اِس دنیا کا معمار اور آباد کنندہ بنا دیا ہے۔

۵۳ ایں ہمہ۔ دنیا کا ہر نیک و بد اپنے مقصد کے فوت ہونے سے ڈرتا ہے اور یہ ڈر خود بخود نہیں پیدا ہوا ہے بلکہ اُس کا کوئی پیدا کرنے والا ہے۔ تپی۔

هست[1] او محسوس اندر مکمنے — لیک محسوسِ حسِ ایں خانہ نے

وہ محسوس ہے، گھات میں — لیکن اس جہان کے حس کا محسوس نہیں ہے

آں حسے کہ حق بر آں حس مظہر ست — نیست حسِ ایں جہاں آں دیگر ست

وہ حس جس پر اللہ (تعالیٰ) ظاہر ہے — وہ اس جہان کی حس نہیں ہے، وہ دوسری ہے

حسِ حیواں گر بدیدے آں صور — بایزیدِ وقت بودے گاو و خر

اگر حیوانی حس ان صورتوں کو دیکھ سکتی — تو گاؤ و خر (اپنے) وقت کے بایزید ہوتے

آنکہ تن را مظہرِ ہر روح کرد — وانکہ کشتی را براقِ نوحؑ کرد

جس نے جسم کو ہر روح کا مظہر بنایا — اور جس نے کشتی کو نوحؑ کا براق بنایا

گر بخواہد عینِ کشتی را بخو — او کند طوفانِ تو اے نور جو

اگر وہ چاہے تو کشتی کو عادت میں — اے نور کے تلاش کرنے والے! وہ تیرا طوفان بنادے

ہر دمت[2] طوفان و کشتی اے مُقِل — با غم و شادیت کرد او متصل

اے نادار! تیرے طوفان اور کشتی کو ہر وقت — اس نے تیری خوشی اور غمی سے وابستہ کر دیا ہے

گر نہ بینی کشتی و دریا بہ پیش — لرزہا بیں در ہمہ اجزائے خویش

اگر تو کشتی اور دریا کو سامنے نہیں دیکھتا ہے — اپنے تمام اجزاء میں کپکپی کو دیکھ لے

چوں نہ بیند اصلِ ترسش را عیون — ترس دارد از خیالِ گونا گوں

جب اس کے ڈر کی اصل کو آنکھیں نہیں دیکھتی ہیں — تو وہ قسم قسم کے خیالات سے ڈرتا ہے

مشت بر اعمیٰ زند یک جلفِ مست — کور پندارد لگد زن اشتر ست

ایک گنوار مست، اندھے کے مکا مارتا ہے — اندھا سمجھتا ہے مکا مارنے والا خچر ہے

زانکہ[3] آں دم بانگِ اشتر می شنید — کور را گوش ست آئینہ، نہ دید

کیونکہ اس نے اس وقت خچر کی آواز سنی تھی — اندھے کا آئینہ، کان ہیں نہ کہ نظر

باز گوید کور نے ایں سنگ بود — یا مگر از قبۂ پر طنگ بود

پھر کہتا ہے نہیں یہ پتھر تھا — یا شاید پر صدا قبہ سے تھا

ایں نبود و آں نبود و او نبود — آنکہ او ترس آفرید اینہا نمود

یہ نہ تھا اور وہ نہ تھا اور وہ بھی نہ تھا — جس نے خوف پیدا کیا ہے اس نے انکو رونما کیا

---

[1] ہست۔ اس کو عقل کامل والے محسوس بھی کر لیتے ہیں عوام کے لئے غیر محسوس ہے چونکہ اس مکمن تک انکی رسائی نہیں ہے۔ آں حسے۔ خدا جس حس کا محسوس ہے وہ اس دنیا کی ظاہری حس نہیں ہے وہ دوسرے عالم کی حس ہے حسِ حیواں۔ یعنی ظاہری حس جو حیوانات میں بھی ہے۔ گاؤ و خر۔ جو پیٹ اور شرمگاہ کی شہوت میں مبتلا ہیں۔ آنکہ۔ وہ ذات جو غیر کشتی کو کشتی بنا دیتی ہے اس میں یہ قدرت بھی ہے وہ کشتی کو طوفان بنا دے یعنی وہی چیز جو ذریعہ نجات تھی ہلاکت کا سبب بنجائے۔

[2] ہر دمت۔ تیرا یہ غم اور خوشی تیرے لئے طوفان اور کشتی بنا دیا ہے اور پھر غم کو خوشی کا سبب اور خوشی کو غم کا سبب بنا دیا جاتا ہے۔ گر نہ بینی۔ اگر تیرا غم اور خوشی تجھے نظر نہیں آتے ہیں تو ان کے آثار سے ان کو سمجھ لے۔ چوں نہ بیند۔ فلسفی چونکہ اس خوف کی اصل کو جو خدا سے ہے نہیں دیکھتا ہے تو وہ طبعی اسباب کو خوف کا سبب قرار دیتا ہے جو عموماً غلط ہوتا ہے۔ مشت۔ اس فلسفی کی مثال اس اندھے کی سی ہے جس کے کسی گنوار مدہوش نے مکا مارا ہو اور وہ اس کا سبب خچر کی لات کو سمجھے۔

[3] زانکہ۔ خچر کو مکا مارنیوالا اسلئے سمجھے کہ اسوقت اس نے خچر کا ہنہنانا سنا تھا اور اندھے کے کان اس کی آنکھ کا کام کرتے ہیں۔ باز گوید۔ پھر وہ اندھا یہ کہتا ہے کہ نہیں یہ گدھے کی لات نہ تھی بلکہ کسی نے پتھر پھینک کر مارا ہے یا شاید کسی پُر آواز قبہ سے آ کر لگا ہے۔ طنگ۔ صدا قبۂ پر طنگ سے مراد پہاڑ ہو سکتا ہے۔ ایں نبود۔ اندھے نے پتھر کے لگنے کے تین سبب سمجھے گدھے کی لات، پھینکنے والا، پہاڑ اور تینوں غلط تھے جس

ترس[۵۱] و لرزه باشد از غیرے یقیں — ہیچکس از خود نترسد اے حزیں

یقیناً خوف اور کپکپی غیر سے ہوتی ہے — اے غمگیں! کوئی شخص اپنے آپ سے نہیں ڈرتا ہے

آں حکیمک وہم خواند ترس را — فہم کژ کرد ست اُو ایں دَرس را

وہ فلسفی اِس ڈر کو وہم بتاتا ہے — اُس نے اِس سبق کے سلسلہ میں سمجھ کو ٹیڑھا کر لیا ہے

ہیچ وہمے بے حقیقت کے بُود — ہیچ قلبے بے صحیحے کے رَوَد

بغیر حقیقت کے کوئی وہم کب ہوتا ہے؟ — کوئی کھوٹا بغیر صحیح کے کب چلتا ہے؟

کے[۵۲] دروغے قیمت آرد بے ز راست — در دو عالم ہر دروغ از راست خاست

سچائی کے بغیر جھوٹ کے دام کب اُٹھتے ہیں؟ — دونوں جہان میں ہر جھوٹ سچ سے بنا ہے!

راست را دید اُو رواجے و فروغ — بر امیدِ آں رَواں کرد اُو دروغ

اُس نے سچ کا چالو ہونا اور فروغ دیکھا — اِس اُمید پر اُس نے جھوٹ چالو کر دیا

اے دروغے کہ ز صدقت ایں نواست — شکرِ نعمت کُن مکُن انکارِ راست

اے جھوٹ کہ تیرا ساز و سامان سچ سے ہے — نعمت کا شکر ادا کر، سچ کا انکار نہ کر

از مُفلسِف گویم و سودائے اُو — یا ز کِشتیہا و دریاہائے اُو

فلسفی اور اُس کے خیال کی بات کروں — یا کشتیوں اور اُس کے دریاؤں کی

بَل ز کِشتیہاش کاں بندِ دلست — گویم از کُل جزو در وے داخل ست

بلکہ اُسکی کشتیوں کی، کیونکہ وہ دل کا مستحکم کرنیوالا ہے — کُل کی بات کروں، جز اُس میں داخل ہے

ہر وَلی را نوح و کشتیباں شناس — صحبتِ ایں خلق را طوفاں شناس

ہر ولی کو نوح اور کشتی بان سمجھ — اِن عوام کی صحبت کو طوفان سمجھ

کم[۵۳] گریز از شیر و اژدرہائے نَر — ز آشنایان و ز خویشاں کُن حذر

شیر اور نر اژدھے سے نہ ڈر — دوستوں اور اپنوں سے بچ

در تلاقی روزگارت می برند — یادہاشاں غائبی اَت می چرند

ملاقات میں تیرا وقت ضائع کرتے ہیں — اُن کی یادیں تیری غیبت کو چرتی ہیں

چوں خرِ تشنہ خیالِ ہر یکے — از قِفِ تن فکر را شربت مکے

ہر شخص کا خیال پیاسے گدھے کی طرح — جسم کے قیف سے فکر کا شربت چوستا ہے

۵۱ ترس۔ یہ خوف اور لرزہ خود بخود نہیں پیدا ہوتا ہے کسی سبب سے پیدا ہوتا ہے۔ آں حکیمک۔ وہ فلسفی وہم کو خلاق قرار دیکر اُس کو خوف کا خالق قرار دیتا ہے یہ اُس کی کج فہمی ہے۔ ہیچ وہمے۔ وہم کسی چیز سے جب ہی پیدا ہوتا ہے جبکہ اُس چیز سے کبھی وہ چیز پیدا بھی ہوئی ہو مثلاً زید کو یہ وہم کہ مجھے کوئی مار نہ ڈالے جب ہی ہوا جبکہ ایسے واقعات حقیقتاً ہوتے بھی ہیں۔ تو جب وہم کسی حقیقت پر مبنی ہوتا ہے تو لامحالہ اِس حقیقت کا کوئی پیدا کرنے والا ہے جس کیوجہ سے یہ وہم رونما ہوا ہے اس کو اِس طرح سمجھو کہ وہم بمنزلہ کھوٹے سکّے کے ہے اور کھرا سکّہ حقیقت ہے تو کھوٹا تب ہی چلتا ہے جبکہ کھرا چلتا ہے۔

۵۲ کے دروغ۔ جھوٹ کا رواج اِسی لئے ہوا کہ لوگوں نے سچ کا رواج دیکھا ہے۔ اے دروغ۔ سچ کا جھوٹ پر یہ احسان ہے کہ اُس کی وجہ سے اُس کا رواج ہوا ہے۔ از مُفلسِف۔ فلسفی اور خدا کی کشتیوں کا بیان ہو رہا تھا اب میں سوچتا ہوں کہ مزید گفتگو فلسفی کے بارے میں کروں یا کشتیوں کے بارے میں۔ گویم۔ کشتی کا بیان کرتا ہوں اُس کے ضمن میں فلسفی کا بھی رد ہو جائے گا۔ ہر ولی۔ اہل اللہ بمنزلہ نوح اور کشتی کے ہیں اور عوام بمنزلہ طوفان کے ہیں۔

۵۳ کم گریز۔ انسان کیلئے شیر اور سانپ اِس قدر مہلک نہیں ہیں جس قدر دوست اور اپنے مہلک ہیں۔ در تلاقی۔ اِن کی موجودگی میں ملاقات سے تضیع اوقات ہوتا ہے اور غیر موجودگی میں اُن کی یادیں تمہارا فکر برباد ہوتا ہے۔ چوں خرِ تشنہ۔ دوستوں اور اپنوں کی یاد تمہاری قوتِ فکریہ کو پیلے گدھے کی طرح چوستی ہے۔ قِف قیف جس کے ذریعہ بوتل وغیرہ میں تیل بھرتے ہیں۔

نشف[1] کرد از تو خیالِ آں وشات

اُن چغلخوروں کی یاد نے تجھ سے چُوس لیا

شبنمے کہ داری از بحر الحیات

اُس تری کو جو تو آبِ حیات سے رکھتا تھا

پس نشانِ نشفِ آب اندر غصون

شاخوں میں چُوسنے کی علامت

آں بُود کہ می نجنبد در رکون

یہ ہوتی ہے کہ وہ میلان میں جنبش کرتی ہیں

عضو چوں شاخِ تر و تازہ بُود

عضو، تر و تازہ شاخ کی طرح ہوتا ہے

می کشی ہر سُو کشیدہ می شود

جس جانب تو کھینچے، وہ کھنچ جاتا ہے

گر سبد خواہی توانی کردنش

اگر تو ٹوکری چاہے، تو اُس کو بنا سکے گا

ہم توانی کرد چنبر گردنش

اُس کی گردن کو تو حلقہ بھی بنا سکے گا

چوں شُد آں ناشف ز نشفِ بیخ خود

جب وہ چُوسنے والی اپنی جڑ کے چُوسنے سے جُدا ہوگئی

نایدآں سُوئے کہ اَمرش می کشد

وہ اُس جانب نہ آئے گی کہ حکم اسکو کھینچتا ہے

پس بخواں قَامُوا کُسَالیٰ از نبے

تو قرآن میں "قَامُوا کُسَالیٰ" پڑھ لے

چوں نیابد شاخ از بیخش طبے

جب شاخ اپنی جڑ سے پستان نہ پائے

آتشین[2] ست ایں نشاں کوتہ کنم

یہ علامت آتشین ہے، مختصر کرتا ہوں

بر فقیر و گنج و احوالش زنم

فقیر اور خزانہ اور اُس کے احوال پر متوجہ ہوتا ہوں

آتشے دیدی کہ سوزد اُو نہال

تو نے وہ آگ دیکھی ہے جو پودے کو جلا دیتی ہے

آتشِ جاں بیں کزو سوزد خیال

جان کی آگ کو دیکھ لے، جس سے خیال جل جاتا ہے

زاتشِ عشق ست سوزاں جان و دل

جان اور دل، عشق کی آگ سے جلنے والے ہیں

لیک بے انوار زو آں جان و دل

لیکن وہ جان اور دل اُس سے بے نور ہے

نے خیال[3] و نے حقیقت را اَماں

نہ خیال کو امن ہے، نہ حقیقت کو

زینچنیں آتش کہ شعلہ زد زجاں

ایسی آگ سے جس نے جان میں آگ لگا دی

خصم بر شیر آمد و ہر روبہ اُو

وہ شیر اور ہر لومڑی پر غالب آگیا

کُلّ شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ

اُس کی ذات کے سوا ہر چیز ہلاک ہوجانے والی ہے

در وجوہِ وجہِ اُو رَو خرج شو

اُس کی ذات کی تجلیات میں جا، خرج ہو جا

چوں الف در بسم در رَو درج شو

الف کی طرح بسم میں چلا جا، داخل ہو جا

[1] نشف۔ دوستوں اور عزیزوں کی یاد تعلق باللہ کو زائل کرتی ہے۔ وشات۔ چغلخور۔ پس نشان۔ شاخوں کے جڑ سے پانی چوسنے کی علامت یہ ہے کہ انہیں لچک ہوتی ہے۔ غصون۔ غصن کی جمع ہے، شاخ۔ رکون۔ میلان۔ عضو۔ اسی طرح جب اعضاء میں تری ہوتی ہے تو ہر طرف کو مُڑ جاتے ہیں۔ گر سبد۔ تر شاخ کی موڑ کر ٹوکری بھی بنا سکتے ہیں اسکو گول موڑ کر گردن میں بھی ڈال سکتے ہیں۔ چوں جب وہ اپنی جڑ سے پانی چوسنا چھوڑ دے تو انمیں یہ صفات نہیں رہتی ہیں۔ پس بخواں۔ اسی طرح جب قویٰ ارادیہ سے اعضاء سیراب نہیں ہوتے ہیں تو انمیں جنبش کی کمی ہوتی ہے، کفار کے بارے میں قرآن پاک میں ہے وَاِذَا قَامُوْا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى اور وہ جب نماز کیلئے کھڑے ہوتے ہیں تو کسلمند ہو کر کھڑے ہوتے ہیں۔

[2] آتشیں۔ یہ تعلق مع اللہ کا بیان عوام نہ سمجھ سکیں گے اور انکو مُضر ہوگا لہذا اب میں فقر اور خزانہ کی بات شروع کرتا ہوں۔ آتشے۔ تونے یہ آگ تو دیکھی ہے عشق کی آگ کو بھی دیکھ لے جو جان و دل کو جلا ڈالتی ہے اور صرف جان و دل کو ہی نہیں بلکہ انانیت کے خیال کو بھی جلا ڈالتی ہے لیکن جس جان و دل میں قبولیت کی علامت نہیں ہے انہیں سوزندگی تو درکنار اُس آگ کی روشنی بھی محسوس نہیں ہوتی ہے۔

[3] نہ خیال۔ یہ عدم صلاحیت کی بات ہے ورنہ وہ آتشِ عشق جبکہ جان کو جلا ڈالتی ہے تو اُس سے جلنے سے نہ خیال بچتا ہے نہ حقیقت واقعی۔ خصم۔ عشق ایسی چیز ہے کہ شیر یعنی حقیقت اور لومڑی یعنی خیال پر غالب آجاتا ہے اور ہر دو کو فنا کر ڈالتا ہے۔ کُلّ شَیْءٍ۔ اِس عشق سے ماسوی اللہ سب جلکر خاک ہوجاتا ہے۔ در وجوہ وجہ۔ ذات کی تجلیات۔ خرج شو اپنے آپکو فنا کردے۔ چون الف در بسم۔ بسم دراصل ب اسم تھا ب اور س کے وصل کیوجہ سے درمیاں کا الف یعنی ہمزہ فنا ہوگیا ہے تو بھی اسی طرح ذات احدیت میں اپنے آپ کو فنا کردے۔

آں الف[1] در بسم پنہاں کردہ ایست
اُس "الف" نے "بسم" میں خفیہ قیام کیا ہے

ہست اُو در بسم و ہم در بسم نیست
وہ "بسم" میں ہے بھی اور نہیں بھی

ہمچنیں جملہ حروف گشتہ مات
اسی طرح وہ تمام حروف جو فنا ہو جاتے ہیں

وقتِ حذفِ حرف از بہرِ صلات
اتصال کے لئے حرف کے حذف کے وقت میں

اُو صلہ ست و بے و سیں زو وصل یافت
وہ صلہ ہے اور "با" اور "سین" اُس کی وجہ سے جڑے

وصل بے و سین الف را بر نتافت
"با" اور "سین" کے وصل کو "الف" برداشت نہ کر سکا

چونکہ حرفے بر نتابد ایں وصال
جب یہ وصال ایک حرف کی گنجائش نہیں رکھتا

واجب آمد کہ کنم کوتہ مقال
تو ضروری ہوگیا کہ گفتگو کو مختصر کردوں

چوں یکے حرفے فراقِ سین و بے
جبکہ ایک حرف "با" اور "سین" کی جدائی ہے

خامشی اینجا مہم تر واجب ست
تو اس جگہ چپ رہنا بہت زیادہ ضروری ہے

چوں الف[2] از خود فنا شد مکتنف
جب پہلو میں آنیوالا الف اپنائیت سے فنا ہوگیا

بے و سیں بے اُو ہمی گویند الف
تو "با" اور "سین" اُس کے بغیر "الف" کہہ رہے ہیں

ما رمیت اذ رمیت بے ویست
"تونے نہیں پھینکا جبکہ تونے پھینکا" اُس کے بغیر ہے

ہمچنیں قال اللہ از ضمنش بجست
اسی طرح "اللہ نے کہا" اُسکے ضمن میں مستفاد ہوا

تا بود دارو ندارد اُو عمل
جب تک دوا موجود ہے وہ عمل نہیں کرتی

چونکہ شد فانی کند دفعِ علل
جب فانی ہوگئی بیماریوں کا دفعیہ کرتی ہے

گر شود[3] بیشہ قلم دریا مدید
اگر جنگل قلم اور سمندر روشنائی بنجائے

مثنوی را نیست پایانی امید
مثنوی کے ختم کی توقع نہیں ہے

چار چوب خشت زن تا خاک ہست
پتھے کا سانچہ جب تک مٹی ہے

میدہد تقطیع شعرش نیز دست
اُس کے شعروں کی تقطیع بھی میسر رہے گی

چوں نماند خاک و بادش حف کند
جب مٹی نہ رہے گی اور اس کو ہوا صاف کردیگی

خاک سازد بحرِ اُو چوں کف کند
جب اُس کا سمندر جوش مارے گا مٹی بنائے گا

ك۱ آں الف۔ وہ ہمزہ جو بسم میں پوشیدہ ہوگیا معنی کے اعتبار سے موجود ہے اور لفظوں کے اعتبار سے معدوم ہے تو بھی اِسی طرح اُس ذات میں فنا ہوجا یعنی جسی اعتبار سے تو تیرا وجود رہے اور ذہنی اعتبار سے نہ رہے۔ آگے وہ ہمزہ وصل تھا جب ب اور س کا وصل ہوا وہ وصل اِس ہمزہ کو برداشت نہ کر سکا۔ چونکہ حرفے۔ جب وصل ایک حرف کو بھی برداشت نہیں کرتا تو میرا وصل باللہ میری تقریر کو کیسے برداشت کریگا تو یہ میری تقریر اور بیان فنا کے خلاف ہے لہٰذا مجھے خاموشی اختیار کرنی چاہیئے۔ چوں یکے حرفے۔ جب ہمزہ کا وجود ب اور س کے وصل سے مانع ہو تو مقام فنا میں پہنچکر خاموشی ضروری ہے بولنا وجود کے آثار میں سے ہے جو فنا کے منافی ہے۔

ك۲ چوں الف۔ جب ہمزہ نے خود کو فنا کردیا تو اب ب اور س اسکو بتاتے ہیں اِسی طرح جب بندہ فانی فی ذاتِ اللہ ہو جائیگا تو اسکو بقا بذاتِ اللہ حاصل ہو جائے گا۔ ما رمیت۔ آنحضورؐ نے جنگِ بدر میں ایک مٹھی خاک دشمنوں کیطرف پھینکی تو وہ اندھے ہوگئے، چونکہ آنحضورؐ کو مقامِ فنا حاصل تھا اسلئے آنحضورؐ کے اِس فعل کو آنحضورؐ کی بجائے اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف منسوب کیا اور فرمایا کہ تم نے نہیں پھینکا بلکہ خدا نے پھینکا تو جب فانی کا فعل فانی کیطرف منسوب نہیں ہوسکتا ہے تو اسکا قول بھی اُسکی طرف منسوب نہ ہوگا بلکہ اللہ تعالیٰ کیطرف منسوب ہوگا تو لکنّ اللّٰہ رمیٰ سے یہی مستفاد ہوا کہ آنحضورؐ نے نہیں کہا بلکہ اللہ نے کہا۔ گفتۂ او گفتۂ اللہ بود، گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود۔

ك۳ گر شود۔ چونکہ مولانا نے گزشتہ اشعار میں بہت بلند مضامین ذکر فرمائے اُنکے پیشِ نظر مثنوی کی تعریف شروع کردی۔ بیشہ۔ جنگل یعنی اُسکے درخت۔ مدید۔ مداد کا امالہ ہے، روشنائی۔ مثنوی۔ اِسکے مضامین کلمات اللہ ہیں اور اُنکے بارے میں قرآن پاک میں یہی کہا گیا ہے۔ چار چوب۔ جب تک زمین ہے یعنی دنیا قائم ہے زمین سے اینٹیں بنتی رہینگی اور اُس وقت تک اِس مثنوی کے اشعار بھی دستیاب رہینگے۔ چوں نماند۔ جب یہ رُوئے زمین ختم ہو جائیگی اور قیامت کے دن کی ہوائیں اُسکو تہ و بالا کردینگی تو اِس مثنوی یعنی کلمات کا سمندر جوش ماریگا اور عالمِ آخرت میں ایک زمین بنائے گا۔

چوں[۵۱] نماند بیشہ و سر در کشند — بیشہا از عینِ دریا سر کشند
جب جنگل نہ رہیں گے اور سر چھپالیں گے — بعینہ دریا سے جنگل سر اُبھاریں گے

بہرِ ایں گفت آں خداوندِ فرج — حَدِّثُوا عَنْ بَحْرِنَا اِذْ لَا حَرَج
اسی لئے کشادگی کے خدا نے فرمایا — ہمارے سمندر سے بیان کرو کیونکہ تنگی نہیں ہے

باز گرد از بحر، رُو در خشک نہ — ہم ز لعبت گو کہ کودک راست بہ
سمندر سے واپس ہوجا، خشکی کی جانب رُخ کر — کھیل کی بات کر کیونکہ بچے کیلئے وہ بہتر ہے

تا ز لعبت اندک اندک در صِبا — جانش گردد با یمِ عقل آشنا
تاکہ بچپن میں کھیل سے تھوڑا تھوڑا — اُس کی جان عقل کے سمندر سے آشنا ہوجائے

عقل زاں بازی ہمی گیرد صبی — گرچہ با عقل ست در ظاہر ابی
بچہ کھیل سے عقل حاصل کرتا ہے — اگرچہ وہ بظاہر عقل کے منافی ہے

کودکِ دیوانہ بازی کے کُند — جُزو باید تا کہ کُل را پے کُند
دیوانہ بچہ کب کھیلتا ہے؟ — جُز چاہیئے تاکہ کُل کا پتہ لگائے

رجوع کردن بقصۂ قُبہ و گنج

قبہ اور خزانہ کے قصے کی جانب رجوع

نک[۵۲] خیالِ آں فقیرِ بے ریا — عاجز آورد از بیا وُ از بیا
اُس مخلص فقیر کے خیال نے — آجا، آجا کے ذریعہ عاجز کردیا

بانگِ اُو تو نشنوی مَن بشنوم — زانکہ در اَسرار، ہمرازِ وَیم
تو اس کی آواز نہیں سنتا میں سُن رہا ہوں — کیونکہ میں رازوں میں اُس کا ہمراز ہوں

طالبِ گنجش مبیں خود گنج اُوست — دوست کے باشد بمعنیٰ غیرِ دوست
اس کو خزانہ کا طالب نہ سمجھ وہ خود خزانہ ہے — باطن میں دوست، دوست کا غیر کب ہوتا ہے؟

سجدہ خود را می کُند ہر لحظہ اُو — سجدہ پیشِ آئینہ ست از بہرِ رُو
وہ ہر لحظہ اپنا سجدہ کرتا ہے — آئینہ کے سامنے سجدہ کرنا چہرے کے لئے ہے

گر[۵۳] بدیدے زائینہ اُو یک پشیز — بے خیالِ اُو نماندے ہیچ چیز
اگر وہ آئینہ سے ایک دمڑی دیکھ لیتا — اُس کے خیال کے سوا کچھ نہ رہتا

---

۵۱ چوں نماند بیشہ: جب یہ عالمِ دنیا کے جنگل ناپید ہوجائیں گے تو مثنوی یعنی کلمات اللہ اور عالمِ آخرت کے جنگل پیدا ہوجائیں گے۔ بہرِ ایں: چونکہ کلمات اللہ غیر محدود ہیں لہذا اُن کی باتیں بھی لامحدود ہیں انکو بیان کیے جاؤ کوئی تنگی نہ آئے گی۔ باز گرد: اب کلمات اللہ اور اَسرار کے سمندر کی باتوں سے خشکی کیطرف یعنی ظاہری باتوں کیطرف رجوع اور کچھ کھیل کود کی بات کر وہ بچے کیلئے مفید ہے جب وہ لکڑی کی تلوار سے کھیلنا سیکھ لیتا ہے تو اصلی تلوار خوب چلاتا ہے۔ تا ز لعبت: کھیل کود سے عقل آشنا ہوجاتی ہے۔ بازی: کھیل کود سے بچے ہنر سیکھ لیتا ہے اگرچہ بظاہر عقل اور کھیل میں کوئی جوڑ نہیں ہے۔ کودک: کھیل سے عقل آتی ہے اور عقل ہی سے کھیل آتا ہے پاگل بچہ کبھی کھیل میں نہیں لگتا ہے۔

۵۲ نک: اُس مخلص فقیر کا خیال مجھے مجبور کررہا ہے کہ میں اس کے قصہ کو پورا کروں۔ بانگِ اُو: چونکہ میں اُس فقیر کا ہمراز ہوں اُس کی آواز بلانے کی مجھے آرہی ہے۔ طالبِ گنجش: اُس فقیر کو خزانہ کا طالب نہ سمجھ بلکہ وہ خود خزانہ ہے کیونکہ دوست باطن کے اعتبار سے دوست کا غیر نہیں ہوتا ہے بلکہ مطلوب طالب کا آئینہ ہوتا ہے اور آئینہ کیجانب سجدہ کرنا اپنے لئے ہی سجدہ کرنا ہے، انسان کسی چیز کا طالب اپنی غرض کیلئے ہوتا ہے تو گویا وہ مطلوب خود طالب ہے۔

۵۳ گر بدیدے: طالب نے مطلوب کے آئینہ میں خود ہی کو دیکھا تو طلب میں اِس قدر مُنہمک ہوگیا لیکن اگر وہ مطلوب میں اُس حقیقت کو دیکھ لیتا جس حقیقت کیلئے ہر مخلوق اور مطلوب آئینہ ہے تو وہ اُس حقیقت کے درپے ہوجاتا اور اُس کے ذہن سے ہر مطلوبِ خیالی زائل ہوجاتا اور اُس حقیقت کے آئینہ بجانے سے جب اُسمیں اپنا چہرہ نظر آتا تو منصور کیطرح اِنّی اَنَا اللہ کا نعرہ لگانے لگتا۔

۱۵

هم خیالاتش هم اُو فانی شُدے — دانشِ اُو محوِ نادانی شُدے
اُس کے خیالات اور خود وہ بھی فانی ہوجاتے — اُس کا علم بے علمی میں فنا ہوجاتا

دانشِ دیگر ز نادانیِّ ما — سر برآوردے عیاں کانّی انا
ہماری بے علمی سے دوسرا علم — کھُلم کھُلا سر اُبھارتا کہ "اِنّی اَنا"

اُسجُدُوا لآدمؑ[1] ندا آمد ہمے — کادمید و خویش بینید ش دمے
آدمؑ کو سجدہ کرو آواز آرہی تھی — کہ تم آدم ہو اور تھوڑی دیر کیلئے اپنے آپ کو آدم سمجھو

اَحولی از چشمِ ایشاں دُور کرد — تا زمیں شد عینِ چرخِ لاجورد
اُن کی آنکھ سے بھینگا پن دُور کر دیا — یہاں تک کہ زمین بعینہٖ نیلا آسمان ہوگئی

لَا اِلٰہ گفت و اِلّا اللہ گُفت — گشت لَا اِلٰہ اِلّا اللہ و وحدت شگفت
اُس نے "لا الٰہ" کہا اور "اِلّا اللہ" کہا — "لا الٰہ اِلّا اللہ" بن گیا اور وحدت ظاہر ہوگئی

آں حبیب[2] و آں خلیلِ با رَشد — وقت آں آمد کہ گوشِ ما کشد
وہ حبیب اور ہادی دوست — اس کا وقت آگیا کہ ہمارے کان کھینچے

سُوئے چشمہ کہ دہاں زیں ہا بشو — آنچہ پوشیدیم از خلقاں مگو
چشمہ کی جانب، کہ اِن سے مُنہ دھوئے — جو ہم نے مخفی کیا ہے، لوگوں سے نہ کہہ

وَر بگوئی خود نہ گردد آشکار — تو بقصدِ کشف گردی جُرم دار
اگر تو کہے گا واضح نہ ہوگا — تو اظہار کے ارادے میں مجرم ہوگا

لیک[3] من اینک پریشاں می تنم — قائلِ ایں سامعِ ایں ہم منم
لیکن میں اب پراگندہ بات کررہا ہوں — اس کا کہنے والا بھی اور سُننے والا بھی میں ہی ہوں

صورتِ درویش و نقشِ گنج گو — رنج کیشند ایں گروہ از رنج گو
درویش کی (ظاہری) صورت اور خزانہ کا نشان بیان کر — یہ لوگ زحمت پسند ہیں زحمت کی بات کر

چشمۂ رحمت بر ایشاں شُد حرام — می خورند از زہرِ قاتل جام جام
رحمت کا چشمہ اِن پر حرام ہوگیا ہے — زہرِ قاتل کے جام بر جام پیتے ہیں

---

[1] اُسجُدُوا۔ آدمؑ فرشتوں کے مسجُود اس لئے تھے کہ وہ مظہرِ حقیقت تھے تو بنی آدمؑ کے لئے یہ اشارہ ہے کہ وہ بھی آدمؑ کی طرح مظہرِ حقیقت ہیں اور اُن کو چاہیے کہ اپنے آپ کو اِس حقیقت کا مظہر سمجھیں۔ اَحوَلی۔ اللہ تعالےٰ نے فرشتوں کی آنکھ سے بھینگا پن دُور کردیا اور انھوں نے آدم کی ہستی کو اسی طرح مہبطِ اَنوار دیکھا جس طرح فلک مہبطِ انوار ہے۔ لا الٰہ۔ اُس کا اِنّی اَنَا اللہ کہنا لَا اِلٰہ اِلّا اللہ ہی کہنا تھا جبکہ لَا اِلٰہ یعنی غیر اللہ منظر اِلّا اللہ بن گیا تو لا الٰہ یعنی غیر اِلّا اللہ عینِ حقیقت بنگیا۔ تو گویا اِنّی اَنَا اللہ کہنا بعینہٖ لَا اِلٰہ اِلّا اللہ کہنا تھا یعنی یہ عنوان ہیں مضمون ایک ہی ہے۔

[2] آں حبیب۔ اب اِن اَسرار کا بیان اِس درجہ پر آگیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارا کان کھینچ کر شرعی احکام کی طرف لے جائے اور حکم دے کہ شریعت کے چشمہ سے مُنہ دھولے تاکہ اِن اسرار کے بیان کا مُنہ میں جو اثر ہے وہ زائل ہوجائے اِس لئے کہ شریعت اس طرح کے کلمات کی اجازت مغلوبُ الحال کے سوا کسی کو نہیں دیتی ہے اور یہ وہ اَسرار ہیں جو شریعت نے عوام سے پوشیدہ رکھے ہیں۔ وَر۔ اگر اِن اَسرار کو بیان بھی کیا جائے گا تو اَسرار واضح نہ ہوں گے اور اِس طرح کے کلمات کہنے والا مجرم قرار دیا جائے گا اور شریعت کے احکام کے اعتبار سے سزا کا مستحق ہوگا ———

[3] لیک۔ میں جو کچھ بیان کررہا ہوں وہ بھی پراگندہ باتیں ہیں جن سے اَسرار کی حقیقت واضح نہیں ہوتی نیز اُن کا کہنے والا بھی میں ہی ہوں اور سُننے والا بھی میں ہی ہوں چونکہ اور کوئی سمجھنے والا نہیں ہے لہٰذا میں عوام سے راز ظاہر کرنے کا مجرم بھی نہیں ہوں۔ صورتِ درویش۔ اَسرار کا بیان تو اب ختم ہوا اب وہ باتیں اور کہنی ہیں جن کا اوپر ذکر ہوا ہے ایک درویش کا قصہ دوسرا چشمۂ رحمت یعنی شریعت کا ذکر۔ رنج کیشند۔ عوام کو وہی باتیں پسند ہیں جن کا ذکر غیرِ خدا کا ذکر ہے اور وہ ہمارے لئے تکلیف دہ ہیں لیکن عوام کا چونکہ یہ مزاج بنگیا ہے لہٰذا مجبوراً ہمیں اِس طرح کے قصے بیان کرنے پڑ رہے ہیں۔ چشمۂ رحمت ع

م شریعت کی باتیں ان عوام نے اپنے اوپر حرام کرلی ہیں اور دوسرے قصے جو زہر ہیں انکے عادی ہوگئے ہیں۔

خاکہا پُر کردہ دامن می کشند[۱] — تا کنند ایں چشمہا را خشک بند

دامن کو مٹی سے بھر کر لا رہے ہیں — تاکہ ان چشموں کو خشک اور بند کر دیں

کے شود ایں چشمہ دریا مدد — مکتبس زیں مشتِ خاکِ نیک و بد

یہ دریا کا امدادی چشمہ کب ہو سکتا — چھپا ہوا؟ اس اچھی بری مٹی کی مٹھی سے

لیک گوید با شما من بستہ ام — بے شما من با ابد پیوستہ ام

لیکن وہ کہتا ہے تمہارے اعتبار سے میں بند ہوں — تمہارے علاوہ میں ابد سے وابستہ ہوں

قوم معکوس اند اندر مشتہا — خاک خوار و آب را کردہ رہا

مطلوب کے بارے میں وہ الٹی قوم ہے — مٹی کھاتی ہے، پانی کو چھوڑ رکھا ہے

ضدِ طبعِ انبیاء دارند خلق[۲] — اژدہا را متکا دارند خلق

(یہ) لوگ انبیاء کی طبیعت کی ضد ہیں — (یہ) لوگ اژدہے کو تکیہ گاہ بنائے ہوئے ہیں

چشم بندِ خلق چوں دانستہ — ہیچ دانی از چہ دیدہ بستہ

جبکہ تو نے لوگوں کی آنکھ کے پردے کو سمجھ لیا — تو جانتا ہے کہ تو نے کس چیز سے آنکھ بند کی ہے؟

بر چہ بکشادی بدل ایں دیدہا — یک بیک بس البدل داں آں را

تو نے آنکھوں کو بدلے میں کس چیز پر کھولا ہے؟ — اپنے لئے اس کو سراسر بُرا بدل سمجھ

لیک خورشیدِ عنایت تافتہ است — آئسان را از کرم دریافتہ است

لیکن مہربانی کا سورج چمکا ہے — اس نے کرم سے مایوسوں کو پا لیا ہے

نرد بس نادر ز رحمت باختہ[۳] — عینِ کفراں را انابت ساختہ

اس نے رحمت سے عجب نرد کھیلی ہے — یعنی کفر کو رجوع (الی اللہ) بنا دیا ہے

ہم ازیں بدبختی خلق آں جواد — منفجر کردہ دو صد چشمہ وداد

اس سخی نے مخلوق کی اسی بدبختی سے — محبت کے دو سو چشمے جاری کر دیئے

غنچہ را از خار سرمایہ دہد — مہرہ را از مار پیرایہ دہد

وہ غنچہ کو کانٹے سے سرمایہ عطا کرتا ہے — وہ مہرہ کو سانپ سے لباس عطا کر دیتا ہے

از سوادِ شب بروں آرد نہار — وز کفِ معسر بروید یسار

وہ رات کی سیاہی سے دن ظاہر کرتا ہے — وہ تنگدست کے ہاتھ سے مالداری پیدا کر دیتا ہے

ہی اپنی محبت کے چشمے جاری کر دیئے ہیں۔ غنچہ۔ اللہ تعالیٰ ایک ضد سے دوسری ضد پیدا فرما دیتا ہے کانٹے سے غنچہ اور سانپ میں مہرہ پیدا کر دیتا ہے جو اس کے زہر کا تریاق ہے۔ رات سے دن پیدا کر دیتا ہے مفلس کے ہاتھ سے مالداری پیدا کر دیتا ہے حضرت ابراہیمؑ نے ریت سے گیہوں کا آٹا پیدا فرما دیا۔ پہاڑ کو حضرت داؤدؑ کا ہم زبان بنا دیا۔

---

۱ خاکہا۔ یہ لوگ شریعت کے مسائل کو اپنی خرافات سے دبانا چاہتے ہیں لیکن یہ ممکن نہیں ہے۔ مکتبس۔ اگر نون سے ہے تو پوشیدہ کے معنی ہیں اور اگر با سے ہے تو چھپا ہوا کے معنی ہیں۔ لیک۔ مخالفوں کی مخالفت سے شریعت تو نہ مٹے گی ہاں وہ محروم رہیں گے۔ قوم معکوس۔ یہ دین میں تاویلات کرنے والے اوندھی طبیعت کے ہیں کہ ان کو شریعت کا صاف چشمہ پسند نہیں آتا اور تاویلات کی خاک چاٹتے ہیں۔

۲ ضدِ طبع۔ انبیاء تو حق کہتے تھے خواہ عوام کو پسند نہ آئے یہ عوام پر تکیہ کرتے ہیں اور ان کو خوش کرنے کے لئے تاویلات کرتے ہیں۔ چشم بند۔ یہی فلسفیانہ توجیہات ان کی آنکھوں کا پردہ ہیں انھوں نے حقائق سے آنکھیں بند کر لی ہیں۔ بر چہ۔ شریعت کے اسرار کی بجائے فلسفیانہ تاویلات ان کے پیشِ نظر ہیں جو حقائقِ شرعیہ کا بدترین بدل ہیں۔ لیک۔ ان عقلی موشگافیاں کرنے والوں میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں کہ اصل شریعت کا تو انکار نہیں کرتے ہیں لیکن بعض جگہ سلف کے خلاف تاویلات کرتے ہیں ان کو قدرت خدا کے کرم نے سنبھال لیا ہے۔

۳ نرد بس نادر۔ اللہ نے ان پر کرم کیا اور ان کے بعض عقائد سلف کے خلاف ہوتے ہوئے بھی انکو معذور قرار دیدیا ہے۔ ہم ازیں۔ ان کے بعض عقائد فاسدہ سے

آرد سازد ریگ را بہرِ خلیلؑ	کوہ با داؤدؑ گردد، ہم رسیل
وہ خلیل (ابراہیمؑ) کے لئے ریت کو آٹا بنا دیتا ہے	پہاڑ (حضرت) داؤدؑ کا ہم آواز بن جاتا ہے
کوہِ[1] با وحشت دراں ابرِ ظلم	بر کشاید بانگِ چنگِ زیر و بم
وحشت ناک پہاڑ، تاریک ابر میں	چنگ کی آواز اور زیر و بم کو ظاہر کرتا ہے
خیز اے داؤدؑ از خلقاں نفیر	ترک آں کردی عوض از ما بگیر
اے لوگوں سے متنفر داؤدؑ! اُٹھ	تو نے اُس کو چھوڑا، ہم سے اس کا بدلہ لے

انابتِ آں طالبِ گنج بحق تعالیٰ بعد از طلبِ بسیار و عجز

بہت سے عجز اور مجبوری کے بعد اُس خزانہ کے طلبگار کا اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا

و اضطرار کہ اے ولیّ الاظہار تو کُن آں پنہاں را آشکار

کہ اے ظاہر کرنے کے والی تو اُس پوشیدہ کو ظاہر کر دے

گفت آں درویش اے دانایِ راز | از پئے ایں گنج کردم یادہ تاز
اُس فقیر نے کہا، اے راز داں | میں نے اس خزانہ کیلئے، بیہودہ بھاگ دوڑ کی
دیوِ حرص و آز مُستعجل تگی | نے تأنّی جُست و نے آہستگی
دوڑ میں عجلت کرنیوالے لالچ اور حرص کے دیو نے | نہ آہستہ روی کو طلب کیا اور نہ آہستگی کو
من[2] ز دیگے لقمۂ نندوختم | کف سیہ کردم دہاں را سوختم
میں نے دیگ میں سے ایک لقمہ نہ حاصل کیا | ہاتھ کالا کر لیا، منہ جلا لیا
خود نگفتم چوں دریں ناموقنم | زاں گرہ زن ایں گرہ را حل کنم
میں نے نہ کہا، جبکہ میں اسمیں یقین کرنیوالا نہیں ہوں | اُس گرہ لگانے والے سے، اس گرہ کو کھلواؤں
قولِ حق را ہم ز حق تفسیر جُو | ہیں مخاز اژاز گماں اے یادہ گو
اللہ کے قول کی، اللہ سے تفسیر چاہ | اے بیہودہ گو! گمان سے بکواس نہ کر
آں گرہ کو زد، ہمو بکشایدش | مہرہ[3] کو انداخت اُو برباید شش
جو گرہ اس نے لگائی ہے وہی اس کو کھولتا ہے | جو مُہرہ اس نے بٹھایا ہے وہی اسکو اُٹھاتا ہے
گرچہ آسانت نمود ایں ساں سخن | کے بود آساں رموزِ من لدُن
اگرچہ تجھے اس قسم کا کلام آسان معلوم ہوتا ہے | لدنیہ رموز آسان کب ہوتے ہیں؟
گفت یا رب توبہ کردم زیں شتاب | چوں تو در بستی تو کُن ہم فتحِ باب
اس نے کہا اے خدا: میں نے اس جلد بازی سے توبہ کی | جب آپ نے دروازہ بند کیا تو آپ ہی دروازہ کھولئے

۱ کوہ۔ حضرت داؤدؑ کے ساتھ پہاڑ زبور اور تسبیح پڑھنے میں ہم آواز بنتا تھا۔ خیز: حضرت داؤدؑ عوام سے گھبرا کر گوشۂ تنہائی میں گئے تو پہاڑوں کا ہم آواز بنا۔ انابت۔ جب وہ فقیر خزانہ کی جستجو میں تھک گیا تو اس نے خدا کی طرف رجوع کیا۔ آں پنہاں۔ یعنی خزانہ۔ یادہ تاز: بیکار بھاگ دوڑ۔ مستعجل تگی۔ جلد بازی۔

۲ من ز دیگے۔ یعنی خزانہ کی تلاش میں سوائے تکلیف کے کچھ حاصل نہ ہوا۔ خود نگفتم: میری یہ غلطی تھی کہ تیر پھینکنے کی تفسیر پر یقین نہ ہوتے ہوئے بھی تیری طرف رجوع نہ کیا۔ قولِ حق۔ اللہ تعالیٰ اپنے کلام کی تفسیر خود کر سکتا ہے چنانچہ قرآن، قرآن کی تفسیر ہے۔

۳ مہرہ۔ جو نرد اس نے جس جگہ بٹھائی ہے وہی اسکو اٹھا کر بازی جیت سکتا ہے دوسرے کی مجال نہیں ہے۔ گرچہ۔ قرآن پاک کو آسان بھی کہا ہے لیکن اس کے رموز خدا ہی حل کرتا ہے۔

برسرِ[1] حرفہ شدم بارِ دگر
میں دوبارہ ہُنر کے سر ہو گیا
در دُعا کردن بُدم من بے ہُنر
میں دُعا کرنے میں بے ہُنر تھا

کو ہُنر، کو من، کجا دل مُستوی
کہاں ہُنر، کہاں میں، کہاں پُرقرار دل
ایں ہمہ عکسِ تو است و خود توئی
یہ سب آپ کا عکس ہے اور خود آپ ہی ہیں

ہر شبے تدبیر و فرہنگم بخواب
ہر رات کو سونے میں میری تدبیر اور عقل
ہمچو کشتی غرقہ می گردد در آب
کشتی کی طرح پانی میں ڈوب جاتی ہے

خود نہ مَن می مانم و نے آں ہُنر
نہ خود میں رہتا ہوں اور نہ وہ ہُنر
تن چو مُردارے فتادہ بے خبر
جسم مُردے کی طرح بے خبر پڑا ہوتا ہے

تا سحر[2] جُملہ شب آں شاہِ عُلا
تمام رات صبح تک وہ بلندی کا شاہ
خود ہمی گوید اَلَستُ و ہم بلیٰ
خود ہی "اَلَستُ" کہتا ہے اور خود ہی "بلیٰ"

کو بلیٰ گو، جملہ را سیلاب بُرد
"بلیٰ" کہنے والے کہاں ہیں سب کو بہا لے گیا
یا نہنگے کرد کُل را خُرد مُرد
یا ناکے نے سب کو ریزہ ریزہ کر دیا

صبحدم چوں تیغِ گوہر دارِ خود
صبح کا وقت جب اپنی جڑاؤ تلوار
از نیامِ ظُلمتِ شب بر کشد
رات کی تاریکی سے سونتتا ہے

آفتابِ شرق شب را طے کُند
مشرق کا سورج رات کو طے کرتا ہے
ایں نہنگ آں خوردہا را قے کُند
یہ ناکہ کھائی ہوئی چیزوں کو اُگل دیتا ہے

رَستہ چوں یونس ز معدۂ آں نہنگ
اُس ناکے کے معدہ سے حضرت یونس کی طرح نکل کر
منتشر گردیم اندر بُو و رنگ
بو اور رنگ میں ہم پھیل جاتے ہیں

خلق[3] چوں یونسِؑ مُسبّح آمدند
مخلوق (حضرت) یونسؑ کی طرح تسبیح پڑھنے والی بن گئی
کاندراں ظُلمات بُد راحت شُدند
کیونکہ اُن تاریکیوں میں آرام سے ہو گئی

ہر یکے گوید بہنگامِ سحر
ہر شخص صبح کے وقت کہتا ہے
چوں ز بطنِ حُوتِ شب آید بدر
جب رات کی مچھلی کے پیٹ سے باہر آتا ہے

کاے کریمے کاندراں لیلِ وحش
کہ اے کریم! اُس وحشت ناک رات میں
گنجِ رحمت بنہی و چندیں چشش
تو رحمت کا خزانہ اور اِس قدر لذت رکھتا ہے

چشم تیز و گوش تازہ تن سُبک
آنکھ تیز، کان تازہ اور جسم ہلکا (ہو گیا)
از شبِ ہمچوں نہنگِ ذوالحُبُک
رات کی وجہ سے جو ناکے کی طرح کالی زُلفوں والی ہے

[1] برسر حرفہ۔ یعنی میں نے دُعا اِس طرح نہ کی کہ خزانہ کا ملنا بھی بلا کسب ہو جاتا اور اُس کے تلاش کرنے میں مجھے محنت اور تدبیر کرنی پڑ گئی یہ میری دعا کا قصور تھا۔ کو۔ انسان ہیچ در ہیچ ہے جو کچھ ہے خدا کا عکس ہے بلکہ عینِ خدا ہے۔ ہر شبے۔ انسان کے ہُنر اور تدبیر کا حال تو یہ ہے کہ وہ ہر رات کو غائب ہو جاتا ہے۔ خود۔ نیند کی حالت میں انسان کے تمام ہُنر ختم ہو جاتے ہیں اور وہ ایک مُردے کی صورت میں ہوتا ہے۔

[2] تا سحر۔ صبح تک سب انسان مُردہ ہوتے ہیں اﷲ تعالیٰ خود ہی سوال کرتا ہے اور خود ہی جواب دیتا ہے اُن میں جواب دینے کی صلاحیت نہیں رہتی ہے۔ نہنگ۔ مگرمچھ۔ خُرد مُرد۔ ریزہ ریزہ۔ صبحدم۔ صبح کے وقت جب سورج نکلتا ہے انسان کے ہوش و حواس واپس آ جاتے ہیں۔ تیغ۔ یعنی سورج۔ نہنگ۔ یعنی رات۔ رستہ۔ اب صبح کو انسان بیدار ہو کر پھر دنیا کے رنگ و بُو میں منہمک ہو جاتا ہے۔

[3] خلق۔ جس طرح حضرت یونسؑ نے فرمایا تھا لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ ہر انسان صبح کی تسبیح کرتا ہے۔ بُد راحت۔ انسان کو رات میں سونے سے بڑی راحت حاصل ہوتی ہے۔ کاے۔ سو کر جب اُٹھتا ہے تو یہ تسبیح کرتا ہے۔ گنجِ رحمت۔ اِس خزانے سے حواس کو یہ طاقت ملتی ہے کہ بیداری پر وہ تیز ہو جاتے ہیں اور بدن ہلکا ہو جاتا ہے۔ ذوالحُبُک۔ حُبُک۔ بالوں کا مجموعہ۔

از مقاماتِ[۱] وحش رُو زیں سپس ‖ ہیچ نگریزیم ما با چوں تو کس
اِس کے بعد وحشت ناک مقامات سے ‖ آپ جیسی ذات کے ہوتے ہوئے کبھی نہ بھاگینگے

موسیٰؑ آں را نار دید و نور بُود ‖ زنگی دیدیم شب را حور بُود
موسیٰؑ نے اُس کو آگ سمجھا، وہ نور تھا ‖ ہم نے رات کو حبشی سمجھا، وہ حور تھی

ما نمی خواہیم غیر از دیدۂ ‖ دیدۂ تیزے گشے بگزیدۂ
ہم آنکھ کے سوا کچھ نہیں چاہتے ہیں ‖ منتخب ، اچھی ، تیز آنکھ

بعد ازیں ما دیدہ خواہیم از تو بس ‖ تا نپوشد بحر را خاشاک و خس
اِس کے بعد ہم تجھ سے بس آنکھ مانگتے ہیں ‖ تاکہ سمندر کو کوڑا کرکٹ نہ چھپائے

ساحراں را چشم چوں رَست از عمیٰ ‖ کف زناں بودند بے ایں دست و پا
جادوگروں کی آنکھ جب اندھے پن سے نجات پاگئی ‖ وہ اِس ہاتھ پاؤں کے بغیر ہتھیلیاں بجا رہے تھے

چشم بندِ خلق جز اسباب نیست ‖ ہر کہ لرزد بر سبب ز اصحاب نیست
مخلوق کی آنکھ کا پردہ سوائے اسباب کے کچھ نہیں ہے ‖ جو سبب سے لرزے، وہ اصحاب (دید) میں سے نہیں ہے

لیک[۲] حق اصحاب و نا اصحاب را ‖ در کشاد و بُرد تا صدرِ سَرا
لیکن اللہ (تعالیٰ) نے اصحاب اور غیر اصحاب کیلئے ‖ دروازہ کھول دیا ہے اور مکان کے صدر تک لے گیا ہے

با کفش نا مستحق و مستحق ‖ مُعتقانِ رحمت اند از بندِ رِق
اُس کی ہتھیلی میں مُستحق اور غیر مُستحق ‖ غلامی کی قید سے رحمت کے آزاد کردہ ہیں

در عدم ما مُستحقاں کے بُدیم ‖ کہ بریں جان و بریں دانش زدیم
عدم میں ہم مُستحق کب تھے ؟ ‖ کہ ہم اِس جان اور اِس عقل پر پہنچ گئے

اے بکردہ یار ہر اغیار را ‖ وے بدادہ خلعتِ گل خار را
اے وہ ذات جس نے غیروں کو دوست بنایا ہے ‖ اور اے وہ کہ جس نے کانٹے کو پھول کا لباس عطا فرمایا ہے

خاکِ ما را ثانیا پالیز کُن ‖ ہیچ نے را بارِ دیگر چیز کُن
ہماری مٹی کو دوبارہ سرسبز کردے ‖ ناچیز کو دوبارہ چیز بنادے

ایں[۳] دُعا تو امر کردی ز ابتدے ‖ ورنہ خاکے را چہ زہرہ ایں بُدے
شروع سے اِس دُعا کا تونے حکم دیا ہے ‖ ورنہ ایک مٹی کو یہ حوصلہ کہاں ہوتا؟

چوں دُعاماں امر کردی اے عجاب ‖ ایں دُعائے خویش را کُن مُستجاب
جب تونے ہمیں دعا کا حکم دیا ہے اے عجیب! ‖ اپنی اِس دعا کو مقبول بنا

---

۱ از مقامات۔ جبکہ وحشتناک رات میں اللہ کی اِسقدر رحمتیں مضمر ہیں تو اب خدا کی ذات کے سہارے کسی وحشتناک چیز سے گریز نہ کرنا چاہیئے۔ موسیٰؑ۔ ہر چیز ہمارے خیال کے مطابق نہیں ہوتی حضرت موسیٰؑ نے نور کو نار خیال کیا ہم نے رات کو برا سمجھا جو صحیح نہ تھا۔ مانمی خواہیم: سب سے بڑی نعمت صحیح آنکھ ہے جو ہر چیز کو اصلی حالت پر دکھا دے، ہمیں اُس کی دعا کرنی چاہیئے۔ گش۔ خوب۔ تا نپوشد۔ تاکہ ہماری نگاہ صحیح کام کرے اور ہماری نظر کیلئے خس و خاشاک دریا کو نہ چھپاسکے۔ ساحراں۔ فرعون کے جادوگروں کو صحیح نظر حاصل ہوگئی تھی وہ اُن جسمانی ہاتھ پاؤں کو کچھ نہ سمجھتے تھے اُن کے کٹنے پر رقص کر رہے تھے چشم بند۔ صحیح نظر وہی ہے جو اسباب کے پردے اُٹھا کر مسبب الاسباب کو دیکھ لے۔

۲ لیک۔ جو صحیح نظر نہیں رکھتے ہیں وہ بھی مایوس نہ ہوں اللہ تعالیٰ اُنکی بھی رہنمائی فرما دیتا ہے۔ باکفش۔ اُس کا دستِ کرم مُستحق اور غیر مُستحق سب کو عطا کرتا ہے۔ در عدم۔ جبکہ ہم معدوم تھے اُس کا ہم پر کرم ہوا اور اُس نے وجود اور حواس عنایت کردیئے حالانکہ ہم میں کوئی استحقاق نہ تھا اے بکردہ۔ اللہ کی رحمت کا فروں پر بھی ہے۔ خاک ما را۔ ابتداءً جسمانی وجود عطا فرمایا اب ایمانی حیات عطا فرمادے۔ پالیز۔ کھیت، چمن۔

۳ ایں دعا۔ دعا بھی ہم تیرے حکم اور توفیق سے کررہے ہیں ورنہ ہماری ہمت کہاں تھی کہ تجھ سے دعا مانگتے۔ چوں دعا۔ جب تونے دعا کی توفیق دی ہے تو یہ ہماری نہیں بلکہ تیری دعا ہے تو اسکو قبول بھی فرمالے۔

شب [1] شکستہ کشتیِ فہم و حواس — نے اُمیدے ماندہ نے خوف و نہ یاس
رات کو سمجھ اور حواس کی کشتی شکستہ ہوگئی — نہ اُمید رہی نہ ڈر اور نہ مایوسی

بُردہ در دریائے حیرت ایزدم — تا چہ فن پُر کُند بفرستدم
اللہ (تعالیٰ) مجھے حیرت کے دریا میں لے گیا — دیکھ! مجھے کس ہنر سے پُر کرکے بھیجتا ہے؟

آں یکے را کردہ پُر نور و جلال — ویں دگر را کردہ پُر وہم و خیال
اُس ایک کو نور اور جلال سے پُر کردیا — اور اِس دوسرے کو وہم اور خیال سے پُر کردیا

گر بخویشم ہیچ رائے و فن بُدے — رائے و تدبیرم بحکمِ من بُدے
اگر میری اپنی کوئی رائے اور فن ہوتا — تو میری رائے اور تدابیر میرے قابو میں ہوتی

شب نرفتے ہوش بے فرمانِ من — زیرِ دامِ من بُدے مُرغانِ من
رات کو میرے حکم کے بغیر ہوش روانہ نہ ہوتا — میرے پرند میرے جال میں ہوتے

بودمے [2] آگہ ز منزل ہائے جاں — وقتِ خواب و بیہشی و امتحاں
میں روح کی منزلوں سے باخبر ہوتا — خواب اور بے ہوشی اور امتحان کے وقت

چوں کفم زیں حلّ و عقدِ او تہی ست — اے عجب ایں معجبی من زکیست
جب میرا ہاتھ اُس کے حل و عقد سے خالی ہے — تعجب ہے! میری خود بینی کس وجہ سے ہے؟

دیدہ را نادیدہ خود انگاشتم — باز زنبیلِ دُعا بر داشتم
میں نے دیکھے ہوئے کو اَن دیکھا سمجھ لیا — میں نے دعا کی جھولی کو پھر اُٹھایا ہے

چوں الف [3] چیزے ندارم اے کریم — جز دلے دل تنگ تر از چشمِ میم
اے کریم! میں الف کی طرح کوئی چیز نہیں رکھتا ہوں — سوائے ایک دل کے جو میم کی آنکھ سے زیادہ تنگدل ہو

ایں الف ایں میم اُمِّ بودِ ماست — میمِ اُم تنگ ست الف زو نر گداست
یہ "الف" یہ "میم" ہمارے وجود کی ماں ہے — اُم کا میم تنگ ہے "الف" اُس سے بھی زیادہ گدا ہے

ایں الف چیزے ندارد غافلی ست — میم دلتنگ آں زمانِ عاقلی ست
یہ الف کوئی چیز نہیں رکھتا، یہ غفلت کی حالت ہے — میم دلتنگ ہے، وہ زمانہ عقلمندی کا ہے

در زمانِ بیخودی خود ہیچ من — در زمانِ ہوش اندر پیچ من
میں بیہوشی کے وقت خود ہیچ ہوتا ہوں — ہوش کے زمانہ میں پیچا پیچ میں ہوتا ہوں

ہیچ دیگر بر چنیں ہیچے منہ — نامِ دولت بر چنیں گیجی منہ
ایسے ناکارہ پر مزید ناکارہ پن نہ ڈال — ایسے بھینگے پن کا نام دولت نہ رکھ

---

[1] شب۔ رات کو حواس اور اُس کے آثار یعنی خوف و وہم سب ختم ہوجاتے ہیں۔ بردہ۔ شب کو اللہ تعالیٰ حواس کو دریائے حیرت میں غرق کردیتا ہے پھر اُنکو پُر ہنر بناکر واپس کرتا ہے۔ آں یکے۔ عارفین کو نور سے پُر کرتا ہے۔ ویں دگر۔ دنیاداروں اور فلاسفہ کو وہم و خیال سے پُر کردیتا ہے۔ گر بخویشم۔ اگر حواس و ہنر ہمارے ذاتی ہوتے تو پھر ہمارے حکم کے تابع ہوتے۔ رفتے شب۔ رات کو ہماری اجازت کے بغیر ہم سے جدا نہ ہوا کرتے۔

[2] بودمے۔ ہمیں یہ معلوم ہوتا کہ ہماری روح کہاں کہاں کی سیر کررہی ہے۔ امتحاں۔ نیند کی حالت امتحان کی ہے جس سے معلوم ہوگیا کہ ہمارے حواس اور روح ہمارے قبضہ کی نہیں ہے۔ چوں کفم۔ جب ہم اپنے حواس اور عقل سے بھی تہی دست ہیں تو غرور اور تکبر ہمارا کیا کام ہے۔ دیدہ۔ یہاں سے پھر اُس فقیر کی دُعا ہے کہ اے اللہ تعالیٰ اب تک جو دعا میں غلطی ہوئی اور باوجود خزانہ کا پرچہ مل جانے کے خزانہ نہ ملا اس سب کو کالعدم قرار دے کر میں از سرِ نو دُعا کرتا ہوں۔

[3] الف۔ نقطہ سے خالی ہے میم کا سر یعنی چشم تنگ ہوتی ہے۔ اُم۔ اصل یعنی ہمارا اصل وجود اور اس کے لوازم سب الف اور میم کے سرے کی طرح ہیں۔ ایں۔ ہماری غفلت کا وقت ہو یا ہوش کا دونوں الف اور میم کی طرح ہیں۔ درزماں۔ غفلت اور ہوش کے جملہ اوقات پریشان کن ہیں۔ بیخودی کے وقت بالکل ناچیز ہوتا ہوں اور ہوش اور عقلمندی کے وقت دنیا کے دھندوں میں پیچ در پیچ ہوتا ہوں۔

۵۱ خود ندارم ہیچ بہ سازد مرا — کہ زوہم ست ایں کہ دارم صد عنا

میں خود کچھ نہیں رکھتا ہوں (وہ) مجھے بہتر بناتا ہے — یہ سیکڑوں رنج جو میں رکھتا ہوں وہم کی وجہ سے ہیں

ور ندارم ہم تو دارائیم کُن — رنج دیدم راحت افزائیم کُن

اور اگر میں کچھ نہیں رکھتا ہوں تو تو میری رکھوالی کر — میں نے تکلیف دیکھی ہے تو میری راحت افزائی کردے

ہم در آبِ دیدہ عُریاں بیستم — بَر درِ تو چونکہ دیدہ نیستم

میں آنکھ کے آنسو کے معاملہ میں ننگا کھڑا ہوں — تیرے در پر، چونکہ میرے آنکھ نہیں ہے

زابِ دیدہ بندۂ بے دیدہ را — سبزہ بخش و نباتے زیں چرا

بے بصیرت بندے کو آنکھ کے آنسو سے اِس چراگاہ سے — سبزہ اور پیداوار بخش دیجئے

ور نماند آب آبم دہ زعین — ہمچو عینینِ نبی ہطّالتین

اگر آنسو نہ رہے تو آنکھ سے مجھے آنسو عطا کر — جیسی نبی ؐ کی دو جاری رہنے والی آنکھیں

۵۲ اُو چو آبِ دیدہ جُست از جودِ حق — با چُناں اِجلال و اِقبال و سَبَق

جبکہ انھوں نے اللہ (تعالےٰ) کی بخشش سے آنسو مانگے — ایسی بزرگی اور اقبال اور سبقت کے ہوتے ہوئے

چوں نباشم زاشکِ خوں با ریک ریس — مَن تہید ستِ فضولِ کاسہ لیس

تو میں خونی آنسو کے ساتھ باریک بیں کیوں نہ بنوں — میں خالی ہاتھ، فضول، خوشامدی

چوں چناں چشم اشک را مفتوں بُوَد — اَشکِ من باید کہ صد جیحوں بُوَد

جبکہ ایسی آنکھ، آنسو کی عاشق ہو — تو میرے لئے سیکڑوں جیحوں آنسو چاہیئے

قطرۂ زاں زیں دو صد جیحوں بہ است — کہ بداں یک قطرہ جن و انس رَست

اُس کا ایک قطرہ اِن دو سو جیحوں سے بہتر ہے — کیونکہ اُس قطرے سے جن اور انسان نجات پاگئے

۵۳ چونکہ باراں جُست آں روضۂ بہشت — چوں نجوید آب شورہ خاکِ زشت

جبکہ جنت کے اُس باغیچہ نے بارش مانگی — تو میری شوریلی زمین پانی کیوں نہ مانگے ؟

اے اَخی دست از دُعا کردن مدار — با اِجابت یا رَدِ اُویت چہ کار

اے بھائی ! دعا کرنے سے ہاتھ نہ ہٹا — اُس کے قبول کرنے یا رد کرنے سے تجھے کیا کام؟

ناں کہ سدّ و مانعِ ایں آب بُود — دست زاں ناں می بباید شست زود

وہ روٹی جو اِس پانی کی روک اور مانع ہو — اِس روٹی سے جلد ہاتھ دھو لینا چاہیئے۔

جب دعا کی تو جن و انس قیامت میں حساب کتاب کے انتظار سے نجات پاگئے اور آنحضور ؐ کی اِس سلسلہ میں شفاعت منظور ہوگئی ایسی صورت میں تو یہ سو جیحوں برابر نہیں بلکہ اُس سے بھی زیادہ آنسو درکار ہیں ۵۳ چونکہ آنحضور ؐ جو خود جنت کے باغیچہ کی طرح ہیں جب آنسوؤں کی بارش کے طالب بنے تو ہم جو کہ بدترین شور زمین ہیں ہمیں آنسوؤں کی *

۵۱ خود۔ جبکہ میرے پاس کچھ نہیں ہے تو میرا کارساز بن جا۔ کز وہم۔ انسان اپنے کچھ ہونے کے وہم سے سیکڑوں مصیبتوں میں پھنستا ہے یہی وہم دنیاوی اور دینی ترقی کو مانع بنتا ہے۔ ور۔ جبکہ یقیناً میرے پاس کچھ نہیں ہے تو شاہی بہت اور میری رکھوالی کر۔ ہم۔ میں دعا کے آداب سے بھی محروم ہوں دعا کیلئے آنسوؤں کی ضرورت ہے میں اِس سے بھی محروم ہوں اصل وجہ یہ ہے کہ میرے پاس حقیقت بیں نظر ہی نہیں ہے۔ زآب۔ میری آنکھ میں آنسو پیدا فرما کر میرے اعمال کو سرسبز کر دیجئے۔ زیں چرا۔ یعنی دنیا جو آخرت کا کھیت اور چراگاہ ہے۔ ور نماند۔ اگر میری آنکھوں میں آنسو نہ رہیں تو آنسو بھی عنایت کر جس طرح تو نے آنحضور ؐ کی آنکھوں کو آنسو عطا کر دیئے تھے۔ ہطالتین حدیث شریف ہے اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ عَیْنَیْنِ ھَطَّالَتَیْنِ اے خدا مجھے دو جاری ہونیوالی آنکھیں عنایت کر دے۔

۵۲ اُو۔ آنحضور ؐ باوجود تمام بزرگیوں اور فضائل کے رونے والی آنکھوں کے طالب بنے۔ چوں نباشم۔ تو ہم جیسوں کے لئے تو وہ بہت ہی ضروری ہیں اور ہماری نجات کیلئے تو سیکڑوں جیحوں دریا کی بقدر آنسو درکار ہیں۔ قطرہ۔ آنحضور ؐ کی آنکھ کا ایک آنسو دو سو جیحوں برابر آنسوؤں سے افضل ہے اِس لئے کہ اِس قطرۂ آنسو کے ساتھ

* بارش کی ضرورت کیوں نہ ہوگی۔ اے اخی۔ جب تجھے دعا کی فضیلتیں معلوم ہوگئیں تو اب دعا کرتا رہ اور تجھے اِس سے کوئی بحث نہ ہونی چاہیئے کہ وہ مقبول ہوئی ہے یا مردود۔ ناں۔ دعا میں اگر گریہ نہیں ہوتا تو اُسکے موانع کو دور کر اور وہ دنیا کی لذتیں ہیں۔

خویش را موزون و چُست و سخته کُن — زاب دیدہ نانِ خود را پختہ کُن
اپنے آپ کو موزوں اور چست اور سنجیدہ بنا — آنکھ کے آنسوؤں سے اپنی روٹی کو پختہ کرے

آواز دادنِ ہاتف مر طالبِ گنج را و اعلام کردنِ او حقیقتِ سِرّ آں
غیبی آواز کا خزانہ کے طلبگار کو آواز دینا اور اس کے راز کی حقیقت سے باخبر کرنا

اندریں بُود او کہ الہام آمدش — کشف شُد ایں مُشکلات از ایزدش
وہ اِسی میں تھا، کہ اُس کو الہام ہوا — اُس کی یہ مشکلیں خدا کی جانب سے کُھل گئیں

اندریں بُود اُو کہ از الہامِ خدا — مُشکلش حَل گشت و حاجت شُد روا
وہ اِسی میں تھا، کہ خدا کے اِلہام سے — اُس کی مشکل حل ہوگئی اور ضرورت پوری ہوگئی

گفت گفتم در کماں تیرے بنہ — کے بگفتم مَن کہ اندر کَش توزہ
اُس نے کہا، میں نے کہا تھا کہ کمان میں تیر رکھ — میں نے کب کہا تھا کہ چلّے کو کھینچ؟

مَن نگفتم کایں کماں را سخت کَش — در کماں نہ گفتمت نے بر کَنش
میں نے یہ نہیں کہا تھا کہ کمان کو خوب کھینچ — میں نے تجھ سے کہا تھا کمان میں رکھ نہ کہ کھینچ کر

از فضولی تو کماں افراشتی — صنعتِ قواسیِ بر داشتی
تو نے بیہودہ پن سے کمان بلند کی — (اور) تیر اندازی کی کاریگری برداشت کی

ترک ایں سختہ کمانی رو بگو — در کماں نہ تیر و پَریدن مجو
جا اِس سختہ کمانی کو چھوڑ — کمان میں تیر رکھ اور اُڑنے کی فکر نہ کر

چوں بیفتد بر کَن آنجا می طلب — زور بگذار و بزاری جو ذہب
جب وہ گر پڑے، کھود اُس جگہ تلاش کر — زور چھوڑ دے زاری سے زر طلب کر

آنچہ حق ست اَقرب از حَبل الورید — تو فگندہ تیرِ فکرت را بعید
جو حق ہے وہ شہ رگ سے بھی قریب ہے — تو نے فکر کے تیر کو دور پھینکا

اے کمان و تیر ہا بر ساختہ — صید نزدیک و تو دور انداختہ
اے وہ! جو تیر اور کمان تیار کئے ہوئے ہے — شکار نزدیک ہے اور تو نے دور چلایا

ہر کہ اُو دُور ست دُور از روئے اُو — کاز ماید قوّتِ بازویِ اُو
جو اُس سے دُور ہے اُس کے چہرے سے دُور ہو — کہ وہ اپنی قوّتِ بازو آزما رہا ہے

ہر کہ دُور انداز تر اُو دُور تر — وز چنیں گنج ست اُو مہجور تر
جو شخص دور پھینکنے والا ہے، وہ زیادہ دور ہے — اور وہ ایسے خزانہ سے، زیادہ محروم ہے

ـــــ

لے خویش۔ اپنے آپ کو دعا و گریہ میں چست کرلے اور ان آنسوؤں کے ذریعہ آخرت کا توشہ تیار کرلے۔ اندریں۔ وہ فقیر اِس دعا میں مصروف تھا کہ اُس کو غیب سے اِلہام ہوا جس سے اُس کی مشکلات حل ہوگئیں۔ گفت۔ ہاتف نے کہا کہ ہم نے تجھ سے یہ نہیں کہا تھا کہ تیر کمان میں رکھ کر چلّہ کھینچ کر زور سے پھینک بلکہ صرف اتنا کہا تھا کہ کمان میں رکھ کر گرا دے۔ افراختی۔ جس طرح تیر انداز کمان اونچی کرکے تیر چلاتے ہیں۔ صنعت۔ تو نے اپنی کمان بازی کی کاریگری شروع کردی۔ سختہ کمانی۔ تیر اندازی کی مہارت۔

لے چوں بیفتد۔ چلّہ کھینچ تیر نہ چلا، کمان میں تیر رکھ کر گرادے جہاں وہ گرے اُس جگہ کو کھود۔ زور۔ طاقت اور زور سے نہ اور عجز سے سونے کا طلبگار بن۔ آنچہ۔ مولانا فرماتے ہیں حق اور مقصد قریب جگہ میں تھا وہ تیر دور پھینک کر اُس جگہ کو کھود کر خزانہ تلاش کرتا تھا، اللہ تعالیٰ جو حق ہے وہ انسان کی شہ رگ سے قریب ہے اُس کے بارے میں فکر کو دور نہ دوڑانا چاہیے۔

لے اے۔ انسان کا مقصودِ حقیقی اُس کے قریب ہے وہ اُس کو اِدھر اُدھر تلاش کرتا پھرتا ہے ہرکہ۔ جو مقصود کو دُور سمجھ رہا ہے وہ مقصود سے بہت دُور ہے وہ اپنی قوّتِ

اپنا زور بازو لگاتا ہے جس سے مقصود حاصل نہ ہو۔ ہرگز۔ جو شخص تیر چلاتا ہے وہ مقصود سے زیادہ دور ہوتا ہے۔

فلسفی[۱] خود را زاندیشه بکشت — گو بدو کوراسوی گنج ست پشت

فلسفی نے خود کو غور (فکر) سے مار ڈالا — اُس سے کہہ دے کہ اُس کی خزانہ کی جانب پشت ہے

گو بدو چندانکه افزوں میدود — از مرادِ دل جداتر می شود

اُس سے کہہ دے، کہ وہ جتنا دوڑتا ہے — دل کی مُراد سے زیادہ جُدا ہو رہا ہے

جَاهِدُوا فِینَا بگفت آں شهریار — جَاهِدُوا عَنَّا نگفت اے بیقرار

اُس شاہ نے "جَاهِدُوا فِینَا" کہا ہے — اے بیقرار! اُس نے "جَاهِدُوا عَنَّا" نہیں کہا ہے

همچو[۲] کنعاں کو ز ننگ نوحؑ رفت — بر فرازِ قلّهٔ آں کوہِ زفت

کنعان کی طرح جو حضرت نوحؑ کی ذلت سے بھاگا — بڑے پہاڑ کی چوٹی کی بلندی پر

هرچه افزوں تر همی جُست او خلاص — سوئ کہ می شُد جُداتر از مناص

اُس نے جس قدر خلاصی کی زیادہ جستجو کی — وہ بچاؤ کی جگہ سے پہاڑ کی جانب زیادہ جُدا ہو گیا

همچو ایں درویش، بهرِ گنج و کاں — هر صباحی سخت تر جُستے کماں

جیسا کہ یہ فقیر، خزانہ اور کان کی خاطر — ہر صبح کو زیادہ سخت کمان تلاش کرتا

هر کمانے کو گرفتے سخت تر — بُودے از گنج و نشاں بدبخت تر

ہر وہ کمان جس کو وہ زیادہ سخت پکڑتا — خزانے اور پتہ سے زیادہ بدبخت بنتا

ایں مثل[۳] اندر زمانه جانی ست — جانِ ناداناں برنج ارزانی ست

زمانہ میں یہ مثال جان کے قابل ہے — نادان کی جان، تکلیف کے لائق ہے

زانکه جاهل داشت ننگ از اُوستاد — لاجرم رفت و دُکانِ نو گشاد

کیونکہ جاہل نے اُستاد سے ذلت محسوس کی — لامحالہ وہ گیا اور اُس نے نئی دُکان کھول لی

آں دُکاں بالائے اُستادانِ کار — گنده و پُر کژدم ست و پُر زمار

وہ دُکان جو فن کے اُستادوں سے اوپر ہے — وہ گندی، بچھوؤں اور سانپ بھری ہے

زُود ویراں کن دُکان و باز گرد — سوئ سبز و گلستان و آبخورد

تو دُکان کو جلد ویران کر دے اور پلٹ — سبزہ اور چمن اور نہر کی جانب

نے چو کنعاں کو ز کبر و ناشناخت — از کہِ عاصم سفینه فوز ساخت

نہ کہ کنعان کی طرح جس نے تکبر اور جہالت سے — بچانے والے پہاڑ کو کامیابی کی کشتی بنایا

---

۱ فلسفی۔ اللہ تعالیٰ کی تلاش میں فلسفی کا بھی یہی حال ہے اس سے کہہ دو کہ مقصود کی طرف اس کی پشت ہے۔ گو۔ اس سے کہہ دو کہ وہ جس قدر دوڑے گا مقصد سے دُور ہوتا جائے گا کیونکہ مقصود کی طرف اس کی پشت ہے۔ جَاهِدُوا۔ قرآنِ پاک نے اللہ تعالیٰ کے صحیح طور پر طلب کرنے والوں کے لئے اللہ کا فرمان نقل کیا ہے۔ جَاهِدُوا فِینَا۔ یعنی ہماری طرف آنے میں جو کوشش کرتے ہیں۔ جَاهِدُوا عَنَّا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ ہماری جانب سے جانے میں کوشش کرتے ہیں۔

۲ همچو کنعاں۔ ایسی ہی بُری کوشش کی مثال حضرت نوحؑ کا لڑکا کنعان ہے جس نے حضرت نوحؑ کی کشتی میں بیٹھنے سے ذلت محسوس کی اور طوفان سے بچاؤ کے لئے پہاڑ کی چوٹی کی طرف بھاگا۔ هرچه۔ وہ جس قدر کوشش کر رہا تھا بچاؤ کی جگہ سے دور ہو رہا تھا جو حضرت نوحؑ کی کشتی تھی۔ همچو۔ کنعان اسی فقیر کی طرح تھا جو ہر روز ایک سخت کمان تلاش کرتا اور اس سے تیر پھینکتا اور خزانہ سے زیادہ دُور ہو جاتا۔

۳ ایں مثل۔ مقصد سے دُور ہونے کی وجہ اس مثال سے سمجھ میں آ جائے گی جو جان میں رکھنے کے قابل ہے کہ کوئی شاگرد اُستاد سے ذلت محسوس کرنے لگے اور اپنی دکان خود کھول بیٹھے۔ ظاہر ہے ایسا شاگرد مقصد سے دُور ہو جائے گا۔ آں دکان۔ ایسے شاگرد کی دکان ہنر سے خالی ہو گی اور نقصان رساں ہو گی اس سے معلوم ہوا کہ مقصد تک پہنچنے کا راستہ اہلِ حق کا اتباع ہے۔ زود۔ ایسے شاگرد کو چاہئے کہ فوراً اپنی دکان کو ویران کر دے اور اُستاد کی شاگردی اختیار کر کے چلے پھرے۔ نے۔ کنعان کی طرح نہ بنے کہ اس نے سیدھا راستہ چھوڑ کر غلط راستہ اختیار کیا۔

علمِ تیر اندازیش آمد حجیب — واں مراد او را بُدے حاضر بجیب
اُس کا تیر اندازی کا فن، پردہ بنا — اور وہ مقصد اُس کی جیب میں موجود تھا

اے بسا علم و ذکاوات و فطن — گشتہ رہرو را چو غول و راہزن
اے (مخاطب)! بہت سے علم اور ذہانتیں اور سمجھ — سالک کے لئے بھٹکانے والا اور راہزن بنی ہیں

بیشتر اصحابِ جنت ابلہ اند — تا ز شرِ فیلسوفی می رہند
اہلِ جنت زیادہ تر بھولے ہیں — جب ہی تو فلسفی کے شر سے محفوظ رہتے ہیں

خویش را عریاں کُن از فضل و فضول — تا کُند رحمت ترا ہر دم نزول
اپنے آپ کو فضول اور فضیلت سے عاری کرلے — تاکہ ہر وقت تجھ پر رحمت نازل ہو

زیرکی ضدِ شکست ست و نیاز — زیرکی بگذار و با گولی بساز
ذہانت، تواضع اور عاجزی کی ضد ہے — ذہانت چھوڑ اور بھولا پن اختیار کر

زیرکی داں دام بُرد و طمع گاز — تا چہ خواہد زیرکی را پاکباز
ذہانت کو سوہان سائی کا جال اور حرص کو گانٹی سمجھ — پھر ذہانت کو پاکباز کیا چاہے گا؟!

زیرکاں با صنعتے قانع شدہ — ابلہاں از صنع در صانع شدہ
ذہین، کاریگری پر بس کرنے والے ہوگئے — بھولے، کاریگری سے کاریگر میں پہنچ گئے

زانکہ طفلِ خُرد را مادر نہار — دست و پا باشد نہادہ بر کنار
کیونکہ چھوٹے بچے کے لئے ماں، دن میں — بغل میں لئے ہوئے، ہاتھ اور پاؤں کی طرح ہوتی ہے

داستانِ آں سہ مسافر مسلمان و ترسا و جہود و آنکہ بمنزلے قوتے

تین مسافروں نصرانی اور یہودی اور مسلمان کا قصہ، اُن کو راستہ

یافتند ترسا و جہود سیر بُوند گفتند آں قوت را فردا خوریم

میں کھانے کو ملا نصرانی اور یہودی پیٹ بھرے تھے انھوں نے کہا

مسلمان صائم بُود و گرسنہ ماند ازاں کہ مغلوب بُود

کھانا کل کھائیں گے مسلمان روزہ دار اور بھوکا رہا کیونکہ وہ عاجز تھا

یک حکایت بشنو اینجا اے پسر — تا نگردی ممتحن اندر ہنر
اے بیٹا! یہاں ایک حکایت سن لے — تاکہ تو ہنر میں آزمائش میں نہ پڑے

آں جہود و مومن و ترسا مگر — ہمرہی کردند با ہم در سفر
اُس یہودی اور مومن اور عیسائی نے — سفر میں ہمراہی اختیار کی

۱ علمِ تیر۔ اِس فقیر کو اُس کے تیر اندازی کے علم نے ہی خزانہ سے دُور رکھا ورنہ خزانہ بالکل اُس سے قریب تھا۔ اے بسا۔ مذموم ذہانت تباہ کُن ہے اور مطلوب سے دُور کرتی ہے۔ بیشتر۔ حدیث شریف ہے۔ اَلْمُؤْمِنُ غِرٌّ کَرِیْمٌ مومن بھولا بھالا شریف ہوتا ہے نیز مشہور مثل ہے اَہْلُ الْجَنَّۃِ بُلْہٌ۔ جنتی بھولے ہوتے ہیں۔ خویش۔ ایسی مذموم ذہانت سے اپنے آپ کو بچالے پھر تجھ پر رحمت نازل ہوگی۔
۲ زیرکی۔ انسان کو ایسی غلط ذہانت اور چالاکی کو چھوڑ کر بھولا پن اختیار کرنا چاہیے۔ دام بُرد۔ یہ ذہانت سوہانِ روح ہے۔ زیرکاں۔ مذموم ذہین دنیا میں اُلجھ کر رہ جاتے ہیں اور بھولے آدمی صانع یعنی خدا تک پہنچ جاتے ہیں۔ زانکہ جس طرح نادان بچہ کے لئے ماں ہاتھ پاؤں کا کام کرتی ہے اسی طرح بھولے مومن کی خدا دستگیری فرماتا ہے۔
۳ داستان۔ اِس قصہ میں مذکور ہے کہ ایک سفر میں یہودی اور نصرانی اور مسلمان ہمسفر بنے راستہ میں حلوا ملا تو دونوں نے چالاکی سے مسلمان کو حلوے سے محروم کرنا چاہا لیکن قدرت نے ایسا بندوبست کر دیا کہ حلوا مسلمان ہی کو ملا اور قدرت نے اُس کی دستگیری فرمائی اِس سے معلوم ہوا کہ چالاکی اللہ کو پسند نہ آئی اور بھولے مسلمان پر رحمت نازل ہوئی۔ تانگردی۔ تو اس قصہ کو سُن کر چالاکی سے بچیگا اور اُسمیں ہنرمندی دکھا کر آزمائش میں گرفتار رہیگا۔ آں جہود۔ ان تینوں کا قصداً ساتھ ہوگیا یا اتفاقاً۔

باد و گمرہ ہمرہ آمد مؤمنے — ۵۱ چوں خرد با نفس و با آہرمنے
ایک مومن دو گمراہوں کے ہمراہ ہوگیا — جس طرح عقل نفس اور شیطان کے ساتھ

مرغزی و رازی اُفتند در سفر — ہمرہ و ہم سفرہ پیش ہمدگر
مرغز کا رہنے والا اور رے کا رہنے والا سفر میں — ہمراہ اور شریک دسترخوان ایک دوسرے کے سامنے ہوں

در قفس اُفتند زاغ و چغد و باز — جُفت شُد در حبس پاک و بے نماز
پنجرے میں کوا اور چغد اور باز واقع ہو جاتے ہیں — قید خانہ میں پاک اور بے نماز جمع ہو گئے

کردہ منزل شب بیک موضع بہم — مشرقی و مغربی قانع بہم
رات میں ایک جگہ مل کر پڑاؤ کیا — مشرقی اور مغربی نے آپس میں صابر بن کر

۵۲ ماندہ در منزل ز رہ خُرد و شگرف — روزہا باہم ز سرما و ز برف
چھوٹے اور بڑے راستے سے منزل میں رہ گئے — ایک دوسرے کے ساتھ بہت دن تک سردی اور برف کی وجہ سے

چوں کُشاید راہ و بردارند بند — بگسلند و ہر یکے جائے رَوند
جب راستہ کھل جائیگا اور وہ روک کو اٹھا دینگے — ایک دوسرے سے جدا ہو جائینگے اور ہر شخص ایک جگہ چلا جائیگا

چوں قفص را بشکند شاہِ خرد — جمع مُرغاں ہر یکے سُوئے پَرد
جب عقل کا شاہ پنجرے کو توڑ دے گا — پرندوں کا مجمع ہر ایک ایک جانب کو اڑ جائے گا

پر کُشادہ پیش ازیں پُر شوق و یاد — در ہوائے جنس خود سُوئے معاد
اس سے پہلے شوق اور یاد سے بھرے ہوئے پر کھولے — لوٹنے کی جگہ کی جانب اپنے (ہم) جنس کی محبت میں

۵۳ پر کُشادہ ہر دمے با اشک و آہ — لیک پریدن ندارد روئے و راہ
ہر وقت آنسو اور آہ کے ساتھ پر کھولے ہوئے تھے — لیکن اُڑنے کی صورت اور راستہ نہ تھا

چونکہ رہ یابد پرد ہر یک چو باد — سُوئے آں کز یادِ آں پر می کُشاد
جب راستہ پاتا ہے ہر ایک ہوا کی طرح اُڑ جاتا ہے — اُس کی جانب جس کی یاد میں پر کھولتا تھا

آں طرف کش بود اشک و سوز و آہ — چونکہ فرصت یافت آں سُو کوفت راہ
جس جانب اُس کا آنسو اور سوزش اور آہ تھی — جب موقع ملا اُس جانب چلنا شروع کردیا

در تنِ خود بنگر ایں اجزائے تن — از کجا جمع آمدند اندر بدن
اپنے جسم میں جسم کے ان اجزا کو دیکھ — کہ جسم میں کہاں سے جمع ہو گئے ہیں؟

آبی و خاکی و بادی و آتشی — عرشی و فرشی و رومی و کشی
آبی اور خاکی اور بادی اور آتشی — عرشی اور فرشی اور رومی اور کشی

۵۱ چوں۔ یہ دونوں نفس اور شیطان جیسے تھے اور مومن بمنزلہ عقل کے تھا۔ مرغزی۔ مرغز کا رہنے والا۔ رازی۔ رے کا رہنے والا۔ سفرہ۔ دسترخوان۔ در قفص۔ یہ جوڑا ایسا ہی تھا جیسا کہ ایک پنجرے میں بے جوڑ پرند جمع ہو جاتے ہیں یا قید خانہ میں مختلف قسم کے آدمی یکجا ہو جاتے ہیں۔ کردہ منزل۔ ایسا بھی اتفاقاً ہو جاتا ہے۔

۵۲ ماندہ۔ یہی مثال اس عالم دنیا میں انسانوں کی ہے۔ چوں کشاید۔ راستہ کھلنے پر ہر قافلہ کے مسافر اپنی اپنی راہ اختیار کر لیتے ہیں۔ چوں قفص۔ پنجرا کھلنے پر ہر پرند اپنے ہم جنس کی طرف اُڑ جاتا ہے۔ پر کشادہ۔ پنجرے میں بھی اپنی جگہ کے شوق میں پرندے پھڑپھڑاتے ہیں۔

۵۳ پر کشادہ۔ یہ پرند وطن کے شوق میں پر پھیلائے ہوئے ہیں لیکن اڑنے کا راستہ نہیں ہے۔ چونکہ۔ راستہ ملنے پر تمنا پوری ہوتی ہے۔ در تن خود۔ انسان کے بدن کے اجزاء کا یہی حال ہے۔ آبی۔ انسان عناصر اربعہ سے بنا ہے۔ کشی۔ کش شہر کا رہنے والا۔

ازا امیدِ عَود ہر یک بستہ طرف — اندریں منزل بہم از بیمِ برف
ہر ایک واپسی کی اُمید پر نظر جمائے ہوئے ہے — برف کے ڈر سے اِس پڑاؤ میں جمع ہیں

برف گوناگوں جمُودِ ہر جماد — در شتابی بُعدِ آں خورشید داد
قسما قسم برف ہر جماد کا سکون ہے — انصاف کے اِس سورج کی دوری کے جاڑے میں

چوں بتابد تفِ آں خورشیدِ خشم — کوہ گردد کاہ، ریگ و کاہ پشم
جب قہر کے اُس سورج کی گرمی چمکے گی — پہاڑ تنکا، ریت اور گھاس اُون بن جائیگا

در گداز آید جماداتِ گراں — چوں گداز تن بوقتِ نقلِ جاں
بھاری جمادات پگھل جائیں گے — جس طرح جسم، روح کے منتقل ہونے کے وقت

چوں رسیدند ایں سہ ہمرہ منزلے — ہدیہ شاں آورد حلوا مُقبلے
جب یہ تینوں ہمراہی ایک پڑاؤ پر پہنچے — ایک نصیبہ ور اُن کے لئے حلوا لایا

بُرد حلوا پیشِ آں ہر سہ غریب — مُحسنے از مطبخِ اِنّی قریب
اِن تینوں مسافروں کے سامنے حلوا لایا — ایک محسن "اِنّی قریب" کے مطبخ سے

نانِ گرم و صحنِ حلوائے عسل — بُرد کاں اندر ثوابش بُد امَل
گرم روٹی اور شہد کے حلوے کا طباق — وہ شخص لایا کہ اُس کو ثواب کی اُمید تھی

الکیاسۃُ والادبُ لاھلِ المدر — الضیافۃُ والقِریٰ لاھلِ الوبر
ذہانت اور ادب شہریوں میں ہے — مہمان نوازی اور کھانا دیہاتیوں میں ہے

الضیافۃُ للغریبِ والقِریٰ — اَودَعَ الرحمٰنُ فی اَھلِ القُریٰ
مہمان نوازی اور کھانا مسافر کے لئے — اللہ (تعالیٰ) نے گاؤں والوں میں رکھی ہے

کلَّ یومٍ فی القُریٰ ضیفٌ حدیثٌ — مالہٗ غیرُ الالٰہِ مِن مُغیثٍ
دیہات میں ہر روز ایک نیا مہمان ہے — جس کا خدا کے سوا کوئی فریاد رس نہیں

کلَّ لیلٍ فی القُریٰ وفدٌ جدیدٌ — مالھم ثمَّ سوی اللہِ المجیدِ
دیہات میں ہر رات کو نیا قافلہ ہے — جن کیلئے وہاں سوائے اللہ بزرگ کے کوئی نہیں

تخمہ بُودند آں دو بیگانہ زخور — بُود صائم روز آں مومن مگر
اُن دو بیگانوں کو کھانے سے تخمہ لگ گیا تھا — وہ مومن دن بھر کا روزہ دار تھا

چوں نمازِ شام آں حلوا رسید — بُود مومن ماندہ در جوعِ شدید
جب مغرب کی نماز کے وقت وہ حلوا آیا — مومن سخت بھوک کی حالت میں تھا

---

۱ ازا امید۔ انسان کے اجزاء اپنے مراکز کی طرف منتقل ہونے کے منتظر ہیں۔ برف۔ یہ ٹھہراؤ اسی وقت تک ہے جب تک حضرتِ حق کے سامنے پیش نہیں ہوئی ہے۔ چوں بتابد جب جلالِ خداوندی کی گرمی پڑیگی قیامت کا منظر سامنے آجائیگا۔ جماداتِ گراں پہاڑ۔ چوں۔ پھر تینوں مسافروں کا قصہ شروع کیا ہے۔

۲ مُقبلے۔ گاؤں کا کوئی مہمان نواز ہوگا۔ اِنّی قریب قرآنِ پاک میں ہے۔ وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ "جب تم سے میرے بندے میرے بارے میں پوچھیں پس میں نزدیک ہوں"۔ ثوابش۔ وہ میزبان مسلمان تھا اُس کو مہمان نوازی میں ثواب کی اُمید تھی۔ الکیاسۃ۔ ذہانت۔ اَھلِ المدر۔ شہری۔ القِریٰ۔ مہمانداری۔ اَھلِ الوبر۔ خیمہ بدوش، دیہاتی۔

۳ الغریب۔ مسافر۔ اَھلِ القُریٰ۔ دیہاتی۔ مغیث۔ مددگار۔ تخمہ بودند۔ یہودی اور عیسائی نے کھانا زیادہ کھایا تھا جس سے اُنکو دستا ور تھے آرہی تھی۔ مومن روزے سے تھا اسلئے اُسکو خوب بھوک لگی ہوئی تھی۔ چوں۔ مغرب کی نماز کے وقت وہ حلوا آیا۔

آں دو کس گفتند ما از خور[۱] پُریم
اُن دو شخصوں نے کہا، ہم کھانے سے پُر ہیں
امشبش بنہیم و فردایش خوریم
آج کی رات اِس کو رکھ دیں اور کل کو کھائیں گے

صبر گیریم از خور امشب تن زنیم
ہم کھانے سے صبر کرلیں، آج کی رات چُپ رہیں
بہرِ فردا لُوت را پنہاں کنیم
کل کے لئے عمدہ کھانا چھپا کر رکھ دیں

گفت مومن امشب ایں خوردہ شود
مومن نے کہا یہ آج کی رات کھا لیا جائے
صبر را بنہیم تا فردا بُوَد
کل ہونے تک صبر کو اُٹھا رکھیں

پس بدو گفتند زیں حکمت گری
تو انھوں نے اُس سے کہا کہ تیرا اِس چالاکی سے
قصدِ تو آنست تا تنہا خوری
یہ ارادہ ہے، کہ تو تنہا کھالے

گفت[۲] اے یاراں نہ کہ ما سہ تنیم
اُس نے کہا اے دوستو! کیا ہم تین شخص نہیں ہیں؟
چوں خلاف اُفتاد ما قسمت کنیم
جب اختلاف ہوگیا، ہم بانٹ لیں

ہر کہ خواہد قسمِ خود بر جاں زند
جو چاہے اپنا حصّہ جان کو لگالے
وانکہ خواہد قسمِ خود پنہاں کند
اور جو چاہتا ہے کہ اپنا حصّہ چھپا دے

آں دو گفتندش ز قسمت در گذر
اُن دونوں نے اُس سے کہا کہ بانٹنے سے درگذر کر
گوش کُن قسّام فی النّار از خبر
قسّام جہنّمی ہے، حدیث سے سُن لے

گفت قسّام آں بُود کو خویش را
اُس نے کہا قسّام وہ ہوتا ہے جس نے اپنے آپکو
کرد قسمت بر ہوا نے بر خدا
خواہشِ نفسانی پر تقسیم کردیا، نہ کہ خدا پر

مِلکِ[۳] حق و جملہ قسمِ اُوستی
تو خدا کی ملکیت اور سب اُسی کا حصّہ ہے
قِسمِ دیگر را دہی ذُو گوستی
تو دوسرے کو حصّہ دیتا ہے تو دُو کہنے والا ہے

ایں اسد غالب شدے ہم بر سگاں
یہ شیر کتّوں پر بھی غالب ہو جاتا
گر نبُودے نوبتِ آں بد رگاں
اگر اُن بدطینتوں کا دَور دورہ نہ ہوتا

ایں اسد کہ نیست غالب بر بقُور
یہ شیر جو گایوں پر غالب نہیں ہے
نوبتِ گاواں بُد و آں گاوِ زُور
گایوں اور اُس مکّار گائے کا دَور دورہ ہے

قصدِ شاں آں کاں مسلماں غم خورد
اُن کا یہ ارادہ تھا کہ وہ مسلمان غم کھائے
شب برو در بینوائی بگذرد
اُس پر بے سروسامانی میں رات بسر ہو

بُود مغلوب او بتسلیم و رضا
وہ مغلوب تھا اُس نے تسلیم کرنے اور رضامندی سے
گفت سمعاً طاعۃً اصحابنا
کہا اے ہمارے ساتھیو! سُن لیا اور مان لیا

---

۱ از خور۔ کھانا پیٹ میں زیادہ بھرا ہوا تھا۔ لوت۔ لذیذ کھانا۔ گفت۔ مومن نے کہا حلوا آج کھایا جائے صبر کل کے لئے رکھ دیا جائے۔ پس۔ اُن دونوں نے کہا کہ تیرا مقصد تنہا خوری ہے کیونکہ ہم تو اِس وقت نہیں کھاسکتے

۲ گفت۔ مومن نے کہا میں تنہا سب نہیں کھانا چاہتا، بلکہ چاہتا ہوں کہ تقسیم کرلیا جائے۔ قِسم۔ حصّہ۔ خبر۔ اَلقسّامُ فِی النّار۔ بانٹنے والا جہنّمی ہے۔ اگر یہ حدیث ہے تو اُس کا مطلب وہ نہیں ہے جو اِن دونوں نے مُراد لیا بلکہ صحیح مطلب وہ ہے جو مومن نے بیان کیا۔ ہوا۔ یعنی تقسیم میں نفسانی غرض ہو۔

۳ مِلک۔ انسان اللہ کی مِلک ہے اب اگر وہ اپنے آپ کو اور اپنے افعال کو تقسیم کرے کچھ خدا کے لئے اور کچھ کسی دوسرے کے لئے تو گویا وہ مشرک ہے۔ ایں اسد۔ مومن کی یہ رائے نہ مانی گئی اور وہ غالب نہ آیا۔ بقور۔ بقرۃ کی جمع ہے۔ زور۔ مکّار قصدِ شاں۔ اُن دونوں کا مقصد یہ تھا کہ مومن رات بھوکا رہے۔ بُود۔ مومن ایک تھا اور وہ دو تھے مجبوراً اُس نے اُن کا کہنا مان لیا۔

پس بخفتند آں شب و برخاستند
پھر وہ اُس رات سوگئے اور بیدار ہوئے
بامداداں خویش را آراستند
صبح کو اپنے آپ کو آراستہ کیا

رُوئے[51] شستند و دہان و ہر یکے
اُنھوں نے چہرہ اور مُنھ دھویا اور ہر ایک
داشت اندر وِرد راہ و مسلکے
وظیفہ میں ایک راہ اور مسلک رکھتا تھا

یک زمانے ہر یکے آورد رُوی
تھوڑی دیر ہر ایک متوجہ ہوا
سُوی وِردِ خویش از حق فضل جُو
اپنے وظیفہ کی طرف اللہ (تعالیٰ) کی مہربانی کا طالب

مُومن و ترسا جہود و گبر و مُغ
مومن اور عیسائی اور یہودی اور کافر اور آتش پرست
جملہ را رُو سوی آں سلطان الغ
سب کا رُخ سلطان معظم کی طرف ہے

مُومن و ترسا جہود و نیک و بد
مومن اور عیسائی اور یہودی اور نیک اور بد
جملگاں را ہست رُو سوی اَحد
سب کا رُخ خدا کی جانب ہے

بلکہ سنگ و خاک و کوہ و آب را
بلکہ پتھر اور مٹی اور پہاڑ اور پانی کا
ہست واگشتِ نہانی با خدا
پوشیدہ طور پر خدا کی طرف رجوع ہے

ایں سخن پایاں ندارد ہر سہ یار
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے، تینوں دوستوں نے
رُو بہم کردند آں دم یار وار
دوستانہ ایک دوسرے کی طرف رُخ کیا

آں یکے[52] گفتا کہ ہر یک خوابِ خویش
ایک شخص نے کہا کہ ہر ایک اپنا خواب
آنچہ دید اُو دوش گو آور بہ پیش
جو اُس نے گذشتہ شب دیکھا، کہہ کر پیش کرے

ہر کہ خوابش بہتر ایں را اُو خورد
جس کا خواب اچھا ہو، اُس کو وہ کھائے
قسمِ ہر مفضول را فاضل بَرد
گھٹیا کا حصہ بڑھیا لے جائے

آنکہ اندر عقل بالاتر رَوَد
جو عقل میں برتر ہو
خوردنِ اُو خوردنِ جملہ بُود
اُس کا کھا لینا، سب کا کھا لینا ہوگا

فائق[53] آید جانِ پُر انوارِ اُو
اُس کی انوار سے بھری ہوئی جان اونچی ہوگی
باقیاں را بس بُود تیمارِ اُو
بقیہ کے لئے اُس کی خدمت کافی ہوگی

عاقلاں را چوں بقا آمد ابد
عقلمندوں کے لئے چونکہ ہمیشہ کی بقا ہے
پس بمعنیٰ ایں جہاں باقی بُود
تو معنیٰ یہ عالم باقی ہوگا

پس جہود آورد آنچہ دیدہ بُود
پھر یہودی لایا جو اُس نے دیکھا تھا
تا کجا شب رُوحِ اُو گردیدہ بُود
کہ کہاں اُس کی روح رات میں گھومی تھی

---

[51] رُوی - چہرہ اور مُنھ دھویا - وِرد - عبادت کا معمول - از حق - مقصد سب کا اللہ کا فضل طلب کرنا تھا - مومن - ہر شخص خدا کا طالب ہے خواہ اُس نے طلب کا غلط طریقہ اختیار کر رکھا ہو - الغ - معظم - بلکہ - کائنات کی ہر چیز خدا کی عبادت اور تسبیح اپنے حال کے مطابق کرتی ہے - ایں سخن - سب کا مقصود خدا کا ہونا -

[52] آں یکے - ایک بولا ہر شخص رات کا خواب بیان کرے جس کا خواب بڑھیا ہوگا وہ حلوے میں سے سب کا حصہ حاصل کرے گا - مفضول - جس کا خواب گھٹیا ہوگا - فاضل - جس کا خواب بڑھیا ہوگا - آنکہ - جس کا خواب بہتر ہوگا یقیناً اُس کی عقل بھی بہتر ہوگی - خوردن - ایسے عقلمند کا کھانا سب کا کھانا ہوگا -

[53] فائق آید - جس کی عقل بالاتر ہوگی یقیناً اُس کی روح پُر انوار ہوگی اور ایسے بزرگ کی خدمت اور اپنے حصہ کا حلوا اُس کو کھلا دینا برکت کا سبب ہوگا - عاقلاں - مومنین جن کی عقل کامل ہے اُن کو حیاتِ ابدی حاصل ہے پس - جہود - سب سے پہلے یہودی نے اپنا خواب بیان کیا -

گفت[1] در رہ موسیٰؑ آمد بہ پیش
اُس نے کہا راستہ میں (حضرت) موسیٰؑ میرے سامنے آئے
گربہ بیند دُنبہ اندر خوابِ خویش
بلی اپنے خواب میں دُنبہ دیکھتی ہے

درپئے موسیٰؑ شُدم تا کوہِ طور
میں (حضرت) موسیٰؑ کے پیچھے کوہ طور تک گیا
ہر سہ ماں گشتیم ناپیدا ز نور
ہم تینوں نور سے ڈھپ گئے

ہر سہ سایہ محو شُد زاں آفتاب
اُس سورج سے تینوں سائے مٹ گئے
بعد ازاں زاں نور شُد یک فتحِ باب
اُس کے بعد اُس نور سے فتح باب ہوا

نورِ دیگر از دلِ آں نور رُست
اُس نور کے بیچ سے ایک اور نور پیدا ہوا
پس ترقی جُست آں ثانیش چُست
پھر اُس کے دوسرے نے بہت جلد ترقی کی

ہم[2] من و ہم موسیٰؑ و ہم کوہِ طور
میں بھی اور (حضرت) موسیٰؑ بھی اور کوہِ طور بھی
ہر سہ گم گشتیم زاں اشراقِ نور
اُس نور کی چمک سے ہم تینوں گم ہو گئے

بعد ازاں دیدم کہ کُہ سہ شاخ شُد
اُس کے بعد میں نے دیکھا کہ پہاڑ تین ٹکڑے ہو گیا
چونکہ نورِ حق درو نفّاخ شُد
چونکہ اللہ (تعالیٰ) کا نور اُس میں پھونک مارنے والا تھا

وصفِ ہیبت چوں تجلّی زد برو
ہیبت کی صفت نے جب اُس پر تجلّی کی
می شکست از ہم ہمی شُد سُو بسُو
ایک دوسرے سے جدا ہو گیا، الگ الگ جا بجا ہو گیا

زاں یکے شاخے کہ آمد سُوی یَم
اُس ایک ٹکڑے سے جو سمندر کی طرف آیا
گشت شیریں آبِ تلخ ہمچو سَم
زہر جیسا کھاری پانی میٹھا ہو گیا

آں[3] یکے شاخش فرو شُد در زمیں
اُس ٹکڑے کی وجہ سے جو زمین دھنسا
چشمہ زاد و برُوں آمد مَعیں
چشمہ پیدا ہو گیا اور جاری ہو کر باہر آ گیا

کہ شفای جملہ رنجوراں شُد آب
وہ پانی سب بیماروں کے لئے شفا ہو گیا
از ہمایونیِّ وحیِ مُستطاب
پاکیزہ وحی کی برکت سے

واں یکے شاخے دگر پرّید زود
اور ایک دوسرا ٹکڑا جلدی سے اُڑا
تا جوارِ کعبہ کہ عرفات بُود
کعبہ کے قریب تک، جو عرفات (پہاڑ) ہو گیا

باز زاں صعقہ چو با خود آمدم
میں جب اُس بے ہوشی سے ہوش میں آیا
طور برجا بُود نے افزوں نہ کم
(کوہ) طور اپنی جگہ پر تھا نہ زیادہ نہ کم

لیک زیرِ پایِ موسیٰؑ ہمچو یخ
لیکن (حضرت) موسیٰؑ کے پاؤں کے نیچے یخ کی طرح
می گدازید و نماندش شاخ و شخ
پگھل رہا تھا اور اُس میں شکستگی اور کرختگی نہ رہی

[1] گفت۔ اُس نے کہا میں چلا جا رہا تھا راستہ میں حضرت موسیٰ مل گئے۔ گربہ۔ مولانا کا مقولہ ہے یعنی بلّی کو خواب میں چھیچھڑے نظر آتے ہیں۔ در پئے۔ میں حضرت موسیٰ کے ساتھ کوہ طور پر پہنچا تو اس قدر نور دیکھا کہ میں اور حضرت موسیٰ اور کوہِ طور اُس میں چھپ گئے۔ فتحِ باب۔ یعنی فیض کا ایک دوسرا دروازہ کہ اُس نور سے ایک نور پیدا ہوا۔

[2] ہم۔ یہ دوسرا نور اس قدر تاباں تھا کہ ہم تینوں اُس میں بالکل گم ہو گئے۔ بعد ازاں۔ اُس نور کی تجلّی سے کوہ طور کے تین ٹکڑے ہو گئے اُس تجلّی میں اس قدر ہیبت تھی۔ زاں یکے کوہ طور کا ایک ٹکڑا سمندر میں گیا تو اُس کا زہر جیسا پانی شیریں ہو گیا۔

[3] آں یکے۔ دوسرا ٹکڑا زمین میں دھنس گیا تو اُس سے ایک چشمہ پیدا ہو گیا جو بیماروں کے لئے صحت کا باعث تھا۔ وحی۔ کوہِ طور پر حضرت موسیٰؑ کو وحی آئی تھی۔ عرفات۔ تیسرا ٹکڑا اُڑ کر خانہ کعبہ کے پاس پہنچ کر عرفات پہاڑ بن گیا۔ صعقہ۔ یعنی نور میں گم ہونا۔ لیک۔ اب کوہِ طور میں دوسرا تغیّر شروع ہوا کہ حضرت موسیٰؑ کے قدموں میں آسمان سے گرنے والی یخ کی طرح نرم ہو گیا۔ شاخ۔ یعنی پہاڑ کی چوٹی۔ شخ۔ کرختگی۔

باز ہیں ہموار شد کُہ از نہیب ۔ گشت بالائش ازاں ہیبت نشیب

پہاڑ ہیبت سے زمین سے ہموار ہو گیا ۔ اُس ہیبت سے اُس کی بلندی پستی بن گئی

باز[1] با خود آمدم زاں انتشار ۔ باز دیدم طور و موسیٰ برقرار

میں پھر اُس انتشار سے ہوش میں آیا ۔ میں نے پھر طور اور حضرت موسیٰؑ کو برقرار دیکھا

واں بیاباں سر بسر در ذیلِ کوہ ۔ پُر خلائق شکلِ موسیٰ باشکوہ

اور وہ میدان پہاڑ کے دامن میں پورا ۔ حضرت موسیٰؑ کی شکل کی پر بڑائی مخلوق سے بھرا ہوا تھا

چوں عصا و خرقہ اُو خرقہ شاں ۔ جملہ سوئے طور خوش دامن کشاں

اُن کی لاٹھی اور اُن کی کفنی اُن کی کفنی کی طرح ۔ سب خوشی خوشی طور کی جانب رواں ہیں

جملہ کفہا در دُعا افراختہ ۔ نغمہ اَرِنی بہم در ساختہ

سب دعا میں ہاتھ پھیلائے ہوئے ہیں ۔ مل کر "اَرِنی" کا ترانہ بنائے ہوئے ہیں

باز آں غشیاں چو از من رفت زود ۔ صورتِ ہر یک دگر گونم نمود

پھر وہ بیہوشی جب جلد مجھ سے چلی گئی ۔ مجھے ہر ایک کی صورت دوسری طرح کی دکھائی دی

انبیا[2] بُودند ایشاں اہلِ وُد ۔ اتحادِ انبیا اَم فہم شد

وہ دوستی والے نبی تھے ۔ نبیوں کا اتحاد میری سمجھ میں آگیا

باز املاکے ہمی دیدم شگرف ۔ صورتِ ایشاں بُد از اجرامِ برف

پھر میں نے عجیب فرشتے دیکھے ۔ اُن کی صورتیں برف کے جسموں کی تھیں

حلقۂ دیگر ملائک مستعیں ۔ صورتِ ایشاں ہمہ بُد آتشیں

مدد مانگنے والے فرشتوں کی ایک دوسری جماعت تھی ۔ اُن سب کی صورت آتشی تھی

زیں نسق می گفت آں شخصِ جہود ۔ بس جہودے کاخرش محمود بود

وہ یہودی شخص اس طرح سے کہہ رہا تھا ۔ بہت سے یہودی ہیں جن کا انجام اچھا ہوا ہے

ہیچ[3] کافر را بخواری منگرید ۔ کہ مسلماں مُردنش باشد اُمید

کسی کافر کو ذلت سے نہ دیکھو ۔ کیونکہ اُس کے مسلمان ہو کر مرنے کی اُمید ہے

چہ خبر داری ز ختمِ عمرِ اُو ۔ تا بگردانی از و یکبارہ رُو

اُس کی عمر کے خاتمہ کا تجھے کیا پتہ؟ ۔ کہ تو اُس سے فوراً منہ پھیرتا ہے

بعد ازاں ترسا در آمد در کلام ۔ کہ مسیحم رُو نمود اندر منام

اُس کے بعد عیسائی نے بات شروع کی ۔ کہ مجھے خواب میں (حضرت) مسیح نظر آئے

---

[1] باز ۔ اِس کے بعد پھر میرے حواس دُرست ہوئے تو حضرت موسیٰؑ اور کوہِ طور کو اصلی حالت پر دیکھا۔ وہاں بیاباں۔ لیکن اب یہ عجیب بات دیکھی کہ اُس کوہ کا دامن عجیب مخلوق سے پُر ہے۔ چوں عصا۔ ہر شخص کے ہاتھ میں حضرت موسیٰؑ کا سا عصا اور اُس کے بدن پر حضرت موسیٰؑ جیسا خرقہ ہے اور یہ سب خراماں خراماں کوہِ طور کی طرف جا رہے ہیں۔ اَرِنی۔ حضرت موسیٰؑ نے کوہِ طور پر دعا کی تھی اَرِنی کَیفَ تُحیِي المَوتیٰ اے خدا مجھے دکھا دے تو مُردوں کو کس طرح زندہ کرتا ہے۔

[2] انبیاء۔ اب میں یہ سمجھا کہ یہ انبیاء کا مجمع تھا اور اُس سے میں سمجھ گیا کہ انبیاء سب اپنی دعوت میں متحد ہیں۔ باز۔ پھر مجھے فرشتوں کی ایک ایسی جماعت نظر آئی۔ جیسے وہ برف کے بنے ہوئے ہوں۔ حلقہ فرشتوں کی ایک دوسری جماعت بھی تھی۔ جو آتشیں معلوم ہوتی تھی۔ زیں نسق۔ اِس خواب پر تعجب نہ کرو ہو سکتا ہے کہ اُس یہودی کا انجام اور خاتمہ بہتر حالت میں ہوا ہو اور اُس نے مرتے وقت شرک وغیرہ سے توبہ کر لی ہو۔

[3] ہیچ۔ کسی کافر کے بارے میں بھی حتمی طور پر کچھ نہیں کہا جا سکتا ہو سکتا ہے کہ اُس کو آخر وقت میں توبہ کی توفیق ہو۔ بعد ازاں۔ اس یہودی کے بعد عیسائی نے اپنا خواب بیان کیا کہ حضرت مسیح نظر آئے۔

١٦

من شدم با او بچارم[1] آسماں
میں اُن کے ساتھ چوتھے آسمان پر پہنچا
مرکز و مثوائے خورشیدِ جہاں
جو دنیا کے سورج کا مرکز اور ٹھکانا ہے

خود عجب ہائے قلاعِ آسماں
آسمان کے قلعوں کے عجائب کو خود
نسبتش نبود بآیاتِ جہاں
کوئی نسبت نہیں ہے، دنیا کے عجائب کے ساتھ

ہر کسے داند اے فخر البنیں
اے فخرِ فرزنداں! ہر شخص جانتا ہے
کہ فزوں باشد فنِ چرخ از زمیں
کہ آسمان کا حال، زمین سے بڑھا ہوا ہوتا ہے

حکایتِ[2] اشتر و گاو و قچ کہ در راہ بندِ گیاہ یافتند ہر یکے
اونٹ اور بیل اور دُنبہ کا قصہ جنھوں نے راستے میں گھاس کا گٹھا پایا (اور) ہر ایک

می گفت کہ من می خورم گفتند ہر کہ از ما پیر تر او بہ برد
کہتا تھا کہ میں کھاؤں گا اُنھوں نے کہا جو ہم میں زیادہ بوڑھا ہے وہ لے جائے گا

اشتر و گاو و قچے در پیشِ راہ
راستہ کے سامنے اونٹ اور بیل اور دُنبہ نے
یافتند اندر روش بندِ گیاہ
چلنے میں گھاس کا ایک گٹھا پایا

گفت قچ بخش ار کنیم ایں را یقیں
دُنبہ نے کہا اگر ہم اِس کو بانٹیں، یقیناً
ہیچ کس از ما نگردد سیر ازیں
اِس سے ہم میں سے کسی کا پیٹ نہ بھریگا

لیک عمرِ ہر کہ باشد بیشتر
لیکن جس کی عمر سب سے زیادہ ہو
ایں علف او راست اولیٰ گو بخور
یہ چارہ اُس کے مناسب ہے کہدے، کہ کھالے

کہ[3] اکابر را مقدم داشتن
کیونکہ بڑوں کو مقدم رکھنا
آمدست از مصطفےٰ اندر سنن
حدیثوں میں (حضرت) مصطفیٰ سے آیا ہے

گرچہ پیراں را دریں دورِ لئام
اگرچہ بڑوں کو کمینوں کے اِس دور میں
در دو موضع پیش میدارند عام
عوام دو موقعوں پر آگے رکھتے ہیں

یا دراں لوتے کہ او سوزاں بود
یا تو اُس کھانے میں جو جلتا ہوا ہو
یا براں پل کز خلل ویراں بود
یا اُس پُل پر جو خلل سے ویران ہو

خدمتِ شیخے بزرگے قائدے
کسی راہنما، بزرگ، شیخ کی خدمت
عام نارد بے قرینہ فاسدے
عوام کسی فاسد غرض کے بغیر نہیں کرتے ہیں

خیرِ شاں اینست چہ بود شرِ شاں
اُن کی بھلائی یہ ہے تو اُن کی برائی کیسی ہوگی؟
قبحِ شاں را باز داں از فرِ شاں
اُن کی برائی کو اُن کی بھلائی سے پہچان لے

---

[1] چارم۔ حضرت مسیحؑ کا چوتھے آسمان پر ہونا عوام کا خیال ہے، حدیث سے اُن کا دوسرے آسمان پر ہونا ثابت ہے، سورج کا چوتھے آسمان میں ہونا بھی محض ایک تخمینہ ہے۔ خود۔ بظاہر آسمانی چیزیں زمین کی چیزوں سے بڑھیا ہیں۔ فن۔ حال۔

[2] حکایت۔ عیسائی نے یہ کہکر کہ سب جانتے ہیں کہ آسمان کی چیزیں زمین کی چیزوں سے افضل اور اعلیٰ ہیں اپنی خواب کو اعلیٰ اور اپنے آپ کو حلوے کا مستحق قرار دیا اِس حکایت میں اونٹ کی بھی اِسی قسم کی تقریر ہے۔ قچ۔ دُنبہ۔ بندِ گیاہ۔ گھاس کا گٹھا۔ روش۔ رفتار۔ بخشش کردن۔ تقسیم کرنا۔ لیک۔ دُنبہ نے کہا کہ جسکی عمر زیادہ ہو وہ یہ گھاس کھالے۔

[3] کہ اکابر۔ حدیث شریف ہے کَبِّرِ الْکُبَرَ "بڑے کو بڑھا" گرچہ۔ لیکن اِس زمانہ میں صرف دو جگہوں پر بڑوں کو آگے بڑھاتے ہیں ایک جبکہ کھانا بہت گرم ہو اور اُس کے کھانے سے مُنہ جل جائے دوسرے ٹوٹے ہوئے پُل پر جس سے گذرنا خطرناک ہو۔ خدمتے۔ اگر کوئی کسی بڑے کی خدمت کرتا ہے تو اُسکی تہ میں اُسکی کوئی فاسد غرض ہوتی ہے۔ خیرِ شاں۔ اِن کمینوں کی بزرگوں کیساتھ بھلائی کا تو یہ حال ہے اب بُرائی کا اندازہ خود کرلو۔

حکایت[۱] در بیانِ حالِ خود پرستاں و شرِ ایشاں در لباسِ خیرات

خود پرستوں کی، اور بھلائی کے پردے میں ان کی برائی کی حالت کے بیان میں حکایت

سوئے جامع می شُد آں یک شہریار ‖ خلق را می زد نقیب و چوبدار

ایک بادشاہ جامع مسجد کو جا رہا تھا ‖ لوگوں کو نقیب اور چوبدار مار رہا تھا

آں یکے را سر شکستے چوب زن ‖ واں دگر را بر دریدے پیرہن

لاٹھی مارنے والا ایک کا سر توڑتا تھا ‖ اور دوسرے کے کپڑے پھاڑتا تھا

درمیانہ بیدلے دہ چوب خورد ‖ بے گناہے کہ برو از راہ گرد

درمیان میں ایک آزاد شخص نے دس بیدیں کھائیں ‖ بغیر کسی خطا کے کہ جا راستہ سے ہٹ جا

خوں چکاں رُو کرد با شاہ و بگفت ‖ ظلمِ ظاہر بیں چہ پرسی از نہفت

خون ٹپکتے ہوئے نے بادشاہ کا رُخ کیا اور بولا ‖ کھلا ہوا ظلم دیکھ لے، چھپا ہوا کیا پوچھتا ہے؟

خیر تو اینست جامع میروی ‖ تا چہ باشد شر و ضرت اے غوی

تیری نیکی تو یہ ہے کہ تو جامع مسجد جا رہا ہے ‖ اے گمراہ! تیری بدی اور مضرت کیا ہوگی؟

یک سلامے[۲] نشنود پیر از خسے ‖ تا نہ پیچد عاقبت از وے بسے

شیخ کسی کمینہ سے ایک سلام (بھی) نہیں سنتا ہے ‖ تاکہ نتیجے میں وہ اس سے زیادہ نہ پلٹے

گرگ دریابد ولی را بہ بُوَد ‖ زانکہ دریابد ولی را نفسِ بد

ولی کو بھیڑیا پکڑے (یہ) بہتر ہے ‖ اس سے کہ ولی کو کوئی بد نفس لے

زانکہ[۳] گرگ ارچہ کہ بس اِستم گر یست ‖ لیکش آں فرہنگ و کید و مکر نیست

اس لئے کہ بھیڑیا اگرچہ بہت ستمگر ہے ‖ لیکن اس میں وہ تدبیر اور مکر اور چالاکی نہیں ہے

ورنہ کے اندر فتادے او بدام ‖ مکر اندر آدمی باشد تمام

ورنہ وہ جال میں کب پھنستا؟ ‖ پورا مکر، آدمی میں ہوتا ہے

مکر زانِ اوست کو دارد درم ‖ بشنود آواز و گوید ننگرم

مکر اُس کا ہے جو پیسے رکھتا ہے ‖ وہ آواز سنتا ہے اور کہتا ہے میں نہیں دیکھتا ہوں

بازگشتن بحکایتِ شتر و گاو و قُچ و ہر یکے از تاریخِ عمرِ خود ظاہر کردن

اونٹ اور بیل اور دُنبہ کی حکایت کی جانب واپسی اور ہر ایک کا اپنی عمر کی تاریخ ظاہر کرنا

گفت قُچ با گاو و اشتر کاے رفاق ‖ چوں چنیں اُفتاد ما را اتفاق

دُنبہ نے بیل اور اونٹ سے کہا اے ساتھیو! ‖ جبکہ ہمیں ایسا اتفاق ہوا ہے

---

۱ حکایت۔ اس سے یہ بتانا ہے کہ اس بادشاہ کے نماز پڑھنے جانے میں تو یہ شر تھا اب شر کا اندازہ اس سے کر لیا جائے۔ نقیب۔ بادشاہ کا پیش رو محافظ۔ از راہ گرد۔ راستے سے ہٹ جا۔ خوں چکاں۔ جس صاحبِ دل کو نقیب نے مار کر زخمی کیا تھا اُس نے بادشاہ سے کہا کہ ظاہری ظلم تو دیکھ لے کہ بدن سے خون ٹپک رہا ہے دل کو جو مخفی صدمہ پہنچا ہے اُس کا تو بیان ہی نہیں ہو سکتا۔ خیر تو۔ بادشاہ سے کہا کہ تیری خیر میں جب اس قدر شر ہیں تو شر کا اندازہ ہی نہیں ہو سکتا۔

۲ یک سلامے۔ پیر عوام کا جو بزرگوں کے ساتھ معاملہ ہے اسکا بیان شروع کیا ہے۔ تا نہ پیچد۔ سلام سے چونکہ فاسد غرض ہوتی ہے پھر وہ شیخ سے پوری کرتا ہے اور شیخ پیچ و تاب میں مبتلا ہوتا ہے۔ گرگ۔ بزرگ کو بھیڑیے سے وہ نقصان نہیں پہنچتا ہے جو بد نفس مریدوں سے پہنچتا ہے۔

۳ زانکہ۔ بھیڑیے میں وہ مکر اور فریب نہیں ہوتا جو بد نفس مرید میں ہوتا ہے۔ ورنہ بھیڑیے میں اگر مکر ہوتا تو وہ جال میں نہ پھنسا کرتا۔ مکر۔ مالدار کا مکر دیکھو غریب سائل کی آواز پر مکاری سے بہرا اور اندھا بنجاتا ہے۔ گفت قچ۔ دُنبہ نے کہا کہ ہر ایک اپنی عمر بتائے تاکہ معلوم ہو جائے کہ عمر میں کون بڑا ہے۔ رفاق۔ رفیق کی جمع ہے۔ سفر کا ساتھی۔

هر یکے تاریخِ عُمر اِملا کنید … پیر تر اَولیٰ ست باقی تن زنید

ہر ایک عمر کی تاریخ بیان کرے … زیادہ بوڑھا مستحق ہے، باقی چُپ رہیں

گفت قچ مرج[1] مَن اندر آں عہُود … با قچِ قربانِ اسمٰعیل بُود

دُنبہ نے کہا، میری چراگاہ اُن دنوں … (حضرت) اسماعیلؑ کی قربانی کے دُنبہ کے ساتھ تھی

گاو گفتا بُودہ اَم مَن سالخورد … جُفتِ آں گاوے کِش آدم جُفت کرد

بیل نے کہا، میں پُرانا ہوں … اُس بیل کی جوڑی ہوں جسکی آدمؑ نے جوڑی بنائی

جُفتِ آں گاوم کہ آدم جدِّ خلق … در زراعت بر زمیں میکرد فلق

میں اُس بیل کی جوڑی ہوں کہ جس سے مخلوق کے دادا … کھیتی میں زمین جوتتے تھے

چوں[2] شنید از گاو و قچ اُشتر شگفت … سَر فرود آورد و آں را بر گرفت

جب اونٹ نے بیل اور دُنبہ کی عجیب بات سُنی … سَر نیچے کیا اور اُس کو اٹھالیا

در ہوا برداشت آں بندِ قصیل … اُشترِ بُختی سُبک بے قال و قیل

چارے کے اُس مُٹھے کو ہوا میں اٹھالیا … بُختی اونٹ نے، کسی تامّل کے بغیر

کہ مرا خود حاجتِ تاریخ نیست … کایں چنیں جسمے و عالی گردنیست

کہ مجھے خود تاریخ (بتانے کی) ضرورت نہیں ہے … کیونکہ ایسا جسم اور اونچی گردن ہے

خود ہمہ کس داند اے جانِ پدر … کہ نباشم از شما مَن خُرد تَر

اے جانِ پدر! ہر شخص خود جانتا ہے … کہ میں تم سے چھوٹا نہ ہونگا

داند[3] ایں را ہر کہ ز اصحابِ نُہیٰ ست … کہ نہادِ من فزوں تر از شماست

اِس کو ہر وہ شخص جانتا ہے جو عقلمندوں میں سے ہے … کہ میرا وجود تم سے بڑھا ہوا ہے

جُملگاں دانند کایں چرخِ بلند … ہست صد چندانکہ ایں خاکِ نژند

سب جانتے ہیں کہ یہ بلند آسمان … بہ نسبت اِس پست زمین کے سیکڑوں گنا ہے

کو گشادِ قلعہائے آسماں … کو نہادِ بُقعہائے خاکداں

آسمانوں کے قِلعوں کی وسعت کہاں … زمین کے ٹکڑوں کا وجود کہاں؟

کو عجائبہائے بامِ آسماں … کو غرائبہائے گنجِ خاکداں

آسمان کے بالاخانہ کے عجائب کہاں … زمین کے خزانہ کے عجائب کہاں؟

جوابِ گفتنِ مسلمان آنچہ دید بترسا و جہود و حسرت خوردنِ ایشاں

عیسائی اور نصرانی کو مسلمان کا جواب دینا جو اُس نے دیکھا اور اُن کا حسرت کرنا

ف[1] مرج۔ میں اُس دُنبہ کے ساتھ چرا ہوں جو حضرت اسماعیلؑ کی بجائے قربان ہوا تھا یعنی میں حضرت ابراہیمؑ کے زمانے کا ہوں۔ گاو۔ بیل نے کہا میں اُس جوڑی کا بیل ہوں جس سے حضرت آدمؑ نے کھیتی کی تھی لہٰذا میری عمر دُنبہ سے زیادہ ہے۔

ف[2] چون شنید۔ اونٹ نے جب دُنبہ اور بیل کی یہ عجب باتیں سُنیں تو نیچے کو مُنہ کر کے وہ گھاس مُنہ میں لیکر سَر بلند کر دیا۔ کہ مرا۔ اونٹ نے کہا مجھے اپنی تاریخ پیدائش بتانے کی ضرورت نہیں ہے میرا جسم اور میری گردن خود بتا رہی ہے۔ خود ہمہ کس۔ میرے جسم اور گردن سے ہر شخص اندازہ لگا سکتا ہے کہ میں تم دونوں سے کم عمر نہیں ہوں۔

ف[3] داند۔ ہر عقلمند جانتا ہے کہ میرا وجود تم سے بڑھا ہوا ہے۔ جُملگاں۔ ہر شخص جانتا ہے کہ آسمان بلندی کی وجہ سے پست زمین سے بڑھا ہوا ہے اور آسمان میں زمین سے زیادہ عجائب ہیں لہٰذا میرا خواب یقیناً سوری کے خواب سے بڑھا ہوا ہے۔

پس مسلماں گفت کاے یارانِ من
پھر مسلمان نے کہا کہ اے میرے دوستو!
پیشم آمد مصطفےٰ سلطانِ من
میرے شاہ مصطفیٰؐ میرے سامنے آئے

سیدِ سادات و سلطانِ رُسل
جو سرداروں کے سردار اور رسولوں کے شاہ ہیں
مفخرِ کونین و ہادیِ سُبل
دونوں جہان کیلئے باعث فخر اور راستوں کیلئے ہدایت کرنیوالے

پس مرا گفت آں یکے بر طور تاخت
پس مجھ سے فرمایا، وہ ایک تو طور پر جا پہنچا
با کلیم اللہ نردِ عشق باخت
(اور) اُس نے (حضرت) کلیم اللہ کیساتھ عشق کی بازی کھیلی

واں دگر را عیسیٰ صاحبقراں
اور اُس دوسرے کو صاحبقراں عیسیٰؑ
برد بر اوجِ چہارم آسماں
چوتھے آسمان کی بلندی پر لے گئے

خیز[۵۱] اے پس ماندہ دیدہ ضرر
اے پچھڑے ہوئے، نقصان اٹھائے ہوئے، اٹھ
بے توقف زود حلوا را بخور
بے تامل جلد حلوا کھالے

آں ہنرمندانِ پُرفن راندند
وہ ہنرمند صاحب تدبیر روانہ ہوگئے
نامۂ اقبال و منصب خواندند
انھوں نے اقبال اور منصب کا نامہ پڑھ لیا

آں دو فاضل فضلِ خود دریافتند
اُن دو فضیلت والوں نے اپنی فضیلت حاصل کرلی
با ملائک[۵۲] از ہنر دربافتند
ہنر کی وجہ سے فرشتوں سے منسلک ہوگئے

اے سلیم گول واپس ماندہ ہیں
اے بھولے، کم فہم، پچھڑے ہوئے، ہاں
برجہ و بر کاسۂ حلوا نشیں
اٹھ اور حلوے کے پیالہ پر بیٹھ جا

من بفرمانِ چناں شاہِ جہاں
میں نے ایسے شاہِ جہاں کے حکم پر
خوردم آں دم کاسۂ حلوا و ناں
فوراً حلوے کا پیالہ اور روٹی کھالی

پس بگفتندش کہ آنگہ تو حریص
تو انھوں نے اُس سے کہا کہ اُس وقت اے لالچی!
اے عجب خوردی ز حلوائے خبیص
تعجب ہے تونے چھواروں کا حلوا کھالیا

گفت چوں فرمود آں شاہِ مطاع[۵۳]
اُس نے کہا کہ اُس واجب الاطاعت شاہ نے فرمایا
من کہ باشم تا کنم زاں امتناع
میں کون ہوتا ہوں کہ اُس سے رکوں؟

تو جہود از امرِ موسیٰؑ سرکشی
تو یہودی، (حضرت) موسیٰؑ کے حکم سے سرکشی کرسکتا ہے؟
گر بخواند در خوشی یا ناخوشی
خواہ خوشی یا رنج میں بلائیں

تو مسیحی ہیچ از امرِ مسیحؑ
تو عیسائی ہے (حضرت) مسیحؑ کے حکم سے کبھی
سر توانی تافت از خیر و قبیح
بھلائی اور برائی میں سرتابی کرسکتا ہے؟

---

[۵۱] خیز۔ آنحضورؐ نے جواب میں کہا کہ تیرے ساتھیوں کو بہت عروج حاصل ہوا تو تُو نے میں رہا اِس لئے تُو نے کو حلوا کھا کر پورا کرلے۔ راندند۔ یعنی طور اور آسمان پر پہنچے۔ دو فاضل یعنی یہودی اور عیسائی۔

[۵۲] با ملائک۔ انھوں نے خواب میں فرشتوں سے ملاقات کا ذکر کیا تھا۔ سلیم۔ بھولا گول۔ بیوقوف۔ من بفرماں۔ مومن نے کہا میں نے آنحضورؐ کے حکم سے حلوا اور روٹی کھالی۔ خبیص۔ چھواروں کا حلوا۔

[۵۳] مطاع۔ جس کی تابعداری کی جائے۔ امتناع۔ رکنا۔ تو جہود۔ تو یہودی ہے تو خود بتا کہ اگر حضرت موسیٰؑ تجھے کوئی حکم دیں خواہ وہ تجھے گوارا ہو یا ناگوار تو سرکشی کرسکتا ہے؟ تو مسیحی۔ عیسائی کو بھی یہی کہا۔

مَن[۵۱] ز فخرِ انبیا چوں سَر کشم — خوردہ اُم حلوا و ایں دم سَر خوشم

میں انبیاء کے فخر سے کیسے سرکشی کروں ؟ — میں نے حلوا کھالیا اور میں اِس وقت خوش ہوں

پس بگفتندش کہ واللہ خواب آں است — تو بدیدی دیں بہ از صد خوابِ ماست

تو اُنھوں نے اُس سے کہا کہ واللہ سچا خواب — تو نے دیکھا اور وہ ہمارے سیکڑوں خوابوں سے بہتر ہے

خوابِ تو بیداری ست اے بُو نظر — کہ بہ بیداری عیانستش اثر

اے صاحبِ نظر! تیرا خواب بیداری ہے — کیونکہ بیداری میں اُس کا اثر نمایاں ہے

خوابِ تو بیداریست اے خوش نہاد — کہ تو در خوابت رسیدی بامُراد

اے خوش سرشت! تیرا خواب، بیداری ہے — کیونکہ تو اپنے خواب میں مراد کو پہنچ گیا

خوابِ تو بیداریست اے نیک خُو — کہ ازاں خوابت رسد امرِ کُلُوا

اے نیک خصلت! تیرا خواب بیداری ہے — کیونکہ اُس خواب میں تجھے "تم کھالو" کا حکم آیا

خوابِ تو بیداریست اے نیک مرد — کہ ازاں خوابِ تو روے ماست زرد

اے نیک مرد! تیرا خواب بیداری ہے — کیونکہ تیرے اُس خواب کی وجہ سے ہم زرد رو ہیں

خوابِ[۵۲] تو بیداریست اے سیر جاں — کہ ہماں را ظاہر اُ دیدی عیاں

اے پیٹ بھری روح! تیرا خواب بیداری ہے — کہ اُس کو تو نے ظاہر میں عیاں دیکھ لیا

خوابِ تو مانند خوابِ انبیاست — کہ شد ایں خوابِ تو بے تعبیر راست

تیرا خواب اَنبیاء کے خواب کی طرح ہے — کہ یہ تیرا خواب بغیر تعبیر کے سچا ہوگیا

در گذر از فضل واز جلدی و فن — کار خدمت دارد و خُلقِ حسن

بڑائی اور بہادری اور ہنر سے باز آ — خدمت اور اچھا اخلاق، کام آتا ہے

بہرِ ایں آورد ما یزداں بروں — مَا خَلَقْتُ الْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ

اسی کے لئے خدا ہمیں باہر لایا ہے — میں نے انسان کو نہیں پیدا کیا مگر اس لئے کہ وہ عبادت کریں

سامری[۵۳] را آں ہُنر چہ سُود کرد — کاں فن از بابُ اللّٰہش مردود کرد

سامری کو اُس ہنر نے کیا فائدہ دیا؟ — کہ اُس ہنر نے اُسکو خدا کے در سے مردود بنادیا

چہ کشید از کیمیا قاروں ببیں — کہ فرو بُردش بقعرِ خود زمیں

قاروں نے کیمیاء سے کیا حاصل کیا؟ — کہ زمین اُس کو اپنے گڑھے میں لے گئی

بُوالحکم آخر چہ بربست از ہُنر — سر نگوں رفت اُو ز کفراں در سقر

اَبوجہل نے ہُنر سے کیا جمع کیا؟ — وہ کفر کی وجہ سے جہنم میں اوندھا گیا

---

۵۱ تن۔ تو پھر میں مسلمان ہوکر آنحضورؐ کے حکم کو کیسے نہ مانتا؟ پس۔ تب دونوں نے کہا کہ تیرا ہی خواب سچا ہے اور ہمارے سیکڑوں خوابوں سے بہتر ہے۔ بو نظر صاحبِ نظر۔ اثر۔ یعنی تو نے حلوا کھالیا یا اثر رو یعنی تجھے حلوا مل گیا۔ کلوا۔ تجھے آنحضورؐ نے حکم دیا کہ کھالو تو نے۔ ماست زرد۔ ہم شرمندہ ہیں۔ سیر جاں۔ تیری روح پیٹ بھری ہے۔ کہ ہماں۔ اس خواب کو ظاہر میں دیکھ لیا یعنی حلوا کھالیا۔

۵۲ خوابِ تو انبیا بسا اوقات جو خواب میں دیکھتے ہیں وہ بعینہ سامنے آجاتا ہے۔ درگذر۔ اب مولانا پھر نصیحت فرماتے ہیں کہ انسان کو بڑائی اور بہادری اور ہنر کا مدعی نہ ہونا چاہیے انسان کے کام آنے والی چیز خدمت یعنی عبادت اور طاعت اور اچھے اخلاق ہیں۔ بہر ایں۔ خدا نے ہمیں اسی عبادت کے لئے پیدا فرمایا ہے اور اس آیت میں بھی فرمایا گیا ہے۔ ما خلقت۔ پوری آیت یہ ہے وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون۔

۵۳ سامری۔ سامری نے ہنرمندی دکھائی اور گوسالہ بنایا اُس سے وہ مردود بنا۔ قاروں۔ فنِ کیمیاگری اور خزانے نے قاروں کو زمین میں دھنسا دیا۔ بوالحکم۔ یہ ابوجہل کی پہلی کنیت ہے۔ سقر۔ جہنم۔

خود[۱] ہُنر آں داں کہ دید آتش عیاں　　نے گپِ دَلَّ عَلَی النَّارِ الدُّخَان

خود ہُنر اُس کو سمجھ کہ آگ کو عیاں دیکھا　　نہ یہ دعویٰ کہ آگ نے دھویں پر دلالت کی

اے دلیلت گندہ تر پیشِ لبیب　　در حقیقت از دلیلِ آں طبیب

اے شخص! تیری دلیل عقلمند کے سامنے بہت گندی ہے　　حقیقت میں اُس طبیب کی دلیل سے

چوں دلیلت نیست جُز ایں اے پسر　　گوہ می خور در گمیزے می نگر

اے بیٹا! جب تیرے پاس اِسکے سوا دلیل نہیں ہے　　گوہ کھاتا رہ، پیشاب کو دیکھتا رہ

اے[۲] دلیلِ تو مثالِ آں عصا　　در کفت دَلَّ عَلٰی عَیْبِ الْعَمٰی

اے شخص! تیری دلیل اُس لاٹھی کی طرح ہے　　جو تیرے ہاتھ میں ہے جس نے اندھے پن کے عیب پر دلالت کی

اے دلیلِ ما چو فکرِ ما ذلیل　　پیشیِ ما پیشِ دانایاں قلیل

اے شخص! ہماری دلیل ہمارے فکر کیطرح ذلیل ہے　　عقلمند کے سامنے ہماری حاضری بہت تھوڑی ہے

غُلغُل و طاق و طرم و گیر و دار　　کہ نمی بینم مرا معذور دار

غُلغلہ اور دھوم دھام اور پکڑ دھکڑ　　کہ میں نہیں دیکھتا ہوں مجھے معذور سمجھ

مُنادی کردنِ سیّد مَلِکِ ترمذ کہ کسے باشد کہ بسمرقند رَوَد بسہ روز بفلاں مہم خلعت و مال بدہم و شنیدنِ دلقک در دہ و آمدن بالاغ نزدِ آں سیّد مَلِک کہ مَن بارے نتوانم

ترمذ کے بادشاہ سردار کا منادی کرانا کہ کون ہوگا جو تین دن میں فلاں ضروری کام کے لئے سمرقند جائے، ہم خلعت اور مال دیں اور مسخرے کا گاؤں میں سننا اور قاصد بن کر سید بادشاہ کے پاس آنا کہ میں یہ کام نہیں کرسکتا

سیّدِ[۳] ترمذ کہ آنجا شاہ بُود　　مسخرہ اُو دلقکِ دلخواہ بُود

ترمذ کا سردار، جو وہاں بادشاہ تھا　　اُس کا مسخرہ ایک دلچسپ دلقک تھا

داشت کارے در سمرقند اُو مُہم　　جُست اُلاغے تا شود اُو مُستتم

وہ (بادشاہ) ایک ضروری کام سمرقند میں رکھتا تھا　　اُس نے ایک قاصد تلاش کیا جو تکمیل کرنے والا ہو

زد مُنادی کانکہ اُو در پنج روز　　آردم زانجا خبر بدہم کنوز

اُس نے اعلان کرایا جو پانچ دن میں　　وہاں سے خبر لے آئے، میں اُسکو خزانے دونگا

بخشم اُورا زر و گنجِ بے شمار　　تا شود میر و عزیز اندر دیار

میں اُس کو سونا اور بے شمار خزانہ دونگا　　یہانتک کہ وہ مُلک میں سردار اور عزت والا ہوجائے

---

۱ خود: یعنی ہُنر معارفِ یقینیہ اور علومِ دینیہ ہیں نہ کہ علومِ عقلیہ ہیں۔ لبیب: یعنی عارف۔ در حقیقت: عارف عقلی دلائل کو اُس دلیل سے بھی گندہ سمجھتا ہے جو طبیب کی ہوتی ہے یعنی قارورہ جسکو دیکھکر طبیب مرض پر استدلال کرتا ہے۔ چوں دلیلت: اگر تیرے پاس عقلی علوم کے سوا کچھ نہیں ہے تو گوہ کھاتا پھر اور پیشاب کو دیکھتا رہ۔ گمیز: بونہ گمیز، جانوروں کا پیشاب۔

۲ اے: عقلی دلائل اندھے کی لاٹھی ہے جو اُسکے اندھے پن کی دلیل ہے۔ دلیل: عقلی دلائل اور اُسکے محرکی دونوں عارفوں کے نزدیک ذلیل اور حقیر ہیں۔ غلغل: دلائل عقلیہ کی شان و شوکت تو بہت ہے لیکن مُدعٰی بالکل حقیر ہے اور اُس کی مثال یہ ہے کوئی اندھا اپنے اندھے پن کے ثبوت کیلئے مُمل غپاڑہ مچائے۔ مُنادی کردن: اس قصہ کا خلاصہ بھی یہی ہے کہ مسخرے نے معمولی سی بات کے لئے بڑا اہتمام کیا۔ دلقک: ایک مسخرے کا نام ہے، مطلقاً مسخرہ۔

۳ سیدِ ترمذ: ترمذ کے بادشاہ کو یہ ضرورت تھی کہ کوئی سمرقند جاکر وہاں کے احوال معلوم کر کے آئے اِس مقصد کیلئے اُس نے منادی کرائی تو مسخرہ ایک گاؤں سے بدحال ہوکر بھاگا آیا اور صرف یہ کہنے آیا کہ میں اِس قابل نہیں ہوں کہ اِس مہم کو سَر کرسکوں۔

دلقک اندر دہ بُد و آں را شنید
مسخرہ گاؤں میں تھا اور اُس نے وہ سُنا
برنشست[1] و تا بہ ترمذ می دوید
سوار ہوا اور ترمذ تک دوڑنے لگا

مَرکبِ دو اندراں رہ شد سَقَط
اُس راستہ میں دو گھوڑے ہلاک ہوگئے
از دوانیدن فرس را زاں نمط
اُس طور پر گھوڑا دوڑانے سے

پس بدیواں دَر دوید از گردِ راہ
پھر وہ راستہ کے گرد (وغبار) سے کچہری میں دوڑ گیا
وقتِ ناہنگام رہ جست او بشاہ
اُس نے نامناسب وقت بادشاہ کی جانب راستہ ڈھونڈا

فجفجے در جملۂ دیواں فتاد
کچہری میں چہ میگوئیاں شروع ہوگئیں
شورشے دَر وہمِ آں سُلطاں فتاد
بادشاہ کے خیال میں پریشانی واقع ہوئی

خاص و عام شہر را دل شد ز دست
شہر کے عوام اور خواص کا دل بے قابو ہوگیا
تا چہ تشویش و بلا حادث شدست
کہ کیا پریشانی اور مصیبت پیدا ہوئی ہے؟

یا عدوّے قاہرے در قصدِ ماست
یا کوئی سخت دشمن ہمارے قصد میں ہے
یا بلائے مُہلکے از غیب خاست
یا کوئی مہلک مصیبت غیب سے اٹھی ہے

کہ ز دہ دلقک بسیرانِ دُرشت
کہ مسخرہ نے سخت رفتار میں
چند اسپِ قیمتی در راہ کُشت
چند قیمتی گھوڑے مار ڈالے

جمع[2] گشتہ بر سرائے شاہ خلق
لوگ بادشاہ کے محل پر جمع ہوگئے
تا چرا آمد چنیں اِشتابِ دلق
کہ مسخرہ اِس قدر تیزی سے کیوں آیا ہے؟

از شتابِ او و جدّ و اجتہاد
اُس کی جلدی اور کوشش اور محنت سے
غلغل و تشویش در ترمذ فتاد
ترمذ میں شور اور پریشانی واقع ہوگئی

آں یکے دو دست بر زانو زناں
کوئی دونوں ہاتھ ران پر مار رہا تھا
واں دگر از وہم واویلے کُناں
اور دوسرا وہم سے واویلا کر رہا تھا

از نفیر و فتنہ و خوف و نکال
فریاد اور فتنہ اور خوف اور عذاب سے
ہر دلے رفتہ بصد گونہ خیال
ہر دل سو خیالوں کی طرف جا رہا تھا

ہر کسے[3] فالے ہمی زد از قیاس
ہر شخص قیاس سے ایک فال نکال رہا تھا
تا چہ آتش او فتاد اندر پلاس
کہ ٹاٹ میں کونسی آگ لگی ہے

راہ جُست و راہ دادش شاہ زود
اُس نے راستہ چاہا اور بادشاہ نے اُسکو فوراً راستہ دیدیا
چوں زمیں بوسید گفتش ہے چہ بود
جب اُسنے زمین بوسی کی بادشاہ نے اُس سے کہا ہیں کیا ہوا؟

---

[1] برنشست۔ یعنی سواری پر۔ مرکب دو۔ اِس بھاگ دوڑ میں اُس نے دو گھوڑے ہلاک کر دیئے۔ پس۔ راستہ کی گرد بھی صاف نہ کی اور سیدھا بادشاہ کی کچہری میں پہنچ گیا۔ فجفجے۔ کانا پھوسی یعنی دلقک کے گھبرائے ہوئے آنے سے اور اِس طریقہ پر بادشاہ کے پاس پہنچنے سے کچہری کے لوگوں میں چہ میگوئیاں شروع ہوگئیں اور بادشاہ بھی کچھ گھبرایا۔ خاص وعام۔ ہر شخص کو یہ خیال ہوا کہ دلقک کوئی خوفناک خبر لایا ہے۔ کہ ز دہ۔ کوئی خوفناک بات ہے تب ہی دلقک نے اِس قدر تیزی سے سفر کیا کہ دو گھوڑے راستہ میں مرگئے۔

[2] جمع گشت۔ اِن افواہوں سے کچہری پر مجمع ہوگیا۔ دلق۔ دلقک کا مخفف ہے۔ از شتاب۔ دلقک کی عجلت اور کوشش سے پورا شہر تشویش میں مبتلا ہوگیا سب نے یہ سمجھا کہ کسی بڑی مصیبت کی خبر لایا ہے۔ آں یکے تمام لوگوں کی پریشانی کا یہ حال تھا کہ کوئی رانیں پیٹتا کوئی واویلا کرتا۔ از نفیر ہر شخص فتنہ وفساد کے خیال سے طرح طرح کے خیال میں مبتلا تھا۔

[3] ہر کسے۔ ہر شخص اٹکل لگا رہا تھا کہ نہ معلوم کونسی آگ ٹاٹ میں لگی ہوگی یعنی کونسا عظیم حادثہ پیش آیا ہوگا۔ راہ جست۔ دلقک نے پہنچتے حال دربار میں حاضری چاہی اور بادشاہ نے فوراً اُس کو باریابی کی اجازت دی دلقک دربار میں زمین بوس ہوا تو بادشاہ نے دریافت کیا کیا حال ہے۔

هر کہ می پُرسید حالے زاں ترش [۱]
اُس بدحال سے جو کوئی حالت دریافت کرتا
دست بر لب می نہاد اُو کہ خمش
وہ ہونٹ پر ہاتھ رکھتا تھا کہ چُپ

وہم می افزود زیں فرہنگِ اُو
اُس کی اِس عقلمندی سے اور وہم بڑھتا تھا
جُملہ در تشویش گشتہ دنگِ اُو
سب اُس کے سبب پریشانی میں دنگ ہو رہے تھے

کرد اشارت دلق کاے شاہِ کرم
مسخرے نے اشارہ کیا کہ اے شاہِ کرم!
یک دمے بگذار تا من دم زنم
تھوڑی دیر تھمئے تاکہ میں سانس لے لوں

تا کہ باز آید بمن عقلم دمے
تاکہ میری عقل ذرا ٹھکانے آجائے
کہ فتادم در عجائب عالمے
کیونکہ میں عجیب عالم میں گرفتار ہوں

بعد یک ساعت کہ شاہ از وہم و ظن [۲]
تھوڑی دیر کے بعد بادشاہ، وہم اور گمان سے
تلخ گشتش ہم گلو و ہم دہن
اُس کا گلا بھی اور مُنہ بھی کڑوا ہوگیا

کو ندیدہ بود دلقک را چنیں
کیونکہ اُس نے مسخرہ کو اِس حالت میں نہ دیکھا تھا
کہ ازو خوشتر نبودش ہمنشیں
کیونکہ اُس سے زیادہ خوش مزاج اُسکا کوئی ہمنشیں نہ تھا

دائماً دستان و لاغ افراشتے
وہ ہمیشہ داستان اور مذاق ابھارتا تھا
شاہ را اُو شاد و خنداں داشتے
وہ بادشاہ کو خوش اور ہنستا رکھتا تھا

آنچناں خنداندش کردے درست
وہ اُس کو مجلس میں اِس قدر ہنساتا تھا
کہ گرفتے شہ شکم را با دو دست
کہ بادشاہ دونوں ہاتھوں سے پیٹ تھام لیتا تھا

کہ ز زورِ خندہ خوی کردے تنش
ہنسی کی زیادتی سے اُسکے جسم کو پسینہ آجاتا تھا
رُو در افتادی ز خندہ کردنش
اپنے ہنسنے سے اوندھا گرجاتا تھا

باز امروز ایں چنیں زرد و ترش [۳]
پھر آج اِس طرح سے زرد اور تُرش
دست بر لب میزند کاے شہ خمش
ہونٹ پر ہاتھ رکھتا ہے کہ اے بادشاہ چُپ

وہم در وہم و خیال اندر خیال
وہم در وہم اور خیال در خیال
شاہ را تا خود چہ آید از نکال
بادشاہ کو کر دیکھئے کیا وبال آتا ہے؟

کہ دلِ شہ با غم و پرہیز بود
کیونکہ بادشاہ کا دل رنجیدہ اور پرحذر تھا
زانکہ خرم شاہ بس خونریز بود
کیونکہ خرم شاہ بہت خونریز تھا

۱؎ ہر کہ۔ بادشاہ یا کوئی وزیر جب بھی دلقک سے حالت پوچھتا تو وہ اپنے ہونٹ پر ہاتھ رکھکر چپ رہنے کا اشارہ کرتا۔ وہم۔ اُس کی اِس حرکت سے اور زیادہ پریشانی بڑھ گئی۔ کرد۔ دلقک نے بادشاہ سے اشارے سے کہا کہ مجھے سانس لے لینے دیجئے۔ تاکہ۔ میں ذرا اپنے حواس دُرست کرلوں اِس وقت میری عجیب حالت ہے پھر کچھ بتاؤں گا۔

۲؎ بعد یک ساعت۔ بادشاہ نے تھوڑی دیر انتظار کیا اور انتظار میں اُسکو سخت ناگواری ہوئی۔ کو ندیدہ۔ دلقک بہترین خوش طبع ہم نشیں تھا اُس کی کبھی پریشان کن حالت نہ ہوئی تھی۔ دائما۔ دلقک ہمیشہ داستان گوئی اور مذاق سے بادشاہ کو خوش رکھتا تھا۔ آنچناں۔ وہ بادشاہ کو اِس قدر ہنساتا تھا کہ بادشاہ ہنسی کی زیادتی کیوجہ سے پیٹ پکڑ لیتا۔ خو۔ وہ بادشاہ کو اِس قدر ہنسا دیتا تھا کہ بادشاہ کو پسینے چھوٹ جاتے تھے اور اوندھا گر جایا کرتا تھا۔

۳؎ باز۔ پھر آج اُس کی یہ حالت کہ بدحال ہے اور بادشاہ کو بھی چُپ رہنے کے اشارے کر رہا ہے۔ وہم۔ اِس سے بادشاہ کو طرح طرح کے خیال آرہے تھے اور بادشاہ سوچنے لگا کہ نہ معلوم کیا مصیبت ٹوٹنے والی ہے۔ کہ دلے۔ بادشاہ کو خوارزم شاہ، شاہِ سمرقند سے

بہت ڈر رہا تھا اِس لئے وہ دلقک کی حالت سے یہ سمجھا کہ دلقک کے علم میں اُس کے حملہ کی خبر آئی ہوگی۔ خرم شاہ۔ خوارزم شاہ کا مخفف ہے۔

جائے[1] تختِ اُو سمرقندِ گزیں
اُس کا پایۂ تخت منتخب سمرقند تھا

بُد وزیرِ داہیے اورا ہمنشیں
ایک چالاک وزیر اُسکا ہم نشیں تھا

بُس شہانِ آں طرف را کشتہ بود
اُس جانب کے سب بادشاہوں کو قتل کر چکا تھا

یا بحیلت یا بسطوت آں عنود
وہ سرکش، یا حیلے سے یا حملے سے

ایں شہِ ترمذ از و در وہم بود
یہ شاہِ ترمذ اُس سے وہم میں تھا

وز فنِ دلقک خود آں وہمش فزود
اور مسخرے کی چال سے اُسکا وہم بڑھ رہا تھا

گفت زُو تر باز گو تا حال چیست
اُس نے کہا جلد بتا کیا حال ہے؟

ایں چنیں آشوب و شورِ تو ز چیست
تیری اِس قدر پریشانی اور شور کس کیوجہ سے ہے؟

گفت مَن در دہ شنیدم آنکہ شاہ
اُس نے کہا میں نے گاؤں میں یہ سُنا کہ بادشاہ نے

زد منادی بر سرِ ہر شاہ راہ
ہر بڑی سڑک کے سرے پر منادی کرائی ہے

کہ[2] کسے خواہم کہ تازد در سہ[3] روز
کہ میں ایسا آدمی چاہتا ہوں جو تین[3] دن میں دوڑ کر جائے

تا سمرقند و دہم اورا کنوز
سمرقند تک اور میں اُس کو خزانے بخشوں گا

گنجہا بدہم ورا اندر عوض
اُس کو بدلے میں خزانے دونگا

چوں شود حاصل ز پیغامش غرض
جب کہ اُس کے پیغام سے مقصد حاصل ہوجائیگا

مَن شتابیدم بَرِ تو بہرِ آں
میں اِس لئے آپ کے پاس دوڑ کر آیا ہوں

تا بگویم کہ ندارم آں تواں
تاکہ میں کہہ دوں کہ میں وہ قوّت نہیں رکھتا ہوں

ایں چنیں چُستی نیاید از چو مَن
مجھ جیسے سے ایسی چُستی نہیں ہوسکتی ہے

تارِ ایں امید را بر من متن
امید کا تار مجھ پر نہ تنیئے

گفت[3] شہ لعنت بریں زود یت باد
بادشاہ نے کہا تیری اِس جلدی پر لعنت ہو

کہ دو[2] صد تشویش در شہر او فتاد
کہ شہر میں دو سو تشویشیں پیدا ہوگئیں

از برائے ایں قدر اے خام ریش
محض اتنی سی بات کے لئے اے احمق!

آتش افگندی دریں مرج و حشیش
تونے اِس چراگاہ اور گھاس میں آگ لگادی

ہمچو ایں خامانِ با طبل و علَم
اِن خام کار جھنڈے اور ڈھول والوں کیطرح

کہ اما مانیم در فقر و عدم
کہ ہم فقر و فنا میں امام ہیں

معمولی بات کے لئے اِس قدر طمطراق دکھاتے ہیں۔ ایں خاماں۔ یہ ناقص شیوخ بھی ڈھول پیٹتے ہیں کہ ہم فقر و فنا کے امام ہیں اور شیخی بگھار کر اپنے آپ کو بایزیدؒ ثابت کرتے ہیں۔

[1] جائے۔ خوارزم شاہ کا پائے تخت سمرقند تھا اور اُس کا وزیر بڑا چالاک اور ذہین تھا۔ بس شہان۔ وہ بہت سے بادشاہوں کو تدبیر یا حملے سے قتل کر چکا تھا۔ ایں شہ۔ ترمذ کے بادشاہ کو بھی اِس کا ڈر لگا ہوا تھا اور دلقک کی اِس حالت سے اُس کا ڈر اور خوف اور بڑھ گیا تھا۔ گفت۔ بادشاہ نے دلقک سے کہا جلد بات بتا۔ گفت من بس پر دلقک نے کہا کہ میں نے گاؤں میں آپ کی منادی سنی تھی۔

[2] کر کے۔ میں نے منادی میں سنا تھا کہ آپ کسی شخص کو سمرقند بھیجکر احوال معلوم کرانا چاہتے ہیں۔ گنجہا۔ اور آپ نے یہ اعلان کرایا ہے کہ خبر لانیوالے کو آپ بہت انعام دیں گے۔ من شتابیدم۔ میں دوڑ کر اِس لئے آیا ہوں کہ آپ کو بتا دوں کہ میں یہ مہم سَر نہیں کر سکتا ہوں۔ ایں چنیں۔ ایسی چستی اور چالاکی کہ فوراً سمرقند جا کر میں احوال معلوم کر سکوں مجھ سے ممکن نہیں ہے آپ مجھ سے یہ امید وابستہ نہ کریں۔

[3] گفت۔ جب پہاڑ کھودنے پر چوہا برآمد ہوا تو بادشاہ نے کہا تیری اِس جلدبازی پر لعنت ہو تونے تمام شہر کو پریشان کر ڈالا۔ از برائے۔ اِس معمولی پیغام کیلئے تونے تمام انسانوں میں آگ لگا دی۔ ہمچو۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ اِن جھوٹے شیوخ کی بھی حالت ہے جو دلقک کی تھی کہ ایک

لافِ شیخی در جہاں انداختہ | خویشتن را بایزیدؒ ساختہ

دنیا میں شیخت کی ڈینگیں مارتے ہیں | اپنے آپ کو بایزیدؒ بنا رکھا ہے

ہم[1] زخود سالک شدہ واصل شدہ | محفلے وا کردہ در دعویٰ کدہ

خود ہی سالک اور واصل بن بیٹھا ہے | دعوے خانہ میں ایک محفل کھول رکھی ہے

خانۂ داماد پُر آشوب و شَر | قومِ دختر را نبُودہ زیں خبر

داماد کا گھر شورش سے پُر ہے | سسرال والوں کو اس کی خبر نہیں

ولولہ کہ کار نیمے راست شُد | شرطہائے کاں زسُوئے ماست شُد

جوش ہے کہ آدھا کام بن گیا ہے | جو شرطیں ہماری طرف سے ہیں وہ ہو گئیں

خانہا را رُوفتیم آراستیم | زیں ہوس سَرمست و خوش برخاستیم

ہم نے گھروں میں جھاڑو دے لی، آراستہ کر لیا ہے | ہم اِس ہوس سے مست اور خوش اُٹھے ہیں

زاں طرف آمد یکے پیغام نے | آمد ایں سُو مُرغکے زاں بام نے

اُس جانب سے ایک پیغام بھی نہیں آیا | اُس جانب سے اِس جانب ایک چھوٹا سا پرندہ بھی نہیں آیا

زیں[2] رسالاتِ مزید اندر مزید | یک جوابے از حوالے شاں رسید

اِن مزید در مزید پیغاموں میں سے | ایک جواب اُن کی جانب سے پہنچا؟

نے، ولیکن یارِ ما زیں آگہ ست | زانکہ از دل سُوئے دل لابُد رہ ست

نہیں، لیکن ہمارا دوست اِس سے باخبر ہے | کیونکہ لامحالہ دل سے دل کی جانب راہ ہے

پس ازاں یارے کہ اُمیدِ شماست | از جوابِ نامہ رہ خالی چراست

پھر اُس دوست کی جانب سے جو تمہاری امید گاہ ہے | نامہ کے جواب سے راستہ کیوں خالی ہے؟

صد[3] نشانست از سرار و از جہار | لیک بس کُن پردہ زیں در بر مدار

باطن اور ظاہر سے سَو علامتیں ہیں | لیکن بس کر، اِس در سے پردہ نہ ہٹا

باز رَو تا قصۂ آں دلقِ گول | کہ بلا بر خویش آورد از فضول

اُس احمق مسخرہ کے قصے کی جانب پھر چل | کہ خواہ مخواہ، اپنے اُوپر بلا لایا

پس وزیرش گفت اے حق را سُتُن | بشنو از بندہ کمینہ یک سخن

پھر وزیر نے اُس سے کہا اے حق کے ستون! | کمینہ خادم سے ایک بات سُن لیجئے

[3] صد نشانست۔ خدا سے تعلق کے بہت سے باطنی آثار ہیں جنکو بیان کرنا مناسب نہیں ہے۔ باز رَو۔ اُس مسخرے کے قصے کی تکمیل کرو اُس بیہودے نے خواہ مخواہ اپنے اوپر بلا نازل کی بادشاہ نے اسکو جیل بھیجنے کا حکم دیدیا۔ پس۔ وزیر نے کہا کہ اِس مسخرے کو یہاں کوئی کام تھا جس کیوجہ سے یہ بھاگا آیا ہے اب اُس کی کہا

[1] ہم زخود۔ یہ شیوخ بالکل بے پیرے ہیں خود بخود سالک بنے اور پھر خود بخود واصل بحق ہو گئے ہیں اور دعوے شروع کر دیئے ہیں۔ خانۂ داماد۔ اِن کی مثال بالکل ویسی ہی ہے جیسے کوئی اپنے گھر شادی کی گرد فرد کھا رہا ہو اور لڑکی والوں کو اُس کی کوئی خبر تک نہ ہو۔ ولولہ۔ اُس شوہر کے گھر میں دھکا دھڑ کا برپا ہے اور شادی کی تمام ضروریات مہیا کی جارہی ہیں۔ خانہا۔ اور کہہ رہا ہے کہ ہم نے شادی کی پوری تیاری کر لی ہے مکان پر چونہ قلعی بھی کرالیا ہے اور اِس ہوس میں مست ہو رہا ہو۔ زاں طرف۔ حالانکہ لڑکی والوں کیجانب سے نہ کوئی پیغام ہے نہ سلام۔ مرغکے۔ کبوتر کو پیغامبر مانا جاتا ہے۔

[2] زیں رسالات۔ یہاں سے پیغاموں کے ڈھیر بھیج دیئے ہیں ایک بھی جواب نہیں۔ نے۔ اگر کوئی اُس سے پوچھتا ہے کہ لڑکی والوں کی طرف سے بھی کوئی پیغام آیا تو کہتا ہے کہ نہیں وہاں سے کوئی جواب تو نہیں آیا لیکن اُنھیں سب کچھ معلوم ہے کیونکہ دل سے دل کو راہ ہوتی ہے۔ یہی حال مکار شیوخ کا ہے کہ اُن کیجانب سے مقبول بارگاہ ہونیکے دعوے ہیں اور حضرت حق کیجانب سے مقبولیت کے کچھ بھی آثار نہیں ہیں۔ پس۔ مولانا فرماتے ہیں کہ اگر تعلق مع اللہ کے دعوے میں کچھ بھی صداقت ہے تو پھر ادھر سے جواب سے کیوں محروم ہو۔

عہ دلانے بدلے گئی تو اس نے ... ہوا ہے جو اس کا اصل مقصد ہے خبر دینا نہیں ہے۔

دلقک از دِہ بہرِ کارے آمدست
مسخرہ گاؤں سے کسی کام کے لئے آیا ہے

رائے اُو گشت و پشیمانش شدست
اُسکی رائے بدل گئی ہے اور وہ اُس سے پشیمان ہوا ہے

زاب۱ و روغن کُہنہ را نومی کُند
پانی اور تیل سے پرانے کو نیا کرتا ہے

اُو بمسخرگی بروں شومی کُند
وہ مسخرے پن کے ذریعہ چھٹکارا حاصل کرتا ہے

غمد را بنمود و پنہاں کرد تیغ
اُس نے نیام دکھائی اور تلوار چھپائی ہے

باید افشردن مراو را بے دریغ
اُس کو بے دریغ بھینچنا چاہئے

اُو میاں بنمود و پنہاں کرد کارد
اُس نے غلاف دکھایا اور چھری چھپائی ہے

بیگماں اُورا ہمی باید فشارد
بلاشبہ اُس کو کَسنا چاہئے

پستہ را یا جوز را تا نشکنی
تو پستے یا اخروٹ کو جب تک نہ توڑے

نے نماید دل نہ بدہد روغنی
وہ نہ مغز ظاہر کرتا ہے، نہ چکنائی دیتا ہے

مشنو ایں دفعِ وے و فرہنگِ اُو
اُس کے ٹالنے اور تدبیر کو نہ سنیئے

در نگر در ارتعاش و رنگِ اُو
اُس کے کانپنے اور رنگ کو دیکھئے

گفت۲ حق سِیمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ
اللہ (تعالےٰ) نے فرمایا ہے اُنکی نشانی اُنکے چہرے میں ہے

زانکہ غمّاز ست سِیما و مُنِم
کیونکہ نشانی غمّاز اور چغلخور ہے

ایں معاین ہست ضدِّ آں خبر
یہ مشاہدہ اُس خبر کے خلاف ہے

کہ بشر بسرشتہ آمد ایں بشر
کہ یہ بشر شر سے گوندھا ہوا ہے

گفت دلقک با فغان و با خروش
مسخرے نے فریاد اور خروش سے کہا

صاحبا در خونِ ایں مسکیں مکوش
اے صاحب! اِس مسکین کے خون کی کوشش نہ کیجئے

بس۳ گمان و وہم آید در ضمیر
دل میں بہت سے وہم اور گمان آتے ہیں

کاں نباشد حق و صادق اے امیر
اے امیر! جو کہ صحیح اور سچے نہیں ہوتے ہیں

إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ ست اے وزیر
اے وزیر! بعض گمان گناہ ہے

نیست اِستم راست خاصہ بر فقیر
ستم کرنا خصوصاً فقیر پر درست نہیں ہے

شہ نگیرد آنکہ می رنجاندش
شاہ اُسکی (بھی) گرفت نہیں کرتا ہے جو اُسکو ستائے

از چہ گیرد آنکہ می خنداندش
جو اُسکو ہنسائے اُسکی کس وجہ سے گرفت کریگا؟

گفتِ صاحب پیشِ شہ جاگیر شُد
وزیر کی بات بادشاہ کے سامنے جم گئی

کاشفِ ایں مکر و ایں تزویر شُد
اِس مکر اور جھوٹ کو کھولنے والی ہوگئی

۱؎ زاب و روغن ۔ یہ چالاکی کر رہا ہے اور اصل مقصد کو چھپا رہا ہے ۔ غمد ۔ تلوار کی نیام ۔ افشردن یعنی شکنجہ میں دبانا ۔ اُو ۔ یہ غلاف دکھا رہا ہے اور چھری چھپا رہا ہے یعنی آنے کا اصل مقصد ظاہر نہیں کر رہا ہے پستہ ۔ پستہ اور اخروٹ میں سے اصل حقیقت تب ظاہر ہوتی ہے جب اُس کو دبایا جائے اُسکو جب شکنجہ میں دبایا جائے گا اصل حقیقت ظاہر ہو جائے گی ۔ مشنو ۔ اِس کی بات پر نہ جائیے اُس کی ظاہری علامتوں پر نظر رکھیے ۔

۲؎ گفت ۔ اللہ تعالےٰ نے بھی نیکی اور بدی کے ظاہری نشان کی جانب اشارہ فرماتا ہے ۔ ایں معاین ۔ ظاہری علامتیں اُسکے قول کے برخلاف ہیں اور یہ بشر شر سے بنا ہوا ہے ۔ گفت ۔ دلقک نے جب وزیر کی گفتگو اپنے خلاف سنی تو وزیر سے بولا اے وزیر میرے خون کے درپے نہ ہو ۔

۳؎ بس ۔ میرے اوپر تیری یہ بدگمانی ہے جو گناہ ہے ۔ نیست ۔ ظلم خود بُرا ہے اور فقیر پر ظلم کرنا تو بہت ہی بُرا ہے ۔ شہ نگیرد ۔ شاہ مخالفوں پر بھی ظلم نہیں کرتا ہے تو دوستوں پر کیسے کریگا صاحب وزیر ۔ کاشف ۔ بادشاہ وزیر کی گفتگو سے مسخرے کے مکر کو سمجھ گیا ۔

گفت دلقک را سوئے زنداں برید[1]
اُس نے کہا مسخرے کو جیل خانہ کی جانب لے جاؤ
چاپلوس و زرقِ اُو را کم خرید
اُس کی چاپلوسی اور جھوٹ کو قبول نہ کرو

میزنیدش چوں دُہلِ اِشکم تہی
خالی پیٹ ڈھول کی طرح اُسکو پیٹتے رہو
تا دُہل وار اُو دہد ماں آگہی
تاکہ ڈھول کی طرح وہ ہمیں بات بتادے

زانکہ ہم پُر ہم تہی باشد دہل
کیونکہ ڈھول بھرا ہوا بھی ہوتا ہے اور خالی بھی
بانگِ اُو آگہ کُند ما راز کل
اُس کی آواز، ہمیں سب بات سے باخبر کردیتی ہے

تا نگوید سِرِّ خود را از اضطرار
تاکہ وہ مجبور ہوکر اپنا راز ظاہر کردے
آنچنانکہ گیرد ایں دلہا قرار
اِس طور پر کہ دل مطمئن ہوجائیں

چوں طمانین ست صدقِ با فروغ[2]
چونکہ روشن سچائی باعثِ اطمینان ہے
دل نیارامد بگفتارِ دروغ
جھوٹی بات سے دل مطمئن نہیں ہوتا ہے

کذب چوں خس باشد و دل چوں دہاں
جھوٹ تنکے کی طرح ہے اور دل مُنہ کی طرح
خس نگردد در دہاں ہرگز نہاں
تنکا مُنہ میں کبھی نہیں چھپتا ہے

تا درو باشد زبانے میزند
جب تک وہ اُسمیں ہوتا ہے زباں ہلاتا ہے
تا بدانش از دہاں بیروں کُند
حتیٰ کہ عقلمندی سے اُسے باہر نکال دیتا ہے

خاصہ کاندر چشم اُفتد خس زباد
خصوصًا وہ تنکا جو ہوا سے آنکھ میں گر جائے
چشم اُفتد در نم و بند و کُشاد
آنکھ آنسو اور بند ہونے اور کھلنے میں پڑجاتی ہے

ما پس ایں خس را زنیم اکنوں لگد
تو ہم بھی اب اِس تنکے کے لاتیں ماریںگے
تا دہان و چشم زیں خس وا رہد
تاکہ مُنہ اور آنکھ اِس تنکے سے نجات پاجائے

گفت دلقک[3] کاے ملک آہستہ باش
دلقک نے کہا اے بادشاہ! توقف کر
رُوئے حِلم و مغفرت را کم خراش
بردباری اور معاف کرنے کے چہرے کو زخمی نہ کر

تا بدیں حد چیست تعجیلِ نقم
سزاؤں میں اتنی جلدی کیوں ہے؟
مَن نمی پرّم، بدستِ تو درم
میں اُڑ نہیں رہا ہوں تیرے ہاتھ میں ہوں

آں ادب کہ باشد از بہرِ خدا
جو سزا خدا کے لئے ہوتی ہے
اندراں مُستعجلی نبود روا
اُس میں جلد بازی مناسب نہیں ہوتی

وانچہ باشد طبع و خشمِ عارضی
اور جو مزاج اور عارضی غصہ کی وجہ سے ہو
می شتابد تا نگردد مُرتضی
اُسمیں جلدی کرتا ہے، تاکہ رضامندی نہ آجائے

[1] سُوئے زنداں۔ بادشاہ نے حکم دیدیا کہ مسخرے کو جیل خانہ بھیجدیا جائے۔ میزنیدش۔ ڈھول جب پِٹتا ہے تو دور دُور تک خبر پہنچاتا ہے۔ زانکہ۔ ڈھول میں دونوں باتیں ہیں ایک تو یہ کہ اُسمیں ہوا بھری ہوئی ہے دوسرے یہ کہ اُس میں اور کوئی دوسرا جسم نہیں ہے لہذا وہ بھرا ہوا بھی ہے اور خالی بھی ہے۔ تا نگوید۔ جب یہ دلقک پٹے گا تو وہ سچی بات کہدیگا جس سے دل مطمئن ہو جائے گا۔ چوں۔ سچ بات سے دل مطمئن ہوجاتا ہے۔

[2] فروغ۔ روشنی۔ دروغ۔ جھوٹی بات دل کو مطمئن نہیں کرتی ہے۔ کذب۔ جھوٹ دل میں اِس طرح کھٹکتا ہے جس طرح تنکا مُنہ میں۔ تا درو۔ تنکا جب تک مُنہ میں رہے گا، مُنہ زبان اِدھر اُدھر گھماتا رہے گا۔ خاصہ۔ اگر تنکا آنکھ میں گرجاتا ہے تو آنکھ میں پانی بھر جاتا ہے اور کُھلتی اور بند ہوتی رہتی ہے۔ ما پس۔ ہم بھی اِس دلقک تنکے کو لاتے ماریں گے تاکہ مُنہ اور آنکھ سے وہ دور ہوجائے۔

[3] گفت۔ دلقک نے کہا اے شاہ سزا کے حکم میں جلدی نہ کیجیے آپ کے حِلم اور مغفرت کے منافی ہے۔ تا بدیں۔ آپ کی جلدی کی کوئی وجہ بھی نہیں ہے میں آپ کے قبضہ میں ہوں۔ آں ادب۔ جو شخص خدا کیلئے سزا دیتا ہے اُسمیں جلد بازی مناسب نہیں ہوتی۔ وانچہ۔ جو سزا خدا کیلئے نہیں بلکہ اپنے ذات کی وجہ سے دیتا ہے اُسمیں وہ جلد بازی کرتا ہے تاکہ رضامندی مانع نہ آجائے۔

ترسد[1] ار آید رضا خشمش رود
ڈرتا ہے اگر رضا آگئی غصہ جاتا رہے گا

انتقام و ذوقِ آں فائت شود
بدلہ لینا اور اس کا مزا فوت ہو جائے گا

شہوتِ کاذب شتابد در طعام
جھوٹی بھوک کھانے میں جلدی کرتی ہے

خوفِ فوتِ ذوق ہست آں خود سقام
مزے کے جانے کا ڈر، وہ خود بیماری ہے

اشتہا صادق بود تاخیر بہ
سچی بھوک ہو تو تاخیر بہتر ہے

تا گوارندہ شود آں بے کرہ
تاکہ بغیر کراہت کے خوب ہضم ہو جائے

تو پئے دفعِ بلایم می زنی
آپ مجھے مصیبت ٹالنے کے لئے مارتے ہیں

تا بہ بینی رخنہ را بندش کنی
تاکہ آپ شگاف دیکھ لیں، اُسکو بند کر دیں

تا ازاں رخنہ بروں ناید بلا
تاکہ اُس شگاف سے مصیبت باہر نہ آئے

غیرِ آں رخنہ بسے دارد قضا
قضاء (خداوندی) اسکے علاوہ بہت سے شگاف رکھتی ہے

چارۂ[2] دفعِ بلا نبود ستم
مصیبت کے ٹالنے کی تدبیر ظلم نہیں ہے

چارہ احسان باشد و عفو و کرم
احسان اور معاف کرنا اور بخشنا، تدبیر ہے

گفت الصدقۃ ترد للبلا
فرمایا ہے صدقہ مصیبت کو لوٹا دیتا ہے

داوِ مرضاک بصدقۃ یا فتیٰ
اے نوجوان! صدقے سے اپنے مریضوں کا علاج کر

صدقہ نبود سوختن درویش را
درویش کو جلانا، صدقہ نہیں ہے

کور کردن چشم حلم اندیش را
اور بُردباری سوچنے والی آنکھ کو اندھا کرنا

گفت شہ نیکوست خیر و موقعش
بادشاہ نے کہا بھلائی اور اُس کا موقع بہتر چیز ہے

لیک چوں خیرے کنی در موضعش
لیکن جبکہ تو بھلائی اُس کے موقع پر کرے

موضعِ[3] رخ شہ نہی ویرانی ست
تو رُخ کی جگہ، شاہ کو بٹھادے تو تباہی ہے

موضع شہ پیل ہم نادانی ست
شاہ کی جگہ، پیل بھی بے وقوفی ہے

در شریعت ہم عطا ہم زجر ہست
شریعت میں جزا بھی ہے اور سزا بھی

شاہ را صدر و فرس را درگہ است
شاہ کی جگہ صدر اور گھوڑے کی جگہ دروازہ ہے

عدل چہ بود وضع اندر موضعش
عدل کیا ہوتا ہے؟ اُسکا جگہ پر رکھنا

ظلم چہ بود وضع در ناموقعش
ظلم کیا ہے؟ اُس کا بے جگہ رکھنا

بھلائی اچھی چیز ہے لیکن جبکہ باموقع ہو، بے موقع بھلائی تباہی ہے۔ [3] موضعِ رُخ۔ شطرنج کے مُہروں میں اگر رُخ کی بجائے شاہ کو بٹھا دیا جائے تو بازی ویران ہو جائے گی۔ در شریعت۔ شرع نے جزاء اور سزا، کا حکم دیا ہے اور دونوں چیزیں اپنی اپنی جگہ ٹھیک ہیں شاہ کے لئے صدرِ مجلس اور گھوڑے کیلئے دروازہ بہتر جگہ ہے۔ عدل۔ کسی

[1] ترسد۔ اُس شخص کو یہ ڈر ہوتا ہے کہ اگر رضامندی آجائے گی سزا اور اُس کا مزا جاتا رہے گا۔ شہوتِ کاذب۔ جس کی جھوٹی بھوک ہوتی ہے وہ جلد کھانے کی کوشش کرتا ہے کہ کہیں بھوک نہ جاتی رہے حالانکہ یہ جھوٹی بھوک خود ایک بیماری ہے۔ اشتہاء۔ اگر سچی بھوک ہے تو کھانے میں تاخیر بہتر ہوتی ہے تاکہ بھوک میں اور اضافہ ہو اور کھانا بغیر کسی ناگواری کے خوب ہضم ہو جائے۔ تو پئے۔ آپ مجھے اسلئے مارنا چاہتے ہیں کہ آپ کے ذہن میں یہ ہے کہ مجھے کوئی خوفناک بات معلوم ہوئی ہے اور وہ میں نہیں بتا رہا ہوں اگر بتا دونگا تو آپ تدبیر کرینگے اور مصیبت آنے کے راستہ کو بند کر دینگے لیکن آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ مصیبت کے آنے کا کوئی ایک راستہ نہیں ہوتا ہے اگر آپ ایک راستہ بند کرینگے اور وہ مصیبت مقدر ہے تو دوسرے راستے آجائیگی [2] چارہ۔ مصیبت ٹالنے کی یہ ترکیب نہیں ہے کہ مجھے مار کر اُسکے ٹالنے کی تدبیر کیجائے بلکہ اصل ترکیب یہ ہے کہ لوگوں کے ساتھ احسان اور عفو اور کرم کا معاملہ کیا جائے۔ گفت۔ آنحضورؐ نے فرمایا ہے صدقہ، مصیبت کو دفع کرتا ہے تو اصل مرض کا علاج صدقہ ہے۔ صدقہ۔ صدقہ کی یہ کوئی صورت نہیں کہ آپ مجھ درویش کو پٹوائیں اور اپنی بُردباری کی آنکھ کو بند کریں۔ گفت شہ۔ بادشاہ نے کہا کہ

چیز کو اس کے مقام پر رکھنا عدل ہے۔ ظلم یہ ہے کہ کسی چیز کو بے محل رکھا جائے۔

عدل چہ بود آب[۱] دہ اشجار را | ظلم چہ بود آب دادن خار را

عدل کیا ہے؟ درختوں کو پانی دے | ظلم کیا ہے؟ کانٹے کو پانی دینا

نیست باطل ہرچہ یزداں آفرید | از غضب وز حلم وز نصح و مکید

جو کچھ اللہ (تعالیٰ) نے پیدا فرمایا بے کار نہیں ہے | غصہ اور بردباری اور خلوص اور مکر

خیرِ مطلق نیست زینہا ہیچ چیز | شرِ مطلق نیست زینہا ہیچ نیز

ان میں سے کوئی چیز، مطلقاً خیر نہیں ہے | نیز ان میں کوئی چیز مطلقاً شر نہیں ہے

نفع و ضر ہر یکے از موضع ست | علم زیں رو واجب و نافع ست

ہر ایک کا نفع اور نقصان ایک مقام سے ہے | اس اعتبار سے علم ضروری اور مفید ہے

اے بسا زجرے کہ بر مسکیں رود | در ثواب از نان و حلوا بہ بود

اے شخص! بسا اوقات وہ جھڑکی جو مسکین پر ہو | ثواب میں روٹی اور حلوے سے بہتر ہے

زانکہ حلوا گرمی و صفرا کند | سیلیش از خبث مستنقا کند

کیونکہ حلوا گرمی اور صفراء پیدا کرتا ہے | طمانچہ اس کو خباثت سے صاف کر دیتا ہے

سیلئے[۲] در وقت بر مسکیں بزن | کہ رہاند آنش از گردن زدن

مسکین کے بر وقت طمانچہ مار | تاکہ وہ اس کو قتل ہو جانے سے بچالے

زخم در معنی فتد بر خوئے بد | چوب بر گرد او فتد نے بر نمد

چوٹ، حقیقتاً بری عادت پر پڑتی ہے | لکڑی، گرد پر پڑتی ہے، نہ کہ نمدے پر

بزم[۳] و زنداں ہست ہر بہرام را | بزمِ مخلص را و زندانِ خام را

ہر بادشاہ کی مجلس اور قید خانہ ہوتا ہے | مجلس مخلص کے لئے اور قید خانہ ناقص کیلئے

شق باید ریش را مرہم کنی | چرک را در ریش مستحکم کنی

زخم کو شگاف چاہیے، تو مرہم لگائے | میل کو زخم میں جما دے گا

تا خورد مر گوشت را در زیر آں | نیم سودے باشد و پنجہ زیاں

یہاں تک کہ وہ اس کے نیچے گوشت کو کھا جائے گا | آدھا فائدہ ہوگا اور پچاس گنا نقصان

از تفِ آں اندروں ویراں شود | مرگِ ناگہ درمیاں پنہاں شود

اس کی گرمی سے اندر کا حصہ خراب ہو جائے گا | اچانک موت درمیان میں چھپ جائے گی

---

۱ آب۔ پانی درختوں کو دینا عدل ہے کانٹے کو پانی دینا ظلم ہے۔ نیست باطل۔ اگر ہر جگہ جزا ضروری اور مناسب ہو تو پھر سزا کا پیدا کرنا عبث ہو جائے گا۔ خیرِ مطلق۔ کوئی چیز نہ مطلقاً خیر ہے نہ مطلقاً شر، خیر کو اگر بے موقع استعمال کیا جائے تو شر ہے شر کو باموقع استعمال کیا جائے تو خیر ہے۔ نفع۔ نفع اور ضرر کا مقام جداگانہ ہے علم کی ضرورت اور نفع یہی ہے کہ انسان کو اس سے صحیح جگہ معلوم ہو جاتی ہے۔ مسکین۔ کسی فقیر کے طمانچہ مارنے میں بسا اوقات وہ ثواب حاصل ہوتا ہے جو اسکو روٹی اور حلوہ کھلانے سے نہیں ملتا ہے۔ زانکہ۔ حلوا تو اسمیں گرمی اور صفرے کا اضافہ کر دے گا اور طمانچہ اس کی باطنی خباثت کو صاف کر دے گا۔

۲ سیلئے۔ اگر مسکین کوئی ایسی حرکت کر رہا ہے جس سے اس کی گردن ماری جانے کا خیال ہے تو اس کے طمانچہ مار کر رہا کر دے۔ زخم۔ تو کسی مسکین کی بد عادت پر جب اس کے طمانچہ مارتا ہے تو مسکین کو نہیں مارتا ہے بلکہ اس کی بد عادت کو مارتا ہے، کمبل پر اگر گرد چڑھی ہوئی ہے تو لکڑی سے تو گرد کو مارتا ہے کمبل کو نہیں مارتا ہے۔

۳ بزم۔ بادشاہوں کے یہاں محفلِ نشاط بھی ہوتی ہے اور جیل خانہ بھی محفل مخلص دوستوں کیلئے ہے اور جیل خانہ ناقصوں کیلئے ہے۔ شق باید۔ پھوڑا نشتر کو چاہتا ہے اگر تو اس پر مرہم رکھے گا تو اسکا مطلب یہ ہوا کہ تو پھوڑے میں پیپ اور میل کو جما رہا ہے۔ تا خورد۔ وہ پیپ اسکے گوشت کو کھا ڈالیگی تو مرہم سے آدھا فائدہ اور پچاس گنا نقصان ہوگا۔ از تف۔ پھوڑے میں سوزش ہوگی اور اسکا اندرونی حصہ اور تباہ ہوجائیگا

گفت[۵۱] دلقک من نمی گویم گذار | لیک می گویم تحرّی پیش آر
دلقک نے کہا میں یہ نہیں کہتا کہ چھوڑ دیجئے | لیکن میں کہتا ہوں، تحقیق کو پیشِ نظر رکھئے

ہیں رہِ صبر و تانّی در مبند | صبر کُن اندیشہ می کُن روز چند
ہاں صبر اور بُردباری کا راستہ بند نہ کیجئے | صبر کیجئے، چند دن غور کریجئے

در تانّی بر یقینے بر زنی | گوشمالِ من بایقانے کُنی
تامّل کرنے پر آپ یقینی بات پر پہنچ جائیں گے | مجھے یقین کے ساتھ سزا دیں گے

در روش یمشی مُکِبًّا خود چرا | چوں ہمی شاید شُدن در استوا
رفتار میں "یمشی مُکِبًّا" خود کیوں ہو؟ | جبکہ سیدھی حالت میں وہ ممکن ہو سکے

مشورت کُن با گروہِ صالحاں | بر پیمبرؐ امر "شاوِرْھُم" بداں
نیکوں کی جماعت سے مشورہ کریجئے | پیغمبرؐ کے لئے "شاوِرْھُم" کا حکم سمجھ لیجئے

اَمْرُھُمْ شُوریٰ[۵۲] برائے ایں بُود | کز تشاور سہو و کژ کمتر شود
"اَمْرُھُمْ شُوریٰ" اِسی کے لئے ہے | کہ باہمی مشورے کرنے سے بھول اور کجی نہیں ہوتی ہے

ایں خردہا چوں مصابیحِ انورست | بیست مصباح از یکے روشن ترست
یہ عقلیں چراغوں کی طرح روشن ہیں | بیس چراغ، ایک چراغ سے زیادہ روشن ہیں

بُو کہ مصباحے فتد اندر میاں | مشتعل گشتہ ز نورِ آسماں
ہوسکتا ہے کہ درمیان میں کوئی چراغ ایسا ہو | جو آسمان کے نور سے روشن ہوا ہو

غیرتِ حق پردۂ انگیختہ ست | سِفلی و عُلوی بہم آمیختہ ست
اللہ تعالیٰ کی غیرت نے پردہ ڈال دیا ہے | سفلی اور علوی کو باہم ملا دیا ہے

گفت[۵۳] سِیرُوا می طلب اندر جہاں | بخت و روزی را ہمی کُن امتحاں
"سِیرُوا" فرمایا ہے دنیا میں طلب کر | نصیبہ اور رزق کو، آزماتا رہ

در مجالس می طلب اندر عقول | آنچناں عقلے کہ بُود اندر رسول
مجلسوں میں ڈھونڈتا رہ، عقلوں میں سے | ایسی عقل جو رسولؐ کے اندر تھی

زانکہ میراث از رسول آنست و بس | کو بہ بیند غیبہا از پیش و پس
کیونکہ رسولؐ کی میراث فقط وہی ہے | جو کہ آگے اور پیچھے سے چھپی باتوں کو دیکھ لے

حکم ہے کہ چلو پھرو تو جسطرح چلنے پھرنے سے انسان کو وہ نصیبہ اور روزی حاصل ہو جاتی ہے جو وہاں اُس کیلئے مقدر تھی اِسی طرح چلنے پھرنے سے کوئی صاحب باطن اور صاحب عقلِ نورانی بھی ملجاتا ہے جس سے مقدر جاگ جاتا ہے۔ در مجالس۔ چل پھر کر مختلف مجلسوں میں اُس صاحبِ عقل کی تلاش کر جسکو آنحضورؐ کی میراث پہنچی ہو کیونکہ حدیث

ہ شریف ہے "علماء انبیاء کے وارث ہیں اور ان کو ورثہ میں علم ملا ہے۔ کو بہ بیند۔ جس کو رسولؐ کا علم ورثہ میں ملا ہوگا اُس کا علم صرف حاضر کو محیط نہ ہوگا بلکہ غائب کو بھی محیط ہوگا۔

---

[۵۱] گفت دلقک۔ دلقک نے کہا کہ میرا مطلب یہ نہیں ہے کہ مجھے چھوڑ دیجئے بلکہ مقصد یہ ہے کہ پوری تحقیق کرکے عمل کیجئے۔ ہیں۔ صبر اور بُردباری کا دروازہ بند نہ کیجئے چند دن اِس معاملہ پر غور کرکے کسی نتیجہ پر پہنچئے۔ در تانّی۔ تحمل کے نتیجہ میں معاملہ کا یقین حاصل ہو جاتا ہے پھر اگر سزا بھی دینا ہے تو جرم کے یقین پر دی جائے گی۔ در روش۔ جب سیدھا کھڑے ہو کر چلنا ممکن ہو تو اوندھے مُنہ لیٹ کر نہ چلنا چاہیئے۔ سزا میں بھی صحیح طریقہ یہی ہے کہ جُرم کا یقین حاصل کر لیا جائے۔ مشورت کُن۔ پھر کسی رائے پر پہنچنے کیلئے نیکوں سے مشورہ بھی کر لینا چاہیئے آنحضورؐ کو حکم تھا کہ وہ مشورہ کر لیا کریں۔

[۵۲] امرہم شوریٰ۔ صحابہ کے بارے میں فرمایا گیا کہ اُن کا معاملہ مشورہ سے طے ہوتا ہے وہ اِس لئے کہ مشورے کی صورت میں سہو اور غلطی واقع نہیں ہوتی۔ ایں خرد۔ ایک عقل اور چند عقلوں کی مثال ایک چراغ اور چند چراغوں کی سی ہے۔ بُو کہ۔ ہوسکتا ہے کہ مشیروں میں کوئی ایسا بھی ہو جسکو آسمان سے فیض حاصل ہوتا ہو۔ غیرتِ حق چونکہ بسا اوقات اللہ کی غیرت کا تقاضہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے محبوب بندے کو دوسروں کی نظروں سے مخفی رکھے تو ہم نہیں سمجھتے کہ اُن لوگوں میں وہ ہے یا نہیں۔

[۵۳] گفت سِیرُوا۔ اللہ کا

در بصرہا[1] می طلب ہم آں بصر — کہ نتابد شرحِ آں ایں مختصر
بینائیوں میں اس بینائی کو طلب کر — جس کی تفصیل کو یہ مختصر تحمل نہیں کر سکتا

بہرِ ایں کرد ست منع آں باشکوہ — از ترہّب وز شدن خلوت بکوہ
اسی لئے اُس عظیم الشان نے منع فرمایا ہے — رہبانیت سے اور پہاڑ کی خلوت سے

تا نگردد فوت ایں نوعِ التقا — کاں نظر بخت ست و اکسیرِ بقا
تاکہ اس طرح کی ملاقات فوت نہ ہو جائے — کیونکہ وہ نظر نصیبہ اور بقاء کی کیمیاء ہے

درمیانِ صالحاں یک اصلحے ست — بر سرِ توقیعش از سلطاں صحے ست
نیکوں میں ایک زیادہ نیک ہے — جس کے فرمان پر شاہ کی جانب سے صحیح بنا ہوا ہے

کاں دعا شد با اجابت مقترن — کفوِ او نبود کبارِ انس و جن
کہ وہ دعا قبولیت سے وابستہ ہوگئی — اُس کی برابر انس و جن کے بڑے بھی نہیں ہیں

در مِرے[2] اش آنکہ حلو و حامض ست — حجتِ ایشاں برِ حق داحض ست
اُس سے جھگڑے میں جو شخص میٹھا اور کھٹا ہے — اللہ (تعالیٰ) کے نزدیک اُن کی دلیل بے کار ہے

کہ چو ما او را بخود افراشتیم — عذر و حجت از میاں برداشتیم
کیونکہ جب ہم نے خود اُس کو بلند کر دیا ہے — تو عذر اور جھگڑے کو درمیان سے اٹھا دیا ہے

قبلہ را چوں کرد دستِ حق عیاں — پس تحری بعد ازاں مردود داں
جب اللہ تعالےٰ کے دستِ (قدرت) نے قبلہ ظاہر کر دیا — اُس کے بعد اٹکل کو مردود سمجھ

ہیں بگرداں از تحری رو و سر — کہ پدید آمد معاد و مستقر[3]
خبردار! اٹکل سے منہ اور سر پھیر لے — کیونکہ لوٹنے کی جگہ اور ٹھہرنے کی جگہ ظاہر ہوگئی

یک زماں زیں قبلہ گر ذاہل شوی — سخرۂ ہر قبلۂ باطل شوی
تھوڑی دیر کیلئے بھی اگر تو اِس قبلہ سے غافل ہوگا — تو ہر باطل قبلہ کا بیگاری بن جائے گا

چوں شوی تمییز دہ را ناسپاس — بجہد از تو خطرۂ قبلہ شناس
جب تو تمیز عطا کرنے والے کا ناشکر گزار بنے گا — تو وہ خیال جو قبلہ کو پہچاننے والا ہے تجھ سے نکل بھاگے گا

گر ازیں انبار خواہی بر و بر — نیم ساعت رو ز ہمدرداں مبر
اگر تو اِس کھلیان سے نیکی اور گیہوں چاہتا ہے — تو تھوڑی دیر کیلئے بھی ہمدردوں سے منہ نہ پھیر

---

[3] معاد و مستقر۔ یعنی قبلہ۔ یک زماں۔ اِس صاحب عقل کو اپنا قبلہ بنا لے اور سمجھ لے کہ اگر تو نے اُس سے غفلت کی تو باطل قبلہ کا غلام بن جائیگا۔ چوں شوی۔ جب تو اُس قبلہ کی قدر نہ کریگا تو تیری ناسپاسی کی وجہ سے وہ نظر بھی تجھ سے چھن جائے گی جس سے تو قبلہ کو پہچانتا تھا۔ گر ازیں انبار۔ اگر تو نیکی اور اُسکے رزق کا طالب

[1] در بصرہا۔ بینائیوں میں سے اِس بینائی کی تلاش کر جس کی تفصیل اِس مختصر مجموعہ میں نہیں کی جا سکتی۔ بہر ایں۔ رُہبانیت اور خلوت کی اِسی لئے مخالفت ہے کہ انسان ہمیشہ کیلئے ایسے صاحب علم و نظر سے محروم ہو جاتا ہے۔ درمیان۔ نیک لوگوں میں کوئی ایسا مقبولِ بارگاہ بھی ہوتا ہے جس کی سند پر شاہ کی جانب سے لفظ "صح" لکھا ہوا ہے یہ علامت اِس بات کا اشارہ ہوتی ہے کہ اِس فرمان میں جو حکم ہے وہ بالکل صحیح اور درست ہے۔ کاں دعا۔ اور اُس علامت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اُس کی دعا کو قبول فرمایا ہے اور عنداللہ بہت مقبول اور بخشا بخشایا ہے۔

[2] در مِرے۔ یہ بزرگ اِس قدر اللہ کا مقبول ہوتا ہے کہ اُس سے اختلاف کی گنجائش نہیں ہوتی اور اُس کے مخالف کی ہر دلیل اللہ کے نزدیک لچر اور کمزور ہوتی ہے۔ کہ چو۔ اللہ فرماتا ہے کہ جب ہم نے اُسکو مقبول بنایا تو اُس سے کسی کو اختلاف کرنے کا کوئی موقع نہیں ہے۔ قبلہ۔ اُس شخص کی بات کو نہ ماننا اور دوسری بات کہنا ایسا ہی ہے جیسا کہ قبلہ آنکھوں کے سامنے ہو اور پھر انسان اٹکل سے قبلہ متعین کرے۔ ہیں۔ جب قبلہ سامنے آ گیا تو اب اٹکل سے روگردانی ضروری ہے۔

کاندراں دم کہ ببری زاں معین [۱] | مبتلا گردی تو بائیس القرین
اسی وقت جبکہ تو اُس مددگار سے جدا ہو گا | بُرے ساتھی کے ساتھ مبتلا ہو جائے گا

حکایتِ تعلقِ موش با چغز و بستن پائے ہر دو بر رشتۂ دراز و ۱۷
حکایت - چوہے اور مینڈک کا تعلق اور دراز دھاگے میں دونوں کے پاؤں باندھنا اور
بر کشیدنِ زاغ موش را و معلق شدنِ چغز و نالیدن و
کوّے کا چوہے کو کھینچنا اور مینڈک کا لٹک جانا اور رونا اور اُس کا
پشیماں شدنِ او از تعلق با غیر جنس و با جنسِ خود نا ساختن
اپنی جنس سے ہٹ کر دوسری جنس کے ساتھ تعلق پیدا کرنے پر پشیمان ہونا

از قضا موشے و چغزے باوفا | بر لبِ جو گشتہ بودند آشنا
مقدر سے ایک چوہا اور ایک وفادار مینڈک | نہر کے کنارے پر دوست ہو گئے تھے

ہر دو تن مربوطِ میقاتے شدند | ہر صباحے گوشۂ می آمدند
دونوں ایک وقت کے پابند ہو گئے تھے | ہر صبح کو ایک جگہ آ جایا کرتے تھے

نردِ دل [۲] با ہمدگر می باختند | از وساوس سینہ می پرداختند
دل کی نرد ایک دوسرے سے کھیلتے تھے | اور وسوسوں سے سینہ کو خالی کرتے تھے

ہر دو را دل از تلاقی منتسع | ہمدگر را قصہ خوان و مستمع
ملاقات سے دونوں کا دل کھلتا تھا | ایک دوسرے سے قصہ کہتے اور سنتے تھے

راز گویاں با زبان و بے زباں | الجماعۃ رحمۃ را تاویل داں
زبان اور بغیر زبان کے راز کہتے تھے | "جماعت رحمت ہے" کے معنیٰ جاننے والے تھے

آں اشر چوں جفت ایں شاد آمدے | پنجسالہ قصہ اش یاد آمدے
وہ خود پسند، جب اس مسرور کے ساتھ ہوتا | اُس کو پانچ سال کا قصہ یاد آ جاتا

جوشِ [۳] نطق از دل نشانِ دوستی ست | بستگیِ نطق از بے الفتی ست
دل سے گفتگو کا جوش دوستی کی علامت ہے | گویائی کا بند ہونا، بے الفتی کی وجہ سے ہے

دل کہ دلبر دید کے ماند ترش | بلبلے گل دید کے ماند خمش
جس دل نے معشوق کو دیکھ لیا وہ منقبض کب رہتا ہے؟ | جس بلبل نے گل کو دیکھا وہ کب چپ رہتی ہے؟

ماہیِ بریاں ز آسیبِ خضر [۴] | زندہ شد در بحر گشت او مستمر
بھنی ہوئی مچھلی (حضرت خضرؑ کے اثر سے) | زندہ ہو گئی، (اور) سمندر میں رواں ہو گئی

[۱] معین - اچھے ساتھی کو چھوڑنے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بُرا ساتھی ملتا ہے۔ حکایت۔ اس حکایت سے بُرے ساتھی کے بُرے انجام کو سمجھایا ہے، مینڈک نے مینڈکوں کا ساتھ چھوڑ کر چوہے کا ساتھ اختیار کیا اور مارا گیا۔ چغز - مینڈک۔ ہر دو تن - چوہا اور مینڈک ایک مقررہ وقت کے پابند ہو گئے اور دونوں ایک جگہ جمع ہو جاتے۔
[۲] نردِ دل - ایک دوسرے سے دل کی بازی لگانا اور باتیں کر کے دل کی بھڑاس نکالنا۔ منتسع - دونوں کے دل میں کشادگی پیدا ہوتی ایک دوسرے کو قصہ سناتا اور اس کا قصہ سنتا۔ بے زباں یعنی اپنی حالت سے۔ تاویل داں۔ اسی لئے اُس پر عمل کر رہے تھے۔ اشر - خود پسند، متکبر۔ ایں شاد یعنی مسرور مینڈک۔
[۳] جوش - مولانا فرماتے ہیں دل سے گفتگو کا جوش اُٹھنا دوستی کی علامت ہے، اور بے اُلفتی میں زبان بات کرنے سے رکتی ہے۔ دل - جب عاشق محبوب کو دل کی نگاہ سے دیکھ لیتا ہے تو اُس کا انقباض ختم ہو جاتا ہے اور دل بھر کر باتیں کرتا ہے۔ چنانچہ بلبل گل کو دیکھ کر خوب چہکتی ہے۔ ماہی بریاں - عاشق، بریاں مچھلی ہے اور معشوق کی دید آبِ حیات ہے۔ خضر۔ جہاں حضرت موسیٰ کی خضر سے ملاقات ہوئی وہاں آبِ حیات کا چشمہ تھا
[۴] حضرت موسیٰ کے ناشتہ کی بھنی ہوئی مچھلی کو وہ پانی لگا تو زندہ ہو کر سمندر میں چلی گئی تھی۔

یارؔ[1] چوں با یارِ خود بنشستہ شُد — صد ہزاراں لوحِ دل دانستہ شُد
یار جب اپنے یار کے پاس بیٹھا — دل کی لاکھوں تختیاں معلوم ہوجاتی ہیں

لوحِ محفوظ ست پیشانیِ یار — رازِ کونینش نماید آشکار
یار کی پیشانی لوح محفوظ ہے — اُس کو دونوں جہان کے راز آشکارا کردیتی ہے

ہادیِ راہ است یار اندر قدوم — مُصطفےٰؐ زیں گفت اصحابی نجوم
یار، سلوک میں طریقت کا راہنما ہے — اسی لئے حضرت مصطفےٰؐ نے فرمایا میرے صحابہ ستارے ہیں

نجم اندر ریگ و دریا رہنماست — چشم اندر نجم نہ کو مقتداست
ستارہ، ریگستان اور دریا میں راہنما ہے — ستارے پر آنکھ جمائے رکھ کیونکہ وہ مقتدا ہے

چشمؔ[2] را با روئے او می دار جفت — گرد منگیزاں زراہِ بحث و گفت
آنکھ اُس کے چہرے سے جوڑے رکھ — بحث اور گفتگو کے طریقہ پر گرد نہ اُڑا

زانکہ گردد نجم پنہاں زاں غبار — چشم بہتر از زبانِ با عثار
کیونکہ اُس گرد سے ستارہ چھپ جائے گا — پُر لغزش زبان سے آنکھ بہتر ہے

تا بگوید آنکہ وحیستش شعار — کاں نشاند گرد ننگیزد غبار
تاکہ وہ کہے جس کا شعار وحی ہے — کیونکہ وہ گرد کو بٹھادے گا، غبار نہ اڑائے گا

چوں شُد آدمؑ مظہرِ وحی و وداد — ناطقہ او عَلَّمَ الْاَسْمَاء کُشاد
جب آدمؑ وحی اور محبت کے مظہر ہوئے — اُن کی قوتِ ناطقہ نے عَلَّمَ الْاَسْمَاء کو کھول دیا

نامؔ[3] ہر چیزے چنانکہ ہست آں — از صحیفہ دل روی گشتش زباں
ہر چیز کا نام جس طرح ہے — اُن کی زبان، دل کے صحیفہ سے سیراب ہوگئی

فاش می گفتے زباں از رؤیتش — جملہ را خاصیت و ماہیتش
اُس کے دیکھنے سے، زبان صاف کہہ رہی تھی — سب کی خاصیت اور ماہیت

آنچناں نامے کہ اشیا را سزد — نے چنانکہ حیز را خواند اسد
ایسے نام جو چیزوں کے مناسب تھے — نہ ایسے کہ بزدل کو شیر کہہ دیتے ہیں

نوحِ نہ صد سال در راہِ سوی — بود ہر روزیش تذکیرِ نوی
نوحؑ کا نوسو سال تک سیدھے راستہ میں — ہر روز اُن کا نیا وعظ ہوتا

---

[1] یار۔ مُرید جب شیخ کے سامنے بیٹھتا ہے تو شیخ کے قلب کے اسرار اُس پر منعکس ہوتے ہیں۔ لوحِ محفوظ۔ شیخ کی پیشانی لوحِ محفوظ ہے، جس میں دونوں جہان کے اسرار محفوظ ہیں۔ ہادی۔ شیخ راہِ سلوک کا ہادی ہے جس کو دیکھ کر مقصد تک پہنچ سکتے ہو اسی لئے آنحضورؐ نے صحابہؓ کو ستارے قرار دیا جن کے ذریعہ ریگستان اور سمندر میں رہنمائی حاصل کی جاتی ہے۔ چشم۔ لہٰذا مُرید کا فرض ہے کہ وہ اپنی نظر شیخ پر جمائے رکھے۔

[2] چشم۔ شیخ کے دیدار سے رہنمائی حاصل کر بحث و گفتگو کی گرد اُڑا کر اُس ستارے کو پوشیدہ نہ کر۔ شیخ کی زیارت زیادہ نافع ہے بحث و مباحثہ میں زبان لغزش کرتی ہے۔ تا بگوید۔ تاکہ وہ ذات جس کا براہِ راست وحی شعار ہے جیسے انبیاء یا وہ ذات جس کا وحی سے بالواسطہ تعلق ہے جیسے اولیاء خود بات کرے اُس سے شکوک و شبہات کی گرد بیٹھ جاتی ہے اور غبار اُس ستارے کو نہیں چھپاتا ہے۔ چوں شد آدمؑ۔ حضرت آدمؑ وحی کے مظہر بنے تو اُن کو خود بخود تمام چیزوں کے نام یاد ہوگئے۔

[3] نام ہر چیزے۔ جس قدر چیزیں ہیں اُن کی زبان دل کے صحیفہ سے سیراب ہوکر بتادیتی تھی۔ فاش۔ وہ لوح دل سے پڑھ کر ہر چیز کا نام، اُنکی خاصیت اور ماہیت بتادیتے تھے۔ آنچناں۔ ہر چیز کا وہ نام بتادیتے تھے جو اُس چیز کے مناسب تھا یہ نہ ہوتا تھا کہ بزدل کو شیر کہہ دیں۔ نوحؑ۔ حضرت نوحؑ ساڑھے نوسو سال تک ہر روز نیا وعظ فرماتے رہے مولانا نے بیکڑے کے جُز کو چھوڑ کر نوسو سال فرمایا ہے۔

لعلِ[1] او تازہ زیاقوتُ القلوب
اُس کا لعل دلوں کے یاقوت سے تازہ ہوتا
نے رسالہ خواندہ نے قوتُ القلوب
نہ اُنھوں نے رسالہ پڑھا نہ قوت القلوب پڑھی

وعظ را ناموختہ ہیچ از شروح
اُنھوں نے شرحوں سے کچھ وعظ نہ سیکھا تھا
بلکہ ینبوعِ کشوف و شرحِ روح
بلکہ مکاشفوں کے چشمہ اور روح کے انشراح سے

زاں مے کاں مے چو نوشیدہ شود
اُس شراب سے، کہ جب وہ شراب پی لی جائے
آبِ نطق از گنگ جوشیدہ شود
گویائی کا پانی گونگے میں سے جوش مارنے لگے

طفلِ[2] نوزادہ شود حبر و فصیح
نیا پیدا شدہ بچہ عالم اور فصیح بن جائے
حکمتِ بالغ بخواند چوں مسیح
(حضرت) مسیحؑ کی طرح اونچی حکمت پڑھنے لگے

از کُہے کہ یافت زاں مے خوش لبی
اُس وقت سے کہ اُس شراب سے خوش گفتاری حاصل کی
صد غزل آموخت داؤدِ نبی
(حضرت) داؤدؑ نبی نے سیکڑوں غزلیں سیکھیں

جملہ مرغاں ترک کردہ چیک چیک
سب پرند چیں چیں چھوڑ کر
ہمزبان و یارِ داؤدِ ملیک
شاہ داؤدؑ کے ہمزبان اور یار ہو گئے

چہ عجب گر مرغ گردد مستِ او
اگر پرند اُن سے مست ہو گئے تو کیا تعجب ہے
چوں شنید آہن ندائے دستِ او
جبکہ اُن کے ہاتھ کی آواز لوہے نے سُن لی

صرصرے بر عاد قتالے شدہ
تیز ہوا جو (قومِ) عاد کے لئے قتال بنی
مر سلیمانؑ را چو حمالے شدہ
سلیمانؑ کے لئے باربردار کی طرح ہو گئی

صرصرے می برد بر سر تختِ[3] شاہ
وہ تیز ہوا سر پر شاہ کے تخت کو لیکر چلتی تھی
ہر صباح و ہر مسا یک ماہہ راہ
ایک مہینہ کا راستہ، ہر صبح اور ہر شام کو

ہم شدہ حمال و ہم جاسوسِ او
وہ باربردار بھی بنی اور جاسوس بھی
گفتِ غائب را کناں محسوسِ او
غائب کی گفتگو کو محسوس کرانے والی

باد چوں گفتارِ غائب یافتے
ہوا جب غائب کی گفتگو کو پالیتی
سوی گوشِ آں ملک بشتافتے
اُس شاہ کے کان کی جانب دوڑتی

کاں فلانے ایں چنیں گفت ایں زماں
کہ اُس فلاں نے اِس وقت ایسا کہا
اے سلیمانِ شہِ صاحبقراں
اے شاہ صاحبقران سلیمانؑ!

تدبیر کردنِ موش بچغز کہ من نمی توانم آمدن بر تو بوقت

چوہے کی مینڈک سے تدبیر کرنا، کہ میں ضرورت کے وقت تیرے پاس پانی میں نہیں آسکتا ہوں

[1] لعل۔ یعنی ہونٹ۔ یاقوت القلوب۔ حضرت نوحؑ کا دل جو دوسرے دلوں کے مقابلے میں بمنزلہ یاقوت کے تھا۔ رسالہ۔ یعنی امام قشیریؒ کا رسالہ مکیہ۔ قوت القلوب۔ یعنی ابو طالب مکی کی کتاب۔ شروح۔ یعنی تفاسیر اور وعظوں کی بڑی بڑی کتابیں۔ ینبوع۔ چشمہ۔ کشوف۔ مکاشفات۔ شرحِ روح۔ یعنی روح کا انبساط۔ زاں۔ وہ وعظ اُس خدائی شراب سے حاصل ہوا تھا جس کو پینے سے گونگا بھی فصیح و بلیغ بن جاتا ہے۔

[2] طفلِ نوزادہ۔ حضرت مسیحؑ نے بچپن میں فرمایا تھا۔ اِنِّی عَبْدُ اللّٰہِ آتَانِیَ الْکِتَابَ۔ میں خدا کا بندہ ہوں اُس نے مجھے کتاب عطا فرمائی ہے۔ از کُہے۔ حضرت داؤدؑ نے جب وہ شراب پی تو بلطف احسن شیریں کلام فرمانے لگے۔ جملہ مرغاں۔ پرند بھی اُس سے مست ہو کر حضرت داؤدؑ کے نغمہ میں شریک ہو جاتے تھے۔ چہ عجب۔ پرند تو جاندار ہیں لوہا تک اُن سے متاثر تھا، موم ہی جاتا تھا۔ صرصرے۔ جب حضرت سلیمانؑ نے وہ شراب پی تو وہی ہوا جس کے اثر سے قومِ عاد تباہ ہوئی اُنکی خدمتگار بن گئی۔

[3] تختِ شاہ۔ وہی ہوا اُن کا تخت سر پر لاد کر ہر صبح اور ہر شام کو ایک ماہ کی مسافت طے کر لیتی تھی۔ باد۔ وہی ہوا حضرت سلیمانؑ کو دنیا کی خبریں لا کر دیتی تھی۔ تدبیر۔ چوہے اور مینڈک نے ایک یہی تجویز کی کہ جب چوہا دریا کے کنارے پر پہنچے تو مینڈک کو اس کی خبر ہو جائے اور جب مینڈک چوہے کے سوراخ پر پہنچے تو چوہے کو خبر ہو جائے۔

حاجت، در آب درمیانِ ما وسیلتے باید کہ چوں مَن برلَبِ
ہمارے درمیان کوئی وسیلہ چاہیئے کہ میں جب پانی کے کنارے آؤں

آب آیم تُرا توانم خبر کردن وچوں تو بردرِ سُوراخِ آں موش
تجھے خبر کرسکوں اور جب تو چوہے کے گھر کے سوراخ کے دروازے

خانہ آئی مرا توانی خبر کردن
پر آئے مجھے خبر کرسکے

ایںؔ[1] سخن پایاں ندارد گفت موش
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے، چوہے نے کہا

چغز را روزے کہ اے مصباحِ ہوش
ایک روز مینڈک سے کہا اے ہوش کے چراغ!

وقتہا خواہم کہ گویم با تو راز
بسا اوقات میں چاہتا ہوں کہ تجھ سے راز کہوں

تو درونِ آب داری ترکتاز
تو پانی میں دوڑ لگاتا پھرتا ہے

بر لبِ جُو مَن تُرا نعرہ زناں
میں نہر کے کنارے تجھے آواز دیتا ہوں

نشنوی در آب بانگِ عاشقاں
تو عاشقوں کی آواز پانی میں نہیں سُنتا ہے

مَن دریں وقتِ مُعیّن اے دلیر
اے بہادر! میں اِس مقرر وقت میں

مَن نگردم از محاکاتِ تو سیر
تیرے ساتھ بات چیت کرنے سے سیر نہیں ہوجاؤں

پنجؔ[2] وقت آمد نماز اے رہنمون
اے رہنما! نماز پانچ وقت ہے

عاشقاں رافِی صَلوٰۃٍ دائِمُون
لیکن، عاشقوں کیلئے ہے کہ "وہ ہمیشہ نماز میں ہیں"

نے بہ پنج آرام گیرد آں خُمار
وہ خُمار پانچ سے آرام نہیں حاصل کرتا ہے

کاندراں سرہاست نے پانصد ہزار
جو اُن سَروں میں ہے، نہ پانچ لاکھ سے

نیست زُرْ غِبًّا نشانِ عاشقاں
عاشقوں کی علامت "مجھے ناغہ سے زیارت کر" نہیں ہے

سخت مُستسقی ست جانِ صادقاں
صادقوں کی جان سخت پیاسی ہے

نیستؔ[3] زُرْ غِبًّا وظیفہ ماہیاں
مچھلیوں کا معمول "کبھی کبھی زیارت کر" نہیں ہے

زانکہ بے دریا ندارند اُنسِ جاں
کیونکہ دریا کے بغیر وہ رُوح کا اُنس نہیں رکھتی ہیں

آبِ ایں دریا کہ ہائِل بُقعہ ایست
اِس دریا کا پانی جو خوفناک جگہ ہے

با خُمارِ ماہیاں خود جُرعہ ایست
مچھلیوں کے خُمار کے سامنے خود ایک گھونٹ ہے

یک دمِ ہجراں برِ عاشق چو سال
عاشق کے نزدیک ہجر کا ایک لمحہ سال جیسا ہے

وصلِ سالِ متّصل پیشش خیال
سال بھر کا مسلسل وصل اُس کیلئے ایک خیال ہے

[1] ایں سخن - اللہ کی شرابِ محبت پینے کے آثار کا بیان۔ مصباحِ ہوش - چوہے نے مینڈک کے ہوش وحواس کو چراغ کہا۔ وقتہا - مقرر وقت کے علاوہ بسا اوقات جی چاہتا ہے کہ تجھ سے کوئی راز کی بات کہوں لیکن تو دریا میں دوڑتا پھرتا ہے بر لبِ آب - میں دریا کے کنارے پر تجھے آوازیں دیتا ہوں تو مجھ جیسے عاشقوں کی آواز نہیں سُن پاتا ہے۔ من دریں وقت۔ مقرر وقت میں باتوں سے دل نہیں بھرتا ہے تو دوسرے وقت بھی بات کرنا چاہتا ہوں۔

[2] پنج وقت - نمازیں اللہ سے وقت باتیں ہوتی ہیں تو یہ مقرر اوقات تو عوام کے لئے ہیں، لیکن عاشقانِ خدا تو ہر وقت نماز یعنی خدا سے گفتگو میں لگے رہتے ہیں۔ نے بہ پنج - صرف پانچ وقت میں بات کرنے سے اُن کا دل مطمئن نہیں ہوتا اس لئے کہ اُن دلوں میں تو لاکھوں راز ہیں جو وہ اللہ سے کہنا چاہتے ہیں۔ زُرْ غِبًّا - ایک دن چھوڑ کر ملاقات کر، یہ حکم عاشقوں کیلئے نہیں ہے، عاشقوں کی جان بہت پیاسی ہے اُس کی سیری کیلئے تو ہر وقت ملاقات درکار ہے۔

[3] نیست - دریا کے بارے میں مچھلی سے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ تو دریا سے ایک روز چھوڑ کر ملاقات کیا کر کیونکہ مچھلی بغیر دریا کے تھوڑی دیر میں ہی روح سے بیزار ہوجاتی ہے۔ آب - مچھلی تو دریا کے سمندر کو بھی ایک گھونٹ پانی سمجھتی ہے۔

یک دم - عاشق کیلئے ہجر کا ایک لمحہ ایک سال کے برابر ہے اور مسلسل ایک سال کا وصال بھی محض ایک خیال کی طرح ہے۔

عشق[۵۱] مُستسقی ست مُستسقی طلب
عشق پیاسا ہے ، پیاسے کا طلبگار ہے
در پے ہم این و آں چوں روز و شب
یہ اور وہ دن اور رات کی طرح ایک دوسرے کے پیچھے ہیں

روز بر شب عاشق ست و مُضطرت
دن رات پر عاشق ہے اور بے چین ہے
چوں بہ بینی شب برو عاشق تر ست
جب تو غور کرے رات اُس پر زیادہ عاشق ہے

نیست شاں از جستجو یک لحظہ ایست
اُن کو جستجو سے ایک لحظہ بھی رکاوٹ نہیں ہے
از پے ہم شاں یکے دم ایست نیست
ایک دوسرے کے پیچھے سے اُنھیں ایک لمحہ بھی توقف

ایں گرفتہ پائے آں آں گوشِ ایں
اِس نے اُس کا پاؤں پکڑا ہے اُس نے اِس کا کان
ایں براں مدہوش و آں بیہوشِ ایں
یہ اُس پر مدہوش ہے اور وہ اِس پر بیہوش ہے

دردلِ[۵۲] معشوق جُملہ عاشق ست
معشوق کے دل میں جو کچھ ہے وہ عاشق (ہی) ہے
دردلِ عذرا ہمیشہ وامق ست
عذرا کے دل میں ہمیشہ وامق ہے

دردلِ عاشق بجز معشوق نیست
عاشق کے دل میں معشوق کے سوا کچھ نہیں ہے
درمیاں شاں فارق و مفروق نیست
اُنکے درمیان کوئی جدا کرنے والا اور جدائی کا سبب نہیں ہے

بر یکے اُشتر بُوَد ایں دو درا
یہ دونوں گھنٹے ایک اونٹ پر ہیں
پس چہ زُو رِ غبّا بگنجد ایں دو را
تو ان دونوں میں ایک دن چھوڑ کر زیارت کرنے کی گنجائش کہاں ہے

ہیچکس با خویش زُو رِ غبّا نمود
کسی شخص نے اپنے ساتھ ایک دن چھوڑ کر زیارت کرنے کو ظاہر
ہیچ کس با خود بنوبت یار بُود
کوئی شخص باری سے اپنا یار بنا ہے

آں[۵۳] یکیی نے کہ عقلش فہم کرد
وہ یگانگت ایسی نہیں ہے کہ عقل اُسکو سمجھے
فہمِ ایں موقوف شُد بر مرگِ مرد
اِس کا سمجھنا انسان کے مرنے پر موقوف ہے

جز مگر مردے کہ پیش از مرگ مُرد
سوائے اُس شخص کے جو مرنے سے پہلے مرگیا
رختِ ہستی رابسُوئے یار بُرد
ہستی کا سامان، یار کی جانب لے گیا

ور بعقل ادراکِ ایں ممکن بُدے
اور اگر عقل سے اِس کا سمجھ ممکن ہوتا
قہرِ نفس از بہرِ چہ واجب شُدے
تو نفس کا مجاہدہ کیوں ضروری ہوتا؟

باچناں رحمت کہ دارد شاہِ ہُش
اُس رحمت کے ہوتے ہوئے جو شاہِ عقل رکھتا ہے
بے ضرورت چوں بگوید نفس کُش
بغیر ضرورت کیوں کہتا کہ نفس کُشی کر؟

بھی وہ شخص اِس کو سمجھ سکتا ہے جس نے مقامِ فنا حاصل کرلیا ہو۔ ور بعقل۔ اگر نظری عقل سے یہ اتحاد سمجھ میں آسکتا تو اللہ تعالےٰ انسان کو مجاہدہ کا حکم نہ دیتا۔ باچناں۔ اللہ تعالیٰ رؤف و رحیم ہے وہ بلاوجہ مشقت میں مبتلا نہیں کرتا ہے، مجاہدوں کے بعد یہ ذوق پیدا ہوتا ہے کہ اِس اتحاد کو سمجھا جاسکے۔

۵۱ عشق یعنی معشوق بھی عاشق کا پیاسا ہے اور اُس کا طلبگار ہے۔ روز۔ عاشق اور معشوق کا حال ایسا ہی ہے جیسے دن اور رات کا کہ ایک دوسرے پر عاشق ہے نیست۔ نہ دن کو رات کی طلب میں قرار ہے نہ رات کو دن کی طلب میں، ہر وقت ایک دوسرے کے درپے ہے۔ ایں گرفتہ۔ دن اور رات نے ایک دوسرے کا کان اور پاؤں پکڑ رکھا ہے اور ایک دوسرے پر بیہوش ہے۔

۵۲ دردل۔ معشوق کے دل میں عاشق کے تصور کا غلبہ ہے عذرا۔ عرب کی مشہور معشوقہ ہے۔ وامق۔ عرب کا مشہور عاشق ہے۔ درا۔ دال کا زبر اور زیر دونوں جائز ہے، جرس گھنٹہ یعنی عاشق اور معشوق دونوں اِس طرح جڑے ہوئے ہیں جیسے اونٹ کے گلے میں دو گھنٹیاں پڑی ہوتی ہیں تو اُنکے لئے کبھی کبھی ملاقات کرنے کا حکم نہیں ہو سکتا۔ ہیچکس۔ معشوق اور عاشق میں اتحاد ہے اب اگر عاشق سے یہ کہا جائے کہ تو معشوق کی کبھی کبھی زیارت کیا کر تو گویا یہ صورت ہے کہ اُس سے کہا جاتا ہے کہ تو اپنی گاہے گاہے زیارت کیا کر۔

۵۳ آں یکیی۔ محبوب حقیقی اور محب کا اتحاد عقلی نہیں ہے یہ مرنے [illegible] سمجھ میں آتا ہے: تجز۔ [illegible] یہیں

مبالغہ[1] کردنِ مُوش در لابہ، و زاری کردن و وصلت جُستن از چغزِ آبی

خوشامد میں چوہے کا مُبالغہ کرنا اور عاجزی کرنا اور پانی کے مینڈک سے جوڑ چاہنا

گفت اے یارِ عزیزِ مہر کار — من ندارم بے رُخت یکدم قرار
اُس نے کہا اے مہربان پیارے دوست! — میں تیرے رُخ کے بغیر ایک لمحہ قرار نہیں رکھتا ہوں

روز نور و مکسب و تابم توئی — شب قرار و سلوت و خوابم توئی
دن میں میرا نور اور کمائی اور روشنی تو ہے — رات میں میرا قرار اور بے غمی اور نیند تو ہے

از مروّت باشد ار شادم کنی — وقت و بے وقت از کرم یادم کنی
مروّت ہو گی، اگر تو مجھے خوش کر دے — وقت اور بے وقت کرم کر کے تو مجھے یاد کرے

در شبانروزے وظیفہ چاشتگاہ — راتبہ کردی وصال اے نیک خواہ
دن رات میں، چاشت کے وِرد کے وقت — اے خیر خواہ! تو نے وصال مقرر کر دیا ہے

مَن بدیں یکبار قانع نیستم — در ہوایت طرفہ انسانیستم
میں اس ایک بار پر صابر نہیں رہوں — تیری محبت میں مَیں عجیب انسان ہوں

پانصد[2] استسقاستم اندر جگر — با ہر استسقا قرین جوع البقر
میرے جگر میں پانچسو استسقاء ہیں — (اور) ہر استسقاء کے ساتھ جوع البقر ہے

بے نیازی از غمِ مَن اے امیر — دہ زکاتِ جاہ و بنگر در فقیر
اے حاکم! تو میرے غم سے لاپرواہ ہے — مرتبہ کی زکات دے اور فقیر کی طرف دیکھ

ایں فقیر[3] بے ادب نادر خورست — لیک لطفِ عامِ توزاں برترست
یہ بے ادب فقیر، نالائق ہے — لیکن تیری عام مہربانی اس سے بالا ہے

می نجوید لطفِ عامِ تو سَند — آفتابے بر حدثہا می زند
تیری عام مہربانی سند نہیں ڈھونڈتی — سورج، ناپاکیوں پر اثر کرتا ہے

نورِ او را زاں زیانے نابُدہ — واں حدث از خشکی ہیزم شدہ
اُس کے نور کو اس سے کوئی نقصان نہ پہنچا — اور وہ ناپاکی خشکی کی وجہ سے ایندھن بن گئی

تا حدث در گلخنی شُد نور یافت — بر در و دیوارِ حمّامے بتافت
یہاں تک کہ ناپاکی بھٹی میں گئی، روشنی ہو گئی — حمام کے در و دیوار پر چمکی

لے مبالغہ۔ چوہے نے مبالغہ کی خوشامدیں شروع کر دیں تاکہ آپس میں وصل رہے۔ مہر کار۔ مہربان۔ روز۔ دن اور رات کے جو مقاصد ہوتے ہیں وہ صرف تیری ذات ہے۔ از مروّت۔ تیری مروّت کا تقاضہ ہے کہ مجھے وقتِ معیّن اور اس کے علاوہ بھی بُلایا کرے۔ در شبانروزے۔ اب تو دن اور رات میں صرف ایک ملاقات مقرر ہے لیکن مجھے اس پر قناعت نہیں ہو سکتی۔ میں تو محبت میں عجیب چیز بن گیا ہوں۔

ﮯ پانصد۔ تیری محبت میں میرے دل میں پانچسو استسقاء ہیں جس میں پیاس نہیں بجھتی اور ہر استسقاء کو جوع البقر ہے جس میں بھوک نہیں جاتی۔ بے نیازی۔ تو میرے عشق سے بے نیاز ہے ورنہ تو بھی خود بکثرت ملاقات کی کوئی تدبیر سوچتا تو عشق کے معاملہ میں امیر ہے اور حُسن سے مالا مال ہے اپنے رتبہ کی کچھ زکات مجھے دے اور مجھ پر محبت کی نظر رکھ۔

ﺳﮯ ایں فقیر۔ مولانا نے مجازی معشوق سے حقیقی معشوق کی طرف انتقال کیا ہے یعنی میں نالائق اور بے ادب ہوں لیکن تیری مہربانیاں صرف لائقوں کے لئے نہیں۔ سند یعنی قابلیت کی سند۔ آفتاب۔ سورج کا فیض عام ہے۔ نورِ او۔ سورج کی دھوپ اگر نجاست پر پڑتی ہے تو سورج میں کوئی نقصان نہیں آتا وہ نجاست کارآمد ہو جاتی ہے۔

[illegible]

بود[۱] آلائش شد آرائش کنوں　　چوں برو بر خواند خورشید آں فسوں

وہ آلودگی تھی اب زینت بن گئی　　جب سورج نے اُس پر وہ منتر پڑھ دیا

شمس ہم معدہ زمیں را گرم کرد　　تا زمیں باقی حدثہا را بخورد

سورج نے زمین کے معدے کو بھی گرم کر دیا　　یہاں تک کہ باقی ناپاکی کو زمین نگل گئی

جزوِ خاکی گشت و رست از وے نبات　　ھٰکذا یمحو الالٰہ السیّئات

وہ مٹی کا جز بنی اور اُس سے نباتات اُگیں　　اسی طرح اللہ (تعالیٰ) گناہوں کو مٹا دیتا ہے

جزوِ خاکی گشت از وے پُر ز نور　　ھٰکذا یغفر لمن یُعطی الغفور

اُس سے خاکی جز پُرنور ہو گیا　　اس طرح غفور مغفرت کرتا ہے جسکو عطا کرتا ہو

جزوِ خاکی گشت از وے بارِ شاد　　ھٰکذا یرحم الٰہ للعباد

اُس سے خاکی جُز با صلاحیت بن گیا　　اس طرح اللہ (تعالیٰ) بندوں پر رحم کرتا ہے

با حدث[۲] کاں بدترین ست ایں کُند　　کِش نبات و نرگس و نسریں کُند

ناپاکی کے ساتھ جو بدتر ہے، یہ کرتا ہے　　کہ اُس کو نباتات اور نرگس اور نسرین کر دیتا ہے

تا بہ نسرینِ مناسک در وفا　　حق چہ بخشد در جزا و در عطا

تو وفا میں عبادتوں کی نسرین کے ساتھ　　اللہ (تعالیٰ) جزا اور عطا میں کیا کچھ بخشے گا؟

چوں خبیثاں را چنیں خلعت دہد　　طیّبیں را تا چہ بخشد در رسد

جب خبیثوں کو ایسی خلعت عطا کرتا ہے　　تو حصہ میں، پاکوں کو کیا کچھ بخشے گا؟

آں دہد حق شاں کہ لا عینٌ رأت　　کہ نگنجد در زبان و در لغت

اللہ (تعالیٰ) ان کو وہ دیتا جو نہ آنکھ نے دیکھا　　جو زبان اور لُغت میں نہیں سما سکتا

ما کئیم[۳] ایں را بیاں کُن یارِ مَن　　روزِ من روشن کُن از خُلقِ حَسَن

اے میرے دوست! تو بتا ہم کون ہیں؟　　بہتر اخلاق سے میرے دن کو روشن کر دے

منگر اندر زشتی و مکروہیم　　کہ ز پُر زہرے چو مارِ کوہیم

میرے بھدے پن اور مکروہ ہونے کو نہ دیکھ　　کیونکہ میں پہاڑی سانپ کی طرح زہر سے پُر ہوں

ایکہ من زشتم و خصالم جملہ زشت　　چوں شوم گُل چوں مرا او خار کشت

اے محبوب! میں بُرا اور میری سب عادتیں بُری ہیں　　میں پھول کیسے بن جاؤں جبکہ اُس نے مجھے خار بنایا ہے؟

نوبہارا حُسنِ گُل دہ خار را　　زینتِ طاؤس دہ ایں مار را

اے نوبہار! تو کانٹے کو پھول کا حسن دیدے　　تو اِس سانپ کو مور کی زینت عطا کر دے

---

[۱] بود - وہ پہلے آلائش تھا اب آرائش بنگیا۔ شمس - یہ تو اُس نجاست کا ذکر تھا جو خشک ہونے کے بعد حمام میں پہنچی اگر حمام میں نہ جائے تو زمین اُس کو نگل جائیگی۔ جزو - اور اب وہ مٹی میں مل کر کھاد بنکر نباتات کی پیداوار کا سبب بنے گی۔ ہٰکذا - جس طرح سورج نے نجاست کو دُور کر دیا اسی طرح اللہ تعالٰی بُرائیوں کو مٹا دیتا ہے۔ جزو - ایک مرتبہ یہ ہے کہ اللہ تعالٰی بُرائیوں کو بھلائیوں میں تبدیل فرما دیتا ہے۔ یہ ترجمہ قرآن پاک میں ہے۔ فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ "پس یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ تعالٰی ان کے گناہوں کو نیکیوں میں تبدیل کریگا"۔

[۲] باحدث - جب سورج (اللہ تعالٰی) کا نجاستوں (گنہگاروں) کے ساتھ یہ معاملہ ہے کہ اُس نجاست (گناہ) سے پھول بوٹے (نیکیاں) اُگ پڑی ہیں تو پھولوں (نیکیوں) پر جو اثرات مرتب ہونگے تو انکو تو وہی جانتا ہے۔ خبیثاں - نجاستیں، گنہگار۔ طیّبین - پھول بوٹے، نیکیاں۔ آں - جنت کی وہ نعمتیں ملینگی جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ اُن کا تصور کیا جاسکتا ہے اور وہ زبان و بیان میں نہیں سما سکتی ہیں۔

[۳] ما کئیم - ہم ان نعمتوں کا بیان نہیں کر سکتے آپ خود بیان کر دیجئے اور اپنے خلقِ حَسَن سے ہمیں سے ہمیں کچھ عطا کر کے ہمارے دن کو روشن کر دیجئے۔ منگر - میری ناہلی پر نظر نہ کیجئے میرے اندر تو زہر ہی زہر ہے جوں حکمیں

[illegible]

[1] در کمالِ زشتیم من منتهی | لطفِ تو در فضل و در فن منتهی

میں بُرائی کے کمال میں انتہا پر پہنچنے والا ہوں | تیری مہربانی فضل اور ہنر میں انتہا پر پہنچنے والی ہے

حاجتِ ایں منتهی زاں منتهی | تو بر آرا ے غیرتِ سروِ سہی

اس انتہا پر پہنچنے والے کی حاجت اُس انتہا پر پہنچنے والے | پوری کردے، اے سروِ سہی کے رشک!

چوں بمیرم فضلِ تو خواہد گریست | از کرم، اگرچہ ز حاجت اُو بریست

جب میں مرجاؤں گا، تیرا کرم روئے گا | مہربانی سے، اگرچہ وہ حاجت سے پاک ہے

[2] بر سرِ گورم بسے خواہد نشست | خواہد از چشمِ لطیفش اشک جست

میری قبر کے سرہانے بہت دنوں بیٹھا رہیگا | اُس کی مہربان آنکھ سے آنسو بہیں گے

نوحہ خواہد کرد بر محرومیم | چشم خواہد بست از مظلومیم

وہ میری محرومی پر نوحہ کرے گا | میرے مظلوم ہونے سے آنکھ بند کرے گا

اندکے زاں لطفہا اکنوں بکن | حلقہ در گوشِ مَن کُن بے سخن

اُن مہربانیوں میں سے تھوڑی سی اب کردے | بغیر بات کے میرے کان میں حلقہ ڈالدے

[3] آنکہ خواہی گفت تو با خاکِ من | بر فشاں بر مدرک غمناک مَن

جو تو میری خاک سے کہے گا | میرے غمگین احساس پر چھڑک دے

دست گیرم در چنیں بیچارگی | شاد گردانم دریں غمخوارگی

ایسی بیچارگی میں میری دستگیری کر | اِس غمخوارگی میں مجھے خوش کردے

لابہ کردن موش مر چغز را کہ بہانہ میندیش و در نسیہ میانداز

چوہے کا مینڈک کی خوشامد کرنا، کہ بہانہ نہ سوچ اور میری ضرورت کے پورا

انجاح آں حاجتِ مرا، کہ فی التاخیر آفات والصوفی

کرنے کو اُدھار میں نہ ڈال، کیونکہ تاخیر میں مصیبتیں ہیں اور صوفی ابن الوقت

ابن الوقت و ابن دست از دامنِ پدر باز ندارد و آب

ہے اور بیٹا باپ کے دامن سے ہاتھ نہیں ہٹاتا ہے اور صوفی کا مہربان

مُشفقِ صوفی کہ وقت ست اُو را بنگرش فردا محتاج

باپ جو کہ وقت ہے اُس کی نگہداشت کرتا ہے آئندہ کیلئے اسکو محتاج

نگرداند چندانش مستغرق دارد در گلزار مرتع الحسنات خویش

نہیں بناتا ہے اور اُس کو اپنے حسنات کی چراگاہ کے چمن میں اسقدر مصروف رکھتا ہے

---

[1] در کمال۔ میں بُرائی کی انتہا پر ہوں اور تیری مہربانی کرم کی انتہا پر ہے۔ حاجت۔ مجھ جیسے انتہا درجہ کے گنہگار کو تیرا انتہائی فضل درکار ہے۔ چوں بمیرم۔ اب پھر حقیقی محبوب سے مجازی محبوب کی جانب انتقال کیا ہے یعنی چوہے نے مینڈک سے کہا کہ میری زندگی میں تو بے نیازی برت رہا ہے لیکن میرے مرنے کے بعد تو روئے گا اور یہ رونا ازراہِ کرم ہوگا ورنہ تجھ کو میری کوئی ضرورت نہیں ہے۔

[2] بر سرِ گورم۔ قبر پر آ کر روئیگا اور اشک بہائیگا۔ نوحہ۔ میری وصل سے محرومی پر نوحہ کریگا اور میری مظلومیت کی وجہ سے نظریں نیچی ہوں گی۔ اندکے۔ اے محبوب میرے مرنے کے بعد جو تیری مہربانیاں ہونگی اُن میں سے تھوڑی سی ابھی کردے اور جو باتیں قبر پر آ کر کرے گا اُن کا مجھے اِسی وقت حلقہ بگوش کردے۔

[3] آنکہ۔ جو محبت آمیز باتیں قبر پر آ کر کرے گا اِسی وقت غمگین احساس پر چھڑک کردے۔ دستگیرم۔ اِسی بیچارگی میں میری دستگیری کردے اور غم میں مجھے خوش کردے، اُدھار سے نقد بہتر ہوتا ہے جو کچھ کرنا ہے اب کردے۔ لابہ۔ اِس قصہ سے یہی بات بتائی ہے کہ اُدھار سے نقد بہتر ہے۔

کہ چوں عوام مُنتظرِ مُستقبل نباشد نہ دہری باشد و نہ قدری نہ

کہ وہ عوام کی طرح، آنے والے زمانہ کا منتظر نہیں ہوتا ہے، وہ نہ دہری ہوتا ہے، نہ قدری نہ منع کرنے

نہری باشد و نہ دہری کہ لَیسَ عِندَ اللہِ صَبَاحٌ وَّلَامَسَاءٌ ماضی

والا ہوتا ہے اور نہ زمانہ سے ساز باز کرنے والا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے یہاں نہ صبح ہے نہ شام گذرا ہوا زمانہ

و مُستقبل و ازل و اَبد آنجا نباشد آدمؑ سابق و دجال مسبوق

اور آنے والا زمانہ اور ازل اور ابد وہاں نہیں ہے، آدمؑ پہلے اور دجال بعد میں

نباشد کہ ایں رسوم در خطۂ عقل جُزوی ست و روحِ حیوانی

نہیں ہوتا ہے، کیونکہ یہ باتیں جُزوی عقل کے دائرہ میں ہیں اور عالَمِ لامکان و

را در عالَمِ لامکان و لازمان ایں رسوم نباشد پس اُو ابنِ

لازمان میں حیوانی روح کے لئے یہ رسمیں نہیں ہیں، تو وہ

وقت ست کہ لَا یُفْهَمُ مِنْهُ اِلَّا تَفرِقَۃَ الْاَزْمِنَۃِ چنانکہ اِنَّ

ابن الوقت ہے کہ اس سے زمانوں کے تفرقہ کے کچھ سمجھ میں نہیں آتا جس طرح اللہ تعالیٰ

اللہ تعالیٰ وَاحِدٌ فہم شود و نفیِ دوئی نہ حقیقتِ واحدی

ایک ہے سمجھ میں آتا ہے اور دوئی کی نفی نہ کہ واحدی حقیقت

صوفئ را گفت خواجہ سیم پاش

چاندی بخشنے والے ایک صاحب نے ایک صوفی سے کہا

اے قدمہائے تُرا جانم فراش

اے وہ کہ میری جان تیرے قدموں کا فرش ہو

یک درم خواہی تو امروز اے شہم

اے میرے شاہ! تو آج ایک درہم لینا چاہتا ہے

یا کہ فردا چاشتگاہے سہ درم

یا کل کو چاشت کے وقت تین درہم

گفت[1] امروز ایں درم راضی ترم

اُس نے کہا میں آج ایک درہم پر زیادہ راضی ہوں

زانکہ امروز ایں و فردا صد درم

اِس سے بھی کہ آج ایک ہو اور کل کو سَو درہم ہوں

سیلیے نقد از عطائے نِسیہ[2] بہ

نقد طمانچہ، ادھار بخشش سے بہتر ہے

نک قفا پیشت کشیدم نقد دہ

اب میں نے تیرے سامنے گُدّی کردی نقد دیدے

خاصہ آں سیلی کہ از دستِ تو است

خصوصًا وہ طمانچہ جو تیرے ہاتھ سے ہو

کہ قفا و سیلیش مستِ تو است

کیونکہ گُدّی اور اُسکا طمانچہ تجھ پر عاشق ہے

ہیں بیا اے شادئ جان و جہاں

خبردار! اے جان اور جہان کی خوشی! آجا

خوش غنیمت دار نقدِ ایں زماں

اِس کے وقت نقد کو بہت غنیمت سمجھ

[1] گفت۔ صوفی نے کہا آج کے ایک درہم کی بجائے کل کو تین درہم کیا سَو درہم بھی مجھے پسند نہیں ہیں۔ سیلیے۔ نقد تو ایسی چیز ہے کہ اُس کا چپت بھی ادھار کی عطا سے اچھا ہے۔

[2] نِسیہ۔ اُدھار۔ خاصہ۔ خصوصًا تیرا چپت تو بہت ہی بہتر ہے کیونکہ میری گدّی اور اُس پر چپت لگنا تیرے عاشق ہیں۔ ہیں۔ جب نقد بہرحال بہتر ہے تو تُو ابھی آجا۔

در مَگزد[1] آں رُوی ماہ از شبِ رواں | سَر مکش زیں جوئے اے آبِ رَواں
چاند کا وہ چہرہ، رات کے چلنے والوں سے نہ چھپا | اے جاری پانی! اِس نہر سے رُوگردانی نہ کر

تا لبِ جُو خندد از مای مَعیں | وز لبِ جُو سَر برآرد یاسمیں
تاکہ جاری پانی سے نہر کا کنارہ مُسکرا پڑے | اور چنبیلی، نہر کے کنارے سے سَر اُبھارے

چوں بہ بینی بر لبِ جُو سبزہ مَست | پَس بداں از دور کانجا آب ہَست
تو جب نہر کے کنارے پر جھومتا سبزہ دیکھے | دور سے سمجھ جا کہ وہاں پانی ہے

گفت[2] سیماھُم وُجُوھُم کردگار | کہ بُوَد غماز بارانِ سبزہ زار
اللہ تعالیٰ نے "اُنکے چہروں پر علامتیں ہیں" فرمایا | کیونکہ سبزہ زار، بارش کا مخبر ہے

گر بَبارد شب نہ بیند ہیچ کَس | کہ بُوَد در خواب ہر نفس و نَفَس
اگر رات میں برسے کوئی شخص نہ دیکھے | کیونکہ ہر انسان اور سانس نیند میں ہوتا ہے

تازگیٔ ہر گلستانِ جمیل | ہَست بر بارانِ پنہانی دلیل
ہر خوبصورت چمن کی تازگی | مخفی بارش کی دلیل ہے

رجوع بحکایت موش و چغز آبی
چوہے اور پانی کے مینڈک کی حکایت کی جانب رجوع

اے اَخی من خاکیم تو آبیٔ | لیک شاہِ رحمت و وہابیٔ
اے میرے بھیا! میں خاکی ہوں تو آبی ہے | لیکن تو رحمت کا شاہ اور عطا کرنے والا ہے

آنچناں[3] کُن از عطا واز قَسم | کہ گہ و بیگہ بخدمت میرسم
تو حصّہ اور عطا میں ایسا کر | کہ وقت اور بے وقت خدمت میں پہنچتا رہوں

بر لبِ جُو مَن بجاں میخوانمت | می نہ بینم از اجابت مَرحمت
نہر کے کنارے، میں تجھے دل سے پکارتا ہوں | میں منظوری کی عنایت نہیں دیکھتا ہوں

آمدن در آب بر من بستہ شُد | زانکہ ترکیبم ز خاکے رُستہ شُد
پانی میں آنا، مجھ پر بند ہے | کیونکہ میری ساخت مٹی سے ہوئی ہے

یا رسولے یا نشانے کُن مَدد | تا تُرا از بانگِ من آگہ کند
یا کوئی قاصد یا کوئی علامت مددگار بنا | تاکہ میرے پکارنے سے تجھے باخبر کردے

بحث کردند اندریں کار آں دو یار | آخر آں بحث ایں آمد قرار
اس معاملہ میں اُن دونوں دوستوں نے بحث کی | اِس بحث کے آخر میں یہ طے ہوا

---

[1] درمگزد۔ میں رات کا مسافر ہوں تیرا چہرہ چاندی، چاند کو رات کے مسافر سے چھپانا مناسب نہیں۔ میں نہر ہوں تو آبِ رواں ہے پانی کو نہر میں آنا چاہیئے۔ تا لب۔ پانی پہنچنے سے نہر کے کنارے مسکرا پڑتے ہیں اور ان پر پھول بوٹے نمودار ہوجاتے ہیں چون بہ بینی اے مخاطب جب تو نہر کے کنارے سبزہ دیکھے تو دور سے سمجھ لے کہ نہر میں پانی ہے یعنی کسی شخص کے انوار و برکات سے اُسکے صاحبِ نسبت ہونے کو سمجھ لے۔

[2] گفت۔ نیکی کے آثار پیشانی پر ہوتے ہیں یہی لئے ہے کو سبزہ زار اشارہ کرتا ہے کہ وہاں پانی ہے۔ گر ببارد اگر رات میں بارش ہوتی ہے بارش کو کوئی نہیں دیکھتا ہے۔ لیکن صبح کو سبزے پر تازگی دیکھتے ہیں تو سمجھ جاتے ہیں کہ رات بارش ہوئی ہے۔ اے اخی پھر چوہے کی گفتگو شروع کی ہے، چوہے نے مینڈک سے کہا کہ اگرچہ میں خاکی ہوں اور تو آبی اسلئے میں تیرا ہم جنس نہیں ہوں لیکن تو شاہِ رحمت اور عطا کی طرف منسوب ہے اور عطا کیلئے ہم جنس ہونا ضروری نہیں ہے۔

[3] آنچناں۔ مجھے ایسا موقع دیدے کہ وقت بے وقت تجھ سے مل لیا کروں۔ بر لب جو۔ چوہے نے مینڈک سے کہا کہ میں نہر کے کنارے پر آپ کو پکارتا ہوں لیکن آپ جواب عنایت نہیں کرتے۔ مدد چونکہ میں خاکی ہوں اور پانی میں نہیں آسکتا۔ یا تو رسول یا کوئی نشان، پیغامبر یا کوئی ایسی علامت مقرر کر دیجئے کہ میری آواز آپ کو پہنچ جائے۔ یا کسی سے بلانے کا کام لیجئے اور میرا بیگ۔

کہ[1] بدست آرند یک رشتہ دراز
کہ ایک لمبا ڈورا حاصل کرلیں
تا ز جذبِ رشتہ گردد کشفِ راز
تاکہ ڈورے کے کھینچنے سے راز کھلجائے

یکسرے بر پائے ایں بندہ دوتو
ایک سرا اِس خمیدہ بندہ کے پاؤں پر
بستہ باید، دیگرش بر پائے تو
بندھا ہوا ہونا چاہیئے (اور) اُسکا دوسرا سرا تیرے پاؤں پر

تا بہم آئیم زیں فن ما دو تن
تاکہ اِس ترکیب سے ہم دونوں جمع ہوجائیں
اندر آمیزیم چوں جاں با بدن
مل جل جائیں، جس طرح جان بدن سے

ہست تن چوں ریسماں بر پائے جاں
جسم، جان کے پاؤں پر ڈورے کی طرح ہے
می کشاند بر زمینش ز آسماں
اُس کو آسمان سے زمین پر کھینچ لاتا ہے

چغزِ جاں در آبِ خوابِ بیہشی
جان کا مینڈک بے ہوشی کی نیند کے پانی میں
رستہ از موشِ تن آید در خوشی
جسم کے چوہے سے چھوٹ کر خوشی میں ہے

موشِ[2] تن زاں ریسماں بازش کشد
جسم کا چوہا اُس ڈورے کے ذریعہ اُسکو پھر کھینچ لیتا ہے
چند تلخی زیں کشش جاں می چشد
اِس کھچاؤ سے جان بہت سی کڑواہٹیں محسوس کرتی ہے

گر نبودے جذبِ موشِ گندہ مغز
اگر گندہ دماغ چوہے کی کشش نہ ہوتی
عیشہا کردے درونِ آب چغز
تو مینڈک، پانی میں مزے اُڑاتا

باقیش چوں روز برخیزی ز خواب
اُسکا باقی، جس روز تو نیند سے بیدار ہوگا
بشنوی از نور بخشِ آفتاب
تو سورج کو نور عطا کرنیوالے سے سُن لے گا

یک سرِ رشتہ گرہ بر پائے من
ڈورے کے سرے کی ایک گرہ میرے پاؤں پر
زاں سرِ دیگر تو بر پا عقد زن
دوسرے سرے کی گرہ تو (اپنے) پاؤں پر لگالے

تا توانم من دریں خشکی کشید
تاکہ میں اِس خشکی میں کھینچ سکوں
مر ترا[3] اِنک شد سرِ رشتہ پدید
تجھے اب ڈورے کا سرا ظاہر ہوگیا

تلخ آمد بر دلِ چغز ایں حدیث
یہ بات مینڈک کے دل کو کڑوی لگی
کہ مرا در عقد آرد ایں خبیث
کہ یہ خبیث مجھے گرہ میں پھانستا ہے

ہر کراہت در دلِ مردِ بہی
بہتر انسان کے دل میں جو کراہت
چوں در آید ز افتے نبود تہی
آتی ہے، وہ مصیبت سے خالی نہیں ہوتی

وصفِ حق داں آں فراست را نہ وہم
اُس فراست کو اللہ تعالےٰ کی صفت سمجھ نہ کہ وہم
نورِ دل از لوحِ کل کردست فہم
دل کے نور نے، لوحِ محفوظ سے سمجھا ہے

---

[1] کہ بدست آرند۔ چوہے اور مینڈک میں یہ طے ہوگیا کہ ایک بڑا ڈورا ہو جسکا ایک سرا چوہے کے پاؤں میں اور ایک سرا مینڈک کے پاؤں میں بندھا ہوا ہو۔ تاہم جب ضرورت ہو تو دونوں میں سے ہر ایک اُس ڈورے کو کھینچ لیا کرے دوسرے کو معلوم ہوجائے گا کہ وہ بُلا رہا ہے۔ ہست۔ مولانا فرماتے ہیں کہ جسم کا تعلق روح کے پاؤں کا ڈورا ہے جو اُس روح کو آسمان سے کھینچ لاتا ہے۔ چغز۔ روح کا مینڈک نیند کی حالت میں جسم کے چوہے سے رہائی پاکر خوشی محسوس کرتا ہے۔

[2] موش۔ جسم کا چوہا پھر اُسکو کھینچ لاتا ہے۔ گر نبودے۔ اگر جسم کا چوہا روح کے مینڈک سے وابستہ نہ ہوتا تو روح کا مینڈک پانی میں عیش کرتا۔ باقیش۔ جسم اور روح کا یہ تو دنیاوی زندگی میں حال ہے، قیامت میں پھر جب روح جسم سے وابستہ ہوگی تو اُسکے احوال اللہ تعالےٰ سے سُن لینا۔ یک سرِ رشتہ۔ یہ چوہے کا مقولہ ہے۔ تا توانم۔ چوہے نے کہا جب تیرے پاؤں میں ڈورا بندھا ہوا ہوگا میں تجھے خشکی میں کھینچ کر لاسکونگا۔

[3] اِنک۔ خدا ب معاملہ حل ہوگیا۔ تلخ۔ مینڈک کو یہ بات ناگوار گذری کہ یہ چوہا مجھے پھانسنا چاہتا ہے۔ ہر کراہت۔ روشن ضمیر انسان کو جو بات ناگوار ہوتی ہے وہ یقیناً اُسکی مصیبت کا پیش خیمہ ہوتی ہے۔ وصفِ حق۔ مومن میں کی یہ فراست اللہ کی صفت ہے جو مومن کے دل کے نور نے اللہ تعالےٰ کے علم سے حاصل کی ہے۔ لوحِ کل۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا علم، لوحِ محفوظ۔

اِمتناعِ[1] پیل از سیراں بہ بیت
بیت (اللہ) کی طرف جانے سے ہاتھی کا رُکنا

باجدِ آں پیلبان و بانگِ ہیت
فیلبان کی کوشش اور ما جاملی آواز سے

جانبِ کعبہ نرفتے پائے پیل
ہاتھی کا پاؤں کعبہ کی جانب نہ چلتا تھا

باہمہ لت نے کثیر و نے قلیل
باوجود پوری لاتیں مارنے کے زیادہ اور نہ تھوڑا

گفتیی خود خشک شد پاہای او
تو کہتا، خود اُس کے پاؤں سوکھ گئے ہیں

یا بمُرد آں جانِ ہول افزائے او
یا اُس کی خوفناک جان مُردہ ہوگئی ہے

چونکہ کردندے سرش سوئے یمن
جب اُس کا سر یمن کی جانب کرتے

پیلِ نر دو اسپہ[2] گشتے گام زن
نر ہاتھی دوڑکر قدم اٹھانے لگتا

حسِ پیل از زخمِ غیب آگاہ بود
ہاتھی کی حس غیب کی ہیبت سے واقف تھی

چوں بود حسِ ولی با وَرُود
جیسی کہ واردات والے ولی کی حس ہوتی ہے

نے کہ یعقوبِ نبی گفت آں کماں
کیا یہ نہیں ہوا کہ یعقوبؑ نبیؑ نے جو وقت

کہ از و جستند یوسفؑ را اکہاں
اُن سے یوسفؑ کو بڑوں نے مانگا؟

نے کہ یعقوبِ نبی آں پاک خو
کیا یہ نہیں ہوا کہ یعقوب نبی پاک خصلت نے

بہرِ یوسفؑ باہمہ اخوانِ او
یوسفؑ کے لئے اُن کے سب بھائیوں سے

از پدر چوں خواستند آں داوراں
جب اُن بھائیوں نے باپ سے مانگا

تا برندش سوئے صحرا یک زماں
تاکہ تھوڑی دیر کیلئے جنگل کیجانب لے جائیں

جملہ گفتندش میندیش از ضرر
سب نے اُن سے کہا کہ آپ نقصان کا خیال نہ کریں

یک دو روزش مہلتے دہ اے پدر
اے ابا! ایک دو روز اُن کو موقع دیدیجئے

تو[3] چرا مارا نہ پنداری امین
آپ ہمیں محافظ کیوں نہیں سمجھتے؟

یوسفؑ خود نسپری با حافظین
اپنے یوسفؑ کو محافظوں کے سپرد نہیں کرتے

تا بہم در مرجہا بازی کنیم
تاکہ ہم مل کر سبزہ زاروں میں کھیلیں

ما دریں دعوت امین و محسنیم
ہم اس درخواست میں امین اور نکوکار ہیں

گفت ایں دانم کہ نقلش از برم
انھوں نے فرمایا کہ یہ میں جانتا ہوں کہ اُنکو میرے پاس سے لیجانا

می فروزد در دلم رنج و سقم
میرے دل میں رنج اور بیماری کو مشتعل کریگا

ایں دلم ہرگز نمی گوید دروغ
میرا یہ دل کبھی جھوٹ نہیں بولتا ہے

کہ ز نورِ عرش دارد دل فروغ
کیونکہ عرش کے نور سے دل روشنی رکھتا ہے

---

[1] امتناع۔ یہ بات کہ آنے والی مصیبت کو مومن کا دل تاڑ لیتا ہے، اللہ تعالےٰ بسا اوقات یہ بات جانور کے دل میں بھی پیدا فرما دیتا ہے جانبِ کعبہ۔ ابرھہ جب اپنا ہاتھی لیکر خانہ کعبہ کو ڈھانے کیلئے چلا تو وہ ہاتھی آنے والی مصیبت کو تاڑ گیا تھا اور اُس کا قدم خانہ کعبہ کی طرف نہ اٹھتا تھا۔ چونکہ۔ جب اُس ہاتھی کا رُخ یمن کی طرف موڑتے تھے تو دوڑنے لگتا تھا۔

[2] دو اسپہ۔ تیز رفتار چوں بود۔ جب ہاتھی کا یہ حال تھا تو سمجھ لو کہ جس ولی پر قلبی واردات ہوں اُس کا کیا حال ہوگا نے کہ۔ حضرت یعقوبؑ حضرت یوسفؑ کی خفیہ بات کو تاڑ گئے تھے۔ کہاں۔ یعنی بڑے بھائی۔ داوراں۔ برادراں۔ جملہ گفتند۔ سب بھائیوں نے کہا کہ نہ ڈریئے اور یوسفؑ کو اجازت دے دیجئے۔

[3] تو چرا۔ انھوں نے یہ بھی کہا کہ آپ ہمیں امین کیوں نہیں سمجھتے ہیں ہم تو اُس کی حفاظت کریں گے۔ مرجہا۔ چراگاہیں۔ گفت۔ حضرت یعقوبؑ نے فرمایا یوسفؑ کو جدا کرنے سے مجھے تکلیف محسوس ہوتی ہے۔ ایں دلم۔ یہ میرا دل کبھی صحیح بات سے تکلیف محسوس نہیں کرتا اس کو اللہ تعالےٰ کے نور سے روشنی حاصل ہے۔

آں ^ل^ دلیلِ قاطعی بُد بر فساد — وز قضا آں را نکرد اُو اعتداد

وہ فساد پر پکّی دلیل تھی — قضاء (خداوندی) سے وہ اُسکو گنتی میں نہ لائے

درگذشت از وے نشانے آنچناں — کہ قضا در فلسفہ بُود آں زماں

ایسی علامت اُن سے چھوٹ گئی — کیونکہ قضاء (خداوندی) اُسوقت حکمت میں تھی

ایں عجب نبُود کہ کور اُفتد بچاہ — بوالعجب اُفتادنِ بینائے راہ

یہ تعجب کی بات نہیں ہے کہ اندھا کنویں میں گر جائے — بڑا تعجب، راستہ دیکھنے والے کا گرنا ہے

ایں قضا را گونہ گوں تصریفہاست — چشم بندش یَفعَلُ اللہُ مَا یَشَاست

اِس قضاء (خداوندی) کے طرح طرح تصرّف ہیں — "اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے" اُسکی چشم بندی ہے

ہم ^ع^ بداند ہم نداند دل فنش — موم گردد بہرِ آں مُہر آہنش

دل اُس کے ہنر کو جانتا بھی ہے اور نہیں بھی جانتا ہے — اُسکا لوہا اُس کی مہر کے لئے موم بن جاتا ہے

گوئیا دل گویدا کہ میلِ اُو — چوں دریں شد ہرچہ اُفتد باش گو

گویا دل کہدیتا ہے کہ اے شخص اُس (قضا) کا جھکاؤ — جب اُس میں ہے جو بھی ہو، ہونے دے

خویش را ہم زیں مُغفّل می کُند — در عِقالش جاں مُعقّل می کُند

وہ اپنے آپ کو اِس غفلت میں کر دیتا ہے — اُس کی رسّی میں جاں کو باندھ دیتا ہے

گر شود مات اندریں آں بُوالعلا — آں نباشد مات، باشد ابتلا

اگر وہ بلند مرتبہ اِس معاملہ میں مات کھا جاتا ہے — وہ مات نہیں ہوتی، آزمائش ہوتی ہے

یک ^س^ بلا از صد بلا اَش وا خرد — یک ہبوطش بر معارجہا برد

اُسکو ایک مصیبت سَو مصیبتوں سے نجات دیدیتی ہے — ایک بار نیچے اترنا اُسکو بہت سی بلندیوں پر لے جاتا ہے

خام شوخے کہ رہانیدش مُدام — از خمارِ صد ہزاراں زشتِ خام

وہ ناقص شوخ کہ اُسکو شراب نے رہائی دیدی — لاکھوں بھدّے خاموں کے خمار سے

عاقبت اُو پختہ و اُستاد شُد — جَست از رِقِّ جہاں آزاد شُد

انجام کار وہ پختہ اور اُستاد ہوگیا — اُسنے دنیا کی غلامی سے چھلانگ لگائی، آزاد ہوگیا

از شرابِ لایزالی گشت مست — شُد مُمیّز از خلائق باز رست

وہ نہ مٹنے والی شراب سے مست ہوگیا — وہ لوگوں سے ممتاز ہوگیا، چھوٹ گیا

ل آں دلیل۔ حضرت یعقوبؑ کو قلبی احساس سے پورا یقین ہوگیا تھا کہ بھائیوں کی بات میں فساد مخفی ہے لیکن اِسکے باوجود قضاء خداوندی میں چونکہ ایسا ہونا تھا لہٰذا وہ پھر بھی راضی ہوگئے۔ درگذشت اُنھوں نے دل کی بات سے درگذر کی چونکہ اِس معاملہ میں اللہ کی جانب سے ایک حکمت پوشیدہ تھی۔ ایں عجب حضرت یعقوبؑ کو نورِ دل حاصل تھا پھر بھی وہ فریب میں آگئے یہ بڑی عجیب بات ہے اگر کوئی دل کا اندھا فریب کھا جاتا تو تعجب نہ ہوتا۔ ایں قضا۔ قضاء خداوندی کے بھی عجیب تصرفات ہیں وہ بینا کو بھی نابینا بنادیتی ہے اور خدا کی مشیت اُس کی آنکھ کا پردہ بنجاتی ہے۔

ع ہم بداند جب تقدیر خداوندی کسی معاملہ میں آجاتی ہے تو انسان یقینی بات میں بھی تذبذب میں مبتلا ہوجاتا ہے۔ موم۔ یعنی دل کا پختہ ارادہ نرم پڑجاتا ہے۔ گوئیا۔ گویا دل اپنے ارادہ کے خلاف اِس قضاء کے فیصلہ پر راضی ہوجاتا ہے۔ خویش۔ وہ دل اپنے ارادہ سے اپنے آپ کو غافل بنالیتا اور باگ قضاء کے ہاتھ میں دے دیتا ہے۔ گر شود۔ اگر کوئی باطنی نور والا اپنے احساس کیخلاف سے مغلوب ہوجاتا ہے تو وہ دراصل مغلوبیت نہیں ہے بلکہ قدرت کیجانب سے آزمائش ہے کہ اپنے ارادہ کے خلاف پر قضا سے وہ راضی ہے یا نہیں؟

س یک بلا۔ قضاء کیوجہ سے جب وہ بلا میں پھنستا ہے اور اِس پر رضا کا اظہار کرتا ہے تو سیکڑوں مصیبتوں سے نجات پا جاتا ہے اور اُسکا یہ گرنا اُسکو بلندیوں پر لیجاتا ہے۔ خام شوخے۔ یہ دلیری میں ناقص تھا اب جبکہ اِس آزمائش میں کامیاب ہوگیا تو سیکڑوں فاسد خیالات سے نجات پا جاتا ہے۔ عاقبت۔ اُس کامیابی کے نتیجہ میں وہ پختہ اور اُستاد بنجاتا ہے اور دنیا کے وسوسوں سے آزاد ہوجاتا ہے اب غیر اللہ سے نجات پاکر وہ توحید کے مقام پر پہنچ جاتا ہے۔ شُد ممیّز۔ اب اُسکو ایک خاص امتیاز حاصل ہوجاتا ہے۔

زاعتقادِ سُست پُر تقلیدِ شاں[1]
ان کے تقلید سے پُر کمزور اعتقاد سے
وز خیالِ دیدۂ بے دیدِ شاں
اُن کی بے بصر کے آنکھ کے خیال سے

اے عجب چہ فن زند ادراکِ شاں
تعجب ہے، اُن کا علم کیا تدبیر کرے گا؟
پیشِ جزر و مدِّ بحرِ بے نشاں
بے نشان دریا کے اُتار اور چڑھاؤ کے سامنے

زاں بیاباں ایں عمارتہا رسید
اُس بیابان سے یہ عمارتیں آئی ہیں
مُلک و شاہی و وزارتہا رسید
مُلک اور بادشاہی اور وزارتیں آئی ہیں

زاں بیابانِ عدم مشتانِ شوق
اُس بیابانِ عدم سے، شوق کے مست
می رسند اندر شہادت جوق جوق
جماعت در جماعت (عالمِ) شہادت میں آرہے ہیں

کارواں بر کارواں زیں بادیہ
اُس صحراء سے قافلہ در قافلہ
می رسد در ہر مسا و غادیہ
ہر شام و صبح کو پہنچ رہے ہیں

آید و گیرد[2] وثاقِ ما گرو
آتا ہے اور ہمارا گھر گروی کرلیتا ہے
کہ رسیدم نوبتِ ما شُد تو رَو
کہ میں آگیا، ہماری باری آگئی، تو چلا جا

چوں پسر چشمِ خرد را وا گشاد
جب بیٹے نے عقل کی آنکھ کھولی
زود بابا رخت بر گردوں نہاد
باوانے سامان جلدی سے آسمان پر جارکھا

جادۂ شاہ ست آں زیں سو رواں
وہ شاہراہ ہے، اِس جانب سے رواں ہے
واں ازاں سو صادران و واردان
وہ اُس جانب سے صادر اور وارد ہیں

نیک بنگر ما نشستہ میرویم
خوب غور کرے کہ ہم بیٹھے بیٹھے چل رہے ہیں
می نہ بینی قاصدِ جائے نُویم
تو نہیں دیکھتا کہ ہم نئی جگہ کا ارادہ کرنیوالے ہیں

بہر[3] حالے می نگیری راس مال
تو موجودہ وقت کے لئے اصل دولت نہیں لیتا ہے
بلکہ از بہرِ غرضہا در مآل
بلکہ مستقبل کی غرضوں کے لئے

پس مسافر آں بُود اے رہ پرست
پس اے چلنے والے! مسافر وہ ہے
کہ مسیر و روش در مستقبل ست
کہ اُس کا چلنا اور رُخ مستقبل کی طرف ہے

ہمچناں کز پردۂ دل بے کلال
جس طرح، بغیر تھکن کے دل کے پردے سے
دمبدم در میرسد خیلِ خیال
خیال کا لشکر پے در پے پہنچتا ہے

[1] زاعتقاد۔ عام لوگ غیر حق کے وجود کو معتد بہ سمجھتے ہیں یا اُس سے نجات پاجاتا ہے۔ اے عجب۔ قضا و قدر کے لامحدود سمندر کے مقابلہ میں انسان کا علم و احساس کیا مُنہ رکھا سکتا ہے۔ زاں۔ عالمِ شہود میں جو کچھ ہے وہ اِسی عالمِ غیب سے آیا ہے۔ بیابانِ عدم۔ یعنی عالمِ غیب۔ مشتانِ شوق۔ یعنی کائنات جو خدائی حکم بجالانے کی مشتاق ہے۔ شہادت عالمِ شہادت بادیہ۔ یعنی بیابانِ عدم غادیہ صبح کا وقت۔

[2] آید و گیرد۔ عالمِ شہادت میں ایک نئی چیز آکر پرانی چیز کی جگہ لے لیتی ہے۔ چوں پسر بیٹا، باپ کی جگہ سنبھال لیتا ہے باوا عالمِ آخرت کو سدھار جاتا ہے۔ جادۂ شاہ۔ یہ سمجھ کہ عالمِ شہادت اور عالمِ غیب کے درمیان ایک بڑی کھلی سڑک ہے جس پر ہر وقت آمد و رفت ہے لیکن ہمیں محسوس نہیں ہوتا ورنہ عمر کا جو دن گذر رہا ہے، ہم اُسمیں عالمِ آخرت کی طرف چل رہے ہیں۔

[3] بہر حال۔ انسان جو کاروبار کرتا ہے اور نفع کمانے کی کوشش کرتا ہے وہ کسی وقتی ضرورت کے پیشِ نظر نہیں کرتا ہے بلکہ آئندہ کی بناء پر کاروبار کرتا ہے تو بھی اپنی عمر کے مال کی تجارت آخرت کے پیشِ نظر صرف کر موجودہ زندگی میں عمر صرف نہ کر۔ پس مسافر صحیح

مسافر وہی ہے جس کی نظر منزل پر ہو۔ ہمچناں جس طرح خارجی موجودات کا سلسلہ ہے یہی صورت ذہنی موجودات کی ہے، مضامین اور خیالات عالمِ غیب سے دل میں آتے ہیں۔

گر[1] نہ تصویرات از یک مغرسند — در پے ہم سوئے دل چوں میرسند

اگر یہ تصورات ایک کھیت کے نہیں ہیں — تو آگے پیچھے دل کی جانب کیوں آ رہے ہیں؟

جوق جوق اسپاہِ تصویراتِ ما — سوئے چشمہ دل شتاباں از ظما

ہمارے تصورات لشکر در لشکر — پیاس سے دل کے چشمہ کی طرف دوڑتے ہیں

جرّہا پُر می کنند و میروند — دائما پیدا و پنہاں می شوند

وہ گھڑے بھرتے ہیں اور چلے جاتے ہیں — ہمیشہ ظاہر اور غائب ہوتے رہتے ہیں

فکرہا را اختران چرخ دان — دائر اندر چرخِ دیگر آسماں

افکار کو آسمان کے ستارے سمجھ — دوسرے آسمان کے دائرہ میں گھوم رہے ہیں

سعد[2] دیدی شکر کن ایثار کن — نحس دیدی صدقہ و استغفار کن

تونے سعد دیکھا، شکر ادا کر اور ایثار کر — تونے نحس دیکھا خیرات اور توبہ کر

ما کئیم ایں را بیا اے شاہِ من — طالعم مقبل کن و چرخے بزن

ہم اسکے لئے کیا ہیں؟ اے میرے شاہ! آجائیے — میرے طالع کو با اقبال کر دیجئے اور گھما دیجئے

روح را تاباں کن از انوارِ ماہ — زاں کہ از آسیبِ ذنب شد جاں سیاہ

چاند کے انوار سے روح کو روشن کر دیجئے — کیونکہ روح ذنب کے اثر سے کالی ہو گئی ہے

روح را زاں نورِ مہ کن ملتہب — کہ سیہ شد جانِ من ز آسیب تب

روح کو اس چاند کے نور سے روشن کر دیجئے — کیونکہ بخار کے اثر سے میری جان کالی ہو گئی ہے

از[3] خیال و وہم و ظن بازش رہاں — از چہ و جورِ رسن بازش رہاں

اسکو خیال اور وہم اور گمان سے چھڑا دیجئے — کنویں اور رسی کے ظلم سے اسکو چھڑا دیجئے

تا ز دلداریِ خوبِ تو دلے — پر بر آرد بر پرد ز آب و گلے

تاکہ ایک دل تیری اچھی دلداری سے — پر نکال لے اور پانی اور مٹی سے اڑ جائے

اے عزیزِ مصر جانم دستگیر — عذر ایں زندانیِ خود در پذیر

اے میری جان کے مصر کے شاہ! دستگیری کیجئے — اپنے اس قیدی کا عذر قبول کر لیجئے

اے عزیزِ مصر در پیماں درست — یوسفِ مظلوم در زندانِ تست

اے مصر کے شاہ! عہد و پیمان میں درست — مظلوم یوسفؑ تیرے قید خانہ میں ہے

اعمال۔ تا ز دلداری۔ آپ کی عنایت اور مہربانی سے میرے دل میں پر پرواز پیدا ہو جائے اور وہ دنیا وی دھندوں سے نجات پا جائے۔ عزیز۔ مصر کے بادشاہ اور وزیر کو کہا جاتا تھا یہاں حضرت حق تعالیٰ مراد ہے اور رُوح کو حضرت یوسفؑ سے تشبیہ دی ہے۔ اے عزیز۔ قرآن پاک میں ہے۔ وَمَنْ اَوْفٰی بِعَہْدِہٖ مِنَ اللّٰہِ م "اور خدا سے زیادہ اپنے عہد کو کون پورا کرنے والا ہے"

[1] گر نہ۔ پے در پے آنا یہ بتاتا ہے کہ وہ سب ایک جگہ سے آتے ہیں اور اُن کا مخزن ایک ہے۔ جوق در جوق۔ جس طرح پیاسے پانی کیطرف دوڑ کر آتے ہیں اسی طرح خیالات دل میں آتے ہیں اور اپنی پیاس بجھا کر واپس ہوتے ہیں کچھ نظر میں رہتے ہیں کچھ بالکل پوشیدہ ہو جاتے ہیں۔ فکرہا۔ اختراں جسطرح ستارے آسمان میں گردش کرتے ہیں خیالات دل کے آسمان میں گردش کرتے ہیں۔

[2] سعد جسطرح نجومی ستاروں کو سعد اور نحس سمجھتے ہیں تو بھی ان خیالات کو ایسا ہی کچھ اچھا خیال ہو تو اس سے دوسرے کو بھی نفع پہنچا برا خیال آئے تو صدقہ کر اور توبہ کر۔ ما کئیم۔ فاسد خیالات کی نحوست سے بچنے کا علاج ہم نے صدقہ و استغفار بتایا لیکن دراصل اُن سے محفوظ رکھنا فضلِ خداوندی کا کام ہے طالعم۔ یعنی میرے منحوس حالات کو تبدیل کر دیجئے اور اس نحس کو گھما دیجئے تاکہ سعد طلوع کر آئے۔ ماہ یعنی نیکیوں کے نور سے روح کو روشن کر دیجئے وہ گناہوں کے اثرات سے کالی پڑ گئی ہے۔ ذنب۔ وہ نقطہ جس پر آ کر سورج کو گرہن لگ جاتا ہے۔ تب۔ یعنی گناہ کی تپش۔

[3] از خیال۔ یعنی روح کو معاصی کے خیالات سے نجات دیدیجئے۔ از چہ یعنی مظ

در خلاصِ[1] اُو یکے خوابے بہبیں
اس کی نجات کے لئے ایک خواب دیکھ لیجئے
زود، کاللہ یُحِبُّ المُحسِنِین
جلدی سے، کیونکہ اللہ احسان کرنیوالوں کو دوست رکھتا ہے

ہفت گاوِ لاغرے و پُر گزند
نقصان رسیدہ اور سات کمزور بیل
ہفت گاوِ فربہش را میخورند
اُس کے سات موٹے بیلوں کو کھا رہے ہیں

ہفت خوشہ خُشک و زشت و ناپسند
سات خُشک اور بُرے اور ناپسند خوشے
سُنبلاتِ تازہ اَش رامی چرند
اُس کی تازہ بالوں کو چر رہے ہیں

قحط از مصرش برآمد اے عزیز
اے شاہ! اُس کے مصر سے قحط برآمد ہوگیا ہے
ہیں مباش اے شاہ ایں اَمُستجیز
اے شاہ! ہاں اُس کو روا نہ رکھیے

یوسفم در حبسِ تو اے شہ نشاں
اے شاہ! میں تیری قید میں یوسف ہوں، نشانی (عطا کر)
ہیں ز دستانِ زنانم وا رہاں
ہاں! مجھے عورتوں کے مکر سے نجات دیدے

از سُوئے عرشے کہ بُودم مربط اُو
اُس عرش کی جانب سے جو میرا مسکن تھا
شہوتِ مادر فگندم کاہبطوا
ماں کی شہوت نے مجھے گرا یا کہ اُترو

پس فتادم زاں کمالِ[2] مُستتم
تو میں اُس مکمل کمال سے گرا
از فنِ زالے بزندانِ رَحم
ایک بوڑھی کے مکر سے رحم کے زنداں میں

رُوح را از عرش آرد در حطیم
رُوح کو عرش سے ٹوٹے ہوئے گھر میں لے آتا ہے
لاجرم کیدِ زناں باشد عظیم
بے شک عورتوں کا مکر عظیم ہوتا ہے

اوّل و آخر ہبوطِ من ز زن
میرا پہلا اور آخری نزول عورت سے ہوا
چونکہ بُودم رُوح و چوں ہستم بدن
جبکہ میں رُوح تھا اور جبکہ میں جسم ہوں

بشنو[3] ایں زاریِ یوسف در عثار
لغزش کے بارے میں یوسفؑ کی یہ زاری سن لیجئے
یا براں یعقوبؑ بیدل رحم آر
یا اُس بیدل یعقوبؑ کے اوپر رحم کیجئے

نالہ از اِخواں کُنم یا از زناں
شکوہ بھائیوں کا کروں، یا عورتوں کا
کہ فگندندم چو آدمؑ از جناں
کہ جنھوں نے مجھے آدمؑ کیطرح جنتوں سے گرا دیا

زاں مثالِ برگِ دے پژمُردہ اَم
میں اِسی وجہ سے خزاں کے پتے کیطرح مرجھایا ہوا ہوں
کہ زبہشتِ وصل گندم خوردہ اَم
کہ میں نے وصل کی بہشت سے گیہوں کھایا

انسان کی قوتِ غضبیہ اور قوتِ شہوانی ہے جو گناہوں کا سبب ہیں۔ زاں۔ میرے معاصی مجھے قرب سے دور کئے ہوئے ہیں اس لئے میں خزاں کے پتے کی طرح مُرجھایا ہوا ہوں۔

ف۱ درخلاص۔ عزیزِ مصر کے خواب میں یوسفؑ کی رہائی کی بشارت تھی۔ زود۔ اللہ جبکہ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے تو خود کیوں احسان نہ کریگا۔ ہفت گاو۔ میرے گناہ میری بھلائیوں کو نگل رہے ہیں۔ قحط۔ مجھ میں نیکیوں کا قحط ہے اس کو جائز نہ رکھ۔ یوسفؑ۔ حضرت یوسفؑ زنانِ مصری کی سازش سے جیل خانہ میں گئے تھے۔ نشاں۔ یعنی رہائی کا حکم۔ از سوی۔ انسان کی شہوتِ نفس اُسکے عالَمِ بالا سے گرنے کا سبب بنی۔

ف۲ کمالِ مستتم۔ یعنی عالَمِ عُلوی کی سکونت۔ از فنِ زالے۔ ماں کی شہوت اِس کا سبب بنی کہ میں رحمِ مادر میں قیدی بنا۔ در حطیم۔ یعنی دنیا۔ اوّل و آخر۔ پہلی بار نیچے اترنا روح کا تھا جو حضرت آدمؑ کے ضمن میں ہوا وہ حضرت حوّا کی شہوتِ بطن کی وجہ سے وقوع میں آیا دوسرا نیچے اترنا جسم کا تھا جو ماں کی شہوت کی وجہ سے ہوا اور جسم کی پیدائش ہوئی۔

ف۳ بشنو۔ یا تو میری زاری سُنکر مجھ پر رحم کر دیجئے۔ یا براں یعقوبؑ۔ یا میرا شیخ جو میرے لئے دعا کرتا ہے اُس کی دعاؤں کی وجہ سے مجھ پر رحم کر دیجئے۔ نالہ از اِخواں۔ یوسف علیہ السلام کے بھائی اُن کے مصر پہنچنے کا سبب بنے جہاں وہ قید ہوئے اور عورتوں کی سازش نے انکو قید میں پھنسایا مراد اس سے

چوں[۱] بدیدم لطف و اکرامِ تُرا — واں سلامِ سِلم و پیغامِ تُرا

جب میں نے تیرا لطف اور اکرام دیکھا — اور تیرے صلح کے سلام اور پیغام کو

من سپند از چشمِ بد کردم پدید — در سپندم نیز چشمِ بد رسید

میں نے نظرِ بد کی وجہ سے کالا دانہ نکالا — میرے کالے دانہ کو بھی نظرِ بد لگ گئی

دافعِ ہر چشمِ بد از پیش و پس — چشمہائے پُر خمارِ تست و بس

آگے اور پیچھے سے ہر نظرِ بد کے دفعیہ کے لئے — صرف تیری نشیلی آنکھیں ہیں

چشمِ بد را چشمِ نیکویت شہا — مات و مُستاصل کُند نِعمَ الدَّوا

اے شاہ! تیری حسین آنکھ نظرِ بد کو — مغلوب اور ملیامیٹ کردیتی ہے، وہ بہترین دوا ہے

بل ز چشمت کیمیا ہا می رسد — چشمِ بد را چشمِ نیکو می کند

بلکہ تیری آنکھ سے کیمیا پہنچتی ہے — نظرِ بد کو، نیک نظر بنا دیتی ہے

چشمِ[۲] شہ بر چشمِ بازِ دل زدست — چشمِ بازش سخت با ہمت شدست

شاہ کی آنکھ نے دل کے باز کی آنکھ پر اثر کیا ہے — اُس کے باز کی آنکھ بہت باہمت ہوگئی ہے

تا ز بس ہمت کہ یابید از نظر — می نگیرد بازِ شہ جز شیرِ نر

یہاں تک کہ پوری ہمت کیوجہ سے جو اُس نے آنکھ سے حاصل — شاہ کا باز نر شیر کے علاوہ نہیں پکڑتا ہے

شیر چہ، کاں شاہبازِ معنوی — ہم شکارِ تست و ہم صیدِ خوش توئی

شیر کیا ہوتا ہے؟ بلکہ وہ معنوی شاہ باز — تیرا شکار بھی ہے اور تو اُسکا شکار بھی ہے

شد صفیرِ بازِ جاں در مرجِ دیں — نعرہائے لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْن

دین کی چراگاہ میں جان کے باز کی آواز — میں غروب کرجانیوالوں کو پسند نہیں کرتا ہوں کے نعرے میں

بازِ[۳] دل را کز پئے تو می پرید — از عطائے بیحدت چشمے رسید

دل کا باز، جو تیرے لئے اڑ رہا تھا — تیری بیحد عطا سے اُسکو آنکھ حاصل ہوگئی

یافت بینی بُوی و گوش از تو سماع — ہر حِسے را قسمتے آمد مُشاع

ناک نے بُو اور کان نے سننا تجھ سے حاصل کیا — ہر حس کا حصہ مشترک ہے

ہر حِسے را چوں دہی رہ سوئے غیب — نبُود آں حس را فتورِ مرگ و شیب

جس حس کو تو غیب کی جانب راستہ عطا کردے — اُس حس میں موت اور بڑھاپے کی کمزوری نہیں ہوتی

مالکُ الملکی بحس چیزے دہی — تا کہ بر حِسہا کُند آں حس شہی

تو مالکُ الملک ہے تو حس کو کوئی چیز دیدیتا ہے — تاکہ وہ حس حواس پر بادشاہی کرے

---

[۱] چوں بدیدم۔ جب میں نے تیرے لطف اور کرم پر نظر کی اور یہ پیغام سُنا کہ تو توبہ کو قبول کرتا ہے تو شیطان کی نظرِ بد کو دفع کرنے کیلئے ہرمل نکالا کہ اُسکی دھونی دوں یعنی توبہ کی تو اُس توبہ کو نظرِ بد لگ گئی۔ دافع۔ معلوم ہوا کہ توبہ کرنا کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتا بلکہ اصل اُس کی قبولیت ہے جو تیری پُر لطف نظرِ کرم ہے۔ چشمِ بد۔ شیطان سے بچاؤ کا مضبوط ذریعہ تیری نظرِ کرم ہے۔ بل ز چشمت۔ تیری نظرِ کرم کی تاثیر تو یہ ہے کہ وہ نظرِ بد کو نیک نظر بنا دیتی ہے۔

[۲] چشمِ شہ۔ اللہ تعالٰی کی نظرِ کرم جن پر ہوجاتی ہے اُنکے باز یعنی دل کی ہمت بلند ہوجاتی ہے۔ می نگیرد۔ اب وہ دل صرف شیرِ نر یعنی امورِ آخرت کا شکار کھیلتا ہے۔ شیر چہ۔ ان اولیاء کا مقصد امورِ آخرت کیا معنی، معرفتِ ذاتِ خداوندی ہوتی ہے جس کے وہ طالب بنجاتے ہیں۔ شد صفیر۔ اور ان اولیاء کا نعرہ یہ ہوتا ہے کہ ہم دنیا کی فانی چیزوں پر کوئی محبت نہیں رکھتے ہیں۔

[۳] بازِ دل۔ اولیاء اللہ کا دل جو تیری طلب میں پرواز کرتا ہے اُنکو تیری عطا سے خاص حواس حاصل ہوجاتے ہیں۔ یافت۔ اُنکے حواس خدائی صفات سے متصف ہوجاتے ہیں، جیسا کہ احادیث میں مذکور ہے۔ ہر حِسے۔ اب اُنکے حواس کا تعلق عالمِ حقائق سے ہوجاتا ہے اور اُن حواس میں موت یا بڑھاپے سے کوئی کمزوری نہیں آتی۔ مالک الملک۔ جب انہیں خدائی صفات پیدا ہوجاتی ہیں تو جسطرح خدا مالک الملک ہے اُنکے حواس کو بھی عوام کے حواس پر شاہی حاصل ہوجاتی ہے۔

جہد[۱] کن تا حس تو بالا رود — تا کہ کارے حس ازاں بالا شود

تو کوشش کر تاکہ تیرا حس اوپر جائے — تاکہ حس کا کام اس سے بلند ہو جائے

حکایتِ شب و دزداں کہ شاہ محمود میانِ ایشاں افتاد

رات اور چوروں کا قصہ کہ سلطان محمود ان میں پہنچ گیا

کہ من نیز یکے از شما ام و بر حالِ ایشاں مطلع شد الخ

کہ میں بھی تم میں کا ایک ہوں اور ان کی حالت سے باخبر ہو گیا

شب چو شہ محمود برمی گشت فرد — با گروہِ قومِ دزداں باز خورد

رات کو جب سلطان محمود اکیلا گشت کر رہا تھا — چوروں کی قوم کے گروہ سے جا بھڑا

پس بگفتندش کہ اے بو الوفا — گفت شہ من ہم یکے ام از شما

انھوں نے اس سے کہا اے وفادار! تو کون ہے؟ — سلطان نے کہا میں بھی تم میں سے ایک ہوں

آں یکے گفت اے گروہِ مکر کیش — تا بگوید ہر یکے فرہنگِ خویش

ایک نے کہا اے مکار گروہ! — ہر ایک اپنا ہنر بیان کرے

تا بگوید با حریفاں در سمر[۲] — کو چہ دارد در جبلت از ہنر

تاکہ دوستوں سے قصہ گوئی میں کہے — کہ وہ فطرت میں کیا ہنر رکھتا ہے؟

آں یکے گفت اے گروہِ فن فروش — ہست خاصیت مرا اندر دو گوش

ایک نے کہا اے ہنر کے دعویدار گروہ — میرے دونوں کانوں میں (یہ) خاصیت ہے

کہ بدانم سگ چہ می گوید بہ بانگ — قوم گفتندش ز دیناری دو دانگ

کہ میں جان لیتا ہوں کہ کتا آواز میں کیا کہتا ہے — قوم نے اس سے کہا تو دینار میں سے دو دانگ ہے

آں دگر گفت اے گروہِ زر پرست — جملہ خاصیت مرا چشم اندر است

دوسرے نے کہا اے زر کے پجاری گروہ! — مکمل خاصیت میری آنکھ میں ہے

ہر[۳] کہ را شب بینم اندر قیرواں — روز بشناسم من او را بے گماں

جس کو میں رات کے اندھیرے میں دیکھ لوں — میں اس کو بے شبہ دن میں پہچان لوں

گفت یک خاصیتم در بازو ست — کہ زنم من نقبہا با زورِ دست

ایک نے کہا میری خصوصیت بازو میں ہے — میں ہاتھ کی طاقت سے نقب لگا دیتا ہوں

گفت یک خاصیتم در بینی ست — کارِ من در خاکہا بو بینی ست

ایک نے کہا میری خصوصیت ناک میں ہے — میرا کام مٹیوں میں سے بو سونگھ لینا ہے

---

۱ جہد کن۔ خطاب ہے کہ انسان کو ایسے ہی بالائی حواس حاصل کرنے چاہئیں۔ حکایت۔ اس حکایت سے حس کے بالا ہونے کے نفع کو واضح کیا ہے۔ برمی گشت فرد۔ اکیلا گھوم رہا تھا۔ پس۔ چوروں نے سلطان سے دریافت کیا تو کون ہے تو اس نے کہدیا کہ میں تم میں سے ہی ہوں۔ آں یکے۔ ایک چور نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ ہر ایک اپنا ہنر ظاہر کرے۔ حریفاں۔ ساتھی۔

۲ سمر۔ قصہ کہانی۔ جبلت۔ فطرت۔ فن فروش۔ ہنر کا مدعی۔ کہ بدانم۔ ایک نے کہا کہ میں کتے کی بولی سمجھ لیتا ہوں۔ دانگ۔ درہم کا چھٹا حصہ اور درہم دینار کا دسواں حصہ ہے۔ دانگ دینار کا ساٹھواں حصہ ہوا، یعنی یہ کوئی قابل وقعت ہنر نہیں ہے۔

۳ ہر کہ۔ ایک نے کہا کہ میری آنکھ میں یہ تاثیر ہے کہ جس شخص کو اندھیرے میں بھی دیکھ لیتا ہوں دن کو اس کو فوراً پہچان لیتا ہوں۔ بازو۔ ایک نے کہا میرے بازو میں اس قدر طاقت ہے کہ پنجہ کے زور سے بغیر کسی اوزار کے دیوار میں نقب لگا دیتا ہوں۔ گفت یک۔ ایک نے کہا کہ میری ناک کی یہ خصوصیت ہے کہ زمین کی مٹی سونگھ کر بتا دیتا ہوں کہ یہاں خزانہ ہے یا نہیں؟

لہ النَّاسُ مَعَادِن داد دست — کہ رسولؐ آں را پئے چہ گفتہ است

"لوگ کانیں ہیں" کا راز حاصل ہوگیا ہے — کہ رسولؐ نے وہ کس وجہ سے فرمایا ہے؟

مَن زخاکِ تن بدانم کاندراں — چند نقد ست و چہ دارد بیکراں

میں جسم کی مٹی سے جان لیتا ہوں، کہ اُس میں — کتنا نقد ہے اور وہ بلاشبہ کیا رکھتا ہے

در یکے کاں زرِ بے اندازہ درج — واں دگر دخلش بُود کمتر ز خرج

ایک کان میں بے اندازہ سونا داخل ہے — دوسری میں آمدنی خرچ سے کم ہوتی ہے

ہمچوں مجنوں بُو کُنم من خاک را — خاکِ لیلیٰ را بیابم بے خطا

میں مجنوں کی طرح مٹی کو سونگھ لیتا ہوں — بغیر غلطی کے لیلیٰ کی خاک کو پالیتا ہوں

بُو کُنم دانم زہر پیراہنے — گر بُوَد یوسفؑ وگر آہرمنے

میں ہر لباس میں سے ہمیشہ سونگھ لیتا ہوں — خواہ یوسفؑ ہو اور خواہ شیطان ہو

ہمچو احمدؐ کہ برد بُو از یمن — زاں نصیبے یافت ایں بینیِ من

احمدؐ کی طرح کہ یمن کی جانب سے بُو پاتے ہیں — اُس سے میری ناک نے ایک حصہ پالیا

کہ کدامیں خاکِ ہمسایہ زر ست — یا کدامیں خاک صِفر و اَبتر ست

کہ کونسی مٹی سونے کی پڑوسی ہے — یا کونسی مٹی، خالی اور اَبتر ہے

گفت یک ایں خاصیت در پنجہ ام — کہ کمندے افگنم طولِ عَلَم

ایک نے کہا میرے پنجے میں یہ خاصیت ہے — کہ پہاڑ کی اونچائی پر کمند پھینک دیتا ہوں

قصر اگرچہ چند باشد بس بلند — کنگرہ اَش در سخت گردانم کمند

قلعہ خواہ کتنا ہی اونچا ہو — اُس کے کنگرے میں مضبوط کمند ڈال دیتا ہوں

ہمچو احمدؐ کہ کمند افگند جانش — تا کمندش بُرد سُوئے آسمانش

احمدؐ کی طرح کہ اُن کی رُوح نے کمند ڈالی — یہاں تک کہ وہ کمند اُن کو آسمان کی جانب لیگئی

ہمچو احمدؐ کہ کمند انداخت سخت — کہ کمندش بُرد سوئے بخت و تخت

احمدؐ کی طرح کہ انھوں نے سخت کمند ڈالی — وہ کمند اُن کو نصیبے اور تخت کی جانب لیگئی

گفت حقّش اے کمند انداز بیت — آں زمَن داں مَا رَمَیتَ اِذْ رَمَیتَ

اُنسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے بیت معمور پر کمند پھینکنے والے! — میری جانب سے سمجھ تو نے نہیں پھینکا جبکہ پھینکا

پس بپرسیدند زاں شہ کلے سَنَد — مر ترا خاصیت اندر چہ بُوَد

پھر سب نے اُس سلطان سے پوچھا کہ اے معتمد! — تیری خصوصیت کس چیز میں ہے؟

لہ بیتر۔ حدیث شریف ہے۔ اَلنَّاسُ مَعَادِنُ کَمَعَادِنِ الذَّھَبِ وَالْفِضَّۃِ "انسان سونے چاندی کی کانوں کی طرح کانیں ہیں"۔ مولانا فرماتے ہیں اس حدیث کے معنی اس تقریر سے سمجھ میں آگئے۔ مطلب یہ ہے کہ جس طرح اُن لوگوں کے ادراکات مختلف تھے اسیطرح دین سے متعلق خواص انسانوں میں مختلف ہیں۔ تن زخاک۔ اس چور نے کہا کہ میں زمین کی مٹی سونگھ کر بتادیتا ہوں کہ یہاں کس قدر مال دفن ہے۔ در یکے۔ کسی کان میں بے اندازہ سونا ہوتا ہے کسی میں اتنا بھی نہیں ہوتا کہ کھدائی کا خرچ بھی نکل سکے۔ ہمچو مجنوں۔ مجنوں کو لیلیٰ کی قبر کسی نے نہ بتائی تھی تو مٹی سونگھ کر اسکی قبر پہچان لی تھی۔

٢ہ ہمچو احمدؐ۔ آنحضورؐ نے فرمایا کہ میں خدائی سانس یمن سے محسوس کر رہا ہوں اور یمن کی طرف اشارہ فرمایا۔ زاں۔ اسیطرح کے سونگھنے کا مجھے بھی حصہ مل گیا ہے۔ گفت یک۔ ایک چور نے کہا کہ میرے پنجے میں یہ خصوصیت ہے کہ میں پہاڑ جیسے بلند قلعہ کی دیوار پر بھی کمند پھینک دیتا ہوں۔ علم۔ پہاڑ۔ کنگرہ۔ بلند قلعے کے کنگرے میں مضبوط کمند ڈال دیتا ہوں۔ ہمچو احمدؐ۔ مولوی فرماتے ہیں کہ آنحضورؐ نے بھی عشق الٰہی کی کمند پھینکی جسکے ذریعہ وہ معراج میں آسمان تک پہنچے۔

٣ہ سُوئے بخت۔ آنحضورؐ نے ایسی کمند پھینکی جو آپکو تخت الٰہی عرش اور بخت یعنی قرب الٰہی تک لیگئی۔ بیت۔ یعنی بیت معمور آنحضورؐ نے معراج میں اُسکی بھی سیر کی۔ آں زمن۔ اس کمند اندازی کے بارے میں خدا نے فرمایا کہ یہ فعل بھی آپ کا نہیں ہے بلکہ ہمارا ہے جیسا کہ غزوۂ بدر میں کنکریوں کا پھینکنا آپ کا فعل نہ تھا۔

گفت[1] در ریشم بود خاصیتم
اُس نے کہا میری خاصیت میری داڑھی میں ہے
کہ رہانم مجرماں را از نقم
کہ میں مجرموں کو سزاؤں سے چھڑا دیتا ہوں

مجرماں را چوں بجلاداں دہند
جب مجرموں کو جلادوں کے سپرد کرتے ہیں
چوں بجنبد ریشِ مَن ایشاں رہند
جب میری داڑھی ہل جاتی ہے تو وہ چھوٹ جاتے ہیں

چوں بجنبانم برحمت ریش را
جب میں رحم سے داڑھی ہلا دیتا ہوں
طے کنند آں قتل واں تشویش را
وہ اُس قتل اور پریشانی کو لپیٹ دیتے ہیں

قوم گفتندش کہ قطبِ ما توئی
قوم نے اُس سے کہا کہ تو ہی ہمارا قطب ہے
کہ خلاصِ روزِ محنتہا شوی
کہ مشقتوں کے دن خلاصی کا باعث تو ہوگا

بعد[2] ازاں جملہ بہم بیروں شدند
اُس کے بعد سب مل کر باہر نکلے
سوئے قصرِ آں شہِ میموں شدند
اُس مبارک سلطان کے قلعہ کی طرف چلے

چوں سگے بانگے بزد از سوئے راست
جب کُتّے نے داہنی جانب سے آواز کی
گفت می گوید کہ سلطاں با شماست
اُس نے کہا، کہتا ہے کہ سلطان تمہارے ساتھ ہے

خاک بو کرد آں دگر از ربوۂ
دوسرے نے ٹیلے کی مٹی سونگھی
گفت ایں ہست از وثاقِ بیوۂ
بولا، یہ ایک بیوہ کے گھر کی ہے

پس کمند انداخت اُستادِ کمند
پھر کمند کے استاد نے کمند پھینکی
تا شدند آں سوئے دیوارِ بلند
یہاں تک کہ وہ بلند دیوار کے اُس طرف پہنچ گئے

جائے دیگر خاک را چوں بوئے کرد
جب اُس نے دوسری جگہ مٹی سونگھی
گفت خاکِ مخزنِ شاہے ست فرد
بولا بادشاہ کا بے مثال خزانہ ہے

نقب[3] زن زد نقب در مخزن رسید
نقب لگانے والے نے نقب لگایا خزانہ میں پہنچ گیا
ہر یکے از مخزن اسبابے کشید
ہر ایک نے مخزن سے سامان نکالا

بس زر و زربفت و گوہرہائے زفت
بہت سونا اور زربفت اور بھاری جواہر
قوم بُردند و نہاں کردند تفت
قوم لے گئی اور جلد چھپا دیا

شہ معین دید منزل گاہِ شاں
سلطان نے معین طور پر اُنکی قیامگاہ دیکھ لی
حلیہ و نام و پناہ و راہِ شاں
اُن کا حلیہ اور نام اور پناہ (گاہ) اور راستہ

خویش را دُزدید ز ایشاں بازگشت
اپنے آپ کو اُن سے چھپ کر واپس ہوگیا
روز در دیواں بگفت آں سرگذشت
دن میں کچہری میں وہ سرگذشت سنائی

---

[1] گفت۔ سلطان نے چوروں کے سوال پر فرمایا کہ میری داڑھی میں یہ خاصیت ہے کہ میں جب داڑھی ہلا دوں تو مجرم سزا سے بچ جاتے ہیں۔ مجرماں۔ جب مجرموں کو جلاد کے سپرد کر دیں اور میں اُنکی رہائی کیلئے سر سے اشارہ کر دوں جس سے داڑھی ہل جائیگی تو وہ مجرم فوراً چھوڑ دیئے جائینگے۔ قوم گفتند۔ چوروں نے کہا تو ہمارا قطب اور پیشرو ہے کیونکہ مصیبت اور گرفتاری کے وقت تو ہی کام آئیگا۔

[2] بعد ازاں۔ اِس گفتگو کے بعد سب چور چوری کرنے چل دیئے۔ چوں سگے۔ ایک کتا بھونکا تو جس چور نے اپنی خاصیت یہی بتائی تھی اُس نے کہہ دیا کہ کتا کہہ رہا ہے کہ سلطان تمہارے ساتھ ہے۔ ربوہ۔ ٹیلہ۔ وثاق۔ مکان۔ پس کمند۔ شاہی قلعہ کی بلند دیوار پر کمند ڈال دی۔ جائے دیگر۔ قلعہ کی فصیل کے اندر پہنچکر ایک نے مٹی سونگھ کر بتا دیا کہ یہاں بادشاہ کا بے مثال خزانہ ہے۔

[3] نقب زن۔ نقب لگانے والے نے صرف ہاتھ کے ذریعہ نقب لگا دیا اور چوروں نے خزانہ کا سامان لوٹنا شروع کر دیا۔ نہاں۔ سونا اور زربفت کپڑا اور جواہر زمین میں دفن کر دیئے۔ شہ۔ سلطان اِن سب کو پہچان چکا تھا اور اُس نے سب کچھ دیکھا تھا خویش۔ سلطان چپکے سے اُنسے جدا ہو کر واپس ہوگیا اور دن میں کچہری میں پہنچ کر رات

کی سرگذشت سنا دی

پس سوان گشتند سرہنگانِ مست ۔ تا کہ دُزداں را گرفتند و بہ بست

پھر مست سپاہی روانہ ہو گئے ۔ حتیٰ کہ انھوں نے چوروں کو پکڑ لیا اور باندھ لیا

دست بستہ سوئے دیواں آمدند ۔ وز نہیبِ جانِ خود لرزاں شدند

وہ دست بستہ کچہری میں آئے ۔ اور اپنی جان کے ڈر سے لرزنے لگے

چونکہ استادند پیشِ تختِ شاہ ۔ یارِ شب شاں بُود آں شاہِ چو ماہ

جب سلطان کے تخت کے سامنے کھڑے ہوئے ۔ وہ چاند جیسا سلطان، اُن کا رات کا یار تھا

آنکہ شب بر ہر کہ چشم انداختے ۔ روز دیدے بے شکش بشناختے

وہ شخص کہ جو جس پر رات کو نظر ڈال دیتا ۔ دن میں دیکھتا تو بلاشبہ پہچان لیتا

شاہ را بر تخت دید و گفت ایں ۔ بُود مارا دوش شب گرد و قریں

اُس نے سلطان کو تخت پر دیکھا اور کہا یہ ۔ گذشتہ رات، ہمارا ساتھی اور رات کو چکر لگانے والا تھا

آنکہ چندیں خاصیت در ریشِ اوست ۔ ایں گرفتِ ما ہم از تفتیشِ اوست

وہ کہ جس کی داڑھی میں اس قدر خاصیتیں ہیں ۔ ہماری یہ گرفتاری بھی اُس کی جستجو کی وجہ سے ہے

عارفِ شہ بُود چشمش لاجرم ۔ بر گشاد از معرفت لب با حشم

اُس کی آنکھ لامحالہ سلطان کو جاننے والی تھی ۔ پہچان لینے کے بارے میں، مجمع سے ہونٹ کھولا

وَهُوَ مَعَكُمْ گفت اُو ایں شاہ بُود ۔ فعلِ ما می دید و سرِّ ما شنُود

اُس نے کہا "اور وہ تمہارے ساتھ ہے" یہ سلطان تھا ۔ وہ ہمارا کام دیکھ رہا تھا اور ہمارا راز سن رہا تھا

چشمِ من رہ برد شب شہ را شناخت ۔ جملہ شب با روئے ماہش عشق باخت

میری آنکھ نے راستہ پایا رات، سلطان کو پہچان لیا ۔ تمام رات اُس کے چاند جیسے چہرے سے عشق بازی کی

اُمتِ خود را بخواہم من ازو ۔ کو نگرداند ز عارف ہیچ رُو

میں اُس سے اپنی قوم کو مانگ لوں گا ۔ کیونکہ وہ جاننے والے سے کبھی مُنہ نہ موڑے گا

چشمِ عارف داں امانِ ہر دو کون ۔ کہ بدُو یابید ہر بہرام عون

عارف کی آنکھ کو دو جہان کی امن سمجھ ۔ کیونکہ ہر شاہ نے اُس سے مدد پائی ہے

زاں محمدؐ شافعِ ہر داغ بُود ۔ کہ ز جز حق چشمِ اُو مازاغ بُود

اِسی لئے محمدؐ ہر زخم کے سفارشی ہوئے ہیں ۔ کیونکہ حق کے سوا سے اُن کی آنکھ "مازاغ" تھی

در شبِ دُنیا کہ محجوب ست شید ۔ ناظرِ حق بُود و زو بودش اُمید

دنیا کی رات میں جبکہ سورج پوشیدہ ہے ۔ وہ اللہ کو دیکھنے والے تھے اور اُسی سے اُنکی امید تھی

لہ پس۔ بادشاہ کے کہنے پر چوروں کی گرفتاری کیلئے سپاہی روانہ ہو گئے اور انھوں نے چوروں کو گرفتار کر کے اُنکی مشکیں کس دیں۔ نہیب۔ خوف۔ یارِ شب۔ انھوں نے پہچان لیا کہ سلطان تو رات اُن کا ساتھی تھا۔ آنکہ۔ جس چور کی آنکھ کی یہ خصوصیت تھی کہ وہ رات کے اندھیرے میں دیکھے ہوئے انسان کو دن میں پہچان لیتا تھا اُس نے کہا سلطان تو رات ہمارے ساتھ تھا۔

ےہ آنکہ۔ یعنی سلطان کی داڑھی میں بہت خصوصیتیں ہیں اُنکی جستجو سے ہی ہماری گرفتاری عمل میں آئی ہے۔ عارف۔ چونکہ بادشاہ کو وہ چور پہچانتا تھا اسلئے اُسنے کہا۔ وَهُوَ مَعَكُمْ "اور وہ تمہارے ساتھ ہے" کا مصداق یہی سلطان ہے اُسنے ہمارے سارے کارنامے اور راز دیکھے ہیں۔ چشمِ من۔ میں رات میں ہی سلطان کو پہچان گیا تھا اور اُسکے چہرے سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔

ےہ امتِ خود۔ مجھے معلوم ہے بادشاہ جان پہچان والوں سے مروت برتتا ہے اُنکی بات نہیں ٹالتا میں تم لوگوں کی سفارش کر کے چھڑا لونگا۔ چشمِ عارف۔ چور کے عارف ہونے سے مولانا نے عارف باللہ کا ذکر شروع فرما دیا کہ اُنکی آنکھ دونوں جہان کیلئے باعثِ امن ہے اور ہر بادشاہ اُن سے مدد حاصل کرتا ہے وہ بقاءِ عالم کا سبب ہوتا ہے۔ زاں۔ چونکہ آنحضورؐ کو اللہ تعالیٰ کی مکمل معرفت حاصل تھی اور آنحضورؐ کی نظر کے بارے میں قرآن نے مَا زَاغَ

از الم نشرح[1] دو چشمش سرمہ یافت
الم نشرح سے اُنکی دونوں آنکھوں نے سُرمہ پایا
دید آنچہ جبرئیلؑ آں بر نتافت
وہ دیکھ پایا جس کو جبرئیلؑ نے برداشت نہ کیا

ہر یتیمے را کہ سُرمہ حق کشد
جس یتیم کے اللہ (تعالیٰ) سُرمہ لگائے
گردد اُو دُرِّ یتیم با رَشَد
وہ یکتا موتی ہدایت یافتہ بن جاتا ہے

نورِ اُو بر ذرّہا غالب شوَد
اُس کا نور ذرّوں پر غالب ہوجائے
آنچناں مطلوب را طالب شوَد
وہ ایسے مطلوب کا طالب بن جائے

در نظر بودش مقاماتُ العباد
اُس کی نظر میں بندوں کے مقامات تھے
لاجرم نامش خدا شاہد نہاد
لامحالہ اللہ (تعالیٰ) نے اُس کا نام شاہد رکھ دیا

آلتِ[2] شاہد زبان و چشمِ تیز
گواہ کا آلہ، زبان اور تیز نگاہ ہے
کہ ز شب خیزش ندارد سر گریز
کیونکہ آپ کے رات کو بیدار رہنے والے قلب سے کوئی راز گریزاں نہیں

گر ہزاراں مُدّعی سر بر زند
مُدّعی خواہ ہزار سر پٹخے
گوشِ قاضی جانبِ شاہد کند
قاضی، کان گواہ کی طرف کرتا ہے

قاضیاں را در حکومت ایں فن ست
قاضیوں کا فیصلہ کرنے میں یہی فن ہے
شاہد ایشاں را دو چشمِ روشن ست
اُن کی گواہ دو روشن آنکھیں ہیں

گفتِ[3] شاہد زاں بجای دیدہ است
گواہ کی بات اِسی وجہ سے آنکھ کے قائم مقام ہے
کہ بدیدہ بے غرض سِر دیدہ است
چونکہ اُس نے بے غرض آنکھ سے حقیقت کو دیکھا ہے

مُدّعی دیدہ است امّا با غرض
مُدّعی نے دیکھا ہے لیکن غرض کے ساتھ
پردہ باشد دیدۂ دل را غرض
غرض دل کی آنکھ کے لئے پردہ ہوجاتی ہے

حق ہمی خواہد کہ تو زاہد شوی
اللہ (تعالیٰ) چاہتا ہے کہ تو زاہد بن جائے
تا غرض بگذاری و شاہد شوی
تاکہ غرض کو چھوڑ دے اور گواہ بن جائے

حق ہمی گوید غرض را ترک کُن
اللہ (تعالیٰ) فرماتا ہے غرض کو چھوڑ دے
تا قبول اُفتد تُرا با ما سخن
تاکہ تیری بات ہمارے نزدیک مقبول ہوجائے

---

[1] از الم نشرح قرآن میں مذکور ہے کہ ہم نے آپ کے سینہ کو کشادہ کر دیا ہے اور اسی شرحِ صدر کا سُرمہ آپ کی آنکھوں میں تھا اِسی لئے آنحضورؐ نے اُن تجلیات کو بھی دیکھ لیا جن کو جبرئیلؑ نہ دیکھ سکے اور سدرۃ المنتہیٰ سے آگے نہ بڑھے۔ ہر یتیمے۔ ایسا سُرمہ کسی یتیم کے لگ جائے تو دُرِ یکتا اور ہادی بنجاتا ہے جیسے کہ آنحضورؐ بنے۔ نورِ اُو۔ اُس کی روشنی کے مقابلہ میں دوسروں کی بصیرت سورج کے بالمقابل ذرّوں کی چمک ہے پھر وہ اِس بصیرت کے ذریعہ ایسے ہی مطلوب (ذاتِ حق) کا طالب بن جاتا ہے۔ در نظر۔ پھر اُس کی نظر کے سامنے لوگوں کے احوال واضح ہوجاتے ہیں اِسی لئے اللہ تعالیٰ نے آنحضورؐ کو شاہد، دیکھنے والا، گواہ کا لقب عنایت فرمایا۔

[2] آلت۔ آنحضورؐ کو قرآن میں شاہد اور گواہ قرار دیا گیا ہر گواہی کا مدار دو چیزوں پر ہے ایک تو یہ کہ گواہ کے زبان ہو تاکہ عدالت میں گواہی دے سکے دوسرے یہ کہ آنکھ تیز ہو جس سے وہ واقعہ کو دیکھ سکے لہٰذا آپ میں یہ دونوں چیزیں مکمل تھیں۔ کہ ز شب خیزش۔ چونکہ آپ کا قلب نیند کی حالت میں بھی بیدار رہتا تھا اس لئے آپ کے ایسے بیدار قلب سے کوئی راز چھپا نہ رہتا تھا بلکہ آپ کو اُس راز پر ... ہی یقین تھا جیسے کہ آپ نے اُسکو دیکھا ہو۔ گر ہزاراں۔ صرف مُدّعی کے کہنے پر قاضی اُس کے قول کے مطابق فیصلہ نہیں کرتا ہے بلکہ گواہی کو سنتا ہے۔ قاضیاں۔ قاضیوں کا یہی طریقہ ہے اور اُن کو گواہ کے ذریعہ علمِ مشاہدہ حاصل ہوتا ہے تو گویا گواہ قاضی کی آنکھ ہے ـــــ

[3] گفتِ شاہد۔ گواہ کی گواہی قاضی کے لئے مشاہدہ اِس لئے ہے کہ اُس گواہ نے بے غرضی کے ساتھ اُس واقعہ کو دیکھا ہے۔ مُدّعی۔ مُدّعی نے بھی اِس بات کو دیکھا ہے لیکن اُسکی غرض نے اِس واقعہ کے بعض پہلوؤں کو مخفی کر دیا ہے لہٰذا اُس کی بات کا اعتبار نہیں ہے۔ حق۔ اللہ تعالیٰ کا اشارہ ہے کہ انسان بے غرض بن جائے تاکہ اُسکو گواہ کا مرتبہ حاصل ہوجائے۔

کائیں غرضہا پردۂ دیدہ بود ۔ بر نظر چوں پردہ پیچیدہ بود
کیونکہ یہ غرضیں آنکھ کا پردہ ہیں ۔ وہ نظر پر پردے کی طرح لپٹی ہوئی ہوتی ہیں

پس نہ بیند جملہ را با طمّ و رم ۔ حُبُّکَ الْاَشْیَاءَ یُعْمِیْ وَیُصِمّ
تو وہ کُل کو اچھے بُرے کیسا تو نہیں دیکھتا ۔ چیزوں سے تیرا محبت کرنا اندھا اور بہرا بنا دیتا ہے

در دلش خورشید چوں نورے فشاند ۔ پیشش اختر را مقادیرے نماند
اُن کے دل میں جب سورج نے نور افشانی کی ۔ اُن کے سامنے ستاروں کی قدریں نہ رہیں

پس بدید او بے حجاب اسرار را ۔ سیرِ رُوحِ مومن و کفّار را
تو اُنھوں نے اسرار کو بغیر پردے کے دیکھ لیا ۔ مومن اور کفّار کی روح کی رفتار کو

درزمیں حق را و در چرخِ سَمی ۔ نیست پنہاں ترز رُوحِ آدمی
اللہ (تعالیٰ) کی کوئی چیز زمین اور بلند آسمان میں ۔ آدمی کی روح سے زیادہ مخفی نہیں ہے

باز کرد از حق دو چشمِ خویشتن ۔ آنکہ صاحب رفعت آمد در سُنن
اللہ (تعالیٰ) کی مدد سے ایسے شخص نے اپنی دو نوں آنکھیں کھول لیں ۔ جو احادیث میں بلندی والا بن گیا ہے

باز کرد از رطب و یابس حق نورد ۔ رُوح را مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ مُہر کرد
اللہ (تعالیٰ) نے رطب و یابس سے لپیٹ کھول دیا ۔ رُوح پر مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ سے مُہر لگا دی

پس چو دید آں رُوح را چشمِ عزیز ۔ پس بر و پنہاں نماند ہیچ چیز
پھر جب اُس معزز آنکھ نے رُوح کو دیکھ لیا ۔ تو اُس پر کوئی چیز مخفی نہ رہے گی

شاہدِ مطلق بود در ہر نزاع ۔ بشکند گفتش خمارِ ہر صداع
وہ ہر جھگڑے میں کامل گواہ ہوگا ۔ آپ کی بات ہر دردِ سر کے خمار کو توڑ دیگی

نامِ حق عدلست شاہد آنِ او ۔ شاہدِ عدلست زیں رُو چشمِ دوست
اللہ (تعالیٰ) کا نام عدل ہے، گواہ اُس کا مقرب ہوتا ہے ۔ اس اعتبار سے دوست کی آنکھ عادل گواہ ہے

منظرِ حق دل بود در دو سرا ۔ کہ نظر در شاہد آید شاہ را
دل دونوں جہان میں اللہ (تعالیٰ) کا منظورِ نظر ہے ۔ کیونکہ بادشاہ کی نظر گواہ پر ہوتی ہے

عشقِ حق و سرِّ شاہد بازیش ۔ بود مایہ جملہ پردہ سازیش
اللہ (تعالیٰ) کی محبت اور اُس کی محبت کا راز ۔ اُس کی تمام تر پردہ سازی کا سرمایہ ہوتا ہے

نامِ حق۔ آنحضورؐ کو محبوبیت کا درجہ اسی لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ عادل ہے اور جس گواہ میں عدالت ہوتی ہے وہ عادل کا محبوب ہوتا ہے تو آپ عادل گواہ ہونگے اعتبار سے دوست یعنی حق تعالیٰ کی قوت باصرہ ہیں۔ منظرِ حق۔ چونکہ عادل گواہ حاکم کا محبوب ہوتا ہے اسلئے قلب اللہ کا منظورِ نظر اور محبوب ہے چونکہ وہ بھی عادل گواہ ہے۔ عشقِ حق۔ اللہ کو جو آنحضورؐ سے محبت ہے وہی ایجادِ عالم کا سبب بنی ہے۔ شاہد بازی۔ عشق۔ پردہ سازی۔ یعنی ایجادِ عالم۔

لہ کائیں غرضہا۔ انسان کی غرضیں اُس کو گمراہی کے لئے ناقابل بناتی ہیں۔ طمّ و رم۔ طم دریا کا پانی۔ رم نمناک مٹی اس سے مراد رطب و یابس ہوتا ہے۔ حُبُّکَ۔ انسان کو محبوب کی بُرائی نظر نہیں آتی نہ وہ اُسکی بُری بات کو سنتا ہے۔ در دلش۔ نورِ خداوندی کی وجہ سے آپ کا علم و معرفت اس قدر کمل تھا کہ دوسروں کا علم اُسکے مقابلہ میں ہیچ تھا۔ پس بدید۔ آپ سے اسرار مخفی نہ تھے اور آپ جان گئے تھے کہ مومن کی روح کی رفتار کس طرف ہے اور کافر کی روح کی رفتار کدھر ہے۔

لہ درزمیں۔ دونوں جہان میں رُوح سے زیادہ پوشیدہ کوئی چیز نہیں ہے۔ باز کرد۔ جن لوگوں نے قرآن و حدیث کا علم حاصل کر لیا ہے اُنھوں نے اپنی دونوں آنکھوں کو کھول لیا۔ باز کرد از رطب۔ اُن کو تمام معلومات حاصل ہو گئیں لیکن رُوح کی حقیقت اُن کے لئے بھی واضح نہ ہوئی کیونکہ اُس کے بارے میں قرآن نے صرف مجملاً اِس قدر فرمایا کہ وہ خدائی امر سے ہے۔ پس چو۔ لیکن آنحضورؐ نے اُس روح کو دیکھ لیا تو پھر آپ کی نظر سے کوئی چیز پوشیدہ نہ رہی۔

لہ شاہدِ مطلق۔ جبکہ آنحضورؐ کو اسرار کا بھی شاہد ہے تو قیامت میں آپ گواہ بنیں گے اور آپ کی گواہی اختلاف کے دردِ سر کو رفع کردے گی۔

پس[1] ازاں لولاک گفت اندر لقا | در شب معراج شاہد باز ما
تو اسی لئے لولاک فرمایا ملاقات میں | معراج کی رات میں، ہمارے عاشق نے

ایں قضا بر نیک و بد حاکم بود | بر قضا شاہد نہ حاکم می شود
یہ قضا (خداوندی) بھلے اور برے پر حاکم ہوتی ہو | کیا قضا (خداوندی) پر گواہ حاکم نہ ہوگا؟

شد اسیر آں قضا میر قضا | شاد باش اے چشم تیز مرتضیٰ
وہ (ذات) جو قضا (خداوندی) کی قیدی تھی قضا (خداوندی) کی | اے مرتضیٰ کی تیز آنکھ! شاباش ہے

عارف[2] از معروف بس درخواست کرد | کاے رقیب ما تو اندر گرم و سرد
جاننے والے نے پہچانے ہوئے سے درخواست کی | کہ اے اچھے برے میں ہمارے نگراں!

اے مشیر ما تو اندر خیر و شر | از اشارتہای دل ما بیخبر
اے کہ تو بھلائی اور برائی میں ہمارا مشیر ہے | ہم دل کے اشاروں سے بے خبر ہیں

اے یرانا لا نراہ روز و شب | چشم بند ما شدہ دید سبب
اے کہ دن اور رات میں وہ ہمیں دیکھتا ہے ہم اسکو نہیں دیکھتے | سبب کا دیکھنا، ہماری آنکھ کا پردہ بنا ہے

چشم من از چشمہا بگزیدہ شد | تا کہ در شب آفتابم دیدہ شد
میری آنکھ (دوسری) آنکھوں سے ممتاز ہوگئی | یہاں تک کہ مجھے رات میں سورج نظر آگیا

لطف[3] معروف تو بود اے منتہی | پس کمال البر فی اتمامہ
اے کامل! تیری مشہور مہربانی ہو چکی ہے | احسان کا کمال اس کے مکمل کردینے میں ہے

رب اتمم نورنا فی الساہرہ | وانجنا من مفضحات القاہرہ
اے رب! ہمارے نور کو محشر میں مکمل کردے | اور ہمیں رسوا کرنے والے قہروں سے نجات دے

یار شب را روز مہجوری مدہ | جان قربت دیدہ را دوری مدہ
رات کے دوست کو فراق کا دن نہ دے | قربت دیکھی ہوئی جان کو دوری نہ دے

بعد تو مرگیست با درد و نکال | خاصہ بعدے کاں بود بعد الوصال
تیری دوری درد اور عذاب سے بھری ہوئی موت ہے | خصوصاً وہ دوری جو وصال کے بعد ہو

آنکہ دیدستت مکن نادیدہ اش | آب زن بر سبزہ بالیدہ اش
جس نے تجھے دیکھا ہے اسکو اَن دیکھا نہ بنا | اس کے اُگے ہوئے سبزے پر پانی چھڑک دے

---

[1] پس۔ چونکہ ایجاد عالم آنحضور سے محبت کی وجہ سے فرمائی گئی اسی لئے شب معراج میں آنحضور سے یہ فرمایا لولاک لما خلقت الافلاک۔ اگر تم نہ ہوتے تو میں آسمانوں کو نہ پیدا کرتا۔ ایں قضا۔ حاکم کا حکم سب انسانوں پر حاکم ہے۔ بر قضا۔ لیکن حاکم کا حکم شاہد کے تابع ہوتا ہے۔ شد۔ آنحضور عام بشریت کے اعتبار سے قضا کے محکوم تھے لیکن چشم بصیرت کی وجہ سے شاہد اور گواہ بنے تو آپ کو اس اعتبار سے اللہ تعالیٰ نے اپنے اختیار سے اپنے فیصلہ کا حکم بنا دیا ہے۔

[2] عارف پہلے فرمایا تھا کہ عارف مخلوق کی امان کا سبب ہوتا ہے اب اسی مناسبت سے فرماتے ہیں، عارف یعنی انبیاء اور اولیاء نے معروف یعنی حضرت حق سے بہت سی درخواستیں کی ہیں جن کا سلسلہ ذکر فرماتے ہیں۔ از اشارتہای۔ ہمارا دل ہمیں بھلائی کے اشارے کرتا ہے لیکن ہم ان کو نہیں سمجھ پاتے ہیں یعنی بسا اوقات ان پر عمل نہیں کرتے ہیں۔ اے۔ خدا ہمیں ہر وقت دیکھتا ہے ہم اسکو نہیں دیکھ پاتے کیونکہ سبب یعنی عالم اسباب کی مشغولیت ہمارے لئے پردہ بن گئی ہے۔ چشم من۔ مشاہدہ کے اعلیٰ مراتب ہیں عارف باوجود مشاہدہ کے اور اعلیٰ مرتبہ کیلئے دعا کرتا ہے۔

[3] لطف تو۔ تو انعام میں منتہی ہے اور تیرا یہ لطف ایک درجہ کا مشاہدہ ہو گیا ہے جو مجھے حاصل ہے لیکن تیری عطا کا کمال یہ ہے کہ مجھے مزید مراتب عطا کر دے۔ ساہرہ۔ یعنی محشر کی زمین۔ یار شب۔ تو نے جب دنیا میں کرم فرمایا تو آخرت میں بھی کرم فرمائے۔ یار شب اس عارف شب بیدار کی طرف تلمیح ہے۔ بعد۔ وصال کے بعد فراق بڑی مصیبت ہے۔ آنکہ جسکو ایکبار دیدار حاصل ہو چکا ہو اسکو اب دیدار سے محروم نہ کر بلکہ اسکے سبزہ دیدار میں اور بالیدگی فرمائے۔

مَن نکردم لااُبالی در رَوِش[1]
میں نے رَوِش میں لاپرواہی نہیں کی

تو مکُن ہم لااُبالی در خلِش
تو بھی عذاب میں لاپرواہی نہ برت

ہیں مَراں از رُوی خود اُو را بعید
خبردار! اپنے چہرے سے اُس کو دُور نہ کر

آنکہ اُو یک بار آں رُوی تو دید
جس نے ایکبار تیرا چہرہ دیکھ لیا ہے

دید رُوی جز تو شد غُلّ گلو
تیرے غیر کے چہرے کا دیدار گلے کا طوق ہے

کُلُّ شَیءٍ مَا سِوَی اللّٰہ بَاطِلٌ
اللہ کے سوا ہر چیز باطل ہے

باطلند و می نمایندم رَشَد
وہ باطل ہیں اور مجھے خوبی دکھاتی ہیں

زانکہ باطل باطلاں را می کَشد
کیونکہ باطل باطلوں کو کھینچتا ہے

ذرہ ذرہ[2] کاندریں ارض و سماست
ایک ایک ذرہ جو اس زمین اور آسمان میں ہے

جنسِ خود را ہر یکے چوں کہربا ست
اپنی جنس کے لئے کہربا جیسا ہے

معدہ ناں را می کَشد تا مستقر
معدہ، روٹی کو ٹھہراؤ کی جگہ تک کھینچتا ہے

می کَشد مر آب را تفِ جگر
جگر کی حرارت پانی کو کھینچتی ہے

چشمِ جذابِ بتاں زیں کوبہا
آنکھ اُن کوچوں سے معشوقوں کو کھینچنے والی ہے

مغز جویاں از گلستاں بُو بہا
دماغ، چمنوں سے خوشبوؤں کا جویاں ہے

زانکہ حسِ چشم آمد رنگ کَش
کیونکہ آنکھ کی حس رنگ کو کھینچنے والی ہے

مغز و بینی می کَشد بُوہای خوش
دماغ اور ناک عمدہ خوشبوؤں کو کھینچتے ہیں

زیں کششہا اے خدای رازداں
اے رازوں کو جاننے والے خدا! اِن کششوں سے

تو بجذبِ لُطف خودماں دہ اماں
تو اپنی مہربانی کی کشش کے ذریعہ ہمیں امن دیدے

غالبی بر جاذباں اے مشتری
اے خریدار! تو کششوں پر غالب ہے

شاید ار درماندگاں را واخری
مناسب ہوگا اگر تو بچھڑے ہوؤں کو خریدے

رُو[3] بشہ آورد چوں تشنہ بابر
اُس نے سلطان کی جانب مُنہ کیا جس طرح پیاسا ابر کیجانب

آنکہ بُود اندر شبِ قدر آں چو بدر
جو کہ شبِ قدر میں، بدر کی طرح تھا

چوں لسان و جانِ اُو بُود آنِ اُو
کیونکہ اُس کی زبان اور جان اُس سے وابستہ تھی

آنِ اُو با اُو بُود گستاخ گو
اُس سے متعلق، اُس سے جرأت کی بات کرنیوالا ہوگا

گفت ما گشتیم چوں جاں بندِ طیں
اُس نے کہا ہم ایسے ہوگئے ہیں جیسے کہ جان مٹی کی قیدی

آفتابِ جاں توئی در یومِ دیں
بدلہ کے دن تو جان کا سورج ہے

---

[1] مَن نکردم۔ میں نے تجھ سے کسی وقت استغنا نہیں برتا تو بھی مجھ سے استغنا نہ برت جسکو دیدار کا قرب میسر ہوچکا ہے اب اُسکو محروم نہ کر۔ تیرے سوا سب کو دیکھنا وبالِ جان ہے کیونکہ تیرے سوا ہر چیز لغو اور فانی ہے۔ باطلند۔ چونکہ میں خود باطل ہوں اسلئے یہ باطل چیزیں مجھے اچھی نظر آتی ہیں اور اپنی طرف کھینچتی ہیں۔

[2] ذرہ ذرہ۔ اس عالم کی ہر چیز اپنی ہم جنس کیلئے باعث کشش ہے معدہ، معدہ روٹی کو جگر کی گرمی پانی کو کھینچتی ہے۔ چشم معشوق بن سنور کر نکلتے ہیں تو آنکھ کو اُن کی دیکھنے کی تمنا کھینچتی ہے دماغ خوشبو کی خواہش کرتا ہے۔ زانکہ۔ آنکھ میں اور رنگ روپ میں مناسبت ہے ناک اور دماغ اور خوشبوؤں میں مناسبت ہے۔ زیں کششہای۔ اِن باطلوں میں جو ہمارے لئے کشش ہے تو اپنی مہربانی کی کشش کے ذریعہ اِن کششوں سے ہمیں بچا دے۔ غالبی۔ اِن سب کششوں پر تو غالب ہے اگر ہم درماندوں کو تو کھینچ لے تو تیری کشش کے شایانِ شان ہو۔

[3] رُو بشہ۔ شاہ شناس نے یعنی شاہ کے عارف بیٹے نے بادشاہ کی طرف اس طرح رُخ کیا جیسا کہ پیاسا ابر کی طرف کرتا ہے۔ آنکہ۔ اُس شاہ یعنی جو شبِ قدر کا چودھویں کا چاند تھا۔ چونکہ اُسکی اور شاہ کی جان یکجان تھی اسلئے درخواست میں اُس نے جرأت سے کام لیا۔ گفت۔ ہم۔ شاہ شناس نے عرض کیا۔ ہم روحِ مقید ہوگئے ہیں جیسا کہ روح جسم میں مقید ہے۔ آفتابِ جاں حشر میں حضرت حق تعالیٰ روح کیلئے باعثِ راحت بنے گا جس طرح دنیا میں سورج روح کے انشراح اور راحت کا سبب ہے۔

وقت آں شد اے شہِ مکتوم سیر
اے مخفی رفتار کے سلطان! اِس کا وقت آ گیا
کز کرم ریشے بجنبانی بخیر
کہ تو کرم کرکے بھلائی کے لئے داڑھی ہلا دے

ہر یکے خاصیتِ خود وانمود
ہر ایک نے اپنی خاصیت دکھائی
آں ہنرہا جملہ بدبختی فزود
اُن سب ہنروں نے بدبختی بڑھائی

آں ہنرہا گردنِ ما را ببست
اُن ہنروں نے ہماری گردن باندھ دی
زاں مناصب سرنگونساریم و پست
ان منصبوں سے ہم اوندھے اور پست ہیں

آں ہنر فی جیدہا حبلٌ مسد
وہ ہنر اُس کی گردن میں مونج کی رسّی ہے
روزِ مردن نیست زاں فنہا مدد
مرنے کے دن اُن فنوں سے مدد نہیں ہے

جز ہماں خاصیتِ آں خوش حواس
اِس بہترین حواس والے کی اُس خصوصیت کے علاوہ
کہ بشب بُد چشمِ اُو سلطاں شناس
کہ اس کی آنکھ رات میں سلطان کو پہچاننے والی تھی

آں ہنرہا جملہ غولِ راہ بود
وہ سب ہنر راستہ کے چھلاوہ تھے
غیر چشمے کو ز شاہ آگاہ بود
بجز اُس آنکھ کے جو سلطان سے آگاہ تھی

شاہ را شرم آمد از وے روزِ بار
باریابی کے دن سلطان کو اس سے شرم آ گئی
کہ بشب بر روئے شہ بودش نظار
اِس لئے کہ رات میں سلطان کے چہرہ پر اس کی نظر تھی

واں سگِ آگاہ از شاہِ وداد
وہ کُتا جو محبوبِ سلطان سے واقف تھا
خود سگِ کہفش لقب باید نہاد
اُس کا لقب خود سگِ کہف رکھنا چاہئے

خاصیت در گوش ہم نیکو بود
کان کی خاصیت بھی بھلی تھی
کو ببانگِ سگ ز شیر آگہ شود
کیونکہ وہ کُتے کی آواز سے شیر سے آگاہ تھا

سگ چو بیدار ست شب چوں پاسباں
کُتا جب رات کو محافظ کی طرح بیدار رہے
بیخبر نبود ز شب خیزِ شہاں
وہ شاہوں کی شب خیزی سے بے خبر نہیں ہے

ہیں ز بدناماں نباید ننگ داشت
خبردار! بدناموں سے ذلت محسوس نہ کرنی چاہئے
ہوش بر اسرارِ شاں باید گماشت
اُن کے رازوں پر ہوش مسلط رکھنا چاہئے

ہر کہ اُو یک بار خود بدنام شد
جو خود ایک بار بدنام ہو گیا ہو
خود نباید نام جُست و خام شد
خود نام ڈھونڈنا اور خام نہ ہونا چاہئے

اے بسا زر کہ سیہ تابش کنند
اے (مخاطب)! بہت سا سونا ہو کہ اس کو سیاہ رنگ کر دیتے ہیں
تا شود ایمن ز تاراج و گزند
تاکہ وہ لوٹ اور نقصان سے محفوظ ہو جائے

ل؎ وقت۔ اب اس کا وقت آ گیا ہے کہ آپ اپنی داڑھی کی حرکت ...... دکھا کر ہمیں قید سے رہائی دلا دیں۔ آں ہنرہا۔ ہمارے ساتھیوں کے ہنر تو ہماری قید کا باعث بن گئے۔ مناصب۔ عہدے۔ فی جیدہا۔ یہ آیت ہے "فی جیدہا حبلٌ من مسد" گردن میں مونج کی رسّی ہے ابولہب کی بیوی کے بارے میں ہے۔ جز ہماں۔ اور چوروں کی جو خصوصیات تھیں وہ سب تباہی اور قید کا سبب بنیں صرف اس چور کی خصوصیت کام آئی جو رات کے دیکھے ہوئے کو دن میں پہچان لیتا تھا۔

۲؎ غیر چشمے۔ وہ آنکھ کام آئی جس نے بادشاہ کو پہچان لیا تھا۔ شاہ۔ بدلے کے دن بادشاہ کو اس کو سزا دیتے ہوئے شرم آ گئی۔ بار۔ بارگاہ۔ واں سگ۔ جس کُتے نے بادشاہ کو پہچان لیا تھا وہ تو اس قابل ہے کہ اس کو اصحابِ کہف کا کتا کہا جائے۔ خاصیت۔ جو چور کُتے کی آواز کو سمجھ لیتا تھا اس کی خاصیت بھی اچھی تھی اس لئے کہ اس سے اس کو شیر یعنی شاہ سے آگاہی حاصل ہوئی۔ سگ۔ مولانا ایک مستقل مضمون بیان فرماتے ہیں کہ کتا جو شب بیداری کرتا ہے وہ شب خیزوں سے واقف ہو جاتا ہے اور یہ کتے میں ایک خوبی ہوئی۔

۳؎ ہیں۔ اس سے یہ نتیجہ نکالا کہ کتے جیسے بدنام جانور سے بھی بالکل نفرت کرنا مناسب نہیں اس کے پوشیدہ اچھے اوصاف پر نظر رکھنی چاہئے۔ ہر کہ او۔ اگر کوئی ایک بار بدنام ہو گیا ہے تو کسی کو حق ......

۱ ہر کسے کے پے بَرد در سِرِّ ما — بازکُن دو چشم سوئے ما بیا

ہر شخص ہمارے راز کا کب پتہ لگا سکتا ہے — دونوں آنکھیں کھول ہماری جانب آجا

قصۂ آں گاوِ بحری کہ گوہرِ کاویانی از قعرِ دریا بر آوردہ

اُس سمندری بیل کا قصہ جو ایک قیمتی گوہر دریا کی گہرائی سے نکال کر

شب بر ساحلِ دریا نہد و در دُرخش و تابِ آں می چَرد

رات کو دریا کے کنارے پر رکھتا ہے اور اُس کی روشنی اور چمک میں چرتا ہے

و بازرگان از کمین بیروں آید چوں گاو از گوہر دور تر

اور تاجر گھات سے باہر آتا ہے جب بیل گوہر سے زیادہ دُور چلا

رفتہ باشد بازرگاں بلجم و باگلِ تیرہ گوہر را بپوشاند و

جاتا ہے تاجر تلچھٹ اور کالی مٹی سے چھپا دیتا ہے اور درخت

بَر درخت گریزد

پر بھاگ جاتا ہے

۲ گاوِ آبی گوہر از بحر آوَرَد — بنہد اندر مَرج و گِردش می چَرَد

دریائی بیل، سمندر سے گوہر لاتا ہے — چراگاہ میں رکھتا ہے اور اُس کے گرد چرتا ہے

در شعاعِ نورِ گوہر گاوِ آب — می چَرد از سُنبل و سوسن شتاب

دریائی بیل، گوہر کے نور کی شعاع میں — جلد سنبل اور سوسن چرتا ہے

زاں فگندہ گاوِ آبی عنبر ست — کہ غذائش نرگس و نیلوفر ست

اسی لئے دریائی بیل کا فضلہ عنبر ہے — کہ اُس کی غذا نرگس اور نیلوفر ہے

۳ ہر کہ باشد قُوتِ اُو نورِ جلال — چوں نزاید از لبش سحرِ حلال

جس کی روزی اللہ تعالیٰ کا نور ہے — اُس کے ہونٹ سے حلال جادو کیوں نہ پیدا ہوگا؟

ہر کہ چوں زنبور وحیستش نقل — چوں نباشد خانۂ اُو پُر عسل

شہد کی مکھی کی طرح جس کی غذا وحی ہو — اُس کا گھر شہد سے پُر کیوں نہ ہوگا؟

می چَرد در نورِ گوہر آں بقر — ناگہاں گردد ز گوہر دُور تر

وہ بیل گوہر کے نور میں چرتا ہے — اچانک گوہر سے بہت دُور ہو جاتا ہے

تاجرے بر دُر نہد وحلِ سیاہ — تا شود تاریک مَرج و سبزہ گاہ

ایک تاجر موتی پر کالی کیچڑ رکھ دیتا ہے — تاکہ چراگاہ اور سبزہ زار تاریک ہو جائے

---

۱ ہر کسے۔ مولانا رمزاً اپنا حال سے کہتا ہے کہ ہر شخص میرے راز کو نہیں سمجھتا ہے تو میرے پاس آ کر دیکھ تب راز سمجھے گا۔ قصہ۔ اِس قصہ سے یہی بتایا ہے کہ اُس سمندری موتی کو دریائی بیل نہ پہچان سکا اِسلئے کہ اُس کی نظر ظاہر پر رہی تاجر اُس کے باطن سے واقف تھا لہٰذا وہ اُس کو لے گیا۔ کاویانی۔ کاوہ لوہار کی چمڑے کی کھال کو فریدوں نے اپنا جھنڈا بنایا اور ضحاک کے مقابلہ میں کامیاب ہوا تو اُس کو زر و جواہر سے مرصع کر کے اپنا جھنڈا بنا لیا جس کو درفش کاویانی کہا جاتا تھا، پھر کاویانی قیمتی چیز کو کہا جانے لگا۔

۲ گاوِ آبی۔ سمندری بیل۔ مرج۔ چراگاہ۔ زاں۔ مولانا نے عنبر کو دریائی بیل کا گوہر قرار دیا ہے کچھ لوگوں نے اسے عنبر مچھلی کا فضلہ قرار دیا ہے کچھ سمندری چشمے کی پیداوار مانتے ہیں اور بعض لوگ دریائی گھاس سمجھتے ہیں۔

۳ ہر کہ۔ مولانا فرماتے ہیں کہ جس طرح دریائی بیل کا خوشبودار چیزوں کے کھانے کا نتیجہ خوشبودار ہے اسی طرح جو کوئی ذکر اللہ کے نور کی روحانی غذا حاصل کرے گا تو اس کی زبان سے سحر حلال یعنی موثر کلام صادر ہوگا۔ ہر کہ۔ جو شخص وحی الٰہی سے خوراک حاصل کریگا اُس کا گھر یعنی منہ شہد سے کیوں نہ پُر ہوگا۔ وحل۔ کیچڑ۔

۱ پس گریزد مردِ تاجر بر درخت — گاو جویاں مرد را با شاخِ سخت

پھر تاجر شخص، درخت پر بھاگ جاتا ہے — بیل اُس کو سخت سینگ سے ڈھونڈتا ہے

بیست بار آں گاو تازد گردِ مرج — تا کند آں خصم را در شاخ درج

وہ بیل بیس مرتبہ چراگاہ کے گرد دوڑتا ہے — تاکہ اُس مخالف کو سینگ میں بیندھ دے

چوں ازو نومید گردد گاوِ نر — آید آنجا کہ نہادہ بُد گہر

جب بیل اُس سے نااُمید ہو جاتا ہے — اُس جگہ آتا ہے جہاں گوہر رکھا تھا

وحل بیند فوق دُرِّ شاہوار — پس ز طیں بگریزد او ابلیس وار

دُرِ شہوار پر کیچڑ دیکھتا ہے — وہ شیطان کی طرح مٹی سے بھاگ جاتا ہے

کاں بلیس از متنِ طیں کور و کر ست — گاو کے داند کہ در گل گوہر ست

کیونکہ شیطان مٹی کے درمیان سے اندھا اور بہرا ہے — بیل کیا جانے کہ مٹی میں گوہر ہے؟

اِهْبِطُوا افگند جاں را در حضیض — از نمازش کرد محروم آں محیض

• نیچے اُترو • نے جان کو پستی میں ڈال دیا — حیض نے، اُس کو نماز سے محروم کر دیا

اے رفیقاں زیں مقیل و زاں مقال — اِتَّقُوا اِنَّ الْهَوٰی حَیْضُ الرِّجَال

اے ساتھیو! اِس نیند اور اُس قول سے — بچو، نفسانی خواہش مردوں کا حیض ہے

۲ اِهْبِطُوا افگند جاں را در بدن — تا بگل پنہاں بُوَد دُرِّ عدن

• تم نیچے اُترو • نے جان کو جسم میں ڈال دیا — تاکہ عدن کا موتی مٹی میں چھپ جائے

تاجرش داند ولیکن گاو نے — اہلِ دل دانند ہر گل کاو نے

اس کو تاجر جانتا ہے، نہ کہ بیل — اہلِ دل جانتے ہیں، نہ کہ ہر مٹی کھودنے والا

۳ ہر گلے کاندر دلِ او گوہر یست — گوہرش غماز طینِ دیگر یست

جس مٹی کے دل کے اندر گوہر ہے — اُس کا گوہر دوسری مٹی کا مخبر ہے

واں گلے کز رشِ حق نورے نیافت — صحبتِ گلہائے پُر دُر بر نتافت

وہ مٹی جس نے اللہ (تعالیٰ) کے نور سے چھڑکاؤ حاصل نہ کیا — وہ موتیوں سے پُر مٹی کی صحبت برداشت نہ کرسکی

ایں سخن پایاں ندارد موشِ ما — ہست بر لبہائے جو بر گوشِ ما

یہ بات آخر نہیں رکھتی، ہمارا چوہا — نہر کے کناروں پر ہمارے کان میں ہے

رجوع کردن بقصۂ طلب کردن آں موش آں چغز را از لبِ جو

اُس چوہے کے اُس مینڈک کو نہر کے کنارے سے طلب کرنے کے قصہ کی طرف واپسی

---

۱ پس گریزد۔ وہ جوہری تاجر اُس گوہر کو کیچڑ میں دبا کر درخت پر چڑھ گیا۔ شاخِ سخت مضبوط سینگ۔ پس ز طیں۔ جس طرح شیطان نے حضرت آدمؑ کے صرف ظاہر کو دیکھا اور اُن سے گریز کیا اِسی طرح یہ دریائی بیل اُس گوہر کے اوپر کی مٹی کو دیکھ کر گریز کرتا ہے۔ کاں بلیس۔ شیطان حضرت آدمؑ کے باطنی اوصاف سے اندھا بہرا تھا اِسی طرح بیل یہ نہ سمجھا کہ اِس مٹی کے اندر گوہر ہے۔ متن۔ تیر کے پر اور پیکان کا درمیانی حصہ۔

۲ اِهْبِطُوا۔ عام کی روح کو تکوینی اعتبار سے نیچے اُترو کے حکم نے پستی میں ڈال دیا پھر گناہوں کے ارتکاب نے اُس کو اور بدتر کر دیا۔ زیں مقیل۔ یعنی خوابِ غرور۔ مقال۔ یعنی موجبِ گناہ۔ حیض الرجال۔ نفسانی خواہش انسان کو نماز یعنی قربِ الٰہی سے محروم کر دیتی ہے۔ اِهْبِطُوا۔ عالمِ بالا سے روح کو جسم میں آنا ایسا ہی ہے جیسا کہ عدنی موتی کا مٹی میں چھپ جانا۔ تاجرش۔ جب روح جسم میں آگئی تو اب اسکو جوہری پہچان سکتا ہے عام انسان دنیادار نہیں سمجھ سکتا۔

۳ ہر گلے۔ جس مٹی میں گوہر ہوتا ہے وہ گوہر والی دوسری مٹی کو بھی پہچان لیتا ہے مشہور ہے ولی را ولی می شناسد۔ واں گلے۔ جس جسم پر اللہ کے نور کا چھڑکاؤ نہیں ہے وہ اولیاء کے جسم کی صحبت کو برداشت نہیں کرتا۔ اُنسے نفرت کرتا ہے۔ گوشِ ما۔ ہم چوہے کی بات بھولے نہیں ہیں اُسکی آواز ہمارے کان میں آرہی ہے۔

۴ رجوع۔ چوہے نے مینڈک کو دریا میں سے بُلانے کیلئے وہ ڈورا کھینچا جو مینڈک کے پاؤں میں بندھا ہوا تھا۔

کشیدن او سر رشتہ تا چغز در آب خبردار شود از طلب او

اور اس کا ڈورے کے سرے کو کھینچنا تاکہ مینڈک پانی میں اسکے بلانے سے خبردار ہوجائے

آں سر رشتہ عشق رشتہ می کشد[1]
وہ محبت میں گندھا ہوا، ڈورا کھینچتا ہے
بر امید وصل چغز با رشد
ہدایت یافتہ، مینڈک کے وصل کی امید پر

می تند بر رشتہ دل دمبدم
وہ ہر دم دل کے ڈورے پر تن رہا ہے
کہ سر رشتہ بدست آوردہ ام
کہ میں نے ڈورے کا سرا ہاتھ میں لے لیا ہے

ہمچو تارے شد دل و جاں در شہود
مشاہدہ میں دل اور جان تار کی طرح ہوگئے
تا سر رشتہ بمن روی نمود
تب ڈورے کا سرا مجھے نظر آیا

چوں غراب البین آمد ناگہاں
اچانک جب فراق کا کوا آیا
در شکار موش و بردش زاں مکاں
چوہے کو شکار کرنے کیلئے، اور اسکو اس جگہ سے لے گیا

چوں برآمد بر ہوا موش از غراب
کوے کیوجہ سے جب چوہا فضا میں پہنچا
منسحب شد چغز نیز از قعر آب
مینڈک بھی پانی کی گہرائی سے کھنچ گیا

موش در منقار زاغ و چغز ہم
چوہا کوے کی چونچ میں اور مینڈک بھی
در ہوا آویختہ پا در رتم
پاؤں ڈورے میں بندھا فضا میں معلق

خلق[2] می گفتند زاغ از مکر و کید
لوگ کہہ رہے تھے کوے نے مکر اور چالاکی سے
چغز آبی را چگونہ کرد صید
پانی کے مینڈک کو کس طرح شکار کرلیا؟

چوں شد اندر آب و چونش در ربود
وہ پانی میں کیسے گیا اور اسکو کیسے اچک لیا؟
چغز آبی کے شکار زاغ بود
پانی کا مینڈک کوے کا شکار کب تھا؟

چغز گفتا ایں سزای آں کسے
مینڈک نے کہا یہ اُس کی سزا ہے
کو چو بے آبان قسود جفت خسے
جو بے آبروؤں کی طرح کمینہ کا ساتھی ہے

اے فغاں از یار ناجنس اے فغاں
فریاد ہے ناجنس دوست سے، فریاد ہے
ہمنشین نیک جوئید اے مہاں
اے بزرگو! نیک ساتھی تلاش کرو

عقل[3] را افغان ز نفس پر عیوب
عیبوں بھرے نفس سے عقل کی فریاد ہے
ہمچو بینی بدے بر روی خوب
جیسے حسین چہرے پر بھدی ناک

عقل می گفتش کہ جنسیت یقیں
عقل اُس سے کہتی تھی کہ یقیناً ہم جنس ہونا
از ر … ئی ست نے از آب وطیں
اوصاف کے لحاظ سے ہے نہ پانی اور مٹی سے

---

[1] سر رشتۂ عشق۔ محبت میں چور یعنی چوہا۔ می تند۔ وہ اس پر غرور اور ناز کر رہا تھا۔ سر رشتہ۔ یعنی محبت کا ایک ذریعہ۔ ہمچو۔ دیدار کے معاملہ میں میرا دل اور جان تار کی طرح ہوگئے تھے اب ایک ذریعہ ہاتھ آیا ہے۔ چوں۔ اب اس ڈورے کا انجام ذکر کرتے ہیں فرماتے ہیں کہ فراق کا کوا آیا اور چوہے کو اس جگہ سے اڑالے گیا۔ غراب البین۔ جدائی کا کوا، کوے کے بولنے کو دوستوں کی جدائی کی علامت مانا جاتا ہے۔ چوں۔ جب کوا چوہے کو لیکر اڑا تو مینڈک بھی پانی کی گہرائی سے کھنچ آیا۔ رتم۔ وہ ڈورا جو ہاتھ کی انگلی میں بطور یادگار کے باندھا جاتا ہے۔

[2] خلق۔ لوگ اس واقعہ کو دیکھکر کہہ رہے تھے کہ کوے نے پانی کے مینڈک کو کسطرح شکار کرلیا۔ چوں۔ کوا پانی میں کیسے گھسا، پانی کا مینڈک تو کوے کا شکار نہیں بنتا ہے۔ چغز۔ مینڈک نے کہا جو بے آبروؤں کیطرح کسی کمینہ کا ساتھی بنے اُسکی یہی سزا ہے۔ اے فغاں۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ ناجنس کی صحبت سے بچو اور ہم جنس یعنی نیک کی صحبت تلاش کرو۔

[3] عقل۔ ہم جنس سے مراد یہ ہے کہ اوصاف میں باہمی شرکت ہو، عقل اور نفس تقریباً ہم جنس ہیں لیکن اوصاف دونوں کے جدا ہیں لہٰذا عقل، بُرے نفس سے فریاد کرتی ہے جسطرح حسین چہرہ بھدی ناک

[4] زیادہ تر آتا ہے۔ عقل۔ عقل نفس سے کہتی ہے کہ ہم جنس ہونا مٹی اور پانی کی اضافت سے بڑھ کر ہے۔ جیسا … مثال ہوتا ہے۔

ہیں مشو صورت پرست و ایںؔ مگو — سرِّ جنسیت بصورت در مجو
خبردار! تو صورت پرست نہ بن اور یہ نہ کہہ — ہم جنس ہونے کی حقیقت صورت میں تلاش نہ کر

صورت آمد چوں جماد و چوں حجر — نیست جامد را ز جنسیت خبر
صورت جماد اور پتھر کی طرح ہے — جامد کو ہم جنس ہونے کا پتہ نہیں ہے

جاں چو مور و تن چو دانہ گندمے — می کشاند سو بسویش ہر دمے
جان چیونٹی کی طرح اور جسم گیہوں کے دانہ کی طرح ہے — وہ اُس کو ہر وقت اِدھر اُدھر کھینچتی ہے

مور داند کاں حبوب مرتہن — مستحیل و جنسِ من خواہند شدن
چیونٹی سمجھتی ہے کہ قبضہ کے دانے — تبدیل اور میری جنس ہوجائیں گے

آں یکے مورے گرفت از راہ جو — مورِ دیگر گندمے بگرفت و دو
ایک چیونٹی نے راستہ میں سے جَو لے لیا — دوسری نے گیہوں اور بھاگتا لے لیا

جو سوئے گندم نمی تازد ولے — مور سوئے مور می آید بلے
جو گیہوں کی طرف نہیں دوڑتا لیکن — ہاں چیونٹی چیونٹی کی جانب آرہی ہے

رفتنِ ۲ جو سوئے گندم تابع ست — مور را بیں کو بجنس راجع ست
جو کا گیہوں کی جانب جانا تابع ہے — چیونٹی کو دیکھ کر وہ اپنی جنس کی طرف پلٹ رہی ہے

تو مگو گندم چرا شد سوئے جو — چشم را بر خصم نہ نے بر گرد
تو یہ نہ کہہ کہ گیہوں جو کی جانب کیوں گیا؟ — نظر مقابل پر رکھ، نہ کہ گردی پر

مورِ اسود بر سرِ لبدِ سیاہ — مور پنہاں دانہ پیدا پیشِ راہ
کالی چیونٹی سیاہ نمدے پر — چیونٹی مخفی ہوگی، دانہ راستے کے سامنے ظاہر ہوگا

عقل گوید چشم را نیکو نگر — دانہ ہرگز کے رَوَد بے دانہ بر
عقل آنکھ سے کہتی ہے، غور کرلے — دانہ بغیر دانہ لیجانیوالے کے کبھی نہیں چلتا

زیں ۳ سبب آمد سوئے اصحاب کلب — ہست صورتہا حبوب و مور قلب
اسی سبب سے کتا اصحاب کی جانب آیا — صورتیں دانہ ہیں اور دل چیونٹی ہے

زاں شود عیسیٰؑ سوئے پاکانِ چرخ — بد قفصہا مختلف یک جنس فرخ
اسی لئے عیسیٰؑ آسمان کے قدسیوں کی جانب جاتے ہیں — پنجرے مختلف تھے، چوزے ایک جنس کے تھے

اصل ہم جنسیت اوصاف کے اعتبار سے ہے نہ کہ صورت کیوجہ سے اسی لئے اصحابِ کہف کے کتے کی کشش اصحابِ کہف کی طرف تھی صورتوں کو دانہ سمجھ اور دل اور اوصافِ باطنی کو چیونٹی سمجھ۔ زاں شود۔ حضرت عیسیٰؑ اور ملائکہ میں اوصاف کے اعتبار سے ہم جنسیت تھی۔ قفصہا۔ یعنی اجسام۔ فرخ۔ یعنی روح۔

۱ ایں مگو۔ صورت کی مشابہت سے ہم جنس ہونے کا قائل نہ بن۔ صورت۔ صورت ایک بے جان چیز ہے اُسمیں جنسیت کا احساس نہیں ہے جان۔ جسم میں احساس اور حرکت جان کیوجہ سے ہے جیسا کہ گیہوں کے دانے میں حرکت چیونٹی کیوجہ سے ہوئی ہے جو اُس کو لیجارہی ہے۔ مور داند۔ چیونٹی کی دانہ کیطرف کشش بھی جنسیت کیوجہ سے ہے کیونکہ وہ ہضم ہوکر اُس کا ہم جنس بنجاتا ہے۔ آں یکے۔ ایک چیونٹی نے راستہ میں جَو کا دانہ لے لیا دوسری نے گیہوں کا دانہ لے لیا اب وہ ایک دوسری کی طرف چلی تو گیہوں کا دانہ جَو کے دانہ کی جانب نہیں دوڑ رہا ہے بلکہ چیونٹی چیونٹی کی جانب دوڑ رہی ہے۔

۲ رفتنِ جو۔ جو کا گیہوں کے دانہ کیطرف چلنا تبعاً ہے، چیونٹی کو دیکھ لے تو سمجھ میں آجائیگا۔ تو مگو۔ جو اور گیہوں کے دانے کی حرکت کیوجہ سے یہ نہ سمجھ کہ وہ چل رہے ہیں اُن کے بالمقابل جو چیز ہے یعنی چیونٹی اُسکو دیکھ۔ یہ تو اُسکے قبضہ میں ہیں۔ مورِ اسود۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ چیونٹی تو نظر نہیں آتی وہ کالے نمدے پر چل رہی ہے اور دانہ چلتا ہوا نظر آتا ہے عقل۔ تو عقل سے سمجھ لے کہ دانہ کو لیجانے والی چیونٹی ہے جو چل رہی ہے۔

۳ زیں سبب۔ چونکہ

اِیں قفس پیدا و آں فرخش نہاں
بے قفس کش کے قفس گردد رواں

یہ پنجرا ظاہر اور اُس کا چوزہ پوشیدہ ہے
پنجرا بغیر پنجرا کھینچنے والے کے کہاں چلتا ہے؟

اے خُنک چشمے کہ عقلستش امیر
عاقبت بیں باشد و حبر و قریر

اے (مخاطب) وہ آنکھ ٹھنڈی ہے عقل جسکی حاکم ہو
انجام کو دیکھنے والی اور عالم اور ٹھنڈی ہو

فرقِ زشت و نغز از عقل آورید
نے ز چشمے کز سیہ گفت و سپید

بُرے اور بھلے کا عقل سے فرق کرو
نہ کہ آنکھ سے جو سیاہ اور سفید بتاتی ہے

چشم غرہ شُد بخضرائِ دِمَن
عقل گوید بر محکِّ ماش زن

آنکھ کوڑی کے سبزے پر فریفتہ ہوئی
عقل کہتی ہے، اُسکو ہماری کسوٹی پر رگڑ

آفتِ مُرغست چشمِ کام بیں
مُخلِصِ مُرغست عقلِ دام بیں

خود غرض آنکھ، پرند کی تباہی ہے
جال کو دیکھنے والی آنکھ پرند کو نجات دینے والی ہے

دامِ دیگر بُد کہ عقلش در نیافت
وحیِ غائب بیں بداں سُو زاں شتافت

ایک دوسرا جال تھا جس کو عقل نہ محسوس کر سکی
غیب کو دیکھنے والی وحی اسوجہ سے اُس جانب دوڑی

جنس و ناجنس از خرد تانی شناخت
سُوئے صورتہا نشاید زود تاخت

تو جنس اور ناجنس کو عقل سے پہچان سکتا ہے
جلدی سے صورت کی طرف نہ دوڑنا چاہیئے

نیست جنسیت بصورت لی و لک
عیسیٰؑ آمد در بشر جنسِ مَلک

میرے اور تیرے لئے جنسیت صورت سے نہیں ہے
عیسیٰؑ انسانوں میں فرشتے کی جنس تھے

بر کشیدش فوقِ ایں نیلی حصار
مُرغِ گردونی چو چغزش زاغ وار

اُن کو اس نیلے قلعہ پر کھینچ لیا
آسمانی پرندنے اُس چوہے کو کوّے کی طرح

قصۂ[3] عبد الغوث و ربودنِ پریاں اُو را و سالہا در میانِ پریاں ساکن شُدن و بعد ازاں بشہرِ خود باز آمدن و فرزنداں را دیدن و از پریاں ناشکیفتن بحکمِ جنسیت و ہمدلی با ایشان

عبد الغوث کا قصہ اور اُس کو پریوں کا لے جانا اور سالوں پریوں میں رہنا اور اُس کے بعد اپنے شہر میں آجانا اور اولاد کو دیکھنا اور پریوں سے صبر نہ کرنا اُن کے ساتھ ہم جنس اور ہمدل ہونے کی وجہ سے

بُود عبد الغوث ہم جنسِ پری
چوں پری نہ سال در پنہاں پری

عبد الغوث پری کا ہم جنس تھا
پری کی طرح نو سال تک مخفی پرواز میں تھا

لہ اِیں قفس۔ جسم ظاہر ہے رُوح مخفی ہے لیکن سمجھ لے کہ جسم رُوح کیوجہ سے حرکت میں ہے۔ اے خُنک۔ آرام سے وہی ہیں جو عقل سے کام لیتے ہیں۔ حبر۔ عالم۔ قریر۔ ٹھنڈا۔ فرق۔ بھلے بُرے میں عقل ہی تمیز کر سکتی ہے آنکھ تو صرف ایک روپ کو دیکھتی ہے۔ چشم۔ آنکھ کوڑی کے سبزے پر مائل ہوجاتی ہے عقل جان لیتی ہے کہ اُسکی تہ میں کیا ہے۔

لہ[2] آفت۔ جو پرند عقل سے کام نہ لے صرف آنکھ سے دیکھے وہ جال میں پھنس جاتا ہے۔ دامِ دیگر۔ کچھ باتیں ایسی ہیں کہ وہاں یہ عقلِ جزوی کام نہیں دیتی ہے صرف وحیِ الٰہی رہبری کرتی ہے۔ جنس۔ جنسیت کا مدار چونکہ باطنی اوصاف پر ہے تو اُسکو عقل پہچان سکتی ہے نہ کہ آنکھ۔ نیست۔ محض صورت کے اعتبار سے جنسیت نہیں ہے ورنہ حضرت عیسیٰؑ جنسِ بشر ہوتے فرشتہ کی جنس نہ ہوتے۔ بر کشیدش۔ اللہ تعالیٰ نے اُنکو اسی لئے فرشتوں سے ملا دیا۔

لہ[3] قصہ۔ عبد الغوث کوئی شخص ہے جو اوصاف کے اعتبار سے جِن اور صورت کے اعتبار سے انسان تھا وہ انسانوں سے مانوس نہ تھا جنوں میں رہنا پسند کرتا تھا اُسکے بال بچے بھی ہوتے لیکن پھر بھی اُسکا دل پریوں اور جنوں میں لگتا تھا۔ پری۔ جِن۔ در پنہاں پری۔ یعنی جنوں کیطرح چھپی ہوئی پرواز میں نو سال تک رہا

شد زنش را نسل از شوی دگر ۔۔۔ واں یتیمانش زمرگش در سمر[1]
اُسکی بیوی کے دوسرے شوہر سے اولاد ہو گئی ۔۔۔ اور اس کے یتیم اُس کی موت کی کہانیوں میں تھے

کہ مر او را گرگ زد یا رہزنے ۔۔۔ یا فتاد اندر چہے یا مکمنے
کہ اُسکو بھیڑیئے نے یا ڈاکو نے مار دیا ۔۔۔ یا کسی کنویں میں گر گیا، یا کسی پوشیدہ جگہ میں

جملہ فرزندانش در اشغال مست ۔۔۔ خود نگفتندے کہ بابائے بدست
اُس کے تمام لڑکے کاموں میں مست تھے ۔۔۔ وہ یہ بھی نہ کہتے کہ (اُن کا) کوئی باوا تھا

بعدِ نہ سال آمد آں ہم عاریہ ۔۔۔ گشت پیدا باز شد متواریہ
وہ ۹ سال کے بعد بھی عارضی طور پر آیا ۔۔۔ ظاہر ہوا، پھر چھپ گیا

یک بیک فرزند و زن را دید باز ۔۔۔ گشت پنہاں کس ندیدش باز راز
اُس نے اچانک اولاد اور بیوی کو دیکھا ۔۔۔ پوشیدہ ہو گیا اور پھر کسی نے اسکا راز نہ دیکھا

یک مہے مہمان فرزندانِ خویش ۔۔۔ بود و زاں پس کس ندیدش رنگ بیش
ایک مہینہ اپنی اولاد کا مہمان ۔۔۔ رہا اور اُسکے بعد اُس کا رنگ سامنے کسی نے نہ دیکھا

برد ہمجنسیِ پریانش چناں ۔۔۔ کہ رباید روح را زخمِ سناں
اُس کو پریوں کی ہم جنسی اِس طرح لے گئی ۔۔۔ جس طرح بھالے کا زخم روح کو اُڑا لیجاتا ہے

چوں بہشتی جنسِ جنت آمدست ۔۔۔ ہم ز جنسیت شود یزداں پرست
چونکہ جنتی جنت کی جنس ہے ۔۔۔ جنسیت کی وجہ سے وہ خدا پرست ہوتا ہے

[2]نے نبیؐ فرمود جود و محمدہ ۔۔۔ شاخِ جنت داں بدنیا آمدہ
کیا نبیؐ نے نہیں فرمایا کہ سخاوت اور اچھائی کو ۔۔۔ جنت کی شاخ سمجھ جو دنیا میں آگئی ہے

مہرہا را جملہ جنسِ مہر خواں ۔۔۔ قہرہا را جملہ جنسِ قہر داں
محبتوں کو تمام تر محبت کی جنس سمجھ ۔۔۔ ظلموں کو ظلم کی جنس سمجھ

لا اُبالی لا اُبالی آورد ۔۔۔ زانکہ جنسِ ہم بوند اندر خرد
لاپروا، لاپروا کو لاتا ہے ۔۔۔ کیونکہ وہ عقل میں ہم جنس ہوتے ہیں

[3]بود جنسیت در ادریسؑ از نجوم ۔۔۔ ہشت سال او با زحل بد در قدوم
حضرت ادریسؑ میں ستاروں کی جنسیت تھی ۔۔۔ وہ آٹھ سال تک زحل سے ہم رفتار رہے

در مشارق در مغارب یارِ او ۔۔۔ ہم حدیث و محرمِ اسرارِ او
مشرقوں اور مغربوں میں اُس کے یار رہے ۔۔۔ اُس کے ہم سخن اور اُس کے رازداں رہے

لہ در سمر۔ اُس کے بال بچے اُس کے مرجانے کے قصے بیان کرتے تھے۔ مکمن۔ چھپنے کی جگہ۔ عاریہ۔ عارضی۔ متواریہ چھپنے والی۔ یک بیک۔ اچانک۔ بچوں کو دیکھنے آیا اور پھر ایسا غائب ہوا کہ اُس کا راز کسی کے سامنے نہ کھلا۔ سناں۔ بھالا۔ چوں بہشتی۔ جنتی، جنت کا ہم جنس ہوتا ہے اِسی لئے وہ خدا کی عبادت کر کے جنت میں جاتا ہے۔

٢ـه نے نبیؐ۔ آنحضورؐ نے فرمایا ہے سخاوت جنت کا درخت ہے اُس کی ایک شاخ دنیا میں ہے جو اُسکو پکڑ لیتا ہے وہ جنت میں چلا جاتا ہے۔ قہرہا۔ محبتیں، محبتوں کی ہم جنس اور قہر، قہر کا ہم جنس ہے۔ لا ابالی۔ لاپروا، لاپروا کی ہم جنس ہے۔

٣ـه بود جنسیت۔ حضرت ادریسؑ کو ستاروں سے ہم جنسیت تھی اِسی لئے وہ ساتویں آسمان پر زحل ستارے کے ساتھ آٹھ سال تک رہے، یہ سارا قصہ محض شہرت پر مبنی ہے، قرآن و حدیث میں اُسکا بیان نہیں ہے۔ در مشارق۔ زحل ستارہ مشرق و مغرب میں پہنچتا تھا تو یہ بھی ساتھ ہوتے تھے اور اُس سے باتیں کرتے رہتے اور ہمراز ہوتے تھے۔

١٩

بعدِ[1] غیبت چونکہ آورد او قدوم ‌‌ ‌‌ در زمیں می گفت او درسِ نجوم
غائب رہنے کے بعد جب اُنکی تشریف آوری ہوئی ‌‌ ‌‌ وہ زمین پر ستاروں کا درس دیتے تھے

پیشِ او اِستارگاں خوش صف زدہ ‌‌ ‌‌ اختراں در درسِ او حاضر شدہ
اُنکے سامنے ستارے عمدہ صف باندھے ہوئے تھے ‌‌ ‌‌ اُن کے درس میں ستارے حاضر ہوئے

آنچنانکہ خلق آوازِ نجوم ‌‌ ‌‌ می شنیدند از خصوص و از عموم
اِس طرح کہ ستاروں کی آواز ‌‌ ‌‌ خواص اور عوام سنتے تھے

جذبِ جنسیت کشیدہ تا زمیں ‌‌ ‌‌ اختراں را پیشِ او کردہ مُبیں
جنسیت نے زمین تک کھینچ لیا ‌‌ ‌‌ ستاروں کو اُنکے سامنے بیان کرنے والا بنا دیا

ہر یکے نامِ خود و احوالِ خود ‌‌ ‌‌ باز گفتہ پیشِ او شرحِ رَصد
ہر ایک اپنا نام اور احوال ‌‌ ‌‌ اُنکے سامنے (آلاتِ) رصد کی طرح کہدیتا

چیست جنسیت یکے نوعِ نظر ‌‌ ‌‌ کہ بداں یابند رہ در ہمد گر
جنسیت کیا ہے؟ ایک قسم کی نظر ‌‌ ‌‌ جس کی وجہ سے ایک دوسرے میں راہ پالیں

آں[2] نظر کہ کرد حق در وے نہاں ‌‌ ‌‌ چوں نہد در تو تو گردی جنسِ آں
اللہ (تعالیٰ) نے جو نظر اُسمیں پوشیدہ کردی ہے ‌‌ ‌‌ جب وہ تیرے اندر رکھدے تو اُسکی جنس بنجائے

ہر طرف چہ می کشد تن را نظر ‌‌ ‌‌ بے خبر را کہ کشاند با خبر
جسم کو ہر طرف کیا چیز کھینچ رہی ہے؟ نظر ‌‌ ‌‌ بے خبر کو کون کھینچ رہا ہے؟ با خبر

چونکہ اندر مرد خوئے زن نہد ‌‌ ‌‌ او مخنث گردد و گاں می دہد
جب مرد میں عورت کی عادت رکھدیں ‌‌ ‌‌ وہ ہیجڑا بن جائیگا اور مفعول بنے گا

چوں[3] نہد در زن خدا خوئے نر ‌‌ ‌‌ طالبِ زن گردد آں زن سعتری
جب اللہ (تعالیٰ) عورت میں مرد کی خاصیت رکھدے ‌‌ ‌‌ وہ سعتری عورت، عورت کی طلبگار بنجاتی ہے

چوں نہد در تو صفاتِ جبرئیل ‌‌ ‌‌ ہمچو فرخے بر ہوا جوئی سبیل
جب تجھ میں جبرئیلؑ کی صفات رکھدے ‌‌ ‌‌ تو چوزے کی طرح ہوا میں راستہ ڈھونڈے

منتظر بنہادہ دیدہ در ہوا ‌‌ ‌‌ از زمیں بیگانہ عاشق بر سما
ہوا میں آنکھ جمائے، منتظر ‌‌ ‌‌ زمین سے اجنبی، آسمان پر عاشق

ف١ بعدِ غیبت نو سال کے بعد جب وہ زمین پر آئے تو ستاروں کے احوال کو درس دیا کرتے تھے۔ پیش او۔ ستارے بھی اُن کے درس میں موجود رہتے تھے آنچنانکہ۔ درس میں شریک سب آدمی اُن ستاروں کی آوازیں سنتے تھے۔ جذب۔ ستاروں کو زمین پر حضرت ادریسؑ کی جنسیت کھینچکر لے آئی تھی۔ ہر یکے۔ ہر ستارہ اپنا نام اور حالات بتاتا تھا اور ایسی تشریح کرتا جس طرح رصد سے اُنکے حالات معلوم کیے جاتے ہیں۔ نوعِ نظر۔ جنسیت نظر اور فکر کے اتحاد کا نام ہے۔

ف٢ آں نظر۔ جب حق تعالیٰ دو روحوں میں ایک سے خیالات پیدا فرما دیتے ہیں تو وہ ایک دوسرے کی ہم جنس ہو جاتی ہیں۔ ہر طرف۔ جسم کی کشش نظر و فکر کی وجہ سے ہے بے خبر۔ جسم جو بے خبر ہے اُسکو باخبر روح کھینچتی ہے۔ چونکہ۔ جب مرد میں عورت کے اوصاف پیدا ہو جاتے ہیں تو وہ ہیجڑا بنجاتا ہے اور عورتوں کی طرح اپنے ساتھ جماع کراتا ہے۔

ف٣ چوں نہد۔ جب کسی عورت میں مردانہ صفات پیدا ہو جاتے ہیں وہ عورتوں کیساتھ جماع کرتی ہے۔ سعتری وہ عورت جو عورتوں سے جماع کرے۔ صفاتِ جبرئیل۔ جب کسی بشر میں ملکوتیت کا غلبہ ہوتا ہے تو پرندے کے بچے کیطرح ملاءِ اعلیٰ کیطرف پرواز کے راستے تلاش کرتا ہے۔ منتظر۔ اُسکا دھیان ملاءِ اعلیٰ کی طرف رہتا ہے اور زمین سے بیزار رہتا ہے۔

چوں نہد در تو صفتہای[۵۱] خری ۔۔۔ صد پرت گر ہست بر آخر پری

جب تیرے اندر گدھے کی صفات رکھ دے ۔۔۔ اگر تیرے سو پر ہیں طویلہ پر اُڑے گا

از پئے صورت نیامد مُوش خوار ۔۔۔ از خبیثی شُد زبونِ مُوش خوار

چوہا صورت کی وجہ سے ذلیل نہ بنا ۔۔۔ خباثت کی وجہ سے چوہے کھانیوالے کا مغلوب بنا

طُعمہ جُوی و خائن و ظُلمت پرست ۔۔۔ از پنیر و فستق و دوشاب مست

لقمہ کی جستجو کرنیوالا خائن اور اندھیرے کا پجاری ہے ۔۔۔ پنیر اور پستہ اور انگور کے شیرے سے مست ہے

بازِ اشہب را چو باشد خُوئے مُوش ۔۔۔ ننگِ مُوشاں باشد و عارِ وحوش

سفید باز میں جب چوہے کی خصلت ہو ۔۔۔ تو وہ چوہوں کیلئے باعثِ ذلت اور وحشی جانوروں کیلئے عار ہے

خُوئے آں ہاروت و ماروت اے پسر ۔۔۔ چوں بگشت و داد شاں خُوئے بشر

اے بیٹا! ہاروت و ماروت کی خصلت ۔۔۔ جب بدل گئی اور اُن کو انسان کی خصلت دیدی

در فتادند[۵۲] از لَنَحۡنُ الصَّافُّوۡن ۔۔۔ در چہِ بابل بہ بستہ سر نگون

وہ "بیشک ہم صف بنانیوالے ہیں" سے گر گئے ۔۔۔ بابل کے کنویں میں بندھے ہوئے، اوندھے

لوحِ محفوظ از نظرشاں دُور شُد ۔۔۔ لوحِ ایشاں ساحر و مسحُور شُد

لوحِ محفوظ اُن کی نظر سے دُور ہو گئی ۔۔۔ اُن کی لوح ساحر اور مسحور بن گئی

پر ہماں و سر ہماں ہیکل ہماں ۔۔۔ موسئٰ بر عرش و فرعونے مہاں

پر وہی اور سر وہی، وہی صورت ۔۔۔ (حضرت) موسیٰؑ عرش پر اور فرعون ذلیل

در پئے خُوباش و با خُوش خُو نشیں ۔۔۔ خُو پذیری روغن و گل را ببیں

خصلت کے درپے ہو اور خوش خصلت کے ساتھ بیٹھ ۔۔۔ تیل اور پھول کی عادت قبول کرنے کو دیکھ لے

خاکِ[۵۳] گور از مردِ حق یابد شرف ۔۔۔ تا نہد بر گورِ اُو دل رُوئے کف

مردِ خدا سے قبر کی مٹی شرافت پا جاتی ہے ۔۔۔ یہاں تک کہ اُس کی قبر پر دل منہ اور ہاتھ رکھ دیتا ہے

خاک از ہمسائگیِ جسمِ پاک ۔۔۔ چوں مُشرف آمد و اقبالناک

پاک جسم کی پڑوسی ہونے سے، مٹی ۔۔۔ جبکہ شریف اور اقبال والی ہو گئی

پس تو ہم اَلۡجَارُ ثُمَّ الدَّار گو ۔۔۔ گر دلے داری برو دلدار جو

پس تو بھی "پڑوسی پھر گھر" کہہ ۔۔۔ اگر تو دل رکھتا ہے، جا دلدار کی جستجو کر

۵۱ صفاتِ خری۔ اگر انسان میں بہیمیت کا غلبہ ہوتا ہے تو اُس کو ہر وقت کھانے کی فکر رہتی ہے۔ از پئے۔ چوہا صورت کی وجہ سے ذلیل نہیں ہے بلکہ باطنی خباثت کی وجہ سے ذلیل ہے۔ طُعمہ جو۔ یہ اُس کی باطنی خباثتیں ہیں فستق۔ پستہ۔ دوشاب۔ انگور کا شیرہ۔ بازِ اشہب۔ سفید باز جو نہایت قیمتی ہے اگر اُس میں خباثت پیدا ہو جائے تو وہ چوہوں اور بقیہ وحشی جانوروں سے بھی بدتر ہے۔ خوئی۔ ہاروت و ماروت فرشتے تھے لیکن اُنہیں بشری اوصاف دیے اِسی لئے فرشتوں کی صف سے خارج ہو گئے۔

۵۲ در فتادند۔ فرشتوں کی صفوں سے نکل کر بابل کے کنویں میں سزا میں سرنگوں ہو گئے۔ لَنَحۡنُ الصَّافُّوۡن۔ بیشک ہم صف باندھنے والے ہیں یہ فرشتوں کی خصوصیت ہے لوحِ محفوظ۔ پہلے اُن کی نظر لوحِ محفوظ پر رہتی تھی پھر جادو کی لوحوں پر رہنے لگی۔ پر ہماں۔ یعنی دست و بازو۔ موسیٰ، موسیٰؑ اور فرعون میں جسمانی جنسیت تھی لیکن اوصاف جداگانہ تھے۔ در پئے۔ جب یہ ثابت ہو گیا کہ جنسیت اوصاف کے اعتبار سے ہے تو تجھے نیکوں کی صحبت حاصل کرنی چاہیئے۔ اور صحبت کی تاثیر دیکھنی ہو تو تیل کو دیکھ لے کہ پھولوں کی صحبت سے اُس میں کیسی خوشبو پیدا ہو جاتی ہے۔

۵۳ خاکِ گور۔ انسان تو درکنار اگر مٹی بھی بزرگوں کی ہم صحبت ہو جاتی ہے تو اُس میں بزرگی آجاتی ہے، چنانچہ اولیاء کی قبر کی مٹی پر دل قربان ہوتا ہے نمک۔ قبر کی مٹی کو یہ شرافت اُس بزرگ کے جسم کی صحبت سے حاصل ہو گئی۔ اَلۡجَار۔ مشہور مقولہ ہے کہ گھر لینے سے پہلے پڑوسی کا انتخاب کرو۔ دلدار یعنی دلِ کامل۔

خاکِ اُو ہم سیرتِ جاں میشود — سُرمۂ[1] چشمِ عزیزاں میشود

اُس کی خاک جان کی ہم سیرت ہو جاتی ہے — معزز لوگوں کی آنکھ کا سُرمہ بن جاتی ہے

اے بسا در گور خفتہ خاک وار — بہ ز صد احیاء بنفع و انتشار

اے (مخاطب) بہت سے مٹی کی طرح قبر میں سوئے ہوئے — نفع اور بشارت حاصل کرنے میں سینکڑوں زندوں سے بہتر ہیں

سایہ بُود اُو و خاکش سایہ مند — صد ہزاراں زندہ در سایہ وَیند

وہ سایہ تھا اور اُس کی مٹی سایہ دار ہو گئی۔ — لاکھوں زندے اُس کے سایہ میں ہیں

داستانِ آں مرد کہ وظیفہ داشت در تبریز از محتسب و وامہا

اُس شخص کی داستان جس کا محتسب کی جانب سے تبریز میں وظیفہ مقرر تھا اور اُس

کردہ بُود بر امیدِ آں وعدہ و وظیفہ اُو را خبر نبُود از وفاتِ

کے وظیفہ اور وعدے کی اُمید پر اُس نے قرض کر لیے تھے اور اُس کو محتسب کے مرجانے

محتسب، حاصل از ہیچ زندہ وامِ اُو گزاردہ نشُد اِلّا از

کی خبر نہ تھی، نتیجہ یہ ہے کہ کسی زندہ سے اُس کا قرض ادا نہ ہوا مگر وفات

محتسبِ مُتوفّی گزاردہ شُد چنانکہ گفتہ اَند — بیت

پائے ہوئے محتسب کی جانب سے ادا ہوا چنانچہ کہا ہے

لَیْسَ[2] مَنْ مَاتَ فَاسْتَرَاحَ بِمَیِّتٍ — اِنَّمَا الْمَیِّتُ مَیِّتُ الْاَحْیَاءِ

جو مر گیا اور اُس نے راحت پائی وہ مُردہ نہیں ہے — مُردہ، زندوں میں کا مُردہ ہے

آں یکے درویش ز اطرافِ دیار — جانبِ تبریز آمد وام دار

ملک کے اطراف سے، ایک فقیر — قرضدار ہو کر تبریز کی جانب آیا

نہ ہزارش وام بُود از زر مگر — بُود در تبریز بدر الدّیں عُمر

شاید نو ہزار اشرفیاں اُس پر قرض تھیں — تبریز میں، بدرالدین عمر تھے

محتسب بُود و بدل بحر آمدہ — ہر سرِ مُویش یکے حاتم کدہ

وہ کوتوال تھے اور دل کے دریا تھے — اُن کا ہر بال ایک حاتم خانہ تھا

حاتم[3] ار بُودے گدائے اُو شدے — سر نہادے خاکپائے اُو شدے

اگر حاتم ہوتا تو اُن کا بھکاری ہوتا — سر رکھ دیتا اور خاکِ پا بن جاتا

گر بدادے تشنہ را بحرِ زلال — در کرم شرمندہ بُودے زاں نوال

اگر وہ پیاسے کو صاف پانی کا سمندر دیدیتے — شرافت کی وجہ سے اُس عطا سے شرمندہ ہوتا

لہ سُرمہ - صاحبِ نسبت کی نسبت، صاحبِ قبر کے فیض سے بڑھ جاتی ہے۔ کہ جبکہ بزرگوں کی قبر سے بھی فیض ہوتا ہے تو زندگی میں اُن کی صحبت کس قدر مفید ہوگی۔ سایہ بُود - وہ بزرگ انسانوں کے سر کا سایہ تھا اور اب اُس کی قبر سایہ دار ہے جس سے لاکھوں انسان مُستفید ہوتے ہیں۔ داستان - اِس قصہ میں یہ بتایا ہے کہ اُس سخی سے مرنے کے بعد بھی فیض حاصل ہوا۔ وظیفہ۔ محتسب کے در سے اُس کا وظیفہ مقرر تھا۔ گزاردہ شُد۔ وہ قرض وفات یافتہ محتسب سے ہی ادا ہوا۔

۲ لیس - جو شخص قبر میں بھی دوسروں کو فیض پہنچا رہا ہے وہ مُردہ نہیں ہے مُردہ تو وہ زندہ ہے جو بالکل بے فیض ہے۔ دیار۔ ملک۔ وام۔ قرض۔ نہ۔ اُس پر نو ہزار دینار قرض ہو گئے۔ محتسب۔ اُن کا نام بدرالدین عمر اور عہدہ کوتوال تھا۔ بحر۔ اُن کا دل جود و سخا میں سمندر تھا۔ ہر سر مویش۔ اُن کا ہر ہر رونگٹا حاتم طائی کا گھر معلوم ہوتا تھا۔

۳ حاتم - اگر اُس زمانہ میں حاتم طائی زندہ ہوتا تو وہ اُن کا غلام ہوتا۔ گر بدادے۔ اگر وہ پیاسے کو میٹھے پانی کا سمندر بھی دیتے تو اپنی سخاوت کی وجہ سے شرمندہ ہوتے اور اپنی عطا کو حقیر سمجھتے تھے۔

[۱] در بکردے ذرہ را مشرقے
اگر وہ ذرّے کو مشرق بنا دیتے
بود آں در ہمتش نالائقے
تو وہ بھی اُس کی ہمت کے لائق نہ تھا

بر اُمیدِ اُو بیامد آں غریب
وہ پردیسی اُن کی اُمید پر آیا
کو غریباں را بُدے خویش و نسیب
کیونکہ وہ پردیسیوں کیلئے اپنے اور رشتہ دار تھے

بادرش بُود آں غریب آموختہ
وہ پردیسی اُن کے دروازے کا ہلا ہوا تھا
وامِ بیحد از عطایش توختہ
اُن کی عطا سے بیحد قرض اُتار چکا تھا

[۲] ہم بہ پشتی آں کریم اُو وام کرد
اُس سخی کے بھروسے پر اُس نے قرض لیا
کہ بہ بخششہاش واثق بُود مرد
کیونکہ وہ اُن کی بخششوں پر بھروسہ رکھتا تھا

لا اُبالی گشتہ اُو و وام جُو
وہ لاپروا اور قرض لینے والا بن گیا تھا
بر اُمیدِ قُلزمِ اکرام خُو
اکرام خصلت، دریا کی اُمید پر

وام داراں رُو ترش اُو شادکام
مقروض رنجیدہ تھے، وہ خوش تھا
ہمچو گُل خنداں از آں رزض الکرام
پھول کی طرح خنداں تھا اُس خرخار کے جھینوں کیوجہ سے

گرم شد پُشتش ز خورشیدِ عرب
عرب کے سورج سے اُس کی کمر گرم ہو گئی
چہ غمستش از سبالِ بُولہب
ابولہب کی مونچھوں سے اُسے کیا غم ہے؟

[۳] چونکہ دارد عہد و پیوندِ سحاب
جب کوئی شخص اَبر سے ملاقات اور تعلق رکھتا ہو
کے دریغ آید ز سقّایانش آب
اُسکو سقّوں کو پانی دینے سے بخل کب ہوگا؟

ساحرانِ واقف از دستِ خدا
خدا کے ہاتھ سے باخبر، جادوگر
کے نہند ایں دست و پا را دست و پا
ان ہاتھ پاؤں کو ہاتھ پاؤں (کے مرتبہ میں) کب رکھتے ہیں!

روبہے کہ ہست زاں شیرانش پُشت
جس لومڑی کی اُن شیروں سے پُشت (پناہی) ہو
بشکند کلّہ پلنگاں را بمُشت
وہ گھونسے سے چیتوں کا جبڑا توڑ دے گی

آمدنِ جعفر طیّار رضی اللہ عنہ بگرفتنِ قلعہ تنہا و مشورت کردنِ مَلِکِ آں قلعہ با وزیر و دفع کردنِ وزیر مَلِک را کہ

(حضرت) جعفر طیّار رضی اللہ عنہ کا قلعہ پر قبضہ کرنے کے لئے تنہا آنا اور اُس قلعہ کے بادشاہ کا وزیر سے مشورہ کرنا اور وزیر کا بادشاہ کو روکنا کہ بردار سُپرد

گھونسے سے چیتوں کا جبڑا توڑ دے۔ جعفرؓ طیّار۔ اب اِسی مناسبت سے حضرت جعفرؓ طیّار کی بہادری کا ذکر کرتے ہیں کہ اُن کو اللہ تعالیٰ کی پُشت پناہی حاصل تھی تو وہ بڑے بڑے لشکروں سے نہ ڈرتے تھے

---

[۱] در بکردے۔ اگر وہ ذرّے کو مشرق بنا دیتے جس سے خود سورج طلوع ہوا کرتا تو بھی اپنی ہمت کے اعتبار سے اُس کو حقیر ہی سمجھتے۔ بر اُمیدِ اُو۔ اُن کی عطا کی اُمید پر وہ پردیسی تبریز آیا۔ بادرش۔ چونکہ وہ پردیسی اُنکے دروازے سے عطا حاصل کر چکا تھا اور اُس سے بہت سے قرضے ادا کر چکا تھا۔

[۲] ہم بہ پشتی۔ اُس مسافر نے اُن کے سہارے ہی قرض کر لیا تھا کیونکہ اُس کو یقین تھا کہ جب جا کر مانگوں گا وہ دیدیں گے۔ لا اُبالی۔ چونکہ اُسکو اُن کی عطا پر اعتماد تھا لہٰذا قرض لینے میں بھی جری ہو گیا تھا۔ وام داران۔ دوسرے مقروض جن کا محتسب سے تعلق تھا وہ متفکر رہتے تھے لیکن یہ شخص اُس سخی کی وجہ سے قرض سے بے فکر رہتا تھا اور مُسکراتا رہتا تھا۔ گرم شد۔ جس شخص کو آنحضورؐ کی مدد حاصل ہو وہ ابُولہب سے کیا ڈرے گا۔

[۳] چونکہ دارد۔ اگر کسی شخص کا اَبر سے جوڑ لگ گیا ہو تو وہ پانی پلانے والوں کو پانی دینے میں کب بخل کر سکتا ہے۔ ساحراں فرعون کے دربار کے جادوگروں کو جب خدائی ہاتھ سے واقفیت ہو گئی وہ اپنے ہاتھ پاؤں سے بے نیاز ہو گئے۔ روبہے۔ اگر لومڑی کو بھی شیر کی پُشت پناہی حاصل ہو جائے تو وہ

زنہار تسلیم کُن و از جہل تہوّر مکُن کہ ایں مرد مؤیّد ست از
کردے اور نادانی سے جسارت نہ دکھا کیونکہ اس شخص کو خدا کی تائید

حق و جمعیتِ عظیم دارد در جانِ خویش
حاصل ہے اور اپنی جان میں بڑا مجمع رکھتا ہے

۱ چونکہ جعفرؓ رفت سوئے قلعۂ — قلعہ پیشِ کامِ خشکش جرعۂ
جب جعفرؓ قلعہ کی جانب گئے — قلعہ اُن کے خشک گلے کیلئے ایک گھونٹ تھا

یک سوارہ تاخت تا قلعہ بکرّ — تا درِ قلعہ بہ بستند از حذر
حملہ کر کے تنہا قلعہ کی طرف دوڑے — یہاں تک کہ انہوں نے ڈر سے قلعہ کا دروازہ بند کرلیا

زہرہ نے کس را کہ پیش آید بجنگ — اہلِ کشتی را چہ زہرہ با نہنگ
کسی کا پتہ نہ تھا کہ جنگ کرنے سامنے آئے — ناکے کے سامنے کشتی والوں کا کیا پتہ؟

رُوئی آورد آں ملک سُوئے وزیر — کہ چہ چارہ است اندریں وقت اے مُشیر
اُس بادشاہ نے وزیر کی طرف رُخ کیا — کہ اے مشیر! اس وقت کیا تدبیر ہے؟

گفت آنکہ ترک گوئی کبر و فن — ۲ پیشِ اُو آئی بشمشیر و کفن
اُس نے کہا یہ ہے کہ تو تکبّر اور تدبیر کو چھوڑ — تلوار اور کفن لے کر اُن کے سامنے چلا جا

گفت آخر نے یکے مردیست فرد — گفت منگر خوار در فردیِ مرد
اُس نے کہا آخر کیا وہ ایک تنہا انسان نہیں ہے؟ — اُس نے کہا مرد کے اکیلے پن کو حقارت سے نہ دیکھ

۳ چشم بکشا قلعہ را بنگر نکو — ہمچو سیماب است لرزاں پیشِ اُو
آنکھ کھول قلعہ کو غور سے دیکھ — اُن کے سامنے پارے کی طرح تھرا رہا ہے

شستہ در زیں آنچناں محکم پے — گوئیا شرقی و غربی با وَیست
وہ زین پر اس قدر ثابت قدم بیٹھا ہوا ہے — گویا شرقی اور غربی اُس کے ساتھ ہیں

چند کس ہمچوں فدائی تاختند — خویشتن را پیشِ اُو انداختند
چند شخص قربانی کی طرح دوڑ پڑے — انھوں نے اپنے آپ کو اُن کے سامنے بچھا دیا

ہر یکے را اُو بگرزے می فگند — سر نگونسار اندر اقدامِ سمند
انھوں نے ہر ایک کو گرز سے پھینک دیا — گھوڑے کے قدموں میں اوندھا

دادہ بودش صُنعِ حق جمعیتے — کہ ہمیزد یک تنہ بر اُمّتے
اللہ تعالٰی کی کاریگری نے اُنکو جمعیتِ قلبی عطا فرما دی تھی — کہ تنہا ایک قوم پر حملہ کر دیتے تھے

۱ چونکہ جعفرؓ۔ جب وہ قلعہ پر حملہ آور ہوئے تو قلعہ اُنکی ہمّت کے سامنے حقیر تھا۔ یک سوارہ۔ وہ تنہا قلعہ پر حملہ آور ہوگئے اور دشمن نے ڈر سے قلعہ کا دروازہ بند کرلیا۔ زہرہ نے۔ کسی کی یہ ہمّت نہ تھی کہ اُن کے مقابلہ پر آتا۔ اہلِ کشتی۔ جو تیرنا بھی نہ جانتا ہو اور کشتی کی پناہ میں دریا کا سفر کرے وہ ناکے کے مقابلہ میں کیسے آسکتا ہے۔ رُوئی۔ بادشاہ نے اس معاملہ میں وزیر سے مشورہ کیا۔

۲ پیشِ او۔ یعنی اُن کے مقابلہ میں تکبّر اور جنگ نہ کریں بلکہ عاجزانہ تلوار اور کفن لے کر سامنے چلے جائیں جس میں اشارہ ہوتا تھا کہ ہم اپنی تلوار لائے ہیں کہ اس سے ہمیں قتل کردو اور کفن بھی ساتھ لائے ہیں کہ دفن کردو۔ گفت۔ بادشاہ نے کہا کہ آخر وہ تنہا ہی تو ہیں اس قدر خوف زدہ کیوں ہوں وزیر نے کہا اُنکے اکیلے پن کو حقارت سے نہ دیکھو۔

۳ چشم بکشا۔ آنکھیں کھول کر دیکھو کہ قلعہ یا اُس کے باشندے سیماب کی طرح لرز رہے ہیں۔ گوئیا۔ گویا مشرق اور مغرب کے لوگ اُس کے ساتھ ہیں۔ چند کس۔ ابتداء میں چند لوگ قربانی کے بکروں کی طرح اُن کی طرف دوڑے۔ ہر یکے۔ انھوں نے ہر ایک کو سرنگوں کر کے گھوڑے کے قدموں میں گرا دیا۔ جمعیتے۔ یعنی اطمینانِ قلبی۔

چشمِ من چوں دید روئے آں قباد[1] — کثرتِ اعداد از چشمم فتاد

جب میری آنکھ نے اس شاہِ معظم کا چہرہ دیکھا — دشمنوں کی کثرت کی میری نظر میں وقعت نہ رہی

اختراں بسیار و خورشید ار یکیست — پیشِ او بنیادِ ایشاں مندکیست

اگر ستارے بہت اور سورج ایک ہے — اُس کے سامنے اُن کی بنیاد ریزہ ریزہ ہے

گر ہزاراں موش پیش آرند سر — گربہ را نے ترس باشد نے حذر

اگر ہزاروں چوہے سر اُبھاریں — بلّی کو نہ ڈر ہے نہ خوف

کے بہ پیش آیند موشاں اے فلاں — نیست جمعیت درونِ جانِ شاں

اے فلاں! چوہے کب سامنے آتے ہیں؟ — اُن کی جان میں جماؤ نہیں ہے

ہست جمعیت[2] بصورتہا فشار — جمعِ معنی خواہ ہیں از کردگار

صورتوں کے اعتبار سے کثرت لغو ہے — ہاں، خدا سے باطن کی جمعیت مانگ

نیست جمعیت ز بسیاریِ جسم — جسم را بر باد قائم داں چو اسم

جسموں کی کثرت سے جمعیت نہیں ہے — جسم کو نام کی طرح ہوا پر قائم سمجھ

در دلِ موش ار بُدے جمعیتے — جمع گشتے چند موش از حمیتے

چوہے کے دل میں اگر جمعیت ہوتی — اپنایت سے چند چوہے جمع ہو جاتے

بر زدندے چوں فدائی حملۂ — خویش را بر گربہ بے مہلۂ

ایک حملہ میں فدائی کی طرح دے مارتے — بلّی پر اپنے آپ کو، بلا مہلت

آں یکے[3] چشمش بکندے از ضراب — واں دگر گوشش دریدے ہم بناب

ایک، ضرب سے اُس کی آنکھ نکال لیتا — دوسرا ایکبل سے اُس کا کان پھاڑ دیتا

واں دگر سوراخ کردے پہلوش — از جماعت گم شدے بیروں شوش

دوسرا اُس کے پہلو میں سوراخ کر دیتا — مجمع کی وجہ سے، اُس کا بھاگنا ممکن نہ ہوتا

لیک جمعیت ندارد جانِ موش — بجہد از جانش ببانگِ گربہ ہوش

لیکن چوہے کی جان جمعیت نہیں رکھتی ہے — بلّی کی آواز سے اُس کی جان کا ہوش بھاگ جاتا ہے

خشک گردد موش ازاں گربہ عیار — گر بود اعدادِ موشاں صد ہزار

اُس مکار بلّی سے چوہا خشک ہو جاتا ہے — خواہ چوہوں کا شمار لاکھوں ہو

از رمہ انبُہ چہ غم قصاب را — انبُہیِ ہُش چہ بندد خواب را

گلّے کے مجمع سے قصائی کو کیا فکر؟ — ہوش کی کثرت نیند کو کیا روکے؟

---

[1] چشمِ من۔ وزیر نے کہا میری نظر جب اُس بڑے بادشاہ پر پڑی تو مجھے یقین ہو گیا کہ ایسے بہادر کے سامنے دشمنوں کی تعداد کی کثرت کوئی چیز نہیں ہے۔ اختراں۔ اب مولانا ایسی مثالیں ذکر کرتے ہیں جن میں ایک کے مقابلہ میں کثرت کوئی چیز نہیں ہے سورج کے مقابلہ میں ستاروں کی کثرت بے معنی ہے۔ گر ہزاراں۔ ایک بلّی کے مقابلہ میں سیکڑوں چوہے بے وقعت ہیں نیست۔ چوہوں کی جمعیت قلبی نہیں ہے۔

[2] ہست جمعیت۔ جسموں اور صورتوں کی کثرت اور جمعیت بیکار ہے۔ جسم۔ جسم اور نام کی کوئی حقیقت واقعیہ نہیں ہے۔ حمیت۔ اپنے کی طرفداری، حفاظت۔ بر زدندے۔ فدائی کی طرح بلّی پر حملہ آور ہو جاتے۔

[3] آں یکے۔ کوئی اُس کی آنکھ پھوڑتا کوئی اُس کے کان کاٹتا۔ واں دگر۔ کوئی اُس کے پہلو میں سوراخ کر دیتا۔ بیروں شو۔ خلاص۔ لیک۔ چوہوں میں جمعیتِ قلبی نہیں ہے بلّی کی آواز سے اُن کے ہوش اُڑ جاتے ہیں۔ از رمہ۔ ایک قصاب کے مقابلہ میں بکریوں کا گلہ بے معنی ہے۔

مالکُ الملک[1] ست جمعیت دہد
وہ مالک الملک جمعیت دیتاہے
شیر را تا بر گلہ گوراں جہد
شیر کو یہاں تک کہ وہ گورخروں کے گلّے پر کود پڑتا ہو

در زمانے شاں بسازد تُرت و مُرت
تھوڑی دیر میں اُن کو زیر و زبر کردیتا ہے
کس نیارد گفتنش از راہ بُرت
کوئی اُس سے نہیں کہہ سکتا کہ راستے سے ہٹ

صد ہزاراں گور دہ شاخِ دلیر
لاکھوں گورخر، دس سینگوں والے ، بہادر
چوں عدم باشند پیشِ ہولِ شیر
شیر کے خوف کے آگے کالعدم ہو جاتے ہیں

مالکُ الملک ست بدہد ملکِ حُسن
مالک الملک ہے جو حُسن کی سلطنت عطا کردیتا ہو
یوسفے را تا بُوَد چوں ماہِ مُزن
ایک یوسف کو یہاں تک کہ وہ ابر کے پانی کی طرح ہو جاتا ہے

در رُخے[2] بنہد شعاعِ اخترے
کسی رُخسار میں ستارے کی چمک رکھ دیتا ہے
کہ شود شاہے غلامِ دُخترے
حتیٰ کہ بادشاہ ، ایک لونڈی کا غلام بن جاتا ہے

بنہد اندر رُوئ دیگر نورِ خود
دوسرے چہرے میں اپنا نور رکھ دیتا ہے
کہ بہ بیند نیم شب ہر نیک و بد
حتیٰ کہ وہ آدھی رات میں اچھے اور بُرے کو پہچان لیتا ہے

یوسفؑ و موسیٰؑ ز حق بُردند نُور
یوسفؑ اور موسیٰؑ نے اللہ (تعالیٰ) سے نور حاصل کیا تھا
در رُخ و رُخسار و در ذاتُ الصّدُور
رُخ اور رُخسار میں اور سینوں والے (دل) میں

رُوئ موسیٰؑ بارقے انگیختہ
(حضرت) موسیٰؑ کے چہرے سے ایک برق پیدا کرتا تھا
پیشِ رُو اُو توبرہ آویختہ
اُن کے چہرے کے سامنے نقاب لٹکا ہوا تھا

نورِ رُویش[3] آنچناں بُردے بَصَر
اُن کے چہرے کا نور اس طرح بینائی کو اُچک لیتا
کہ زمرّد از دو دیدہ مارِ کَر
جیسا کہ زمرّد بہرے سانپ کی دونوں آنکھوں سے

اُو ز حق در خواستہ تا توبرہ
اُنھوں نے اللہ (تعالیٰ) سے درخواست کی تاکہ
گردد آں نورِ قوی را سَاترہ
اُس قوی نور کو چھپانے والا بن جائے

توبرہ گفت از گلیمت ساز ہیں
فرمایا، نقاب اپنی کملی کا بنالو ، ہاں
کاں لباسِ عارفے آمد امیں
کیونکہ وہ عارف کا لباس ہے

کاں کسا از نور صبرے یافتہ است
کیونکہ اُس کملی نے نور سے صبر حاصل کرلیا ہے
نورِ جاں در تار و پودش تافتہ است
جان کا نور اُس کے تانے اور بانے میں روشن رہا ہے

[1] مالک الملک۔ جب خدا جمعیتِ قلبی عنایت کردیتا ہے تو شیر گورخروں کے گلّے پر حملہ کردیتاہے۔ تُرت و مُرت۔ ت اور میم کے فتح کے ساتھ زیر و زبر۔ بُرت۔ با کے ضمہ کے ساتھ، جا، راستہ سے ہٹ۔ گورَ۔ گورخر۔ مالک الملک۔ اللہ کی عطا صرف جمعیتِ قلبی نہیں ہے بلکہ اُس کی اور بھی عطایا ہیں۔ یوسفے۔ کوئی حسین۔ ماہِ مُزن۔ ابر کا پانی شفاف ہوتا ہے۔

[2] در رُخے۔ کسی حسین کے رُخ میں ستارے کی چمک پیدا فرما دیتا ہے جس کی وجہ سے ایک شاہ لونڈی کا غلام بن جاتا ہے۔ بنہد۔ حُسن ظاہر کے علاوہ حُسنِ باطن عنایت کردیتا ہے تو وہ بزرگ آدھی رات میں بھی نیک و بد کو پہچان جاتا ہے۔ یوسفؑ و موسیٰؑ۔ حضرت یوسفؑ کے رُخ کا نور مشہور ہے۔ تجلّی طور کے بعد حضرت موسیٰؑ کے چہرے میں بھی ایسا نور پیدا ہو گیا تھا جس کو دیکھنے کی ہر شخص تاب نہ لاتا تھا۔ ذات الصّدور۔ قلب۔ قدسی۔ حضرت موسیٰؑ کے مُنھ پر ایسی چمک تھی کہ کوئی اُسکو دیکھ نہ سکتا تھا اس لئے اُنھوں نے مُنھ پر نقاب ڈالنا شروع کردیا تھا۔ بارقے۔ برق، چمک۔ توبرہ۔ یعنی نقاب۔

[3] نورِ رُویش۔ حضرت موسیٰؑ کے چہرے کا نور دیکھنے سے آنکھیں اندھی ہو جاتی تھیں۔ زمرّد۔ زمرّد پتھر پر اگر سانپ کی نظر پڑ جائے تو وہ اندھا ہو جاتا ہے یہ ایک مشہور بات ہے۔ مارِ کر۔ سانپ کی ایک قسم بہری ہے جس کا زہر قاتل ہے۔ ساترہ۔ چھپانیوالی۔ توبرہ گفت۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰؑ کے جواب میں فرمایا کہ اپنی کملی کا نقاب بنا لیا کرو انھیں یہ طاقت ہے کہ وہ اُس نور کو تحمل کرلیں کوئی کپڑا اُس نور کے چھپنے کو نہ روک سکے گا۔ عارفے۔ یعنی حضرت موسیٰؑ۔ کسا۔ چادر، کملی۔ نور جاں۔ حضرت موسیٰؑ کی کملی اُن کے نور کو برداشت کرتی تھی اور اُس کا تانا بانا نور سے روشن تھا۔

جز چنیں خرقہ نخواہد شد صواں[1]
اِس کملی کے سوا کوئی محافظ نہیں ہو سکتا
نورِ ما را بر نتابد غیرِ آں
اُس کے سوا ہمارے نور کو برداشت نہیں کر سکتا

کوہِ قاف ار پیش آید بہرِ سد
اگر روک کے لئے کوہِ قاف سامنے آجائے
ہمچو کوہِ طور نورش بر درد
نور اُس کو کوہِ طور کی طرح پھاڑ دے

از کمالِ قدرت ابدانِ رجال
قدرت کے کمال کی وجہ سے مردانِ (خدا) کے جسموں نے
یافت اندر نورِ بیچوں احتمال
بے کیف نور میں تحمّل پایا ہے

آنچہ طورش بر نتابد ذرّہ
جس کے ذرّے کو طور نہ برداشت کرے
قدرتش جا ساز داز قارورہ
قدرت ایک شیشہ میں اُس کی جگہ بنا دیتی ہے

آنچہ طورش بر نتابد اے کیا
اے پاکیزہ! جس کو طور نہ برداشت کر سکا
قدرتش اندر زجاجے ساخت جا
قدرت نے ایک شیشہ میں اُس کی جگہ بنا دی

گشت مشکوٰۃ[2] زجاجی جای نور
شیشے والا طاقچہ، نور کی جگہ بن گیا
کہ ہمی درّد ز نورِ آں قاف و طور
کہ جس کے نور سے کوہِ قاف اور طور ٹکڑے ٹکڑے ہوتا ہے

جسمِ شاں مشکوٰۃ داں دلشاں زجاج
اُن کے جسم کو طاقچہ اور اُن کے دل کو شیشہ سمجھ
تافتہ بر عرش و افلاک ایں سراج
یہ چراغ عرش اور آسمان پر روشن ہوا

نورِ شاں حیرانِ ایں نور آمدہ
اُن کا نور اِس نور سے حیران ہو گیا
چوں ستارہ زیں ضحیٰ فانی شدہ
ستارے کی طرح اِس چاشت کے وقت سے غائب ہو گیا

زیں حکایت کرد آں ختمِ رسل
رسولوں کے خاتم نے اِسی سے یہ حکایت کی ہے
از ملیکِ لایزالُ لم یزل
شہنشاہِ ابدی اور ازلی سے

کہ نگنجیدم[3] در افلاک و خلا
کہ میں آسمانوں اور فضا میں نہیں سماتا ہوں
در عقول و در نفوسِ باعُلا
علوی عقلوں میں اور نفوس میں

در دلِ مومن بگنجیدم چو ضیف
مومن کے دل میں مہمان کی طرح سما گیا ہوں
بے زچون و بے چگونہ بے زکیف
بغیر چون اور بغیر چگون اور بغیر کیف کے

تا بدلّالیِ آں دل فوق و تحت
تاکہ اُس دل کے واسطے سے اوپر اور نیچے
یابد از من پادشاہیہائے بخت
مجھ سے نصیبہ کی بادشاہیاں حاصل کریں

---

[1] صواں۔ جامہ دان۔ کوہِ قاف۔ کوہِ قاف جو کوہِ طور سے بڑا مانا جاتا ہے وہ رکاوٹ بنے گا تو کوہِ طور کی طرح پارہ پارہ ہو جائے گا۔ از کمال۔ اللہ تعالیٰ کو کمالِ قدرت ہے کہ اُس نے قلبِ مومن میں اُس نور کے تحمّل کی طاقت پیدا کر دی ہے۔ قارورہ۔ شیشہ یعنی قلب۔ کے۔ پاکیزہ۔ زجاج۔ شیشہ یعنی قلب۔

[2] گشت۔ قرآنِ پاک میں ہے مَثَلُ نُورِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ۔ اللہ تعالیٰ کے نور کی مثال ہے کہ ایک طاقچہ ہو جس میں چراغ ہے وہ چراغ شیشہ میں ہے۔ مولانا نے طاقچہ سے مومن کا جسم مصباح سے نورِ حق اور زجاجہ سے قلبِ مومن مراد لیا ہے۔ تافتہ۔ مردِ کامل جبکہ تخلیقِ عالم کا سبب ہے تو گویا وہ عرش و افلاک کے نور کا واسطہ ہے۔ نورِ شاں۔ زمین آسمان کا نور قلبِ مومن کے نور سے حیران ہے اور اُس کے مقابلہ میں مضمحل ہے۔ زیں۔ چونکہ عرش و افلاک پر نورِ قلبِ مومن کے واسطے سے ہے اسی لئے اِس حدیثِ قدسی میں یہ مضمون آیا ہے جو آئندہ اشعار میں مذکور ہے۔

[3] کہ نگنجیدم۔ یہ اُس حدیثِ قدسی کا مفہوم ہے جو صوفیوں میں مشہور ہے۔ خلا۔ یعنی آسمانوں کے اوپر۔ باعُلا۔ علوی۔ ضیف۔ مہمان محترم ہوتا ہے۔ بے زچوں۔ اُس نورِ حق کا قلب سے تعلق بے کیف ہے ایسا نہیں ہے جیسا کہ مظروف کا ظرف سے ہوتا ہے۔ تا بدلّالی۔ اُس قلب کے واسطے اور دلّالی سے علوی اور سفلی مجھ سے فیض حاصل کریں۔

بےچنیں آئینہ ایں خوبیِ مَن — بر نتابد نے زمین و نے زَمَن

ایسے آئینہ کے بغیر میرے اِس حُسن کو — کوئی برداشت نہ کر سکتا تھا نہ زمین اور نہ زمانہ

بَردو کون اسپِ ترحّم تاختیم — پس عریض آئینہ بَرساختیم

ہم نے دونوں جہان پر رحم کا گھوڑا دوڑا دیا — پھر ہم نے بہت وسیع آئینہ بنایا

ہر دَمے زیں آئینہ پنجاہ عُرس — بنگر آئینہ وَلے شرحش مپرس

ہر وقت اِس پچاس شادیوں والے آئینہ سے — آئینہ کو دیکھ لیکن اُس کی شرح نہ پوچھ

حاصل آں کز لبسِ خویشش پردہ ساخت — کہ نفوذِ آں قمر را می شناخت

خلاصہ یہ ہے کہ اُن (موسیٰؑ) نے اپنے لباس سے نقاب بنایا — کیونکہ وہ اُس چاند کے نفوذ کو پہچانتے تھے

گر بُدے پردہ زغیرِ لُبسِ اُو — پارہ گشتے گر بُدے کوہِ دو تو

اگر اُن کے لباس کے سوا کا نقاب ہوتا — ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا اگر دُہرے پہاڑ کا ہوتا

زآہنیں دیوارہا نافذ شُدے — توبرہ با نورِ حق چہ فن زَدے

لوہے کی دیواروں سے پار ہو جاتا — نقاب اللہ تعالیٰ کے نور کے سامنے کیا ہُنر دکھاتا!

گشتہ بُود آں توبرہ صاحب تفے — بُود وقتِ شور خرقہ عارفے

وہ نقاب شورش (عشق) کا ساتھی رہا تھا — وہ شورش کے وقت ایک عارف کا خرقہ تھا

گشتہ بُود آں توبرہ ستّارِ نور — زانکہ بُود از خرقۂ یک با حضور

وہ نقاب نور کا پردہ پوش رہا تھا — کیونکہ وہ ایک حاضر باش کی کفنی (کا جزو) تھا

زاں شود آتش رہینِ سوختہ — کوست با آتش زپیش آموختہ

آگ اسی لئے سوختہ کی مرہون ہوتی — کیونکہ وہ پہلے سے آگ سے سدھا ہوا ہے

وز ہوای و عشقِ آں نورِ رشاد — خود صفورا ہر دو دیدہ باد داد

اُس ہدایت کے نور کے عشق و محبت سے — خود (حضرت) صفورا نے دونوں آنکھیں برباد کر دیں

اوّلاً بربست یک چشم و بدید — نورِ رُویِ اُو و آں چشمش پرید

پہلے ایک آنکھ بند کی اور دیکھا — اُنکے چہرے کا نور اور اُن کی وہ آنکھ غائب ہو گئی

بعد ازاں صبرش نماند و آں دگر — برگشاد و کرد خرجِ آں قمر

اُس کے بعد اُن کو صبر نہ رہا اور دوسری — کھول دی اور اُس چاند پر خرچ کر دی

ہمچناں مردِ مجاہد ناں دہد — چوں بروزد نورِ طاعت جاں دہد

اسی طرح مجاہد آدمی روٹی دیتا ہے — جب اُس پر اطاعت کا نور حملہ کرتا ہے تو جان دیدیتا ہے

---

۵۱ بےچنیں۔ قلبِ مومن کے واسطے کے بغیر علوی اور سفلی میری تجلی کو برداشت نہ کر سکتے تھے۔ بر دو کون قلبِ مومن کو آئینہ تجلیات بنا دینے میں اللہ کا بڑا کرم ہے۔ عریض آئینہ۔ یہ قلبِ مومن کی وسعت کی طرف اشارہ ہے۔ مصرع سمٹنے تو دلِ عاشق پھیلے تو زمانہ ہے۔ ہر دمے۔ اِس آئینہ کے احوال کا اجمالی ذکر سُن لے تشریح میں نہ جا۔ حاصل۔ بات کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرمانے کے بعد جب حضرت موسیٰؑ نے اپنی کملی کو نقاب بنا لیا چونکہ اُن کو معلوم تھا کہ اور کوئی چیز اُس نور کے نفوذ کو نہ روک سکے گی۔ گر بُدے۔ پہاڑ کا دُوگنا حجم بھی ہو تو وہ اُس نور کی تجلی سے پارہ پارہ ہو جائے۔

۵۲ زآہنیں۔ وہ نورِ حق لوہے کی دیواروں کو بھی پار کر جاتا ہے۔ گشتہ۔ حضرت موسیٰؑ کی کملی نے عشق کی حرارت اور شورش کو برداشت کیا تھا۔ عارف۔ حضرت موسیٰؑ۔ باحضور یعنی قربِ الٰہی۔ سوختہ وہ کپڑا جس کے ذریعہ آگ سُلگائی جائے۔ صفورا حضرت موسیٰؑ کی زوجہ مطہرہ۔

۵۳ اوّلاً۔ حضرت صفورا نے پہلے ایک آنکھ بند کر کے ایک آنکھ سے اُس نور کو دیکھا تو وہ آنکھ جاتی رہی۔ بعد ازاں۔ پھر دوسری آنکھ سے دیکھا وہ بھی جاتی رہی۔ ہمچناں۔ مجاہدہ کرنے کا پہلا درجہ لذتوں کو ترک کرنا

[illegible]

پس زنے گفتش ز چشمِ عبہری[۱] — کہ ز دستت رفت حسرت میخوری
اُن سے ایک عورت نے کہا، نرگسی آنکھوں سے — جو تمہارے ہاتھ سے چلی گئیں تم حسرت کرتی ہو؟

گفت حسرت میخورم کہ صد ہزار — دیدہ بودے تا ہمی کردم نثار
اُنھوں نے کہا، مجھے حسرت ہے کہ ایک لاکھ — آنکھیں ہوتیں تاکہ میں نثار کردیتی

روزنِ چشمم زمہ ویراں شدست — لیک مہ چوں گنج در ویراں شدست
میری آنکھ کا دریچہ، چاند سے ویران ہوا ہے — لیکن چاند خزانہ کی طرح ویرانہ میں آگیا ہے

کے[۲] گذارد گنج کایں ویرانہ ام — یاد آرد از رواق و خانہ ام
خزانہ کب موقع دے گا کہ یہ میرا ویرانہ — میرے محل اور گھر کو یاد کرے؟

حق شنید ایں زود چشمم باز داد — دید موسیٰؑ را ز نورش ساز داد
اللہ (تعالیٰ) نے یہ سُنا فوراً میری آنکھیں لوٹا دیں — (حضرت) موسیٰؑ کے دیدار کیلئے اُنکے نور سے سامان دیدیا

از نظر آں نور زو پنہاں نشد — از خزینہ خاص بُد ویراں نشد
وہ نور، اُن کی نظر سے غائب نہ ہوا — خاص خزانہ کا تھا، ویران نہ ہوا

نورِ روئے یوسفیؑ وقتِ عبور — می فتادے در شباک و در قصور
(حضرت) یوسفؑ کے چہرے کا نور گذرتے وقت — جالیوں اور محلات پر پڑتا تھا

پس بگفتندے درونِ خانہ در — یوسفست ایں سو بسیراں رہگذر
لوگ گھر میں کہا کرتے تھے — یوسفؑ اِس طرف چلتے ہوئے گذر رہے ہیں

زانکہ بر دیوار دیدندے شعاع — فہم کردندیش اصحابِ بقاع
کیونکہ وہ دیوار پر شعاع دیکھتے تھے — اُس کو گھر والے سمجھ جاتے تھے

خانہ[۳] را کش دریچہ ست آں طرف — دارد از سیرانِ آں یوسف شرف
جس گھر کی کھڑکی اُس طرف ہے — اُس یوسفؑ کے چلنے سے شرف رکھتا ہے

ہیں دریچہ سوئے یوسفؑ باز کن — وز شگافش فرجہ آغاز کن
خبردار! یوسفؑ کی جانب کھڑکی کھول لے — اُس کے شگاف سے تفریح شروع کر

عشق ورزی آں دریچہ کردن ست — کز جمالِ دوست سینہ روشن ست
عشق کرنا، وہ کھڑکی بنانا ہے — کیونکہ دوست کے حُسن سے سینہ روشن ہے

---

[۱] عبہر۔ نرگس کی دو قسم جس کا پھول درمیان میں سے زرد ہوتا ہے اگر درمیانی حصہ کالا ہو تو وہ شہلا کہلاتی ہے گفت۔ حضرت صفورا نے فرمایا حسرت تو اِس کی ہے کہ لاکھوں آنکھیں کیوں نہ ہوئیں کہ اُن سب کو قربان کردیتی۔ روزن۔ اگرچہ میری آنکھ کا دریچہ ویران ہو گیا اور اُس میں بصارت نہ رہی لیکن اب اِس ویرانہ میں اُس شئی کا دفینہ ہے

[۲] کے گذارد۔ اب میں اُس خزانہ کی وجہ سے پورے جسم سے بے نیاز ہوں۔ حق حضرت صفورا کی یہ گفتگو حضرت حق کو پسند آئی اور اُس نے اُن کی آنکھیں فوراً لوٹا دیں، اپنا نور عنایت کردیا جس سے وہ حضرت موسیٰؑ کا دیدار کرسکیں۔ از نظر۔ اب وہ نور چونکہ نورِ خداوندی تھا اِس لئے اُس نے اُس جمالِ موسوی کو برداشت کرلیا۔ نورِ روئے یوسفیؑ حضرت موسیٰؑ کے جمال کے بیان سے فارغ ہو کر حضرت یوسفؑ کے جمال کا ذکر شروع کیا ہے۔ شباک۔ جالی۔ پس جب نور جالیوں سے جھلکتا تھا تو گھر والے سمجھ جاتے تھے کہ حضرت یوسفؑ ادھر سے گذر رہے ہیں۔ بقاع۔ بُقعہ کی جمع ہے سرزمین۔

[۳] خانہ۔ اب یہاں سے محبوبِ حقیقی کی تجلی کا ذکر شروع کیا ہے یعنی جس دل کا دریچہ محبوبِ حقیقی کی جانب کُھلا ہوتا ہے وہ اُس محبوبِ حقیقی کی تجلیات سے فیض یاب ہوتا ہے۔ انسان کو دل کی کھڑکی حضرتِ حق تعالیٰ کی جانب کھولنی چاہیئے اور پھر عالمِ ملکوت کی سیر اور تفریح کرنی چاہیئے۔ عشق۔ کھڑکی کھولنے کا مطلب یہ ہے کہ اُس سے عشق کر۔

پیش ہمارہ رُوئے معشوق نگر — ایں بدستِ تُست بِشنو اے پسر
ہمیشہ معشوق کا رُخ دیکھتا رہ — اے بیٹا! اسن لے - تیرے قبضہ میں ہے

راہ کُن دراندرونہا خویش را — دُور کُن ادراکِ غیر اندیش را
اپنے باطنوں میں راستہ بنا — دوسرے کو سوچنے والے احساس کو دور کردے

کیمیا داری دوائے پوست کُن — دشمناں را زیں صناعت دوست کُن
تو کیمیا رکھتا ہے، کھال کا علاج کرلے — اس ہنر سے تو دشمنوں کو دوست بنالے

چوں شُدی زیبا بداں زیبا رسی — کہ رہاند رُوح را از بیکسی
جب تو حسین ہوجائیگا اُس حسین تک پہنچ جائیگا — جو روح کو بیکسی سے چُھڑا دیتا ہے

پرورشِ مر باغِ جانہا را نمش — زندہ کردہ مُردۂ غم را دمش
جانوں کے باغ کی اُس کی نمی سے پرورش ہے — غم کے مارے ہوئے کو اُسکے دَم نے زندہ کردیا ہے

نے ہمہ مُلکِ جہانِ دُوں دہد — صد ہزاراں مُلک گوناگوں دہد
صرف یہی نہیں ہے کہ وہ کمتر جہان کا مُلک عطا کرتا ہے — (بلکہ) لاکھوں، قِسما قسم مُلک عطا کرتا ہے

برسرِ مُلکِ جمالش دادِ حق — مُلکتِ تعبیر بے درس و سبق
اُن کے حُسن کے علاوہ اللہ (تعالیٰ) نے عطا فرمائی — تعبیر کی مملکت، بغیر درس اور سبق کے

مُلکتِ حُسنش سُوئے زنداں کشید — مُلکتِ علمش سُوئے کیواں کشید
حُسن کی مملکت نے اُن کو قید خانہ کی جانب کھینچا — علم کی مملکت اُن کو زحل کی جانب لے گئی

شہ غلامِ اُو شُد از علم و ہُنر — مُلکِ علم از مُلکِ حُسن آسُودہ تر
علم اور ہنر کی وجہ سے بادشاہ اُن کا غلام بنا — علم کی مملکت حُسن کی مملکت سے زیادہ اچھی ہے

رجوع بحکایتِ آں شخصِ وام کردہ و آمدنِ اُو باُمیدِ عنایتِ آں مُحتسِب بسُوئے تبریز

قرض لئے ہوئے شخص کی حکایت کی طرف رجوع اور اُس کا مُحتسِب کی مہربانی کی اُمید پر تبریز کی جانب آنا

آں غریبِ مُمتحن از بیمِ وام — در رہ آمد سُوئے آں دارالسلام
وہ مصیبت کا مارا پردیسی قرض کے ڈر سے — اُس دارالسلام کی جانب، راستہ میں آیا

شُد سُوئے تبریز و کوئے گلستاں — خفتہ اُمیدش فرازِ گلستاں
تبریز اور گلستان کے کوچہ کی طرف چلا — اُس کی اُمید پھولوں کی سیج پر چت لیٹی تھی

۱؎ پیش ہمارہ - ہمیشہ۔ اس طور پر تو معشوقِ حقیقی کا مشاہدہ کرسکے گا یہ تیری اختیاری بات ہے۔ راہ کُن۔ انفس میں جو آیاتِ الٰہیہ ہیں اُن پر غور کر اور غیر اللہ کے خیال کو دور کردے۔ کیمیا۔ معشوقِ حقیقی کی طرف دریچہ کھولنا ہی کیمیا ہے کہ تو اس سے نقائص رذائل دور کرسکتا ہے اور دشمنوں یعنی شیطان وغیرہ کو رام کرسکتا ہے۔ چوں شدی۔ جب تو کمال کو حاصل کرکے حسین بن جائیگا اللہ تعالیٰ کے دربار میں پہنچ جائے گا کیونکہ وہ جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے اور پھر وہ تیری روح کو بیکسی سے نجات دیدیگا۔

۲؎ پرورش۔ اُس کی رحمت کی ادنیٰ بارش تیری روح کے باغ کو شاداب کردے گی اور تیری مردگی دور کردیگی۔ نے ہمہ۔ اُس کی عطا صرف دنیا کی دولتیں نہیں ہیں وہ اس طرح کی صد ہا سلطنتیں عطا کردیتا ہے۔ برسر۔ حضرت یوسفؑ کو اللہ تعالیٰ نے صرف حُسن کی سلطنت ہی نہیں خواب کی تعبیر کی مملکت بھی عطا کی تھی۔ مملکت۔ اُن کا حسن قید خانہ کا سبب بنا اور خواب کی تعبیر کا علم بلندی اور عزت پر لے گیا شاہ مصر نے اُن کو مقرب بنایا۔

۳؎ شہ غلام۔ شاہ مصر اُن کا فرمانبردار بن گیا معلوم ہوا کہ علم کی سلطنت زیادہ آرام دہ ہے

آں غریب۔ وہ پردیسی جو قرض میں مقروض تھا، ملازمت کے لئے تبریز کی جانب سفر کیا ہوا۔ دارالسلام یعنی تبریز جنت نشان یعنی

زدزد [1] دار الملک تبریزِ سَنی
چمکدار، پائے تخت تبریز سے پڑی
بر امیدش روشنی بر روشنی
اُس کی اُمید پر روشنی بر روشنی

جانش خنداں شد ازاں روضہ رجال
اُس باغِ مرداں سے اُس کی رُوح خوش ہوئی
از نسیمِ یوسف و مصرِ وصال
یوسف کی نسیم اور وصال کے مصر سے

گفت یا حادی اَنِخْ لِیْ نَاقَتِیْ
بولا، اے حدی خواں میری اونٹنی بٹھا دے
جاء اِسْعَادِیْ وَطَارَتْ نَاقَتِیْ
میری کامیابی آگئی اور میرا ناقہ اڑ گیا

اُبْرُکِیْ یَا نَاقَتِیْ طَابَ الْاُمُوْر
اے میری اونٹنی بیٹھ جا، کام خوب ہو گئے
اِنَّ تَبْرِیْزًا مُنَاجَاتُ الصُّدُوْر
بیشک تبریز سینوں کی گفتگو کی جگہ ہے

اِسْرَحِیْ یَا نَاقَتِیْ حَوْلَ الرِّیَاض
اے میری اونٹنی! باغوں کے گرد چرتی رہ
اِنَّ تَبْرِیْزًا لَنَا نِعْمَ الْمُفَاض
بیشک تبریز ہمارے لئے بہترین فیض کی جگہ ہے

سارباناً [2] بار بکشا ز اشتراں
اے ساربان! اونٹوں سے سامان کھول دے
شہرِ تبریز ست و کوئے دلستاں
شہر تبریز ہے اور محبوب کا کوچہ ہے

فرِّ فردوسی ست ایں فالیز را
اِس چمن کے لئے جنت کی سی شان ہے
شعشعہ عرشی ست ایں تبریز را
اِس تبریز کے لئے عرشی نور ہے

ہر زمانے موجِ رُوح انگیز جاں
ہر وقت جان کی روح انگیز موج ہے
از فرازِ عرش بر تبریزیاں
تبریز والوں پر عرش کے اوپر سے

چوں وثاقِ مُحتسب جست آں غریب
جب اُس پردیسی نے مُحتسِب کا مکان ڈھونڈا
خلق گفتندش کہ بگذشت آں حبیب
لوگوں نے کہا کہ وہ محبوب گزر گیا

اُو پریر از دارِ دنیا نقل کرد
وہ پرسوں دارِ دنیا سے انتقال کر گیا
مرد و زن از واقعہ اُو روی زرد
مَرد و زن اس کے حادثہ سے زرد رُو ہیں

رفت آں طاؤسِ عرشی سُوئے عرش
وہ عرشی مور عرش کی جانب چلا گیا
چوں رسید از ہاتفانش بُوئے عرش
جبکہ اُس کے پاس ہاتفوں سے عرش کی خوشبو پہنچی

سایہ اَش [3] گرچہ پناہِ خلق بُود
اُس کا سایہ اگرچہ لوگوں کی پناہ تھا
در نوردید آفتابش زُود زُود
اُس کو سورج نے جلد جلد لپیٹ دیا

راند اُو کشتی ازیں ساحل پریر
اُس نے پرسوں اِس ساحل سے کشتی روانہ کر دی
گشتہ بُود آں خواجہ زیں غمخانہ سیر
وہ خواجہ اِس غمکدے سے سیر ہو گیا تھا

[1] زد۔ تبریز سے اُس کی بہت سی اُمیدیں وابستہ تھیں۔ سَنی۔ روشن۔ روضہ۔ یعنی تبریز۔ رجال۔ یعنی عطا کے طلبگار۔ یوسف۔ یعنی مُحتسِب۔ مصر۔ مصرِ وصال، مصر میں حضرت یعقوبؑ کا حضرت یوسفؑ سے وصل ہوا تھا یہاں تبریز مراد ہے۔ حَادِی۔ اونٹ کو تیز چلانے کے لئے حُدی کے اشعار پڑھنے والا۔ مُنَاجَات الصُّدُوْر۔ یہی وہ جگہ ہے جس کے بارے میں میں دل دل میں باتیں کیا کرتا تھا۔

[2] ساربان۔ اونٹ والا۔ فالیز۔ کھیت۔ شعشعہ۔ چمک۔ وثاق۔ گھر۔ بگذشت۔ یعنی دنیا سے گذر گیا۔ آں حبیب۔ مُحتسِب۔ پریر۔ پرسوں۔ طاؤسِ عرشی یعنی مُحتسِب۔

[3] سایہ اَش۔ مُحتسِب کی ذات سے مخلوق کو راحت تھی۔ آفتاب۔ یعنی موت۔ سیر۔ اب مُحتسِب دنیا کی زندگی سے اُکتا گیا تھا۔

نعرہ[۱] زد مرد و بیہوش اوفتاد | گوئیا او نیز در پے جاں بداد
اس شخص نے نعرہ مارا اور بیہوش ہو کر گر پڑا | گویا اس نے بھی اس کے پیچھے جان دیدی

پس گلاب و آب بر رویش زدند | ہمرہاں بر حالتش گریاں شدند
لوگوں نے اُسکے منہ پر گلاب اور پانی چھڑکا | ساتھی اس کی حالت پر رونے لگے

تا بشب بیخویش بود و بعد ازاں | نیم مردہ باز گشت از غیب جاں
وہ رات تک بے ہوش تھا اور اُسکے بعد | جان، غیب سے نیم مردہ واپس ہوئی

باخبر شدنِ آں غریب از وفاتِ آں محتسب و استغفارِ
اس پردیسی کا محتسب کی وفات سے باخبر ہونا اور اس کا مخلوق پر
اُو از اعتماد بر مخلوق و تعویل بر عطائے مخلوق و یادِ
بھروسہ کرنے اور مخلوق کی عطا پر اعتماد کرنے سے استغفار پڑھنا اور
نعمت ہای حق سبحانہ و تعالیٰ کردن و انابت بحق از
اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرنا اور اپنے قصور سے اللہ تعالیٰ
جرمِ خود ثُمَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ
کی طرف رجوع کرنا، پھر وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا اپنے رب کا مثل قرار دیتے ہیں
هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ طِيْنٍ ثُمَّ قَضٰى اَجَلًا
وہ وہی ہے جس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا پھر ایک مدت مقرر کی

چوں[۲] بہوش آمد بگفت اے کردگار | مجرمم بودم بخلق امیدوار
جب وہ ہوش میں آیا بولا، اے خدا! | میں قصوروار تھا کہ مخلوق سے امیدوار ہوں

گرچہ خواجہ بس سخاوت کرد و جود | ہیچ آں کفوِ عطای تو نبود
اگرچہ خواجہ نے بہت جود و سخا کی | کچھ بھی وہ تیری عطا کا ہمسر نہ تھا

او کلہ بخشید و تو سر پُر خرد | او قبا بخشید و تو بالا و قد
اُس نے ٹوپی دی اور تو نے عقل بھرا سر | اُس نے قبا بخشی اور تو نے قد و قامت

او[۳] زرم داد و تو دستِ زر شمار | او ستورم داد و تو عقلِ سوار
اُس نے مجھے سونا دیا تو نے سونا گننے والا ہاتھ | اس نے مجھے سواری دی تو نے سوار ہونیوالی عقل

خواجہ شمعم داد و تو چشمِ قریر | خواجہ نُقلم داد و تو طعمہ پذیر
خواجہ نے مجھے شمع دی اور تو نے ٹھنڈی آنکھ | خواجہ نے مجھے چبینا دیا اور تو نے کھانے کو قبول کرنے والا

---

۱ نعرہ۔ محتسب کی موت کی خبر سے یہ مسافر نعرہ مار کر بے ہوش ہو کر گر گیا۔ باخبر۔ جب اُس مسافر کو ہوش آیا تو یہ بھی ہوش آیا کہ غیر اللہ پر بھروسہ کرنا غلطی تھی اور وہ اپنی غلطی پر نادم ہو کر اللہ کی طرف راجع ہوا۔

۲ چوں بہوش۔ جب اُس کو ہوش آیا تو اُس نے اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی غلطی کا اعتراف کیا۔ گرچہ۔ اُس نے خدا سے عرض کیا کہ بیشک محتسب بہت سخی تھا لیکن تیری سخاوت کا ہمسر نہ تھا۔ اُو۔ محتسب نے ٹوپی دی تو نے سر عنایت کیا اُس نے قبا دی تو نے وہ قد و قامت عطا کیا جس سے میں اُس قبا سے فائدہ اُٹھا سکا۔

۳ اُو۔ محتسب نے سونا عطا کیا تو نے وہ ہاتھ عطا فرمایا جس سے میں نے اُس کو شمار کیا اُس نے سواری دی تو نے عقل دی جس کی وجہ سے میں اُس پر سوار ہو سکا۔ خواجہ۔ محتسب نے مجھے شمع دی تو نے وہ آنکھ دی جس کے ذریعہ شمع میرے لئے کار آمد ہوئی۔ قریر۔ ٹھنڈی۔ نُقل۔ کھانے کی چیز۔ طعمہ پذیر۔ یعنی معدہ۔

اُو وظیفہ داد تو عمر و حیات[۱] — وعدہ اش زر وعدۂ تو طیبات

اُس نے تنخواہ دی، تو نے عمر اور زندگی — اُس کا وعدہ سونا تھا تیرا وعدہ پاک چیزیں

اُو وثاقم داد تو چرخ و زمیں — در وثاقت اُو و صد چوں اُو سمیں

اُس نے مجھے گھر دیا اور تو نے آسمان و زمین — تیرے گھر میں وہ اور اُس جیسے سینکڑوں فربہ ہیں

آنچہ اُو داد اے مَلِک ہم از تو داد — کہ دل و دستِ وُرا کردی تو راد

اے شاہ! جو اُس نے دیا وہ بھی تیری طرف سے دیا — کیونکہ اُس کے ہاتھ اور دل کو تو نے سخی بنایا

زر از آنِ تُست اُو زر نا فرید — نان از آنِ تست نا لازش رسید

سونا تیری ملکیت ہے اُس نے سونا پیدا نہیں کیا — روٹی تیری ملکیت ہے، روٹی تجھ سے اُسے پہنچی

آں سخا و رحم ہم تو دادیش — کز سخاوت می فزودے شادیش

وہ سخاوت اور رحم بھی تو نے ہی اُسکو دیا — کیونکہ سخاوت سے اُس کی خوشی میں اضافہ ہوتا تھا

مَن مرا اُو را قبلۂ خود ساختم — قبلہ سازِ اصل را انداختم

میں نے اُسی کو اپنا قبلہ بنایا — اصل قبلہ ساز کو نظر انداز کیا

ما کجا بودیم[۲] کاں دیّانِ دیں — عقل می کارید اندر ماء و طیں

ہم کہاں تھے کہ وہ حکم کا حاکم — عقل کو پانی اور مٹی میں بو رہا تھا

چوں ہمی کرد از عدم گردوں پدید — ویں بساطِ خاک را می گسترید

جبکہ وہ آسمان کو عدم سے پیدا کر رہا تھا — اس خاک کے بستر کو بچھا رہا تھا

ز اختراں می ساخت اُو مصباحہا — وز طبائع قفل با مفتاحہا

وہ ستاروں سے چراغ بنا رہا تھا — اور طبیعتوں سے قفل، مع کنجیوں کے

اے بسا بنیادہا پنہاں و فاش — مُضمر ایں سقف کرد و ایں فراش

اے (مخاطب)! بہت سی چھپی اور کھلی بنیادیں — اس چھت اور اس بستر میں رکھ دی ہیں

آدم اُصطرلابِ اوصافِ علوست — وصفِ آدم مظہرِ آیاتِ اُوست

آدم، بالائی اوصاف کا اصطرلاب ہیں — آدم کا وصف اُس کی آیات کا مظہر ہے

ہر چہ[۳] در وے می نماید عکسِ اوست — ہمچو عکسِ ماہ کاندر آبِ جوست

جو اُس میں نظر آتا ہے، اُس کا عکس ہے — جس طرح نہر کے پانی میں چاند کا عکس ہے

بر صُطرلابش نقوشِ عنکبوت — بہرِ اوصافِ ازل دارد ثبوت

اُس کے اصطرلاب پر کڑی کے نقوش ہیں — جو ازلی اوصاف کا ثبوت رکھتے ہیں

---

۱ اُو وظیفہ۔ اُس نے تنخواہ دی تو نے زندگی دی جس کے بغیر وہ تنخواہ بیکار ہوتی۔ سمین۔ فربہ، توانا۔ یعنی آدمی پھر جو اُس نے دیا اُس میں بھی تیرا کرم شامل ہے کیونکہ تو نے ہی اُس کو سخی بنایا ہے۔ زر۔ وہ جو کچھ دیتا تھا اُس کا نہ تھا تیرا تھا۔ آں سخا۔ اُس میں سخاوت کا مادہ تو نے پیدا کیا تھا اُس کو سخاوت کر کے خوشی محسوس ہوتی تھی۔ من مرا اُو را۔ یہ میری خطا تھی کہ میں نے مخلوق کو قبلۂ اُمید بنایا اور جو اُس قبلہ کو بنانے والا ہے اُسکو بھلا دیا۔

۲ ما کجا بودیم۔ اب اللہ تعالیٰ کی اُن نعمتوں کا ذکر کیا ہے جو اُس کے ساتھ مخصوص ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ اُس نے ہمیں عقل عنایت کی۔ بساطِ خاک۔ زمین۔ مصباح۔ چراغ۔ قفل یعنی مسبّبات۔ مفتاحہا۔ یعنی اسباب۔ بنیادہا۔ مصنوعات۔ آدم۔ اب اُن نعمتوں کا ذکر ہے جو خود انسان کے اندر مُضمر ہیں۔ اصطرلاب۔ وہ آلہ ہے جس کے ذریعہ سورج کے فاصلوں وغیرہ کا اندازہ کیا جاتا ہے پہلے مصرع میں انسان کو اسماءِ الٰہی کا مظہر قرار دیا ہے دوسرے مصرع میں اُس کو حقائقِ کونیہ کا جامع قرار دیا۔

۳ ہر چہ۔ چونکہ انسان مظہرِ الٰہی اور حقائق کا مظہر ہے تو اُس میں جو کچھ نظر آتا ہے وہ خدا کا عکس ہے جس طرح چاند کا عکس دریا کے پانی میں نظر آتا ہے۔

مختصر یہ کہ آدمی اصطرلاب ہے اور اس کی ذات اوصافِ الٰہی اور حق تعالیٰ کی صفات کا ثبوت ہیں

تا[۱] زِ چرخِ غیب وز خورشیدِ رُوح
تار غیب کے آسمان اور رُوح کے سورج کا
عنکبوتش درس گوید از شرُوح
اُس کی مکڑی مع شرحوں کے سبق پڑھائے

عنکبوت وایں صُطرلابِ رشاد
مکڑی اور یہ رہنمائی کا اُصطرلاب
بے منجّم در کفِ عام اُوفتاد
نجومی کے بغیر عوام کے ہاتھ آ گیا

انبیا را داد حق تنجیمِ ایں
اللہ (تعالیٰ) نے اُس کی نجومی کا حق انبیاء کو دیا ہے
غیب را چشمے بباید غیب بیں
غیب کے لئے غیب کو دیکھنے والی آنکھ چاہئے

در[۲] چہِ دنیا فتادند ایں قروں
سارا زمانہ دنیا کے کنویں میں گر پڑے ہیں
عکسِ خود را دید ہر یک چہ دروں
ہر ایک نے کنویں میں اپنا عکس دیکھ لیا ہے

عکس در چہ دید و از بیروں ندید
عکس کو کنویں میں دیکھا اور باہر سے نہ دیکھا
ہمچو شیرِ گول کاندر چہ دوید
اُس احمق شیر کی طرح جو کنویں میں دوڑ گیا

از بروں داں ہر چہ در چاہت نمود
جو کچھ تجھے کنویں میں نظر آیا اُس کو باہر سے سمجھ
ورنہ آں شیری کہ در چہ شد فرود
ورنہ تو وہی شیر ہے جو کنویں میں اُترا

بُرد خرگوشیش از رہ کاے فلاں
اُس کو خرگوش نے راستہ سے ہٹایا کہ اے فلاں!
در تگِ چاہست آں شیرِ ژیاں
وہ غضبناک شیر کنویں کی تہہ میں ہے

در رو اندر چاہ و کیں از وے بکش
کنویں میں جا اور اُس سے کینہ نکال
چوں ازو غالب تری سر بر کنش
جبکہ تو اُس سے زیادہ غالب ہے اُسکا سر اُکھاڑ دے

آں مقلّد سخرۂ خرگوش شد
وہ مقلد، خرگوش کا تابع بن گیا
از خیالِ خویشتن پُر جوش شد
اپنے خیال سے جوش میں آ گیا

اُو[۳] نگفت ایں نقشِ اُو در آب نیست
اُس نے یہ نہ کہا کہ عکس ہے اور وہ پانی میں نہیں ہے
ایں بجز تقلیبِ آں قلاب نیست
یہ اُس پلٹ دینے والے کی پلٹی کے سوا کچھ نہیں ہے

تو ہم از دشمن چو کینہ می کشی
تو بھی جب دشمن سے کینہ نکال رہا ہے
اے زبونِ شش غلط در ہر ششی
اے چھ (جہات) کے تابع تو چھ (جہات) میں غلط ہے

آں عداوت اندرو عکسِ حق ست
اُس میں وہ عداوت اللہ (تعالیٰ) کا عکس ہے
کز صفاتِ قہر آنجا مشتق ست
کیونکہ وہاں کے قہر کی صفات سے بنی ہے

---

۱ تا زِ چرخ۔ جس طرح اُصطرلاب کے عنکبوت سے آسمانوں اور سورج کے احوال معلوم کئے جاتے ہیں اسی طرح انسانی صفات اللہ تعالیٰ کی صفات کی تشریح کرتی ہیں۔ رشاد۔ نجومیوں کے اُصطرلاب سے تو نجومی ہی احوال معلوم کر سکتے ہیں لیکن انسان کے صفات کے ذریعہ عوام بھی صفاتِ خداوندی کا علم حاصل کر سکتے ہیں انبیاء۔ عوام انبیاء کی تعلیم کے واسطہ سے خود یہ علوم حاصل کر سکتے ہیں۔

۲ در چہ۔ اب انسان دوسرے انسان میں جو کچھ سمجھتا ہے اُس کو اصل سمجھتا ہے حالانکہ وہ عکس ہے تو انسان کی مثال اُس شیر کی سی ہے جو کنویں میں عکس پر حملہ آور ہوا تھا۔ از بروں۔ اگر تو انسان کے فعل کو اصل سمجھے گا تو وہی احمق شیر بنے گا جو عکس پر حملہ آور ہوا تھا۔ برد۔ اُس احمق شیر کو خرگوش نے گمراہ کیا تھا اور کہہ دیا تھا کہ کنویں میں غضبناک شیر ہے۔ در رو۔ کنویں کے اندر جا کر اُس سے بدلہ لے اور اُس کا سر اُکھاڑ دے۔ آں مقلد۔ وہ بیوقوف شیر اُس کے بہکائے میں آ گیا۔

۳ اُو نگفت۔ اُس نے یہ نہ کہا کہ یہ تو میرا نقش ہے اور وہ شیر جو خرگوش بتا رہا ہے پانی میں نہیں ہے۔ ایں۔ یہ تصرف بھی خدائی ہے کہ وہ حقیقت کو نہ سمجھ سکا۔ تو ہم۔ تو بھی دشمن سے دشمنی کرنے میں حقیقت تک نہیں پہنچتا ہے۔ اے زبونِ شش۔ تو شش جہات کا تابع ہے۔ غلط در ہر ششی۔ اور ہر جہت میں غلطی پر ہے۔ آں عداوت۔ دشمن میں جو جذبۂ عداوت ہے وہ اللہ تعالیٰ کی صفتِ قہر کا عکس ہے کیونکہ وہ اسی صفتِ قہر سے پیدا ہوئی ہے۔

واں[1] گنہ در وَے زعکسِ جُرمِ تُست
اور اُس میں وہ گناہ تیرے جُرم کا عکس ہے
بایدآں خُو را ز طبعِ خویش شُست
اُس عادت کو اپنے مزاج میں سے دھونا چاہیئے

خُلقِ زشتت اندرو رُویت نمُود
تیرا بُرا اخلاق تجھے اُس میں نظر آیا
کہ ترا اُو صفحۂ آئینہ بُوُد
کیونکہ وہ تیرے لئے آئینہ کی سطح ہو گیا

چونکہ قبحِ خویش دیدی اے حَسَن
اے بھلے! جبکہ تو نے اپنی بُرائی دیکھی ہے
اندر آئینہ برآئینہ مزن
آئینہ میں، آئینہ کو نہ مار

می[2] زند بر آب اِستارہ سَنی
روشن ستارہ پانی پر پڑ رہا ہے
خاک تو بر عکسِ اختر میزنی
تو ستارے کے عکس پر ڈلا مار رہا ہے

کایں ستارہ نحس در آب آمدست
کہ یہ نحس ستارہ، پانی میں آگیا ہے
تا کُند اُو سعدِ ما را زیردست
تاکہ وہ ہمارے سعد (ستارے) کو مغلوب کرے

خاکِ استیلا بریزی بر سرش
غلبہ کی خاک تو اُس کے سر پر ڈال رہا ہے
چونکہ پنداری ز شبہہ اخترش
چونکہ تو اُس کو شبہ میں ستارہ سمجھتا ہے

عکس پنہاں گشت و اندر غیب راند
عکس چھپ گیا اور غائب ہو گیا
تو گماں بُردی کہ آں اختر نماند
تو نے یہ خیال کیا کہ وہ ستارہ نہ رہا

آں[3] ستارہ نحس ہست اندر سَما
وہ نحس ستارہ آسمان میں ہے
ہم بداں سُو بایدش کردن دوا
اُسی طرف اُس کی تدبیر کرنی چاہیئے

بلکہ باید دل سُوئے بیسُوئے بست
بلکہ دل کو بے جہت کی جانب لگانا چاہیئے
نحسِ ایں سُو عکسِ نحسِ بیسُوست
اس طرف کی نحوست، بے جہت کے سوء القضاء کا عکس ہے

دادِ دادِ حق شناس و بخشِش
بخشش کو اللہ (تعالیٰ) کی بخشش اور عطا سمجھ
عکسِ آں داد است اندر پنج و شش
اُسی عطا کا عکس پانچ (حواس) اور چھ (جہات) میں ہے

گر بُوَد دادِ خساں افزوں ز ریگ
اگر کمینوں کی عطا ریت سے بھی زیادہ ہو
تو بمیری واں بماند مُرده ریگ
تو مر جائے گا اور وہ میراث میں رہ جائے گی

عکس آخر چند باید در نظر
آخر عکس کب تک نظر میں ٹھہرے گا
اصل بینی پیشہ کن اے کژ نگر
اے کج نظر! اصل کو دیکھنے کا پیشہ بنا

حق چو بخشش کرد بر اہلِ نیاز
اللہ (تعالیٰ) نے جب نیازمندوں پر بخشش کی
با عطا بخشید شاں عُمرِ دراز
عطا کے ساتھ اُن کو دراز عمر بخش دی

[1] واں گنہ۔ دشمن جو گناہ کر رہا ہے وہ تیرے کسی جرم کا عکس ہے تو اپنی اس جرم والی عادت کو اپنے اندر سے دھو دے۔ خُلقِ زشتت تیری بُری عادت کا دشمن میں عکس ہے۔ چونکہ۔ جب تو نے اُس کو اپنی بُرائی کا عکس سمجھ لیا تو اب دشمن کو جو بمنزلہ آئینہ کے ہے نہ مار۔

[2] می زند۔ تیری مثال یہ ہے کہ کوئی پانی میں ستارے کا عکس دیکھے اور اُس پر خاک ڈالے۔ کایں۔ اور یہ کہے کہ یہ ستارہ منحوس ہے اور میرے سعد ستارے کو دبانے آیا ہے۔ خاک۔ تو اُس عکس کو منحوس ستارہ خیال کر کے اُس پر مٹی ڈال رہا ہے۔ عکس۔ تھوڑی دیر میں عکس غائب ہو گیا تو تو سمجھا کہ ستارہ غائب ہو گیا۔

[3] آں ستارہ۔ جس کو تو اپنے خیال سے منحوس سمجھ رہا ہے وہ ستارہ تو آسمان پر ہے اگر کوئی تدبیر بھی کرنی تھی تو آسمان کی طرف کرنی تھی بلکہ اگر ستارہ کی نحوست سے بچنا تھا تو خدا سے التجا کرنی چاہیئے تھی۔ داد۔ جس طرح اشیاء کی نحوست من جانب اللہ ہے اسی طرح عطا بھی دراصل من جانب اللہ ہے۔ پنج۔ یعنی وہ عطائیں اور نعمتیں جو پانچ حواس اور چھ جہت میں ہیں۔ گر بُوَد۔ انسانوں کی عطا مفید نہیں ہے عارضی ہے عکس۔ عکسوں کو دیکھنا چھوڑ دے اصل پر نظر رکھ۔ حق۔ اللہ تعالیٰ جسکو اعمال صالحہ کی نعمت بخشتا ہے اسکو جنت کی عمر دراز دیتا ہے تاکہ وہ اس سے پورے طور پر نفع اٹھا سکے۔

خالدین شد نعمت و منعم علیہ — محیی[1] الموتیست فاجنارو الیہ
نعمت اور جس پر نعمت ہوئی ہمیشہ رہنے والے بنگئے — وہ مردے کو زندہ کرنے والا ہے، اُس سے التجا کرو

٢٠ دادِ حق با تو در آمیزد چو جاں — آنچناں کہ آں تو باشی و تو آں
اللہ (تعالیٰ) کی عطا تجھ سے جان کی طرح گھل مل جاتی ہے — اِس طرح کہ وہ تو اور تو وہ ہو جاتا ہے

گر نماند اشتہائی نان و آب — بدہدت بے ایں دو قوتِ مستطاب
اگر پانی اور روٹی کی خواہش نہ رہے — وہ تجھے اِن دونوں کے بغیر پاکیزہ غذا دیتا ہے

فربہی[2] گر رفت حق در لاغری — فربہی پنہانت بخشد آں سری
اگر فربہی جاتی رہی اللہ (تعالیٰ) لاغری میں — اُس جانب کی باطنی فربہی عطا کر دیتا ہے

چوں پری را قوت از بو می دہد — ہر ملک را قوتِ جاں او می دہد
جس طرح جن کو بو سے روزی دے دیتا ہے — ہر فرشتہ کو جان کی غذا وہ دیتا ہے

جاں چہ باشد کہ تو سازی زو سند — حق بعشقِ خویش زندت می کند
جان کیا ہوتی ہے کہ اُس کا سہارا ڈھونڈتا ہے؟ — اللہ (تعالیٰ) اپنے عشق سے تجھے زندہ کر دیتا ہے

زو حیاتِ عشق خواہ و جاں مخواہ — تو ازو آں رزق خواہ و ناں مخواہ
اُس سے عشق کی زندگی چاہ اور جان نہ چاہ — تو اُس سے وہ رزق چاہ اور روٹی نہ چاہ

خلق[3] را چوں آب داں صاف و زلال — اندراں تاباں صفاتِ ذوالجلال
مخلوق کو پانی کی طرح صاف اور شیریں سمجھ — اُسکے اندر (اللہ) ذوالجلال کی صفتیں روشن ہیں

علمِ شاں و عدلِ شاں و لطفِ شاں — چوں ستارہ چرخ در آبِ رواں
اُن کا علم اور اُن کا عدل اور اُنکی محبت — رواں پانی میں آسمان کے ستارے کی طرح ہیں

پادشاہی زیبد آں خلاق را — پادشاہاں جملگی عاجز ورا
بادشاہی اُسی خلاق کو زیب دیتی ہے — سب بادشاہ اُس کے سامنے عاجز ہیں

پادشاہاں مظہرِ شاہیِ حق — فاضلاں مرآتِ آگاہیِ حق
بادشاہ، اللہ کی شاہی کے مظہر ہیں — (عالم)، فاضل لوگ اللہ کے علم کا آئینہ ہیں

قرنہا بگذشت و ایں قرنِ نویست — ماہ آں ماہ است آب آں آب نیست
زمانے گزر گئے اور یہ نیا زمانہ ہے — چاند وہی چاند ہے، پانی وہ پانی نہیں ہے

عدل آں عدل ست فضل آں فضل ہم — لیک مستبدل شد آں قرن و امم
عدل وہی عدل ہے، فضل وہی فضل ہے — لیکن وہ زمانہ اور لوگ بدل گئے

ا۔ محیی۔ اللہ کی شان مُردوں کو زندہ کرنا ہے تو وہ زندگی بخشتا بھی ہے اُسی کی طرف پناہ پکڑنی چاہیئے۔ دادِ حق۔ خدا جب عطا کرتا ہے تو وہ عطا جان کا جزو بن جاتی ہے۔ گر نماند۔ اُس کی عطا کا یہ حال ہے کہ اگر کثرتِ ذکر و شغل سے روٹی پانی کی طرف رغبت نہ رہے تو وہ روحانی غذا عطا فرما دیتا ہے۔

۲۔ فربہی۔ اگر جسمانی فربہی نہیں رہتی تو وہ روحانی فربہی عطا فرما دیتا ہے۔ چوں پری۔ روحانی روزی پر تعجب نہ کیا جائے اللہ تعالٰے جنوں کا پیٹ خوشبو سے بھر دیتا ہے۔ ہر ملک۔ فرشتوں کو عبادت سے غذا حاصل ہو جاتی ہے۔ جاں۔ حیات کا مدار صرف جان پر نہیں ہے اللہ تعالٰے عشق کو وجہِ حیات عطا فرما دیتا ہے۔ زو۔ اللہ تعالٰے سے حقیقی زندگی کی درخواست کر جس کا مدار عشق پر ہے۔

۳۔ خلق۔ اب پھر مخلوق کے مظہر ہونے کا بیان ہے۔ علم۔ انسانوں کی جملہ صفات اللہ تعالٰی کی صفات کا مظہر ہیں۔ پادشاہی۔ اصل بادشاہی بھی اللہ تعالٰی کی ہے۔ بادشاہ اُس کا مظہر ہیں۔ فاضلاں جو علم و فضل والے ہیں وہ بھی اللہ تعالٰے کا آئینہ ہیں۔ قرنہا۔ یہ مظاہر بدلتے رہتے ہیں اور ظاہر ہو رہی ہے۔ عدل۔ عدل صفتِ خداوندی ہے اور ازلی ابدی ہے مظاہر بدلتے رہتے ہیں۔

قرنہا[۱] بر قرنہا رفت اے ہمام — این معانی برقرار و بردوام

اے سردار! قرنوں پر قرن گذر گئے — یہ معانی برقرار اور دوام پر ہیں

آب مُبدّل شد دریں جُو چند بار — عکسِ ماہ و عکسِ اختر برقرار

اس نہر میں پانی چند بار تبدیل ہوا — چاند کا عکس اور ستارے کا عکس برقرار ہے

پس بنااش نیست بر آبِ رواں — بلکہ بر اقطارِ عرضِ آسماں

کیونکہ اُس کی بنیاد رواں پانی پر نہیں ہے — بلکہ آسمان کے عرض کے اطراف پر ہے

ایں صفتہا چوں نجومِ معنویست — دانکہ بر چرخِ معانی مُستویست

یہ صفتیں معنوی ستاروں کی طرح ہیں — جان لے معانی کے آسمان پر قائم ہیں

خوبرویاں[۲] آئینہ خوبیِ او — عشقِ ایشاں عکسِ مطلوبیِ اُو

حسین اُس کے حُسن کا آئینہ ہیں — اُن کا عشق اُس کی معشوقیت کا عکس ہے

ہم باصلِ خود رَوَد ایں خدّ و خال — دائما در آب کے ماند خیال

یہ خد و خال اپنی اصل کی طرف چلے جاتے ہیں — عکس پانی میں ہمیشہ کب رہتا ہے؟

جملہ تصویرات عکسِ آبِ جُوست — چوں بمالی چشم خود خود جملہ اُوست

سب صورتیں نہر کے پانی کا عکس ہیں — جب تو اپنی آنکھ مل لے گا تو سب خود وہی ہے

باز عقلش گفت بگذار ایں حَوَل — خَل دوشاب است و دوشاب است خَل

پھر اُس کی عقل نے کہا اس بھینگے پن کو چھوڑ — سرکہ شیرہ ہے اور شیرہ سرکہ ہے

خواجہ[۳] را چوں غیر گفتی از قصور — شرم دار اے اَحول از شاہِ غیور

اگر کوتاہی سے تونے خواجہ کو غیر کہا ہے — اے بھینگے! غیرت مند شاہ سے شرم کر

خواجہ را کو در گذشت ست از اثیر — جنسِ ایں موشانِ تاریکی مگیر

خواجہ کو جو کرۂ ناری سے گذر گیا — اندھیری کے ان چوہوں کی جنس نہ سمجھ

خواجہ را جاں بیں مبیں جسمِ گراں — مغز بیں اُو را مبینش استخواں

خواجہ کو جان سمجھ، بھاری جسم نہ سمجھ — گودا سمجھ، اُس کو ہڈی نہ سمجھ

خواجہ را از چشمِ ابلیسِ لعیں — منگر و نسبت مکُن اُو را بطیں

خواجہ کو ملعون شیطان کی نظر سے — نہ دیکھ، اور اُس کی نسبت مٹی کی جانب نہ کر

ہمرہِ خورشید را شپّر مخواں — آنکہ اُو مسجود شد ساجد مداں

سورج کے ساتھی کو چمگادڑ نہ کہہ — جو مسجود ہوگیا اُس کو سجدہ کرنے والا نہ جان

۱ قرنہا۔ صفات قدیم اپنی جگہ پر ہیں اور زمانہ بدل رہا ہے۔ آب۔ مظاہر بدل رہے ہیں اور ظاہر قائم ہے۔ پس۔ اس ستارے کی بنیاد پانی پر نہیں ہے آسمان پر ہے۔ ایں صفتہا۔ صفات کا تعلق بھی ذات باری سے ہے۔ چرخ معانی۔ ذات باری تعالیٰ

۲ خوبرویاں۔ حسین اُس کے حُسن کا آئینہ ہیں اور انسانوں میں عشق اُس کے عشق کا عکس ہے۔ ہم۔ حسینوں کا حُسن ڈھل جاتا ہے اور اصل کی طرف حُسن واپس ہوجاتا ہے۔ چوں بمالی۔ جب صحیح نظر پیدا کروگے تو معلوم ہوگا کہ "ہمہ اوست"۔ باز عقلش۔ پہلے اُس غریب الوطن نے خواجہ مرحوم اور حضرت حق کو مغائر سمجھا تھا پھر اُس کی عقل نے اُس کو کہا یہ بھینگا پن چھوڑ اور خواجہ اور حق تعالیٰ کی مثال شیرہ اور سرکہ کی سمجھ دونوں میں اتحاد ہے۔

۳ خواجہ۔ خواجہ کو غیر کہنا بھینگا پن ہے جس سے ایک کے دو نظر آتے ہیں۔ خواجہ۔ خواجہ اب ملاءِ اعلیٰ میں پہنچ گیا وہ دنیا کا چوہا نہ تھا۔ جسمِ گراں۔ خواجہ کا جسم نہ تھا بلکہ پاک روح تھی۔ بنگر۔ شیطان نے صرف حضرت آدمؑ کی مٹی کو دیکھا تو ایسا نہ کر خواجہ کے اوصاف پر نظر رکھ۔ ہمرہ خورشید۔ خواجہ کو ذاتِ الٰہی سے قربت حاصل تھی۔ مسجود۔ جس حیثیت سے حضرت آدم کو سجدہ کرنے والے ملائکہ ساجد تھے۔

عکسہارا ماند و ایں عکس نیست — در مثالِ عکس حق بنمود نیست

عکسوں کے مشابہ ہے اور یہ عکس نہیں ہے — عکس جیسے میں اللہ (تعالیٰ) تجلی میں ہے

آفتابے دید و اُو جامد نماند — روغنِ گل روغنِ کنجد نماند

اُس نے سورج دیکھا اور جامد نہ رہا — پھول والا تیل، تل کا تیل نہ رہا

چوں مُبدّل گشتہ اند ابدالِ حق — نیستند از خلق برگرداں ورق

اللہ کے ابدال جبکہ تبدیل ہو گئے ہیں — وہ مخلوق میں سے نہیں ہیں ورق پلٹ دے

قبلۂ وحدانیت دو چوں بُوَد — خاک مسجودِ ملائک چوں شود

توحید کے قبلے دو کیسے ہو سکتے ہیں؟ — مٹی ملائک کی مسجود کیسے ہو سکتی ہے؟

چوں دریں جُو دیدِ عکسِ سیب مرد — دامنش را دیدِ آں پُر سیب کرد

جب کسی شخص نے ایک نہر میں سیب کا عکس دیکھا — اُسکے دیکھنے نے اُس کے دامن کو سیب سے بھر دیا

آنچہ در جُو دید کے باشد خیال — چونکہ شد از دیدنش پُر صد جوال

جو کچھ اُس نے نہر میں دیکھا خیال کب ہو سکتا ہے؟ — جبکہ اُس کے دیکھنے سے سیکڑوں بورے بھر گئے

تن مبین و جاں مکن کاں بُکم و صُم — کَذَّبُوا بِالْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُمْ

جسم نہ دیکھ اور جاں کو تباہ نہ کر کیونکہ ان گونگوں اور بہروں نے — حق کو جھٹلایا، جب وہ اُن کے پاس آیا

مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ احمد بُدست — دیدنِ اُو دیدنِ خالق شدست

"تو نے نہیں پھینکا جبکہ پھینکا" احمد ہوئے — اُن کا دیکھنا خدا کا دیکھنا بنا ہے

حق مرا اُو را برگزید از انس و جاں — رحمۃٌ لِلعالمینش خواند ازاں

اللہ (تعالیٰ) نے اُنکو انسانوں اور جنوں میں سے چُن لیا — اسی لئے ان کو سب جہانوں کی رحمت فرمایا ہے

خدمتِ اُو خدمتِ حق کردن ست — روز دیدن دیدنِ آں روزن ست

اُن کی خدمت کرنا اللہ (تعالیٰ) کی خدمت کرنا ہے — دن کا دیکھنا اس دریچہ کا دیکھنا ہے

خاصہ ایں روزن درخشاں از خود ست — بے وَدیعت آفتاب و فرقدست

خصوصاً یہ دریچہ جو خود روشن ہے — سورج اور فرقد کے فدیعہ کے بغیر

ہم ازاں خورشید زد بر روزنے — لیک از راہ و سُوئے معہودنے

اسی سورج سے دریچہ پر روشنی پڑی ہے — لیکن متعارف راستہ اور جہت سے نہیں

آنحضور کو رحمۃ للعالمین اسی وجہ سے کہا گیا کہ آپ جن و انس کے سردار تھے — ۳ روز۔ جس دریچہ پر دھوپ پڑ رہی ہے تو دیکھنا سورج اور دن کو دیکھنا ہے۔ از خود۔ آنحضور کسی سے فیض یافتہ نہ تھے بلکہ دیگر انبیاء اور اولیاء نے آپ سے فیض اور نور حاصل کیا۔ آفتاب یعنی انبیاء۔ فرقد۔ فرقدین دو ستارے ہیں قطب شمال کے قریب طلوع کرتے ہیں اور شام سے صبح تک نمودار رہتے ہیں۔ ہم ازاں۔ آنحضور پر اللہ کا نور ایک بے کیف خاص راستہ سے پڑتا تھا۔

ا تمثیلہا۔ وہ خواجہ بظاہر بشر تھا لیکن اُس میں تجلی حق نمایاں تھی۔ آفتابے۔ مشاہدۂ حق کی وجہ سے اُس کی جمادیت اور جسمیت ختم ہو گئی تھی۔ روغن۔ تل کا تیل جب پھولوں میں بسا دیا جاتا ہے تو پھر اُس کو تل کا تیل نہیں کہا جاتا ہے۔ ابدال۔ اہل اللہ کی ایک جماعت ہے جب اُن کے اوصاف بشری اوصاف خداوندی سے بدل گئے تو اب اُن کو عام مخلوق میں شمار نہیں کیا جاتا ہے۔ برگرداں۔ اب اس موضوع کو ختم کر دے۔

۲ قبلہ۔ توحیدی نظر والے کے دو قبلے نہیں ہو سکتے ملک کی مسجود آدم کی مٹی نہیں ہو سکتی۔ چوں۔ بعض عکس محض عکسوں کے مشابہ ہیں در حقیقت میں عکس نہیں ہیں بلکہ اصل ہیں، اس کو اس طرح سمجھو کہ نہر میں سیب کے درخت کا عکس دیکھا ہو اور اُس کے سیبوں سے دامن بھرا ہو تو وہ بظاہر عکس ہے لیکن حقیقتاً وہ درخت ہے تو آدم میں بھی دراصل صفات حق تھیں اگرچہ بظاہر وہ عکس تھے۔ جوال۔ سامان لادنے کا بورا۔ تن مبیں۔ آدم کو محض جسم سمجھ کر جان کو ہلاک نہ کر کیونکہ یہ کام تو اندھوں بہروں کا تھا کہ انھوں نے محض انبیاء کے جسم دیکھ کر اُن کی تکذیب کر دی تھی۔ ما رمیت۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ آنحضور کو حق تعالیٰ کی معیت حاصل تھی اور آپ کا دیدار خدا کا دیدار تھا۔ رحمت۔

درمیانِ شمس و ایں روزن رہے [1]
سورج اور اس دریچہ کے درمیان راستہ
ہست وز نہان شُد زاں آگہے
ہے، دریچے اس سے واقف نہیں ہیں

تا اگر ابرے برآید چرخ پوش
تاکہ اگر کوئی ابر آسمان کو چھپانے والا آجائے
اندریں روزن بود نورش بجوش
اس دریچہ میں اس کا نور جوش میں ہے

غیرِ راہِ ایں ہوا و شش جہت
اس ہوا اور چھ جہتوں کے راستہ کے سوا
درمیانِ روزن و خور مالفت
دریچہ اور سورج کے درمیان الفت ہے

مدحت و تسبیحِ او تسبیحِ حق
آپ کی تعریف اور تنزیہ اللہ (تعالیٰ) کی تسبیح ہے
میوہ می روید ز عینِ ایں طبق
اسی طبق سے میوہ پیدا ہوتا ہے

سیب روید زیں طبق خوش لخت لخت
اس طباق سے بار بار عمدہ سیب پیدا ہوتا ہے
عیب نبود گر نہی نامش درخت
اگر تو اس کا نام درخت رکھدے تو برائی نہ ہوگی

ایں سبد را تو درختِ سیب خواں [2]
تو اس ٹوکرے کو سیب کا درخت کہہ دے
کہ میانِ ہر دو راہ آمد نہان
کیونکہ دونوں کے درمیان چھپا ہوا راستہ ہے

آنچہ روید از درختِ باردر
جو کچھ پھل دار درخت سے پیدا ہوتا ہے
زیں سبد روید ہماں نوع از ثمر
اسی قسم کا پھل اس ٹوکرے سے پیدا ہوتا ہے

پس سبد را تو درختِ بخت بیں
پس تو ٹوکرے کو نصیبہ ور درخت سمجھ
زیرِ سایہ ایں سبد خوش می نشیں
اس ٹوکرے کے سایہ میں آرام سے بیٹھ

ناں چو اطلاق آورد اے مہرباں
اے مہربان! روٹی جب دست لگا دے
ناں چرا می خوانیش محمودہ خواں
تو اس کو روٹی کیوں کہتا ہے؟ سقمونیا کہہ

خاکِ رہ چوں چشم روشن کرد و جاں [3]
راستہ کی گرد نے جب آنکھ اور جان روشن کر دی
خاکِ او را سرمہ بین و سرمہ داں
اس کی گرد کو سرمہ دیکھ اور سرمہ جان

چوں ز روئے ایں زمیں تابد شرق
جب اس روئے زمین سے روشنی چمکے
من چرا بالا کنم رُو در عیوق
میں عیوق میں سر اونچا کیوں کروں!

شد فنا ہستش مخواں اے چشمِ شوخ
اے شوخ چشم! وہ فنا ہو گئے انکو ہست نہ سمجھ
در چنیں جُو خشک کے ماند کلوخ
ایسی نہر میں ڈھیلا سوکھا کب رہ سکتا ہے؟

[1] درمیان۔ اللہ تعالیٰ کا فیض ایسے راستہ سے آنحضورؐ کو پہنچا جس سے دوسرے انبیاء واقف نہیں ہیں۔ تا اگر۔ آنحضورؐ کی خصوصیت اس بنا پر تھی کہ اگر نور کیلئے کوئی مانع بھی آئے تو آنحضورؐ میں جو نور ہے وہ خود بخود جوش مارتا ہے اولیاء کے لئے حجاباتِ بشریہ استفادۂ نور سے مانع بن جاتے ہیں۔ غیرِ ایں راہ۔ عام دریچوں میں سورج کی روشنی ہوا کے تکیف ہونے اور شش جہات سے پہنچتی ہے لیکن آنحضورؐ وہ دریچہ ہیں کہ سورج کو اس سے الفتِ خاصہ ہے۔ مدحت۔ اب اس اتحاد کی وجہ سے آپ کی تنزیہ اور تعریف خدا کی تنزیہ اور تعریف ہے۔ میوہ۔ اگر کسی طباق سے خود میوہ اگ پڑے تو اگر اس کو درخت کہیں تو کوئی عیب نہ ہوگا۔

[2] ایں سبد۔ جب طباق اور ٹوکرے میں یہ خصوصیت پیدا کر دی جائے کہ اسمیں خود بخود پھل اگ پڑیں تو اسکو پھلدار درخت سمجھ کیونکہ درخت اور اس ٹوکرے میں خاص نسبت ہوئی۔ پس سبد۔ تجھے اس ٹوکرے کو درخت سمجھ کر ٹوکرے کے سایہ میں بیٹھنا چاہیئے۔ ناں۔ صورت کا اعتبار نہیں سیرت معتبر ہے جس روٹی کے کھانے سے دست آنے لگیں اسکو سقمونیا کہنا چاہیئے جسکی خاصیت دست لاتی ہے۔ محمودہ سقمونیا جسکے کھانے سے دست آجاتے ہیں —

[3] خاک۔ مٹی میں اگر سرمہ کی خاصیت ہو تو اسکو سرمہ کہا جاسکتا ہے۔ چوں ز روئے۔ جب سفلی اجسام میں علوی اجرام کا خاصہ پیدا ہوجائے تو انکے ساتھ علوی اجرام کا سا معاملہ کیا جائے۔ عیوق۔ اسمیں یا مشدد ہے شعری ضرورت سے مخفف پڑھی جائیگی ایک سُرخ ستارہ ہے جو کہکشاں کی داہنی جانب ہوتا ہے۔ شد فنا۔ آنحضورؐ کے اوصافِ بشریہ فنا ہوچکے تھے بحرِ توحید میں غوطہ کھانے سے بشری صفت کہاں رہ سکتی ہے۔

پیش[1] ایں خورشید کے تابد ہلال — با چناں رستم چہ باشد زورِ زال

اس سورج کے سامنے چاند کب چمکتا ہے؟ — ایسے رستم کے سامنے بڑھیا کا زور کیا ہوگا؟

طالب ست و غالب ست آں کردگار — تا ز ہستیہا برآرد او دمار

وہ خدا طالب اللہ غالب ہے — حتیٰ کہ ہستیوں کو ہلاک کر ڈالتا ہے

دو مگوے و دو مخوان و دو مداں — بندہ را در خواجہ خود محو داں

دوئی کا قائل نہ ہو دوئی نہ پڑھ دوئی نہ سمجھ — غلام کو اپنے آقا میں مِٹا ہوا سمجھ

خواجہ ہم در نورِ خواجہ آفریں — فانی ست و مُردہ و مات و دفیں

خواجہ بھی خواجہ کو پیدا کرنے والے نُور میں ہے — فانی ہے اور مُردہ ہے اور میت ہے اور دفن شدہ ہے

چوں[2] جدا بینی ز حق ایں خواجہ را — گم کنی ہم متن و ہم دیباچہ را

اگر تو اس خواجہ کو خدا سے جدا سمجھے گا — تو گم کر دے گا اصل اور دیباچہ کو

چشمِ دل را ہیں گذارہ کن ز طیں — ایں یکے قبلہ است دو قبلہ مبیں

خبردار! دل کی آنکھ کو مٹی سے آگے بڑھا — یہ ایک قبلہ ہے، دو قبلے نہ دیکھ

چوں دو دیدی ماندی از ہر دو طرف — آتشے در خف[3] فتاد و رفت خف

جب تو نے دو دیکھے تو دونوں طرف سے گیا — سوختہ میں آگ لگی اور سوختہ جل گیا

مثلِ دو بیں ہمچو آں غریبِ شہرِ کاش عُمر نام کہ از یک دکانش

دو دیکھنے والے کی مثال اُس کاش شہر[4] کے پردیسی کی ہے جس کا عمر نام تھا کہ

بسببِ آں نام نانبا بدکانِ دیگر حوالہ می کرد و اُو فہم نہ

اُس نام کی وجہ سے نانبائی ایک دکان سے دوسری دکان کا حوالہ دیدیتا تھا اور وہ نہ سمجھا

کرد کہ ہمہ دکانہا یکے ست دریں معنی کہ بعمر نام، نان

کہ تمام دکانیں یکساں ہیں اِس سلسلہ میں کہ عمر نامی کے ہاتھ روٹی نہیں بیچتے

نفروشند ہم ایں جا تدارک کنم کہ مَن غلط کردم نامم عمر

ہیں، اِسی جگہ تدبیر کروں کہ میں نے غلطی کی ہے میرا نام عمر نہیں

نیست چوں بدیں دکان تدارک و توبہ کنم نان یابم از

ہے جب اِسی دکان پر تدارک اور توبہ کروں گا شہر کی تمام

[4] شہر کا نام ہے مولانا کبھی کاشش کہتے ہیں کبھی کاشان شاید دونوں نام ایک ہی شہر کے ہیں اُس کے تمام باشندے رافضی تھے عمر نام سے چڑتے تھے اور جس شخص کا نام عمر ہوتا اُس سے کوئی لین دین نہ کرتے تھے۔

[1] پیش یں خورشید۔ آنحضورؐ پر وہ تجلی خاص تھی کہ آپ کی ذات اُس میں سماگئی تھی۔ رستم۔ تجلی حق۔ زال یعنی آنحضورؐ کی بشریت۔ طالب۔ جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ سے فنا کا طالب ہوتا ہے تو اُس کی ہستی کو فنا کر دیتا ہے۔ دو مگو۔ اب فنا کے بعد اس اعتبار سے اتحاد اور وحدت ہو جاتی ہے کہ بندہ آقا میں محو ہو جاتا ہے اور یہ مرتبہ فنا فی الشیخ کا ہے۔ خواجہ۔ پھر چونکہ شیخ بھی فانی فی اللہ ہے تو اب یہ بھی مزید ترقی کر کے فنا فی اللہ کا مرتبہ حاصل کرتا ہے۔

[2] چوں جدا۔ اور اگر تو شیخ کو فانی فی اللہ نہ سمجھے گا اور اُن میں دوئی کا قائل رہیگا تو مقصود اور راہ دونوں سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔ چشم دل۔ تو اس شیخ کی صورت سے گذر جا اور ایک قبلہ سمجھ دو نہ سمجھ۔ آتشے۔ محرومی اِس طرح کی ہوگی جیسے چقماق کی سے سوختہ میں آگ لگے اور کوئی سوختہ سے قطع نظر کر کے چقماق کی طرف متوجہ ہو جائے اور سوختہ جل کر ختم ہو جائے اب وہ آگ سے بالکل محروم ہو جائیگا۔ کیونکہ اب سوختہ ہی نہیں جس کے ذریعہ چقماق سے فائدہ اُٹھا سکے۔

[3] خف۔ سوختہ۔ مثل۔ رومی کے سفر اثنا میں یہ قصہ نقل کیا ہے۔ کاش۔ ایک

ہمہ دکانہائے شہر وا گر بے تدارک ہمچنیں عمر نام باشم

دکانوں سے روٹی حاصل کروں گا اور اگر بغیر تدارک کے اسی عُمر نام کے ساتھ رہوں گا

ازیں دکان در گذرم محروم مانم و احوال ایں دکانہا

تو اِس دُکان سے چلا جاؤں گا محروم رہوں گا اور اِس دکان کے احوال بھی

از ہم جدا دانستہ باشم

میں جدا گانہ سمجھتا رہوں گا

ا۔ گر عمر نامی تو اندر شہر کاش — کس نیفروشد بصد دانگت لواش

اگر تو عمر نام کا ہے، کاشش شہر میں — تجھے سو دانگ میں بھی کوئی روٹی نہ بیچے گا

چوں بیک دُکاں بگفتی عمرم — ایں عمر را ناں فروشید از کرم

جب تو نے ایک دُکان پر کہا کہ میں عُمر ہوں — مہربانی سے اِس عُمر کے ہاتھ روٹی فروخت کرو

اُو بگوید رَو بداں دیگر دکاں — زاں یکے ناں بہ کزیں پنجاہ ناں

وہ کہے گا جا، اُس دوسری دُکان پر — کیونکہ وہاں کی روٹی یہاں کی پچاس روٹیوں سے بہتر ہے

گر نبودے احول او اندر نظر — او بگفتے نیست دُکانِ دگر

اگر وہ نظر میں بھینگا نہ ہوتا — وہ کہہ دیتا دوسری دُکان ہی نہیں ہے

۲۔ پس زدے اشراقِ آں نا احولی — بر دلِ کاشی شدے عمر علی

اُس بھینگا نہ ہونے کی چمک پڑتی — کاشی کے دل پر، عُمر علی بن جاتا

ایں ازیں جا گوید آں خباز را — ایں عمر را ناں فروش اے نانبا

یہ یہیں سے اُس نانبائی سے کہتا ہے — اے نانبائی! اِس عُمر کو روٹی بیچ دے

۳۔ چوں شنید او ہم عمر از احولی — در کشید آں ناں کہ ہست آں علی

جب اُس نے عمر (نام) سنا اُس نے بھی بھینگے پن سے — وہ روٹی ہٹالی کہ یہ علی کی ہے

پس فرستادش بدکانِ بعید — ناں ز پیشِ روی اُو اندر کشید

پھر اُس کو دور دُکان پر بھیج دیا — اُس نے روٹی اُس کے سامنے سے ہٹالی

کیں عمر را ناں دہ اے انبازِ من — راز یعنی فہم کن ز آوازِ من

اے میرے شریک! اِس عُمر کو روٹی دیدے — یعنی میری آواز سے راز سمجھ جا

او ہمت زاں سو حوالہ می کند — ہیں عمر آمد کہ تا بر ناں زند

وہ بھی تجھے اُس جانب حوالہ کردے گا — خبردار! عُمر آیا ہے تاکہ روٹی حاصل کرے

ا۔ گر عمر ۔ اگر تیرا نام عمر ہے تو کاش والے بہت قیمت ادا کرنے پر روٹی نہ دینگے۔ لواش۔ ایک خاص قسم کی روٹی ہے۔ چوں۔ اگر تو ایک دکان پر جاکر اپنا نام عُمر بتادے گا تو وہ تجھے ٹال دے گا اور کہے گا کہ دوسری دکان سے خریدلے وہاں کی روٹی بہت اچھی ہے۔ گر نبود۔ یہ شخص اپنے بھینگے پن سے دکانوں کو علیحدہ علیحدہ سمجھ رہا ہے حالانکہ عُمر نام کے ہاتھ روٹی نہ فروخت کرنے میں وہ ایک ہیں۔

۲۔ پس زدے۔ اگر وہ مسافر بھینگا پن چھوڑ کر یہ سمجھ لیتا کہ سب دکانیں ایک ہیں اور اپنا نام بجائے عُمر کے علی بتا دیتا تو یہ تدبیر چل جاتی اور وہ کاشی دکان دار اُس عُمر کو علی سمجھ کر روٹی دیدیتا۔ ایں۔ یہ پہلا نانبائی دوسرے نانبائی کو آواز دے کر کہہ رہا ہے کہ عُمر آرہا ہے اِس کو روٹی دیدے اور مقصد اُس نانبائی کا اُس کے نام کا اظہار ہوتا تاکہ وہ بھی روٹی دینے سے انکار کردے۔

۳۔ چوں شنید۔ دوسرے نانبائی کا یہ بھینگا پن ہے کہ وہ روٹی کو علی کی سمجھ کر عُمر کو روٹی دینے سے انکار کر رہا ہے حالانکہ عُمرؓ اور علیؓ دو نہیں ہیں بلکہ دونوں حقیقتاً ایک ہیں۔ فرستادش۔ اُس دوسرے نانبائی نے نانبائی کو آواز دے کر کہہ دیا کہ عمر آرہا ہے اسکو روٹی دیدے اور میری آواز سے راز سمجھ جاکہ

مقصد اُس کا عُمر نام بتانا ہے۔ اُو ہمت ۔ اُو ہم ترا یعنی وہ تیسرا نانبائی دوسرے کا حوالہ دیگر زور سے کہہ دیتا ہے کہ عمر آرہا ہے اُسکو روٹی دیدے۔

چوں بیک دکاں عمر بودی برو — در ہمہ کاشاں زناں محروم شو

جب تو ایک دکان پر عمر ہو گیا، چلا جا — پورے کاشان میں روٹی سے محروم رہ

ور بیک دکاں علی گفتی بگیر — ناں ازینجا بے حوالہ بے زحیر

اور اگر ایک دکان پر تو نے علی کہدیا سے لے — روٹی اِسی جگہ سے بغیر حوالہ، بغیر تکلف کے

احولِ دو بیں چوبے بر شد ز نوش — احولِ صد بینی اے مادر فروش

جب دو دیکھنے والا بھینگا شہد سے محروم ہو گیا — اے مادر زنحطا! تو تو سو دیکھنے والا بھینگا ہے

اندریں کاشانِ دنیا ز احولی — چوں عمر می گرد چوں نبوی علی

دنیا کے اس کاشان میں بھینگے پن سے — عمر کی طرح پھرتا جبکہ تو علی نہیں ہے

ہست احول را دریں ویرانہ دیر — گوشہ گوشہ نقلِ نو کہ ثم خیر

بھینگے کے لئے اس ویران بتکدے میں — گوشہ گوشہ میں از سرِ نو پھرنا ہے کہ وہاں بھلائی ہو

ور دو چشم حق شناس آمد ترا — دوست پر بیں عرصۂ ہر دو سرا

اور اگر تجھے حق شناس دو آنکھیں حاصل ہو جائیں — دونوں جہاں کے میدان کو دوست سے پُر دیکھ

وارہیدے از حوالہ جابجا — اندریں کاشانِ پُر خوف و رجا

تو جگہ جگہ کے حوالے سے نجات پا جاتا — اس امید و خوف سے بھرے ہوئے کاشان میں

اندریں جو غنچہ دیدی با شجر — ہمچو نہر جو تو خیالش ظن مبر

تو نے اس نہر میں غنچہ مع درخت کے دیکھ لیا — اُسکے بارے میں نہر کی طرح گمان نہ کر

کہ ترا از عینِ ایں عکسِ نقوش — حق حقیقت گردد و میوہ فروش

کہ تیرے لئے عین ان نقشوں کے عکس سے — حق، حقیقت اور میوہ فروش بن جائے

چشم ازیں آب از حول حُرّ می شود — عکس می بیند سبد پُر می شود

اس پانی سے، آنکھ بھینگے پن سے آزاد ہو جاتی ہے — عکس دیکھتا ہے، ٹوکرا بھر جاتا ہے

پس بمعنی باغ باشد ایں نہ آب — پس مشو عریاں چو بلقیس از حباب

حقیقت میں یہ باغ ہوتا ہے، نہ کہ پانی — تو بلقیس کی طرح بلبلے سے ننگا نہ بن

بارِ گونا گونست بر پشتِ خراں — ہیں بیک چوب ایں خراں را تو مراں

گدھوں کی کمر پر قسما قسم کے بوجھ ہیں — خبردار! ان گدھوں کو ایک لکڑی سے نہ ہانک

کی صحبت سے صحیح نظر حاصل ہو جاتی ہے یہ عکس ہیں لیکن انہی سے اصل کا فائدہ ہو جاتا ہے اور مقصد حاصل ہو جاتا ہے۔

۴۳ پس۔ یہ اولیاء اللہ صرف پانی نہیں ہیں کہ اُسمیں خیالی عکس نظر آئے بلکہ عین حقیقت اور باغ ہیں۔

پس۔ تو اسطرح دھوکا نہ کھا جس طرح بلقیس نے خیرآب کو آب سمجھ لیا یعنی تو اُن بزرگوں کو باغ کی بجائے ...

---

۴۰ چوں بیک دکاں۔ جب تو ایک دکان پر عمر بن گیا تو اب سارے کاشان میں گھومتا پھر تجھے روٹی نہ ملیگی۔ ور بیک۔ اگر وہ ان دکانوں کو چند دکانیں نہ سمجھتا اور شروع میں ہی اپنا نام علی بتاتا تو فوراً روٹی مل جاتی۔ احول دو بیں۔ اُس مسافر کا بھینگا پن جو معمولی تھا وہ اُس کی محرومی کا سبب بنا تو وہ بھینگا جو جملہ کائنات کو مستقل موجود سمجھ کر بھینگا بن رہا ہے اُس کی محرومی کو اِس پر قیاس کرلے کہ کس قدر ہو گی۔ مادر فروش۔ ماں سے زنا کرا کر کمائی کھانے والا۔ دنیا۔ یہ دنیا بھی کاشان ہے جب تو بھینگا بن نہ چھوڑیگا مارا مارا پھرے گا۔ گوشہ گوشہ۔ جو کائنات کو حقیقی موجود سمجھے وہ کبھی کسی طرف متوجہ ہو گا کبھی کسی کی طرف بھلائی سمجھ کر متوجہ ہو گا۔

۴۲ ور دو چشم۔ اگر صحیح نظر حاصل ہو گئی تو سب موجودات کو ایک موجود حقیقی کا سایہ سمجھیگا اور صرف اُس کی طرف توجہ کریگا۔ وارہیدی۔ جا بجا مارے مارے پھرنے سے نجات پا جائیگا۔ اندریں۔ اب اُن اولیاء کا جو خدائی اخلاق سے آراستہ ہو گئے ہیں اللہ کا مظہر ہونا ثابت کرتے ہیں کہ جب تو کوئی ایسا عکس دیکھے جو پھل اور پھول والا درخت ہے اُسکو اور عکسوں کی طرح نہ سمجھ کہ یہی عین حقیقت حق بنجائے اور وہ حقیقت تجھے میوے عطا کرے نہ کہ چشم۔ ہل احمر

۵۱ بر یکے خر بارِ لعل و گوہر ست — بر یکے خر بارِ سنگ و مرمرت
ایک گدھے پر لعل وگوہر کا بوجھا ہے — دوسرے گدھے پر پتھر اور مرمر کا بوجھا ہے

بر ہمہ جُوہا تو ایں حُکمت مراں — واندریں جُو ماہ بیں عکسش مخواں
تو سب نہروں پر اپنا یہ حکم نہ چلا — اُس نہر میں چاند کو دیکھ، اسکو اُسکا عکس نہ کہہ

آبِ خضر ست ایں نہ آبِ دام و دَد — ہر چہ اندر وَے نماید حق بُود
یہ خضرؑ کا پانی ہے، نہ کہ چرندہ اور درندہ کا پانی — اُسمیں جو کچھ نظر آئے وہ واقعی ہے

۵۲ زیں تگِ جُو ماہ گوید مَن مہم — مَن نہ عکسم ہمحدیث و ہمرہم
اِس نہر کی گہرائی سے چاند کہتا ہے، میں چاند ہوں — میں عکس نہیں ہوں، میں ہم کلام اور ہمراہی ہوں

اندریں جُو آنچہ بر بالاست ہست — خواہ بالا خواہ در وَے دار دست
اِس نہر میں، جو اوپر ہے وہی ہے — خواہ اوپر، خواہ اندر، ہاتھ بڑھا

از دگر جُوہا مگیر ایں جُوے را — ماہ داں ایں پرتوِ مہروے را
دوسری نہر پر اِس نہر کو قیاس نہ کر — اِس ماہ رُو عکس کو تو چاند سمجھ

۵۳ اندریں جُو ہر چہ داری تو مُراد — باز بیں و شکر گوہر زیاد
تو جو مراد رکھتا ہے، اِس نہر میں تلاش کرے — پھر دیکھ لے اور زیادتی کے لئے شکر ادا کر

اندریں جُو ہر چہ می خواہی ببیں — از نعیم و ناز و تاج و مُلک و دیں
تو جو چاہتا ہے، اِس نہر میں دیکھ لے — ناز و نعم اور تاج اور سلطنت اور دین

جُملہ مطلوباتِ خلقِ ہر دو کون — گشت موجود اندر وے بے بُعد و بَون
دونوں جہاں کی مخلوق کے تمام مقاصد — اُسکے اندر بغیر بُعد اور دوری کے موجود ہیں

ایں سخن پایاں ندارد آں غریب — بس گریست از درد خواجہ شد کئیب
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے، وہ پردیسی — بہت رویا خواجہ کے درد سے غمگین ہوگیا

توزیع کردنِ پائمرد در جملہ شہرِ تبریز و جمع شدن اندک
مددگار کا تمام شہر تبریز میں چندہ جمع کرنا اور بہت تھوڑا جمع

چیز و رفتنِ آں غریب بتربتِ مُحتسب بزیارت و ایں قصہ
ہونا اور اُس پردیسی کا محتسب کی قبر کی زیارت کو جانا اور نوحہ

را بر سرِ گورِ اُو گفتن بطریقِ نوحہ
کے طریقے پر اِس قصہ کو اسکی قبر پر کہنا

---

۵۱ بر یکے۔ مختلف انسان اس طرح ہیں کہ کسی پر لعل و جواہر لدے ہوئے ہیں کسی پر پتھروں کا بوجھا ہے۔ بر ہمہ۔ سب نہروں کو یکساں نہ سمجھ ایک نہر میں بعینہٖ چاند موجود ہے اُس کو عکس نہ سمجھ۔ آب۔ اِس نہر کا پانی آبِ حیٰوۃ ہے وہ محض جانوروں کے پینے کا پانی نہیں ہے، اُسمیں جو نظر آئے گا۔ وہ محض عکس نہوگا بلکہ عینِ حقیقت ہوگی۔

۵۲ زیں تگ۔ اِس نہر کی تہ میں چاند خود بول رہا ہے کہ میں ہم سخن اور ہم راہ ہوں جو عکس نہیں ہوسکتا۔ اندریں اِس نہر میں جو اوپر ہے وہی اندر ہے تو جہاں سے فیض حاصل کرے گا وہی ایک فیض ہوگا۔ از دگر۔ دوسری نہروں میں تو چاند کا عکس ہے اِس نہر کو ایسا نہ سمجھ اِس عکس کو تو بعینہٖ چاند سمجھ۔

۵۳ اندریں۔ اِس نہر سے تیرے اُخروی اور دنیاوی سب مقاصد پورے ہو جائیں گے۔ تجھ میں اور مقاصد میں کوئی دوری اور جدائی نہ رہے گی۔ توزیع کردن چندہ جمع کرنا۔ پائمرد۔ مددگار۔

[۵۱] واقعۂ آں وامِ او مشہور شد
اُس کے قرض کا قصّہ مشہور ہوگیا
پائمرد از دردِ او رنجور شد
مددگار، اُس کے رنج سے متاثر ہوا

از پئے توزیع گردِ شہر گشت
چندہ جمع کرنے کے لئے شہر کے چاروں طرف گھوما
از طمع می گفت ہر جا سرگذشت
لالچ سے، ہر جگہ ماجرا بیان کرتا تھا

ہیچ ناورد از رہِ کدیہ بدست
بھیک کے ذریعہ ہاتھ میں کچھ نہ آیا
غیرِ صد دینار آں کدیہ پرست
اُس بھکاری کے، سوائے سَو دینار کے

پائمرد آمد بدو دستش گرفت
مددگار آیا اور اُس نے اُس کا ہاتھ پکڑا
شد بگورِ آں کریمِ بس شگفت
اُس عجیب سخی کی قبر پر گیا

گفت [۵۲] چوں توفیق یابد بندۂ
بولا، جب کسی بندے کو توفیق حاصل ہو
کو کند مہمانیِ فرخندۂ
کہ وہ کسی بابرکت کی مہمانداری کرے

مالِ خود ایثارِ راہِ او کند
اُس کے راستہ میں اپنا مال صرف کرے
جانِ خود ایثارِ جاہِ او کند
اُس کی عزت میں اپنی جان خرچ کرے

شکرِ او شکرِ خدا باشد یقیں
اُسکا شکریہ ادا کرنا یقیناً خدا کا شکریہ ہے
چوں باحساں کرد توفیقش قریں
کیونکہ اُسی نے اُس کی توفیق کو احسان کا ساتھی بنایا

ترکِ شکرش ترکِ شکرِ حق بود
اُس کا شکر نہ کرنا، اللہ کا شکر نہ کرنا ہے
حقِ او لاشک بحق ملحق شود
اُس کا حق اللہ (تعالیٰ) کے حق سے وابستہ ہوگیا

شکر می کن مر خدا را در نعم
نعمتوں کے بارے میں خدا کا شکر ادا کرتا رہ
نیز می کن شکر و ذکرِ خواجہ ہم
نیز خواجہ کا ذکر اور شکر بھی کر

رحمتِ [۵۳] مادر اگرچہ از خداست
ماں کی محبت اگرچہ خدا کیجانب سے ہے
خدمتِ او ہم فریضہ ست و سزاست
اُس کی خدمت بھی فرض اور مناسب ہے

زیں سبب فرمود حق صلّوا علیہ
اِسی لئے اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا، اُن پر درود بھیجو
کہ محمدؐ بود محتاجٌ الیہ
کیونکہ محمدؐ کی جانب احتیاج ہے

در قیامت بندہ را گوید خدا
قیامت میں خدا بندہ کو کہے گا
ہیں چہ کردی آنچہ دادم مر ترا
ہاں تونے کیا کیا جو میں نے تجھے دیا تھا

گوید اے رب شکرِ تو کردم بجاں
وہ کہے گا اے خدا! میں نے دل و جان سے تیرا شکر کیا
چوں ز تو بود اصلِ آں روزی و ناں
کیونکہ اُس روزی اور روٹی کی اصل تیری جانب سے تھی

۵۱ واقعہ۔ اُس پردیسی کے قرض کا قصّہ تبریز میں مشہور ہوا تو ایک شخص اُسکا ہمدرد بنگیا۔ توزیع، تقسیم یعنی اُس نے اُس کا قرض لوگوں پر بانٹ کر جمع کرنے کیلئے شہر کا گشت شروع کردیا اور اس لالچ سے کہ لوگ رحم کھاکر اُسکو چندہ دیدیں اُس کا سارا قصہ بیان کرنا شروع کردیا۔ تبھی اس مددگار کو سارے شہر سے صرف سَو دینار چندے میں ملے۔ کدیہ پرست بھکاری یعنی مددگار۔ پائمرد۔ اُس قلیل مقدار سے مددگار کو مایوسی ہوئی تو وہ اُس پردیسی کا ہاتھ پکڑ کر محتسب کی قبر کے پاس لے گیا۔

۵۲ گفت۔ راستہ میں مددگار نے اُس سے کہا کہ اگر کسی کو کسی بابرکت مہمان کی مہمانداری کی توفیق میسر ہو۔ اور وہ اُس مہمان کا پورا اعزاز کرے تو ایسے میزبان کا شکریہ ادا کرنا خدا کا شکریہ ادا کرنا ہے چونکہ اللہ ہی نے اُس میزبان کو توفیق عطا فرمائی ہے۔ ترک۔ ایسے میزبان کی ناشکری اللہ تعالیٰ کی ناشکری ہوگی۔ شکری کن۔ چونکہ محتسب نے تجھ پر احسان کئے ہیں تو خدا کا شکر ادا کر اور محتسب کا بھی شکر گزار بن۔

۵۳ رحمت۔ مادر۔ ماں میں رحم کا مادہ اگرچہ خدا نے پیدا کیا ہے لیکن پھر بھی ماں کی خدمت فرض اور مناسب ہے۔ زیں سبب۔ چونکہ ہم آنحضورؐ کے محتاج ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا ہمارے لئے واسطہ ہیں اسلئے ہمیں اُنکا شکریہ ادا کرنے کیلئے ان پر درود بھیجنے کا حکم دیا گیا ہے۔ درقیامت۔ خدا قیامت میں بندے سے کہیگا میں نے تجھے نعمتیں دی تھیں تونے کیا کیا وہ کہیگا چونکہ اصل روٹی دینے والا تو تھا میں نے تیرا شکریہ ادا کیا۔

گویدش[1] حق نے نکردی شکرِ مَن	چون نکردی شکرِ آں اکرام وفن
اللہ (تعالیٰ) اُس سے فرمائیگا تونے میرا شکریہ ادا نہیں کیا	جبکہ تونے اُس اِکرام اور ہنر کا شکریہ نہ ادا کیا
بر کریمے کردہ ظلم و ستم	نے ز دستِ اُو رسیدت نعمتم
تونے سخی پر ظلم اور ستم کیا	کیا میری نعمتیں اُسکے ہاتھ سے تیرے پاس نہیں پہنچیں
چون بگورِ آں ولی نعمت رسید	گشت گریاں زار و آمد در نشید
جب وہ اُس انعام دینے والے کی قبر پر پہنچا	(زار، زار) رونے لگا اور پڑھنے لگا
گفت اے پشت و پناہِ ہر نبیل	مرتجا و غوثِ ابناء السبیل
بولا اے ہر شریف کی پشت و پناہ	مسافروں کی امیدگاہ اور مدد!
اے[2] غمِ ارزاقِ ما بر خاطرت	اے چو رزقِ عام احسان و برت
اے وہ کہ ہماری روزیوں کا تیری طبیعت پر بار تھا	اے وہ کہ تیرا احسان اور بھلائی عام رزق کی طرح تھا
اے فقیراں را عشیرہ و والدین	در خراج و خرج و در ایفائے دین
اے وہ کہ فقیروں کا خاندان اور ماں باپ تھا	آمدنی و خرچ میں اور قرض ادا کرنے میں
اے چو بحر از بہرِ نزدیکاں گہر	دادہ تحفہ سوئے دوراں از مطر
اے سمندر جیسے! نزدیکوں کے لیے موتی	دینے، دور والوں کو بارش کا تحفہ
پشتِ ما گرم از تو بودے آفتاب	رونقِ ہر قصر و گنجِ ہر خراب
اے سورج! ہماری کمر تجھ سے گرم تھی	تو ہر قصر کی رونق اور ہر ویرانہ کا خزانہ تھا
اے در ابرویت ندیدہ کس گرہ	اے چو میکائیل[3] راد و رزق دہ
اے وہ کہ تیری ابرو پر کسی نے شکن نہیں دیکھی	اے وہ کہ میکائیل کی طرح سخی اور رزق دینے والا تھا
اے دلت پیوستہ با دریائے غیب	اے بقافِ مکرمت عنقائے غیب
اے وہ کہ تیرا دل ہمیشہ غیب کے دریا سے وابستہ تھا	اے وہ کہ شرافت کے کوہ قاف میں غائب عنقا ہے
یاد ناوردہ کہ از مالم چہ رفت	سقفِ قصرِ ہمتت ہرگز نکفت
تونے نہ سوچا کہ میرے مال میں سے کیا گیا	تیری ہمت کے قلعے کی چھت میں کبھی شگاف نہیں
اے من و صد ہمچو من در ماہ و سال	مر ترا چوں نسلِ تو گشتہ عیال
اے وہ کہ میں اور مجھ جیسے سیکڑوں دہر، ماہ اور سال میں	تیرے لئے تیری نسل کی طرح اولاد بنے تھے
نقدِ ما و جنسِ ما و رختِ ما	نامِ ما و فخرِ ما و بختِ ما
ہماری نقدی اور ہماری جنس اور ہمارا سامان	ہمارا نام اور ہمارا فخر اور ہمارا نصیب

[1] گویدش۔ اللہ تعالیٰ فرمائیگا جبکہ تونے محسن کا شکریہ ادا نہیں کیا تو گویا میرا بھی شکریہ ادا نہیں کیا۔ بر کریمے۔ جس سخی کے ہاتھ سے میں نے تجھے روٹی دلائی تھی تونے اسکا شکریہ ادا نہ کرکے اُس پر ظلم و ستم کیا ہے۔ یہ سب باتیں مددگار نے اس پردیسی سے کہیں تاکہ وہ اپنے محسن محتسب کا شکریہ دعائے مغفرت کی صورت میں ادا کرے۔ ولیِ نعمت۔ محسن یعنی محتسب۔ نشید۔ اشعار۔ نبیل۔ شریف۔ ابناء السبیل مسافرین۔

[2] اے۔ قبر کے پاس پہنچکر شکریہ ادا کرتے ہوئے کہنے لگا کہ ہمیں رزق پہنچانے کا تجھے فکر لگا رہتا تھا اور تیرا احسان اور نیکی اسی طرح عام تھا جس طرح تیرا دسترخوان عوام کیلئے کھلا ہوا تھا۔ عشیرہ۔ خاندان۔ خراج۔ آمدنی۔ اے بحر۔ ساحل پر موتی پھینکتا ہے اور دور والوں کو بارش سے فیض پہنچاتا ہے۔ پشت۔ تو ہمارا پشت پناہ تھا۔ خراب۔ ویرانہ۔ اے در ابرویت۔ کبھی کسی کو دیکھکر تیری پیشانی پر گرہ نہ پڑتی تھی سب کو خوش آمدید کہتا تھا۔

[3] میکائیل۔ حضرت میکائیل مخلوق کو رزق پہنچانے پر مقرر ہیں۔ دریائے غیب۔ دریائے غیب کبھی منقطع نہیں ہوسکتا۔ عنقا۔ معزز پرندہ ہے۔ نکفت۔ نہ کفتن بمعنی شگافتن۔ من۔ میں اور مجھ جیسے ہزاروں کا تو اولاد کی طرح خیال رکھتا تھا۔ نقد۔ بندگیا ہماری تمام نعمتیں اللہ تعالیٰ کی جانب سے عطیہ تھیں اور تیرا کام واسطہ اور ذریعہ تھا اور اللہ تعالیٰ میں اسکا پیدا کر دیا تھا۔

این همه از حق بُدد تو واسطه
یہ سب اللہ تعالیٰ کیجانب سے تھا اور تو واسطہ تھا
درمیانِ ما و حق تو رابطہ
ہمارے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان تو رابطہ تھا

تو نمُردی ناز و بختِ ما بمُرد
تو نہیں مرا ہمارا ناز اور نصیب مرگیا
عیشِ ما و رزقِ مستوفا بمُرد
ہمارا عیش اور ہمارا پورا رزق مرگیا

واحد کالف در رزم و کرم
(تو) ایک ہزار کیطرح تھا شجاعت اور سخاوت میں
صد چو حاتم گاہِ ایثارِ نعم
نعمتیں صرف کرنے کے وقت سو حاتم کیطرح تھا

حاتم ار مُرده بمُرده میدهد
حاتم اگر بے جان (چیز) بے جان کو دیتا تھا
گِرد گانهایِ شمرده میدهد
گنتی کے اخروٹ دیتا تھا

تو حیاتے میدہی در ہر نفس
تو ہر سانس میں ایسی زندگی دیتا تھا
کز نفیسی می نگنجد در نفس
کہ جو خوبی سے بیان میں نہیں سماتی ہے

تو حیاتے میدہی بس پایدار
تو بہت پائدار زندگی دیتا تھا
نقدِ زرِ بے کساد و بے شمار
کھرا نقد بغیر کھوٹ کے اور بے شمار

وارثے ۵۲ نابوده یک خوی ترا
تیری ایک عادت کا کوئی وارث نہ بنتا
اے فلک سجده کناں کوی ترا
اے وہ کہ تیرے کوچہ کو آسمان سجدہ کرتا ہے

خلق را از گرگِ غم لطفت شباں
مخلوق کیلئے غم کے بھیڑیے سے تیری مہربانی نگہبان تھی
چوں کلیم اللہ شبانِ مہرباں
جیسے کہ کلیم اللہ مہربان محافظ

گریختن گوسفندے از موسیٰ علیہ السّلام و شفقت و مہربانی موسیٰ علیہ السّلام بروے

ایک بکری کا حضرت موسیٰؑ علیہ السلام سے بھاگنا اور اُس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مہربانی اور شفقت

گوسفندے از کلیم اللہ گریخت
ایک بکری (حضرت) کلیم اللہ سے بھاگ گئی
پایِ موسیٰ آبلہ شد نعل ریخت ۵۳
(حضرت) موسیٰؑ کے پاؤں میں آبلہ ہوگیا اور تھک گئے

در پئے اُو تا بشب در جستجو
اُس کے پیچھے رات تک تلاش میں رہے
واں رمہ غائب شده از چشمِ اُو
وہ گلہ اُن کی نگاہ سے غائب ہوگیا

گوسپند از ماندگی شد سُست و ماند
بکری تکان سے سست ہوگئی اور رہ گئی
پس کلیم اللہ گرد از وے فشاند
تو کلیم اللہ نے اُس کی گرد جھاڑی

---

۵۱ تو نمُردی۔ آدمی۔ تو نہیں مرا بلکہ ہماے منافع مُردہ ہوگئے۔ واحد۔ تو ایک نہ تھا بلکہ رزم و بزم میں ہزار کے قائم مقام تھا اور انعام دیتے وقت سیکڑوں حاتموں کیطرح تھا حاتم۔ حاتم صرف دنیاوی حقیر نعمتیں عطا کرتا تھا جو فانی تھیں۔ تو حیاتے۔ تیری عطا زندگی ہے اور پائیدار ہے یعنی روحانی عطیات اور ظاہری عطیات بھی کھرے اور بے شمار ہیں۔

۵۲ وارثے۔ تیری ان فضیلتوں میں تیرا کوئی قائم مقام نہیں ہے۔ خلق۔ مخلوق کو رنج و غم سے تو ایسا ہی محفوظ رکھتا تھا جس طرح حضرت موسیٰؑ اپنی بکریوں کے محافظ اور مہربان تھے۔ گریختن۔ اب حضرت موسیٰؑ کے اِس قصہ سے اُنکی بکریوں کی حفاظت اور اُن پر شفقت کا بیان مقصود ہے۔

۵۳ نعل ریخت۔ نعل ریختن۔ گھوڑے کا دوڑنے سے عاجز آجانا۔ واں رمہ۔ جس گلہ کی وہ بکری تھی اُس گلہ سے حضرت موسیٰ بہت دور ہوگئے۔ گوسپندے۔ بکری بھاگتے بھاگتے تھک کر گر گئی حضرت موسیٰؑ نے اُس کے پاس پہنچکر اُس کی گرد جھاڑی اور ماں کی طرح اُس پر شفقت سے ہاتھ پھیرنے لگے۔

کف ہمی مالید بر پشت و سرش — می نوازش کرد ہمچو مادرش
اُس کی کمر اور سر پر ہاتھ پھیرتے تھے — ماں کی طرح اُس پر مہربانی کرتے تھے

نیم[1] ذرہ تیرگی و خشم نے — غیر مہر و رحم و آب چشم نے
آدھا ذرہ کدورت اور غصہ نہ تھا — سوائے مہربانی اور رحم اور آنسو کے (کچھ) نہ تھا

گفت گیرم بر منت رحمے نبود — طبع تو بر خود چرا استم نمود
فرمایا: میں نے مانا، تجھے مجھ پر رحم نہ آیا — تیری طبیعت نے اپنے اوپر کیوں ظلم کیا؟

با ملائک گفت یزداں آں زماں — کہ نبوت را ہمی زیبد فلاں
خدا تعالیٰ نے اُس وقت فرشتوں سے فرمایا — کہ فلاں نبوت کے لائق ہے

مصطفیٰ فرمود خود کہ ہر نبی — کرد چوپانیش برنا[2] یا صبی
خود (حضرت) مصطفیٰ نے فرمایا ہے کہ ہر نبی نے — جوانی یا بچپن میں بکریاں چرائی ہیں

بے شبانی کردن و آں امتحاں — حق ندادش پیشوائی جہاں
چرواہا پن اور اُس آزمائش کے بغیر — حق (تعالیٰ) نے اُسکو دنیا کی پیشوائی نہیں دی

تا شود پیدا وقار و صبر شاں — کردشاں پیش از نبوت حق شبان
تاکہ اُن کا وقار اور صبر ظاہر ہو جائے — اللہ (تعالیٰ) نے اُنکو نبوت سے پہلے چرواہا بنایا ہے

گفت سائل ہم تو نیز اے پہلوان — گفت من ہم بودہ ام دہرے شبان
ایک سوال کرنیوالے نے کہا آپ بھی اے سردار! — فرمایا میں بھی ایک زمانہ تک چرواہا رہا ہوں

ہر امیرے[3] کو شبانی بشر — آنچناں آرد کہ باشد مؤتمر
ہر حاکم جو انسانوں کا چرواہا پن — اس طرح کرنے جیسا کہ حکم ہوا ہے

حلم موسیٰ وار اندر رعی خود — او بجا آرد بتدبیر و خرد
اپنے چرواہے پن میں حضرت موسیٰ کی بردباری کیطرح — وہ تدبیر اور عقل سے بجالائے

لاجرم حقش دہد چوپانیے — بر فراز چرخ مہ روحانیے
لامحالہ (اللہ تعالیٰ) اسکو چوپانی عطا فرمادے گا — روحانی چاند کے آسمان کی بلندی پر

آنچنانکہ انبیا را زیں رعا — برکشید و داد رعی اصفیا
جس طرح انبیاء کو اس چرواہے پن سے — بلند کردیا اور برگزیدہ لوگوں کی چوپانی دیدی

خواجہ باری تو دریں چوپانیت — کردی آنچہ کور گردد شانیت
اے خواجہ! البتہ تونے اسی چوپانی میں — وہ کیا جس سے تیرا دشمن اندھا ہو جائے

---

[1] نیم۔ بکری کی اِس حرکت سے انھیں ذرہ برابر غصہ نہ آیا اور اُسکی درماندگی پر آنسو بہانے لگے۔ گفت۔ اور فرمانے لگے کہ اگر تجھے میرے بھاگنے دوڑنے پر رحم نہ آیا تو نہ سہی تونے اپنے اوپر بھی رحم نہ کیا۔ با ملائک۔ حضرت موسیٰ کی یہ باتیں سنکر حضرت حق تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا کہ موسیٰ جیسا بردبار نبوت کے لائق ہے۔ مصطفیٰ۔ بخاری شریف کی حدیث ہے کہ ہر نبی نے بکریاں چرائی ہیں۔

[2] برنا۔ نوجوان۔ بے شبانی۔ بکری چرانے والے میں بہت ہی حلم اور تحمد باری پیدا ہو جاتی ہے، بکری گلہ سے اِدھر اُدھر بہت بھاگتی ہے اور اُس پر غصہ بھی نہیں اتارا جا سکتا معمولی چوٹ سے مرجاتی ہے۔ گفت۔ جب حضور نے یہ فرمایا کہ ہر نبی نے بکریاں چرائی ہیں تو بعض صحابہؓ نے عرض کیا کہ آپ نے بھی چرائی ہوں گی تو آپ نے فرمایا ہاں میں نے بھی مکہ والوں کی بکریاں چرائی ہیں۔

[3] ہر امیرے۔ مولانا فرماتے ہیں جو حضرت موسیٰ کی طرح مخلوقِ خدا کی چرواہی کریگا اور اپنی تدبیر اور عقل سے اُنکی دیکھ بھال کریگا۔ لاجرم اللہ تعالیٰ اُسکو لامحالہ چرواہی کا روحانی مقام عنایت فرما دیتا ہے۔ آنچناں۔ جسطرح انبیاء کو اسی چرواہی سے منصب نبوت حاصل ہوا ہے۔ خواجہ۔ یہ اثر مقرر ہوا ہے۔ منصب نبوت چونکہ انسانوں کی کوشش سے نہیں ملتا ہے۔ تا آنی۔ گئی۔

دانم آنجا در مکافاتِ ایزدت ۵۱ | سروریِ جاودانہ بخشدت

میں جانتا ہوں کہ بدلے میں اُس جگہ تجھے خدا | ہمیشہ کی سرداری عنایت کردے گا

بر امیدِ کفِ چوں دریای تو | بر وظیفہ دادن و ایفائے تو

تیرے دریا جیسی ہتھیلی کی امید پر | تیرے وظیفہ دینے اور (وعدے کا ایفا کرنے پر)

وام کردم نُہ ہزار از زر گزاف | تو کجائی تا شود ایں دُرد صاف

میں نے نو ہزار اشرفیاں بے احتیاطی سے قرض کرلیں | تو کہاں ہے؟ تاکہ تلچھٹ صاف ہو جائے

تو کجائی تا کہ صد چنداں کرم | با منِ خستہ بجا آری نعم

تو کہاں ہے؟ تاکہ سوگنا کرم | ہاں، مجھ عاجز کے ساتھ بجا لائے

تو کجائی تا دو صد لطف و عطا | با غریبِ خستہ دل آری بجا

تو کہاں ہے؟ تاکہ دو سو مہربانیاں اور عطا | خستہ دل، پردیسی کے ساتھ بجا لائے

تو کجائی تا کہ خنداں چوں چمن | گویم بستاں و صد چنداں ز من

تو کہاں ہے؟ تاکہ چمن کی طرح مسکراتا ہوا | تو مجھ سے کہے، مجھ سے دو سو گنا لے

تو کجائی تا مرا خنداں کنی | لطف و احساں چوں ۵۲ خداونداں کنی

تو کہاں ہے؟ تاکہ مجھے ہنسا دے | آقاؤں کی طرح، مہربانی اور احسان کرے

تو کجائی تا بری در مخزنم | تا کُنی از وام و فاقہ ایمنم

تو کہاں ہے؟ تاکہ مجھے خزانے میں لیجائے | تاکہ مجھے قرض اور فاقہ سے مطمئن کردے

مَن ہمی گویم بس و تو مفضلم | گفتہ کایں ہم گیر از بہرِ دلم

میں کہوں بس، اور تو بڑا مہربان مجھ سے | کہے کہ یہ بھی میری خاطر لے

چوں ہمی گنجد جہانے زیرِ طیں | چوں بگنجد آسمانے در زمیں

مٹی کے نیچے، ایک عالم کیسے سماتا ہے؟ | ایک آسمان زمین کے نیچے کیسے سماتا ہے؟

حاش للہ تو بُرونی زیں جہاں | ہم بوقتِ زندگی ہم ایں زماں

حاش للہ، تو اس دنیا کے باہر ہے | زندگی کے وقت میں بھی، اس وقت بھی

در ہوائے غیب مُرغے می پرد | سایۂ اُو بر زمیں می گسترد

غیب کی فضا میں ایک پرند اُڑ رہا ہے | اُس کا سایہ زمین پر بچھ رہا ہے

جسم سایہ سایۂ سایہ دلست ۵۳ | جسم کے اندر خورِ پایہ دلست

جسم، دل کے سائے کے سائے کا سایہ ہے | جسم، دل کے رتبہ کے لائق کب ہے؟

۵۱ دانم۔ مجھے یقین ہے کہ خدا نے تجھے بھی دائمی سرداری بخشدی ہے۔ بر امید۔ اُس پردیسی نے بتایا میں نے تیری عطا کے بھروسے پر قرضے لینے میں بے پروائی برتی اور نو ہزار قرض کرلیا اب تو کہاں ہے کہ میرے کمترینی کو صاف کردے۔ تو کجائی۔ اب تو کہاں ہے کہ مجھے نفیس عطا کرے۔ تا دو صد۔ اب انکی موت کی حسرت کیساتھ اپنی مُردہ تمناؤں کا ذکر کرتا ہے گویم۔ تو مجھ سے کہے کہ اپنے قرض سے دو سو گنا مجھ سے لیجا۔ ۵۲ خداوندان۔ آقا لوگ۔ مخزن۔ خزانہ۔ من ہمی گویم میں کہوں کہ یہ عطا میرے لئے کافی ہے اور تو کہے کہ میری خاطر اور لے۔ مفضل۔ بہت احسان کرنیوالا۔ چوں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تجھ جیسا آسمان زمین میں کیسے سما گیا۔ حاش۔ اب کہتا ہے یہ میری غلطی ہے کہ میں تجھے زیرِ زمین سمجھ رہا ہوں تو زندگی میں بھی ملاء اعلیٰ میں تھا اور اب بھی وہاں ہی ہے۔ در ہوا۔ تو اصل روح تھا جو ملاءِ اعلیٰ کی چیز ہے اور جسم جو زمین پر ہے بمنزلہ اُس کے سایہ کے ہے۔ ۵۳ جسم۔ جسم کو سایہ قرار دیا اب اِس سایہ کی حقیقت بتاتے ہیں کہ قلب روح ہے اور روح کی دو قسمیں ہیں ایک روح سراجی جو روحِ اعظم ہے اور وہ تمام ارواح کا منبع ہے دوسری روحِ زجاجی جو ہر شخص میں جدا ہے اور اسکا تعلق ہر شخص سے نفسِ حیوانی کے ذریعہ ہے تو جسم روحِ حیوانی سے استفادہ کرتا ہے اور وہ روحِ زجاجی کے تابع ہے اور روحِ زجاجی روحِ سراجی کے تابع ہے تو جسم اِس روحِ سراجی کے سایہ کے سایہ کا سایہ ہوا لہٰذا جسم کو وہ رتبہ کہاں مل سکتا ہے جو روح کو حاصل ہے۔

مردِ[1] خفتہ، روحِ او چوں آفتاب — در فلک تابان و تن در جامہ خواب

انسان سویا ہوا ہے اُسکی رُوح سورج کیطرح ہے — آسمان میں چمکتی ہوئی اور جسم بستر میں ہے

جاں نہاں اندر خلا ہمچوں سجاف — تن تقلب می کند زیرِ لحاف

رُوح، خلا میں گوٹ کی طرح مخفی ہے — جسم، لحاف کے نیچے کروٹیں بدل رہا ہے

رُوح چوں مِن اَمرِ ربی مُختفی ست — ہر مثالے کہ بگویم منتفی ست

رُوح چونکہ میرے رب کے امر میں سے ہے پوشیدہ ہے — میں جو مثال بھی کہوں وہ جداگانہ ہے

اے عجب کو لعلِ شکر بارِ تو — واں جواباتِ خوش و اسرارِ تو

ہائے تعجب، وہ تیرا شکر برسانیوالا لعل کہاں ہے؟ — وہ تیرے بھلے جواب اور اسرار کہاں ہیں؟

اے عجب کو آں عقیقِ قند خا — آں کلیدِ قفلِ مشکلہائے ما

ہائے تعجب، وہ شکر چبانیوالا عقیق کہاں ہے؟ — وہ ہماری مشکلوں کی کنجی (کہاں ہے؟)

اے عجب کو آں دمِ چوں ذوالفقار — آنکہ کردے عقلہا را بیقرار

ہائے تعجب کہ وہ ذوالفقار جیسا کلام کہاں ہے؟ — وہ جو عقلوں کو بے قرار کر دیتا تھا

چند ہمچو فاختہ کاشانہ جو — کو و کو و کو و کو و کو و کو

گھونسلہ ڈھونڈنے والی فاختہ کی طرح کب تک — کوکو اور کوکو اور کوکو

کو[2] ہمانجا کہ صفاتِ رحمت ست — قدرت ست و نزہت ست و فطنت ست

کہاں ہے؟ وہاں جہاں رحمت کی صفات ہیں — قدرت ہے اور پاکیزگی ہے اور سمجھ ہے

کو ہمانجا کہ دل و اندیشہ اش — دائم آنجا بُد چو شیر و بیشہ اش

کہاں ہے؟ اُس جگہ ہے کہ دل اور اُسکا خیال — ہمیشہ وہاں تھا شیر اور اُسکی کچھار کی طرح

کو ہمانجا کہ امیدِ مرد و زن — میرود در وقتِ اندوہ و حزن

کہاں ہے؟ وہاں ہے کہ جہاں مرد و زن کی امید — رنج اور غم کے وقت جاتی ہے

کو ہمانجا کہ بوقتِ علتے — چشم پرد بر امیدِ[3] صحتے

کہاں ہے؟ وہاں ہے کہ بیماری کے وقت — صحت کی امید پر آنکھ اٹھتی ہے

آں طرف کہ بہرِ دفعِ زشتیے — باد جوئی بہرِ کشت و کشتیے

اُس طرف کہ برائی کے دفعیہ کے لئے — کھیتی اور کشتی کیلئے تو ہوا کو تلاش کرتا ہے

آں طرف کہ دل اشارت میکند — چوں زباں یاہو عبارت میکند

اُس جانب کہ دل اشارہ کیا کرتا ہے — جب زبان "یاھُو" کہتی ہے

[1] مرد خفتہ: نیند کی حالت میں جسم لحاف میں سویا ہوا ہوتا ہے اور رُوح عالمِ تجرد میں درخشاں ہے۔ رُوح: رُوح کو قرآن نے امرِ رب کہکر مخفی رکھا ہے تو وہ کسی مثال کے ذریعہ بھی نہیں سمجھائی جاسکتی۔ اے عجب: اب پھر محتسب کے فضائل کا ذکر ہے۔ عقیقِ قند خا یعنی شیریں کلام ہونٹ۔ کلید یعنی زبان۔ دم یعنی کلام۔ آنکہ: اِس قدر فصیح کلام تھا کہ عقلاء اُس کی فصاحت و بلاغت سے حیران ہوجاتے تھے۔ چند: فاختہ کی کوکو یعنی کجا کجا ہے یعنی فاختہ اپنے گھونسلے کی تلاش میں کہتی ہے کہ وہ کہاں ہے۔

[2] کو: تو کہتا ہے کہ محتسب کہاں ہے تو سُن لے کہ وہ اُسی جگہ ہے جہاں حق تعالیٰ کی صفات ہیں یعنی اُس کو اللہ تعالیٰ کی معیت حاصل ہے۔ کہ دل: یعنی محتسب اُس جگہ ہے جہاں اُسکا خیال اِسی طرح لگا رہتا تھا جیسا کہ شیر کا خیال اپنی کچھار پر یعنی دربارِ خداوندی پر۔

[3] امید: یعنی دربارِ خداوندی۔ آں طرف: جس وقت ہوا کے رُک جانے سے کھیتی اور کشتی کو نقصان پہنچتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔ دل اشارت: جب ذکر کرنیوالا یاھُو کا ذکر کرتا ہے تو قلب اللہ تعالیٰ کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

اُو[١] مع اللہ ہست بے کُو کُو ہمے ۔۔۔ کاشکے جولاہہ ما کو گفتمے

وہ بغیر کو کو کے اللہ (تعالیٰ) کے ساتھ ہے ۔۔۔ کاش ہم جولاہوں کی طرح ، ما کو ، کہتے

عقلِ ما کو تا بہ بیند غرب و شرق ۔۔۔ رُوحہا را می زند صد گونہ برق

ہماری عقل کہاں ہے تاکہ غرب اور شرق کو دیکھے ۔۔۔ سیکڑوں قسم کی روشنیاں روحوں پر پڑ رہی ہیں

جَزر و مدّش بُد بہ بحرے در زبد ۔۔۔ مُنتہی شُد جَزر و باقی ماند مَد

جھاگ میں رہتے ہوئے اُسکے لیے گھٹاؤ بڑھاؤ تھا ۔۔۔ گھٹاؤ ختم ہوگیا ، بڑھاؤ باقی رہ گیا

نہ ہزارم[٢] وام و مَن بیدست رَس ۔۔۔ ہَست صد دینار ازیں توزیع و بَس

میرا اوپر نو ہزار قرض اور میں بے دسترس ہوں ۔۔۔ اِس چندے سے سو دینار ہیں اور بس

حق کشیدت ماندہ اَم در کشمکش ۔۔۔ میروم نومید اے خاکِ تو خوش

اللہ (تعالیٰ) نے تجھے کھینچ لیا میں کشمکش میں رہ گیا ۔۔۔ اے پاک تربت (اِس مزار ے) میں ناامید جارہا ہوں

ہمتے میدار در پُر حسرتت ۔۔۔ اے ہمایوں رُوی و دست و ہمتت

کچھ توجہ ڈال ، اپنے حسرت بھرے پر ۔۔۔ اے کہ تیرا چہرہ اور ہاتھ اور توجہ مبارک ہے

آمدم بر چشمۂ اصلِ عیوں ۔۔۔ یافتم در وَے بجائے آب خوں

میں چشموں کی جڑ ، چشمہ پر آیا ۔۔۔ میں نے اُس میں ، پانی کی جگہ خون پایا

چرخ آں چرخ ست و تاب آں تاب نیست ۔۔۔ جُوی آں جُو ئیست آب آں آب نیست

آسمان وہی آسمان ہے اور روشنی وہ روشنی نہیں ہے ۔۔۔ نہر وہی نہر ہے ، پانی وہ پانی نہیں ہے

مُحسناں[٣] ہستند کو آں مُستطاب ۔۔۔ اختراں ہستند کو آں آفتاب

احسان کرنے والے ہیں ؟ وہ پاکیزہ کہاں ہے ؟ ۔۔۔ ستارے ہیں وہ سورج کہاں ہے ؟

تو شُدی سُوئے خدا اے محترم ۔۔۔ پس بسُوئے حق رَوم مَن نیز ہم

اے محترم ! تو خدا کے پاس چلا گیا ۔۔۔ تو میں بھی خدا کے پاس جاتا ہوں

مجمع و پایۂ عَلَم ماوی القرون ۔۔۔ ہَست حق کُلٌّ لَّدَیْنَا مُحْضَرُوْن

جمع ہونے کی جگہ اور جھنڈے کا سایہ اور زمانوں کا ملجا ۔۔۔ اللہ (تعالیٰ) ہے ، ہر چیز ہمارے پاس حاضر ہے

نقشہا گر بے خبر گر با خبر ۔۔۔ در کفِ نقاش باشد محتضر

نقش خواہ بے خبر ہوں یا باخبر ۔۔۔ نقاش کے ہاتھ میں حاضر ہوتے ہیں

نہیں ہے۔ ٣ محسناں ۔ دنیا میں احسان کرنیوالے ہیں لیکن تجھ سا کہاں ہے تو سورج تھا دوسرے ستارے ہیں۔ تو شُدی۔ تو خدا کے پاس پہنچ گیا اب میں بھی پہنچتا ہوں۔ مجمع۔ کُلٌّ لَّدَیْنَا مُحْضَرُوْن سب ہمارے پاس حاضر کیے ہوئے ہیں یعنی سب کو خدا کی طرف لوٹنا ہے۔ پایۂ عَلَم لشکر کے لوگ جھنڈے کے پاس م

١ اُو ۔ اُسکو اللہ تعالیٰ کی معیت حاصل ہے اور بغیر کُو کے ہے یعنی اُسکے متعلق کہاں نہیں کہا جاسکتا کیونکہ وہ مقام لامکانی ہے۔ کاشکے ۔ ہمیں آں کو کے بجائے ما کجا ، کہنا چاہئے کیونکہ ہم مکانی ہیں۔ ماکو ۔ اِسکے ٢ دو معنی ہیں ایک یہ "ہم کہاں ہیں" دوسرے جولاہوں کی نالی جس میں وہ لپٹا ہوا دھاگا رکھکر تانے میں بانا بُنتے ہیں۔ عقل ۔ اگر ہمیں عقل ہو تو ہم دیکھ سکتے ہیں کہ مشرق و مغرب میں اہل اللہ کی روحوں میں سیکڑوں قسم کی تجلیاں وارد ہورہی ہیں۔ جزر ۔ اہل اللہ کی روح کو وفات کے بعد تو معیت حق حاصل ہو ہی جاتی ہے زندگی میں جبکہ روح جسم کے جھاگ میں تھی اُسمیں قربِ الٰہی کے اعتبار سے گھٹاؤ بڑھاؤ تھا جب وفات ہوجاتی ہے تو گھٹاؤ ختم ہوجاتا ہے اور بڑھاؤ ہی رہتا ہے۔

٢ نہ ہزار ۔ اُس مقروض نے کہا مجھ پر نو ہزار قرض ہے جو میری دسترس سے باہر ہے اسلئے کہ اِس چندہ میں بھی سو دینار ملے ہیں۔ حق کشیدت ۔ اللہ نے تجھے عالم بالا کیجانب کھینچ لیا میں اب کشمکش میں ہوں اور واپس جارہا ہوں۔ ہمتے ۔ اب کچھ روحانی توجہ ڈالدے۔ بجائے آب ۔ اشرفیاں تو نہیں رنج و غم حاصل ہوا۔ چرخ ۔ آسمان و زمین وہی ہے لیکن تیرے مرنے سے اب اُسمیں رونق اور شاد

م. جمع ہوتے ہیں۔ نقشہا ۔ مرکر تو سب خدا کی طرف لوٹیں گے زندگی میں بھی سب اُسی کے تصرف میں ہیں۔

دمبدم[1] در صفحهٔ اندیشه شاں
ہر وقت اُن کے فکر کے صفحہ پر
ثبت و محوے میکند آں بے نشاں
وہ بے نشان قایم اور محو کرتا ہے

خشم می آرد رضا را می برد
غصہ کو لاتا ہے، رضامندی کو لیجاتا ہے
بخل می آرد سخا را می برد
بخل لاتا ہے، سخاوت کو لے جاتا ہے

گہہ برد حقد و صفا آرد ہمی
کبھی کینہ کو لیجاتا ہے اور خلوص کو لاتا ہے
بدرود عجز و عطا کارد ہمی
عجز کو کاٹتا ہے، بخشش کو بوتا ہے

نیم لحظہ مُدرکاتم شام و غدو
میری احساس کرنیوالی قوتیں شام اور صبح آدھے لمحہ کیلئے
ہیچ خالی نیست زیں اثبات و محو
کبھی اِس اثبات اور محو سے خالی نہیں ہیں

کوزہ گر با کوزہ باشد کارساز
کمہار، کوزہ بناتا ہے
کوزہ از خود کے شود پہن و دراز
کوزہ از خود کب چوڑا اور لمبا ہوتا ہے؟

چوب در دستِ درو گر مُعتکِف
لکڑی بڑھئی کے ہاتھ میں قائم ہوتی ہے
ورنہ چوں گردد بُریدہ مؤتلف
ورنہ منقطع (اور) مرکب کب بنے؟

جامہ[2] اندر دستِ خیّاطے بُوَد
کپڑا درزی کے ہاتھ میں ہوتا ہے
ورنہ از خود چوں بدوزد یا درد
ورنہ از خود کب سِلتا یا پھٹتا ہے؟

مَشک با سقا بُود اے منتہی
اے منتہی! مشک سقے کے ساتھ ہوتی ہے
ورنہ از خود چوں شود پُر یا تہی
ورنہ از خود کب پُر یا خالی ہوتی ہے؟

ہر دمے پُر می شوی تی می شوی
تو ہر وقت پُر ہوتا ہے، خالی ہوتا ہے
پس بداں کہ در کفِ صُنعِ ویٔ
تو جان لے کہ تو اُسکی کاریگری کے ہاتھ میں ہے

چشمِ بند از چشم دوزے کے رود
بند آنکھ، آنکھ پیدا کرنے والے سے کہاں جاسکتی ہے
صنع از صانع چساں شیدا شود
مصنوع، صانع سے کب آوارہ ہوسکتا ہے؟

چشم[3] داری تو بچشمِ خود نگر
تو آنکھ رکھتا ہے اپنی آنکھ سے دیکھ لے
منگر از چشمِ سفیہ بے خبر
بیوقوف، بے خبر کی آنکھ سے نہ دیکھ

گوش داری تو بگوشِ خود شنو
تو کان رکھتا ہے، اپنے کان سے سُن
گوش گولاں را چرا باشی گرو
تو احمقوں کے کان کا کیوں پابند ہوتا ہے؟

بے ز تقلیدے نظر را پیشہ کن
بغیر تقلید کے نظر کرنے کا پیشہ بنالے
ہم برائے عقلِ خود اندیشہ کن
اپنی عقل کی رائے سے بھی سوچ

[1] دمبدم۔ اُسکا تصرف ہے کہ انسان کے دل میں ہر وقت خیالات آتے جاتے ہیں۔ خشم۔ کسی وقت وہ انسان میں غصہ پیدا فرماتا ہے کبھی خوشی کبھی بخل پیدا کرتا ہے کبھی سخاوت، یہ سب اُسکا تصرف ہے۔ گہ۔ کینہ اور خلوص کم ہمتی اور عطا کی ہمت سب اُس کے تصرفات ہیں۔ نیم لحظہ۔ کسی وقت بھی انسان اُسکے تصرف سے باہر نہیں ہے۔ کوزہ۔ مصنوع، صانع کے تصرف میں ہے۔ چوب۔ لکڑی بڑھئی کے تصرف میں ہے۔

[2] جامہ۔ کپڑا درزی کے تصرف میں ہے، وہ خود نہ سلتا ہے نہ پھٹتا ہے۔ مشک۔ مشک پر سقے کا تصرف ہے ہر دمے۔ انسان بھی کبھی خیالات سے پُر اور کبھی خالی ہوتا ہے تو معلوم ہوا کہ وہ صانع کے تصرف میں ہے۔ تی مخففِ تہی یعنی خالی۔

[3] چشم داری صانع کی صنعت کو تو خود اپنی چشم بصیرت سے دیکھ اُس آنکھ سے نہ دیکھ جس کے پاس نہ دلائلِ عقلیہ ہوں نہ دلائلِ نقلیہ۔ گوش داری تجھے خدا نے کان دیئے ہیں تو اُن سے سُن دوسروں کی سُنی سنائی بات پر بھروسہ نہ کر۔ بے ز تقلید۔ اور تحقیقی نظر ڈال تقلیدی نظر کافی نہیں ہے۔

بشنو از من یک حکایت در نظیر[51] | تا شوی از سرِ گفتِ من خبیر
مثال میں مجھ سے ایک قصہ سن لے | تاکہ تو میری بات کے راز سے واقف ہو جائے

دیدنِ خوارزم شاہ رحمۃ اللہ علیہ در سیران در موکبِ خود اسپے (۲۱)
خوارزم شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا سفر میں اپنے جلوس میں ایک نادر گھوڑے
بس نادر و تعلّقِ دلِ شاہ بخوبی و حُسن و چستیِ آں اسپ و
کو دیکھنا اور شاہ کے دل کا اُس گھوڑے کی چستی اور حسن اور خوبی سے تعلق اور
سرد کردنِ عماد الملک آں اسپ را در دلِ شاہ گزیدنِ
عماد الملک کا، شاہ کے دل میں اُس گھوڑے کو بے وقعت کردینا اور
شاہ گفتِ اُو را بر دیدۂ خویش چنانکہ حکیم سنائی
شاہ کا اُس کی بات کو اپنے مشاہدہ پر اختیار کرلینا، جیسا کہ حکیم سنائی
رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ در الٰہی[52] نامہ می فرماید
رحمۃ اللہ علیہ الٰہی نامہ میں فرماتے ہیں

چوں زبانِ حسد شود نخّاس | یوسفے یابی از گزے کرباس
جب حسد کی زبان بردہ فروش ہو | ایک گز کپڑے کے عوض تو یوسف کو حاصل کریگا

از دلّالیِ برادرانِ[53] یوسف علیہ الصلوٰۃ والسّلام حسودانہ
یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بھائیوں کی حاسدانہ دلالی کی وجہ سے
در دلِ مشتریاں آں چنداں حُسن پوشیدہ شدہ زشت
خریداروں کے دل میں اس قدر زیادہ حسن چھپ کر بُرا
نمودن گرفت وَکَانُوْا فِیْہِ مِنَ الزَّاهِدِیْنَ
نظر آنے لگا اور وہ اُن میں بے رغبت تھے

بود امیرے را یکے اسپ گزیں | در گلہ سلطاں نبودش یک قریں
ایک سردار کا ایک منتخب گھوڑا تھا | بادشاہ کے گلّہ میں اسکے جوڑ کا کوئی نہ تھا

اُو سوارہ گشت در موکب پگاہ | ناگہاں دید اسپ را خوارزم شاہ
وہ صبح کو جلوس میں سوار ہوا | خوارزم شاہ نے اچانک گھوڑا دیکھ لیا

چشمِ شہ را فرّ و رنگِ اُو ربود | تا برجعت چشمِ شہ بر اسپ بود
شاہ کی نظر کو اسکی شان اور رنگت نے اچک لیا | شاہ کی نظر واپسی تک گھوڑے پر تھی

---

۵۱ بشنو۔ تو ایک قصہ سن لے تاکہ تحقیق اور تقلید کے فرق کو اچھی طرح سمجھ لے۔ دیدن۔ خوارزم شاہ نے گھوڑے کو تحقیقی نظر سے دیکھا فوراً عماد الملک کے کہنے سے اُس کا خیال بدل گیا اگر تحقیق کی نظر سے کام لیتا تو گھوڑے سے محروم نہ رہتا۔ حکیم سنائی۔ مشہور صوفی شاعر ہیں۔

۵۲ الٰہی نامہ۔ حکیم سنائی کی مشہور کتاب ہے۔ چوں۔ یہ شعر الٰہی نامہ کا ہے اگر بردہ فروش دلّال کی زبان حاسد ہو تو غلام بے وقعت ہو جاتا ہے اور معمولی قیمت میں فروخت ہو جاتا ہے حضرت یوسفؑ جیسے غلام کی قیمت بھی ایک گز کپڑا رہ جاتی ہے۔

۵۳ برادراں حضرت یوسفؑ کے بھائی چونکہ حاسد تھے لہٰذا خریدار اُن کے خریدنے کے زیادہ شائق نہ بنے۔ بود۔ ایک سردار کا اس قدر منتخب گھوڑا تھا کہ اُس جیسا گھوڑا بادشاہ کے پاس بھی نہ تھا۔ موکب۔ شاہی جلوس چشم۔ بادشاہ اُس کو واپسی تک ٹکٹکی باندھکر دیکھتا رہا۔

بر ہر آں عضوے کہ افگندے نظر / ہر یکش خوشتر نمودے زاں دگر

وہ اُس کے جس عضو پر نظر ڈالتا / ہر ایک دوسرے سے زیادہ اچھا نظر آتا

غیرِ چُستی و گُشی و روحنت [1] / حق برُو افگندہ بُد نادر صفت

چستی اور خوبی اور سبکروی کے علاوہ / اللہ تعالیٰ نے اُس میں نادر صفتیں رکھی تھیں

پس تجسس کرد عقلِ بادشاہ / کایں چہ باشد کو زند بر عقل راہ

پھر بادشاہ کی عقل نے ٹٹول کی / کہ یہ کیا چیز ہے؟ جو عقل کا راستہ روکتی ہے

چشمِ من پُر است و سیر است و غنی / از دو صد خورشید دارد روشنی

میری آنکھ پُر اور سیر اور بے نیاز ہے / دو سو سورجوں کی روشنی رکھتی ہے

اے رُخِ شاہاں بَرِ من بیذقے / نیم اسپم در رُباید بے حقے

اے (مخاطب)! شاہوں کا رُخ میرے لئے پیادہ ہے / مجھے آدھا معمولی گھوڑا خواہ مخواہ فریفتہ کرتا ہے

جادوئی کردست جادو آفریں [2] / جذبہ باشد آں نہ خاصیاتِ ایں

جادو پیدا کرنے والے نے، جادو کیا ہے / وہ کشش اُسکی ہے، نہ اِس کی خصوصیتیں

فاتحہ خواند و بسے لاحول کرد / فاتحہ اش در سینہ می افزود درد

اُس نے فاتحہ اور بہت لاحول پڑھی / فاتحہ اُس کے سینے میں درد بڑھاتی تھی

زانکہ اُو را فاتحہ خود می کشید / فاتحہ در جرّ و دفع آمد وحید

کیونکہ اُس کو فاتحہ خود کھینچ رہی تھی / فاتحہ کشش اور دفعیہ میں یکتا ہے

گر نماید غیر ہم تمویہِ اُوست / ور رود غیر از نظر تنبیہِ اُوست

اگر وہ غیر کو دکھاتا ہے تو وہ اُس کا ملمع کرنا ہے / اور اگر غیر نظر سے گرے تو اُس کی تنبیہ ہے

پس یقیں گشتش کہ جذبہ آں سرے ست [3] / کارِ حق ہر لحظہ نادر آوری ست

تو اسکو یقین ہوگیا کہ اُس جانب کی کشش ہے / اللہ (تعالیٰ) کا کام ہر وقت نادر کو پیدا کرنا ہے

اسپِ سنگیں، گاوِ سنگیں زابتلا / می شود مسجود از مکرِ خدا

پتھر کا گھوڑا، پتھر کا بیل، ابتلاء کی وجہ سے / خدا کی تدبیر سے مسجود بنجاتا ہے

پیشِ کافر نیست بُت را ثانیے / نیست بُت را فرّ و نے رُوحانیے

کافر کے سامنے بُت کا کوئی ثانی نہیں ہے / نہ بُت میں شان ہے اور نہ روحانیت ہے

یقین ہوگیا کہ گھوڑے کی جانب یہ کشش منجانب اللہ ہے۔ اسپِ سنگیں۔ اللہ تعالیٰ جب کسی اپنے غیر کو حسین بناتا ہے تو اسکی یہ صورت ہوتی ہے کہ انسان گھوڑے اور بیل کے بُت کو پوجنے لگتا ہے۔ ثانیے وہ کافر اُس بُت کو عدیم المثال سمجھنے لگتا ہے حالانکہ نہ وہ جاندار ہے نہ اُسمیں کوئی شان و شوکت ہے۔

[1] غیر۔ گھوڑے میں چستی اور خوبی اور سبکروی کے علاوہ اور بھی صفات تھیں۔ روحنت۔ اِس لغت کا سبکروی ترجمہ ہم نے دوسروں کی پیروی میں کیا ہے، اصل لغت سے اِسکے کوئی معنی واضح نہیں ہوئے۔ پس۔ شاہ کو حیرانی ہوئی کہ یہ گھوڑا کیسا ہے کہ اُس نے دیوانہ بنادیا ہے۔ چشمِ من۔ میں سیر چشم ہوں اور بے نیاز ہوں میری آنکھ میں دو سو سورجوں کی روشنی ہے۔ رُخ۔ شطرنج کا معتزز مہرہ ہے۔ بیذق۔ پیادہ شطرنج کا معمولی مہرہ۔ نیم اسپم۔ لیکن اِن باتوں کے باوجود ایک گھوڑے نے میری عقل کو حیران کردیا ہے۔

[2] جادو۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کی سحرکاری ہے اور اُس کی یہ کشش ہے، گھوڑے کی عمدگی کی یہ کشش نہیں ہے۔ فاتحہ۔ گھوڑے کے خیال کو دور کرنے کے لیے اُس نے سورۂ فاتحہ اور لاحول پڑھنی شروع کی لیکن فاتحہ نے بھی اُس کے درد میں اور اضافہ کردیا۔ زانکہ اُس کے درد میں اسلئے اضافہ ہوا کہ یہ کشش فاتحہ والے کی تھی اور وہ کشش میں یکتا ہے۔ فاتحہ۔ یعنی فاتحہ کا ربّ اللہ تعالیٰ۔ گر نماید۔ اگر اللہ تعالیٰ غیر کو حسین کرکے دکھاتا ہے تو یہ اُسکا ملمع کرنا ہے اور اگر غیر کو وہ بُرا کرکے دکھاتا ہے تو یہ اُس کی طرف سے تنبیہ ہوتی ہے۔

[3] پس۔ تو اب شاہ کو

چیست[51] آں جاذبِ نہاں اندر نہاں
در جہاں تابندہ از دیگر جہاں

مخفی در مخفی وہ کھینچنے والا کیا ہے؟
دنیا میں دوسرے جہان سے چمکنے والا

عقل محجوب ست و جاں ہم زیں کمیں
مَن نمی بینم تو می تانی ببیں

اس مخفی سے عقل بھی پردے میں ہے اور جان بھی
میں نہیں دیکھتا ہوں اگر تو دیکھ سکے تو دیکھ لے

چونکہ خوارزم شہ زسیراں بازگشت
با خواصِ مُلکِ خود ہمراز گشت

جب خوارزم شاہ سیر سے لوٹا
اپنے مُلک کے خواص سے ہمراز ہوا

پس بسرہنگاں بفرمود آں زماں
تا بیارند اسپ رازاں خانداں

پھر اسی وقت سپاہیوں کو حکم دیا
کہ اس خاندان سے گھوڑا لے آئیں

ہمچو[52] آتش در رسیدند آں گروہ
ہمچو پشمے گشت امیرِ ہمچو کوہ

وہ لوگ آگ کی طرح پہنچ گئے
پہاڑ جیسا سردار اون جیسا ہو گیا

جانش از درد و غبیں تا لب رسید
جُز عماد الملک زنہارے ندید

اسکی جان درد اور ٹوٹے سے ہونٹ تک آگئی
اُس نے عماد الملک کے سوا پناہ نہ دیکھی

کہ عماد الملک بُد پائے عَلَم
بہرِ ہر مظلوم و ہر مغبونِ غم

کیونکہ عماد الملک جھنڈے کا پایہ تھا
ہر مظلوم اور ہر غم کے مارے کا

محترم تر خود نہ بُد زو سرورے
پیشِ سُلطاں بُود چوں پیغمبرے

کوئی سردار اس سے زیادہ محترم نہ تھا
وہ سلطان کے نزدیک پیغمبر جیسا تھا

بے طمع بود و اصیل[53] و پارسا
رائض و شب خیز و حاتم در سخا

بے طمع اور اصیل اور نیک تھا
ریاضت کرنیوالا اور شب بیدار اور سخاوت میں حاتم

بس ہمایوں رائے و با تدبیر داد
آزمودہ رائے اُو در ہر مُراد

بہت مبارک رائے اور مدبر اور منصف
وہ ہر مقصد میں آزمودہ رائے تھا

ہم ببذلِ جاں سخی و ہم بمال
طالبِ خورشیدِ غیب اُو چوں ہلال

جان کے خرچ میں بھی سخی اور مال میں بھی
وہ ابتدائی راتوں کے چاند کیطرح غیب کے سورج کا طالب تھا

در امیری اُو غریب و محتبس
در صفاتِ فقر و خُلت ملتبس

وہ امارت میں غریب اور پابند تھا
فقر اور خُلت کے صفات سے وابستہ تھا

بُود ہر محتاج را ہمچوں پدر
پیشِ سُلطاں شافع و دفعِ ضرر

وہ ہر محتاج کے لئے باپ جیسا تھا
وہ بادشاہ کے سامنے سفارشی اور ضرر کو دفع کرنیوالا تھا

---

[51] چیست۔ یہ انسان کے لئے کشش والی کیا چیز ہے جو مخفی در مخفی ہے، اور عالمِ غیب سے اِس عالم میں انسان کو متاثر کرتی ہے۔ عقل اسکو نہ عقل سمجھ سکتی ہے نہ روح، وہ قدرت کا راز ہے جس پر بحث کرنا بھی ممنوع ہے۔ چنانچہ اب پھر اصل قصہ شروع کیا ہے کہ جب خوارزم شاہ واپس آیا تو اس نے اپنے خواص سے مشورہ کیا۔ پس۔ پھر سپاہیوں کو روانہ کر دیا کہ وہ اس سید کا گھوڑا جبراً لے آئیں۔

[52] ہمچو۔ وہ سردار بھی بڑا تھا لیکن سپاہیوں کے مقابلہ میں اسکی کچھ نہ چلی۔ جانش۔ وہ سردار اس گھوڑے کے صدمہ سے جاں بلب ہو گیا اور سمجھا کہ اِس مصیبت کو صرف عماد الملک ٹال سکتا ہے۔ پائے علم۔ جھنڈے کا پایہ یعنی ہر شخص کا مرجع۔ مغبوں۔ ٹوٹے میں پڑا ہوا۔ محترم۔ خوارزم شاہ عماد الملک کی بہت عزت کرتا تھا اور انکے کہنے کو پیغمبر کی زبان جیسا سمجھتا تھا۔

[53] اصیل۔ شریف نسب۔ رائض۔ ریاضت کرنے والا۔ آزمودہ۔ یعنی تجربہ کار تھا۔ جان و مال خرچ کرنے میں سخی تھا۔ طالب۔ اللہ تعالیٰ سے اسی طرح کسب فیض کرتا تھا جسطرح ہلال سورج سے کرتا ہے۔ در امیری۔ امیر تھا لیکن اپنے آپ کو غریبوں میں شمار کرتا تھا اور انکا پابند تھا۔ خلت۔ یعنی خدا کیساتھ دوستی۔

رائض یعنی والا

۱ مر بداں را ستر چوں حلمِ خدا — خلقِ اُو بر عکسِ خلقان و جدا
اللہ (تعالےٰ) کی بُردباری کیطرح بُروں کیلئے پردہ تھا — اُس کے اخلاق لوگوں کے برعکس اور جُدا تھے

بارہا می شد بسوئے کوہ فرد — شاہ با صد لابہ اُورا منع کرد
بارہا، پہاڑ کی جانب اکیلا چلا جاتا تھا — بادشاہ نے سَو خوشامدوں سے اُسے منع کیا تھا

ہر دم ار صد جرم را شافع شُدے — چشمِ سُلطاں را ازو شرم آمدے
ہر وقت اگر سَو جرموں کا سفارشی بنتا — بادشاہ کی آنکھ کو اُس سے شرم آتی

رفت اُو پیشِ عمادُ الملک راد — سَر برہنہ کرد و بر خاک اُوفتاد
وہ، جوانمرد عمادُ الملک کے سامنے گیا — سَر ننگا کیا اور خاک پر گر گیا

۲ کہ حرم با ہر چہ دارم گو بگیر — تا بگیرد جا ہِ ظلم را ہر مُغیر
کہدے کہ لونڈی مع ہر چیز کے جو میرے پاس ہو لے لے — حتیٰ کہ ہر لوٹنے والا میرے مالحصل کو لے لے

آں یکے اسپ است جانم رہنِ اُوست — گر برد مُردم یقیں اے خیر دوست
وہ ایک گھوڑا ہے، میری جان اُسمیں گروی ہے — اے بھلے دوست! اگر وہ لے لیگا میں یقیناً مر جاؤنگا

گر برد ایں اسپ را از دستِ مَن — مَن یقیں دانم نخواہم زیستن
اگر وہ میرے ہاتھ سے اِس گھوڑے کو لیجائیگا — میں یقین سے جانتا ہوں، میں نہ جی سکونگا

چوں خدا پیوستگی اَم دادہ ست — بر سَرم مال اے مسیحا زود دست
چونکہ خدا نے (اُس سے) مجھے دلچسپی دی ہے — اے مسیحا! جلد میرے سَر پر ہاتھ پھیر دے

۳ از زن و زر و عقارم صبر ہست — ایں تکلف نیست بے تزویر ست
زن اور زر اور جائداد سے مجھے صبر (حاصل) ہے — یہ بناوٹ نہیں ہے سچائی ہے

اندریں گر می نداری باورم — امتحاں کُن امتحاں گفت و فرم
اگر اِس بارے میں تجھے میرا یقین نہیں ہے — میرے قول اور دعوے کا امتحان لے امتحان

آں عمادُ الملک گریاں چشم مال — پیشِ سُلطاں در دوید آشفتہ حال
عمادُ الملک روتا ہوا، آنکھیں ملتا ہوا — پریشان حال، بادشاہ کے پاس دوڑ گیا

لب بہ بست و پیشِ سُلطاں ایستاد — راز گویاں با خدا ربُّ العباد
ہونٹ بند کر لئے اور بادشاہ کے پاس کھڑا ہو گیا — ربُّ العباد، خدا سے راز کہتا ہوا

ایستادہ رازِ سُلطاں می شنید — واندراں اندیشہ اُش ایں می تنید
وہ کھڑا ہوا بادشاہ کا راز سُن رہا تھا — اُس دوران میں اُسکا خیال یہ بتا رہا تھا

۱ مر بداں را۔ بُروں کی بُرائی کو اللہ تعالیٰ کی بُردباری کیطرح چھپاتا تھا۔ بارہا۔ اِس قدر بہادر تھا کہ اکیلا پہاڑوں کی طرف چلا جاتا تھا جہاں قاتل، ڈاکو اور درندے بکثرت ہوتے ہیں۔ ہر دم۔ اگر وہ ایک وقت میں سَو سفارشیں بھی کرتا تو شاہ اُسکی بات ٹالنے میں شرم محسوس کرتا تھا۔ رفت۔ وہ سردار جس کا گھوڑا چھنا تھا عمادُ الملک کے دربار میں ننگے سَر زمین پر جا گرا۔
۲ کہ۔ عمادُ الملک سے عرض کیا کہ بادشاہ سے کہدیجئے کہ میری محبوبہ لونڈی اور سارا مال و زر لے لے اور لوٹنے والوں کو لوٹ کا حکم دیدے۔ آں یکے۔ بس میرا گھوڑا چھوڑ دے کیونکہ میری جان اُسمیں اٹکی ہے اُس کے بغیر میں زندہ نہ رہ سکونگا۔ چوں خدا۔ اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں اُسکی محبت پیدا کر دی ہے اگر وہ میرے پاس سے چلا گیا تو میں مر جاؤنگا لہٰذا آپ مسیحائی دکھایئے۔
۳ از زن۔ اگر بادشاہ گھربار نقد و جائیداد لے لیگا تو میں صبر کر لونگا۔ بے تزویر۔ یعنی سچائی۔ فر۔ شان و شوکت، یہاں دعویٰ مراد ہے۔ چشم مال۔ آنکھیں ملتے ہوئے۔ راز گویاں۔ عمادُ الملک بادشاہ کے دربار میں کھڑا ہوا خدا سے راز کی باتیں کر رہا تھا جنکا ذکر آئندہ اشعار میں ہے۔ راز سلطان۔ بادشاہ کی باتوں سے اُس کے دل کا خیال معلوم کر رہا تھا

کاے[1] خدا اگر آں جواں کژ رفت راہ
کہ اے خدا! اگر وہ جوان ٹیڑھا راستہ چلا ہے
کز نشاید ساختن جز تو پناہ
کیونکہ تیرے سوا کسی کو پناہ نہ بنانا چاہیئے

تو از آنِ خود بکن بر وے مگیر
تو اپنے شایانِ شان کر، اُس کی گرفت نہ کر
گرچہ اُو خواہد خلاص از ہر اسیر
اگرچہ وہ ہر قیدی سے اپنی خلاصی چاہے

زانکہ محتاج اند ایں خلقاں ہمہ
کیونکہ سب مخلوق محتاج ہے
از گدائے گیر تا سلطاں ہمہ
سب، فقیر سے لے کر بادشاہ تک

با حضورِ[2] آفتابِ باکمال
مکمل سورج کے ہوتے ہوئے
رہنمائی جُستن از شمع و ذُبال
بتی اور شمع سے رہنمائی حاصل کرنا

با حضورِ آفتابِ خوش مساغ
خوش رفتار سورج کے ہوتے ہوئے
رہنمائی جُستن از شمع و چراغ
شمع اور چراغ سے رہنمائی ڈھونڈنا

بیگماں ترکِ ادب باشد زِ ما
بیشک ہمارا ترکِ ادب ہے
کفرِ نعمت باشد و فعلِ ہوا
نعمت کا کفر اور خواہشِ نفس کا کام ہے

لیک اغلب ہوشہا در افتکار
لیکن سوچنے میں اکثر عقلیں
ہمچو خُفاش اند ظلمت دوستدار
چمگادڑ کی طرح اندھیرے کو پسند کرنیوالی ہیں

در شب ار خُفاش کرمے می خورد
چمگادڑ رات میں اگر کوئی کیڑا کھاتی ہے
کرم را خورشید جاں می پرورد
کیڑے کی جان کو سورج پالتا ہے

در شب ار خُفاش از کرمے ست مست
اگر چمگادڑ رات میں کیڑے سے مست ہے
کرم از خورشید جُنبندہ شدہ است
کیڑا سورج کی وجہ سے حرکت کرنیوالا بنا ہے

آفتابے[3] کہ ضیا زُو می زہد
سورج جس سے روشنی اُبلتی ہے
دشمنِ خود را نوالہ می دہد
اپنے دشمن کو خوراک دیتا ہے

لیک خُفاشے کہ اُو رہ گم کند
لیکن چمگادڑ جو کہ راستہ گم کرتی ہے
آخر از خورشید ہم یابد سند
آخر وہ بھی سورج سے سہارا پاتی ہے

لیک شہبازے کہ اُو خفاش نیست
لیکن وہ شہباز جو چمگادڑ نہیں ہے
چشمِ بازش راست بین و روشنیست
اُسکی کھلی ہوئی آنکھ صحیح دیکھنے والی اور روشن ہے

گر بشب جوید چو خُفاش اُو نمو
اگر وہ چمگادڑ کی طرح رات کو خروج کرے
در ادب خورشید مالد گوشِ اُو
سورج سزا میں اُس کا کان اینٹھ دے

---

[1] کاے خدا۔ خدا سے یہ راز کہہ رہا تھا کہ اے خدا اگرچہ اِس سرمار کی یہ غلطی ہے کہ اُس نے تجھے چھوڑ کر میری پناہ لی ہے۔ تو از آنِ۔ اے خدا تو اُسکی خطا پر گرفت نہ فرما اور اپنے شایانِ شان اُس سے معاملہ کر۔ اسیر۔ کسی قیدی کے ذریعہ قید سے نجات چاہنا بیوقوفی ہے۔ زانکہ مخلوق، مخلوق سے کچھ چاہے تو ایسا ہی ہے کہ ایک بھکاری دوسرے بھکاری سے بھیک مانگے۔

[2] با حضور خدا کے ہوتے ہوئے بندہ سے مدد چاہنا ایسا ہی ہے جیسے کہ کوئی سورج کے ہوتے ہوئے شمع اور چراغ کی بتی سے روشنی حاصل کرے۔ بیگماں۔ یقیناً انسان کا یہ فعل خدا کی شان میں گستاخی ہے۔ فعلِ ہوا۔ یہ شیطانی نفس کی خواہش ہے۔ لیک۔ لیکن اکثر انسان چمگادڑ صفت ہیں مسبب الاسباب سے قطع نظر کرکے اسباب سے تعلق پیدا کرتے ہیں۔ در شب۔ حالانکہ یہ سمجھنا چاہیئے کہ اسباب سے جو حاصل ہوتا ہے وہ بھی اُسی کی دین ہے۔ کرمے۔ چمگادڑ جو کیڑا کھاتی ہے اُس کو سورج کی روشنی نے پالا ہے۔

[3] آفتابے۔ سورج اپنے دشمن چمگادڑ کو غذا دیتا ہے خدا کافروں کو بھی رزق پہنچاتا ہے۔ لیک۔ اسباب پر اعتماد کرنیوالے بھی مسبب الاسباب کے سہارے مقاصد حاصل کر رہے ہیں۔ لیک۔ عوام اسباب پر اعتماد کرنے والے چمگادڑ کی طرح ہیں جو رات کو راستہ گم کر دیتے ہیں اور کیڑا کھا کر مست ہیں اور ان کا انجام خراب ہوتا ہے۔

گویدش گیرم کہ آں خفاشِ لُد
سو فرض سے کہ چمگا میں نے مانا کہ سرکش چمگادڑ
علّتے دارد، ترا بارے چہ شُد
عیب رکھتی ہے، لیکن تجھے کیا ہوا ہے؟

مالشت بدہم بزجر و اکتیاب
میں تجھے جھڑکی اور غم کی سزا دوں گا
تا نتابی سر دگر از آفتاب
تاکہ تو پھر سورج سے سرتابی نہ کرے

مُواخذہ یوسفِ صدیق علیٰ نبیّنا و علیہ الصلوٰۃ والسلام

(حضرت) یوسف صدیق کو (ہمارے نبی اور اُن پر درود اور سلام ہو) قید خانہ

بحبس بضع سنین بسبب یاری خواستن از غیرِ حق

کے ذریعہ کچھ سال مؤاخذہ، اُن کے خدا کے غیر سے مدد چاہنے اور کہنے کے

و گفتن وَاذْكُرْنِي عِنْدَ رَبِّكَ الیٰ آخر الآیۃ

سبب کہ "اور میرا ذکر کردے اپنے آقا کے سامنے"

آنچنانکہ یوسفؑ از زندانیے
جیسا کہ (حضرت) یوسفؑ نے ایک قیدی سے
با نیازے خاضعے سعدانیے[۲]
جو عاجز، پست، گرہ گیر تھا

خواست یاری گفت چوں بیروں روی
مدد چاہی، کہا جب تو باہر جائے
پیشِ شہ گردد اموَرت مستوی
بادشاہ کے سامنے تیرے معاملے ٹھیک ہو جائیں

یادِ من کُن پیشِ تختِ آں عزیز
اُس عزیز کے تخت کے سامنے مجھے یاد رکھنا
تا مرا ہم وا خرد زیں حبس نیز
تاکہ مجھے بھی وہ اِس قید سے چھڑائے

کے دہد زندانیے در اقتناص
قیدی پھنساؤ کی حالت میں کب دے سکتا ہے
مردِ زندانی دیگر را خلاص
نجات، دوسرے قیدی شخص کو؟

اہلِ دنیا[۳] جملگاں زندانی اند
دنیا دار سب قیدی ہیں
انتظارِ مرگِ دارِ فانی اند
دارِ فانی کی موت کے منتظر ہیں

جز مگر نادر یکے فردانیے
بجز کسی نادر یکتا کے
تن بزنداں جانِ اُو کیوانیے
جس کا جسم قید خانہ میں اور رُوح زحل پر ہو

پس جزائے آنکہ دید او را معیں
تو اس کی سزا کہ انھوں نے اسکو مددگار سمجھا
ماند یوسفؑ حبس در بضعِ سنیں
(حضرت) یوسفؑ چند سال قید میں رہے

سے مدد چاہنا قیدی سے رہائی میں مدد چاہنا ہے۔ مرگ۔ ان کو مرنے پر دنیا کے قید خانہ سے نجات ملتی ہے۔
بجز۔ ہاں کسی باخدا انسان سے مدد مانگی جاسکتی ہے۔ کیوان۔ زحل ستارہ جو ساتویں آسمان پر مانا جاتا ہے۔ پس۔
چونکہ حضرت یوسفؑ سے یہ لغزش ہوئی اس لئے اُنکو مزید قید بھگتنی پڑی۔

۱؎ گویدش۔ سورج باز کو کہیگا چمگادڑ میں تو بیماری تھی جس کی وجہ سے اُس کی روش غلط ہوئی تونے کیوں غلطی کی۔ مالشت۔ لہٰذا باز سزا کا مستحق ہے تاکہ دوبارہ ایسی غلطی نہ کرے۔ مؤاخذہ خواص اگر اسباب پر بھروسہ کریں تو مُجرم ہیں اِس کو حضرت یوسفؑ کے واقعہ سے ثابت فرمایا ہے حضرت یوسفؑ نے رہائی کی امید دوسرے قیدی سے وابستہ کی تو سزا ملی اور اُن کو مزید جیل خانہ میں رکھا گیا۔ با نیازے۔ وہ قیدی خود عاجز اور ذلیل تھا حضرت یوسفؑ نے اُس کا سہارا ڈھونڈا۔

۲؎ سعدانیے۔ سعدان الآ سعدان ایک خاردار گھاس ہے اور ترازو کی گرہ کو بھی کہتے ہیں ہم نے اسی مناسبت سے گرہ گیر ترجمہ کیا ہے یعنی اُسکے دل میں غم کی گرہیں تھیں۔ گفت۔ قرآن نے حضرت یوسفؑ کا مقولہ نقل کیا ہے وَقَالَ لِلَّذِي ظَنَّ أَنَّهُ نَاجٍ مِّنْهُمَا اذْكُرْنِي عِندَ رَبِّكَ "اور کہا (یوسفؑ نے) اُس آدمی سے جسکے بارے میں گمان کیا کہ وہ دونوں میں سے نجات پانیوالا ہے کہ اپنے آقا کے پاس میرا ذکر کردینا" یادِ من کن۔ اُس شخص سے کہا کہ عزیزِ مصر کے یہاں میرا ذکر کردینا۔ عزیزِ مصر کے گورنر کو کہا جاتا تھا۔ اقتناص شکار کا جال میں پھنسنا۔

۳؎ اہلِ دنیا۔ دنیا کے لوگوں

یادِ یوسفؑ دیو از عقلش سترد ۱؎ — وز دلش دیو آں سخن از یاد برد
شیطان نے حضرت یوسفؑ کی یاد اُسکے ذہن سے مٹا دی — اور شیطان نے وہ بات اُس کے دل سے بھلا دی

زیں گنہ کامد ازاں نیکو خصال — ماند در زنداں ز داور ہفت سال
اِس گناہ کی وجہ سے جو اُن نیک خصلت سے سرزد ہوا — وہ خدا (تعالیٰ) کی جانب سے سات سال قید میں رہے

کہ چہ تقصیر آمد از خورشیدِ داد — تا تو چوں خفاش اُفتی در سواد
کہ عطا کے سورج سے کیا کمی ہوئی تھی؟ — جس سے تو چمگادڑ کی طرح تاریکی میں گرگیا

ہیں چہ تقصیر آمد از بحر و سحاب — تا تو یاری خواہی از ریگ و سراب
ہاں سمندر اور ابر کی جانب سے کونسی کوتاہی ہوئی؟ — جس سے تو ریت اور سراب سے مدد چاہنے لگا

عام ۲؎ اگر خفاش طبع اند و مجاز — یوسفا داری تو آخر چشمِ باز
عوام اگرچہ چمگادڑ کی طبیعت والے اور مجاز ہیں — اے یوسفؑ! آخر تو تو کھلی ہوئی آنکھ رکھتا ہے

گر خفاشے رفت در کور و کبود — بازِ سلطاں دیدہ را بارے چہ بود
اگر کوئی چمگادڑ اندھے پن اور تاریکی میں چلی گئی — آخر شاہ کو دیکھے ہوئے باز کو کیا ہوا؟

پس ادب کردش بدیں جرم اوستاد — کہ مساز از چوبِ بوسیدہ عماد
تو اس خطا پر اُستاد نے اُن کو سزا دی — کہ پرانی لکڑی کا ستون نہ بنا

لیک یوسفؑ را بخود مشغول کرد — تا نیاید در دلش زاں حبس درد
لیکن (حضرت) یوسفؑ کو اپنے میں مشغول کر لیا — تاکہ اُس قید سے اُن کے دل میں درد نہ آئے

آنچنانش ۳؎ اُنس و مستی داد حق — کہ نہ زنداں ماند پیشش نے غسق
اللہ (تعالیٰ) نے اُنکو ایسی اُنسیت اور مستی عطا کی — کہ نہ اُن کے سامنے قید خانہ رہا نہ تاریکی

نیست زندانے وحش تر از رحم — ناخوش و تاریک و پُر خون و وخم
کوئی قید خانہ رحم (مادر) سے زیادہ وحشتناک نہیں ہے — ناخوش اور تاریک اور خون بھرا اور ناموافق

چوں کشادت حق دریچہ سوئے خویش — در رحم ہر دم فزاید تنت بیش
جبکہ اللہ (تعالیٰ) نے تیرے لئے کھڑکی اپنی جانب کھول دی — ہر وقت رحم میں تیرا جسم بڑھتا ہے

ف۱ یادِ یوسفؑ۔ قرآن پاک میں ہے فَاَنْسٰهُ الشَّيْطٰنُ ذِكْرَ رَبِّهٖ = اُس قید خانہ سے چھوٹنے والے کو شیطان نے آقا کے پاس ذکر کرنا بھلوا دیا۔ زیں گنہ۔ یہ معصیت نہ تھی زلّت تھی۔ ہفت سال۔ قرآن میں بضع کا لفظ فرمایا ہے جو تین سال سے نو سال تک کی مدت کے لئے بولا جاتا ہے۔ مولانا نے سات سال متعین کئے ہیں۔ کہ چہ۔ حضرت یوسفؑ پر ناراضی کا اظہار اس طریقہ پر کیا کہ ہماری جانب سے تمہاری مدد میں کیا کمی تھی جو تم نے دوسروں کی مدد چاہی تھی۔ ہاں۔ بحر و سحاب۔ یعنی نعمت عطا ونری۔ ریگ و سراب۔ یعنی وہ قیدی جس سے مدد چاہی۔

ف۲ عام۔ عوام تو اندھے ہیں وہ دوسروں سے مدد چاہتے ہیں مورد عتاب نہیں ہیں ہے یوسفؑ تمہاری تو آنکھیں کھلی ہوئی ہیں۔ گر خفاشے۔ اگر چمگادڑ تاریکی چاہے تو بھی قصوروار نہیں جتنا کہ شاہی باز مشہور ہے حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَيِّئَاتُ الْمُقَرَّبِيْنَ نیکوں کی نیکیاں بامقرب کے مقربین کی برائیاں ہیں یعنی وہی ایک بات جس پر نیکوں کو بھلائی ملتی ہے وہ بات اگر مقرب بارگاہ کرے تو اس کی گرفت ہو جاتی ہے۔ استاد۔ اللہ تعالیٰ۔ چوب یعنی ہمہ۔ لیک۔ چونکہ یوسفؑ بھی محبوب خدا تھے اس لئے سزا میں بھی اُن کو راحت عطا کردی گئی ———

ف۳ آنچنانش۔ اِس قید کی حالت میں اُن پر وہ تجلیات تھیں جن سے وہ اُس قید خانہ کو قید خانہ سمجھتے تھے نہ وہاں کی تاریکی کو تاریکی۔ نیست۔ اس پر تعجب نہ کرو ماں کے رحم سے زیادہ تاریک کونسا قید خانہ ہوگا لیکن خدا اُس رحم کا دریچہ اپنی طرف کھول دیتا ہے اور بچہ کس قدر خوش و خرم رہ کر بڑھتا ہے۔

اندر[1] آں زنداں ز ذوقِ بیقیاس — خوش شگفت از غرسِ جسمِ تو حواس

اُس قیدخانہ میں، بے اندازہ ذوق سے — تیرے جسم کے پودے سے عمدہ حواس کھل گئے

زاں رحم بیروں شدن بر تو دُرشت — می گریزی از زہارش سوئے پُشت

اُس رحم سے باہر آنا تیرے لئے ناگوار ہوگیا — تو اُس کی شرمگاہ سے کمر کی طرف بھاگنے لگا

راہِ لذت از دروں داں نز بروں — ابلہی داں جُستنِ قصر و حصول

لذت کا راستہ اندر سے سمجھ، نہ کہ باہر سے — محل اور قلعوں کی جستجو، بے وقوفی سمجھ

آں یکے در کُنجِ مسجد مست و شاد — واں یکے در باغ تُرش و بیمراد

ایک مسجد کے کونے میں مست اور شاد ہے — اور وہ دوسرا باغ میں مُنھ بنائے اور بے مراد ہے

قصر چیزے نیست ویراں کُن بدن — گنج در ویرانی ست اے میرِ مَن

محل کوئی چیز نہیں ہے، بدن کو ویران کردے — اے میرے سردار! خزانہ ویرانی میں ہے

ایں نمی بینی کہ در بزمِ شراب — مست آنگہ خوش شود کو شد خراب

کیا تو یہ نہیں دیکھتا کہ شراب کی محفل میں — مست اُس وقت خوش ہوتا ہے جب وہ ویران ہو جائے

گرچہ[2] پُر نقش ست خانہ بر کَنش — گنج جو و ز گنج آباداں کُنش

اگرچہ گھر پُر نقش و نگار ہے اُسکو اکھاڑ دے — خزانہ تلاش کر اور خزانہ سے اس کو آباد کردے

خانۂ پُر نقش و تصویر و خیال — ویں صُوَر چوں پردہ بر گنجِ وصال

گھر نقش اور تصویر اور خیال سے بھرا ہوا — اور یہ صورتیں وصل کے خزانہ پر پردے کی طرح ہیں

پرتوِ گنج ست و تابشہائے زر — کہ دریں سینہ ہمی جوشد صُوَر

خزانے کا عکس اور سونے کی چمک ہے — کہ یہ صورتیں سینے میں جوش مارتی ہیں

ہم[3] ز لُطف و عکسِ آبِ با شَرَف — پردہ شُد بر روئے آب اجزائے کف

شریف پانی کے عکس اور لُطف سے بھی — پانی کی سطح پر جھاگ کے اجزاء پردہ ہوگئے ہیں

ہم ز لُطف و جوشِ جانِ باثَمَن — پردہ بر رُوئے جاں شُد شخصِ تن

قیمتی جان کے جوش اور لُطف سے بھی — جسم کا وجود جان کے چہرے پر پردہ بنگیا ہے

پس مثل بشنو کہ در افواہ خاست — کانچہ بر ما می رَوَد آں ہم ز ماست

تو وہ مثل سُن لے جو زبانوں پر جاری ہے — کہ جو کچھ ہم پر گذرتی ہے وہ ہماری طرف سے ہے

---

[1] اندراں۔ اسی رحمِ مادر کے قیدخانہ میں بچّہ کے حواس کے پھول کھلتے ہیں۔ زہار۔ بچہ اس رحم سے نکلنا پسند نہیں کرتا، پیدائش کے وقت پیچھے کو بھاگتا ہے۔ زہار۔ شرمگاہ۔ راہِ لذت۔ لذت کا مدار خارجی اسباب پر نہیں ہے سکونِ قلب پر ہے، دولت اور قلعوں میں لذت کی تلاش بیوقوفی ہے۔ آں یکے جس کو اللہ تعالیٰ قلبی سکون دے دیتا ہے وہ مسجد کے کونے میں مست رہتا ہے ورنہ چمن میں رنجیدہ رہتا ہے۔ قصر۔ معلوم ہوا کہ لذت قلعہ اور محل میں نہیں ہے لہٰذا تو اس جسم کے قلعہ کو مجاہدے سے برباد کردے پھر دیکھ ویرانے میں تجھے کیسا خزانہ ملتا ہے۔ ایں نمی بینی۔ شرابی کو اُس وقت لذت آتی ہے جب بزمِ شراب خراب اور اُس کے حواس ویران ہو جاتے ہیں۔

[2] گرچہ۔ جسم کے نقش و نگار کی پسندیدگی کی وجہ سے اُس کے ویران کرنے سے نہ گھبرا اسلئے کہ اس کو ویران کرنے کے بعد اُس میں سے بہت قیمتی خزانہ برآمد ہوگا۔ خانہ۔ اس گھر کی بنیاد میں خزانہ مدفون ہے اور یہ حسین بدن اُس کا پردہ ہے۔ پرتوِ گنج۔ سینہ میں جو حسین تصویر اُبھرتی ہے یہ اُسی اصل خزانہ کا عکس ہے۔

[3] ہم زلطف۔ جس طرح انسان جھاگ کی وجہ سے اُس پانی کے نظارہ سے محروم رہتا ہے، اسیطرح اس جسم کے نقش و نگار کی وجہ سے روح کے خزانہ کے لُطف سے محرومی ہے۔ ہم زلطف۔ انسان کا بدن روح کے خزانہ کا پردہ اور حجاب ہے پس جبکہ یہ معلوم ہوگیا کہ ہمارا جسمانی نقش و نگار ہی روح کے خزانہ کے دیدار سے محرومی کا سبب ہے تو یہ مثل ہم پر بالکل صادق آگئی کہ ہمارے مصائب خود ہمارے پیدا کردہ ہیں۔

زیں حجاب[۱] ایں تشنگانِ کف پرست ‌ ‌ ‌ زابِ صافی اُوفتادہ دُور دست

یہ پیاسے جھاگ کے پجاری اس پردے کی وجہ سے ‌ ‌ صاف پانی سے دُور جا پڑے ہیں

آفتابا با چو تو قبلہ و امیم ‌ ‌ ‌ شب پرستی و خفاشی می کنیم

اے آفتاب! تجھ جیسے قبلہ اور امام کے ہوتے ہوئے ‌ ‌ ہم شب پرستی اور چمگادڑپن کر رہے ہیں

سُوئے خود کُن ایں خفاشاں را مَطار ‌ ‌ ‌ زیں خفاشی شاں بخر اے مستجار

ان چمگادڑوں کی اُڑان اپنی طرف کر دے ‌ ‌ اے پناہ گاہ! اِس چمگادڑپن سے نجات دیدے

ایں جوان زیں جرم ضالست و مغیر ‌ ‌ ‌ کہ بمن آمد ولے اُو را مگیر

یہ جوان اس جرم کی وجہ سے گمراہ اور تباہی مچانے والا ہے ‌ ‌ کہ میرے پاس آیا، لیکن اُس کی گرفت نہ کر

در عمادُ الملک ایں اندیشہا ‌ ‌ ‌ گشت جوشاں چوں اسد در بیشہا

عمادُ الملک میں یہ خیالات ‌ ‌ جوش مار رہے تھے، جیسے کہ شیر کچھاروں میں

ایستادہ[۲] پیشِ سُلطاں ظاہرش ‌ ‌ ‌ در ریاضِ غیب جانِ طائرش

اُس کا ظاہر بادشاہ کے سامنے کھڑا تھا ‌ ‌ اُس کی روح کا پرندہ غیب کے باغوں میں تھا

چوں ملائک اُو باقلیمِ اَلَست ‌ ‌ ‌ ہر دمے می خوردِ شربِ تازہ مست

وہ فرشتوں کی طرح اَلَست کے مُلک میں تھا ‌ ‌ وہ ہر لحظہ نئی شراب نوشی سے مست ہو رہا تھا

اندروں سُور و بروں چوں پُر غمے ‌ ‌ ‌ در تنِ ہمچوں لحد خوش عالمے

اندر خوشی اور باہر غمگین جیسا ‌ ‌ لحد جیسے جسم میں، ایک اچھا عالم تھا

اُو دریں حیرت بُدو در انتظار ‌ ‌ ‌ تا چہ[۳] پیدا آید از غیبِ سرار

وہ اِسی حیرت اور انتظار میں تھا ‌ ‌ کہ غیب اور راز سے کیا ظاہر ہوتا ہے؟

اسپ را اندر کشیدند آں زماں ‌ ‌ ‌ پیشِ خرم شاہ سرہنگاں کشاں

اسی وقت گھوڑے کو اندر کھینچ لائے ‌ ‌ سپاہی خرم شاہ کے سامنے، کشاں کشاں

اَلحق اندر زیرِ ایں چرخِ کبود ‌ ‌ ‌ آنچناں اسپے بقد و تگ نبود

واقعی اِس نیلے آسمان کے نیچے ‌ ‌ ایسا گھوڑا قد اور رفتار میں نہ تھا

می ربودے رنگِ اُو ہر دیدہ را ‌ ‌ ‌ مرحبا آں برق و مہ زائیدہ را

اُس کا رنگ ہر آنکھ کو اُچک لیتا تھا ‌ ‌ مرحبا ہے اُس برق اور چاند کے بچے پر

گھوڑا تھا۔ می ربودے۔ اِس قدر حسین رنگ تھا کہ آنکھوں کو اُچک رہا تھا معلوم ہوتا تھا کہ وہ گھوڑا گھوڑے اور گھوڑی سے نہیں پیدا ہوا بلکہ چاند اور برق سے پیدا ہوا ہے۔

۱؎ زیں حجاب۔ جھاگ کے پجاری اسی جھاگ کے پردے کی وجہ سے پانی سے محروم ہیں۔ آفتابا۔ مسبب الاسباب کے ہوتے ہوئے اسباب پر توکل ہمارا چمگادڑپن ہے۔ سوئے خود کن۔ اِن اسباب پرستوں کو اپنی طرف متوجہ کر دے تاکہ تجھ پر بھروسہ کریں۔ ایں جواں۔ جس کا گھوڑا چھینا ہے اُس نوجوان نے میرا سہارا ڈھونڈا ہے یہ اُس کی انتہائی غلطی ہے۔ در عماد الملک۔ عمادُ الملک کے دل میں یہ باتیں جوش مار رہی تھیں جو اوپر کے اشعار میں مذکور ہوئیں۔

۲؎ ایستادہ۔ اُس کا جسم بادشاہ کے سامنے تھا اور روح غیب کے چمن زاروں میں اس مناجات میں مشغول تھی۔ چوں ملائک۔ فرشتوں کی طرح اُس کی روح اِس مقام میں تھی جہاں خدا سے مکالمہ ہو رہا تھا۔ اندروں۔ اس ہم کلامی کی مستی سے اُس کے باطن میں سرور تھا اور جسم اُس مظلوم کی وجہ سے غمگین تھا۔ لحد۔ اس تنگ، لحد جیسے جسم میں ایک عالمِ مسرت تھا۔

۳؎ تاچہ۔ اُس گھوڑے کے بارے میں عالمِ غیب کا کیا فیصلہ ہوتا ہے۔ خرم شاہ۔ خوارزم شاہ ہی کو کہا جاتا ہے۔ اَلحق۔ عمادُ الملک نے جب اُس گھوڑے کو دیکھا تو واقعی وہ بے نظیر

همچو[۱] مَہ ہمچوں عُطارُد تیز رَو — گویا صَرصَر عَلَف بُودش نہ جو

چاند جیسا، عطارد کی طرح تیز رفتار — گویا تیز ہوا اُس کا چارہ تھی نہ کہ جَو

ماہ عرصہ آسماں را در شبے — می بَرَد اندر مَسیر و مَذہبے

چاند، ایک رات میں آسمان کے میدان کو — چلنے اور رفتار میں قطع کرتا ہے

چوں بیک شب مَہ بُرید اَبراج را — از چہ مُنکر می شوی معراج را

جب چاند نے ایک رات میں بُرجوں کو قطع کر لیا — تو تُو معراج کا کیوں مُنکر بنتا ہے!

صَد چو ماہ است آں عجب دُرِّ یتیم — کہ بیک ایمائے اُو شُد مَہ دو نیم

وہ عجیب دُرِّ یکتا، سَو چاند جیسا ہے — کہ اُنکے ایک اشارے سے چاند دو ٹکڑے ہوگیا

آں عجب کو در شگافِ مَہ نمُود — ہم بقدرِ ضُعف حِسِّ خَلق بُود

وہ عجیب بات، جو چاند کے ٹکڑے ہونے میں دکھائی — وہ مخلوق کے ادراک کی کمزوری کے بقدر تھی

کار و بار[۲] اَنبیا و مُرسلوں — ہست از افلاک و اختر ہا بروں

انبیاء اور رسولوں کے کاروبار — آسمانوں اور ستاروں سے باہر ہیں

تو بروں رَو ہم ز افلاک و دوار — وانگہاں نظّارہ کُن آں کار و بار

تو بھی آسمانوں اور گھومنے والے سے باہر نکل — تب اُس کاروبار کا نظارہ کر

در میانِ بیضہ چوں فرخہا — نشنوی تسبیح مُرغانِ ہوا

تو چوزوں کی طرح انڈے میں ہے — تو ہوا کے پرندوں کی تسبیح نہیں سنتا ہے

مُعجزات اینجا نخواہد شرح گشت — زاسپ و خرّم شاہ گوی و سرگذشت

معجزوں کی اِس جگہ تشریح نہ ہو سکے گی — گھوڑے اور خرّم شاہ اور سرگذشت کی بات کر

آفتاب[۳] لُطفِ حق بر ہر چہ تافت — از سگ و از اسپ فرِّ کہف یافت

اللہ (تعالیٰ) کی مہربانی کا سورج جس پر بھی چمک گیا — کُتّے اور گھوڑے پر اُس نے کہف کی شان و شوکت حاصل کرلی

تابِ لُطفش را تو یکساں ہم مداں — سنگ را و لعل را داد اُو نشاں

تو اُس کی مہربانی کی چمک کو یکساں بھی نہ سمجھ — پتھر اور لعل کو اُس نے نشانی دی ہے

لعل را زاں ہست گنجِ مُقتَبَس — سنگ را گرمی و تابانی و بس

لعل کے پاس اُس سے حاصل شدہ خزانہ ہے — پتھر کے لئے گرمی اور تابش ہے اور بس

---

۱ ہمچو۔ چاند اور عُطارُد کی طرح تیز رو تھا معلوم یہ ہوتا تھا کہ وہ جَو اور دانے کی بجائے تیز ہوا سے پلا ہے۔ ماہ۔ چاند کی تیز روی کا بیان ہے۔ از چہ۔ جب آنحضورؐ سے کم درجہ چاند کی یہ رفتار آنکھوں نے دیکھی ہے تو آنحضورؐ کی سیرِ معراج پر کیا شُبہ ہوسکتا ہے۔ صد چو۔ آنحضورؐ کا درجہ تو یہ ہے کہ چاند اُن کی اُنگلی کے اشارے سے دو ٹکڑے ہوگیا۔ آں عجب۔ یہ تعجب خیز معجزہ چاند میں اس لئے دکھایا گیا کہ ہمارا ضیعف احساس اِسی کا ادراک کرسکتا تھا، آپ کے وہ عجائب ہیں جو ہمارے احساس اور ادراک میں نہیں سما سکتے۔

۲ کار و بار۔ انبیاء کے اصل معجزے ان مادیات سے وراء ہیں۔ تو بروں رَو۔ تو اِس مادی دنیا سے نکل پھر انبیاء کے عجائب کا نظارہ کر۔ در میاں۔ اِن مادیات میں پھنسے ہوئے تیری مثال انڈے کے اندر کے چوزے کی سی ہے جو فضا کے پرندوں کی تسبیح نہیں سُن سکتا۔ معجزات۔ مُعجزوں کی بحث کی یہاں گنجائش نہیں ہے گھوڑے اور خرم شاہ اور اُس واقعہ کی بات کرنی چاہیئے۔

۳ آفتاب۔ اللہ تعالےٰ کی مہربانی کا سورج جس پر چمک جاتا ہے وہ کُتّا ہو یا گھوڑا اُس میں اصحابِ کہف کے کہف کی شان پیدا ہوجاتی ہے۔ تاب۔ لیکن اِس چمک کو یکساں نہ کہہ پتّھر اور لعل کی صلاحیتوں کے فرق سے اِس میں فرق ہے۔ لعل۔ لعل اِسی چمک سے خزانہ حاصل کرلیتا ہے پتّھر میں صرف گرمی اور تابش پیدا ہوتی ہے۔

آنکہ بر دیوار افتد آفتاب — آنچناں نبود کز آب و اضطراب
جو دھوپ دیوار پر پڑتی ہے — ایسی نہ ہوگی جیسی کہ پانی اور حرکت سے

رجوع بحکایتِ سلطان و اسپ و عمادُ المُلک و پشیمان کردن شاہ را

سلطان اور گھوڑے اور عمادُالملک کے قصہ کی جانب رجوع اور شاہ کو شرمندہ کرنا

چوں دمے حیراں شد از وے شاہ فرد — روئے خود سوئے عمادُ المُلک کرد
جب تھوڑی دیر یکتا شاہ اُس سے حیران ہوا — اُس نے اپنا رُخ عمادُالملک کی جانب کیا

کاے اخی بس خوب اسپے نیست ایں — از بہشت ست ایں مگر نے از زمیں
کہ اے بھائی! کیا یہ بہترین گھوڑا نہیں ہے؟ — شاید یہ بہشت کا ہے، نہ کہ زمین کا

پس عمادُالملک گفتش اے خدیو [۵۲] — چوں فرشتہ گردد از میلِ تو دیو
تو عمادُالملک نے اُس سے کہا اے شاہ! — آپ کے میلان سے شیطان فرشتہ جیسا بنجاتا ہے

در نظر آنچہ آوری گردید نیک — پس گش و رعناست ایں مرکب ولیک
جو چیز آپ پسند کریں وہ اچھی بن جاتی ہے — یہ سواری بہت عمدہ اور زیبا ہے، لیکن

ہست ناقص آں سر اندر پیکرش — چوں سرِ گاوست گوئی ایں سرش
اُس کے جسم میں سر ناقص ہے — گویا اُس کا یہ سر بیل کے سر کی طرح ہے

در دلِ خرم شہ ایں دم کار کرد — اسپ را در منظرِ شہ خوار کرد
خُرم شاہ کے دل میں یہ بات کارگر ہو گئی — شاہ کی نظر میں گھوڑے کو ذلیل کر دیا

چوں غرض دلالہ گشت و واصفے — از سہ گز کرباس یابی یوسفے
جب غرض دلال اور بیان کرنے والی ہو جائے — تو تین گز سوتی کپڑے سے یوسفؑ کو حاصل کریگا

چوں کہ ہنگامِ فراقِ جاں شود [۵۳] — دیو دلالِ درِ ایماں شود
جب رُوح کی جُدائی کا وقت ہوتا ہے — شیطان، ایمان کے موتی کا دلال بن جاتا ہے

پس فروشد ابلہ ایماں را شتاب — اندراں تنگی بیک ابریقِ آب
تو بیوقوف، ایمان کو فوراً فروخت کر دیتا ہے — اُس تنگی میں، ایک لوٹے پانی کے بدلے

واں خیالے باشد و ابریق نے — قصدِ آں دلالہ جز تخریق نے
وہ ایک خیال ہوتا ہے اور لوٹا نہیں ہے — اُس دلال کا ارادہ ٹکڑے ٹکڑے کرنے کے علاوہ کچھ نہیں ہے

ایں زماں کہ تو صحیح و فربہی — صدق را بہرِ خیالے میدہی
اِس وقت کہ تو تندرست اور فربہ ہے — تو ایک خیال میں سچائی کو دے ڈالتا ہے

[۵۱] آنکہ۔ سورج کی روشنی قبول کرنے میں دیوار اور پانی کی سطح خصوصاً جبکہ وہ متحرک ہو برابر نہیں ہے۔ چوں۔ اُس گھوڑے کے حُسن پر تھوڑی دیر شاہ حیران رہا پھر عمادُالملک کی جانب رُخ کرکے بولا۔ از بہشت۔ یہ گھوڑا زمین کی پیداوار نہیں ہے شاید بہشت سے آیا ہے۔
[۵۲] پس۔ عمادُالملک نے شاہ سے کہا کہ آپ کی پسندیدگی سے شیطان بھی فرشتہ بن جاتا ہے۔ ولیک۔ اس کا تعلق آئندہ شعر سے ہے یعنی گھوڑے میں اور تو خوبیاں ہیں لیکن اُس کا سر ناقص ہے بَیل کا سا معلوم ہوتا ہے۔ چوں۔ چونکہ عمادُالملک کی غرض اس گھوڑے کو بُرا کہنے سے وابستہ تھی لہٰذا اُس نے اُس کو بُرا کہا اور گھوڑے کی وقعت گر گئی۔ از سہ گز۔ مشہور ہے کہ حضرت یوسفؑ کو خریداروں نے معمولی قیمت پر خرید لیا تھا۔
[۵۳] چونکہ۔ موت کے وقت کی پریشانی میں شیطان ایمان کو اس قدر حقیر کرکے دکھاتا ہے کہ بیوقوف آدمی اُس کو ایک لوٹے پانی کے بدلے میں فروخت کر دیتا ہے۔ قصد۔ شیطان کا مقصد تو ایمان کو برباد کرنا ہوتا ہے۔ ایں زماں۔ ایمان کے بیچنے کے تعجب میں تعجب کی کیا بات ہے زمانِ زندگی میں بھی معمولی نفع کے خیال پر جھوٹ بول دیتا ہے۔

می[1] فروشی ہر زماں دُرّے زکاں — می سِتانی ہمچو طفلے گردگاں

تو ہر وقت کان میں سے ایک موتی فروخت کر دیتا ہے — بچہ کی طرح اخروٹ لے لیتا ہے

پس دراں رنجوری و روزِ اجل — نیست نادر گر بود اینت عمل

اُس تکلیف اور موت کے دن — تعجب نہیں ہے اگر تیرا یہ عمل ہو

درخیالت صورتے جوشیدۂ — ہمچو جوزے وقتِ دق بوسیدۂ

تیرے خیال میں ایک صورت جوش مارتی ہے — توڑنے کے وقت سڑے ہوئے اخروٹ کی طرح ہے

ہست از آغاز چوں بدر آں خیال — لیک آخر می شود ہمچوں ہلال

شروع میں وہ خیال چودھویں کے چاند کی طرح ہے — لیکن آخر میں ہلال کی طرح ہو جاتا ہے

گر تو اوّل بنگری در آخرش — فارغ آئی از فریبِ فاترش

اگر تو شروع میں اُس کے آخر کو دیکھ لے — اُس کے سُست فریب سے خالی ہو جائے

جوزِ[2] بوسیدست دنیا اے امیں — امتحانش کم کُن از دورش ببیں

اے امانتدار! دنیا گلا ہوا اخروٹ ہے — اُس کو نہ آزما اُس کو دُور سے دیکھ لے

شاہ دید آں اسپ را با چشمِ حال — واں عماد الملک با چشمِ مآل

شاہ نے اُس گھوڑے کو حال کی نگاہ سے دیکھا — اور اُس عماد الملک نے انجام کی نگاہ سے

چشمِ شہ دو گز ہمی دید از لُغز — چشمِ آں پایاں نگر پنجاہ گز

شاہ کی آنکھ پیچیدہ سوراخ سے دو گز دیکھتی تھی — اُس انجام بین کی نگاہ نے پچاس گز

تا چہ سُرمہ ست آنکہ یزداں میکشد — کز پسِ صد پردہ بیند جاں رَشَد

کیسا سُرمہ ہے جو خدا لگا دیتا ہے؟ — کہ سو پردوں کے پیچھے سے روح راہ راست کو دیکھ لیتی ہے

چشمِ[3] مہتر چوں بآخر بود جفت — پس بداں دیدہ جہاں را جیفہ گفت

سردار کی آنکھ چونکہ انجام سے وابستہ تھی — تو اُس آنکھ سے دنیا کو مُردار فرمایا ہے

زیں یکے ذمّش کہ بشنود و حسب — بس فسرد اندر دلِ شہ مہرِ اسپ

اُس کی ایک بُرائی سے جو بادشاہ نے سنی اور بس — شاہ کے دل میں گھوڑے کی محبت بہت افسردہ ہو گئی

چشمِ خود بگذاشت چشمِ او گزید — ہوشِ خود بگذاشت قولِ او شنید

اُس نے اپنی آنکھ چھوڑ دی اُسکی آنکھ اختیار کر لی — اپنا ہوش چھوڑا، اُس کی بات سُن لی

---

[1] می فروشی۔ معمولی نفع کے عوض سچائی کو فروخت کرنا ایسا ہے جیسے بےعقل بچہ موتی کے عوض چند اخروٹ خرید لیتا ہے۔ پس دراں۔ اُس وقت انسان مجبور بھی نہیں ہے موت کے وقت تو اُس کو پیاس لگی ہوگی۔ درخیالت۔ یہ خیال جس کی وجہ سے انسان سچائی کو فروخت کر دیتا ہے ایک سڑا ہوا اخروٹ ہے۔ ہست۔ شروع میں وہ خیال بڑا بھلا معلوم ہوتا لیکن انجام کار وہ حقیر بن جاتا ہے۔ گر تو۔ اگر انسان ابتدا ہی میں انجام پر نظر کرے تو فریب سے بچ جائے۔

[2] جوز۔ یہ دنیا کا نفع ایک بوسیدہ اخروٹ ہے اور یہ اس قدر واضح بات ہے کہ اس کو آزمانے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ شاہ۔ بادشاہ نے اس گھوڑے کے موجود حسن و جمال پر نظر کی اور عماد الملک نے اُسکے انجام پر کہ اس گھوڑے کے اس طرح چھننے سے کتنا بڑا ظلم ہوگا اور انجام کیا ہوگا۔ چشم۔ بادشاہ کی نظر دو گز تک دیکھ رہی تھی اور وہ بھی ٹیڑھے سوراخ میں سے عماد الملک کی نظر پچاس گز تک دیکھ رہی تھی۔ لُغز۔ چوہے کا سوراخ جو عموماً آڑا ترچھا ہوتا ہے۔ تا چہ۔ اللہ تعالیٰ جس کو بصیرت عطا فرماتا ہے تو وہ ایسا سُرمہ ہے کہ سو پردوں کے پیچھے بھی چیز کو دکھا دیتا ہے۔

[3] چشم مہتر۔ آنحضورؐ نے دنیا کو جو مُردار کہا ہے وہ انجام کے اعتبار سے کہا ہے۔ زیں یکے۔ عماد الملک کے صرف یہ کہنے سے کہ اس گھوڑے کا سر ناقص ہے وہ گھوڑا شاہ کے دل سے اُتر گیا۔ چشم۔ بادشاہ نے اپنی آنکھ اور بات پر عماد الملک کی آنکھ اور بات کو ترجیح دی۔

ایں بہانہ بود آں دیانِ فرد — از نیاز[۱] آں در دلِ شہ سرد کرد

یہ ایک بہانہ تھا اس یکتا بدلہ دینے والے نے — نیاز کی وجہ سے اُس کو شاہ کے دل میں سرد کر دیا

در ببست از حُسنِ او پیشِ بصر — آں سخن بُد درمیاں چوں بانگِ در

نظر کے سامنے اُس کے حُسن کا دروازہ بند کر دیا — وہ بات درمیان میں دروازہ کی آواز کی طرح تھی

پردہ کرد آں نکتہ را بر چشمِ شہ — کہ ازاں پردہ نماید مہ سیہ

اُس نکتہ کو شاہ کی آنکھ کا پردہ بنا دیا — کہ اُس پردے سے چاند کالا نظر آتا ہے

پاک بنّائے[۲] کہ بر سازد حصوں — در جہانِ غیب از گفت و فسوں

اُس پاک بنانے والے نے جو قلعے بنا دیتا ہے — گفتگو اور سحر کے، عالمِ غیب میں

بانگِ در داں گفت را از قصرِ راز — تا کہ بانگِ وا شدست ایں یا فراز

گفتگو کو راز کے قلعہ کے دروازہ کی آواز سمجھ — کہ یہ کھلنے کی آواز ہوئی یا بند ہونے کی

بانگِ در محسوس و در از حس بروں — تبصرون ایں بانگ و در لا تبصرون

دروازہ کی آواز محسوس ہو اور دروازہ حس سے خارج ہو — تم اس آواز کو دیکھتے ہو اور در کو نہیں دیکھتے

چنگِ حکمت چونکہ خوش آواز شد — تا چہ در از روضِ جنت باز شد

دانائی کی سارنگی جبکہ خوش آواز بنی — دیکھ، جنت کا کونسا دروازہ کھلا؟

بانگِ گفتِ بد چو در وا می شود — از سقر تا خود چہ در وا می شود

بُری بات کی آواز جب متعلق ہوتی ہے — تو دیکھ جہنم کا کونسا دروازہ کھلتا ہے؟

بانگِ در بشنو چو دوری از درش — اے خُنک آں را کہ وا شد منظرش

جبکہ تو اُس کے در سے دُور ہو دروازہ کی آواز سُن لے — وہ چین سے ہے جس کا منظر کشادہ ہو گیا

چوں[۳] تو می بینی کہ نیکی می کُنی — بر حیات و راحتے بر می تنی

جب تو دیکھے کہ نیکی کر رہا ہے — تو زندگی اور راحت کی تیاری کر رہا ہے

چونکہ تقصیر و فسادے می رود — آں حیات و ذوق پنہاں می شود

جب تصور اور فساد ہو رہا ہے — وہ زندگی اور ذوق چھپ رہا ہے

دیدِ خود مگذار از دیدِ خساں — کہ بمردارت کشند ایں کرگساں

کمینوں کی دید کی وجہ سے تو اپنی دید کو نہ چھوڑ — کیونکہ یہ گدھ تجھے مُردار کی جانب کھینچتے ہیں

۱ از نیاز۔ چونکہ عماد الملک نے نیاز مندی سے دُعا کی تھی کہ شاہ سے یہ ظلم سرزد نہ ہو۔ لہٰذا خدا نے اُنکی بات کو اس دعا کی منظوری کا ایک سبب اور بہانہ بنا دیا۔ در ببست۔ شاہ کے گھوڑے کو ناپسند کرنے کا اصل سبب اللہ تعالیٰ ہے اسلئے کہ اُسنے اصل دروازہ جو اُسکے حُسن کو دیکھنے کا تھا بند کر دیا اور عماد الملک اُس کی ایک ظاہری علامت تھا مکان کی چیزیں دروازہ بند کرنیسے چھپ جاتی ہیں اور جس شخص نے دروازہ نہ دیکھا ہو وہ دروازہ بند ہونے کی آواز کو چیزوں کے مستور ہونیکا سبب سمجھتا ہے۔ پردہ۔ عماد الملک کی بات کو اللہ تعالیٰ نے نظر کا پردہ بنا دیا اور شاہ کی نظر سے گھوڑے کا حُسن پوشیدہ ہو گیا۔
۲ پاک بنّا۔ انسان کی بات کے نتائج عالمِ آخرت میں نمودار ہوتے ہیں۔ گفت۔ تو اپنی آواز کو دروازہ کی آواز سمجھ اور پہچان کہ اس آواز سے دروازہ بند ہوتا ہے یا کھلتا ہے۔ بانگ در۔ انسانوں کو در کی آواز جو خود اُنکی گفتگو ہے محسوس ہوتی ہے وہ جس دروازے کے کھلنے اور بند ہونے کی آواز ہے وہ دروازہ نظر نہیں آتا وہ عالمِ غیب میں ہے۔ چنگ۔ انسان کوئی دانائی کی بات کرتا ہے تو جنت کا دروازہ کھلتا ہے۔ بانگِ گفت۔ بُرے کلمہ کی آواز دوزخ کا دروازہ کھولتی ہے۔ در وا۔ متعلق سرنگوں۔ بانگِ در۔ جبکہ تجھے دروازہ نظر نہیں آتا تو اُس کی آواز سُن لے اور اُسکے ذریعہ اس دروازہ کو سمجھ لے ۔۔۔
۳ چوں تو۔ جب انسان نیکی کرتا ہے تو اُس کا محل جنت میں تیار ہوتا ہے۔ حیات یعنی جنت کی ابدی زندگی۔ راحتے۔ یعنی جنت کی راحت۔ چونکہ۔ جب انسان گناہ کرتا ہے تو جنت کی نعمتوں سے محروم ہو جاتا ہے۔ دید خود۔ دنیا کی فانی نعمتوں کو اپنی چشمِ بصیرت سے دیکھ دنیا داروں کی بات کا اعتبار نہ کر یہ گدھ ہیں جو تجھے مُردار کی طرف لے جاتے ہیں

[1] چشم چوں نرگس فرو بندی کہ چی ... ہیں عصا اَم کش کہ کورم اے اخی

تونے نرگس کی طرح آنکھ بند کرلی، کہ کیا ہے؟ ... ہاں اے بھائی! میری لاٹھی (پکڑ کر) کھینچ کیونکہ میں اندھا ہوں

ویں عصاکش کہ گزیدی در سفر ... چوں بہ بینی باشد از تو کور تر

اور یہ لاٹھی کھینچنے والا جو تونے سفر میں منتخب کیا ... جب تو غور کرے گا وہ تجھ سے زیادہ اندھا ہوگا

دست کورانہ بحبلِ اللہ زن ... جز بر امر و نہیِ یزدانی متن

اندھا دُھند اللہ کی رسّی پر ہاتھ ڈال ... خدائی امر و نہی کے سوا ارادہ نہ کر

چیست حبل اللہ رہا کردن ہوا ... کیں ہوا شُد صرصرے مر عاد را

اللہ کی رسّی کیا ہے؟ خواہشِ (نفسانی) کو چھوڑنا ... کیونکہ یہ خواہشِ (نفسانی) عاد کے لئے آندھی تھی

خلق در زنداں نشستہ از ہواست ... مُرغ را پرہا بہ بستہ از ہواست

مخلوق خواہشِ (نفسانی) کی وجہ سے قید خانہ میں بیٹھی ہے ... پرندے کے پر خواہشِ (نفسانی) کی وجہ سے بندھے ہیں

[2] ماہی اندر تابہ گرم از ہواست ... رفتہ از مستوریاں شرم از ہواست

مچھلی گرم توے میں خواہشِ (نفسانی) کی وجہ سے ہے ... مستورات سے خواہشِ (نفسانی) کی وجہ سے شرم روانہ ہوری ہے

خشمِ شحنہ شعلۂ نار از ہواست ... چار میخ و ہیبت دار از ہواست

کوتوال کا غصہ، آگ کی چنگاری خواہشِ (نفسانی) کی وجہ سے ہے ... سزا اور سولی کا خوف خواہشِ (نفسانی) کی وجہ سے ہے

شحنۂ اجسام دیدی بر زمیں ... شحنۂ احکامِ جاں راہم بہ بیں

تونے زمین پر جسموں کا کوتوال دیکھا ہے ... روح کے احکام کے کوتوال کو بھی دیکھ لے

رُوح را در غیب خود اشکنجہاست ... لیک تا نجہی شکنجہ در خفاست

خود روح کے لئے غیب میں شکنجے ہیں ... لیکن جب تک تو نہیں نکلتا شکنجہ پوشیدگی میں ہے

[3] چوں رہیدی بینی اشکنجہ دمار ... زانکہ ضد از ضد گردد آشکار

جب تو چھوٹے گا ہلاکت کا شکنجہ دیکھ لے گا ... کیونکہ ایک ضد دوسری ضد سے واضح ہوتی ہے

آنکہ در چہ زاد و در آبِ سیاہ ... اُو چہ داند لطفِ دشت و رنجِ چاہ

جو شخص کنویں اور کالے پانی میں پیدا ہوا ... وہ جنگل کے لطف اور کنویں کی تکلیف کو کیا جانے؟

چوں رہا کردی ہوا از بیمِ حق ... در رسد سُغراق از تسنیمِ حق

جب تونے اللہ (تعالیٰ) کے ڈر سے خواہشِ (نفسانی) چھوڑدی ... اللہ (تعالیٰ) کی تسنیم سے پیالہ پہنچے گا

کر ضد کو دیکھ کر اُس کی ضد پوری طرح سمجھ میں آتی ہے۔ آنکہ۔ کنویں کا مینڈک جب تک چمن کی سیر نہیں کرتا، اُس کو کنویں کی تکلیف کا احساس ہوتا ہے نہ چمن کے لطف کا۔ چوں۔ جب تو نفسانی خواہش کو ترک کردے گا تو آخرت کی نعمتوں کا لطف محسوس کرنے لگے گا۔ سُغراق۔ پیالہ۔ تسنیم۔ جنت کی نہر ہے۔

[1] چشم۔ اللہ تعالیٰ نے تجھے بھی چشمِ بصیرت عطا کی ہے تو بتکلف اندھا نہ بن۔ چی یعنی اندھوں کی طرح دریافت نہ کر۔ واین عصاکش۔ جس کو تو اپنا رہبر بنا رہا ہے وہ دنیادار تجھ سے زیادہ اندھا ہے۔ دست کورانہ۔ اگر تو مجتہد نہیں ہے تو اللہ کی رسّی پکڑلے اور اُس کے کھلے ہوئے احکام کی پابندی کرلے۔ چیست۔ اللہ کی رسّی خواہشِ نفس کو ترک کرنا ہے۔ قومِ عاد اسی نفسانی خواہش کی وجہ سے تباہ ہوئی اور اُن پر آندھی کا عذاب آیا۔ خلق۔ ہر جاندار نفسانی خواہش کی وجہ سے مصیبت میں گرفتار ہوتا ہے۔

[2] ماہی۔ مچھلی اگر چارے کا لالچ نہ کرے تو کبھی کانٹے میں پھنس کر توے پر نہ بھنے۔ عورتیں اسی لالچ سے خواہش میں مبتلا ہوتی ہیں۔ شحنہ۔ کوتوال کا غصہ و غضب انسان پر اسی خواہشِ نفسانی کی وجہ سے نازل ہوتا ہے اور اُسکو چار میخ اور سولی کی سزا اسی وجہ سے ملتی ہے۔ شحنہ۔ تو دنیاوی کوتوال کو دیکھتا ہے آخرت کے کوتوال کو بھی مدِنظر رکھ۔ روح۔ روح کے لئے عذاب کے آلات ہیں جو مرنے کے بعد نظر آئیں گے۔ تانجہی۔ یعنی جب تک تو دنیا سے نہ جائیگا۔

[3] چوں رہیدی۔ جب تو عالمِ آخرت کی وسعتوں میں پہنچیگا تو اس دنیا کا شکنجہ ہونا سمجھے گا اِس لئے

لَا تُطَرِّقْ فِیْ ھَوَاکَ سَلْسَبِیْل[1] — مِنْ جَنَابِ اللہِ نَحْوَ السَّلْسَبِیْل

اپنی خواہش (نفسانی) پر نہ چل، راستہ کی درخواست کر — خدا کے دربار سے سلسبیل کی جانب

لَا تَکُنْ طَوْعَ الْھَوٰی مِثْلَ الْحَشِیْش — اِنَّ ظِلَّ الْعَرْشِ اَوْلٰی مِنْ عَرِیْش

گھاس کی طرح خواہشِ نفسانی کا تابعدار نہ بن — بیشک عرش کا سایہ جھونپڑی سے بہتر ہے

گفت سلطاں اسپ را واپس برید — زود تر زیں مظلمہ بازم خرید

بادشاہ نے کہا، گھوڑا واپس لے جاؤ — بہت جلد، مجھے اِس ظلم سے نجات دو

با دلِ خود شہ بفرمود ایں قدر — شیر را مفریب زیں رأس البقر

شاہ نے اپنے دل سے اتنا فرمایا — بیل کے اِس سر سے شیر کو فریب نہ دے

پایِ گاو اندر میاں آری ز داو — رو نبندد زدحق بر اسپے شاخِ گاو

تو حیلہ سے بیل کا پاؤں درمیان میں لے آتا ہے — جا اللہ (تعالیٰ) گھوڑے پر بیل کے سینگ نہیں جوڑتا ہر

بس مناسب صنعت است ایں شہر زاو[2] — کے نہد بر جسمِ اسپ او عضوِ گاو

اِس شہر کا بنانے والا بہت موزوں کاریگری والا ہے — وہ گھوڑے کے جسم پر، بیل کا عضو کب لگاتا ہے؟

زاو ابداں را مناسب ساختہ — قصر ہائے منتقل پرداختہ

بنانے والے نے جسموں کو مناسب بنایا ہے — منتقل ہونے والے قلعے بنائے ہیں

در میانِ قصر ہا تخریجہا — از سوئے ایں سوئے آں صہریجہا

قلعوں کے اندر نالیاں ہیں — اِس کی جانب سے اُس کی جانب وہ نہریں ہیں

و ز دروں شاں عالمے بے منتہا — در میانِ خرگہے چندیں فضا

اور اُن کے اندر ایک لا انتہا جہان ہے — ایک خیمہ کے اندر بہت میدان ہیں

گہ[3] چو کابوسے نماید ماہ را — گہ نماید روضہ قعرِ چاہ را

وہ کبھی چاند کو کابوس کی طرح دکھاتا ہے — اور کبھی کنوئیں کی تہ کو چمن دکھاتا ہے

قبض و بسطِ چشم و دل از ذوالجلال — دمبدم چوں می کند سحرِ حلال

آنکھ اور دل کا بند اور کھلنا خدا کی جانب سے ہے — ہر وقت کس طرح سے حلال جادو کرتا ہے

زیں سبب درخواست از حق مصطفےٰ — زشت را ہم زشت و حق را حق نما

اِسی لئے مصطفےٰؐ نے اللہ (تعالیٰ) سے درخواست کی — بُرے کو بُرا اور حق کو حق دکھا

---

[1] سلسبیل۔ راستہ کی درخواست کر۔ سلسبیل جنت کا ایک چشمہ ہے۔ اَلْحَشِیْش۔ گھاس ہوا کے ہر جھونکے سے جھک جاتی ہے۔ ظِلُّ الْعَرْش۔ جو خواہشِ نفس کو ترک کریگا وہ عرش کے سایہ میں ہوگا۔ عَرِیْش۔ جھونپڑی۔ گفت۔ بادشاہ کو اب احساس ہوا کہ اُس سردار سے گھوڑا چھیننا ظلم ہے۔ با دلِ خود۔ پھر شاہ نے عماد الملک کو مخاطب بنانے کے بجائے اپنے دل کو مخاطب بنا کر کہا مجھ جیسے شیر کو گھوڑے کے سر کو بیل کا سا سر کہکر فریب نہ دے۔ پایِ گاو۔ درمیان آدر دن۔ بے موقع بات کہنا۔ داو۔ مکر، حیلہ۔ نہ بندد۔ اللہ تعالےٰ گھوڑے پر بیل کے سینگ نہیں لگاتا ہے۔ زاو۔ معلد شہر زاو، شہر کو بنانیوالا۔

[2] زاو۔ اللہ تعالیٰ نے انسانی جسم کو قلعہ کی طرح تعمیر فرمایا ہے اور یہ انسانی جسم چلتے پھرتے قلعے ہیں۔ تخریج۔ نالی موری۔ صہریج۔ پانی کی نالی۔ وزدروں۔ انسانی جسم میں ایک عالم ہے صوفیاء انسان کو عالمِ اکبر کہتے ہیں کیونکہ جس طرح ساری کائنات اسماءِ الٰہی کا مظہر ہے تنہا انسان اُن سب کا مظہر ہے۔ خرگہ۔ خیمہ یعنی انسانی جسم۔

[3] گہ۔ حضرت حق تعالےٰ کے تصرفات انسانی جسم پر بصورتِ قبض و بسط طاری ہوتے ہیں اور اِس قبض سے کبھی وہ اچھے کو بُرا دکھا دیتا ہے اور بسط کے ذریعہ بُرے کو اچھا دکھا دیتا ہے، کابوس ایک مرض ہے جب وہ لاحق ہو جاتا ہے تو انسان کا گلا گھٹتا ہے اور بولنے پر قادر نہیں رہتا۔ زیں سبب۔ چونکہ حضرت حق کی تجلی قبض و بسط میں مختلف صورتیں دکھا دیتی ہے اِسی لئے حضورؐ نے دعا کی ہے کہ اچھے کو اچھا دکھا اور بُرے کو بُرا دکھا۔

تا بآخر چوں بگردانی ورق ۱ — از پشیمانی نیفتم در قلق

تاکہ آخر میں جب تو ورق پلٹے — میں شرمندگی سے پریشانی میں نہ پڑوں

مکر کرد آں عمادُ الملک فرد — مالکُ المُلکش بداں ارشاد کرد

جو تدبیر یکتا عمادُ الملک نے کی — مالکُ الملک نے اُس کی اس طرف رہنمائی کی

حیلۂ محمود ایں باشد ولیک — تو ممیز باش ہر بد را ز نیک

یہ پسندیدہ تدبیر ہوتی ہے، لیکن — تو بُری کو بھلی سے ممتاز کرنے والا بن

مکرِ حق ۲ سرچشمۂ ایں مکرہاست — قلب بین الاصبعین کبریاست

اللہ (تعالیٰ) کی تدبیر ان تدبیروں کا سرچشمہ ہے — قلب اللہ (تعالیٰ) کی دو انگلیوں کے درمیان ہے

آنکہ سازد در دلت مکر و قیاس — آتشے داند زدن اندر پلاس

جو تیرے دل میں سوچ اور قیاس پیدا کرتا ہے — وہ ٹاٹ میں آگ لگانا بھی جانتا ہے

رجوع کردن بقصۂ آں پائمرد و آں غریب وامدار و بازگشتن ایشاں از سرِ گورِ خواجہ و خواب دیدنِ پائمرد خواجۂ محتسب را

مددگار اور اُس قرضدار پردیسی کے قصہ کی طرف رجوع اور اُن کا خواجہ کی قبر کے سرہانے سے واپس آنا اور مددگار کا خواجہ محتسب کو خواب میں دیکھنا

بے نہایت آمد ایں خوش سرگذشت — چوں غریب از گورِ خواجہ بازگشت

یہ عمدہ قصہ بغیر انجام کے رہ گیا — وہ پردیسی جب خواجہ کی قبر سے لوٹا

پائمردش ۳ سوئے خانۂ خویش بُرد — مُہرِ صد دینار را با اُو سپُرد

مددگار اُس کو اپنے گھر کی جانب لے گیا — سَو دینار کی مُہر اُس کو دے دی

لوتش آورد و حکایتہاش گفت — کز امید اندر دلش صد گل شگفت

مزیدار کھانا لایا اور اُس نے ایسے قصے کہے — کہ اُس کے دل میں اُمید سے سَو پھول کھل گئے

آنچہ بعد العُسر یُسرا او دیدہ بُود — با غریب از قصۂ آں لب کشود

اُس نے تنگی کے بعد جو آسانی دیکھی تھی — اُس نے اُس کا قصہ پردیسی کو سُنایا

نیم شب بگذشت افسانہ کُناں — خوابِ شاں انداخت تا مرعائے جاں

باتیں کرتے ہوئے آدھی رات گذر گئی — نیند نے اُن کو رُوح کی چراگاہ میں لے جا ڈالا

---

۱ تا بآخر۔ یہ دعا اس لئے ہے تاکہ زندگی کا ورق پلٹنے کے بعد شرمندگی نہ ہو۔ مکر شاہ کے دل سے گھوڑے کی محبت دُور کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ تدبیر سکھائی تھی۔ حیلہ۔ بھلائی کے لئے حیلہ کرنا بھلا ہے بُرائی کے لئے حیلہ کرنا بُرا ہے۔

۲ مکرِ حق۔ انسان کو اپنی کسی تدبیر پر مغرور نہ ہونا چاہیئے کیونکہ اِن تدبیروں کا چشمہ اللہ تعالیٰ کی تدبیر ہے اور انسان کا قلب اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں کے درمیان ہر وہ جس طرف چاہتا ہے اُس کو پھیر دیتا ہے۔ آنکہ۔ جو ذات تجھے یہ حیلہ سکھا رہی ہے وہ تیرے علم کو ضائع بھی کر سکتی ہے۔ پلاس۔ ٹاٹ۔ وامدار۔ قرضدار۔ بے نہایت۔ یعنی یہ قصہ ادھورا رہ گیا۔

۳ پائمردش۔ وہ مددگار اس پردیسی کو گھر لے گیا۔ مہر۔ یعنی سو دینار کی تھیلی جو مہر زدہ تھی اس پردیسی کو دے دی۔ لوتش۔ اُس پردیسی کو کھانا کھلایا اور ایسے قصے سُنائے جس سے اُس کا غم ہلکا ہو۔ آنچہ۔ اُس نے اپنے ایسے قصے سنائے جن میں پریشانیوں کے بعد راحت میسر آئی تھی تاکہ پردیسی کی تسلی ہو جائے۔ نیم شب۔ وہ اس پردیسی کو آدھی رات تک قصے سُناتا رہا پھر اُنکو نیند آگئی خواب۔ نیند میں انسان کی رُوح ادھر اُدھر

ۤ۵۱ دید پا مرد آں ہمایوں خواجہ را ۔۔۔ اندراں شب خواب در صدرِ سرا

اُس مددگار نے، مبارک خواجہ کو دیکھا ۔۔۔ اُس رات خواب میں مکان کے صدر نشین ہیں

۲۳ خواجہ گفت اے پایمردِ با نمک ۔۔۔ آنچہ گفتے من شنیدم یک بیک

خواجہ نے کہا، اے ملیح مددگار! ۔۔۔ وہ جو کچھ کہہ رہا تھا میں نے ایک ایک سنا

لیک پاسخ دادنم فرماں نبود ۔۔۔ بے اشارت لب نیارستم کشود

لیکن مجھے جواب دینے کا حکم نہ تھا ۔۔۔ بغیر اشارے کے میں لب کشائی نہیں کر سکتا

ما چو واقف گشتہ ایم از چون و چند ۔۔۔ مُہر بر لبہای ما بنہادہ اند

ہم چونکہ کیفیت اور کمیت سے واقف ہو گئے ہیں ۔۔۔ انہوں نے ہمارے ہونٹوں پر مُہر لگا دی ہے

ۤ۵۲ تا نگردد رازہائے غیب فاش ۔۔۔ تا نگردد منہدم عیش و معاش

تاکہ غیب کے راز نہ پھیلیں ۔۔۔ تاکہ زندگی اور ذریعۂ زندگی نہ ڈھے جائے

تا ندرّد پردۂ غفلت تمام ۔۔۔ تا نماند دیگِ محنت نیم خام

تاکہ غفلت کا پردہ پورا نہ پھٹ جائے ۔۔۔ تاکہ محنت کی دیگ، ادھ کچری نہ رہ جائے

تا نگردد ہیچکس واقف بداں ۔۔۔ تا نسوزد پردۂ دعویٰ وراں

تاکہ اُس سے کوئی واقف نہ ہو ۔۔۔ تاکہ اُس میں دعوے کرنیوالوں کا پردہ نہ جل جائے

تا نیفتد از طبق ہر پوشِ غیب ۔۔۔ می نبیند دیدنی را عینِ ریب

تاکہ طباق سے غیب کا ڈھکن نہ ہٹ جائے ۔۔۔ دیکھنے کی چیز کو شک کی نگاہ نہیں دیکھتی ہے

ۤ۵۳ ما ہمہ گوشیم گر شد نقشِ گوش ۔۔۔ ما ہمہ نطقیم لیکن لب خموش

ہم مجسّم کان ہیں اگرچہ کان کا نقش جاتا رہا ۔۔۔ ہم مجسّم گویائی ہیں، لیکن خاموش لب ہیں

ما ہمہ عینیم گر شد نقشِ عین ۔۔۔ بل ہمہ عینیم ما لے میغ و غین

ہم مجسّم آنکھ ہیں اگرچہ آنکھ کا نقش جاتا رہا ۔۔۔ بلکہ ہم مجسّم سورج ہیں بغیر ابر و غبار کے

غرقِ دریائیم گرچہ قطرہ ایم ۔۔۔ جملگی شمسیم گرچہ ذرہ ایم

ہم دریا میں غرق ہیں، اگرچہ قطرہ ہیں ۔۔۔ ہم مجسّم سورج ہیں، اگرچہ ذرہ ہیں

بے حجاب دُردِ گِل آبیم صاف ۔۔۔ در جہانِ جاوداں گشتہ معاف

ہم بغیر غبار کے پردے کے، صاف پانی ہیں ۔۔۔ ہمیشگی کے جہان میں معاف ہو گئے ہیں

اور راک بہت قوی ہے۔ غرق ۔ باوجودیکہ ہم ہیچ ہیں لیکن قرب کے اعتبار سے ہمیں ذاتِ حق سے اتحاد ہے۔ بے حجاب ۔ اب ہماری ذات گناہوں کی کدورت سے صاف ہو چکی ہے اور ہمیں معافی کی حالت میں دوامی زندگی حاصل ہو گئی ہے

---

۵۱ دید۔ مرنے کی حالت میں مددگار نے محتسب کو خواب میں دیکھا کہ وہ ایک مکان کے صدر جگہ میں بیٹھا ہے۔ با نمک۔ ملیح، حسین۔ آنچہ۔ محتسب نے خواب میں اُس مددگار سے کہا کہ اُس پردیسی نے میری قبر پر جو باتیں کہیں وہ میں نے سب سُنی ہیں۔ لیک۔ مُردہ سب باتیں سنتا ہے جواب نہیں دے سکتا ہے۔ ما چو۔ مُردوں کو بولنے کی اجازت اِس لئے نہیں ہوتی کہ وہ رازوں سے واقف ہو چکے ہیں اگر بولیں گے تو غیب کے اَسرار کھل جائیں گے۔

۵۲ تا نگردد۔ اگر کونیات کے تمام راز کھل جائیں گے تو نظامِ عالَم درہم ہو جائے گا۔ پردہ۔ نظامِ عالَم انسان کی غفلت کے پردوں سے چل رہا ہے۔ تا نماند۔ راز کھلنے سے ترکِ عمل ہو جائیگا۔ تا نسوزد۔ حقیقت کھل جانے پر غلط دعویٰ نہیں ہو سکتا۔ می نہ بیند۔ دیدنی چیز جو اَن دیکھی بنی ہوئی ہے وہ اُسی غفلت کے پردے کی وجہ سے ہے۔

۵۳ ما ہمہ۔ محتسب نے خواب میں کہا کہ اگرچہ ہمارے کان ختم ہو گئے ہیں لیکن اب ہم ہمہ تن کان ہیں۔ ہم بغیر زبان کے مجسّم گویائی ہیں لیکن بولنے کی اجازت نہیں ہے۔ عینیم۔ ہم مجسّم آنکھ ہیں بغیر آنکھ کے جس طرح مُردے سنتے ہیں، دیکھتے بھی ہیں۔ بل ہمہ۔ ہم بغیر ابر و غبار کا سورج ہیں جس کا

هرچه ما دادیم دیدیم این زمان[۱] — اینجهاں پرده ست و عین ست آنجهاں
ہم نے جو کچھ دیا، اب دیکھ لیا — یہ جہان پردہ ہے، وہ جہان ظاہر ہے

روزِ کشتن روزِ پنهاں کردن ست — تخم در خاکے پریشاں کردن ست
بونے کا دن، پوشیدہ کرنے کا دن ہے — بیج کو مٹی میں بکھیر دینا ہے

وقتِ بدرودن گهِ منجل زدن — روزِ پاداش آمد و پیدا شدن
کاٹنے کا وقت، درانتی چلانے کا وقت — بدلے اور ظاہر ہونے کا دن ہے

گفتنِ خواجه در خواب بآں پایمرد وجوهِ وامِ آں دوست

خواجہ کا خواب میں اُس مددگار سے اُس دوست کے قرض کی ادائیگی کے طریقے

را که آمده بود و نشان دادنِ جایِ دفنِ آں سیم راد

بتادینا جو آیا تھا اور چاندی کے مدفون ہونے کی جگہ کا پتہ بتانا اور

پیغام کردن بوارثاں که البتّه آں را بسیار نه بینند و

وارثوں کو پیغام دینا کہ کبھی اُس کو بہت نہ سمجھیں اور اُس میں

هیچ باز نگیرند اگرچه قبول نه کند یا بعضے همانجا بگذارد

سے کچھ نہ لیں اگرچہ وہ قبول نہ کرے یا کچھ وہاں چھوڑ دے بادہ

یا بهر که خواهد بدهد که من با خدا نذر کرده ام که ازاں سیم

جس کو چاہے دے کیونکہ میں نے خدا سے منت مانی ہے کہ اُس چاندی میں سے

بمن و متعلّقانِ من حبّه باز نگردد

میں اور میرے متعلقین ایک حبّہ واپس نہ لینگے

بشنو اکنوں دادِ مهمانِ جدید[۲] — من همی دیدم که او خواهد رسید
اب نئے مہمان کی بخشش (کا حال) سُن — میں سمجھتا تھا، کہ وہ آئے گا

من شنیده بودم از وامش خبر — بسته بهرِ او دو سه پاره گهر
میں نے اُس کے قرض کی خبر سُن لی تھی — میں نے جواہر کے دو تین ٹکڑے اُس کیلئے باندھ دیئے تھے

کرو فایِ وامِ او هست آں و بیش[۳] — تا که ضیفم را نگردد سینه ریش
جو اُس کے قرض کے لئے کافی اور زیادہ ہیں — تاکہ میرے مہمان کا سینہ زخمی نہ ہو

وام دارد از ذهب او نه هزار — وام را از بعضِ ایں گو وا گذار
وہ سونے کے نو ہزار قرض رکھتا ہے — کہہ دے کہ اِس میں سے قرض ادا کردے

---

۱ هرچه۔ ہم نے جو عمل دنیا میں کیا اب اُس کے نتائج دیکھ لئے ہیں۔ ایں جہاں۔ دنیا۔ آں جہاں۔ آخرت۔ روزِ کشتن۔ جس دن کاشتکار بوتا ہے تو وہ بیج کو زمین میں چھپاتا اور بکھیرتا ہے دنیا بھی کاشت کا وقت ہے۔ وقتِ بدرودن۔ جب کاشتکار کھیتی کاٹتا ہے تو اُس کے چھپائے ہوئے بیج کا نتیجہ ظاہر ہوتا ہے آخرت اِس کی مثال ہے۔ گفتن۔ خواجہ محتسب نے مددگار کو خواب میں بتایا کہ میں نے اُس پردیسی کے قرض ادا کرنے کے لئے بہت سامان فلاں جگہ رکھ دیا ہے میرے وارثوں سے کہو کہ وہ اُس کو دیدیں اور اُس میں سے خود کچھ نہ لیں۔

۲ بشنو۔ اب یہ قصہ سنو کہ محتسب نے اُس پردیسی کا قرض ادا کرنے کیلئے کس طرح عطا کی۔ من همی دیدم۔ محتسب نے کہا کہ میں سمجھ گیا تھا کہ یہ پردیسی مقروض ہوکر میرے پاس ضرور آئیگا۔ من شنیده۔ میں سُن چکا تھا کہ وہ مقروض ہوگیا ہے میں نے اسکے لئے دو تین جواہر باندھ کر رکھ دیئے تھے۔

۳ کرو فای۔ وہ گوہر اِسقدر قیمتی ہیں کہ اُنسے اُس کا قرض ادا ہوجائے گا اور بچ بھی رہیگا۔ وام۔ مجھے معلوم ہوگیا کہ اُس پر نو ہزار دینار قرض ہیں اُن جواہر میں سے کچھ فروخت کرکے ادا کردے

فضلہ[1] ماند زیں بسے گو خرج کن — در دعا گوئی مرا ہم درج کن

اُس میں سے بہت بچے گا، کہہ دے خرچ کرے — دعا میں مجھے بھی شامل کرے

خواستم تا آں بدستِ خود دہم — در فلاں دفتر نوشتست ایں رقم

میں نے چاہا تھا کہ اُس کو خود اپنے ہاتھ سے دوں — فلاں رجسٹر میں یہ رقم لکھی ہوئی ہے

خود اجل مہلت ندادم تا کہ من — خفیہ بسپارم بدو دُرِّ عدن

مجھے موت نے فرصت نہ دی، کہ میں — عدن کے موتی چپکے سے اُسے دے دوں

لعل و یاقوت ست بہرِ وامِ او — در خنورے و نوشتہ نامِ او

اُس کے قرض کے لئے لعل اور یاقوت ہے — ایک پیالے میں اور اُس کا نام لکھا ہوا ہے

در فلاں طاقیش مدفوں کردہ ام — من غمِ آں یار پیشیں خوردہ ام

میں نے اُس کو فلاں طاق میں دفن کر دیا ہے — میں نے اُس دوست کی پہلے ہی فکر کر لی ہے

قیمتِ آں را نداند جز ملوک — فاجتہد بالبیعِ اَن لَّا یخدعوک

شاہوں کے سوا کوئی اُن کی قیمت نہیں جانتا — بیچنے میں محنت کر تاکہ وہ تجھے دھوکا نہ دیدیں

در بیوع[2] آں کن تو از خوفِ غرار — کہ رسولؐ آموخت سہ روز اختیار

معاملوں میں دھوکے کے ڈر سے وہ کر — جو تین روز کا اختیار رسولؐ نے سکھایا ہے

از کسادِ آں مترس و در مَیفت — کہ رواجِ آں نخواہد ہیچ خفت

اُن کے نرخ گرنے سے نہ ڈر اور نہ گر — کیونکہ اُن کا رواج سُست نہ ہوگا

وارثانم را سلامِ من بگو — ویں وصیت را بگو ہم مو بمو

میرے وارثوں سے میرا سلام کہدے — اور اِس وصیت کو بھی پورا کہہ دے

تا ز بسیاریِ آں زر نشکہند — بے گرانی پیشِ آں مہماں نہند

تاکہ اُس زر کی کثرت سے نہ ڈریں — بغیر کسی گرانی کے اُس مہمان کے سامنے رکھدیں

ور بگوید او نخواہم ایں فرہ[3] — گو بگیر و ہر کرا خواہی بدہ

اور اگر وہ کہے، میں یہ بہت نہیں چاہتا — کہہ دے، لے لے اور جس کو تو چاہے دیدے

زانچہ دادم باز نستانم نقیر — سوی پستاں باز ناید ہیچ شیر

جو میں نے دیدیا ہے اُنہیں سے ایک ذرہ واپس نہ لونگا — دودھ، پستان میں ہرگز نہیں لوٹتا

گشتہ باشد ہمچو سگ قے را اکول — مسترد نخلہ بر قولِ رسولؐ

کُتّے کی طرح قے کو چاٹنے والا ہو جاتا ہے — عطیہ کو واپس لینے والا، رسولؐ کے قول کے مطابق

[1] فضلہ۔ جو بچے اُس کو بھی خرچ کرے اور مجھے دعائے خیر میں یاد رکھے۔ خود دہم۔ تاکہ کسی کو پتہ نہ چلے اور وہ شرمندہ نہ ہو لیکن مجھے موت نے یہ موقع نہ دیا۔ لعل و یاقوت۔ وہ جواہر لعل اور یاقوت میں ایک پیالہ میں رکھے ہیں، اور اُس پیالہ پر میں نے اُس کا نام لکھ دیا ہے۔ خنور۔ پیالہ، پانی کا مٹکا۔ در فلاں۔ اُس پیالہ کو فلاں طاق میں دفن کر دیا ہے۔ قیمت۔ وہ بہت قیمتی ہیں کوئی دھوکا دے کر سستا نہ خرید لے۔

[2] در بیوع۔ فروخت کرنے میں اپنے لئے تین روز کا اختیار رکھ لینا، اگر قیمت کم لگی ہو تو بیع کو فسخ کر دینا۔ غرار۔ دھوکا۔ از کساد۔ واپس لینے میں اس سے نہ ڈر تاکہ اُن کی قیمت گھٹ گئی۔ وارثانم۔ محتسب نے اُس مددگار سے یہ بھی کہا کہ میرے وارثوں سے میرا سلام کہہ دے اور یہ میری وصیت اُن کو پہنچا دے۔ تا ز بسیاری۔ وارثوں سے کہدے کہ اِس قدر زیادہ مال ایک پردیسی کو دینے سے گھبرا نہ جائیں۔ نشکہند۔ نشکوہیدن، ڈرنا۔

[3] فرہ۔ بہت، زیادتی، یعنی اگر پردیسی یہ کہے کہ اس قدر مال کی مجھے ضرورت نہیں تو کہہ دینا وہ جیسے کسی اور کو دے کر ثواب حاصل کرے۔ زانچہ۔ وصیت کرنا گویا دیدینا ہے۔ نقیر۔ وہ گڑھا جو کھجور کی گٹھلی کے سرے پر ہوتا ہے، حقیر چیز مراد ہوتی ہے۔ سوی پستاں میں سے دودھ

گزشتہ: حضور نے فرمایا عطیہ دے کر واپس لینے والا اس کتے کی طرح ہے جو قے کر کے چاٹ لیتا ہے۔ متفق علیہ

ورؔ ببندد در نباید آں زرش
اگر وہ دروازہ بند کرے کہ وہ زر اُس کو نہ چاہیئے

تا بریزند آں عطا را بر درش
اس عطا کو اُس کے دروازے پر بکھیر دیں

ہر کہ آنجا بگذرد زر می برد
جو وہاں سے گذرے، سونا لے جائے

نیست ہدیہ مخلصاں را مُسترد
مخلصوں کے ہدیہ کی واپسی نہیں ہے

بہرِ اُو بنہادہ ام آں از دو سال
میں نے وہ دو سال سے اس کے لئے رکھا ہے

کردہ اَم من نذرہا با ذوالجلال
میں نے اللہ (تعالیٰ) سے منتیں مانی ہیں

ور روا دارند چیزے زاں ستد
اگر وہ اُس میں سے کچھ لینا جائز سمجھیں گے

بیست چنداں خود زیان شاں او فتد
اُن کو خود بیس گنا نقصان ہوگا

گرؔ روانم را فرولانند زود
اگر وہ میری رُوح کو پریشان کرینگے تو جلدی

صد درِ محنت بر ایشاں برکشود
پریشانی کے سینکڑوں دروازے اُن پر کھلیں گے

از خدا امید دارم من لَبِق
میں زبان آور، اللہ (تعالیٰ) سے امید کرتا ہوں

کہ رساند حق را با مستحق
کہ وہ، حق مستحق کو پہنچا دے گا

دوؔ قضیہ دیگر اُو را شرح داد
اُس نے دو دوسرے معاملے اُس پر ظاہر کئے

لب بذکرِ آں نخواہم برکشاد
میں اُن کے ذکر میں ہونٹ نہ کھولوں گا

تا بماند دو قضیہ سِرّ و راز
تاکہ دونوں قصّے سِر اور راز رہیں

ہم نگردد مثنوی چندیں دراز
نیز مثنوی بہت لمبی نہ ہو جائے

برؔجہید از خواب انگشتک زناں
وہ چٹکیاں بجاتا ہوا نیند سے بیدار ہوا

گہ غزل گویان و گہ نوحہ کناں
کبھی غزل گاتا ہوا اور کبھی نوحہ کرتا ہوا

گفت مہماں در چہ سوداہاستی
مہماں نے کہا، تو کن خیالات میں ہے

پایمردا مست و خوش برخاستی
اے مددگار! تو مست اور خوش اٹھا ہے

تا چہ دیدی خواب دوش اے بوالعلا
اے بلند مرتبہ والے! گزشتہ رات تو نے خواب میں کیا دیکھ لیا؟

کہ نمی گنجی تو در شہر و فلا
کہ تو شہر اور جنگل میں نہیں سما رہا ہے

خواب دیدہ پیلِ تو ہندوستاں
تیرے ہاتھی نے ہندوستان خواب میں دیکھ لیا ہے

کہ رمیدستی ز حلقہ دوستاں
کہ تو دوستوں کے حلقے سے بھاگ رہا ہے

گفت سوداناک خوابے دیدہ ام
اُس نے کہا کہ میں نے ایک غضبناک خواب میں دیکھا ہے

در دلِ خود آفتابے دیدہ ام
میں نے اپنے دل میں سورج کو دیکھا ہے

لہ ور ببندد۔ اگر وہ عطیہ قبول نہ کرے اور دروازہ بند کر لے تو اُس کے دروازہ پر ڈال دینا۔ می برد۔ تاکہ گذرنے والا اُس کو اٹھا کر لے جائے۔ نیست۔ اُس کو یہ چاہئے کہ وہ یہ عطیہ لینے سے انکار نہ کرے اس لئے کہ مخلص کا ہدیہ واپس کرنا برا ہے۔ بہرِ اُو۔ میں نے دو سال سے یہ مال اُس کے لئے رکھ چھوڑا ہے اور خدا سے اُس کو دینے کی منت مانی ہے۔ ور روا۔ میرے وارثوں کو سمجھا دینا کہ اگر انھوں نے اُس رقم میں سے کچھ لیا تو جتنا لیں گے اُس کا بیس گنا اُن کو نقصان پہنچ جائیگا۔

۲ گر روانم۔ وارثوں سے کہہ دینا کہ اگر میری وصیت کے خلاف کر کے میری روح کو ستائینگے تو اُن پر سیکڑوں مصائب آجائیں گے۔ لبق۔ چرب زبان۔ دو قضیہ۔ مولانا فرماتے ہیں محتسب نے اُس مددگار سے دو باتیں اور کہیں تھیں وہ راز ہیں اُن کو میں بیان نہ کروں گا۔ تم، ایک تو راز ہونے کی وجہ سے میں بیان نہ کروں گا پھر یہ بھی خیال ہے کہ بیان کروں تو مثنوی بہت طویل ہو جائیگی۔

۳ بر جہید۔ وہ مددگار نیند سے خوش ہوتا ہوا اٹھا تو چٹکیاں بجا رہا تھا اور بشارت کی خوشی میں غزل پڑھ رہا تھا اور کبھی محتسب کی وفات کی وجہ سے رونے لگتا تھا۔ دوش۔ رات کا اکثر حصّہ گذر چکا تھا۔ علا۔ فلاۃ، جنگل۔ خواب دیدہ۔ ہاتھی ہندوستان کا جانور ہے دوسرے ملک میں خواب میں ہندوستان کو دیکھ لیتا ہے تو وطن کی یاد میں زنجیریں توڑنے لگتا ہے۔ سوداناک۔ غضبناک۔ آفتاب یعنی محتسب۔

خواجہ را دیدم بخواب اے بُوالعلا — آں سپرده[1] جاں برائے کبریا
اے بندر تبہ والے! میں نے خواب میں خواجہ کو دیکھا ہے — اُس خدا پر جان باختہ کو دیکھا ہے

خواب دیدم خواجۂ بیدار را — آں سپُردہ جاں پئے دیدار را
میں نے خواب میں، بیدار خواجہ کو دیکھا ہے — اُس دیدار پر جان باختہ کو دیکھا ہے

خواب دیدم خواجۂ مُعطی المُنیٰ — واحدٌ کالالفِ از اَمرِ خدا
میں نے خواب میں تمنائیں پوری کرنیوالے خواجہ کو دیکھا ہے — جو خدا کے حکم سے اکیلا ہزار کی طرح کا ہے

مست و بیخود ایں چنیں می شمُرد — تا کہ مستی عقل و ہوشش را ببُرد
مست اور بیخود اسی طرح شمار کر رہا تھا — حتیٰ کہ مستی نے اُس کی عقل اور ہوش کو ختم کر دیا

درمیانِ خانہ اُفتاد اُو دراز — خَلق انبہ گردِ اُو آمد فراز
وہ گھر کے درمیان، لمبا گر گیا — مخلوق کا مجمع اس کے گِرد فراہم ہو گیا

باخود آمد گفت اے بحرِ خوشی — اے نہادہ ہوشہا در بیہوشی
ہوش میں آیا بولا اے خوشی کے سمندر! — اے وہ کہ جس نے بیہوشی میں بہت سے ہوش رکھے ہیں

خواب[2] در بنہادہ بیدارییے — بستہ در بیدلی دلدارییے
تم نے خواب میں، بیداری رکھی ہے — تم نے بے دلی سے، دلداری وابستہ کر دی

خواجگی پنہاں کُنی در ذُلِ فقر — طوقِ دولت بستہ اندر غُلِ فقر
تو ذلت اور فقر میں آقائی کو پوشیدہ کر دیتا ہے — دولت کے طوق کو فقر کے طوق سے وابستہ کر دیا ہے

ضد اندر ضد پنہاں مُندرج — آتش اندر آبِ سوزاں مندمج
ضد، ضد میں مخفی طور پر داخل ہے — گرم پانی کے اندر آگ پوشیدہ ہے

روضہ[3] اندر آتشِ نمرُود درج — دخلہا رُویاں شُدہ از بذل و خرج
نمرود کی آگ میں چمن درج ہے — صرف اور خرچ سے آمدنیاں اُگی ہیں

تا بگفتہ مُصطفےٰ شاہِ نجاح — اَلسَّماحُ یا اُولِی النِّعَم رَباح
حتیٰ کہ کامیابی کے شاہ، مصطفےٰؐ نے فرمایا — اے اہل نعمت! سخاوت کرنا نفع کمانا ہے

مَا نَقَصَ مَالٌ مِّنَ الصَّدَقَاتِ قط — اِنَّمَا الْخَیْرَاتُ نِعْمَ الْمُرْتَبَط
صدقوں سے مال کبھی نہیں گھٹتا — خیرات کرنا بہت اچھا رابطہ ہے

جوششِ و افزونیِ زر در زکوٰۃ — عصمت از فحشا و مُنکر در صلوٰۃ
زکوٰۃ میں مال کا جوش اور بڑھاؤ ہے — نماز میں فحش اور بُری باتوں سے بچاؤ ہے

---

[1] سپُردہ۔ یعنی وہ مُحب جس نے اللہ تعالیٰ پر جان قربان کر دی ہے۔ مست۔ وہ مددگار مستی اور بیخودی کی حالت میں مُحب کے اوصاف گنا تا بُن نا بیہوش ہو گیا۔ درمیاں۔ وہ مددگار بیہوش ہو کر گر پڑا اور لوگ اُس کے چاروں طرف جمع ہو گئے۔ بحرِ خوشی۔ اللہ تعالیٰ۔ ہوشہا۔ بے ہوشی یعنی نیند کی حالت میں اُس کو بہت سے عالی مضامین سکھائے گئے تھے۔

[2] خواب در۔ خواب میں وہ باتیں معلوم ہوتی ہیں جو بیداری میں بھی معلوم نہ تھیں۔ بستہ۔ جو بیدل یعنی عاشقِ خدا ہوتا ہے وہ محبوب اور حق کا دلدار بھی ہو جاتا ہے۔ ضد اندر ضد۔ اس پہ تعجب نہ کرو کہ کائنات میں مشاہدہ کر لو اللہ کی قدرت نے ایک ضد کو دوسری ضد میں مخفی کر دیا ہے گرم پانی میں آگ پوشیدہ ہے اُس کے اجزا سے پانی گرم ہے۔

[3] روضہ۔ نمرود کی آگ میں خلیل اللہ کے لئے چمن پوشیدہ تھا۔ دخلہا۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے سے مال میں اضافہ ہوتا ہے۔ السماح۔ آنحضورؐ نے سخاوت کو نفع فرمایا ہے۔ مانقص۔ خیرات اللہ سے ربط پیدا کر دیتی ہے تو مال میں برکت ہو جاتی ہے۔ زکوٰۃ۔ زکوٰۃ دینے سے برکت ہوتی ہے۔ در صلوٰۃ۔ نماز نیکی فحش اور منکر کی بدی سے بچانے پر مشتمل ہے۔

آں زکوٰتت[۵۱] کیسہ ات را پاسباں | واں صلوٰتت ہم زگرگانت شباں
تیری وہ زکوٰۃ، تیری تھیلی کی محافظ ہے | اور وہ تیری نماز بھیڑیوں سے تیری نگہبان ہے

میوۂ شیریں نہانی شاخ و برگ | زندگیِ جاوداں در زیرِ مرگ
شاخ اور پتّے میں میٹھا میوہ چھپا ہے | موت کے ماتحت ہمیشگی کی زندگی ہے

زبل گشتہ قوتِ خاک از شیوۂ | زاں غذا زادہ زمیں را میوۂ
نجاست کی روش سے مٹی کی روزی بنی | زمین میں اُس غذا سے میوہ پیدا ہوا

در عدم پنہاں شدہ موجودیٔ | در سرشتِ ساجدے مسجودیٔ
موجود ہونا، عدم میں پوشیدہ ہوا | سجدہ کرنے والے کی طینت میں مسجود ہونا ہے

آہن و سنگ از برونش مظلمے | اندروں نورے و شمعِ عالمے
لوہا اور پتھر باہر سے تاریک ہیں | باطن میں نور اور عالم کی شمع ہے

درج در خوفے ہزاراں ایمنی | در سوادِ چشم چنداں روشنی
خوف میں ہزاروں اطمینان درج ہیں | آنکھ کی سیاہی میں اُس قدر روشنی ہے

اندرونِ[۵۲] گاوِ تن شہزادۂ | گنج در ویرانۂ بنہادۂ
بیل کے جسم میں، ایک شہزادہ ہے | خزانہ ویرانے میں رکھا ہوا ہے

تا خرے پیرے گریزد زاں نفیس | گاو بیند شاہ نے، یعنی بلیس
تاکہ اُس عمدہ چیز سے ایک بوڑھا گدھا بھاگ جائے | بیل کو دیکھے، شاہ کو نہیں، یعنی شیطان

حکایتِ[۵۳] آں پادشاہ و وصیّت کردن سہ پسرِ خویش را کہ

اُس بادشاہ کی حکایت اور اُس کا اپنے تین لڑکوں کو وصیت کرنا کہ اِس

دریں سفر در ممالکِ مَن در فلاں جا چنیں ترتیب نہید و
سفر میں میرے ملکوں میں فلاں جگہ اِس طرح سے ترتیب قائم کر دو اور

فلاں جا چنیں نوّاب نصب کنید و امّا اللہ اللہ بفلاں
فلاں جگہ اتنے قائم مقام مقرر کرو لیکن خدا کے لئے فلاں قلعہ میں

قلعہ مروید و گردِ آں مگردید
نہ جانا اور اُس کے چاروں طرف چکر نہ کاٹنا

بود شاہے شاہ را بُد سہ پسر | ہر سہ صاحب فطنت و صاحب نظر
ایک بادشاہ تھا، بادشاہ کے تین لڑکے تھے | تینوں سمجھ دار اور صاحب نظر تھے

[۵۱] آں زکوٰتت۔ زکوٰۃ دینے والے کا مال ضائع نہیں ہوتا۔ صلوٰتت۔ تیری نماز شیطانی بھیڑیوں سے محافظ ہے۔ شاخ۔ درخت کی شاخوں اور پتّوں میں میوہ پوشیدہ ہے۔ مرگ۔ موت، جاوداں زندگی پر مشتمل ہے۔ زبل۔ کھاد، میووں پر مشتمل ہے۔ در عدم۔ عدم سے ہی وجود آتا ہے۔ ساجدے۔ حضرت آدمؑ ساجد ہو کر مسجودِ ملائکہ بنے۔ آہن۔ لوہے اور پتّھر کی سیاہی میں نور مُضمر ہے۔ درج۔ جو اللہ تعالےٰ سے ڈرتے ہیں وہ عذاب کی سیکڑوں مصیبتوں سے محفوظ رہتے ہیں۔ سوادِ چشم۔ آنکھ کی پتلی سیاہ ہے اور اُس میں روشنی مُضمر ہے۔

[۵۲] اندروں۔ انسان کا جسم بیل کے جسم سے مشابہ ہے اور اُس میں روح جو بمنزلہ شہزادے کے ہے مُضمر ہے۔ گنج۔ ویرانے کے اندر خزانہ ہوتا ہے۔ تا خرے۔ اِن باتوں میں یہ حکمت مُضمر ہے کہ خرِ پیر یعنی شیطان صفت لوگ ظاہر کو دیکھ کر بھاگ جائیں۔ شیطان نے حضرت آدمؑ کے ظاہری جسم کو دیکھا اور اُن کے باطنی اوصاف پر نظر نہ کی۔

[۵۳] حکایت۔ اِس حکایت میں بھی یہی بتایا ہے کہ تینوں شہزادوں میں سے کوئی شاہ کی حسین لڑکی پر عاشق ہوا اور شاہ کے باطنی کمالات کی طرف متوجہ نہ ہوا کوئی اُسکے باطن کی طرف متوجہ ہو کر کامیاب ہوا۔ بود شاہے۔

ہیں۔ شاہ کے تینوں بیٹے عادات اور شکل صورت میں ایک سے بڑھ کر ایک تھے [illegible] باطنی اوصاف میں [illegible]

هر یکے از دیگرے استودہ تر | در سخا و در وغا و کرّ و فر
ہر ایک دوسرے سے زیادہ قابلِ تعریف تھا | سخاوت اور جنگ ۔ در زد و فر میں

پیشِ شہ شہزادگاں اِستادہ جمع | قرۃ العینانِ[1] شہ ہمچوں شمع
بادشاہ کے سامنے شہزادے جمع ہو کر کھڑے ہوئے | شمع کی طرح بادشاہ کی آنکھوں کی ٹھنڈک (تھے)

از رہِ پنہاں زعینینِ پسر | می کشید آبے نخیلِ آں پدر
لڑکے کی آنکھوں سے مخفی راستہ ہے | اُس باپ کا کھجور کا درخت پانی کھینچتا ہے

تا ز فرزند آب ایں چشمہ شتاب | میرود سُوی ریاضِ مام و باب
یہاں تک کہ لڑکے کے اِس چشمہ کا پانی جلد | ماں اور باپ کے باغیچوں کی جانب جاتا رہتا ہے

تازہ می باشد ریاضِ والدین | گشتہ جاری عینِ شاں زیں ہر دو عین
ماں باپ کے باغ تازہ رہتے ہیں | اِن دونوں آنکھوں سے اُن کا چشمہ جاری رہتا ہے

چوں[2] شود چشمہ زبیماری علیل | خشک گردد شاخ و برگِ آں نخیل
جب چشمہ مرض سے بیمار ہو جاتا ہے | اُس کھجور کے درخت کی شاخ اور پتّے خشک ہو جاتے ہیں

خشکیِ نخلش ہمی گوید پدید | کہ ز فرزنداں شجر نم می کشید
اُسکے کھجور کے درخت کی خشکی صاف کہتی ہے | کہ درخت فرزندوں سے نمی کھینچتا ہے

اے بسا کاریزِ پنہاں ہمچنیں | متّصل با جانِ تاں یا غافلیں
اسی طرح بہت سے پوشیدہ چشمے | اے غافلو! تمہاری جان سے متّصل ہیں

اے کشیدہ زاسمان و از زمیں | مایہا تا گشتہ جسمِ تو سمیں
اے (مخاطب)! آسمان اور زمین سے کھینچے ہیں | مادّے، یہاں تک کہ تیرا جسم موٹا ہوا ہے

تن[3] زاجزائے جہاں دُزدیدہٗ | پارہ پارہ زین و آں بر بریدہٗ
تو نے جہان کے اجزاء سے جسم کو چرایا ہے | تو نے اِس اور اُس سے ٹکڑا ٹکڑا کاٹا ہے

از زمین و آفتاب و آسماں | پارہا بر دوختی بر جسم و جاں
زمین اور سورج اور آسمان سے | تو نے جسم اور جان پر پیوند گانٹھے ہیں

تا تو پنداری کہ بُردی رائیگاں | باز نستانند از تو این و آں
خبردار! تو سمجھتا ہے تو مفت لے اڑا | یہ اور وہ تجھ سے واپس نہ لیں گے

کالۂ دُزدیدہ نبُود پائیدار | لیک آرد دُزد را تا پائیدار
چرایا ہوا سامان پائیدار نہیں ہوتا ہے | لیکن چور کو سولی تک لے آتا ہے

ل1 قرۃ العینان - دونوں آنکھوں کی ٹھنڈک، خوشی و راحت میں آنکھ ٹھنڈی ہوتی ہے رنج میں گرم آنسو بہتے ہیں - از رہ - باپ کے جسم کی تروتازگی اولاد سے ہے - تا ز فرزند - مخفی طور پر اولاد ماں باپ کے بدن کے چمن کو سیراب کرتی ہے - تازہ - اولاد کی آنکھوں سے مخفی چشمے جاری ہیں جو والدین کے جسم کے باغیچہ کو پانی دیتے ہیں -

ل2 چوں - اسی لئے جب اولاد بیمار ہو جاتی ہے اور چشمہ میں کمزوری آتی ہے تو ماں باپ کا جسم سوکھنے لگتا ہے - خشکی - اِس حالت میں والدین کے جسم کا سوکھنا ظاہر کرتا ہے کہ اُن کا درخت اولاد کی آنکھوں کے چشموں سے سیراب ہوتا تھا - اے بسا - جس طرح والدین اولاد کے مخفی چشموں سے سیراب ہوتے ہیں اِسی طرح انسان کی جان مخفی چشموں سے سیرابی حاصل کر رہی ہے - اے کشیدہ - انسان کا جسم عالم کی بہت سی چیزوں سے بنتا ہے - سمیں موٹا -

ل3 تن - انسانی جسم کی ترکیب عالم کے بہت سے مادوں سے ہوئی ہے - از زمیں - کائنات عالم کے اجزاء جسم انسانی نے حاصل کئے ہیں - تا تو - انسان کو یہ سمجھنا چاہیئے کہ وہ اجزاء جو اُسکے جسم نے حاصل کئے ہیں اُنکو واپس لوٹانا نہیں ہے - کالا - یہ چرائے ہوئے اجزاء ہمیشہ رہنے والے نہیں ہیں چوری ہی موت کا سبب ہے -

عاریہ[1] ست ایں کم ہمی باید فشارد — کانچہ بگرفتی ہمی باید گزارد
یہ مانگا ہوا ہے، پاؤں نہ جمانا چاہیئے — کیونکہ جو تو نے لیا ہے، ادا کرنا چاہیئے

جز نُفَخْتُ کاں ز وَہّاب آمدست — رُوح را باش، آں دِگرہا بیہدست
میں نے پھونکا کے سوا کیونکہ وہ خدا کی جانب سے آئی ہے — رُوح کا بن، دوسری چیزیں بیہودہ ہیں

بیہُدہ نسبت بجاں میگویمش — نے بہ نسبت با صنیعِ مُحکمش
میں اُن کو رُوح کے اعتبار سے بیہودہ کہہ رہا ہوں — نہ کہ اُس کے مضبوط مصنوع کے اعتبار سے

بیان[2] استمدادِ عارف از سرچشمۂ حیاتِ ابدی و مُستغنی شُدنِ
عارف کا ابدی زندگی کے سرچشمے سے مدد حاصل کرنے کا بیان اور اُس کا بے وفا

اُو از استمداد و انجذاب از چشمہائے آبہائے بیوفا کہ علامۃُ
پانیوں کے چشموں سے جذب کرنے اور مدد حاصل کرنے سے بے نیاز ہونا کہ اُس کی

ذٰلِكَ التَّجَافِىْ عَنْ دَارِ الْغُرُوْرِ کہ آدمی چون مددہائے
علامت دھوکے کے گھر سے جدائی ہے کیونکہ انسان جب چشموں کی مدد پر

چشمہا اعتماد کُند در طلب چشمۂ باقی سُست شود چنانکہ
بھروسہ کرتا ہے، باقی رہنے والے چشمہ کی طلب سُست ہوجاتی ہے چنانچہ

حکیم الٰہی می فرماید — رُباعی
حکیم الٰہی فرماتے ہیں رُباعی

کاریز درونِ جانِ تو می باید — کز عاریہا ترا درے نکشاید
تیری جان میں چشمہ چاہیئے — کیونکہ مانگے ہوؤں سے تیرے لئے در نہیں کھلتا ہے

یک چشمۂ آب اندرونِ خانہ — بہ زاں جُوی کہ از بُروں می آید
گھر کے اندر پانی کا ایک چشمہ — اُس نہر سے بہتر ہے جو باہر سے آتی ہے

حَبَّذا[3] کاریز اصلِ چیزہا — فارغت آرد ازیں کاریزہا
خوب چشمہ ہے جو چیزوں کی اصل ہے — وہ تجھے اِن چشموں سے بے نیاز کردے گو

چشمۂ آبی درُونِ خانۂ — بہ ز رودے کاں نہ در کاشانۂ
گھر کے اندر پانی کا ایک چشمہ — اُس نہر سے بہتر ہے جو گھر میں نہیں ہے

تو ز صد ینبوع شربت می کشی — ہر چہ زاں صد کم شود کاہد خوشی
تو سینکڑوں چشموں سے شربت کھینچ رہا ہے — اُن سیکڑوں میں سے جو کم ہوجائے خوشی گھٹ جاتی ہے

---

[1] عاریہ۔ مانگی ہوئی چیز واپس کرنی پڑتی ہے تو بدن کے اِن اجزار کو بھی ایک روز واپس دینا ہے۔ جز نُفَخْتُ۔ البتہ روح کا عطیۃ اللہ کی جانب سے ہے جو مستقل اور باقی ہے۔ بیہدہ۔ جسم کے اجزار کو بیہودہ روح کے اعتبار سے کہا گیا ہے ورنہ یہ بھی اللہ کی تخلیق ہے لہٰذا اُس کی مخلوق بیہودہ نہیں ہو سکتی ہے۔

[2] بیان۔ چونکہ بدن کے اجزار منگے ہوئے ہیں اور رُوح عطیۂ خداوندی باقی رہنے والی ہے تو انسان کو جسم کے چشموں سے زیادہ رُوح کے چشمہ کو حاصل کرنا چاہیئے، چنانچہ عارف باللہ جسم کے چشموں سے فیضیاب ہونے سے زیادہ رُوح کے چشمہ سے فیض حاصل کرنے کی طرف توجہ کرتا ہے اور اسی لئے وہ دارالغرور یعنی دنیا سے بچتا ہے۔ کاریز۔ بوزن فالیز، وہ نہر جو کاشتکار زمین کے نیچے سے کھود کر اس طریقہ سے نکالتے تھے کہ اوپر کے کھیتوں کو وہ پانی دیتی تھی۔

[3] حبذا۔ جو نہر رُوح کو سیراب کرتی ہے وہ علوم کی اصل ہے۔ وہ حاصل کرلیگا تو پھر حواسِ ظاہرہ کے مُدرکات سے تو بے نیاز ہوجائیگا۔ چشمہ۔ جو چشمہ گھر میں ہو وہ باہر کی نہر سے بہتر ہوتا ہے۔ ینبوع۔ چشمہ، تو بیرونی چشموں سے لطف حاصل کرتا ہے جب اُن میں سے کسی میں کمی آجاتی ہے تو تیری خوشی ناقص ہوجاتی ہے۔

چوں[۱] بجوشد از دروں چشمہ سنی
جب اندر سے کوئی روشن چشمہ جوش مارتا ہے
زاستراقِ چشمہا گردی غنی
چشموں کے چُرانے سے تو بے نیاز بنجاتا ہے

قرۃ العینت چو ز آب و گِل بُوَد
جب تیری آنکھ کی ٹھنڈک پانی اور مٹی سے ہو
راتبہ ایں قُرّہ دردِ دل بُوَد
تو اس ٹھنڈک کا نتیجہ، دل کا درد ہوگا

قلعہ را چوں آب آید از بروں
قلعہ میں جب پانی باہر سے آئے
در زمانِ اَمن باشد بر فزوں
تو امن کے زمانہ میں کثرت سے ہوگا

چونکہ دشمن گردِ آں حلقہ کُند
جب دشمن اُس قلعہ کا محاصرہ کرلے
تا کہ اندر خون شاں غرقہ کُند
تاکہ اُن کو خون میں ڈبوئے

آبِ بیروں را ببُرّند آں سپاہ
وہ لشکر، پانی کو باہر سے قطع کردے گا
تا نباشد قلعہ را زانہا پناہ
تاکہ قلعہ کو اُن سے پناہ نہ حاصل ہو

آں[۲] زماں یک چاہِ شورے از دروں
اُس وقت اندر کا ایک کھارا کنواں
بہ ز صد جیحونِ شیریں از بروں
باہر کے سیکڑوں میٹھے جیحوں سے اچھا ہوگا

قاطعُ الاسباب لشکرہائے مرگ
موت کے لشکر اسباب کو کاٹنے والے
ہمچو دے آید بقطعِ شاخ و برگ
خزاں کی طرح شاخ اور پتّے کاٹنے آتے ہیں

در جہاں نبود مددشاں از بہار
دنیا میں تو اُن کو بہار سے مدد نہیں پہنچتی ہے
جز مگر در جاں بہارِ روئ یار
علاوہ ازیں کہ جان میں یار کے چہرے کی بہار ہو

زاں[۳] لقب شُد خاک را دارُ الغرور
اسی لئے زمین کا لقب دھوکے کا گھر ہوا
کو کشد پا را بپس یوم العبور
کیونکہ وہ گذرنے کے دن پاؤں پیچھے کو کھینچ لیتی ہے

پیش ازاں بر راست و بر چپ مید وید
اُس سے پہلے دائیں اور بائیں دوڑتا پھرتا ہے
کہ بچینم دردِ تو چیزی بچید
کہ میں تیرا دکھ چن لوں گا (اور) کچھ نہ چُنا

اُو بگفتے مر ترا وقتِ غماں
وہ تجھ سے غموں کے وقت کہتا تھا
دور از تو رنج و دہ گُرد رمیاں
رنج تجھ سے دُور ہے اور دس بہادر درمیان میں ہیں

چوں سپاہِ رنج آمد بست دم
جب رنج کا لشکر آیا اُس نے دم سادھا
خود نمی گوید ترا من دیدہ ام
تجھ سے نہیں کہتا ہے کہ میں نے تجھے دیکھا ہے

---

۱ چوں بجوشد۔ جب تیرے اندر خوشی کا منبع ہو تو پھر بیرونی اسباب کی ضرورت نہیں رہتی۔ قرۃ۔ اگر تجھے آنکھ کی ٹھنڈک کسی آب و گل کے پُتلے سے حاصل ہے تو فراق کی صورت میں اُس کا انجام دردِ دل ہے۔ قلعہ۔ جس قلعہ میں باہر سے پانی آئے تو امن کی حالت میں پانی خوب آتا رہتا ہے چونکہ۔ لیکن جب باہر سے دشمن محاصرہ کرتا ہے اور اُس نہر کو بند کر دیتا ہے تو تیری حالت تباہ ہو جاتی ہے۔

۲ آں زماں۔ محاصرہ کے بعد پھر تیری حالت یہ ہوتی ہے کہ تو اندرونی کھارے پانی کے کنوئیں کو باہر کی میٹھی سیکڑوں نہروں سے بہتر سمجھتا ہے۔ قاطع الاسباب۔ موت جب لذت کے سارے خارجی ذرائع ختم کر دے گی تو اب خارجی بہار سے تجھے کوئی نفع نہ ہوگا صرف وہ بہار باعثِ لذت ہوگی جو رُوئے یار سے تجھے حاصل ہوئی ہو۔ (شعر)

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما

۳ زاں۔ چونکہ موت لذت کے دنیاوی ذرائع کو ختم کر دیتی ہے اور یہ ذرائع تیرا ساتھ نہیں دیتے ہیں اسی لئے دنیا کو دھوکے کا گھر قرار دیا گیا ہے۔ یہ دنیا مرتے وقت تیرا ساتھ نہیں دیتی اپنا قدم پیچھے کو ہٹا لیتی ہے۔ پیش ازاں۔ دنیوی یار تیرے دائیں بائیں دوڑا پھرتا تھا اور دعوے کرتا تھا کہ تیرا درد دکھ میں اُٹھالوں گا لیکن اُس نے کچھ نہ اُٹھایا۔ چوں سپاہ۔ جب موت کے سپاہی تیرا محاصرہ کرتے ہیں تو وہ اس کا بھی اقرار نہیں کرتا کہ کبھی تیری اُس سے جان پہچان بھی تھی

حقؔ[1] پئے شیطاں بدیں ساں زد مثل
اللہ (تعالےٰ) نے شیطان کی اسی طور پر مثل بیان کی ہے
کو ترا در رزم آرد با حِیَل
کہ وہ تجھے حیلوں سے جنگ میں لے آتا ہے

کہ ترا گوید کہ پشتم من ترا
کہ تجھ سے کہتا ہے، کہ میں تیرا مددگار ہوں
در بلا و در جفا و در عنا
بلا اور جفا اور مشقت میں

کہ ترا یاری دہم من با تو اَم
کہ میں تیری مدد کروں گا، میں تیرے ساتھ ہوں
در خطرہا پیشِ تو من می دَوَم
میں خطروں میں تیرے آگے دوڑوں گا

اسپرت باشم گہِ تیرِ خدنگ
خدنگ کے تیر کے وقت میں تیری ڈھال بنوں گا
مخلصِ تو باشم اندر وقتِ تنگ
میں تنگ وقت میں تجھے بچانیوالا بنوں گا

جانؔ[2] فدای تو کنم در انتعاش
میں خوشی میں تیرے اوپر جان قربان کرونگا
رستمی شیری ہلا مردانہ باش
تو رستم ہے تو شیر ہے خبردار! مرد بن

سوی کفرش آورد زیں عشوہا
اِن فریبوں سے اسکے کفر کی جانب لے آتا ہے
آں جوالِ خدعہ و مکر و دغا
وہ دھوکے اور مکر اور دغا کا تھیلا

چوں قدم بنہاد در خندق فتاد
جب قدم رکھا، خندق میں گر گیا
او بقا ہا قاہ خندہ لب کشاد
اُس نے ہنسی کے قہقہہ کے ساتھ ہونٹ کھولا

ہیں بیا من طمعہا دارم ز تو
ہاں، آجا میں تجھ سے اُمیدیں رکھتا ہوں
گویدش رَو رَو کہ بیزارم ز تو
وہ اُس سے کہہ دیتا ہے، جاجا میں تجھ سے بیزار ہوں

تو نترسیدی ز عدلِ کردگار
تو خدا کے انصاف سے نہ ڈرا
من ہمی ترسم تو دست از من بدار
میں ڈرتا ہوں، تو مجھ سے توقع نہ رکھ

گفتؔ[3] حق او خود جدا شد از بہی
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا وہ خود نیکی سے جدا ہوا
تو بدیں تزویرہا ہم کے رہی
تو بھی اِن حیلوں سے کب نجات پائیگا؟

گفت حق او خود ز نیکی شد جدا
اللہ (تعالےٰ) نے فرمایا وہ خود نیکی سے علیحدہ ہوا
کے رہی ہم تو بدیں تزویرہا
تو بھی اِن مکاریوں سے کب چھوٹے گا؟

فاعل و مفعول در روزِ شمار
فاعل اور مفعول، گنتی کے دن
روسیاہ اند و حریف و سنگسار
کالا مُنہ میں اور ساتھی اور سنگسار

رہزدہ و رہزن یقیں در حکم و داد
یقیناً بھٹکا ہوا اور بھٹکانیوالا فیصلے اور انصاف میں
در چہِ بُعد اند و در بئس المہاد
دوری کے کنوئیں میں اور بُرے بستر میں ہیں

لہٖ حق۔ اللہ تعالیٰ نے شیطان کی یہ حالت بیان کی ہے کہ تجھے حیلہ اور تدبیر سے جنگ میں پھنسا دیتا ہے۔ کہ۔ یہ کہتا ہے کہ میں ہر مصیبت کے وقت تیری مدد کروں گا۔ در خطرہا۔ ہر خطرہ میں تجھ سے آگے رہوں گا۔ اِسپرت۔ تیر چلے گا تو تیری ڈھال بنوں گا ہر مصیبت کے وقت تیرا مخلص رہوں گا۔

لہٖ٢ جانؔ فدا۔ تجھ پر خوشی خوشی قربان ہو جاؤں گا۔ رستمی۔ تو خود بھی رستم اور شیر ہے، جنگ سے نہ گھبرا۔ سوی۔ شیطان انسان کو اسی طرح کے دھوکے دے کر کفر پر آمادہ کر دیتا ہے۔ چوں قدم۔ اب جب انسان تباہی کے گڑھے میں گر جاتا ہے تو وہ اُس کی ہر حالت پر قہقہے لگاتا ہے۔ ہیں۔ انسان اُس شیطان کو مدد کے لئے بُلاتا ہے تو وہ اُس انسان سے اپنی بیزاری کا اظہار کر دیتا ہے۔ تو نترسیدی۔ اُس سے کہتا ہے کہ تو خدا سے نہ ڈرا میں تو خدا سے ڈرتا ہوں میں تیرا ساتھ نہیں دے سکتا۔

لہٖ٣ گفت حق۔ انسان اپنی معذرت میں یہ کہے گا کہ شیطان نے مجھے دھوکا دیدیا تو اللہ تعالےٰ فرمائے گا وہ خیر سے خود جدا تھا اور یہ سب کو بتا دیا گیا تھا، تو نے اُس کا کہنا کیوں مانا اب اِس معذرت کے حیلے سے نجات حاصل نہ کر سکے گا۔ فاعل یعنی بہکانے والا شیطان مفعول جو بہکایا ہوا ہے یعنی انسان دونوں سزا پائیں گے۔ روزِ شمار یعنی جس دن نیکیاں اور بُرائیاں گنی جائینگی۔ رہزدہ۔ شیطان نے گمراہ کیا۔ رہزن یعنی شیطان۔ بُعد یعنی خدا سے دوری۔ بئس المہاد یعنی جہنم۔

غولؔ[1] را و گول را کو را فریفت　از خلاص و فوز می باید شگیفت
شیطان کو بھی اور اُس احمق کو بھی جسکو اُس نے فریفتہ کیا　نجات اور کامیابی سے صبر کر لینا چاہیئے

ہم خر و خرگیر اینجا در گلند　غافل اند اینجا و آنجا آفِلند
گدھا اور گدھے والا بھی دونوں اِس جگہ کیچڑ میں ہیں　یہاں غافل ہیں اور وہاں غائب ہیں

جُز کسانے را کہ وا گردند ازاں　در بہارِ فضل آیند از خزاں
سوائے اُن کے جو اُس سے لوٹ جائیں　خزاں سے مہربانی کی بہار میں آ جائیں

توبہ آرند و خُدا توبہ پذیر　امرِ اُو گیرند و اُو نِعمَ الامیر
توبہ کر لیں اور خدا توبہ قبول کرنیوالا ہے　اُس کا حکم جان لیں اور وہ بہترین حاکم ہے

چوںؔ[2] بر آرند از پشیمانی حنین　عرش لرزد از اَنینِ المُذنبین
وہ جب شرمندگی سے رونے کی آواز نکالتے ہیں　گنہگاروں کے رونے سے عرش لرزتا ہے

آنچناں لرزد کہ مادر بر وَلد　دستِ شاں گیرد بہ بالا می کشد
اِس طرح لرزتا ہے جس طرح ماں بچے پر　اُن کی دستگیری کرتا ہے اوپر کھینچ لیتا ہے

کائے خدا تاں وا خرید از غرور　نک ریاضِ فضل و نک ربِّ غفور
کہ اے لوگو! تمہیں خدا نے دھوکے سے بچا لیا　اب مہربانی کا باغ ہے اور اب بخشنے والا خدا ہے

بعد ازیں تاں برگ و رزقِ جاوداں　از ہوائے حق بُوَد نز نا و داں
اِس کے بعد تمہارا سامان اور مستقل رزق　اللہ (تعالےٰ) کی ہوا سے ہوگا نہ کہ پرنالے سے

چونکہؔ[3] دریا بر وسائط رشک کرد　تشنہ چوں ماہی بترکِ مَشک کرد
جب دریا نے واسطوں پر رشک کیا　مچھلی کی طرح پیاسے نے مشک چھوڑ دی

قصۂ شہزادگاں آور بہ پیش　کایں حدیث از حدِّ امکاں نیست بیش
شہزادوں کا قصہ پیش کر　کیونکہ یہ مضمون حدِّ امکان سے باہر ہے

ایں سخن پایاں ندارد باز راں　جانبِ احوالِ آں شہزادگاں
یہ بات خاتمہ نہیں رکھتی پھر چل　شہزادوں کے احوال کی جانب

رواں شدن ہر سہ شہزادہ در ممالکِ پدر بعد از وداع کردنِ ایشاں شاہ را واعادہ کردنِ شاہ وقتِ وداع

تینوں شہزادوں کا باپ کے ممالک میں روانہ ہونا ان کا شاہ کو رخصت کرنے کے بعد اور شاہ کا وصیت کو دُہرانا

۱؎ غول۔ یعنی شیطان۔ گول۔ یعنی گمراہ۔ خلاص یعنی جہنم سے خلاصی۔ فوز۔ یعنی جنت کی کامیابی۔ شگیفت۔ شگیفتن، صبر کرنا۔ خر۔ یعنی گمراہ۔ خرگیر۔ یعنی شیطان۔ غافل۔ یعنی حق کی طرف توجہ کرنے سے۔ آفل۔ غائب یعنی جنت سے۔ جز کسانے۔ یعنی اُس شخص کے علاوہ جس کو شیطان نے گمراہ کیا لیکن اُس نے پھر توبہ کرلی۔ امر۔ یعنی توبہ کے بعد نیک کام کرنے لگیں۔

۲؎ چوں۔ جب گنہگار ندامت سے روتا ہے تو عرش اِس طرح سے کانپتا ہے جس طرح ماں بچہ کے رونے پر کانپتی ہے۔ حنین اور انین۔ رونے کی آواز۔ دستِ شاں۔ ماں محبت میں روتے ہوئے بچہ کو گود میں لے لیتی ہے اسی طرح عرش رونے والے گنہگار کو اوپر اُٹھا لیتا ہے اور تسلی دیتا ہے۔ کائے۔ یہ کہتا ہے کہ تجھ پر ربِّ غفور نے رحم کر دیا تو اُس کی مہربانی کے باغیچہ میں پہنچ گیا ہے۔ از ہوا۔ یعنی اب رزق بغیر محنت کے ملے گا۔

۳؎ چونکہ۔ جب حضرتِ حق اپنے محبوب کیلئے وسائط کو پسند نہیں کرتا تو بغیر اسباب کے رزق پہنچاتا ہے اور وہ محبوب بھی متنبہ یعنی اسباب کو ترک کر کے دریا کی جانب متوجہ ہو جاتا ہے۔ قصۂ شہزادوں کا قصہ بیان کرنا چاہیئے کہ مضمونِ توحق تعالےٰ اور دنیا کا دارالغرور ہونا پورا بیان کرنا ممکن نہیں ہے۔ وداع۔ رخصت کرنا۔

وصیت راکہ بقلعہ ہوش رُبا نروید
ہوش اُڑانے والے قلعہ میں نہ جانا

١ عزمِ رہ کردند آں ہر سہ پسر — سُوی املاکِ پدر رسمِ سفر
تینوں لڑکوں نے راستہ کا پختہ ارادہ کرلیا — سفر کے طریقہ پر، باپ کے ممالک کی جانب

در طوافِ شہرہا و قلعہاش — از پئے تدبیرِ دیوان و معاش
اُس کے شہروں اور قلعوں کے دورے میں — دفتر اور آمدنی کی تدبیر کے لئے

خواستند از شہ اجازت گاہِ عزم — داد اجازت شاں چو نیّت دید جزم
ارادہ (سفر) کے وقت اُنھوں نے بادشاہ سے اجازت چاہی — چونکہ اُس نے نیت پختہ دیکھی اُنکو اجازت دیدی

دست بوسِ شاہ کردند و وداع — پس بدیشاں گفت آں شاہِ مُطاع
اُنھوں نے شاہ کی دست بوسی کی اور رخصت کیا — پھر حاکم شاہ نے اُن سے کہا

ہر کجا تاں دل کشد عازم شوید — فی امان اللہ دست افشاں روید
جہاں تمھیں دل لے جائے ارادہ کرلو — اللہ کی حفاظت میں خوش ہوتے ہوئے روانہ ہوجاؤ

٢ غیرِ آں یک قلعہ نامش ہُش رُبا — تنگ آرد بر کلہ داراں قبا
سوائے اُس ایک قلعہ کے جس کا نام ہوش رُبا ہے — وہ تاجداروں پر قبا تنگ کردیتا ہے

اللہ اللہ زاں دژِ ذات الصُّوَر — دور باشید و بترسید از خطر
خدا کے لئے اُس تصویروں والے قلعہ سے — دور رہنا اور خطرے سے ڈرنا

رُوی و پشت و بُرجہاش و سقف و پست — جملہ تمثال و نگار و صورت است
اُسکے رو اور پُشت اور برجیاں اور چھت اور فرش — سب تصویر اور نقش اور صورت ہیں

ہمچو آں حجرہ زلیخا پُر صُوَر — تا کند یوسفؑ بنا کامش نظر
زلیخا کے تصویروں سے بھرے حُجرے کی طرح — تاکہ (حضرت) یوسفؑ بغیر قصد کے اُن پر نظر کریں

٣ چونکہ یوسفؑ سُوی اُو می ننگرید — خانہ را پُر نقشِ خود کرد آں مکید
چونکہ (حضرت) یوسفؑ اُسکی جانب نہ دیکھتے تھے — اُس مکار نے گھر کو اپنی تصویروں سے بھر دیا

تا بہر سُو کاں نگرد آں خوش عذار — رُوی اُو را بیند اُو بے اختیار
تاکہ وہ خوبصورت رُخ والا جس طرف بھی دیکھے — بے اختیار اُس کا چہرہ دیکھے

بہرِ دیدہ روشناں یزدانِ فرد — شش جہت را مظہرِ آیات کرد
روشن آنکھ والوں کے لئے، یکتا خدا نے — چھ جانبوں کو دلائل کا مظہر بنایا ہے

---

١ عزم۔ تینوں شہزادوں نے ملکی انتظام کے لئے سفر کا ارادہ کرلیا۔ دیوان۔ دفتر۔ معاش۔ گذارہ کا ذریعہ، آمدنی۔ عزم۔ پختہ ارادہ۔ مُطاع۔ جس کی اطاعت کی جائے یعنی سردار اور حاکم۔ دست افشاں۔ یعنی خوشی۔

٢ غیر آں۔ بس ہوش رُبا قلعہ میں نہ جانا۔ اللہ اللہ خدا سے ڈرو۔ دژ۔ قلعہ۔ ذات الصُّوَر۔ تصویروں والا۔ تنگ۔ بہت سے بادشاہ اُس تصویر کو دیکھ کر جس کی وہ تصویر ہے اُس پر عاشق ہوکر پریشان ہوگئے ہیں۔ جزو می۔ اِس قلعہ میں ہر جگہ پر تصویریں ہیں۔ ہمچو۔ زلیخا نے حضرت یوسفؑ کو پھانسنے کے لئے اپنی تصاویر محل میں جگہ جگہ لگادی تھیں تاکہ اُن کو دیکھ کر حضرت یوسفؑ زلیخا پر عاشق ہوجائیں وہ زلیخا کو نگاہ اُٹھا کر نہ دیکھتے تھے۔

٣ چونکہ۔ حضرت یوسفؑ عفت کی وجہ سے زلیخا پر نظر نہ ڈالتے تھے۔ عذار۔ رُخسار۔ روشناں۔ عارفین۔ شش۔

برگِ درختانِ سبز در نظرِ ہوشیار
ہر ورقی دفتریست معرفتِ کردگار

تا بہر حیوان و نامی کانگرند — از ریاضِ حُسنِ رَبّانی چَرند
تاکہ وہ جس حیوان اور بڑھنے والے کو دیکھیں — غذائے حُسن کے باغوں سے غذا پائیں

بہرِ ایں فرمود با آں اِسپہ اُو — حَیۡثُ وَلَّیۡتُمۡ فَثَمَّ وَجۡهُهٗ
اسی لئے اُس گروہ سے اُس نے فرمایا — تم جس طرف بھی رُخ کرو اُس کا چہرہ ہے

از قدح گر در عطش آبے خورند — در درونِ آب حق را ناظر اند
وہ اگر پیاس میں پیالے سے پانی پیتے ہیں — پانی کے اندر خدا کو دیکھنے والے ہیں

آنکہ عاشق نیست اُو در آب دَر — صورتِ خود بیند اے صاحب نظر
جو عاشق نہیں ہے، وہ پانی میں — اے صاحب نظر! اپنی صورت دیکھتا ہے

صورتِ عاشق چو فانی شُد دَرُو — پس دَر آب اکنوں کرا بیند بگُو
عاشق کی صورت جب اُس میں فانی ہوگئی — تو بتا اب وہ پانی میں کس کو دیکھتا ہے؟

حُسنِ حق بینند اندر رُوئے حُور[2] — ہمچو مَہ دَر آب از صُنعِ غیُور
وہ حور کے چہرے میں اللہ (تعالیٰ) کا حُسن دیکھتے ہیں — غیور کی کارسازی کی وجہ سے جس طرح چاند پانی میں

غیرتش بَر عاشقے و صادقیست — غیرتش بر دیو و بر استور نیست
اُس کی غیرت، عاشق اور صادق پر ہے — اُس کی غیرت شیطان اور چوپائے پر نہیں ہے

دیو[3] اگر عاشق شود ہم گوئے بُرد — جبرئیلے گشت و آں دیوے بمُرد
شیطان اگر عاشق ہوگیا اُس نے بھی بازی جیت لی — وہ جبرئیل بن گیا اور وہ شیطان مرگیا

اَسۡلَمَ الشَّیۡطَانُ درینجا شُد پدید — کہ یزیدے شُد ز فضلش بایزید
شیطان مسلمان ہوگیا، اِس جگہ ظاہر ہوا — کہ یزید، اُس کی مہربانی سے بایزیدؒ ہوگیا

ایں سخن پایاں ندارد اے گروہ — ہیں نگہدارید ازاں قلعہ وجوہ
اِس بات کا خاتمہ نہیں ہے، اے گروہ! — خبردار! اُس قلعہ سے چہروں کو محفوظ رکھنا

ہیں مبادا کہ ہوس تاں رہ زند — کہ فتید اندر شقاوت تا اَبد
خبردار! ایسا نہ ہو کہ ہوس تمہیں بھٹکا دے — کہ تم ہمیشہ کے لئے بدبختی میں جا گرو

---

[1] تا بہر حیوان۔ جب عارفین کائنات میں کمالِ قدرت کا مشاہدہ کرتے ہیں تو اُن کی معرفت میں اضافہ ہوتا ہے۔ اِسپہ۔ گروہ، یعنی عارفوں کی جماعت سے کہا ہے کہ جس طرف تم رخ کروگے تمہیں ہمارا جلوہ نظر آئیگا۔ از قدح۔ عارف پانی کے کٹورے میں حق تعالیٰ کو دیکھتا ہے۔ (شعر)

ما در پیالہ عکس رخ یار دیدہ ایم
اے بے خبر ز لذت شرب مدام ما

آنکہ۔ غیرِ عارف پانی کے کٹورے میں اپنی صورت دیکھتا ہے لیکن عارف جبکہ اپنی ذات کو حق تعالیٰ میں فنا کرچکا ہے تو جو کچھ کٹورے میں نظر آرہا ہو وہ اُس کے چہرے کا عکس نہیں ہے بلکہ حق تعالیٰ کا عکس ہے۔

[2] رُوئے حُور۔ حسین حور کا دیدار بھی اُن کا مقصود نہیں بلکہ اُس میں بھی حُسنِ حق کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ ہمچو مَہ۔ جیسا کہ چاند کا عاشق پانی کی طرف نظر کرتا ہے تو اُس کا مقصد چاند کا عکس دیکھنا ہے جو پانی میں ہے۔ از صُنعِ غیور۔ عارف چونکہ محبوبِ حق ہے اسلئے اللہ تعالیٰ کی غیرت کا تقاضہ ہے کہ وہ غیر پر نظر نہ کرے۔ غیرتش۔ شیطان اور جانور بھی پانی میں خود اپنا چہرہ دیکھتے ہیں وہاں غیرتِ حق آڑے نہیں آتی کہ وہ اپنے چہرے کی بجائے خدا کا چہرہ دیکھیں —

[3] دیو۔ شیطان صفت اگر توبہ کرکے عاشقِ خدا بنجاتا ہے تو اسکے ساتھ بھی یہی معاملہ ہوتا ہے۔ اَسۡلَمَ۔ آنحضورؐ کا شیطان کے بارے میں ارشاد ہے "وَلٰکِنَّ اللہَ اَعَانَنِیۡ فَاَسۡلَمَ" یعنی اللہ نے میری مدد کی تو وہ مسلمان ہوگیا۔ مولانا فرماتے ہیں اِس کے یہی معنی ہیں کہ اگر شیطان توبہ کرلے تو عارف بن جاتا ہے اور یزید جیسا ظالم بایزیدؒ بسطامیؒ بن جاتا ہے۔ ایں سخن یعنی عارفین کے احوال۔ ہیں۔ بادشاہ نے شہزادوں سے کہا کہ ہوس تمہیں ہوش رُبا قلعہ کی طرف کھینچ کر نہ لے جائے ورنہ ابدی بدبختی میں مبتلا ہوجاؤ گے۔

از خطر پرہیز آمد مفترض — بشنوید از مَن حدیثِ بے غرض[1]
خطرے سے بچنا فرض ہے — مجھ سے بے غرض بات سُن لو

در فرج جوئی خرد سر تیز بہ — از کمین گاہِ بلا پرہیز بہ
کشادگی کی طلب میں سَر کی عقل کا تیز ہونا بہتر ہے — مصیبت کی کمین گاہ سے پرہیز بہتر ہے

گر نمی گفت ایں سخن را آں پدر — ور نمی فرمود ازاں قلعہ حذر
اگر وہ باپ یہ بات نہ کہتا — اور اگر اُس قلعہ سے بچنے کا حکم نہ دیتا

خود بداں قلعہ نمی شد خیلِ شاں — خود نمی اُفتاد آں سُو میلِ شاں
اُس قلعہ کی جانب اُن کی جماعت خود نہ جاتی — خود ہی اُس طرف اُن کا میلان نہ ہوتا

کاں نہ بُد معروف و بس مہجور بُود — از قلاع و از مناہج دُور بُود
کیونکہ وہ مشہور نہ تھا اور بہت غیر آباد تھا — قلعوں اور راستوں سے دُور تھا

چوں بکرد آں منع دلِ شاں زاں مقال — در ہوس افتاد و در کوئے خیال
چونکہ اُس نے منع کیا، اُن کا دل اُس گفتگو سے — ہوس اور خیال کے کوچہ میں پڑ گیا

رغبتے زیں منع در دلِ شاں بر رُست — کہ بباید سرِ آں را باز جُست
اِس ممانعت سے اُن کے دل میں رغبت پیدا ہو گئی — کہ اُس کے راز کی کھوج لگانی چاہیئے

کیست[2] کز ممنوع گردد ممتنع — چونکہ الْاِنسانُ حَرِیصٌ مَا مُنِع
کون ہے؟ جو روکی ہوئی چیز سے رُک جائے — جبکہ انسان ممنوع چیز پر حریص ہے

نہی بر اہلِ تُقیٰ تبغیض شُد — نہی بر اہلِ ہوا تحریض شُد
متقیوں پر ممانعت مبغوض بنانا ہوئی — خواہشِ نفسانی والوں پر ممانعت، ترغیب بنی

پس ازیں یُضِلُّ بِہٖ قَوماً کَثِیر — ہم ازیں یَہدِی بِہٖ قَلباً خَبِیر
پس اسی لئے ہے، اُسکے ذریعہ بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیتا ہے — نیز اِسی لئے ہے باخبر دل کو اُسکے ذریعہ ہدایت دیتا ہے

کے[3] رمد از نے حمامِ آشنا — بل رمد زاں نے حماماتِ ہوا
ہلا ہوا کبوتر، بانس سے کب اُڑتا ہے — بلکہ اُس بانس سے ہوائی کبوتر بھڑکتے ہیں

پس بگفتندش کہ خدمتہا کنیم — بر سَمِعنَا وَ اَطَعنَا ہا تنیم
پھر اُنھوں نے کہا ہم خدمتیں کریں گے — ہم نے سنا اور ہم نے مانا پر عمل کریں گے

رُو نگردانیم از فرمانِ تو — کفر باشد غفلت از احسانِ تو
آپ کے حکم سے رُو گردانی نہ کریں گے — آپ کے احسان سے غفلت کفر ہے

---

[1] بے غرض۔ بے غرض بات مخلصانہ ہوتی ہے۔ در فرج۔ جس طرح خوشی کی جستجو ضروری ہے مصیبت سے پرہیز کرنا بھی ضروری ہے۔ گر نمی گفت۔ اگر بادشاہ اُن کو نصیحت نہ کرتا اور قلعہ میں جانے سے نہ روکتا تو اُن کا اِس قلعہ کی جانب میلان نہ ہوتا اور وہ وہاں نہ جاتے۔ کاں چونکہ وہ قلعہ کوئی مشہور قلعہ نہ تھا تو اُن کو وہاں جانے کا خیال بھی نہ آتا۔ چوں بکرد۔ چونکہ شاہ نے منع کیا اِسلئے اُن کو اُس قلعہ میں جاکر راز معلوم کرنے کی خواہش پیدا ہو گئی۔

[2] کیست۔ ایسے لوگ کم ہیں جو ممنوع چیز سے رُکیں کیونکہ انسان ممنوع چیز کا اور حریص ہو جاتا ہے۔ نہی۔ جو متقی ہیں اور وہ کم ہیں اُنکے لئے ممانعت اُس چیز سے بغض کا سبب بن جاتی ہے اور جو خواہش کے بندے ہیں اور وہ بہت ہیں اُن کیلئے ممانعت اور آمادگی کا سبب بنجاتی ہے۔ پس ازیں۔ اسی لئے قرآن کی صفت یہ ہے کہ بہت سے اُس سے گمراہ ہو جاتے ہیں لیکن جن کے قلب بیدار اور باخبر ہیں وہ ہدایت حاصل کر لیتے ہیں۔

[3] کے رمد۔ بانس کی چھڑ ہلانے سے پالتو کبوتر گھر واپس آجاتے ہیں جنگلی کبوتر بھاگ جاتے ہیں، ایک ہی چیز کی دو خاصیتیں ہیں۔ رُو نگردانیم۔ شہزادوں نے شاہ سے کہا ہم آپ کا کہنا مانیں گے آپ محسن ہیں اور محسن سے غفلت کفر ہے۔

لیک[۱] استثنا و تسبیحِ خدا
لیکن انشاء اللہ کہنا اور خدا کی تسبیح

زاعتمادِ خود بُد از ایشاں جُدا
اپنے اوپر بھروسہ کرنے کی وجہ سے اُن سے جدا تھی

ذکرِ استثنا و حزمِ مُلتوی
انشاء اللہ کہنے اور لپٹی ہوئی احتیاط کا ذکر

گفتہ شُد در ابتدای مثنوی
مثنوی کے شروع میں کیا گیا ہے

صد کتاب ار ہست جُز یک باب نیست
اگر سو کتابیں بھی ہیں تو ایک باب کے سوا کچھ نہیں

صد جہت را قصدِ جُز محراب نیست
سو جانبوں کا مقصد محراب کے سوائے کچھ نہیں

ایں طُرق را مُخلصش یک خانہ است
[۲] ان راستوں کا مُنتہا ایک گھر ہے

ایں ہزاراں سُنبل از یک دانہ است
یہ ہزاروں بالیں، ایک دانہ کی ہیں

گونہ گونہ خوردنیہا صد ہزار
قسم قسم کی لاکھوں کھانے کی چیزیں

جُملہ یک چیز ست اندر اعتبار
غور کرنے سے سب ایک چیز ہیں

از یکے چوں سیر گشتی تو تمام
جب تو ایک سے پورا سیر ہو جائے

سرد شُد اندر دلت پنجہ طعام
تو تیرے دل میں پچاس کھانے بے وقعت ہو گئے

در مجاعت بس تو احول بُودۂ
تو بھوک میں بھینگا ہو رہا تھا

کہ یکے را صد ہزاراں دیدۂ
کہ تو ایک کو، لاکھوں سمجھ رہا تھا

گفتہ بُودیم از سقامِ آں کنیز
ہم نے اُس لونڈی کی بیماری کی بات کہی تھی

وز طبیبان و قصورِ فہم نیز
اور طبیبوں اور سمجھ کی کمی کی بھی

کاں[۳] طبیباں ہمچو اسپِ بے فسار
کہ وہ طبیب بے رسّی کے گھوڑے کی طرح

غافل و بے بہرہ بُودند از سوار
سوار سے غافل اور بے بہرہ تھے

کامِ شاں پُر زخم از قرعِ لگام
اُن کا تالو، لگام کے جھٹکوں سے زخمی ہے

سُمِ شاں مجروح از تحویلِ گام
اُن کے سُم، قدم پھرنے سے زخمی ہیں

ناشُدہ واقف کہ نک بر پُشتِ ما
وہ واقف نہ ہوئے کہ اب ہماری کمر پر

رائضِ چُست ست اُستادی نما
اُستادی دکھانے والا، چُست سدھانے والا ہے

نیست سرگردانیِ ما زیں لگام
اِس لگام سے ہمارے سر کا چکراؤ نہیں ہے

جُز ز تصریفِ سوارِ دوستکام
سوائے کامیاب سوار کے تصرّف کی وجہ کے

غافل تھے جیسا کہ بے سوار کا گھوڑا سوار سے غافل ہوتا ہے۔ کامِ شاں۔ حالانکہ خدا کے تصرّفات اُن پر جاری تھے۔ ناشُدہ۔ یہ اِس سے غافل تھے کہ اُن پر سدھانے والا سوار ہے۔ نیست۔ اپنے حالات سے اُن کو سمجھنا چاہیئے تھا کہ کوئی مُتصرّف ذات اُن پر مسلّط ہے۔

۱ لیک۔ اُن شہزادوں نے اطاعت کا وعدہ تو کیا اور انشاء اللہ نہ یاد کر کے انشاء اللہ کہا، اپنے اوپر بھروسہ کیا۔ ذکر۔ انشاء اللہ اور احتیاط کی باتیں ہم پہلے دفتر میں بیان کر چکے ہیں۔ ملتوی۔ یعنی استثناء کے ذکر کے ضمن میں۔ صد کتاب۔ پہلا دفتر اور یہ دفتر کوئی دو چیزیں نہیں ہیں وہاں کی تفصیل یہاں کافی ہے۔ صد جہت۔ دنیا کے ہر گوشہ سے لوگ ایک خانۂ کعبہ کی طرف رُخ کرتے ہیں تو وہ سب مُتحد ہیں۔ ایں طُرق۔ جب سب راستے ایک مکان تک پہنچتے ہوں تو باوجود تعدد کے اُن میں بھی اتحاد ہے۔ ایں ہزاراں۔ جو بالیں ایک دانہ سے پیدا ہوئی ہیں وہ بھی مُتحد ہیں۔

۲ گونہ گونہ۔ کھانے کی لاکھوں چیزوں میں اتحاد ہے۔ از یکے۔ اسی اتحاد کا نتیجہ ہے کہ ایک چیز سے پیٹ بھر جائے تو بقیہ کھانوں سے بے نیازی ہو جاتی ہے۔ در مجاعت۔ بھوک میں انسان غلطی سے اُنکو جدا جدا سمجھتا ہے۔ گفتہ بودیم۔ جب انشاء اللہ نہ کہنے اور اسباب پر اعتماد کرنے کی بات کہی تھی تو لڑکی کا قصہ اور طبیبوں کی بیوقوفی یعنی اسباب پر بھروسہ کرنے کی بات کہی تھی۔

۳ کاں طبیباں۔ وہ طبیب متصرّفِ حقیقی سے ایسے ہی

ماپئے گل سوئ بستانہا شدہ	**گل نمودہ آں و آں خارے بدہ**
ہم پھول کے لئے باغوں کی جانب گئے	وہ پھول نظر آیا اور وہ کانٹا تھا
ہیچ شاں ایں نے کہ گویند از خرد	**بر گلوئ ما کہ می کوبد لگد**
اُن کو یہ توفیق نہ ہوئی کہ عقل سے کہتے	ہمارے گلے پر کون لاتیں مار رہا ہے
آں طبیباں آنچناں بندہ سبب	**گشتہ اند از مکر یزداں محتجب**
وہ طبیب سبب کے غلام، اِس طرح	اللہ (تعالیٰ) کی تدبیر سے پردے میں ہوگئے
گر بہ بندی در صطبلے گاؤ نر	**باز یابی در مقام گاؤ خر**
اگر تو اصطبل میں بیل باندھ دے	پھر تو بیل کی جگہ، گدھا پائے
از خری باشد تغافل خفتہ وار	**کہ نجوئی تا کیست ایں خفیہ کار**
سوئے ہوئے کی طرح کا تغافل گدھے پن ہوگا	کہ تو تلاش نہ کرے کہ یہ چھپی کارگری کرنیوالا کون ہے؟
خود نگفتہ کایں مبدل تا کیست	**نیست پیدا او مگر افلاکیست**
خود نہیں کہتا کہ یہ تبدیلی کرنیوالا کون ہے؟	وہ ظاہر نہیں ہے، شاید وہ آسمانی ہے
تیر سوئ راست پرانیدہ	**سوئ چپ رفتہ است تیرت دیدہ**
تونے داہنی جانب تیر چلایا	تونے دیکھا تیرا تیر بائیں جانب گیا
سوئ آہوئ بصیدی تاختی	**خویش را تو صید خوکے ساختی**
تو شکار میں، ایک ہرن کی طرف دوڑا	تونے اپنے آپ کو سور کا شکار بنایا
در پئے سودے دویدہ بہر کبس	**نارسیدہ سود و افتادہ بحبس**
کوئی لوٹنے کیلئے نفع کی طرف دوڑا	نفع نہ ہوا اور قید میں پھنس گیا
چاہہا کندہ برائے دیگراں	**خویش را دیدہ فتادہ اندراں**
دوسروں کے لئے کنوئیں کھودے تھے	اُن میں اپنے آپ کو گرا ہوا دیکھا
در سبب چوں بیمرادت کرد رب	**پس چرا بدظن نگردی در سبب**
جب تجھے خدا نے سبب میں ناکام کردیا	تو سبب سے تو بدگمان کیوں نہ ہوا؟
بس کسے از مکسبے خاقاں شدہ	**دیگرے زاں مکسبہ عریاں شدہ**
بہت سے آدمی ایک کمائی سے شاہ بنے	دوسرا اِس کمائی سے ننگا ہوگیا
بس کس از عقد زناں قاروں شدہ	**بس کس از عقد زناں مدیوں شدہ**
بہت سے عورتوں کے نکاح سے قارون ہوگئے	بہت سے عورتوں کے نکاح سے قرضدار ہوگئے

۱ ماپئے۔ یہ لوگ اسباب اختیار کرتے ہیں اور پھر مقصد حاصل نہیں ہوتا نتیجہ۔ اُن کو سوچنا چاہیئے کہ اسباب کے خلاف کونسی ذات متصرف ہے۔ آں طبیباں۔ یہ بھی خدا کا تصرف ہے کہ یہ طبیب محض اسباب کے بندے بن گئے ہیں۔ گر بہ بندی۔ واقعات کی ترتیب کے بعد جب خلاف واقعہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے تو اُن کو غور کرنا چاہیئے کہ ایسا کیوں ہوا ہے۔ ۲ از خری۔ اِن حالات میں بھی اگر کوئی نہ سوچے تو پھر وہ خود گدھا ہے۔ خود نگفتہ۔ اِن حالات میں اسکو ایک مخفی متصرف کا قائل ہو جانا چاہیئے۔ تیر۔ انسان اپنے ارادہ سے تیر دائیں جانب چلاتا ہے اور وہ بائیں جانب جاتا ہے۔ آخر ایسا کیوں ہوتا ہے۔ سوئ آہو۔ ارادہ ہرن کے شکار کا کرتا ہے اور خود سور کا شکار بنجاتا ہے، یہ کیوں ہے؟ ۳ در پئے۔ انسان نفع کی کوشش کرتا ہے اور بجائے نفع کے نقصان حاصل ہوتا ہے یہ کیوں ہے۔ چاہہا۔ انسان دوسرے کیلئے کنوئیں کھودتا ہے اور خود اُس میں گرجاتا ہے۔ در سبب۔ انسان ایک مقصد کے اسباب اختیار کرتا ہے اور پھر اُسکو مقصود حاصل نہیں ہوتا ہے تو اسباب سے بدظن کیوں نہیں ہوتا۔ بس۔ ایک ہی سبب ہے جو ایک کیلئے مفید اور دوسرے کیلئے مُضر ہوتا ہے۔ عقدِ زناں۔ خاوند کسی کو مالدار اور کسی کو نادار بنا دیتا ہے کیونکہ وہ عورت کا سبب ہے اور دوسرے کیلئے دوسری طرح کا سبب ہوتا ہے۔

پس[۵۱] سبب گرداں چو دُمِ خر بُود — تکیہ بر وے کم کُنی بہتر بُود

توسبب گدھے کی دُم کی طرح گھومتا ہے — تو اُس پر بھروسہ نہ کرے تو بہتر ہے

۲۳ در سبب گیری نگردی ہم دلیر — کہ بس آفتہاست پنہانش بزیر

سبب اختیار کرنے میں بھی بہادر نہ بن — کیونکہ اُس کے نیچے بہت سی آفتیں پوشیدہ ہیں

سِرِّ استثناست ایں حزم و حذر — زانکہ خر را بُز نماید ایں قدر

استثناء کا راز یہی احتیاط اور بچاؤ ہے — اِس لئے کہ یہ تقدیر گدھے کو بکری دکھا دیتی ہے

آنکہ چشمش بست گرچہ گربز ست — زاحولی اندر دو چشمش خر بُز ست

جس کی آنکھیں بند کر دیں اگرچہ سیانا ہو — بھینگے پن سے اُس کی دو آنکھوں میں گدھا بکری ہے

چوں[۵۲] مقلّبِ حق بُود ابصار را — اُو بگرداند دل و افکار را

جب اللہ (تعالیٰ) بینائیوں کو پلٹنے والا ہے — وہ دل اور خیالات کو پلٹ دیتا ہے

چاہ را تو خانۂ بینی لطیف — دام را تو دانۂ بینی طریف

تو کنوئیں کو ایک عمدہ گھر دیکھتا ہے — تو جال کو تازہ دانہ دیکھتا ہے

مشرکاں را در دو چشمِ اہلِ بدر — کم نمودہ تا ندارند ہیچ قدر

بدر والوں کی دونوں آنکھوں میں مشرکوں کو — کم دکھایا تاکہ وہ وقعت نہ کریں

ایں تسفسط نیست تقلیبِ خداست — می نماید کہ حقیقتہا کجاست

یہ سوفسطائیت نہیں ہے، خدا کا تصرف ہے — وہ دکھاتا ہے کہ حقائق کہاں ہیں؟

آنکہ[۵۳] انکارِ حقائق می کُند — جُملگی اُو بر خیالے می تند

جو شخص حقیقتوں کا اِنکار کرتا ہے — وہ بالکلیہ خیال کے چکر کاٹتا ہے

اُو نمی گوید کہ حُسبانِ خیال — ہم خیالے باشدت چشمے بمال

وہ یہ نہیں کہتا کہ خیال سمجھنا — بھی تیرا خیال ہوگا، آنکھیں مل

رفتنِ پسرانِ سلطان سُوئے قلعہ بحکم آنکہ الانسانُ

بادشاہ کے لڑکوں کا قلعہ کی جانب جانا، اِس لئے کہ انسان جس چیز سے روکا

حریصٌ علیٰ ما مُنِعَ

جائے اُس کا لالچی ہو جاتا ہے

۵۱ پس۔ تو معلوم ہوا کہ ایک ہی سبب کے مختلف نتیجے اور تاثرات ہیں لہٰذا اسباب پر بھروسہ مناسب نہیں ہے۔ در سبب۔ سبب کو اختیار بھی کرے تو اُس کو مستقل مؤثر نہ سمجھ اور غیر ضروری اسباب اختیار نہ کر اس لئے کہ وہی سبب جس کو تو راحت کا سبب سمجھتا ہے مصیبت بھی لا سکتا ہے وہ گدھے کی دُم کی طرح گھومتا ہے۔ سِرِّ استثنا۔ انشاء اللہ کہنے کا راز یہی ہے کہ اِس سبب کی تاثیر کو انشاءؔ کے حوالہ کر دینا ہے۔ زانکہ۔ اسلئے کہ اگر مشیتِ خداوندی نہ ہو تو پھر انسان گدھے کو بکری سمجھنے لگتا ہے۔ گربز۔ حیلہ گر، مکار۔

۵۲ چوں مقلّب۔ جبکہ اللہ تعالیٰ حواسِ ظاہری کو بدل سکتا ہے تو فکر کی تبدیلی تو بہت آسان ہے اُس میں از خود بھی غلطی کا زیادہ امکان ہے۔ چاہ۔ اللہ تعالیٰ انسان کی نگاہ میں تبدیلی کرتا ہے وہ کنوئیں کو عمدہ گھر اور جال کا دانہ دیکھتا ہے۔ مشرکاں۔ چنانچہ صحابہ کی نگاہ میں جنگِ بدر کے اندر مخالفوں کی مقدار کم کر کے دکھا دی تاکہ وہ صحابہ کی نگاہ میں بے قدر ہو جائیں اور بہادری سے لڑیں۔ ایں تسفسط۔ سوفسطائی فرقہ تو حقیقت کا ہی انکار کرتا ہے اور ہر چیز کو محض خیالی سمجھتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی تبدیلی حقیقت کا انکار نہیں بلکہ بتاتا ہے کہ حقائق تو موجود ہیں اور وہ خدا کے قبضۂ قدرت میں ہیں ——

۵۳ آنکہ۔ سوفسطائی حقیقت کا انکار کرتا ہے اور ہر چیز کو خیال محض قرار دیتا ہے اگر وہ صحیح معنی میں اِس کا قائل ہو تو اِس اپنے عقیدہ اور خیال کو بھی خیالِ محض اور غیر حقیقی سمجھنا چاہئے۔ چشمے بمال۔ یہ اُسکی آنکھ کی غلطی ہے وہ آنکھ کو ملے اور دیکھے تو حقیقت نظر آجائیگی۔

ما بندگیِ خویش نمودیم ولیکن — خوئے بدِ تو بندہ ندانست خریدن
ہم نے اپنی غلامی دکھائی لیکن — تیری بدعادت، غلام کو خریدنا نہ جانی

آں ہمہ وصیتہائے پدر زیرِ پا نہادند تا در چاہِ بلا افتادند
اُن سب نے باپ کی نصیحت کو پامال کر دیا یہاں تک کہ مصیبت کے گڑھے میں

و می گفت ایشاں را نفوسِ لوامہ اَلَمْ یَاْتِکُمْ نَذِیْرٌ و
گر گئے اور اُن سے لوامہ نفوس کہہ رہے تھے کیا تمہارے پاس ڈرانے والا نہ آیا تھا اور

ایشاں گریاں و پشیماں می گفتند لَوْ کُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ
وہ روتے ہوئے اور شرمندہ، کہہ رہے تھے، اگر ہم سنتے یا سمجھتے تو

مَا کُنَّا فِیْۤ اَصْحٰبِ السَّعِیْرِ
ہم دوزخیوں میں سے نہ ہوتے"

این[1] سخن پایاں ندارد آں فریق — بر گرفتند از پئے آں دژ طریق
یہ بات خاتمہ نہیں رکھتی ہے، اُس فریق نے — اُس قلعہ کے لئے راہ اختیار کی

بر درختِ گندمِ منہی زدند — از طویلہ مخلصاں بیروں شدند
ممنوع گیہوں کے درخت کے پاس جا پہنچے — مخلصوں کی احاطہ سے باہر نکل گئے

چوں شدند از منع و نہیش گرم تر — سوئے آں قلعہ بر آوردند سر
چونکہ اُس کے منع کرنے اور ممانعت سے بہت گرم ہو گئے تھے — اُس قلعہ کی جانب سر اُبھارا

بر ستیزِ قولِ شاہِ مجتبیٰ — تا بقلعہ صبر سوزِ ہُش رُبا
برگزیدہ شاہ کے قول کے برخلاف — صبر کو پھونکنے والے ہوش کو اُڑانے والے قلعہ کی جانب

آمدند از رغمِ عقلِ پند توز — در شبِ[2] تاریک بر گشتہ ز روز
ناصح عقل کے برخلاف پہنچ گئے — دن سے، اندھیری رات کی جانب مُڑ گئے

اندر اں قلعہ خوش ذات الصُّوَر — پنج در در بحر و پنجے سوئے بر
اُس حسین، تصویروں والے قلعہ میں — پانچ دروازے دریا کی جانب اور پانچ خشکی کی جانب تھے

پنج[3] ازاں چوں حسِ ظاہر رنگ و بو — پنج ازاں چوں حسِ باطن راز جو
اُن میں سے پانچ رنگ و بو کے ظاہر حس کی طرح تھے — اُنہیں سے پانچ باطن حس کی طرح راز کو تلاش کرنے والے

زاں ہزاراں صورت و نقش و نگار — می شدند از سو بسو خوش بیقرار
اُن ہزاروں صورتوں اور نقش و نگار کی وجہ سے — اِدھر اُدھر خوش خوش بیقرار آ جا رہے تھے

---

[1] ایں سخن۔ یعنی اللہ کی جانب سے نگاہ اور دل کی تبدیلی کا بیان۔ بر درخت۔ جس طرح حضرت آدم ممنوع گیہوں کے پودے کے پاس پہنچ گئے تھے اسی طرح یہ شہزادے ممنوع قلعہ میں جا پہنچے۔ از طویلہ بادشاہ کے مخلص اور فرمانبرداروں کے مسکن سے جدا ہو گئے۔ از منع مخالفت کی وجہ سے اُن کا شوق اور تیز ہو گیا تھا۔

[2] شب۔ یعنی رنج و غم۔ روز۔ یعنی راحت و آرام۔ اندراں۔ اُس ہوش رُبا تصویروں والے قلعہ کے پانچ در، دریا کی جانب کھلتے تھے تاکہ آنیوالا دریائی سفر سے اُس میں بسہولت داخل ہو سکے اور پانچ دروازے خشکی کی طرف کھلتے تھے تاکہ خشکی کا مسافر آرام سے داخل ہو سکے۔

[3] پنج۔ پانچ در کو انسان کے ظاہری حواس کی طرح سمجھو پانچ در کو باطنی حواس کی طرح انسان انہی حواس کے مدرکات سے بسا اوقات مسلوب العقل ہو جاتا ہے اسی طرح اُن دروازوں سے داخل ہونے والا مسلوب العقل ہو جاتا تھا۔ زاں۔ اُس قلعہ کی اُن ہزاروں تصویروں کو وہ خوشی خوشی دیکھتے پھر رہے تھے اور کسی ایک کو دیکھنے کے لئے اُن میں قرار نہ تھا۔

زیں[۵۱] قدحہای صُوَر کم باش مست — تا نگردی بُت تراش و بُت پرست

صورتوں کے اِن پیالوں سے مست نہ ہو — تاکہ تو بُت تراش اور بُت پرست نہ بنے

از قدحہای صُوَر بگذر مایست — بادہ در جام ست لیک از جام نیست

صورتوں کے پیالوں سے گذر جا، نہ ٹھہر — شراب جام میں ہے، لیکن جام سے نہیں ہے

سُوی بادہ بخش بکشا پہن گوش — تا ازاں سُو بشنوی بانگ و خروش

شراب بخشنے والے کی جانب چوڑے کان کھول — تاکہ اُس جانب سے آواز اور شور سُنے

گوش دار آوازت آید دمبدم — چوں رسد بادہ نیاید جام کم

سُن، تجھے دم بدم آواز آئے گی — جب شراب آئے گی، جام کی کمی نہ ہوگی

آدما[۵۲] معنیِ دلبندم بجُوی — ترکِ قشر و صورتِ گندم بگوی

اے آدم! میرے دل پسند معنیٰ کو تلاش کر — گیہوں کے چھلکے اور صورت کو چھوڑ

چونکہ ریگے آرد شُد بہرِ خلیل — دانکہ معزولست گندم اے نبیل

جبکہ خلیل (اللہ) کے لئے ریت آٹا ہو گیا — اے بزرگ! جان جا کہ گیہوں جداگانہ چیز ہے

صورت از بیصورت آمد در وجود — ہمچناں کز آتشے زاد ست دُود

صورت، بے صورت سے وجود میں آئی ہے — جیسے کہ دھواں آگ سے پیدا ہوا ہے

کمتریں عیبے مصوَّر در خیال — چوں بپاپے بنیش آرد ملال

خیال میں مصوَّر (چیز) کا چھوٹا سا عیب یہ ہے — جب تو اُسکو پے در پے دیکھے گا وہ ملال پیدا کرے گا

حیرتِ محض آردت بے صورتے — زادہ[۵۳] صد گوں آلت از بے آلتے

بے صورت تیرے اندر محض حیرت پیدا کرتا ہے — بے آلہ سے سینکڑوں قسم کے آلے پیدا ہوتے ہیں

بے زدستے دستہا بافد ہمی — جانِ جاں سازد مصوَّر آدمی

وہ بغیر ہاتھ کے ہاتھوں کو مرکب کرتا ہے — رُوح الرُّوح، آدمی کو مصوَّر بناتی ہے

آنچناں کاندر دل از ہجر و وصال — می شود بافیدہ گوناگوں خیال

جس طرح ہجر اور وصال سے دل میں — قسم قسم کے خیال مرکب ہوتے ہیں

---

۵۱ زیں۔ اب مولانا نصیحت فرماتے ہیں کہ تصویروں کے پیالوں سے پی کر مست نہ بن ورنہ تو بھی بُت تراش او بُت پرست کی طرح ہو جائیگا جس کا تعلق محض صورت سے ہے۔
از قدحہای۔ بیشک ان صورتوں کا حُسن بھی شراب کی سی مستی پیدا کر دیتا ہے لیکن وہ حُسن اُن کا ذاتی نہیں ہے بلکہ مستعار حسن ہے تجھے اصل حُسن اور اُنکو حُسن عطا کرنے والے کی طرف متوجہ ہونا چاہیئے۔
سُوی۔ جس ذات نے اِن صورتوں کے جام میں شرابِ حُسن بھری ہے اُس کی طرف توجہ کر پھر تجھے قلبی واردات محسوس ہونگی۔ چوں رسد۔ جب وہ شرابِ عشق حاصل ہو جائیگی پھر تو کسی صورت کا پابند نہ رہے گا کائنات کا ذرہ ذرہ اُس کا مظہر معلوم ہوگا۔
۵۲ آدما۔ حضرت آدمؑ کے واسطہ سے بنی آدمؑ کو خطاب ہے کہ حقیقت کے طالب بنو اور صورت سے قطع نظر کرو۔ چونکہ۔ صورت بے معنیٰ ہے، گیہوں کی صورت نہ تھی حضرت ابراہیمؑ کو ریت سے آٹا حاصل ہوا۔ صورت۔ صورت کی علّت بے صورت ذات ہے لہٰذا توجہ کے قابل علّت ہے دھوئیں کی علّت آگ ہے لہٰذا وہ اصل ہے۔ کمتریں۔ صورت تو ایسی چیز ہے کہ اگر انسان کو مصوّر خیال بار بار آتا ہے تو وہ اُس سے ملول ہو جاتا ہے۔ حیرت۔ جب تو ذات سے صورت کی طرف توجہ کرے گا تو ملال نہیں بلکہ طبیعت میں حیرت پیدا ہوگی جو مزید توجہ اور کھوج کا سبب بنتی ہے ——— ۵۳ زادہ۔ اُس بے آلت و بے صورت ذات سے ہزارہا قسم کے صورت اور آلہ والے پیدا ہوتے ہیں لہٰذا وہ اصل ہے۔ بے زدستے۔ جو ذات ہاتھ سے مُنزّہ ہے اُس نے کروڑوں ہاتھ بنا دیئے روح الرّوح (ذاتِ خداوندی) نے آدمی کو مصوّر پیدا فرمایا تو اصل وہ ہے۔ آنچناں۔ غیر مصوّر، مصوّر میں اس طرح موثر ہے جس طرح ہجر و وصال طرح طرح کے خیالات کا مصوّر ہے اور وہ خود غیر مصوّر ہے۔

ہیچ ماند ایں مؤثر با اثر[1] — ہیچ ماند بانگ و نوحہ با ضرر

یہ مؤثر اثر کے ساتھ کوئی مناسبت رکھتا ہے؟ — آواز اور رونا، رنج سے کوئی مشابہت رکھتا ہے؟

نوحہ را صورت ضرر بیصورت ست — دست خایند از ضررش نیست دست

رونے کی صورت ہے، رنج بے صورت ہے — لوگ اُس رنج سے ہاتھ چباتے ہیں جسکے ہاتھ نہیں ہے

ایں مثل نالائق ست اے مستدل — حیلۂ تفہیم را جہد المقل

اے دلیل بیان کرنیوالے! یہ مثال مناسب نہیں ہے — سمجھانے کی تدبیر کیلئے، ایک نادار کی کوشش ہے

صنع بیصورت نگارد صورتے — تن بروید با حواس و آلتے

بے صورت کی کاریگری صورت بناتی ہے — جسم کو مع حواس اور آلہ کے پیدا کرتی ہے

تا چہ صورت[2] باشد آں بر وفق خود — اندر آرد جسم را در نیک و بد

تاکہ اپنے موافق جو بھی صورت ہو — جسم کو اچھی اور بُری میں لے آئے

صورت نعمت بود شاکر شود — صورت مہلت بود صابر شود

نعمت کی صورت ہو تو شکر گزار بنتا ہے — تاخیر کی صورت ہو تو صابر بن جاتا ہے

صورت رحمے بود شاداں شود — صورت زخمے بود نالاں شود

رحم کی صورت ہو تو وہ خوش ہوتا ہے — رنج کی صورت ہو تو وہ رنجیدہ ہوتا ہے

صورت شہرے بود گیرد سفر — صورت تیرے بود گیرد سپر

کسی شہر کی صورت ہو تو وہ سفر اختیار کرتا ہے — تیر کی صورت ہو تو وہ ڈھال سنبھالتا ہے

صورت خوباں[3] بود عشرت کند — صورت غیبی بود خلوت کند

حسینوں کی صورت ہو تو عیش کرتا ہے — غیبی صورت ہو تو خلوت اختیار کرتا ہے

صورت محتاجی آرد سوئے کسب — صورت بازو وری آرد بہ غصب

ضرورت کی صورت کمائی کی طرف لاتی ہے — قوتِ بازو کی صورت چھینتا پیدا کرتی ہے

ایں ز حد و اندازہا باشد بروں — داعی فعل از خیال گونہ گوں

یہ حد اور اندازوں سے باہر ہے — مختلف خیال سے کام کرانے والا

---

۱ ہیچ۔ مؤثر اور اثر میں مشابہت ضروری نہیں ہے ضرر اور تکلیف رونے اور چلانے کا مؤثر ہے دونوں میں کوئی مشابہت نہیں ہے۔ نوحہ۔ نوحہ اور رونا ایک مُصوّر چیز ہے اور ضرر ایک لفظانی چیز ہے جو مُصوّر نہیں ہے۔ دست۔ انسان رنج سے ہاتھ چباتا ہے اِن دونوں میں کوئی مشابہت نہیں ہے ایں مثل۔ حق تعالےٰ جو کہ مؤثر ہے اور کائنات جو کہ اُس کا اثر ہے اُس کی یہ مثالیں ناقص ہیں محض سمجھانے کیلئے ایک ایسے شخص کی کوشش ہے جو اُس کی صحیح مثال دینے پر قادر نہیں ہے۔ صنع۔ ذات بے صورت یہ صورتیں مع حواس کے پیدا فرما دیتی ہے۔

۲ تا چہ۔ اللہ نے اِن صورتوں کو اس لئے بنایا ہے تاکہ وہ صورت اپنے مناسب حال انسانی جسم سے نیکی اور بدی کرے۔ صورت نعمت۔ اگر وہ نعمت کی صورت ہے تو جسم سے شکر گزاری کراتی ہے اگر وہ صورت مہلت اور دیر کی ہے تو انسانی جسم سے صبر کراتی ہے۔ صورتِ رحمے۔ اگر یہ صورت ہوتی ہے کہ اُس پر کوئی رحم کرے گا تو وہ خوش ہوتا ہے رنج کی صورت ہو تو وہ نالاں ہوتا ہے۔ صورتے خبر۔ کسی خبر کی صورت ہو تو نتیجہ سفر ہوتا ہے اگر تیر کی صورت ہو تو ڈھال سنبھالتا ہے۔

۳ صورتِ خوباں۔ اگر خیال میں حسینوں کی صورت آتی ہے تو اُن سے خوش وقتی کرتا ہے۔ صورتِ غیبی۔ اگر غیبی تجلیات کی صورت خیال میں آتی ہے تو گوشہ نشینی اختیار کرتا ہے۔ صورتِ محتاجی۔ کسی ضرورت اور احتیاج کی صورت آجاتی ہے تو کمائی کرتا ہے۔ صورتِ باذو۔ اپنی طاقت کی صورت خیال میں آتی ہے تو لوگوں کی چیزیں چھینتا ہے۔ ایں۔ یہ بات کہ کس قسم کے خیالات فعل کے داعی بنتے ہیں شمار سے باہر ہے۔

بےَ[1] نہایت کیشہا و پیشہا
لامحدود مذاہب اور پیشے

جملہ ظلّ صورتِ اندیشہا
سب خیالات کی صورت کا سایہ ہیں

بر لبِ بام ایستادہ قوم خوش
(کوئی) قوم اچھی خاصی بالاخانہ پر کھڑی ہے

ہر یکے را بر زمیں بیں سایہ اَش
ہر ایک کا زمین پر سایہ دیکھ لے

صورتِ فکرست بر بامِ مَشید
فکر کی صورت بلند بالاخانہ پر ہے

واں عمل چوں سایہ بر ارکاں پدید
اور وہ عمل سایہ کی طرح اعضاء پر ظاہر ہے

فعل بر ارکان و فکرت مُکتتم
عمل اعضاء پر ہے اور فکر پوشیدہ ہے

لیک در تاثیر و وصلت دو بہم
لیکن تاثیر اور میل میں دونوں اکٹھے ہیں

آں صُوَر در بزم کز جامِ خوشی ست
وہ صورتیں جو مجلس میں خوشی کے جام کی ہیں

فائدہ اُو بیخودی و بیہُشی ست
اُن کا نتیجہ بےخودی اور بیہوشی ہے

صورتِ مَرد و زن و لعب و جماع
مرد اور عورت، اور مذاق اور ہمبستری کی صورت

فائدہ اَش بیہوشی وقتِ وِقاع
جماع کے وقت اُس کا نتیجہ مدہوشی ہے

صورتِ[2] نان و نمک کاں نعمت ست
نان و نمک کی صورت جو نعمت ہے

فائدہ اش آں قُوّتِ بیصورت ست
اُس کا نتیجہ بےصورت طاقت ہے

در مصاف آں صورتِ تیغ و سپر
میدانِ جنگ میں تلوار اور ڈھال کی صورت

فائدہ اَش بیصورتی یعنی ظفر
اُس کا اثر فتحمندی ہے جو بےصورت ہے

مدرسہ و تعلیق و صورتہایِ وے
مدرسہ اور متعلقات اور اُن کی صورتیں

چوں بدانش متصل شد گشت شے
جب علم سے وابستہ ہوگئیں وہ شے بن گئیں (موجود ہوگئیں)

ایں صُوَر چوں بندۂ بیصورت اند
یہ صورتیں بےصورت اور غلام کی طرح ہیں

پس چرا در نفیٔ صاحب نعمت اند
تو انعام دینے والے کے انکار میں کیوں ہیں؟

پس[3] صُوَر ہا بندۂ بیصورت اند
تو صورتیں بےصورت کی غلام ہیں

پیشِ اُو رویند و در نفیٔ اُو فتند
اُسکے سامنے اُگیں اور اُس کے انکار میں مبتلا ہوگئیں

ایں صُوَر دارد ز بیصورت وجود
یہ صورتیں بےصورت سے وجود رکھتی ہیں

چیست پس بر مُوجدِ خویشش جحود
تو اپنے وجود عطا کرنے والے سے انکا انکار کیا ہے؟

خود ازو یابد ظہورِ انکارِ او
اُس کا انکار خود اُسی سے موجود ہوتا ہے

نیست غیرِ عکسِ خود ایں کارِ او
اُس کا یہ کام خود اُسکے عکس کے سوا کچھ نہیں ہے

---

[1] بے نہایت۔ دنیا کے مذہب اور پیشے یہی خیالات کی پیداوار ہیں۔ بر لبِ بام۔ خیالات کے سبب ہونے کی اور افعال کے مسبّب ہونے کی مثال یہ سمجھو کہ کچھ لوگ بالاخانہ پر ہوں اور اُن کا سایہ زمین پر پڑ رہا ہو۔ صورتِ فکر۔ خیال کی صورت دماغ کے بالاخانہ پر ہے اور عمل سایہ کی طرح اعضاء پر ہے۔ فعل۔ عمل کا تعلق اعضاء سے ہے اور خیال دماغ میں پوشیدہ ہے لیکن دونوں باہم جڑے ہوئے ہیں عمل کے ساتھ وہ خیال بھی موجود رہتا ہے۔ آں صُوَر۔ جامِ خوشی سے جو صورتیں پیدا ہوتی ہیں اُن کا اثر اور نتیجہ بیہوشی اور بےخودی ہے۔ صورت۔ مرد اور عورت اور جماع کے تصور سے جماع کے وقت مدہوشی طاری ہوتی ہے۔

[2] صورت۔ غذاؤں کی صورت کا نتیجہ بےصورت قوت ہے۔ در مصاف۔ میدانِ جنگ میں تلوار اور ڈھال کی صورت کی علتِ غائی بےصورت کامیابی ہے۔ مدرسہ۔ مدرسہ اور اُس سے متعلقات کی صورتیں علم و دانش سے متعلق ہوگئیں تو وہ بیصورت علم موجود ہوگیا۔ ایں صُوَر۔ جب یہ صورتیں ایک ذاتِ بیصورت کے تابع ہیں تو یہ صورتیں منعم حقیقی کے منکر کیوں ہیں۔

[3] پس صُوَر ہا۔ یہ بیصورت جبکہ ان صورتوں کا سبب اور علت ہے تو اُس سے پیدا ہوکر انکی منکر کیوں ہیں۔ ایں صُوَر۔ وہ بیصورت اِن صورتوں کا موجد ہے پھر یہ صورتیں اُس کا کیوں انکار کرتی ہیں۔ خود۔ منکر کا انکار خود اُس بیصورت کا اثر ہے تو پھر یہ منکر اسکے وجود کا کیوں منکر ہے۔

صورتِ دیوار و سقفِ ہر مکاں[1] — سایۂ اندیشۂ معمار داں

ہر مکان کی چھت اور دیوار کی صورت — معمار کے فکر کا سایہ سمجھ

گرچہ خود اندر محلِّ افتکار — نیست سنگ و چوب و خشتے آشکار

اگرچہ سوچنے کی جگہ میں — پتھر اور لکڑی اور اینٹ ظاہر نہیں ہیں

فاعلِ مطلق یقیں بے صورتست — صورت اندر دستِ اُو چوں آلتست

فاعلِ مطلق یقیناً بے صورت ہے — صورت اُس کے ہاتھ میں آلہ کی طرح ہے

گہ گہ آں بیصورت از کتمِ عدم — مر صُوَر را رُو نماید از کرم

کبھی کبھی وہ بے صورت پردۂ غیب سے — صورتوں (والوں) کیلئے کرم سے رُونمائی کردیتا ہے

تا مدد گیرد ازو ہر صورتے — از کمال و از جمال و قدرتے

تاکہ ہر صورت اُس سے مدد حاصل کرے — کمال و جمال اور قدرت سے

باز بیصورت چو پنہاں کرد رُو — آمدند از بہرِ کد در رنگ و بُو

پھر جب بے صورت نے رُخ چھپا لیا — وہ لوگ بھیک کے لئے رنگ و بو میں آگئے

صورتے[2] از صورتِ دیگر کمال — گر بجوید باشد آں عینِ ضلال

ایک صورت دوسری صورت سے کمال — اگر ڈھونڈے وہ عین گمراہی ہوگی

جز مگر آں صورتے کاں خیر زاد — بابتِ ارشاد کردش از وِداد

علاوہ اُس صورت کے جو اُس خیر نے پیدا کردی ہے — محبت نے اُس کو رہنمائی کے قابل کردیا

پس چہ عرضہ می کنی اے بے ہنر — احتیاجِ خود بمحتاجِ دگر

تو اے بے ہنر! تو کیا پیش کرتا ہے — اپنی ضرورت دوسرے ضرورتمند کی طرف؟

چوں صُوَر بندست بر یزداں مگو — ظن مبر صورت بہ تشبیہش مجو

جبکہ صورتیں قید ہیں، خدا پر اطلاق نہ کر — صورت کا گمان نہ کر، اُسکو تشبیہ کے ذریعہ تلاش کر

در تضرّع[3] جُو و در افنائے خویش — کز تفکر جز صُوَر ناید بہ پیش

زاری میں تلاش کر اور اپنے آپ کو فنا کرنے میں — کیونکہ سوچنے سے صورتوں کے علاوہ کچھ سامنے نہیں آتا

ور ز غیرِ صورتت نبوَد فرہ — صورتے کاں بے تو زاید در تو بہ

اگر تجھے بغیر صورت کے انبساط نہ ہو — تو جو صورت تیرے اندر بغیر تیرے پیدا ہو وہ بہتر ہے

اور تفکر سے صورتیں ہی خیال میں آتی ہیں اور وہ بے صورت ہے۔ ور۔ اگر مجاہدے سے بھی بغیر صورت کے اُس کا تصور نہیں ہوتا تو پھر تیرے تصور کئے بغیر جو اُس کی صورت سامنے آئے اُس سے سہارا پکڑ لے۔ فرہ۔ بوزن گرہ، انبساط و خوشی۔

[1] صورتِ دیوار۔ مکان کی صورت، معمار کے خیال کا اثر ہے اگرچہ اُس معمار کے ذہن کے اندر مکان کے اجزاء موجود نہیں ہیں۔ فاعلِ مطلق۔ تمام دلائل کا نتیجہ یہ ہے کہ اُن صورتوں کو پیدا کرنے والا بے صورت ہے اور یہ صورتیں اُس کیلئے بمنزلہ آلہ کے ہیں۔ گہ گہ۔ کبھی وہ بے صورت اپنی تجلیات بھی رونما کردیتا ہے۔ تامدد گیرد۔ اُس تجلی سے مقصود کمال اور جمال اور قدرت کا افاضہ ہے۔ باز۔ پھر جب وہ تجلی غائب ہوجاتی ہے تو لوازمِ بشریت اُبھر آتے ہیں۔

[2] صورتے۔ کمال تو بیصورت سے حاصل کیا جاتا ہے ایک صورت دوسری صورت سے کمال کی طالب ہو تو گمراہی ہے۔ جز۔ ہاں اولیاء اللہ جن کو خدا نے رہنمائی کے لئے منتخب فرمایا ہے اُن سے کمال کی طلب کی جاسکتی ہے۔ پس۔ ورنہ صورت خود محتاج ہے اُس پر احتیاج کو پیش کرنا کونسی عقلمندی ہے۔ چوں صُوَر۔ جب صورتیں بے صورت کی غلام ہیں تو اُس بے صورت پر صورت کا گمان نہ کر اور مشبّہ فرقہ کی طرح تشبیہوں کے ذریعہ اُس کی تلاش نہ کر۔

[3] در تضرع۔ اُس بیصورت کو صورتوں سے تلاش نہیں کیا جاسکتا بلکہ فنا اور تضرع و زاری کے ذریعہ تلاش کیا جاسکتا ہے اسلئے کہ سوچنے

صورتِ[1] شہرے کہ آنجا میروی — ذوقِ بیصورت کشیدت اے روی

اس شہر کی صورت تو جہاں جاتا ہے — اے سیراب! تجھے بیصورت ذوق نے کھینچا ہے

پس بمعنی میروی تا لامکاں — کہ خوشی غیرِ زمانست و مکاں

تو باطن میں تو لامکان میں جا رہا ہے — کیونکہ خوشی، غیر زمانی اور غیر مکانی ہے

صورتِ یارے کہ سوئے او شوی — از برای مونسی اش میروی

اُس دوست کی صورت جس کی طرف تو جا رہا ہے — اُس کی محبت کی وجہ سے تو جا رہا ہے

پس بمعنی سوئے بیصورت شدی — گرچہ زاں مقصود غافل آمدی

پس در اصل تو بیصورت کی طرف جا رہا ہے — اگرچہ تو اُس مقصود سے غافل ہے

پس حقیقت حق بود معبودِ کُل — کز پئے ذوق ست سیرانِ سُبل

تو درحقیقت اللہ (تعالیٰ) سب کا معبود ہے — کیونکہ راستوں کو طے کرنا ذوق کی وجہ سے ہے

لیک بعضے[2] رُو سوئے دُم کردہ اند — گرچہ سر اصلست سر گم کردہ اند

لیکن بعض نے دم کی طرف رُخ کر لیا ہے — اگرچہ سر اصل ہے، انھوں نے سر کو گم کر دیا ہے

لیک آں سر پیشِ ایں ضالان گم — می دہد دادِ سرے از راہِ دُم

لیکن سر، ان گمراہوں کے نزدیک گم ہے — وہ سر کی عطا، دُم کے راستہ سے عطا کر دیتا ہے

آں ز سر[3] می یابد آں دادِ ایں ز دُم — قومِ دیگر پا و سر کردند گم

وہ سر سے وہ عطا پاتا ہے، یہ دُم سے — دوسرے لوگوں نے پاؤں اور سر گم کر دیا ہے

چونکہ گم شد جملہ جملہ یافتند — از گم آمد سوئے کُل بشتافتند

چونکہ سب گم ہو گیا، انھوں نے سارا پا لیا — گم ہو جانے سے، وہ کُل کی جانب دوڑ پڑے

دیدنِ ایشاں در قصرِ آں قلعہ ذات الصُّور نقشِ دخترِ شاہِ چین و بیہوش شدنِ ہر سہ و در فتنہ اُفتادن

اُس تصویروں والے قلعہ کے قصر میں اُن کا شاہِ چین کی لڑکی کی تصویر کو دیکھنا اور تینوں کا بےہوش ہو جانا اور فتنہ میں پڑنا

[3] آں ز سر ـ سر سے مراد صفاتِ باری تعالیٰ ہیں یہ لوگ صفات کے ذریعہ فیض حاصل کرتے ہیں یہ درجہ خواص کا ہے۔ قومِ دیگر۔ اخص الخواص کا درجہ یہ ہے کہ وہ صرف ذات کی طرف توجہ رکھتے ہیں اور اُس سے بلاواسطہ استفادہ کرتے ہیں۔ چونکہ۔ اِن لوگوں نے نہ افعال کو مقصود بنایا نہ صفات کو بلکہ ذات کو مقصود بنایا لہٰذا ذاتِ باری تعالیٰ اُن کو حاصل ہوئی۔ دیدن۔ وہ تینوں شہزادے قلعہ ہوش رُبا میں پہنچ گئے اور انھوں نے شاہِ چین کی لڑکی کی تصویر کو دیکھا اور بیہوش ہو گئے اور فتنہ میں مبتلا ہو گئے اور یہ جستجو شروع کر دی کہ یہ تصویر کس کی ہے۔ ——— دُم سے مراد افعالِ باری ہیں

[1] صورت۔ پھر پہلے مضمون کی جانب عود کیا ہے کہ ذوق جو بیصورت ہے وہ تجھے شہر کی صورت کی طرف لے جاتا ہے۔ پس۔ اگرچہ بظاہر تو شہر کی صورت کی طرف جا رہا ہے لیکن حقیقتاً تو لامکانی اور لازمانی ذوق کی طرف جا رہا ہے۔ صورتے یارے دوست کی صورت کی طرف جانے کی غایت اُنس و محبت ہے جو بیصورت ہے۔ پس بمعنی۔ دوست اور شہر کی طرف تیرا جانا ایک بیصورت کی وجہ سے اگرچہ تو اُس سے غافل ہے۔ پس حقیقت۔ چونکہ ذوق کا مقصود ہونا پہلی مثالوں سے ثابت ہو گیا ہے تو یہ ثابت ہو گیا کہ درحقیقت اللہ تعالیٰ سب کا معبود ہے کیونکہ سب راستوں کا چلنا ذوق کی وجہ سے ہے۔ اور ذوق بخشی اللہ تعالیٰ کا فعل ہے۔

[2] لیک۔ اب اُس معبود کے ساتھ بعض کا معاملہ یہ ہے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کے توابع کی طرف رُخ کر رکھا ہے یعنی افعالِ باری تعالیٰ کی جانب توجہ کر رکھی ہے حالانکہ مقصود اُس کی ذات ہے چونکہ وہ اصل ہے۔ آں سر۔ اُن کو بھی ذات سے استفادہ ہوتا ہے اور اُن کی توجہ بھی مقبول ہے۔ عبادتگذاروں کے مختلف مرتبے ہیں ایک گروہ ہیں جن کی توجہ اور طلبِ حق، افعالِ حق کے ذریعہ اور واسطے سے ہے یہ درجہ عوام کا ہے ہم کو

و تفحص کردن کہ ایں صورت کیست

اور اس کی جستجو کرنا کہ یہ تصویر کس کی ہے؟

ایں سخن[1] پایاں ندارد آں گروہ ‏— صورتے دیدند با حسن و شکوہ

اس بات کا خاتمہ نہیں ہے، اُس گروہ نے — ایک حسین اور شاندار تصویر دیکھی

خوب تر زاں دیدہ بودند آں فریق — لیک زیں رفتند در بحرِ عمیق

اُس فریق نے اُس سے زیادہ حسین دیکھے تھے — لیکن اس سے وہ گہرے دریا میں اُتر گئے

زانکہ افیوں شاں ازیں کاسہ رسید — کاسہا محسوس و افیوں ناپدید

کیونکہ اُنھیں افیون اِس پیالہ سے پہنچی — پیالے تو محسوس تھے اور افیون پوشیدہ تھی

کرد فعلِ خویش قلعہ ہش رُبا — ہر سہ را انداخت در چاہِ بلا

ہوش رُبا قلعہ نے اپنا کام کر دیا — تینوں کو مصیبت کے کنوئیں میں ڈال دیا

تیرِ[2] غمزہ دوخت دل را بیگماں — الاماں یا ذا الاماں زیں بے اماں

ناز و انداز کے تیر نے اچانک اُن کا دل چھید دیا — اے امن والے اِس بے پناہ سے پناہ دیجئے

قرنہا را صورتِ سنگے بسوخت — آتشے در دین و دل شاں بر فروخت

ساتھیوں کو پتھر کی مورتی نے جلا دیا — اُن کے دین و دل میں آگ لگا دی

چونکہ روحانی بود خود چوں بود — فتنہ اش ہر لحظہ دیگر گوں بود

اگر وہ روح والی ہوتی تو کیا ہوتا؟ — اُس کا فتنہ ہر لحظہ دوسرے قسم کا ہوتا

عشقِ صورت در دلِ شہزادگاں — چوں خلش میکرد مانندِ سناں

شہزادوں کے دل میں تصویر کا عشق — چونکہ بھالے کی طرح چبھ رہا تھا

اشک[3] می بارید ہر یک ہمچو میغ — دست میخائید و می گفت اے دریغ

ہر ایک ابر کی طرح آنسو بہاتا تھا — ہاتھ چباتا تھا اور کہتا تھا ہائے افسوس

ماکنوں دیدیم شہ ز آغاز دید — چند ماں سوگند داد آں بے ندید

ہم نے اب دیکھا، شاہ نے اوّل سے دیکھ لیا تھا — اُس بے نظیر نے، ہمیں کتنی قسمیں دی تھیں

انبیا را حقِ بسیارست ازاں — کہ خبر کردند از پایانِ ما

اسی وجہ سے انبیاء کے بہت حقوق ہیں — کہ اُنھوں نے ہمارے انجام سے باخبر کر دیا ہے

کانچہ می کاری نروید جز کہ خار — وز طرف پرّی نیابی زو مطار

کہ جو کچھ تو بو رہا ہے بجز کانٹے کے کچھ نہ اُگے گا — تو اس طرف اُڑ رہا ہے اس سے تو اُڑنے کی جگہ نہ پائے گا

[1] ایں سخن۔ یعنی طالبِ ذات کے مرتبہ کا ذکر۔ خوب تر۔ ان شہزادوں نے ایک تصویر دیکھی جو حسین تھی اگرچہ وہ اُس سے بھی زیادہ حسین تصویریں دیکھ چکے تھے لیکن وہ اس تصویر کو دیکھ کر عشق کے گہرے سمندر میں ڈوب گئے۔ زانکہ۔ حُسن کو افیون سے تشبیہ دی ہے، پیالہ سے مراد صورت ہے۔ کاسہا۔ صورتیں تو نظر آتی ہیں لیکن اُنکی افیون غیر محسوس ہے۔ کرد فعلِ خویش۔ غرضیکہ قلعہ ہوش رُبا نے اپنا کام کر دیا اور تینوں کو مصیبت میں پھنسا دیا۔

[2] تیرِ غمزہ۔ اُس حسین کے غمزے کے تیر نے اُن کے دل کو چھید دیا۔ الاماں۔ یہ تیر بے اماں ہے خدا اس سے پناہ دے۔ قرنہا۔ ساتھی یعنی تینوں شہزادے۔ صورتِ سنگے۔ یعنی شہزادی کا بُت۔ روحانی۔ جاندار۔ سِناں۔ بھالا۔

[3] اشک۔ وہ تینوں شہزادے رو رہے تھے۔ میغ۔ ابر۔ ماکنوں۔ جو مصیبت ہم نے اب دیکھی شاہ نے پہلے سے دیکھ لی تھی۔ بےندید۔ نظیر انبیاء۔ ہم پر انبیاء کے اسی لئے بے پناہ حقوق ہیں کہ انھوں نے ہمیں انجام سے باخبر کر دیا ہے۔ کانچہ۔ انبیاء نے بتا دیا ہے کہ نفسانی خواہش سے تم جو کام کرو گے اُس سے کانٹے اُگیں گے۔ وز طرف تیری بقا

دنیا طلبی میں نجات نہیں ہے

[1] تخم از مَن بَر کہ تا رَیعے دہد — با پَرِ من پَر کہ تیر آں سُو جہد

تو بیج مجھ سے لے جا تاکہ پیداوار دے — میرے پَر سے پرواز کر تاکہ تیر اس جگہ جائے

تو ندانی واجبیِ آن وہست — ہَم تو گوئی آخر آں واجب بُدست

تو اُس کی ضرورت کو نہ سمجھا اور وہ ہے — آخر میں تو بھی کہے گا، کہ وہ ضروری تھی

از توست امّا نہ ایں تو کہ تن ست — آں توئی کہ بَرتر از ما و من ست

وہ "تو" ہی سے ہے لیکن نہ اس "تو" سے کہ جو جسم ہے — اُس "تو" سے جو "ما و من" سے بَرتر ہے

ایں توئی ظاہر کہ پنداری توئی — ہست اندر سُو و تو دَر بیسوئی

جس ظاہری "تو" کو تو "تو" سمجھتا ہے — یہ جہت میں ہے اور (وہ) "تو" بے جہت ہے

[2] بر صَدف لرزاں چرائی اے گُہر — تویِ خود را نے مَداں میدان شکر

اے موتی! تو سیپ پر کیوں لرزتا ہے؟ — اپنے "تو" کو تو نے نہ سمجھ، شکر سمجھ

توئی بیگانہ است با تو ایں توئی — تویِ خود دریاب و بگذر از دوئی

یہ توئی ایسی ہے جو تجھ سے بیگانہ ہے — اپنے "تو" کو حاصل کر لے اور دوئی سے گزر جا

توئی آخر سُوی توئی اوّلت — آمد است از بہرِ تنبیہ و صلت

تیرا آخری "تو" تیرے ابتدائی "تو" پر — آیا ہے تنبیہ اور وصل کے لئے

[3] توئی تو در دیگرے آمد دفیں — مَن غلامِ مَردِ خود بینِ چنیں

تیرا "تو" دوسرے میں مدفون ہے — میں ایسے خود بیں شخص کا غلام ہوں

آنچہ در آئینہ می بیند جواں — پیر اندر خشت بیند پیش ازاں

جوان جو کچھ آئینہ میں دیکھتا ہے — شیخ اُس سے پہلے اینٹ میں دیکھ لیتا ہے

زامرِ شاہِ خویش بیروں آمدیم — با عنایاتِ پدر باغی شُدیم

ہم اپنے بادشاہ کے حکم سے باہر ہو گئے — باپ کی مہربانیوں کے باغی ہو گئے

سہل دانستیم قولِ شاہ را — واں عنایتہائے بے اَشباہ را

ہم نے بادشاہ کی بات کو معمولی جانا — اور اُن بے نظیر عنایتوں کو

نک در افتادیم در خندق ہمہ — کُشتہ و خستہ بلا بے ملحمہ

اب ہم سب خندق میں گر گئے — بغیر جنگ کے مصیبت کے مارے ہوئے اور زخمی

---

[1] تخم۔ انبیاء نے بتا دیا کہ ہمارے طریقہ پر عمل کرو اس سے فائدہ حاصل ہوگا ہمارے طریقہ پر چلوگے تو معصیت کا تیر اس طرف ہی گر جائے گا تم تک نہ پہنچے گا۔ تو ندانی۔ مولانا فرماتے ہیں کہ انسان انبیاء کے اتّباع کو ضروری نہیں سمجھتا حالانکہ اُنکا اتّباع ضروری ہے آخر میں اُس کو سمجھے گا۔ از تو۔ انبیاء کے پَر سے اُڑنا خود اُنکے مخاطب کا ہی عمل ہے لیکن اے مخاطب تیرے "تو" ہونے کے دو حصے ہیں ایک "تو" تیرا بدن ہے دوسرا "تو" تیری روح ہے تو انبیاء کا اتّباع جو نافع فعل ہے تیرے "تو" یعنی بدن کا فعل نہیں ہے بلکہ اُس "تو" کا فعل ہے جو تیری روح ہے وہ "ما و من" یعنی جسمی قیود سے بالاتر ہے۔ ایں توئی۔ جس "تو" کو تو "تو" سمجھ رہا ہے یعنی جسم، یہ تو جہات میں مقید ہے اور اصل "تو" روح ہے جو جہت سے منزہ ہے۔

[2] بر صدف۔ تو جسم کی تباہی سے لرزتا ہے حالانکہ یہ سیپ ہے اور اصل "تو" تیری روح ہے جو موتی ہے اصل "تو" کو گَنے یعنی جسم کو نہ سمجھ بلکہ جو اسمیں شکر یعنی روح ہے اُسکو سمجھ۔ ایں توئی۔ جسم کا "تو" ہونا پرائی چیز ہے تو اپنے آپ تک پہنچ جو کہ روح ہے اور اس دوئی کو یعنی جسم کو روح کے ساتھ جوڑنے کو چھوڑ دے۔ توئی آخر یعنی روح۔ توئی اوّل

جسم جسکا ذکر پہلے کیا ہے —— [3] توئی۔ تیری روح تیرے جسم میں چُھپ گئی ہے میں اُس کا غلام ہوں جو خود کو یعنی روح کو دیکھ لے۔ آنچہ۔ شہزادوں نے کہا ہم نے جو اب دیکھا وہ ہمارے بوڑھے باپ نے پہلے ہی دیکھ لیا تھا خشت یعنی لوہے کا ٹکڑا جس سے آئینہ بنایا جاتا ہو۔ زامر۔ ہم شاہ کے حکم کے اندر نہ رہے۔ ملحمہ۔ جنگ۔

تکیہ بر عقلِ خود و فرہنگِ خویش [۲۱] — بُود ماں تا ایں بلا آمد بہ پیش

اپنی عقل اور اپنی دانائی پر بھروسہ — ہیں ہوا، حتیٰ کہ یہ مصیبت سامنے آگئی

بے مرض دیدیم خویش و بے رِق — آنچناں کہ خویش را بیمارِ دق

بغیر مرض اور بغیر غلامی کے ہم نے اپنے آپکو سمجھا — جیسا کہ دق کا بیمار اپنے آپ کو

علتِ پنہاں کنوں شد آشکار — بعد ازاں کہ بند گشتیم و شکار

چھپی ہوئی بیماری اب کھل گئی — اس کے بعد کہ ہم قیدی اور شکار ہو گئے

سایۂ رہبر بہ است از ذکرِ حق — یک قناعت بہ کہ صد لوت و طبق

رہبر کا سایہ، ذکرِ حق سے بہتر ہے — سینکڑوں کھانوں اور طباقوں سے ایک قناعت بہتر ہے

در قناعت خواندہ باشی اے حسن — ذکرِ ذکرِ حق و ذکرِ بوالحسن [۲۲]

اے حسن! تو نے قناعت کے بارے میں پڑھا ہوگا — حق کے ذکر کا تذکرہ اور ابوالحسن کا تذکرہ

چشمِ بینا بہتر از سہ صد عصا — چشم بشناسد گہر را از حصا

بینا آنکھ تین سو لاٹھیوں سے بہتر ہے — آنکھ موتی اور کنکری کو شناخت کر لیتی ہے

در تفحص آمدند از اندہاں — صورت کہ بُود عجب ایں در جہاں

غموں کی وجہ سے جستجو میں پڑے — دنیا میں یہ عجیب تصویر کس کی ہے؟

بعد بسیارِ تفحص در مسیر — کشف کرد آں راز را شیخِ بصیر

سفر کے دوران میں بہت جستجو کے بعد — ایک صاحبِ بصیرت شیخ نے راز کو واضح کردیا

[۲۳] نز طریقِ گوش بل از وحیِ ہوش — رازہا بُد پیشِ او بے روے پوش

کان کے راستے سے نہیں، بلکہ ہوش کی وحی کے ذریعہ — اس کے لئے راز بغیر پردے کے تھے

گفت نقشِ رشکِ پروینست ایں — صورتِ شہزادۂ چین ست ایں

اس نے کہا یہ پروین کے لئے باعثِ رشک کی تصویر ہے — یہ چین کی شہزادی کی تصویر ہے

دخترے دارد شہِ چیں بے ہمال — در بہا و در کمال و در جمال

شاہِ چین ایک بے مثال لڑکی رکھتا ہے — خوبی میں اور کمال میں اور حسن میں

ہمچو جان و چوں پری پنہانست او — در مکتّم پردۂ ایوانست او

وہ پری اور جان کی طرح پوشیدہ ہے — وہ قلعہ کے چھپانے والے پردے میں ہے

---

۲۱ تکیہ۔ ہم نے اپنی عقل اور سمجھ پر گھمنڈ کیا اور نصیحت بُسنی بے مرض۔ ہم اپنے آپکو مرض اور مرض کی غلامی سے آزاد سمجھتے تھے۔ علت ہم اپنی خام کاری کو اب سمجھے جبکہ پھنس گئے۔ سایۂ رہبر شیخ کی صحبت سے خلوص اور استعداد پیدا ہوتی ہے جو ذکر اللہ کے نافع ہونے کی شرط ہے اور شرط پر عمل سے پہلے مشروط پر عمل اچھا نہیں ہے جس طرح کہ وضو اور نماز بغیر وضو کے نماز سے وضو کی مشغولیت بہتر ہے۔ یک قناعت شیخ کی صحبت قناعت اور صبر پیدا کر دے گی جو مجذوبی کے لئے ذکر کے ہزاروں کھانوں سے زیادہ مفید ہے۔

۲۲ بوالحسن حضرت ابوالحسن خرقانی رح کو ذکر سے اُس وقت فائدہ پہنچا جبکہ انھوں نے حضرت بایزید بسطامی رح کی قبر کی صحبت حاصل کرلی یہ قصہ پہلے گذر چکا ہے۔ چشمِ بینا۔ شیخ کو چشمِ بینا حاصل ہے اور تجھے صرف ذکر کی لاٹھی کا سہارا حاصل ہے۔ حصا۔ کنکری۔ در تفحص۔ شہزادے جب اس بُت کے عشق میں مبتلا ہو گئے تو جستجو شروع کی کہ یہ کس حسینہ کا بُت ہے۔ شیخِ بصیر۔ کوئی ایسے بزرگ تھے جن کو قلبی بصیرت حاصل تھی۔

۲۳ نز۔ یہ بات انھوں نے کسی سے سنی نہ تھی بلکہ کشف کے طور پر ان کو معلوم ہوگئی

تھی۔ گفت۔ اُن بزرگ نے بتایا کہ یہ بُت چین کے شاہ کی لڑکی کا ہے جو اس قدر حسین ہے کہ اُس پر پروین بھی رشک کرتی ہے۔ دخترے۔ شاہِ چین کی وہ لڑکی حسن و جمال میں بے مثال ہے ہمچو۔ وہ پری اور روح کی طرح مخفی ہے اور قلعے کے پردوں میں رہتی ہے۔

سوئی او نے مرد رہ دارد نہ زن — شاہ پنہاں کردہ او را از فتن

اُس کی جانب نہ مرد راستہ رکھتا ہے، نہ عورت — شاہ نے اُس کو فتنوں سے چھپا رکھا ہے

غیرتے دارد مَلِک بر نامِ او — کہ نپرد مرغ ہم بر بامِ او

اُس کے نام پر بھی، شاہ کو اِس قدر غیرت آتی ہے — کہ اُس کے بالاخانے پر پرندہ بھی پر نہیں مارتا ہے

وائے آں دل کش چنیں سودا فتاد — ہیچکس را ایں چنیں سودا مباد

اُس دل کی شامت ہے جس کو ایسا عشق لگا — خدا کرے ایسا عشق کسی کو نہ ہو

ایں سزائے آنکہ تخم جہل کاشت — واں نصیحت را کساد و سہل داشت

یہ اُس کی سزا ہے جس نے نادانی کا بیج بویا — اور اُس نے نصیحت کو کھوٹا اور معمولی سمجھا

اعتمادے کرد بر تدبیرِ خویش — کہ برم من کارِ خود با عقل پیش

اُس نے اپنی تدبیر پر بھروسہ کیا — کہ میں اپنا کام عقل سے چلا لوں گا

نیم ذرہ زاں عنایت بہ بود — کہ ز تدبیرِ خرد سہ صد رصد

اُس توجہ کا آدھا ذرہ بہتر ہے — جس کے ذریعہ عقل کی تدبیر میں تین سو گنا حفاظت ہو

ترکِ مکرِ خویشتن گیر اے امیر — پا بکش پیشِ عنایت خوش بمیر

اے امیر! تو اپنی تدبیر کو چھوڑ — توجہ کے سامنے پاؤں بڑھا، خوشی سے جان دیدے

ایں بقدرِ حیلہ معدود نیست — زیں حیل تا تو نمیری سود نیست

یہ گنے چُنے حیلوں کی بقدر نہیں ہے — جب تک تو فنا نہ ہوگا اِن تدبیروں سے فائدہ نہیں ہے

تا نمیری سود کے خواہی ربود — رو بمیر و بہرہ بردار از وجود

جب تک تو فنا نہ ہوگا، فائدہ کہاں اُٹھائیگا؟ — جا فنا ہو جا، وجود سے فائدہ اُٹھالے

حکایت صدرِ جہانِ بخاری کہ ہر سائلے کہ بزبان بخواستے

صدرِ جہاں بخاری کی حکایت، کہ جو سائل زبان سے مانگتا اُس کے عام بخشش

از صدقہ عامِ او محروم شدے واں دانشمند درویش بفراموشی

صدقے سے محروم ہو جاتا اور اُس عقلمند درویش نے بھول کر اور

و تعجیل بزبان خواست و صدرِ جہاں روی ازو بگردانید

جلدی میں زبان سے مانگ لیا اور صدرِ جہاں نے اُس سے منہ پھیر لیا

و او ہر روز حیلہ نو ساختے و خود را گاہ زن کردے

اور وہ ہر روز ایک نیا حیلہ کرتا اور اپنے آپ کو کبھی چادر کے اندر عورت بناتا

---

۵۱ سوئی او۔ اُس کے پاس نہ مرد جا سکتا ہے نہ عورت، شاہ نے اُس کو دشمنوں سے بچا رکھا ہے۔ غیرتے۔ اگر کوئی اُس کا نام بھی لے تو شاہ کو غیرت آتی ہے اُس کے بالا خانے پر چڑیا بھی پر نہیں مار سکتی۔ وائے۔ مولانا فرماتے ہیں ایسی معشوقہ کا عشق خدا کرے کسی کو نہ ہو جس کا حصول ناممکن ہو۔ ایں۔ یہ ہیبتناک عشق اُسی کی سزا ہے جو نادانی سے کام کرے اور بزرگوں کی نصیحت کو معمولی اور کھوٹا سمجھے۔

۵۲ اعتمادے۔ جو شخص محض اپنی تدبیر پر گھمنڈ کرے اور یہ سمجھے کہ میں خود اپنا کام چلا لوں گا اور مجھے شیخ کی ضرورت نہیں ہے۔ نیم ذرہ۔ شیخ کی تھوڑی سی توجہ اپنی سیکڑوں تدبیروں سے بہتر اور نافع ہے۔ ترک۔ اپنی تدبیر کو ترک کر کے شیخ کی توجہ کی طرف چل پڑ اور اُس کے سامنے اپنے آپ کو فنا کر دے۔

۵۳ ایں۔ شیخ کی توجہ تیری گنی چُنی تدبیروں سے بہت زیادہ مفید ہے جب تک تو شیخ میں اپنے آپ کو فنا نہ کر دے گا یہ تدبیریں مفید نہ ہونگی۔ حکایت۔ اِس حکایت سے بھی یہ بتایا ہے کہ اُس سائل نے صدرِ جہاں کے سامنے بہت سی تدبیریں کیں لیکن عطا حاصل نہ کر سکا جب مَر کر دکھایا تو عطا مل گئی۔

زیرِ چادر گاہ نابینا و گاہ وی خود بہ بستے و او بفراستش بشناختے

اور کبھی اندھا اور کبھی اپنا چہرہ چھپالیتا اور وہ اُس کو ذہانت سے پہچان لیتا

در بخارا[1] خوی آں صدرِ اجل — بود با خواہندگاں حسنِ عمل

بخارا میں، اُس صدرِ اعظم کی عادت — تھی سائلوں کے ساتھ بہتر سلوک

دادِ بسیار و عطای بے شمار — تا بشب بودے زجودش زر نثار

بہت بخشش اور بے شمار عطا — رات تک اُس کی سخاوت سے سونا نثار ہوتا

زر بکاغذ پارہا پیچیدہ بود — تا وجودش بود می افشاند جود

سونے کو کاغذ کے پُرزوں میں لپیٹ لیتا — جب تک وہ رہتے سخاوت کرتا رہتا

ہمچو[2] خورشید و چو ماہِ پاکباز — آنچہ گیرند از ضیا بدہند باز

پاکباز سورج اور چاند کی طرح — کہ وہ جو کچھ روشنی حاصل کرتے ہیں دیدیتے ہیں

خاک را زر بخش کہ بود آفتاب — زر ازو در کان و گنج اندر خراب

مٹی کو سونا بخشنے والا کون ہوتا ہے؟ سورج — سونا کان میں اور خزانہ ویرانہ میں اسکی وجہ سے ہے

ہر صباحے یک گرہ را راتبہ — تا نماند اُمتے زو خائبہ

ہر صبح کو ایک (الگ) گروہ کا وظیفہ تھا — تاکہ کوئی جماعت اُس سے محروم نہ رہے

مبتلایاں[3] را بُدے روزے عطا — روزِ دیگر بیوگاں را آں سخا

ایک دن بیماروں کو بخشش ہوتی — دوسرے دن وہ سخاوت بیواؤں کیلئے ہوتی

روزِ دیگر بر علویانِ مُقِل — با فقیہانِ فقیر مُشتغل

ایک دن نادار علویوں پر — (دوسرے دن) فقیر طالبعلموں کیساتھ مشغول (ہوتی)

روزِ دیگر بر تہیدستانِ عام — روزِ دیگر بر گرفتارانِ وام

ایک روز عام مفلسوں پر — دوسرے دن قرضداروں پر

روزِ دیگر بر یتیمِ بے پدر — روزِ دیگر بہرِ اسیرِ حبس در

ایک روز بے باپ کے یتیموں پر — ایک دن قیدخانہ میں قیدیوں پر

روزِ دیگر بہرِ ابناء السبیل — روزِ دیگر مر مکاتب را کفیل

ایک روز مسافروں کے لئے — ایک روز مکاتب کا کفیل ہوتا

شرطِ او بود آں کہ کس با زباں — زر نخواہد ہیچ و نکشاید دہاں

اُس کی شرط یہ تھی کہ کوئی اُس سے زبان سے — کبھی مال نہ مانگے اور لب کشائی نہ کرے

---

[1] در بخارا۔ بخارا میں ایک صدرِ اعظم تھا اور وہ سائلوں سے بہتر سلوک کرتا تھا۔ داد۔ بہتر سلوک یہ تھا کہ بہت عطا کرتا تھا اور دن بھر اُن پر سونا نثار کرتا رہتا تھا۔ زر۔ سونے کی پُڑیاں بنائے رکھتا اور جب تک وہ رہتیں دیتا رہتا۔

[2] ہمچو خورشید۔ سورج اور چاند کو اللہ تعالیٰ جو روشنی عطا کرتا ہے وہ دوسروں کو عطا کردیتے ہیں۔ خاک را۔ کان میں سونا اور ویرانہ میں خزانہ سورج کی عطا ہے۔ ہر صباحے۔ جو لوگ خیرات کے مستحق ہیں اُنہیں سے ہر قسم کے لوگوں کا ایک ایک دن مقرر کر رکھا تھا۔ راتبہ۔ مقرر روزینہ۔ خائبہ۔ محروم۔

[3] مبتلایاں۔ مریض لوگ۔ علویاں۔ حضرت علیؓ کی وہ نسل جو حضرت فاطمہؓ کے پیٹ سے نہیں ہے۔ مُقِل۔ نادار۔ فقیہاں۔ طلبہ۔ تہیدستاں۔ فقراء۔ گرفتارانِ وام۔ مقروض لوگ۔ روزِ دیگر۔ ایک روز یتیموں کا تھا۔ حبس در۔ در حبس۔ ابناء السبیل۔ مسافر۔ مکاتب۔ وہ غلام جس کو آقا نے کہہ دیا ہو کہ تو اس قدر رقم ادا کردیگا تو آزاد ہے۔ شرط۔ لیکن اُس کے دینے کی شرط یہ تھی کہ سائل زبان سے کچھ نہ مانگے۔

لیک خامُش بر حوالیِ رہش — ایستادہ مُفلساں دیوار وش
لیکن اس کے راستے کے اطراف میں خاموش — مفلس، دیوار کی طرح کھڑے ہو جاتے

ہر کہ کردے ناگہاں بالب سوال — زو نبُردے زیں گنہ یک حبّہ مال
جو شخص اتفاق سے منہ سے سوال کرتا — وہ اُس سے اِس خطا کی وجہ سے مال کا ایک حبّہ نہ لے سکتا

مَن صمت مِنکم نجا بُدیاسہ اَش — خامُشاں را بود کیسہ و کاسہ اَش[١]
اُس کا قانون تھا "جو تم میں سے خاموش رہا اُس نے نجات پائی" — اُس کی تھیلی اور پیالہ، خاموشوں کے لئے تھا

بر نکوشی داشت عشق و تاسہ اَش — بر خموشی بود عشق و یاسہ اَش
کوشش نہ کرنے پر اپنا عشق اور بے قراری رکھتا تھا — اُس کا عشق اور قانون خاموشی پر تھا

نادر اروزے یکے پیرے بگفت — دہ زکاتم کہ منم با جوعِ جُفت[٢]
اتفاقاً ایک روز ایک بوڑھے نے کہا — مجھے زکوٰۃ دیدیئے میں بھوک سے دوچار ہوں

منع کرد از پیر و پیرش جد گرفت — ماند خلق از جدِ پیر اندر شگفت
اسنے بڈھے کو منع کیا اور بوڑھے نے اس سے اصرار شروع کر دیا — لوگ بڈھے کے اصرار سے تعجب میں تھے

گفت بس بے شرم پیری اے پدر — پیر گفت از مَن توئی بے شرم تر
اُس نے کہا اے باوا! تو بہت بے شرم بوڑھا ہے — بوڑھے نے کہا تو مجھ سے زیادہ بے شرم ہے

کایں جہاں خوردی و خواہی تو ز طمع — کاں جہاں با ایں جہاں گیری بجمع
تو اِس جہان کو کھا گیا اور لالچ سے چاہتا ہے — کہ اُس جہان کو اِس جہان کے ساتھ جمع کرے

خندہ اَش[٣] آمد مال داد آں پیر را — پیر تنہا بُرد آں توفیر را
اُس کو ہنسی آگئی اُس بوڑھے کو مال دے دیا — اُس تمام مال کو بوڑھا تنہا لے گیا

غیر آں پیر آنچہ خواہندہ از و — نیم حبّہ زر ندید و نے تسو
بجز اُس بوڑھے کے کسی مانگنے والے نے اُس سے — نہ آدھا حبّہ سونا دیکھا اور نہ کوڑی

نوبت و روزِ فقیہاں ناگہاں — یک فقیہ از حرص آمد در فغاں
اچانک فقیہوں کے دن اور باری میں — لالچ سے ایک فقیہ فریاد کرنے لگا

کرد زاریہا بسے چارہ نبُود — گفت ہر نوعے نبُودش ہیچ سُود
اُس نے بہت زاری کی مفید نہ ہوئی — ہر قسم کی بات کہی اُس کو کوئی فائدہ نہ ہوا

روزِ دیگر بار کو بیچیدہ پا — پا کشاں اندر صف قومِ مبتلا
کسی دن پاؤں کو پیچیدہ دن میں پیٹے ہوئے — پاؤں کو گھسیٹتا ہوا مریضوں کی صف میں

---

[١] ہر کہ۔ جو سائل زبان سے مانگ بیٹھتا وہ اُس بخشش سے محروم رہتا۔ مَن صمت وہ اِس قانون "جو چپ رہا اُس نے نجات پائی" پر سختی سے عامل تھا۔ یَسہ۔ قانون۔ تاسہ۔ بے قراری۔ کیسہ۔ تھیلی۔

[٢] با جوع جُفت۔ یعنی بھوکا ہوں۔ گفت۔ صدر جہاں نے کہا اے بوڑھے تو بہت لالچی ہے میرے منع کرنے سے بھی نہیں ٹل رہا ہے۔ پیر گفت۔ بوڑھے نے صدرِ جہاں سے کہا تو مجھ سے بھی زیادہ لالچی ہے۔ کایں۔ تو نے دنیا کی دولتیں اور مزے حاصل کرلئے پھر بھی پیٹ نہیں بھرتا اب آخرت کی دولتیں لوٹ رہا ہے۔

[٣] خندہ اَش۔ اِس لطیفہ پر صدرِ جہاں کو ہنسی آگئی اور اُس کو بہت سا مال دیدیا۔ حبّہ۔ ماڑی کی بقدر وزن یعنی رتی۔ تسو۔ دو رتی۔ فقیہاں۔ فقہ پڑھنے والے طالب علم۔ کرد۔ اُس طالب علم نے بہت عاجزی کی لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا لہٰذا کو پٹا پر اتنا پیٹا مبتلا۔ مریض۔

تختہا[1] بر ساق بست از چپ و راست — تا گماں آید کہ اُو اِشکستہ پاست

دائیں اور بائیں چپٹیاں پنڈلی پر باندھیں — تاکہ خیال ہو کہ وہ لنگڑا ہے

دیدش و بشناختش چیزے نداد — روز دیگر رُو بپوشید از لباد

اُس کو دیکھا اور پہچان لیا اور کچھ نہ دیا — اُس نے کسی دن نمدہ سے مُنہ چھپایا

تا گماں آید کہ نابیناست اُو — درمیانِ اَعمیاں برخاست اُو

تاکہ خیال ہو کہ وہ اندھا ہے — وہ اندھوں کے درمیان کھڑا ہوگیا

ہم بدانستش ندادش آں عزیز — از گناہ و جرمِ گفتن ہیچ چیز

اُس عزیز نے اُسکو پھر بھی پہچان لیا اور اُسکو نہ دی — کوئی چیز، کہنے کی خطا اور جرم کی وجہ سے

چونکہ عاجز شُد ز صد گونہ مکید — چوں زناں اُو چادرے بر سر کشید

جب وہ سیکڑوں قسم کے حیلوں سے عاجز آگیا — اُس نے عورتوں کی طرح سر پر چادر اوڑھی

درمیانِ بیوگاں رفت و نشست — سر فرو افگند و پنہاں کرد دست

بیوہ عورتوں کے درمیان میں چلا گیا، اور بیٹھ گیا — سر جھکا لیا اور ہاتھ چھپا لیا

ہم[2] شناسیدش ندادش صدقہ — در دلش آمد ز حرماں حُرقہ

پھر بھی وہ اُسکو پہچان گیا اُسکو کوئی خیرات نہ دی — اُس کے دل میں محرومی سے جلن ہوئی

رفت او پیشِ کفن خواہے پگاہ — کہ بہ پیچم در نمد نہ پیشِ راہ

وہ صبح کو ایک کفن کے بھکاری کے پاس گیا — کہ مجھے نمدے میں لپیٹ دے، راستہ پر رکھدے

ہیچ مکشا لب نشین و می نگر — تا کُند صدرِ جہاں زیں جا گذر

ہونٹ بالکل نہ کھول، بیٹھ جا اور دیکھتا رہ — جب تک صدرِ جہاں اِس جگہ سے گذرے

بُو[3] کہ بیند مُردہ پندارد بظن — زر دراندازد پئے وجہِ کفن

ہوسکتا ہے کہ وہ دیکھے اور مُردہ خیال کرکے — کفن کے خرچ کے لئے سونا پھینک دے

ہر چہ بدہد نیم آں بدہم بتو — ہمچناں کرد آں فقیرِ حیلہ جُو

وہ جو کچھ دے گا اُسمیں سے آدھا تجھے دیدونگا — اُس حیلہ جُو فقیر نے ایسا ہی کیا

در نمد پیچید و در راہش نہاد — مَعبرِ صدرِ جہاں آنجا فتاد

اُسکو نمدے میں لپیٹا اور راستہ پر رکھدیا — صدرِ جہاں کا اُس جگہ سے گذر ہوا

زر دراندازید بر رُوی نمد — دست بیروں کرد از تعجیل خود

اُس نے نمدے پر سونا ڈال دیا — اُس نے خود جلدی سے ہاتھ باہر کردیا

[1] تختہا۔ پاؤں پر لکڑی کے ٹکڑے اِس طرح باندھکر آیا جیسے کہ پاؤں ٹوٹ گیا ہے۔ لباد۔ نمدہ۔ تا گماں۔ مُنہ نمدے میں اِس لئے لپیٹا کہ اُس کو اندھا سمجھا جائے۔ اعمیان۔ اندھے۔ جرم گفتن۔ اُس کا قصور یہ تھا کہ اُس نے زبان سے مانگا تھا چونکہ وہ طالب علم جب اور تدبیروں سے کامیاب نہ ہوا تو چادر اوڑھکر بیواؤں میں جا بیٹھا سر جھکا لیا اور ہاتھ چھپا لیا تاکہ پہچان میں نہ آئے۔

[2] ہم۔ اُس صدر جہاں نے پھر بھی اُس کو پہچان لیا، طالب علم کا محرومی سے جلنے لگا۔ رفت۔ وہ طالب علم ایک شخص کے پاس گیا جو کفن کے لئے چندہ جمع کیا کرتا تھا اور کہا کہ مجھے ایک نمدے میں لپیٹ کر مردے کی طرح راستہ کے کنارے پر رکھکر بیٹھ جا۔ ہیچ۔ زبان سے کچھ نہ کہنا ورنہ صدر جہاں اپنی عادت کے مطابق کچھ نہ دے گا۔

[3] بو کہ۔ ایسا ہوسکتا ہے کہ وہ مجھے مُردہ سمجھکر کفن کے لئے کچھ دیدے۔ ہر چہ۔ وہ جو کچھ دیگا آدھا تیرا اور آدھا میرا ہوگا۔ در نمد۔ کفن کے بھکاری نے ایسا ہی کیا۔ مَعبر۔ گذرگاہ، گذر۔ زر۔ صدر جہاں نے نمدے پر کچھ رکھا تو اُس طالب علم نے جلدی سے نمدے سے ہاتھ باہر نکالا۔

تا نگیرد آں کفن خواہ آں صِلہ — تا نہاں نکُند ازو آں دہ دِلہ[1]

تاکہ وہ عطیہ وہ کفن مانگنے والا نہ لے لے — تاکہ وہ پریشان آدمی اُس کو اُس سے نہ چھپالے

مُردہ از زیرِ نمد بر کرد دست — سر بروں آمد پئے دستش زِ پست

مُردے نے نمدے کے نیچے سے ہاتھ باہر کردیا — ہاتھ کے بعد اُس نے نیچے سے سر باہر نکالا

گفت با صدرِ جہاں چوں بِستدم — اے ببستہ بر مَن ابوابِ کرم

صدرِ جہاں سے کہا میں نے کیسا وصول کیا؟ — اے وہ کہ جس نے میرے اوپر کرم کے دروازے بند کردیئے تھے

گفت لیکن تا نمُردی اے عنُود — از جنابِ من نبُردی ہیچ سُود

اُس نے کہا اے سرکش! لیکن جبتک تو مر نہ گیا — میرے دربار سے تونے کوئی فائدہ نہ اٹھایا

سِرِّ مُوتُوا قبلَ مَوتِ ایں بُوَد — کز پسِ مُردن غنیمتہا رسد

"تم موت سے پہلے مرو" کا راز یہ ہے — کہ مرنے کے بعد غنیمتیں آتی ہیں

غیرِ مُردن[2] ہیچ فرہنگِ دگر — در نگیرد با خدا اے حیلہ گر

مرنے کے علاوہ دوسری ہوشیاری — اے حیلہ گر! خدا کے دربار میں اثر نہیں کرتی ہے

یک عنایت بہ ز صد گوں اجتہاد — جہد را خوف است از صد گوں فساد

ایک عنایت سیکڑوں قسم کی کوششوں سے بہتر ہے — کوشش میں سو قسم کے فساد کا ڈر ہے

واں عنایت ہست موقوفِ ممات — تجربہ کردند ایں رہ را ثقات

اور وہ عنایت مرنے پر موقوف ہے — معتبر لوگوں نے اس راستہ کا تجربہ کرلیا ہے

بلکہ مرگش بے عنایت نیز نیست — بے عنایت ہان و ہاں جائے مایست

بلکہ اُس کی موت بھی مہربانی کے بغیر نہیں ہے — خبردار، خبردار بے عنایت کے کسی جگہ نہ ٹھہر

آں زمرد باشد ایں افعیِ پیر — بے زمرد کے شود افعی ضریر

وہ اس بوڑھے سانپ کا زمرد ہے — بغیر زمرد کے سانپ کب اندھا ہوتا ہے؟

حکایت[3] آں دو برادر یکے کوسہ و یکے امرد در عزب خانہ

اُن دو بھائیوں کی حکایت جو ایک بھگی داڑھی والا اور ایک بغیر داڑھی کا تھا وہ ایک رات

بخفتند شبے اتفاقاً امردِ خشتے چند بر درِ مقعدِ خود انبار

اتفاقاً مردانہ مکان میں سو گئے بغیر داڑھی والے نے اپنی مقعد کے در پر اینٹوں کا ڈھیر

کرد و عاقبت دبّاب دب آورد و آں خشتہا را بحیلہ از

لگالیا اور انجام کار مُغلِم نے اغلام کیا اور اُس نے اِن اینٹوں کو تدبیر سے

---

[1] دہ دِلہ۔ متردد انسان۔ مُردہ۔ اُس طالب علم نے پہلے ہاتھ نکالا پھر اس نمدے کے نیچے سے سر بھی نکالا۔ گفت۔ پھر صدرِ جہاں سے کہا دیکھو میں نے کیسا وصول کیا۔ اے عنود۔ صدرِ جہاں نے جواب میں کہا جب تک تو مر نہ گیا مجھ سے نہ لے سکا انکار تو تجھے دینے سے کیا تھا۔ سرِّ مُوتُوا۔ اس مقولہ مرنے سے پہلے مرجاؤ کا راز اب ہم سمجھے کہ مرنے کے بعد انعام اور عطیہ حاصل ہوتا ہے۔

[2] غیرِ مُردن۔ خدا کی جناب میں بھی جب تک فنا نہ حاصل کروگے اور کوئی تدبیر کارگر نہ ہوگی۔ یک عنایت۔ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایک جذب سیکڑوں مجاہدوں سے بہتر ہے کیونکہ مجاہدوں میں عجب وریا پیدا ہوجانے کا خوف ہوتا ہے۔ واں عنایت۔ جذبِ الٰہی اُس وقت آتا ہے جبکہ انسان فنا حاصل کرلے۔ بلکہ۔ اصل جذبِ الٰہی ہے فنا کا مقام بھی بغیر جذبِ الٰہی کے حاصل نہیں ہوتا۔ آں۔ جذب کو زمرد اور نفس کو سانپ سمجھو سانپ زمرد سے ہی اندھا ہوتا ہے۔

[3] حکایت۔ اس حکایت کا خلاصہ یہ ہے کہ داڑھی کے دو تین بال جو عطائے خداوندی تھے وہ اُس بھگی داڑھی والے کیلئے فساد سے بچاؤ کا سبب بنے۔ عزب خانہ۔ جہاں صرف وہ لوگ ہوں جنکی بیویاں نہیں ہیں۔ دبّاب مُغلِم۔ دبّ۔ اغلام۔

بالائے مقعدِ او بر می داشت و آں کودک بیدار
مقعد پر سے ہٹا رہا تھا، وہ لڑکا جاگ گیا
شد و بخشم گفت کہ خشتہا کو چرا برداشتی و
اور غصہ سے کہا، کہ بتا اینٹوں کو تو نے کیوں ہٹایا؟ اور
او گفت چرا بنہادی
اُس نے کہا تو نے کیوں رکھیں؟

[1] اَمردے و کوسہ در انجمن
ایک مجلس میں ایک امرد اور ایک بُچّی داڑھی والا
آمدند و مجمعے بُد در وطن
آئے اور مجمع شہر ہی میں تھا

مُشتغل ماندند قومِ منتخب
منتخب لوگ مشغول رہے
روز رفت و شد زمانِ ثلثِ شب
دن چلا گیا اور ایک تہائی رات کا وقت ہو گیا

زاں عزبخانہ نرفتند آں دو کس
اُس مردانے گھر سے وہ دونوں شخص نہ گئے
ہم بخفتند آں شب از بیمِ عسس
کوتوال کے ڈر سے اُس رات وہیں سو بھی گئے

[2] کوسہ را بُد بر زنخداں چار مو
بُچّی داڑھی والے کی ٹھوڑی پر چار بال تھے
لیک ہمچوں ماہ بدرش بُود رُو
لیکن اُس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح تھا

کودکِ امرد بصورت بُود زشت
نوخیز لڑکا صورت میں بُرا تھا
ہم نہاد اندر پسِ کوں بیست خشت
پھر بھی اُس نے مقعد کے پیچھے بیس اینٹیں رکھیں

لُوطی دَب بُرد شب از گمرہی
اغلام باز نے بدنیتی سے رات میں اغلام (کا ارادہ) کیا
خشتہا را نقل کرد آں مشتہی
اُس شہوت ناک نے اینٹیں ہٹا دیں

دست بر وَے زد او از جا بجست
اُس نے اُس پر ہاتھ ڈالا وہ اپنی جگہ سے کُودا
گفت ہے تو کیستی اے سگ پرست
بولا ہائے اے سگ پرست! تو کون ہے؟

[3] گفت ایں سی خشت چوں انباشتی
اُس نے کہا تو نے یہ تیس اینٹیں کیوں جمع کیں؟
گفت تو سی خشت چوں برداشتی
اُس نے کہا تو نے تیس اینٹیں کیوں ہٹائیں؟

گفت اے فی النارِ خرسِ مُردہ ریگ
اُس نے کہا اے جہنمی، ریچھ، کمینے
ابلہ و بے خاصیت مانندِ ریگ
احمق اور بے نفع، ریت جیسے

کودکے بیمارم و از ضعفِ خود
میں بیمار لڑکا ہوں اور اپنی کمزوری سے
کردم ایں جا احتیاط و مرقد
اس جگہ احتیاط کی تھی اور سونے کی جگہ بنائی

---

[1] اَمرد۔ نوخیز بغیر داڑھی کا لڑکا۔ کوسہ۔ بُچّی داڑھی والا۔ انجمن۔ یعنی خانقاہ۔ مشتغل۔ منتخب لوگ قوالی وغیرہ میں مصروف ہو گئے اور ایک تہائی رات تک یہ مصروفیت رہی۔ سماع۔ وہ دونوں کوتوال کے ڈر سے خانقاہ ہی میں سو گئے کہ کہیں کوتوال آوارہ گردی میں نہ پکڑ لے۔

[2] کوسہ۔ بُچّی داڑھی والے کی ٹھوڑی پر دو چار بال تھے اور بہت حسین تھا۔ کودک۔ لڑکا بدصورت تھا پھر بھی اُس نے احتیاطاً اپنی مقعد کے پیچھے اینٹیں رکھ لیں۔ لوطی۔ وہاں کوئی شخص تھا جس کو لواطت کی عادت تھی۔ سگ۔ یعنی نفس۔

[3] گفت۔ لوطی نے کہا تو نے اینٹیں کیوں اڑائیں۔ امرد نے کہا تو نے اینٹیں کیوں ہٹائیں۔ گفت۔ امرد نے کہا او جہنمی، ریچھ۔ مُردہ ریگ۔ حقیر، کمینہ۔ ایں جا۔ خانقاہ ہے یہاں کوئی بدمعاشی نہ ہوگی۔

گفت اگر[۱] داری ز رنجوری تفے
اُس نے کہا، اگر تو بیماری کی سوزش رکھتا ہے

چوں نرفتی جانبِ دار الشفٰے
تو شفا خانہ کیوں نہ گیا ؟

یا بخانہ یک طبیبے مُشفقے ۴۳
یا کسی مہربان طبیب کے گھر

کو کُشادے از سقامت مُغلقے
کہ وہ تیری بیماری کے پھندے کو کھول دیتا

گفت آخر مَن کجا یارم شدُن
اُس نے کہا آخر میں کہاں جاؤں ؟

کہ بہر جامے روم مَن ممتحَن
کیونکہ میں مصیبت زدہ، جہاں بھی جاتا ہوں

چوں تو زندیقے پلیدے مُلحدے
تجھ جیسا بد دین، ناپاک، مُلحد

می برآرد سَر بہ پیشم چوں ددے
میرے سامنے درندہ کی طرح سر اُبھارتا ہے

خانقاہے کہ بُوَد بہتر مکاں
خانقاہ جو بہتر جگہ ہے

من ندیدم یک دمے در وے اماں
میں نے اس میں ایک لمحہ کے لئے امن نہ دیکھا

رُو بمن آرند مُشتے خمر خوار
شراب نوشوں کا گروہ میری طرف رُخ کرتا ہے

چشمہا پُر نطفہ کف خایہ فشار
آنکھیں مستی سے بھری ہوئی ہاتھ خایہ پر پھیرتے ہوئے

یارِ مَر[۲] ناموس را غیرِ نظر
آبرو والے کے لئے سوائے نظر (بازی)، کے

نیست لیکن زاں نظر دیں پُر خطر
(کچھ) نہیں ہے لیکن اُس نظر سے دین خطرے میں ہے

وانکہ ناموسی ست خود از زیر زیر
وہ جو آبرو والا ہے، خود نیچے نیچے

غمزہ دُزدد، میدہد مالش بکیر
چھپے اشارے کرتا ہے، خایہ کو مَلتا ہے

خانقہ چوں ایں بُوَد بازارِ عام
خانقاہ جب یہ عام بازار ہو

چوں بُوَد خر گلہ و دیوانِ خام
تو گدھوں کے گلے اور خام (کار) شیطانوں کا کیا حال ہوگا

خر کجا ناموس و تقویٰ از کجا
کہاں گدھا اور کہاں ناموس اور تقویٰ

خر چہ داند خشیت و خوف و رجا
خوف و رجا اور خدا سے ڈرنے کو گدھا کیا جانے ؟

عقل[۳] باشد ایمنی و عدل جو
امن اور انصاف کی جویاں عقل ہوتی ہے

بر زن و بر مَرد اما عقل کو
مرد کے لئے اور عورت کیلئے، لیکن عقل کہاں ہے ؟

ور گریزم من روَم سُوی زناں
اور اگر میں گریز کرتا ہوں، عورتوں کی جانب جاتا ہوں

ہمچو یوسفؑ اُفتم اندر افتناں
(حضرت) یوسفؑ کی طرح فتنوں میں پڑ جاتا ہوں

یوسفؑ از زن یافت زندان و فشار
(حضرت) یوسفؑ نے عورت کی وجہ سے قید خانہ اور شکنجہ بھگتا

مَن شوم توزیع بر پنجاہ دار
میں پچاس سولیوں پر منقسم ہوتا ہوں

---

[۱] اگر۔ لوطی نے کہا، اگر بیمار تھا تو ہسپتال جاتا، یا کسی طبیب کے گھر چلا جاتا خانقاہ میں کیوں سر رہا — دار الشفٰی۔ شفا خانہ۔ سقامت۔ بیماری۔ گفت آخر۔ لڑکے نے کہا کہاں جاؤں جہاں جاتا ہوں مصیبت میں گرفتار ہو جاتا ہوں۔ دد۔ درندہ۔ خانقاہے۔ جب خانقاہ میں بھی امن نہ ملی تو کہاں ملے گی،

[۲] یار۔ جو لوگ بدنامی سے ڈرتے ہیں وہ چھپکے چھپکے اشارے اور نظر بازی کرتے ہیں جو دین کے لئے خطرناک ہے۔ خانقہ۔ جب خانقاہ میں بھی بازاری لوگ ہیں تو اوباشوں کا اس سے اندازہ لگا لیا جائے۔ خر۔ عوام اور اوباش جو گدھوں کی طرح ہیں اُن میں نہ ناموس ہے نہ تقویٰ نہ خدا کا خوف اور نہ اُمید و بیم جو اصل ایمان ہے۔

[۳] عقل۔ نیکی تو عقل کا تقاضہ ہے لیکن اُن لوگوں میں عقل کہاں ہے۔ ور گریزم۔ یہ تو مَردوں کا حال تھا اب عورتوں کا یہ حال ہے کہ اُن کی وجہ سے مصیبت میں پھنستا ہوں۔ یوسفؑ۔ حضرت یوسفؑ کو تو عورتوں نے قید میں پھنسایا میرے لئے ہر طرف سولی ہی سولی ہے، مَردوں کی طرف سے بھی اور عورتوں کے سبب بھی۔

آں زناں از جاہلی بر مَن تنند[۱] | اولیاشاں قصدِ جانِ مَن کنند
وہ عورتیں نادانی سے میرے چکر کاٹتی ہیں | اُن کے سرپرست میری جان کے درپے ہوتے ہیں

نے ز مرداں چارہ دارم نے زناں | چوں کنم چوں نے ازینم نے ازاں
میرے لئے نہ مردوں سے مفر ہے نہ عورتوں سے | میں کیا کروں جبکہ میں نہ انہیں سے ہوں نہ انہیں سے

بعد ازاں کودک بکوسہ بنگریست | گفت اُو با ایں دو مُو از غم بری ست
اُس کے بعد لڑکے نے چگی داڑھی والے کو دیکھا | بولا وہ اِن دو بالوں کی وجہ سے غم سے بَری ہے

فارغست از خشت و از پیکارِ خشت | وز چو تو مادر فروشِ کنگ و زشت
اینٹ اور اینٹ کی لڑائی سے بے نیاز ہے | اور تجھ جیسے مادر فروش ہٹے کٹے اور بدمعاش سے

برزنخ[۲] سہ چار مُو بہرِ نموں | بہتر از سی خشت گرد اگرد کوں
تھوڑی پر دکھاوے کے تین چار بال | مقعد کے چاروں طرف تیس اینٹوں سے بہتر ہیں

ذرۂ سایہ عنایت بہتر ست | از ہزاراں کوششِ طاعت پرست
عنایت کے سایہ کا ایک ذرہ بہتر ہے | اطاعت گذار کی ہزاروں کوششوں سے

زانکہ شیطاں خشت طاعت برکند | گر دو صد خشتست خود را رہ کند
کیونکہ شیطان اطاعت کی اینٹ ہٹا دیتا ہے | اگر دو سو اینٹیں ہوں اپنے لئے راستہ بنالیتا ہے

با عنایت اُو ندارد زہرۂ | تا بسازد خویشتن را بہرۂ
عنایت کے ہوتے ہوئے اُس کا پتہ نہیں ہے | کہ اپنے لئے کوئی حصہ لگائے

خشت[۳] گر پُرست بنہادہ تو است | آں دو سہ مُو از عطای آں سو است
اینٹیں اگر بھری ہوئی ہیں تیری رکھی ہوئی ہیں | وہ دو تین بال، اُس جانب کی عطا ہے

در حقیقت ہر یکے مُو را ازاں | خُرد منگر ہمچو کوہے داں کلاں
حقیقت کے اعتبار سے اُن میں سے ہر بال کو | چھوٹا نہ سمجھ، پہاڑ کی طرح بڑا سمجھ

کاں امان نامہ و صلہ شاہنشہی ست | خلعتِ خانیِ قطبِ آگہی ست
کیونکہ وہ شاہی امن نامہ اور عطیہ ہے | قطبِ معرفت کی سرداری کا خلعت ہے

تو اگر صد قفل بنہی بر درے | بر کند آں جملہ را خیرہ سرے
تو اگر ایک دروازے پر سَو تالے لگائے | کوئی سرپھرا اُن سب کو توڑ دے گا

---

۱ آں زناں - عورتیں مجھ پر گرتی ہیں اور اُن کے سرپرست میرے خون کے درپے ہوتے ہیں - نے ز مرداں - میرے لئے مرد بھی مصیبت کا سبب ہیں اور عورتیں بھی - چوں کنم میں نہ مردوں میں ہوں نہ عورتوں میں، مرد مجھے عورت سمجھتے ہیں عورتیں مجھے مرد سمجھتی ہیں - بعد ازاں - اِن باتوں کے بعد اُس اَمرد نے چگی داڑھی والے کو دیکھا اور بولا کہ یہ اِن دو چار بالوں کی وجہ سے سب غموں سے بے نیاز ہے - فارغست - یہ اینٹوں سے بھی بے نیاز ہے اور اینٹوں کے جھگڑے سے بھی مجھے اینٹیں اُڑانی پڑیں اور پھر اینٹیں ہٹانے کے بارے میں تجھ سے جھگڑنا پڑا اور یہ تجھ جیسے ہٹے کٹے بدمعاش سے بھی بے نیاز ہے۔

۲ برزنخ - مولانا فرماتے ہیں کہ دیکھو داڑھی کے دو چار بال تیس اینٹوں سے بہتر ثابت ہوئے - ذرہ - اسی طرح اللہ کے جذب کا ایک ذرہ عبادت کی ہزار کوششوں سے بہتر ہے - زانکہ - شیطان عبادت کی اینٹیں اکھاڑ دیگا اور اپنا راستہ بنالے گا - باعنایت - اگر جذبِ خداوندی ہے تو شیطان اُس میں اپنا حصہ نہ بنا سکے گا۔

۳ خشت - عبادت کی اینٹیں تیری جمع کی ہوئی ہیں اور جذب بالوں کی طرح عطیہ خداوندی ہے - در حقیقت - داڑھی کے ایک بال کو بھی حقیر نہ سمجھ وہ کوہ گراں ہے - کاں - داڑھی اللہ کی جانب سے امن نامہ ہے اور وہ خلعت ہے جو قطب معرفت کو دیجاتی ہے - تو اگر - عنایت اور مجاہدہ کے فرق کیلئے یہ مثال ہے کہ اگر انسان خود کسی جگہ سو تالے لگائے تو اسکو توڑ لیا جاتا ہے گو تالا اگر موم کا بھی بنا دیتا ہے تو بڑے بہادر توڑنے کی ہمت نہیں کرتے۔

شحنہ از مُوم اگر مُہرے نہد
کوتوال اگر موم کی مُہر لگا دیتا ہے

پہلواناں را ازاں دل بشکہد
اُس سے پہلوانوں کا دل گھبراتا ہے

شحنہ گر مُہرے نہد از مُومِ نرم
کوتوال، اگر نرم موم کی مُہر لگا دے

زاں بُود کوتاہ پنجہ شیرِ گرم
اُس سے بچاس فیصلے شیر عاجز ہوتے ہیں

آں[1] دو سہ تارِ عنایت ہمچو کوہ
وہ دو تین عنایت کے تار، پہاڑ کی طرح

سَد شُدہ چوں فرِّ سیما در وجوہ
آڑ ہو گئے، جیسا کہ چہروں پر علامت کا نشان

خشت را مگذار اے نیکو سرشت
اے نیک طبیعت! اینٹ کو بھی نہ چھوڑ

لیک ہم ایمن مخسپ از دیو زشت
لیکن بد شیطان سے بے خوف نہ سو

رَو دو تا مُوزاں کرم با دست آر
جا، اُس کرم کے دُو عدد بال حاصل کرلے

وانگہاں ایمن بخسپ و غم مدار
اور تب اطمینان سے سو، اور فکر نہ کر

نومِ عالم از عبادت بہ بُود
عالِم کا سونا، عبادت سے بہتر ہے

آنچناں علمے کہ مُستنبہ بُود
ایسا علم جو آگاہی دینے والا ہو

آں[2] سکونِ سابح اندر آشنا
تیراکی میں تیراک کا سکون

بہ ز جہدِ اعجمے با دست و پا
اناڑی کی ہاتھ پاؤں کی کوشش سے بہتر ہے

دست و پا ساکن بآب اندر سباح
ہاتھ اور پاؤں ٹھہرے ہوئے، تیرنے میں

بہ رَود از اعجمے با انتطاح
وہ بہتر چلے گا اناڑی سے باوجود ٹکّر مارنے کے

اعجمی زد دست و پا و غرق شُد
اناڑی نے ہاتھ پاؤں مارے اور ڈوب گیا

میرود سبّاح ساکن چوں عمد[3]
تیراک شہتیر کی طرح ساکن جا رہا ہے

علم دریائیست بے حد و کنار
علم ایک لامحدود بے ساحل کا دریا ہے

طالبِ علم ست غوّاصِ بحار
علم کا طالب، سمندروں کا غوطہ زن ہے

گر ہزاراں سال باشد عمرِ اُو
اگر اُس کی عمر ہزاروں سال کی ہو

اُو نگردد سیر خود از جستجو
وہ جستجو سے سیر نہ ہوگا

نیند کا سکون جاہل کی عبادت کی حرکت سے بہتر ہے، اُس کے سونے میں اتنا اخلاص اور صحیح نیت ہوگی کہ جاہل کی عبادت میں بھی نہ ہوگی اور فضیلت کا مدار نیت اور اخلاص پر ہے۔ بحرِ علم۔ اب علم کی فضیلت بیان کرکے اُس کی طلب کی طرف متوجہ فرمایا ہے۔ علم ناپیدا کنار دریا ہے اور طالبِ علم اُس میں سے موتی نکالتا ہے۔ گو ہزاراں عمر کی وہ لذت ہے کہ طالبِ علم کی اُس سے کبھی سیری نہیں ہوتی ہے۔

---

[1] آں دو سہ۔ وہ دو تین بال تھے حفاظت کے لیے پہاڑ کی طرح تھے اور وہ ایسی علامت تھی جیسی عبادتگزاروں کے چہروں پر سجدوں کے نشان کی علامت۔ خشت یعنی شیطان سے بچاؤ کی تدبیر اور مجاہدہ کرتا رہ لیکن صرف اُس پر بھروسہ نہ کر۔ تو جذبِ الٰہی اور عنایت کے دو چار بال حاصل کرلے پھر قدرے مطمئن ہو جا۔ نومِ عالم۔ اب اللہ تعالیٰ کی عنایت کی مجاہدے پر ترجیح کے لئے ایک حدیث کا مضمون بیان فرمایا ہے، عالم کی نیند کو عبادت قرار دیا گیا اور ظاہر ہے کہ عارف و عالم کی عبادت، جاہل کی عبادت سے افضل ہے لہٰذا عالم کا سونا جاہل کی عبادت سے افضل ہوا۔ مستنبہ۔ وہ علم جو دنیا اور آخرت کے نقصانات سے تنبیہ کرنیوالا ہو۔

[2] آں سکوں۔ عالم سونے میں ساکن پڑا ہے اور غیر عالم جلدی میں ہاتھ پاؤں ہلا رہا ہے بایں ہمہ اُس کی یہ مثال سمجھو کہ ایک تیراک جو ماہر ہے وہ سکون سے پانی پر لیٹا ہوا تیر رہا ہے اور ایک اناڑی ہاتھ پاؤں مار کر تیر رہا ہے۔ سابح۔ تیراک۔ سباح۔ تیراکی۔ انتطاح۔ ٹکر مارنا۔

[3] عمد۔ لکڑی کے شہتیر کی طرح پانی پر چلا جا رہا ہے جس طرح اس تیراک کا سکون دوسرے کی حرکات سے افضل ہے اسی طرح عالم کی

کانؔ رسولِ حق بگفت اندر بیاں　　ایں کہ مَنْهُومَانِ هُمَا لَا يَشْبَعَانِ
کیونکہ رسولِ حق نے بیان میں فرمایا　　یہ کہ دو حریص سیر نہیں ہوتے ہیں

در تفسیر ایں خبر کہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم فرمود مَنْهُومَانِ لَا يَشْبَعَانِ طَالِبُ الدُّنْيَا وَطَالِبُ الْعِلْمِ کہ ایں علم غیرِ علمِ دنیا باشد تا دو قسم باشد اما علمِ دنیا ہم دنیا باشد بے آخرت و اگر ہمچنیں باشد کہ طالبُ الدُّنیا و طالبُ الدُّنیا تکرار بُوَد نہ تقسیم مع تقریرہ

اس حدیث کی تفسیر جو مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی دو حریص ہیں جو سیر نہیں ہوتے ہیں، دنیا کا طلب گار اور علم کا طلب گار کہ یہ علم دنیا کے علم کے علاوہ ہوگا تاکہ دو قسمیں بن سکیں لیکن دنیا کا علم بھی دنیا ہے بغیر آخرت کے اور اگر ایسا ہو کہ دنیا کا طالب اور دنیا کا طالب ہے تو تکرار ہو جائے گا نہ کہ تقسیم مع اس کی پوری تقریر کے

طَالِبُ الدُّنْيَا وَتَوْفِيرَاتِهَا[۲]　　طَالِبُ الْعِلْمِ وَتَدْبِيرَاتِهَا
دنیا کا طالب اور اس کی ترقیوں کا　　علم کا طالب اور اس کی تدبیروں کا

پس دریں قسمت چو بگماری نظر　　غیرِ دنیا باشد ایں علم اے پدر
تو اس تقسیم میں جب نظر کر جائے گا　　اے بابا! یہ علم دنیا کا غیر ہوگا

غیرِ دنیا پس چہ باشد آخرت　　کِت کَنَد زینجا و باشد رہبرت
تو دنیا کا غیر کیا ہوتا ہے؟ آخرت　　جو تجھے یہاں سے اکھاڑے اور تیرا رہنما ہو

غیرِ دنیا آخرت باشد یقیں　　کاں برد زینجات آنجا اے امیں
دنیا کا غیر، یقیناً آخرت ہے　　اے امین! کہ وہ تجھے اس جگہ سے اس جگہ لے جائے

بحث کردنِ آں سہ شہزادہ در تدبیرِ ایں واقعہ

ان تین شہزادوں کا اس واقعہ کی کھود کرید کرنا

رُو بہم کردند[۳] ہر سہ مفتتن　　ہر سہ را یک درد و یک رنج و حزن
تینوں فتنہ میں مبتلا آپس میں متوجہ ہوئے　　تینوں کا ایک ہی درد اور ایک ہی رنج و غم تھا

ہر سہ در یک فکر و یک سودا ندیم　　ہر سہ از یک رنج و یک علت سقیم
تینوں ایک ہی فکر اور ایک ہی خیال میں ساتھی تھے　　تینوں ایک رنج اور ایک بیماری کے بیمار تھے

[۱] کاں۔ آنحضورؐ نے اسی لئے فرمایا ہے کہ دو لالچی ایسے ہیں کہ کبھی ان کا پیٹ نہیں بھرتا ہے ایک علم کا طالب اور دوسرا دنیا کا طالب۔ در تفسیر۔ مولانا نے فرمایا کہ یہاں علم سے مراد دین اور آخرت کا علم ہے اگر دنیوی علوم مراد لئے جائیں گے تو یہ تقسیم درست نہ رہے گی اس لئے کہ طالب دنیا اور طالب علم دنیا ایک چیز ہے۔

[۲] طالب الدنیا۔ ایک سیر نہ ہونے والا دنیا اور اس کی ترقیوں کا طالب ہے دوسرا سیر نہ ہونے والا علم اور اس کی تدبیروں کا طالب ہے۔ قسمت۔ یعنی ایک دوسرے کا قسیم اور بالمقابل ہے، تو علم سے مراد علم آخرت ہوگا۔ کت۔ وہ علم دنیا میں مصروف نہ ہونے دیگا اور آخرت کا رہبر ہوگا۔ غیرِ دنیا۔ دنیا سے آخرت ہی میں جانا ہے تو دنیا کے سوا وہی جگہ ہے۔

[۳] رو بہم۔ تینوں شہزادے ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوئے۔ مفتتن۔ فتنہ میں پڑا ہوا۔ یک فکر۔ تینوں کی ایک ہی فکر تھی ایک ہی قسم کا رنج اور ایک ہی قسم کی بیماری تھی یعنی تینوں شاہ کی حسین لڑکی کے فراق میں مبتلا تھے۔

ف۱ در خموشی ہر سہ را خطرت یکے ۔۔۔ در سخن ہم ہر سہ را حجت یکے

خموشی میں، تینوں کا ایک ہی خیال تھا ۔۔۔ گفتگو میں، تینوں کی ایک ہی دلیل تھی

یک زمانے اشک ریزاں ہر سہ شاں ۔۔۔ بر سرِ خوانِ مصیبت خونفشاں

کسی وقت تینوں آنسو بہانے والے ہوتے ۔۔۔ مصیبت کے خوان پر خون چھڑکنے والے

یک زماں از آتشِ دل ہر سہ کس ۔۔۔ بر زدہ با سوز چوں مجمر نفس

کسی وقت تینوں دل کی آگ کی وجہ سے ۔۔۔ انگیٹھی کی طرح سوزش کے ساتھ سانس لیتے

مقالتِ برادرِ بزرگ ترین

سب سے بڑے بھائی کی گفتگو

ف۲ آں بزرگیں گفت کاِ اخوانِ خیر ۔۔۔ ما نہ نر بودیم اندر نصحِ غیر

اُس بڑے نے کہا اے بھلے بھائیو! ۔۔۔ کیا ہم دوسرے کو نصیحت کرنے میں مرد نہ تھے؟

از حشم ہر کہ بما کردے گلہ ۔۔۔ از بلا و خوف و فقر و زلزلہ

متعلقین میں سے جو ہم سے شکوہ کرتا ۔۔۔ بلا اور خوف اور فقر اور زلزلہ کا

ما ہمی گفتیم کم نال از حرج ۔۔۔ صبر کن کالصبرُ مفتاحُ الفرج

ہم کہا کرتے تھے کہ تنگی سے نالاں نہ ہو ۔۔۔ صبر کر کیونکہ صبر کشادگی کی کنجی ہے

ف۳ ایں کلیدِ صبر ما اکنوں چہ شد ۔۔۔ اے عجب منسوخ شد قانوں چہ شد

ہمارے صبر کی یہ کنجی اب کہاں گئی ۔۔۔ ہائے تعجب! قانون منسوخ ہوگیا، کیا ہوگیا!

ما نمی گفتیم کاندر کشمکش ۔۔۔ اندر آتش ہمچو زر خندید خوش

کیا ہم نہیں کہا کرتے تھے کہ کشمکش میں ۔۔۔ آگ کے اندر سونے کی طرح خوب ہنسو؟

ہر سپہ را وقتِ تنگا تنگِ جنگ ۔۔۔ گفتہ ما کہ ہیں مگردانید رنگ

جنگ کی تنگی ترشی میں ہر سپاہی کو ۔۔۔ ہم نے کہا خبردار! رنگ متغیر نہ کر

آں زماں کہ بود اسپاں را وطا ۔۔۔ جملہ سرہا بریدہ زیرِ پا

جس وقت گھوڑوں کی روند ہوتی ۔۔۔ تمام کٹے ہوئے سر پاؤں کے نیچے ہوتے

ما سپاہِ خویش را ہے ہے کناں ۔۔۔ کہ بہ پیش آید قاہر چوں سناں

ہم اپنے لشکر کو ہائیں ہائیں کرتے ۔۔۔ کہ غلبہ کے ساتھ بھالے کی طرح آگے بڑھو

جملہ عالم را نشاں دادہ بصبر ۔۔۔ زانکہ صبر آمد چراغ و نورِ صدر

ہم نے تمام دنیا کو صبر کا پتہ بتایا ۔۔۔ کیونکہ صبر سینہ کا چراغ اور نور ہے

ف۱ در خموشی۔ چپ رہیں تو سب کا ایک ہی خیال یعنی شہزادی کا تصور تھا۔ در سخن۔ بات کریں تو یک ہی بات یعنی شہزادی کا ذکر تھا۔ یک زماں۔ کبھی تینوں مل کر رونے لگتے کبھی تینوں گرم آہیں بھرنے لگتے۔ مجمر۔ انگیٹھی۔ نفس۔ سانس۔

ف۲ بزرگیں۔ یعنی تینوں میں سے بڑا۔ اخوان۔ بھائی۔ نر۔ یعنی بہادر۔ حشم۔ جب کبھی متعلقین میں سے کوئی مصیبت کا شکوہ کرتا تو ہم اسکو صبر کی تلقین کیا کرتے تھے لہٰذا ہمیں بھی صبر سے کام لینا چاہیئے۔ اس سے مقصد پورا ہوگا۔

ف۳ ایں کلید۔ ہم دوسروں کو صبر دلاتے تھے اب صبر کی وہ کنجی جس سے کشادگی آتی ہے ہمارے ہاتھ سے کہاں چلی گئی۔ ما نمی گفتیم۔ ہم دوسروں کو کہتے تھے کہ مصیبت کا وقت خندہ پیشانی سے گذرنا چاہیئے۔ رنگ۔ یعنی ڈر سے زرد نہ ہن۔ وطا۔ پائمال۔ ہے ہے۔ ہم اپنے لشکر سے کہتے تھے بڑھے اور تیر کی نوک کی طرح سینہ میں گھس جاؤ۔ خلاصہ۔ ہم سب کو صبر کی تلقین کرتے تھے کہ صبر سے دل روشن ہوتا ہے۔

نوبتِ ما شُد چہ خیرہ سر شُدیم[1] | چوں زنانِ زشت در چادر شُدیم
جب ہماری باری آئی ہم کیسے حیران ہو گئے | بدصورت عورتوں کی طرح ہم چادر میں ہو گئے

اے دلے کہ جملہ را کردی تو گرم | گرم کُن خود را واز خود دار شرم
اے دل! کہ تو نے سب کو مُستعد کیا | اپنے آپ کو مُستعد کر، اور اپنے سے شرم کر

اے زباں کہ جملہ را ناصح بُدی | نوبتِ تو گشت از چہ تن زدی
اے وہ زبان! جو سب کو نصیحت کرنیوالی تھی | تیری باری آئی تو تُو خاموش کیوں ہو گئی؟

اے خرد کو پندِ شکر خایِ تو | دور تست ایندم چہ شُد ہیہایِ تو
اے عقل! تیری میٹھی نصیحت کہاں گئی؟ | اب تیری باری ہے، تیری ہائے ہُو کہاں گئی؟

اے زدلہا بُردہ صد تشویش را | نوبتِ تو شُد بجنباں ریش را
اے (عقل)! تو دلوں سے سیکڑوں پریشانیوں کو دور کیا کرتی ہے | تیری باری آگئی، داڑھی ہلا دے

از غَمی ریش ارکنوں دزدیدۂ | پیش ازیں بر ریشِ خود خندیدۂ
اگر اب بد دلی کی وجہ سے تو نے داڑھی کو چھپا لیا ہے؟ | اِس سے پہلے تو اپنی داڑھی پر ہنستی تھی

وقتِ پندِ دیگرانے[2] ہائے ہائے | در غمِ خود چوں زنانے وائے وائے
دوسروں کو نصیحت کے وقت، ہائے ہائے | اپنے غم میں عورتوں کی طرح، وائے وائے

چوں بدردِ دیگراں درماں بُدی | دردِ مہمانِ تو آمد تن زدی
جب تو دوسروں کے درد میں علاج تھی | درد تیرا مہمان بن کر آیا، تو خاموش ہو گئی

بانگ بر لشکر زدن بُد سازِ تو | بانگ بر زن چہ گرفت آوازِ تو
لشکر کو للکارنا تیرا طریقہ تھا | (اب) للکار، تیری آواز کو کس نے پکڑ لیا؟

آنچہ پنجہ سال بافیدی بہوش | زاں نسیجِ خود بغلطاقے بپوش
جو تو نے پچاس سال ہوشیاری سے بُنا | اُسی بُنے ہوئے سے ایک بغلطاق پہن لے

از نوایت[3] گوشِ یاراں بُود خوش | دست بیروں آر و گوشِ خود بکش
تیری آواز سے دوستوں کے کان خوش تھے | ہاتھ باہر نکال اور اپنا کان کھینچ

سر بُدی پیوستہ خود را دُم مکُن | پا و دست و ریش و سُبلت گم مکُن
تو ہمیشہ سر تھی اپنے آپ کو دُم نہ بنا | پاؤں اور ہاتھ اور داڑھی اور مونچھ گم نہ کر

بازی آنِ تست بر رُویِ بساط | خویش را در طبع آر و در نشاط
بساط پر بازی تیری ملکیت ہے | اپنے آپ کو (خوش) طبعی اور نشاط میں لا

[1] نوبت۔ جب ہماری باری آئی تو ہم عورتوں کی طرح ٹسوے بہانے بیٹھ گئے۔ اَے دل۔ پھر اپنے دل کو دلاسا دیتا۔ اَے زباں۔ اُس شہزادے نے اپنی زبان کو نصیحت کی کہ تو دوسروں کو نصیحت کرتی تھی اب کیوں خاموش ہے۔ اَے خرد۔ اپنی عقل کو کہا تو بڑی نصیحتیں کرتی تھی اب کیوں چپ ہے۔ بجنباں ریش را۔ پہلے قصّہ گذرا ہے کہ سلطان محمود نے کہا تھا میں داڑھی ہلا دیتا ہوں تو لوگوں کی مصیبت ٹل جاتی ہے۔ غَمی۔ بد دلی۔ بر ریشِ خود۔ پہلے تو دوسرے کی داڑھی پر ہنسا کرتی تھی اب معلوم ہوا کہ وہ ہنسی تیری خود اپنی داڑھی پر تھی۔

[2] وقت۔ دوسروں کو نصیحت کرتے وقت تو اُن کو تنبیہ کرتی تھی اب عورتوں کی طرح وائے وائے کر رہی ہے۔ درماں۔ تو دوسروں کے مرض کا علاج تھی اب اپنے [illegible] کے وقت کیوں چپ ہے۔ بانگ۔ لشکر پر چیختی تھی اب تیری آواز کیوں بیٹھ گئی۔ نسیج۔ بُنا ہوا کپڑا۔ بغلطاق۔ قبا، بڑی ٹوپی

[3] از نوایت۔ تیری آواز سے دوست خوش تھے اب اپنے ہاتھ سے اپنی گوشمالی کر۔ سر بُدی۔ تو سر تھی اب اپنے آپ کو دُم نہ بنا اور ذلیل نہ کر اور اپنی قوت و ہمت پر عمل کر۔ بازی۔ رنجیدہ نہ ہو اور طبیعت میں نشاط پیدا کر کے بازی جیت لے۔ بساط۔ شطرنج کا فرش۔

این[1] حکایت گوش کن اے باخرد — تا بدانی اندریں معنیٰ سند

اے عقلمند! یہ حکایت سُن لے — تاکہ اس سلسلہ میں ایک سند کو جان جائے

ذکر آنکہ پادشاہے دانشمندے را باکراہ در مجلس در آورد

اِس کا ذکر کہ ایک بادشاہ ایک فقیہ کو جبرًا مجلس میں پکڑ لایا

و بنشاند و ساقی شراب براں دانشمند عرضہ کرد روی

اور بٹھا دیا اور ساقی نے اُس فقیہ کے سامنے شراب پیش کی اُس

از ساغر بگردانید و ترشی و تندی آغاز کرد شاہ ساقی را

نے جام سے منہ پھیر لیا اور ناگواری اور بد مزاجی شروع کر دی بادشاہ

گفت ہیں در طبعش آر ساقی مشت چند بر سرش کوفت

نے ساقی سے کہا، ہاں اُس کا مزاج ٹھکانے کر دے ساقی نے چند گھونسے اُسکے

و شراب نخوردش داد

سر پر مارے اور اُسکو شراب پینے کیلئے دیدی

پادشاہے مست اندر بزم خوش — می گذشت آں یک فقیہے بر درش

ایک بادشاہ خوشی کی محفل میں مست تھا — اُس کے دروازے پر ایک فقیہ گذر رہا تھا

کرد اشارت کش دریں مجلس کشید — ویں شرابِ لعل در خوردش دہید

اُس نے اشارہ کر دیا کہ اُسکو اِس مجلس میں کھینچ لاؤ — اور یہ سُرخ شراب اُس کو پینے کیلئے دیدو

پس کشیدندش بشہ بے اختیار — شست در مجلس ترش چوں زہر مار

وہ اُس کو جبرًا بادشاہ کے پاس کھینچ لائے — وہ زہر مار کی طرح مجلس میں منہ بنا کر بیٹھ گیا

عرضہ[2] کردش مے نپذرفت او بخشم — از شہ و ساقی بگردانید چشم

اُسنے اُسکے سامنے شراب پیش کی اُسنے غصے سے قبول نہ کی — بادشاہ اور ساقی سے نگاہ پھیر لی

کہ بعمر خود نخوردستم شراب — خوشتر آید از شرابم زہر ناب

کہ میں نے زندگی بھر شراب نہیں پی ہے — مجھے خالص زہر شراب سے اچھا لگتا ہے

ہیں[3] بجائ مے مرا زہرے دہید — تا من از خویش و شما از من رہید

ہاں! مجھے شراب کی بجائے زہر دے دو — تاکہ میں اپنے سے اور تم مجھ سے چھوٹ جاؤ

مے نخوردہ عربدہ آغاز کرد — گشتہ در مجلس گراں چوں مرگ و درد

بغیر شراب پیے، لڑائی دنگا شروع کر دیا — وہ موت اور درد کی طرح مجلس میں گراں بن گیا

---

[1] ایں حکایت۔ اِس حکایت میں بھی طبیعت کو نشاط میں لانے کا ذکر ہے۔ بادشاہے۔ ایک بادشاہ محفل نشاط میں شراب نوشی کر رہا تھا دروازے کے سامنے سے ایک فقیہ طالب علم گذرا کرد۔ بادشاہ نے مصاحبوں کو اشارہ کیا کہ اُس کو پکڑ لائیں اور شراب پلائیں۔

[2] عرضہ کردش۔ ساقی نے اُس کو شراب دی اُس نے بادشاہ اور ساقی سے منہ پھیر لیا۔ کہ بعمر خود۔ میں نے تمام عمر شراب نہیں پی مجھے زہر دیدو وہ اِس شراب سے اچھا ہے۔ زہر ناب۔ خالص زہر۔

[3] ہیں۔ وہ فقیہ بولا ہاں یہ ہے کہ مجھے شراب کی بجائے زہر دیدو تاکہ میں بچ جاؤں۔ عربدہ۔ لڑائی جھگڑے کی وجہ سے وہ سب کیلئے مصیبت بن گیا۔

ہمچو اہلِ نفس و اہلِ آب و گِل ۱ | در جہان بنشست با اصحابِ دل
جس طرح اہلِ نفس اور اہلِ جسم | اصحابِ دل کے ساتھ دنیا میں بیٹھے ہوئے ہیں

حق ندارد خاصگاں را در کموں | از مئے ابرار جز در پیشِ بُون
اللہ (تعالیٰ) خاص لوگوں کو پوشیدگی میں نہیں رکھتا | نیکوں کی شراب، سوائے اِسکے کہ وہ پینے والوں میں ہیں

عرضہ میدارند بر محجوب جام | حِس نمی یابد ازاں غیرِ کلام
وہ محجوب پر جام پیش کرتے ہیں | حِس اُس سے بجز کلام کے کچھ حاصل نہیں کرتا

رُو ہمی گرداند از ارشادِ شاں | کہ نمی بیند بدیدہ دادِ شاں
وہ اُن کے ارشاد سے رُوگردانی کرتا ہے | کیونکہ وہ آنکھ سے اُن کی عطا کو نہیں دیکھتا

گر ز گوشش تا بحلقش رہ بُدے | سِرِّ نصح اندر درونش در شُدے
اگر اُس کے کان سے اُس کے حلق تک راستہ ہوتا | تو نصیحت کا راز اُس کے اندر پہنچتا

چوں ہمہ نارست جانش نیست نُور ۲ | کہ افگند در نارِ سوزاں جز قشور
کیونکہ اُس کی جان بالکل آگ ہے، نور نہیں ہے | چھلکوں کے سوا جلتی آگ میں کون ڈالتا ہے؟

مغز بیروں ماند و قشرِ گفت رفت | کے شود از قشر معدہ گرم و زفت
مغز باہر رہا اور گفتگو کا چھلکا (اندر) گیا | چھلکے سے معدہ گرم اور موٹا کب ہوتا ہے؟

نارِ دوزخ جز کہ قشر افشار نیست | نار را با ہیچ مغزے کار نیست
دوزخ کی آگ پوست گیر کے سوا کچھ نہیں | آگ کو کسی مغز سے سروکار نہیں ہے

ور بُوَد بر مغز نارے شعلہ زن | بہرِ پختن داں نہ بہرِ سوختن
اور اگر مغز پر کوئی آگ شعلہ زن ہو | پکانے کے لئے جان، نہ کہ جلانے کے لئے

تا کہ باشد حق حکیم، ایں قاعدہ ۳ | مستمر داں تا بری زاں فائدہ
جب تک اللہ (تعالیٰ) حکیم ہے، یہ قاعدہ | جاری سمجھ، تاکہ تو اُس سے فائدہ اُٹھائے

مغز نغز و قشرہا مغفور ازو | مغز را پس چوں بسوزد دُور ازو
مغز عمدہ ہے اور اُس کی وجہ سے چھلکے بخشے ہوئے ہیں | تو وہ مغز کو کیسے جلادے گا؟ اُس سے بعید ہے

از عنایت گر بکوبد بر سرش | اشتہار آرد شرابِ احمرش
عنایت سے اگر اللہ (تعالیٰ) اُس کا سر کوٹ دیں | وہ اُس کو سُرخ شراب کی خواہش پیدا کر دیتا ہے

۱ھ ہمچو۔ پہلے ظاہری شراب نہ پینے والے کا شرابیوں سے اعراض اور انقباض کا ذکر تھا اب مولانا نے معنوی شراب نہ پینے والوں کا شرابِ معرفت پینے والوں سے انقباض کا ذکر کیا ہے۔ اہلِ نفس یعنی وہ لوگ جن کو شرابِ معرفت حاصل نہیں ہے۔ اصحابِ دل۔ اہلِ دل، اصحابِ معرفت۔ حق ندارد۔ اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کو بروقت شرابِ معرفت پلاتا رہتا ہے۔ عرضہ۔ یہ لوگ دنیاداروں پر وہ شراب پیش کرتے ہیں لیکن وہ اُس کی حقیقت تک نہیں پہنچتے ہیں۔ کہ۔ کیونکہ اُن کی نظر اُس کی حقیقت تک نہیں پہنچتی ہے۔ گر ز گوشش۔ اگر اُن کے کان سے حلق تک راہ ہوتی تو اُس کلام کی حقیقت اُن کے دل پر اثر کرتی۔
۲ھ چوں ہمہ۔ اُن کے دل پر شہوت کی آگ ہے اور آگ تک چھلکے ہی پہنچتے ہیں۔ مغز۔ کلام کا مغز تو باہر رہ گیا معدے میں صرف چھلکے پہنچے اُن سے کوئی قوت حاصل نہیں ہو سکتی۔ نارِ دوزخ۔ آگ میں صرف چھلکے جھونکے جاتے ہیں اسی لئے جہنم میں وہ لوگ جائینگے جو مغزِ حقیقت سے خالی ہونگے۔ ور بود۔ اگر مومنین جہنم میں جائینگے تو وہ پختہ کرنے کیلئے بھیجے جائینگے اور اُس سے اُنکی معصیتوں کا ازالہ

ہو جائیگا۔ ۳ھ تاکہ۔ جبتک اللہ تعالیٰ حکمت والا ہے اور وہ ہمیشہ کیلئے حکمت والا ہے، یہ قاعدہ جاری رہیگا کہ وہ مغز کو جہنم میں نہ جلائیگا۔ مغز نغز۔ مغز والے تو اسقدر بہتر ہونگے کہ اُنکی شفاعت سے چھلکوں والے بھی بخشے جائینگے۔ از عنایت۔ اگر عنایتِ خداوندی اور جذبِ الٰہی اعراض کرنیوالے کی سرکوبی کرے تو اُسکو شراب کی خواہش پیدا ہو جائیگی جس طرح اِس فقیہ میں پیدا ہو گئی تھی۔

ورنہ[1] کو بد ماند اُو بستہ دہاں ۔۔۔ چوں فقیہ از شرب و بزم ایں شہاں

اور اگر نہ کوٹیں وہ بستہ دہن رہ جائے ۔۔۔ شاہوں کی محفل اور شراب سے فقیہ کی طرح

گفت شہ باساقیش اے نیک پے ۔۔۔ چہ خموشی دہ بطبعش آر ہے

شاہ نے اپنے ساقی سے کہا اے نیک قدم! ۔۔۔ تو کیوں چُپ ہے دے، ہاں اُس کا مزاج ٹھیک کر دے؟

ہست پنہاں حاکمے بر ہر خرد ۔۔۔ ہر کرا خواہد بفن از خود برد

ہر عقل پر ایک مخفی حاکم ہے ۔۔۔ جس کو چاہے تدبیر سے خودی سے نکالدے

آفتاب[2] و مشرق و تنویر اُو ۔۔۔ چوں اسیراں بستہ در زنجیر اُو

سورج اور مشرق اور اُس کی روشنی ۔۔۔ قیدیوں کی طرح اُس کی زنجیر میں بندھے ہوئے ہیں

چرخ را چرخ اندر آرد در زمن ۔۔۔ چوں بخواند در دماغش نیم فن

آسمان کو فوراً چکر میں لے آئے ۔۔۔ جب اُس کے دماغ میں تھوڑا سا فن پڑھ دے

عقل کو عقلِ دگر را سخرہ کرد ۔۔۔ مُہرہ زُو دارد و یست اُستادِ نرد

جس عقل نے دوسری عقل کو مغلوب کر دیا ہو ۔۔۔ وہ مہرہ اُس سے رکھتی ہے، نرد کا استاد وہی ہے

چند سیلی بر سرش زد گفت گیر ۔۔۔ در کشید از بیم سیلی آں زحیر

چند چپت اُس کے سر پر لگائے، کہا لے ۔۔۔ وہ مصیبت زدہ چپت کے ڈر سے چڑھ گیا

مست گشت و شاد و خنداں شد چو باغ ۔۔۔ در ندیمی و مضاحک رفت و لاغ

مست اور خوش ہو گیا اور باغ کی طرح کھل گیا ۔۔۔ مصاحبت اور خوش مذاقی اور تمسخر میں لگ گیا

شیرگیر[3] و خوش شد انگشتک بزد ۔۔۔ سوی مبرز رفت تا میزک کند

نیم مست اور خوش ہوا، چٹکیاں بجانے لگا ۔۔۔ بیت الخلاء کی جانب گیا، تاکہ پیشاب کرے

یک کنیزک بود در مبرز چو ماہ ۔۔۔ سخت زیبا زُو ز قرناقانِ شاہ

بیت الخلاء میں چاند جیسی ایک لونڈی تھی ۔۔۔ شاہ کے خادموں میں سے بہت خوبصورت

چوں بدید اُو را دہانش باز ماند ۔۔۔ عقل رفت و تن ستم پرداز ماند

جب اُس نے اُسے دیکھا اُس کا منہ کھلا رہ گیا ۔۔۔ عقل چلی گئی مظلوم جسم رہ گیا

عمرہا بودہ عزب مشتاق و مست ۔۔۔ بر کنیزک در زماں در زد دو دست

عمر بھر کنوارا، مشتاق اور مست رہا تھا ۔۔۔ فوراً لونڈی پر دونوں ہاتھ رکھ دیئے

پس طپید آں دختر و نعرہ فراشت ۔۔۔ بر نیامد با وے و سودے نداشت

وہ لڑکی مچلی اور شور کیا ۔۔۔ اُس سے کچھ بن نہ پڑا اور کوئی فائدہ نہ ہوا

---

[1] ورنہ کو بد۔ اور اگر عنایت خداوندی سرکوبی نہ کرے تو اُس فقیہ کی طرح اُن بادشاہوں کی شراب سے محروم رہے گا جو سرکوبی سے پہلے محروم تھا۔ گفت شہ۔ شاہ نے ساقی سے کہا کہ اِس فقیہ کے مزاج ٹھکانے لگا دے وہ۔ یعنی اُس کو شراب دے۔ ہست۔ جس طرح ساقی نے فقیہ کے مزاج ٹھکانے لگا دیئے اِسی طرح ہر عقل پر ایک پوشیدہ ذات حاکم ہے جو عقل کو خودی سے بے خود کر دیتی ہے۔

[2] آفتاب۔ اُس ذات کے قبضہ میں پوری کائنات ہے۔ چرخ۔ آسمان اُس کے معمولی حکم کا پابند ہے۔ عقل۔ اگر کسی کی عقل میں تابع کر لینے کی قوت ہے تو وہ اُسی کی عطا کردہ ہے۔ چند سیلی۔ ساقی نے اُس فقیہ کے چند چپت لگائے تو اُس کی عقل ٹھکانے آگئی۔ زحیر۔ یعنی پیچ و تاب میں پڑا ہوا۔ ندیمی۔ مصاحبت۔ مضاحک۔ ہنسی کی باتیں۔ لاغ۔ مذاق۔

[3] شیرگیر۔ نشہ کا ایک درجہ ہے۔ مبرز۔ بیت الخلاء۔ میزک۔ پیشاب۔ قرناقاں۔ قرناق کی جمع ہے، خدمتگار۔ کنیزک۔ عزب۔ غیر شادی شدہ مرد۔ کنوارا۔ در زد۔ یعنی دونوں ہاتھوں سے اُس کو گرفت میں لے لیا۔ طپید۔ اُس لڑکی نے گرفت سے چھوٹنے کی بہت کوشش کی۔ برنیامد۔ کچھ بن نہ پڑا۔

زن بدستِ مرد در وقتِ لقا — چوں خمیر آمد بدستِ نانبا

ملاقات کے وقت، عورت مرد کے ہاتھ میں — نانبائی کے ہاتھ میں خمیر کی طرح ہوتی ہے

بسرشد گاہیش نرم و گہ درشت — زو برآرد چاق چاقے زیرِ مشت

وہ اُس کو کبھی نرم گوندھتا ہے اور کبھی سخت — مٹھی کے نیچے اُس کی آواز کھچ کھچ نکلتی ہے

گاہ پہنش واکشد بر تختہ — درہمش آرد گہے یک لختہ

کبھی اُس کو تختے پر پھیلا دیتا ہے — کبھی اُس کو ایک دم سے سمیٹ لیتا ہے

گاہ در وے ریزد آب و گہ نمک — از تنور و آتشش سازد محک

کبھی اُس میں پانی ڈالتا ہے اور کبھی نمک — تنور اور آگ سے اُس کا امتحان کرتا ہے

اینچنیں پیچند مطلوب و طلوب — اندریں لعب اند مغلوب و غلوب

اسی طرح عاشق اور معشوق لپٹ جاتے ہیں — اس کھیل میں غالب اور مغلوب ہوتے ہیں

ایں لعب تنہا نہ شو را با زن است — ہر عشیق و عاشقے را ایں فن است

یہ کھیل نہ صرف شوہر کا بیوی سے ہے — ہر عاشق و معشوق کا یہی طریقہ ہے

از قدیم و حادث و عین و عرض — پیچشے چوں ویس و رامیں مفترض

قدیم اور حادث اور جوہر اور عرض کا — ویس اور رامین کی طرح گتھنا ضروری ہے

لیک لعبِ ہر یکے رنگے دگر — پیچشِ ہر یک ز فرہنگے دگر

لیکن ہر ایک کا کھیل، دوسرے رنگ کا ہے — ہر ایک کا گتھنا دوسرے طریقہ کا ہے

شوی و زن را گفتہ شد بہرِ مثیل — کہ مکن اے شوی زن را بد گسیل

شوہر اور بیوی مثال کے لئے کہہ دیئے گئے ہیں — کہ اے شوہر بیوی کو بُری طرح رخصت نہ کر

آں شبِ گردک نہ ینگا دستِ او — خوش امانت داد اندر دستِ شو

کیا نہیں ہوا کہ جھپر کھٹ کی رات مشاطہ نے اُس کا ہاتھ — شوہر کے ہاتھ میں بہتر امانت کے طور پر دیا

کانچہ با او تو کنی اے معتمد — از بد و نیکی، خدا با تو کند

کہ اے معتمد! جو تو اُس کے ساتھ کرے — بھلی بُری، خدا تیرے ساتھ کرے گا

ایں زنِ دنیا کہ ہست او مستِ تو — حق امانت دادش اندر دستِ تو

یہ دنیا عورت، جو تجھ پر فریفتہ ہے — اللہ نے تیرے ہاتھ میں اُس کو امانت دیا ہے

تو بُری طرح نہ کرے فرمایا گیا اَوْ تَسْرِیْحٌ بِاِحْسَانٍ "یا اُس کو خوبی کے ساتھ جدا کرنا ہے"۔ گردک۔ دُولہن کا جھپر کھٹ۔ ینگا۔ یا نون سے پہلے ہے بمعادج یچی، مشاطہ۔ ایں زن جس طرح مرد و عورت کے حقوق ہیں اسی طرح انسان پر زنِ دنیا کے بھی حقوق ہیں یہ بھی اللہ نے بطور امانت انسان کے ہاتھ میں دی ہے۔

ل زن۔ ایسے وقت میں عورت مرد کے ہاتھوں میں اس طرح ہوتی ہے جس طرح خمیر نانبائی کے ہاتھوں میں۔ بسرشد۔ بجا اندھ ہے مرشد نرم ستی یعنی گوندھنا کا فعل مضارع ہے۔ گاہ۔ نانبائی خمیر کو کبھی پھیلاتا ہے کبھی سمیٹتا ہے یہی حال مرد عورت کا کرتا ہے۔ گاہ در وے۔ غرضیکہ جس طرح نانبائی خمیر میں تصرفات کرتا ہے اسی طرح مرد عورت کے ساتھ کرتا ہے

ل اینچنیں۔ طلوب اور غلوب یعنی شوہر مطلوب اور مغلوب یعنی عورت سے لپٹتا ہے۔ ہر عشیق۔ یعنی کائنات میں سے ہر عاشق کا اپنے معشوق کے ساتھ یہی طریقہ ہے عالم کی اشیا میں باہمی تجاذب ہے اور ایک دوسرے پر عاشق ہے جس کو مولانا متعدد مقامات پر بیان کر چکے ہیں۔ ویس۔ مشہور معشوقہ ہے۔ رامیں مشہور عاشق ہے۔ لیک۔ مرد اور عورت کی محبت اور طرح کی ہے اور کائنات کی دوسری چیزوں کی محبت اور جذبات دوسری طرح کی ہے۔ شوی۔ قرآن پاک میں مرد اور عورت کے حقوق کا تذکرہ بطور مثال کیا گیا ہے ورنہ یہ جوڑ صرف مرد و عورت ہی کا نہیں ہے۔

ل کہ مکن۔ قرآن میں فرمایا گیا ہے کہ شوہر اگر عورت کو طلاق دے اور رجا بھی کرے

حاصل[۵۱] اینجا آں فقیہ از بیخودی — نے عفیفی ماندش و نے زاہدی

خلاصہ یہ ہے کہ اُس جگہ بے خودی کی وجہ سے اُس فقیہ میں — نہ پاکدامنی رہی اور نہ پرہیزگاری

آں فقیہ اُفتاد بر آں حور زاد — آتشِ اُو اندراں پنبہ فتاد

وہ فقیہ اُس حور کے بچے پر پڑ گیا — اُس کی آگ اُس روئی میں لگ گئی

جاں بجاں پیوست و قالبہا چخید — زن چو مرغِ سر بُریدہ می طپید

جان جان سے پیوستہ ہو گئی اور جسم سکڑ گئے — لڑکی سر کٹے مرغ کی طرح تڑپ رہی تھی

چہ سقایا، چہ مَلک، چہ ارسلاں — چہ حیا، چہ دین و زُہد و خوفِ جاں

کیسا جام، کیسا بادشاہ، کیسا ارسلان؟ — کیسی حیا، کیسا دین اور زہد اور جان کا ڈر؟

چشمِ شاں اُفتادہ اندر عین و غین[۵۲] — نے حسن پیدا ست اینجا نے حسین

اُن کی آنکھیں عین اور غین میں پڑ گئی تھیں — وہاں نہ حسن ظاہر تھا، نہ حسین

یافت ہر یک شاں ازاں دیگر مُراد — طبعِ ہر یک خُرّم و دل گشت شاد

ہر ایک نے دوسرے سے مقصود پالیا — ہر ایک کی طبیعت خوش اور دل شاد ہو گیا

شُد دراز و کُو طریقِ بازگشت — انتظارِ شاہ ہم از حد گذشت

دیر ہو گئی اور واپسی کا راستہ کہاں؟ — بادشاہ کا انتظار بھی حد سے گذر گیا

شاہ آمد تا بہ بیند واقعہ — دید آنجا زلزلہ وَ القارعہ

بادشاہ آگیا، تاکہ واقعہ دیکھے — وہاں اُس نے زلزلہ اور قارعہ دیکھا

آں فقیہ از بیم بر جست و برفت — سُوئے مجلس جام را بر بود تفت

وہ فقیہ ڈر سے کھڑا ہو گیا اور چل دیا — مجلس کی جانب اور فوراً جام اُچک لیا

شہ[۵۳] چو دوزخ پُر شرار و پُر نکال — تشنۂ خونِ دو جُفتِ بدفعال

بادشاہ دوزخ کی طرح چنگاریوں اور عذاب سے پُر — بدکار جوڑے کے خون کا پیاسا

چوں فقیہش دید رُخ پُر خشم و قہر — تلخ و خونیں گشتہ ہمچوں جامِ زہر

فقیہ نے جب اُس کا چہرہ غصہ اور غضب سے بھرا ہوا دیکھا — کہ زہر کے پیالہ کی طرح کڑوا اور خونی ہو گیا ہے

بانگ زد بر ساقیش کاے گرم دار — چہ نشستی خیرہ دہ در طبعش آر

اُس نے ساقی کو آواز دی کہ اے مجلس کو گرم رکھنے والے — شست کیوں بیٹھا ہے، دے اُسکو مزاج پر لا

خندہ آمد شاہ را گفت اے کیا — آمدم با طبع آں دُختر ترا

بادشاہ کو ہنسی آگئی، بولا اے پاکیزہ! — میں مزاج پر آگیا، وہ لڑکی تیرے لئے ہے

---

۵۱ حاصل۔ مولانا نے پھر اُس فقیہ کا ذکر شروع کیا ہے کہ اُس لونڈی کے ساتھ وہ ایسا بے خود ہوا کہ اُس سے پاکدامنی اور زہد و تقویٰ رخصت ہو گیا۔ آں فقیہ۔ وہ فقیہ اُس لونڈی کو چپٹ گیا اور اُس کی آتشِ شہوت لونڈی کی روئی میں لگ گئی۔ چخید۔ چخیدن جماع کے وقت اپنے آپ کو سمیٹنا۔ سقایہ۔ یعنی جام شراب۔ ارسلاں۔ شیر یعنی بادشاہ۔

۵۲ عین و غین۔ دونوں ابر کے معنی میں ہیں مراد اندھیرا ہے۔ حسن و حسین۔ یعنی بڑا چھوٹا۔ یافت۔ دونوں نے اپنی مُراد حاصل کر لی اور ہر ایک کا دل خوش ہو گیا۔ دراز۔ یعنی واپسی کا وقت۔ زلزلہ۔ یعنی عورت کا کانپنا۔ القارعہ۔ یعنی مرد کا عورت کو کھٹکھٹانا۔ آں فقیہ۔ وہ فقیہ لونڈی کے پاس سے فوراً مجلس میں پہنچ گیا اور جام ہاتھ میں تھام لیا۔

۵۳ شہ۔ بادشاہ دوزخ کی طرح بھڑک رہا تھا اور دونوں بدکاروں کے خون کا پیاسا ہو رہا تھا۔ چوں۔ جب فقیہ نے بادشاہ کے غصہ کی یہ حالت دیکھی۔ بانگ۔ فوراً زور سے ساقی کو کہا کہ شست کیوں بیٹھا ہے بادشاہ کو جام دے اور اُسکو نشاط پر لائے یہی جملہ ہے جو بادشاہ نے فقیہ کی ناگواری کے وقت کہا تھا۔ گرم دار۔ یعنی محفل کو گرمانے والا۔ نشستی۔ نشستی۔ کیا۔ پاکیزہ، پہلوان آقا۔

پادشاہم کارِ مَن عدلست و داد ۱ — زاں خورم کہ یار را جُودم بداد

میں بادشاہ ہوں میرا کام انصاف اور عطا ہے — میں وہی کھاتا ہوں جو میرے دوست کو میری سخی نے دیا

آنچہ آں را مَن نہ نوشم ہمچو نوش — کے دہم در خوردِ یارِ خویش و توش

میں جس چیز کو شہد کی طرح نہ پیوں — میں اپنے دوست کی خوراک اور توشہ میں کب دونگا؟

آنچہ آں را می خورم از نوش و خوش — میدہم در خوردِ یار از پنج و شش

جو میٹھی اور اچھی چیز میں کھاتا ہوں — ہر چیز میں سے دوست کے لائق دیتا ہوں

زاں خورانم مَن غلاماں را کہ مَن — می خورم بر خوانِ خاصِ خویشتن

میں غلاموں کو اُسی میں سے کھلاتا ہوں — جو میں اپنے مخصوص دسترخوان پر کھاتا ہوں

زاں خورانم بندگاں را از طعام — کہ خورم مَن خود ز پختہ یا کہ خام

میں غلاموں کو وہی کھلاتا ہوں — جو میں خود پختہ یا کچا کھاتا ہوں

مَن چو پوشم از خز و اطلس لباس — زاں بپوشانم حشم را نے پلاس

میں جو ریشمین اور اطلس پہنتا ہوں — میں متعلقین کو وہی پہناتا ہوں، نہ کہ ٹاٹ

شرم دارم ۲ از نبیِّ ذوفنوں — اَلْبِسُوْهُمْ گفت مِمَّا تَلْبَسُوْن

مجھے ہنرمند نبیؐ سے شرم آتی ہے — فرمایا ہے "اُن کو وہی پہناؤ جو تم پہنتے ہو"

مصطفٰے کرد ایں وصیّت با بنوں — اَطْعِمُوا الْاَذْنَابَ مِمَّا تَاْکُلُوْن

(حضرت) مصطفٰےؐ نے فرزندوں کو یہ وصیت کی ہے — متعلقین کو وہی کھلاؤ جو تم کھاتے ہو"

شُد فقیہ و بُرد با خود جُفتِ خوب — از عطائے خاصِ کشّاف الکروب

فقیہ روانہ ہوگیا اور حسین بیوی کو اپنے ساتھ لے گیا — مصائب کو دفع کرنے والے کی خاص عطا سے

دیگراں را بس بطبع آوردهٔ — در صبوری چُست و راغب کردهٔ

تو دوسروں کو بہت مزاج پر لایا ہے — صبر کرنے میں چُست اور رغبت کرنیوالا بنایا ہے

ہم ۳ بطبع آور بمردی خویش را — پیشوا کُن عقلِ صبر اندیش را

اپنے آپ کو بھی مردانگی سے — صابر عقل کو پیشوا بنا

چوں قلاوزی صبرت پر شود — جاں باوجِ عرش و کرسی بر شود

جب صبر کی رہنمائی تیرا پَر بن جائیگی — جان عرش و کرسی کی بلندی پر پہنچ جائے

مصطفٰے بیں چونکہ صبرش شد براق — برکشانیدش ببالائے طباق

حضرت مصطفٰےؐ کو دیکھ لے صبر جب اُنکا براق بن گیا — وہ اُن کو طبقوں کے اوپر لے گیا

---

۱ پادشاہم۔ میں بادشاہ ہوں میرا کام انصاف اور عطا ہے میں بھی وہی کھاتا ہوں جو کسی دوسرے کو کھلاتا ہوں۔ آنچہ۔ جو اپنے لئے ناپسند کرتا ہوں دوست کے لئے بھی ناپسند کرتا ہوں۔ توش۔ توشہ۔ پنج و شش یعنی ہر قسم کی چیز۔ زاں۔ جو کچا پکا میں کھاتا ہوں غلاموں کو بھی وہی کھلاتا ہوں۔ خز۔ پشمینہ۔ پلاس۔ ٹاٹ۔

۲ شرم۔ آنحضورؐ کا غلاموں کے بارے میں فرمانا ہے کہ "جس قسم کا تم پہنو اسی قسم کا اُن کو پہناؤ جو تم کھاؤ وہی اُن کو کھلاؤ"۔ اذناب۔ یعنی متعلقین۔ شد فقیہ۔ بادشاہ کی اجازت پر وہ فقیہ روانہ ہوگیا اور لونڈی کو بھی اپنے ساتھ لے گیا۔ کشاف الکروب۔ حضرت حق تعالیٰ۔ دیگراں۔ یہ پھر بڑے بھائی کا مقولہ شروع ہوا ہے اس بڑے بھائی نے اپنے آپ کو خطاب کرکے کہا تو دوسروں کو صبر دلاتا تھا اب خود صبر کر۔

۳ ہم بطبع۔ اپنی مردانگی سے اپنا مزاج ٹھکانے کر اور عقل صبر اندیش کو رہنما بنالے۔ چوں قلاوزی۔ صبر کی رہنمائی ہوگی تو عرش و کرسی کی بلندی حاصل ہوگی۔ مصطفٰے۔ آنحضورؐ نے کفار کی ایذارسانی پر صبر کیا تو براق پر بیٹھ کر آسمانوں کے طبقوں کے اوپر پہنچے۔

چوں صبوری پیشہ کرد ایوبؑ[۵۱] راد | از بلا اُو را درِ رحمت کشاد

جب بہادر ایوبؑ نے صبر کرنے کو پیشہ بنایا | تو مصیبت سے اُن کیلئے رحمت کا دروازہ کُھل گیا

صبر صدر آمد بہر حالت کہ ہست | صبر را مگذار تا بتواں زدست

جو حالت بھی ہو صبر صدر ثابت ہوا ہے | جب تک ممکن ہو صبر کو ہاتھ سے نہ جانے دے

صبر مفتاحُ الفرج نشنیدۂ | کاندریں تعجیل در پیچیدۂ

تو نے نہیں سنا ہے صبر کشادگی کی کُنجی ہے | کہ تو اِس جلدبازی میں پھنسا ہے

حد ندارد ایں سخن کوتاہ کُن | وز حدیثِ عاشقاں بر گو سخن

اِس بات کی حد نہیں ہے، مختصر کر دے | اور عاشقوں کی بات کر

باز گرد[۵۲] اے عاشق و زُوتر بیا | کانتظارِ تست آں شہزادگاں

اے عاشق تو واپس ہو اور جلد چلا | کیونکہ وہ شہزادے تیرے انتظار میں ہیں

رواں شُدنِ شہزادگاں بعد از اتمامِ بحث و ماجرا بجانبِ ولایتِ چین سُوئے معشوق و مقصود تا بقدرِ امکان بمقصود نزدیک تر شوند اگرچہ راہِ وصل مسدود ست بقدرِ امکان نزدیک تر شُدن محمود ست

بحث اور واقعہ کے پورا کرنے کے بعد شہزادوں کا اپنے معشوق اور مقصود کی طرف چین کی ولایت کی جانب روانہ ہونا، تاکہ بقدرِ امکان مقصود سے زیادہ نزدیک ہو جائیں، اگرچہ وصل کا راستہ بند ہے، بقدرِ امکان نزدیک تر ہونا اچھا ہے

ہر سہ[۵۳] شہزادہ چو کار افتاد شاں | عشق در خور گوشمالی داد شاں

تینوں شہزادے جب اُنھیں واسطہ پڑا | عشق نے اُن کی مناسب گوشمالی کی

ایں بگفتند و رواں گشتند زُود | ہر چہ بُود اے یارِ من آں لحظہ بُود

اُنھوں نے یہ کہا اور فوراً روانہ ہو گئے | اے میرے یار! جو کچھ ہونا تھا اُسی وقت ہو گیا

صبر بگزیدند و صدیقیں شُدند | بعد ازاں سُوئے بلادِ چیں شُدند

اُنھوں نے صبر اختیار کیا اور صدیقین (میں سے) ہو گئے | اُس کے بعد چین کے شہروں کی جانب روانہ ہو گئے

والدین و مُلک را بگذاشتند | راہِ معشوقِ نہاں بر داشتند

ماں باپ اور مُلک کو چھوڑا | چھپے ہوئے معشوق کی راہ اختیار کی

۵۱ ایوبؑ۔ حضرت ایوبؑ کو صبر مشہور ہے۔ صدر آمد۔ یعنی صبر بہت اعلیٰ چیز ہے۔ صبر۔ جبکہ صبر کشادگی کی کُنجی ہے تو عجلت میں کیوں پڑا ہے۔ ایں سخن۔ صبر کے فضائل۔

۵۲ باز گرد۔ پھر شہزادوں کا قصہ شروع کیا ہے تینوں شہزادے مُلکِ چین کی طرف روانہ ہو گئے تاکہ محبوبہ سے قریب ہو سکیں۔ اگر محبوبہ کا وصل حاصل نہ ہو تب بھی جتنا قرب ہو جائے بہتر ہے۔

۵۳ ہر سہ۔ شہزادے دوسروں کو تو صبر کی تلقین کرتے تھے لیکن جب خود عشق میں مبتلا ہوئے تو اُس عشق نے اُن کی کانی گوشمالی کی۔ ہر چہ بُود۔ یعنی جو کچھ ہونا تھا وہ ہو گیا اور انھوں نے مزید انتظار نہ کیا فوراً چین کو روانہ ہو گئے یا مطلب یہ ہے کہ یہ روانگی ہی سب کچھ تھی اور آئندہ کے واقعات اسی کی فرعات ہیں۔ صبر۔ یعنی اب اُنھوں نے عشق پر جمادٔ اختیار کیا اور اُس کی عملی تصدیق کر دی۔ معشوق نہاں۔ چین کی شہزادی جو پردوں میں تھی۔

ہمچو ابراہیم ادہمؒ از سریر ¹ — عشق شاں بے پا و سر کرد و فقیر
ابراہیمؒ ادھم کی طرح تخت سے — عشق نے اُن کو بے سر د پا اور فقیر کر دیا

یا چو ابراہیمؑ مرسل سرخوشے — خویش را افگند اندر آتشے
یا (حضرت) ابراہیمؑ نے عمدہ رسول کی طرح — اپنے آپ کو آگ میں ڈال دیا

یا چو اسمٰعیلؑ صبارِ مجید — پیشِ عشق و خنجرش حلقے کشید
یا بزرگ و صابر (حضرت) اسمٰعیلؑ کی طرح — عشق اور اُس کے خنجر کے سامنے گلا رکھ دیا

حکایتِ² امرؤ القیس کہ پادشاہِ عرب بود و بصورت

امرؤالقیس کی حکایت جو عرب کا بادشاہ اور صورت میں اپنے دَور کا

یوسفؑ وقتِ خود و زنانِ عرب زلیخا وار مُردہ اُو واُو

یوسفؑ تھا اور عرب کی عورتیں زلیخا کی طرح اُس پر قربان تھیں

شاعر طبع بُود و ایں شعر اُوست ؎

اور وہ شاعر مزاج تھا اور یہ شعر اُس کا ہے

قِفَا نَبْکِ مِنْ ذِکْرٰی حَبِیْبٍ وَّمَنْزِلٖ

تم دونوں ٹھہرو، ہم محبوب اور منزل کے ذکر سے رو لیں

چوں ہمہ زناں اُو را بجان می جُستند اے عجب غزلِ و

جبکہ تمام عورتیں دل و جان سے اُس کی جستجو میں تھیں تعجب ہے، اُسکی غزل اور

نالۂ اُو بہر چہ بُود مگر دانست کہ اینہا ہمہ تمثالِ صورتے اند

نالہ کس لئے تھا؟ شاید اُس نے جان لیا تھا کہ یہ تمام تصویریں ہیں جو

کہ بر تختہائے خاک نقش کردہ اند آخر الامر امرؤ القیس را

مٹی کے تختوں پر نقش کردی ہیں، بالآخر امرؤالقیس کی ایسی

حالے پیدا شُد کہ نیم شب از مُلک و فرزنداں گریخت و خود

حالت ہو گئی کہ آدھی رات کو مُلک اور اولاد سے بھاگ نکلا اور اپنے

را بدلقے پنہاں کرد و از اقلیمے باقلیمِ دیگر برفت بطلبِ

آپ کو گدڑی میں چھپالیا اور ایک مُلک سے دوسرے مُلک میں اُس ذات

آنکہ از اقلیم منزہ است وَاللّٰہُ یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِہٖ

کی طلب میں چل پڑا جو مُلک سے پاک ہے اور اللہ (تعالےٰ) اپنی رحمت سے

¹ ہمچو ابراہیمؒ۔ ابراہیمؒ ابن ادھم کی طرح سلطنت کو خیر باد کہہ دیا۔ ابراہیمؑ حضرت ابراہیمؑ نے بخوشی آگ میں جانا پسند کیا اور اپنی دعوت سے منحرف نہ ہوئے۔ اسمٰعیلؑ۔ حضرت اسمٰعیلؑ اپنی قربانی دینے پر آمادہ ہوگئے۔

² حکایت۔ حقیقی عاشق کے ذکر سے مجازی عاشق کی حکایت کی طرف منتقل ہوگئے ہیں۔ امرؤالقیس۔ جو آنحضورؐ کے زمانہ سے چوبیس سال پہلے گذرا ہے وہ تو ایک فاسق و فاجر شاعر تھا ہو سکتا ہے کہ مولانا کی مراد کوئی اور شاعر ہو جو مجاز سے عشقِ حقیقی تک پہنچ گیا ہو اور جو شعر سرخی میں مذکور ہے وہ مولانا نے ذکر نہ کیا ہو کسی اور کا اضافہ ہو۔

مَن یَّشَاءُ وَاللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ۝

جس کو چاہتا ہے مخصوص کر لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے

امرؤالقیس[1] از ممالک خشک لب — ہم کشیدش عشق از خطۂ عرب

امرؤالقیس کو پیاسا، ملکوں سے — عشق نے اسکو بھی عرب کے خطے سے کھینچا

بود نازک طبع وہم صاحب جمال — شاعر و صاحب اصول اندر کمال

نازک مزاج اور حسین تھا — شاعر اور کمال میں صاحبِ اصول تھا

چونکہ زد عشقِ حقیقی بر دلش — سرد شد ملک و عیال و منزلش

جب عشقِ حقیقی نے اُس کے دل پر اثر کیا — تو اُس پر ملک اور بال بچے اور مکان سرد پڑ گیا

نیم شب دلقے بپوشید و برفت — از میانِ مملکت بگریخت تفت

آدھی رات کو گدڑی اوڑھی اور چلا گیا — فوراً سلطنت سے بھاگ گیا

تا بیامد خشت میزد در تبوک — با ملک[2] گفتند شاہے از ملوک

بھاگ کر تبوک میں آیا اینٹیں پاتھتا تھا — لوگوں نے بادشاہ سے کہا، بادشاہوں میں سے ایک

امرؤالقیس آمدست اینجا بکد — در شکارِ عشق و خشتے میزند

یہاں امرؤالقیس بھکاری بن کر آیا ہے — عشق کے شکار میں، اور اینٹیں پاتھتا تھا

آں ملک برخاست شب شد پیشِ او — گفت اُو را اے ملیکِ خوبرو

وہ بادشاہ رات میں اٹھا اُس کے سامنے آیا — اُس سے کہا، اے خوبصورت بادشاہ!

یوسفِ وقتی دو مملکت شد کمال — مرترا رام از بلاد و از جمال

تو یوسفِ دوراں ہے، تیرے لئے دو ملک مکمل ہیں — شہر اور حسن تیرے تابع ہیں

گشتہ[3] مرداں بندگاں از تیغ تو — واں زناں ملکِ مہ بے میغ تو

مرد، تیری تلوار کی وجہ سے غلام بن گئے — اور وہ عورتیں تیرے بے ابر چاند کی ملکیت ہیں

پیشِ ما باشی تو بختِ ما بود — جانِ ما از وصلِ تو صد جاں شود

اگر تو ہمارے پاس رہے تو ہماری خوش نصیبی ہے — ہماری جان تیرے وصل سے سو جان بن جائے

ہم من و ہم ملکِ من مملوکِ تو — اے بہمت ملکہا متروکِ تو

میں بھی اور میرا ملک بھی تیرا مملوک ہے — اے وہ کہ (تیری) ہمت کی وجہ سے بہت سے ملک چھوڑے ہوئے ہیں

فلسفہ گفتش بسے و او خموش — ناگہاں وا کرد از سر روی پوش

اُس نے اُس سے بہت سی دانائی کی باتیں کہیں اور وہ چپ تھا — اچانک اُس نے سر سے نقاب اٹھایا

[1] امرؤالقیس۔ وہ امرؤالقیس جو سلطنت سے محروم ہوا اُس کو بھی عشق نے خطۂ عرب سے جدا کر دیا۔ نازک تھا حسین بھی تھا اور شاعر اور اپنے فن کا کامل شخص تھا۔ چونکہ زد عشق۔ جب اُس پر عشق کا اثر ہوا تو ہر چیز سے اُس کا دل سرد ہو گیا یعنی جب امرؤالقیس پر جب اللہ تعالیٰ کے عشق کا اثر ہوا سلطنت چھوڑ کر آدھی رات کو بھاگ نکلا۔ در تبوک۔ اپنا وطن چھوڑ کر تبوک کے علاقہ میں پہنچا اور وہاں اینٹیں پاتھنے لگا۔

[2] با ملک۔ لوگوں نے شاہ تبوک سے ذکر کیا کہ امرؤالقیس بادشاہ یہاں گدا بنکر آگیا ہے اور اینٹیں پاتھتا ہے عشق نے اُس کا شکار کر لیا ہے۔ آں ملک۔ تبوک کا بادشاہ رات میں امرؤالقیس کے پاس پہنچا اور کہنے لگا کہ تو حُسن وجمال میں یوسفِ دوراں ہے اور ملک و حسن تیرا غلام ہے۔

[3] گشتہ۔ مرد تیری تلوار کی وجہ سے تیرے غلام ہیں اور عورتیں تیرے حُسن کی وجہ سے تیری باندیاں ہیں۔ پیش ما۔ اگر تو میرے پاس مقیم ہو جائے تو میری خوش نصیبی ہوگی۔ بہمت۔ تو نے اپنی مردانہ ہمت سے اپنے ملکوں کو چھوڑ دیا اور میرا ملک اب تیرا ہے۔ فلسفہ۔ شاہ تبوک نے اُس سے بہت سی دانائی کی باتیں کہیں لیکن وہ خاموش رہا۔ اس نے اچانک سر سے نقاب ہٹا دیا۔

۱ـه تا چہ گفتش اُو بگوش از عشق و درد — ہمچو خود در حال سرگردانش کرد

(نہ جانے) اُسنے اُسکے کان میں عشق و درد کی کیا بات کہی — اُسکو اُس نے فوراً اپنی طرح سرگرداں کر دیا

دستِ اُو بگرفت و با اُو یار شُد — اُو ہم از تخت و کمر بیزار شُد

اُس نے اُس کا ہاتھ پکڑا اور اُس کا یار ہو گیا — وہ بھی تخت اور پٹکے سے بیزار ہو گیا

تا بلادِ دُور رفتند آں دو شہ — عشق یک کرت نکردست این گنہ

یہاں تک کہ دونوں بادشاہ دور شہروں میں چلے گئے — عشق نے یہ گناہ ایک بار نہیں کیا ہے

بر بزرگاں شہد و بر طفلانست شیر — اُو بہر کشتی بُود مَنُ الاخیر

وہ بڑوں کے لئے شہد اور بچوں کیلئے دودھ ہے — وہ ہر کشتی کا آخری وزن ہے

۲ـه کہ چو در کشتی رود غرقش کند — تا بقعر از پای تا فرقش کشد

کہ جب وہ کشتی میں پہنچ جائے اُسکو ڈبو دے — اُس کو پاؤں سے سر تک گہرائی میں کھینچ لے

غیر ایں دو بس ملوکِ بے شمار — عشق شاں از مُلک بربود و تبار

ان دونوں بادشاہوں کے علاوہ بہت بیشمار بادشاہ ہوئے ہیں — عشق نے ان کو سلطنت اور خاندان سے جدا کر دیا

قصۂ کیخسرو آں شاہِ زماں — ہست شُہرہ در میانِ انس و جاں

اُس شاہِ زماں، کیخسرو کا قصہ — انسانوں اور جنوں میں مشہور ہے

۳ـه جانِ ایں سہ شہ بچہ ہم گرد چیں — ہمچو مرغاں گشتہ ہر سُو دانہ چیں

ان تینوں شہزادوں کی جان بھی چین کے چاروں طرف — پرندوں کی طرح ہر جانب دانہ چگتی پھرتی تھی

زہرہ نے تا لبِ کشایند از ضمیر — زانکہ رازِ با خطر بُود و خطیر

طاقت نہتی کہ دل کی [illegible] لب کشائی کریں — کیونکہ راز خطرناک اور عظیم تھا

صد ہزاراں سر بپوئے آں کماں — عشق خشم آلود زہ کردہ کماں

لاکھوں سر اُس وقت ایک مسکے ہوتے ہیں جب — غضبناک عشق کمان پر چلہ چڑھا لے

عشق خود بخشم در وقتِ خوشی — خُوی دارد دمبدم خیرہ کشی

خوشی کے وقت [illegible] عشق بلغیر غصہ کے — ہر وقت بیباکانہ قتل کی عادت رکھتا ہے

۱ـه تا چہ ... ... کہ امرؤالقیس نے شاہِ تبوک کے کان میں عشق و درد کی کیا بات کہی ہے کہ اُس کو بھی اپنا جیسا بنا دیا۔ دستِ اُو۔ شاہ تبوک نے امرؤالقیس کا ہاتھ پکڑا اور اُس کا ساتھی بن گیا اور اُس کو تخت شاہی اور پٹکے سے بیزاری ہو گئی۔ تا بلادِ دور۔ دونوں بادشاہ دور دراز ممالک کی جانب چل کھڑے ہوئے۔ عشق۔ عشق سے یہ کرامت پہلی بار صادر نہیں ہوئی یہ کام وہ سینکڑوں بار کر چکا ہے۔ بر بزرگاں۔ عشق کی یہ تاثیر بڑوں پر ہی نہیں ہر بچوں پر بھی ہے۔ مَنُ الاخیر وہ بوجھ جس کے رکھنے پر اتنا وزن بڑھ جائے کہ کشتی ڈوبنے لگے۔

۲ـه کہ چو۔ عشق وہ وزن ہے جس کے رکھنے سے انسان کی کشتی غرق ہو جاتی ہے۔ غیر ایں دو۔ امرؤالقیس اور شاہِ تبوک کے علاوہ سینکڑوں بادشاہوں کو عشق نے خانہ ویران کیا ہے۔ کیخسرو۔ اُس کا باپ سیاوُش اپنے باپ کیکاوُش سے ناراض ہو کر توران کے بادشاہ افراسیاب کے پاس چلا گیا تھا جسکو کسی وقت افراسیاب نے مار ڈالا کیخسرو توران ہی میں پیدا ہوا اور اُس نے وہیں پرورش پائی پھر اپنے دادا کیکاوُش کے پاس آگیا اور دادا کے مرنے کے بعد

تخت نشین ہو کر اُسنے افراسیاب سے باپ کا انتقام لیا اور پھر ایک وقت آیا کہ اپنے فرزند لہراسپ کو تخت پر بٹھا کر یادِ الٰہی میں جنگلوں میں نکل گیا اور لاپتہ ہو گیا —— ۳ـه جانِ ایں سہ۔ تینوں شہزادے چین پہنچ کر مارے مارے پھرتے تھے۔ زہرہ۔ اپنے عشق کا راز بھی خطرناک ہونے کی وجہ سے ظاہر نہ کرتے تھے۔ صد ہزاراں۔ جب عشق میں معشوق یا اُس کے سرپرستوں کے غصے کی وجہ سے غضبناکی پیدا ہو جاتی ہے تو بہت عاشقوں کے سر کوزیوں کے مول کے ہوتے ہیں۔ در وقتِ خوشی۔ عشق کی خوشی میں معشوق کی ادائیں قتل کرتی ہیں جب اُسکی خوشی کی حالت کا یہ اثر ہے تو غصہ کی حالت کی کیا بات بتائی جائے۔

این بُوَد آں لحظہ کو خوشنود شُد | من چہ گویم چونکہ خشم آلود شُد
یہ اُس وقت ہوتا ہے جبکہ وہ خوش ہوتا ہے | میں کیا بتاؤں جب وہ غضبناک ہوتا ہے؟

٢٥ لیک[1] مَرجِ جاں فدای شیرِ اُو | کِش کُشد ایں عشق وایں شمشیرِ اُو
لیکن جان کی چراگاہ، اُس کے شیر پر قربان ہے | جس کو یہ عشق اور اُس کی تلوار قتل کر دے

کُشتنی بہ از ہزاراں زندگی | سلطنتہا مُردہ ایں بندگی
قتل ہو جانا ہزاروں زندگیوں سے بہتر ہے | سلطنتیں اِس غلامی پر قربان ہیں

باکنایت رازہا باہم دگر | پست گفتندے بصد خوف و خطر
آپس میں ایک دوسرے سے راز کی باتیں | سینکڑوں خوف اور خطروں کے ساتھ آہستہ کہتے

راز را غیرِ خدا محرم نبُود | آہ را جز آسماں ہمدم نبُود
خدا کے سوا راز کا کوئی محرم نہ تھا | آسمان کے سوا آہ کا کوئی ساتھی نہ تھا

اِصطلاحاتے میانِ ہمدگر | داشتندے بہرِ ایرادِ خبر
آپس میں کچھ اصطلاحیں | خبر دینے کے لئے رکھتے تھے

زیں لسانُ الطیر عام آموختند | طمطراقِ سروری اندوختند
پرندوں کی اِس بولی سے عوام نے سیکھ لیا ہے | بڑائی کی شان و شوکت حاصل کر لی ہے

صورت[2] آوازِ مُرغ ست آں کلام | غافل ست از حالِ مُرغاں مردِ خام
وہ کلام، پرند کی آواز کی صورت ہے | وہ ناقص انسان پرندوں کی حالت سے غافل ہے

کو سلیمانے کہ داند لحنِ طیر | دیو گرچہ مُلک گیرد ہست غیر
سلیمانؑ کہاں ہے جو پرندوں کی بولی سمجھے؟ | دیو اگرچہ ملک پر قبضہ کرے، اجنبی ہے

دیو بر شبہِ سُلیماں کردہ ایست | عِلمِ مکرش ہست عُلِّمناش[3] نیست
دیو نے سلیمانؑ کی مشابہت پر قیام کیا | اُس کو مکر کا علم ہے "علّمنا" کا نہیں ہے

چوں سُلیماںؑ از خدا بشّاش بُود | مَنطقُ الطَّیرے ز عُلِّمناش بُود
چونکہ سلیمانؑ خدا کی جانب سے خوش تھے | اُن کی پرندوں کی بولی "علّمنا" سے تھی

تو ازاں مُرغِ ہوای فہم کُن | کہ ندیدستی طیورِ من لدُن
تو ہوائی پرندے سمجھ لے | کیونکہ تو نے "من لدن" کے پرند نہیں دیکھے

[1] لیک۔ عاشق بہر حال اُس پر جان قربان کرنے کا خواہشمند رہتا ہے۔ کُشتنی۔ فراق کی ہزاروں زندگیوں سے عاشق مر جانے کو بہتر سمجھتا ہے اور عشق کی غلامی پر سینکڑوں سلطنتیں قربان کر دیتا ہے۔ باکنایت۔ چونکہ راز کے ظاہر ہونے میں خطرہ تھا اِس لئے تینوں شہزادوں نے اِس معاملہ میں باہمی بات چیت کے لئے کچھ اِصطلاحیں بنالی تھیں۔ راز۔ اُن کے راز کا سوائے خدا کے کوئی محرم نہ تھا اُن کی آہ کا سوائے آسمان کے کوئی ساتھی نہ تھا۔ اصطلاحاتے۔ جب وہ آپس میں درد و عشق کی بات کرتے تو اُنہی اصطلاحوں میں کرتے تھے زیں۔ مولانا نے اِن شہزادوں کی اصطلاحات سے بزرگوں کی اِصطلاحوں کی طرف انتقال فرمایا ہے کہ عام بزرگوں کی اصطلاحیں سیکھ لیتے ہیں اور اُن کے حقیقی معانی سے بے خبر ہوتے ہیں اور اُن اصطلاحوں کو اپنی شان و شوکت بڑھانے کے کام میں لاتے ہیں۔

[2] صورت۔ وہ بزرگوں کی اِصطلاحیں اُن کیلئے ایسی ہیں کہ کوئی شخص پرندوں کی محض بولی سُن لے اور جو اُن کا مقصد ہے اُس کو نہ سمجھ سکے کو سلیمانے۔ پرندوں کی بولی حضرت سلیمانؑ ہی سمجھ سکتے تھے اِسی طرح عارفین کے کلام کو عارف سمجھ سکتا ہے۔ دیو۔ صخر نامی دیو نے اگر حضرت سلیمانؑ کے ملک پر قبضہ بھی کر لیا اور اُن کی سی صورت بنالی تو وہ اُس منطق الطیر کو نہیں سمجھ سکتا ہے یہی حال مزورین کا ہے۔

[3] عُلِّمنا۔ حضرت سلیمانؑ نے فرمایا تھا کہ ہمیں پرندوں کی بولی سکھا دی گئی ہے۔ تو۔ اے مخاطب قرآن ہوائی پرندوں کو یعنی کہ بات سمجھ لے کہ اُن کی بولی تو سن لیتا ہے لیکن اُن کا مفہوم نہیں سمجھتا ہے۔ طیور من لدن۔ وہ عارفین جنکو

جائیِ سیمرغاں بُود آں سُوئِ قاف[1] — ہر خیالے را نباشد دست باف
سیمرغوں کی جگہ قاف سے اُس جانب ہے — وہ ہر خیال کے لئے آسان نہیں ہے

ہر خیالے را کہ دید آں اتّفاق — آں گہش بعد العیان اُفتد فراق
جس خیال نے اُس کو اتفاقاً دیکھا — فوراً مشاہدہ کے بعد فراق واقع ہوجائے گا

نے فراقِ قطع بہرِ مصلحت — کایمن ست از ہر فراق آں منقبت
قطع (تعلق) کا فراق نہیں، مصلحت کی وجہ سے — کیونکہ وہ فضیلت ہر قسم کے فراق سے محفوظ ہے

بہرِ استبقائیِ آں جسمِ چو جاں — لحظۂ در ابر گردد خُور نہاں
اُس جان جیسے جسم کی بقا کے لئے — سورج تھوڑی دیر کیلئے ابر میں چھپ جاتا ہے

بہرِ استبقائیِ[2] آں رُوحی جسد — آفتاب از برف یک دم در کشد
اُس رُوحانی جسم کی بقا کے لئے — سورج تھوڑی دیر کیلئے برف سے جُدا ہوجاتا ہے

بہرِ جانِ خویش جُو ز ایشاں صلاح — ہیں مدزد از حرفِ ایشاں اصطلاح
تو اُن سے اپنی جان کی صلاح تلاش کر — خبردار! اُن کے حرفوں کی اصطلاح نہ چُرا

آں زلیخا از سپنداں تا بعُود — نامِ جملہ چیز یوسف کردہ بُود
اُس زلیخا نے کالے دانہ سے لے کر اگر تک — سب چیزوں کا نام یوسفؑ کر رکھا تھا

نامِ اُو در نامہا مکتوم کرد — محرماں را سِرّ آں معلوم کرد
اُن کا نام ناموں میں چھُپا ہوا تھا — محرموں کو اُس کا راز بتا دیا تھا

چوں بگفتے[3] موم ز آتش نرم شُد — ایں بُدے کاں یار با ما گرم شُد
جب وہ کہتی موم آگ سے نرم ہوگیا — یہ (مطلب) ہوتا کہ وہ یار ہم پر مہربان ہوگیا

ور بگفتے مہ برآمد بنگرید — ور بگفتے سبز شُد آں شاخِ بید
اور اگر وہ کہتی دیکھو چاند نکل آیا — اور اگر وہ کہتی اُس بید کی شاخ سبز ہوگئی

ور بگفتے آبہا خوش می تنند — ور بگفتے خوش ہمی سُوزد سپند
اور اگر وہ کہتی پانی عمدہ لہریں کھاتے ہیں — اور اگر وہ کہتی کالا دانہ خوب جل رہا ہے

---

[1] جائی سیمرغاں۔ عارفوں سے مراد اُن کی روح ہے جس کا مقام عرش سے بھی بالا ہے ہر خیال کے لئے آسان نہیں ہے کہ وہ اُس کے مقام اور استغراق کو دیکھ سکے ہر خیال۔ جو عارفین اُس مقام اور استغراق کا مشاہدہ کرتے ہیں وہ ہمہ وقت نہیں کرتے بلکہ کبھی احوال میں مشاہدہ کرتے ہیں پھر اُنکو فراق حاصل ہوجاتا ہے نے فراق۔ اُن کی یہ جدائی قطع تعلق کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ جسم سے تعلق کی مصلحت کی بنیاد پر ہے اِس لئے کہ اِس استغراق کے لئے جسم کا بقا بھی ضروری ہے لہٰذا وہ مشاہدہ منقطع کر دیا جاتا ہے اور تجلیات کا سورج ابر میں غائب ہوجاتا ہے۔

[2] بہرِ استبقاء چونکہ جسم کو بھی قائم رکھنا ہے لہٰذا تجلیات اِس روحی جسم سے مخفی ہوجاتی ہیں تاکہ بدن کے اِس برف کو سورج کی تجلیات بالکل نہ گھلادیں۔ بہرِ جاں۔ عارفین سے اپنی روح کی اِصلاح کرا اُنکی اِصطلاحوں کو چُرا کر استعمال نہ کر آں زلیخا۔ زلیخا نے رازداری کے لئے مختلف اِصطلاحیں بنا رکھی تھیں سپند اور عود بول کر حضرت یوسفؑ مُراد لیتی تھی۔ سپند۔ کالا دانہ۔ نظر لگ جانے پر جس کی دھونی دی جاتی ہے۔ عود۔ اگر وہ لکڑی جو خوشبو کیلئے جلائی جاتی ہے۔ محرماں۔ جو اُس کے ہمراز تھے وہ اُن لفظوں سے حضرت سے متعلق بات سمجھ جاتے تھے ——

[3] چوں بگفتے۔ اگر وہ یہ کہتی تھی کہ موم آگ سے نرم ہوگیا تو مطلب ہوتا کہ آج حضرت یوسفؑ نے مجھ پر مہربانی کی۔ ور بگفتے۔ اگر وہ کہتی کہ دیکھو چاند نکل آیا تو اُس کا مطلب یہ ہوتا تھا کہ یوسفؑ آگئے۔ سبز شد۔ اگر وہ کہتی کہ بید کی شاخ سبز ہوگئی تو مُراد ہوتی تھی کہ وصل کی اُمید ہری ہوگئی ہے۔ آبہا۔ اُس کا مطلب ہوتا کہ اُمید دل کا دریا موجزن ہے۔ سوزد۔ مطلب یہ ہوتا کہ رقیب جل رہا ہے۔

ور بگفتے برگہاؔ[1] خوش می طپند — دست برہم رقص و مستی می کنند
اور اگر وہ کہتی، پتّے خوب لہلہا رہے ہیں — تالیاں، بجاتے ہوئے رقص اور مستی کر رہے ہیں

ور بگفتے گُل بہ بُلبل راز گفت — ور بگفتے شہ سِرِ شہباز گفت
اور اگر وہ کہتی، پھول نے بُلبل سے راز کہہ دیا — اور اگر وہ کہتی، شاہ نے شہباز کا راز کہہ دیا

ور بگفتے چہ ہُمایونست بخت — ور بگفتے کہ بر افشانید رخت
اگر وہ کہتی، نصیب کیسا مبارک ہوگیا — اگر وہ کہتی، سامان جھاڑ لو

ور بگفتے کہ سقا آورد آب — ور بگفتے کہ بر آمد آفتاب
اور اگر کہتی کہ سقّہ پانی لے آیا — اور اگر وہ کہتی، کہ سورج نکل آیا

ور بگفتے دوش دیگے پختہ اَند — یا حوائج از بُزِش یک لخت اند
اگر وہ کہتی کل رات انھوں نے دیگ پکائی ہے — یا مصالحہ، کُٹنے سے ایک جان ہوگئے ہیں

ور بگفتے ہست نانہا بے نمک — ور بگفتے عکس می گردد فلک
اور اگر وہ کہتی، روٹیاں بے نمک ہیں — اور اگر وہ کہتی، آسمان اُلٹا گھومتا ہے

ور بگفتے کہ بدرد آمد سرم[2] — ور بگفتے دردِ سر شُد خوشترم
اور اگر وہ کہتی، میرے سر میں درد ہوگیا — اور اگر وہ کہتی میرے سر کا درد اچھا ہوگیا

مُحرماں رازاں خبر بُد کہ چہ گفت — کہ مُخالف با مُوافق گشت جُفت
محرم سمجھ جاتے کہ اُس نے کیا کہا — کہ مخالف موافق کا ساتھی ہوگیا

گر ستودے اعتناقِ اُو بُدے — ور نکوہیدے فراقِ اُو بُدے
اگر وہ تعریف کرتی تو اُن کا گلے ملنا ہوتا — اور اگر وہ بُرائی کرتی تو اُن کی جُدائی ہوتی

صد ہزاراں[3] نام گر برہم زدے — قصدِ اُو و خواہِ اُو یوسفؑ بُدے
اگر وہ ہزاروں نام ملا دیتی — اُس کا ارادہ اور اُس کی خواہش، یوسفؑ ہوتے

گرسنہ بُودے چو گفتے نامِ اُو — می شُدے اُو سیر و مست از جامِ اُو
جب وہ بھوکی ہوتی اُن کا نام لیتی — وہ اُن کے جام سے سیر اور مست ہوتی

تشنگیش از نامِ اُو ساکن شُدے — نامِ یوسفؑ شربتِ باطن شُدے
اُس کی پیاس اُن کے نام سے بجھ جاتی — (حضرت) یوسفؑ کا نام باطن کا شربت بنجاتا

ور بُدے دردیش زاں نامِ بلند — دردِ اُو در حال گشتے سُودمند
اور اگر اُس کے کوئی درد ہوتا اُس بلند نام سے — اُس کا درد فوراً آرام بن جاتا

---

[1] برگہا۔ تو مطلب ہوتا کہ ہر حسین حضرت یوسفؑ کا دلدادہ ہے۔ گُل۔ تو مطلب ہوتا کہ آج تنہائی میں باتیں ہوئیں۔ شہ۔ تو مطلب یہ ہوتا کہ آج حضرت یوسفؑ نے میرے حال کا ذکر کیا۔ بخت۔ تو مطلب ہوتا کہ آج دیدار میسّر آیا۔ رخت۔ تو مطلب یہ ہوتا کہ میرے پاس محرمِ راز کے علاوہ کوئی نہ رہے۔ سقا۔ تو مطلب یہ ہوتا کہ وصل کے پانی سے سیرابی کا وقت آگیا ہے۔ آفتاب۔ تو مطلب یہ ہوتا کہ وصل کی کرن نمودار ہوگئی ہے۔ دیگے۔ تو مطلب یہ ہوتا کہ وصل کے اسباب مہیا ہوگئے ہیں۔ بے نمک۔ مطلب یہ ہوتا ہے کہ وصل کے اسباب سازگار نہیں ہیں۔ عکس۔ مطلب ہوتا کہ وصل کی تدبیر کا اُلٹا نتیجہ نکلا۔

[2] سرم۔ تو مطلب یہ ہوتا کہ فراق کے اثرات بڑھ رہے ہیں۔ خوشترم۔ درد اچھا ہونے کا مطلب یہ ہوتا کہ وصل کی جھلک نظر آگئی ہے۔ محرماں۔ جو راز داں تھے وہ مطلب سمجھ جاتے تھے۔ اور یہ طریقہ اس لئے اختیار کیا تھا کہ راز دانوں میں غیر بھی تھے۔ گر ستودے۔ اگر وہ کسی چیز کی تعریف کرتی تو اُس چیز سے مُراد حضرت یوسفؑ کا وصل ہوتا اور اگر بُرائی کرتی تو اُن کا فراق ہوتا۔

[3] صد ہزاراں۔ لاکھوں اصطلاحوں سے اُس کا مقصود حضرت یوسفؑ ہوتے۔ گرسنہ۔ اگر وہ اُن کا تذکرہ کرتی تو وہ اُس کیلئے غذا کا کام دیتا۔ تشنگیش۔ اس طرح حضرت یوسفؑ کے ذکر سے وہ اپنی پیاس بجھاتی تھی اور اُنکا ذکر اُس کیلئے شربت بنجاتا تھا۔ دردبدے۔ اُن کا ذکر اُس کے درد کا علاج تھا۔

وقتِ[1] سرما بُودے اُورا پوستیں — ایں کُند در عشق نامِ دُوست ایں

جاڑے کے وقت وہ اُس کا پوستین ہوتا — دوست کا نام عشق میں یہی کرتا ہے

عام می خوانند ہر دم نامِ پاک — ایں عمل نکند چو نبُود عشقناک

عوام ہر وقت، پاک نام لیتے ہیں — جبکہ وہ عشق بھرا نہ ہو یہ کام نہیں کرتا

آنچہ عیسیٰؑ کردہ بُود از نامِ ہُو — می شُدے پیدا ورا از نامِ اُو

(حضرت) عیسیٰؑ نے جو کچھ اللہ کے نام سے کیا — وہ خود اُن کے نام سے بھی اُن کیلئے ظاہر ہوتا

چونکہ با حق متصل گردید جاں — ذکرِ آں اینست ذکرِ اینست آں

جب جان اللہ (تعالیٰ) سے وابستہ ہوگئی — اُس کا ذکر یہ ہے، اِس کا ذکر وہ ہے

خالی[2] از خود بُود و پُر از عشقِ دوست — پس زکوزہ آں تراود کہ در دست

وہ اپنے آپ سے خالی اور دوست کے عشق سے پُر تھے — تو پیالے سے وہی ٹپکے گا جو اُس میں ہے

خندہ بُوئے زعفرانِ وصل داد — گریہ بُوہائے پیاز اندر بعاد

مُسکراہٹ، وصل کے زعفران کی خوشبو دیگا — فراق میں رونا پیاز کی بوئیں

ہر یکے راہست در دل صد مُراد — ایں نباشد مذہبِ عشق و وداد

ہر ایک کے دل میں سینکڑوں مرادیں ہیں — عشق و محبت کا یہ مذہب نہیں ہوتا

یار[3] آمد عشق را روز آفتاب — آفتاب آں رُوی را ہمچوں نقاب

عشق کے لئے دن میں یار، سورج ہے — سورج، اُس چہرے کا نقاب ہے

آنکہ نشناسد نقاب از رُوی یار — عابدِ الشمس ست دست از وے بدار

جو شخص نقاب کو یار کے چہرے سے ممتاز نہ کرے — وہ سورج کا پجاری، اُس سے دستبردار ہوجا

روز اُو و روزیِ عاشق ہم اُو — دل ہم اُو دلسوزیِ عاشق ہم اُو

روز وہی ہے اور عاشق کی روزی بھی وہی ہے — دل بھی وہی ہے اور عاشق کی دلسوزی بھی وہی ہے

ماہیاں را نقد شُد از عینِ آب — نان و آب و جامہ و دارو و خواب

مچھلیوں کے لئے پانی سے حاصل ہوگئی — روٹی اور پانی اور لباس اور دوا اور نیند

---

[3] یار آمد۔ عاشق کیلئے تو ہر چیز میں معشوق کی جھلک نظر آتی ہے سورج میں بھی وہ معشوق کی جھلک سمجھتا ہے سورج اپنا ذاتی نور نہیں سمجھتا ہے بلکہ اُس کو صرف نورِ حق کا مظہر سمجھتا ہے اور سورج کو محض اُس محبوب کے چہرے کا نقاب سمجھتا ہے آنکہ۔ جو سورج کا اپنا ذاتی نور سمجھے وہ سورج کا پجاری ہے اُس سے تعلق توڑ لے۔ روز عاشق کا تو سب کچھ وہی معشوق ہے اُس کا دن بھی وہی ہے اُس کی خوراک بھی وہی ہے، دل بھی وہی ہے اور دلسوزی بھی وہی ہے۔ ماہیاں۔ مچھلی کو سب کچھ پانی ہی سے حاصل ہے اسی طرح خدا کے عاشق کو بھی سب کچھ اسی ذات سے حاصل ہوتا ہے خواہ خوراک ہو یا پوشاک۔

[1] وقتِ سرما۔ جاڑوں میں اُن کے ذکر سے بدن میں حرارت پیدا کرتی تھی۔ عام۔ خاص اللہ کے ذکر سے بھی فائدے اُٹھاتے ہیں لیکن عوام کے ذکر میں چونکہ عشق شامل نہیں لہٰذا ذکر کی وہ تاثیرات بھی نہیں ہیں۔ آنچہ۔ خدا کا نام عشق کے ساتھ تو اثر کرتا ہی ہے لیکن فنا کے مقام پر پہنچنے کے بعد خود فانی کا نام وہی اثر کرتا ہے جو خدا کا نام اثر کرتا ہے، اب حضرت عیسیٰؑ کا قُم بِاِذنِی کہنا وہی معنیٰ اور اثر رکھتا ہے جو قُم بِاِذنِ اللہ کا تھا۔ چونکہ۔ جب فانی کی جان ذاتِ باری سے متصل ہوگئی تو اُس جان کا ذکر کرنا خدا کا ذکر کرنا ہے اور خدا کا ذکر کرنا اُس جان کا ذکر کرنا ہے۔

[2] خالی۔ فانی اب اپنی ذات سے خالی ہے اور اللہ کے عشق سے پُر ہے تو پیالہ میں سے وہی ٹپکے گا جو پیالہ کے اندر ہے۔ خندہ۔ اب اُس فانی کے طبعی افعال بھی حضرت حق تعالیٰ کے ساتھ معاملہ کے مُخبِر ہونگے اُس کا ہنسنا وصل کی وجہ سے ہوگا اور اُس کا رونا فراق کی وجہ سے ہوگا۔ ہر یکے۔ عام انسانوں کے دلوں میں سیکڑوں مُرادیں ہیں یہ عشق کا مذہب نہیں ہے، عاشق کے دل میں صرف معشوق کے حصول کی مراد ہوتی ہے۔

ہمچو طفلِ ست اُو ز پستاں شیر گیر ۔ اُو نداند در دو عالم غیرِ شیر

وہ بچے کی طرح پستان سے دودھ حاصل کرنے والا ہے ۔ وہ دونوں جہان میں دودھ کے سوا کچھ نہیں جانتا

طِفل داند ہم نداند شیر را ۔ راہ نبُود ایں طرف تدبیر را

بچہ دودھ کو جانتا ہے، نہیں بھی جانتا ۔ اِس طرف کسی تدبیر کی راہ نہیں ہے

گیج کرد ایں گرد نامہ روح را ۔ تا نیابد فاتح و مفتوح را

اِس بھاگے ہوئے کے تعویذ نے روح کو بیوقوف بنایا ۔ تاکہ وہ فاتح اور مفتوح کو نہ پائے

گیج نبُود در روش بلکہ اندرو ۔ حاملش دریا بُود نے سیل و جُو

سلوک میں بیوقوف نہیں ہوتا بلکہ اُس میں ۔ اُس کا حامل دریا ہوتا ہے، نہ کہ بہاؤ اور نہر

چوں بیاید اُو کہ یابد گم شود ۔ ہمچو سیلے غرقہ قُلزم شود

جب وہ آتا ہے تاکہ حاصل کرے گم ہو جاتا ہے ۔ بہاؤ کی طرح سمندر میں ڈوب جاتا ہے

دانہ گم شُد انگہے اُو تیں شود ۔ تا نمُردی زر ندادم ایں بُود

دانہ گم ہوا تو وہ انجیر بنا ۔ جب تک تو نہ مرا میں نے سونا نہ دیا، یہ ہوتا ہے

بعد از مکث و مُتواری شدن در بلادِ چین در شہرِ تختگاہ

ٹھہرنے اور چین کے شہروں شہر دارالخلافہ میں چھپے رہنے

و دراز شدنِ صبر و بے صبر شدنِ برادرِ بزرگ ترکہ مَن

اور صبر کے دراز ہو جانے کے بعد اور سب سے بڑے بھائی کا بے صبر ہو جانا کہ میں

رفتم تا خود را بر شاہِ چین عرضہ کُنم و نصیحتِ برادران

جاتا ہوں تاکہ اپنے آپ کو شاہِ چین کے سامنے پیش کروں اور بھائیوں کی نصیحت

اُو را سُود نا داشتن

کا اُس کو فائدہ نہ دینا

امّا قدمی یُبَلِّغُنی مقصُودی ۔ اَو اُلقی رَاسی کفُؤادی ثمّہ

یا میرا قدم، مجھے میرا مقصود عطا کرے ۔ یا میں اُس جگہ، دل کی طرح اپنا سر ڈال دوں گا

یا پای رسانَدم بمقصودِ مرا ۔ یا سر بنہم ہمچو دل از دست آنجا

یا پاؤں مجھے مقصود تک پہنچا دے ۔ یا دل کی طرح میں اُس جگہ سر ہاتھ سے رکھ دونگا

یا عاذلَ العاشقین دَع فِتنۃً ۔ اَضلَّہا اللہُ کیفَ تُرشِدُ ھا

اے عاشقوں کو ملامت کرنے والے، اُس جماعت کو چھوڑ ۔ جس کو خدا نے گمراہ کیا ہے تو اسکو کیسے ہدایت دیگا؟

ے ہمچو طفل - عاشق معشوق کے سوا کسی سے تعلق نہیں رکھتا جیسا کہ شیر خوار بچہ صرف دودھ کو جانتا ہے۔ ہم ندانہ - بچہ دودھ کو فی الجملہ جانتا ہے اُس کی حقیقت سے واقف نہیں ہوتا۔ یہی حال عارف کا ہے کہ وہ ذاتِ خداوندی کا عاشق ہے لیکن اُس کی حقیقت سے واقف نہیں ہے۔ گیج کرد - عوام عارف کے اِس علم سے بھی محروم ہیں اِس کی وجہ یہ ہے کہ بدنی تعلق نے اِن کی روح کو محروم کر دیا ہے۔ گرد نامہ - وہ تعویذ جو کسی بھاگے ہوئے کے لئے کیا جاتا ہے تاکہ وہ اپنے وطن کو واپس لوٹ آئے مراد بدنی تعلقات ہیں۔ تا - اب اُس کی روح فاتح (حق تعالیٰ) اور مفتوح (مخلوق) میں امتیاز نہیں کرتی ہے۔

ے گیج نبود - عام انسانوں کی یہ حالت سلوک سے پہلے ہوتی ہے، جب وہ راہِ سلوک اختیار کر لیتا ہے تو اُس کی یہ حالت نہیں رہتی اُس کے تعلقاتِ بدنی ختم تو نہیں ہوتے لیکن اب دریائے حقیقت اُس کا حامل بن جاتا ہے۔ چوں بیاید - سالک جب اُس حقیقت کو تلاش کرتا ہے تو خود گم ہو جاتا ہے جس طرح بہاؤ سمندر میں پہنچ کر گم ہو جاتا ہے۔ دانہ - بیج جب گم ہو جاتا ہے تو وہ انجیر بنکر رونما ہوتا ہے۔ صدرِ جہاں دکیھ مقرر۔ تا نمُردی - کا یہی مطلب تھا۔

ے امّا - بڑے بھائی نے یہ کہا کہ یا تو میرے قدم مجھے مقصد تک پہنچا دیں گے ورنہ دل کی طرح سر دہیں قربان کر دوں گا۔ یا پای - یہ عربی شعر کا ترجمہ ہے۔ یا عاذل - عاشق کو خطاب ہے کہ تیری نصیحت بیکار ہے جبکہ عاشق کو خدا نے گمراہ کیا ہے تو اسکو راہِ راست پر کیسے لا سکتا ہے۔

آں¹ بزرگیں گفت اے اخوانِ من
اُس بڑے نے کہا، اے میرے بھائیو!
زانتظار آمد بلب ایں جانِ من
انتظار سے یہ میری جان ہونٹ پر آگئی

لاابالی گشتہ ام صبرم نماند
میں لاپرواہ بن گیا ہوں، مجھ میں صبر نہیں رہا
مرمرا ایں صبر در آتش نشاند
اس صبر نے مجھے آگ میں بٹھا دیا

طاقتِ من زیں صبوری طاق شد
اِس صبر سے میری طاقت اکیلی رہ گئی
واقعۂ من عبرتِ عشاق شد
میرا واقعہ، عاشقوں کی عبرت بن گیا

من زجاں سیر آمدم اندر فراق
میں فراق میں جان سے سیر ہوگیا
زندہ بودن در فراق آمد نفاق
فراق میں زندہ رہنا نفاق ہے

چند دردِ فراقش بکشد مرا
اُس کے فراق کا درد مجھے کتنا قتل کرے گا
سر ببر تا عشق سر بخشد مرا
سر کاٹ دے، تاکہ عشق مجھے سر بخش دے

دینِ² من از عشق زندہ بودن ست
میرا دین عشق کے ذریعہ زندہ رہنا ہے
زندگی زیں جان و سر ننگِ منست
اِس جان اور سر سے جینا میری توہین ہے

تیغ جانہا را کند پاک از عیوب
تلوار، جانوں کو عیبوں سے پاک کردیتی ہے
زانکہ سیف افتاد محّاء الذّنوب
کیونکہ تلوار گناہوں کو مٹانے والی (ثابت) ہوئی ہے

چوں غبارِ تن بشد ماہم بتافت
جب جسم کا غبار ختم ہوا، میرا چاند چمکا
ماہِ جانِ من ہوائے صاف یافت
میری جان کے چاند نے صاف فضا پائی

عمرہا بر طبلِ عشق آں صنم
اُس معشوق کے عشق کے نقارہ پر عرصہ دراز سے
اِنّ فی موتی حیاتی میزنم
بیشک میری موت میں میری زندگی ہے صدا لگاتا ہوں

دعوئ³ مرغابی کرد ست جاں
میری جان نے مرغابی ہونے کا دعویٰ کیا ہے
کے ز طوفانِ بلا دارد فغاں
وہ بلا کے طوفان سے کب فریاد کرتی ہے!

بط را از اشکستنِ کشتی چہ غم
بطخ کو کشتی کے ٹوٹنے کا کیا غم ہے!
کشتیش بر آب بس باشد قدم
پانی پر اُس کی کشتی، پاؤں ہی ہوتا ہے

زندہ زیں دعوی بود جان و تنم
اِس دعوے سے میری جان اور جسم زندہ ہے
من ازیں دعوی چگونہ تن زنم
میں اِس دعوے سے کیسے چپ رہوں!

خواب می بینم ولے در خواب نے
میں خواب دیکھتا ہوں لیکن خواب نہیں ہے
مدّعی ہستم ولے کذّاب نے
میں مدّعی ہوں، لیکن جھوٹا نہیں ہوں

---

¹ آں بزرگیں۔ بڑے بھائی نے دونوں چھوٹے بھائیوں سے کہا اب میں صبر کی وجہ سے جاں بلب ہوں اب مجھے شرم کی کوئی پرواہ نہیں، موت آتشِ فراق سے بہتر ہے۔ طاقت۔ اب صبر میری طاقت سے باہر ہے۔ زندہ بودن۔ فراق کی حالت میں زندہ رہنا نفاق ہے جو مناسب نہیں ہے۔ چند۔ فراق مجھے ہر وقت قتل کرتا ہے اب میرا سر قلم کردو تاکہ فنا کے بعد بقا حاصل ہوجائے۔

² دینِ من۔ میں معنوی زندگی حاصل کرنا چاہتا ہوں ظاہری زندگی میرے لئے ذلت ہے۔ تیغ۔ شہید گناہوں سے پاک صاف ہوجاتا ہے۔ چوں غبار جسمانی علائق سے جدا ہوکر روح اور منوّر ہو جاتی ہے۔ عمرہا۔ میں طویل عرصے سے یہ صدا دے رہا ہوں، میری موت میں میری زندگی ہے۔

³ دعوی۔ مرغابی پانی کے طوفان سے نہیں ڈرتی میں بھی کسی سے خائف نہیں ہوں۔ بط۔ بطخ کا پاؤں خود کشتی ہے وہ کشتی کے ٹوٹنے سے نہیں ڈرتی ہے۔ ازیں دعوی۔ جبکہ عشق سے میری زندگی ہے تو اس عشق کے دعوے سے میں کیسے خاموشی اختیار کروں۔ خواب۔ میری استغراق کیفیت عوام اس کو نیند سمجھتے ہیں لیکن وہ

گر مرا[۱] صد بار تو گردن زنی — ہمچو شمعم بر فروزم روشنی

اگر تو سو بار میری گردن کاٹے — میں شمع کی طرح ہوں، میں روشنی بڑھاؤں گا

آتش ار خرمن بگیرد پیش و پس — شبرُواں را خرمنِ آں ماه بس

اگر کھلیان کو آگے اور پیچھے سے آگ پکڑ لے — رات کے مسافروں کیلئے اُس چاند کا کھلیان کافی ہے

کرده یوسفؑ را نہاں و مختبی — حیلتِ اِخواں ز یعقوبِؑ نبی

(حضرت) یوسفؑ کو پوشیدہ اور مخفی کر دیا تھا — بھائیوں کے حیلے نے (حضرت) یعقوبؑ نبی سے

خُفیه کردندش بحیلت سازیے — کرد آخر پیرہن غمّازیے

اُنھوں نے اُسکو ایک حیلہ سازی سے پوشیدہ کر دیا تھا — بالآخر، لباس نے چغل خوری کی

آں[۲] دو گفتندش نصیحت در سمر — کہ مکُن ز اخطار خود را بے خبر

اُن دونوں نے اُس کو قصہ میں نصیحت کی — کہ اپنے آپ کو خطروں سے بے خبر نہ بنا

ہیں منه بر ریشہاےِ ما نمک — ہیں مخور ایں زہر از جلدی و شک

ہاں ہمارے زخموں پر نمک نہ چھڑک — جلدی اور شک سے یہ زہر نہ کھا

جز بتدبیرِ یکے شیخِ خبیر — چوں روی چوں نبوَدت قلبِ بصیر

کسی باخبر شیخ کی تدبیر کے بغیر — جبکہ تیرے پاس بینا دل نہیں ہے کیوں چلتا ہے؟

وایِ آں مرغے کہ ناروئیده پَر — بر پرد بر اوج و افتد در خطر

اُس پرندہ پر افسوس ہے جو بغیر پَر نکلے — بلندی پر پرواز کرے اور خطرے میں پڑ جائے

عقل[۳] باشد مرد را بال و پرے — چوں ندارد عقل عقلِ رہبرے

آدمی کے لئے عقل، بال و پَر ہوتی ہے — اگر عقل نہ رکھے، تو رہبر کی عقل

یا مُظفّر یا مُظفّر جوی باش — یا نظر ور یا نظر ور جوی باش

یا کامیاب، یا کامیاب کا جویاں بن — یا صاحبِ نظر، یا صاحبِ نظر کا جستجو کرنے والا بن

بے ز مفتاحِ خرد ایں قرعِ باب — از ہوا باشد نہ از روی صواب

بغیر کنجی کے اِس دروازے کو کھٹکھٹانا — خواہشِ نفسانی سے ہوگا، نہ کہ درست طریقہ پر

عالمے در دام می بیں از ہوا — وز جراحتہاےِ ہمرنگِ دوا

ایک جہاں کو خواہشِ (نفسانی) کی وجہ سے جال میں دیکھ لے — اور دوا کے ہم رنگ زخموں کی وجہ سے

تو کسی رہبر کی عقل کو رہنما بنا لے۔ یا مظفر۔ یا انسان خود کامل ہو ورنہ کسی کامل کی تلاش کرے خود صاحبِ نظر ہو ورنہ کسی صاحبِ نظر کو تلاش کرے۔ بے ز مفتاح۔ عقل و نظر کے بغیر اِس راہِ سلوک کا دروازہ کھٹکھٹانا محض بیہودہ ہوگا بلکہ نفسانی خواہش ہوگی۔ عالمے۔ خواہشِ نفس اور دوا کے ہم رنگ زخموں کی وجہ سے ایک عالم جال میں پھنسا ہوا ہے۔

---

[۱] گر مرا۔ عشق میں سر کا کٹنا ایسا ہی ہے جیسے شمع کا گُل جھاڑنا جس سے اُس کی روشنی اور بڑھ جاتی ہے۔ آتش۔ آتشِ عشق اگر جسم کے خرمن کو فنا کر دے تو کوئی پروا نہیں خرمنِ جسم کے بغیر خرمنِ محبوب اُس کے لئے کافی ہے۔ کرده یوسفؑ۔ عشق ہر حال کامیابی کا سبب بنتا ہے حضرت یعقوبؑ کے عشق نے اُن کو کامیاب کر دیا بھائیوں نے اگرچہ اُن کا جسم اُن سے مخفی کر دیا تھا لیکن حضرت یوسفؑ کی قمیص نے غمازی کر دی اور حضرت یعقوبؑ سمجھ گئے کہ وہ زندہ ہیں اسی طرح اگرچہ میرا محبوب پوشیدہ ہے لیکن کامیابی ضرور ہوگی۔

[۲] آں دو۔ دونوں بھائیوں نے بڑے بھائی سے کہا کہ اپنے آپ کو خطروں سے بے خبر نہ بنا نمک ہے کیونکہ ہم بھی عشق میں مبتلا ہیں اب تیری جدائی زخم ہوگی۔ ہیں زہر۔ یہ خطرناک بات ہے جلدی اور اِس خیال سے کہ شاید خطرناک نہ ہو یہ خطرہ مول نہ لے۔ جز۔ خطرناک راستہ تجربہ کار کی تدبیر سے طے کیا جا سکتا ہے۔ وای۔ جس پرندے کے پَر نہ اُگے ہوں اگر وہ بلند پروازی اختیار کرے گا خطرے میں پڑے گا۔

[۳] عقل باشد۔ انسان کے بال و پر انسان کی عقل ہے اگر اُس کی عقل کامل نہ ہو

مار[1] استادہ است بر سینہ چو مرگ
سانپ، موت کی طرح سینہ پر کھڑا ہے
در دہاں بگرفتہ بہرِ صید برگ
شکار کے لئے منہ میں پتے لئے ہوئے

در حشایش چوں حشیشے او بپاست
وہ، گھاسوں میں گھاس کی طرح کھڑا ہے
مرغ پندارد کہ او شاخِ گیاست
پرند سمجھتا ہے کہ وہ گھاس کی شاخ ہے

چوں نشیند بہرِ خور بر روی برگ
جب وہ کھانے کیلئے پتے پر بیٹھتا ہے
در فتد اندر دہانِ مارِ مرگ
موت کے سانپ کے منہ میں گر جاتا ہے

کردہ تمساحے دہانِ خویش باز
مگرمچھ نے اپنا منہ کھولا ہے
گردِ دندانہاش کرمانِ دراز
اُس کے دانتوں کے چاروں طرف لمبے کیڑے (ہیں)

از بقیۂ خور کہ در دندانش ماند
بقیہ خوراک کی وجہ سے جو اُسکے دانتوں میں لگی ہو
کرمہا روئید و بر دنداں نشاند
کیڑے پیدا ہو گئے اور اُس نے دانتوں پر بٹھائے

مرغگاں بینند کرم و قوت را
پرندے کیڑوں اور روزی کو دیکھتے ہیں
مرج پندارند آں تابوت را
اُس تابوت کو چراگاہ سمجھتے ہیں

چوں[2] دہاں پُر شد ز مرغ او ناگہاں
جب پرندوں سے مُنہ بھر گیا اُس نے اچانک
در کشد شاں و فرو بندد دہاں
اُن کو اندر کھینچ لیا اور منہ بند کر لیا

ایں جہانِ پُر ز نقل و پُر زناں
یہ دنیا جو چبینے اور روٹی سے پُر ہے
چوں دہانِ باز آں تمساح داں
اُس مگرمچھ کے کھلے ہوئے منہ کی طرح سمجھ

بہرِ کرم و طعمہ اے روزی تراش
اے روزی تراشنے والے! کیڑوں اور لقمہ کیلئے
از فنِ تمساحِ دہر ایمن مباش
زمانے کے مگرمچھ کے مکر سے مطمئن نہ ہو

روبہ افتد پہن اندر زیرِ خاک
لومڑی مٹی کے نیچے پھیل کر پڑ جاتی ہے
بر سرِ خاکش حبوبِ مکرناک
اُس کی مٹی پر مکر بھرے دانے ہوتے ہیں

تا[3] بیاید زاغِ غافل سوی آں
تاکہ غافل کوّا اُس کی جانب آئے
پای او گیرد بمکر آں مکرداں
وہ مکار، مکر سے اُس کا پاؤں پکڑ لے

صد ہزاراں مکر در حیواں چو ہست
جب حیوان میں لاکھوں مکر ہیں
چوں بود مکرِ بشر کو مہتر ست
انسان کا مکر کیسا ہو گا جبکہ وہ سردار ہے؟

مصحفے بر کف چو زین العابدیں
زین العابدین کی طرح ہاتھ میں قرآن ہے
خنجرے پُر زہر اندر آستیں
آستین میں زہر میں بجھا ہوا خنجر ہے

[1] مار۔ نفس کی مکاریوں کی ایک مثال تو یہ ہے کہ وہ، وہ سانپ ہے جو سینہ پر موت کی طرح منہ میں کوئی پتہ دبائے کھڑا ہو۔ در حشایش۔ وہ سانپ گھاس میں گھاس کی شاخ کی طرح کھڑا ہے۔ پرندہ یہ سمجھ کر کہ وہ بھی کوئی شاخ ہے پتّے پر کھانے کے لئے آ بیٹھتا ہے اور موت کے منہ میں آ گرتا ہے۔ کردہ تمساحے۔ یا یہ مثال سمجھو کہ ایک مگرمچھ منہ کھولے ہوئے ہو اور اُس کے دانتوں پر لمبے لمبے کیڑے ہوں وہ کیڑے اُس گوشت سے پیدا ہو گئے ہیں جو اُس نے کسی چیز کا پہلے کھایا تھا پرندے اُن کیڑوں کو اپنی خوراک سمجھ کر اُن پر آ گرتے ہیں اور مگرمچھ اپنا منہ بند کر لیتا ہے۔

[2] چوں دہاں۔ اُس مگرمچھ کا منہ جب پرندوں سے بھر جاتا ہے تو وہ فوراً اپنا منہ بند کر لیتا ہے۔ ایں جہاں۔ اِس نقل اور نان سے بھری دنیا کو اِس طرح کا مگرمچھ سمجھ۔ روبہ۔ لومڑی بھی مٹی میں اپنے آپ کو چھپا کر شکار کھیلتی ہے۔

[3] تا بیاید۔ لومڑی اپنے آپ کو مٹی میں چھپا لیتی ہے تاکہ کوئی کوّا دھوکے سے وہاں آ جائے اور وہ مکار اُس کا پاؤں پکڑ لے۔ صد ہزاراں۔ جب حیوان میں اس طرح کے لاکھوں مکر ہیں تو انسان کے مکروں کا خود اندازہ لگالو۔ مصحفے۔ انسان کا مکر یہ ہوتا ہے کہ ہاتھ میں قرآن اور آستین میں زہر میں بجھا ہوا خنجر ہوتا ہے۔ زین العابدین یعنی ایسے نیک آدمی کی طرح ہاتھ میں قرآن لئے ہوئے ہے جو تمام عبادت گذاروں کیلئے باعثِ زینت ہے۔

گویدت[1] خنداں کہ اے مولای مَن — در دلِ او بابلے پُر سحر و فن
تجھ سے ہنستا ہوا کہتا ہے کہ اے میرے آقا! — (اور) اُس کے دل میں جادو اور فن سے بھرا ہوا ایک بابل ہے

زہرِ قاتل، صورتش شہد ست و شیر — ہیں مَرو بے صحبتِ پیرِ خبیر
وہ قاتل زہر ہے، اُس کی صورت شہد اور دودھ ہے — خبردار! باخبر پیر کی صحبت کے بغیر نہ چل

جملہ لذاتِ ہوا مکر ست و زَرق — سوز و تاریکی ست گردِ نورِ بَرق
خواہشِ (نفسانی) کی تمام لذتیں، مکر اور دھوکا ہیں — بَرق کی روشنی کے چاروں طرف جلن اور تاریکی ہے

بَرقِ نورِ کوتہ و کذب و مجاز — گِردِ اُو ظلمات و راہِ تو دَراز
ناقص نور اور جھوٹ اور مجاز کی چمک ہے — اُسکے چاروں طرف اندھیریاں ہیں اور تیرا راستہ لمبا ہے

نے بنورش نامہ تانی خواندن — نے بمنزل اَسپ تانی راندن
تو اُس کی روشنی میں نہ خط پڑھ سکتا ہے — نہ منزل تک گھوڑا چلا سکتا ہے

لیک[2] جرمِ آنکہ باشی رہنِ بَرق — از تو رُو اندر کشد اَنوارِ شرق
لیکن اُس جرم میں کہ تو چمک کا مرہون (دستِ نگر) ہو — مشرق کے نور تجھ سے رُوگردانی کرتے ہیں

خشم گیرد بر دلت آں آفتاب — چوں تو جوئی از عطارد نور و تاب
وہ سورج تیرے دل پر غصہ کرتا ہے — جب تو عطارد سے روشنی اور چمک ڈھونڈتا ہے

می کَشاند مکر بَرقت بے دلیل — دَر مَفازہ مُظلمے شب میل میل
تجھے برق کا مکر بغیر رہنما کے لئے جا رہا ہے — تاریک میدان میں رات کو ایک ایک میل کرکے

گاہ بَر کُہ گاہ بر جُو اُوفتی — گہ بدیں سُو گہ بداں سُو اُوفتی
تو کبھی پہاڑ پر کبھی نہر پر گرتا ہے — کبھی اِدھر کبھی اُدھر گرتا ہے

خود[3] نہ بینی تو دلیل اے راہ جُو — وَر بہ بینی رُو بگردانی ازو
اے راستہ کے جویاں! تو خود رہنما کو نہیں دیکھتا — اور اگر دیکھتا ہے تو اس سے منہ پھیر لیتا ہے

کہ سفر کردم دریں رَہ شصت میل — مر مرا گمراہ گوید آں دلیل
کہ میں نے اِس راستہ پر ساٹھ میل سفر کر لیا — وہ رہنما مجھے بھٹکا ہوا کہتا ہے

گر نہم مَن گوش سُوی آں شگفت — اَمر اُو را ہَم زِ سَر باید گرفت
اگر میں اُس عجیب بات پر کان دھروں — اُس کے معاملہ کو بھی از سرِ نو شروع کرنا چاہیئے

۱ے گویدت۔ زبان ز تجھے اپنا مولیٰ اور آقا کہہ رہا ہے لیکن دل میں تیری عداوت بھری ہوئی ہے۔ بابل۔ بابل کا جادو مشہور ہے۔ زہرِ قاتل۔ حقیقتہً قاتل زہر ہے بظاہر شہد اور دودھ نظر آتا ہے۔ ہیں۔ جب نفس کی یہ دھوکے بازی ہے تو سالک! بغیر پیر کے اختیار نہ کر۔ جملہ لذات۔ نفس کی ساری لذتیں مکر اور دھوکا ہیں اور اس کی مثال بجلی کی کوند ہے۔ جس میں چمک ہوتی ہے اور اس کے اِدھر اُدھر سوزش اور اندھیرا ہوتا ہے۔ برق۔ بجلی میں مختصر سی روشنی ہوتی ہے وہ بھی غلط اور مجازی اور اُسکے چاروں طرف اندھیرا ہوتا ہے جس کی وجہ سے تیرا راستہ دراز ہو جاتا ہے۔ نے۔ بجلی کی اِس کوند میں نہ تو خط پڑھ سکتا ہے نہ گھوڑے کو منزل تک لے جا سکتا ہے۔

۲ے لیکت۔ چونکہ تو نفس کے دھوکے میں مبتلا ہے اور ناپائیدار برق سے روشنی حاصل کرنا چاہتا ہے اِس جرم میں تجھ سے کاملین اعراض کرنے لگتے ہیں۔ آفتاب۔ یعنی کاملین۔ عطارد۔ یعنی بجلی کی چمک۔ می کشاند۔ وہ بجلی کی چمک تجھے تاریک جنگل میں پہنچا رہی ہے۔ گہ۔ تیری رفتار بھی یہ ہوتی ہے کبھی پہاڑ پر چڑھتا ہے کبھی نہر میں اور اِدھر اُدھر گرتا ہے۔

۳ے خود۔ تو خود رہبرِ کامل کو نہیں دیکھتا ہے اور اگر وہ کامل ازراہِ کرم تجھ پر نظر کرکے تجھے نصیحت کرتا ہے تو تُو اس سے روگردانی کرتا ہے کہ تسفر۔ اور یہ سوچتا ہے کہ میں نے کافی سفر کر لیا لیکن یہ کامل مجھے راہ سے بھٹکا ہوا سمجھتا ہے۔ مگر ہاں اگر میں اسکی بات پر عمل کروں تو پھر از سرِ نو سفر شروع کرنا ہوگا۔

مَن[1] دریں رہ عمرِ خود کردم گرو — ہر چہ بادا باد اے خواجہ برو

میں نے اس راستہ میں اپنی عمر گروی کردی — اے صاحب! جا جو بھی ہو سو ہو

راہ گردی لیک در ظنّ چو برق — عشرِ آں رہ کُن پئے وحی چو شرق

تو نے راستہ پر گردش کی لیکن برق جیسے گمان میں — اُس کا دسواں حصہ سورج جیسی وحی کے تحت میں

ظنّ لَایُغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ خواندہ — وز چناں برقے ز شرقے ماندہ

تو نے "گمان حق کے مقابلہ میں کام نہیں آتا" پڑھا ہے — تو ایسی ہی بجلی کی وجہ سے سورج سے رہ گیا ہے

ہے در آ، در کشتیِ ما اے نژند — یا تو ایں کشتی بر آں کشتی بہ بند

خبردار، اے سرگشتہ! ہماری کشتی میں آجا — یا تو اس کشتی کو اُس کشتی سے باندھ لے

گویدا[2] او چوں ترک گیرم گیر و دار — چوں روم مَن در طفیلت کور وار

وہ کہتا ہے میں دھوم دھام کیسے چھوڑ دوں؟ — میں تیرے طفیل میں اندھوں کی طرح کیسے چلوں؟

کور با رہبر بہ از تنہا یقیں — زاں یکے ننگ است و صد ننگ است ایں

اندھا، رہبر کے ساتھ یقیناً تنہا سے اچھا ہے — کیونکہ اُس سے ایک ذلت ہے اور اس میں سو ذلتیں ہیں

می گریزی از پشہ در اژدہا — می گریزی از نمی در بحرہا

تو مچھر سے اژدہوں کی طرف بھاگتا ہے — تو نمی سے دریاؤں میں بھاگتا ہے

می گریزی از جفاہائے پدر — درمیانِ لوطیانِ شور و شر

تو باپ کی سختیوں سے بھاگتا ہے — شور و شر والے اِغلام بازوں کے درمیان

می[3] گریزی ہمچو یوسف زاں دہے — تا زنی تغ نلعب افتی در چہے

تو حضرت یوسفؑ کی طرح اُس گاؤں سے بھاگتا ہے — حتیٰ کہ ہم چریں اور کھیلیں "کی وجہ سے کنویں میں گر جائے

در چہ افتی زیں تفرج ہمچو او — مر ترا لیک آں عنایت یار کو

تو اِس تفریح کی وجہ سے اُنکی طرح کنویں میں گر پڑیگا — لیکن تیرے لئے دوست کی وہ مہربانی کہاں ہے؟

گر نبودے آں بفرمانِ پدر — بر نیاوردے ز چہ تا حشر سر

اگر وہ باپ کی اجازت سے نہ ہوتا — تو قیامت تک کنویں سے سر نہ نکالتے

آں پدر بہرِ دلِ او اذن داد — گفت چوں اینست میلت خیر باد

اُس باپ نے اُن کے دل کی خاطر اجازت دیدی — فرمادیا جب تیری یہ خواہش ہے خدا بہتر کرے

لڑکے کی سی ہے جو باپ کی تنبیہ سے بھاگ کر اوباشوں میں پھنس جائے۔ [3] می گریزی حضرت یوسفؑ حضرت یعقوبؑ سے کھیل کود کے شوق میں جدا ہوئے اور نتیجہ میں کنویں میں گرے۔ در چہ۔ تو بھی کنویں میں گرےگا لیکن فرق یہ ہے کہ اُن کو خدا کی مہربانی نے دستگیری کرلی تیرے لئے وہ عنایت کہاں ہے۔ گر نبودے۔ اور پھر فرق یہ ہے کہ اُنکی غرقی بے ذوری خود غرقی کی بجائے تھی ورنہ اُنکی بھی دستگیری نہ ہوتی۔ آں پدر۔ حضرت یوسفؑ کی مصیبت حضرت یعقوبؑ کی رائے کی وجہ

[1] مَن۔ اِس کامل سے کہہ دیتا ہے کہ میں نے کامل عمر خرچ کرڈالی جو کچھ ہونا ہے وہ ہوجائیگا آپ مجھ سے کچھ نہ کہیں۔ راہ گردی۔ کامل اُس سے کہتا ہے کہ یہ تیرا محض خیال ہے کہ تو نے راستہ طے کرلیا ہے تو وحی کی روشنی میں تھوڑا سا سفر کرلے منزل تک پہنچ جائیگا۔ ظن۔ تو نے محض اپنے گمان سے راستہ طے کیا ہے اور حق کے معاملہ میں گمان کچھ مفید نہیں ہوتا ہے اور اسی گمان کی وجہ سے تو سورج سے محروم ہے۔ ہے۔ اب بھی وقت ہے کہ تو ہماری بات پر عمل کرلے یا اپنی بات میں ہم سے مشورہ کرلیا کر۔ [2] گویدا۔ وہ اِس کامل سے کہتا ہے کہ اب میں خود مستقل پیر ہوں میں اندھا دُھند کسی کا طفیل بننا نہیں چاہتا۔ کور۔ مولانا فرماتے ہیں اندھا بن کر کسی کے ساتھ سفر کرنا تنہا سفر کرنے سے بہرحال بہتر ہے، رہبر کے ساتھ اندھا دُھند چلنے میں تو صرف اتباع کی ذلت ہے اور تنہا چلنے میں دنیا و آخرت کی سیکڑوں ذلتیں ہیں۔ می گریزی۔ اِس ایک ذلت سے بچ کر تنہا چلنا ایسا ہی ہے جیسے کہ کوئی مچھر سے ڈر کر اژدہے کے مُنہ میں یا نمی سے بھاگ کر دریاؤں میں پناہ لے۔ می گریزی۔ یہاں مربی سے بھاگنے والے کی مثال اُس

سے ہوئی تھی کیا تھا کہ حضرت یعقوبؑ کی نگاہ حضرت یوسفؑ کی خواہش پر تھی اس لئے اجازت دی تھی۔

ہر ضریرے[1] کز مسیحے سر کشد | اُو جہودانہ بماند از رَشد
جو اندھا کسی مسیحؑ سے سرکشی کرے | وہ یہود کی طرح ہدایت سے دُور رہ جائے گا

قابلِ ضو بُود اگرچہ کور بُود | شُد ازیں اِعراض اُو کور و کبُود
اگرچہ وہ اندھا تھا لیکن روشنی کو قبول کرنے والا تھا | وہ اِس اعراض سے اندھا اور کالا ہو گیا

گویدش عیسیٰؑ بزن در مَن دو دست | اے عمیٰ کحلِ ضریری با مَن ست
اُس سے عیسیٰؑ کہتے ہیں، مجھے دونوں ہاتھوں سے پکڑ لے | اے اندھے! اندھے پن کا سُرمہ میرے پاس ہے

از مَن ار کوری بیابی روشنی | بر قمیصِ یوسفِؑ جاں بر زنی
اگر تو اندھا ہے، مجھ سے روشنی پالے گا | جان کے یوسفؑ کی قمیص سے جا ملے گا

کار و بارے[2] کت رسد بعدِ شکست | اندراں اِقبال و مِنہاجِ راہ است
وہ کاروبار جو تجھے شکست کے بعد ملے | اُس میں نصیبہ وری اور سیدھا راستہ ہے

کار و بارے کاں ندارد پا و دست | ترک گیر اے بُوالفضولِ گیج مَست
وہ کاروبار جس کے ہاتھ پاؤں نہ ہوں | چھوڑ دے، اے بیکار، احمق مست!

کار و بارے کہ ندارد پا و سَر | ترک کُن ہے پیر خر اے بیرہ خر
وہ کاروبار جس کا سر اور پیر نہ ہو | چھوڑ دے خر دار، اے بڑھے گدھے! پیر بنالے

غیرِ پیر اُستاد و سَر لشکر مَباد | پیرِ گردوں نے ولے پیرِ رَشاد
خدا کرے پیر کے علاوہ اُستاد اور سپہ سالار نہ ہو | زمانہ کا بوڑھا نہیں، لیکن ہدایت کا پیر

دَر زماں چوں پیر را شُد زیرِ دست | روشنائی دیدآں ظُلمت پرست
فوراً ہی جب راہنما پیر کے ماتحت ہوا | اُس تاریکی کے پُجاری نے روشنی دیکھ لی

شرطِ تسلیم[3] ست نے کارِ دَراز | سُود نبوُد در ضلالت تُرک تاز
شرط سپرد کر دینا ہے، نہ کہ لمبا کام | گمراہی میں بھاگ دوڑ مفید نہیں ہے

مَن نجویم زیں سپس راہِ اثیر | پیر جُویم پیر جُویم پیر پیر
اِس کے بعد میں آسمان کا راستہ تلاش نہ کروں گا | پیر کو تلاش کروں گا، پیر کو تلاش کروں گا، پیر کو پیر کو

پیر باشد نرد بانِ آسماں | تیر پرّاں از کہ گردد، از کماں
آسمان کی سیڑھی پیر ہے | تیر کس سے چلتا ہے؟ کمان سے

ؑ کمان کے پرواز نہیں کرتا مرید بھی بغیر شیخ کے پرواز نہیں کرتا ہے۔

---

[1] ہر ضریرے۔ جو ناقص، مُرتی سے سرکشی کریگا اُس کا حال یہود کا سا ہوگا جنہوں نے حضرت مسیحؑ سے سرکشی کی۔ قابل۔ اس ناقص میں صلاحیت تھی مُربی سے اعراض کرنے کی وجہ سے وہ بھی اُس نے برباد کردی۔ گویدش۔ مُرتی اس ناقص سے کہتا ہے کہ میرا اتباع کرے اس اندھے پن کا سُرمہ میرے پاس ہے۔ از من۔ اگر تو اندھا ہے تو تجھے مجھ سے بینائی حاصل ہو جائیگی اور تو یوسفؑ کی قمیص حاصل کرے گا جس سے حضرت یعقوبؑ کی بینائی لوٹ آئی تھی۔

[2] شکست۔ یعنی شیخ کی تابعداری۔ ندارد۔ یعنی تیرا بے ڈھنگا عمل۔ کاروبار ہے۔ اپنے اس بے ڈھنگے سلوک کو چھوڑ دے۔ غیر پیر۔ خدا کرے پیر کا اتباع نصیب ہو اور پیر سے مراد عمر کا بوڑھا نہیں ہے بلکہ راہِ سلوک کا پیر مُراد ہے۔ در زماں۔ جب وہ اتباع کرے گا فوراً اُس کو روشنی نظر آجائے گی۔

[3] شرطِ تسلیم۔ سلوک میں منزل تک پہنچنے کی شرط اپنے آپ کو پیر کے سپرد کر دینا ہے نہ کہ دوڑ بھاگ۔ بغیر پیر کے یہ دوڑ بھاگ منزل سے دُور کر دے گی۔ من نجویم۔ مولانا فرماتے ہیں جب پیر کی ضرورت ثابت ہو گئی تو خود آسمان پر اڑنے کی کوشش نہ کر، پیر کو تلاش کر لے۔ پیر باشد۔ عروج کا ذریعہ پیر ہے جس طرح تیر بغیر

بے[1] زابراہیمؑ نمرودِ گراں — کرد باکرگس سفر بر آسماں

(حضرت) ابراہیمؑ کے بغیر مست نمرود نے — گِدھ کے ذریعے آسمان کا سفر کیا

از ہواشُد سُوی بالا اُو بسے — لیک بر گردوں نپرد کرگسے

وہ ہوا سے بہت اونچا ہوا — لیکن گِدھ آسمان پر نہیں اُڑتا

گفتش ابراہیمؑ اے مردِ سفر — کرگسے من باشم اینت خوبتر

(حضرت) ابراہیمؑ نے اُس سے کہا، اے سفر کے مرد! — میں تیرا گِدھ بن جاؤں، یہ تیرے لئے بہتر ہے

چوں زمن سازی ببالا نردبان — بے پریدن بر رَوی بر آسماں

جب تو اوپر کے لئے میری سیڑھی بنائیگا — تو بغیر اُڑے آسمان پر چلا جائے گا

آنچنانکہ[2] میرود تا غرب و شرق — بے ز زادو راحلہ دل ہمچو برق

جیسے کہ مغرب سے مشرق تک چلا جاتا ہے — دل برق کی طرح توشہ اور سواری کے بغیر

آنچنانکہ میرود شب زاغتراب — حسِ مردم شہرہا در وقتِ خواب

جس طرح رات کو مسافرت کی وجہ سے چلے جاتے ہیں — نیند کے وقت انسانوں کے حواس شہر در شہر

آنچنانکہ عارف از راہِ نہاں — خوش نشستہ میرود در صد جہاں

جس طرح عارف مخفی راستہ سے — سَو جہانوں میں اچھا بیٹھا ہوا چلا جاتا ہے

گر ندادستش چنیں رفتار دست — ایں خبرہا زاں ولایت از کیست

اگر اُس طرح کی رفتار اُس کے ہاتھ نہیں آئی — اِس مُلک کی یہ خبریں کس کی جانب سے ہیں؟

ایں[3] خبرہا ویں روایاتِ محق — صد ہزاراں پیر بر دے متفق

یہ خبریں اور یہ سچی روایتیں — لاکھوں پیر اُن پر متفق ہیں

یک خلافے نے میانِ ایں عیوں — آنچنانکہ ہست در علمِ ظنون

اِن بزرگوں میں ایک اختلاف نہیں — جیسا کہ ظنّی علوم میں ہوتا ہے

آں تحرّی آمد اندر لیلِ تار — ویں حضورِ کعبہ و وسطِ نہار

اٹکل، تاریک رات میں ہے — اور یہ کعبہ کی موجودگی اور دوپہر ہے

خیز اے نمرود پر جوی از کساں — نردبانے نایدت از کرگساں

اے نمرود! اُٹھ مَردوں سے پَر مانگ — گِدھوں سے تجھے سیڑھی نہ ملے گی

عقلِ جزوی کرگس آمد اے مُقل — پرِّ اُو با جیفہ خواری متصل

اے نادار! جزوی عقل گِدھ ہے — اُس کے پَر مُردار کھانے سے وابستہ ہیں

---

[1] بے ز ابراہیمؑ۔ نمرود نے حضرت ابراہیمؑ کو عروج و پرواز کا ذریعہ بنایا یعنی خواہشِ نفس کو تو یا مردود ہوگیا۔ کرگس۔ گدھ یعنی خواہشِ نفس، شیطان۔ چوں حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا اگر تو میرا اتباع کرے گا تو تجھے عروج حاصل ہوجائے گا۔ بر آسماں۔ یعنی تجھے تعلق مع اللہ حاصل ہوجائے گا۔

[2] آنچنانکہ۔ دل مشرق و مغرب کی سیر بغیر توشہ اور سواری کے کرلیتا ہے، یہی حال عارف کا ہے کہ اس کو بغیر اسبابِ ظاہری کے ملکوت کی سیر حاصل ہوجاتی ہے۔ حسِ مردم۔ حواسِ باطنی بھی خواب میں شہر در شہر بغیر اسبابِ ظاہری کے سیر کرتے ہیں۔ عارف۔ اپنے مراقبہ میں عالم کی سیر کرتا ہے۔ گر۔ اگر ان کی سیر نہیں ہے تو پھر انھوں نے اُن عوالم کی خبر کیسے دے دی۔

[3] ایں خبرہا۔ اگلی یہ خبریں تواتر کا درجہ رکھتی ہیں جن سے یقین حاصل ہوجاتا ہے۔ علمِ ظنون۔ علوم عقلیہ میں عقلاً مختلف ہیں لیکن اولیاء اور انبیاء عوالم کی خبروں میں متفق ہیں۔ آں تحری۔ یہ خبریں اٹکل سے نہیں دی گئی ہیں بلکہ مشاہدہ کے بعد دی ہیں۔ خیز۔ لہٰذا انسان کو نمرود نہ بننا چاہیئے بلکہ شیوخ کے ذریعہ پرواز کرنی چاہیئے۔ عقلِ جزوی۔ عقل ناقص گدھ ہے اگلی پرواز مردار

عقلِ[۱] ابدالاں چو پرِّ جبرئیلؑ — می پرد تا ظلِّ سدرہ میل میل

ابدال کی عقل (حضرت) جبرئیلؑ کے پر کی طرح ہر — جو سدرۃ المنتہیٰ کے سایہ تک میل میل اُڑتی ہے

بازِ سلطانم گشم نیکو پیم — فارغ از مُردارم و کرگس نیم

میں شاہی باز ہوں، اچھا ہوں، نیک قدم ہوں — میں مُردار سے بے نیاز ہوں اور میں گِدھ نہیں ہوں

ترکِ کرگس کُن کہ مَن باشم کت — یک پرِ مَن بہتر از صد کرگس ست

گِدھ کو چھوڑ، تاکہ میں تیرا دوست بنوں — میرا ایک پر سیکڑوں گِدھوں سے بہتر ہے

چند بر عمیا دوانی اَسپ را — باید اُستا پیشہ را و کسب را

تو گھوڑے کو اندھا دُھند کب تک دوڑائے گا؟ — پیشہ اور ہُنر کے لئے اُستاد چاہئے

خویش[۲] را رُسوا مکُن در شہرِ چین — عاقلے جو خویش از وے در مچین

چین کے شہر میں اپنے آپ کو رُسوا نہ کر — کوئی عقلمند تلاش کرے اپنے آپکو اس سے جدا نہ کر

آنچہ گوید آں فلاطونِ زماں — ہیں ہوا بگذار و رَو بر وفقِ آں

وہ فلاطونِ دَوراں جو کچھ کہے — خبردار! ہوا (نفسانی) کو چھوڑ اُسکے مطابق چل

جُملہ می گویند اندر چین بجِدّ — بہرِ شاہِ خویشتن کہ لَم یَلِد

چین میں سب اصرار سے کہتے ہیں — اپنے بادشاہ کے بارے میں کہ اسکے اولاد نہیں ہوئی

شاہِ ما خود ہیچ فرزندے نزاد — بلکہ سُوئے خویش زن را رہ نداد

خود ہمارے بادشاہ کے کوئی فرزند نہیں ہوا — بلکہ اُس نے اپنی جانب کسی عورت کو راہ نہ دی

ہر کہ از شاہاں ازیں نوعش بگفت — گردنش با تیغِ بُرّاں گشت جفت

بادشاہوں میں سے جس نے اِس طرح کی بات کہی — اُس کی گردن تیز تلوار سے وابستہ ہو گئی

شاہ[۳] گوید چونکہ گفتی ایں مقال — زُود ثابت کُن کہ من دارم عیال

بادشاہ کہہ دیتا ہے کہ جب تو نے یہ بات کہی — جلد ثابت کر کہ میں اولاد رکھتا ہوں

مر مرا دختر اگر ثابت کُنی — یافتی از تیغِ تیزم ایمنی

اگر تو میرے لئے لڑکی ثابت کر دے — (تب) تو نے میری تیز تلوار سے امن پایا

ورنہ بیشک مَن بُبرّم حلقِ تو — بر کشم از صوفیِ جاں دلقِ تو

ورنہ میں بلا شک تیری گردن کاٹ دونگا — تیری صوفی روح سے گدڑی اُتار دوں گا

سر نخواہی بُرد ہیچ از تیغِ تو — اے بگفتہ لاغ کذب آمیز تو

تو کبھی تلوار سے سر بچا کر نہ لے جا سکے گا — اے وہ شخص جس نے جھوٹی بکواس کی

---

[۱] عقلِ ابدالاں۔ عارفین کی عقل کامل ہے اور اُس کی پرواز حضرت جبرئیلؑ کی طرح سدرۃ المنتہیٰ تک ہے۔ بازِ سلطانم۔ حضرت ابراہیمؒ نے نمرود سے فرمایا میرا اتباع کر وہ تیرے لئے نفس کے اتباع سے بہتر ہے۔ چند۔ اندھا دُھند گھوڑا دوڑانے سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔

[۲] خویش را۔ چھوٹے بھائیوں نے بڑے بھائی سے کہا۔ مچین۔ کسی عقلمند سے مشورہ کرے۔ آنچہ۔ وہ عقلمند جو کہے اس پر عمل کر۔ جملہ۔ سب چینی یہ کہتے ہیں کہ ہمارے بادشاہ کے کوئی اولاد ہی نہیں ہے۔ بلکہ۔ بچہ پیدا ہونا تو در کنار اُس نے کسی عورت سے صحبت ہی نہیں کی۔ ہر کہ۔ اگر کسی بادشاہ نے اُسکے یہاں شادی کا پیغام دیا ہے تو اُسکی گردن کٹی ہے۔

[۳] شاہ گوید۔ اِس پیغام دینے والے سے شاہ کا مطالبہ ہوتا ہے کہ پہلے یہ ثابت کر کہ میرے اولاد ہے۔ مر مرا۔ اگر تو یہ ثابت کر دے گا کہ میرے کوئی لڑکی ہے تو میری تلوار سے بچ سکے گا۔ برکشم۔ جان صوفی اور جسم اُسکی گدڑی ہے۔ سر۔ بادشاہ کہہ دیتا ہے کہ اب جبکہ تو نے یہ جھوٹ بولا ہے جب تک تو اِس کا ثبوت نہ دیگا تیری جان نہ بچے گی۔

بنگرائے از جہل گفتہ ناحقے — پُر ز سرہائے بُریدہ خندقے

اے وہ جس نے نادانی سے ناحق بات کہی، دیکھ لے — کٹے ہوئے سروں سے بھری ہوئی خندق

خندقے از قعرِ خندق تا گلو — پُر ز سرہائے بُریدہ زیں غلو

ایک خندق تلی سے کنارے تک — اس مبالغہ کی وجہ سے کٹے ہوئے سروں سے پُر ہے

جملہ اندر کارِ ایں دعویٰ شدند — گردنِ خود را بدیں دعویٰ زدند

جو لوگ اس دعوے میں لگے — انھوں نے اس دعوے سے اپنی گردن کٹا دی

ہاں ببیں ایں را بچشمِ اعتبار — اینچنیں دعویٰ میندیش و مبار

خبردار! اس کو عبرت کی نگاہ سے دیکھ لے — ایسا دعویٰ نہ سوچ، اور نہ کر

تلخ خواہی کرد بر ما عمرِ ما — کہ بریں مبدار دائے وادر ترا

تو ہم پر ہماری زندگی تلخ کردے گا — اے بھائی! تجھے اس پر کون آمادہ کر رہا ہے؟

گر رَوَد صد سال آنکہ آگاہ نیست — بر عمیٰ آں از حسابِ راہ نیست

جو واقف نہیں ہے، اگر وہ سو سال چلے — اندھا دھند، وہ راستہ کے حساب میں نہیں ہے

بے سلاحے در مَرو در معرکہ — ہمچو بے باکاں مَرو در تہلکہ

میدانِ جنگ میں بغیر ہتھیار کے نہ جا — لاپرواؤں کی طرح ہلاکت میں نہ پڑ

ایں ہمہ گفتند و گفت آں ناصبور — کہ مرا زیں گفتہا آید نفور

انھوں نے یہ سب کچھ کہا اور اس بے صبرے نے کہا — کہ مجھے ان باتوں سے نفرت آتی ہے

سینہ پُر آتش مرا چوں منقل ست — کشت کامل گشت، وقتِ منجل ست

میرا سینہ انگیٹھی کی طرح آگ سے بھرا ہے — کھیتی پک گئی، درانتی کا وقت ہے

صدر را صبرے بُد اکنوں آں نماند — بر مقامِ صبر عشق آتش نشاند

سینہ میں صبر تھا، وہ اب نہیں رہا — عشق نے صبر کی جگہ آگ بٹھا دی

صبرِ مَن مُرد آں شبے کہ عشق زاد — درگذشت و حاضراں را عمر باد

جس رات کو عشق پیدا ہوا میرا صبر مرگیا — وہ مرگیا اور حاضرین کی عمر ہو

اے مُحدِث از خطاب و از خطوب — زاں گذشتم آہنِ سردے مکوب

اے خطاب اور مصائب کی باتیں کرنے والے — میں اس سے آگے بڑھ گیا، ٹھنڈا لوہا نہ کوٹ

سرنگونم ہے رہا کُن پایِ مَن — فہم کو در جملہ اجزائے مَن

میں اوندھا ہوں، خبردار! میرا پاؤں چھوڑ — میرے تمام اجزاء میں سمجھ کہاں ہے؟

لہ بنگر۔ اور کہہ دیتا ہے کہ اس خندق کو جاکر دیکھ لے جس میں اِس طرح کی بات کہنے والوں کے سر کٹے ہوئے پڑے ہیں۔ غلو یعنی یہ کہنا کہ بادشاہ کے لڑکی ہو۔ جملہ۔ بھائیوں نے کہا اُن سب نے یہی بات کہی تھی اور اس طور پر اپنے قتل کا سبب بنے ہیں۔ ہاں خبردار تو ایسی بات نہ کہنا اور اُن کٹے ہوئے سروں سے عبرت حاصل کرلے۔

لہ تلخ۔ تو ان باتوں سے اپنا سر کٹا کر ہماری زندگی غم سے تلخ کردے گا۔ وادر۔ برادر۔ گر رَوَد۔ اگر راستہ سے ناواقف سو سال بھی چلے تو اُس کا چلنا صحیح راستہ کے حساب میں نہیں لگتا ہے۔ بے سلاحے۔ کسی عقلمند کے مشورہ کے بغیر تیرا یہ کام ایسا ہی ہے جیسے کہ کوئی شخص بغیر ہتھیار کے میدانِ جنگ میں جائے۔ ایں ہمہ۔ بھائیوں کی اِس تقریر پر وہ بڑا بھائی بولا مجھ سے یہ باتیں نہ کرو مجھے ان باتوں سے نفرت آتی ہے۔

لہ سینہ۔ اب سینہ میں صبر کی بجائے عشق کی آگ ہے اور سینہ انگیٹھی بنا ہوا ہے، کھیتی پک چکی ہے اور اُس کے کاٹنے کا وقت آگیا ہے۔ صبرِ من۔ جس وقت عشق پیدا ہوا صبر مرگیا۔ اے محدث۔ آپ صبر کی تلقین ایسی ہی ہے جیسے کہ ٹھنڈے لوہے کو کوٹنا۔ سرنگونم

اُشترم[۱] من تا توانم می کشم — چوں قتادم زار با کشتن خوشم
میں اونٹ ہوں جب تک ہو سکے گا کھینچوں گا — جب عاجز ہو کر گر جاؤں گا ذبح ہونے پر خوش ہوں گا

برسرِ مقطوع اگر صد خندق ست — پیشِ دردِ مَن مزاحِ مطلق ست
کٹے ہوئے سر پر اگر سو خندقیں (مشکل) ہوں — وہ میرے درد کے سامنے خالص مذاق ہیں

من نخواہم زد دگر از خوف و بیم — ایں چنیں طبلِ ہوا زیرِ گلیم
میں ڈر اور خوف سے، نہ بجاؤں گا — ہوا (نفسانی) کے نقارے کو گدڑی کے اندر

مَن عَلَم اکنوں بصحرا میزنم — یا سر اندازی و یا رُوئے صنم
اب میں میدان میں جھنڈا گاڑ دوں گا — یا سر کٹتا ہے، یا محبوب کا چہرہ

حلق[۲] کاں نبوُد سزای ایں شراب — آں بُریدہ بہ بشمشیرِ ضراب
جو حلق اس شراب کے لائق نہ ہو — وہ تلوار بازی کی تلوار سے کٹا ہوا اچھا

دیدہ کو نبوُد ز وصلش در فرہ — آنچناں دیدہ سفید و کوُر بہ
وہ آنکھ جو اس کے وصل سے تازگی میں نہ ہو — ایسی آنکھ کا سفید اور اندھا ہونا اچھا

گوش کاں نبوُد سزای رازِ اُو — بر کنش کہ نبوُد آں بر سر نکو
وہ کان جو اس کے راز کے لائق نہ ہو — اس کو اکھاڑ دے کیونکہ وہ سر پر اچھا نہیں ہے

اندراں دستے کہ نبوُد آں نصاب — آں شکستہ بہ بساطورِ قصاب
جس ہاتھ میں وہ مال نہ ہو — وہ قصائی کے چھُرے سے، ٹوٹا ہوا اچھا

آنچناں پای کہ از رفتارِ اُو — جاں نہ پیوندد بہ نرگس زارِ اُو
وہ پاؤں جس کی رفتار — جان کو اس کے نرگس زار سے نہ جوڑے

آنچناں پا در حدید اولیٰ ترست — کانچناں پا عاقبت دردِ سرست
ایسا پاؤں، لوہے میں زیادہ اچھا ہے — کیونکہ ایسا پاؤں بالآخر دردِ سر ہے

بیانِ[۳] مجاہد کہ دست از مجاہدہ باز ندارد اگرچہ داند کہ بسطتِ
اس مجاہدہ کرنے والے کا بیان، جو مجاہدہ سے دستبردار نہیں ہوتا اگرچہ وہ جانتا ہے کہ

عطائے حق آں مقصود از طرفِ دیگر و بسبب نوعِ عملِ دیگر
اللہ تعالیٰ کی عطا کی وسعت اس مقصود کو دوسری جانب سے اور دوسری قسم کے عمل کے سبب سے

---

۱ اشترم۔ مصائب کا بوجھ اٹھانے سے رنجیدہ نہ ہوگا اگرچہ انجام کار نہ ہے تو میں اس کے لئے بخوشی آمادہ ہوں۔ برسر۔ میرا سر کٹنے کے بعد سو خندقوں میں بھی مدفون ہو تو مجھے اس کی کوئی پروا نہیں ہے یہ میرے لئے ایک تفریح کی بات ہے۔ می نخواہم۔ اب میں اس عشق کو مخفی نہیں رکھ سکتا ہوں۔ من علم۔ اب عشق کا جھنڈا میدان میں گاڑوں گا یا وصل حاصل ہو یا موت آئے۔

۲ حلق۔ جو حلق شراب وصل نہ پی سکے اس کا کٹ جانا بہتر ہے۔ دیدہ جو آنکھ کو محبوب کا دیدار میسر نہ آئے اس آنکھ کا اندھا ہو جانا بہتر ہے۔ فرہ۔ تازگی۔ گوش۔ وہ کان جو محبوب کا راز نہ سن سکے وہ سر کے لئے باعث ننگ ہے۔ اتھماں۔ جس ہاتھ کی دولتِ عشق تک دسترس نہ ہو اس کا کٹنا بہتر ہے۔ ساطور۔ بڑا چھرا۔ پای۔ جو پاؤں محبوب کے چمن تک نہ پہنچائے وہ پاؤں بیڑیوں کے لائق ہے۔

۳ بیانِ مجاہد۔ جس طرح مجاز میں یہ ہے کہ انسان سعی اور کوشش جاری رکھے خواہ مقصود تک رسائی ہو یا نہ ہو اسی طرح حقیقت کے طالب کا فرض ہے کہ وہ مجاہدہ جاری رکھے خواہ اس کو یہ محسوس ہو کہ یہ مجاہدہ حقیقت تک پہنچنے کا ذریعہ نہیں ہے انسان کا کام کوشش کرنا ہے نتیجہ انسان کے تصرف میں نہیں ہے اَلسَّعْیُ مِنِّیْ وَالْاِتْمَامُ مِنَ اللّٰہِ۔ ایسا ہوتا ہے کہ انسان ایک سبب اختیار کر کے سعی اور کوشش کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کسی دوسرے سبب سے اس کا مطلوب پورا فرما دیتا ہے وَیَرْزُقْہُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ کے یہی معنی ہیں انسان کا کام تدبیر کرنا ہی اور مقدرات اللہ کے تصرف میں ہیں۔

بدُو رساند کہ در وہم اُو نبُودہ باشد و اُو ہمہ وہم و امید دریں

اُس کو پہنچا دے گا جو اُس کے وہم میں بھی نہیں ہے اور اُس نے تمام وہم اور اُمیدیں

طریق مُعیّن بستہ و ہمیں حلقۂ در می زند بُوکہ حق تعالیٰ

اُسی معیّن راستے سے وابستہ کر رکھی رہیں اور اُسی در کی کُنڈی کھٹکھٹا رہا ہے ہو سکتا ہے

آں روزی را از درِ دیگر بدُو رساند کہ اُو آں تدبیر نکردہ

کہ اللہ تعالیٰ اُس روزی کو دوسرے دروازے سے اُسے پہنچا دے جس کی اُس نے کوئی تدبیر نہ

باشد وَیَرْزُقُہٗ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ، اَلْعَبْدُ یُدَبِّرُ وَاللّٰہُ

کی ہو اور اللہ اُس کو اُس جگہ سے روزی پہنچاتا ہے جس کا اُسکو گمان نہ ہو بندہ تدبیر کرتا ہے

یُقَدِّرُ و بُوَد کہ بندہ را وہم بندگی بُوَد کہ مرا از غیرِ ایں در

اور اللہ تعالیٰ تقدیر لکھتا ہے اور ہوتا ہے کہ بندہ کو بندگی کا خیال ہو کہ مجھے اُس در کے غیر سے وہ

برساند اگرچہ مَن حلقۂ ایں در می زنم حق سُبحانہٗ و تعالیٰ

پہنچائیگا اگرچہ میں اُس در کی کُنڈی پیٹتا ہوں، اللہ تعالیٰ اُس کو اُسی در

اُو را ہم ازیں در روزی رساند فی الجملہ ایں ہمہ درہای

سے روزی پہنچا دیتا ہے خلاصہ یہ ہے کہ یہ سب ایک مکان

یک سرای ست

کے دروازے ہیں

یا دریں رہ[1] آیدم آں کامِ مَن — یا چو باز آیم رَوم سُوی وطن

یا اسی راستہ سے میرا مقصد مجھے حاصل ہو — یا جب میں واپس آؤں، وطن کی جانب جاؤں

بُوکہ موقوفست کامم بر سفر — چوں سفر کردم بیابم در حضر

ہو سکتا ہے کہ میرا مقصود سفر پر موقوف ہو — جب سفر کر لوں، حضر ہی میں پالوں

یار را[2] چنداں بجُویم جدّ و چُست — تا بدانم کہ نمی بایست جُست

مستعدی اور چستی سے محبوب کو اتنا تلاش کرونگا — جب تک کہ یہ جان لوں کہ تلاش کرنے کی ضرورت نہیں ہے

آں معیّت کے رَوَد در گوشِ مَن — تا نگردم گردِ دورانِ زمن

وہ معیت میرے کان میں کب پہنچے گی؟ — جب تک میں زمانہ کے دائرے کے گرد نہ پھر لوں

تا حسابِ[3] خطوتان و قد وصل — گردد م روشن شود اشکال حل

تاکہ "دو قدم ہیں اور وصال ہوا" کا حساب — میرے لئے روشن ہو جائے، اشکال حل ہو جائے

[1] یا دریں۔ مجاہدہ کرنیوالا کہتا ہے کہ میں کوشش بہرحال جاری رکھوں گا خواہ مقصود اِس سفر میں حاصل ہو یا دالپسی پر وطن میں حاصل ہو میں بہر حال سفر کی سعی جاری رکھونگا کیونکہ ہوسکتا ہے کہ میری اِس سعی پر مقصد کا حصول موقوف ہو خواہ وہ مقصد دوسرے سبب سے حاصل ہو جائے مقصود سے مراد اللہ تعالیٰ کی معیت ہے اور سفر سے مراد مجاہدہ اور حضر اور وطن سے خود مجاہدہ کی فطرت اور طبیعت مراد ہے۔

[2] یار را۔ میں اپنے محبوب کی تلاش میں سرگرداں رہونگا جب تک وہ مِل نہ جائے۔ آں معیت۔ یعنی حق تعالیٰ کی معیت نگردم۔ سفر سے مراد مجاہدہ ہے۔

[3] تا حساب۔ مشہور مقولہ ہے خُطْوَتَانِ مَنْ قَطَعَہُمَا نَقَدْ وَصَلَ "دو قدم ہیں، جس نے وہ طے کر لئے اُس کو وصال حاصل ہو گیا جس کا مطلب یہ ہے "یک قدم در فرقِ خود نہ واں دگر در کوئ دوست نہ"

٣٦

کے کنم من از معیتِ فہمِ راز — جز مگر بعد از سفرہائے دراز

میں معیت کے راز کو کب سمجھ سکتا ہوں — دراز سفروں کے بعد کے سوا

حق معیت گفت و دل را مہر کرد — تا کہ عکس آید بگوشِ دل نہ طرد

اللہ تعالیٰ نے معیت کی خبر دی اور دل پر مہر — تاکہ دل کے کان میں عکس آئے، نہ کہ طرد

چوں سفرہا کرد و دادِ راہ داد — بعد ازاں مہر از دلِ اُو برکشاد

جب بہت سفر کرلئے اور راستہ کا حق ادا کر دیا — اُس کے بعد اُس کے دل سے مہر کھول دی

چوں خطائیں آں حسابِ باصفا — گردد شن روشن زبعدِ دو خطا

جیسے اس مصفّٰی حساب کی دو خطائیں — دو خطاؤں کے بعد اُس کیلئے روشن ہوجاتا ہے

بعد ازاں گوید اگر دانستمے — ایں معیت را کے اُو را جستمے

اُس کے بعد کہتا ہے کہ اگر میں جان جاتا — اِس معیت کو، تو میں اُس کو کب ڈھونڈتا؟

دانشِ آں بُود موقوفِ سفر — ناید آں دانش بہ تیزیِ فکر

اُس کا علم سفر پر موقوف تھا — فکر کی تیزی سے وہ علم حاصل نہیں ہوتا

آنچنانکہ وجہِ وامِ شیخ بود — بستہ و موقوفِ گریہ آں وجود

جیسے کہ شیخ کے قرض کا ذریعہ — اُس وجود کے رونے پر موقوف اور وابستہ تھا

کودکِ حلوائی بگریست زار — تو ختہ شُد وامِ آں شیخِ کبار

حلوائی کا بچہ، زار (زار) رویا — اُس عظیم شیخ کا قرض ادا کر دیا گیا

گفتہ شُد آں داستانِ معنوی — پیش ازیں اندر خلالِ مثنوی

وہ بامعنی قصہ کہہ دیا گیا ہے — اثنار مثنوی میں اس سے پہلے

ایں سخن در دفترِ دویم گذشت — گر نمی دانی کُن آنجا باز گشت

یہ بات دفترِ دوم میں گذر گئی — اگر تجھے معلوم نہیں تو وہاں پلٹ

در دلت خوف افگند از موضعے — تا نباشد غیر آنت مطمعے

تیرے دل میں ایسی جگہ سے خوف ڈالدیتا ہے — کہ اُس کے علاوہ تیرے لئے اُمید گاہ نہ ہو

ہو جاتی ہو تو یہ کہتا ہے کہ میں خود اسکو تلاش کرتا پھرا۔ دانش۔ یعنی معیت کا علم سفر و مجاہدہ پر موقوف تھا محض فکر کی تیزی سے یہ ذوقی معرفت وعلم حاصل نہیں ہوتا ہے ٣ آنچنانکہ۔ اس معیت فطری کی باعتبار ذوق کے مجاہدے کے حصول کی مثال شیخ کا قرض ہے جسکی ادائیگی حلوائی کے بچہ کے رونے پر موقوف تھی۔ ظاہر ہے کہ قرض کے ادا ہونے اور بچہ کے رونے میں کوئی خاص تعلق نہیں کہ اسیطرح اس معیت کا حصول اور مجاہدہ میں کوئی خاص تعلق نہیں مجاہدہ اسکے حصول میں ایک بہانہ ہے رحمت حق بہانہ می جوید۔ رحمت حق بہانہ می جوید۔ گفتہ شد۔ شیخ کے قرض کی ادائیگی کا قصہ دفتر دوم میں گذر چکا ہے۔ در دلت۔ اسباب کی سببیت محض خدا کی دین ہے۔ انسان جسکو سبب سمجھتا ہے اللہ تعالیٰ انہیں سے سببیت کو سلب کر لیتے ہیں اور بسا اوقات نفع کے سبب کو نقصان کا سبب بنادیتے ہیں جس جگہ سے نفع کی لالچ ہو وہ خوف کی جگہ بنجاتی ہے۔

١ کے کنم۔ وَھُوَ مَعَکُمْ اَیْنَمَا کُنْتُمْ وہ اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں بھی ہو۔ حق۔ اللہ تعالیٰ نے یہ تو فرما دیا ہے کہ میں تمہارے ساتھ ہوں لیکن دل پر مہر لگا دی ہے تاکہ محض اس کا مفہوم تو سمجھ میں آجائے اور ذوقی معیت بغیر مجاہدے کے سمجھ میں نہ آسکے۔ عکس۔ یعنی تعریف کا افراد کے لئے جامع ہونا۔ طرد۔ تعریف کا دوسرے افراد کے لئے مانع ہونا۔ چوں۔ جب انسان سفر یعنی مجاہدہ کرتا ہے تو اُس معیت خداوندی کی جامع۔ نہ تعریف حاصل ہوجاتی ہے اور اُس کی ذوقی حقیقت کھل جاتی ہے ٢ چوں خطائین۔ کسی عدد مجہول کو معلوم کرنے کے بہت سے طریقے ہیں اُن میں سے ایک خطائین کا عمل ہے، اس میں دو خطاؤں پر عمل کرنے سے عدد مجہول معلوم ہوجاتا ہے اسی طرح مجاہد کی دو غلطیاں جن کا غلط ہونا مقصود کے حاصل ہوجانے کے بعد محسوس ہوتا ہے معیت کے حصول کا سبب بن جاتی ہیں ایک غلطی یہ تھی کہ مجاہد سمجھتا تھا کہ مجھے معیت حاصل نہیں ہے دوسری غلطی یہ تھی کہ مجاہد سمجھتا تھا کہ وہ معیت مجاہدہ سے حاصل ہوگی۔ بعد ازاں۔ جب وہ معیت خود مکمل نظر آنے اسکو حاصل

[1] در طمع خود فائده دیگر نهد — واں مرادت از کسے دیگر دهد

خود امید میں دوسرا فائدہ رکھ دیتا ہے — اور وہ تیری مراد کسی دوسرے سے عطا کر دیتا ہے

اے طمع بر بستہ در یکجای سخت — کایدم میوہ ازاں عالی درخت

اے وہ شخص! جو ایک جگہ سے بہت امید وابستہ — کہ مجھے اس بلند درخت سے میوہ ملے گا

آں طمع زاں جا نخواہد شد وفا — بل ز جای دیگر آید آں عطا

وہ امید اس جگہ سے پوری نہ ہوگی — بلکہ وہ عطا دوسری جگہ سے حاصل ہوگی

آں طمع را پس چرا در تو نہاد — چوں نبودش نیتِ اکرام و داد

اس امید کو پھر کس نے تیرے اندر رکھا؟ — جبکہ اس کی نیت اکرام اور عطا کی نہ تھی

از برائے حکمتے و صنعتے — نیز تا باشد دلت در حیرتے

ایک حکمت اور صنعت کے لئے — اس لئے بھی کہ تیرا دل حیرت میں پڑ جائے

تا دلت حیراں بود اے مستفید — کہ مرادم از کجا خواہد رسید

اے فائدہ مند! تاکہ تیرا دل حیران ہو جائے — کہ میری مراد کہاں سے پوری ہوگی؟

[2] تا بدانی عجزِ خویش و جہلِ خویش — تا شود ایقانِ تو در غیب بیش

تاکہ تو اپنے عجز اور اپنی نادانی کو جان لے — تاکہ غیب پر تیرا یقین بڑھ جائے

ہم دلت حیراں بود در منتجع — کہ چہ رویاند مصرف زیں طمع

نیز چراگاہ میں تیرا دل حیران ہو جائے — کہ تصرف کرنے والا اس لالچ سے کیا پیدا فرماتا ہے

[3] طمع داری روزیی در درزیی — تا ز خیاطی بری زر تا زیی

تو درزی پن میں، روزی کا لالچ رکھتا ہے — تاکہ جب تک تو زندہ ہے درزی پن سے زر حاصل کرے

رزقِ تو در زرگری آرد پدید — کہ ز وہمت بود آں مکسب بعید

وہ تیرا رزق سنار پن میں پیدا کر دیتا ہے — کہ وہ کمائی کا ذریعہ تیرے ذہن سے ابھی دور تھا

پس طمع در درزیی بہر چہ بود — چوں نخواست آں رزق ازاں جانب کشود

تو تیری طمع درزی پن میں کس لئے تھی — جبکہ اس نے اس جانب سے رزق کھولنا نہ چاہا

بہرِ نادر حکمتے در علمِ حق — کہ نبشت آں حکم را در ما سبق

کسی عجیب حکمت کیلئے جو اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے — کہ اس حکم کو پہلے ہی لکھ دیا ہے

کا سبب سمجھتا ہے لیکن اس کا رزق سنار پن میں مقدر ہوتا ہے اور وہاں سے اس کو ملتا ہے۔ پس طمع۔ انسان کو اس سبب کی طرف متوجہ کر دینے میں جس سے روزی حاصل ہوگی کچھ حکمتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ کے علم میں ہیں۔

---

[1] در طمع جس کو تو نفع کا سبب سمجھتا تھا اس سے تیری طمع اس لئے وابستہ ہوئی کہ وہ دوسرے سبب سے تیری اس طمع کو پورا کر دے گا۔ اے۔ انسان جو اس درخت کے میوے کی توقع رکھتا ہے وہ وہاں سے اس کو حاصل نہیں ہوتا خدا دوسری جگہ سے اس کو عطا کر دیتا ہے۔ آں طمع۔ جس سبب سے تیری طمع پوری نہیں ہوئی اس سے طمع کو وابستہ کرنے میں یہ حکمت ہے کہ تو حیرانی میں مبتلا ہو کر اسباب کو غیر مؤثر سمجھنے لگے اور یہ سمجھے کہ

[2] تا بدانی۔ تاکہ تو یہ سمجھ لے کہ انسان باوجود اسباب کے میسر آجانے کے عاجز ہے اور مؤثر حقیقی کوئی دوسری ذات ہے۔ ہم دلت۔ ایک سبب کو غیر مؤثر بنا کر کسی دوسری چیز کو سبب بنا دینے میں انسان پر حیرانی طاری ہوتی ہے جو ایک خاص تجلی ہے۔ منتجع۔ چراگاہ۔ مُصرِّف۔ یعنی حضرت حق تعالیٰ۔

[3] طمع داری۔ انسان اپنے لئے درزی پن کو روزی

نیز تا حیراں بُوَد اندیشہ اَت | تا کہ حیرانی بُوَد کُل پیشہ اَت
نیز تا کہ تیری سمجھ حیران ہو جائے | تا کہ حیرانی تیرا مکمل پیشہ بن جائے
یا وصالِ یار زیں سعیم رَسد | یا زراہِ خارج از سعیِ جَسد
یا دوست کا وصال میری اس کوشش سے حاصل ہو جائے | یا ایسے راستے سے جو جسم کی کوشش سے باہر ہو
مَن نگویم زیں طریق آید مُراد | می طپم تا از کُجا خواہد گُشاد
میں نہیں کہتا کہ اِس راستے سے مراد حاصل ہوگی | میں تو مضطر ہوں، دیکھئے کہاں کشادگی آتی ہے
سَر بُریدہ مُرغ ہر سُو می فتد | تا کُدامیں سُو رہد جاں از جَسد
سر کٹا ہوا پرندہ ہر جانب گرتا ہے | دیکھئے کِس جانب سے جان جسم سے نجات پائے
یا مُرادِ مَن بر آید زیں خروج | یا ز بُرج دیگر از ذات البروج
یا میری مراد اِس سفر سے بَر آئے گی | یا بُرجوں والے (آسمان) کے کسی دوسرے بُرج سے

حکایتِ آں شخص کہ در خواب دید کہ آنچہ می طلبی از یسار

اس شخص کی حکایت جس نے خواب میں دیکھا کہ جو مالداری تو چاہتا ہے وہ

بمِصر وفا شود آنجا گنجے ست در فلاں محلہ در فلاں خانہ

مصر میں ملے گی، وہاں فلاں گھر میں فلاں محلہ میں، ایک خزانہ ہے

چوں بمصر آمد کسے گفت مَن خوابے دیدہ اَم کہ گنجے

جب مصر میں پہنچا ایک شخص نے کہا، کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ فلاں

ست در بغداد در فلاں خانہ و در فلاں محلہ نام محلہ و

گھر میں فلاں محلہ میں بغداد میں ایک خزانہ ہے) اُس نے محلّہ اور گھر کا

خانہ بگفت آں شخص فہم کرد کہ آں گنج در مصر گفتن جہت

نام لیا تو وہ شخص سمجھ گیا، کہ خزانہ کو مصر میں کہنے کا سبب یہ

آں بُود کہ مرا یقین کنند کہ در غیر خانہ خود نمی بایست جُست

تھا کہ مجھے یقین دلا دیں کہ اپنے گھر کے سوا تلاش نہ کرنا چاہیے

ولیکن ایں گنج معین و محقّق جز در مصر حاصل نہ شود

لیکن یہ معین اور یقینی خزانہ مصر کے علاوہ حاصل نہ ہوگا

بُود زر میراثِ رابے شمار | جملہ را خورد و بماند اُو عور زار
ایک میراث پانے والے کے پاس بیشمار زر تھا | وہ سب کھا گیا اور ننگا عاجز رہ گیا

---

۵۱ نیز۔ یہ حکمت بھی ہے کہ انسان سبب پر پورا بھروسہ نہ کرے اور حیرانی کی کیفیت اُس پر طاری رہے۔ یا وصال۔ شہزادے نے یہ بھی کہا کہ محض طریقہ کو وصال کا سبب نہیں سمجھتا ہوں۔ ہوسکتا ہے کہ کسی طریقہ سے وصل ہو جائے یا اللہ تعالیٰ کوئی اور ذریعہ پیدا فرمادے۔

۵۲ می طپم۔ میں تو حیران اور مضطر ہوں کہ دیکھئے کس راستہ سے مقصد کا فتح باب ہوتا ہے۔ سَر بریدہ۔ ذبح شدہ پرندہ اپنی جان جسم سے نکلنے کے لئے مختلف جانبوں میں گرتا ہے کہ نہ معلوم کونسے رُخ سے گرنا سبب بنتا ہے۔

۵۳ یا مراد۔ شہزادے نے کہا بادشاہ چین تک پہنچنا وصل کا سبب ہو یا ممکن ہو بُرجوں والے آسمان کا کوئی بُرج سبب وصل بنے۔ میراثی۔ یعنی وارث بھوکا ننگا۔

مالِ[1] میراثے ندارد خود وفا — چوں بنا کام از گذشتہ شد جدا

وراثت کا مال، خود وفا نہیں رکھتا — جبکہ ناکامی کے ساتھ وہ مرنے والے سے علیحدہ ہوگیا

او نداند قدر ہم کآساں بیافت — کو بکد و رنج و کسبش کم شتافت

وہ قدر بھی نہیں جانتا، کیونکہ آسانی سے پالیا — کیونکہ وہ اسکی مشقت اور تکلیف اور کمائی میں تھوڑا

قدرِ جاں زاں می ندانی اے فلاں — کہ بدادت حق بہ بخشش رائگاں

اے فلاں! تو جان کی قدر اسی لئے نہیں جانتا — کیونکہ وہ تجھے اللہ (تعالیٰ) نے بخشش میں مفت دیدی ہے

نقد رفت و کالہ رفت و خانہا — ماند چوں چغداں دراں ویرانہا

نقد چلا گیا اور سامان چلا گیا اور گھر — وہ چغدوں کی طرح ان ویرانوں میں رہ گیا

گفت[2] یارب برگ دادی رفت برگ — یا بدہ برگے و یا بفرست مرگ

اس نے کہا اے خدا! تو نے سامان دیا وہ سامان چلا گیا — یا سامان عطا کردے اور یا موت بھیجدے

چوں تہی شد یادِ حق آغاز کرد — یارب و یارب اَجِرْنِی ساز کرد

جب خالی ہوگیا اللہ (تعالیٰ) کی یاد شروع کردی — اے خدا اے خدا! مجھے پناہ دے (کہنا) شروع کردیا

چوں پیمبر گفت مومن مزہرست — در زمانِ خالیے نالہ گرست

جیسا کہ پیغمبر نے فرمایا، مومن بانسری ہے — خالی ہونے کے وقت نالہ کرنے والی ہے

چوں شود پُر مطربش بنہد ز دست — پُر مشو کاسیب دستِ او خوش است

جب وہ بھر جاتی ہے گویا اسکو ہاتھ سے رکھ دیتا ہے — تو پُر نہ ہو کیونکہ اس کے ہاتھ کا اثر اچھا ہے

تی[3] شو و خوش باش بین الاصبعین — کز مئے لااَیْن سرمست ایں

تو خالی رہ اور دو انگلیوں کے درمیان خوش رہ — کیونکہ مکان، لامکانی شراب سے مست ہے

رفت طغیاں آب از چشمش گشاد — ابرِ چشمش زرعِ دیں را آب داد

سرکشی جاتی رہی، پانی اس کی آنکھ سے بہہ نکلا — اس کی آنکھ کے ابر نے دین کی کھیتی کو پانی دیا

در دعا و لابہ در زد ہر دو دست — زر طلب شد بے تعب آں زر پرست

وہ دعا اور عاجزی میں مصروف ہوگیا — وہ زر پرست بغیر محنت کے زر کا طالب بنا

سببِ تاخیرِ اجابتِ دعای مومن

مومن کی دعا کی قبولیت میں تاخیر کا سبب

اے بسا مخلص کہ نالد در دعا — دودِ اخلاصش برآید تا سما

اے (مخاطب) بہت سے مخلص دعا میں روتے ہیں — اُن کے اخلاص کا دھواں آسمان پر پہنچتا ہے

۱ مال - ورثہ کا مال وفادار نہیں ہوتا۔ اُسمیں اگر وفاداری ہوتی تو مرنیوالے سے کیوں جُدا ہوتا۔ او نداند - وارث کو بھی ورثہ میں ملنے والے مال کی قدر نہیں ہوتی کیونکہ اُسکو حاصل کرنے میں کوئی محنت نہیں اٹھانی پڑتی ہے۔ قدرِ جاں - انسان کو روح بھی چونکہ بلا محنت حاصل ہوئی ہے اسلئے وہ اُس کی قدر نہیں کرتا ہے۔ نقد - اُس وارث کا مال اور گھر برباد ہوگیا اور وہ چغدوں کی طرح ویرانے میں رہ گیا۔

۲ گفت - اُس نے دعا کرنی شروع کردی کہ خدا مجھے مال دے یا موت دے دے۔ چوں تہی - انسان افلاس میں خدا کو یاد کرنا شروع کردیتا ہے۔ چوں پیمبر - آنحضور نے فرمایا مومن کی مثال بانسری کی سی ہے جب تک وہ کھوکھلی ہے اُس میں سے نالہ پیدا ہوتا ہے۔ چوں شود - اگر بانسری کا سوراخ بھر جائے تو گویا اُس کو ہاتھ سے رکھ دیتا ہے۔ پُر مشو - مولانا فرماتے ہیں تو بھی خالی رہ تاکہ مطرب کے ہاتھ میں رہ سکے۔

۳ تی شو - تو خالی رہیگا تو اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں کے درمیان رہیگا اور غیب کے نغمے سے سرمست رہے گا۔ رفت - اب اُس وارث میں مالداری کی سرکشی نہ رہی تھی اور اُس کے آنسوؤں کی بارش سے دین کی کھیتی سیراب ہوگئی تھی۔ در دعا - اب پوری طرح دعا میں مصروف تھا ۔ ع بہت سے مخلص ہیں جو دعا میں روتے ہیں ان کے اخلاص کا دھواں آسمان تک پہنچتا ہے

تا رود بالای ایں سقفِ بریں ۔ بوی مجمرِ[۱] از انینِ المذنبیں

بھانتک کہ اُس بلند چھت کے اوپر پہنچتی ہے ۔ گنہگاروں کے رونے کی انگیٹھی کی بُو

پس ملائک باخدا نالند زار ۔ کاے مجیبِ ہر دعا و مستجار

پھر فرشتے خدا کے سامنے عاجزی سے روتے ہیں ۔ کہ اے ہر دعا کو قبول کرنے والے اور پناہگاہ!

بندۂ مومن تضرع می کند ۔ اُو نمی داند بجز تو مستند

ایک مومن بندہ گڑگڑا رہا ہے ۔ وہ تیرے سوا کسی کو سہارا نہیں سمجھتا ہے

تو عطا بیگانگاں را می دہی ۔ از تو دارد آرزو ہر مشتہی

تو غیروں کو عطا دیتا ہے ۔ ہر خواہشمند تجھ سے اُمید رکھتا ہے

حق[۲] بفرماید نہ از خواریِ اوست ۔ عینِ تاخیرِ عطا یاریِ اوست

اللہ (تعالیٰ) فرماتا ہے یہ اُسکی ذلت کی وجہ سے نہیں ہے ۔ عطا میں تاخیر بعینہٖ اُس کی مدد ہے

نالۂ مومن ہمی داریم دوست ۔ گو تضرع کن کہ ایں اعزازِ اوست

ہم مومن کے رونے کو دوست رکھتے ہیں ۔ کہدو کہ گڑگڑائے کیونکہ یہ اُس کا اعزاز ہے

حاجت آوردش ز غفلت سوی مَن ۔ آں کشیدش مو کشاں در کوی مَن

اُس کی حاجت غفلت سے اُسکو میری طرف لائی ہے ۔ اُس نے بال پکڑ کر اُس کو میرے کوچہ میں پہنچایا ہے

گر برآرم حاجتش اُو وا رود ۔ ہم دراں بازیچہ مستغرق شود

اگر میں اُس کی حاجت پوری کردوں وہ واپس چلا جائیگا ۔ اسی کھلونے میں مصروف ہو جائے گا

گرچہ[۳] می نالد بجاں یا مستجار ۔ دل شکستہ سینہ خستہ سوگوار

اگرچہ وہ دل سے گڑگڑا رہا ہے اے پناہگاہ (کہکر) ۔ دل شکستہ، سینہ خستہ، غمگین

خوش ہمی آید مرا آوازِ اُو ۔ واں خدایا گفتن و آں رازِ اُو

مجھے اُس کی آواز بھلی لگتی ہے ۔ اور اُس کا یا خدا کہنا اور اُس کا وہ راز

وانکہ اندر لابہ و در ماجرا ۔ می فریباند بہر نوعے مرا

اور یہ کہ وہ خوشامد اور واقعہ میں ۔ ہر طرح سے مجھے پھسلاتا ہے

طوطیان و بلبلاں را از پسند ۔ از خوش آوازی قفس در می کشند

طوطیوں اور بلبلوں کو پسندیدگی کی وجہ سے ۔ (اور) خوش آوازی کیوجہ سے پنجرے میں بند کردیتے ہیں

زاغ را و جغد را اندر قفص ۔ کے کنند ایں خود نیامد در قصص

کوّے کو اور جغد کو پنجرے میں ۔ کب کرتے ہیں؟ یہ خود کہانیوں میں نہیں آیا

---

[۱] مجمر۔ انگیٹھی۔ انین۔ رونے کی آواز۔ پس ملائک فرشتے جناب باری تعالیٰ میں عرض کرتے ہیں کہ ایک مومن بندہ رو رہا ہے تو جب غیروں کو عطا کرتا ہے تو اِس مومن کی عطا میں تاخیر کیوں ہو رہی ہے۔

[۲] حق بفرماید۔ اللہ تعالیٰ فرشتوں کے جواب میں فرماتا ہے کہ یہ تاخیر اس لئے نہیں ہے کہ ہم اُس کو حقیر سمجھتے ہیں بلکہ یہ تو اُس کی ایک مدد ہے نالہ۔ مومن کا رونا ہمیں پسند ہے اور اس تاخیر میں اُس کا اعزاز ہے۔ حاجت۔ اُس کی حاجت نے اُس کو ہماری طرف متوجہ کیا ہے۔ گر برآرم۔ اگر اُس کی دعا جلد قبول ہو گئی اور حاجت رفع ہو گئی تو وہ ہم سے رخصت ہو کر کھیل کود میں لگ جائیگا۔

[۳] گرچہ۔ وہ دل سے ہمیں پکار رہا ہے۔ شکستہ دل ہے ہمیں اُس کی آواز اور یا خدا کہنا اور خوشامد اور واقعہ بیان کرنے میں ہمیں پھسلانا یہ سب ہمیں پسند ہے۔ طوطیان۔ اس کی مثال یہ ہے کہ طوطی کی خوش آوازی کی وجہ سے تو اُس کو پنجرے میں قید کر کے رکھتے ہیں۔ زاغ۔ کوّے اور جغد کو کسی نے آج تک پنجرے میں بند کر کے نہیں پالا۔

پیشِ[ل۱] شاہد باز چوں آید دو تن — آں یکے کمپیر و دیگر خوش ذقن
عاشق صفت کے سامنے جب دو شخص آئیں — ایک بوڑھی عورت اور دوسری خوبصورت ٹھوڑی والی

ہر دو ناں خواہند او زُوتر فطیر — آرد و کمپیر را گوید کہ گیر
دونوں روٹی مانگیں، وہ بہت جلد روٹی — لائے گا اور بوڑھی سے کہے گا کہ لے لے

واں دگر را کہ خوشستش قد و خد — کے دہد ناں بل بتاخیر افگند
اور اس دوسری کو جس کا قد اور رخسار خوبصورت ہیں — روٹی کب دے گا، بلکہ تاخیر میں ڈال دے گا

گویدش[ل۲] بنشیں زمانے بے گزند — کہ بخانہ نانِ تازہ می پزند
اس سے کہے گا کہ اطمینان سے تھوڑی دیر بیٹھ جا — کیونکہ گھر میں تازہ روٹی پکا رہے ہیں

چوں رسد آں نانِ گرمش بعدِ کد — گویدش بنشیں کہ حلوا می رسد
جب مشقت کے بعد اس کے پاس گرم روٹی آجائیگی — اس سے کہے گا کہ بیٹھ جا حلوا آرہا ہے

ہم بدیں فن داردش می کند — وز رہِ پنہاں شکارش می کند
اسی تدبیر سے اس کو ٹھہرا ٹھہرا کر رکھتا ہے — اور چپکے چپکے، اس کا شکار کرتا رہتا ہے

کہ مرا کاریست با تو یک زماں — منتظر می باش اے خوبِ جہاں
کہ مجھے تجھ سے تھوڑا سا کام ہے — اے حسینِ عالم! انتظار کرلے

تا بدیں حیلت فریباند ورا — تا مطیع و رام گرداند ورا
یہاں تک کہ اس تدبیر سے اس کو پھسلائے — کہ اس کو فرمانبردار اور رام کرلے

مثلِ[ل۳] آں کمپیر داں بیگانگاں — شاہدِ خوش روی مثلِ مومناں
غیروں کو اس بوڑھی عورت کی طرح سمجھ — خوبصورت معشوق مومنوں کی مثال ہے

ایں جہاں زندانِ مومن زیں بود — کافراں را جنتِ حالی شود
یہ دنیا مومن کے لئے قید خانہ اسی لئے ہے — کہ کافروں کے لئے فی الحال جنت ہے

بے مرادی مومناں از نیک و بد — تو یقیں میداں کہ بہرِ ایں بود
مومنوں کی نامرادی، خواہ نیک ہوں یا بد — تو یقین کرلے اسی وجہ سے ہوتی ہے

رجوع بقصۂ آں شخص کہ باو نشانِ گنج دادند بمصر و بیانِ تضرع وے از درویشی بحضرت جلّ جلالہٗ

اس شخص کے قصہ کی طرف واپسی جس کو مصر میں خزانہ کا پتہ دیا اور فقر کی وجہ سے اس کو (اللہ تعالیٰ) جلّ جلالہٗ کے دربار میں عاجزی کرنا

ل۱ پیشِ شاہد۔ دوسری مثال یہ ہے کہ کسی حسن پرست کے سامنے اگر دو عورتیں آئیں ایک بوڑھی اور ایک حسین تو وہ بوڑھی کو فوراً روٹی دے کر رخصت کر دیتا ہے اور خوبصورت کو مختلف بہلوں سے روٹی دینے میں دیر لگاتا ہے۔

ل۲ گویدش۔ اس خوبصورت عورت سے کہتا ہے کہ ذرا بیٹھ جا تازہ روٹی پک رہی ہے اس میں سے دوں گا۔ چوں رسد۔ جب روٹی آجاتی ہے تو اس کو حلوے کا منتظر بنا کر بٹھاتا ہے۔ ہم بدیں۔ ان ترکیبوں سے اس کو ٹھہر جا ٹھہر جا کہتا رہتا ہے اور تفر بازی سے اس کا شکار کرتا رہتا ہے۔ تا بدیں۔ ان تدبیروں سے اس کو فریب دیتا ہے اور اس کو اپنے قابو میں رکھتا ہے۔

ل۳ مثلِ آں۔ تو بیگانوں کو مومنوں کی مثال ان دو عورتوں سے سمجھ لے۔ ایں جہاں۔ مومنین کی خوبیوں کی وجہ سے یہ دنیا ان کا پنجرا ہے اور کافروں کی برائیوں کی وجہ سے یہ دنیا ان کے لئے جنت اور باغ ہے جس میں وہ کھلے پھرتے ہیں۔ بے مرادی۔ مومن کی دعا کی قبولیت میں تاخیر کی وجہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو اپنے ساتھ معروف رکھنا چاہتا ہے۔

خواجہ[۱] چوں میراث خورد و شد فقیر ... آمد اندر یارب و گریہ و نفیر

خواجہ نے جب میراث کھالی اور فقیر ہو گیا ... تو یارب اور آہ و بُکا میں مصروف ہو گیا

خود کہ کوبد ایں درِ رحمت نثار ... کو نیابد در اجابت صد بہار

رحمت کی بکھیر والے اِس در کو خود کون کھٹکھٹاتا ہے؟ ... جو کہ قبولیت میں سو بہار نہ پاتا ہو

خواب دید و ہاتفے گفت اُو شنید ... کہ تمنایت بمصر آید پدید

اُس نے خواب دیکھا اور ہاتف نے کہا اور اُس نے سُنا ... کہ تیری آرزو مصر میں ظاہر ہو گی

رَو بمصر آنجا شود کارِ تو راست ... کرد گدیہ ات را قبول اُو مُرتجاست

مصر جا، وہاں تیرا کام ٹھیک ہو گا ... تیرے سوال کو قبول کر لیا ہے، وہ اُمید گاہ ہے

در[۲] فلاں موضع یکے گنجیست زَفت ... در پے آں بایدت تا مصر رَفت

فلاں جگہ ایک بھاری خزانہ ہے ... اُس کی تلاش میں تجھے مصر جانا چاہیے

بیدرنگے ہیں زبغداد اے نژند ... رَو بسُوی مصر و منبت گاہِ قند

اے افسردہ! بغداد سے بغیر تاخیر کے ... مصر کی جانب اور شکر اُگنے کی جگہ جا

چوں زبغداد آمد اُو تا سُوی مصر ... گرم شد پشتش چو دید او روی مصر

وہ جب بغداد سے مصر کی جانب آیا ... جب اُس نے مصر کا رُخ دیکھا اسکی کمر مضبوط ہو گئی

بر اُمیدِ وعدۂ ہاتف کہ گنج ... یابد اندر مصر بہرِ دفعِ رنج

ہاتف کے وعدے کی امید پر کہ خزانہ ... مصیبت کے دفعیہ کے لئے مصر میں پائیگا

در[۳] فلاں کوی و فلاں موضع دفیں ... ہست گنجِ سخت نادر بس گزیں

فلاں کوچہ میں اور فلاں جگہ مدفون ... ہے، نہایت نادر بہت منتخب خزانہ

لیک نفقہ اش بیش و کم چیزے نماند ... خواست دقّے بر عوام الناس راند

لیکن اُس کے لئے خرچہ تھوڑا بہت کچھ نہ رہا ... اُس نے عام لوگوں سے بھیک مانگنی چاہی

لیک شرم و ہمتش دامن گرفت ... خویش را در صبر افشردن گرفت

لیکن شرم اور ہمت نے اُس کا دامن پکڑ لیا ... اُس نے اپنے آپ کو صبر میں دبانا شروع کر دیا

باز نفسش از مجاعت بر طپید ... ز انتجاع از خواستن چارہ ندید

پھر اس کا نفس بھوک سے تڑپا ... روزی حاصل کرنے میں بھیک مانگنے کے سوا چارہ نہ دیکھا

گفت شب بیروں روم من نرم نرم ... تا ز ظلمت نایدم از گدیہ شرم

سوچا کہ رات کو چپکے چپکے سے باہر نکلونگا ... تاکہ اندھیری میں بھیک مانگنے سے شرم نہ آئے

ف۱ خواجہ۔ میراث پانے والا جب فقیر ہو گیا تو وہ گریہ وزاری میں مصروف ہو گیا۔ خود۔ جو اللہ کے دروازہ کو کھٹکھٹاتا ہے وہ ضرور اپنی مُراد پا لیتا ہے۔ رحمت نثار۔ یعنی وہ دروازہ جس سے رحمت کی بکھیر ہوتی ہے۔ ہاتف غیبی آواز نے اس سے کہا کہ تجھے خزانہ مصر میں ملے گا۔ مرتجا۔ اُمید گاہ۔

ف۲ در فلاں۔ ہاتف نے اُس کو بتا دیا کہ خزانہ خاص جگہ مصر میں ہے۔ منبت گاہ قند۔ مصر میں شکر بہت پیدا ہوتی تھی۔ گرم شد۔ ہاتف کی بشارت کی وجہ سے۔ بر امید۔ ہاتف کے کہنے کی وجہ سے اُس کو اُمید تھی کہ مصر میں خزانہ ہاتھ آجائے گا۔

ف۳ در فلاں۔ ہاتف نے اُس کو خزانہ کا پورا پتہ بتا دیا۔ نفقہ اش۔ نفقہ بفتح پڑھا جائیگا۔ دقّے۔ یعنی بھیک کیلئے دروازہ پیٹنا۔ در صبر۔ یعنی صبر کے ذریعہ اپنی خواہش کو دبانا چاہا۔ انتجاع۔ دانہ پانی طلب کرنا۔ گفت۔ اُس نے دل میں سوچا کہ میں بھیک مانگنے کیلئے رات کو نکلوں تاکہ کسی سے آنکھیں دوچار نہ ہوں اور شرم نہ آئے۔

همچو شبکوکے ١ کنم من ذکر و بانگ — تا رسد از بامهایم نیم دانگ

شبکوک کی طرح میں ذکر اور آواز کروں گا — تاکہ بالاخانوں سے مجھے نیم دانگ مل جائے

اندریں اندیشہ بیروں شد بکو — و اندریں فکرت ہمی شد سو بسو

اس خیال میں کوچہ سے باہر نکلا — اور اس فکر میں ہر طرف پھرتا تھا

یک زماں مانع ہمی شد شرم و جاہ — یک زمانے جوع می گفتش بخواہ

کسی وقت شرم اور رتبہ اس کیلئے مانع بنتا — کبھی اس سے بھوک کہتی، مانگ

پای پیش و پای پس تا ثلث شب — کہ بخواہم یا بخسپم خشک لب

ایک قدم آگے اور ایک قدم پیچھے تہائی رات تک — کہ مانگوں یا میں سوکھے ہونٹ سو جاؤں

٢ رسیدنِ آں شخص بمصر و شب بیروں آمدن بکوی از بہر

اس شخص کا مصر میں پہنچنا اور رات کو ایک کوچہ میں شبکوی اور گدائی کے لئے

شبکوی و گدائی و گرفتن عسس اُو را و مرادِ اُو حاصل شدن

باہر نکلنا اور کوتوال کا اس کو پکڑ لینا اور کوتوال کے ذریعہ بہت

از عسس بعد از خوردنِ زخم بسیار عَسٰی اَنْ تَکْرَهُوا

پٹنے کے بعد اس کی مراد کا حاصل ہو جانا، قریب ہے کہ تم کسی چیز

شَیْئًا وَّ هُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ وَ قَوْلُهٗ تَعَالٰی اِنَّ

کو ناپسند کرو اور وہی چیز تمہارے لئے بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ کا قول بیشک

مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا وَ قَوْلُهٗ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ اُشْتَدِّیْ

تنگی کے ساتھ سہولت ہے اور آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قول مصیبت تو

اَزْمَةُ تَنْفَرِجِیْ وَ جَمِیْعُ الْقُرْاٰنِ وَالْکُتُبِ الْمُنْزَلَۃِ فِیْ تَقْرِیْرِ هٰذَا

سخت ہو جا، کھل جائیگی، اور سارا قرآن اور آسمانی کتابیں اس کو ثابت کرنے میں

٣ ناگہانی خود عسس اُو را گرفت — چوبہا زد بے محابا ناشگفت

اچانک خود کوتوال نے اس کو پکڑ لیا — بغیر مروت کے بے توقف ڈنڈے مارے

اتفاقاً اندراں شبہائے تار — دیدہ بد مردم ز شب دزداں ضرار

اتفاقاً ان اندھیری راتوں میں — لوگوں نے رات کے چوروں سے مصیبت دیکھی تھی

بود شبہائے مخوف و منتحس — پس بجد می جست دزداں را عسس

خوفناک اور منحوس راتیں تھیں — کوتوال اہتمام کے ساتھ چوروں کی جستجو میں تھا

ک١ شبکوک۔ وہ فقیر جو درخت پر بیٹھ کر رات کو بھیک مانگے تاکہ اس کو کوئی نہ دیکھ سکے۔ اندیشہ۔ یعنی بھیک مانگنے کا خیال۔ سو بسو۔ اسی فکر میں ادھر ادھر ٹہلتا پھرا ایک زماں۔ شرم، بھیک مانگنے سے روکتی تھی اور بھوک بھیک مانگنے پر آمادہ کرتی تھی۔ ثلث شب۔ اسی شش و پنج میں ایک تہائی رات گذر گئی۔

ک٢ رسیدن آں شخص۔ یہ مصر میں پہنچا وہ وہاں شب گردی کی وجہ سے گرفتار ہو گیا کوتوال نے گرفتار کر کے مارا لیکن اس کے بعد اس کی مشکل حل ہو گئی گرفتار ہونا اس کی مشکل کا حل ہونا بنا۔ انسان کسی چیز کو برا سمجھتا ہے اور اسی میں اس کی بھلائی ہوتی ہے مصیبت جب انتہا کو پہنچ جاتی ہے پھر ٹل جاتی ہے۔

ک٣ ناگہانی۔ رات کو گھومتا دیکھ کر چور ہونے کے شبہ میں کوتوال نے اس کو بے تحاشا پیٹا۔ اتفاقاً۔ گرفتاری کی وجہ یہ ہوئی کہ اس زمانہ میں مصر میں چوریاں بہت ہو رہی تھیں۔ پس۔ اس لئے کوتوال چوروں کی گرفتاری میں بہت کوشاں تھا۔

۵۱ تا خلیفہ گفتہ کہ بُبرید دست ــ ہر کہ شب گردد اگر خویشِ منست

حتیٰ کہ بادشاہ نے کہہ دیا تھا کہ ہاتھ کاٹ دے ــ جو رات کو گھومے، خواہ میرا رشتہ دار ہو

بر عَسس کردہ مَلِک تہدید و بیم ــ کہ چرا باشید بر دُزداں رحیم

بادشاہ نے کوتوال کو ڈرادا اور دھمکی دی تھی ــ کہ تم چوروں پر رحم کھانے والے کیوں ہو؟

عشوۂ ایشاں را از چہ رُو باور کنید ــ یا چرا از ایشاں قبولِ زر کنید

اُن کی مکاری کا کس وجہ سے یقین کر لیتے ہو ــ یا کیوں اُن سے رقم قبول کرتے ہو؟

رحم بر دُزدان و ہر منحوس دست ــ بر ضعیفاں زحمت و بیرحمی ست

چوروں پر اور ہر منحوس ہاتھ پر رحم کرنا ــ کمزوروں پر زحمت اور بے رحمی ہے

۵۲ ہیں ز رنجِ خاص مگسل ز انتقام ــ رنجِ اُو بگزیں و بنگر رنجِ عام

خبردار! کسی خاص شخص کی تکلیف کی وجہ سے انتقام نہ [illegible] ــ اُس کی تکلیف کو پسند کر اور عوام کی تکلیف کو مدِنظر رکھ

اِصبعِ ملدوغ بُر در دفعِ شر ــ در تعدّی و ہلاکِ تن نگر

شر کو دفع کرنے کیلئے ڈسی ہوئی انگلی کاٹ دے ــ متعدی ہونے اور جسم کی تباہی کو دیکھ

گشتہ دزد انبُہ دراں ایام بس ــ کاں فقیر افتاد در دستِ عسس

اُن دنوں میں چور بہت ہو گئے تھے ــ کہ وہ فقیر کوتوال کے ہاتھ پڑ گیا

اتفاقاً اندراں ایام دُزد ــ گشتہ بُود انبوہ پختہ و خام دُزد

اتفاقاً اِن دنوں میں چور ــ بہت ہو گئے تھے، پکے اور کچے چور

۵۳ در چنیں وقتش بدید و سخت زد ــ بر سر و بر پُشت چوبِ بے عدد

اس کو ایسے وقت میں دیکھا اور بہت مارے ــ اَن گنت ڈنڈے، سر اور کمر پر

نعرہ و فریاد زاں درویش خاست ــ کہ مزن تا من بگویم حال راست

اس فقیر سے نعرہ اور فریاد نکلی ــ کہ نہ مار، تاکہ میں سچا حال بیان کروں

گفت اینک دادمت مُہلت بگو ــ تا بشب چوں آمدی بیروں بگو

اُس نے کہا اب میں نے تجھے مہلت دیدی، کہہ ــ بتا تو رات میں باہر کیوں نکلا؟

تو نہ زینجائی غریب و منکری ــ راستی گو تا بچہ مکر اندری

تو یہاں کا نہیں ہے، پردیسی اور اجنبی ہے ــ سچ بتا، تو کس تدبیر میں ہے؟

اہلِ دیواں بر عسس طعنہ زنند ــ کہ چرا دزداں کنوں انبہ شدند

دفتر والے کوتوال کو طعنہ دیتے ہیں ــ کہ اب چور کیوں زیادہ ہو گئے ہیں؟

---

۵۱ تا خلیفہ۔ حاکم نے یہ حکم دے دیا تھا کہ جو بھی رات کو گھومتا پایا جائے اُس کو گرفتار کر کے چوری کی سزا دیدی جائے خواہ میرا رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو۔ بر عسس۔ چوریوں کی کثرت کی وجہ سے کوتوال پر عتاب ہو رہا تھا۔ عشوہ۔ کوتوال سے کہا گیا تھا یا تو تم لوگ چوروں کے چکموں میں آجاتے ہو یا اُن سے رشوت لے لیتے ہو۔ رحم۔ حالانکہ چوروں پر رحم کرنا کمزوروں پر ظلم ہے۔

۵۲ ہیں ز رنج۔ عوام کی راحت کی خاطر کسی ظالم پر رحم نہ کرنا چاہیئے۔ اِصبع۔ اگر انگلی میں کوئی زہریلا جانور کاٹ لے تو بقیہ جسم کو بچانے کیلئے اُس کا کاٹنا بہتر ہے۔ گشتہ۔ چونکہ شہر میں چوروں کی کثرت تھی اس لئے شبہ میں اُس کی گرفتاری عمل میں آگئی۔

۵۳ در چنیں۔ اِن حالات میں جس شخص کو کوتوال نے گھومتا دیکھا گرفتار کر کے سخت سزا دی۔ کہ مزن۔ اُس نے کہنا شروع کیا کہ مجھے نہ مار میں صحیح حال بتاتا ہوں۔ گفت۔ کوتوال نے مارنا چھوڑ دیا اور کہا صحیح بات بتا دے۔ تو نہ۔ تو مصری نہیں ہے پردیسی ہے یہ بتا کہ تو کیوں گھوم رہا تھا۔ اہلِ دیواں۔ شاہی دفتر کے افسران پولیس کو طعنے دے رہے ہیں۔

اُنْہِی از تُست و از امثالِ تُست (١) | وانما یارانِ زشتت را نخست
کثرت تجھ سے اور تجھ جیسوں سے ہے | پہلے اپنے برے ساتھیوں کو ظاہر کر

ورنہ کینِ جملہ را از تو کَشم | تا شود ایمن ز شر ہر محتشم
ورنہ سب کا کینہ تجھ سے نکالوں گا | تاکہ ہر معزز شر سے محفوظ ہو جائے

گفت اُو از بعد سوگندانِ پُر | کہ نیَم مَن خانہ سوز و کیسہ بُر
اُس نے بھرپور قسموں کے بعد کہا | کہ میں گھر پھونکنے والا اور گرہ کٹ نہیں ہوں

مَن نہ مَردِ دُزدی و بیدادیم | مَن غریبِ مصرم و بغدادیم
میں چوری اور ظلم والا آدمی نہیں ہوں | میں مصر کا پردیسی اور بغداد کا باشندہ ہوں

دربیانِ ایں حدیث شریف (٢) کہ الصِّدقُ طُمَانِیْنَۃٌ وَالکِذبُ رِیْبَۃٌ
اس حدیث شریف کا بیان کہ سچ اطمینان ہے اور جھوٹ شک ہے

قصۂ آں خواب و گنجِ زر بگفت | پس ز صدقِ اُو دلِ آں کس شگفت
اُس نے اس خواب اور سونے کے خزانہ کا قصہ سنایا | اُس کے سچ سے اُس کا دل شگفتہ ہوگیا

بوئی صدق آمد از سوگندِ اُو | سوزِ اُو پیدا شد از اسپندِ اُو
اُس کو اُس کی قسم سے سچائی کی خوشبو آئی | اُس کی سوزش اُس کے کالے دانے سے ظاہر ہوگئی

دل بیارامد بگفتارِ صواب | آنچناں کہ تشنہ آرامد بآب
صحیح بات سے دل آرام پا جاتا ہے | جس طرح پیاسا پانی سے آرام پاتا ہے

(٣) جز دلِ محجوب کُو را علّتیست | از نبی اَش تا غبی تمییز نیست
سوائے محجوب کے دل کے جس میں کوئی بیماری ہو | جس کو نبی اور غبی میں تمیز نہیں ہے

ورنہ آں پیغام کز موضع بُود | بر زند بر مَہ شگافیدہ شُود
ورنہ وہ پیغام جو جگہ سے ہو | وہ چاند پر اثر کرتا ہے، وہ شق ہو جاتا ہے

مَہ شگافد واں دلِ محجوب نے | زانکہ مَردودست اُو محبوب نے
چاند شق ہو جاتا ہے اور وہ محجوب دل نہیں | کیونکہ وہ مردود ہے، محبوب نہیں ہے

چشمہ شد چشمِ عسس زاشکِ مُبل | نے ز گفتِ خشک بل از بوی دل
کوتوال کی آنکھ تر کرنیوالے آنسوؤں سے چشمہ بنگئی | خشک گفتگو سے نہیں بلکہ دل کی بو سے

یک سخن از دوزخ آید سوی لب | یک سخن از شہرِ جاں در کوی لب
ایک بات دوزخ سے ہونٹ تک آتی ہے | ایک بات جان کے شہر سے ہونٹ کے کوچہ میں

---

(١) انہی۔ چوروں کی کثرت تجھ سے اور تجھ جیسوں سے ہوئی ہے۔ وانما۔ اپنے برے ساتھیوں کا پتہ بتا ورنہ سب کے بدلے کی سزا تجھ کو دوں گا۔ محتشم۔ باعزت۔ خانہ سوز۔ یعنی ڈاکو۔ کیسہ بُر۔ گٹھ کٹا۔ من غریب۔ میں مصر میں پردیسی ہوں میرا دیس بغداد ہے۔

(٢) دربیان حدیث شریف ہے کہ سچائی سے دل کو اطمینان ہو جاتا ہے اور جھوٹی بات دل میں شک و شبہ پیدا کرتی ہے۔ آنکس یعنی کوتوال۔ اِسپند۔ کالے دانہ کو آگ پر ڈالتے ہیں تو وہ دھواں دیتا ہے تو اُس کا دھواں آگ کے وجود کی دلیل ہے اسی طرح اُس کی باتوں سے اُس کی اندرونی سوزش کا پتہ چل گیا۔ دل۔ کوتوال اُس کی بات سے مطمئن ہوگیا اس لئے کہ سچی بات سننے والے کے دل کو مطمئن کر دیتی ہے۔

(٣) جز دلِ محجوب۔ کافروں کے دل چونکہ پردے میں ہیں اسلئے سچی بات اُن کے دل پر اثر نہیں کرتی ہے۔ از نبی۔ اسی لئے کافر جھوٹے سچے میں تمیز نہیں کرسکتا۔ ورنہ۔ انبیاء کے کلام کی تاثیر کا تو یہ حال ہے کہ چاند پر اثر ہوا تو شق القمر کا معجزہ رونما ہوگیا۔ چشمہ۔ اُس پردیسی کی باتوں سے کوتوال رو پڑا۔ یک سخن۔ انسان کا نفس بمنزلہ دوزخ کے ہے اُسکی بات دوزخی ہے جان کی بات جنتی ہے۔

بحرِ جاں افزا و بحرِ پُر حَرَج [1]
جان کو بڑھانے والا سمندر اور تنگی سے بھرا ہوا سمندر

در میانِ ہر دو بحر ایں لب مَرَج
دونوں سمندروں کے درمیان یہ ہونٹ ملاپ کی جگہ ہیں

بحرِ جاں افزا و بحرِ عمر کاہ
جان کو بڑھانے والا اور عمر کو گھٹانے والا سمندر

ہر دو آں بر لب گذر دارند و راہ
دونوں ہونٹ پر گذر اور راہ رکھتے ہیں

چوں بَیْنَلو در میانِ شہرہا
جیسے کہ شہروں کے درمیان میں منڈی

از نواحی آمد آنجا بہرہا
اس جگہ اطراف سے حصے آتے ہیں

کالۂ مَعیوب و قُلبِ کیسہ بُر
عیب دار سامان اور گانٹھ کاٹنے والا کھوٹا

کالۂ پُر سُود و مُستشرِق چو دُر
نفع بخش اور موتی کی طرح چمک دار سودا

زیں [2] بَیْنَلو ہر کہ بازرگاں ترست
اس منڈی سے جو شخص اچھا سوداگر ہے

بر سرہ و بر قُلبہا دیدہ وَرست
وہ کھرے اور کھوٹوں کو تاڑنے والا ہے

شُد بَیْنَلو مَردرا دارُ الرَّباح
منڈی کسی کے لئے نفع کا گھر ہے

واں دگر را از عمی دارُ الجُناح
اور اس دوسرے کیلئے اندھے پن کی وجہ سے گناہ کا گھر ہے

ہر یکے زا اجزائے عالم یک بیک
عالم کے تمام اجزاء ایک ایک

بر غبی بَندست و بر اُستاد فک
غبی کی قید ہیں اور استاد پر قید سے رہائی

بَر یکے قندست و بَر دیگر چو زہر
ایک پر شکر ہے اور دوسرے پر زہر جیسا

بَر یکے لُطفست و بر دیگر چو قہر
ایک پر رحم ہے اور دوسرے پر قہر جیسا

بَر [3] یکے دیوست و بر دیگر چو حُور
ایک پر شیطان ہے اور دوسرے پر حُور جیسا

بَر یکے نارست و بَر دیگر چو نوُر
ایک پر آگ ہے اور دوسرے پر نور جیسا

بَر یکے گنج ست و بَر دیگر چو مار
ایک پر خزانہ ہے اور دوسرے پر سانپ جیسا

بُر یکے وَردست و بَر دیگر چو خار
ایک پر پھول ہے اور دوسرے پر کانٹے کی طرح

بَر یکے شیریں و بَر دیگر تُرش
ایک پر میٹھا ہے اور دوسرے پر کھٹا

بَر یکے مبہوت و بَر دیگر چو ہُش
ایک پر مدہوش ہے اور دوسرے پر ہوش جیسا

بَر یکے پنہاں و بَر دیگر عیاں
ایک پر پوشیدہ ہے اور دوسرے پر ظاہر

بَر یکے سُودست و بَر دیگر زیاں
ایک پر نفع ہے دوسرے پر نقصان

بَر یکے بَندست و بَر دیگر کُشاد
ایک پر قید ہے اور دوسرے پر کشادگی

بَر یکے قیدست و بَر دیگر مُراد
ایک پر بیڑی ہے اور دوسرے پر مقصود

---

[1] بحرِ جاں۔ نفس اور شرع دونوں کی باتیں ہونٹ سے ٹکراتی ہیں۔ مرج۔ یعنی ملنے کی جگہ۔ بحرِ عمر کاہ۔ نفس کی باتیں تو زندگی کی تباہی کا سبب ہیں۔ بینلو۔ بوزن سخنگو، منڈی۔ بہرہا۔ یعنی مالوں کے حصے۔ کالا۔ سامان۔ کیسہ بُر۔ کھوٹا مال جیب تراش کی طرح جیب صاف کر دیتا ہے۔

[2] زیں۔ منڈی میں ہر طرح کا سودا ہے اچھا تاجر کھرے کھوٹے میں امتیاز کرلیتا ہے اسی طرح ہونٹ پر کئے ہوئے سچ اور جھوٹ میں ماہر امتیاز کرلیتا ہے۔ شد منڈی کسی کے نفعوں کا گھر ہے کسی کے لئے گناہ یعنی ٹوٹے کا گھر ہے۔ کیسے کیسے۔ منڈی ہی کیا دنیا کے جز جز کا یہی حال ہے کسی کے لئے مفید اور کسی کے لئے مضر ہے۔ فک۔ قید سے چھڑانا۔

[3] بر یکے۔ کسی کے لئے عالم کا فر شیطان ثابت ہوتا ہے کسی کے لئے حور ثابت ہوتا ہے۔ اور مشہور ہے کہ خزانہ پر سانپ ہوتا ہے، مولانا نے بہت سے اشعار میں یہی بتایا ہے کہ عالم کے ہر جز کے مختلف شخصیتوں کے اعتبار سے مختلف اثرات ہیں۔

بر یکے نوش ست و بر دیگر چو نیش
ایک پر شہد ہے اور دوسرے پر ڈنک جیسا
بر یکے بیگانہ بر دیگر چو خویش
ایک پر بیگانہ ہے دوسرے پر اپنے کی طرح

بر یکے نقص ست و بر دیگر کمال
ایک پر عیب ہے اور دوسرے پر کمال
بر یکے ہجر ست و بر دیگر وصال
ایک پر ہجر ہے اور دوسرے پر وصال

ہر جمادے[1] با نبی افسانہ گو
ہر بے جان نبی سے بات کرنے والا ہے
کعبہ با حاجی گواہ و نطق جو
کعبہ حج کرنے والے کیلئے گواہ اور بات کرنے والا ہے

بر مصلی مسجد آمد ہم گواہ
مسجد، نمازی کی بھی گواہ ہے
کو ہمی آمد بمن از دور راہ
کہ وہ میرے پاس لمبے راستہ سے آیا تھا

بر خلیلؑ آتش بود ریحان و ورد
آگ خلیل (اللہ) پر خوشبودار بوٹا اور گلاب کا پھول ہے
لیک بر نمرود آں مرگ ست و درد
لیکن نمرود پر وہ موت اور درد ہے

بارہا گفتیم ایں را اے حسن
اے بھلے! میں نے یہ بارہا کہا ہے
می نگردم از بیانش سیر من
اُس کے بیان سے میں سیر نہیں ہوتا ہوں

بارہا خوردی[2] تو ناں دفع ذبول
تو نے کمزوری کو رفع کرنے کیلئے بار بار روٹی کھائی ہے
ایں ہماں ناں ست چوں نبوی ملول
یہ وہی روٹی ہے تو ملول کیوں نہیں ہوتا؟

در تو جوعے میرسد نو ز اعتدال
تیرے اندر صحت کیوجہ سے ایک تازہ بھوک پہنچ جاتی ہے
کہ ہمی سوزد از و تخمہ و ملال
کہ اُس کی وجہ سے بدہضمی اور ملال سوخت ہو جاتا ہے

ہر کرا دردِ مجاعت نقد شد
جس کے لئے بھوک کا درد حاصل ہو گیا
نو شدن با جزو جزوش عقد شد
نیا ہونا اُس کے جز جز سے وابستہ ہو گیا

لذت[3] از جوعست نے از نقلِ نو
لذت بھوک کی وجہ سے ہے، نہ کہ غذا سے
با مجاعت از شکر بہ نانِ جو
بھوک کے ہوتے ہوئے جَو کی روٹی شکر سے بہتر ہے

پس ز بے جوعیست و ز تخمہ تمام
پس بھوک نہ ہونے اور پوری بدہضمی کی وجہ سے
آں ملالت نے ز تکرارِ کلام
وہ تنگدلی ہے، نہ کہ کلام مکرر ہونے سے

چوں ز دکان و مکیس و قیل و قال
کیوں دکان اور بھاؤ کی کھینچ تان اور بحث سے
در فریب مردمت ناید ملال
جو لوگوں کو فریب دینے میں ہے تنگدلی نہیں ہوتی؟

بر یکے روز ست و بر دیگر چو شب
ایک پر دن ہے اور دوسرے پر رات کی طرح
بر یکے عیش ست و بر دیگر تعب
ایک پر عیش ہے اور دوسرے پر تھکن

---

[1] ہر جمادے۔ آنحضورؐ کو پتھر سلام کرتے تھے۔ کعبہ۔ یہ بھی پتھر ہیں مومنوں کیلئے گواہی دینگے۔ بارہا۔ یہ مضمون کہ ایک چیز کے مختلف اثرات ہیں میں کئی بار بیان کر چکا ہوں لیکن میری سیری نہیں ہوتی ہے اسی لئے اس مضمون میں تکرار ہے۔

[2] خوردی۔ تم روٹی بار بار کھاتے ہو اُس سے تم میں کوئی ملال پیدا نہیں ہوتا۔ در تو جوعے تمہاری خواہش تمہیں روٹی سے ملال نہیں ہونے دیتی۔ ہر کرا۔ غرضیکہ ملال کا سبب کسی چیز کی تکرار نہیں ہے بلکہ اُس چیز کی خواہش نہ ہونا ہے۔

[3] لذت۔ کھانے کی لذت کا مدار خواہش پر ہے بھوک ہو تو جَو کی روٹی پلاؤ قورمہ ہے، ورنہ پلاؤ قورمہ سے بھی ملال پیدا ہوگا۔ مکیس۔ یعنی بھاؤ میں کھینچ تان۔ بر یکے۔ پھر مولانا نے وہی مضمون شروع فرمایا کہ ایک چیز کے مختلف اثرات ہیں۔

بر یکے محبوب و بر دیگر عدو
ایک پر دوست ہے اور دوسرے پر دشمن
بر یکے راح[۱] ست و بر دیگر کدو
ایک پر شراب ہے دوسرے پر کدو

بر یکے آب ست و بر دیگر چو خوں
ایک پر پانی ہے اور دوسرے پر خون کی طرح
بر یکے اعجاز و بر دیگر فسوں
ایک پر معجزہ ہے اور دوسرے پر جادو

بر یکے حلوا و بر دیگر چو سم
ایک پر حلوا ہے اور دوسرے پر زہر کی طرح
بر یکے سنگ ست و بر دیگر صنم
ایک پر پتھر ہے اور دوسرے پر بت

بر یکے جسم ست و بر دیگر چو روح
ایک پر جسم ہے اور دوسرے پر روح جیسے
بر یکے حبس ست و بر دیگر فتوح
ایک پر قید ہے دوسرے پر فتوحات

بر یکے تیر ست و بر دیگر کماں
ایک پر تیر ہے اور دوسرے پر کمان
بر یکے نان ست و بر دیگر سناں
ایک پر روٹی ہے اور دوسرے پر بھالا

چوں زغیبت و اکلِ لحمِ مرداں
کیوں غیبت اور لوگوں کا گوشت کھانے سے
شصت سالت سیری نامد ازاں
ساٹھ سال میں تجھے اس سے سیری حاصل نہ ہوئی؟

شعرہا در عشقِ قحبہ گفتہ تو
تو نے رنڈی کے عشق میں بہت سے شعر ہے
بے ملالت ہمچو گل بشگفتہ تو
بغیر ملال کے تو پھول کی طرح کھلا رہا

مدحہا در صیدِ شلہ گفتہ تو
تو نے شرمگاہ کا شکار کرنے میں بہت تعریفیں کیں
بے ملولی بارہا بشگفتہ تو
بغیر ملال کے تو بارہا شگفتہ رہا

بارِ آخر[۲] گوئیش سوزان و چست
تو پھر اس کو دوسری بار گرم اور چست ہو کر کہتا ہے
گرم تر صد بار از بارِ نخست
پہلی بار سے، سو گنا گرم ہو کر

درد داروئے کہن را نو کند
درد، پرانی دوا کو نیا بنا دیتا ہے
درد ہر شاخِ ملولے خو کند
درد ملال کی ہر شاخ کو کاٹ دیتا ہے

کیمیائے نو کنندہ دردہاست
درد، نئی کیمیا بنانے والے ہیں
کو ملولی آں طرف کہ دردخاست
وہاں تنگدلی کہاں ہے جہاں درد اٹھا؟

ہین[۳] مزن تو از ملولی آہِ سرد
تو تنگدلی سے ٹھنڈی آہ نہ بھر
درد جو و درد جو و درد درد
درد کی تلاش کر اور درد کی تلاش کر اور درد، درد

خادعِ درد اند درمانہائے ژاژ
بیہودہ معالجے درد کو دھوکہ دینے والے ہیں
رہزنند و زرستانان رسم باژ
ڈاکو ہیں اور خراج کے طریقہ پر روپیہ وصول کرنے والے ہیں

---

۱ راح۔ شراب۔ کدو جس میں شراب بھر کر رکھتے ہیں۔ سنگ۔ پتھر معمولی چیز ہے۔ صنم۔ بت کی عبادت کرتے ہیں۔ چوں زغیبت۔ انسان غیبت کرتا ہے جو دوسروں کا گوشت کھانا ہے اس سے انسان ملول نہیں ہوتا چونکہ اس کی رغبت ہے۔ قحبہ۔ زانیہ۔ شلہ۔ عورت کی شرمگاہ۔

۲ بارِ آخر۔ اس طرح کے اشعار تو مکرر کہتا ہے اور تکرار میں تیرا جوش اور شوق بڑھتا رہتا ہے۔ درد۔ جب درد اٹھتا ہے تو وہی دوا پیتا ہے جو پہلے بارہا پی چکا ہے۔ خو۔ قطع۔

۳ ہین مزن۔ جس طرح ظاہری درد پرانی دوا کو نیا بنا دیتا ہے اور انسان تکرار سے ملول نہیں ہوتا اسی طرح تو نصیحت کی باتوں سے ملول ہو کر ٹھنڈی آہیں نہ بھر بلکہ اپنے دل میں آخرت کا درد پیدا کر۔ خادع۔ چونکہ آخرت کا درد بزرگوں کی صحبت سے حاصل ہوتا ہے تو مولانا بناوٹی بزرگوں سے بچنے کی نصیحت کرتے ہیں کہ ان کی صحبت درد پیدا کرنے کا دھوکہ ہے۔

آب شورے نیست درمانِ عطش [۱]
کھاری پانی پیاس کا علاج نہیں ہے

وقتِ خوردن گر نماید سرد و خوش
اگرچہ پینے کے وقت ٹھنڈا اور اچھا لگے

لیک خادع گشت و مانع شد ز جست
لیکن وہ ڈھونڈنے سے دھوکہ دینے والا اور مانع بنگیا

زاب شیرینی کز و صد سبزہ رُست
میٹھے پانی کے، جس سے سیکڑوں سبزے اُگتے ہیں

ہمچنیں ہر زرِ قلبے مانع ست
اسی طرح ہر کھوٹا سونا مانع ہے

از شناسِ نقدِ زر ہر جا کہ ہست
کھرے کی پہچان سے، وہ جہاں کہیں بھی ہو

بال و پرّت را بہ تزویرے بُرید
اُس نے مکاری سے تیرے بال و پر کاٹ دیئے

کہ مرادِ تو منم گیر اے مُرید
کہ اے مُرید! میں تیری مراد ہوں، لے لے

گفت [۲] دردت چینم و خود درد بُود
اس نے کہا، میں تیرا درد چُن لونگا اور وہ خود درد تھا

باطناً خار و بظاہر ورد بُود
باطن میں کانٹا اور بظاہر پھول تھا

رَو ز درمانِ دروغیں می گریز
جا، جھوٹے علاج سے بھاگ

تا شود دردت مطیّب مُشک بیز
تاکہ تیرا درد پاکیزہ اور مشک کی خوشبو دینے والا ہوجائے

گفتنِ عسس خوابِ خود را با غریبِ مسکین و نشانِ گنج دادن ہم ز خانۂ او

کوتوال کا مسکین پردیسی سے اپنا خواب بیان کرنا اور اُسی کے گھر میں خزانہ کا پتہ دینا

گفت نے دزدی تو و نے فاسقی
اُس نے کہا، نہ تو چور ہے نہ بدکار

مردِ نیکی لیک گول و احمقی
تو نیک انسان ہے لیکن بیوقوف اور احمق ہے

بر خیالِ [۳] خواب چندیں رہ کُنی
خواب کے خیال پر تو اتنا راستہ طے کرتا ہے

نیست عقلت را تسوئے روشنی
تیری عقل میں ایک دمڑی روشنی نہیں ہے

بر خیالے اینچنیں راہِ دراز
ایک خیال پر، ایسا لمبا راستہ

پیش گیری از سرِ جہل و زآز
تو نادانی اور لالچ کی وجہ سے اختیار کرتا ہے

بارہا من خواب دیدم مُستمر
میں نے مسلسل کئی بار خواب دیکھا ہے

کہ بہ بغداد ست گنجے مُستتر
کہ چھپا ہوا خزانہ بغداد میں ہے

در فلاں کوی و فلاں خانہ دفیں
فلاں کوچہ اور فلاں گھر میں مدفون ہے

بود آں خود نامِ خانہ و کوئے ایں
وہ خود اُس کے گھر کا اور کوچہ کا نام تھا

ہست در خانہ فلانے رَو بجو
وہ فلانے گھر میں ہے، جا تلاش کر

نامِ خانہ و نامِ او گفت آں عدو
اُس دشمن نے گھر کا اور اُس کا نام بتا دیا

---

۱ آب شورے جس طرح کھاری پانی سے پیاس نہیں بجھتی ہے اسی طرح غلط صحبتوں سے مقصود حاصل نہیں ہوتا ہے۔ ہمچنیں جس طرح اِن دھوکے باز پیروں میں پھنس کر انسان صحیح پیر سے محروم ہوجاتا ہے اسی طرح کھوٹے سکے کھروں سے رکاوٹ ڈالتے ہیں۔ بال و پرّت۔ وہ صحیح بزرگوں تک تیری پرواز کو ختم کر دیتے ہیں۔

۲ گفت۔ وہ جھوٹا پیر کہتا ہے کہ میں تیرے درد کا علاج ہوں حالانکہ وہ علاج کیا ہوتا خود درد ہے تا شود۔ تیری اس طلب کے بہتر اثرات رونما ہوں۔

۳ بر خیال۔ اُس کوتوال نے اُس پردیسی سے کہا کہ بات تو تیری سچی ہے لیکن تو احمق اور بیوقوف ہے کہ ایک خواب و خیال پر بغداد سے مصر پہنچا۔ بارہا۔ میں نے متعدد بار خواب میں دیکھا کہ وہ خزانہ بغداد میں ہے۔ در فلاں۔ اور اُس کوتوال نے اُس خزانہ کا پورا پتہ بتا دیا۔ بود۔ جہاں کا اُس نے پتہ دیا تھا وہ خود اُس پردیسی کے کوچہ اور گھر کا پتہ تھا۔ آں عدو۔ کوتوال

[1] دیدہ اَم خود بارہا ایں خوابِ مَن
میں نے خود بارہا یہ خواب دیکھا ہے

کہ بہ بغدادست گنجے دَر وطَن
کہ وطن میں، بغداد میں ایک خزانہ ہے

ہیچ مَن از جا نرفتم زیں خیال
میں اِس خیال سے کبھی جگہ سے نہ ہِلا

تو بیک خوابے بیائی بے مَلال
تو بغیر ملال کے ایک خواب کی وجہ سے چلا آیا

خوابِ احمق لائقِ عقلِ ویست
بیوقوف کا خواب اُس کی عقل کے مناسب ہے

ہمچو اُو بے قیمت ست و لاشئی ست
اُسی کی طرح بے قیمت اور ہیچ ہے

خوابِ زن کمتر ز خوابِ مَرداں
عورت کے خواب کو مرد کے خواب سے کم سمجھ

از پئے نقصانِ عقل و ضُعفِ جاں
عقل کی کمی اور جان کی کمزوری کی وجہ سے

[2] خوابِ ناقص عقل و گول آید کساد
ناقص عقل والے اور احمق کا خواب کھوٹا ہوتا ہے

پَس زِ بے عقلی چہ باشد خواب باد
تو بے عقلی سے کیسا خواب ہوگا؟ ہوا

گفت با خود گنج در خانہ مَن ست
اُس نے اپنے آپ سے کہا خزانہ میرے گھر میں ہے

پس مرا آنجا چہ فقر و شیون ست
پھر مجھے اُس جگہ کیا افلاس و شکوہ ہے؟

بر سرِ گنج از گدائی مُردہ اَم
میں خزانہ کے اوپر بیٹھا ہوا بھکاری بن کے مُردہ ہوں

زانکہ اندر غفلت و در پردہ اَم
کیونکہ میں غفلت میں اور پردے میں ہوں

زیں بشارت مست شد دردش نماند
وہ اس خوشخبری سے مست ہوگیا اس کا درد نہ رہا

صد ہزار الحمد زیرِ لب بخواند
لاکھوں الحمد آہستہ آہستہ پڑھیں

[3] گفت بُد موقوفِ ایں لُت لُوتِ مَن
اُس نے کہا میرا لذیذ کھانا اُس لذّت پر موقوف تھا

آبِ حیواں بُود در حانوتِ مَن
آبِ حیات میری دُکان میں تھا

رَو کہ بر لُوتِ شگرفے بَر زدم
چل، کہ میں نے عجیب مزیدار کھانے پر ہاتھ مارا ہے

کوریِ آں وہم کہ مُفلس بُدم
اِس وہم کے اندھے پن پر کہ میں مُفلس تھا

خواہ احمق دان و خواہی عاقلم
تو مجھے خواہ احمق سمجھ اور خواہ عقلمند

یافتم ہر چہ کہ می خواہد دلم
جو کچھ میرا دل چاہتا تھا میں نے پا لیا

خواہ احمق داں مرا خواہی فرو
تو مجھے خواہ احمق سمجھ، خواہ کمتر

آنِ من شُد ہر چہ می خواہی بگو
وہ میری ملکیت ہوگیا تو جو چاہے کہہ

مَن مُرادِ خویش دیدم بے گماں
یقیناً میں نے اپنی مُراد دیکھ لی

ہر چہ خواہی گو مرا اے بد دہاں
اے بدزبان! تیرا جو جی چاہے مجھے کہہ دے

[1] دیدہ اَم۔ میں نے یہ خواب بار بار دیکھا ہے لیکن میں اپنی جگہ سے نہ ہلا اور بغداد کی راہ نہ لی۔ تو بیک۔ تیری یہ حماقت ہے کہ ایک خواب پر دوڑ پڑا۔ خواب۔ جیسا تو بے عقل ہے، تیری خواب بھی ایسی ہی ہے۔ خوابِ زن۔ اسی لئے عورت کی خواب اتنی صحیح نہیں ہوتی جیسی کہ مرد کی ہوتی ہے چونکہ عورت کی عقل ناقص ہے۔

[2] خوابِ ناقص عقل۔ جب ناقص عقل کی خواب بھی قابلِ بھروسہ نہیں تو بے عقل کی خواب تو محض ہوائی ہوگی۔ گفت۔ پردیسی نے کوتوال کی خواب سُن کر اپنے آپ سے کہا کہ جب خزانہ خود میرے گھر میں ہے تو میں یہاں فقر اور شکوے کی حالت میں کیوں گھوم رہا ہوں۔ زانکہ۔ یہ سب کچھ میری غفلت کا نتیجہ ہے۔ دردش۔ سفر کی تکلیف یا کوتوال کی مار کا درد۔

[3] گفت بُد۔ اس نے دل میں سوچا کہ خزانہ کا ملنا کوتوال کی مار پر موقوف تھا۔ آبِ حیواں۔ یعنی خزانہ۔ خواہ احمق۔ اُس نے دل ہی دل میں کوتوال کو کہا۔ فرو۔ کمتر۔ بد دہاں۔ یعنی کوتوال جس نے اسکو احمق اور بیوقوف کہا تھا۔

تو مرا پُر درد گو اے محتشم[1] — پیشِ تو پُر درد و پیشِ خود خوشم
اے معزز! تو مجھے مریض کہہ — میں تیرے نزدیک مریض اور اپنے نزدیک بھلا ہوں

وایِ گر برعکس بودے ایں مطار — پیشِ تو گلزار و پیشِ خویش خار
افسوس ہوتا، اگر یہ مقام پرواز برعکس ہوتا — تیرے نزدیک گلزار اور اپنے نزدیک کانٹا ہوتا

با فقیرے گفت روزے یک خسے — کہ ترا ایں جا نمی داند کسے
ایک کمینے نے ایک روز ایک فقیر سے کہا — کہ تجھے یہاں کوئی نہیں جانتا

گفت او گر می نداند عامیم — خویش را مَن نیک می دانم کیم
اُس نے کہا، اگر عام آدمی مجھے نہیں جانتا — میں اپنے آپ کو خوب جانتا ہوں کہ میں کون ہوں

وائیِ[2] گر برعکس بودے درد و ریش — او بُدے بینایِ مَن، مَن کورِ خویش
افسوس ہوتا، اگر درد اور زخم اُلٹا ہوتا — وہ مجھے دیکھنے والا ہوتا، میں اپنے بارے میں اندھا ہوتا

احمقم گیر احمقم مَن نیک بخت — بخت بہتر از لجاج و رُوی سخت
تو مجھے احمق فرض کر، میں نیک بخت احمق ہوں — جھگڑالو پن اور تُرش روئی سے، نصیب بہتر ہے

ایں سخن بر وفقِ ظنت می جہد — ورنہ بختم دادِ عقلم می دہد
یہ بات تیرے گمان کے مطابق نکل رہی ہے — ورنہ میرا نصیبا میری عقل کی داد دے رہا ہے

بازگشتنِ آں مرد شادماں و مراد یافتہ و شکر گویاں و سجدہ کناں و

اُس شخص کا خوش خوش اور مُراد حاصل کرکے اور شکر ادا کرتے ہوئے اور سجدہ کرتے ہوئے

حیراں در غرائبِ اشارتِ حق سبحانہٗ و تعالیٰ و ظہورِ تاویلاتِ

اور اللہ تعالیٰ کے اشاروں کے عجائب میں حیران واپس لوٹنا اور انکی تاویلات کو ایسے

آں بروجہیکہ ہیچ عقلے و فہمے آں جا نرسد

طریقہ پر ظاہر ہونا کہ کوئی عقل اور سمجھ وہاں نہیں پہنچتی ہے

بازگشت[3] از مصر تا بغداد او — ساجد و راکع ثنا گو شکر گو
وہ مصر سے بغداد واپس لوٹا — سجدہ اور رکوع کرتے ہوئے تعریف کرتے ہوئے شکر ادا کرتے ہوئے

جملہ رہ حیران و مست او زیں عجب — زانعکاسِ روزی و راہِ طلب
وہ تمام راستہ حیران اور مست اس عجیب بات سے — طلب کے راستہ اور روزی کے برعکس ہونے سے

کز کجا امیدوارم کردہ بود — وز کجا افشاند بر مَن سیم و سود
کہ مجھے کہاں کا امیدوار کیا تھا؟ — اور کہاں سے مجھ پر چاندی اور نفع نثار کیا؟

---

[1] پُر درد یعنی حماقت کا مریض۔ وائی۔ ہاں اگر تیرے سامنے اچھا ہوتا اور خود مریض ہوتا تو افسوس کی بات تھی۔ با فقیرے۔ اسکی یہ مثال ہے کہ کسی نے ایک درویش کو یہ کہا کہ یہاں تجھے کوئی نہیں جانتا۔ گفت۔ اُس درویش نے جواب دیا کہ اگر مجھے عوام الناس نہ جانیں تو کوئی مضائقہ نہیں ہے، میں اپنے آپ کو جانتا ہوں کہ اللہ نے مجھے کیا کمالات دیئے ہیں۔

[2] وائی۔ ہاں اگر معاملہ بالعکس ہوتا کہ لوگ مجھے سب کچھ جانتے اور میں کچھ نہ ہوتا تو افسوس کی بات تھی۔ لجاج نفسی میں جھگڑا اور تُرش روئی برداشت کرنی پڑتی ہے۔ ورنہ۔ اپنی بیوقوفی کو تیرے قول کے مطابق تسلیم کر رہا ہوں ورنہ نصیبہ بتا رہا ہے کہ میں عقلمند ہوں۔

[3] بازگشت۔ کوتوال سے خواب سُننے کے بعد وہ بغداد کی جانب واپس ہوا شکر ادا کر رہا تھا شکرانہ کی نفلیں پڑھ رہا تھا اللہ تعالیٰ کی تعریفیں کر رہا تھا۔ جملہ رہ۔ وہ واپسی میں راستہ بھر حیران رہا کہ اللہ تعالیٰ نے کہاں کا امیدوار بنایا اور کہاں مقصد پورا فرمایا۔ کجا یعنی مصر۔ و یعنی بغداد۔

این[1] چہ حکمت بُود کاں قبلۂ مُراد — کردم از خانہ بروں گمراہ و شاد
یہ کیا حکمت تھی کہ اُس قبلۂ حاجت نے — مجھے گمراہ اور خوش کر کے گھر سے نکالا؟

۲۷ تا شتابان در ضلالت می شُدم — ہر دمے از مطلب جُدا تر می بُدم
حتیٰ کہ میں گمراہی میں تیز دوڑا — ہر لحظہ مقصد سے زیادہ دُور ہوتا جاتا تھا

باز آں عینِ ضلالت را بجُود — حق وسیلت کرد اندر رُشد و سُود
پھر بعینہٖ اُس گمراہی کو بخشش سے — اللہ (تعالیٰ) نے ہدایت اور نفع کا وسیلہ بنایا

گمرہی را منہجِ ایماں کُند — کژروی را مقصدِ احساں کُند
وہ گمراہی کو ایمان کا راستہ بنا دیتا ہے — وہ کج رَوی کو اخلاص کا مقصد بنا دیتا ہے

تا نباشد ہیچ محسن بے وَجا — تا نگردد ہیچ خائن بے رَجا
تاکہ کوئی نکوکار بے خوف نہ ہو — تاکہ کوئی خیانت کرنے والا نا اُمید نہ ہو

اندرونِ[2] زہر تریاق آں خفی — کرد تا گویند ذُو اللُّطفِ الخَفی
اُس نے زہر کے اندر تریاق کو مخفی — کر دیا، تاکہ اُس کو چھپی مہربانی والا کہیں

نیست مخفی در نماز آں مکرمت — در گنہ خلعت نہد آں مغفرت
نماز میں وہ کرم مخفی نہیں ہے — وہ گناہ میں مغفرت کی خلعت رکھ دیتا ہے

مُنکراں را قصد اذلالِ ثقات — ذُل شُدہ عزّ و ظہورِ معجزات
منکروں کا مقصد، ثِقہ لوگوں کو ذلیل کرنا تھا — ذلّت، عزّت اور معجزوں کا ظہور بن گئی

قصدِ[3] شاں انکار ذُلِّ دیں بُدہ — عینِ ذُل عزّ رسولاں آمدہ
اُن کے اِنکار کا مقصد، دین کی ذلّت تھا — ذلّت بعینہٖ، رسولوں کی عزّت بن گئی

گر نہ انکار آمدے از ہر بدے — معجزہ و برہاں چرا نازل شُدے
اگر ہر بُرے کی جانب سے اِنکار نہ ہوتا — معجزہ اور دلیل کیوں نازل ہوتی؟

تا نگردد خصمِ تو مصداق خواہ — کے کُند قاضی تقاضائے گواہ
جب تک تیرا مخالف ذریعۂ تصدیق کا خواہشمند نہ ہو — قاضی گواہ کا تقاضہ کب کرتا ہے؟

معجزہ ہمچوں گواہ آمد زکی — بہرِ صدقِ مُدّعی در بیشکی
معجزہ، عادل گواہ کی طرح ہے — شک رفع کرنے میں مدّعی کی سچائی کے لئے

اِنکار کے سبب معجزے ظاہر ہوتے ہیں جس سے انبیاء کی عزّت میں اضافہ ہوتا ہے —— [3] قصدِ شاں۔ اُن منکروں کا قصد تو یہ تھا کہ اُنکے انکار سے دین کی ذلّت ہو جائیگی لیکن وہی چیز اُن کی عزّت کا سبب بن گئی۔ گرنہ انکار۔ اگر منکروں کا انکار نہ ہوتا تو معجزوں کی ضرورت ہوتی نہ اُنکا ظہور ہوتا۔ تا نگردد۔ معجزے تو رسول کی صداقت کے گواہ ہیں۔ اگر فریق م

[1] یعنی۔ اس میں کیا حکمت تھی کہ مجھے وطن سے بے وطن اور خزانہ کے خواب سے بے نیل کر دی جس پر میں خوشی سے دوڑ رہا تھا اور میرا جو قدم منزل کی جانب اُٹھتا تھا میں خزانہ سے دُور ہو رہا تھا۔ باز۔ پھر اسی میری گمراہی کو کامیابی کا ذریعہ بنا دیا مصر میں کوتوال کے ہاتھوں پٹا اور وہی کوتوال مقصد کا وسیلہ بن گیا۔ گمرہی۔ چونکہ خزانہ گر ان کے خلاف حاصل ہوا اب اللہ تعالیٰ کے بعض اسی طرح کے تصرّفات کا ذکر فرماتے ہیں تاکہ انسان کا خدا پر بھروسہ بڑھے اور وہ اسباب کو مستقل نہ سمجھے اللہ تعالیٰ بسا اوقات انسان کی گمراہی کو ایمان کا سبب بنا دیتا ہے اور احسانِ عبادت کے نتیجہ میں انسان گمراہ ہو جاتا ہے۔ تا نباشد۔ اس میں یہ حکمت ہے کہ کوئی عبادت گذار خوفِ خدا سے خالی نہ رہے اور کوئی بدکار رحمت سے مایوس نہ ہو۔

[2] اندرون۔ بُرائی میں بھلائی کو اس لئے مخفی کیا ہے تاکہ اُس کے اسم ذُو اللُّطفِ الخفی کو منظرِ سامنے آ جائے۔ نیست۔ عبادت گذار کو بخشنا اُس کا مخفی لطف نہیں ہے۔ در گنہ۔ گنہگار کو مغفرت سے نوازنا لطفِ خفی ہے۔ منکراں۔ عجائبِ قدرت میں سے یہ بھی ہے کہ منکروں کا انکار سے مقصد نبی کو ذلیل کرنا ہوتا ہے لیکن اُس سے نبی کی عزّت اور بڑھ جاتی ہے۔ واضح ہے

[illegible]

طعنہ[1] چوں می آمد از ہر ناشناخت — معجزہ می داد حق و می نواخت

ہر نہ پہچاننے والے کی جانب سے جب طعنہ آتا تھا — حق (تعالیٰ) معجزہ دیتا تھا اور نوازتا تھا

مکرِ آں فرعون سیصد تو بُدہ — جملہ ذُلِّ اُو و قمعِ اُو شُدہ

اُس فرعون کا مکر تین سو تہوں کا تھا — وہ سب اُس کی ذلت اور قمع بنا

ساحراں آوردہ حاضر نیک و بد — تاکہ جرحِ معجزۂ موسیٰؑ کُند

وہ اچھے اور بُرے ساحر حاضر لایا — تاکہ (حضرت) موسیٰؑ کے معجزہ پر جرح کرے

تا عصا را باطل و رُسوا کُند — اِعتبارش را ز دلہا بر کَند

تاکہ عصا کو باطل اور رسوا کرے — اُس کے اعتبار کو دلوں سے دُور کرے

عینِ آں مکر آیتِ موسیٰؑ شُدہ — اِعتبارِ آں عصا بالا شُدہ

وہ مکر بعینہٖ (حضرت) موسیٰؑ کا معجزہ بنا — اُس عصا کا اعتبار دو بالا ہو گیا

لشکر[2] آرد اُو بگہ تا حولِ نیل — تا زند بر موسیٰؑ و قومش سبیل

وہ صبح کو نیل کے گرد لشکر لاتا ہے — تاکہ (حضرت) موسیٰؑ اور اُنکی قوم کی رہزنی کرے

اَیمنیِ اُمتِ موسیٰؑ شَود — اُو بتحت الارض و ہاموں دَر رُود

وہ (حضرت) موسیٰؑ کی قوم کا اَمن بن جاتا ہے — وہ زمین اور جنگل کے نیچے چلا جاتا ہے

گر بمصر اندر بُدے اُو نامدے — وہم از سبطی کُجا زائل شُدے

اگر وہ مصر کے اندر ہوتا، نہ آتا — سبطی سے وہم کہاں مِٹتا!

آمد و در سبط افگند اُو گداز — کہ بداں کہ اَمن در خوف ست راز

وہ آیا اور اُس نے سبطیوں میں خوف ڈالا — تاکہ جان لے کہ اَمن خوف میں مخفی ہے

ایں[3] بُوَد لُطفِ خفی کو را صَمد — نار بنماید خود آں نورے بُود

لطفِ خفی یہ ہے کہ اُس کو اللہ (تعالیٰ) — آگ دکھا دے، وہ خود نور ہو

نیست مخفی مُزد دادن در تُقا — ساحراں را اجر بیں بعد از خطا

پرہیزگاری میں اجر دینا مخفی نہیں ہے — غلطی کے بعد جادوگروں کے اجر کو دیکھ

نیست مخفی وصل اندر پرورش — ساحراں را وصل داد اُو در بُرِش

پرورش میں وصل مخفی نہیں ہے — اُس نے قطع وبرید میں ساحروں کو وصل عطا فرمایا

میں نور دکھلا دیا۔ نیست۔ عبادت گزاروں کو اَجر دینا لُطفِ خفی نہیں ہے لُطفِ خفی تو یہ ہے کہ فرعون کے جادوگر آئے مقابلہ کرنے کے لئے اور اُن پر مہربانی ہوگئی اور وہ مؤمن بن گئے۔ پرورش۔ ظاہری انعامات بس لُطفِ خفی نہیں ہے لطفِ خفی تو یہ ہے کہ ساحروں کے ہاتھ پاؤں کٹوائے۔

---

[1] طعنہ۔ اُن منکروں کے طعنوں کی بدولت معجزوں کا ظہور رہا۔ مکر۔ اسی طرح فرعون کا مکر بھی اُلٹا ہوگیا۔ ساحراں۔ اُس نے جادوگروں کو اِس لئے جمع کیا تھا تاکہ وہ موسیٰؑ کے معجزے پر جو بمنزلہ گواہ کے تھا جرح کرکے اُس کی صداقت کو باطل کردیں اور وہ معتبر گواہ نہ رہے۔ عینِ آں۔ لیکن یہی مکر اُلٹا ہوگیا حضرت موسیٰؑ کا گواہ اور زیادہ معتبر ثابت ہوا اور عصا کی عدالت و صداقت دو بالا ہوگئی۔

[2] لشکر آرد۔ حضرت موسیٰؑ اور اُن کے ساتھی سبطیوں کے تعاقب میں فرعون مصر سے نکلا تاکہ اُن کی رہزنی کرے۔ اَیمنی۔ لیکن یہ حرکت نتیجہ میں سبطیوں کے لئے باعثِ اطمینان ہوگئی اور وہ دریا میں غرق ہوکر زمین کے نیچے پہنچ گیا۔ گر بمصر۔ اگر وہ مصر میں رہتا تو سبطیوں کو پورا اطمینان نہ ہوتا بلکہ ڈرتے رہتے کہ کسی وقت حملہ کردے گا۔ آمد۔ وہ فرعون سبطیوں کے تعاقب میں نکلا تاکہ اُن کو خوفزدہ کرے نتیجہ یہ نکلا کہ وہ خود غرق ہوگیا اور سبطی مطمئن ہوگئے یہ سب کچھ اِس لئے ہوا کہ جان لیا جائے کہ اَمن خوف میں پوشیدہ ہے۔

[3] ایں بود۔ لُطفِ خفی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کوہِ طور پر حضرت موسیٰؑ کو نار

نیست مخفی[1] سیر با پائے روا — ساحراں را سیر بیں در قطعِ پا

چلتے پاؤں کے ہوتے ہوئے چلنا مخفی نہیں ہے — جادوگروں کا چلنا، پاؤں کٹنے میں دیکھ

عارفاں زانند دائم آمنوں — کہ گذر کردند از دریائے خوں

عارف اسی لئے ہمیشہ امن میں ہیں — کیونکہ وہ خون کے دریا کو پار کر گئے

امنِ شاں از عینِ خوف آمد پدید — لاجرم باشند ہر دم در مزید

اُن کا امن بعینہٖ خوف سے ظاہر ہوا ہے — لامحالہ وہ ہر وقت ترقی میں رہتے ہیں

امن دیدی گشتہ در خوفے خفی — خوف بیں ہم در امیدے اے صفی

تو نے وہ امن دیکھ لیا جو خوف میں مخفی ہے — اے برگزیدہ! تو خوف کو بھی امن میں دیکھ لے

آں امیر از مکر بر عیسیٰؑ تند — عیسیٰؑ اندر خانہ رو پنہاں کند

وہ امیر مکر سے (حضرت) عیسیٰؑ کے درپے ہوتا ہے — (حضرت) عیسیٰؑ گھر میں منہ چھپا لیتے ہیں

اندر آید تا شود او تاجدار — خود ز شبہِ عیسیٰؑ آمد تاجدار

وہ اندر آجاتا ہے تاکہ وہ تاجدار بنے — وہ خود (حضرت) عیسیٰؑ کی مشابہت سے سولی پر چڑھتا ہے

ہیں[2] میاویزید من عیسیٰؑ نیم — من امیرم بر جہوداں خوش پیم

خبردار مت لٹکاؤ، میں عیسیٰؑ نہیں ہوں — میں یہودیوں کا حاکم ہوں میں وہ مبارک قدم ہوں

زوترش بر دار آویزید کو — عیسیٰؑ ست از دستِ ما تخلیص جو

اُس کو بہت جلد سُولی پر لٹکاؤ، کیونکہ وہ — عیسیٰؑ ہے ہمارے ہاتھ سے خلاصی چاہتا ہے

چند لشکر میرود تا بر خورد — برگِ او بر گردد و بر سر خورد

چند لشکر جاتے ہیں تاکہ نفع اٹھائیں — اُن کا سامان اُلٹ جاتا ہے اور سر پر مار کھاتے ہیں

چند بازرگاں رود بر بوئے سود — عید پندارد بسوزد ہمچو عود

بہت سے تاجر نفع کی اُمید پر جاتے ہیں — عید سمجھتے ہیں، عود کی طرح جلتے ہیں

چند[3] در عالم بود در عکس ایں — زہر پندارد بود آں انگبیں

بہت سی مرتبہ دنیا میں اس کا اُلٹا ہوتا ہے — زہر سمجھتا ہے، وہ شہد ہوتا ہے

بس سپہ بنہاد دل بر مرگِ خویش — روشنیہا و ظفر آید بہ پیش

بہت سے سپاہی ہیں کہ جنھوں نے مرنے کی ٹھان لی — اُنکو روشنیاں اور فتح پیش آجاتی ہیں

ابرہہ با پیل بہرِ ذلِ بیت — آمدہ تا افگند حی را چو میت

ابرہہ، ہاتھی کے ساتھ بیت (اللہ) کو ذلیل کرنے کے لئے — آیا تاکہ زندہ کو مُردہ کی طرح گرادے

---

[1] مخفی۔ ہاتھ پاؤں کے ہوتے ہوئے چلنا کوئی مخفی امر نہیں ہے مخفی وہ سیر ہے جو فرعون کے ساحروں کو بغیر ہاتھ پاؤں کے حاصل ہوئی۔ عارفاں۔ عارف چونکہ ہر قسم کے خطرات سے گزر چکے ہیں لہٰذا وہ بالکل امن میں ہیں۔ امنِ شاں۔ وہ دیکھ چکے ہیں کہ بہت سے خوف کے اسباب سے اُن کو امن حاصل ہوا ہے۔ امن دیدی۔ جس طرح امن خوف میں مخفی ہوتا ہے اسی طرح خوف بھی امن میں مخفی ہوتا ہے۔ آں امیر۔ وہ یہودی حضرت عیسیٰؑ کو قتل کرنے گیا تاکہ آپ کی جگہ سرداری حاصل کرلے حضرت عیسیٰؑ چھپ جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اسکو حضرت عیسیٰؑ کے مشابہ بنا دیتا ہے۔

[2] ہیں۔ قوم اسکو حضرت عیسیٰؑ سمجھ کر پکڑتی ہے اور سُولی پر چڑھاتی ہے وہ ہر چند یہ کہتا ہے کہ میں عیسیٰؑ نہیں ہوں لیکن کوئی اُس کا یقین نہیں کرتا۔ زودتر۔ قوم کہتی ہے کہ یہ عیسیٰؑ ہے یہ بہانہ بنا کر ہم سے چھوٹنا چاہتا ہے بالآخر وہ سُولی پر چڑھا دیا جاتا ہے۔ جو فعل اُسنے باعثِ امن سمجھا اُسمیں خوف مخفی تھا چند لشکر۔ لشکر دشمن پر فتح کیلئے حملہ کرتا ہے اور اُسمیں اُسکی موت مُضمر ہوتی ہے۔ چند بازرگاں۔ تاجر نفع کیلئے جاتا ہے اور نقصان اُٹھاتا ہے۔

[3] چند در عالم۔ عالم میں بہت سے واقعات ہوئے ہیں کہ انسان اُنکو مُفید سمجھتا ہے اور وہ مُضر ہوتے ہیں بس سپاہ۔ لشکر گھر جاتا ہے اور یقین کرلیتا ہے کہ اب مخالف کے ہاتھوں مرنا ہے لیکن بالآخر کامیابی ظہور پذیر ہو جاتی ہے۔ ابرہہ۔ ابرہہ حبش کا گورنر مکہ والوں سے انتقام لینے اور ان پر فتح پانے چلا، ہلاک ہوا۔

تا حریمِ کعبہ را ویراں کند ‏ ‏ جملہ را زانجای سرگرداں کند
تاکہ کعبہ کے حرم کو تباہ کر دے ‏ ‏ سب کو وہاں سے پریشان کر دے

۱؎ تا ہمہ زُوّار گِردِ او تنند ‏ ‏ کعبۂ او را ہمہ قبلہ کنند
تاکہ سب زیارت کرنیوالے اُسکے گرد جمع ہوں ‏ ‏ سب اُس کے کعبہ کو قبلہ بنالیں

وز عرب کینہ کشد اندر گزند ‏ ‏ کہ چرا در کعبہ اَم آتش زنند
اور نقصان پہنچا کر عرب سے کینہ نکالے ‏ ‏ کہ وہ کیوں میرے کعبہ میں آگ لگاتے ہیں!

عینِ سعیش عزّتِ کعبہ شدہ ‏ ‏ مُوجبِ اعزازِ آں بیت آمدہ
اُس کی کوشش بعینہ کعبہ کی عزت ہو گئی ‏ ‏ وہ اس بیت (اللہ) کے اعزاز کا سبب بن گیا

مکیاں را عزّ یکے بُد صد شدہ ‏ ‏ تا قیامت عزّ شاں مُمتد شدہ
مکہ والوں کی ایک عزت تھی سَو بن گئی ‏ ‏ قیامت تک اُن کی عزت دراز ہو گئی

۲؎ اُو و کعبۂ اُو شدہ مخسوف تر ‏ ‏ از چیست ایں از عنایاتِ قدر
وہ اور اُس کا کعبہ زیادہ دھنسا ہوا ہو گیا ‏ ‏ یہ کیوں ہے؟ تقدیر کی مہربانیوں سے (ہے)

از جہازِ ابرہہ خیلِ عرب ‏ ‏ گشتہ مُستغنی ز فضہ و ز ذہب
عرب کی جماعت؛ ابرہہ کے سامان کی وجہ سے ‏ ‏ چاندی اور سونے سے بے نیاز ہو گئی

از جہازِ ابرہہ ہمچوں ددہ ‏ ‏ آں فقیرانِ عرب مُنعم شدہ
درندے جیسے ابرہہ کے سامان سے ‏ ‏ وہ عرب کے فقیر دولت مند ہو گئے

از جہازِ ابرہہ دونِ دَنی ‏ ‏ ایں فقیرانِ عرب گشتہ غنی
کمینے، کمینہ، ابرہہ کے سامان سے ‏ ‏ یہ عرب کے فقیر مال دار ہو گئے

اُو گماں بُردہ کہ لشکر می کشد ‏ ‏ بہرِ اہلِ بیت اُو زر می کشد
اُس نے خیال کیا کہ وہ لشکر لے جا رہا ہے ‏ ‏ (حالانکہ) وہ بیت (اللہ) والوں کیلئے سونا لیجا رہا تھا

۳؎ اندریں فسخِ عزائم وِیں ہمم ‏ ‏ در تماشا بُود در رہ ہر قدم
وہ انہی ارادوں کے فسخ کرنے اور اپنے حوصلوں میں ‏ ‏ راستے میں ہر قدم پر تماشے میں تھا

خانہ آمد گنج را او باز یافت ‏ ‏ کارش از لُطفِ خدائی ساز یافت
وہ گھر آگیا، اُس نے خزانہ پایا ‏ ‏ خدا کی مہربانی سے اُس کا کام سرانجام ہوا

تا بدانی حکمتِ فردِ حکیم ‏ ‏ ایمنیہا می نہد در خوف و بیم
تاکہ تو یکتا دانا کی حکمت کو دیکھ لے ‏ ‏ وہ خوف خطر میں بہت سے اطمینان پیدا کر دیتا ہے

۱؎ تا ہمہ۔ اُس کا منشا یہ تھا کہ مکہ کے کعبہ کو ڈھا دے تاکہ سب اُس کے کعبہ کا حج جاکر طواف کیا کریں۔ وز عرب۔ عرب کے بنائے ہوئے کعبہ میں کسی نے پاخانہ کر دیا یا آگ لگادی تھی اس کے انتقام کے لئے وہ چلا لیکن اُس کا یہ کام جس میں وہ اپنی کامیابی اور مکہ کی توہین سمجھتا تھا مکہ کے اعزاز کا سبب بن گیا اور مکہ والوں کی قیامت تک عزت کا سبب بن گیا۔

۲؎ او۔ ابرہہ اور اُس کا کعبہ نیست نابود ہو گیا۔ از جہاز۔ اُس کے لشکر کا اسقدر سامان اور نقد مکہ والوں کے ہاتھ آیا کہ وہ مالدار ہو گئے۔ او گماں۔ وہ سمجھا کہ میں مکہ والوں پر لشکر کشی کر رہا ہوں ثابت یہ ہوا کہ وہ مکہ والوں کے لئے دولت لے کر جا رہا ہے۔

۳؎ اندریں۔ وہ بغدادی پردیسی مصر میں اپنے احوال کا تماشا کر رہا تھا۔ خانہ آمد۔ اُس نے بغداد میں آکر کوتوال کے خواب کے مطابق گھر کھودا تو اُس کو خزانہ مل گیا۔ تا بدانی۔ یہ سب کچھ اس لئے کیا گیا کہ اُس کو بتا دیا جائے کہ اللہ تعالٰی مُضر باتوں میں نفع پوشیدہ فرما دیتا ہے۔

یادم آمد قصۂ شہزادگاں ۔ گوشِ ہوش آور بمن بشنو بیاں

مجھے شہزادوں کا قصہ یاد آ گیا ۔ میری جانب ہوش کے کان لا، بیان سن

مکرّر کردنِ برادران پند دادنِ برادرِ بزرگ ترا وتاب

بھائیوں کا سب سے بڑے بھائی کو مکرر نصیحت کرنا اور اس کا

نا آوردن پند را از ایشان و شیدا و بیخود رفتن وخود را

ان کی نصیحت کی تاب نہ لانا اور مجنون اور بے خود ہو کر چلا جانا اور

دربارگاہِ پادشاہ انداختن و دستوری خواستن لیک از

اپنے آپ کو بادشاہ کے دربار میں لے جا ڈالنا اور اجازت چاہنا لیکن محبت اور

فرطِ عشق و محبّت نہ از گستاخی ولاابالی

عشق کی زیادتی کی وجہ سے نہ کہ گستاخی اور لاپروائی سے

بیدل گماں مبر کہ نصیحت قبول کُند ۔ مَن گوشِ استماع ندارم لِمَن یَقُول

بیدل کے بارے میں گمان نہ کر کہ وہ نصیحت قبول کرے گا ۔ جو شخص کہتا ہے میں اس کے سننے کیلئے کان نہیں رکھتا

آں دو گفتندش کہ اندر جانِ ما ۔ ہست پاسُخہا چو نجم اندر سَما

ان دونوں نے اس سے کہا کہ ہمارے دل میں ۔ جوابات ہیں، جس طرح آسمان میں ستارے

گر نگوئیم[1] آں نیاید راست نَرد ۔ وَر بگوئیم آں دلت آید بدَرد

اگر وہ ہم نہیں کہتے تو بازی درست نہیں ہوتی ہے ۔ اور اگر وہ ہم کہتے ہیں تیرا دل دُکھتا ہے

ہمچو چغزیم[2] اندر آب از گفتِ الَم ۔ وز خموشی اِختنا قست و سقَم

تکلیف وہ بات کہنے میں ہم پانی کے مینڈک کی طرح ہیں ۔ اور چپ رہنے سے گلے کی گھٹن اور بیماری ہے

گر نگوئیم آشتی را نور نیست ۔ وَر بگوئیم آں سخن دستور نیست

اگر ہم نہیں کہتے ہیں دوستی میں نور نہیں ہے ۔ اور اگر ہم وہ بات کہتے ہیں تو اجازت نہیں ہے

در زماں[3] جَست کاے خویشاں وداع ۔ اِنَّمَا الدُّنیَا وَمَا فِیہَا مَتَاع

وہ فوراً کھڑا ہو گیا کہ اے اپنو! رخصت ۔ دنیا اور جو کچھ اس میں ہے محض (چند روزہ) سامان ہے

پس بروں جَست اُو چو تیرے از کماں ۔ کہ مجالِ گفت کم بُود آں زماں

وہ باہر نکل گیا جیسا کہ تیر کمان سے ۔ کیونکہ اس وقت گفتگو کی گنجائش نہ تھی

اندر آمد مست پیشِ شاہِ چیں ۔ زود مستانہ بُبوسید اُو زمیں

وہ بیخود ہو کر شاہ چین کے سامنے آیا ۔ اس نے جلدی سے مستانہ وار زمین کو بوسہ دیا

---

[1] یادم ۔ اب پھر ان شہزادوں کا قصہ شروع ہوا ہے ۔ آں دو ۔ دونوں چھوٹے بھائیوں نے بڑے بھائی سے کہا کہ تمہاری ساری تقریر کا ہمارے پاس جواب ہے ۔ گر نگوئیم ۔ وہ جواب اگر ہم نہیں دیتے ہیں تو کام خراب ہوتا ہے اور اگر دیتے ہیں تو تم کو تکلیف ہوگی ۔

[2] ہمچو ۔ مینڈک پانی میں منہ کھول کر بات کرے تو منہ میں پانی بھر جائے بات نہ کہے تو دل گھٹتا رہے گا ۔ گر نگوئیم ۔ نہ کہنا صلح اور دوستی کے خلاف ہے اور کہنے کی آپ کی طرف سے اجازت نہیں ہے ۔

[3] در زماں ۔ بھائی یہی تقریر کر رہے تھے کہ وہ فوراً اٹھ کر کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ یہ دنیا اور اس کی زندگی چند روزہ فائدہ کی چیز ہے ۔ اور فوراً چل دیا کچھ کہنے کا موقع نہ دیا ۔ اندر ۔ وہ فوراً شاہ چین کے دربار میں پہنچا اور زمین بوس ہوا ۔

شاہ را[1] مکشوف یک یک حالِ شاں
ان کا ایک ایک حال شاہ پر کھلا ہوا تھا

اوّل و آخر غم و زلزالِ شاں
غم کی ابتدا اور آخر اور اُن کا تذبذب

میش مشغولست در مرعایِ خویش
بھیڑ، اپنی چراگاہ میں مشغول ہے

لیک چوپاں واقفست از حالِ میش
لیکن چرواہا، بھیڑ کی حالت سے واقف ہے

کُلُّکُم رَاعٍ بداند از رمہ
وہ تم میں سے ہر ایک چرواہا ہے کو جیسے جانتا تھا کہ گلے میں

کہ علف خوارست و کہ در ملحمہ
کون گھاس کھانیوالا ہے اور کون لڑائی میں ہے

گرچہ در صورت ازاں صف دور بود
اگرچہ بظاہر اُس صف سے دور تھا

لیک چوں دف درمیانِ سُور بود
لیکن ڈھپڑے کی طرح شادی کے درمیان میں تھا

واقف از سوز و لہیبِ آں وفود
وہ اُس گروہ کی سوزش اور لپٹ سے واقف تھا

مصلحت آں بُد کہ خشک آوردہ بود
مصلحت یہ تھی کہ خشک کر رکھا تھا

درمیانِ جانِ شاں بود آں سَمی
وہ بلند مرتبہ اُن کی جان کے درمیان تھا

لیک قاصد کردہ خود را اعجمی
لیکن قصداً خود کو گونگا بنا رکھا تھا

صورتِ[2] آتش بود پایانِ دیگ
آگ کی صورت، دیگ کے نیچے ہوتی ہے

معنیِ آتش بود در جانِ دیگ
آگ کا باطن، دیگ کے اندر ہوتا ہے

صورتش بیروں و معنی اندروں
اُس کی صورت باہر ہے اور باطن اندر ہے

معنیِ معشوق جاں در رگ چو خوں
جان کے معشوق کا باطن خون کی طرح رگ میں ہے

شاہزادہ پیشِ شہ زانو زدہ
شہزادہ بادشاہ کے سامنے دوزانو ہو کر بیٹھ گیا

دہ مُعرِّف شارحِ حالش شدہ
مقامی تعارف کرانیوالا اُسکے حال کی شرح کرنیوالا

گرچہ شہ عارف بُد از کُل پیش پیش
اگرچہ شاہ بہت پہلے سے سب کچھ جاننے والا تھا

لیک میکرد آں مُعرِّف کارِ خویش
لیکن تعارف کرانیوالا اپنا کام کرتا تھا

در دروں[3] یک ذرّہ نورِ عارفی
باطن میں معرفت کے نور کا ایک ذرّہ

بہ بود از صد مُعرِّف اے صفی
اے برگزیدہ! سو تعارف کرانے والوں سے بہتر ہے

گوش را رہنِ مُعرِّف داشتن
کان کو تعارف کرانے والے کا گروی رکھنا

آیتِ محجوبی ست و حزر و ظن
پردے میں ہونے اور تخمین اور گمان کی علامت ہے

آنکہ اُو را چشمِ دل شُد دیدبا
جس کے لئے دل کی آنکھ دیکھنے والی ہے

دید خواہد چشمِ اُو عین العیاں
اُس کی آنکھ بالکل معاینہ دیکھے گی

---

[1] شاہ۔ شاہِ چین صاحبِ باطن تھا اسکو اُن سب کے حالات بطور کشف معلوم تھے۔ میش۔ شاہ اور اُنکی یہی حالت تھی جیسے کہ بھیڑ اور اُس کا چرواہا۔ بھیڑ اپنے کام میں مشغول ہے لیکن چرواہا اُسپر نظر رکھتا ہے اور اُسکی ہر حالت سے واقف رہتا ہے۔ کُلُّکُم۔ آنحضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ ہر انسان راعی ہے اور قیامت میں اُس سے اُس کی رعایا کے بارے میں سوال ہوگا۔ راعی، چرواہا اپنے گلہ کی حالت سے واقف ہوتا ہے کونسا جانور چر رہا ہے اور کونسا لڑ رہا ہے۔ خشک۔ یعنی زبان پر خشکی لائے ہوئے تھا اور راز نہ کھولتا تھا۔ سَمی۔ بلند یعنی شاہِ چین۔ اعجمی۔ یعنی بے زبان۔

[2] صورتِ آتش۔ دور رہتے ہوئے اُن میں ہونے کی مثال یہ ہے کہ آگ دیگ کے اندر کے کھانے سے دور ہے لیکن اُس کا اثر کھانے کے اندر ہے۔ معنی۔ روح گویا بمنزلہ معشوق ہے جسم ماری سے علیحدہ چیز ہے لیکن اُسکا اثر رگ رگ میں خون کی طرح جاری ہے۔ دہ معرِّف۔ وہ معرِّف وہ شخص جو دربار میں آنیوالے کو اُس کے مناسب مقام پر بٹھا کر بادشاہ سے اُس کا تعارف کراتا ہے۔ لیک۔ تعارف کرانیوالا اپنا منصبی فرض ادا کر رہا تھا۔

[3] در دروں۔ اگر باطن میں عرفان کا ایک ذرّہ بھی ہوتا ہے تو اُس سے جو کشف ہوتا ہے وہ کسی بتانیوالے کے اعتبار سے بہت زیادہ بہتر ہوتا ہے۔ گوش۔

کشف حاصل کرنا چاہیے۔ حزر۔ تخمینہ۔ اگر۔ جب کسی کے دل کی آنکھ کھل جاتی ہے تو اس کو حقیقی معائنہ حاصل ہوتا ہے۔

باتواتر[۱] نیست قانع جانِ او — بل زچشمِ دل رسد ایقانِ او

اُس کی جان تواتر پر قناعت کرنیوالی نہ ہوگی — بلکہ اُس کا یقین دل کی آنکھ سے پہنچتا ہے

پس معرف پیشِ شاہِ منتخب — در بیانِ حالِ او بکشود لب

پھر تعارف کرانے والے نے برگزیدہ شاہ کے سامنے — اُس کے حال کے بیان میں لب کشائی کی

گفت شاہا صیدِ احسانِ تو است — پادشاہی کن کہ او آنِ تو است

اُس نے کہا، اے بادشاہ! (وہ) تیرے احسان کا شکار ہے — شاہی برتیے، کیونکہ وہ آپ کا ہے

دست در فتراکِ ایں دولت زدست — بر سرِ سرمستِ او بر مال دست

اُس نے اِس سلطنت کے شکار بند کو پکڑ لیا ہے — اُس کے مست سر پر ہاتھ پھیر دیجئے

گفت شہ ہر منصبے و ملکتے — کالتماسش ہست یابد آں فتے

بادشاہ نے کہا جس عہدے اور مُلک کی — اُس کی درخواست ہو وہ نوجوان حاصل کریگا

بیست چنداں ملک کو شد زاں بری — بخشمش اینجا و من خود بر سری

جس مُلک سے وہ بیزار ہوا ہے اس کا بیس گنا — میں اسکو اِس جگہ بخشدونگا اور میں خود علاوہ ہوں

گفت[۲] تا شاہیت در وے عشق کاشت — جز ہوائے تو ہوائے کے گذاشت

اُس نے کہا جب سے آپ کی شاہی نے اسمیں عشق بویا ہے — سوائے آپکی خواہش کے اُس نے کونسی خواہش باقی چھوڑی ہے

بندگیِ تو چناں در خورد شد — کہ شہی اندر دلِ او سرد شد

آپ کی غلامی ایسی موافق ہوئی ہے — کہ بادشاہی اُس کے دل میں سرد ہوگئی ہے

شاہی و شہزادگی در باختہ است — از پئے تو در غریبی ساختہ است

اُس نے شاہی اور شہزادگی سب ہار دی — آپ کی خاطر اُس نے مسافرت سے نباہ کیا ہے

صوفیے کانداخت خرقہ وجد در — کے رود او بر سرِ خرقہ دگر

جس صوفی نے وجد میں گدڑی اتار پھینکی — وہ دوسری گدڑی پر کب توجہ کرتا ہے؟

میل سوئے خرقہ دادہ ندم — آنچناں باشد کہ من مغبون شدم

دی ہوئی گدڑی کی طرف میلان اور ندامت — ایسا ہے جیسا کہ میں ٹوٹے میں ہوگیا ہوں

بازدہ[۳] آں خرقہ ایں سو اے قریں — کہ نمی ارزید آں لیعنی بدیں

اے ساتھی! اِس گدڑی کو ادھر واپس دے — کہ وہ اُس کی قیمت کی نہیں ہے

دور از عاشق کہ ایں فکر آیدش — ور بیاید خاک بر سر بایدش

عاشق سے بعید ہے کہ اُس کو یہ خیال آئے — اور اگر آئے تو اُس کے سر پر خاک چاہیے

---

۱ تواتر۔ کسی خبر کو بہت سے لوگوں سے سننا۔ باتواتر۔ اگر لوگ کثرت کیساتھ بھی اُسکو خبر دیں وہ قناعت نہیں کرتا بلکہ اُسکو قلبی مشاہدہ سے یقین آتا ہے۔ پس مُعرّف۔ دربار میں تعارف کرانیوالے نے شہزادہ کا حال بیان کرنا شروع کیا۔ پادشاہی کُن۔ اُس کے ساتھ اپنی شاہی شان کے مطابق معاملہ کیجئے۔ دست۔ وہ آپ سے وابستہ ہوگیا ہے اُس کے سر پر ہاتھ رکھ دیجئے۔ برسری۔ علاوہ یعنی علاوہ ازیں میں اُس کا ہوں۔

۲ گفت۔ تعارف کرانے والے نے کہا کہ جب سے وہ آپ کے عشق میں مبتلا ہوا ہے بجز آپ کے اُسکے دل میں کوئی خواہش باقی نہیں رہی شاہ نے اپنے مُلک کی شاہی اور شہزادگی چھوڑ کر آپ کی خاطر غریب الوطن بنا ہے۔ مثنوی مولانا فرماتے ہیں کہ جس طرح اُس شہزادے نے سلطنت کی گدڑی اُتار پھینکی اور پھر اُس کو واپس لینے کو تیار نہ ہوا اسی طرح صوفی جب وجد میں آکر اپنی گدڑی اُتار کر پھینکدیتا ہے تو وہ کوئی گدڑی لینا پسند نہیں کرتا۔ میل۔ اگر وہ اُتاری ہوئی گدڑی کی خواہش کرے اور پھینکدینے پر نادم ہو تو اسکے یہ معنی ہوئے کہ وہ وجد کے عوض گدڑی دے ڈالنے میں بہت نقصان سمجھا۔

۳ بازدہ۔ اگر صوفی اُتاری ہوئی گدڑی پر افسوس کرے تو

[illegible]

عشق[۱] ارزد صد چو خرقہ کالبد — کہ حیاتے دارد و حس و خرد

عشق اس جسم کی سَو گدڑیوں کی قیمت کا ہے — جو زندگی اور حس اور عقل رکھتا ہے

خاصہ خرقہ مُلکِ دنیا کابترست — پنج دانگ ہستیش دردِ سرست

خصوصاً دنیا کی سلطنت کی گدڑی جو ناقص ہو — اُس کی پانچ کوڑی کی ہستی دردِ سر ہے

مُلکِ دنیا تن پرستاں را حلال — ما غلامِ مُلکِ عشقِ بے زوال

دنیا کی سلطنت تن پرستوں کے لئے حلال ہے — ہم تو عشق کی لازوال سلطنت کے غلام ہیں

عاملِ عشق ست معزولش مکُن — جز بعشقِ خویش مشغولش مکُن

وہ عشق کا عہدیدار ہے، اُس کو معزول نہ کیجئے — اُس کو اپنے عشق کے سوا مشغول نہ کیجئے

منصبے کانم ز رُویت محجب ست — عینِ معزولی ست نامش منصب ست

وہ عہدہ جو مجھے آپ کے دیدار سے روکنے والا ہے — وہ بعینہٖ معزولی ہے، وہ نام کا عہدہ ہے

مُوجبِ[۲] تاخیر ایں جا آمدن — فقدِ استعداد بُود و ضعفِ تن

اِس جگہ پہنچنے میں تاخیر کا سبب — استعداد کا نہ ہونا اور جسم کی کمزوری تھی

بے ز استعداد بر کانے روی — بر یکے حبّہ نگردی محتوی

اگر تو بغیر تیاری کے کان پر جائے — تو ایک حبّہ کا احاطہ کرنے والا نہ ہوگا

ہمچو عِنّینے کہ بکرے را خرد — گرچہ سیمیں تن بُود کے برخورد

اُس نامرد کی طرح جو کسی باکرہ کو خرید لے — اگرچہ وہ چاندی جیسے جسم والی ہو کب اُس سے لذت اندوز ہوگا

چوں[۳] چراغِ بے زیت و بے فتیل — نے کثیرستش ز نور و نے قلیل

بے بتی اور بے تیل کے چراغ کی طرح — اُس کو روشنی نہ زیادہ حاصل ہے نہ تھوڑی

در گلستاں اندر آید اخشمے — کے شود مغزش ز ریحاں خرمے

باغ میں کوئی اخشم آتا ہے — اُس کا دماغ ریحان سے کب خوش ہوگا!

ہمچو خوبے دلبرے مہمانِ غر — بانگِ چنگ و بربطے در پیشِ کر

جیسے کوئی حسین معشوق نامرد کا مہمان ہو — بہرے کے سامنے چنگ اور بربط کی آواز ہو

ہمچو مرغِ خاک کاید در بحار — زاں چہ یابد جز ہلاک و جز خسار

جیسے کہ خشکی کا پرند سمندروں میں — وہ اُس سے سوائے ہلاکت اور ٹوٹے کے کیا پائیگا

[۱] عشق۔ گدڑی تو بے جان چیز ہے عشق تو ہزاروں جاندار جسموں سے بھی زیادہ قیمتی ہے۔ خاصہ جبکہ عشق جسم سے بھی قیمتی ہے تو دنیا اُس کے مقابلہ میں ہیچ در ہیچ ہے۔ مُلکِ دنیا۔ یہ حقیر چیز دنیاداروں کیلئے مناسب ہے عاشقوں کو تو عشق کی لازوال سلطنت چاہیئے۔ عامل۔ تعارف کرانے والے نے کہا شہزادہ سلطنتِ عشق کا عہدے دار ہے اُس کو عہدے سے برخاست نہ کیجئے۔ منصبے۔ شہزادہ بھی بزبانِ حال آپ سے یہ کہتا ہے کہ جو عہدہ آپ کے دیدار کا حجاب بنے اور آپ سے دُور کر دے وہ عہدہ نہیں بلکہ معزولی ہے۔

[۲] مُوجبِ تاخیر۔ آپ اس کی حاضری میں تاخیر عشق کی کمی کے سبب نہ سمجھیں بلکہ یہ اپنے اندر استعداد پیدا کرنے میں لگا رہا اور جسم کی لاغری تاخیر کی وجہ ہوئی، اِس حالت میں نہ فیضِ روحانی حاصل کرنے کی صلاحیت تھی نہ جسمانی خدمت گذاری کی قابلیت تھی۔ بے ز استعداد۔ جب تک مقصد کے حصول کی استعداد نہ ہو کوشش بیکار ہے اگر کسی میں کان کنی کی استعداد اور ہنر نہیں ہے کان سے کچھ حاصل نہ کرے گا۔ ہمچو۔ اگر انسان میں مردانہ قوت نہیں ہے تو حسین معشوق سے فائدہ نہ اٹھا سکے گا۔

[۳] چوں چراغ۔ بے استعداد مُرید بے تیل اور بے بتی کا چراغ ہے۔ در گلستاں۔ اگر ناک میں خوشبو سونگھنے کی استعداد نہیں ہے تو چمن سے فائدہ نہ اٹھا سکے گا۔ اخشم۔ وہ انسان جس میں سونگھنے کی قوت نہ ہو۔ ہمچو۔ بے استعداد مرید اور شیخ کی مثال نامرد اور حسین محبوبہ کی اور بہرا اور چنگ و بربط کے گانے کی سی ہے۔ ہمچو مرغ جس پرندہ میں تیرنے کی استعداد نہ ہو اس کے لئے دریا ہلاک ہے۔

ہمچو بے[1] گندم شدہ در آسیا
جس طرح بغیر گیہوں کے چکی پر پہنچا ہوا

جز سفیدی ریش و مو نبود عطا
داڑھی اور بال کے سفید کرنے کے سوا اس کا انعام نہ ہوگا

آسیای چرخ بر بے گندماں
بے گیہوں والوں کو آسمان کی چکی

مو سپیدی بخشد و ضعف میاں
بالوں کی سفیدی اور کمر کی کمزوری بخشتی ہے

لیک با با گندماں ایں آسیا
لیکن گیہوں والوں کے لئے یہ چکی

ملک بخش آمد دہد کار و کیا
ملک عطا کرنے والی بنی ہے، کام اور بادشاہی عطا کرتی ہے

اول استعداد جنت بایدت
پہلے تجھے جنت کی استعداد چاہیئے

تا ز جنت زندگانی زایدت
تاکہ جنت سے تیری زندگی پیدا ہو

طفل[2] نو را از شراب و از کباب
نوزائیدہ بچے کے لئے شراب سے اور کباب سے

چہ حلاوت از قصور و از قباب
کیا مزا قلعوں سے اور قبّوں سے؟

حد ندارد ایں سخن کم جو سخن
یہ بات حد نہیں رکھتی، بات نہ تلاش کر

تو برو تحصیل استعداد کن
تو جا، استعداد حاصل کر

بہر استعداد تا اکنوں نشست
وہ استعداد کے لئے اب تک بیٹھا رہا

شوق از حد رفت و آں نامد بدست
شوق حد سے گذر گیا اور وہ ہاتھ نہ آئی

گفت استعداد ہم از شہ رسد
اُس نے کہا استعداد بھی شاہ سے حاصل ہوتی ہے

بے زجاں کے مستعد گردد جسد
جان کے بغیر جسم کب ذی استعداد بنتا ہے؟

لطفہائے[3] شہ غمش را در نوشت
شاہ کی مہربانیوں نے اُس کے غم کو لپیٹ دیا

شد کہ صید شہ کند او صید گشت
چلا کہ شاہ کا شکار کرے وہ (خود) شکار بن گیا

ہر کہ در اشکار چوں تو صید شد
جو تجھ جیسے شکار کے شکار میں آگیا

صید را نا کردہ قید او قید شد
شکار کو قید نہ کرکے، خود قید ہوگیا

ہر کہ جویای امیری شد یقیں
جو شخص امیری کا طالب ہوا، یقیناً

پیش از آں او در اسیری شد رہیں
اُس سے پہلے وہ قید میں گروی ہوگیا

عکس میداں نقش دیباجہ جہاں
عالم کے چہرے کے نقش کو اُلٹا سمجھ

نام ہر بندہ جہاں خواجہ جہاں
جہاں کے ہر غلام کا نام جہان کا آقا ہے

---

[1] بے گندم۔ مُرید کو بغیر استعداد کے شیخ کے پاس جانا ایسا ہی ہے جیسے کوئی بغیر گیہوں کے چکی پر جائے تو وہ وہاں سے گرد و غبار میں اَٹی ہوئی داڑھی اور بال سفید کرکے لَوٹے گا۔ آسیای چرخ۔ بے استعداد لوگوں کو بھی آسمان کی گردش سے سوائے بڑھاپے کے آثار کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ لیک۔ آسمان کی یہ چکی بھی اُن کو نفع دیتی ہے جن کے پاس عمل و عقیدہ کا گیہوں ہو۔ اوّل۔ اعمال صالحہ کے ذریعہ جنت کی استعداد پیدا کرنی چاہیئے۔

[2] طفلِ نو۔ بچہ میں شراب و کباب اور قصور و قبّوں سے لذت اٹھانے کی استعداد نہیں ہے۔ حد ندارد۔ بغیر استعداد مستفید نہ ہونے کی بے شمار مثالیں ہیں تو کہاں تک سُنے گا جا استعداد پیدا کر۔ بہر استعداد۔ تعارف کرانے والے نے یہ بھی کہا کہ یہ اب تک استعداد کے حصول میں آپ سے دُور رہا اگرچہ اب بھی پوری استعداد پیدا نہ ہوئی لیکن عشق سے مجبور ہو کر حاضر ہو گیا ہے۔ گفت۔ اُس نے اب یہ سوچا کہ استعداد کی تکمیل بھی جناب کی صحبت سے ہوگی۔ بے زجاں۔ پوری استعداد جسم میں روح آنے کے بعد آتی ہے اور وہ آپ عنایت کرینگے۔

[3] لُطفہای جناب کی مہربانیوں کی توقع نے اُسکو بے غم بنا دیئے ہیں شہ مجھے اس لئے چلا تھا کہ اپنے کمالات سے آپکو مسخر کرے اب یہ آپ کا مسخر ہوگیا۔ ہر کہ۔ ظاہر ہے جو آپ کو مسخر کرنے چلے گا وہ خود مسخر ہو کر رہیگا۔ ہر کہ۔ ہر محبوب چیز کا قاعدہ یہی ہے کہ انسان اُسکو حاصل کرنے کی بجائے اپنے آپ کو اُس کے حوالے کر بیٹھتا ہے۔ عکس۔ دنیا کی باتوں کو برعکس سمجھو جو دنیا کا اسیر ہے وہ دنیا کا امیر کہلاتا ہے۔

[١] اے تنِ کژ فکرتِ معکوس رَو — صد ہزار آزاد را کردی گرو

اے کج فہم اُلٹی چال والے جسم! — تونے لاکھوں آزاد (روحوں) کو گروی کر دیا

مُدّتے بگذار ایں حیلت پُزی — چند دم پیش از اجل آزاد زی

تھوڑی دیر کے لئے اِس حیلہ گری کو چھوڑ دے — موت سے پہلے چند گھنٹے آزاد جی لے

وَر در آزادیت چوں خر راہ نیست — ہمچو دلوت سیر جُز در چاہ نیست

اور اگر گدھے کی طرح آزادی میں تیرا راستہ نہیں ہے — تیری سیر ڈول کی طرح کوئیں کے علاوہ نہیں ہے

[٢] مُدّتے رَو ترکِ جانِ مَن بگو — رَو حریفے دیگرے جُز مَن بجو

تھوڑی دیر کے لئے چلا جا، میری جان چھوڑ دے — جا، میرے علاوہ کوئی دوسرا ساتھی تلاش کر لے

نوبتِ مَن شُد مرا آزاد کُن — دیگرے را غیرِ مَن داماد کُن

میری باری ختم ہو گئی، مجھے آزاد کر دے — میرے علاوہ دوسرے کو داماد بنا لے

اے تنِ صد کارہ تُرکِ مَن بگو — عُمرِ مَن بُردی کسے دیگر بجو

اے معروف جسم! مجھے چھوڑ دے — تو نے میری عمر برباد کر دی کسی دوسرے کو تلاش کر لے

مفتوں شُدنِ قاضی بر زنِ جوحی و در صندوق ماندن

قاضی کا جوحی کی بیوی پر عاشق ہو جانا اور صندوق میں رہ جانا

و نائبِ قاضی، صندوق را خریدن، باز سالِ دوم

اور قاضی کے نائب کا صندوق کو خریدنا پھر گذشتہ سال کی امید پر جوحی

آمدنِ زنِ جوحی بر امیدِ پارینہ و بارِ دیگر گفتنِ قاضی،

کی بیوی کا آنا اور قاضی کا دوسری مرتبہ میں کہنا کہ

کہ مرا آزاد کُن و دیگرے را بخواہ

مجھے آزاد کر دے اور کسی دوسرے کو تلاش کرے

[٣] ہر زماں جوحی ز درویشی بفن — رُو بزن کردے کہ اے دلخواہِ من

جوحی ہر وقت افلاس کی وجہ سے مکر سے — بیوی کا رُخ کرتا، کہ اے میری پسندیدہ:

چوں سلاحت ہست رَو صیدے بگیر — تا بدوشانیم از صیدِ تو شیر

جب تیرے پاس ہتھیار ہے جا شکار پکڑ — تاکہ ہم تیرے شکار سے دودھ دوہیں

قوسِ ابرو تیرِ غمزہ دامِ کید — بہرِ چہ دادت خدا؟ از بہرِ صید

ابرو کی کمان، ادا کا تیر، مکر کا جال — خدا نے تجھے کس لئے دیا ہے؟ شکار کے لئے

[١] اے تن۔ چونکہ جسم کی وجہ سے روح قیدی بنتی ہے تو روح کا جسم کو خطاب ہے کہ تونے لاکھوں آزاد روحوں کو قیدی بنا لیا ہے۔ مدتے۔ تھوڑی دیر کے لئے اپنے مال وجاہ کے کمانے کے حیلوں کو ترک کر دے اور کچھ دن مرنے سے قبل آزادی کی زندگی گزار لے۔ وَر۔ اگر گدھے کی طرح تیری آزادی ناممکن ہے اور ڈول کی طرح تو کنوئیں میں گرنے کا عادی ہے۔

[٢] مدتے۔ کم از کم مجھے ہی رہا کر دے اور میری جگہ کسی اور کو ساتھی بنالے۔ نوبت۔ اب میری رہائی کا وقت آگیا مجھے آزاد کر دے اور کسی اور کو داماد بنالے جیسا کہ آئندہ حکایت میں مذکور ہے کہ قاضی نے جوحی کی بیوی سے کہا تھا۔ صد کارہ۔ سَو کاموں والا، معروف۔

[٣] ہر زماں۔ جوحی مفلس بھی تھا اور شکاری بھی وہ اکثر بیوی سے کہا کرتا کہ تیرے پاس جب ہتھیار ہیں تو شکار کر تاکہ تیرے شکار سے ہمیں فائدہ پہنچے۔ قوس۔ تیرے ہتھیار تیری ابرو کی کمان اور تیری ادا کا تیر اور تیرے مکر کا جال ہے یہ خدا نے تجھے اِسی لئے عطا کئے ہیں تاکہ تو لوگوں کا شکار کرے۔

رو[1] پئے مرغِ شگرفے دام نِہ
جا کسی عجیب پرند کے لئے جال بچھا

دانہ بنما لیک در خوردش مدِہ
دانہ دکھا، لیکن اُس کو کھانے نہ دے

کام بنما و کُن اُورا تلخ کام
مقصد دکھا دے اور اُس کو ناکام کر دے

کے خورد دانہ چو شد در حبسِ دام
دانہ کب کھاتا ہے جب جال کی قید میں ہو گیا

شُد زنِ اُو نزدِ قاضی در گِلہ
اُس کی بیوی شکوہ کرنے قاضی کے پاس گئی

کہ مرا افغاں ز شوئِ دہ دلہ
کہ پراگندہ خیال شوہر سے میری فریاد ہے

قصہ کوتہ کُن کہ قاضی شُد شکار
قصہ مختصر کر، کہ قاضی شکار ہو گیا

از مقال و از جمالِ آں نگار
اُس حسین کے حُسن اور گفتگو سے

گفت[2] ایں دم محکمہ است و غلغلہ
اُس نے کہا، اب تو کچہری اور شور ہے

مَن نتانم فہم کردن ایں گِلہ
میں اِس شکوے کو نہ سمجھ سکوں گا

گر بخلوت آئی اے سروِ سہی
اے سرو سہی! اگر تو تنہائی میں آئے

وز ستمگاریِ شُوشر حم دہی
اور شوہر کے ظلم کی مجھ سے تفصیل بیان کرے

فہم آں بہتر کنم بدہم سزاش
میں اُس کو اچھی طرح سمجھ لوں گا اُسکو سزا دونگا

آنچہ حق باشد توزیں غمگیں مباش
جو کچھ حق ہو گا، تو اُس سے غمگین نہ ہو

مر مرا معلوم گردد حالِ تو
مجھے تیرا حال معلوم ہو جائے

شوہرت را زم بیازم بے عتو
تیرے شوہر کو بغیر اکڑ کے نرم کر دونگا

گفت زن در خانۂ تو نیک و بد
عورت نے کہا آپ کے گھر میں اچھا اور بُرا

ہر دم از بہرِ گِلہ آید رَوَد
شکایت کرنے ہر وقت آتا جاتا ہے

گفت خانہ تو زہر نیک و بدے
اُس نے کہا آپ کے گھر ہر بھلے بُرے کی

باشد از بہرِ گِلہ آمد شُدے
شکایت کے لئے آمد و رفت ہوتی ہے

خانۂ[3] سر جملہ پُر سودا بُوَد
سَر کا سب خانہ سودا سے پُر ہوتا ہے

صدر پُر وسواس و پُر غوغا بُوَد
صدر وسوسہ سے پُر اور غل سے پُر ہوتا ہے

باقیِ اعضا ز فکر آسودہ اَند
بقیہ اعضاء فکر سے آسودہ ہیں

واں صدور از صادراں فرسودہ اَند
اور وہ صدور آنے والوں سے گھسے ہوئے ہیں

ہمچو شاخ از برگ و از میوہ کُہن
شاخ کی طرح پرانے پتہ اور میوہ سے

گرد خالی تا رسد از امرِ کُن
خالی بن جا، تاکہ کُن کے حکم سے (پھل) آئیں

---

[1] رَو۔ تو جا کسی اچھے پرند کو یعنی حسن کو دانہ دکھا اور کھانے نہ دینا۔ اپنے حُسن کا گرویدہ کرلے لیکن اُس سے پھنس نہ جانا۔ تلخ کام۔ محروم کے خورد۔ جال میں پھنس جانے کے بعد پرندے سے دانہ نہیں کھایا جاتا۔ شُد زن۔ جُحی کی بیوی قاضی کو شکار بنانے کی فکر میں لگی اور قاضی کی عدالت میں جاکر شوہر کی شکایتیں کیں۔ دہ دلہ یعنی اُس کا تعلق مختلف عورتوں سے ہے۔ شکار۔ قاضی جُحی کی بیوی کے دام میں آگیا۔

[2] گفت۔ قاضی نے جُحی کی بیوی سے کہا کہ اِس وقت تو کچہری کا وقت ہے اور یہ شور و غل ہے میں اِس وقت پوری طرح تیری شکایت نہ سمجھ سکوں گا۔ سروِ سہی۔ وہ سرو کا درخت جس کے دو شاخیں سیدھی ہوں۔ بے عتو یعنی تیرے شوہر میں سرکشی نہ رہیگی۔ گفت زن۔ عورت نے کہا آپ کے گھر میں تنہائی نہ ہو سکے گی لوگوں کی آمد و رفت زیادہ ہے۔

[3] خانۂ سر۔ مولانا نے قاضی کے گھر کی تشبیہ دیکر دنیا داروں کے قلب و دماغ کے بارے میں ارشادی بیان شروع کر دیا ہے کہ اِن لوگوں کا سر فکروں سے پُر رہتا ہے اور سینہ میں ہر وقت وسوسے بھرے رہتے ہیں باقی اعضاء رنج و مصیبت میں بچتے ہیں اور باقی اعضاء آرام سے رہتے ہیں عاد ماں یعنی دل فکر

[illegible]

بَرگہا و میوہ ہائے نورِ غیب — از پَئے آں کہنگی بے ہیچ ریب

غیب کے نور کے پتّے اور میوے — اُس پُرانے پن کے بعد بغیر کسی شک کے

دَرخزان و بادِ خوفِ حق گریز — آں شقائقہائے پارین رابریز

اللہ (تعالیٰ) کے ڈر کی ہوا اور خزاں کیطرف بھاگ — لالہ کے اُن پُرانے پھولوں کو گرادے

کیں شقائق منعِ نو اشگوفہاست — کہ درختِ دل برائے آں نماست

کیونکہ یہ گُلِ لالہ اُن نئے شگوفوں کی روک ہیں — جن کے لئے دل کے درخت کا نشو ونما ہے

خویش را در خواب کُن زیں افتکار — سَر ز زیرِ خواب دَر یقظت بر آر

اپنے آپ کو اس فکر سے نیند میں کر دے — سَر کو نیند کے نیچے سے بیداری میں نکال

ہمچو آں اصحابِ کہف اے خواجہ زُود — رَو بِا یقاظاً کہ تحسبہم رقود

اے صاحب! اصحابِ کہف کی طرح جلد ہی — تو انکو بیدار سمجھتا ہے وہ سوئے ہوئے ہیں کیطرف جا

گفت قاضی اے صنم تدبیر چیست — گفت خانہ ایں کنیزک بس تہیست

قاضی نے کہا، اے صنم! تدبیر کیا ہے؟ — بولی، اِس لونڈی کا گھر بالکل خالی ہے

خصم دَرده رَفت و حارس نیز نیست — بہرِ خلوت سخت نیکو مسکنےست

مدعیٰ علیہ، گاؤں کو گیا ہے اور چوکیدار بھی نہیں ہے — تنہائی کے لئے بہت عمدہ گھر ہے

اِمشب ار امکاں بُود آنجا بیا — کارِ شب بے شُمعہ است و بے ریا

اگر ممکن ہو تو آج رات وہاں آجایئے — رات کا کام بغیر شہرت اور بغیر دکھاوے کے ہوتا ہے

جملہ جاسُوساں زخمرِ خواب مست — زنگیِ شب جملہ را گردن زدست

سب جاسوس نیند کی شراب سے مست ہیں — رات کے حبشی نے سب کی گردن کاٹ دی ہے

خواند بر قاضی فسونہائے عجب — آں شکرلب وانگہانے از چہ لب

قاضی پر عجیب منتر پڑھے — اُس شکرلب نے اور پھر کیسے لب سے

چند با آدمؑ بلیس افسانہ کرد — چونکہ حوا گفت خور آنگاہ خورد

شیطان نے حضرت آدمؑ کیساتھ بہت افسانے کہے — جب حوا نے کہا کھا لیجئے تب کھا لیا

اوّلیں خوں دَر جہانِ ظلم و داد — از کفِ قابیل بہرِ زن فتاد

ظلم اور انصاف کی دنیا میں سب سے پہلا خون — عورت کی خاطر قابیل کے ہاتھ سے ہوا

نوحؑ بر تابہ چو بریاں ساختے — واہلہ بر تابہ سنگ انداختے

(حضرت) نوحؑ جب توے پر بھونتے — واہلہ توے پر پتھر ڈال دیتی

لہ برگہا۔ غیبی خیالات اُسی وقت آئیں گے جبکہ پُرانے خیالات ختم کر دیئے جائیں۔ درخزاں۔ اللہ تعالیٰ کے خوف کی خزاں اُن پُرانے خیالات کے گُل و برگ کو جھاڑ دیگی۔ کیں۔ دنیاوی خیالات کے ازالہ کے بعد صحیح خیالات پیدا ہونگے۔ خویش را۔ اِن فکروں سے اپنے آپ کو نیند میں کر دے اور پھر وہ خیالات پیدا ہونگے جو دراصل بیداری ہیں ورنہ دنیوی خیالات تو خوابِ غفلت ہیں۔

لہ ہمچو۔ جس طرح اصحابِ کہف کو لوگ سمجھتے تھے کہ وہ جاگ رہے ہیں اور حقیقتاً وہ سوئے ہوئے تھے اسی طرح تو اپنے آپ کو دنیوی خیالات کے اعتبار سے بنالے یعنی لوگ تجھے اِن خیالات سے باخبر سمجھیں اور تو اُن سے بے خبر ہو۔ قاضی۔ قاضی نے کہا کہ اگر خلوت کے لئے میرا گھر مناسب نہیں ہے تو پھر کیا ہونا چاہیئے۔ کنیزک۔ جوحی کی بیوی نے کہا میرا گھر بالکل خالی ہے شوہر گاؤں کو گیا ہے اور یہاں کوئی نگراں بھی نہیں ہے۔ امشب۔ آپ رات میں وہاں آجایئے۔ شب میں جو کام ہوتا ہے وہ چھپا رہتا ہے لوگ اسکو نہیں دیکھ سکتے۔

لہ جملہ جاسوساں۔ رات نے جاسوسوں کو بھی سُلا دیا ہوگا خواند۔ قاضی، جوحی کی بیوی کے فریب میں آگیا۔ حوا۔ حضرت آدمؑ بھی حوا کے فریب کھا گئے تھے۔ قابیل۔ حضرت آدمؑ کی اولاد میں قابیل نے بھی ہابیل کو عورت کی وجہ سے قتل کیا

تھا نوح۔ حضرت نوحؑ وعظ کہتے تھے تو انکی کافرہ بیوی واہلہ انکے خلاف سازش کرتی تھی۔

مکرِ زن بر فنِ اُو چیرہ شُدے | آبِ صافِ وعظِ اُو تیرہ شُدے
عورت کا مکر اُن کی تدبیر پر غالب آجاتا | اُن کے وعظ کا صاف پانی، گدلا ہوجاتا

قوم را پیغام کردے از نہاں | کہ نگہدارید دیں از گمرہاں
وہ چپکے سے قوم کو پیام بھیج دیتی | کہ دین کو اِن گمراہوں سے بچاؤ

لوطؑ را زن ہمچنیں بُد کافرہ | خواندہ باشی قصۂ آں فاجرہ
اسی طرح (حضرت) لوطؑ کی بیوی کافرہ تھی | تونے اُس بدکار کا قصہ پڑھا ہوگا

یوسفؑ از کیدِ زلیخای جواں | ماند در زنداں برای امتحاں
(حضرت) یوسفؑ جوان زلیخا کے مکر سے | آزمائش کے لئے قیدخانہ میں رہے

ہر بَلا کاندر جہاں بینی عیاں | باشد از شومیِ زن در ہر مکاں
تو دنیا میں جو مصیبت بھی کھُلی دیکھے گا | ہر جگہ عورت کی نحوست سے ہوگی

رفتنِ قاضی بخانۂ زنِ جوحی و حلقہ زدن جوحی تند بخشم بر

قاضی کا جوحی کی بیوی کے گھر پہنچنا اور جوحی کا غصہ سے دروازے کی کُنڈی کھٹکھٹانا

در و گریختن قاضی در اندرونِ صندوق چوں محلِ دیگر نبود

اور قاضی کا صندوق کے اندر گھس جانا چونکہ دوسری جگہ نہ تھی

مکرِ زن پایاں ندارد رفت شب | قاضیِ زیرک سُوی زن بہر دب
عورت کا مکر انتہا نہیں رکھتا، چلا رات کو | سمجھدار قاضی عورت کی جانب بغل کے لئے

زن چو شمع و نُقلِ مجلس راست کرد | زاں نوازش شاد شُد قاضیِ فرد
جب عورت نے شمع اور مجلس کا نقل تیار کرلیا | یکتا قاضی اُس نوازش سے خوش ہوگیا

چونکہ بنشستند باہم ساعتے | تا بر آسایند اندر خلوتے
جب دونوں تھوڑی دیر مل کر بیٹھے | تاکہ تنہائی میں آرام کریں

چوں نشست اُو پہلوئے زن بامُراد | گشت جانِ پُر غمش زاں وصل شاد
وہ جب عورت کے پہلو میں بامُراد بیٹھا | اُس کی غم بھری جان اُس کے وصل سے خوش ہوگئی

اندر آں دم جوحی آمد در بزد | جُست قاضی مَہربے تا در خزد
فوراً ہی جوحی آیا، دروازہ کھٹکھٹایا | قاضی نے بھاگنے کی جگہ تلاش کی تاکہ گھس جائے

غیرِ صندوقے ندید اُو خلوتے | رفت در صندوق از خوفِ آں فتے
صندوق کے سوا اُس نے کوئی خلوت نہ دیکھی | وہ اُس جوان کے ڈر سے صندوق میں گھس گیا

لے مکرِ زن۔ اُنکے وعظ و نصیحت کے صاف پانی کو مکدر کردیتی تھی۔ قوم را۔ لوگوں سے کہتی تھی کہ اس بے دین سے اپنے دین کو بچاؤ۔ لوطؑ را۔ حضرت لوطؑ کی بیوی بھی حضرت لوطؑ کے امرد مہمانوں کی خبر قوم کو دے دیتی تاکہ وہ بدکاری کریں۔ یوسفؑ۔ حضرت یوسفؑ زلیخا کے مکر کی وجہ سے قیدخانے میں رہے۔ ہر بلا۔ غرضکہ اکثر فتنہ و فساد کا سبب عورتیں ہیں۔

۵۲ رفتن قاضی۔ قاضی جوحی کے گھر پہنچ گیا اور نتیجہ میں صندوق میں بند ہوگیا۔ مکرِ زن۔ عورتوں کے مکر کے لاتعداد قصّے ہیں انکو کہاں تک بیان کیا جائے۔ دَب۔ یعنی زناکاری۔ زن چو۔ عورت نے شمع اور نُقلِ محفل تیار کیا تو قاضی بہت خوش ہوا۔ چونکہ۔ قاضی جوحی کی بیوی سے مل کر بیٹھا تاکہ تنہائی میں آرام کرے تو بہت خوش ہوا۔

۵۳ اندر۔ جس وقت دونوں مل کر بیٹھے فوراً ہی جوحی آپہنچا۔ مَہرب۔ بھاگنے کی جگہ۔ غیرِ صندوقے۔ بھاگنے کے لئے کوئی جگہ نہ ملی تو وہاں جو صندوق تھا اُس میں گھس کر بیٹھ گیا۔ فتے۔ نوجوان یعنی جوحی۔

اندر آمد جوحی و گفت اے حریف ۔ اے وبالم در ربیع و در خریف

جوحی اندر آیا اور بولا، او دشمن! ۔ او ربیع و خریف میں میرا وبال!

من چہ دارم کہ فدایت نیست آں ۔ کز من فریاد داری ہر زماں

میں کیا رکھتا ہوں، جو تجھ پر فدا نہیں ہے ۔ کہ تو ہر وقت میری شکایت کرتی ہے

گفت شخصے نزدِ قاضی رفتۂ ۔ در حقم ناگفتنیہا گفتۂ

ایک شخص نے بتایا، کہ تو قاضی کے پاس گئی ۔ میرے بارے میں تو نے بہت سی ان کہنی کہیں

بر لبِ خشکم کشادستی زباں ۔ گاہ مفلس خوانیم گہ قلتباں

میرے خشک ہونٹ پر تو نے زبان کھولی ۔ تو کبھی مجھے مفلس کہتی ہے، کبھی دیوث

ایں دو علت گر بود ایجاں مرا ۔ آں یکے از تست و دیگر از خدا

اے جان! اگر یہ دو علتیں ہیں بھی ۔ تو ایک تیری طرف سے اور دوسری خدا کی جانب سے ہے

من چہ دارم غیر ایں صندوق کاں ۔ ہست مایہ تہمت و پایہ گماں

میں صندوق کے علاوہ کیا رکھتا ہوں، کہ وہی ۔ تہمت کا سرمایہ اور (بد) گمانی کی جڑ ہے

خلق پندارند زر دارم دروں ۔ داد وا گیرند از من زیں ظنون

لوگ سمجھتے ہیں میں اندر سونا رکھتا ہوں ۔ ان گمانوں سے لوگ مجھ سے بخشش روک لیتے ہیں

صورتِ صندوق بس زیباست لیک ۔ از عروض و سیم و زر خالیست نیک

صندوق کی صورت بہت اچھی ہے، لیکن ۔ سامان اور چاندی اور سونے سے بالکل خالی ہے

چوں تنِ زراق خوب و باوقار ۔ اندراں سلہ نیابی غیر مار

مکار کے جسم کی طرح اچھا اور باوقار ہے ۔ تو اس پٹارے میں بجز سانپ کے کچھ نہ پائیگا

من برم[3] صندوق فردا را بکو ۔ پس بسوزم درمیانِ چارسو

میں صندوق کو کل کوچہ میں لے جاؤں گا ۔ پھر چوراہے میں جلاؤں گا

تا بہ بیند مومن و گبر و جہود ۔ کاندریں صندوق جز لعبت نبود

تاکہ مسلمان اور نصرانی اور یہودی دیکھ لیں ۔ کہ اس صندوق میں سوائے مذاق کے کچھ نہ تھا

گفت زن ہی درگذر اے مرد زیں ۔ خورد سوگند آں کہ نکنم جز چنیں

عورت نے کہا ہاں اے مرد! اس سے درگذر کر ۔ اس نے قسم کھائی کہ میں اسکے سوا کچھ نہ کروں گا

بارسن صندوق را در دم بہ بست ۔ خویشتن را کردہ بد مانندِ مست

صندوق کو فوراً رسی سے باندھا ۔ اس نے اپنے آپ کو دیوانہ کی طرح بنا رکھا تھا

---

[1] اندر۔ جوحی گھر میں آکر بیوی پر بگڑا کہ تو میرے لئے ہر موسم میں وبال ہے۔ من چہ دارم۔ میں نے تیرے اوپر اپنی ہر چیز قربان کر رکھی ہے پھر تو کیوں شکایت کرتی پھرتی ہے۔ گفت۔ مجھے ایک شخص نے بتایا ہے کہ تو نے قاضی کے یہاں جاکر میرے بارے میں بہت نامناسب باتیں کہی ہیں۔

[2] بر لبِ خشکم۔ یعنی میری ہر طرح کی خاموشی کے باوجود تو نے زبان درازی کی ہے۔ قلتباں۔ دیوث۔ آں یکے۔ اگر میں دیوث ہوں تو اس کا سبب تیری آوارگی ہوگی۔ دیگر۔ اگر میں مفلس ہوں تو خدا نے مجھے مفلس بنایا ہے۔ من چہ دارم۔ گھر میں صندوق کے علاوہ اور کیا ہے اسی کی وجہ سے مجھ پر تہمتیں لگتی ہیں، لوگ سمجھتے ہیں کہ اس میں بہت کچھ مال و زر ہے حالانکہ یہ خالی ہے۔ خلق۔ اسی صندوق کی وجہ سے لوگ مجھے مالدار سمجھ کر صدقہ و خیرات بھی نہیں دیتے ہیں۔ صورت۔ صندوق اوپر سے تو بہت اچھا ہے لیکن اندر سے خالی ہے۔ چوں۔ اس کی حالت وہی ہے جیسے مکار پیر کی۔ مار۔ یعنی برے اخلاق۔

[3] من برم۔ میں تہمت کی اس جڑ کو صبح کو چوراہے پر پھونکوں گا۔ لعبت یعنی مذاق۔ گفت زن۔ عورت نے کہا ایسا نہ کرنا اس نے قسم کھا کر کہا ضرور کرونگا۔ بارسن۔ جوحی نے اپنے آپ کو دیوانہ بنا رکھا تھا اس نے فوراً صندوق کو رسی سے باندھ دیا۔

ازبگہ[1] حمال آورد اُو چو باد ‌ ‌ ‌ زُود آں صندوق بر پُشتش نہاد
صبح سے ہوا کی طرح حمال کو لے آیا ‌ ‌ ‌ فوراً صندوق اُس کی کمر پر رکھا

اندر آں صندوق قاضی از نکال ‌ ‌ ‌ بانگ میزد کاے حمال وائے حمال
اُس صندوق کے اندر قاضی تکلیف سے ‌ ‌ ‌ چیخ رہا تھا کہ اے حمال اور اے حمال!

کرد آں حمال پیش و پس نظر ‌ ‌ ‌ کز چہ سُو در میرسد بانگ و خبر
اُس حمال نے آگے اور پیچھے دیکھا ‌ ‌ ‌ کہ آواز اور اطلاع کس جانب سے آ رہی ہے؟

ہاتف ست ایں ای مَن اے عجب ‌ ‌ ‌ یا پری ام می کند پنہاں طلب
ہائے تعجب! یہ مجھے پکارنے والا غیبی فرشتہ ہے ‌ ‌ ‌ یا پری خفیہ طور پر مجھے بُلا رہی ہے

چوں پیاپے گشت آں آواز بیش ‌ ‌ ‌ گفت ہاتف نیست باز آمد بخویش
جب وہ آواز پے در پے بڑھی ‌ ‌ ‌ بولا غیبی فرشتہ نہیں ہے، ہوش میں آیا

عاقبت[2] دانست کاں بانگ و فغاں ‌ ‌ ‌ بُد ز صندوق و کسے در وے نہاں
انجام کار سمجھ گیا، کہ وہ آواز اور فریاد ‌ ‌ ‌ صندوق میں سے تھی اور اُس میں کوئی چھپا ہوا ہے

عاشقے کو در غمِ معشوق رفت ‌ ‌ ‌ گرچہ بیرونست در صندوق رفت
وہ عاشق جو معشوق کے غم میں پڑا ‌ ‌ ‌ اگرچہ باہر ہے، وہ صندوق میں گیا

عمر در صندوق بُرد از اندہاں ‌ ‌ ‌ جُز کہ صندوقے نہ بیند در جہاں
اُس نے غموں سے صندوق میں عمر گذاری ‌ ‌ ‌ وہ صندوق کے سوا دنیا میں کچھ نہیں دیکھتا

آں سرے[3] کہ نیست فوقِ آسماں ‌ ‌ ‌ از ہوس اُو را دراں صندوق داں
وہ سر جو آسمان کے اوپر نہیں ہے ‌ ‌ ‌ ہوس کی وجہ سے، اُس کو صندوق میں سمجھ

چوں ز صندوقِ بدن بیروں رود ‌ ‌ ‌ اُو ز گورے سوئے گورے می شود
وہ جب جسم کے صندوق سے باہر جائے گا ‌ ‌ ‌ تو وہ ایک قبر سے دوسری قبر کی جانب جا رہا ہے

ایں سخن پایاں ندارد قاضیش ‌ ‌ ‌ گفت اے حمال وائے صندوق کش
اِس بات کا خاتمہ نہیں ہے، قاضی نے اس سے ‌ ‌ ‌ کہا اے حمال! اور اے صندوق لے جانے والے!

از مَن آگہ کُن درونِ محکمہ ‌ ‌ ‌ نائبم را زُود تر با ایں ہمہ
میرے بارے میں دفتر میں خبر کر دے ‌ ‌ ‌ میرے نائب کو، بہت جلد مع اِس واقعہ کے

تا خرد ایں را بزر زیں بے خرد ‌ ‌ ‌ ہمچنیں بستہ بخانہ ما برد
تاکہ اس بے عقل سے، روپے دیکر اُسکو خرید لے ‌ ‌ ‌ اسی طرح بندھا ہوا ہمارے گھر لے جائے

[1] ازبگہ۔ صبح کو ہوا کی طرح دوڑ کر ایک حمال کو بلا لایا۔ اندر۔ جب حمال صندوق لے کر چلا تو قاضی حمال کو آوازیں دینے لگا۔ کرد۔ حمال حیران ہو کر آگے پیچھے دیکھنے لگا۔ ہاتف۔ حمال کو جب کوئی نظر نہ آیا تو سوچا کوئی غیبی فرشتہ یا پری مجھے پکار رہی ہے۔ چوں پیاپے۔ مسلسل آوازوں کی وجہ سے سمجھا کہ ہاتف نہیں ہے۔

[2] عاقبت۔ بالآخر سمجھ گیا کہ کوئی صندوق میں بند ہے اور وہ پکار رہا ہے۔ عاشقے۔ مولانا فرماتے ہیں عاشق بھی اگرچہ بظاہر باہر ہے لیکن وہ عشق کے صندوق میں بند ہے۔ عمر۔ عاشق کی عمر بھی غموں کے صندوق میں گذرتی ہے اُس کو دنیا کی کسی چیز کی خبر نہیں ہوتی۔

[3] آں سرے۔ عاشق کی تخصیص نہیں بلکہ جو شخص بھی زمین کی چیزوں کا دلدادہ ہے اُس کا یہی حال ہے۔ چوں۔ یہ مرتے وقت گویا ایک صندوق سے قبر کے صندوق میں منتقل ہوا ہے۔ گفت۔ بالآخر قاضی نے حمال سے کہا تو دوڑ کر میری اِس حالت کی خبر میری عدالت میں میرے نائب کو پہنچا دے۔ تا خرد۔ تاکہ میرا نائب آکر اِس صندوق کو جوجی سے خرید لے اور صندوق بندکا بند میرے گھر پہنچا دے۔

اے خدا بگمار قوم رحم مند | تا ز صندوقِ بدن ماں وا خرند
اے خدا! رحم والی قوم کو مقرر کر دے | تاکہ جسم کے صندوق سے ہمیں خرید لے

خلق را از بندِ صندوقِ فسوں | کہ خرد جز انبیاء و مرسلوں
جادو کے صندوق کی قید سے مخلوق کو | کون خریدتا ہے انبیاء اور رسولوں کے علاوہ؟

از ہزاراں یک کسے خوش منظر است | کہ بداند کو بصندوق اندر است
ہزاروں میں سے کوئی ایک خوش نظر ہے | کہ سمجھ لے، کہ وہ صندوق میں ہے

آنکہ داند تو نشانش ایں شناس | کہ ز روح ایں جہاں دارد ہراس
جو جانتا ہے اس کی نشانی تو یہ سمجھ لے | کہ وہ اس دنیا کی راحت سے ڈرتا ہے

او جہاں را دیدہ باشد پیش ازاں | تا بداں ضد ایں ضدش گردد عیاں
اس نے جہان (عالمِ آخرت) کو اس سے پہلے دیکھ لیا ہو | جس سے اس ضد کے ذریعہ یہ ضد ظاہر ہو گئی

زیں سبب کہ علم ضالۂ مومن است | عارفِ ضالۂ خود است و موقن است
اس لئے کہ علم مومن کی گم شدہ چیز ہے | وہ اپنی گم شدہ چیز کو پہچاننے والا اور یقین کرنے والا ہے

آنکہ ہرگز روزِ نیکو خود ندید | او دریں ادبار کے خواہد طپید
وہ شخص جس نے اپنا بھلا دن کبھی نہیں دیکھا | وہ اس نحوست میں کب تڑپے گا!

یا بطفلی در اسیری او فتاد | یا خود از اول زمادر بندہ زاد
یا تو بچپن سے قید میں پھنس گیا ہے | یا خود شروع ہی سے ماں سے غلام پیدا ہوا ہے

ذوقِ آزادی ندیدہ جانِ او | ہست صندوقِ صُوَر میدانِ او
اس کی جان نے آزادی کا مزہ نہیں دیکھا | صورتوں کا صندوق اس کا میدان ہے

دائماً محبوس عقلش در صُوَر | از قفص اندر قفص دارد گذر
اس کی عقل ہمیشہ صورتوں میں مقید ہے | پنجرے سے پنجرے میں گزر رکھتا ہے

منفذش نے از قفص سوئے علا | در قفصہا می رود از جا بجا
اس کا پنجرے سے بلندی کی طرف راستہ نہیں ہے | پنجروں میں ایک جگہ سے دوسری جگہ پھرتا ہے

در نُبی اِن استطعتم فانفذوا | ایں سخن با جن و انس آمد ز ہو
قرآن میں "اگر تم سے ہو سکے نکل جاؤ" | اللہ (تعالیٰ) کی جانب سے یہ خطاب جن اور انس کو آیا

کوئی قدر نہ ہوگی انکی پوری زندگی غلامی کے صندوق میں گزری ہے۔ دائماً۔ وہ محض صورتوں میں محبوس ہے انکی عقل صورت کے ایک پنجرے سے صورت کے دوسرے پنجرے میں منتقل ہوتی رہتی ہے۔ منفذش۔ انکے پنجرے میں کوئی ایسا سوراخ بھی نہیں ہے جس سے وہ بلندی کی طرف نظر کر سکے۔ در نبی۔ قرآن میں انہی بے سوراخ کے پنجرے میں پھنسے ہوئے

لہ اے خدا۔ مولانا دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کو متوجہ کر دے کہ وہ ہمیں بھی اسی طرح خرید لیں مخلوق۔ وہ خریدار انبیاء اور رسول ہیں اور انکے وارث۔ از ہزاراں۔ اہل دنیا صندوق میں بند ہیں لیکن یہ احساس بہت کم لوگوں کو ہے۔ آنکہ جس کو یہ احساس ہے اس کی پہچان یہ ہے کہ وہ اس دنیا کی راحتوں سے گھبراتا ہے۔ او جہاں را۔ وہ اس تنگ دنیا کو صندوق اس لئے سمجھے گا کہ عالمِ آخرت کی فراخی دیکھ چکا ہوگا ایک ضد دوسری ضد کے دیکھنے کے بعد خوب سمجھ میں آتی ہے۔

ؑ زیں سبب۔ مومن کا اصل وطن چونکہ عالمِ آخرت ہے اس لئے وہ اس کو پہچان لیتا ہے اور اس کے بالمقابل دنیا کو ایک صندوق سمجھتا ہے اس لئے آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ ہر حکمت اور دانائی مسلمان کی ایک گم شدہ چیز کی طرح ہے وہ جہاں بھی اس کو دیکھتا ہے پہچان لیتا ہے کہ یہ چیز تو میری ہے۔ آنکہ۔ جس شخص نے اچھے دن دیکھے ہوں وہ نحوست میں تڑپے گا اور جس کی پوری زندگی نحوست میں گذری ہو وہ نحوست سے کب بے چین ہوگا۔ یا بطفلی۔ جس شخص کی پوری زندگی غلامی میں گذری ہو یا مادر زاد غلام ہو وہ آزادی کی لذت سے واقف نہیں ہوتا۔

ؑ ذوق۔ آزادی کی

یا معشر الجن والانس ان استطعتم ان تنفذوا من اقطار السموات والارض فانفذوا ۔ اگر ہو سکے تو آسمان اور زمین کے کناروں سے گزر جاؤ تو گزر جاؤ۔

گفت[۱] منفذ نیست از گردونِ شاں — جز بسلطان و بوحیِ آسماں

فرمایا اُن کے لئے آسمان سے راستہ نہیں ہے — قوت اور آسمان کی وحی کے علاوہ

(۴۹) گر ز صندوقے بصندوقے رَوَد — اُو سمائی نیست صندوقی بُوَد

اگر ایک صندوق سے دوسرے صندوق میں جاتا ہے — وہ آسمانی نہیں ہے، صندوقی ہے

فرجہ صندوقِ نو نو مُسکر ست — در نیابد کُو بصندوق اَندر ست

نئے نئے صندوق کی تفریح مدہوش کرنیوالی ہے — وہ نہیں جانتا کہ وہ صندوق کے اندر ہے

گر نشُد غرّہ بدیں صندوقہا — ہمچو قاضی جوید اطلاق و رہا

اگر وہ اِن صندوقوں پر فریفتہ نہیں ہوا — تو وہ قاضی کی طرح چھٹکارا اور رہائی ڈھونڈیگا

آنکہ[۲] داند ایں نشانش آں شناس — کُو نباشد بے فغان و بے ہراس

جو جانتا ہے یہ اُس کی نشانی سمجھ — کہ وہ بے فریاد اور بے خوف نہ ہوگا

ہمچو قاضی باشد اُو در ارتعاد — کے شود زاں غم دلش یک لحظہ شاد

وہ قاضی کی طرح لرزنے میں ہوگا — اُس کا دل اس غم سے ایک لمحہ کیلئے کب خوش ہوگا؟

رہروے را گفت آں حمال شاد — کہ برو در محکمہ قاضی چو باد

اُس حمال نے ایک راہگیر سے خوش ہوکر کہا — کہ ہوا کی طرح قاضی کے دفتر میں چلا جا

نائبش را گوی کیں شد واقعہ — بر سرِ قاضی بیامد قارِعہ

اُس کے نائب سے کہدے کہ یہ واقعہ ہوا — قاضی کے سر پر قیامت آگئی

شغل[۳] را بگذار و زُود اینجا بیا — زُو بخر سر بستہ ایں صندوق را

کام کو چھوڑے اور جلد یہاں آجائے — فوراً اُس بند صندوق کو خرید لے

چونکہ رہرو شُد رسالت را رساند — ہر کہ زُو بشنید ایں خیرہ بماند

جب وہ راہگیر پہنچا، پیغام پہنچایا — جس نے اُس سے یہ سُنا حیران رہ گیا

بُرد القصہ خبر صندوق کش — نائبِ قاضی حسن را از غمش

قصہ مختصر صندوق اٹھانیوالے کی اطلاع نے ہوش — قاضی حسن کے نائب کو اُس کے غم کی وجہ سے

آتشے بر کردہ جوحی از مَلاً! — کہ بخواہم سوخت ایں صندوق را

جوحی نے برملا آگ جلا رکھی تھی — کہ میں اِس صندوق کو جلاؤں گا

بر سرِ بازار جوشش عامہ — چیست جوحی می نہد ہنگامہ

سرِ بازار عوام کا جوشش ہے — کیا ہے؟ جوحی نے ہنگامہ بپا کر رکھا ہے

۱۔ منفذ۔ قرآن نے اُن لوگوں کے بارے میں فرمایا کہ اُن کیلئے اگر کوئی منفذ اور گذرنے کا راستہ ہے تو وحیِ الٰہی اور طاقت کے ذریعہ اُنکو حاصل ہو سکتا ہے۔ گر۔ یہ دنیادار آسمانی نہیں بلکہ دنیا کا صندوقی ہے۔ فرجہ۔ یہ دنیا کے لذائذ میں مست ہے جس کی وجہ سے یہ بھی نہیں سمجھتا کہ وہ صندوق میں بند ہے۔ گر نشد۔ اگر وہ اُن صندوقوں پر فریفتہ نہ ہوتا تو قاضی کی طرح اُن سے نکلنے کی کوشش کرتا۔

۲۔ آنکہ۔ جو یہ سمجھتا ہے کہ وہ دنیا کے صندوق میں مقید ہے وہ ہر وقت آہیں بھرتا ہے۔ ہمچو قاضی۔ وہ جوحی کے صندوق میں بند قاضی کی طرح لرزتا ہے۔ رہروے۔ اب پھر قاضی کا قصہ شروع کیا ہے۔ قاضی کے کہنے سے حمال نے ایک رہرو سے کہا کہ جلد جاکر قاضی کے نائب کو سارا قصہ بتادے۔ قارعہ۔ قیامت کے ناموں میں سے ہے۔

۳۔ مختصر را۔ نائب سے کہدے کہ وہ کام چھوڑ کر جلد آجائے اور اس بند صندوق کو خرید کرلے جائے۔ چونکہ۔ اس شخص کی بات پر قاضی کے متعلقین حیران رہ گئے۔ برد۔ الغرض اُس آدمی کی اطلاع نے قاضی حسن کے نائب کے ہوش اُڑا دیئے۔ آتشے۔ اِس طرف جوحی نے یہ حرکت کی کہ چوراہے پر آگ جلائی کہ میں آج اِس صندوق کو جلا کر رہونگا۔ برسرِ بازار۔ سرِ بازار عوام کا جمگھٹا ہو گیا۔

آمدنِ[۱] نائبِ قاضی میانِ بازار و خرید کردن صندوق را از جوحی

قاضی کے نائب کا بازار میں آنا اور جوحی سے صندوق خرید لینا

نائب آمد گفت صندوقت بچند
نائب آیا، اُس نے کہا تیرا صندوق کتنے کا ہے؟

گفت نہصد بیشتر زر مید ہند
اُس نے کہا نو سو سے زیادہ قیمت دے رہے ہیں

مَن نمی آیم فروتر از ہزار
میں ایک ہزار سے نیچے نہ اُتروں گا

گر خریداری کُشا کیسہ بیار
اگر تو خریدار ہے، تھیلی کھول، لا

گفت شرمے دار اے کوتہ نمد
اُس نے کہا، اے مفلس! شرم کر

قیمتِ صندوق خود پیدا بوُد
صندوق کی قیمت خود ظاہر ہے

گفت شرمے دار از اہلِ خرد
اُس نے کہا، عقلمندوں سے شرما

کس بدیں مقدار ایں را کے خرد
کوئی اِس مقدار پر اِس کو کب خریدیگا؟

گفت[۲] بے رُویت شرٰی خود فاسد است
اُس نے کہا بغیر دیکھے خود خریداری فاسد ہے

بیعِ ما زیرِ گلیم ایں راست نیست
گدڑی کے نیچے، ہماری بیع صحیح نہیں ہے

بر کُشایم گر نمی ارزد مخر
میں کھولتا ہوں، اگر اتنے کا نہ ہو نہ خرید

تا نباشد بر تو حیفے اے پدر
تاکہ اے باوا! تجھ پر ظلم نہ ہو

گفت اے ستّار بر مکشای راز
اُس نے کہا اے پردہ پوش! راز نہ کھول

سر بہ بستہ می خرم بامن بساز
میں بندھا ہوا خریدتا ہوں مجھ سے طے کرلے

ستر کُن تا بر تو ستّاری کنند
پردہ پوشی کر تاکہ تجھ پہ پردہ پوشی کریں

تا نہ بینی ایمنی بر کس مخند
جب تک تو اطمینان نہ دیکھ لے کسی پر نہ ہنس

پس[۳] دریں صندوق چوں تو ماندہ اند
اِس صندوق میں تجھ جیسے بہت سے رہے ہیں

خویش را اندر بلا بنشاندہ اند
اُنھوں نے اپنے آپ کو بلا میں بٹھا رکھا ہے

آنچہ بر تو خواہِ آں باشد پسند
جس چیز کی خواہش تجھے اپنے لئے پسند ہو

بر دگر کس آں کُن از نفع و گزند
نفع اور نقصان سے دوسرے پہ وہی کر

آنچہ تو بر خود روا داری ہماں
جس چیز کو تو اپنے لئے روا رکھے، وہی

می بکُن از نیک و از بد با کساں
اچھے اور بُرے میں سے لوگوں کے ساتھ کر

میں بند ہیں۔ آنچہ۔ جس طرح تو اپنے صندوق میں بند ہونے پہ مذاق پسند نہیں کرتا ہے دوسروں کی بھی مذاق نہ اُڑا۔ آنچہ۔ جو کچھ اچھا بُرا، انسان اپنے لئے پسند کرے وہی دوسرے کیلئے پسند کرے۔

۱ آمدن۔ اُس آدمی کی اطلاع پر قاضی حسن کا نائب چوراہے پر پہنچ گیا۔ نائب۔ نائب نے آکر جوحی سے صندوق کی خریداری کا معاملہ شروع کیا تو جوحی نے ہزار اشرفیاں قیمت بتائی اور کہا کہ نو سو اشرفیاں لگ چکی ہیں لیکن میں ہزار سے کم میں نہ دونگا اگر تو خریدار ہے تو تھیلی نکال اور ہزار اشرفیاں دیدے۔ گفت۔ نائب نے جوحی سے کہا کہ کچھ شرم کر معمولی صندوق کی اتنی قیمت مانگتا ہے۔

۲ گفت۔ جوحی نے نائب کو مزید پریشان کرنے کے لئے کہنا شروع کردیا کہ بغیر اچھی طرح دیکھے چیز کو خریدنا درست نہیں ہے۔ بر کُشایم۔ میں اِس صندوق کو کھولکر دکھائے دیتا ہوں اگر اِس قیمت میں لینا پسند کرے تو لے لینا ورنہ تو کیوں ٹوٹے میں پڑتا ہے۔ گفت۔ نائب نے گھبرا کر فوراً کہا نہیں کھولنے کی ضرورت نہیں ہے اب راز کی پردہ پوشی کر میں صندوق کو بند ہی خریدلوں گا۔ ستر کُن۔ جوحی سے کہا اب تو قاضی کا پردہ رکھ خدا تیری پردہ پوشی کرے گا۔ تا نہ بینی ایمنی۔ جب تک اپنی نجات کا یقین نہ ہو کسی گنہگار کی مذاق نہ اُڑانی چاہیئے۔

۳ پس۔ تیری ہی طرح دوسرے دنیا کے صندوق

انچه[۱] نه پسندی بخود از نفع و ضر — بر کسے مپسند هم اے بے هنر

جو نفع اور نقصان تو اپنے لئے پسند نہ کرے — اے بے ہنر! کسی کے لئے بھی پسند نہ کر

زانکه بر مرصادِ حق اندر کمیں — می دهد پاداش پیش از یومِ دیں

کیونکہ اللہ تعالیٰ، گذرگاہ پر کمینگاہ میں ہے — قیامت کے دن سے پہلے بدلہ دے دیتا ہے

آں عظیمُ العرش عرشِ اُو محیط — تختِ دادش بر همه جانها بسیط

وہ بڑے عرش والا ہے، اُس کا عرش احاطہ کرنیوالا ہے — اُس کے انصاف کا تخت تمام جانوں پر احاطہ کرنیوالا ہے

گوشهٔ عرشش بتو پیوسته است — هیں مجنباں جز بدین و داد دست

اُس کے عرش کا کنارہ، تجھ سے لگا ہوا ہے — خبردار! دین اور انصاف کے سوا ہاتھ نہ ہلا

تو مراقب باش بر احوالِ خویش — نوش بیں در داد و بعد از ظلم نیش

تو اپنے احوال کا نگراں بن — تو انصاف میں شہد دیکھ لے اور ظلم کے بعد نشتر دیکھ لے

پس[۲] همیں جا خود جزای نیک و بد — می رسد با هر کسے چوں بنگرد

اسی جگہ اچھے اور بُرے کا بدلہ — ہر شخص کے پاس پہنچ جاتا ہے جب وہ غور کرے

واں جزا کانجا رسد در یومِ دیں — هیچ آں با ایں نماند نیک بیں

اور وہ بدلہ جو قیامت کے دن وہاں ملے گا — وہ اِس جیسا نہیں ہے، غور کر لے

بے حد و بے عد بود آنجا جزا — دوزخ و نار ست جای ناسزا

وہاں بدلہ بے حد اور اَن گنت ہے — نالایق کی جگہ جہنم اور آگ ہے

گفت آرے آنچه کردم آں ستم ست — لیک هم میداں کہ بادی اظلم ست

اُس نے کہا ہاں جو میں نے کیا ظلم ہے — لیکن یہ بھی سمجھ لے کہ ابتدا کرنیوالا زیادہ ظالم ہے

گفت نائب یک بیک ما بادئیم — با سوادِ روچه اندر شادئیم

نائب نے کہا ہم سب ابتدا کرنے والے ہیں — مُنہ کی کالک کے ہوتے ہوئے کیسے خوش ہیں

همچو[۳] زنگی کو بود شادان و خوش — او نه بیند غیرِ او بیند رخش

حبشی کی طرح کہ وہ سرور اور خوش ہے — وہ نہیں دیکھتا، دوسرا اُس کا چہرہ دیکھتا ہے

ماجرا بسیار شد در مَن یزید — داد صد دینار و آں از وے خرید

نیلام میں بہت تعقب ہوا — اُس نے سَو دینار دیئے اور وہ اُس سے خرید لیا

هر دمے صندوقی اے بد پسند — هاتفان و غیبیانت می خرند

اے بُرائی کے پسند کرنیوالے! تو ہر وقت ایک صندوق ہے — تجھے ہاتف اور غیبی خرید رہے ہیں

۱ انچه۔ ہر چہ برخود نہ پسندی بدیگراں مپسند۔ زانکه۔ اللہ تعالیٰ ہر شخص کی گذرگاہ پر ہے اور کسی کا کام پوشیدہ نہیں رہ سکتا اور وہ اکثر قیامت سے پہلے بھی عمل کی جزا دیدیتا ہے۔ آں عظیم۔ اُس کا انصاف سب پر احاطہ کئے ہوئے ہے تو تو بھی اس کے عدل کے تحت ہے جیسا کرے گا ویسا بھرے گا۔ تو مراقب۔ بھلا کرے گا بھلا ہوگا بُرا کرے گا بُرا ہوگا۔

۲ پس۔ انسان غور کرے تو انسان کو اعمال کی جزا دنیا میں بھی مل رہی ہے۔ جزا۔ قیامت میں جو بدلہ ہے وہ غیر معمولی ہے اور نیک اعمال کا بدلہ قیامت میں جنت ہے۔ گفت۔ جوحی نے کہا بے شک قاضی کے ساتھ جو میں نے کیا وہ میرا ظلم ہے لیکن چونکہ بُرائی کی ابتدا قاضی نے کی کہ میری بیوی سے بُرا برتاؤ کیا تو وہ مجھ سے زیادہ قصوروار ہے لہٰذا اُسکے اوپر ظلم ہوا نہیں ہے۔ گفت۔ نائب نے کہا کہ دوسرے کو اپنے سے زیادہ ظالم قرار دینا درست نہیں ہے ہم سب گناہوں میں ملوث ہیں اور سب ہی بُرائی کی ابتدا کرنیوالے ہیں۔

۳ همچو۔ ہم اپنے آپ کو بہتر اور دوسرے کو بُرا سمجھتے ہیں۔ اُس حبشی کی طرح ہیں جو اپنے رُوسیاہی کو نہیں دیکھتا دوسرا اس کی سیاہی کو دیکھتا ہے۔ من یزید۔ یعنی وہ خرید فروخت جس میں یہ ہو کہ جو بڑھ کر دام لگائے سو اُسی کا۔

[illegible]

ایں[۱] یقیں میداں کہ اسیر و بندۂ
تو یقین کرلے کہ تو قیدی اور غلام ہے

زانکہ در صندوقِ غمہا ماندۂ
کیونکہ تو غموں کے صندوق میں رہا ہے

بندِ ہر چہ گشتۂ از نیک و بد
بھلے اور برُے میں سے تو جس میں مقید ہے

ہر یکے بر تو چو صندوقیست سد
تجھ پر ہر ایک صندوق کی طرح رکاوٹ ہے

تا نگردی زیں ہمہ آزاد تو
جب تک تو ان سب سے آزاد نہ ہوگا

کے شوی اے جاں زغم دلشاد تو
اے پیارے تو غم سے دلشاد کب ہوگا!

دربیانِ خبرِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کہ فرمود من کنت
مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کا بیان کہ فرمایا "میں جس کا آقا ہوں

مولاہٗ فعلیٌ مولاہٗ تا منافقاں طعنہ کردند کہ ایں بس
پس علی رضہ اس کا آقا ہے" حتیٰ کہ منافقوں نے طعنہ دیا کہ یہ کافی نہ تھا

نبود کہ ما مطیع شدیم وے راکہ مطاوعت کودکے فرماید
کہ ہم اُن کے فرمانبردار ہوگئے کہ وہ ایک لڑکے کی تابعداری کا حکم کررہے ہیں

زیں[۲] سبب پیغمبرِ با اجتہاد
اسی لئے باسعی پیغمبر ص نے

نامِ خود وآں علیؓ مولا نہاد
اپنا اور اُن علی رض کا نام مولیٰ رکھا

گفت ہر کو را منم مولا و دوست
فرمایا جس کا میں مولیٰ اور دوست ہوں

ابنِ عمِ من علیؓ مولایِ اوست
میرے چچا کا بیٹا علی رضہ اُس کا مولیٰ ہے

کیست مولیٰ آنکہ آزادت کند
مولیٰ کون ہے؟ وہ جو تجھے آزاد کرے

بندِ رقیت زپایت بر کند
تیرے پاؤں سے، غلامی کی زنجیر نکال دے

چوں بآزادی نبوت ہادیست
چونکہ نبوت آزادی کی راہنما ہے

مومناں را زانبیا آزادیست
مومنوں کو انبیاء کی وجہ سے آزادی (حاصل) ہے

اے[۳] گروہِ مومناں شادی کنید
اے مومنوں کی جماعت! خوشی مناؤ

ہمچو سرو و سوسن آزادی کنید
سرو اور سوسن کی طرح آزادی مناؤ

لیک می گوئید ہر دم شکرِ آب
لیکن ہر وقت پانی کا شکر ادا کرو

بے زباں چوں گلستانِ خوش خضاب
بغیر زبان کے، خوش رنگ چمن کی طرح

بے زباں گویند سرو و سبزہ زار
سرو اور سبزہ زار بغیر زبان کے ہوا کرتے ہیں

شکرِ آب و شکرِ عدلِ نوبہار
پانی کا شکریہ اور نوبہار کے انصاف کا شکریہ

---

[۱] ایں یقین - تجھے یقین کرلینا چاہیئے تو بھی قاضی کی طرح غموں اور فکروں کے صندوق میں مُقید ہے۔ بند - دل پسند اور ناپسند جو بھی تیرا دنیاوی مطلوب ہے وہ تیرے لئے صندوق اور راہِ آخرت کیلئے رکاوٹ ہے۔ تا نگردی - جب تک تو ان علائق کو توڑ کر آزاد نہ ہوگا تجھے حیاتِ طیبہ نصیب نہ ہوگی۔ در بیان - اس حدیث سے اس آزادی کی فضیلت بیان فرمائی ہے۔

[۲] زیں سبب - آنحضورؐ نے ارشاد فرمایا جس کا میں مولیٰ اور آقا ہوں علی رض اُس کا مولیٰ ہے۔ چوں بآزادی - نبوت انسان کی رہنمائی کرتی ہے اور دنیاوی علائق سے آزادی دلاتی ہے۔

[۳] اے گروہ - مومنوں کو اس آزادی سے خوشی منانی چاہیئے سرو اور سوسن کو بھلا نہ ہونے کی وجہ سے آزاد کہا جاتا ہے۔ لیک - اپنے مُربّی کا اسی طرح شکر ادا کرو جس طرح خوش رنگ چمن اپنے مُربّی پانی کا شکر ادا کرتا ہے۔ بے زباں - محض زبان سے شکر، شکر نہیں ہے بلکہ دل اور حال سے شکر ادا کرو چمن کے پودے احوال سے شکر ادا کرتے ہیں۔

حُلّہا پوشیدہ و دامن کشاں ‏(۱) | مست و رقاص و خوش و عنبر فشاں
جوڑے پہنے ہوئے اور دامن کھینچتے ہوئے | مست اور ناچنے والے اور خوش اور عنبر بکھیرنے والے

جزو جزو آبستن از شاہِ بہار | جسمِ شاں چوں دُرجِ پُر دُرِّ ثمار
شاہِ بہار سے، جز جز حاملہ ہے | اُن کا جسم ڈبے کی طرح پھلوں کے موتیوں سے بھرا

مریماں بے شوی آبست از مسیح | خامُشاں بے لاف و گفتارِ فصیح
بہت سی مریمیں بغیر شوہر کے مسیح سے حاملہ ہیں | چُپ ہیں بغیر دعوے اور گفتگو کے فصیح ہیں

ماہِ ما بے نُطق خوش برتافتہ است | ہر زباں نُطق از فرِ او یافتہ است
ہمارا چاند بغیر گویائی کے خوب چمکتا ہوا ہے | ہر زبان نے اُس کے نور سے گویائی حاصل کی

نُطقِ عیسیٰؑ از فرِ مریم بُوَد ‏(۲) | نُطقِ آدم پرتوِ آں دَم بُوَد
(حضرت) عیسیٰؑ کی گویائی (حضرت) مریم کے نور سے ہے | (حضرت) آدمؑ کی گویائی اُس نفخ کے پرتو سے ہے

تا زیادت گردد از شُکر اے ثِقات | پس نباتِ دیگرست اندر نبات
اے ثقہ لوگو! تاکہ شکر کی وجہ سے زیادتی ہو | نباتات میں بہت سی دوسری نباتات ہیں

عکسِ آں اینجاست ذَلَّ مَن قَنَعَ | اندریں طور ست عَزَّ مَن طَمَعَ
یہاں "ذلیل ہوا جس نے قناعت کی" کا اُلٹا ہے | اِس راستہ میں ہے "عزت پائی جس نے لالچ کیا"

در جُوالِ نفس خود چندیں مرو ‏(۳) | از خریدارانِ خود غافل مشو
اپنے نفس کے بورے میں اتنا نہ گھس | اپنے خریداروں سے غافل نہ ہو

باز آمدن زنِ جوحی بمحکمۂ قاضی سالِ دوم بر اُمید آنکہ وظیفۂ

دوسرے سال جوحی کی بیوی کا قاضی کی کچہری میں آنا اِس اُمید پر کر

پارسال بجا آورد و شناخت قاضی اُورا

گذشتہ سال کا معاملہ انجام دے اور قاضی کا اُسکو پہچان لینا

بعدِ سالے باز جوحی از محن | رُو بزن کرد و بگفت اے چست زن
مصیبتوں کی وجہ سے ایک سال بعد پھر جوحی نے | بیوی کی طرف رُخ کیا اور کہا اے چالاک عورت!

آں وظیفہ پار را تجدید کن | پیشِ قاضی از گلہ مَن گو سخن
پارسال والے معاملہ کی تجدید کر | قاضی کے سامنے میرے شکوے کی بات کر

یں معاملہ اُلٹا ہے اُن میں جو قناعت کرتا ہے وہ ذلیل ہوتا ہے اور جو لالچ کرتا ہے وہ عزت پاتا ہے ——

۳؎ در جوالِ نفس کے صندوق سے باہر نکل میرے مُربی تیرے خریدار بھی اُن کی اطلاعات کر بھی انکا شکریہ ہے بنسا۔ جوحی نے کچھ دن اس وظیفے سے مزے اڑائے پھر افلاس سے پریشان ہو کر عورت سے کہا آں وظیفہ۔ گذشتہ سال کی

۱؎ حُلّہا۔ چمنوں کا شکریہ ادا کرنا یہ ہے کہ انھوں نے نئی پوشاکیں پہنی ہیں اور ناز و ادا دکھا رہے ہیں اور خوشبو مہکا رہے ہیں جزجزو۔ چمن اور باغ کا ہر جزو بہار کا شکریہ اس طور پر ادا کرتا ہے کہ اُس کا جز جز پھلوں سے پُر ہو گیا ہے۔ مریماں۔ یعنی درخت۔ مسیح یعنی پھل۔ خامشاں۔ سب خاموش ہیں لیکن اُن کے احوال گویا ہیں۔ ماہِ ما۔ چمن کہتا ہے کہ جس طرح ہم بغیر گویائی کے شکر گذار ہیں اسی طرح ہمارے محسن موسمِ بہار میں گویائی نہیں ہے لیکن دوسری گویائیاں اُس کا فیض ہیں اُن کا نشو و نما موسمِ بہار کرتا ہے۔

۲؎ نُطقِ عیسیٰ۔ موسمِ بہار بے زبان کر گویائی حاصل ہونا اسی طرح ہے جس طرح سے حضرتِ عیسیٰؑ کو بچپن ہی میں گویائی حضرتِ مریم کے نور سے حاصل ہوئی اور حضرت آدم کو گویائی اللہ تعالیٰ کے نفخ سے حاصل ہوئی۔ تا۔ ثقات۔ شکر کی اسلئے تلقین کی جا رہی ہے کہ شکر سے نعمت میں اضافہ ہوتا ہے۔ نبات۔ یعنی نعمتوں کے اندر مزید نعمتیں ہیں جو شکر سے حاصل ہونگی۔ عکس۔ دنیا کی اشیا کے بارے میں ہے عَزَّ مَنْ قَنَعَ۔ جس نے قناعت کی اُس نے عزت پائی اور ذُلَّ مَنْ طَمَعَ۔ جس نے لالچ کیا ذلیل ہوا لیکن دینی نعمتوں کے بارے

طرح قاضی کو پہچنا

زنِ [1] بر قاضی در آمد با زناں
مر زنے را کرد آں زن ترجماں

عورت، عورتوں کے ساتھ قاضی کے پاس آئی
اُس عورت نے ایک عورت کو ترجمان بنایا

تا نہ بشناسد ز گفتن قاضیش
یاد ناید از بلائے ماضیش

تاکہ بولنے سے قاضی اُس کو نہ پہچانے
اُس کو گذشتہ مصیبت، یاد نہ آجائے

ہست فتنہ غمزۂ غمازِ زن
لیک آں صد تو شود ز آوازِ زن

عورت کی چغل خور ادا فتنہ ہے
لیکن وہ عورت کی آواز سے سو گنا ہوجاتا ہے

چوں نمی تانست آوازے فراشت
غمزۂ تنہائی زن سودے نداشت

چونکہ وہ آواز بلند نہ کرسکتی تھی
عورت کی اکیلی ادا مفید نہ ہوئی

گفت قاضی رو تو خصمت را بیار
تا دہم کارِ ترا با او قرار

قاضی نے کہا جا تو اپنے مدعیٰ علیہ کو لے آ
تاکہ اُس کے ساتھ تیرا معاملہ طے کردوں

جوحی [2] آمد قاضیش نشناخت زود
کو بوقتِ لقیہ در صندوق بود

جوحی آگیا، قاضی نے اُس کو جلد نہ پہچانا
کیونکہ وہ ملاقات کے وقت صندوق میں تھا

زو شنیدہ بود آواز از بروں
در شری و بیع و در نقص و فزوں

اُس نے اُس کی آواز باہر سے سُنی تھی
خرید و فروخت اور کمی و بیشی میں

گفت نفقہ زن چرا ندہی تمام
گفت از جاں شرع را ہستم غلام

اُس نے کہا تو عورت کو پورا خرچ کیوں نہیں دیتا؟
اُس نے کہا میں شریعت کا جان سے غلام ہوں

لیک [3] اگر میرم ندارم من کفن
مفلسِ ایں لعبم و شش پنج زن

لیکن اگر میں مرجاؤں تو میں کفن بھی نہیں رکھتا ہوں
میں اِس کھیل سے مُفلس ہوں اور مکرو فریب کرنیوالا

زیں سخن قاضی مگر بشناختش
یاد آورد آں دغل واں باختش

قاضی نے شاید اِس بات سے اُس کو پہچان لیا
اُس کو وہ مکر اور اُس کی وہ بازی یاد آگئی

گفت آں شش پنج با من باختی
پار اندر ششدرم انداختی

کہا، وہ شش پنج تو نے میرے ساتھ کھیلا تھا
گزشتہ سال تو نے مجھے ششدر میں پھنسایا تھا

نوبتِ من رفت امسال آں قمار
با دگر کس باز دست از من بدار

میری باری گذر گئی، اِس سال وہ جوا
کسی دوسرے سے کھیل اور مجھ سے ہاتھ اُٹھالے

---

[1] زن۔ جوحی کی بیوی کچھ عورتوں کو ساتھ لے کر قاضی کی کچہری میں پہنچی اور ایک عورت کو اپنا ترجمان بنایا۔ تا نہ بشناسد۔ جوحی کی بیوی خود اِس لئے نہ بولی کہ قاضی اُس کی آواز سے اُسکو نہ پہچان لے اور گزشتہ سال کی مصیبت قاضی کو یاد نہ آجائے۔ ہست۔ عورتوں کی ادائیں بھی فتنہ ہیں لیکن آواز کے ساتھ مل کر وہ سو فتنے بن جاتی ہیں۔ چوں۔ جب عورت کی آواز ادا کے ساتھ نہ ہو تو محض ادا اتنا کام نہیں کرتی۔ گفت۔ قاضی چونکہ اِس بار فریفتہ نہ ہوا تو اُس نے کہا کہ شوہر کو حاضر کر۔

[2] جوحی۔ وہ عورت اپنے شوہر جوحی کو بُلا لائی قاضی جوحی کو نہ پہچان سکا اِس لئے کہ اُس کی ملاقات کے وقت قاضی صندوق میں بند تھا۔ زو۔ قاضی نے جوحی کی صرف آواز سُنی تھی جب وہ تاجر سے صندوق کا سودا کر رہا تھا۔ گفت۔ قاضی نے جوحی سے کہا تو بیوی کو پورا خرچ کیوں نہیں دیتا۔ از جاں۔ جوحی نے کہا میں شریعت کے احکام کا غلام ہوں۔

[3] لیک۔ لیکن میں اِس قدر مُفلس ہوں کہ اگر مَر جاؤں تو کفن بھی نہیں ہے شش پنج زن حیلہ و مکاری کرنے والا۔ زیں سخن۔ اِن باتوں سے قاضی جوحی کو پہچان گیا اور اُس کو اُس کی گزشتہ سال کی مکاری یاد آگئی۔ گفت۔ قاضی نے کہا تو نے گذشتہ سال میرے ساتھ مکاری کی تھی اور مجھے ششدر میں پھنسایا تھا۔ نوبت۔ میری باری تو گذر گئی اب کسی اور کو پھانس۔

از شش و از پنج عارف گشت فرد[۱] | محترز گشتست زیں شش پنج نرد

عارف شش اور پنج سے جدا ہو گیا | بازی کے اس شش و پنج سے پرہیز کرنے والا ہو گیا

رست او از پنج حس و شش جہت | از ورای آں ہمہ کرد آگہت

وہ پانچ حواس اور چھ جہت سے چھوٹ گیا | تجھے اُن سب کے آگے سے آگاہ کیا

شد اشاراتش اشاراتِ ازل | جاوز الاوہام طرا و اعتزل

اُس کے اشارے ازل کے اشارے ہو گئے | وہ سب وہموں سے گذر گیا ہے اور یکسو ہو گیا ہے

زیں چہ شش گوشہ گر نبود برون | چوں برآرد یوسفے را از دروں

اگر وہ اِس چھ گوشے والے کنویں سے باہر نہ ہو | یوسفؑ کو اندر سے کیسے نکالے؟

وارد ے بالائے چرخِ بے ستن | جسمِ او چوں دلو در چہ چارہ کن

وہ بغیر ستون کے آسمان کے اوپر سے آنے والا ہو | اُس کا جسم ڈول کی طرح کنویں میں تدبیر کرنے والا ہے

یوسفاں[۲] چنگال در دلوش زدہ | رستہ از چاہ و شہ مصری شدہ

یوسفوں نے اُس کے ڈول کو پکڑ لیا ہے | کنویں سے نجات پاکر مصری بادشاہ بنے ہیں

دلوہای دیگر از چہ آب جو | دلوِ او فارغ ز آب، اصحاب جو

دوسرے ڈول کنویں سے پانی کے جویاں ہیں | اُس کا ڈول پانی سے فارغ ہے یاروں کو ڈھونڈنے والا ہے

دلوہا غواصِ آب از بہرِ قوت | دلوِ او قوت و حیاتِ جانِ حوت

(دوسروں کے) ڈول روزی کیلئے پانی میں غوطہ لگانے والے ہیں | اُس کا ڈول جان کی مچھلی کے لئے روزی اور زندگی ہے

دلوہا وابستہ چرخِ بلند[۳] | دلوِ او در اصبعین زور مند

(دوسروں کے) ڈول اونچی گھرنی سے وابستہ ہیں | اُس کا ڈول قوی کی دو انگلیوں کے درمیان ہے

دلو چہ و حبل چہ و چرخ چی | ایں مثالے بس رکیک ست اے اچی

کیسا ڈول اور کیسی رسی اور کیسا آسمان! | اے بڑے بھائی! یہ مثال بہت کمزور ہے

از کجا آرم مثالِ بے شکست | کفو او نے آید و نے آمدست

میں سالم مثال کہاں سے لاؤں؟ | اُس کی مثل نہ آئے، اور نہ آیا ہے

صد ہزاراں مرد پنہاں در یکے | صد کمان و تیر درجِ ناوکے

لاکھوں انسان ایک میں پوشیدہ ہیں | سیکڑوں تیر و کمان ایک تیر میں داخل ہیں

---

۱ از شش۔ عارف شش و پنج سے فارغ ہوتا ہے۔ رست۔ پنج سے مراد پانچ حواس اور شش سے مراد چھ جہتیں ہیں۔ شد اشاراتش۔ اب اُس کا ادراک حواسِ خمسہ اور دنیا کے شش جہات سے بالاتر ہے اب اُس کو علوی علوم حاصل ہیں وہ اوہام سے گذر گیا ہے اور یکسو ہو گیا ہے۔ زیں۔ اگر وہ دنیا کے چھ گوشے والے کنویں کے اندر ہوتا تو دوسرے کو کنویں سے باہر کیسے نکال سکتا۔ یوسفے۔ یعنی مرید۔ وارد۔ قرآن پاک میں ہے فَاَرْسَلُوْا وَارِدَھُمْ یعنی انھوں نے پانی بھرنے والے کو بھیجا یہی وارد تھا جس نے حضرت یوسفؑ کو کنویں سے نکالا، اسی طرح مُریدوں کو کنویں میں سے نکالنے والا یعنی شیخ دنیا سے بالا ہے صرف اُس کا جسم دنیا کے اِس کنویں میں ڈول کی طرح آتا جاتا ہے جو کنویں میں محبوس نہیں ہوتا ہے۔

۲ یوسفاں۔ مُرید اُس کے اِس جسم سے وابستہ ہو کر دنیا کے کنویں سے نجات پاکر حضرت یوسفؑ کی طرح شاہِ مصر بنتے ہیں۔ دلوہای۔ دنیا داروں کے ڈول تو دنیا حاصل کرتے ہیں اور شیخ کا ڈول دنیا سے باہر نکالتا ہے۔ دلوہا۔ دوسرے کے ڈول پانی حاصل کرنے کیلئے کنویں میں جاتے ہیں اُسکا ڈول مچھلی کو روزی اور زندگی عطا کرتا ہے حوت۔ مچھلی یعنی مُرید۔

۳ چرخِ بلند۔ یعنی گھرنی جو کنویں کے اوپر ہوتی ہے۔ در اصبعین۔ یعنی اللہ کے تصرف میں ہے۔ دلو۔ یہاں عارف باللہ کے جسم کو ڈول وغیرہ سے تشبیہ دی اب فرماتے ہیں عارف کیلئے یہ مثالیں بالکل ناقص ہیں۔ از کجا۔ اس کی مثال کائنات میں کوئی نہیں ہو سکتی۔ صد ہزاراں۔ وہ عارف ایک ذات ہے لیکن پوری ایک اُمت ہوتا ہے اور وہ ایک تیر ہے جس میں سیکڑوں تیر و کمان پوشیدہ ہیں۔

مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ فِتْنَہ[1] — صد ہزاراں خرمن اندر حفنہ
وہ" تو نے نہیں پھینکا جبکہ پھینکا" ایک امتحان ہے — ایک مٹھی میں لاکھوں کھلیان ہیں

آفتابے در یکے ذرہ نہاں — ناگہاں آں ذرہ بکشاید دہاں
سورج ایک ذرے میں پوشیدہ ہے — (اگر) وہ ذرہ اچانک منہ کھول دے

ذرہ ذرہ گردد افلاک و زمیں — پیشِ آں خورشید چوں جست از کمیں
آسمان اور زمین ذرہ ذرہ ہو جائے — اس سورج کے سامنے جب وہ کمینگاہ سے نکلے

اینچنیں جانے چہ درخوردِ تن ست — ہیں بشو اے تن ازیں جاں ہر دو دست
ایسی جان جسم کے کیا لائق ہے؟ — خبردار! اے جسم اس جان سے دونوں ہاتھ دھولے

اے تنِ[2] گشتہ وثاقِ جاں بس ست — چند تاند بحر در مشکے نشست
اے جسم! جو روح کا گھر بنا ہوا ہے، بس ہے — سمندر ایک مشک میں کہاں تک سما سکتا ہے؟

اے ہزاراں جبرئیل اندر بشر — اے مسیحاں نہاں در جوفِ خر
خبردار! بشر میں ہزاروں جبرئیلؑ ہیں — آگاہ ہو جا، گدھے کے پیٹ میں بہت سے مسیح پوشیدہ ہیں

اے کلیم اللہ نہاں اندر نمد — واقف از خوف و رست از نیک و بد
خبردار! کملی میں کلیم اللہ پوشیدہ ہے — جو خوف سے واقف ہے اور نیک و بد سے چھوٹ گیا ہے

اے حبیبُ اللہ نہاں در غارِ تن — گنجِ ربانی نہاں در مارِ تن
خبردار! جسم کے غار میں اللہ کا محبوب پوشیدہ ہے — جسم کے سانپ میں خدائی خزانہ پوشیدہ ہے

اے[3] ہزاراں کعبہ پنہاں در کنیس — اے غلط انداز عفریت و بلیس
خبردار! ہزاروں کعبے گرجا گھر میں پوشیدہ ہیں — اے: بھوت اور شیطان کو غلطی میں مبتلا کرنے والے

سجدہ گاہِ لامکانی در مکاں — مر بلیساں را ز تو ویراں دکاں
تو مکان، میں لامکانی کی سجدہ گاہ ہے — تیری وجہ سے شیطانوں کی دکان ویران ہو ہے

کہ چرا من خدمتِ ایں طیں کنم — صورتِ دوں را لقب چوں دیں کنم
کہ میں اس مٹی کی خدمت کیوں کروں؟ — کم درجہ کی صورت کو دین کا لقب کیوں دوں

نیست صورت چشم را نیکو بمال — تا ببینی شعشعِ نورِ جلال
صورت نہیں ہے، آنکھ خوب مل لے — تاکہ تو جلال کے نور کی چمک دیکھے

باز آمدن بقصۂ شہزادہ و ملازمت او بحضرت شاہ

شہزادے کے قصہ کی طرف واپسی اور اس کی شاہ کے دربار سے وابستگی

[1] مَا رَمَیْتَ۔ وہ عارف خدا سے وحدت رکھتا ہے لیکن دوسروں کے لئے آزمائش ہے کہ وہ لوگ محض اس کے جسم کو دیکھ کر شیطانی نظر اختیار کرتے ہیں۔ حفنہ۔ یعنی مٹھی بھر غذا کا آفتاب ہے۔ اس کی روح ایک آفتاب ہے جو جسم کے ذرے میں پوشیدہ ہے۔ ذرہ۔ زمین اس آفتاب کی تاب نہیں لا سکتی۔ اینچنیں۔ جبکہ روح کی وسعت اور عظمت کا یہ حال ہے تو وہ اس جسم کے لائق کہاں ہے۔

[2] اے تن۔ جو جسم روح کا گھر بنا ہوا ہے روح کا اس میں تھوڑی دیر کا قیام کافی ہے۔ سمندر جیسی روح مشک کے جسم میں کب تک ٹھہر سکتی ہے۔ اے نہاں۔ روح بمنزلہ ہزاروں جبرئیلؑ کے ہے اور جسم ایک بشر ہے۔ روح مسیح ہے اور جسم خر ہے۔ اے۔ یہ روحِ عارف کو خطاب ہے۔ خوف یعنی علمِ معرفتِ خداوندی۔ نیک و بد یعنی دنیاوی امور۔ حبیب اللہ۔ آنحضورؐ ہجرت کے وقت غارِ ثور میں پوشیدہ رہے تھے۔

[3] اے ہزاراں کعبہ۔ یہ تمام تشبیہیں روح اور جسم کی ہیں۔ غلط۔ شیطان محض جسم کو دیکھ کر غلطی میں مبتلا ہو گیا۔ لامکانی یعنی فرشتے۔ در مکان۔ ایک قول کے مطابق فرشتوں نے آدمؑ کو زمین پر سجدہ کیا تھا۔ کہ چرا۔ یہ دکان کی ویرانی کا بیان ہے غیبت۔ سوا شیطان کے

بنایا ہے کو دیکھ کر غلطی میں نہیں ہے۔ باز آمدن۔ شہزادہ کا واقعہ پھر شروع کیا ہے۔

شاہزادہ پیشِ شہ حیرانِ ایں — ہفت گردوں دید در یکمشت طیں[1]

شہزادہ، بادشاہ کے سامنے اس میں حیران تھا — سات آسمان اُس نے ایک مٹھی مٹی میں دیکھے

ہیچ ممکن نے بہ بحثے لب کشود — لیک جان با جاں دمے خامش نبود

بحث میں لب کشائی کسی طرح ممکن نہیں! — لیکن جان، جان کے ساتھ ایک لمحہ کیلئے خاموش نہیں ہے

آمدہ در خاطرش کیں بس خفی ست — ایں ہمہ معنی ست پس صورت ز چیست

اُس کے دل میں آیا، کہ یہ بہت پوشیدہ ہے — یہ سب باطن ہے، تو صورت کس لئے ہے

صورتے از صورتت بیزار کن — خفتۂ مر خفتہ را بیدار کن

یہ ایک صورت تجھے صورت سے بیزار کرنیوالی ہے — ایک سویا ہوا سوئے ہوئے کو بیدار کرنیوالا ہو

آں کلامت می رہاند از کلام[2] — واں سقامت می جہاند از سقام

تجھے وہ کلام، کلام سے چھڑاتا ہے — اور وہ بیماری، تجھے بیماری سے نجات دیتی ہے

پس سقامِ عشق جانِ صحت ست — رنجہایش حسرتِ ہر راحت ست

عشق کی بیماری صحت کی روح ہے — اُس کے رنج ہر راحت کا رشک ہیں

اے تن اکنوں دست خود از جاں بشو — ور نمی شوئی جز ایں جانے بجو

اے جسم! اب اپنا ہاتھ جان سے دھولے — اور اگر تو نہیں دھوتا اسکے علاوہ کوئی جان تلاش کرلے

در بیانِ نوازش و احترامِ شاہِ چین شاہزادۂ غریب عاشق را

شاہِ چین کے پردیسی، عاشق شہزادے، کو نوازنے اور احترام کرنے کے بیان میں

حاصل[3] آں شہ نیک اُو را می نواخت — اُو ازاں خورشید چوں مہ می گداخت

خلاصہ یہ ہے کہ شاہ، اُس کو خوب نوازتا تھا — وہ اُس سورج سے چاند کی طرح گھلتا تھا

آں گدازِ عاشقاں باشد نمو — ہمچو ماہ اندر گدازش تازہ رُو

عاشقوں کا وہ گھلنا، بڑھتا ہے — جس طرح چاند گھٹاؤ میں تازہ رو ہے

جملہ رنجوراں دوا دارند اُمید — نالد ایں رنجور کم افزوں کنید

سب بیمار، دوا کی اُمید کرتے ہیں — یہ بیمار روتا ہے، کہ میری بیماری بڑھادو

جملہ رنجوراں دوا جویند و ایں — رنج افزوں جوید و درد و حنیں

سب مریض دوا تلاش کرتے ہیں اور یہ — زیادہ رنج اور درد اور رونا تلاش کرتا ہے

---

[1] ہفت گردوں۔ رُوحِ کامل اس سے بھی زیادہ وسیع ہے۔ یکمشت طیں یعنی جسم۔ ہیچ۔ جو انکشافات شہزادے کے ذہن میں آئے تھے وہ زبان سے تو بیان نہ کرتا تھا لیکن باہمی روحی [illegible] ہوتا تھا۔ آمدہ۔ شہزادے کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوا جبکہ سب نعمتیں اور خواص روح کے ہیں تو جسم سے اُس کا تعلق کیوں کیا گیا ہے۔ صورتے۔ رُوحِ کامل کو صورت سے اسلئے وابستہ کردیا گیا ہے کہ صورت اختیار کرکے تیرے اندر وہ فیض پہنچائے کہ تو صورت سے بیزار ہوجائے اُس کا یہ فیض رُوحِ مجرد سے تو حاصل نہ کرسکتا تھا تو گویا اُس کی یہ مثال ہوئی کہ ایک خفتہ یعنی صورت نے تجھ خفتہ کو بیدار کردیا کہ تو صورت سے بیزار ہوگیا۔

[2] آں کلامت۔ اس رُوح سے جبکہ وہ صورت سے وابستہ ہے کلام صادر ہوتا ہے جو تجھے اُس کلام سے باز رکھتا ہے جو مقصود سے مانع ہو۔ واں سقامت۔ جسمانی بیماریوں کو اللہ تعالےٰ گناہوں کی بیماریوں کی دوا بناتا ہے یا مطلب یہ ہے کہ رُوحِ کامل کے جسم پر جب عشق کی بیماری طاری ہوتی ہے تو اُس کے آثار کو دیکھ کر لوگ اپنی اصلاح کرتے ہیں۔ سقامِ عشق۔ ہم نے عشق کو بیماری کہا ہے لیکن یہ ایسی بیماری ہے جو صحت کی جان ہے اور اسکی تکالیف راحتوں کیلئے باعثِ حسرت ہیں جو صحت سے مقصود ہوتی ہیں۔ اے تن۔ اے جسم اب اِس جان کا پیچھا چھوڑ دے اور اگر تو بالکل رُوح کو چھوڑنا نہیں چاہتا تو جیسا کہ قاضی نے کہا کوئی دُوسری رُوح تلاش کرلے۔

[3] حاصل۔ خلاصہ یہ ہے کہ شاہِ چین اُس شہزادے کو نوازتا تھا لیکن عشق اُس کو گھلا رہا تھا۔ عاشقاں۔ چونکہ حقیقی عشق ہو وہ جتنے گھلتے ہیں اُتنے ہی تازہ رُو ہوتے ہیں۔

خوبؔ تر زیں سم ندیدم شربتے — زیں مرض خوشتر نباشد صحتے
میں نے اِس زہر سے زیادہ اچھا کوئی شربت نہیں دیکھا — کوئی صحت اِس بیماری سے زیادہ اچھی نہ ہوگی

زیں گنہ بہتر نباشد طاعتے — سالہا نسبت بدیں دم ساعتے
کوئی طاعت اِس گناہ سے بہتر نہیں ہے — بہت سے سال اِس سانس کی نسبت سے ایک گھڑی ہیں

مدّتے بُد پیش آں شہ زیں نسق — دل کباب و جاں نہادہ بر طبق
وہ ایک مدت تک اُس شاہ کے سامنے اِسی طریقہ پر رہا — دل کباب (تھا)، اور جان طباق پر رکھے ہوئے

گفت شاہ از ہر کسے یکسر برید — من زشہ ہر لحظہ قربانم جدید
بولا، شاہ نے ہر شخص کا ایک سر کاٹا — میں بادشاہ کی وجہ سے ہر لحظہ نیا قربان ہو رہا ہوں

منؔ فقیرم از زر و از سر غنی — صد ہزاراں سر خلف دا آں سنی
میں زر سے فقیر اور سر سے بے نیاز ہوں — اُس روشنی نے لاکھوں سر نتیجہ میں دیدیے ہیں

با دو پا در عشق نتواں تاختن — با یکے سر عشق نتواں باختن
عشق میں دو پاؤں سے نہیں دوڑا جاسکتا — ایک سر سے عشق کی بازی نہیں کھیلی جاسکتی

ہر کسے را خود دو پا و یک سر ست — با ہزاراں پا و سر تن نادر ست
ہر شخص کے خود دو پاؤں اور ایک سر ہے — ہزاروں پاؤں اور سر کا جسم کمیاب ہے

زیں سبب ہنگامہا شد کل ہدر — ہست ایں ہنگامہ ہر دم گرم تر
اسی لئے سب ہنگامے ضائع ہو گئے — یہ ہنگامہ ہر لمحہ تیزی پر ہے

معدنِ گرمی ست اندر لامکاں — ہفت دوزخ از شرارش یک دخاں
گرمی کی کان، لامکان میں ہے — سات دوزخیں اُس کی چنگاری کا ایک دھواں ہیں

درؔ بیانِ آنکہ دوزخ گوید کہ قنطرۂ صراط بر سرِ اوست اے
اِس کا بیان کہ وہ دوزخ کہ پلصراط اُس کے اوپر ہے، کہتی ہے اے

مومن زود تر بشتاب و بگذر تا عظمتِ نورِ تو آتشِ مرا نکشد
مومن جلدکر اور گذر جا تاکہ تیرے نور کی عظمت میری آگ نہ بجھادے

جُز یَا مُؤمِنُ فَاِنَّ نُوْرَكَ اَطْفَأَ نَارِیْ
اے مومن! گذر جا بیشک تیرے نور نے میری آگ بجھا دی

زآتشِ مومن ازیں رُو اے صفی — می شود دوزخ ضعیف و منطفی
اے برگزیدہ! اِسی وجہ سے مومن کی آگ سے — دوزخ کمزور اور بجھنے والی ہو جاتی ہے

لہ خوب تر۔ عشق اگرچہ زہر ہے لیکن اُس کا شمار سب سے بڑھا ہوا ہے۔ یہ مرض ہے لیکن ہر صحت سے بہتر ہے۔ زیں گنہ۔ یعنی جس کو مخالف گناہ سمجھتے ہیں سالہا۔ عشق میں سالہا بمنزلہ ایک ساعت کے ہیں۔ مدتے۔ ایک عرصہ تک وہ اسی طریقہ پر بادشاہ کے پاس رہا کر دل کباب تھا اور جان قربان کرنے کی فکر میں تھا۔ گفت۔ جن لوگوں نے شاہ کی لڑکی کی تمنا کی ان کا ایک بار سر کٹا میں ہر وقت بار بار قربان ہو رہا ہوں۔

لہ من فقیرم۔ میں زر اور سر قربان کر چکا ہوں۔ صد ہزاراں۔ فنا کے بعد بقا حاصل ہوتی ہے۔ با دو پا۔ اس عشق میں دو پاؤں اور ایک سر سے کام نہیں چلتا۔ ہر کسے۔ عوام اسی لئے اس عشق سے محروم ہیں کیونکہ اُن کے ایک سر اور دو پاؤں ہیں۔ نادر۔ عاشقانِ خدا نادر ہیں۔ زیں سبب۔ عشقِ مجازی کا ہنگامہ سر اور پاؤں کے بعد ختم ہو جاتا ہے۔ ایں ہنگامہ۔ لیکن عشقِ حقیقی کا ہنگامہ روز بروز تیز ہوتا ہے۔ معدن۔ چونکہ اِس عشق کا منبع لامکانی اور غیر فانی ہے۔ ہفت دوزخ۔ اِس عشق کی گرمی کے سامنے دوزخ کی گرمی ہیچ ہے۔

لہ در بیان۔ مومن میں چونکہ عشق کی گرمی ہے اس لئے دوزخ اُسکو برداشت نہیں کرتی ہے اور مومن سے کہتی ہے جلد گذر ورنہ تیرا نور میری نار کو بجھا دیگا۔

زآتش۔ مومن صفی کی آتش سے یعنی عشق کی آگ سے دوزخ کی آگ کمزور ہو کر بجھ جاتی ہے۔

گویدش بگذر سُبک اے مُحتشم
اُس سے کہتی ہے کہ اے باحشمت! جلدی سے گذر جا
ورنہ ز آتشہائے تو مُرد آتشم
ورنہ تیری آگ سے میری آگ بجھی

۵۱ کُفر کہ کبریتِ دوزخ اُوست بس
کفر، جو بس دوزخ کی گندک ہے
بیں چہ می نجسانداُو را ایں نفس
دیکھ لے، وہ اُس کو اِس وقت کس طرح پژمردہ کردیتی ہے

کُفر کاں کبریتِ نارِ دوزخ ست
کفر جو دوزخ کی آگ کی گندک ہے
بیں کہ چوں میرداز و اے خود پرست
اے خود پرست! دیکھ لے اُس سے کس طرح مرجاتی ہے

زُود کبریتت بدیں سُو وا سپار
تو جلد اپنی گندک اِس طرف سُپرد کردے
تا نہ دوزخ بر تو تازد نے شرار
تاکہ تجھ پر نہ دوزخ دوڑے، نہ چنگاری

۵۲ گویدش جنّت گذر کُن ہمچو باد
اُس سے جنّت کہتی ہے، ہوا کی طرح گذر جا
ورنہ گردد ہرچہ مَن دارم کساد
ورنہ جو کچھ میں رکھتی ہوں وہ کھوٹا ہوجائے گا

کہ تو صاحب خرمنی مَن خوشہ چیں
کیونکہ تو کھلیان والا ہے اور میں خوشہ چُگنے والی ہوں
مَن بُتے اَم تو ولایتہائے چیں
میں ایک بُت ہوں، تو چین کی ولایتیں ہے

ہست لرزاں زو جحیم و ہم جناں
اُس سے دوزخ بھی لرزے میں ہے اور جنتیں بھی
نے مرا ایں را نے مرآں را ازو اماں
اُس سے نہ اِس کو امن، نہ اُس کو

وفات یافتنِ برادرِ بزرگ از شاہزادگاں و ملازمت
شہزادوں میں سے بڑے بھائی کا مرجانا اور درمیانی بھائی کی

کردنِ برادرِ میانہ پادشاہِ چین را
شاہِ چین کی صحبت اختیار کرنا

۵۳ رفت عُمرش چارہ را فرصت نیافت
اُس کی عمر ختم ہوگئی، علاج کی فرصت نہ پائی
صبر بس سوزاں بُد و جاں برنتافت
صبر بہت جلانے والا تھا اور جان برداشت نہ کرسکی

مُدتے دنداں کناں ایں می کشید
ایک مدت تک ڈرتے ہوئے اسکو برداشت کرتا رہا
نارسیدہ عُمرِ اُو آخر رسید
مقصود حاصل کئے بغیر اُس کی عمر آخر ہوگئی

صُورتِ معشوق ازو شُد در نہفت
اُس سے معشوق کی صورت چھپ گئی
رفت و شُد با معنیِ معشوق جُفت
وہ مرگیا اور معشوق کی حقیقت کا ساتھی بنگیا

گفت لُبسش گر ز شعرِ شُشتر ست
اُس نے کہا اگر اُس کا لباس شوستر کے پشمینہ کا ہے
اعتناقِ بے حجابش خوشتر ست
اُس کا بغیر پردے کے گلے لگنا زیادہ اچھا ہے

---

۵۱ کفر۔ دوزخ کی آگ کو بھڑکانے والی گندک کفر ہے دیکھو دنیا میں مومن کے ایمان سے کفر کیسا مضمحل ہو جاتا ہے تو جب مومن جہنم پر سے گذرے گا تو دوزخ کی گندک یعنی کفر مضمحل ہوجائیگا۔ زود۔ تو اپنے اندر سے بہت جلد اس مادے کو دُور کردے اور اپنی ہستی کو کسی صاحب عشق و معرفت کے سپرد کردے تاکہ اُس میں مادہ ہی نہ رہے جس کو دوزخ کی آگ پکڑ سکے۔

۵۲ گویدش۔ مومن کے اعتبار سے جنت بھی کم رتبہ ہے قلبِ مومن ذاتِ خداوندی کو مظہرِ اتم ہے۔ جنت میں یہ صفت نہیں ہے اعلیٰ سے ادنیٰ شرماتا ہے لہٰذا جنت کا یہ قول خود کو گھٹیا ہونا بتانے کیلئے ہے۔ ہست۔ غرضکہ مومن جنت سے بھی افضل ہے اور جہنم سے بھی۔

۵۳ رفت۔ اُس بڑے شہزادے کی عمر اسی حالت میں ختم ہوگئی اور وصل کی کوئی تدبیر نہ ہوسکی۔ مُدتے۔ ایک مدت تک اظہارِ عشق سے ڈرتا رہا اور بالآخر وصل کے بغیر اس دنیا سے رخصت ہوگیا۔ صورت۔ اب معشوق جو کہ مظہر تھا ان کی نظروں سے غائب ہوگیا اور جو اُس مظہر میں ظاہر تھا یعنی حسنِ خداوندی اُس سے جا ملا۔ گفت۔ اب وہ مجاز میں حقیقت دیکھنے کی بجائے بلا کسی حجاب کے حقیقت سے ہمکنار ہوگیا۔

مَن ^1^ شدم عُریاں زتن اُو از خیال — می خرامم در نہایات الوصال

میں جسم سے ننگا ہو گیا وہ خیال سے — میں وصال کی انتہاؤں میں خراماں جا رہا ہوں

ایں مباحث تا بدینجا گفتنی ست — ہر چہ آید زیں سپس بنہفتنی ست

یہ بحثیں یہاں تک کہنے کی ہیں — اس کے بعد جو کچھ آتا ہے، وہ چھپانے کا ہے

گر بکوشی ور بگوئی صد ہزار — ہست بیکار و نگردد آشکار

اگر تو لاکھ کوشش کرے اور اگر لاکھ کہے — بیکار ہے، اور وہ واضح نہ ہوگا

تا بدریا سیرِ اسپ و زیں بُود — بعد از انت مرکبِ چوبیں بُود

گھوڑے اور زین کی دوڑ دریا تک ہوتی ہے — اس کے بعد تیرے لئے، لکڑی کی سواری ہوتی ہے

مرکبِ ^2^ چوبیں بخشکی اَبتر ست — خاص آں دریائیاں را رہبر ست

لکڑی کی سواری خشکی میں ناقص ہے — وہ خاص دریا والوں کے لئے راہنما ہے

ایں خموشی مرکبِ چوبیں بُود — بحریاں را خامُشی تلقیں بُود

یہ خاموشی لکڑی کی سواری ہے — سمندر والوں کے لئے خاموشی تلقین ہے

ہر خموشی کاں ملولت می کُند — نعرہائے عشق زاں سُو می زند

جو خاموشی تجھے ملول کرتی ہے — وہ اُس جانب عشق کے نعرے لگاتی ہے

تو ہمی گوئی عجب خامُش چرا ست — اُو ہمی گوید عجب گوشش کجا ست

تو کہتا ہے، تعجب ہے وہ چُپ کیوں ہے؟ — وہ کہتا ہے تعجب ہے؟ اُس کا کان کہاں ہے؟

مَن ^3^ زنعرہ کر شُدم اُو بے خبر — تیز گوشاں زیں سَمر ہستند کَر

میں نعرے سے بہرا ہو گیا، وہ بے خبر ہے — تیز کانوں والے اِس قصہ سے بہرے ہیں

آں یکے در خواب نعرہ می زند — صد ہزاراں بحث و تلقیں میکند

ایک شخص خواب میں نعرے لگا رہا ہے — لاکھوں بحثیں اور گفتگوئیں کر رہا ہے

ایں نشستہ پہلوئے اُو بے خبر — خفتہ خود آنست وُ کر زاں شور و شر

یہ اس کے پہلو میں بے خبر بیٹھا ہے — وہ خود سویا ہوا ہے اور اس شور و شر سے بہرا ہے

واں کسے کش مرکبِ چوبیں شکست — غرقہ شد در آب اُو خود ماہی ست

اور وہ شخص جس کی لکڑی کی سواری ٹوٹ گئی — وہ پانی میں ڈوب گیا، وہ خود مچھلی ہے

1 من شدم۔ اب وہ یہ کہہ رہا تھا کہ میں جسم سے عُریاں ہو گیا اور جسم اُس شہزادی کے خیال سے عُریاں ہو گیا اور اب میں حقیقت کے وصل کی طرف جا رہا ہوں۔ ایں مباحث۔ یعنی وصلِ خداوندی کے مباحث جو ذکر کر دیئے، بس یہی گفتگو میں سما سکتے تھے اِس سے آگے کے احوال نہ زدتی ہیں۔ گر بکوشی۔ ز دتی چیز میں گفتگو سے بیان نہیں کی جا سکتی ہیں۔ بیرلہ آگے کی باتوں کے لئے گفتگو ذریعہ نہیں اس کی مثال اِس طرح سمجھ لو کہ گھوڑے کی سواری دریا کے کنارے تک کام دیتی ہے پھر وہ بیکار ہے، دوسری سواری کی ضرورت ہوتی ہے یعنی کشتی کام دیتی ہے۔

2 مرکب چوبیں۔ اہلِ قال کو حال نہیں سمجھایا جا سکتا اسکو صرف اہلِ حال ہی سمجھ سکتے ہیں جس طرح کشتی خشکی میں کام نہیں دے سکتی۔ ایں خموشی۔ گفتگو سے خاموشی اہلِ حال کیلئے گفتگو ہے ہر خموشی۔ اگر تو اہلِ قال میں سے ہے تو گفتگو سے خاموشی سے ملول ہوگا لیکن اہلِ حال کیلئے وہ عشق کے نعرے ہیں۔ تو ہمی گوئی۔ تو اس خاموشی کو خاموشی سمجھتا ہے صاحبِ حال کہتا ہے کہ تیرے کان نہیں ہیں کہ تو اُس حال کی گفتگو کو سمجھ سکے۔

3 من زنعرہ۔ صاحبِ ذوق

کہتا ہے کہ میں تو عشق کے نعروں سے بہرا ہوا جا رہا ہوں اور یہ بے خبر ہے۔ تیز گوشاں۔ دنیادار تیز کان والے عشق کے نعروں سے بہرے ہوتے ہی ہیں۔ آں یکے۔ یہ مثال ہے کہ ایک شخص خواب میں نعرے لگاتا ہے اور بہت بکھواس کرتا ہے۔ ایں نشستہ۔ دوسرا شخص جو اسکے پہلو میں بیٹھا ہوا ہے اس سے بے خبر ہے تو یہ اگر چہ جاگ رہا ہے، لیکن سویا ہوا بھی ہے۔ واں کسے۔ یہ حال تو اہلِ ذوق کا تھا اب جو فنا اور استغراق کے مقام میں ہیں اُنکا ذوق بھی فنا ہو چکا ہے اب وہ خود مچھلی ہیں اُنکو اس کشتی کی بھی ضرورت نہیں ہے۔

۱ نہ خموش ست و نہ گویا نادریست
وہ نہ خاموش ہے اور نہ بولنے والا، کچھ عجیب ہے
حالِ اُو را در عبارت نام نیست
اُس کی حالت کا لفظوں میں کوئی نام نہیں ہے

نیست زیں دو، ہر دو ہست آں بوالعجب
وہ اِن دونوں میں سے نہیں ہے اور وہ عجیب دونوں ہے
شرحِ ایں گفتن بروں ست از ادب
اِس کی شرح کرنا تہذیب سے باہر ہے

ایں مثال آمد رکیک و بے ورود
یہ مثال کمزور اور منطبق نہ ہونے والی ہے
لیک در محسوس زیں بہتر نبود
لیکن محسوس میں اِس سے بہتر (مثال) نہ تھی

حاصل آں شہزادہ از دنیا برفت
خلاصہ یہ کہ وہ شہزادہ دنیا سے چلا گیا
جانش پُر درد و جگر پُر سوز و تفت
اُسکی جان پُردرد تھی اور جگر پُرسوز اور گرم تھا

آمدنِ برادرِ میانگیں بجنازۂ برادر کہ ایں کوچک صاحب
بچلے بھائی کا بھائی کے جنازے پر آنا، کیونکہ چھوٹا بیماری کی وجہ سے بستر پر تھا
فراش بود از رنجوری و نواختن پادشاہ میانگیں را و
اور بادشاہ کا بچلے کو نوازنا اور بادشاہ کی نظر سے اُس
صد ہزار غنائمِ غیبی و عینی بدو رسیدن از نظرِ شاہ۔
کو لاکھوں غیبی اور عینی دولتیں حاصل ہونا

۲ کوچکیں رنجور بود آں وسط
چھوٹا بیمار تھا اور وہ بچلا
بر جنازہ آں بزرگ آمد فقط
فقط، اُس بڑے کے جنازے پر آیا

شاہ دیدش گفت قاصد کیں کیست
شاہ نے اُس کو دیکھا، قصداً کہا، کہ یہ کون ہے؟
کہ ازاں بحر ست و ایں ہم ماہی ست
کیونکہ اُسی سمندر کا ہے اور یہ بھی مچھلی ہے

پس معرف گفت پورِ آں پدر
تعارف کرانیوالے نے کہا اسی باپ کا بیٹا ہے
ایں برادر زاں برادر خُرد تر
یہ بھائی، اُس بھائی سے چھوٹا ہے

شہ نوازیدش کہ ہستی یادگار
شاہ نے اُس کو نوازا کہ تو یادگار ہے
کرد اُو را ہم بداں پرسش شکار
اُس نوازش سے اُس کو بھی شکار کر لیا

۳ از نوازشہای آں شاہِ وحید
اُس یکتا شاہ کی نوازشوں سے
در تنِ خود غیرِ جاں جانے بدید
اُسنے اپنے جسم میں جان کے علاوہ ایک اور جان دیکھی

در دلِ خود دید عالی غلغلہ
اُس نے اپنے دل میں ایک عالیشان غلغلہ دیکھا
کہ نیابد صوفی آں در صد چلہ
جس کو صوفی سو چِلّوں میں نہ پائے

۱ نہ خموش۔ یہ صاحب شیخ وہ نہ صاحب ذوق کی طرح خاموش ہے اور نہ گویا ہے یہ ایک نادر شخصیت ہے اور جس کی اِس کیفیت کا پورا بیان کرنے کے لئے الفاظ نہیں ہیں۔ نیست۔ اُس کو نہ خاموش کہہ سکتے ہیں نہ گویا اور وہ خاموش بھی ہے اور گویا بھی اب اُس کی تشریح کے لئے شریعت کا ادب مانع ہے۔ ایں مثال۔ ہکر مثیں سے تشبیہ دینا۔ حاصل۔ بڑے شہزادے کے احوال کا خلاصہ یہ ہے کہ اُسی دردِ عشق اور سوز کی حالت میں دنیا سے چلا گیا

۲ کوچکیں۔ سب سے چھوٹا شہزادہ بیمار تھا وہ بڑے بھائی کے جنازے پر نہ آسکا صرف منجھلا آیا۔ قاصد۔ شاہ کشف سے سمجھ گیا تھا پھر بھی اُس نے دریافت کیا۔ بحر۔ بحرِ عشق۔ ماہی۔ عاشق برعکس۔ تعارف کرانیوالے نے کہا کہ یہ بھی اسی باپ کا بیٹا ہے اور مرنیوالے سے چھوٹا ہے۔ یادگار۔ یعنی مرنے والے کی۔

۳ از نوازشہای۔ شاہ کی توجہ سے اُس کی کیفیت بدل اور قلب میں زندگی محسوس ہونے لگی۔ در تن۔ دل۔ اُس نے اپنے دل میں عشق الہٰی کا ایسا جوش وخروش دیکھا جو صوفی کو سو چِلّوں میں بھی حاصل نہیں ہوتا۔

در دلِ خود یافت عالی عالَمے[1] | کاں نیابد کس بصد خلوت ہمے
اُس نے اپنے دل میں ایک عالیشان عالم پایا | جس کو کوئی سَو خلوتوں میں نہ پائے

عرصہ و دیوار و کوہ و سنگ تافت | پیشِ اُو چوں نارِ خنداں می شگافت
میدان اور دیوار اور پہاڑ اور پتھر چمک اُٹھے | اُسکے سامنے خنداں انار کی طرح پھٹے پڑتے تھے

ذرہ ذرہ پیشِ اُو چوں آفتاب | دمبدم می کرد صد گوں فتحِ باب
اُس کے سامنے ذرہ ذرہ، سورج کی طرح تھا | ہر دم سَو طرح سے اُس کے لئے فتح باب کرتا تھا

باب گہ روزن شُدے گاہے شُعاع | خاک گہ گندم شُدے وگاہ صاع
دروازہ کبھی روزن بن جاتا، کبھی شُعاع | مٹی کبھی گیہوں بن جاتی اور کبھی صاع

در نظرہا چرخ بس کہنہ و قدید | پیشِ چشمش ہر دمے خلقِ جدید
آسمان اُس کی نظروں میں بہت پُرانا اور سوکھا ہوا تھا | اُسکی آنکھ کے سامنے ہر وقت ایک نئی مخلوق تھی

رُوحِ زیبا[2] چونکہ وارَست از جسد | از قضا بیشک چنیں چشمش رسد
حسین روح جب جسم سے چھوٹ جاتی ہے | بیشک تقضاءِ (خداوندی) سے اسکو ایسی آنکھ مِل جاتی ہے

صد ہزاراں غیب پیشش شُد پدید | آنچہ چشمِ محرماں بیند بدید
لاکھوں غیب اُس کے سامنے ظاہر ہو گئے | جو کچھ محرموں کی آنکھ دیکھتی ہے اس نے دیکھا

آنچہ اُو اندر کُتب بر خواندہ بُود | چشم را در صورتِ آں بر گشود
جو کچھ اُس نے کتابوں میں پڑھا تھا | آنکھ کو اُس کی صورت پر کھولا

از غبارِ موکبِ آں شاہِ نر | یافت اُو کحلِ عزیزی در بصر
اُس بڑے بادشاہ کے جلوس کے غبار سے | اُس نے بینائی میں عزیزی سُرمہ پایا

بر چنیں[3] گلزار دامن می کشید | جزو جزوش نعرہ زن ھَل مِن مَزِید
اس طرح کے چمن پر وہ دامن کھینچتا تھا | اُس کا جزجز کیا کچھ اور ہے؟ کا نعرہ مارتا تھا

گلشنے کز بقل رُوید یک دم ست | گلشنے کز عقل رُوید خرم ست
جو چمن سبزی سے اُگے، تھوڑی دیر کا ہے | جو چمن عقل سے اُگے وہ تازہ ہے

گلشنے کز گُل دمد گردد تباہ | گلشنے کز دل دمد وا فرحتاہ
وہ چمن جو پھولوں سے اُگے وہ تباہ ہوتا ہے | جو چمن دل سے اُگے سبحان اللہ

عِلمہائے بامزہ دانستہ ماں | زاں گلستاں یک دو سہ گلدستہ داں
ہمارے جانے ہوئے مزیدار علوم کو | اُس چمن سے ایک دو گلدستے سمجھ

---

[1] عالمے یعنی علم و معرفت کی دنیا۔ عرصہ۔ انعکاسی انوار سے سب عالم روشن ہو گیا اور اُس میں واردات اور معارف منکشف ہونے لگے اور ہر چیز مظہرِ صفاتِ کمال نظر آنے لگی۔ ذرّہ۔ اب عالم کا ذرہ ذرہ اُسکے کشف کا ذریعہ بنگیا اور اُسکے ذریعہ علوم معارف کا دروازہ کھُلنے لگا۔ باب۔ وہ علم کا دروازہ کبھی روشندان کی طرح علم کا ذریعہ بنتا تھا کبھی خود علم بنتا تھا۔ خاک۔ خاک کبھی مقصود بالذات بنجاتی تھی اور کبھی مقصود کا ذریعہ اور آلہ۔ در نظر۔ اب عالم ناسوت اسکو بے قدر معلوم ہوتا تھا اور اسکی نگاہوں کے سامنے عالم ملکوت تھا۔

[2] رُوحِ زیبا۔ شہزادے کا یہ کشف تعجب کی بات نہیں ہے رُوحِ زیبا جب جسمانی لذتوں سے آزاد ہو جاتی ہے تو خواہ مجاہدے سے ہو، یا صحبتِ شیخ سے اسکو اس قسم کے انکشافات حاصل ہونے لگتے ہیں۔ صد ہزاراں۔ شہزادے کو شیخ کی صحبت سے یہ درجہ حاصل ہو گیا۔ آنچہ۔ استدلالی علوم اب مشاہدہ بنگئے۔ از غبار۔ شاہ کی صحبت سے اسکو باطنی سُرمہ حاصل ہو گیا۔ عزیزی۔ یعنی صاحبِ باطن کا سُرمہ۔

[3] بر چنیں یعنی باطنی علوم کے چمن میں وہ ناز سے ٹہل رہا تھا اور اہل باطن کی طرح مزید کیلئے نعرے لگا رہا تھا۔ گلشن۔ انکو جو معنوی چمن حاصل ہوا تھا وہ دائمی تھا سبزے کا چمن عارضی ہوتا ہے۔ کز دل۔ جو چمن دل میں اُگتا ہے وہ پائیدار ہوتا ہے۔ علمہائے۔ رسمی علوم اُس چمن معرفت کے فقط دو تین گلدستے ہیں۔

زاں زبونِ یک دو سہ گلدستہ ایم　　کاں درِ گلزار بر خود بستہ ایم

ہم اسی لئے ایک دو گلدستوں سے مغلوب ہیں　　کیونکہ ہم نے اپنے اوپر چمن کا دروازہ بند کر لیا ہے

آں چناں مفتاحہا ہر دم بناں　　می فتد ایجاں دریغا از بناں

ایسی کنجیاں ہر وقت روٹی کے بدلے　　ہائے افسوس اے جان! انگلیوں سے گر رہی ہیں

ور دمے ہم فارغ آرندت زناں　　گرد چادر گردی و عشق و زناں

اگر تھوڑی دیر کیلئے تجھے روٹی سے فارغ کر دیتے ہیں　　تو چادر اور عشق اور عورتوں کے چکر لگاتا ہے

باز استسقات چوں شد موج زن　　مُلک و شہرے بایدت پُر نان و زن

پھر جب تجھ میں استسقاء موج زن ہوتی ہے　　روٹی اور عورتوں سے ملک و شہر بھرا ہوا تجھے چاہیے

مار بودی اژدہا گشتی مگر　　یکسرت بود ایں زمانے ہفت سر

تو سانپ تھا شاید اژدہا بن گیا　　تیرے ایک سر تھا اب سات سر ہیں

ف۲ اژدہائے ہفت سر دوزخ بود　　حرص تو دانہ است و دوزخ فخ بود

سات پھنوں والا اژدہا دوزخ ہے　　تیری حرص دانہ ہے اور دوزخ جال ہے

دام را بدراں بسوزاں دانہ را　　باز کن درہائے نو ایں خانہ را

جال کو پھاڑ ڈال، دانہ کو جلا دے　　اس گھر کے نئے دروازوں کو کھول

چوں تو عاشق نیستی اے نر گدا　　ہمچو کوہے بے خبر داری صدا

اے بے شرم مفلس! چونکہ تو عاشق نہیں ہے　　تو پہاڑ کی طرح بے خبر آواز رکھتا ہے

کوہ را گفتار کے باشد زخود　　عکسِ غیر ست آں صدا اے معتمد

پہاڑ کی اپنی گفتگو کب ہوتی ہے؟　　اے معتمد! وہ صدا دوسرے کا عکس ہے

ف۳ گفت توزاں رو کہ عکسِ دیگریست　　جملہ احوالت بغیر عکس نیست

تیری گفتگو جس طرح سے دوسرے کا عکس ہے　　تیرے سارے احوال عکس کے سوا نہیں ہیں

خشم و ذوقت ہر دو عکسِ دیگراں　　شادیٔ قوادہ و خشمِ عواں

تیرا غصہ اور ذوق دونوں دوسروں کا عکس ہیں　　دلالہ کی خوشی اور سپاہی کے غصہ (کی طرح)

آں عواں را آں ضعیف آخر چہ کرد　　کہ دہد اورا بکینہ زجر و درد

اس کمزور نے آخر اس سپاہی کا کیا بگاڑا ہے؟　　کہ وہ اس کو کینہ سے جھڑکی اور تکلیف دے رہا ہے

تا بکے عکسِ خیالِ لامعہ　　جہد کن تا گردد ت ایں واقعہ

ایک چمکدار خیال کا عکس کب تک؟　　کوشش کر تاکہ تیرے لئے یہ حقیقت بن جائے

ف۱ زاں: ہم اس لئے مغلوب ہیں کہ ہم نے علوم حقیقی کا دروازہ اپنے اوپر بند کر رکھا ہے۔ آں چناں: جن کنجیوں سے فن علوم کے خزانے کھلتے ہیں وہ تدبیر بس کی وجہ سے ہمارے ہاتھ سے گر جاتی ہیں۔ ور دمے: جب کسی انسان کا پیٹ بھر جاتا ہے تو پھر وہ فرج کی شہوت کا گرویدہ ہو جاتا ہے۔ باز: پھر انسان کی ہوس اور بڑھتی ہے تو نان و زن سے پُر شہروں اور ملکوں کے درپے ہو جاتا ہے۔ مار بودی: پہلے وہ سانپ تھا جسکے ایک سر تھا اب وہ سات سروں والا اژدہا بن جاتا ہے۔

ف۲ اژدہای: دوزخ سات سروں والا اژدہا ہے دوزخ کے سات دروازے ہیں جن سے جہنمی اس میں داخل ہونگے حرص انسان کیلئے دانہ اور دوزخ جال ہے۔ باز کن: اس دانہ اور جال سے دور ہو جا پھر معارف و علوم لدنیہ کے گھر کا دروازہ کھلے گا۔ چوں تو: اگر تو خدا کا عاشق نہیں ہے جو ان علوم و معارف کا حامل ہوتا ہے تو پھر تو ایک پہاڑ ہے جس سے صدائے بازگشت پیدا ہوتی ہے اور وہ پہاڑ اس سے لاعلم ہوتا ہے یعنی تیرے علوم بھی محض پہاڑ کی صدائے بازگشت ہیں۔

ف۳ گفت تو: جس طرح تیری گفتگو صدائے بازگشت ہے اسی طرح تیرے عارضی حال بھی کسی دوسرے کا عکس ہیں۔ خشم: تیرا غصہ اور ذوق ...

[illegible]

تا کہ[۵۱] گفتارت زحالِ تو بُوَد — سَیرِ تو با پرّ و بالِ تو بُوَد
تا کہ تیرا قال تیرے حال سے ہو — تیری پرواز تیرے بال و پَر سے ہو

صَید گیرد تیر ہَم با پرِّ غیر — لاجرم بے بہرہ اُست از لحمِ طیر
دوسرے کے پَر سے تیر بھی شکار پکڑ لیتا ہے — لامحالہ وہ پرند کے گوشت سے بے نصیب ہے

باز صید آرد بخود از کوہسار — لاجرم شاہش خورانَد کبک و سار
باز خود پہاڑ سے شکار لاتا ہے — لامحالہ شاہ اس کو چکور اور تلیر کھلاتا ہے

باز باپرِّ خود آرد صیدِ شبک — لاجرم شاہش خورانَد لحمِ کبک
باز اپنے پَروں سے جال کا شکار لاتا ہے — لامحالہ شاہ اس کو چکور کا گوشت کھلاتا ہے

مَنطقے کز وحی نبُوَد از ہَواست — ہمچو خاکے در ہوا و در ہَبَاست
وہ گفتگو جو وحی سے نہ ہو خواہشِ (نفس) سے ہے — وہ خاک کی طرح ہوا اور ذرّوں میں ہے

گر[۵۲] نماید خواجہ را ایں دَم غلَط — ز اوّل والنجم برخواں چند خط
اگر صاحب کو یہ دعویٰ غلط نظر آتا ہے — والنجم کے شروع سے چند نقش پڑھ لیں

تا کہ مَا یَنطِقُ مُحَمَّدٌ عَنْ ھَوَا — اِنْ ھُوَ اِلَّا بِوَحْیٍ اِحْتَوٰی
محمدؐ خواہشِ (نفس) سے نہیں بولتے تک — نہیں ہے وہ مگر وحی کے ذریعہ جس کو آنحضورؐ نے احاطہ کر لیا ہے

تا بدانی کہ محمدؐ از ہوا — وانگفت و گفت از وحیِ خدا
تا کہ تو جان لے کہ محمدؐ نے خواہشِ (نفس) سے — نہیں کہا اور خدا کی وحی سے کہا ہے

احمدا چوں نیستت از وحی یاس — جسمیاں را دہ تحرّی و قیاس
اے احمدؐ! آپ کو وحی سے مایوسی نہیں ہے — جسم والوں کو تحرّی اور قیاس عطا کر دیجئے

بید را[۵۳] گر میوہ نے باشد ظلال — کز ضرورت ہست مُردارے حَلال
بید کے اگر پھل نہیں ہے، سایہ ہوتا ہے — کیونکہ ضرورت کے وقت مُردار حلال ہے

گر تحرّی نیست در کعبہ وصال — لیک ہست اندر بیابانِ ضلال
اگر کعبہ وصال میں تحرّی نہیں ہے — گمشدگی کے بیابان میں تحرّی ہے

بے تحرّی و اجتہاداتِ ہُدیٰ — ہر کہ بدعت پیشہ گیرد از ہوا
تحرّی اور ہدایت کے اجتہادوں کے بغیر — جو خواہشِ (نفس) سے بدعت کا پیشہ اختیار کرے

---

۵۱ تا کہ۔ جب تیرے اندر حقیقی وصف پیدا ہو جائیگا تو تیری گفتار خود اپنی ہوگی اور تیری رفتار خود اپنے بال و پر سے ہوگی۔ صید۔ تیر کے پَر لگے ہوئے ہیں اُس کے اپنے نہیں ہیں لہٰذا وہ شکار کے گوشت سے محروم ہے۔ باز۔ باز اپنے پَروں کے ذریعہ شکار کرتا ہے وہ چکور اور تلیر کھاتا ہے لاجرم۔ نقال، تیر کی طرح اور صاحبِ حال باز کی طرح ہے۔ کبک۔ چکور۔ سار۔ تلیر۔ شبک۔ جال۔ مَنطقے۔ علوم بے بصیرت اور احوال بے حقیقت کا تعلق وحی سے نہیں ہے بلکہ محض نفسانی چیزیں ہیں۔

۵۲ گر نماید۔ سورہ والنجم میں ہے وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی آنحضورؐ کا کلام وحی سے ماخوذ ہے خواہشِ نفس سے نہیں ہے۔ اِحتوی۔ یعنی جس وحی کا آنحضورؐ نے احاطہ کر لیا ہے۔ احمدا۔ آنحضورؐ کے جو علوم وحی سے متعلق تھے۔ جسمیاں۔ جو لوگ جسمانی ہیں اور اُن کا تعلق روحانی عالم سے نہیں ہے، اُن کے لئے تحرّی اور اجتہاد وحی کے قائم مقام ہے لہٰذا اجتہادی مسائل بھی نفسانی نہیں ہیں آنحضورؐ کو بھی اجازت تھی کہ جب وحی نہ آئے تو قیاس سے کام لیں۔

۵۳ بید را۔ وحی نہ ہوتے ہوئے قیاس سے فائدہ اٹھانا ہے کہ اگر بید کے پھل نہیں ہیں تو اس کے سایہ کا فائدہ حاصل کر لیا جاتا ہے۔ گر تحرّی جس وقت کعبہ سامنے ہو سمتِ قبلہ کی تحرّی اور اٹکل لگانا جائز نہیں لیکن اگر انسان ایسے جنگل میں ہو جہاں دلیل قطعی سے سمت کو متعین نہ کیا جائے تو اٹکل سے متعین کرنا جائز ہے۔ بے تحرّی۔ اگر بے اٹکل اور بغیر اجتہاد کے کوئی عمل ہوگا تو وہ بدعت ہے۔

ہمچو عادش[۱] بر برد بادو کُشد — نے سلیمانؑ ست تا تختش کَشد

ہوا اُس کو عاد کی طرح برباد اور ہلاک کردیگی — وہ سلیمانؑ نہیں ہے کہ اُسکے تخت کو کھینچے

عاد را باد ست حمّالِ خذُول — ہمچو برّہ در کفِ مردِ اکُول

عاد کے لئے ہوا، مخالف باربردار ہے — جس طرح پیٹو کے ہاتھ میں بکری کا بچہ

ہمچو فرزندش نہادہ بر کنار — می بَرد تا بکشدشُ قصاب وار

وہ اُس کو اولاد کی طرح بغل میں دبائے ہوئے — لے جارہا ہے تاکہ اُس کو قصائی کی طرح ذبح کردے

عادیاں[۲] را باد ز استکبار بُود — یار خود پنداشتند اَغیار بُود

عاد والوں کے لئے ہوا تکبر کی وجہ سے تھی — اُنھوں نے اپنا دوست سمجھا، وہ اغیار تھی

چوں بگردانید ناگہ پوستیں — خُردشاں بشکست آں بِئس القریں

جب اُس نے اچانک پوستین اُلٹ دیا — اُس بُرے ساتھی نے اُن کو ریزہ ریزہ کردیا

باد را بشکن کہ بس فتنہ است باد — پیش ازاں کِت بشکند او ہمچو عاد

ہوا کو توڑ دے کیونکہ ہوا بہت فتنہ ہے — اِس سے قبل کہ وہ تجھے عاد کی طرح توڑ دے

ہودؑ دادے پند کاے پُر کبر خیل — برکَنَد از دستِ تاں ایں باد ذیل

(حضرت) ہودؑ نصیحت کرتے کہ اے تکبر بھری جماعت — یہ ہوا تمہارے ہاتھ سے دامن چھڑا دے گی

لشکرِ حق ست باد و از نفاق — چند روزے با شما کرد اعتناق

ہوا اللہ (تعالیٰ) کا لشکر ہے اور نفاق کی وجہ سے — چند روز تم سے گلے ملی ہے

او بسر با خالقِ خود راست ست — چوں اجل آید بر آرد باد دست

وہ باطن میں اپنے خالق کے ساتھ سچی ہے — جب وقت آئے گا، ہوا ہاتھ نکالے گی

ایں[۳] ہماں باد ست کایمن می گذشت — بُود ہمچوں جان و ہمچوں مرگ گشت

یہ وہی ہوا ہے، جو اطمینان سے گذرتی تھی — جان کی طرح تھی اور موت جیسی ہو گئی

دستِ آنکس کو بکرد ست دبوس — وقتِ خشم آں دست می گردد دبوس

اُس شخص کا ہاتھ جو تیرے ہاتھ چومتا تھا — غصہ کے وقت وہی ہاتھ گرز بن جاتا ہے

باد را اندر دہن بیں رہگذر — ہر نفس آیاں رواں در کرّ و فر

ہوا کا منہ میں راستہ دیکھ — ہر وقت کرّ و فر کے ساتھ آنے جانے والی ہر

حلق و دندانہا ازو ایمن بُود — حق چو فرماید بدنداں در رود

حلق اور دانت اُس سے محفوظ ہیں — اللہ (تعالیٰ) حکم دیتا ہے تو دانتوں میں گھس جاتی ہے

---

[۱] تجمہ۔ بغیر اجتہاد کے حکم جیسے ہوائے نفس ہے تو یہ ہوئے نفس اُس کو اسی طرح برباد کردیگی جس طرح عنصری ہوا نے قوم عاد کو برباد کیا تھا نے سلیمانؑ مگر اُس نے اجتہاد سے کام لیا ہے تو پھر ہوا اُس کیلئے اِس طرح مُفید ہوگی جس طرح حضرت سلیمانؑ کے لئے مُفید تھی۔ عاد۔ قومِ عاد کے لئے ہوا ایسی ہی تھی جیسے کہ پیٹو انسان کے پاس بکری کا بچہ جس کو وہ اولاد کی طرح گود میں اُٹھا کر لے جارہا ہے اور پھر قصابوں کی طرح اُس کو ذبح کر ڈالتا ہے۔

[۲] عادیاں۔ قومِ عاد میں تکبر (کی) ہوا بھری ہوئی تھی جو تباہی کا سبب بنی، وہ ابتداءً اُس کو دیکھ کر خوش ہوئے پھر اُسی سے تباہ ہوئے۔ یلہ بگرد۔ قومِ عاد نے ہوا کو ابتداءً مُفید سمجھا پھر اُسی کے ذریعہ ہلاک ہوئے۔ باد۔ انسان کو اُس تکبر کی ہوا سے بچنا چاہیے ورنہ وہ ہلاک کر دے گی ہود۔ حضرت ہودؑ اُنکو تکبر چھوڑنے کو کہتے تھے۔ لشکر۔ یہ سمجھاتے تھے کہ ہوا بھی اللہ تعالیٰ کا لشکر ہے تمہیں نفاق سے کچھ فائدہ پہنچا رہی ہے لیکن اجل۔ جب اللہ کے غصہ کا وقت آجائے گا پھر یہی تمہیں تباہ کر دیگی۔

[۳] ایں ہماں۔ پہلے یہی ہوا مدارِ زندگی تھی اب ہلاکت کا سبب بنی۔ دستے۔ وہی شخص جو تمہاری دست بوسی کرتا ہے

غصہ کے وقت اُس کا ہاتھ گرز بن جاتا ہے۔ آدمیا ... بیان القرآن ہے ق۔ یعنی جس وقت غصہ آتا ہے تو وہ دانت کے اندر گھس جاتا ہے۔

کوہؔ گردد ذرّۂ بادِ ثقیل | دردِ دنداں داردش زار و علیل
ہوا کا ذرہ پہاڑ اور بھاری بن جاتا ہے | دانتوں کا درد اُس کو عاجز اور بیمار کر دیتا ہے

یارب و یارب برآرد اُو زجاں | کہ بَرایں باد را اے مُستعاں
وہ جان سے اے خدا اے خدا نکالتا ہے | کہ اے مددگار! اِس ہوا کو لے جا

اے دہاں غافل بُدی زیں باد رَو | از بُنِ دنداں دراِستغفار شو
اے منہ! تو اِس ہوا سے غافل تھا، جا | عاجزی سے اِستغفار میں لگ

چشمِ سختش اَشکہا باراں کُند | مُنکراں را درد اللہ خواں کُند
جب اُس کی سخت آنکھ آنسو برساتی ہے | درد منکروں کو اللہ کو پکارنے والا بنا دیتا ہے

چوں دَمِ یزداں نہ پذرفتی زمَرد | وحیِ حق را ہیں پذیرا شوز درد
جبکہ تو نے اللہ (تعالیٰ) کے کلام کو مرد (حق) سے قبول نہ کیا | خبردار! اللہ کی وحی کو درد سے قبول کرے

بادؔ گوید پیکم از شاہِ بشر | گہہ خبر خیر آورم گہہ شورو شر
ہوا کہتی ہے میں شاہِ بشر کی قاصد ہوں | کبھی بھلائی کی خبر لاتی ہوں کبھی شور و شر کی

مَن چو تو غافل زشاہِ خود کَیم | زانکہ ماموؔرم اَمیرِ خود نیَم
میں تیری طرح اپنے شاہ سے کب غافل ہوں؟ | کیونکہ میں محکوم ہوں اپنی حاکم نہیں ہوں

گر سُلیماںؑ وار بُودے حالِ تُو | چوں سُلیماںؑ گشتمے حمالِ تُو
اگر تیرا حال سلیمانؑ کی طرح ہوتا | سلیمانؑ کی طرح تیری حمال بنتی

عاریہؔستم گشتمے مِلکِ کَفت | کردمے بر رازِ خود مَن واقفت
میں مانگی ہوئی ہوں تیرے ہاتھ کی ملوک بنجاتی | میں تجھے اپنے راز سے واقف کر دیتی

لیکؔ چوں تو باغیی مَن مُستعار | می کُنم خدمت ترا روزے سہ چار
لیکن چونکہ تو باغی ہے اور میں مانگی ہوئی ہوں | میں تیری تین چار روز خدمت کرتی ہوں

پس چو عادت سرنگو نہادہم | زِاسپہ تو باغیانہ برجہم
پھر تجھے عاد کی طرح اوندھا کر دوں گی | تیرے لشکر سے بغاوت کر کے نکل جاؤنگی

تابغیب ایمانِ تو مُحکم شوَد | آں زماں کایمانت مایہ غم شوَد
انجام یہ ہے کہ تیرا غیب پر ایمان مضبوط ہوگا | جبکہ تیرا ایمان غم کا سرمایہ ہو جائیگا

آں زماں خود جُملگاں مُومن شوَند | آں زماں خود سرکشاں بر سر دوَند
اس وقت سب خود مومن ہو جائیں گے | اُس وقت سرکش خود سر کے بل دوڑیں گے

لہ کوہ۔ جب وہ دانت میں گھس جاتی ہے تو اُس کا ایک ذرہ پہاڑ معلوم ہوتا ہے اور انسان دانت کے درد سے بےچین ہوجاتا ہے۔ یارب۔ اب وہ درد میں خدا سے دُعا کرتا ہے اور اِس ہوا کو نکالنے کی درخواست کرتا ہے۔ لے دہاں۔ جبکہ یہ چیزیں اللہ کے حکم کے تابع ہیں تو اُس کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔ چشم۔ اِس درد کا یہ فائدہ ہے کہ یہ خدا کی یاد دلاتا ہے اور سخت دلوں کو رُلا دیتا ہے۔ زمرد۔ مرادِ خدا کی نصیحت کو تو نے قبول نہ کیا اب درد کی وجہ سے ہی اُن باتوں کو تسلیم کرے۔

ٹہ باد۔ ہوا دلالتِ حال سے کہتی ہے کہ میں خدا کی قاصد ہوں کبھی بشارت دیتی ہوں کبھی ڈراتی ہوں۔ من چو تو۔ اور کہتی ہے کہ میں انسان کی طرح خدا سے غافل نہیں ہوں میں حکم کی پابند ہوں حاکم نہیں ہوں۔ گر سلیمانؑ۔ اگر تو سلیمانؑ کی طرح خدا کا مطیع ہوتا تو میں تیری خادم ہوتی۔ عاریستم۔ اب میں تیری ملکیت نہیں ہوں، عارضی طور پر تیرے پاس ہوں۔ راز۔ ہوا اپنا اللہ تعالیٰ کی آیت ہونا واضح کر دیتی ہے۔

تہ لیک۔ لیکن چونکہ تو اللہ تعالیٰ کا باغی ہے لہٰذا دو چار روز تجھے دنیوی نفع پہنچا رہی ہوں۔ پس۔ اِن دنوں کے بعد تجھے قومِ عاد کی طرح جہنم میں اوندھا گرا دونگی۔ تابغیب۔ تیری بغاوت کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اس وقت تیرا ایمان بالغیب مضبوط ہو جائیگا۔

لیکن اُس وقت ایمان مفید نہ ہوگا بلکہ باعثِ حسرت ہوگا فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ إِيمَانُهُمْ لَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا جب اُنھوں نے ہماری سختی دیکھی تو اُنکا ایمان اُن کیلئے مفید نہ تھا۔

آں[۵۱] زماں زاری کنند و افتقار
اُس وقت عاجزی اور ضرورت کا اظہار کرتے ہیں
ہمچو دزد و راہزن در زیرِ دار
جس طرح چور اور ڈاکو سُولی کے نیچے

لیک گر در غیب گردی مُستوی
لیکن اگر تو غیب میں ٹھیک ہو جائے
مالکِ دارین و شحنہ خود توئی
تُو خود دونوں جہان کا مالک اور کوتوال ہے

رُو نماید بادشاہیِ مُقیم
ہمیشہ کی بادشاہت رُونما ہو
نے دو روزہ مُستعار ست و سقیم
وہ دو روزہ مانگی ہوئی اور مریض نہیں ہے

رَستی از بیگار و کارِ خود کُنی
تو بیگار سے چھوٹ جائے اور اپنا کام کرے
ہم تو شاہ و ہم تو طبلِ خود زنی
تو بادشاہ بھی ہو جائے اور خود اپنا نقارہ بجائے

چوں گلو تنگ آورد بر ما جہاں
جب حلق ہم پر دنیا کو تنگ کر رہا ہے
خاک خوردے کاشکے حلق و دہاں
کاش کہ حلق اور مُنہ خاک بھانکے

ایں دہاں خود خاک خوارے آمدہ است
یہ مُنہ خود خاک کھانے والا ہے
لیک خاکے را کہ آں رنگیں شدہ است
لیکن اُس خاک کو جو رنگین ہو گئی ہے

ایں[۵۲] کباب و ایں شراب و ایں شکر
یہ کباب اور یہ شراب اور یہ شکر
خاکِ رنگین است و نقشیں اے پسر
اے بیٹا! رنگین اور نقشین خاک ہے

چونکہ خوردی و شد آنہا لحم و پوست
جب تونے کھا لیا اور وہ گوشت و پوست بن گئی
رنگ لحمش داد و اینہم خاکِ کُوست
اسکو گوشت کا رنگ دیدیا اور یہ بھی کوچہ کی خاک ہے

ہم زخاکے بخیہ بر گِل می زنند
خاک ہی سے مٹی پر بخیہ کرتے ہیں
جملہ را ہم باز خاکے می کُنند
پھر سب کو خاک کر دیتے ہیں

ہندو و قبچاق و رُومی و حبش
ہندوستانی اور قبچاقی اور رومی اور حبشی
جُملہ یک رنگ اند اندر گورِ خوش
اچھی طرح قبر میں سب ایک رنگ کے ہیں

تا[۵۳] بدانی کاں ہمہ رنگ و نگار
تاکہ تو سمجھ لے کہ وہ سب رنگ و نقش
جُملہ رُوپوش ست و مکر و مُستعار
سب پردہ اور مکر اور مُستعار ہیں

زانکہ باقی صبغۃ اللہ ست و بس
کیونکہ باقی رہنے والا اللہ کا رنگ ہے اور بس
غیرِ آں بر بستہ داں ہمچوں جرس
دوسرے کو گھنٹہ کی طرح بندھا ہوا سمجھ

---

۵۱ آں زماں۔ جب عذاب نازل ہونے لگتا ہے تو پھر توبہ اور ایمان نافع نہیں ہوتا، سُولی پر پہنچ کر مجرم کی توبہ مفید نہیں ہے۔ لیکن اگر انسان اِس حالت میں سیدھا ہو جائے جبکہ عذاب غائب تھا اور اُس نے اُس کو دیکھا نہ تھا تو پھر وہ خود شاہ ہے اُس کو کوئی نہ ستا سکیگا۔ رُو نماید جبکہ ایمان بالغیب ہو تو مُستقل بادشاہی حاصل ہو جاتی ہے۔ رستی پھر تیری غلامانہ زندگی نہ ہوگی بلکہ تو آزاد ہوگا۔ چوں گلو۔ یہ مُنہ اور حلق کی لذتیں ہمارے لئے وبالِ جان ہیں، عذاب کے وقت انسان حسرت سے کہے گا کاش میں نے اِن لذیذ چیزوں کی بجائے خاک پھانکی ہوتی۔ ایں دہاں۔ دنیا میں جو کچھ انسان کھا رہا ہے لذیذ چیزیں بھی دراصل خاک ہیں انپر صرف رنگ چڑھا ہوا ہے۔
۵۲ ایں کباب۔ دنیا کی جس قدر مرغوبات ہیں دراصل وہ رنگین اور نقشین خاک ہیں۔ چونکہ پہلے اِس مٹی پر پھل اور غذا کا رنگ تھا اب جبکہ وہ جزوِ بدن بنی اُس پر گوشت پوست کا رنگ آگیا پھر وہ گوشت پوست انجام کار کوچہ کی خاک بن جائیگا۔ ہم زخاکے جسم جو خود خاک ہے اُس کا نشو و نما خاک کے ذریعہ ہو رہا ہے پھر مرنے کے بعد سب خاک ہو جاتا ہے۔ ہندو۔ انسان خواہ کہیں کا رہنے والا ہو قبر میں جا کر سب یکساں مٹی بن جاتے ہیں قبچاق ایک مشہور صحرا ہے وہاں کی ترک قوم ٹھگ زنی میں مشہور ہے ——— ۵۳ تا بدانی سب کا یہ انجام عبرت کیلئے ہے اور یہ بتانے کیلئے کہ یہ رنگ محض عارضی ہے۔ زانکہ۔ باقی صرف اللہ کا رنگ ہے جو اعمالِ صالحہ سے چڑھتا ہے۔ جرس۔ گھنٹا جو جانور کے گلے میں باندھا جاتا ہے وہ جانور کا جز نہیں ہوتا محض ایک عارضی چیز ہوتی ہے۔

رنگِ صدق[1] و رنگِ تقویٰ و یقیں ۔۔۔ تا ابد باقی بُود بر عابدیں
سچائی کا رنگ اور تقوے اور یقین کا رنگ ۔۔۔ عبادت گذاروں پر ہمیشہ کے لئے باقی رہے گا

رنگِ شک و رنگِ کفران و نفاق ۔۔۔ تا ابد باقی بُود بر جانِ عاق
شک کا رنگ اور کفر و نفاق کا رنگ ۔۔۔ نافرمان جان پر ہمیشہ کے لئے باقی رہے گا

چوں سیہ رُوئیِ فرعونِ دغا ۔۔۔ رنگِ اُو باقی و جسمِ اُو فنا
جیسی کہ مکار فرعون کی سیاہ روئی ۔۔۔ اس کا رنگ باقی اور جسم فانی ہے

برق و فرِّ رُوئیِ خوب صادقیں ۔۔۔ تن فنا شُد واں بجا تا یومِ دیں
سچوں کے حسین چہرے کی چمک اور شان ۔۔۔ جسم تو فنا ہو گیا اور وہ قیامت تک باقی ہے

زشت آں زشت است و خوب آں خوب و بس ۔۔۔ دائم آں ضحّاک و ایں اندر عبس
برا وہ برا ہے اور بھلا وہ بھلا ہے، بس ۔۔۔ وہ ہمیشہ ہنسنے والا اور یہ ترش روئی میں ہے

خاک را رنگ و فن و شنگے دہد ۔۔۔ طفل خویاں را بداں جنگے دہد
وہ خاک کو رنگ اور فن اور شوخی دیتا ہے ۔۔۔ طفلانہ مزاج والوں کو اس سے جنگ میں مبتلا کر دیتا ہے

از خمیرے[2] اشتر و شیرے پزند ۔۔۔ کودکاں از حرصِ آں کف می زنند
آٹے کے اونٹ اور شیر پکاتے ہیں ۔۔۔ بچے اس کی حرص سے ہاتھ بجاتے ہیں

شیر و اشتر ناں شود اندر دہاں ۔۔۔ در نگیرد ایں سخن با کودکاں
شیر اور اونٹ منہ میں روٹی بن جاتے ہیں ۔۔۔ یہ بات بچوں پر اثر نہیں کرتی

دامنِ پُر خاک ما چوں کودکاں ۔۔۔ رفتہ از سر جہدِ اسباب و دکاں
ہم بچوں کی طرح دامن خاک سے بھرے ہوئے ہیں ۔۔۔ اسباب اور دکان کی کوشش سر سے نکل گئی ہے

کودکِ[3] اندر جہل و پندار و شکیست ۔۔۔ شکر باری قوتِ اُو اندکیست
بچہ نادانی اور گمان اور شک میں ہے ۔۔۔ خدا کا شکر ہے کہ اسمیں تھوڑی ہی طاقت ہے

وای زاں طفلاں کہ پیری می کنند ۔۔۔ لنگ مور انند و میری می کنند
اُن بچوں پر افسوس ہے جو بڑاپا برت رہے ہیں ۔۔۔ لنگڑی چونٹیاں ہیں اور سرداری کر رہے ہیں

طفل را استیزہ و صد آفت است ۔۔۔ شُکر ایں کو بے فن و بے آلت است
بچہ میں تو لڑائی جھگڑے ہیں ۔۔۔ شُکر ہے کہ وہ بے تدبیر اور بے ہتھیار ہے

وای زیں پیرانِ طفلِ ناادیب ۔۔۔ گشتہ از قوت بلای ہر رقیب
افسوس ان بے ادب بوڑھے بچوں پر ہے ۔۔۔ جو طاقت کی وجہ سے ہر نگہبان کی مصیبت بن گئے ہیں

[1] رنگِ صدق۔ نیک اعمال کا جو رنگ ہے وہ دائمی اور باقی ہے۔ رنگِ شک۔ اسی طرح بُرا اعمال کا رنگ بھی دائمی ہے۔ عاق۔ نافرمان۔ فرعون۔ فرعون کا جسم فنا ہو گیا اُس کی سیاہ روئی باقی ہے۔ برق۔ جو سچے ہیں اُنکے جسم تو فنا ہو جائیں گے لیکن اُن کے اعمال قیامت تک قائم رہینگے۔ زشت۔ بُرائی بھلائی جسم کی نہیں ہے بلکہ اعمال کی ہے جو قائم و دائم ہے۔ خاک۔ جسم کا رنگ و رُوپ بے معنیٰ ہے اُس کا لالچ بچوں کا سا لالچ ہے۔

[2] از خمیرے۔ بچوں کیلئے آٹے کے شیر اور اونٹ پکا دیئے جاتے ہیں جن پر وہ فریفتہ ہو جاتے ہیں حالانکہ وہ وہی روٹی ہے۔ شیر و اشتر۔ آٹے کے پکے ہوئے شیر و شتر کے بارے میں بچوں کو سمجھا دو کہ اُن میں اور روٹی میں کوئی فرق نہیں تو اُس کو تسلیم نہیں کرتے ہیں۔ دامن ہم نے بھی بچوں کی طرح مٹی دامن میں بھر رکھی ہے اور اصل سودے اور دُکان سے غافل ہو رہے ہیں۔

[3] کودک۔ بچہ کا جہل اور نادانی زیادہ مُضر نہیں ہے، کیونکہ اُسمیں زیادہ طاقت نہیں ہے اگر اُن کے جہل کا نتیجہ لڑائی ہے تو وہ معمولی قسم کی ہے۔ وای۔ قابلِ افسوس تو یہ نابالغ پیر ہیں کہ در اصل لنگڑی چیونٹیاں ہیں اور امارت کے مدعی ہیں۔ طفل۔ بچہ لڑتا ہے لیکن خدا کا شکر ہے نہ کوئی لڑائی کا فن آتا ہے نہ اُسکے پاس ہتھیار ہیں۔ وائے۔ اِن نابالغ بوڑھوں کی جہالت آفتِ جان ہے۔

چوں[1] سلاح و جہل جمع آید بہم — گشت فرعونے جہاں سوز از ستم

جب ہتھیار اور جہالت آپس میں جمع ہو جائیں — تو وہ ظلم سے جہاں سوز فرعون بن جاتا ہے

شکر کن اے مردِ درویش از قصور — کہ ز فرعونی رہیدی وز کفور

اے درویش مرد! تو کمی پر شکر کر — کہ فرعونیت اور کفر سے نجات پا گیا

شکر کہ مظلومی و ظالم نۂ — آمن از فرعونی و ہر فتنۂ

تو شکر کر کہ مظلوم ہے اور ظالم نہیں ہے — فرعونیت اور ہر فتنہ سے محفوظ ہے

اشکمِ تی لافِ اللّٰہی نزد — کآتشش را نیست از ہیزم مدد

خالی پیٹ نے خدائی ڈینگ نہیں ماری — کیونکہ اس کی آگ کو ایندھن سے مدد نہیں ہے

اشکمِ خالی بود زندانِ دیو — کش غمِ ناں مانعست از مکر و ریو

خالی پیٹ شیطان کا قید خانہ ہے — کیونکہ اسکے لئے روٹی کی فکر، مکر اور چالاکی سے مانع ہے

اشکمِ پُر لوت[2] داں بازارِ دیو — تاجرانِ دیو را در وے غریو

تو لذیذ غذا سے پُر پیٹ کو شیطان کا بازار سمجھ — شیطان تاجروں کا اس میں شور ہے

تاجرانِ ساحرِ لاشیٔ فروش — عقلہا را تیرہ کردہ از خروش

جادوگر تاجر، لاشئ فروشوں نے — شور سے عقلوں کو مکدر کر دیا ہے

خُم رواں کردہ ز سحرے چوں فرس — کردہ کرباسے ز مہتاب و غلس

انھوں نے مٹکے کو جادو سے گھوڑے کی طرح چلا رکھا ہے — چاندنی اور تاریکی سے کپڑا بنا رکھا ہے

چوں بریشم خاک را بر می تنند — خاک در چشمِ ممیز می زنند

خاک کو ریشم کی طرح تن رہے ہیں — امتیاز کرنے والے کی آنکھ میں دھول جھونک رہے ہیں

جندلے[3] را رنگ عودی می دہند — بر کلوخے ماں حسودی می دہند

پتھر پر عود کا رنگ چڑھا رہے ہیں — ڈھیلے پر ہمیں حسد میں مبتلا کر رہے ہیں

پاک آں کو خاک را رنگے دہد — ہمچو کودک ماں براں جنگے دہد

وہ ذات پاک ہے جو خاک کو رنگ عطا کرتی ہے — بچہ کی طرح ہمیں اس پر جنگ میں مبتلا کر دیتی ہے

دامنِ پُر خاکِ ماں چوں طفلکاں — در نظر ما خاک، ہمچوں زرِ کاں

بچوں کی طرح ہمارا دامن خاک سے پُر ہے — ہماری نظر میں خاک کان کے سونے کی طرح ہے

طفل را با بالغاں نبود جدال — طفل را حق کے نشاند با رجال

بچے کی بالغوں سے جنگ نہیں ہوتی — اللہ تعالیٰ بچے کو مردوں کے ساتھ کب بٹھاتا ہے

---

[1] چوں۔ جب ہتھیار اور جہالت جمع ہو جائے تو پھر انسان فرعون بن جاتا ہے۔ شکر کن۔ مفلس کو شکر ادا کرنا چاہیئے کہ اللہ نے اس کو گمراہی کے اسباب سے محفوظ رکھا ہے۔ شکر۔ مفلس عموماً مظلوم ہوتا ہے ظالم نہیں ہوتا۔ اشکم تی۔ خدائی کا دعویٰ پیٹ بھرا کرتا ہے بھوکے میں یہ فرعونیت نہیں ہوتی ہے۔ اشکم۔ اگر پیٹ خالی ہو تو شیطان اس میں قیدی ہو جاتا ہے کیونکہ بھوکے کو روٹی کی فکر سے فرصت نہیں ملتی۔

[2] پُر لوت۔ جو پیٹ لذیذ غذاؤں سے پُر ہے وہ شیطان کا بازار ہے جہاں مکر و فریب کی چیزیں فروخت ہوتی ہیں اور انسان انکو خریدتا ہے۔ تاجراں۔ شیطان تاجروں کی ہاؤ ہو سے انسان کی عقل خراب ہو جاتی ہے اور فریب میں آجاتا ہے۔ خم رواں۔ یہ شیاطین جادوگر اپنی جادوگری سے مٹکے کو گھوڑے کی طرح رواں کر دیتے ہیں۔ کردہ۔ چاندنی اور اندھیرے کا سفید و سیاہ کپڑا بنا کر فروخت کر دیتے ہیں۔ خاک۔ دھول سے ریشمین کپڑا بنا کر فروخت کر دیتے ہیں۔

[3] جندل۔ بوزن صندل بڑا پتھر۔ عود۔ اگر کی لکڑی۔ پاک۔ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے جس نے ہیچ چیز کو پیدا کر دیا ہیچ نہیں ہے۔ ہمچو کودک۔ ہم بچوں کی طرح اس رنگین خاک پر لڑتے ہیں۔ دامن۔ دامن بھری ہوئی ٹھیکریوں کو بچہ سونے کی اشرفیاں سمجھتا تھا۔ طفل۔ جبکہ دنیادار بچہ صفت ہیں تو انکو بزرگوں سے اختلاف نہ کرنا چاہیئے اور انکی بات ماننی چاہیئے۔

میوه ^۱ گر کہنه شود تا ہست خام | پختہ نبود غورہ گویندش بنام
پھل اگرچہ پرانا ہو جائے جب تک وہ کچا ہے | (اور) پختہ نہ ہوا اُس کا نام غورہ بولتے ہیں

گر شود صد سالہ آں خام ترش | طفل و غورہ است او بر ہر تیز ہُش
اگرچہ وہ کچا ترش سو سال کا ہو جائے | وہ ہر سمجھدار کے نزدیک بچہ اور غورہ ہے

گرچہ باشد موی و ریشِ او سپید | ہم دراں طفلی و خوفست و اُمید
اگرچہ اُس کے بال اور داڑھی سفید ہو جائیں | وہ اُسی بچپن اور خوف اور امید میں ہے

ماندہ ^۲ خواہم نارسیدہ یا رسم | حق کند با من غضب یا خود کرم
میں بے پہنچے رہ جاؤں گا، یا پہنچوں گا | اللہ (تعالیٰ)، مجھ پر غصہ کرے گا، یا کرم

گر رسم یا نارسیدہ ماندہ ام | اے عجب با من کند لطف و کرم
خواہ میں پہنچوں، یا بغیر پہنچے رہ جاؤں | تعجب ہے، وہ میرے ساتھ لُطف و کرم کریگا

با چنیں ناقابلی و دوریئے | بخشد ایں غورہ مرا انگوریئے
باوجود ایسی ناقابلیت اور دُوری کے | وہ میرے غورے کو انگوریت بخش دے گا

نیستم اُمیدوار از ہیچ سو | واں کرم می گویدم لا تیأسوا
میں کسی جانب سے اُمیدوار نہیں ہوں | اور وہ کرم مجھ سے "تم مایوس نہ ہو" کہتا ہے

دائما ^۳ خاقانِ ما کردست طو | گوش ما را می کشد لا تقنطوا
ہمارے شہنشاہ نے ہمیشہ جشن منایا ہے | "تم مایوس نہ ہو" ہمارا کان کھینچتا ہے

گرچہ ما زیں نا اُمیدی در گویم | چوں صلا زد دست اندازاں رویم
اگرچہ ہم اِس نا امیدی سے گڑھے میں ہیں | جب اُسنے آواز دی ہم رقص کرتے ہوئے جاتے ہیں

دست اندازیم چوں اسپاں بسیں | در دویدن سوی مرعایِ اُنس
اِسکے بعد ہم رقص کر رہے ہیں گھوڑوں کی طرح | محبت کی چراگاہ کی جانب دوڑنے میں

---

۲ ماند طفلانہ بلکہ جُبن اور بزدلی ہے یہی خوف و اُمید ہے جو بے عمل اختیار کرتے ہیں جو محض طفلانہ حرکت ہے — خوف و رجاء میں انسان یہ کہتا رہتا ہے کہ معلوم نہیں میں وہاں تک پہنچوں گا اور خدا مجھ پر رحم کریگا یا میں مردودِ بارگاہ ہونگا اور بغیر عمل کے اِن خیالات میں وقت گذارتا ہے۔ گر رسم پھر اپنے آپ کو تسلی دیتا ہے اور کہنے لگتا ہے کہ خواہ کیسا ہی ہوں خدا تو مجھ پر لُطف و کرم کرے گا۔ با چنیں۔ میں کچا ہوں یا دور ہوں خدا مجھے اپنی رحمت سے انگوری دیدے گا۔ نیستم۔ ویسے تو مجھے کوئی امید نہیں لیکن خدا نے چونکہ فرمایا ہے کہ مایوس نہ ہو اسلئے امیدوار ہوں۔

۳ دائما۔ یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ جشن مناتا ہے اور جشن کے موقع پر مایوس نہ ہو کا شاہی اعلان فرماتا ہے گرچہ ما۔ اب مولانا نے خوف و رجاء خرعی اور کاملین کا ذکر شروع کیا ہے جس کی حقیقت یہ ہے کہ عمل کرتے ہوئے عمل کو ہیچ سمجھے اور خدا کی رحمت پر بھروسہ کرے۔ نا اُمیدی۔ ہمارے اعمال اِس قابل نہیں کہ اُن سے اُمید بندھ سکے۔ گو۔ گڑھا۔ دست اندازیم۔ یعنی عمل کرتے ہوئے۔ صلا زد۔ یعنی مایوس نہ ہو کا اعلان۔ مرعای اُنس۔ محبت کی چراگاہ یعنی مقصدِ حقیقی۔

۱ میوہ۔ دنیا داروں کا بڑھاپا اُنکو بچپن سے نہیں نکالتا ہے۔ غورہ۔ جو انگور پک نہ پائے اور ٹھٹھر کر کچا رہ جائے اگر وہ سال بھر بیل میں لگا رہے گا تو وہ غورہ یعنی کچا ہی کہلائے گا اسی طرح اگر بڑھاپے میں بھی عقل نہ آئے تو وہ بچہ ہی ہے۔ گرچہ۔ جو عقل کے اعتبار سے بچہ ہے اگرچہ اُسکی داڑھی اور بال سفید ہو جائیں لیکن اُس میں وہی طفلانہ حرکتیں ہیں خوف۔ خوف اور رجاء یعنی امید یہ ایک تو کاملین کے ہیں جو شریعت کا مقصود ہے اَلْاِیْمَانُ بَیْنَ الْخَوْفِ وَالرَّجَاءِ ایمان خوف اور امید کے درمیان ہے۔ اِن کی حقیقت تو یہ ہے کہ انسان شریعت اور اوامر و نواہی کی پوری پابندی کرے اور پھر اپنے اعمال کو ہیچ سمجھ کر ڈرے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت پر نظر رکھ کر قبولیت کا امیدوار بنے اِس کی مثال ایسی ہے جیسے کہ ایک کاشتکار خوب زمین جوتے اور بیج ڈالے اور پھر اللہ کی رحمت کی بارش کا انتظار کرے اور ایک خوف و امید طفلانہ ہے اور یہ کہ ترکِ عمل کرے اور پھر رحمت کی اُمید رکھے یہ ایسا ہے کہ کوئی کاشتکار بیج تو نہ ڈالے اور کھیتی کا امیدوار بنے یہ حقیقت میں غرور اور دھوکا ہے یا کوئی شخص اللہ کی عظمت کے خوف سے اور اپنے عمل کو ہیچ سمجھ کر عمل ترک کر دے اور یہ کہے کہ اللہ تبارک کریم ہے بے عمل پر بھی فضل فرما دیتا ہے یہ غفلت ہے۔

گام اندازیم و آنجا گام نے[۱]
ہم قدم اٹھا رہے ہیں اور وہاں قدم نہیں ہے
جام پُر دازیم و آنجا جام نے
ہم جام خالی کر رہے ہیں اور وہاں جام نہیں ہے

زانکہ آنجا جملہ اشیا جانی ست
اس لئے کہ وہاں سب چیزیں روحانی ہیں
معنیٔ اندر معنیٔ و ربّانی ست
خلاصہ کا خلاصہ اور خدائی ہیں

ہست صورت سایہ معنیٔ آفتاب
صورت سایہ ہے اور معنیٰ سورج ہے
نورِ بے سایہ بُوَد اندر خراب
بے سایہ نور، ویرانہ میں ہوتا ہے

چونکہ[۲] آنجا خشت بر خشتے نماند
کیونکہ وہاں اینٹ پر اینٹ نہ رہی
نورِ مہ را سایۂ زشتے نماند
چاند کے لئے بُرا سایہ نہ رہا

خشت گر زریں بُوَد بر کندنی ست
اینٹ خواہ سونے کی ہو اُکھاڑنے کے قابل ہے
چوں بہای خشت وحی و روشنی ست
جبکہ اینٹ کے عوض، وحی اور روشنی ہو

کوہ بہرِ دفعِ سایہ مُندَکیست
پہاڑ سایہ کے دفع کرنے کیلئے پارہ پارہ ہے
پارہ گشتن بہرِ ایں نور اندکیست
اس نور کے لئے پارہ پارہ ہوجانا معمولی بات ہے

بر برونِ[۳] کُہ چو زد نورِ صمد
جب پہاڑ کے ظاہر پر اللہ (تعالیٰ) کا نور پڑا
پارہ شد تا در درونش ہم زند
ٹکڑے ہو گیا، تاکہ اُس کے اندر بھی پڑے

گرسنہ چوں بر کفش زد قُرصِ ناں
بھوکے کے ہاتھ پر جب روٹی لگتی ہے
واشگافد از ہوس چشم و دہاں
ہوس سے آنکھ اور منہ پھاڑتا ہے

صد ہزاراں پارہ گشتن ارزد ایں
اس کے لئے لاکھوں ٹکڑے بن جانا مناسب ہے
از میانِ چرخ برخیز اے زمیں
اے زمین! آسمان کے درمیان سے اُٹھ جا

تاکہ نورِ چرخ گردد سایہ سوز
تاکہ آسمان کا نور سایہ کو جلانے والا بن جائے
شب ز سایہ تُست اے باغیِ روز
اے دن کے دشمن! رات تیرے سایہ کی وجہ سے ہے

ایں زمیں چوں گاہوارہ طفلکاں
یہ زمین، بچوں کے پالنے کی طرح ہے
بالغاں را تنگ میدارد مکاں
بالغوں کے لئے تنگ جگہ رکھتی ہے

بہرِ طفلاں حق زمیں را مہد خواند
اللہ تعالیٰ نے بچوں کیلئے زمین کو پالنا فرمایا
واندر و زاں شیر بر طفلاں فشاند
اور اُس میں اس دودھ میں سے بچوں پر بہا دیا

---

۱ گام۔ یعنی ہاتھ پیر مار رہے ہیں لیکن وہ عمل ہیچ ہے۔ جام۔ عشق و محبت کے جام پی رہے ہیں لیکن وہ جام قابلِ اعتبار نہیں۔ زانکہ۔ وہاں ہر چیز روحانی درکار ہے جس میں کوئی شائبہ ریا اور شرک کا نہ ہو خیر کہ اعمال ضروری ہیں اور اُن کی تاثیر رحمت اور جذبِ حق پر موقوف ہے۔ ہست۔ اب فرماتے ہیں کہ اعمال کا خلاصہ سلوک ہے اور رحمت کا نتیجہ جذبِ حق ہے جذب پر جو آثار مرتب ہوتے ہیں یعنی فنا اور بقا اب اُن کے خواص بیان کرتے ہیں صورت یعنی اعمال جسمی سایہ ہیں اور معنی یعنی روحانی احکام سورج ہے نورِ بے سایہ تب پڑتا ہے جب فنا کا درجہ حاصل ہو جائے۔

۲ چونکہ۔ آبادی میں در و دیوار کا سایہ نور سے مانع ہوتا ہے جب فنا کا مقام آجاتا ہے اور اوصافِ بشری کی اینٹیں بالکل مفقود ہو جاتی ہیں تو پھر نور کیلئے سایہ مانع نہیں رہتا۔ خشت۔ جبکہ اینٹ اکھاڑنے سے روشنی حاصل ہوتی ہے تو وہ اینٹ خواہ کتنی ہی قیمتی ہو اُکھاڑ دینے کے لائق ہے کہ۔ تجلی کے وقت پہاڑ نے اپنے جسم کو ریزہ ریزہ کر دیا تھا تاکہ وہ تجلی اُس کے اندر پہنچ سکے۔

۳ بر برون۔ جب کوہِ طور کے ظاہری حصہ پر تجلی ہوئی تو وہ پارہ پارہ ہو گیا تاکہ نور اندر پہنچ جائے۔ گرسنہ۔ بھوکے کے ہاتھ پر جب روٹی لگتی ہے تو وہ شوق اور حرص سے منہ پھاڑ دیتا ہے یہی حال طور کا ہوا۔ صد ہزاراں۔ جسم بمنزلہ زمین کے ہے جو سایہ کا سبب بنتی ہے اور سورج کے نور سے مانع بنجاتی ہے اور رات ہو جاتی ہے۔ ایں زمیں۔ جسم اور عالم ناسوت نابالغ عارفوں کو گہوارہ ہے لیکن گہوارہ بالغوں کیلئے تنگ جگہ ہے۔ بہرِ طفلاں یعنی نابالغ بچوں کیلئے ناسوتی منافع بمنزلہ دودھ کے ہیں۔

خانہ تنگ آمد ازیں گہوارہا ۔۔۔ طفلکاں را زود بالغ کن شہا

ان پالنوں سے گھر تنگ ہوگیا ۔۔۔ اے شاہ! بچوں کو جلد بالغ کردے

ہاں مکن اے گاہوارہ خانہ تنگ ۔۔۔ تا تواند رفت بالغ بیدرنگ

خبردار! اے گہوارے جگہ تنگ نہ کر ۔۔۔ تاکہ بالغ، بلا توقف چل پھر سکے

خانۂ گہوارہ را ضیق مدار ۔۔۔ تا تواند کرد بالغ انتشار

پالنے کے گھر کو تنگ نہ رکھ ۔۔۔ تاکہ بالغ پھیلاؤ کرسکے

وسوسہ کہ پادشاہزادہ را پیدا شد از سبب استغنا و کشفے کہ از شاہ دل او را حاصل شدہ بود و قصد ناشکری و سرکشی می کرد شاہ را از راہ الہام ازیں خبر شد و دلش درد کرد روح او را زخمے زد چنانکہ صورت شاہزادہ را خبر نبود

اس وسوسہ کی جو شہزادے میں استغنا اور اس کشف کی وجہ سے پیدا ہوا جو اس کے دل میں شاہ کی وجہ سے حاصل ہوا تھا اور وہ چاہتا ہے سرکشی اور ناشکری کا ارادہ کر رہا تھا، شاہ کو الہام کے راستہ کی خبر ہوگئی اور اس کا دل دکھا اس کی روح کو زخمی کیا ایسے طریقہ پر (خبر ہوئی) کہ شہزادے کو خبر نہ ہوئی

چون مسلّم گشت بے بیع و شریٰ ۔۔۔ از درونِ شاہ درجانش جری

جب بغیر خرید اور فروخت کے مسلّم ہوگیا ۔۔۔ شاہ کے باطن سے اس کی جان کیلئے روزینہ

قوت می خورد بے ز نورِ جانِ شاہ ۔۔۔ ماہِ جانش ہمچو از خورشید ماہ

شاہ کی جان کے نور سے روزی حاصل کرتا ۔۔۔ اسکی جان کا چاند، جس طرح چاند سورج سے

راتبہ جانی ز شاہِ بے ندید ۔۔۔ دمبدم بر جانِ مستش می رسید

بے نظیر شاہ سے، روحانی روزینہ ۔۔۔ ہر وقت اس کی مست جان کو پہنچتا تھا

آں نہ کش ترسا و مشرک میخورند ۔۔۔ زاں غذائے کش ملائک میخورند

وہ نہیں جو نصرانی اور مشرک کھاتے ہیں ۔۔۔ اس غذا سے جس کو فرشتے کھاتے ہیں

اندرونِ خویش استغنا بدید ۔۔۔ گشت طغیانی ز استغنا پدید

اس نے اپنے اندر بے نیازی دیکھی ۔۔۔ بے نیازی سے سرکشی رونما ہوئی

کہ نہ من ہم شاہ و ہم شہزادہ ام ۔۔۔ چوں عنانِ خود بدیں شہزادہ ام

کہ کیا میں شاہ اور شہزادہ نہیں ہوں ۔۔۔ میں نے اپنی باگ اس شاہ کو کیوں دی ہے؟

لہ خانہ ۔ ان بچوں کے گہواروں سے گھر میں تنگی ہورہی ہے اللہ تعالیٰ انکو جلد بالغ کردے "اِھدِ قَومِی فَاِنَّھُم لَا یَعلَمُونَ" اے خدا میری قوم کو ہدایت دیدے کی طرف اشارہ ہے۔ اے گہوارہ ۔ ان پالنوں کے موانع ختم ہوجائیں اور بالغ پھیل کر اپنا کام کرسکیں۔ سلہ چوں۔ اس شہزادے کو شاہ چین کے فیوض و برکات سے اپنے کمال کا شبہ ہوگیا اور یہ خیال کرنے لگا کہ اب مجھے شاہ کی خدمت اور تابعداری کی کیا ضرورت ہے اس وسوسہ اور خیال کا یہ نتیجہ ہوا کہ اس سے سب برکات چھن گئیں۔

لہ چوں۔ شہزادہ شاہ سے استفادہ کرنے لگا اور اس کی مجلس میں اس کو روحانی غذا حاصل ہونے لگی۔ قوت ۔ وہ اسی طرح شاہ سے مستفید ہو رہا تھا جس طرح چاند سورج سے نور حاصل کرتا ہے۔ راتبہ۔ اسکو روح کی ایک مقررہ خوراک روزانہ شاہ سے حاصل ہوتی تھی۔

لہ آں نہ ۔ وہ غذا نصرانیوں اور مشرکوں کی جسمانی غذا نہ تھی بلکہ ملائکہ کی خوراک روحانی غذا تھی۔ اندروں ۔ اس شہزادے نے اپنے اندر ایک بے نیازی دیکھی اور اس بے نیازی سے اس میں خدا سے ایک سرکشی کی کیفیت پیدا ہوگئی کہ آیتن۔ سرکشی یہ پیدا ہوئی کہ اس نے اپنے بارے میں یہ خیال قائم کرلیاکہ میں شاہ اور شہزادہ ہوں پھر میں نے اپنی باگ دوسرے کے ہاتھ میں کیوں دے رکھی ہے۔

چوں مرا ماہے برآمد بالمع [۱]
جبکہ میرا روشن چاند طلوع ہو چکا ہے
پس چرا باشم غبارے را تبع
پھر میں غبار کے تابع کیوں بنوں؟

آب در جوئ منست و وقتِ ناز
میری نہر میں پانی ہے اور ناز کا وقت ہے
نازِ غیر از چہ کشم من بے نیاز
میں بے نیاز، دوسرے کا ناز کیوں برداشت کروں

سر چرا بندم چو دردِ سر نماند
جب دردِ سر نہیں رہا میں سر کیوں باندھوں
وقتِ رُوئے زرد و چشمِ تر نماند
تر آنکھ اور زرد چہرے کا وقت نہیں رہا

چوں شکر لب گشتہ ام عارض قمر [۲]
جب میں شکر لب اور قمر جیسے رخسار والا ہو گیا ہوں
باز باید کرد دُکانِ دگر
دوسری دکان کھولنی چاہیے

زیں مَنی چوں نفس زائیدن گرفت
اِس انانیت سے جب نفس پھولنا شروع ہوا
صد ہزاراں ژاژ خائیدن گرفت
لاکھوں بکواسیں بکنی شروع کر دیں

صد بیاباں زاں سوئے حرص و حسد
حرص و حسد کے اُس جانب سو بیابان ہیں
تا بدانجا چشمِ بد ہم میرسد
تب بھی اُس جگہ نظرِ بد پہنچ جاتی ہے

بحرِ شہ [۳] کہ مرجعِ ہر آب اوست
شاہ کا سمندر، جو ہر پانی کا مرجع ہے
چوں نداند آنچہ اندر سیل و جُوست
وہ اسکو کیسے نہ جانے گا جو بہاؤ اور نہر میں ہے؟

شاہ را دل درد کرد از فکرِ او
اُس کے خیال سے شاہ کا دل دُکھا
ناسپاسیِ عطائے بکرِ او
اُس کی نئی عطا کی ناشکر گذاری سے

گفت آخر اے خسِ واہی ادب
اُس نے کہا، آخر اے کمینے اور بدتمیز
ایں سزائے دادِ من بود اے عجب
تعجب ہے، میری عطا کی یہ سزا تھی

من چہ کردم با تو زیں گنجِ نفیس
اِس عمدہ خزانہ سے میں نے تیرے ساتھ کیا کیا؟
تو چہ کردی با من از خوئے خسیس
تو نے کمینہ عادت کی وجہ سے میرے ساتھ کیا کیا؟

من ترا ماہے نہادم در کنار
میں نے تیری بغل میں ایسا چاند رکھ دیا
کہ غروبش نیست تا روزِ شمار
جس کا قیامت تک غروب نہیں ہے

در جزائے آں عطائے نورِ پاک
اُس پاک نور کی بخشش کے بدلے میں
تو زدی در دیدہ من خار و خاک
تو نے میری آنکھ میں کانٹا اور خاک جھونکی

من ترا بر چرخ گشتہ نردباں
میں تیرے لئے آسمان کی سیڑھی بنا
تو شدہ در حرب من تیر و کماں
تو مجھ سے لڑنے میں تیر و کمان بن گیا

---

۱ چوں مرا۔ جب قلب خود منور ہو گیا ہے تو میں دوسرے کے نور کا جو بمنزلہ غبار ہے کیوں تابع بنوں۔ آب جب میں خود صاحبِ کمال ہوں تو دوسرے کے ناز کیوں اُٹھاؤں۔ سر چرا بندم جب مجھ میں باطنی امراض نہیں ہیں تو پھر معالجہ یعنی شیخ کی طرف رجوع کرنے کی کیا ضرورت ہے۔

۲ چوں شکر لب۔ اب مجھ میں خود باطنی کمالات ہیں مجھے خود مستقل شیخ بننا چاہیے۔ زیں منی۔ جب اُس میں یہ خودی اور انانیت پیدا ہوئی تو الٹی سیدھی بکواسیں بکنے لگا۔ صد بیاباں۔ حرص و حسد سے نظرِ بد بہت دُور تک کام کرتی ہے تہذیبِ اخلاق کے بعد بھی فسادِ حال کا اندیشہ ہے۔

۳ بحرِ شہ۔ شیخ کا دل۔ آب۔ یعنی مرید میں معانی جو بطور فیض شاہ سے پہنچا تھا۔ واہی۔ کمزور، سست۔ گنج نفیس۔ معانی خزانہ۔ من ترا۔ یعنی میں نے تجھے منور قلب عطا کیا۔ خار یعنی ناسپاسی سے تکلیف پہنچائی۔ نردبان۔ سیڑھی۔

دردِ غیرت[1] آمد اندر شہ پدید
غیرت کا درد شاہ میں رُونما ہوا

عکسِ دردِ شاہ اندر وے رَسید
شاہ کے درد کا عکس اُس کے اندر پہنچا

مُرغِ دولت در عتابش بر طپید
دولت کا پرند اُس کے عتاب سے تڑپا

پردۂ آں گوشہ گشتہ بر درید
اُس نے اُس کنارہ کئے ہوئے کا پردہ چاک کر دیا

چوں درونِ خود بدید آں خوش پسر
اُس بھلے لڑکے نے جب اپنا باطن دیکھا

از سیہ کاریِ خود گردہ اَثر
اپنی سیہ کاری کا اثر کیا ہوا دیکھا

آں وظیفہ لُطف و نعمت گم شُدہ
وہ لُطف اور نعمت کا روزینہ گم ہو گیا

خانۂ شادیِ اُو پُر غم شُدہ
اُس کی خوشی کا خانہ، غم سے بھر گیا

باخود آمد اُوز مستیِ عُقار
وہ شراب کی مستی سے ہوش میں آیا

زاں گُنہ گشتہ سرش خانۂ خمار
اُس خطا سے اُس کا سر خمار کا خانہ بنگیا

ہر کہ[2] خود بینی کُند در راہِ دُوست
جس کسی نے دوست کی راہ میں خود بینی کی

مغز را بگذاشت کُلّی دید پُوست
اُس نے مغز کو بالکل چھوڑا، چھلکا دیکھا

دشمنِ من در جہاں خود بیں مباد
(خدا کرے) میرا دشمن (بھی) دنیا میں خود بین نہ بنے

زانکہ از خود بیں نیاید جز فساد
کیونکہ خود بین سے سوائے فساد کے کچھ نہیں ہوتا

مے ازاں آمد حرام اندر جہاں
شراب اِسی لئے دنیا میں حرام ہوئی

کہ خوری خود بیں شوی اندر زماں
کہ (اگر) تو پئے، فوراً خود بین ہو جاتا ہے

بہتر از خود در تصور نایدت
تیرے تصور میں اپنے سے بہتر نہیں آتا

ویں ہمہ از نفسِ خود بیں زایدت
یہ سب خود بین نفس کی وجہ سے تیرے اندر پیدا ہوا

آنکہ با خودی خورد مے با خودت
جو خودی کے ہوتے ہوئے شراب پیتا ہے وہ خودی میں ہے

اینچنیں مے خوار خوار و مُرتدست
ایسا شرابی ذلیل اور مُرتد ہے

ہر کہ[3] با اُو می خورد بادش حلال
جو اُسکے ساتھ شراب پیتا ہے اُس کیلئے حلال ہے

وانکہ بے اُو دَم زند بادش وبال
اور وہ جو اُسکے بغیر "انا" کا دم بھرے اُس کیلئے وبال ہے

چونکہ با اُو مے خورد از جامِ ہُو
جبکہ اُسکے ساتھ شراب پیتا ہے اُسکے جام سے ہے

چشم بکشایم بہ بینم رُوی اُو
میں آنکھ کھولتا ہوں اُس کا چہرہ دیکھتا ہوں

بعد ازاں از خود بکُلّی بگسلم
اُس کے بعد میں اپنے سے بالکل جدا ہو جاتا ہوں

ہم زمے خوردن شود ایں حاصلم
شراب پینے سے میرا حاصل یہ ہے

[1] غیرت۔ اِس بات پر غیرت آئی کہ اِس قدر احسان کے باوجود یہ شہزادہ سرکشی کر رہا ہے۔ مُرغِ دولت یعنی شہزادے کی قلبی کیفیت۔ پردہ۔ یعنی قلب کا پردہ۔ گوشہ گشتہ۔ شہزادہ جس نے شاہ سے کنارہ کشی کا ارادہ کیا تھا۔ وظیفہ۔ روحانی خوراک جو شاہ سے ملتی تھی۔ عُقار۔ شراب یعنی تکبر۔ خمار۔ اعضا شکنی جو شراب کے نشہ کے اُتار کے وقت ہوتی ہے۔

[2] ہر کہ۔ مولانا فرماتے ہیں جو شخص راہِ طریقت میں تکبر کرتا ہے تو حقیقت سے خالی ہو جاتا ہے۔ دشمن۔ یہ وہ تباہی ہے کہ دشمن کو بھی نصیب نہ ہو۔ مے۔ شراب کی حرمت اِس وجہ سے ہوئی کہ اُس کو پی کر انسان خود بین بن جاتا ہے۔ بہتر۔ قرآنِ پاک میں ہے اِنَّمَا یُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّوْقِعَ بَیْنَکُمُ الْعَدَاوَۃَ وَالْبَغْضَآءَ فِی الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ اور عداوت و دشمنی کا سبب عموماً خود بینی ہے۔ آنکہ۔ جو شخص اپنی خودی کے ہوتے ہوئے انانیت کی شراب پیتا ہو اور اُس پر مستی طاری ہو وہ خود بین اور مردود ہے جیسا کہ شہزادہ تھا۔

[3] ہر کہ با او۔ جو شخص معیتِ حق کیساتھ انانیت کی شراب پئے وہ حلال ہے جیسا کہ اہل اللہ۔ بے او۔ معیتِ حق حاصل نہ ہو اور پھر انانیت برتے تو انانیت اُسکے لئے وبال ہے جیسے کہ شہزادہ کیلئے۔ معیت حق کیساتھ شراب پینے والا یہ کہتا ہے کہ میں جب آنکھ کھولتا ہوں تو اُسکی تجلیات نظر آتی ہیں۔ بعد ازاں۔ یہ بھی کہتا ہے کہ اُسکے بعد میں بالکل فانی ہوتا ہوں میری شراب نوشی کا یہ خلاصہ ہے کہ میری انانیت بالکل محو ہو جاتی ہے۔

اےؔ[1] کہ می خواہی کہ از خود بگسلی
اے وہ! کہ تو چاہتا ہے کہ اپنے آپ سے جُدا ہو جائے
تا کے اندر بندِ ایں جان و دلی
تو کب تک اِس جان و دل کی قید میں ہے؟

جاں بجاناں واگذار اے جانِ مَن
اے جانِ من! جان جاناں کے سپرد کر دے
تا بہ بینی یارِ دل رنجانِ مَن
تاکہ تو میرے دل کو ستانے والے یار کو دیکھے

دل بدلدارے دہ و آزاد شُو
دِل دلدار کو دیدے اور آزاد ہو جا
غمخورِ اُو باش وازوے شاد شُو
اُس کا غم خوار بن اور اُس سے خوش رہ

نفسِ خود برخود مگرداں چیرِ تو
تو اپنے نفس کو اپنے اوپر غالب نہ بنا
زُود اُو را باز گیر از شیرِ تو
تو جلد اُس کا دودھ چھڑا دے

ہر چہ ہست آں مستیے دار دیقیں
جو چیز بھی ہے وہ یقیناً مستی رکھتی ہے
خواہ شیر و خواہ خمر و انگبیں
خواہ دودھ ہو اور خواہ شراب اور شہد

مستیِ گندم بداں اے آدمی
اے آدمی! گیہوں کی مستی کو جان لے
کہ بکرد آں آدمؑ را اعجمی
کہ اُس نے آدمؑ کو ناواقف بنا دیا

خوردؔ[2] گندم حلّہ زو بیروں شدہ
انھوں نے گیہوں کھایا اُن سے لباس علیحدہ ہو گیا
خُلد بروے بادیہ وہاموں شدہ
جنت اُن کے لئے دشت اور صحرا ہو گئی

دیدکاں شربت وُرا بیمار کرد
اُس نے دیکھا کہ اُس شراب نے اُنکو بیمار کر دیا
زہرِ آں ماو منیہا کار کرد
اُس "ماو من" کے زہر نے کام کر دیا

جانِ چوں طاؤس در گلزارِ ناز
وہ جان جو ناز کے چمن میں مور کی طرح تھی
ہمچو چغدے شُد بویرانہ مجاز
وہ مجاز کے ویرانے میں چغد جیسی ہو گئی

ہمچو آدمؑ دور ماند اُو از بہشت
وہ آدمؑ کی طرح بہشت سے دُور رہ گیا
دَرزمیں میراند گاوے بہرِ کشت
جو کھیتی کے لئے زمین میں بیل چلاتے تھے

اشکؔ[3] میراند اُو کہ اے ہندوی زاو
وہ آنسو بہاتا تھا کہ اے توی ڈاکو!
شیر را کردی اسیرِ دُمِ گاوَ
تو نے شیر کو بیل کی دُم کا قیدی بنا دیا

کردہٗ اے نفسِ بد بارد نفس
اے نفس، بد سرد مہر! تو نے کی
بیحفاظی با شہِ فریاد رس
بے لحاظی، فریاد رس شاہ کے ساتھ

دام بگزیدی زحرصِ گندمے
تو نے گیہوں کے لالچ میں جال پسند کیا
بر تو شُد ہر گندمِ اُو کژدُمے
تیرے لئے اُس کا ہر گیہوں بچھو بن گیا

[1] اے کہ مولانا اِس مقام کے حاصل کرنے کی ترغیب دیتے ہیں کہ اگر تو یہ مقام چاہتا ہے تو اپنے دل و جاں کی قید سے آزاد ہو جا۔ جاں جی۔ اپنا سب کچھ محبوب کے سپرد کر دے تب مشاہدہ ہوگا حق۔ رنجاں یعنی دل میں دردِ عشق پیدا کر نیوالا نفسِ خود۔ اپنے نفس سے مغلوب نہو اور لذتوں سے اُنکو محروم کر دے۔ ہر چہ۔ خود بینی کی مستی جس چیز سے بھی پیدا ہو خواہ وہ حلال ہو یا حرام اُنکو ترک کر دے۔ مستی گندم۔ ہر چیز سے مستی پیدا ہوتی ہے دیکھ حضرت آدمؑ کی مستی گیہوں سے پیدا ہوئی اُسی نے اُنکو ناواقف بنا دیا اور دھوکا کھا گئے۔

[2] خورد۔ گیہوں کھانے کے بعد حضرت آدمؑ کا لباس اُن سے جُدا ہو گیا اور وہ جنت سے محروم ہو گئے۔ دید۔ اب اُس شہزادے کو محسوس ہوا کہ اُس خود بینی کی شراب نے اُنکو مریض بنا دیا۔ ما و منیہا۔ یعنی اُس میں جو انانیت اور خودی پیدا ہوئی تھی۔ در گلزار۔ یعنی اُس کا عروج۔ ویرانہ تنزل کی حالت، جیسے حضرت آدمؑ نے زمین پر آ کر ہل جوتا۔

[3] اشک۔ وہ اپنی حالت پر رویا، ہندو چور یعنی نفس۔ زاو۔ قوی یعنی نفس۔ دُم گاو۔ یعنی جسمانی علائق۔ بارد نفس۔ جس کے کلام میں کوئی گرمی نہو۔ بیحفاظی یعنی دوسرے کے حق کی حفاظت نہ کرنا۔ حرصِ گندم۔

یعنی گیہوں کا لالچ۔

در سرت آمد ہوائے ما و من — قید بیں بر پائے خود پنجاہ من[1]

تیرے سر میں "ما و من" کی ہوا بھری — اپنے پاؤں پر پچاس مَن کی بیڑی دیکھ لے

نوحہ می کرد ایں نمط بر جانِ خویش — کہ چرا گشتم ضدِ سلطانِ خویش

وہ اپنی جان پر اس طرح سے نوحہ کر رہا تھا — کہ میں اپنے شاہ کا مخالف کیوں بنا!

آمد او با خویش استغفار کرد — با انابت چیزِ دیگر یار کرد

وہ ہوش میں آیا اُس نے توبہ کی — توبہ کے ساتھ ایک دوسری چیز ساتھ کی

درد کاں از وحشتِ ایماں بود — رحم کُن کاں درد بے درماں بود

وہ درد جو ایمان کی وحشت سے ہو — رحم کر، کیونکہ وہ درد ناقابلِ علاج ہے

مر بشر را خود مبا جامہ درست[2] — چوں رہید از صبر در حیں صدر جست

(خدا کرے) انسان کا جامہ درست نہ ہو — جب وہ صبر سے ہٹا، اُس نے فوراً صدر کی جگہ ہتھیا لی

مر بشر را پنجہ و ناخن مباد — کو نہ دیں اندیشد آنگہ نے سداد

(خدا کرے) انسان کے پنجہ اور ناخن نہ ہوں — کیونکہ وہ اُس وقت نہ دین کا خیال کرے گا نہ درستگی کا

آدمی اندر بلا گشتہ بہ است — نفس کافر نعمت است و گمرہ است

مصیبت میں مبتلا انسان بہتر ہے — نفس، نعمت کا کافر ہے اور گمراہ ہے

نفسِ کافر خود ہمی ندہد اماں — گشت طاغی چونکہ فارغ شد ز ناں

کافر نفس خود امن نہیں دیتا — جب وہ روٹی سے بے فکر ہوا سرکشی بن جاتا ہے

آدمی[3] خود مبتلا بہتر بود — زانکہ زار و عاجز و مضطر بود

آدمی خود مبتلا بہتر ہے — کیونکہ وہ ذلیل اور عاجز اور مجبور ہوتا ہے

خطابِ حق تعالیٰ بعزرائیل علیہ السلام کہ ترا رحم بر کہ بیشتر آمد از یں خلائق کہ قبضِ جانِ ایشاں کردی و جوابِ او حضرتِ عزت را

اللہ تعالیٰ کا خطاب عزرائیل علیہ السلام کو کہ تجھے اِن لوگوں میں سے سب سے زیادہ کس پر رحم آیا جن کی تو نے جان قبض کی اور اُن کا حضرت عزت کو جواب

حق بعزرائیل می گفت اے نقیب — بر کہ رحم آمد ترا از ہر کئیب

اللہ تعالیٰ نے عزرائیل سے فرمایا کہ اے نقیبِ حق! — تجھے سب غمزدوں میں سے کس پر رحم آیا؟

گفت بر جملہ دلم سوزد بدرد — لیک ترسم امر را اہمال کرد

اُنہوں نے کہا میرا دل درد سے سب پر جلتا ہے — لیکن میں حکم کی تعمیل نہ کرنے سے ڈرتا ہوں

[1] قید۔ اب اِس بیڑی کی وجہ سے سیر الی اللہ رُک گئی۔ نوحہ۔ وہ اِس بات پر نوحہ کرتا تھا کہ میں نے بادشاہ کی مخالفت کا کیوں خیال کیا۔ چیزِ دیگر شاید بادشاہ سے معافی مُراد ہو۔ وحشتِ ایمان۔ ایمان سے کامل ایمان مراد ہے یعنی عزمِ حق اور فیضِ الٰہی، وحشت سے مراد وہ وحشت ہے جو اِس کیفیت کے مفقود ہو جانے سے پیدا ہوتی ہے۔ بے درماں۔ یعنی اُس کا علاج بہت مشکل ہے۔

[2] مر بشر را۔ جیسے کہ کمال پر خود پسندی اور خود بینی تباہی کا سبب ہے اسی طرح مال پر خود بینی بھی موجبِ ہلاکت ہے۔ صبر۔ جو مال کی کمی سے حاصل تھا۔ صدر۔ یعنی اپنی بڑائی۔ پنجہ۔ انسان کو جب مال و دولت کی طاقت حاصل ہوتی ہے پھر وہ کچھ نہیں دیکھتا ہے۔ کافر۔ انسان کیلئے ضرورت سے زیادہ دولت مُضر ہے۔ نفسِ نفس ایک تو خود ہی تباہ کرنیوالا ہو جب اُسکو مال مل جائے تو پھر تباہی کا کیا پوچھنا ہے۔

[3] آدمی۔ عام انسانوں کیلئے حالتِ ابتلاء بہتر ہے اُس میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ تر کہ۔ نمرود کے قصہ سے یہ بتاتا ہے کہ اُس کا کمال اور مال موجبِ زوال بنا۔ نقیب۔ سردار۔ کئیب۔ رنجیدہ۔ آمر۔ جان قبض کرتے ہوئے بہت رحم آتا ہے لیکن آپ کے حکم سے مجبور ہو کر کرتا ہوں۔

۵۱ تا بگویم کاشکے یزداں مرا — در عوض قرباں کند بہرِ فتا

یہاں تک کہ میں کہتا ہوں، کاش خدا مجھے — جوان کے بدلے میں قربان کردے

گفت بر کہ بیشتر رحم آمدت — از کہ دل پُر سوز و بریاں تر شُدت

فرمایا کہ تجھے سب سے زیادہ کس پر رحم آیا؟ — تیرا دل کس کی وجہ سے زیادہ جلا اور بھُنا؟

گفت روزے کشتیِ بر موجِ تیز — من شکستم زامر تا شُد ریز ریز

عرض کیا ایک دن تیز موج پر ایک کشتی — میں نے حکم سے توڑ دی کشتی کہ وہ ریزہ ریزہ ہوگئی

پس بگفتی قبض کن جانِ ہمہ — جُز زنے و طفلکے را زاں رمہ

پھر آپ نے فرمایا سب کی جان قبض کرلے — اس گروہ میں سے ایک عورت اور ایک چھوٹے بچہ کے علاوہ

ہر دو بر یک تختۂ درماندند — تختہ را آں موجہا می راندند

وہ دونوں ایک تختہ پر رہ گئے — تختہ کو وہ موجیں چلاتی تھیں

چوں بساحل اوفگند آں تختہ باد — از خلاصِ ہر دو ام دل گشت شاد

جب ہوانے اس تختہ کو ساحل پر ڈال دیا — دونوں کی نجات سے میرا دل خوش ہوا

۵۲ باز گفتی جانِ مادر قبض کن — طفل را بگذار تنہا زامرِ کُن

پھر آپ نے فرمایا ماں کی جان قبض کرلے — "امر کُن" کی وجہ سے بچہ کو تنہا چھوڑدے

چوں زمادر بگسلیدم طفل را — خود تو میدانی چہ تلخ آمد مرا

جب میں نے بچہ کو ماں سے جُدا کردیا — آپ جانتے ہیں کہ مجھے کس قدر کڑوا لگا

پس بدیدم دردِ ماتمہائے زفت — تلخیِ آں طفل از فکرم نرفت

پھر میں نے بھاری ماتموں کا درد دیکھا — اس بچہ کی کڑواہٹ میرے فکر سے نہ گئی

۵۳ گفت حق آں طفل را از فضلِ خویش — موج را گفتم فگن در بیشۂ ایش

اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا میں نے اپنے کرم سے اس بچہ کیلئے — موج سے کہا، اس کو ایک جھاڑی میں ڈالدے

بیشۂ پُر سوسن و ریحان و گُل — پُر درخت و میوہ دار و خوش اُکُل

ایک ایسی جھاڑی جو سوسن اور ریحان اور گُل سے پُر تھی — درختوں سے پُر تھی اور میوہ دار اور عمدہ خوراک والی تھی

چشمہائے آبِ شیریں زلال — پروریدم طفل را با صد دلال

صاف شیریں پانی کے چشموں سے (پُر تھی) — میں نے بچہ کو سَو نازوں سے پالا

صد ہزاراں مرغِ مطربِ خوش صدا — اندراں روضہ فگندہ صد نوا

لاکھوں خوش آواز گانے والے پرندوں نے — اس باغ میں سینکڑوں آوازیں پیدا کر رکھی تھیں

---

۵۱ تا بگویم۔ یہاں تک رنج ہوتا ہے کہ بسا اوقات تمنا ہوتی ہے کہ اس کے بدلے میں میری جان لے لی جاتی۔ گفت۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا سب سے زیادہ رحم تجھے کس کی جان لینے میں آیا۔ موج تیز۔ تیز دھارا۔ امر۔ آپ کے حکم سے۔ رَمہ۔ جماعت۔ چوں بساحل۔ جب وہ بچہ اور اس کی ماں خشکی پر پہنچ گئے تو میں خوش ہوا کہ اب یہ بچ گئے۔

۵۲ باز گفتی۔ لیکن آپ کا پھر حکم ہوا کہ اب اس بچہ کی ماں کی روح قبض کرلے۔ چوں زمادر۔ جب میں نے بچہ کو ماں سے محروم کیا تو آپ کو علم ہے کہ مجھ پر یہ کتنا بھاری پڑا ایش۔ میرے دل میں درد کی انتہا تھی اور اس کا غم دل سے جُدا نہ ہوتا تھا۔

۵۳ گفتِ حق۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا پھر میں نے اس موج کو حکم دیا تھا کہ وہ اس بچہ کو ایک ایسی جھاڑی میں پھینک دے جو پھولوں سے بھری ہو اُس میں سایہ دار درخت ہوں اور درختوں پر لذیذ پھل لگے ہوں۔ چشمہائے۔ اس میں میٹھے پانی کے چشمے ہوں اس طرح سے میں نے اس بچہ کو سَو نازوں سے پالا۔ صد ہزاراں۔ اس جھاڑی میں لاکھوں خوش آواز پرندے اپنی اپنی بولیاں بول رہے تھے۔

بسترش[1] کردم ز برگِ نسترن ‏ ‏ ‏ ‏ کردم اُو را ایمن از صدمہ فتن

میں نے اُس کے لئے سیوتی کی پتیوں کا بستر بچھایا ‏ ‏ ‏ ‏ میں نے اُس کو فتنوں کے صدمے سے محفوظ کر دیا

گفتہ من خورشید را کُو را مگز ‏ ‏ ‏ ‏ باد را گفتہ برو آہستہ وز

میں نے سورج سے کہہ دیا کہ اُس کو گزند نہ پہنچا ‏ ‏ ‏ ‏ ہوا سے کہہ دیا، اُس پر آہستہ چل

ابر را گفتہ برو باراں مریز ‏ ‏ ‏ ‏ برق را گفتہ برو مگرای تیز

آسمان سے کہہ دیا، اُس پر بارش نہ برسا ‏ ‏ ‏ ‏ بجلی سے کہہ دیا اُس پر تیزی سے مائل نہ ہو

زیں چمن اے دے مبر آں اعتدال ‏ ‏ ‏ ‏ پنجہ اے بہمن بریں کم زن وضہ مال

اے خزاں! اِس چمن سے اعتدال نہ لے جانا ‏ ‏ ‏ ‏ اے بہمن! اِس چمن پر ہاتھ نہ پھیر

کراماتِ شیخ شیبانِ راعی قدس اللہ سرہٗ العزیز

شیخ شیبان راعی قدس اللہ سرہٗ العزیز کی کرامات

ہمچو آں شیباں[2] کہ از گرگِ عنید ‏ ‏ ‏ ‏ وقتِ جمعہ بر رُعا خط می کشید

اُن شیبان کی طرح کہ سرکش بھیڑیے کی وجہ سے ‏ ‏ ‏ ‏ جمعہ کے وقت گلہ پر خط کھینچ دیتے تھے

تا بروں نا ید ازاں خط گوسپند ‏ ‏ ‏ ‏ نے در آید گرگ و دُزدِ با گزند

تاکہ کوئی بکری اُس خط سے باہر نہ نکلے ‏ ‏ ‏ ‏ بھیڑیا اور نقصان رساں چور نہ آگھسے

بر مثالِ دائرہ تعویذِ ہُود ‏ ‏ ‏ ‏ کاندراں صرصر امانِ آل بُود

(حضرت) ہودؑ کے تعویذ کے دائرے کی طرح ‏ ‏ ‏ ‏ جو اُس آندھی میں اولاد کی حفاظت تھا

ہشت روزے اندریں خط تن زنید ‏ ‏ ‏ ‏ وز بروں مُثلہ تماشا می کنید

آٹھ دن، اُس دائرے میں چُپ رہو ‏ ‏ ‏ ‏ اور باہر، ہاتھ پاؤں کٹنے کا تماشہ دیکھو

بر ہوا[3] بُردے فگندے بر حجر ‏ ‏ ‏ ‏ تا دریدے لحم و عظم از ہمدگر

وہ فضا میں لے جاتی پتھر پر پٹخ دیتی ‏ ‏ ‏ ‏ حتی کہ گوشت اور ہڈی ایک دوسرے سے جدا کر دیتی

یک گرُوہ را بر ہوا برہم زدے ‏ ‏ ‏ ‏ تا چو خشخاش استخواں ریزہ شدے

ایک گروہ کو فضا میں آپس میں ٹکرا دیتی ‏ ‏ ‏ ‏ یہاں تک کہ ہڈی خشخاش کی طرح چورا چورا ہو جاتی

آں سیاست را کہ لرزید آسماں ‏ ‏ ‏ ‏ مثنوی اندر نہ گنجد شرحِ آں

وہ سزا جس نے آسمان کو لرزا دیا ‏ ‏ ‏ ‏ اُس کی تفصیل مثنوی میں نہیں سما سکتی

گر بطبع ایں می کنی اے بادِ سرد ‏ ‏ ‏ ‏ گردِ خطِ دائرہ آں ہود گرد

اے ٹھنڈی ہوا! اگر تو (اپنی) طبیعت سے یہ کرتی ہے ‏ ‏ ‏ ‏ تو (حضرت) ہودؑ کے دائرے کے خط کے گرد چکر تو لگا

لہ[1] بسترش۔ میں نے سیوتی کے پتوں سے اُس کا بستر تیار کر دیا۔ نسترن۔ نسرین، سیوتی۔ مگز۔ گزیدن کا، کاٹنا، ڈسنا۔ مگرای۔ گرائیدن مائل ہونا، جھکنا۔ دے۔ ماگھ، پوہ کا مہینہ ہے۔ بہمن۔ پھاگن، ماگھ سے بڑا ہوا مہینہ۔ کرامات۔ جس طرح اِس بچہ کے بارے میں ہوا کو نقصان نہ پہنچانے کا حکم کر دیا گیا تھا اِسی طرح ایک نبی اور ایک ولی کے بارے میں بھیڑیے اور ہوا کو حکم دے دیا گیا تھا کہ وہ نقصان نہ پہنچائیں۔

عہ[2] شیبان۔ یہ بزرگ بکریاں چراتے تھے اور جمعہ کی نماز کو جب شہر جاتے تھے بکریوں کے چاروں طرف حصار کھینچ کر چلے جاتے تھے کوئی بکری اُس سے باہر نہ نکلتی تھی اور کوئی بھیڑیا اُس میں داخل نہ ہوتا تھا۔ برمثال۔ حضرت ہودؑ نے اپنے گھر والوں کو جمع کر کے ایک حصار کھینچ دیا تھا آندھی کا طوفان اُس میں داخل نہ ہوتا تھا۔ مثلہ۔ کافروں کے ہاتھ پاؤں اُس ہوا سے کٹ کر گرتے تھے۔

سہ[3] برہوا۔ وہ آندھی اُن کو فضا میں اُڑا کر لے جاتی تھی اور پھر پہاڑ پر پٹخ دیتی تھی جس سے اُن کا گوشت پوست بکھر جاتا تھا۔ یک گرہ۔ کچھ لوگوں کو فضا میں باہمی ٹکرا کر پاش پاش کر دیتی تھی۔ آں سیاست۔ اُنکو جو سزا ملی اُس سے آسمان لرزنے لگا مثنوی میں اسکی تفصیل کی گنجائش نہیں ہے۔ گر بطبع۔ اگر یہ ہوا کے کام محض اسکی طبیعت اور مزاج سے خود بخود صادر ہوتے ہیں تو ہوا سے کہہ دو ذرا حضرت ہودؑ کے دائرے کا تو چکر لگائے۔

وَرْ بحرص ایں می کُند گرگِ ژند [۱] — گو بیا در خطِ راعی کُن گزند

اور اگر غضبناک بھیڑیا حرص کرتا ہے — کہہ دو (حضرت شیبانؒ) راعی کے خط کے اندر نقصان پہنچائے

اے طبیعی فوقِ طبع ایں مُلک بیں — یا بیا و محو کُن از مُصحف آئیں

اے فلسفی! طبیعات سے اوپر اس ملک کو دیکھ — یا آجا، اور قرآن سے یہ مٹا دے

مُقریاں را منع کُن پندے بنہ — یا مُعلِم را بمال و سہم دہ

میانجیوں کو روک، نصیحت کر — یا پڑھانے والے کو سزا دے اور ڈرا

عاجزی و خیرہ کایں عجز از کجاست — عجزِ تو دانی ازاں روزِ جزاست

تو عاجز اور حیران ہے، کہ یہ عاجزی کہاں سے ہے — تو جان لے، تیرا عجز قیامت کے دن سے ہے

عجزہا داری تو در پیش اے لجوج — وقت شُد پنہانیاں را نک خروج

اے جھگڑالو! تو بہت سے عجز در پیش رکھتا ہے — اب پوشیدہ چیزوں کے ظہور کا وقت ہوا ہے

خرّم [۲] آنکہ عجز و حیرت قُوتِ او — در دو عالم خفتہ اندر ظلِّ دوست

مبارک ہے وہ شخص جس کی غذا عجز اور حیرت ہے — وہ دونوں جہان میں دوست کے سایہ میں سویا ہوا ہے

ہم در اوّل عجزِ خود را اُو بدید — مُردہ شُد دینِ عجائز را گزید

اُس نے شروع ہی میں اپنے عجز کو دیکھ لیا — مُردہ ہو گیا، بوڑھیوں کے دین کو اختیار کر لیا

چوں زلیخا یوسفش بر وے بتافت — از عجوزی در جوانی راہ یافت

زلیخا کی طرح اُس کا یوسف اُس پر چمکا — اُس نے بڑھاپے سے جوانی کی راہ پالی

زندگی [۳] در مُردن و در محنت است — آبِ حیواں در درونِ ظلمت است

زندگی مرجانے اور مجاہدہ میں ہے — آبِ حیات، تاریکی کے اندر ہے

قصّہ پرورِدنِ حق تعالیٰ نمرود را بے واسطۂ مادر و دایہ در طفلی

اللہ تعالیٰ کا نمرود کو بچپن میں بغیر ماں اور دایہ کے واسطے کے پرورش کرنے کا قصہ

حاصل آں روضہ چو جانِ عارفاں — از سموم و صرصر آمد در اماں

خلاصہ یہ ہے کہ وہ چمن جو عارفوں کی جان کی طرح تھا — لُو اور آندھی سے محفوظ رہا

یک پلنگے بچہ نو زادہ بُود — گفتم اُو را شیر دہ طاعت نمود

ایک چیتے نے ایک نیا بچہ جَنا تھا — میں نے اُس سے کہا دودھ پلا، اُس نے اطاعت کی

اَلْعَجَائِز: بتم بڈھی عورتوں کا دین اختیار کرو۔ از عجوزی: اس فنا کے بعد بقا حاصل ہو جائیگی ۔ [۳] زندگی: اس بقا فنا کے بعد حاصل ہوتی ہے جس طرح آبِ حیات تاریکی کے بعد آتا ہے۔ قصہ: پھر نمرود کی پرورش کے قصہ کو بیان کر۔ آں: نقص جس جھاڑی میں نمرود کی پرورش ہوئی تھی وہ عارفوں کی روح کی طرح تھا۔ یک: بچے اس جنگل میں ایک چیتے کے بچہ پیدا ہوا تھا

[۱] ورز بحرص ۔ اگر بھیڑیے کا پھاڑنا محض اُس کا اپنا فعل ہے تو اس سے کہو کہ حضرت شیبانؒ کے حصار میں بیٹھ کر بکری کو پھاڑے جو ناممکن ہے۔ ژند: غضبناک۔ اے طبیعی ۔ وہ فلسفی جو طبیعیات کا ماہر ہے اور اشیاء میں محض طبعی خواص مانتا ہے اُس سے کہو کہ عالم طبیعیات سے اوپر ایک اور عالم ہے جو تمہیں نظر نہیں آتا ہے جسکو قرآن بتا رہا ہے۔ مصحف: قرآن میں یہ قصہ موجود ہے جو حضرت موسیٰؑ اور مومنوں کی نجات کو بتا رہا ہے۔ عاجزی: تو اپنے عجز پر حیران ہے اور اُسکی وجہ نہیں سمجھ رہا ہے سمجھ لے کہ اس عجز قیامت کے دن ظاہر ہوگا۔ عجزہا: انسانوں کا عجز تو آگے آنے والا ہے قیامت کے روز ہر چیز کا عجز ظاہر ہو جائیگا اور وہ قیامت بالکل قریب ہے۔ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ ۔

[۲] خرّم ۔ پہلے عجزِ نامحمود کا ذکر تھا اب عجزِ محمود کا ذکر کرتے ہیں وہ یہ کہ انسان اپنی قدرت اور ارادہ کو بالکل فنا کر دے اور حق تعالیٰ کی رضا کے تابع بن جائے ایسے لوگ جو اس عجز اور حیرت کو اپنی غذا بنا لیتے ہیں وہ قابلِ مبارکباد ہیں۔ وہ آرام سے اللہ تعالیٰ کے سائے میں سوتے ہیں۔ ہم در اوّل: اُسنے شروع ہی میں اپنے عجز کو محسوس کر لیا اور اپنی قدرت و ارادہ کے اعتبار سے مُردہ ہوگیا اور اُسنے بوڑھی عورتوں کا دین اختیار کر لیا جسمیں عموماً تابعداری اور اعتقاد کا مادّہ زیادہ ہوتا ہے حدیث شریف ہے عَلَيْكُمْ بِدِيْنِ

پس بدادش شیر و خدمتہاش کرد
تو اُس نے اُس کو دودھ پلایا اور خدمتیں انجام دیں

تا کہ بالغ گشت و زفت و شیر مرد
یہاں تک کہ وہ بالغ اور بڑا اور شیر مرد ہو گیا

چوں[1] فِطامش شد بگفتم با پری
جب اُس کا دودھ چھڑا، میں نے جنات سے کہا

تا در آموزید نطق و داوری
کہ بولنا اور حکومت کرنا سکھاؤ

پرورش دادم مر اُو را زاں چمن
میں نے اُس کو اِس چمن سے ایسا پرورش کیا

کہ بگفت اندر نگنجد فنِ من
کہ میرا تصرف گفتگو میں نہیں سماتا

دادہ من ایوبؑ را مہرِ پدر
میں نے (حضرت) ایوبؑ کو باپ کی سی محبت دی تھی

بہرِ مہمانیِ کرماں بے ضرر
کیڑوں کی مہمانی کے لئے، بغیر نقصان پہنچائے

دادہ کرماں را برو مہرِ ولد
کیڑوں کو اُن کے لئے اولاد کی سی محبت دی تھی

بر پدر من اینت قدرت اینت ید
باپ پر، میرے عجیب قدرت، عجیب طاقت ہے

مادراں[2] را مہرِ من آموختم
میں نے ماؤں کو محبت سکھائی

چوں بُوَد شمعے کہ من افروختم
وہ شمع کیسی ہو گی جو میں نے روشن کی؟

صد عنایت کردم و صد رابطہ
میں نے سو عنایتیں کیں اور سو علاقے

تا بہ بیند لطفِ من بے واسطہ
تاکہ وہ میری مہربانی بغیر واسطے کے دیکھے

تا نباشد از سبب در کشمکش
تاکہ وہ سبب کی وجہ سے کشمکش میں نہ ہو

تا بُوَد ہر استعانت از منش
تاکہ اُس کی ہر مدد میری جانب سے ہو

تا خود از ما ہیچ عُذرے نبُوَدش
تاکہ خود اُس کو ہماری جانب سے کوئی عذر نہ رہے

شکوہ نبوَد ز ہر یارِ بدش
اُس کو کسی بُرے یار کا شکوہ نہ ہو

ایں حضانت دید با صد رابطہ
اُس نے یہ پرورش سو علاقوں سے دیکھی

کہ بہ پروردم وِرا بے واسطہ
کیونکہ میں نے اُس کو بے واسطہ پرورش کیا

شکرِ[3] اُو آں بُود اے بندہ جلیل
اے جلیل بندے! اُس کا شکریہ وہ ہوا

کہ شد اُو نمرود و سوزندہ خلیلؑ
کہ وہ نمرود (حضرت) خلیلؑ کو جلانے والا بنا

ہمچناں کیں شاہزادہ شکرِ شاہ
ایسے ہی جیسا کہ اِس شہزادے نے شاہ کا شکریہ

کرد از استکبار و استکثارِ جاہ
تکبر اور رتبہ کو بڑھانے سے کیا

کہ چرا من تابعِ غیرے شوم
کہ میں غیر کا تابع کیوں بنوں؟

چونکہ صاحبِ مُلک و اقبالے بُوم
جبکہ میں صاحبِ ملک اور اقبال ہوں

لہ چوں فطامش۔ جب اُس نمرود کا دودھ چھڑا دیا گیا تو تربیت اور تعلیم کیلئے جنوں کو مقرر فرما دیا۔ پرورش۔ غرضکہ اللہ تعالیٰ نے اُسکی اِس طرح پرورش کی جو بیان سے باہر ہے۔ دادہ۔ میرے عجیب تصرفات یہ ہیں کہ میں نے ایوبؑ میں اُن کیڑوں کے لئے جو کہ اُن کے بدن سے غذا حاصل کرتے تھے ایسی محبت پیدا کر دی تھی جیسے کہ باپ کی محبت اولاد سے ہوتی ہے۔ کرماں۔ چنانچہ اگر کوئی کیڑا اُن کے بدن سے گر پڑتا تھا تو وہ اُسکو اُٹھا کر پھر اپنے بدن پر بٹھا لیتے تھے۔ کرماں۔ کیڑے بھی اُن سے ایسے مانوس تھے جیسے کہ بچہ باپ سے مانوس ہوتا ہے۔

ٹہ مادراں۔ ماں کے دل میں اولاد کی محبت کی عجیب شمع روشن ہے۔ صد۔ اِس بچہ پر میں نے بلاواسطہ عنایتیں پیش کیں جنمیں اسباب کو دخل نہ تھا۔ تا نباشد۔ ہم نے نمرود کی بغیر اسباب کے واسطے پرورش کی تاکہ وہ اسباب اختیار کرنے سے پریشان نہ ہو اسلئے کہ سبب کبھی اپنے مسبب کا ذریعہ نہیں بنتا اور وہ سبب کو چھوڑ کر براہِ راست ہم سے مدد حاصل کرے۔ تا خود۔ وہ یہ عذر کر سکتا تھا کہ اسباب کی طرف توجہ سے میں آپ سے غافل ہو گیا اِس عذر کو بھی ختم کرنا تھا اور وہ یہ بھی نہ کہہ سکے کہ فلاں یار نے مجھے گمراہ کر دیا تھا۔ حضانت۔ پرورش بے واسطہ یعنی بغیر اسباب کے۔

سہ شکرِ اُو۔ لیکن اُسنے سب باتوں کا شکریہ اسطرح ادا کیا کہ وہ نمرود بنا اور حضرت ابراہیمؑ کو اُس نے آگ میں ڈالا۔ بندہ جلیل یعنی عزرائیلؑ۔ ہمچناں۔ اِس نمرود کی یہی حالت تھی جو حالت اُس شہزادے کی تھی جس نے شاہ کے شکر کی بجائے کفر کیا اور تکبر کرنے لگا۔

لطفہای[1] شہ کہ ذکرِ آں گذشت — از تکبّر بر دلش پوشیدہ گشت

شاہ کی وہ عنایتیں جن کا ذکر گذرا — اکڑ کی وجہ سے اُس کے دل پر پوشیدہ ہوگئیں

ہمچناں نمرود آں الطاف را — زیر پا بنہادہ از جہل و عمیٰ

اسی طرح نمرود نے اُن مہربانیوں کو — نادانی اور اندھے پن سے پاؤں کے نیچے رکھدیا

ایں زماں کافر شدہ رہ میزند — کبر و دعویٰ خدائی می کند

اب وہ کافر ہوا ہے اور راہ زنی کرتا ہے — تکبّر اور خدائی کا دعویٰ کرتا ہے

رفت سُوئے آسمانِ باجلال — باسہ کرگس تا کند با من قتال

پُرعظمت آسمان کی طرف چلا — تین گدھ لے کر تاکہ مجھ سے جنگ کرے

صد ہزاراں طفلِ بے تلویم را — کُشت وے تا یابد ابراہیمؑ را

لاکھوں ناقابلِ ملامت بچے — اُس نے قتل کئے تاکہ (حضرت) ابراہیم کو پکڑ لے

کہ منجم[2] گفت اندر حکمِ سال — زاد خواہد دشمنے بہرِ قتال

کیونکہ نجومی نے اُس سے کہا کہ سال کے حکم کے لئے — ایک دشمن قتال کے لئے پیدا ہوگا

ہیں بکن در دفعِ آں خصم احتیاط — ہر کہ می زائید می کُشت از خباط

خبردار اس دشمن کے دفع کرنے میں احتیاط کر — جو پیدا ہوتا تھا وہ خبط سے اسکو قتل کردیتا تھا

کوریِ اُو رَست طفلِ وحی کش — ماند خونہائے دگر در گردنش

اسکے اندھے پن سے بچہ وحی کی کشش کرنیوالا بچ رہا — دوسرے خون اُس کی گردن پر رہے

از پدر یابید آں مُلکے عجب — تا غرورش داد ظلماتِ نسب

وہ سلطنت اُنے باپ سے پائی تھی! تعجب ہے — کہ اُس کو نسب کی اندھیریوں نے مغرور کردیا

دیگراں را گر اُم و اَب شد حجیب — اُو زما یابید گوہر ہا بجیب

اگر دوسروں کے لئے ماں اور باپ پردہ بنے — اُس نے (تو) جیب میں موتی ہم سے پائے ہیں

گرگ[3] درّندہ است نفسِ بد یقیں — چہ بہانہ می نہی بر ہر قریں

یقیناً نفسِ بد پھاڑنے والا بھیڑیا ہے — تو ہر ساتھی پر کیا بہانہ دھرتا ہے؟

در ضلالت ہست صد کُل را کُلہ — نفسِ زشتِ کفرناکِ پُر سفہ

گمراہی میں سو گنجوں کی ٹوپی ہے — کفرناک بیوقوفی سے پُر بُرا نفس

زیں سبب میگویم اے بندہ فقیر — سلسلہ از گردنِ سگ بر مگیر

اے فقیر بندے! میں اسی لئے کہتا ہوں — کتّے کی گردن سے زنجیر نہ نکال

---

[1] لطفہای۔ اُس شہزادے کے کفر کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ شاہ کی عنایتوں سے محروم ہوگیا۔ ہمچناں۔ نمرود نے بھی اسی طرح رب کی تمام مہربانیوں کو پاؤں سے روندا۔ ایں زماں۔ اب دیکھو اُس کی یہ حالت ہے کہ کافر ہے لوگوں کو دین سے روکتا ہے اور خدائی کا دعویٰ کررہا ہے۔ رفت۔ تین گدھ لے کر آسمان کی طرف چلا تاکہ مجھ سے جنگ کرے۔ صد ہزاراں۔ چونکہ کسی نجومی نے اُس سے کہہ دیا تھا کہ ایک بچہ پیدا ہوگا جو تیری سلطنت کو درہم برہم کردیگا تو اُس نے لاکھوں بچے قتل کرادیئے تاکہ وہ ابراہیمؑ کو بھی قتل کرسکے۔ بے تلویم یعنی معصوم بچے جن سے کوئی گناہ سرزد نہیں ہوا۔

[2] کہ منجم۔ کسی نجومی نے اسکو بتادیا کہ ایک بچہ پیدا ہوگا جو تجھ سے جنگ کریگا۔ خباط۔ خبط۔ پاگل پن۔ وحی کش یعنی حضرت ابراہیمؑ۔ ماند۔ چونکہ ان بچوں کو بغیر قصور کے قتل کرایا۔ از پدر۔ یہ تمام نعمتیں اور سلطنت اُس کو براہِ راست ہم سے ملی تھیں، باپ سے ورثہ میں نہ ملی تھیں۔ دیگراں۔ ماں باپ کے ذریعہ جن لوگوں کو نعمتیں اور مال و دولت ملتا ہو وہ تو یہ سمجھ سکتے ہیں کہ یہ چیزیں ہمیں ماں باپ نے دیں لیکن اسکو تو یہ چیزیں براہِ راست ہم سے ملی تھیں۔

[3] گرگ۔ ماں باپ بیشک ظاہری گمراہی کا سبب بنتے ہیں لیکن دراصل گمراہی کا سبب انسان کا نفس ہے۔ در ضلالت۔ یہی نفس ہے جو انسان کو اپنی برائیاں نہیں دیکھنے دیتا جس طرح گنجے کی ٹوپی اسکے گنج کو چھپاتی ہے۔ سلسلہ۔ لہٰذا اس کتّے کے گلے میں مجاہدوں کی زنجیر ڈالے رکھنا چاہیئے۔

گر معلَّم[1] گشت ایں سگ ہم سگ است
باش ذلّت نفسہٗ کو بد رگ است

اگر یہ کتا سدھایا ہوا ہو گیا ہے، پھر بھی کتا ہے
اُس کا نفس ذلیل ہوا، بنکر رہ کیونکہ وہ بدرگ ہے

فرض می آری بجا گر طائفی
بر سُہیلے چوں ادیم طائفی

تو فرض ادا کر رہا ہے، اگر تو چکر کاٹنے والا ہے
سُہیل پر، طائف کی نرمی کی طرح

تا سُہیلت وا خرد از ننگِ پوست
تا شوی چوں موزہ ہم پای دوست

تاکہ سُہیل تجھے چمڑے کی ذلّت سے نجات دیدے
تاکہ تو موزے کی طرح دوست کا ساتھی بن جائے

جملہ[2] قرآں شرحِ خبثِ نفسہاست
بنگر از مصحف آں چشمت کجاست

تمام قرآن نفسوں کی خباثت کی شرح ہے
قرآن میں دیکھ لے، تیری وہ آنکھ کہاں ہے؟

ذکرِ نفسِ عادیاں کالت بیافت
در قتالِ انبیا مومی شگافت

عاد والوں کے نفس کا ذکر جنھوں نے آر پایا
انبیاء کے قتال میں مُوشگافی کرتے تھے

قرن قرن از نفسِ شومِ بے ادب
ناگہاں اندر جہاں میزد لہب

ہر ہر دور میں بے ادب منحوس نفس کی وجہ سے
اچانک جہان میں شعلہ بھڑکتا ہے

رجوع بداں قصّۂ شہزادہ کہ بہ نقصان آمد بداں طغیان و زخم خورد از خاطرِ شاہ و پیش از استکمالِ فضائلِ دیگر از دنیا برفت

اُس شہزادے کے قصّہ کی جانب رجوع جو اُس سرکشی کی وجہ سے ٹوٹے میں پڑا اور اُس نے بادشاہ کے قلب سے زخم کھایا اور دوسری فضیلتوں کو مکمل کئے بغیر دنیا سے چلا گیا

قصّہ کوتہ کُن کہ رای نفسِ کور
بُرد او را بعد سالے سوی گور

قصہ مختصر کر کہ اندھے نفس کی رائے
اُس کو ایک سال بعد قبر میں لے گئی

شاہ[3] چوں از محو شد سوی وجود
خشمِ مریخیش آں خوں کردہ بود

شاہ جب محویت سے ہستی کی طرف آیا
اُس کا مریخ جیسا غصہ وہ خون کر چکا تھا

چوں ترکش بنگرید آں بے نظیر
دید کم از ترکشش یک چوبہ تیر

جب اُس بے نظیر نے ترکش کو دیکھا
اُس نے اپنے ترکش میں ایک چوب تیر کم دیکھا

گفت کو آں تیر و از حق باز جُست
گفت اندر حلقِ او آں تیرِ تست

اُسنے کہا وہ تیر کہاں ہے اور اللہ تعالیٰ سے جستجو کی
فرمایا، اُس کے حلق کے اندر تیرا ہی تیر ہے

اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء اور اولیاء کا بدلہ لیتا ہے وہ بدلہ اللہ کا فعل ہے ہاں اگر نبی یا ولی اپنی ہمت سے ہلاک کرے تو اسکی طرف وہ فعل منسوب ہوگا یہاں اُس شاہ کا غصہ اللہ کے غصہ کا سبب بنا اور وہ شہزادہ اللہ تعالیٰ کے فعل سے ہلاک ہوا جو آں تیر کش ۔ اب صحو کے بعد جب شاہ نے غصہ کی کیفیت خود دیکھی تو خدا کی طرف رجوع کیا اور غصہ کے غور ہونے کا سبب دریافت کیا تو حضرت

[1] معلّم۔ اگر کتے کو سدھا بھی لیا جائے تو پھر بھی وہ کتا ہی ہے۔ ذلّت نفسہ۔ تو اپنے نفس کو ذلیل رکھ۔ فرض لیکن یہ بھی سمجھ لے کہ محض مجاہدے کافی نہیں ہیں بلکہ شیخ کی صحبت کے فرض کی بجا آوری ضروری ہے تو اس کا طواف کرتا رہ تاکہ تو اس سے فیض حاصل کرتا رہے۔ سہیل۔ ستارہ ہے اس کی شعاعوں سے رنگے ہوئے چمڑے میں لطافت آجاتی ہے۔ ادیم۔ رنگا ہوا چمڑا نرمی۔ طائفی۔ حجاز کے شہر طائف کی نرمی مشہور تھی۔ تا سہیلت۔ سہیل کی شعاعوں سے نرمی کو عمدہ بنا کر اس سے موزے بناتے تھے تو بھی شیخ کی صحبت سے دوست کے پاؤں کا موزہ بن جائیگا۔

[2] جملہ قرآں۔ قرآن میں نفس کی خباثتوں اور ان کی وجہ سے انجام بد کی تفاصیل مذکور ہیں۔ ذکر نفس۔ قوم عاد کے نفس نے ان کو انبیاء سے جنگ پر آمادہ کیا تھا۔ قرن۔ ہر زمانہ میں نفس کی خباثت ہی دنیا میں آگ لگاتی ہے۔ قصہ۔ قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ شہزادہ نفس کی نحوست سے ایک سال بعد مر گیا۔

[3] شاہ۔ جب شاہ سُکر سے صحو کی طرف آیا تو انکو محسوس ہوا کہ شہزادہ میرے غصہ کی وجہ سے مر گیا۔ مریخ۔ اس ستارے کو جلادِ فلک کہا جاتا ہے نبی اور ولی کا غصہ اللہ تعالیٰ کے غصہ کا سبب بن جاتا ہے اور

۵۱ عفو کرد آں شاہِ دریا دل ولے — آمدہ بُد تیرِ اُو بر مَقتلے

اُس دریا دل شاہ نے معاف کر دیا، لیکن — وہ تیر اُس کی قتل گاہ پر لگ چکا تھا

کُشتہ شُد در نوحہ اُو می گریست — اُوست جملہ ہم کُشندہ ہم ولیست

وہ مارا گیا، وہ اُس کے نوحہ میں روتا تھا — وہ سب کچھ ہے، قتل کرنیوالا بھی، ولی بھی

ور نہ باشد ہر دو اُو پس جملہ نیست — ہم کُشندہ خَلق و ہم ماتم کُنی ست

اور اگر وہ دونوں نہ ہو، تو وہ سب کچھ نہیں ہے — وہ مخلوق کو مارنے والا اور ماتم کرنے والا بھی ہے

شُکر می کرد آں شہیدِ زَرد خد — کاں بزد بر جسم و بر معنیٰ نزد

وہ زرد رُو، شہید شُکر کرتا تھا — کہ اُس نے جسم پر مارا اور رُوح پر نہ مارا

جسمِ ظاہر عاقبت خود رفتنیست — تا ابد معنیٰ بخواہد شاد زیست

ظاہری جسم انجام کار، خود چلا جانے والا ہے — ابد تک رُوح خوش زندہ رہے گی

۵۲ آں عتاب ار رفت ہم بر پوست رَفت — دوست بے آزار سُوئے دوست رَفت

وہ غصّہ اگر بیتا، تو بھی کھال پر بیتا — دوست بغیر تکلیف کے دوست کی جانب ہوگیا

گرچہ اُو فتراک شاہنشہ گرفت — آخر از عین الکمال اُو رہ گرفت

اگرچہ اُس نے شاہ کا فتراک پکڑا تھا — آخر کار نظرِ بد سے اُس نے راستہ بند کر دیا

واں سُوم کاہل ترینِ ہر دو بُود — صورت و معنیٰ بکُلّی اُو ربُود

اور وہ تیسرا دونوں سے زیادہ سُست رَو تھا — اُس نے صورت اور معنیٰ سب حاصل کر لیا

دختر و مُلک و خلافت اُو گرفت — می سزد گر زیں بمانی در شگفت

لڑکی اور سلطنت اور خلافت اُس نے لی — مناسب ہے، اگر تو اس سے تعجب میں رہے

۵۳ مَن ز طولِ قصّہ گشتستم ملول — مَن غریقِ بحرِ معنیٰ تو عجول

میں قصّہ کی درازی سے ملول ہوں — میں معنیٰ کے دریا میں ڈوبا ہوا ہوں تو جلد باز ہے

وانگہے از ذلت و عجز و نیاز — یافت مقصود از کریمِ کارساز

اور اُس وقت ذلّت اور عجز اور نیازمندی کی وجہ سے — اُس نے کریم کارساز سے مقصود پا لیا

۵۱ عفو کرد۔ شاہ نے اُس کو معاف کر دیا لیکن قدرِ الٰہی کا تیر اُس کے مَقتل پر لگ چکا تھا مَقتل۔ وہ عضو جس پر چوٹ لگنے سے موت واقع ہو جاتی ہے۔ کُشتہ شُد شہزادہ تو مر گیا اور شاہ نے رونا شروع کر دیا اس لئے کہ اگرچہ وہ اُس کی موت کا سبب بنا لیکن اُس کو ولی اور مُربّی بھی تو وہی تھا تو وہ صاحبِ تصرّف بھی تھا اور ولی و مربّی بھی۔ ور نہ۔ کمال جب ہے کہ یہ دونوں صفتیں ہوں چونکہ وہ شاہ جامع تھا لہٰذا اُس میں دونوں صفتیں تھیں، اگر صرف تصرّف کی طاقت ہو اور اُس میں ولایت نہ ہو تو کمال نہیں ہے۔ شُکر۔ وہ شہزادہ اِس پر خدا کا شُکر کر رہا تھا کہ اُس غلطی کی سزا صرف جسم نے بُھگتی، رُوح اور ایمان محفوظ رہا۔ جسمِ ظاہر۔ جسم تو لامحالہ فانی ہے اگر رُوح مر جاتی تو تباہی تھی۔

۵۲ آں عتاب۔ غصّہ جسم پر پڑا اور رُوح ذلّتِ عظمیٰ سے بچ گئی۔ گرچہ۔ اُس شہزادے نے اگرچہ شاہ کو سلوک کا ذریعہ بنایا تھا لیکن نظرِ بد سے اُس نے راستہ بند کر دیا۔ کاہل۔ متحمّل، جس نے بڑے بھائی کی طرح نہ وصل میں جلد بازی کی اور نہ منجھلے کی طرح کمال کے دعوے میں جلدی برتی۔ صورت یعنی شاہِ چین کی لڑکی اور سلطنت۔ معنیٰ یعنی خلافتِ باطنی۔ مو تحمل ۔ اِس طرح کا تحمل نادر ہے جو باعثِ تعجب ہے ۔

۵۳ مَن۔ میں اِس قصّہ کی طوالت سے ملول ہوں کیونکہ قصّہ کے ہر جزو سے اسرار کی طرف منتقل ہو جاتا ہوں اور معنیٰ میں غرق ہو جاتا ہوں۔ تو عجول۔ تو چاہتا ہے کہ میں جلد صورتِ قصّہ کو بیان کر دوں۔ وانگہے۔ تحمّل سے دختر اور سلطنت اور خلافت حاصل کر لی اور ذلّت اور نیازمندی سے قرب اور قبولیت کی دولت اللہ کارساز سے پالی، یہ مرتبہ صرف عطاءِ خداوندی ہے۔

مَثَل[1] وصیّت کردنِ آں شخص کہ سہ پسر داشت و میراث
اُس شخص کی وصیّت کی مثال جس کے تین لڑکے تھے اور اُس نے

خود را بکاہل ترین پسر داد و بہ قاضی نیز گفت
اپنی میراث سب سے زیادہ کاہل لڑکے کو دی اور قاضی سے بھی کہدیا

آں یکے شخصے بوقتِ مرگِ خویش — گفتہ بُد اندر وصیت بیش بیش
اُس ایک شخص نے اپنی موت کے وقت — اپنی وصیّت میں، بار بار کہا تھا

سہ پسر بُودش چو سہ سروِ رواں — وقفِ ایشاں کردہ اُو جان و رواں
اُس کے تین لڑکے، سروِ رواں جیسے تھے — اُس نے اُن پر جان اور روح وقف کردی تھی

گفت[2] ہر چہ کالہ و سیم و زرست — آں برد زیں ہر سہ کو کاہل ترست
اُس نے کہا کہ جو کچھ سامان اور چاندی اور سونا ہے — وہ لے، جو تینوں میں زیادہ کاہل ہے

گفت با قاضی و بس اندرز کرد — بعد ازاں جامِ شرابِ مرگ خورد
قاضی سے کہا اور بہت نصیحت کی — اُس کے بعد اُس نے موت کا جام پلی لیا

گفت فرزنداں بقا[illegible]ے کریم — نگذریم از حکمِ اُو مات[3] یتیم
لڑکوں نے قاضی سے کہا، [illegible]ریم ! — ہم تینوں یتیم اُس کے حکم سے درگذر نہ کریںگے

سمع وطاعت می کنیم [illegible]ست — ہر چہ اُو فرمود بر ما نافذست
ہم سمع اور اطاعت کرتے ہیں، اختیار اُسکا ہے — جو کچھ اُس نے کہا ہے، وہ ہم پر نافذ ہے

ما چو[4] اسمٰعیل ز ابراہیمِ خود — سر نہ پیچیم ارچہ قرباں می کند
ہم (حضرت) اسماعیلؑ کی طرح اپنے ابراہیم سے — سر نہ موڑیں گے اگرچہ وہ قربان کردے

گفت قاضی ہر یکے با عاقلیش — تا بگوید قصۂ از کاہلیش
قاضی نے کہا، ہر ایک اپنی سمجھ سے — اپنی کاہلی کا قصہ بیان کرے

تا بہ بینم کاہلیِ ہر یکے — تا بدانم حالِ ہر یک بے شکے
تاکہ میں ہر ایک کی کاہلی کو سمجھ لوں — تاکہ ہر ایک کا حال بے شبہ جان لوں

عارفاں از دو جہاں کاہل ترند — زانکہ بے شد یار خرمن می برند
عارف، دونوں جہانوں سے بہت کاہل ہیں — کیونکہ بغیر کھیت تیار کئے کھلیان اٹھاتے ہیں

کاہلی را کردہ اند ایشاں سند — کارِ ایشاں را چو یزداں می کند
انھوں نے کاہلی کو سہارا بنایا ہے — چونکہ خدا اُن کا کام کردیتا ہے

---

[1] مثل۔ چونکہ تیسرے شہزادے کو کاہل کہا اس مناسبت سے تین کاہلوں کا ذکر فرماتے ہیں کسی کی کاہلی محمود ہے جو امور دنیا میں ہو کسی کی کاہلی مذموم ہے جو عقبیٰ کے کاموں میں ہے۔ آں یکے۔ ایک شخص کے تین لڑکے تھے اُس نے مرتے وقت وصیت کی کہ میرا وارث وہ ہے جو سب سے زیادہ کاہل ہو۔ بیش بیش۔ بار بار۔ سروِ رواں۔ سرو کی ایک قسم ہے۔

[2] گفت۔ اس نے وصیت میں یہ کہا کہ میرا ورثہ اُس کو ملے گا جو سب سے زیادہ کاہل ہوگا۔ گفت با قاضی۔ قاضی سے یہ کہہ کر وہ شخص مرگیا۔ گفت۔ لڑکوں نے قاضی سے کہا کہ ہم باپ کی وصیت پر عمل کریں گے۔ دست۔ یعنی اختیار۔ نافذ۔ جاری۔

[3] ماچو اسماعیلؑ۔ حضرت اسماعیلؑ نے ذبح کے معاملہ میں حضرت ابراہیمؑ کی اطاعت کی تھی۔ قاضی۔ قاضی نے سب سے زیادہ کاہل کا اندازہ لگانے کے لئے اُن سے کہا اپنی سمجھ سے ہر ایک اپنے کاہل ہونے کا کوئی قصہ سنائے۔ عارفاں۔ مولانا فرماتے ہیں کہ اہل اللہ اپنے توکل سے اپنی روزی حاصل کرتے ہیں وہ اس معاملہ میں سب سے زیادہ کاہل ہیں۔ شد یار۔ وہ زمین جس کو الٹ پلٹ کر تخم ریزی کرنے کے لئے تیار کرتے ہیں۔ کاہلی۔ عارفین دنیا کے کاموں میں توکل سے کام لیتے ہیں۔

کارِ[1] یزداں را نمی بینند عام — می نیاسایند از کدّ صبح و شام

اللہ (تعالیٰ) کے کام کو عوام نہیں دیکھتے — وہ محنت سے صبح و شام آرام نہیں پاتے

کارِ دنیا را ز کُل کاہل ترند — در رہِ عقبیٰ ز مہ گو می برند

وہ دنیا کے کام میں سب سے زیادہ کاہل ہیں — آخرت کی راہ میں چاند سے بازی لے جاتے ہیں

ایں گزیند ہر کہ اُو باشد رَشید — ہیں کہ دنیا رفت و عقبیٰ در رسید

اِس کو وہی اختیار کرتا ہے جو ہدایت یافتہ ہو — آگاہ! دنیا گئی اور آخرت آ پہنچی

مہتریں را گفت قاضی باز گو — قصّہ از کاہلی اے مال جُو

قاضی نے سب سے بڑے کو کہا، بتا — کاہلی کا قصّہ، اے مال کے طالب!

ہیں ز حدِّ کاہلی گوئید باز — تا بدانم حدِّ آں از کشفِ راز

ہاں کاہلی کی انتہاء بیان کرو — تاکہ راز کھلنے سے میں اُس کی انتہا سمجھ لوں

ہیں ز حدِّ کاہلی شرحے دہید — تا بدانم مَن بچہ حد کاہلید

ہاں کاہلی کی حد تفصیل سے بیان کرو — تاکہ میں جان لوں کہ تم کس حد تک کاہل ہو؟

بیگماں[2] خود ہر زباں پردہ دل ست — چوں بجُنبد پردہ رُویت حاصل ست

یقیناً ہر زبان خود دل کا پردہ ہے — جب پردہ ہٹ جاتا ہے، دیدار حاصل ہو جاتا ہے

پردہ کوچک چو یک شرحہ کباب — می بپوشد صورتِ صد آفتاب

چھوٹا پردہ، کباب کے ایک ٹکڑے جیسا — سو سورجوں کی صورت کو ڈھانک دیتا ہے

گر بیانِ نُطق کاذب نیز ہست — لیک بُوئی از صدق و کذبش مُخبر ست

اگر گویائی کا بیان جھوٹا بھی ہے — لیکن بُو اُسکے سچ اور جھوٹ کو بتا دینے والی ہے

آں[3] نسیمے کہ بیاید از چمن — ہست پیدا از سمومِ گولخن

وہ ہوا جو چمن سے آتی ہے — وہ بھٹی کی لُو سے جُدا گانہ ہے

بُوئی صدق و بُوئی کذبِ گول گیر — ہست پیدا در نفس چوں مُشک و سیر

سچ کی بُو اور احمق کو پھنسانے والی جھوٹ کی بُو — سانس میں مُشک کی بُو اور لہسن کی طرح ظاہر ہے

بُوئی اِخلاص و نفاقِ بے مزہ — ہست ظاہر ہمچو عُود و انگزہ

اخلاص اور بے مزہ نفاق کی بُو — اگر اور ہینگ کی طرح ظاہر ہیں

[1] کارِ یزداں۔ عوام کی نگاہ میں چونکہ اللہ تعالیٰ کے قدر نما نہیں، وہ صبح و شام محنت کرتے ہیں۔ در رہِ عقبیٰ۔ عارفین صرف دنیا ہی کے کام میں سُست ہیں، آخرت کے کاموں میں تیز رفتاری میں چاند سے بڑھے ہوئے ہیں۔ ایں۔ یہ حالت اُس شخص کی ہوتی ہے جو یہ سمجھے کہ دنیا جا رہی ہے اور آخرت آ رہی ہے۔ مہتریں۔ تینوں لڑکوں میں سے سب سے بڑے سے قاضی نے کہا سب سے زیادہ کاہلی کا قصّہ سُنا۔ ہیں۔ دوسروں سے بھی کہا کہ اپنی سب سے زیادہ کاہلی کا قصہ سُنا دو تاکہ میں اندازہ لگاؤں کہ تم کس کس درجہ کے کاہل ہو۔

[2] بیگماں۔ اب مولانا نے یہ بیان شروع فرمایا کہ بولنے سے انسان کے عیب و ہُنر ظاہر ہو جاتے ہیں ؎
تا مرد سخن نگفتہ باشد
عیب و ہنرش نہفتہ باشد
مولانا نے اسی مضمون پر کتاب ختم کر دی ہے اور تیسرے لڑکے کے قصّہ کو پورا بیان نہیں فرمایا۔ چوں بجُنبد۔ زبان چلے گی تو دل کے راز ظاہر ہوں گے۔ پردہ کوچک۔ زبان کے پردے میں لاکھوں اسرار چھپے ہوئے ہیں اس پر تعجب نہ کرو چھوٹی سی چیز بڑی چیزوں کو ڈھانپ لیتی ہے آنکھ پر انگلی رکھ دی جائے تو اگر سینکڑوں آفتاب ہوں تب بھی نظر نہ آئیں گے۔ شرحہ۔ ٹکڑا۔ گر بیاں۔ زبان سے کشفِ راز ضرور ہوتا [illegible]

ہے اگر انسان جھوٹ بھی بولے گا تو وہ پہچان لیا جائیگا اور حقیقت واضح ہو کر رہیگی۔ [3] آں نسیمے۔ انسان چمن کی ہوا اور بھٹی کی ہوا کو پہچان لیتا ہے اسی طرح سچ اور جھوٹ میں امتیاز ہو جاتا ہے گولخن۔ بھٹی۔ سچ اور جھوٹ میں ایسا ہی امتیاز ہے جیسا کہ مُشک اور لہسن میں۔ اخلاص اور نفاق کی بُو میں ایسا ہی فرق ہے جیسا کہ اگر اور ہینگ میں۔

گر[1] ندانی یار را از دہ دِلہ
اگر تو یار کو منافق سے نہ پہچانے

از مشامِ فاسدِ خود کُن گِلہ
اپنے خراب دماغ کا گلہ کر

ور ندانی تو عجوز از شاہدے
اور اگر تو بوڑھی کو معشوقہ سے ممتاز نہ کرے

بیگماں گشتست چشمت فاسدے
یقیناً تیری آنکھ خراب ہو گئی ہے

ور تو نشناسی شکر را از صبر
اور اگر تو شکر کو ایلوے سے ممتاز نہ کرے

بیگماں شد حسِّ ذوقِ تو خدِر
بیشک تیرے ذوق کو حس بے حس ہو گیا ہے

ور یکے شد صوتِ بُلبل با غراب
اور اگر بُلبل کی آواز کوے کیساتھ ایک ہے

ہست بیشک حسِّ سمعِ تو خراب
بیشک تیرے سُننے کی حس خراب ہے

ور یکے گشتت سمُّور[2] خار پُشت
اور اگر سمور اور سی تیرے لئے ایک ہو گیا ہے

حسِّ لمسِ تو بتو بنمود پُشت
تو تیرے چھُونے کی حس نے تجھے پشت دِکھا دی ہے

بانگِ حیزان و شجاعانِ دلیر
بزدلوں اور دلیر بہادروں کی آواز

ہست پیدا چوں فنِ روباہ و شیر
واضح ہے لومڑی اور شیر کے ہُنر کی طرح

چارۂ کارِ حواسِ خویش کُن
اپنے حواس کا علاج کر

وانگہے راہِ طلب در پیش کُن
پھر طلب کی راہ کو سامنے رکھ

یا زباں ہمچوں سرِ دیگیست راست
یا زبان بالکل دیگ کے ڈھکن کی طرح ہے

چوں بجُنبد تو بدانی چہ اَباست
جب وہ سرکتا ہے تو جان لیتا ہے کیا سالن ہے

از بُخارِ آں بداند تیز ہُش
تیز ہوش اُس کی بھاپ سے جان لیتا ہے

دیگِ شیریں راز سکباجِ تُرش
میٹھی دیگ کو، کھٹے آش سے

دست بر دیگِ نوی چوں زد فتیٰ[3]
جب نوجوان نے نئی ہانڈی پر ہاتھ مارا

وقتِ بخریدن بدید اشکستہ را
خریدنے کے وقت، اُسنے ٹوٹی ہوئی کو دیکھ لیا

آں یکے پرسید صاحبِ دردرا
کسی ایک شخص نے صاحبِ درد سے دریافت کیا

گفت درچندے شناسی مرد را
اُسنے کہا تو انسان کو کتنی مدت میں پہچان لیتا ہے؟

گفت دانم مرد را در حیں زپوز
اُس نے کہا میں انسان کو مُنہ سے فوراً پہچان لیتا ہوں

ور نگوید دانمش اندر سہ روز
اور اگر وہ نہ بولے، اُس کو تین دن میں پہچان لیتا ہوں

واں دگر گفت ار بگوید دانمش
اور دوسرے نے کہا، اگر وہ بولے تو میں اُس کو پہچان لیتا ہوں

ور نگوید در سخن پیچانمش
اور اگر نہ بولے تو اُس کو بات میں اُلجھا دیتا ہوں

---

[1] گرندانی۔ اگر تو دوست اور ہرجائی کی خوشبو میں امتیاز نہیں کر سکتا تو تیرا وہ حاسہ جس میں سونگھنے کی قوت ہے خراب ہے اُس کا شکوہ کر۔ دہ دِلہ۔ وہ شخص جس کا دل کسی ایک سے وابستہ نہ ہو۔ ور۔ اگر تو معشوق اور بڑھیا میں امتیاز نہ کر سکے تو اپنی آنکھ کا شکوہ کر۔ ور تو نشناسی۔ اگر تو شکر اور ایلوے میں فرق نہیں کر سکتا تو اپنی قوتِ ذائقہ کی شکایت کر۔ خدِر۔ بے حس۔ ور یکے شد۔ اگر تو کوے اور بلبل کی آواز میں فرق نہیں کر سکتا تو اپنی قوتِ سامعہ کی شکایت کر۔

[2] سمور۔ لومڑی کی قسم کا ایک برفانی جانور ہے جس کی کھال سُرخ مائل بسیاہی ہوتی ہے اُسکے بال بہت نرم ہوتے ہیں اُس سے پوستین بناتے ہیں۔ خار پشت۔ سی جس کی کمر پر بڑے بڑے کانٹے ہوتے ہیں۔ حیزاں۔ حیز، مُخنّث، بزدل۔ راہِ طلب یعنی شیخ کی طلب۔ یا زبان۔ یہ زبان کی دوسری تشبیہ ہے۔ آبا۔ سالن۔ سکباج۔ وہ شوربا جس میں سرکہ ہو۔

[3] وقت۔ اسی طرح انسان جب کوئی نئی ہانڈی خریدتا ہے تو اُسکو بجا کر پہچان لیتا ہے کہ وہ ٹوٹی ہوئی ہے یا سالم۔ آں یکے۔ حقیقت کو پہچاننے میں انسانوں کے مختلف مراتب ہیں ایک شخص نے ایک ہمدرد انسان سے پوچھا تو دوسرے کو کتنی مدت میں پہچان لیتا ہے۔ گفت۔ اُسنے کہا اگر وہ بولے تو فوراً پہچان لیتا ہوں اور اگر نہ بولے تو چال ڈھال سے تین روز میں پہچان لیتا ہوں۔ وآں دگر۔ دوسرے نے کہا اگر وہ بولا تو پہچان لونگا اور اگر نہ بولا تو کسی تدبیر سے بولنے پر مجبور کردونگا۔

گفت[1] اگر ایں مکر بشنیدہ بود — لب بہ بندد در خموشی در رود

اُس نے کہا اگر وہ یہ تدبیر سُن چکا ہو — ہونٹ بند کرلے اور خاموشی میں چلا جائے

گفت میرو گوئی تا ہفتم زمیں — تا ابد پوشیدہ بادم حالِ ایں

اُس نے کہا تو کہہ دے کہ وہ ساتویں زمین تک چلا جائے — مجھ پر قیامت تک، اُس کا حال پوشیدہ رہیگا

حالِ یک تن گر ندانم چہ شود — واندرو نقصانِ دینم چہ بود

اگر میں ایک شخص کا حال نہ جانوں تو کیا ہو جائیگا؟ — اور اُس میں میرے دین کا کیا نقصان ہوگا؟

مثل

آنچناں[2] کہ گفت مادر بچہ را — گر خیالے آیدت در شب فرا

جیساکہ ماں نے بچہ سے کہا — اگر رات میں کوئی خیال تیرے قریب آئے

یا بگورستان وجائے سہمگیں — تو خیالے زشت بینی در کمیں

یا قبرستان میں اور خوفناک جگہ میں — تو کسی بُرے خیال کو کمینگاہ میں دیکھے

دل قوی دار و بکن حملہ برو — او بگرداند زتو در حال رُو

دل کو مضبوط کرلے اور اُس پر حملہ کردے — وہ فوراً تجھ سے منہ موڑ لے گا

زانکہ بے ترسے بسویش ہر کہ رفت — آنخیالِ دیووش بگریخت تفت

اس لئے جو بے خوف ہو کر اُس کی طرف گیا — وہ شیطان صفت خیال، فوراً بھاگا

گفت کودک با خیالِ دیووش — ایں چنیں گر گفتہ باشد مادرش

بچہ نے کہا، شیطان صفت خیال سے — اگر اُس کی ماں نے بھی یہی کہا ہو؟

حملہ آرد اُفتد اندر گردنم — زامرِ مادر پس من آنگہ چوں کنم

وہ حملہ کردے، میری گردن میں آپڑے — ماں کے حکم سے، پھر اُس وقت میں کیا کروں گا؟

تو ہمی آموزیم کہ چست ایست — آں خیالِ زشت را ہم مادر یست

تو مجھے سکھاتی ہے کہ مضبوط کھڑا رہ — اُس بُرے خیال کی بھی (کوئی) ماں ہوگی

دیو[3] و مردم را ملقن آں یکے ست — غالب از وے گردد ار خصم اندکے ست

انسانوں کے شیطان کو تلقین کرنیوالا وہ ایک ہی ہے — اُسکی وجہ سے غالب آجاتا ہے اگرچہ لڑنیوالا کم درجہ ہے

تاکدامیں سُوی باشد آں یراش — اللہ اللہ رَو تو ہم آں سُوی باش

وہ توجہ خواہ کسی طرف ہو — اللہ اللہ، جا تو اُسی جانب رہ

لہ گفت۔ اُسنے کہا اگر وہ تیری اُس تدبیر کو پہلے سے سمجھے ہوئے ہو اور نہ بولے تو کیا ہوگا۔ میرو۔ اُسنے کہا جا تو اُس سے کہدے نہ بولے اور زمین میں دھنس جائے اگر اُسکو نہ پہچانونگا تو میرا کیا بگڑیگا۔ حالِ یک تن۔ اگر مجھے ایک انسان کا حال معلوم نہ ہو تو میرے دین میں کیا نقصان آجائیگا لہٰذا یہ تیرا سوال ہی لغو ہے۔ مثل۔ ایک اور لغو سوال کی مثال دیتے ہیں۔

۲ آنچناں کہ۔ ماں نے بچے سے کہا کہ اگر تجھے کوئی ڈرونا خیال آئے یا قبرستان وغیرہ میں یہ خیال ہو کہ ایک خوفناک چیز گھات میں بیٹھی ہے تو دل مضبوط کر کے اُس پر حملہ کر دینا وہ فوراً بھاگ جائے گا۔ زانکہ۔ ایسے خیال پر جو بلا خوف حملہ کرتا ہے تو وہ بھاگ جاتا ہے۔ گفت کودک۔ بچے نے کہا کہ اگر اُسکی ماں نے بھی اُسے یہی بات سمجھائی ہوگی تو وہ آکر میرے گلے میں چپٹ جائیگا جس طرح تو مجھے سمجھا رہی ہے اس خیال کی بھی کوئی ماں ہوگی جس نے اُسکو اسی طرح سمجھایا ہوگا۔

۳ دیو و مردم۔ مولانا کو خیال آیا کہ اگر شیطان کے بارے میں کوئی ایسا ہی سوال کر بیٹھے جیسا کہ اس بچے نے ماں سے سوال کیا، شیطان کے بارے میں قرآن نے کہا ہے اِنَّہٗ لَیْسَ لَہٗ سُلْطَانٌ عَلَی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰی رَبِّھِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ یعنی شیطان کا قابو اُن لوگوں پر نہیں ہے جو ایمان لائے اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں یعنی ایمان اور توکل اختیار کرو تو شیطان تم پر غالب نہ ہیگا اب اگر کسی نے یہ سوال کر دیا کہ اگر شیطان کو بھی ایسی تعلیم دیدی گئی ہو تو کیا علاج ہے مولانا اسکا جواب دیتے ہیں کہ خیال کے بارے میں ماں بچے نے جو احتمال نکالا تھا شیطان کے معاملہ میں یہ احتمال نہیں ہے اسلئے کہ یہاں تو سمجھانیوالی ایک ہی ذات ہے۔ یراش۔ توجہ۔

گفت[۱] اگر از مکر ناید در کلام — حیلہ را دانستہ باشد آں ہمام

اُس نے کہا اگر وہ مکر سے بات کرنے میں نہ آئے — وہ بڑا، حیلے کو جانتا ہو

سِرّ او را چوں شناسی راست گو — گفت من خامُش نشینم پیشِ اُو

تو اُس کے راز کو کیسے پہچانے گا؟ صحیح بتا — بولا، میں اُس کے سامنے خاموش بیٹھ جاؤنگا

صبر را سُلّم کنم سُوئے درج — تا بر آیم بر سرِ بامِ فرج

درجہ کی جانب صبر کو سیڑھی بناتا ہوں — تاکہ میں کامیابی کے بالاخانہ پر پہنچ جاؤں

ہست مر ہر صبر را آخر ظفر — ہست روزی بعدِ ہر تلخی شکر

ہر صبر کا انجام کامیابی ہے — ہر تلخی کے بعد شکر نصیب ہوتی ہے

چوں بجوشد در حضورش از دلم — منطقے بیروں ازیں شادی و غم

جب اُس کی موجودگی میں میرے دل سے جوش مارتا ہے — کوئی کلام جو اِس خوشی اور غم کے علاوہ ہو

من بدانم کو فرستاد آں بمن — از[۲] ضمیرِ چوں سُہیل اندر یمن

میں سمجھتا ہوں، کہ وہ اُس نے میرے پاس بھیجا ہے — دل سے، جو یمن میں سہیل جیسا ہے

مَن بزرگیِ ورا گردن نہم — منّتے ہم بر دل و بر تن نہم

میں اُس کی بزرگی کے لئے گردن جھکا دیتا ہوں — دل اور جسم پر بھی احسان جتاتا ہوں

در دلِ مَن ایں سخن زاں میمنہ است — زانکہ از دل جانبِ دل روزنہ است

یہ بات میرے دل میں اُس کی جانب سے ہے — کیونکہ دل سے دل کی جانب سوراخ ہے

چوں[۳] فتاد از روزنِ دل آفتاب — ختم شُد واللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّواب

جب دل کے روزن سے سورج ڈھل گیا — ختم ہو گئی، اور اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے

خاتمہ لولدہ العارف الکامل المحقق مولانا بہاء الملّۃ والدین قُدّس سرّہٗ

اُن کے صاحبزادے عارف، کامل محقق، مولانا بہاء الملۃ والدین قدس سرہٗ کا اختتام

مدتے زیں مثنوی چوں والدم — شُد خمُش گفتم ورا کاے زندہ دم

میرے والد جب ایک مدت تک اِس مثنوی سے — خاموش رہے، میں نے اُن سے کہا اے زندہ دم!

از چہ رُو دیگر نمی گوئی سخن — بہرِ چہ بستی درِ علمِ لَدُن

آپ کس وجہ سے اور بات نہیں کر رہے ہیں؟ — علمِ لدنی کا دروازہ آپ نے کیوں بند کر دیا؟

مِن رَبِیعِ الثَّانِی۔ چہار شنبہ ۲ ربیع الثانی ۱۳۹۵ھ ــــــ خاتمہ: مثنوی ہیں تیسرے شہزادے کا تقدیر نقش چھوڑ کر مولانائے رومؒ نے مثنوی ختم کر دی ہے۔ مولانا کے صاحبزادے نے یہ خاتمہ لکھ کر اس طریقہ کار کی کچھ وضاحت کر دی۔ والدم۔ یعنی مولانا جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ۔ علمِ لَدُن۔ مثنوی کے مضامین لدنی علوم ہیں۔

[۱] گفت۔ پھر سوال کرنیوالے کی حکایت کی طرف رجوع کیا ہے۔ سوال کرنیوالے نے کہا کہ اگر وہ تدبیر بھی کام نہ آئے پھر اُس کا راز معلوم کرنے کی کیا صورت ہے۔ مَن نمائش۔ اُس نے جواب دیا کہ میں صبر سے اُنکے سامنے بیٹھا رہوں گا اور صبر کو مقصود کا ذریعہ بناؤں گا۔ ہست ہر صبر کے بعد ظفر اور کامیابی ہے ہر تلخی کے بعد شکر ہے یعنی مراقب ہو کر بیٹھوں گا۔ چوں بجوشد۔ اب جو خیالات میرے قلب پر منعکس ہونگے اگر وہ دنیوی خیالات نہیں ہیں تو میں سمجھونگا کہ یہ خیالات اُس نے میرے دل میں بھیجے ہیں۔

[۲] از ضمیر۔ یعنی اُنکے قلبی خیالات میں۔ سُہیل۔ ایک مشہور ستارہ ہے جو بلادِ عرب میں موسم گرما کے آخر میں نظر آتا ہے۔ مَن بزرگی۔ جب اُس کے ضمیر میرے دل پر عکس پڑتا ہے تو میں اُسکی بزرگی کا قائل ہو جاتا ہوں اور اُس کا شکر گذار ہوتا ہوں۔ در دل۔ میں سمجھ لیتا ہوں کہ یہ میرے قلبی خیالات اُسی مبارک شخص کے دل سے آئے ہیں اس لئے کہ دل سے دل کی طرف راہ ہوتی ہے۔

[۳] چوں فتاد۔ اب القاء مضامین کا آفتاب میرے دل کے سوراخ سے ڈھل گیا تو اب میں کتاب کو بھی ختم کرتا ہوں اور خدا اپنی حکمتوں کو خوب جانتا ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی مَا وَفَّقَنِی لِاِتْمَامِ ھٰذَا الْکِتَابِ۔ ۸ رجب ۱۴۰۷ھ يَوْمَ الْاَرْبِعَاءِ فِي السَّابِعِ وَالْعِشْرِيْنَ

قصۂ[1] شہزادگاں نامد بسر — مانْد ناسُفتہ دُرِ سُومیں پسر

شہزادوں کا قصہ ختم نہ ہوا — تیسرے لڑکے کا موتی بغیر بندھا رہ گیا

گفت نُطقم چوں شتر زیں پس بخفت — نیستش با ہیچکس تا حشر گفت

فرمایا اس کے بعد میری گویائی اونٹ کیطرح سوگئی — اُس کی حشر تک کسی سے بول چال نہیں ہے

ہست باقی شرحِ ایں لیکن دروں — بستہ شُد دیگر نمی آید بروں

اِس کی شرح باقی ہے، لیکن وہ اندر — بند ہوگئی، اب وہ باہر نہیں آتی ہے

ہمچو اشتر ناطقہ اینجا بخفت — اُو بگوید مَن دہاں بستم زگفت

قوتِ گویائی اس جگہ اونٹ کی طرح سو گئی — وہ (گویائی)، کہتی ہے کہ میں نے گفتگو سے منہ بند کرلیا

وقتِ رحلت آمد و جستن زجُو — کُلُّ شَیْءٍ ھَالِکٌ اِلَّا وَجْھَہٗ

کوچ اور نہر کو کود جانے کا وقت آگیا — بجز اُس کی ذات کے ہر چیز ہلاک ہونیوالی ہے

باقیِ ایں گفت آید بے زباں — در دلِ آنکس کہ دارد زندہ جاں

اِس کا بقیہ بغیر زبان کے کہا ہوا آجائے گا — اُس شخص کے دل میں جو زندہ جان رکھتا ہے

گفتگو آخر رسید و عمر ہم — مُژدہ[2] آمد وقتِ آں کز تن رہم

بات ختم ہوگئی اور عمر بھی — اس وقت کی خوشخبری آگئی جبکہ میں جسم سے چھوٹونگا

در جہانِ جاں کُنم جولاں ہمے — بگذرم زیں نم در آیم در یمے

جان کے جہان میں جولانی کروں گا — اس نمی سے گذر جاؤنگا سمندر میں پہنچ جاؤنگا

زانکہ ایں عالم زنم زندہ ست و خوش — از یمے نم یافت زاں خوب ست و کش

کیونکہ یہ جہان، نمی سے زندہ اور خوشنما ہے — اُس نے سمندر سے نمی پائی ہے اسلئے اچھا اور خوش ہے

چونکہ جاں در خاک و نم زندہ بُوَد — در جہانِ یم ببیں تا چوں شود

جبکہ جان مٹی اور تری میں زندہ ہے — غور کر سمندر کی دنیا میں کیسی رہے گی

یم[3] چو شہر ست و چو دروازہ ست نم — نم چو قطرہ داں و بے اندازہ یم

سمندر شہر کی طرح ہے اور نمی دروازے کی طرح — نمی کو قطرے کیطرح سمجھ اور سمندر بے اندازہ ہے

زیں نمی کو ہمچو جانست اندر آ — در یمِ جاناں کہ تا یابی بقا

اِس نمی سے جو جان کی طرح ہے، اندر آ — جاناں کے سمندر میں، تاکہ تو بقا حاصل کرلے

چونکہ نم از بحرِ جانست ایں طرف — پس ز راہِ جاں طلب کن آں شرف

چونکہ اِس جانب، جان کے سمندر کی نمی ہے — تو اُس بڑائی کو جان کے راستہ سے طلب کر

---

[1] قصۂ شہزادگاں۔ تینوں شہزادے جو شاہِ چین کی خدمت میں پہنچے تھے۔ دُرِ سومیں یعنی تیسرا سب سے چھوٹا شہزادہ۔ گفت نُطقم۔ یعنی والد صاحب نے فرمایا۔ شرحِ ایں۔ یعنی تیسرے لڑکے کا قصہ۔ ناطقہ۔ قوتِ گویائی۔ اُو۔ یعنی قوتِ ناطقہ۔ جستن زجُو۔ یعنی دنیا کی نہر کو پار کرنا۔ باقیِ ایں۔ یعنی اِس قصہ کا بقیہ۔ در دل۔ اب کوئی صاحب باطن ہوگا جس کے دل میں بغیر میرے کہے وہ قصہ آجائیگا اور وہ اُس کی تکمیل کردیگا۔

[2] مژدہ۔ اب میری موت کی بشارت آگئی ہے۔ در جہانِ جان۔ اب میں عالمِ ارواح میں چلا جاؤں گا اُس سمندر کے مقابل عالمِ ناسوت ایک معمولی نمی ہے۔ زانکہ۔ اِس عالمِ ناسوت میں عالمِ ارواح کا معمولی سا اثر ہے۔ کش۔ خاد۔ چونکہ۔ یہ روح، عالمِ ناسوت کی خاک اور معمولی نمی میں زندہ ہے تو عالمِ ارواح میں اُس کی زندگی کا تم خود اندازہ لگاؤ کیسی ہوگی۔

[3] یم۔ یہ عالمِ ناسوت، عالمِ ارواح اور ملکوت کے شہر کے لئے بمنزلہ دروازے کے ہے اور اِس کی اُسکے مقابلہ میں قطرہ اور دریا کی مثال ہے۔ نمی۔ یہ نمی جان ہے اور سمندر جاناں ہے جان کی بقا جاناں سے اتصال کے اندر ہے۔ چونکہ۔ یہاں جو کچھ ہے وہ روحِ اعظم کا اثر ہے تو اُس روحِ اعظم سے اتصال پیدا کرنے کی عزت حاصل کر۔

تا[1] ترا آنجا بَرد کو بُودہ است — جُستن اندر خاکِ یَمّ بیہودہ است
تاکہ تجھے اُس جگہ لے جائے جہاں وہ ہے — خشکی میں سمندر ڈھونڈنا، لغو ہے

جُزوِ ہر خاکے بخاکستاں بَرد — مَوجِ بحرِ جاں سُوئے جاناں بَرد
ہر خاک کا جز، خاکستان کی جانب لے جاتا ہے — جان کے سمندر کی لہر جاناں کی طرف لیجاتی ہے

پس ز جاں کُن وصلِ جاناں را طلب — بے لب و بے کام می گو نامِ رَب
جاناں کے وصل کو (دل و) جان سے طلب کر — بغیر ہونٹ اور بغیر تالو کے خدا کا نام لے

تا رہی زیں حبس وایں فانی جہاں — در جہانِ جاں بمانی جاوداں
تاکہ تو اس قید اور اس فانی جہان سے نجات پا جائے — ہمیشہ جان کے جہان میں رہے

تخمہائے عمر را در شورہ خاک — می بکاری تا شوی آخر ہلاک
عمر کے بیجوں کو، شور زمین میں — تو بو رہا ہے تاکہ تو بالآخر ہلاک ہو جائے

ایں[2] چنیں عُمرِ عزیزِ بے بہا — بے عوض ضائع کُنی ہر دم چرا
ایسی قیمتی پیاری عُمر کو — تو بغیر عوض کے کیوں ضائع کرتا ہے؟

غبن می ناید ترا اے مردِ کار — تا دہی گلزار و گیری خارزار
اے کام کے آدمی! کیا تجھے ٹوٹا نہ ہوگا؟ — کہ تو چمن دیتا ہے اور خارستان لیتا ہے

عُمر کاں شُد صرف در دنیا، نماند — خُرّم آنکش حق بسُوئے خویش خواند
جو عمر دنیا میں صرف ہوئی، نہ رہی — مبارک ہے وہ جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی جانب بُلایا

عمرِ معدودِ شمُردہ چوں دہی — در رہِ حق گردد آں نا منتہی
تو جب گنی چنی عُمر دیدے گا — اللہ تعالیٰ کی راہ میں وہ لا انتہا ہو جائے گی

بے شمار و بے حد و بے عد شود — عمر دہ روزہ کہ در طاعت رَوَد
بے شمار اور بے حد اور اَن گنت ہو جائے — وہ دس روزہ زندگی جو بندگی میں بسر ہو

ہیں[3] تجارت کُن دریں بازار تو — صد ہزاراں گل بَر از یک خار تو
خبردار! تو اس بازار میں تجارت کرے — تو ایک کانٹے کے عوض لاکھوں پھول لے جا

از یکے دانہ کہ کاری صد ہزار — دانہ برگیری ز فضلِ کردگار
تو جو ایک دانہ بوئے، لاکھوں — دانے اللہ (تعالیٰ) کی مہربانی سے حاصل کرے

خود شمار آنجا بُود کاخر بُود — بیشمار ست آں طرف کاں بر بُود
شمار وہاں ہوتا ہے، جہاں آخر ہو — وہ جانب بے شمار ہے جہاں خدا ہو

---

[1] تا ترا۔ وہ راستہ تجھے وہاں پہنچائے گا جہاں رُوحِ اعظم ہے، عالمِ ناسوت میں اُس کی جستجو بیکار ہے۔ جزو۔ انسان کا خاکی جسم اُس کو قبرستان کی طرف لے جاتا ہے رُوح اُس کو محبوب کی طرف لے جاتی ہے۔ پس۔ رُوح کو ذکر اللہ میں لگا تا رہ، جب تیری رُوح ذاکر ہو جائیگی تو تجھے ابدی زندگی حاصل ہو جائیگی۔ تخمہای۔ عمر کو جسم کی پرورش میں ختم نہ کر ورنہ تباہ ہو جائیگا۔

[2] اینچنیں۔ عُمر جیسی قیمتی چیز کو جسم کی پرورش میں ضائع نہ کر۔ غبن۔ ٹوٹا۔ مردِ کار۔ معاملہ کرنیوالا، برنے والا۔ گلزار۔ عالمِ آخرت۔ خارزار۔ دنیا۔ عمر۔ زندگی کا وہ حصّہ جو دنیاوی دھندوں میں صرف ہوا وہ ضائع ہوا۔ معدود۔ دنیا کی محدود زندگی کو اگر اللہ تعالیٰ کے لئے خرچ کر دیا جائے تو ابدی زندگی حاصل ہو جاتی ہے۔

[3] ہیں۔ اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ۔ صد ہزاراں۔ یعنی جنت۔ یک خار۔ دنیوی متاع۔ از یکے۔ ایک نیکی کا ستر گنا ثواب ملتا ہے اور جس کو خدا چاہے وہ زیادہ بھی دیدیتا ہے۔ خود شمار۔ شمار تو دنیاوی فانی چیزوں کی ہے آخرت کی نعمتوں کی شمار نہیں۔

سوی کلِ خود روا اے جزوِ جدا ۱ — از خودی بگذر گریز اندر خدا

اے علیحدہ جزو! اپنے کل کی جانب جا — خودی سے گذر جا، خدا (کی پناہ) میں بھاگ جا

در تنِ ہمچو سبو ہستی چو آب — گفتگو و صلح و جنگت چوں حباب

تو ٹھلیا جیسے جسم میں پانی کی طرح ہے — تیری گفتگو اور صلح اور جنگ بلبلے کی طرح ہے

چوں حبابست ایں نقوش و ایں صور — بر سرِ آبِ دروں اے نامور

یہ نقوش اور یہ صورتیں بلبلے کی طرح ہیں — اے نامور! اندرونی پانی کے اوپر

یا چو کفے بر سرِ آبِ دروں — تا شود سرِ دروں پیدا بروں

یا اندرونی پانی پر جھاگ کی طرح — تاکہ باطن کا راز باہر ظاہر ہو جائے

از تف و از کف ۲ از بوی قدور — می نماید خوردنیہا در تنور

گرمی سے اور جھاگ سے اور ہانڈیوں کی بُو سے — تنور میں کھانے کی چیزیں واضح ہو جاتی ہیں

تا کہ شیرینی و یا ترشی ست آں — می شود ظاہر بر پیر و جواں

کہ وہ شیرینی ہے یا ترشی — بوڑھے اور جوان پر ظاہر ہو جاتی ہے

ہمچنیں از فعل و قولِ مردماں — می شود پیدا کہ چہ سانست جاں

اس طرح انسانوں کے فعل اور قول سے — ظاہر ہو جاتا ہے، کہ جان کیسی ہے

جانِ او در مرتبہ چونست چیست — مومن ست و یا کہ کافر یا ولی ست

اُس کی جان رتبہ میں کیسی ہے، کیا ہے — مومن ہے یا کافر، یا ولی ہے؟

آب را اندر سبوے یم مدار — تا نگردد آبِ شیریں ناگوار

ٹھلیا میں پانی بغیر سمندر (کی مدد) کے نہ رکھ — تاکہ میٹھا پانی، ناگوار نہ بن جائے

کاب ساکن بے مدد ناخوش شود — رنگ و بوی و طعمِ خوب از وے رود

بغیر مدد کے ٹھہرا ہوا پانی بُرا ہو جاتا ہے — اُس میں سے اچھا رنگ اور بُو اور مزہ جاتا رہتا ہے

گفت ۳ احمدؐ ہر کہ دو روزش یکیست — ہست مغبون و گرفتارِ شکیست

(حضرت) احمدؐ نے فرمایا کہ جس شخص کے دو روز یکساں ہوں — وہ ٹوٹے میں اور شک میں گرفتار ہے

بے یقینے می زید در ابلہی — پُر ز بادے ہمچو انبانِ تہی

بے وقوفی میں، بغیر یقین کے جی رہا ہے — خالی تھیلے کی طرح، ہوا سے پُر ہے

ہر دمے پس می رود از پیشِ صف — می شود صافیش دُردے ہمچو کف

صف کے آگے سے، ہر لحظہ پیچھے جا رہا ہے — اُس کا صاف جھاگ کی طرح تلچھٹ بن رہا ہے

---

۱ سُوئے کل۔ رُوحِ اعظم سے اتصال پیدا کر جس کا طریقہ ترکِ خودی اور فنا ہے۔ حُباب۔ بُلبلہ۔ یا چو جسم کی تشبیہ سبو اور رُوح کی تشبیہ پانی سے دی اب فرماتے ہیں کہ یا جسم کو پانی کے جھاگ سے تشبیہ دیدو۔

۲ از تف۔ ہانڈی کی گرمی، اُبال اور خوشبو بتلا دیتی ہے کہ تنور میں کیا پک رہا ہے۔ ہمچنیں۔ اسی طرح انسان کے جسم کا قول و فعل رُوح کی حالت بتا دیتا ہے یعنی تُو۔ انسان کا قول و فعل رُوح کے مرتبہ کفر اور ایمان اور ولایت کو ظاہر کر دیتا ہے۔ آب۔ رُوح کے پانی کا تعلق رُوحِ اعظم کے دریا سے پیدا کرلے ورنہ گڑھے کا ٹھہرا ہوا پانی متغیر ہو جاتا ہے۔

۳ گفت احمدؐ۔ حدیث شریف ہے مَنِ اسْتَوٰی یَوْمَاہُ فَھُوَ مَغْبُوْنٌ جس کے دو دن یکساں ہوں وہ ٹوٹے میں ہے یعنی اُس نفع سے محروم ہے جو اُس کو دوسرے دن کرنا چاہیئے تھا۔ انباں۔ چمڑے کا تھیلا۔ ہر دمے۔ جس کو یقین کا مرتبہ حاصل نہیں وہ تنزل اختیار کرتا رہتا ہے اور دریا سے تعلق نہ ہونے کی وجہ سے اُس کی رُوح کا پانی گندہ ہو جاتا ہے۔

رنجِ او ہر لحظہ بدتر می شود
اُس کا رنج ہر لمحہ بدتر ہو رہا ہے

ہر دمے او زشت و ابتر می شود
وہ ہر لحظہ بُرا اور ناقص ہو رہا ہے

سُوئیِ[1] دوزخ میرود آں ردِّ باب
وہ مردودِ بارگاہ، دوزخ کی جانب جاتا ہو

بے عذابِ بحر در نار و عذاب
بغیر سمندر کے شیریں پانی کے آگ اور عذاب میں

پیش ازانکہ کارِ تو آنجا رسد
اس سے پہلے کہ تیرا معاملہ وہاں تک پہنچے

ہر دمے غفلت ترا واپس بَرد
(اور) غفلت کا ہر سانس تجھے اُلٹا لوٹائے

رو بسُوئے اصلِ خود ہمچوں خلیلؑ
حضرت خلیل کی طرح اپنی اصل کی جانب جا

بگذر از استارہ و چرخِ چو نیل
ستارے اور نیل جیسے آسمان سے گذر جا

پائے[2] ہمت بر خور و بر ماہ نہ
ہمت کا پاؤں سورج اور چاند پر رکھدے

سر بر اں ایوان و آں درگاہ نہ
اُس بارگاہ اور اُس درگاہ پر سر رکھدے

ایں خودی را خرج کن اندر خدا
اس خودی کو خدا میں صرف کردے

تا نمانی ہمچو ابلیسے جدا
تاکہ تو شیطان کی طرح جُدا نہ رہے

آبِ جاں را ریز اندر بحرِ جاں
جان کے سمندر میں جان کے پانی کو بہادے

تا شوی دریائے بیحد و کراں
تاکہ تو بے حد اور بے ساحل دریا بن جائے

قصہ کوتہ کن کہ رفتم در حجاب
قصہ مختصر کر کہ میں پردے میں چلا گیا

ہیں خمش واللہ اعلم بالصواب
ہاں چپ جا اور اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے

شکر ایں نامہ بعنوانے رسید
شکر ہے یہ نامہ ایک عنوان (کے خاتمے) تک پہنچ گیا

ہم نشد نقد و باخوانے رسید
نقد، گم نہ ہوا اور بھائیوں کو پہنچ گیا

نردبانِ آسمانست ایں کلام[3]
یہ کلام، آسمان کی سیڑھی ہے

ہر کہ ازایں بر رود آید ببام
جو اس کے ذریعہ اوپر جائیگا چھت پر پہنچ جائیگا

نے ببامِ چرخ کاں اخضر بود
آسمان کی چھت پر نہیں جو سبز ہے

بل ببامے کز فلک برتر بود
بلکہ اُس چھت پر جو آسمان سے اونچی ہے

بامِ گردوں را ازو آید نوا
اُس کیلئے سامان، گردوں کی چھت سے آتا ہے

گردشش باشد ہمیشہ زاں ہوا
اسی خواہش سے اُس کی ہمیشہ گردش ہوتی ہے

تمّت الخاتمہ لولدہٖ مولانا بہاء الدین رح

[1] سُوئیِ دوزخ۔ جس کو ایمان کا مرتبہ حاصل نہیں وہ مردودِ بارگاہ ہے اور جہنم کی طرف جا رہا ہے۔ پیش۔ اس حالت سے پہلے تو اللہ تعالیٰ کی جانب رجوع کرلے۔ خلیلؑ۔ حضرت ابراہیمؑ نے ستاروں کی الوہیت کا انکار فرمایا تھا۔

[2] پائیِ ہمت۔ چاند سورج سب مخلوق ہیں ان سے گذر کر خالق کی بارگاہ میں پہنچ جا۔ ایں خودی۔ فنا حاصل کر جب وصل ہوگا ورنہ شیطان کی طرح جدا رہیگا۔ قصہ۔ اب اس خاتمہ کو ختم کرو اور چپ ہو جاؤ۔ شکر۔ میرے پاس جو مضامین تھے وہ میں نے اپنے پیر بھائیوں کو پہنچا دیئے۔

[3] ایں کلام۔ مثنوی۔ ببام۔ بام سے آسمان کی بلند سطح مراد نہیں ہے بلکہ بارگاہِ خداوندی مراد ہے۔ بامِ گردوں۔ اس بام کو اُسی بام سے خوراک ملتی ہے اور یہ اُسی کے عشق میں سرگرداں ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اِختتامِ مثنویِ مولویِ معنوی

اِفتتاحِ کلام بہ تمہیدِ اختتامِ سراپا اہتمام مثنویِ معنویِ مولانا جلال الدین رُومی قدس سرہٗ

از حضرت مولانا مفتی الٰہی بخش کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

جذب ذوق و شوقِ مولانا حسام[۱]
مولانا حسام (الدین) کے ذوق و شوق کی کشش

میکشد مارا بسوئے اختتام
ہمیں خاتمہ کی جانب کھینچ رہی ہے

اختتامِ مثنویِ معنوی
مثنویِ معنوی کو خاتمہ تک پہنچانا

میکشد جاں را براہِ مستوی
جان کو سیدھے راستہ پر کھینچ رہا ہے

می تراود خود بخود از لب سخن
ہونٹ سے خود بخود کلام ٹپک رہا ہے

آنچہ خواہی اے ضیاء الدین بکن
اے ضیاء الدین! آپ جو چاہیں کریں

چوں زمام عقلِ من در دستِ تست
چونکہ میری عقل کی باگ آپ کے ہاتھ میں ہے

ہر کجا خواہی بکش جاں مستِ تست
جس جگہ آپ چاہیں کھینچ لیں جان آپ سے مست ہے

پرتوِ خور چوں در آبے اوفتاد
سورج کا عکس جب کسی پانی پر پڑا

آب، دادِ آفتابے را بداد
پانی نے سورج کی عطا کی داد دی

روحِ مولانا جلال الدین رومؒ
مولانا جلال الدین رومیؒ کی روح

مہرِ برجِ معرفت، بحرِ علوم[۲]
جو علوم کے سمندر (اور) معرفت کے برج کے چاند ہیں

پرتوے زد چونکہ بر طورِ دلم
جب میرے دل کے (کوہِ) طور پر عکس ڈالا

گشت نورانی تنِ آب و گلم
میرا آب و گل کا جسم نورانی بن گیا

ہر زمانم آں مہِ چرخ بریں
بلند آسمان کا وہ چاند ہر لمحہ

میزند چشمک ببامِ دل کہ ہیں
بامِ دل پر اشارہ کرتا ہے کہ ہاں

اختتامِ مثنوی آغاز کن
مثنوی کے خاتمہ کا آغاز کر

نامۂ سربستہ ام را باز کن
میرے سربستہ نامہ کو کھول

آں حکایت گو کہ ناگفتہ بماند
وہ حکایت کہہ جو بغیر کہی رہ گئی

نظم کن آں دُر کہ ناسفتہ بماند
اس موتی کو پرو، جو بغیر پروئے رہ گیا

زود در سلکِ بیاں درکش وُرا
جلد اس کو لڑی میں پرو

در رسد[۳] فیضانِ روحانی زما
ہمارا روحانی فیضان (ضرور) پہنچے گا

چونکہ حدِ خود ندیدم تن زدم
چونکہ میں نے اپنا مرتبہ نہ دیکھا میں خاموش ہو گیا

بر درش از عذر سر را من زدم
عذر سے میں نے اپنا سر اُن کے در پر رکھ دیا

---

[۱] حسام۔ حسام الدین۔ اختتام یعنی مثنوی کا خاتمہ لکھنا۔ می کشد۔ یعنی جذب۔ ضیاء الدین۔ ضیاء الحق۔ داد۔ عطا یعنی سورج کا جب عکس پانی پر پڑتا ہے تو پانی بھی اسکو نمایاں کرتا ہے اسی طرح مولانا حسام الدینؒ کی روح کے عکس کو جو میری روح پر پڑا میں نمایاں کر رہا ہوں۔ طور۔ کوہِ طور۔ [۲] مہر۔ یعنی مولانا جلال الدینؒ شریعت اور طریقت کے جامع ہیں۔ مہ۔ یعنی مولانائے روم۔ میزند یعنی مولانا جلال الدین آنکھ سے اشارہ کر رہے ہیں کہ مثنوی کا خاتمہ لکھ۔ ناگفتہ یعنی تیسرے شہزادے کا قصہ۔ [۳] در رسد بقول مولانا بہاء الدین کے مولانا رومؒ نے فرمایا تھا (شعر) باقی ایں گفتہ آید بے زباں ؛ در دلِ آنکس کہ دارد نورِ جاں۔ تن زدم۔ میں خاموش ہو گیا۔

چونکہ قولِ آں ایازِ پاک[51] دید
چونکہ اُس پاک نظر، ایاز کا قول

در نگاہِ دیدۂ دل می خلید
دل کی آنکھ کی نظر میں چبھ رہا تھا

کاشکستِ اَمر از گہر دشوار تر
کیونکہ حکم کا توڑنا، موتی کے توڑنے سے زیادہ دشوار ہے

لاجرم بستم بامرِ او کمر
لامحالہ میں نے اُس کے حکم سے کمر باندھ لی

اے خدائے قادرِ بیچون وچند
اے خدا اے بے کم وکیف پر قادر!

رازہا کردی درونِ سینہ بند
تو نے سینہ میں راز بند کر دیئے ہیں

سینہ را صندوقِ سرہا کردہٗ
تو نے سینہ کو رازوں کا صندوق بنایا ہے

واندراں مخزوں گہرہا کردہٗ
اور اُس میں موتی خزانہ کر دیئے ہیں

رَبط دادی سینہ را با سینۂ
تو نے سینہ کو سینہ سے ربط دیا ہے

رَبطِ ایں آئینہ با آئینۂ
(جس طرح) اِس آئینہ کا آئینہ سے ربط ہے

نقشِ ایں آئینہ در دیگر پدید
اِس آئینہ کا نقش دوسرے میں ظاہر

کردی از صُنعِ خود اے ربِّ مجید
کر دیا، اے ربِّ مجید! تو نے اپنی کاریگری سے

آب از جُوئے بجُوئے می رَوَد
پانی ایک نہر سے دوسری نہر میں جاتا ہے

باز یکسُو گشتہ تا دریا دَوَد
پھر اکٹھا ہو کر دریا میں دوڑ جاتا ہے

رَفت چوں در بحر آبِ جُوبہا
جب نہروں کا پانی سمندر میں چلا گیا

جُملہ یکذات و یک آبست اے فتا
اے نوجوان! سب ایک ذات اور ایک پانی ہے

با تو رمزے[52] گفتم اے جاں گوش کُن
اے جان اُس میں نے تجھ سے ایک رمز کہی

جُملہ تن جاں باش و جاں را ہوش کُن
مجسم جان بنجا، اور جان کو ہوش بنالے

رو بسُوئے آں وصیّت باز گرد
چل اُس وصیّت کی جانب پلٹ

زانتظار آں سہ پسر را دل بدرد
اُن تینوں لڑکوں کے دل انتظار سے درد میں ہیں

آغاز داستان بیان کردن آں سہ پسر کاہلی خود را و طلبِ حکم از قاضی بصدق وصفا

اُن تینوں لڑکوں کا اپنی کاہلی کو بیان کرنے کی داستان کا آغاز اور سچائی اور صفائی کے ساتھ قاضی سے فیصلہ چاہنا

گفت قاضی کاہلیِ خود شما
قاضی نے کہا تم اپنی کاہلی

سربسر گوئید تفصیلاً بما
پوری پوری تفصیل سے ہم سے کہو

ہر یکے باید کہ گوید حالِ خویش
ہر ایک کو اپنا حال بیان کرنا چاہیئے

تا بدانم کاہلی کیست بیش
تاکہ میں سمجھوں کس کی کاہلی بڑھی ہوئی ہے

در سخن پنہاں ست حالِ مُرداں
انسانوں کی حالت گفتگو میں پوشیدہ ہے

مُرد در زیرِ سخن باشد نہاں
انسان گفتگو میں پوشیدہ ہوتا ہے

حُقّہ، سربستہ جانِ آدمی[53] ست
انسان کی جان، ایک سربستہ ڈبہ ہے

باز مفتاحش زبانِ آدمی ست
پھر اُس کی کُنجی آدمی کی زبان ہے

آدمی را از سخن باید شناخت
آدمی کو گفتگو سے پہچاننا چاہیئے

غیرِ کشتی بر سرِ دریا کہ تاخت
کشتی کے بغیر دریا میں کون دوڑ سکتا ہے؟

اولیں گفتا بداں حد کاہلم
پہلے نے کہا میں یہاں تک کاہل ہوں

کاُوستاد و تنبلاں را تنبلم
کہ اُستاد اور کاہلوں کا کاہل ہوں

ہیں تو بشنو حالِ ما را اے سَنی
اے بزرگ! تو ہمارا حال سن لے

بُد شبِ باران و فقدِ روشنی
بارش کی رات تھی اور روشنی مفقود تھی

برف می بارید و باراں زمہریر
برف برستی تھی اور بارش (اور جاڑا)

عالمے مانندِ یخ بستہ قریر
جہان جمے ہوئے برف کی طرح ٹھنڈا تھا

تشنہ گشتم آتشم بر دُود گشت
میں پیاسا ہو گیا میری آگ دھوئیں سے ہو گئی

آتشِ باطن بزد بر کوہ و دشت
باطن کی آگ، پہاڑ اور جنگل میں جا لگی

---

[51] پاک دید۔ پاک نظر۔ کمر بستن۔ تیار ہو جانا۔ ربط۔ ایک سینہ سے دوسرے سینہ میں علوم منتقل ہوتے ہیں جس طرح ایک آئینہ سے دوسرے آئینہ میں عکس آجاتا ہے۔ آب۔ وہ علوم جو مولانائے رومؒ کے سینہ میں تھے وہ میرے سینہ میں آگئے۔ باز یکسو۔ اِن مضامین کا مقصد ایک ہے۔
[52] رمزے۔ یعنی مطالب کا اتحاد اور اُن کا ایک سینہ سے دوسرے سینہ میں منتقل ہو جانا۔ وصیّت۔ باپ نے مرتے وقت وصیّت کی تھی کہ ترکہ میری اولاد میں سے سب سے زیادہ کاہل کو دیا جائے۔ [53] آدمی یعنی انسان کا باطن بمنزلہ دریا کے ہے اور زبان کشتی ہے۔ دریا کے احوال کشتی کے ذریعہ معلوم کیے جا سکتے ہیں اسی طرح باطن کا حال زبان سے معلوم کیا جا سکتا ہے یہ اہلِ ظاہر کیلئے ہے اور شریعت اسی کو معتبر مانتی ہے۔ اہلِ باطن کشف سے بھی احوال معلوم کر لیتے ہیں لیکن کشف دوسرے پر حجت نہیں ہے۔ سَنی۔ بلند، روشن۔ دُود۔ یعنی ابخرات۔ کوہ ودشت یعنی اعضاء۔

نفس نالاں در پئے آبِ خنک
ٹھنڈے پانی کے لئے نفس نالاں تھا

تنبلی ام گفت بنشیں سیکنک[1]
میری کاہلی نے کہا، آہستہ بیٹھ (ٹھہر جا)

از گرانجانی بخواب اندر شدم
میں سستی کی وجہ سے، سونے لگا

گشتہ کاہل، پای بر بستر زدم
کاہل بن کر، میں بستر پر چڑھ گیا

خواب نامد اندراں عطشانیم
اس پیاسے پن میں مجھے نیند نہ آئی

دمبدم افزود سرگردانیم
لمحہ بلمحہ میری پریشانی بڑھی

آخرش برخاستم بہرِ وضو
بالآخر میں وضو کے لئے اٹھا

قصد کردم جانبِ آب و سبو
پانی اور ٹھلیا کی جانب میں نے ارادہ کیا

یادِ من آمد حدیثے از انس رضؓ
مجھے (حضرت) انسؓ کی حدیث یاد آ گئی

اسبغ امرِ آں رسولِ خوش نفس
اس خوش دم رسول کا حکم "تو وضو مکمل کر"

طالبِ غرِ محجل گشتہ زود
میں فوراً غُرِّ محجل کا طالب بن کر

در وضو گشتم شتاباں اے ودود
اے محب! جلد وضو میں لگ گیا

کردم اسباغِ وضو زاں آبِ سرد
میں نے اس ٹھنڈے پانی سے وضو کی تکمیل کی

سردیِ اُو دست و پا بیکار کرد
اس کی ٹھنڈک نے ہاتھ اور پاؤں بیکار کر دیئے

غالب آمد کاہلی بر من چناں
مجھ پر کاہلی ایسی غالب آئی

کہ نکردم جرعۂ زاں اندر دہاں
کہ اس کا ایک گھونٹ منہ میں نہ ڈالا

از عطش می مردم و اعضا چو برف
میں پیاس سے مر رہا تھا اور برف جیسے اعضا تھے

بردِ ظاہر را بباطن کردہ صرف
ظاہری ٹھنڈک کو باطن پر صرف کیا

از کسالت[2] گفتم ایں بردِ وجود
میں نے کاہلی کی وجہ سے کہا، یہ جسم کی ٹھنڈک

حرِ باطن عاقبت خواہد ربود
انجام کار، باطن کی گرمی کو دور کر دے گی

کاہلی از آب خوردن منع کرد
کاہلی نے پانی پینے سے روک دیا

آب در دست و بدست اسبابِ برد
پانی ہاتھ میں تھا اور ٹھنڈک کے اسباب ہاتھ میں

لیک از دستم دہاں بس دور بود
لیکن میرا ہاتھ منہ سے بہت دور تھا

از کسالت کے مرا مقدور بود
کاہلی کی وجہ سے مجھے قدرت کہاں تھی؟

گفت رمزے گفتہ ام زاں کاہلی
اُسنے کہا میں نے اس کیطرف ایک اشارہ کر دیا ہے

قاضیا تو فہم کن گر عاقلی
اے قاضی! اگر تو سمجھ دار ہے، تو سمجھ لے

زاہداں در کارِ دنیا کاہل اند
زاہد دنیا کے کام میں کاہل ہیں

در ادای بارِ عقبیٰ کامل اند
آخرت کا بوجھ اتارنے میں، کامل ہیں

نفس را بکشند بہرِ نان و آب
روٹی اور پانی کی خاطر نفس کو مارتے ہیں

یکدمِ آبی بود شاں را شراب
پانی کا ایک گھونٹ اُن کے لئے شراب ہے

نفسِ کافر را بس ست از فربہی
کافر نفس کے موٹاپے کے لئے کافی ہے

آنکہ بہرِ عطش آبش دہی[3]
یہ کہ تو ہر پیاس کے وقت اُسے پانی دیدے

نفسِ سرکش را بس ست از قساوُ
قساوت کیوجہ سے سرکش نفس کیلئے کافی ہے

کو خورد آبے بہرِ رغبت چو گاوُ
کہ وہ ہر خواہش کے وقت بیل کی طرح پانی پی لے

امرِ نفسِ خویش را دانی کشاوُ
تو اپنے نفس کے حکم کو شاہی فرمان سمجھتا ہے

میبرد ہر سُو ترا ایں نفسِ گاوُ
یہ بیل جیسا نفس، تجھے ہر جانب لے جاتا ہے

کارِ مرداں کاہلی در کارِ تن
بہادروں کا کام جسم کے کام میں کاہلی ہے

چابکی جستن بطاعت در محن
(اور) مشقتوں میں فرمانبرداری کیساتھ چستی تلاش کرنا

باش کاہل بلکہ میرِ کاہلاں
کاہل بن جا، بلکہ کاہلوں کا سردار

از ہمہ تدبیرِ دنیا اے فلاں
اے فلاں! دنیا کی تمام تدبیروں سے

کارِ عقبیٰ میکند دنیات خوب
آخرت کا کام، تیری دنیا کو اچھا کر دے گا

رو ز راہِ دیں درِ دنیا بکوب
جا دین کے راستے سے دنیا کا دروازہ کھٹکھٹا

---

[1] سیکنک۔ آہستہ۔ اسبغ آنحضورؐ کا حکم ہے وضو مکمل کیا کرو کیونکہ وضو کرنے والے قیامت میں منور چہرے اور منور اعضاء والے ہوں گے۔ غُرّ اغرّ کی جمع ہے، روشن رُو، وہ گھوڑا جس کی پیشانی پر سفیدی ہو۔ محجل۔ وہ گھوڑا جس کے پاؤں سفید ہوں۔ [2] از کسالت۔ میں نے سستی کی وجہ سے یہ تصور کر لیا کہ یہ بدن کی ٹھنڈک پیاس کی گرمی کو بجھا دے گی۔ اسباب برد یعنی پانی جس سے پیاس کی گرمی کو رفع کیا جا سکتا تھا۔ کسالت۔ سستی۔ زاہداں۔ یہ عام مثنوی کا مقولہ ہے۔ شراب یعنی نفس کشی کیلئے پیاس کے وقت پانی سے ایسا ہی پرہیز کرتے ہیں جیسے کہ شراب سے پرہیز کیا جاتا ہے۔ [3] آنکہ۔ چونکہ نفس کو موٹا کرنا نہیں چاہتے اور اس کے موٹاپے کیلئے یہی کافی ہے کہ تو اس کی خواہش پر اس کو پانی دیتا ہے۔ بس ست کافی قساوُ۔ دل کی سختی۔ کشاوُ۔ شاہی فرمان یعنی تو اپنے نفس کے حکم کو شاہی فرمان کی طرح واجب الاتباع سمجھتا ہے۔ محن۔ مشقتیں۔ کار عقبیٰ۔ جو اللہ کے کاموں میں لگتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی دنیا خود سنوار دیتا ہے۔

گفت پیغمبر کہ ہر کس منقطع
پیغمبر نے فرمایا ہے کہ جو شخص انقطاع کرنے والا

سُوئے حق شد گشت کارش مجتمع[1]
اللہ کی جانب ہوا، اُس کا کام مجتمع ہو گیا

سُوئے دنیا ہر کرا شد انقطاع
جس کا انقطاع دنیا کی جانب ہوا

گشت تفویضش بدنیا بے نزاع
بلا اختلاف اُس کی سپردگی دنیا کی طرف ہو گئی

داستان بر سبیلِ تمثیل کہ اختیارِ کارِ عقبیٰ بر کارِ دنیا اولیٰ ست
مثال کے طور پر ایک داستان کہ آخرت کے کام کو دنیا کے کام پر ترجیح دینا زیادہ بہتر ہے

بود مردِ صالحے با زہد و وَرَع
ایک شخص نیک، زاہد اور پرہیزگار تھا

داشت وجہِ قوتِ خود از حرث[1] زرع
جو اپنی روزی کی سبیل کھیت اور کیاری سے رکھتا تھا

بود یک اشترمَرا اُورا بس حَرُوں
اُس کا ایک بہت سرکش اونٹ تھا

بارہا بگریختے کردے زبوں
بارہا بھاگ جاتا، عاجز کر دیتا

اتفاقاً روزِ جمعہ آمد بہ پیش
اتفاق سے جمعہ کا دن آ گیا

اشترش بگریخت از مرعائے[1] خویش
اُس کا اونٹ اپنی چراگاہ سے بھاگ گیا

واندراں جمعہ اَش سقائے زرع بود
اور اُس جمعہ کو اُس کی کھیتی کو پانی دینا تھا

آبِ نہر آں روز بہرش میشود
اس روز اُس کیلئے نہر کا پانی چالو ہوتا تھا

مرد حیراں گشت و گفتا یا خدا
مرد حیران ہو گیا اور بولا اے خدا!

نوبتِ سقی آمدہ اکنوں مرا
اب میری سیرابی کی باری آ گئی

گر سقایت میکنم اشتر کجا
اگر میں سیرابی کروں، اونٹ کہاں ہے؟

ہم کجا یابم نمازِ جمعہ را
نیز جمعہ کی نماز کہاں پاؤں گا؟

ور کنم اندر سقایت من درنگ
اور اگر میں سیراب کرنے میں دیر کرتا ہوں

میشود از بیس کارِ زرع تنگ
تو تنگی کی وجہ سے کھیتی کا معاملہ تنگ ہو جائیگا

بہرِ اشتر رو بصحرا اگر کنم
میں اگر اونٹ کی خاطر جنگل کا رُخ کروں

وز تفحص در بیاباں بر تنم
اور جستجو میں جنگل میں پھروں

پس نماز و زرع ہر دو میرود
تو نماز اور کھیتی دونوں جا رہی ہیں

وہ نمیدانم کہ حالم چوں شود
ہائے میں نہیں سمجھتا کہ میرا کیا حال ہوگا؟

زیں تردد ہا دلِ او شاخ شاخ[2]
اس تردد سے اُس کا دل ٹکڑے ٹکڑے تھا

زاہنِ صد گونہ ز اشجاں بود دراخ
غموں اور درد میں سو طرح گردی تھا

عاقبت بعد از تردد گفت خوب
انجام کار، تردد کے بعد بولا، ہاں

بہرِ جمعہ رو درِ حق را بکوب
جمعہ کے لئے جا، اللہ (تعالیٰ) کا دروازہ کھٹکھٹا

کیں متاعِ باقی واں فانی ست
کیونکہ یہ باقی رہنے والی چیز ہے اور وہ فانی ہے

دل بفانی بستن از نادانی ست
فانی سے دل وابستہ کرنا نادانی ہے

ابنِ عباسؓ از پیمبر نقل کرد
حضرت ابن عباسؓ نے پیغمبرؐ سے نقل کیا ہے

ہست جمعہ حجِ مسکینانِ فرد
جمعہ اکیلے مسکینوں کا حج ہے

کرد پس تبکیرِ مسجد اختیار
اُس نے سویرے سویرے مسجد میں جانا پسند کیا

کش[3] ثواب بدنہ آمد در شمار
کیونکہ شمار کرنے میں اُسکے لئے اونٹ کا ثواب ہے

رفتہ در مسجد بحق مشغول شد
مسجد میں جا کر حق (تعالیٰ) کیساتھ مشغول ہو گیا

جملہ ز افکارِ جہاں معزول شد
دنیا کی تمام فکروں سے جُدا ہو گیا

با نیازِ دل بصد جزع و خضوع
دل کے نیاز کے ساتھ سینکڑوں خشوع اور خضوع سے

گشت با حق در سجود و در رکوع
اللہ (تعالیٰ) کیلئے سجود اور رکوع میں مشغول ہو گیا

چوں فراغت یافت از وردِ نماز
جب نماز اور وظیفہ سے فارغ ہوا

مرد کرد آہنگِ خانہ زود باز
اُس شخص نے جلد گھر کی واپسی کا ارادہ کیا

تا دریں دم کارِ دنیا ہم کند
تاکہ اِس وقت دنیا کا کام بھی کرے

یکزمانے بر مکاسب بر تند
تھوڑی دیر کے لئے کمائی میں معروف ہو جائے

---

[1] سُوئی۔ جو شخص دنیا کے پیچھے پڑتا ہے پھر اللہ تعالیٰ اُس کی کوئی مدد نہیں فرماتا بلکہ اُس کا معاملہ دنیا کے سپرد فرما دیتا ہے۔ حرث۔ کھیتی۔ حرون۔ سرکش۔ مرعیٰ۔ چراگاہ۔ [2] شاخ شاخ۔ پارہ پارہ۔ اشجان۔ شجن کی جمع ہے، غم۔ داغ۔ درد و غم۔ ابن عباسؓ۔ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے نقل فرمایا کہ جس کے پاس حج کے اخراجات نہ ہوں اُس کو اللہ تعالیٰ جمعہ میں حج کا ثواب عطا فرما دیتا ہے، جمعہ اور حج اِس اعتبار سے یکساں ہیں کہ دونوں میں مسلمانوں کا اجتماع ہوتا ہے۔ تبکیر۔ کام کو صبح سویرے کرنا۔ فرد۔ یعنی وہ مسکین جو مال سے اکیلے ہیں۔ [3] کش۔ حدیث شریف میں ہے جو صبح سویرے جامع مسجد میں پہنچتا ہے اُس کو اونٹ کی قربانی کا ثواب ملتا ہے۔ بدنہ۔ قربانی کا اونٹ۔ جزع۔ زاری۔ مکاسب۔ کمائی کے ذرائع۔

دید اُشتر بر مناخش[۵۱] بستہ است ۳۱
اُس نے دیکھا اونٹ اپنے باڑے میں بندھا ہے

بس غریب و عاجز و تن خستہ است
بہت تھکا ہوا اور عاجز اور زخمی بدن ہے

گفت زن را ایں شتر چوں آمدہ
اُس نے بیوی سے کہا یہ اونٹ کیسے آیا؟

گفت ایں را خستہ آوردہ ددہ
اُس نے کہا اُس کو درندہ زخمی کر کے لایا ہے

در پئے اُو گرگ زفت اُفتادہ بُود
موٹا بھیڑیا اُس کے پیچھے پڑا تھا

تا بدینجا ایں حروں را رہ نمود
حتیٰ کہ اِس سرکش کی یہاں تک رہنمائی کر دی

مرد را ہر مو زبانِ شکر گشت
مرد کا ہر ہر رونگٹا شکر کی زبان بن گیا

کایں شتر را حق بیاوردہ ز دشت
کہ اِس اونٹ کو خدا جنگل سے لایا ہے

بایدم حالا بسُوئے زرع رفت
اب مجھے کھیتی کی جانب جانا چاہیئے

تا دہم آبے بکشتِ خویش تفت
تاکہ فوراً اپنی کھیتی کو پانی دے دوں

آنچہ ناید کلِّ آں در دستِ تو
جس کا کُل تیرے ہاتھ میں نہ آئے

ہیں تو مگذار اے برادر جزوِ او
خبردار اے بھائی! اُس کے جز کو نہ چھوڑ

آخرش بشد سُوئے کِشت خود دواں
بالآخر وہ اپنی کھیتی کی جانب دوڑا

دید خوش سبز و دراں آبے رواں
اُس نے بہت سبزہ دیکھا اور اُس میں پانی جاری تھا

در تعجب آمد آں مردِ خدا
وہ مرد خدا تعجب کرنے لگا

کیں زراعت را چگونہ شد سِقا
کہ اِس کھیتی کی کس طرح سیرابی ہوئی؟

نیست در ہمسایہ احسانِ آنقدر
پڑوسی میں اس قدر احسان نہیں ہے

کو دہد آں آب را ایں سُو گذر
کہ وہ پانی کو اِس جانب گذرنے دے

آخرش پرسید از جارِ عقار[۵۲]
بالآخر اس نے زمین کے پڑوسی سے پوچھا

کایں زراعت را کہ آوردہ آبشار
کہ اِس کھیتی میں پانی کا چشمہ کون لایا؟

گفت حقا کہ عجب کارِ شگرف
اُس نے کہا، یقیناً عجیب معاملہ ہے

خود بخود گردید ایں سُو آب صَرف
پانی خود بخود اِس جانب پھر گیا

آب را میراندم اندر کشتِ خویش
میں اپنی کھیتی میں پانی چلاتا تھا

آں رواں می شد بزرعت پیش پیش
وہ آگے آگے تیری کھیتی میں جاتا تھا

منع میکردیم و پُشتہ میزدیم
میں روکتا تھا اور پُشتہ باندھتا تھا

چوں ندیدم حاصلے عاجز شدیم
جب میں نے کوئی نتیجہ نہ دیکھا میں عاجز آ گیا

حکمِ حق ایں آب در کشتِ تو راند
اسی لئے کہ اللہ کے حکم نے تیری کھیتی میں چلایا

مرد شاداں گشت و الحمد بخواند
مرد خوش ہو گیا الحمد پڑھی

ہر کہ کارِ دیں کند دنیائے دُوں
جو شخص دین کا کام کرتا ہے، کمینی دنیا

بر سرش ریزد زبون و سرنگوں
عاجز اور سرنگوں ہو کر اُس کے سر پڑتی ہے

ور بدنیا سر فرو آرد ز شک
اور اگر شک سے دنیا کی جانب سر جھکاتا ہے

لَا یُبَالِ اللّٰہُ فِیْ وَادٍ ھَلَکْ
اللہ (تعالیٰ) پروا نہیں کرتا کہ وہ کس وادی میں ...

زیں سبب فرمود احمد مجتبےٰ
اسی لئے احمد مجتبیٰ نے فرمایا

کہ اَتَتْکَ رَاغِمًا مِّنْ نَّفْسِہَا
کہ وہ تیرے پاس ذلیل ہو کر خود بخود آئے گی

در بیانِ ایں شنو یک داستاں
اِس کے بیان میں ایک داستان سنو

کاں چنیں باشد طریقِ راستاں
کہ سچوں کا راستہ ایسا ہوتا ہے

حکایت در بیانِ حالِ آں درویش
اُس درویش کے حال کے بیان میں حکایت

کہ از دنیا عزلت گزیدہ بُود و دنیا
جس نے دنیا سے علیحدگی اختیار کر لی تھی

رُو بدُو آورد و سُویش دوید ہر
اور دنیا نے اُس کا رُخ کیا اور اس کی جانب

چند کہ اُو پا کشید بیشتر رسید
دوڑی جتنا وہ پیچھے ہٹا وہ آگے آئی

بُود درویشے بسے صاحبدلے
ایک درویش بہت صاحبِ دل تھا

در رہِ حق چُست و چابک کاملے
اللہ (تعالیٰ) کے راستہ میں پورا چست اور تیز تھا

رُو ز این و آنِ خلقاں تافتہ
مخلوق کے اِس اور اُس سے اُس نے منہ موڑ لیا تھا

جاں بتار و پُودِ وحدت بافتہ
جان کو وحدت کے تانے بانے سے بُنا تھا

خلق را بگذاشت در غارے نشست
اُس نے مخلوق کو چھوڑا، ایک غار میں بیٹھ گیا

در برُوئے خلق و عالَم جملہ بست
مخلوق اور جہان پر دروازہ بند کر لیا

در فضائے تیہ و صحرائے بعید
تیہ کی فضا اور دور جنگل میں

قُربِ یزداں را بخاطر برگزید
اللہ (تعالیٰ) کے قُرب کو دل میں پسند کر لیا

---

[۵۱] مناخ۔ اونٹوں کا باڑہ۔ ددہ۔ درندہ۔ آخرش۔ اُس حال کا اخیر۔ سِقا۔ سیرابی۔ ہمسایہ یعنی پڑوس کی زمین کا مالک جار۔ پڑوسی۔ [۵۲] عقار۔ زمین۔ شگرف۔ عجیب۔ عمدہ۔ غریب۔ ہر کہ۔ جو دنیا کو ٹھکراتا ہے دنیا ذلیل ہو کر خود اُس کے سامنے آتی ہے۔ ز شک۔ یعنی اُس کو اللہ پر بھروسہ اور یقین نہ ہو۔ [۵۳] راستاں۔ یعنی باخدا۔ ایں آں یعنی لوگوں کا مال و دولت۔ تار و پود۔ کپڑے کا تانا بانا۔ در یعنی وہ لوگوں سے نہ ملتا تھا۔ تیہ۔ حیران کن جنگل۔

بُود در صحرا یکے غارِ نہاں
جنگل میں ایک چھپا ہوا غار تھا

مختفی گردید عارف اندراں
عارف اُس میں چھپ گیا

بر نمی آمد ازاں در ہیچ گاہ
اُس میں سے کسی وقت برآمد نہ ہوتا تھا

جُز کہ اغراضِ[1] ضروری گاہ گاہ
کبھی کبھی، ضروری غرضوں کے سوا

در حرا ہمچوں نبیؐ بگرفت جا
اُسنے جگہ پکڑ لی جس طرح نبیؐ نے غارِ حرا میں

دل خنیدہ از جہانِ بے وفا
بے وفا دنیا سے دل برداشتہ ہو کر

بعدِ ہفتہ قُوتِ اُو برگِ شجر
اُس کی خوراک ایک ہفتہ کے بعد درخت کے پتے

کمترک خُوردے نخفتے تا سحر
تھوڑے سے کھاتا، صبح تک نہ سوتا

مدّتے زانساں دراں صحرا و دشت
اُس صحرا اور دشت میں ایک لمبے زمانہ تک اسی طرح

آں غزالِ راہِ دیں آوارہ گشت
دین کی راہ کا یہ ہرن آوارہ پھرتا رہا

و اندراں آوارگی تعمیر بُود
اور اُس آوارگی میں تعمیر تھی

گونہ گونہ نور را تیسیر بُود
قسم قسم کے انوار کی سہولت تھی

ہر کہ بُرد زیں جہاں آں سُو رود
جو اُس دنیا سے کٹتا ہے، اُس جانب جاتا ہے

فصلِ اینجا وصلِ عقبیٰ میشود
اس جگہ (دنیا) سے علیحدگی آخرت کا وصل بنجاتی ہے

فصل وصل آمد بُرِش پیوند گشت
فراق وصل بنا، جدائی جوڑ بنی

شہر ویرانہ ست معمورست دشت
شہر ویرانہ ہے، جنگل آباد ہے

نعلِ[2] معکوس ست جملہ ایں جہاں
یہ دنیا سب اُلٹا نعل ہے

تا نہ پے ہرگز برد کس رائیگاں
تاکہ خواہ مخواہ، کوئی پتہ نہ لگائے

جدّ و کوشش شرطِ راہِ دوست ست
دوست کے راستہ کی شرط جدوجہد ہے

جاھِدُوا فرمغز ست باقی پوست ست
اُنھوں نے کوشش کی، مغز ہے بقیہ چھلکا ہے

سخت باریک ست راہِ آں حبیب
اُس دوست کا راستہ بہت تنگ ہے

کے رود بر استقامت جُز لبیب
عقلمند کے سوا سیدھائی کیساتھ کون جاسکتا ہے؟

ہست عقبات اندریں راہِ گراں
اِس سخت راستہ میں گھاٹیاں ہیں

طے نگردد بے قلاؤز اے فلاں
اے فلاں! بغیر رہنما کے طے نہ ہوں گی

زیں سبب فرمُود آں شاہِ شفیق
اِسی لئے اُس مہربان شاہ نے فرمایا ہے

کالرّفیق اوّل بُود ثمّ الطّریق
کہ سفر کا ساتھی پہلے ہے بعد میں راستہ ہے

رہبرے جُو تا روی تو راہِ راست
کوئی رہبر تلاش کرے تاکہ تو سیدھا راستہ چلے

ورنہ در رہ بس مغاک و چاہ ہاست
ورنہ راستہ میں بہت سے گڑھے اور کنوئیں ہیں

ہمچو پرکارے ہمیشہ در ذہاب
تو پرکار کی طرح ہمیشہ چلنے میں ہے

لیک یک جا ماندہ بے انقلاب
لیکن بغیر جگہ بدلے تو ایک جگہ پڑا ہے

سالہا[3] کردی نماز و روزہ را
تونے سالوں نماز اور روزہ ادا کیا

نورِ آں صوم و صلوٰۃ تو کجا
تیری اُس نماز اور روزے کا نور کہاں ہے؟

جملہ عمرت در عبادتہا گذشت
تیری تمام عمر عبادتوں میں گذری

زانچہ اوّل بُود حالِ دل نگشت
دل کا حال جو پہلے تھا وہ نہ بدلا

گر کُنی عادت بہ تیر و یا بہ تیغ
اگر تو تیر یا تلوار کی عادت ڈالتا ہے

از حدِ اقتہات خلقے در دریغ
تیری مہارتوں سے مخلوق تعجب کرتی ہے

تا چہل سال ایں عبادت کردہ
تونے چالیس سال یہ عبادت کی

تا کنوں حرص و ہوا را بردہ
تو اب تک حرص اور خواہش نفس کا غلام ہے

چوں نمازت فحش و منکر را نبُرد
جب تیری نماز نے فحش اور بُرائی کو جُدا نہ کیا

داں کہ در خمِ تو خالص ہست درد
سمجھ لے کہ تیرے مٹکے میں خالص تلچھٹ ہے

چوں نہیت زو عنِ الفحشا بُود
چونکہ جسکی وجہ سے تیرا فحش سے رُکاؤ نہ ہو

منہی ست اُو زانکہ رجعت میشود
وہ تجھے آگاہ کرنیوالا ہے کہ واپسی ہو رہی ہے

---

[1] اغراضِ ضروری یعنی قضاءِ حاجت وغیرہ۔ حِرا۔ مکہ کا مشہور پہاڑ ہے جس کے غار میں آنحضور نبوت سے پہلے خلوت اختیار کیا کرتے تھے۔ غزال۔ ہرن یعنی وہی درویش۔ واندراں۔ اُس درویش کا یہ عمل بظاہر آوارگی تھی لیکن درحقیقت باطن کی تعمیر تھی۔ تیسیر۔ اسکو خلوت میں نورِ باطنی میسر آجاتا ہے۔ فصل یعنی دنیا سے جدائی۔ وصل یعنی اللہ تعالےٰ کا قرب۔ [2] نعلِ معکوس۔ چور اکو اپنے جوتوں میں اُلٹا نعل جڑ لیتے ہیں تاکہ کھوج لگانیوالا مغالطہ میں پڑ جائے۔ جاھدوا۔ قرآن پاک میں ہے اَلَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا۔ جو لوگ ہمارے راستہ میں مجاہدہ کرتے ہیں ہم اُن کو اپنے راستوں کی ہدایت دیدیتے ہیں۔ لبیب۔ عقلمند۔ عقبات عَقبہ کی جمع ہے، دشوار گزار گھاٹی۔ قلاؤز۔ راہبر۔ مغاک۔ گڑھا۔ [3] سالہا۔ انسان اگر سالوں نماز پڑھے اور اُس کا وہ نتیجہ نہ نکلے جو قرآن نے بتایا ہے اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ "بیشک نماز بُری باتوں اور منکر سے روکتی ہے" تو اُسکو سمجھنا چاہیئے کہ اُسکی نماز اُسکے درجات کی ترقی کا باعث نہیں ہے اور اُسکی نماز ناقص ہے۔ دریغ۔ تعجب۔ دُرد۔ تلچھٹ۔ منہی۔ خبر دینے والا۔

ہمچو قومِ موسیٰؑ اندر تیہ[1] و دشت
(حضرت) موسیٰؑ کی قوم کی طرح تیہ اور صحرا میں

واں مُناخِ کُہنہ منزل گاہ گشت
وہی پُرانا پڑاؤ منزل گاہ بنی ہے

اِتباعِ آں قلاؤز را بکُن
تو اُس راہنما کا اتباع کر

تا بمنزل گہ رسی تو بے سخُن
تاکہ تو بلا کلام منزل گاہ تک پہنچ جائے

ورنہ چوں آں قومِ موسیٰؑ اے سفیہ
ورنہ اے بیوقوف! (حضرت) موسیٰؑ کی اُس قوم کی طرح

مُدّتے آوارۂ درجوفِ تیہ
تو تیہ کے اندر ایک مُدّت تک آوارہ رہے

از سحر تا شب ہمی رفتند شاں
وہ صبح سے شام تک چلتے رہتے تھے

باز شب را بر مُناخِ خود ہماں
پھر رات کو اپنے اسی پڑاؤ پر ہوتے تھے

ایں چنیں شُد ترکِ امرِ پیرہا
پیروں کے حکم کا چھوڑنا ایسا ہی ہے

بے کماں پَرّد چگونہ تیرہا
تیر بغیر کمان کے کس طرح چلیں؟

ہیچ تیرے دیدہ باشی بے کماں
تو نے بغیر کمان کے کبھی کوئی تیر دیکھا ہے

کہ رسد اُو بر ہدف یا گردِ آں
کہ وہ نشانہ پر، یا اُس کے آس پاس پہنچے

ایں سخن بسیار طولانی ست ہاں
یہ بہت لمبی بات ہے، ہاں

حالِ آں درویش را بشنو بجاں
اُس درویش کا حال دل سے سُن لے

پیش آمدنِ دُنیا بصورتِ زنِ نازنیں پیشِ آں مردِ خلوت نشیں
اُس خلوت نشین مرد کے سامنے دنیا کا نازنین عورت کی صورت میں آنا

درمیانِ غارِ تنگ آں خوش لقا[2]
اُس پاک سیرت نے تنگ غار میں

ہمچو ابراہیمؑ کردہ بُود جا
(حضرت) ابراہیمؑ کی طرح جگہ بنالی تھی

مُدّتے دہ سال بُد مصروفِ کار
دس سال تک وہ کام میں لگا رہا

باز سر کردہ بیامد پیشِ یار
سر کے بَل، یار کے سامنے پہنچا

ناگہاں روزے زنے صاحب جمال
اچانک ایک دن ایک خوبصورت عورت

با ہزاراں خوبی و غُنج و دَلال
ہزاروں حُسن اور ناز و ادا سے

غرقِ گوہر بُود از پا تا سرش
جو سر سے پاؤں تک جواہر میں ڈوبی ہوئی تھی

باجِ عالم بُود ہر یک زیورش
اُس کا ہر ایک زیور جہان کا خراج تھا

آمد و در خدمتِ اُو ایستاد
آئی اور اُس کی خدمت میں کھڑی ہوگئی

دست بستہ و از ادب لب کُشاد
ہاتھ باندھے اور ادب سے لب کشائی کی

گر نہی دستِ قبولی بر سرم
اگر آپ قبولیت کا ہاتھ میرے سر پر رکھدیں

نبوُد اے سلطانِ دیں دور از کرم
اے شاہِ دین! کرم سے بعید نہ ہوگا

حاضرم در خدمتِ تو صبح و شام
میں صبح و شام آپکی خدمت میں حاضر ہوں

وانچہ فرمائی بجا آرم تمام
جو آپ حکم دیں گے پورا بجا لاؤں گی

مردِ[3] کامل از رہِ نورِ درُوں
مردِ کامل نے باطنی نور سے

یافت کیں پیش آمدم دُنیائے دُوں
محسوس کرلیا کہ یہ کمینی دنیا میرے سامنے آئی ہے

گفت نے نے سُوئے من ہرگز میا
فرمایا نہیں نہیں، میری طرف کبھی نہ آ

کہ مُطلق کردہ اَم چوں مَن تُرا
کیونکہ میں نے تجھے طلاق دیدی ہے

مَن گریزاں از تو اینجا آمدم
میں تجھ ہی سے بھاگ کر یہاں آیا ہوں

دور گشتم از تو در غارے شُدم
تجھ سے دُور ہوا ہوں، غار میں آگیا ہوں

باز می آئی تو اینجا اے پلید
اے ناپاک! تو پھر یہاں آرہی ہے

اے ز مکرت خائف آمد ہر سعید
اے وہ کہ تیرے مکر سے ہر نیک خائف ہے

گفت اے درویش اینک آمدم
اُس نے کہا اے درویش! اب میں آئی ہوں

مَن بحکمِ آں شہِ مُلکِ قِدَم
ازلی مُلک کے شاہ کے حکم سے

منعِ تو در بابِ من اکنوں چہ سُود
اب تیرا مجھے منع کرنا کیا مفید ہے؟

چونکہ حکمِ حاکم اینست اے وَدُود
اے محبّ! جبکہ حاکم کا یہی حکم ہے

---

[1] تیہ۔ وہ جنگل تھا جس میں حضرت موسیٰ کی قوم چالیس برس پریشان پھرتی رہی۔ مُناخ۔ اونٹوں کا باڑا۔ پیر ہا۔ یعنی شیوخ کا کہنا نہ ماننے کا بھی اثر ہوتا ہے، بعض نسخوں میں بے رہا ہے اُس کا خلاصہ بھی یہی ہے۔ [2] خوش لِقا۔ خوش منظر۔ باز سرکردہ۔ یعنی سر کو پاؤں بنا کر، سر کے بل۔ غُنج۔ غمزہ۔ دَلال۔ کرشمہ۔ باج۔ خراج، آمدنی یعنی اُس کا ہر زیور ایک مُلک کی آمدنی کی قیمت کا تھا۔ [3] مردِ کامل۔ اُس درویش نے باطنی نور کے ذریعہ سمجھ لیا کہ یہ دنیا ہے جو ایک حسین عورت کے روپ میں میرے سامنے آئی ہے۔ مَن بحکم۔ اُس عورت نے کہا کہ میں اللہ کے حکم سے تیرے پاس آئی ہوں اب مجھے بھگانا بیکار ہے اب تو لامحالہ دنیا میں پھنسے گا۔

ایں بگفت و از نظر مفقود گشت
اُس نے یہ کہا اور نگاہ سے غائب ہو گئی

واقعہ را دید و بس مرعود[1] گشت
اُس نے واقعہ دیکھا اور بہت لرزا

گفت خوب آید اگر دُورش کنم
اُس نے کہا اگر میں اُسکو دور کروں تو بہتر ہوگا

ورنگردد مصرف گورش کنم
اور اگر وہ نہ لوٹے تو اُس کو قبر کا خرچہ بناؤنگا

صرف سازم در رہِ عقبیٰ و دیں
آخرت اور دین کے راستہ میں خرچ کرونگا

تا شود در عاقبت ما را معیں
تاکہ وہ آخرت میں ہماری مددگار بنے

مالِ دنیا ہست زہرِ سہمناک
دنیا کا مال خوفناک زہر ہے

گر بیابی بازش اندازی بخاک
اگر تو پائے لاؤ پھر اُسکو خاک میں ملادے

یعنی بہرِ گورِ خود انباز کُن
یعنی اپنی قبر کا ساتھی بنالے

دفن کُن اینجا و آنجا باز کُن
اِس جگہ دفن کردے اُس جگہ کھول لے

گر دریں جا بہرِ حق سازی تو صرف
اگر تو اِس جگہ خدا کے لئے صرف کرے گا

حق دہد آنجا عوض صد بار ژرف
اللہ تعالےٰ ... سو گنا در عوض دیگا

اَقْرِضُوا اللّٰہَ راز قرآں برگزیں
"اللہ کو قرض دو" قرآن سے اختیار کرلے

در حرف غیر از سخاوت بر مچیں
اور مجبوروں میں سے سخاوت کے علاوہ اختیار نہ کر

چونکہ[2] چیزے خواہد آں ربِّ مجید
وہ ربِّ مجید جب کوئی چیز چاہتا ہے

میکند در ظاہر اسبابش پدید
ظاہر میں اُس کے اسباب پیدا کر دیتا ہے

تا بدہ سال اندراں غار آں فقیر
وہ فقیر اُس غار میں دس سال تک

بُود در یادِ خدائے مستجیر
یادِ خدا میں پناہ گزین تھا

می نیامد اندراں صحرا کسے
اُس جنگل میں کوئی نہ آتا تھا

زانکہ دور از عامرہ بُود اُو بسے
کیونکہ وہ آبادی سے بہت دُور تھا

اُشتر و گاؤ و خر از بہرِ چرا
اونٹ اور بیل اور گدھا چرنے کے لئے

ہم نمی آمد در آنجا مطلقا
بھی اُس جگہ مطلقاً نہ آتا تھا

از قضا قحطے بسالے اُوفتاد
تقدیر سے ایک سال قحط پڑا

کاہ و زرع از خشکی آمد در فساد
گھاس اور کھیتی خشکی سے فساد میں آگئی

راعیاں بہرِ چراگاہ از بعید
چرواہے چراگاہ کے لئے دور سے

قصد میکردند سُوئے ہر صعید[3]
ہر زمین کی جانب قصد کرتے تھے

چند چوپاں در جوارِ غارِ اُو
چند چرواہے اُس کے غار کے پڑوس میں

بہرِ کاہے آمدند از جستجو
گھاس کی جستجو کے لئے آگئے

کاہ بسیارست و مرعیٰ نیز خوب
گھاس بہت ہے اور چراگاہ بھی اچھی ہے

آمدند آنجا بگاوانِ حلوب
وہ اُس جگہ دودھ دینے کے قابل گایوں کو لے گئے

روزے از تقدیرِ ربانی فقیر
ایک دن خدائی تقدیر سے درویش

بہرِ حاجت بیروں آمد زاں نقیر
اُس غار سے ضرورت کے لئے باہر آیا

دید چندے از بنی نوعِ بشر
اُس نے چند انسان دیکھے

جمع گشتہ با سوائم گاؤ و خر
چرنے والی گایوں اور گدھے کے ساتھ جمع ہیں

چوں ز اکل و شرب بُود اُو منقطع
چونکہ وہ کھانے اور پینے سے جدا تھا

نورِ حق بود از جبینش مُستطع
(اللہ تعالےٰ) کا نور اُسکی پیشانی سے طلوع کرنیوالا تھا

جملہ چوپاناں بدو راغب شدند
سب چرواہے اُس کی جانب راغب ہو گئے

با ہزاراں خواہشش طالب شدند
لاکھوں خواہشوں کیساتھ اُس کے طالب بنگئے

مردِ فارغ در تبتّل فرد بُود
فارغ ... انقطاع میں یکتا تھا

پیشِ اُو ایں چاپلوسی سرد بُود
اُس کے سامنے یہ خوشامد بیکار تھی

آخرش از راہِ عجز و صد نیاز
بالآخر عاجزی اور سینکڑوں نیازمندیوں کیساتھ

جملہ گفتندش کہ شاہِ پاکباز
سب نے اُس سے کہا کہ اے پاکباز شاہ:

---

[1] مرعود۔ وہ شخص جس پر کپکپی طاری ہو جائے۔ گفت۔ اُس درویش نے سوچا اگر دنیا میرے بھگانے سے بھاگ گئی تو بہتر ہے ورنہ اُسکو آخرت کے کام میں لاؤنگا۔ مصرف گور۔ قبر کا خرچہ یعنی آخرت میں کام آنیوالا۔ انباز کُن۔ شریک بنالے دنیا کا دیا ہوا قبر اور آخرت میں کام آتا ہے۔ حرف۔ حرفہ کی جمع ہے پیشہ۔ سخاوت۔ سخاوت کے فضائل بہت ہیں۔ [2] چونکہ۔ جب اللہ تعالےٰ کسی بات کا فیصلہ فرما دیتا ہے تو اُس کے ظاہری اسباب بھی پیدا کر دیتا ہے چونکہ اُس درویش کو دنیا میں مبتلا کرنا تھا تو اُس کا ظاہری سبب پیدا کر دیا جس کا ذکر آئندہ آرہا ہے۔ مستجیر۔ پناہ چاہنے والا۔ عامرہ۔ آبادی۔
[3] صعید۔ پیداوار کی زمین۔ حلوب۔ یعنی وہ گائیں جن کو اگر چارہ ملتا تو دودھ دینے کے قابل تھیں لیکن چونکہ اُنکو چارہ نہ ملتا تھا لہٰذا وہ دودھ سے بھاگ گئی تھیں۔ نقیر۔ یعنی غار۔ مستطع۔ روشن۔ تبتّل۔ مخلوق سے جدائی۔

گر دلت چیزے بخواہد حکم کن
اگر تیرا دل کسی چیز کو چاہے تو حکم دیدے
تا بجا آرم ورا چوں امر کن
تاکہ ہم کُن کے حکم کی طرح اسکو بجا لائیں
دید چوں درویش زاں شاں خواہشے
جبکہ درویش نے اُن کی خواہش دیکھی
وز غنا و کبر شاں را کاہشے
اور استغنار اور تکبر سے اُن کا گھٹاؤ
گفت اگر شیرے بود قدرے بیار
کہا اگر دودھ ہو تھوڑا سا لے آ
تا بترم زہر ایں نفس چو مار
تاکہ اِس سانپ جیسے نفس کا زہر اتاروں
عرض کردندش کہ از قحط مطر
اُنھوں نے اُن سے عرض کیا کہ بارش کے قحط کے
جملہ بے شیر اند چہ گاؤ چہ خر
سب بغیر دودھ کی ہیں کیا گائے کیا گدھی
بعد چندیں عجز و زاریہائے ما
ہماری اتنی عاجزی اور خوشامدوں کے بعد
خواستی واں را ندارم وائے ما
آپنے چاہا اور وہ ہمارے پاس نہیں ہے ہم پر افسوس ہے
گفت درویش از ہمہ یک را بدوش
درویش نے کہا سب میں سے ایک کو دوھ لے
حق کند اتمام لیکن تو بکوش
اللہ تعالٰی پورا کرے گا لیکن تو کوشش کر
جہد شرط کار آمد اے عزیز
اے عزیز! کام کی شرط کوشش ہے
جہد میکن جہد گر داری تمیز
اگر تجھے تمیز ہے تو کوشش کر کوشش کر

گفتہ است آں سیدِ پاکیزہ خو
پاکیزہ خصلت سید نے فرمایا ہے
اَلْمُجَاهِدُ مَنْ يُجَاهِدُ نَفْسَهُ
مجاہد وہ ہے جو اپنے نفس سے جہاد کرے
بے مساعی کس نہ منزل طے نمود
کوششوں کے بغیر کس نے منزل طے کی ہے
بر سرِ راہے نشستی چہ سود
کیا فائدہ، تو سرِ راہ بیٹھ گیا ہے؟
رو قدم بر گیر قطع راہ کن
جا قدم اٹھا اور راستہ طے کر
بعد ازاں منزل بقصرِ شاہ کن
اُس کے بعد خدا کے محل میں پڑاؤ کر
مرد رہ رو را کجا آرام و خواب
مسافر کے لئے آرام اور نیند کہاں ہے؟
در قلق باید دلش از اضطراب
پریشانی سے اس کا دل مضطرب رہنا چاہیے
راہِ حق را چوں تو آساں دیدہ
تو نے خدا کی راہ کو کیوں آسان سمجھا ہے؟
از سفر داماں چرا واچیدہ
سفر سے دامن کو کیوں سمیٹ لیا ہے؟
رہ برو دامن بُبُر در راہ شو
جا دامن چھڑا، راستہ اختیار کر
تا نہ پیچد در دو گام اے راہرو
تاکہ اے مسافر! دونوں پاؤں میں نہ لپٹ جائے
منزلے بس پُر خطر با خارہاست
منزل بہت خطروں بھری کانٹوں والی ہے
گر تو بے جامہ روی در وے بجاست
اگر تو اُس میں بغیر کپڑے کے چلے تو مناسب ہے

جامہ ہای جسم را کوتاہ کن
جسم کے کپڑوں کو مختصر کر دے
با دلِ فارغ تو قصدِ راہ کن
تو فارغ البالی سے راستہ کا ارادہ کر
راہ بس دور است ہر سو بیشہ است
راستہ بہت لمبا ہے اور ہر جانب جھاڑی ہے
گر توانی رو چو با تو تیشہ است
اگر تیرے ساتھ کلہاڑا ہے تو چل سکے گا
ورنہ بے تیشہ تنت پارہ شود
ورنہ بغیر کلہاڑے کے تیرا جسم ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیگا
سدِّ راہت سنگ و ہم خارہ شود
تیرے راستہ کی روک پتھر اور سنگ خارا ہوگا
تیشہ چہ بود آں نفیِ لا اِلٰہ
کلہاڑا کیا ہوتا ہے؟ وہ لا الٰہ کی نفی کا ہے
سنگِ غیرت کہ برتابد ز راہ
جو غیرت کے پتھر کو راستے سے ہٹا دیتا ہے
خیمہ را در قصرِ اِلَّا اللہ کن
الا اللہ کے قلعہ میں خیمہ لگا
سیر آنجا با دلِ آگاہ کن
باخبر دل سے اُس جگہ کی سیر کر
ایں سخن پایاں ندارد اے عزیز
اے پیارے! اِس بات کی انتہا نہیں ہے
قصۂ درویش را بشنو تو نیز
تو درویش کے قصّہ کو بھی سُن لے

قصہ دوشیدنِ گاؤ نازادہ از
بغیر بیاہی ہوئی گائے کا دوہنا اور
راہِ امتحان و سوء اعتقاد
بد اعتقادی کی وجہ سے دوہنے کا قصّہ

ل۱ چوں امر کن یعنی فی الفور - کاہشے - یعنی یہ سمجھا کہ میرے انکار سے اُن کی دل شکنی ہوگی - تا بترم - اُنکے اصرار پر کہنا مانا نفس کا تکبر اور زہر تھا، دودھ زہر کو قطع کرتا ہے - از ہمہ یعنی تم سب میں سے جس بکری کو چاہو - دامن ببر یعنی دنیوی علائق سے دامن چھڑالے - در دو گام دونوں پاؤں - ل۲ گر تو - بے جسم بر کپڑے ہوتے ہیں تو کانٹوں میں اُلجھتے ہیں اِسی طرح علائقِ دنیا راہِ سلوک سے مانع بنتے ہیں - بیشہ - جھاڑی راہ کی رکاوٹ ہوتی ہے - تیشہ کلہاڑا سد - رکاوٹ - خارہ پتھر کی ایک قسم ہے جو بہت سخت ہوتی ہے - ل۳ تیشہ - راہِ سلوک کا کلہاڑا غیر اللہ کی نفی ہے - قصہ - اُس بد اعتقاد چرواہے نے اُس درویش کی کرامت کو آزمانے کے لئے ایک ایسی گائے منتخب کی جو کبھی گیابھن نہ ہوئی تھی -

فناں شباں کخاست یک فولیدہ مرد
ان چرواہوں میں سے ایک اُلجھا ہوا انسان
رفت سوئی گاؤ بکرے قصد کرد
گائے کی جانب چلا بے بیاہی کا ارادہ کیا
تا بگیرد امتحانِ آں فقیر
تاکہ اُس درویش کو آزمائے
کش زپستانِ توکل ہست شیر
جس کیلئے توکل کے پستان سے دودھ ہے
زد بہ پستانش چو دستِ امتحاں
جب اس کے تھن پر آزمائش کے لئے ہاتھ مارا
جوی شیرے اندرونش شد رواں
دودھ کی نہر اس میں سے جاری ہو گئی
عاجزانہ پیشِ درویش آمدند
وہ نیازمندی سے درویش کے سامنے آئے
وز عقیدت سر بہ پای او زدند
اور عقیدت سے اس کے پاؤں پر سر رکھ دیئے
شیر آوردند و صوفی نوش کرد
وہ دودھ لائے اور صوفی نے پیا
باز سوی آں جرا[1] رو پوش کرد
پھر اُسی جرا کی جانب روپوش ہو گیا
جوق چوپاناں بشہر اندر شدند
چرواہوں کا گروہ شہر میں چلا گیا
لیک زیں خرق آں ہمہ متعجب بدند
لیکن اس کرامت پر سب متعجب تھے
چند روزے زیں نمط بر می گذشت
چند دن اسی طریقہ پر گزرتے رہے
آمدندے راعیاں بر غار و دشت
چرواہے غار اور جنگل میں آ جاتے

رفتہ رفتہ درمیانِ شہر ہم
آہستہ آہستہ شہر میں بھی
یافت شہرہ قصۂ شیر و نعم
دودھ اور جانوروں کے قصہ نے شہرت پکڑ لی
بر زبانِ خلق اُفتاد ایں سخن
یہ بات لوگوں کی زبان پر آ گئی
تا بگوشِ شہ رسید از شاخ و بن[2]
حتیٰ کہ شاخ اور جڑ کے ذریعہ بادشاہ کے کان میں
گفت شہ او را زیارت کردنیست
شاہ نے کہا وہ زیارت کرنے کے قابل ہے
در جہاں دیگر بہ از وے مرد نیست
دنیا میں اس سے بہتر کوئی انسان نہیں ہے
نزدِ درویش آمد و تشویش داد
وہ درویش کے پاس آیا اور پریشان کیا
صحبتِ میر و وزیر آمد فساد
امیر اور وزیر کی صحبت فساد ہے
مرد باید کز سلاطیں وا رہد
انسان کو چاہیئے کہ بادشاہوں سے جدا رہے
وز امیراں ہمچو تیراں بر جہد
سرداروں سے تیروں کی طرح کود جائے
باعثِ تشویشِ وقت اند ایں گروہ
یہ گروہ وقت کی پریشانی کا باعث ہے
گشت شیطاں ہم زمکرِ شاں ستوہ
شیطان بھی اُن کے مکر سے عاجز ہے
کبر و نخوت ہا بخاطر پروردند
انھوں نے دل میں تکبر اور نخوت پالی ہیں
ہر دمے چوں گرگ میشے بر درند
ہر وقت بھیڑیئے کی طرح بھیڑ کو پھاڑتے ہیں

پیشِ سلطان و امیراں پس مرو
پس بادشاہ اور سرداروں کے سامنے نہ جا
تا کجے باشی رعونت را گرو
تو تکبر کا کب تک گروی رہے گا؟
صحبتِ شاں کبر و غفلت آورد
ان کی صحبت تکبر اور غفلت پیدا کرتی ہے
واں قبائی قناعت[3] بر درد
اور قناعت کی قباؤں کو چاک کر دیتی ہے
زیں جہت فرمود سلطانِ زماں
سلطانِ دوراں نے اسی لئے فرمایا ہے
سیدِ عالم نبیؐ ذو مکاں
عالم کے سردار و رتبے والے نبیؐ نے
عالماں ہستند امینِ دینِ حق
علماء دینِ حق کے امین ہیں
با امیراں گر نباشند ہم طبق
اگر وہ حاکموں کے ہم پیالہ نہ ہوں
خالطوھم پس لصوصِ دیں شدند
وہ اُن سے گھلے ملے تو دین کے چور بنے
فاحذروھم در حقِ ایشاں زدند
پس اُن سے بچو اُن کے بارے میں فرمایا ہے
چونکہ سلطاں بعدِ عجز و لابہ
جب شاہ نے عاجزی اور خوشامد کے بعد
یافت رہ چوں قند در دوشابہ
راستہ پالیا جیسے کہ شکر انگور کے شیرے میں
پیشِ درویش آمدن آغاز کرد
فقیر کے پاس آنا شروع کر دیا
مکر دیگر از سرِ نو ساز کرد
از سرِ نو ایک مکر تیار کیا

[1] جرا۔ یعنی وہ غار جس میں وہ درویش معتکف تھا۔ خرق۔ پھاڑنا یعنی وہ معجزہ یا کرامت جو عام عادات کے خلاف ظہور پذیر ہو۔ نَعَم۔ چوپائے۔ [2] شاخ۔ یعنی وہ لوگ جنھوں نے وہ کرامت چرواہوں سے سُنی۔ بن۔ یعنی چرواہے جنھوں نے وہ کرامت خود دیکھی تھی۔ تشویش کرد یعنی اُس درویش کی جمعیتِ خاطر کو پراگندہ کیا۔ تیراں۔ یعنی راست باز لوگ۔ ستوہ۔ عاجز۔ میش۔ بھیڑ یعنی غریب لوگ۔ رعونت۔ تکبر۔ [3] قناعت۔ تھوڑے پر صبر کرنا۔ عالماں۔ جو علماء اُمراء کی صحبت سے گریز کرتے ہیں وہ دین کے امانت دار ہیں اور جو اُن کے ہم پیالہ و ہم نوالہ ہیں وہ دین کے رہزن ہیں۔ لابہ۔ خوشامد۔ دوشابہ۔ انگور کا شیرہ۔

گفت با دستورِ خود کاے پُر خرد
اُس نے اپنے وزیر سے کہا کہ اے عقلمند!
گر بشہرِ خود بریمش خوش بُود
اگر ہم اُسے اپنے شہر میں لے جائیں تو اچھا ہوگا
باعثِ برکاتِ[1] رحمانی ویست
وہ خدائی برکتوں کا سبب ہے
سایۂ سِدراتِ ربّانی ویست
وہ خدائی سِدرۃ (المنتہیٰ) کا سایہ ہے
اینچنیں مردے بشہرِ ما نشیں
ایسا انسان پایۂ تخت میں
زیبِ شاہی ہست و فر چترِ دیں
بادشاہی کی رونق اور دین کے چتر کی شان و شوکت ہے
الغرض آمد وزیرِ حیلہ جُو
الغرض، بہانہ باز وزیر آیا
کرد با صوفی ازیں رُو گفتگو
صوفی سے اس طرح کی بات کی
مردِ درویش از ہمہ آزادہ بُود
درویش مرد سب سے آزاد تھا
گفت ما را در خلش رفتن چہ سُود
کہا ہمیں خلش میں جانے سے کیا فائدہ؟
میلِ طبعم سُوئے ویرانہ بسے ست
میرا ویرانہ کی جانب بہت میلان ہے
طالبِ آرامِ خود ہر کسے ست
ہر شخص اپنے آرام کا طالب ہے
طالبِ آرامِ نفسِ خود نیَم
میں اپنے نفس کے آرام کا طالب نہیں ہوں
طالبِ آرامِ جاں رُوحانیَم
میں روحانی جان کے آرام کا طالب ہوں

در حقِ مَن مصلحت عُزلت نمُود
میرے بارے میں تنہائی مناسب نظر آتی ہے
در میانِ گاؤ و خر ماندن چہ سُود
گاؤ و خر کے درمیان رہنے سے کیا فائدہ؟
گفت پیغمبرؐ سلامت وحدت است
پیغمبرؐ نے فرمایا تنہائی سلامتی ہے
آفتِ جانِ مہاں ایں کثرت ست
بڑوں کی جان کی آفت یہ کثرت ہے
گفت اگر بگزیدے عُزلت را رسولؐ
اُس نے کہا اگر رسولؐ تنہائی اختیار فرماتے
کے رسیدے دیں بفرعاں از اصولؐ[2]
دین اصول سے فروع تک کب پہنچتا؟
اولیا زیں گونہ گر گشتے وحید
اولیاء اگر اس طرح سے اکیلے ہوتے
راہِ حق با اہلِ عالم چوں رسید
دنیا والوں کو حق کا راستہ کیسے پہنچتا؟
سُنتِ پیغمبراں دعوت بُود
پیغمبروں کی سنت دعوت دینا ہے
آں ولی ہم بر طریقِ او رَود
ولی بھی انہی کے راستہ پر چلتا ہے
گفت پیغمبرؐ کہ یَھدِی اللہُ بِکْ
پیغمبرؐ نے فرمایا کہ اللہ تیرے ذریعہ ہدایت دیدے
خَیْرٌ مِّنْ حُمْرِ النَّعَمْ اِنْ کَانَ لَکْ
تیرے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر ہو اگر تجھے ملے
گفت درویش ایں ہمہ حق ست لیک
درویش نے کہا یہ سب درست ہے، لیکن
ہر کہ بیمار[3] ست گو پرہیز نیک
جو بیمار ہے کہدے پرہیز اچھا ہے

ورنہ پرہیزی ز جاں دستے بشو
اور اگر تو پرہیز نہیں کرتا تو جان سے ہاتھ دھولے
رنج زائد گشت و صحت شد فرو
بیماری بڑھی اور صحت گھٹی
وانکہ صحت یافت مُطلق از مرض
اور جس نے مرض سے پوری صحت پالی
با دوا و حمیہ او را چہ غرض
دوا اور پرہیز سے اُسے کیا غرض؟
انبیا و اولیاءِ راسخاں
انبیاء اور پکے ولی
رَستہ اند از رنجِ مُطلق اے فلاں
اے فلاں! بیماری سے بالکل نکل گئے ہیں
لیک در مَن شمۂ بیماری ست
لیکن مجھ میں کچھ بیماری ہے
زیں سبب از حمیہ ام ناچاری ست
اس لئے میرے لئے پرہیز ضروری ہے
باز فرمود آں وزیرِ نیک خُو
اس نیک مزاج وزیر نے پھر کہا
کیں ہمہ از ہضمِ نفسِ خود مگو
یہ سب اپنی کسرِ نفسی سے نہ فرمایئے
ترکِ دنیا دادی و خود زاہدی
آپ نے دنیا چھوڑی اور خود (دین کی جانب)
ما بہ پیشت آمدیم از عابدی
ہم تعبد میں آپ کے پاس آئے ہیں
نفسِ پاکت جانِ ما روشن نمُود
آپ کے پاک نفس نے ہماری جان روشن کی
آفتابے گشت گرچہ تیرہ بُود
اگرچہ وہ مکدر تھی سورج بن گئی

ل۱ برکات۔ برکات میں را کا سکون شعری ضرورت سے ہے۔ سِدرات۔ سدرۃ المنتہیٰ ایک بیری کا درخت ہے جو حضرت جبریلؑ کے عروج کی سرحد ہے۔ یہ عرشِ تخت۔ چتر۔ چھتری، اچھتر۔ طالب آرام ہر شخص اپنے آرام کا طالب ہے میری روح کو بھی خلوت میں آرام ملتا ہے۔ گوشہ نشینی، گاؤ و خر بے عقل دنیا دار۔ ل۲ اگر حضورؐ گوشہ نشینی اختیار کر لیتے تو صحابہ بھی گوشہ نشین بن جاتے اور دین کی اشاعت نہ ہوتی۔ فرعاں یعنی تابعین۔ اصول یعنی صحابہ۔ کثرت یعنی مخلوق کی کثرت کا مجمع۔ دعوت یعنی دین کی طرف بلانا۔ گفت پیغمبر یا حضورؐ نے ارشاد فرمایا اللہ اگر تیرے ذریعہ کسی ایک کو ہدایت دیدے تو تیرے لئے دنیا کی دولتوں سے بہتر ہے۔ حمر النعم سرخ اونٹ یہ عرب کا بہت قیمتی مال تھا۔ ل۳ ہر کہ بیمار۔ ہر چیز کا کھانا تندرست کیلئے درست ہے بیمار کیلئے پرہیز ضروری ہے مجھ میں بھی باطنی بیماری موجود ہے لہٰذا مجھے پرہیز بہتر ہے۔ حمیہ۔ پرہیز۔ ما بہ پیشت یعنی ۔۔۔ دنیا کے صحت مند میں اسکو کوئی چیز مضر نہیں ہے لیکن تم سمجھتے اپنے مریض ہونے کی بات ترک ستے تکبر سا کر دیا، دنیا خود آئے تو اسکو قبول کرنا چاہیئے

درحضورت ازہوا وازہوس[1]
آپ کی موجودگی میں ہوا اور ہوس
می نماند در دلِ کس ہمچو خس
کسی کے دل میں تنکے کی برابر نہیں رہتی
چونکہ خیرُ النّاسِ مَن یَنفعُ شُدست
چونکہ لوگوں میں بہتر وہ جو لوگوں کو نفع پہنچائے آیا ہے
تو بدیں حَبلُ المتین آویز دست
آپ اس مضبوط رسّی کو پکڑ لیں
غافلاں از فیضِ تو ذاکر شوند
آپ کے فیض سے غافل ذاکر بن جائیں گے
واں کفورانِ نعم شاکر شوند
اور وہ نعمتوں کے کافر شاکر بن جائیں گے
گفت صوفی چاہ بر تشنہ نرفت
صوفی نے کہا، کنواں پیاسے کے پاس نہیں گیا ہے
تشنہ را باید کہ آید چست و تفت
پیاسے کو چاہیے کہ چُست اور جلد آئے
در دلِ ہر کس کہ میل و رغبت است
جس شخص کے دل میں میلان اور رغبت ہو
گو بیا کایں گوی وایں میدان است
کہدے، آجا یہ گیند اور یہ میدان ہے
مدتے بگذشت تا عرضش قبول
لیک زمانہ گذر گیا کہ اس کی گزارش قبول
می نکرد آں صوفی عینُ الوصول[2]
نہ کرتا تھا وہ صوفی وصول (الی اللہ) کا چشمہ
آخرش چوں دید ابرامِ وزیر
بالآخر جب اس نے وزیر کا اصرار دیکھا
کرد در دل حیلہ آں مردِ بصیر
اس مردِ بصیر نے دل میں ایک تدبیر کی

گفت خوب امروز بہرِ فرحِ تو
کہا اچھا آج تیری خوشی کی خاطر
سوئے قصرِ شاہ کردم راہ جو
راستہ تلاش کرتا ہوا شاہ کے قلعہ کی جانب آجاؤنگا
بعد ازاں ہر چہ صلاحِ وقت ہست
اس کے بعد جو بھی وقت کے مناسب ہوگا
حسبِ حالت در عمل آوردن ست
حسب حال عمل میں لانا ہے
رفت آں درویش ہمراہِ وزیر
وہ درویش وزیر کے ساتھ چل دیا
سوئے دولت خانۂ شاہِ کبیر
سلطانِ معظم کے دولت خانہ کی جانب
چوں ز دورش دید شہ از جا بجست
جب بادشاہ نے اسکو دور سے دیکھا کھڑا ہوگیا
بہرِ استقبال ایستاد او چو مست
وہ بیخودی کی طرح استقبال کیلئے کھڑا ہوگیا
بہرِ استخلاصِ خود آں پیرِ مرد
اس پیرِ مرد نے اپنے چھٹکارے کے لئے
سنگہا بر تافتن آغاز کرد
پتھر پھینکنے شروع کردیئے
بے محابا زد بسلطاں آنچناں
بادشاہ کے بے تکلف اس طرح مارے
کو فراری گشت ازاں سنگِ گراں
کہ وہ اس بھاری پتھر سے فرار کرنے والا بنگیا
رفت زاں صُفّہ بروں بگریخت تفت
وہ اس سائبان کے نیچے سے باہر نکل گیا جلد بھاگا
تا رہد زاں سنگہائے گنگ و زفت
تاکہ اُن موٹے بھاری پتھروں سے بچ جائے

مردِ درویش از ہنر مستانہ وار
درویش مرد نے ہنرمندی سے دیوانہ وار
سنگ پرتابید از یک تا ہزار
ایک سے ہزار تک پتھر پھینکے
میزد او کُشکنجر و صد منجنیق[3]
وہ گولے اور سینکڑوں گوپھن پھینکتا تھا
سوئے آں شاہِ وفادارِ عشیق
اس وفادار عاشق شاہ کی جانب
کہ بدیں حیلہ خلاصِ من شود
کہ اس تدبیر سے میری خلاصی ہوجائے
خواندم دیوانہ ترکِ من دہد
مجھے دیوانہ کہہ دے، مجھے چھوڑ دے
شاہ چوں بیروں برآمد زاں مکاں
بادشاہ جب اس مکان سے باہر نکلا
حیلۂ دیگر بیامد ز آسماں
آسمان سے دوسری تدبیر ہوگئی
سقفِ آں خانہ فتاد از بیخ و بُن
بیخ و بنیاد سے اس گھر کی چھت گر گئی
جز کہ نامے نہ ازاں سور کہن
اس پرانی دیوار کے نام کے سوا کچھ نہ رہا
شاہ دانست ایں ہمہ از لطف بُد
شاہ نے سمجھا یہ سب مہربانی تھی
در شکستِ او ہزاراں ہست سود
اس کے گر جانے میں ہزاروں فائدے ہیں
او خلاصی جست و شد زنجیر چست
اس نے بھاگنا چاہا اور زنجیر سخت ہوگئی
ایں چنیں حکمِ قضا بود از نخست
قضاء (خداوندی) کا پہلے ہی سے یہ فیصلہ تھا

---

[1] درحضورت۔ آپ کی مجلس میں بیٹھ کر دوسروں کے امراض زائل ہوتے ہیں تو آپ کے اندر مرض کہاں ہے۔ حبل المتین۔ مضبوط رسّی۔ یعنی آنحضورؐ کا یہ ارشاد ہے کہ بہترین انسان وہ ہے جو انسانوں کو فائدہ پہنچائے۔ گفت صوفی۔ درویش نے کہا پیاسا کنویں کے پاس جاتا ہے کنواں پیاسے کے پاس نہیں آتا۔

[2] عین الوصول یعنی وہ درویش وصول الی اللہ کا چشمہ تھا۔ ابرام۔ عاجز کردینا۔ بہرِ استخلاص۔ اس درویش نے اپنے چھٹکارے کیلئے پتھر مارنے شروع کردیئے تاکہ اس کو دیوانہ سمجھ کر ہی چھوڑ دیں۔ برتافتن۔ برانداختن۔ صُفّہ۔ سائبان والا چبوترہ۔ گنگ۔ قوی ہیکل۔ کُشکنجر۔ قلعہ شکن گولہ۔ [3] منجنیق۔ فلاخن۔ گوپھن۔ حیلۂ دیگر۔ دوسری تدبیر جس کا بیان آئندہ اشعار میں آئے۔ شاہ دانست۔ بادشاہ نے یہ سمجھا کہ درویش کو چونکہ کشف سے یہ معلوم ہوگیا تھا کہ یہ مکان گرنے والا ہے لہٰذا تم ملکر مجھے اس میں بھگا یا ہے۔ آہ۔ اس حرکت کے بعد درویش نے بھاگنا چاہا تو دروازے کی کنڈی بند ملی اور وہ بھاگ نہ سکا۔

آمد و از صدق در پایش فتاد
آیا اور سچائی سے اُس کے پاؤں پر گر گیا

کہ نہان رجور تو صد لطف و داد
کہ آپ کے ظلم میں سیکڑوں مہربانیاں و عطائیں ہیں

خضر کشتی را شکستے می بدہ
خضرؑ کشتی کو توڑتے ہیں

و شکستش کشتی از ظالم رہد
اُن کے توڑنے سے کشتی ظالم سے بچ جاتی ہے

تو مرا چوں خضرؑ بر ساحل کشی
تو مجھے خضرؑ کی طرح کنارے پر کھینچتا ہے

از ہزاراں ورطۂ قاتل کشی
ہزاروں قاتل گرداب سے کھینچتا ہے

گفت صوفی ایں ہمہ حکم خداست
صوفی نے کہا یہ سب خدا کا حکم ہے

رفت چوں حکم خدا چارہ کجاست
جب خدا کا حکم ہو گیا۔ تدبیر کہاں ہے؟

بر مشیتہائے او باید تنید
اُس کی مشیتوں پر چلنا چاہیئے

چند روزے زہر ہم باید چشید
چند دن زہر بھی چکھنا چاہیئے

لاجرم گفت شہنشہ را شنید
اُس نے لاچار بادشاہ کی بات مان لی

یا ز غارِ چوں حرا بیروں کشید
حرا جیسے غار سے قدم باہر نکال لیا

شاہ قصر و خانقاہے خوب ساخت
بادشاہ نے عمدہ محل اور ایک خانقاہ بنا دی

زر و دُر و گنج و گہر بیحد نواخت
اور بے شمار موتی اور خزانہ اور جواہر سے نوازا

کرد صوفی را مکینِ آں مکاں
صوفی کو اُس مکان کا مکین بنا دیا

ہمچو مہ در خرمنِ ہالہ جماں
چاند کی طرح ہالے کے خرمن میں ٹہلنے والا

آں فقیرِ پاک جان و راستباز
وہ پاک جان اور راستباز فقیر

شد بظاہر در جوارِ عز و ناز
بظاہر عزت اور ناز کی پناہ میں آگیا

لیک پنہاں از ہمہ در حجرۂ
لیکن ایک حجرے میں سب سے چھپ کر

آشِ جو پیشش کشیدے سُفرۂ
آشِ جو کا دسترخوان اپنے سامنے بچھاتا

پوستین و دلق را کردے ببر
پوستین اور گدڑی کو پہنتا

در جہادِ نفس بودے مستمر
نفس کے جہاد میں لگا رہتا

چوں ایاز آں چارق آں پوستیں ۲ے
ایاز کی طرح وہ چپل اور وہ پوستین

در مقفل حجرہ چوں گنجِ دفیں
مقفل حجرہ میں مدفون خزانہ کی طرح تھے

عشق با آں پوستیں خوش باختے
اُس پوستین کے ساتھ اچھا عشق رکھتا

خویش را بر فقر محکم ساختے
اپنے آپ کو فقر پر مضبوط بناتا

ہیچ زیں دولت نبودش حاصلے
اُس دولت سے اُس کو کچھ حاصل نہ تھا

غیر ایثارِ فقیرے فاضلے
فاضل فقیر پر ایثار کرنے کے علاوہ

گرچہ دنیا ہست ملعونِ ازل
اگرچہ دنیا ازلی ملعون ہے

لیک دار الحمد شد بیت العمل
لیکن عمل گاہ دار الحمد ہے

مالِ دنیا گرچہ زہر آگندہ ہست
دنیا کا مال اگرچہ زہر بھرا ہے

چوں بمصرف میدہی فرخندہ ہست
اگر تو مصرف میں خرچ کرے مبارک ہے

گر کنی رادی شہ اسکندری ۳ے
اگر تو سخاوت کرے تو اسکندر بادشاہ ہے

ورنہ بر جیفہ سگِ بلغندری
ورنہ تو مُردار پر جھپٹنے والا کُتا ہے

مالِ دنیا را بقائے گرچہ نیست
دنیا کے مال کیلئے اگرچہ بقا نہیں ہے

بہرِ صیدِ مرغِ عقبیٰ خوش فنی ست
آخرت کے پرند کے شکار کیلئے بہترین ترکیب ہے

ابتلا و امتحانِ ایزدی
خدائی آزمائش اور امتحان نے

داد شیطاں را زر و سیم ردی
شیطان کو بُرا سونا اور چاندی دے دیا

بودنِ دنیا بدانا خوشتر ست
عقلمند کے پاس دنیا کا ہونا اچھا ہے

زانکہ جاہل را خود او سم و ضرر ست
کیونکہ وہ جاہل کیلئے خود زہر اور نقصان ہے

ہر کہ افسوں داند از مارش چہ ضر
جو شخص منتر جانتا ہے اُسکو سانپ کیا نقصان؟

مار او را یار باشد بے خطر
سانپ اُس کیلئے بے خطر دوست ہوگا

۱ے خضر۔ حضرت خضرؑ نے کشتی توڑ کر بظاہر نقصان کیا لیکن اُس میں کشتی کا بچاؤ پوشیدہ تھا۔ گفت۔ جب صوفی کی یہ تدبیر بھی اُلٹی پڑی تو دل میں سوچا کہ یہی خدا کا حکم ہے کہ میں اُس بادشاہ کے ساتھ رہنا شروع کر دوں۔ زہر۔ یعنی بادشاہ کی صحبت۔ ہالۂ خرمنِ ماہ، چاند اور سورج کے چاروں طرف روشنی کا دائرہ جو کبھی نمایاں ہوتا ہے۔ آش۔ ہر وہ کھانا جو پکایا جاسکے جیسے شوربا یا دلیا۔ سُفرہ۔ دسترخوان۔ ۲ے چوں ایاز۔ ایاز نے اپنے عروج کے وقت میں بھی غربت کے چپل اور پوستین کو مقفل کر رکھا تھا اور اُس کو عبرت کیلئے دیکھا کرتا تھا۔ غیر ایثار۔ یعنی اپنی دولت سے فقراء کو فائدہ پہنچاتا تھا۔ لیکن اگر انسان دنیا کو دار العمل بنائے تو وہ دار الحمد ہے۔ فرخندہ۔ مبارک۔ ۳ے رادی۔ جوانمردی، سخاوت۔ جیفہ۔ مُردار۔ بلغندر۔ جھپٹنے جھگڑنے والا۔ ابتلاء۔ اللہ تعالیٰ نے شیطان کو انسانوں کی آزمائش کیلئے یہ تصرف دیدیا ہے کہ وہ چاندی سونے سے جو نفس الامر میں بیکار چیز ہے انسان کو پھنسا دیتا ہے۔

ور ندانی تو فسوں گردش مگرد
اور اگر تو منتر نہیں جانتا اُس کے گرد نہ گھوم

تا نبازی جانِ خود را بے نبرد
تاکہ تو بغیر جنگ کے اپنی جان نہ ہار دے

در بیانِ معنیٔ آں حدیث کہ اَلدُّنیا مَزْرَعَۃُ الْآخِرَۃ و تفصیلِ آں
اِس حدیث کے معنی کا بیان کہ دنیا آخرت کا کھیت ہے اور اُس کی تفصیل

زیں سبب فرمود احمد مجتبیٰ
اسی لئے احمد مجتبیٰ نے فرمایا

مزرعۃ الآخرت ہست ایں سرا
یہ سرائے آخرت کا کھیت ہے

گر ز دستت میشود تخمے بکار
اگر تیرے ہاتھ سے ہو سکے تو بیج بو

تا برآری خرمنے روزِ شمار
تاکہ حساب کے دن تو کھلیان اُٹھائے

ور نہ کاری مفلسی یوم التناد[1]
اور اگر تو نہ بوئے تو قیامت کے دن مفلس ہے

گشتۂ مغبون و خاسر بے مراد
تو ٹوٹے میں بے مقصد اور نقصان اٹھانے والا بن گیا

تخم را میکار و آبے ہم بپاش
بیج بو اور پانی بھی چھڑک

تا بری یوم الحصاد[2] از غلہ پاش
تاکہ کاٹنے کے دن تو اُس کی پیداوار اٹھائے

ور نمی کاری چہ برداری از او
اور اگر تو نہ بوئیگا تو اُس سے کیا اٹھائیگا!

روزِ محشر اے عُتُل وائے عتو
محشر کے دن اے ستمگار اور اے سرکش!

ہیچ مَن یَّعْمَلْ بقرآں خواندۂ
تو نے کبھی "من یعمل" قرآن میں پڑھا ہے

ایں چنیں کاہل چرا وا ماندۂ
تو ایسا کاہل کیوں پڑا ہے؟

ہست حکمِ پاکِ او شَرًّا یَّرَہ
اس کا پاک حکم "شرًّا یَّرَہ" ہے

باز بہرِ صالحاں خَیْرًا یَّرَہ
پھر نیکوں کے لئے "خیرًا یَّرَہ" ہے

ور نپاشی آب دانہ خشک شد
اور اگر تو پانی نہ چھڑکے گا بیج سوکھ جائیگا

واں ہمہ رنج و تعب خود لغو بُد
وہ سب تکلیف اور تھکن لغو تھی

آب دہ از چشمۂ چشم اے جواں
اے جوان! آنکھ کے چشمے سے پانی دے

تا شود حرثِ[3] تو سبز و کامراں
تاکہ تیری کھیتی سبز اور کامیاب ہو

ہم ز دُزد اے جانِ من غافل مباش
اے میری جان! چور سے بھی غافل نہ رہ

تا نبُرد خام را آں بد قماش
تاکہ وہ بدفطرت کچی نہ کاٹ لے

دُزد پنہاں از نظرہای عوام
چور عوام کی نگاہ سے چھپا ہوا

میدود در فکرِ زرعت صبح و شام
تیری کھیتی کی فکر میں صبح و شام دوڑتا رہتا ہے

پس ہمہ شب کُن حراست پاس وار
پس تمام رات حفاظت کر خیال رکھ

تا نہ مستاصل کند دزدش بداس
تاکہ چور اُس کو درانتی سے نہ اکھاڑے

گر دمے غافل شوی از پاسِ او
اگر تو اُس کی حفاظت سے تھوڑی دیر کیلئے غافل ہو

می نہد در کشتِ تو صد داس او
تو وہ تیری کھیتی میں سیکڑوں درانتیاں رکھ دیگا

گُستہ خرمن را ز کشتمانت برد
تیرے روندے ہوئے کھلیان کو تیری کھیتی سے لے جائیگا

یک بیک اعضا چو کشتارت برد
تیرے ایک ایک عضو کو مرغِ بسمل کی طرح کاٹ دیگا

گر بغفلت خفتی و رِیعِ تو رفت
اگر تو غفلت سے سو گیا اور تیری پیداوار چلی گئی

یا بہ نسیاں شد گناہے از تو زفت
یا تجھ سے بھولے سے کوئی بھاری گناہ ہو گیا

باخود آ زود و ندامت پیشہ کن
جلد ہوش میں آجا اور ندامت اختیار کر

وز حسابِ روزِ حشر اندیشہ کن
حشر کے دن کے حساب سے ڈر

گر تو غافل گردی او زرعت برد
اگر تو غافل بنا وہ تیری کھیتی کاٹ لے گا

بلکہ از تو آں کیسرج را برد
بلکہ تجھ سے وہ موتی لے جائے گا

کار با ہشیاری و بیداری ست
معاملہ ہوشیاری اور بیداری کا ہے

ہر کہ غافل گشت میداں ناری ست
جو غافل بنا جان لے جہنمی ہے

پاسبانِ توبہ را بروے گمار
توبہ کا محافظ اُس پر مقرر کر دے

تا بوقتِ خواب تو آید بکار
تاکہ تیری نیند کے وقت وہ تیرے کام آئے

---

[1] الدنیا۔ آنحضورؐ نے ارشاد فرمایا دنیا آخرت کا کھیت ہے یعنی جو یہاں بوؤگے وہاں کاٹوگے۔ یوم التناد۔ پکار کا دن، محشر۔ مغبون۔ ٹوٹے میں پڑا ہوا۔
[2] یوم الحصاد۔ کھیتی کے کاٹنے کا دن، محشر۔ من یعمل۔ قرآن میں ہے فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ خَیْرًا یَّرَہٗ وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ شَرًّا یَّرَہٗ، جو شخص ذرہ برابر بھلائی کرے گا اُس کو دیکھے گا اور جو شخص ذرہ برابر برائی کرے گا اُس کو دیکھے گا۔
[3] حرث۔ کھیتی۔ حراست۔ حفاظت۔ مستاصل۔ جڑ سے اکھڑا ہوا۔ داس۔ درانتی۔ گستہ۔ کوفتہ۔ کشتماں۔ کھیت۔ کشتار۔ مرغ بسمل۔ ریع۔ پیداوار۔ کیسرج۔ مروارید یعنی موتی۔ ناری۔ جہنمی۔

تو بخواب او خوش نگہبانی کند
تو نیند میں ہے وہ اچھی نگہبانی کرتا ہے

ایں چنیں حارس[۱] خدا ما را دہد
خدا ایسا نگہبان ہمیں عطا کر دے

ایں سخن پایاں ندارد نیک مرد
اِس بات کا خاتمہ نہیں ہے، اے نیک مرد!

سوی حالِ صوفیِ خود باز گرد
اپنے صوفی کے حال کی جانب واپس چل

رجوع بداستانِ درویش و وداع شدنِ دنیا ازاں مردِ حقیقت اندیش

درویش کی داستان کی طرف رجوع اور اس حقیقت اندیش مرد سے دنیا کا رخصت ہو جانا

مدتِ دہ سال ہم زینساں گذشت
دس سال اسی طریقہ سے گذرے

ہیچ صوفی از طریقِ خود نگشت
صوفی اپنے راستے سے نہ ہٹا

بود رسمِ شہ چو او گشتے سوار
بادشاہ کی عادت تھی جب وہ سوار ہوتا

بہرِ نظمِ ملک یا سوی شکار
سلطنت کے انتظام کے لئے یا شکار کی جانب

وقتِ رجعت سوی درویش آمدے
وہ واپسی کے وقت درویش کی جانب آتا

وقفہ کردے زائرِ آں مرشدے
ٹھہرتا، اُس چاند کی زیارت کرنے والا بنتا

ہم بریں منوال بودش کاروبار
اُس کا کاروبار اسی طریقہ پر تھا

بود بر مہرِ فقیر او جاں نثار
وہ فقیر کی محبت پر جان چھڑکنے والا تھا

اندریں اثنا شہِ آں کار و زار
اور اِس اثنا میں وہ کار و زار کا شاہ

داشت با پروردگارِ خود نیاز
اپنے پروردگار کے ساتھ نیازمندی رکھتا

ناگہاں آں زن کہ اول آمدش
اچانک وہ عورت جو اُسکے پاس پہلے آئی تھی

بارِ دیگر گشت پیدا از درش
اُس کے دروازے سے دوسری بار نمودار ہوئی

گفت صوفی ہے چہ آوردی بگو
صوفی نے کہا، ہائیں کیا لائی ہے بتا؟

چیست باز ایں سو چرا کردی تو رو
کیا ہے، تو نے پھر اِس طرف رُخ کیوں کیا؟

گفت بہرِ رخصتِ تو آمدم
اُس نے کہا آپ سے رخصت ہونے کیلئے آئی ہوں

الوداع اے جاں کہ من رخصت شدم
اے جان! الوداع کہ میں رخصت ہوتی ہوں

گفت دور اے بیوفا مکار زال
اُس نے کہا اے بیوفا مکار بڑھیا! دور ہو جا

صد ہزاراں دام داری زیرِ جال
تو کنویں کے نیچے ہزاروں جال رکھتی ہے

تو فسونِ خود بہر کس میدمی
تو ہر شخص پر اپنا منتر پھونکتی ہے

گشت چوں رامِ تو آخر می رمی[۲]
وہ جب تیرا فرمانبردار ہو گیا انجام کار تو بھاگ گئی

ہاں برو کایں دلق من ویں پوستیں
ہاں چل جا، کیونکہ یہ میری گدڑی اور یہ پوستین

ہر دو موجود است پیشِ من ببیں
دیکھ لے، دونوں میرے سامنے موجود ہیں

من فریب از غدرِ تو کے خوردہ ام
تیری غداری سے میں نے فریب کب کھایا ہے؟

پے بضعفِ عہدت اول بردہ ام
میں نے تیرے عہد کی کمزوری کا پہلے ہی پتہ لگا لیا

زود باش اے بے حیا زیں جا برو
اے بے حیا! جلدی کر اِس جگہ سے چل جا

تا بکے داری بافسونم گرو
مجھے منتر میں کب تک پھنسائے گی؟

از نظر غائب شد آں فتانہ زن
وہ فتنہ میں مبتلا کرنے والی عورت نظر سے غائب ہو گئی

در تفکر[۲] رفت صوفی زیں فتن
فتنوں سے صوفی سوچ میں پڑ گیا

چوں رود ایں شورشِ بلقاک من
میرے غوغا کی شورش کیسے جائے گی؟

چوں گشن ہا کم شود زیں انجمن
اس محفل سے جمگھٹ کیسے جائیں گے؟

شیرج و کسبہ چساں گردد جدا
تیل اور کھل کیسے جدا ہوں گے؟

یرغ بر روی جواں افتد چرا
جوان کے چہرے پر شکن کیوں پڑ گئی؟

گرچہ[۳] زاید تا ہمہ دولت رود
کس بات سے ہوگا کہ تمام دولت چلی جائیگی؟

آفتابِ عزِ من کاسف شود
میری عزت کا سورج گرہن میں ہو جائیگا

خواند لاحول و بحق مشغول گشت
اُسنے لاحول پڑھی اور اللہ تعالیٰ سے مشغول ہو گیا

کان امر اللہ چوں مفعول گشت
خدائی حکم تھا جبکہ واقع ہوا

---

[۱] حارس۔ نگہبان۔ رجعت۔ واپسی۔ وقفہ۔ ٹھہراؤ۔ بہ۔ یعنی درویش۔ منوال۔ طریقہ۔ مہر۔ محبت۔ اندریں۔ اِس وقفہ میں درویش اپنے مجاہدوں میں لگا رہتا۔ آں زن یعنی دنیا جو عورت کی صورت میں آئی تھی۔ عجب۔ تعجب۔ چال۔ چاہ، کنواں، اکو لام سے بدل لیا جاتا ہے۔ [۲] در تفکر۔ جب دنیا نے الوداع کہا تو درویش سوچنے لگا کہ یہ دنیا مجھ سے کیسے جدا ہوگی، میرے چاروں طرف کا مجمع کیسے غائب ہو جائیگا میں اور بادشاہ جو تیل اور کھل ہیں کیسے ایک دوسرے سے جدا ہونگے بادشاہ کے چہرے پر شکن کیسے آ گئی۔ فتانہ زن۔ فتنہ میں مبتلا کرنے والی۔ فتن۔ فتنہ کی جمع ہے۔ بلقاک۔ شور و غوغا۔ گشتن۔ بوزن جبن، بھیڑ، انبوہ۔ شیرج۔ تل کا تیل۔ کسبہ۔ کھل۔ یرغ۔ شکن۔ جوان یعنی بادشاہ۔ [۳] گرچہ۔ یہ کس بات سے ہوگا کہ دنیا مجھ سے بھاگ جائیگی اور میری دولت نہ رہیگی اور میری عزت کا چاند گرہن ہوگا خواند۔ اِس تفکر پر اُس نے لاحول پڑھی اور یادِ خدا میں لگ گیا۔ کان امر اللہ۔ لیکن اس درویش سے دنیا کا چلا جانا خدائی حکم تھا جو ہو کر رہا۔

چوں قضا آید شود بر عکس کار
جب قضا آتی ہے، کام اُلٹا ہو جاتا ہے
جملہ تدبیرات باطل گشت و زار
تمام تدبیریں باطل اور کمزور ہو جاتی ہیں
حق چو میخواہد کہ کارے را کُند
جب خدا چاہتا ہے کہ کوئی کام کرے
سلسلہ اسباب را جُنبش دہد
اسباب کے سلسلہ کو حرکت دیدیتا ہے
[۱] از قضا در صبحِ آں روزِ سعید
تقدیر سے اُس اچھے دن صبح کو
شاہ سُوئے کوہ شُد بہرِ مَصید
بادشاہ شکار کے لئے پہاڑ کی جانب گیا
محنتے بسیار کرد و رنج بُرد
بڑی محنت کی اور تکلیف برداشت کی
ہیچ با صیدے در آنجا وا نخورد
کوئی شکار اُس جگہ نہ ملا
تَعب بیحدے چشید و رنجِ سخت
بیحد تھکن اور سخت تکلیف چکھی
شد ز تابِ مہر جانش لَخت لَخت
سورج کی گرمی سے اُس کی جان ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی
در اِیاب آں شاہ بر رسمِ قدیم
وہ شاہ قدیم عادت کے مطابق واپسی میں
قاصدِ درویش شُد اُو زاں رقیم
اس پہاڑ سے درویش کا قصد کر لیا وہ بن گیا
آمدہ بر پایِ صوفی اُوفتاد
آیا صوفی کے پاؤں پر گر گیا
بوسہا زد بر دو پایش ز اعتقاد
اعتقاد سے اُس کے دونوں پاؤں چومے
وقتِ گرما بُود و تاباں آفتاب
گرمی کا وقت تھا اور سورج چمک رہا تھا
اندکے آسود شہ زاں حر و تاب
اُس گرمی اور تابش کی وجہ شاہ نے تھوڑا سا آرام کیا

تکیہ بر دیوار زد خوابش بُبُرد
دیوار کا سہارا لیا، اُس کو نیند آ گئی
سُوئے سایہ ہر کسے رہ می سِپُرد
سایہ کی جانب ہر شخص راستہ اختیار کرتا ہے
شاہ تنہا ماند و آں صوفیِ صاف
شاہ اور صوفی صافی تنہا رہ گئے
از میانِ شاہ خنجر خوش غلاف
شاہ کی کمر سے عمدہ غلاف کا خنجر
در تقلُّبہا فتادش بر شکم
کروٹیں لینے میں اُس کے پیٹ پر گر گیا
مردِ درویش از رہِ لُطف و کرم
درویش مرد نے لطف و کرم کے طریقہ پر
خواست کاں را از شکم یکسُو کُند
چاہا کہ اس کو اس کے پیٹ سے علیحدہ کر دے
جائی دیگر دُور تر از وے نہد
دوسری جگہ اس سے دُور رکھ دے
چشمِ شہ یکبارگی بیدار شُد
شاہ کی آنکھ اچانک کھل گئی
دید چوں خنجر برہنہ زار شُد
جب کھلا ہوا خنجر دیکھا عاجز رہ گیا
زُود بر جست و بقصرِ خویش رفت
فوراً اُٹھا اور اپنے قلعہ میں چلا گیا
لیک جانش از غضب زاں در تفت
لیکن غصہ سے اس کی جان جل بھن گئی
گفت زُود آرید آں دستُور را
حکم دیا فوراً وزیر کو لاؤ
تا بر اندازد سَرِ ایں بے نُور را
تاکہ وہ اس بے نور کا سر اُتار دے
من چہ خوبیہا بجایش کردہ ام
میں نے اُس کے ساتھ کس قدر بھلائیاں کی ہیں
بارہا سَر را بپایش کردہ ام
بارہا اُس کے قدم پر سر رکھا ہے

پس سزای نیکوئی زینساں بُوَد
تو بھلائی کا بدلہ ایسا ہوتا ہے!
کز برای کشتنم خنجر کَشد
کہ میرے قتل کرنے کو خنجر سونتے
شُد وزیر آگاہ و استغفار کرد
وزیر آگاہ ہوا اور معافی چاہی
در شفاعت پیشِ شہ اصرار کرد
شاہ کے سامنے سفارش میں اصرار کیا
گفت بخشیدم بتو جانش خموش
اُسنے کہا میں نے تیری وجہ اُسکی جان بخشی کی خاموش ہوجا
[۲] گن بدر وے را بیک بینی دو گوش
اُس کو ایک ناک دو کان کے ساتھ نکالدے
ایں بُود صدق و وفایِ پُر دَول
دولتمندوں کی سچائی اور وفاداری یہ ہوتی ہے
کز پئے وہمے بعُدواں شُد بدل
کہ ایک وہم کی وجہ سے عداوت میں بدل گیا
دل منہ بر لُطفِ میران و وزیر
سرداروں اور وزیر کی مہربانی سے دل نہ لگا
[۳] در دمے خُلد اند و در دیگر سَعیر
گھڑی میں جنت ہیں اور گھڑی میں دوزخ ہیں
از یکے وہم آں تلطُّف کینہ شُد
ایک وہم سے وہ مہربانی کینہ بن گئی
ہمچو کانوں در تلہُّب سینہ شُد
لپٹیں مارنے میں سینہ بھٹی بن گیا
می نہ بندی دل باں سُلطاں چرا
تو اُس شاہ کے ساتھ دل کیوں نہیں وابستہ کرتا؟
کو ہزاراں جُرم بخشد از عطا
جو بخشش سے ہزاروں خطائیں معاف کرتا ہے
جُرمہا دیدہ وظیفہ می دہد
خطائیں دیکھتے ہوئے روزی دیتا ہے
از چنیں جود و عطا کس چوں جہد
ایسی سخاوت اور عطا سے کوئی کیوں گریز کرے!

۱؎ از قضا ـ زوال کے اسباب کا بیان ہے ـ مَصید ـ شکار ـ تابِ مہر ـ سورج کی تپش ـ ایاب ـ واپسی ـ رقیم ـ پہاڑ ـ غلاف ـ تقلُّبہا ـ یعنی نیند میں کروٹیں بدلنے سے ـ زار ـ عاجز ـ دستُور ـ وزیر ـ تا بر اندازد ـ اُس کا سر قلم کر دے ـ ۲؎ کُن بدر ـ نکال دے ـ بیک بینی ـ یعنی سب مال و دولت چھین کر ـ پُر دَول ـ دولتوں والا ـ عُدواں ـ عداوت ـ ۳؎ در دمے ـ یہ بادشاہ کسی وقت جنت کسی وقت دوزخ ہوتے ہیں ـ تلطُّف ـ بھلائی کرنا ـ کانوں ـ بھٹی

ہر خطا کردی وبا زار آمدی
تو نے جو خطا کی اور عاجزی سے آیا
از خواصِ خاصِ دربارش شُدی
اُس کے دربار کا خاص الخاص بن گیا
مالِ دنیارا وفا خود ایں بُوَد
دنیا کے مال کی یہی وفاداری ہوتی ہے
دل درو بستن زنقصِ دیں بُوَد
اس سے دل وابستہ کرنا دین کی کمی کی وجہ سے ہوتا ہے
جاں بُرد از مکرِ دنیا مردِ خوش
بھلا آدمی دنیا کے مکر سے جان بچالے گیا
چوں نہ بستُ او دلِ اں مغر دکش
چونکہ اُسے اس فریب خوردہ کو فش کرنیالی سے دل وابستہ
گرفتادے اندرو گشتے ہلاک[۵۱]
اگر اس میں مبتلا ہوجاتا، ہلاک ہوجاتا
ہمچو بلغم می شدے مسجونِ خاک
بلغم کی طرح مٹی کا قیدی بن جاتا
زیرِ تیغ بیدرِیغِ شاہِ دُول
کمینہ بادشاہ کی بے دریغ تلوار کے نیچے
میشدے درویش بس زار و زبوں
درویش بہت عاجز اور مغلوب ہوجاتا
چونکہ حزم واحتیاطے کردہ بُود
چونکہ اس نے حزم اور احتیاط کی تھی
میل سُوئے مالہا ناوردہ بُود
مالوں کی جانب میلان نہ کیا تھا
جاں سلامت بُرد ازیں خدّاعِ اُو
وہ اس دھوکے بازسے جان بچالے گیا
دل بزہرِ اُو مبند اے یار تو
اے یار! تو بھی اس کی رونق سے دل وابستہ نہ کر

باز سُوئے داستانِ خود روم
میں پھر اپنی داستان کی جانب لوٹتا ہوں
وہ چرا از نصحِ تو غافل شوم
ہائے میں تیری نصیحت سے کیوں غافل ہوں
باز سُوئے داستاں من آمدم
میں پھر داستان کی جانب آگیا
وہ دریں دریا چہ دست و پا زدم
ہائے اس دریا میں میں نے کیسے ہاتھ پاؤں مارے
واں دوم کاہل شد از تطویلِ من
اور وہ دوسرا میرے طول دینے سے کاہل بنگیا
کاہلاں را کرد کاہل پیلِ من[۵۲]
کاہلوں کو میرے ہاتھی نے کاہل بنا دیا

بیان نمودن آں پسرِ دوم حالِ کاہلیِ خود با قاضی
دوسرے لڑکے کا اپنی کاہلی کا حال قاضی سے بیان کرنا

دوم می گفت اے کہ بشنو حالِ من
دوسرے نے کہا کہ میرا حال سُن
قرعۂ میراث زن در فالِ من
میری فال پر میراث کا قرعہ نکال لے
نصرت الداخل نگر در بیتِ مال
بیت مال میں نصرت الداخل پر غور کر
تا بیابم از پدر مال و منال
تاکہ میں باپ کی جانب سے مال متاع حاصل کروں
گفت من تنبل ترم از تنبلاں
اس نے کہا میں تمام کاہلوں سے زیادہ کاہل ہوں
ہستم از کوہِ گراں ترہم گراں
میں بھاری پہاڑوں سے بھی زیادہ بھاری ہوں

گر فتد کوہے بجنبم از مکاں[۵۳]
اگر پہاڑ بھی گرے میں جگہ سے نہ سرکوں
یا بَرَد سیلاب مارا رائگاں
یا خواہ مخواہ مجھے سیلاب لے جائے
یا چو ابراہیمؑ گر آتش بُود
یا حضرت، ابراہیمؑ کی طرح، اگر آگ ہو
می نتابم سر ازو ہم تا اَبد
میں اس سے بھی کبھی سر نہ موڑوں گا
یا چو زکریاؑ شگافد ارّہ
یا حضرت، زکریاؑ کی طرح اگر آرہ چیر دے
بر ندارم من سرِ خود ذرّہ
میں ذرہ برابر اپنا سر نہ اُٹھاؤں
یا چو اسمٰعیلؑ زیرِ خنجرے
یا حضرت، اسمٰعیلؑ کی طرح خنجر کے نیچے
بر ندارم من سرِ خود از مرے
جھگڑے سے میں اپنا سر نہ اُٹھاؤں
گر بریزد بر تنم صد بار نیش
اگر سو بار میرے جسم پر نشتر چھبے
یا شود سر تا قدم از تیغ ریش
یا سر سے پاؤں تک تلوار سے زخمی ہوجائے
من ز تنبل، بر نہ جنبانم دو دست
میں کاہلی سے دونوں ہاتھ نہ ہلاؤں
میرود گو بر سرِ من ہرچہ ہست
کہہ دے کہ جو کچھ بھی میرے سر پر گذر جائے
گر بہ بد سُوئے من صد تیر راست
اگر میری طرف سینکڑوں تیر سیدھے آئیں
از کسالت بر نگردم چپ و راست
میں کاہلی سے دائیں بائیں کروٹ نہ لوں
بر سرِ من آنچہ بہ پسندی رواست
تو جو میرے سر پر پسند کرے مناسب ہے
حکم حکمِ تست بندہ خود فناست
حکم تیرا ہی حکم ہے بندہ خود فنا ہے

---

۵۱ گرفتادے۔ اگر وہ درویش دنیا میں پھنس جاتا تو تباہ ہوجاتا۔ بلغم۔ یہ شخص بڑا عابد و زاہد تھا لیکن آخر عمر میں بدراہ ہوگیا۔ مسجون۔ قیدی۔ زبوں۔ عاجز۔ خدّاع۔ دھوکہ باز مکار۔ دوم پہلے لڑکے کی کاہلی کا بیان طویل ہوگیا تو دوسرا لڑکا بیر سے طویل بیانی سے سُست ہوگیا۔ ۵۲ کاہلاں یعنی اہلِ آخرت کی دنیا کے کاموں میں کاہلی کو میں نے خوب بیان کر دیا ہے۔ پیل۔ یعنی بیان۔ گفت۔ یعنی قاضی سے کہا۔ نصرت الداخل۔ رمل کی ایک شکل ہے جب وہ زائچہ کے دوسرے خانہ میں آتی ہو جس کو بیت المال کہتے ہیں تو وہ مال و دولت کے حصول کا سبب بنتی ہے۔ منال۔ سامان۔ ۵۳ گر فتد۔ اگر پہاڑ بھی گرے یا دریا بہا لے جائے تو بھی اپنی جگہ سے نہ ہلوں۔ مرے۔ جھگڑا۔ حکم حکمِ تست۔ یہ خدا تعالیٰ کو خطاب ہے۔

[۱] ہمہ خواہشہا دراں خواہش گم ست
تمام خواہشیں اس خواہش میں گم ہیں
صلح و تدبیر و ہمہ چالش گم ست
صلح اور تدبیر اور پورا اکڑ کر چلنا گم ہے
چوں جمادم حرکت و خواہش نماند
جب پتھر کیطرح مجھ میں حرکت اور تمنا نہیں رہی
تنبلیئم دست از عالم فشاند
میری کاہلی نے دنیا سے ہاتھ جھاڑ لیا
ہمچو میت در یدِ غسال شو
مُردہ نہلانیوالے کے ہاتھ میں مُردے کیطرح بنجا
از ارادت وز تکلم لال شو
ارادے اور بولنے سے گونگا بن جا
چوں کفیلِ من شد او در کارہا
جب کاموں میں وہ میرا کفیل ہو گیا
پس چرا چوں خر کشم من بارہا
تو میں گدھے کی طرح بوجھ کیوں اٹھاؤں؟
بہ ز من تدبیرِ من میداند او
وہ مجھ سے بہتر میری تدبیر جانتا ہے
ہر بلا را بہ ز من میراند او
وہ ہر مصیبت کو مجھ سے بہتر ٹالتا ہے
پس چرا در نفع و ضر خود تنم
تو میں اپنے نفع اور نقصان کا چکر کیوں کاٹوں؟
از کنف ہاے حمایت چوں پرم
اپنایت کے پہلو سے کیوں اڑوں
ایں سخن پایاں ندارد الغرض
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے الغرض
گفت با قاضی کہ اے دفع المرض
اس نے قاضی سے کہا کہ اے مرض کے دفعیہ!
درمیانِ ہر سہ تن کاہل ترم
تینوں شخصوں میں میں زیادہ کاہل ہوں
وز ہمہ نفع و ضرر جاہل ترم
اور تمام نفع نقصان سے زیادہ جاہل ہوں

سود و نقصانِ دو عالم [۲] ہر چہ ہست
دونوں جہان کا نفع اور نقصان جو بھی ہے
کاہلی من ز ہر دو بہتر ست
میری کاہلی دونوں سے بہتر ہے
در بیانِ ایں شنو یک قصۂ
اس سلسلہ میں ایک قصہ سن لے
تا بری از تنبلِ من حصۂ
تاکہ تجھے میری کاہلی کا حصہ حاصل ہو جائے
بہر کارے آمدم در ملکِ خوز
میں مُلکِ خوز میں ایک کام لئے آیا
در رباطے گشتم آسودہ دو روز
ایک سرائے میں دو دن آرام کیا
[۳] شاہ آنجا بس سخی و بحرِ جود
اس جگہ کا بادشاہ بہت سخی اور سخاوت کا دریا تھا
کانِ لطف و معدنِ احسان بود
مہربانی کی کان اور احسان کی معدن تھا
چاوشِ او ہر زماں کردے گذر
اس کا نقیب ہر وقت گذرتا
بانگہا کردے برائے کور و کر
اندھے اور بہرے کو آوازیں دیتا
شاہ ہر شب بر سرِ تختِ کرم
کرم کے تخت پر شاہ ہر رات کو
می نشیند اے گدایانِ دژم
بیٹھتا ہے اے غمگین فقیرو!
ہر کہ را میلے بمال و جاہ است
جس کو مال اور رتبہ کی خواہش ہے
دین و دنیا در رکابِ شاہ ہست
دین اور دنیا شاہ کے جلو میں ہے
ہر کہ بکشاید لبِ انبانِ خویش
جو بھی اپنے تھیلے کا منہ کھولتا ہے
پُر کند در وے دُر و مرجانِ خویش
وہ اپنے موتی اور مونگے اس میں بھر دیتا ہے

سیم و زر بس دُر و گوہر ہاے سود
چاندی اور سونا نفع کیلئے بہت سے موتی اور جوہر
ہر کہ بکشودہ زباں بیشک ربود
جس نے زبان کھولی بیشک حاصل کر لئے
خوانِ نعمایش بدشمنہا و دوست
اسکا لوٹ کا دسترخوان دشمنوں اور دوست کیلئے ہر
صرفِ محتاجاں بود با مغز و پوست
مغز اور پوست کے ساتھ محتاجوں میں صرف ہوتا ہے
آنچہ خواہد از درش ہر کس برد
جو چاہے ہر شخص اس کے در سے لے جائے
نیست با اعدای خود او را حسد
اس کو اپنے دشمنوں پر بھی حسد نہیں ہے
دوست دشمن پرورد از لطف و جود
وہ دوست اور دشمن کو مہربانی اور سخاوت سے پرورش کرتا ہے
ہر کہ لابہ کرد پیشش یافت سود
جس نے اس کے سامنے خوشامد کی نفع پا لیا
دمبدم طول و سخایش در وفور
ہر لمحہ اس کی طاقت اور سخاوت زیادتی میں ہے
نیست در انبانِ جودِ او فتور
اس کی سخاوت کے تھیلے میں کمی نہیں ہے
جنبشِ لب کافی آمد بر درش
اس کے در پر ہونٹ ہلا دینا کافی ہے
بہرِ استمطارِ غیثِ ہامرش
اس کی بہنے والی بارش کے برسانے کے لئے
بر درش آید کسے گر صبح و شام
اگر کوئی صبح اور شام اس کے دروازے پر آ جائے
کارِ او یابد بکلی انتظام
اس کا کام بالکل منتظم ہو جائے
گر بیائی بر درِ او صبح گاہ
اگر تو صبح کے وقت اس کے در پر آئے
آنچہ خواہی میدہد آں بادشاہ
تو جو چاہے وہ بادشاہ دیدے

[۱] جو میں راضی برضا ہوں اور اپنی تدابیر ختم کر چکا ہوں۔ ہمچو۔ اللہ کی مرضیات کے سامنے انسان کو ایسا ہونا چاہیے جس طرح مُردہ نہلانیوالے کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ لال۔ گونگا۔ کنف۔ پہلو۔ خوز۔ خوزستان ایک ملک ہے یعنی دنیا۔ رباط۔ سرائے۔ [۳] شاہ آنجا۔ یعنی اللہ تعالیٰ۔ چاوش۔ نقیب یعنی انبیاء و اولیاء۔ دژم۔ غمگین۔ مرجان۔ مونگا۔ فتور۔ کمی۔ طول۔ طاقت۔ استمطار۔ برسوانا۔ ہامر۔ بہنے والا۔ غیث۔ بارش۔

گر کسے در نیم شب کوبد درش
اگر کوئی آدھی رات کو اس کا دروازہ پیٹے
میدہد گوہر بہ از سیم و زرش
وہ اس کو چاندی اور سونے سے بہتر جوہر دیدیتا ہے
جملہ شاہاں شب بہ بستر غافلند
تمام بادشاہ رات کو بستر پر غافل ہیں
وز خبر گیریِ خلقاں عاطلند[1]
اور لوگوں کی خبر گیری سے معطل ہیں
شاہِ ما بیدار و ہر دم ہوشیار
ہمارا شاہ بیدار اور ہر وقت ہوشیار ہے
عالمے را خود بذات اُو پاسدار
وہ خود اپنی ذات سے دنیا کا نگہبان ہے
بسکہ جاؤشاں حکایت ساختند
بہت سے نقیبوں نے قصہ سنایا
میلِ آں شہ در دلم انداختند
انہوں نے میرے دل میں اس شاہ کی خواہش پیدا کردی
بر درش رفتم شبان و صبحگاہ
میں رات کو اور صبح کو اس کے در پر پہنچا
آستانش را نمودم سجدہ گاہ
میں نے اس کی چوکھٹ کو سجدہ گاہ بنایا
رُوئے اُو دیدہ زخود رفتم چناں
اس کا رُخ دیکھ کر میں ایسا بیخود ہو گیا
کہ نیامد حرفِ اَعطِ[1] بر زباں
کہ "عطا کر" کا حرف زبان پر نہ آیا
مُدتے بگذشت[1] و من از کاہلی
ایک مدت گذر گئی اور میں کاہلی سے
ماندم اندر حیرت و بے حاصلی
حیرت اور بے مرادی میں رہا
کاہلِ من زبانم را بہ بست
میری کاہلی نے میری زبان بندی کر دی
ہمچو محوِ بادہ و مستِ الست[1]
الست کے مست اور شراب میں محو کی طرح

کاہلِ من مرا رخصت نداد
میری کاہلی نے مجھے موقع نہ دیا
کہ بخواہم از شہِ باجود و داد
کہ میں سخی اور بخشش والے شاہ سے مانگوں
واصلاں ہم اینگونہ از ہر دو جہاں
واصل (بحق) لوگ اس طرح سے دونوں جہان سے
کاہلند و غافلند اے زاہداں
اے زاہدو! کاہل ہیں اور غافل ہیں
نہ زحق خواہند دنیا نہ بہشت[1]
اللہ (تعالیٰ) سے نہ دنیا مانگتے ہیں نہ جنت
ہر دو را بہرِ خدای خود ہشت
دونوں کو اپنے خدا کی خاطر چھوڑ دیا ہے
جُز خدا را از خدا خود خواستن
خدا سے خود خدا کے علاوہ کو مانگنا
نیست افزونی بُوَد جاں کاستن
بڑھوتری نہیں ہے جان کو گھٹانا ہے
گر خدا را[1] بہرِ جنت عابدی
اگر تو جنت کے لئے خدا کا عبادتگذار ہے
در رفاہِ نفسِ خود بس قاصدی
تو صرف اپنے نفس کے آرام کا ارادہ کرنیوالا ہے
حُسنِ ذاتیِ الوہیت چہ شُد
خدائی کا ذاتی حُسن کیا ہوا؟
آہ آں حقِ ربوبیت چہ شُد
افسوس وہ پرورش کا حق کیا ہوا؟
ہست اُو معبود بالذات اے پسر
اے بیٹا! وہ ذات کے اعتبار سے معبود ہے
در میانش بیں وسائط[2] را مخر
تو واسطوں کو درمیان میں پسند نہ کر
مر خدا را بہر اُو عابد شوید
خدا کے عبادتگذار اُس کے لئے ہی بنو
نہ کہ بہرِ حُور و جنت میدوید
نہ کہ حور اور جنت کے لئے تم دوڑتے ہو

حقِ آں ذاتِ خدایِ پاک کو
اُس خدائے پاک کی ذات کا حق کہاں ہے؟
خود بدہ انصاف پاسُخ[2] را بگو
تو خود انصاف کرلے، جواب دے
گر پرستی بہرِ نار و یا جناں
اگر تو جہنم یا جنتوں کے لئے عبادت کرتا ہے
عابدِ اینہا شدی اے کامراں
اے کامیاب! تو ان کا عبادتگذار بنا
گر نبودے جنت و نار اے لئیم
اے کمینہ! اگر جنت اور جہنم نہ ہوتی
بود معبودِ حقیقی آں رحیم
وہ رحیم (پھر بھی)، حقیقی معبود ہوتا
نار و جنت ہر دو سوطِ[2] کاہل ست
جہنم اور جنت دونوں کاہل کیلئے کوڑا ہیں
کاہلاں را تازیانہ ناقِل ست
کاہلوں کو کوڑا چلانے والا ہے
اسپِ بحر[2] از تازیانہ بر جہد
تیز گھوڑا کوڑے سے بدکتا ہے
خود بخود پا در رہِ عجلت نہد
وہ خود بخود عجلت کے راستہ پر قدم رکھتا ہے
طفل را گویند در مکتب برو
بچے سے کہتے ہیں مکتب میں جا
جوز[2] و لوزے[2] میدہم ہاں زود شو
میں اخروٹ اور بادام دیتا ہوں ہاں جلد جا
پیشِ اُستا[2] خوانِ نعمتہا بسے ست
استاد کے سامنے نعمتوں کے خوان بہت ہیں
فاکہہ[2] و اعناب[2] بہرِ ہر کسے ست
پھل اور انگور ہر ایک کے لئے ہیں
گر روی پیشش نوازد مر ترا
اگر تو اس کے پاس جائیگا وہ تجھے نوازے گا
ورنہ بدہد زیں تغافلہا سزا
ورنہ ان غفلتوں کی سزا دے گا

[1] عاطل۔ بیکار۔ اَعطِ۔ تو عطا کر۔ الست۔ عہد الست۔ بہشت۔ بگذاشت۔ گر خدا۔ اگر خدا کی عبادت جنت کیلئے ہے تو یہ عبادت اپنے نفس کے آرام کیلئے ہے۔
[2] وسائط یعنی جنت اور دوزخ۔ پاسُخ۔ جواب۔ سوط۔ کوڑا۔ اسپ بحر۔ تیز رَو گھوڑا۔ جوز۔ اخروٹ۔ لوز۔ بادام۔ اُستا۔ استاد۔ فاکہہ۔ پھل۔ اعناب۔ عنب کی جمع۔ انگور۔

از طپانچہ روی گلگونت کند[1]
طمانچہ سے تیرا منہ لال کر دے گا
سخت زندانی و محزونت کند
تجھے سخت قیدی اور غمگین کر دے گا
طفل از آں ترغیب و ترہیب پدر
بچہ باپ کے اس پھسلانے اور ڈرانے سے
رُو سُوی مکتب نماید سر بسر
پورا رُخ مکتب کی جانب کرتا ہے
چونکہ طفلی رفت و آمد عقل خوب
جب بچپن جاتا رہا اور خوب عقل آگئی
نیست محتاج رغوب و ہم رہوب
تو وہ پھسلاووں اور ڈراووں کا محتاج نہیں ہے
خود بخود در پیش اُستا میرود
وہ خود بخود اُستاد کے سامنے چلا جاتا ہے
ہر سحر گاہے بسویش میدود
ہر صبح کو اس کی جانب دوڑتا ہے
حُسن ذاتی بین و حق شاہیش
ذاتی حُسن اور اس کی شاہی کا حق دیکھ
غرق شو در بحر ہمچوں ماہیش
سمندر میں اس کی مچھلی کی طرح ڈوب جا
بیخودی شو ز خودی یکسر برآ
بے خود بن اور خودی سے بالکل نکل
از برای حق خدا را داں خدا
خدا کے لئے خدا کو خدا جان
مطلب دنیا و عقبیٰ را بہل
دنیا اور آخرت کا مقصد چھوڑ
ہر دو انباں، ابیند از بغل
بغل میں سے دونوں تھیلوں کو پھینک دے
بہر او او را عبادت کردنیست
اس کی عبادت اس کیلئے کرنی ہے
عابدِ جنت طلب ہم مرد نیست
جنت کے لئے عبادت کرنیوالا مرد نہیں ہے

اُو بذاتِ خود عبادت را سزاست
وہ اپنی ذات کے اعتبار سے عبادت کے لائق ہے
نز برای نار و جنت وی خداست
نہ کہ وہ جہنم اور جنت کی وجہ سے خدا ہے
اُعْبُدُ اللہَ لَہٗ یَا ذَا النُّہٰی[1]
اے عقلمند! اللہ کی عبادت اسی اللہ کیلئے کر
واطْرَحُوا الْاَغْیَارَ عَنْ عَیْنِ الدَّہَا
عقل کی آنکھ کے ذریعہ غیروں کو پھینک دو
فَامْحُ نَقْشَ الْغَیْرِ عَنْ لَوْحِ الصُّدُوْر
غیر کا نقش سینوں کی تختی سے مٹادے
اِنَّہُ الْمَعْبُوْدُ مِنْ غَیْرِ الْفُتُوْر
بیشک بغیر نقصان کے وہی معبود ہے
ایں سخن پایاں ندارد اے عزیز
اے پیارے! یہ بات انتہا نہیں رکھتی ہے
مُنْہِی حالِ خود ست آں سوم نیز
وہ تیسرا بھی اپنی حالت کی خبر دینے والا ہے

حکایت نمودنِ آں پسر سوم کاہلی خود را بپیش قاضی کاہل بکارِ دین و چابک بکار دنیا بود آنکہ ست بیکار و کاہل حقیقی

اس تیسرے لڑکے کی اپنی کاہلی کو قاضی کے سامنے پیش کرنے کی حکایت جو دین کے معاملے میں کاہل اور دنیا کے معاملہ میں تیز تھا اور بیکار اور حقیقی کاہل ہی ہے

گفت قاضی آں سوم را کاے فلاں
قاضی نے اس تیسرے سے کہا، کہ اے فلاں!
کاہلی خود بہ پیشم کن بیاں
اپنی کاہلی میرے سامنے بیان کر
گفت قاضی! اتنبل من بیشتر
اس نے کہا اے، قاضی بری کاہلی بڑھی ہوئی ہے
ہمچو آتش ہست بر دود و شرر
جو آگ کی طرح دھویں اور چنگاریوں سے پُر ہے

در بیانش داستانے میزنم
میں اس کے بیان میں ایک قصہ سُناتا ہوں
حالِ مخفی بر تو روشن میکنم
چھپا ہوا حال تجھ پر ظاہر کرتا ہوں
دوش بردم سُوی صحرا گاؤ را
میں کل ایک بیل کو جنگل میں لے گیا
پاسبانی می نمودم گاؤ را
میں کوشش کی نگرانی کر رہا تھا
بر سر جوئی کہ بُد سبزہ رغید
ایک نہر کے کنارے جس پر بہت سبزہ تھا
گاؤ خود بگذاشتم اُو می چرید
میں نے اپنا بیل چھوڑ دیا وہ چر رہا تھا
در چرامی گشت تدریجا بعید
وہ چراگاہ میں رفتہ رفتہ دُور ہو رہا تھا
سبزہ تر می یافت ہر جا میدوید
جہاں تر سبزہ پاتا تھا دوڑ جاتا تھا
بود سبزہ پہن و صحرای دراز
سبزہ وسیع اور جنگل لمبا تھا
می چرید او دور دور از راہ آز
وہ لالچ کے طور پر دُور دُور چر رہا تھا
چیست[2] دنیا سبزہ زار خوش فضا
دنیا کیا ہے! عمدہ فضا والا سبزہ
تو چو گاوے اندراں مرعیٰ چرا
اس چراگاہ میں تو بیل کی طرح ہے
خود چراں کاہے کہ در وے خار نیست
تو وہ گھاس چر جس میں کانٹا نہیں ہے
خار و اژدون و قتادہ زار نیست
وہ چر چڑھ اور قتادہ اُگنے کی جگہ نہیں ہے
تا نگیرد در گلویت خارِ او
تاکہ اس کا کانٹا تیرے حلق میں نہ لگ جائے
روزِ محشر گردی آخر زارِ او
تاکہ حشر کے دن تو اس سے عاجز ہو جائے

---

[1] گلگوں۔ سرخ۔ محزون۔ غمگین۔ ترغیب۔ رغبت دلانا۔ ترہیب۔ ڈرانا۔ منہی۔ خبر دینے والا۔ قاضی۔ اے قاضی۔ رغید۔ وسیع۔ آز۔ لالچ۔
[2] چیست دنیا۔ یہ ناظم کا مقولہ ہے۔ مرعیٰ۔ چراگاہ۔ چر۔ چریدن کا صیغہ امر ہے۔ خار۔ اژدون۔ چر چڑھ۔ قتادہ۔ ایک خاردار گھاس جس کے چھونے سے ہاتھ میں خارش پیدا ہو جاتی ہے۔

می چرد ایں گاوِ نفس اندر جہاں ۴۲
یہ نفس کا بیل دنیا میں چَر رہا ہے
سبز کلہے ہر کجا بیند عیاں
سبز گھاس جہاں بھی نمایاں دیکھتا ہے
ویں نداند از شکم پروردنی
لیکن شکم پروری کی وجہ سے یہ نہیں سمجھتا
کیں مرا شد خوردنی ناخوردنی
کہ یہ کھانے کی چیز ہے کھانے کی چیز نہیں
آخرش دردِ شکم آرد ترا
بالآخر وہ تیرے پیٹ میں درد پیدا کر دیتی ہے
تخمہ آرد خیرہ[1] گرداند ترا
تخمہ لگا دیتی ہے تجھے حیران کر دیتی ہے
گر خوری آں را بحکمِ آں حکیم
اگر تو اسے اس حکیم کے حکم کے مطابق کھائے
کو سمیع ست و بصیر ست و علیم
جو سمیع ہے اور بصیر ہے اور علیم
تخمہ و قولنج و ہیضہ ناورد
وہ تخمہ اور قولنج اور ہیضہ نہ لائے گی
ہیچ نفخے در شکم نے ہیچ درد
نہ پیٹ میں ابھارا نہ کوئی درد
بہرِ ایں حکمت رسیدند انبیا
انبیاء اسی حکمت کے لئے آئے ہیں
تا تو در تخمہ نیفتی اے کیا
اے صاحب! تاکہ تو تخمہ میں مبتلا نہ ہو
تو مریضی جسمِ تو یک سر سقیم
تو مریض ہے تیرا جسم بالکل بیمار ہے
رو بپرہیز و بپرس از ہر حکیم
جا پرہیز کر اور ہر حکیم سے دریافت کرلے

ہمچو گاوے خود سری ہر گز مکن
بیل کی طرح کبھی خود سری نہ کر
بر خلافِ نفسِ خود کن ہر سخن
ہر بات اپنے نفس کے خلاف کر

در معنیٔ ایں حدیث اِنَّ لِکُلِّ
اس حدیث کے معنی کے بیان میں کہ ہر بادشاہ
مَلِکٍ حِمًی وَحِمَی اللّٰہِ مَحَارِمُہٗ
کا ایک حمیٰ ہے اور اللہ کا حمیٰ اس کے محرمات
رواہ نعمان بن بشیر
ہیں اس کو نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ
رضی اللہ عنہ
نے روایت کیا ہے

نفسِ سرکش راعناں گر وادہی
اگر تو سرکش نفس کی باگ ڈھیلی چھوڑ دیگا
میرود او تا چراگاہِ شہی[2]
وہ شاہی چراگاہ تک چلا جائے گا
رفتہ رفتہ در حمای شہ رود
آہستہ آہستہ شاہ کے حمیٰ میں پہنچ جائے گا
گوشمالیہا بسے زاں شہ خورد
اس شاہ سے بہت سزائیں پائے گا
بہرِ ایں فرمود خیر الانبیاء
اسی لئے خیر الانبیاء نے فرمایا ہے
خاص باشد بہرِ ہر سلطاں حما
ہر بادشاہ کا ایک خاص حمیٰ ہوتا ہے
از حمی اللہ آں محارم آمدہ
محرمات خدا کا حمیٰ ہیں
حمیہ اصلِ کُل مکارم آمدہ
تمام بھلائیوں کی جڑ تقویٰ ہے

تاج کرمنا بسرا فراشتی
تونے "ہم کو عزت دی" کا تاج سر پر رکھا
لیک بر سر خاکہا انباشتی[3]
لیکن سر پر بہت خاک ڈال لی
اِنَّ اَکْرَمَ عِنْدَہٗ اَتْقٰا بگو
اس کے نزدیک زیادہ متقی زیادہ بھلا ہے کا قائل ہوجا
ہست کرمنا بتقویٰ اے عمو
اے چچا! "ہم نے عزت دی" تقوے کیوجہ سے
گر نہ تقویٰ داری از گاوی بتر
اگر تو تقوے نہیں رکھتا تو بیل سے بدتر ہے
گوش کن بَلْ ھُمْ اَضَلّ اے دیدہ ور
اے دیدہ ور! "بلکہ وہ زیادہ گمراہ ہیں" کو سن لے

رجوعِ کلام بحکایتِ آں پسرِ سوم
کلام کی واپسی اس تیسرے کی حکایت کی طرف اور
و دور تر رفتنِ گاوِ او
اس کے بیل کا دور چلا جانا

ہیں بیاکاں گاوِ او بس دور رفت
ہاں، آ کہ وہ اس کا بیل بہت دور چلا گیا
میرود آں گاو سوئے سبزہ تفت
وہ بیل سبزے کی جانب تیز جا رہا ہے
گاو می شد دور و من از کاہلی
بیل دور ہو رہا تھا اور میں کاہلی سے
می نمودم در رجوعش غافلی
اس کی واپسی میں غفلت دکھا رہا تھا
در تردد می روم باز آرمش
تردد میں، میں جاؤں اس کو واپس لاؤں
یا ہمیں از دور پاسے دارمش
یا اسی طرح دور سے اس کی نگہبانی کرتا رہوں

---

[1] خیرہ۔ حیران۔ حمیٰ۔ وہ علاقہ بادشاہ جس میں دوسروں کا داخلہ ممنوع قرار دیدیتا ہے اس میں نہ کسی کا جانور چر سکتا ہے نہ اس میں کوئی آجا سکتا ہے اگر کسی کا مجرم اس میں پناہ پکڑلے تو وہ بادشاہ کی پناہ میں سمجھا جاتا ہے۔ [2] شہی۔ شاہی یعنی محرمات میں مبتلا ہو جائیگا۔ گوشمالیہا۔ حمیٰ میں داخلہ پر سزا دیجاتی تھی۔ محارم۔ اللہ تعالیٰ نے جو محرمات بنائے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کا حمیٰ ہیں۔ حمیہ۔ پرہیز، تقویٰ۔ مکارم۔ مکرمہ کی جمع ہے، بزرگی۔ کرمنا۔ قرآن میں ہے وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْ آدَمَ "ہم نے آدم کی اولاد کو عزت دی"۔ [3] انباشتی۔ انداختی۔ گوش کن۔ قرآن پاک میں ہے۔ اُولٰٓئِکَ کَالْاَنْعَامِ بَلْ ھُمْ اَضَلّ۔ یہ لوگ چوپاؤں کی طرح ہیں بلکہ وہ زیادہ گمراہ ہیں۔ تفت۔ گرم، تیز۔

می فشردم در تردّد سخت سخت
میں تردد میں سخت بھینچ رہا تھا

شد دلم از کاہلی بس لخت لخت[ف۱]
کاہلی کی وجہ سے میرا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا

ایں تردّد ہست بُنیادِ غموم
یہ تردد غموں کی بنیاد ہے

بر تو می آرد المہا زو، ہجوم
اسی وجہ سے تجھ پر غم ہجوم کرتے ہیں

رَو تو یکدل باش و مردِ عزم باش
جا تو ایک دل بن اور پختہ ارادہ کا آدمی بن

نقشِ این و آں ز لوحِ دل خراش
اِس اور اُس کا نقش دل کی تختی سے چھیل دے

درگذر زاں کیں بہ است و آں بہ است
اس سے گذر جا کہ یہ بہتر ہے اور وہ بہتر ہے

از ہمہ بہ آں تردّد ہا دِہ است
وہ تردد پیدا کرنے والا سب سے بہتر ہے

از عدم بر تو تردّد ریختند
انہوں نے عدم سے تیرے اوپر تردد بہایا ہے

امتحاں را حیلۂ انگیختند
آزمائش کے لئے ایک حیلہ پیدا کر دیا ہے

زین و آں بگذر بداں سو کن شتاب
اِس اور اُس سے گذر جا اُس جانب جلدی کر

کہ بہر کارے الی اللہِ المآب[ف۵۲]
کیونکہ ہر کام کا مرجع اللہ (تعالیٰ) کی جانب ہے

از سحر تا شام من در فکرِ گاؤ
میں صبح سے شام تک بیل کی فکر میں

بر ہماں جو بودم و دل فتنہ کاؤ
اُسی نہر پر رہا اور دل فتنہ کی کاوش میں

ظہر و عصر من دریں غم شد قضا
ظہر و عصر (کی نماز) اسی فکر میں قضا ہو گئی

گر روم در سجدہ گردم زو عمیٰ
کہ اگر میں سجدہ میں جاؤنگا تو اُس سے اندھا ہو جاؤنگا

من شوم گر در نماز و در نیاز
اگر میں نماز میں اور نیاز میں لگوں گا

گاؤ گیرد آں طرف راہِ دراز
بیل اس جانب لمبا راستہ لے لے گا

آخرش چوں قرصِ خورشید در غروب
بالآخر جب سورج کی ٹکیہ غروب میں چلی گئی

گشت ضوا ز زنگیِ ظلمت ہروب
روشنی تاریکی کے حبشی سے بھاگنے والی بن گئی

چشمِ من شد خیرہ از دیدارِ گاؤ
میری آنکھ بیل کے دیدار سے تاریک ہو گئی

می ندیدم ہیچ من ز آثارِ گاؤ
میں نے بیل کے نشانات میں سے کچھ نہ دیکھا

چشمِ من از دیدِ او تاریک شد
میری آنکھ اس کے دیدار سے تاریک ہو گئی

گاؤ زاں مرعاش در تحریک شد
بیل اپنی چراگاہ سے حرکت میں آ گیا

رفت آں گاؤ و نشاں معلوم نے
وہ بیل چلا گیا اور پتہ معلوم نہیں

و آں کدِ من جملہ جز معدوم نے
اور وہ میری مشقت معدوم کے سوا کچھ نہیں

روزِ من شد دیر و گاؤ از دست شد
میرا دن برباد ہوا اور بیل ہاتھ سے گیا

سہ نمازِ من قضا چوں مست شد
دیوانہ کی طرح میری تین نمازیں قضا ہو گئیں

اہلِ دنیا در چنیں اشغالہا
دنیا دار ایسے ہی شغلوں میں

می کنند ایثارِ دنیا اے کیا
اے بزرگ! دنیا کو اختیار کرتے ہیں

مرد آں باشد کہ عقبیٰ را تند
مرد وہ ہے جو آخرت کے لئے کوشش کرے

کارِ دنیا را چو جیفہ رد کند
دنیا کے کام کو مردار کی طرح رد کر دے

اے برائے گاوِ نفسِ بے حیا
اے (مخاطب)! بے حیا نفس کے بیل کے لئے

می کنی ہر دم نمازے را قضا
تو ہر دم ایک نماز قضا کرتا ہے

یادِ او ہمچوں نمازِ فرض داں
اس کی یاد کو فرض نماز کی طرح سمجھ

می کنی تو کاہلی غافل ازاں
تو اس سے غافل ہو کر سستی کرتا ہے

در جہانِ فانی چنیں فانی شدی
تو فانی دنیا میں ایسا فانی ہو گیا

کز رہِ عقبیٰ ز نادانی شدی[ف۵۳]
تو نادانی سے آخرت کے راستے سے ہٹ گیا

گر برائے حق ز دنیا بگذری
اگر تو اللہ (تعالیٰ) کے لئے دنیا سے گذر جائیگا

پیشت آید زالِ دنیا سرسری
تیرے سامنے بوڑھی دنیا آسانی سے آ جائے گی

در بیانِ آنکہ دنیا طالبِ ہارب
اس کا بیان کہ دنیا اپنے سے بھاگنے والے کی

خود و ہارب از طالبِ خودست
طالب اور اپنے طالب سے بھاگنے والی ہے

صوفیِ صاحبدلے اندر رباط
ایک صاحبِ دل صوفی سرائے میں

بُد نشستہ ہمچو گل با صد نشاط
پھول کی طرح سو خوشیوں کے ساتھ بیٹھا تھا

جمعِ رہطے مستفیداں بر سرش
مریدوں کا ایک مجمع اُس کے پاس

معتقد بودند ہمچوں حیدرش[رض]
حضرت علی رض کی طرح اس کے معتقد تھے

ناگہاں سہ جانور از سمتِ شرق
اچانک تین جانور مشرق کی جانب سے

آمدند از سرعتِ طیراں چو برق
تیزیٔ پرواز سے بجلی کی طرح آئے

ص۱۵ لخت لخت۔ ٹکڑے ٹکڑے۔ ایں تردد۔ یہ ناظم کا مقولہ ہے۔ درگذر۔ انسان کو تردد سے گزر کر تردد پیدا کرنے والی ذات کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔ امتحان۔ یہ تردد اس اختیار کی دلیل ہے جو دراصل امتحان ہے ص۵۲ مآب۔ مرجع۔ فتنہ کاؤ۔ فتنہ کی کھود کرید کرنے والا۔ می۔ یعنی بیل میری نگاہوں سے غائب ہو جائیگا۔ ہروب۔ بھاگنے والا۔ زنگیو۔ حبشی۔ تاریک۔ تیرہ۔ مرعیٰ۔ چراگاہ۔ کد۔ محنت۔ ایثار۔ ترجیح دینا۔ جیفہ۔ مردار۔ ص۵۳ شدی۔ رفتی۔ سرسری۔ آسانی۔ رباط۔ سرائے، خانقاہ۔ رہط۔ گروہ۔ مستفید۔ یعنی مرید۔ حیدر۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔ طیران۔ پرواز۔

ہر یکے[1] زاں دیگرے بُد در گریز
اُن میں سے ہر ایک دوسرے سے بھاگ رہا تھا

واں دگر در جستجویش تیز تیز
اور وہ دوسرا اس کی جستجو میں تیز تھا

کفترے بس لاغرے ژولیدۂ
ایک کبوتر بہت کمزور پریشان

پیش پیش از ہر سہ بُد پرّیدۂ
تینوں میں سے آگے آگے اُڑ رہا تھا

در پسِ اُو بُود زرّیں مُرغ وزفت
اُس کے پیچھے موٹا زرّیں مُرغ تھا

با ہزاراں زیب و زینت گرم تفت
ہزاروں زیب و زینت کیساتھ گرم اور تیز

در پئے آں مُرغِ زرّیں زاغِ شوم
اُس زرّیں مُرغ کے پیچھے منحوس کوّا

ہمچو بادِ تُند میرفت آں غشوم
وہ ظالم تیز ہوا کی طرح جا رہا تھا

ہر یکے زیں مُرغ گردے جہدِ نیک
ان پرندوں میں سے ہر ایک بہت کوشش کرتا

یک دگر را می نیابیدند لیک
لیکن ایک دوسرے کو پکڑ نہ پاتے تھے

حاضراں گفتند کاے قطبِ زماں
حاضرین نے کہا، کہ اے قطبِ زماں!

زیں عجب تر ما ندیدم از جہاں
دنیا میں ہم نے اس سے زیادہ عجیب نہیں دیکھا

در پئے عاجز کبوتر چیست مُرغ
عاجز کبوتر کے پیچھے مرغ کیوں ہے؟

وز پئے مُرغست چوں ایں زاغ برغ
اور مرغ کے پیچھے یہ تیز رو کوّا کیوں ہے؟

کفترے را مُرغ پس رو شد چہ خاست
مُرغ کبوتر کے پیچھے چلنے والا کیوں ہوا؟

زاغ لاغی تابعِ مُرغے چراست
بکواسی کوّا مُرغ کے پیچھے کیوں ہے؟

جنس ہای مختلف را چہ فتاد
مختلف جنسوں کو کیا ہوا ہے؟

اتباعِ یک دگر چوں دست داد
ایک نے دوسرے کا پیچھا کیوں کیا ہے؟

ہر کسے مر جنسِ خود را طالب ست
ہر ایک اپنی جنس کا طالب ہے

جنس ہا مر جنس ہا را جالب[2] ست
جنسیں ہمجنس کو کھینچنے والی ہیں

جنس سُوی جنس دارد خُو و مَیل
جنس ہمجنس کی جانب عادت اور میلان رکھتی ہے

روز با روز ست و با لیلست لیل
دن، دن کے ساتھ ہے اور رات رات کے ساتھ

مَیلِ مُومن سُوی مُومن می شود
مُومن کا میلان مُومن کی جانب ہوتا ہے

مَیلِ کافر سُوی کافر می رود
کافر کا میلان کافر کی جانب جاتا ہے

صالحاں با صالحاں مُنضم شوند
نیک، نیکوں کے ساتھ ملتے ہیں

طالحاں با طالحاں محرم شوند
بُرے، بُروں کے محرم ہوتے ہیں

زاغ با زاغاں کُند پرواز ہا
کوّا، کوّوں کے ساتھ اُڑانیں بھرتا ہے

بُلبلے با بُلبلاں آواز ہا
بُلبل، بُلبلوں کے ساتھ آوازیں بلند کرتی ہے

انبیا زیں رہ بشر ہا بُودہ اند
انبیاء اسی وجہ سے انسان ہوئے ہیں

از تجانس راہِ حق بنمودہ اند
ہم جنس ہونے کی وجہ سے اللہ (تعالیٰ) کا راستہ دکھایا

بُوی جنسیت رسد فیضش شتاب
جنسیت کی بُو کا فیض جلد پہنچتا ہے

از مَلک آدم نگشتے بے حجاب
فرشتہ سے انسان بے تکلف نہیں ہوتا

کافراں گفتند در حقِ نبی
کافروں نے نبیؐ کے بارے میں کہا

کاں فرشتہ چوں نیامد از خبی[3]
کہ غیب سے وہ فرشتہ (بن کر) کیوں نہ آیا؟

ایں نہ فہمیدند کیں جسمِ بشر
وہ یہ نہ سمجھے کہ یہ انساں کا جسم

بہرِ رُوپوشِ جہولست اے پسر
اے بیٹا! نادان کے حجاب کے لئے ہے

جاہلاں چوں از ملائک می رمند
ناواقف چونکہ فرشتوں سے بھاگتے ہیں

انبیا از بُوی جنسیت کشند
انبیاء جنسیت کی بُو سے کھینچتے ہیں

ورنہ در معنیٰ مَلک گردے ست
ورنہ فرشتہ حقیقت میں اُس کی گرد ہے

چوں نبی در قُرب و عرفاں اُو کے ست
وہ قرب و معرفت میں نبی کی طرح کب ہے؟

یک خلافِ جنس آمد صد حجاب
جنس کا ایک اختلاف تو حجاب ہے

وز تجانس می شود صد فتح باب
اور ہم جنس ہونے سے سینکڑوں دروازے کھلتے ہیں

---

[1] ہر یکے۔ تینوں آگے پیچھے اُڑ رہے تھے کبوتر سب آگے تھا جو زرّیں مُرغ سے بھاگ رہا تھا اور زرّیں مُرغ اس کو پکڑنا چاہتا تھا یہی حال زرّیں مُرغ اور کوّے کا تھا۔ کفتر۔ کبوتر۔ غشوم۔ ظالم۔ برغ۔ تیز رو۔ حاضراں۔ مریدوں نے اُس درویش سے اِس بھاگ دوڑ کی وجہ دریافت کی۔ [2] جالب۔ کھینچنے والا۔ روز۔ یعنی ایمان۔ لیل۔ یعنی کفر۔ طالحاں۔ بدکاران۔ انبیاء۔ انسانوں کو انبیاء اسی لئے بنایا گیا کہ وہ انسانوں کے ہم جنس ہیں فرشتہ اگر نبی ہوتا تو انسان اُس سے مانوس نہ ہو سکتے۔ [3] خبی۔ پوشیدہ یعنی عالمِ غیب۔ جاہلاں۔ عوام فرشتہ کی طرف نہ کھنچتے۔ گرد۔ خاک۔ تجانس۔ ہم جنس ہونا۔

روح چوں از عالَمِ امر[1] آمدہ است
روح چونکہ عالمِ امر سے آئی ہے
زاں بطاعات و ہُدیٰ راغب شدہ است
اسی لئے عبادتوں اور ہدایت کی جانب راغب ہوئی ہو

جسم چوں از عالَمِ خلقت باز
پھر (جسم چونکہ عالمِ خلق سے ہے
سُوئے خواب و خور گشد بے امتیاز
(اسلئے) بلاامتیاز سونے اور کھانے کی جانب کھینچتا ہے

زیں دو چوں زاید نتیجہ نفسہا
نفوس چونکہ ان دو کے نتیجے کے طور پر پیدا ہوتے ہیں
ہر دو خُو زابوین در طبعش سزا
ماں باپ کی طرف سے دونوں خصلتیں اسکی طبیعت کے (مناسب ہیں)

گر بسُوئے خاکِ سِفلی میرود
اگر وہ سفلی خاک کی جانب جاتا ہے
آں زماں وے نفسِ امّارہ شود
تب وہ نفسِ امّارہ بن جاتا ہے

در بسُوئے رُوحِ عُلوی سر کشد
اور اگر عُلوی روح کی جانب رُخ کرتا ہے
آں زماں لوّامہ گشت و بارَشد
تب وہ لوّامہ اور باہدایت بن جاتا ہے

میلِ مُلکِ امر چوں زاید درو
جب اُس میں عالمِ امر کی خواہش پیدا ہوتی ہو
سُوئے لوّامہ برآید سرخوش او
وہ مست ہو کر (نفس) لوّامہ کی جانب آجاتا ہو

گر زکوشش سُوئے لاہوتی تند
وہ اگر کوشش سے (عالمِ) لاہوت کی جانب
دم بسُوئے مُلہمہ[2] وا میتند
مُلہمہ کی جانب سانس لیتا ہے

بعدِ تہذیب و کمالِ اجتہاد
تہذیب اور پورے مجاہدے کے بعد
مطمئنہ گردد و اہلِ سداد
درست اور مطمئنہ بن جاتا ہے

این سخن را نیست پایاں اے فتا
اے جوان! اِس بات کا اخیر نہیں ہے
سُوئے شرحِ آں سہ طائر باز آ
اُن تین پرندوں کی شرح کی طرف لوٹ آ

جوابِ گفتنِ آں صوفی برائے
اُس صوفی کا مریدوں کی تسکین کے
تسکینِ خاطرِ مُریداں و شرحِ
لئے جواب دینا اور اُن تین پرندوں
حالِ آں سہ طائر کہ یکے در پئے
کے حال کی شرح جو ایک دوسرے کے
دیگر می بُود
پیچھے رہتا تھا

بر دلِ صوفی ندا آمد نہاں
صوفی کے دل پر مخفی آواز آئی
کیں سہ مُرغ آمد مثالِ آں کساں
کہ یہ تین پرندے اُن لوگوں کی مثال ہیں

کہ ز دنیا ہارب اند و طالب اند
کہ جو دنیا سے بھاگنے والے اور طالب ہیں
جملہ شاں یک دگر را جالب اند
سب ایک دوسرے کو کھینچنے والے ہیں

می گریزد ایں کبوتر از ہمہ
یہ کبوتر اِن سب سے بھاگ رہا ہے
از فسونِ مُرغِ زرّیں دمدمہ
مُرغِ زرّیں کے منتر (اور) مکر سے

مُرغِ زرّیں در پئیش جویانِ او
زرّیں مرغ اُس کے پیچھے اُس کا جویاں ہے
میدود ہر سُو بدل قربانِ او
ہر جانب دوڑ رہی ہے، دل سے اُس پر قربان ہے

زاغ بہرِ مُرغِ زرّیں می پرد
کوّا زرّیں مُرغ کے لئے اُڑ رہا ہے
در پئیش از حرص ہر سُو می دود
لالچ سے ہر جانب دوڑ رہا ہے

لیک زینہا یک دگر را کس نیافت
لیکن اِن میں سے ایک نے دوسرے کو نہ پایا
گرچہ در پرواز ہر یک رو شتافت[3]
اگرچہ ہر ایک نے اُڑنے میں جلدی کی

ہست عارف چوں کبوتر در گریز
عارف کبوتر کی طرح گریز کرتا ہے
دائماً سُوئے خدا زیں خاک بیز
ہمیشہ خدا کی جانب اِس خاک چھاننے والے سے

در پئیش دنیا کہ زرّیں مُرغِ اوست
اس کے پیچھے دنیا ہے جو زرّیں مُرغ ہے
می دَوَد ہر سُو و گرمِ جستجوست
ہر جانب دوڑ رہی ہے اور جستجو میں سرگرم ہے

زاغ یعنی اہلِ دنیا از شرہ
کوّا یعنی دنیادار حرص کی وجہ سے
می دَوَد بروے نمی یابد فرہ
دوڑ رہا ہے اُس پر غلبہ نہیں پاتا ہے

اہلِ دنیا در پئے دنیائے دُوں
دنیادار، کمینی دنیا کے پیچھے
می دَوَند و می پرند اے ذو فنوں
اے ہنرمند! دوڑتے ہیں اور اُڑتے ہیں

لیک آں مکّارہ زیشاں می رمد
لیکن وہ مکّارہ اُن سے بھاگتی ہے
در پئے آں مردِ حقّانی دَوَد
ربّانی مرد کے پیچھے دوڑتی ہے

می رمد آں مردِ حقّانی ازو
وہ ربّانی مرد اُس سے بھاگتا ہے
جستجویش می کند آں زشت خو
وہ بدعادت اُس کی جستجو کرتی ہے

می کند او در پئیش پرواز ہا
وہ اُس کے پیچھے اڑانیں بھرتی ہے
لیک وے بر می جہد چوں باز ہا
لیکن وہ بازوں کی طرح بھاگتا ہے

[1] عالَمِ امر۔ وہ عالم جو کلمۂ کُن سے وجود میں آیا ہے۔ عالمِ خلق۔ وہ عالم جو مادہ کے ذریعہ وجود میں آیا ہے۔ دو۔ روح اور جسم۔ نفسِ امّارہ۔ وہ نفس جو انسان سے بدی کرا
ئے۔ نفسِ لوّامہ۔ جو برائی کے صدور پر انسان کو ملامت کرتا ہے۔ [2] مُلہمہ۔ وہ نفس جو انسان کے دل میں بھلائی کے خیالات پیدا کرتا ہے۔ مطمئنہ۔ وہ نفس ہے جس کو کمال
معرفت حاصل ہوجاتی ہے۔ مرغ۔ کبوتر اُس شخص کی مثال ہے جو دنیا سے بھاگتا ہے۔ مرغِ زرّیں دنیا ہے جو اسکے پیچھے لگی ہے اور کوّا دنیادار ہے۔
[3] روشتافت۔ رو دشتافت۔ خاک بیز۔ دنیادار۔ شرہ۔ حرص۔ شرہ۔ فرہ۔ غلبہ۔ مکّارہ۔ بھیڑیا۔

ہا! بیا کاں سہ پسر از کاہلی
ہاں، آ، وہ تینوں لڑکے کاہلی کے ذریعہ

طالبِ حکم اندزاں قاضی ولی
اُس صاحبِ اختیار قاضی سے فیصلے کے طلبگار ہیں

عرض نمودن آں سہ پسر بجناب قاضیِ پُر ہنر فتویٰ خواستن در بابِ میراثِ پدر
اُن تینوں لڑکوں کا ہنرمند قاضی کی عدالت میں عرض کرنا اور باپ کی میراث کے بارے میں فتویٰ چاہنا

ہر سہ با قاضی بگفتند اے حمید
تینوں نے قاضی سے کہا اے محمود!

حالِ ما اینست کُن حُکمِ رشید
ہمارا یہ حال ہے صحیح فیصلہ کر دیجے

خلق بہرِ حکمِ اُو شُد مجتمع
لوگ اُس کے فیصلہ کے لئے جمع ہو گئے

ہر یکے ایں ماجرا را مستمع
ہر ایک اس قصہ کو سننے والا تھا

تا بداند آنچہ قاضی حکم کرد
تاکہ قاضی جو فیصلہ کرے اُس کو جان لیں

می چہ گوید اندریں آں مردِ فرد
وہ یکتا انسان اس معاملہ میں کیا کہتا ہے؟

گفت قاضی ایں ہمہ مالِ پدر
قاضی نے کہا، باپ کا یہ سارا مال

مرِ سوم[1] را گشت از حکمِ قدر
مقدر کے فیصلے سے تیسرے کا ہو گیا

خلق آمد در فغاں زیں ماجرا
لوگ اس فیصلہ سے فریاد کرنے لگے

کیں سخن را شرح کُن بہرِ خدا
کہ خدا کے لئے اس بات کی تشریح کیجئے

علمے زیں حکم حیرت ور شُدند
ایک جہاں اِس فیصلہ سے حیرت میں پڑ گیا

کیں دو چوں محروم مال و زر شُدند
کہ یہ دونوں مال و زر سے کیوں محروم ہوئے؟

کاہلی ہر سہ شُد باہم قریب
تینوں کی کاہلی قریب قریب ہے

وجہ ترجیحش چہ باشد اے لبیب
اے عقلمند! اُس کی ترجیح کی کیا وجہ ہے؟

گفت قاضی ہست کاہل تر سوم
قاضی نے کہا تیسرا زیادہ کاہل ہے

شُد فزوں تر اُو ز اول وز دُوم
وہ پہلے اور دوسرے سے زیادہ بڑھا ہوا ہے

زانکہ ایں کاہل بکارِ آخرویست
کیونکہ یہ آخرت کے کام میں کاہل ہے

چُست و چابک در امورِ دنیویست
دنیوی معاملوں میں چُست اور چالاک ہے

برگزید اُو کارِ دنیا بر نماز
اُس نے دنیا کے کام کو نماز پر ترجیح دی

ایں بُوَد خود کاہلیِ اہلِ آز
اہلِ حرص کی کاہلی یہی ہوتی ہے

کاہلی در کارِ دنیا چُستی ست
دنیا کے کام میں کاہلی چستی ہے

کاہلی[2] از نار و جنت سُستی ست
جہنم اور جنت سے کاہلی سستی ہے

مَردِ کاہل بہرِ حق کاہل بُوَد
اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں کاہل شخص کاہل ہوتا ہے

کاہل از دارین بس عاقل بُوَد
دونوں جہانوں سے کاہل بہت عقلمند ہوتا ہے

بہرِ ذاتِ حق گذارد ہر دو را
اللہ تعالیٰ کی ذات کیلئے دونوں کو چھوڑ دیتا ہے

ایں چنیں کاہل بُوَد مردِ خدا
مردِ خدا، ایسا ہی کاہل ہوتا ہے

کاہلیِ اولیں در زُہد بُرد
پہلے کی کاہلی زہد میں لی گئی

کرد اسباغِ وضو قطرہ نخُورد
اس نے وضو مکمل کیا، ایک قطرہ نہ پیا

بر امیدِ جنت اُو بردے کشید
اُس نے جنت کی اُمید پر سردی برداشت کی

نفس را ہم از عطش گردن بُرید
پیاس سے نفس کی گردن بھی کاٹ دی

واں دوم[3] ہم از بہرِ حق کاہل شُدست
اور وہ دوسرا اللہ تعالیٰ کیلئے کاہل بنا

از متاعِ ہر دو کوں غافل شُدست
دونوں جہان کے سامان سے غافل ہوا

غیرِ حق را چوں ندید اُو ہیچ قدر
خدا کے سوا کی چونکہ اس نے کوئی قدر نہ دیکھی

کاہلیِ اوست از چُستی و مکر
اُس کی کاہلی چستی اور تدبیر کی وجہ سے ہے

کاہلیِ عقبیٰ مُرادم چابکی ست
آخرت کے کام میں کاہلی سے میری مراد چستی ہے

در توکل کاہلی و بے تگی ست
کیونکہ، کاہلی اور کوشش نہ کرنا توکل کی وجہ سے ہے

مالِ عقبیٰ بہرِ ایں کاہل بُوَد
آخرت کا مال اِس کاہل کے لئے ہوتا ہے

مالِ دنیا بہرِ آں کاہل بُوَد
دنیا کا مال اُس کاہل کے لئے ہوتا ہے

---

[1] مرِ سوم۔ جس نے نماز بھی کھوئی اور بیل بھی کھو دیا۔ کارِ آخروی بیل کے چرانے کی فکر میں نمازیں قضا کر دیں۔ ساتھ ہی دنیوی بیل کو اچھی اچھی گھاس کھلاتا رہا اور اُس کی فکر میں لگا رہا۔ کاہلی در کارِ دنیا۔ جو دنیاوی معاملہ میں کاہلی برتے وہ دراصل چست ہے۔ [2] کاہلی از نار۔ جو آخرت کے معاملہ میں سستی برتے دراصل کاہل وہ ہے۔ اولیں۔ پہلے لڑکے نے وضو خوب کیا تو آخرت کے کام میں چستی دکھائی خود پانی نہ پیا تو دنیا کے کام میں سستی دکھائی۔ [3] دوم۔ دوسرے لڑکے میں توکل بڑھا ہوا تھا تو آخرت کے معاملہ میں چست تھا، کارِ دنیا میں کاہل تھا۔ مالِ عقبیٰ۔ یہ دوسرا آخرت کے مال کا وارث ہے۔ مالِ دنیا۔ دنیا کا مال تیسرے کے لئے ہے کیونکہ کامل کاہل یہی ہے یہ دنیا کے کام میں چست اور آخرت کے کام میں کاہل ثابت ہوا۔

زاین سوم کو کارِ حق را خوار کرد
اور اس تیسرے نے اللہ کے کام کو ذلیل کیا
بہرِ گاوے شد فدا روزش بدرد
بیل کے لئے اُس کا دن تکلیف کے ساتھ قربان ہوا
کاہل و جاہل زجملہ ایں کس ست
سب سے زیادہ کاہل اور جاہل یہ شخص ہے
دولتِ دنیا مر ایں کس را بس ست
دنیا کی دولت اس کے لئے کافی ہے
واں[۱] دو را عقبیٰ و ایں را دولت ست
اُن دونوں کے لئے آخرت اور اس کے لئے دنیا کی
نیست ایں دولت بپایاں ذلت ست
انجام کار یہ دولت نہیں ہے ذلت ہے
زیں سبب فرمود پیغمبر مگر
شاید پیغمبر نے اسی لئے فرمایا
اِنَّهٗ لَوْ کَانَ لِلدُّنْیَا قَدَرْ
بیشک، اگر دنیا کی قدر ہوتی
مَا سَقٰی مِنْهَا لِکَافِرْ شُرْبَۃً
کافر کو اس میں سے ایک گھونٹ نہ پلاتا
بلکہ می انداختت بر وے صد محن
بلکہ اس پر سو مشقتیں ڈال دیتا

در بیانِ معنیِ ایں حدیث کہ
اس حدیث کے معنی کے بیان میں کہ دنیا
اَلدُّنْیَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّۃُ الْکَافِر
مومن کا قید خانہ اور کافر کی جنت ہے

ہست دنیا جنت آں کفار را
دنیا کافروں کے لئے جنت ہے
اہلِ فسق و ظلم و آں اشرار را
فاسقوں اور ظالموں اور اُن شریروں کے لئے
بہرِ مومن ہست زنداں ایں مقام
یہ جگہ مومن کے لئے قید خانہ ہے
نیست زنداں جای عیش و احتشام[۲]
قیدخانہ عیش اور حشمت کی جگہ نہیں ہے

جہد کن تا خود ازیں زنداں رہی
کوشش کر تاکہ تو اس قیدخانہ سے نجات پائے
مخلصی جاں را ازیں محبس دہی
جان کو اس قیدخانہ سے چھٹکارا دیدے
زود فکرِ ژرف می باید گزید
بہت جلد گہرا فکر اختیار کرنا چاہئے
یا ازیں زنداں بروں باید کشید
اس قیدخانہ سے پاؤں باہر نکالنا چاہئے
آشیانِ تست عرشِ اعتلا
تیرا آشیانہ بلندی کا عرش ہے
چوں بیفتادی دریں دامِ بلا
تو مصیبت کے اس جال میں کیوں گر پڑا؟
ہیچ ناری یاد ازاں کاشانہ
تو کبھی اُس محل کو یاد نہیں کرتا ہے
مست گشتی چوں بریں کہدانہ
تو اس پائے خانہ پر کیسا مست ہو گیا ہے؟
می دہندت دانہ عمرت می خرند
تجھے دانہ دیدیتے ہیں، تیری عمر خرید لیتے ہیں
گاوِ گردوں زرعِ عمرت می چرند
آسمان کے بیل تیری عمر کی کھیتی چر جاتے ہیں
روزیِ ہر روزہ پنداری تو مفت
تو ہر دن کی خوراک مفت سمجھتا ہے۔
عمرِ ہر روزہ بگیرند ایں شگفت
ہر روز تیری عمر لے لیتے ہیں یہ تعجب ہے
تو بدانہ دام را بگزیدۂ
تو نے دانہ کی وجہ سے جال کو پسند کر لیا ہے
وز لئیمی بر فخے پیچیدۂ
اور کمینہ پن سے جال میں اُلجھ گیا ہے
رو بداں سو کز برون کاشانہاست
جا، اُس جانب جو باہر محلات ہیں
آں سوی چرخ بریں بس دانہاست
اس بلند آسمان پر بہت دانے ہیں

لب ببند از گفتگوی ایں و آں
اِس اور اُس کی بات سے ہونٹ بند کرلے
تا بیابی نورِ حق در دل عیاں
تاکہ تو اللہ (تعالیٰ) کے نور کو دل میں ظاہر پائے
خویش را رسوای عالم کردۂ
تو نے اپنے آپ کو رسوائے عالم بنا لیا ہے
بہرِ تصویرِ جہاں چوں گردۂ
جبکہ تو دنیا کی تصویر کے لئے نقشہ ہے
لوحِ تو پُر از خیالاتِ جہاں
تیری تختی دنیا کے خیالات سے پُر ہے
فکر و ذکرش چوں شود در دل جہاں
اس کا فکر و ذکر دل میں کیسے پیدا ہو سکتا ہے!
از ہمہ می بُر بُرو پیوند کن
سب سے کٹ جا، اُس سے جُڑ جا
بر درِ یک یار خود را بند کن
ایک یار کے در پر اپنے آپ کو پابند کر
یارِ ہرجائی ترا مرغوب نیست
ہرجائی یار تجھے پسند نہیں ہے
کے سزد آں را کہ چوں او خوب نیست
اُسکے لئے کب مناسب ہو جس کی طرح کا کوئی حسین نہیں ہے

حکایت بر سبیلِ تمثیل
تمثیل کے طور پر ایک حکایت

بُد زنے سیمیں تنے عشوہ گرے
ایک چاندی جیسے بدن والی ناز دکھانے والی عورت تھی
بر زمیں تاباں چو فرخ اخترے
زمین پر مبارک تارے کی طرح روشن
زلف و رخسار و لبش رشکِ حور
اس کی زلف اور رخسار اور ہونٹ حور کا رشک تھے
در زنخدانش دلِ خلقے حصور
اُس کی ٹھوڑی میں لوگوں کا دل گِھرا ہوا تھا

۱ واں دو۔ پہلے اور دوسرے کو آخرت ملے گی تیسرے کو صرف دنیا کی دولت جو در اصل ذلت ہے۔ رہائیگی۔ پیغمبرؐ۔ آنحضورؐ نے فرمایا اگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا کی پر پشہ کی برابر بھی قدر ہوتی تو کافر کو ایک گھونٹ پانی نہ دیتا۔ ۲ احتشام۔ صاحب شوکت و حشمت ہونا۔ محبس۔ قیدخانہ۔ ژرف۔ گہرا۔ اعتلا۔ بلند ہونا۔ کہدانہ۔ بیت الخلاء۔ فخ۔ جال۔ گردہ۔ وہ تختی جس پر نمونہ کیلئے نقش نگار بناتے ہیں۔ جہاں۔

[illegible]

از تبختر[1] چوں تذروِ خوش نہاد
نازسے چلنے میں خوش فطرت چکور کی طرح (تھی)،

بر سرِ کوئی گذارے اوفتاد
اس کا کوچہ پر سے گذر ہوا

اتفاقاً یک جوانے تفتہ دل
اتفاقاً ایک جوان سوختہ دل

شد دوچار اوزد ستش رفتہ دل
اس کے سامنے آگیا اس کا دل بے قابو ہوگیا

دید او را گشت تصویرِ خیال
اس نے اس کو دیکھا، تصویرِ خیال بن گیا

رفت ہوش از سر بجانش صد نکال
ہوش سر سے روانہ ہوگیا، اُس کی جان میں سو فکر آ...

گشت چوں تصویر حیراں اندرو
اس میں تصویر کی طرح حیران ہوگیا

چشم برہم می نزد از شوقِ او
اس کے شوق سے پلک نہ جھپکاتا تھا

زن چو او را والہ و شیدا بدید
عورت نے جب اس کو عاشق اور شیدا دیکھا

تیرِ عشقِ او بجانِ زن رسید
اس کے عشق کا تیر عورت کی جان میں لگا

گفت اے سادہ چہ می بینی بگو
اس نے کہا، اے بھولے! کیا دیکھ رہا ہے بتا؟

از چہ حیراں گشتی اے آئینہ رو
اے آئینہ رُو! تو کس چیز سے حیران ہو گیا ہے؟

رو برائے کارِ خود آمادہ باش
جا، اپنے کام پر آمادہ رہ

پا بزنجیرے مَنہ آزادہ باش
پاؤں میں زنجیر نہ ڈال، آزاد رہ

گفت عشقت ہوش و عقلِ من ربود
اس نے کہا تیرا عشق میرا ہوش اور عقل لے اُڑا

کو مرا پروائے کارِ نفع و سود
مجھے نفع اور فائدہ کے کام کی پروا کہاں ہے؟

جز تو کارِ دیگرم باقی نماند
میرے لئے تیرے سوا دوسرا کام نہیں رہا

عشقِ تو در بسترم خارے فشاند
تیرے عشق نے میرے بستر پر کانٹے بچھا دیئے

کاروبارِ من بجز عشقِ تو نیست
میرا کاروبار تیرے عشق کے سوا نہیں ہے

حسنِ تمثیلِ تو جاں را رہزنیست
تیری تصویر کا حسن، جان کا رہزن ہے

گفت ہیں واپس نگر ہمشیرِ من
اس نے کہا خبردار! پیچھے دیکھ میری ہمشیر

از عقب می آید آں غنچہ دہن
پیچھے آرہی ہے، وہ غنچہ دہن

صد رہ از من در جمال او خوب تر
وہ مجھ سے حسن میں سو گنا بڑھی ہوئی ہے

کہ نیرزد پیش روئے او قمر[2]
کیونکہ اس کے رُخ کے مقابلہ میں چاند کسی قیمت...

آں جوانِ سادہ رو از وے بتافت
اُس بھولے جوان نے اس سے منہ موڑ لیا

سوئے محبوبے نشاں کز وے نیافت
اس محبوب کی جانب جس کا نشان نہ پایا

زن بر وئش زد طپانچہ آنچناں
عورت نے اس کے منہ پر ایسا طمانچہ مارا

کہ بر و صد رشک بُردے ارغواں
کہ گُلِ بابونہ اس پر سو رشک کرے

گفت اے ابلہ اگر تو عاشقی
بولی اے بیوقوف! اگر تو عاشق ہے

در بیانِ دعوئے خود صادقی
اپنے دعوے کے بیان میں تو سچا ہے

سوئے غیرِ من چرا کردی نظر
میرے غیر کی جانب تو نے نظر کیوں کی؟

دعوئے عشق ایں بود اے خیرہ سر
اے پراگندہ دماغ! عشق کا دعویٰ یہ ہوتا ہے

ایں چنیں باشد وفائے عاشقاں
عاشقوں کی وفا، ایسی ہوتی ہے

رو بغیر آرند ظاہر یا نہاں
ظاہر یا پوشیدہ دوسرے کی طرف رُخ کرتے ہیں!

چونکہ دید غیر در عشقِ مجاز
جبکہ مجازی عشق میں دوسرے کو دیکھنا

ننگِ عشق آمد حقیقت را چہ ساز
عشق کا عیب ہے تو حقیقت سے کیا تعلق!

عاشقِ حقی و بینی غیر را
تو اللہ (تعالیٰ) کا عاشق ہے اور غیر کو دیکھتا ہے

کعبہ می خواہی کہ سازی دیر را
تو کعبہ چاہتا ہے! جبکہ بتخانہ کا ارادہ کرتا ہے

کلمگے داری بروئے دل زغیر
تو دل پر غیر کا زخم رکھتا ہے

وانگہاں خواہی بکوئے دوست سیر
پھر دوست کے کوچہ میں سیر چاہتا ہے

تا فشک داری بکشتانِ وجود
جب تک تو وجود کے کھیت میں ... رکھتا ہے

حبِ حبُ اللہ در وے کشتن چہ سود
اس میں اللہ (تعالیٰ) کی محبت کا دانہ بونے سے کیا فائدہ؟

غیر او را از نظر بیروں فگن
اس کے غیر کو نظر سے باہر پھینک دے

چشمِ دل نہ بر جمالِ ذوالمنن
احسانوں والے کے حسن پر دل کی آنکھ رکھ

کیست دیگر در جہاں غیر از خدا
دنیا میں خدا کے علاوہ دوسرا کون ہے؟

از چہ احول گشتۂ اے ژاژ خا
اے بیہودہ گو! تو بھینگا کیوں ہوا ہے؟

خود توئی گر غیرِ حق خود را بسوز
اگر تو خود حق کا غیر ہے تو خود کو جلادے

چشمِ دل بر وحدہٗ ہر دم بدوز
دل کی آنکھ ہر وقت اس تنہا پر لگا

[1] تبختر۔ نازسے چلنا۔ تذرو۔ چکور۔ زن۔ عورت۔ کے دل میں اس عاشق کا عشق پیدا ہوگیا۔ آئینہ رو حیران۔ زنجیرے یعنی عشق کی زنجیر۔ گفت۔ عورت نے بہکانے کیلئے کہا کہ میری بہن مجھ سے زیادہ حسین ہے وہ پیچھے آرہی ہے۔ آں جواں۔ وہ جوان پیچھے کو مڑ کر دیکھنے لگا لیکن اسنے کوئی عورت آتی ہوئی نہ دیکھی [2] زن۔ عورت نے اس کے طمانچہ مارا کہ اگر تو میرا عاشق ہے تو تم نے دوسری کیطرف نظر اٹھا کر کیوں دیکھنا چاہا۔ بکواس...

[illegible]

جز وجودِ مطلق و ہستیِ پاک
وجودِ مطلق اور پاک ہستی کے سوا
آنچہ آید در خیالت ہست خاک
جو کچھ تیرے خیال میں آئے، خاک ہے
تو کجا و من کجا عالم کجا
تو کہاں اور میں کہاں، عالم کہاں؟
ہست یک نورِ منزہ اے فتا
اے نوجوان! ایک پاکیزہ نور ہے
ظاہر و باطن نہان و آشکار[1]
ظاہر اور باطن، پوشیدہ اور کھلا
شمع یک شمع ست قندیلش ہزار
شمع تو ایک شمع ہے اسکے قندیل ہزار ہیں
در ہزاراں آئینہ یک صورت ست
ہزاروں آئینوں میں صورت ایک ہے
زیں تکثر ہم خرد را حیرت ست
اس کثرت سے بھی عقل حیرت میں ہے
کثرتِ آئینہ آمد از کجا
آئینہ کی کثرت کہاں سے آئی؟
ایں ز اسما و صفات ست اے کیا
اے بزرگ! یہ اسماء اور صفات کی وجہ سے ہے
ایں سخن پایاں ندارد لب بہ بند
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے ہونٹ بند کرلے
ہر دو لبہای مرا بربستہ قند
شکر نے میرے دونوں ہونٹ سی دیئے ہیں
زیں شکر ہر دو لبِ من بستہ شد
اس شکر سے میرے دونوں ہونٹ بستہ ہو گئے
وز قیودِ گفتگو دل رستہ شد
اور گفتگو کی بیڑیوں سے دل نجات پا گیا

رجوع بحکایت شاہزادۂ سوم کہ
تیسرے شہزادے کی حکایت کی طرف رجوع
از بادشاہ شرفِ قرابت و عزّ و
جس نے بادشاہ سے رشتہ داری کا شرف اور

وجاہت یافت و بمنزل گاہ
عزت اور وجاہت پائی ہم کے حورِعین سے
زوّجناهم بحورٍ عینٍ شتافت
ان کی شادی کر دی، کی منزلگاہ کی طرف دوڑ گیا

اے حسام الدین شہِ ملکِ یقیں
اے حسام الدین! ملکِ یقین کے شاہ
حالِ شہزادہ سوم بر گو تو ہیں
ہاں آپ تیسرے شہزادے کا حال بیان کریں
اے ضیاء الحق حسام الدین حسن
اے ضیاء الحق حسام الدین حسن!
جذبِ جاں کردی تو چوں بادِ یمن[2]
آپ نے یمن کی ہوا کی طرح جان جذب کرلی
می کشد ما را ابر عرشِ علا
ہمیں بلندی کے عرش پر کھینچتا ہے
پرِ پروازت چو جبریلِ صفا
تیرا پرِ پرواز جبریلِ باصفا کی طرح
بردہ جاں را تو در باغِ خلود
آپ جان کو ہمیشگی کے باغ میں لے گئے
سینہ ام پر گل از الستے ودود
اے محبوب! اسی لئے میرا سینہ پھولوں سے پُر ہے
خود ز تست ایں گفتگوئے پر شکر
یہ شکر بھری گفتگو آپ کی جانب سے ہے
کز زبانم می تراود شعرِ تر
کہ میری زبان سے تازہ شعر ٹپک رہے ہیں
حالِ خود را بر زبانم گفتہ
آپ نے اپنی حالت میری زبان سے بیان کی ہے
خود تو دانی چونکہ ایں دُر سُفتہ
چونکہ آپ نے یہ موتی پروئے ہیں آپ خود جانتے ہیں
من نے خالی بدم نائی توئی
میں خالی نے ہوں نوازنے والے آپ ہیں
مثنوی را گر بیفزائی توئی
اگر مثنوی کو بڑھا رہے ہیں تو آپ ہیں

نالۂ من از دمِ گرمِ تو ہست
میرا نالہ آپ کے گرم سانس کی وجہ سے ہے
لطفِ تو ایں تہمتے بر من بہ بست
آپ کی مہربانی نے مجھ پر یہ تہمت باندھی ہے
اختتامِ مثنوی خود کردہ
مثنوی کا اختتام آپ نے کیا ہے
خود تو میگوئی ولے در پردہ
خود آپ کہہ رہے ہیں لیکن آپ پردے میں ہیں
ایں من و ما جز کہ پردہ بیش نیست
یہ من و ما پردے کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے
پیشِ آں عقلِ مآل اندیش نیست
انجام سوچنے والی عقل اس کے سامنے نہیں ہے
در صور گر کثرتے بینی عیاں
تو اگر صورتوں میں کثرت ظاہر دیکھتا ہے
معنیِ جملہ یکیست اے نکتہ داں
اے نکتہ داں! حقیقت سب کی ایک ہے
شمع در آئینہ خانہ گر نہی
اگر تو شیش محل میں شمع رکھ دے
پیشِ ہر آئینہ اش را ہے دہی
ہر آئینہ کے سامنے تو اس کو راہ دیدے گا
در حقیقت یک بود اے ہوشیار
اے ہوشیار! حقیقت میں وہ ایک ہے
پیشِ چشمِ تو نمایاں صد ہزار
تیری آنکھ کے سامنے ہزاروں نمایاں ہیں
ذاتِ شمع آں یک بود از کثرتے
شمع کی ذات ایک ہے، کثرت کی وجہ سے
مر ترا ز آئینہ باشد حیرتے
تجھے آئینہ سے حیرت ہوگی
بے تکثر شمع یک چوں شد ہزار
بغیر کثرت کے جب ایک شمع ہزار ہو گئیں
وحدتِ ہستیِ مطلق ہوشدار
مطلق ہستی کی وحدت کو سمجھ لے

[1] ظاہر۔ جملہ کائنات صرف ایک نورِ وحدت کا مظہر ہے ایک روشنی مختلف رنگ کے آئینوں میں سے مختلف نظر آتی ہے۔ اتی۔ خالص ذات وحدت ہے تشخص ہے یہ تکثر اسماء صفات کے مظاہر ہیں۔ [2] بادِ یمن۔ آنحضورؐ نے اشارہ فرمایا تھا کہ مجھے یمن کی جانب سے خدائی سانس کی خوشبو محسوس ہوتی ہے اسکا مصداق دو شخص تھے حضرت اویس قرنیؓ
کی جانب آنحضورؐ میں پیدا ہوئی تھی یا آپ پرہ زیادہ ہے۔ نائی۔ نے نواز۔ اختتام۔ یہ خاتمہ

گر بپرسی[1] آئینہ شد از کجا
اگر تو پوچھے آئینہ کہاں سے پیدا ہوا؟

شمع ہست آں خود قدیم و باضیا
وہ شمع خود قدیم اور منور ہے

آئینہ داں جملہ اسما و صفات
تمام اسماء و صفات کو آئینہ سمجھ

اقتضا کردند فضل کائنات
جنہوں نے بقیہ کائنات کو چاہا

زیں سخن بگذر کہ شہزادہ سوم
اس بات سے گزر کیونکہ تیسرے شہزادے نے

چوں شنید از مرگ آں دادر[2] دوم
جب دوسرے بھائی کی موت کے بارے میں سنا

بیان حال شہزادہ سوم کہ
تیسرے شہزادے کے حال کا بیان جس

بعد مرگ برادر دوم تقرب
نے دوسرے بھائی کے مرنے کے بعد شاہ کا

سلطان و قرب و عرفان
تقرب اور قربت و معرفت

یافت
حاصل کرلی

حاضر آمد در جناب پادشاہ
وہ بادشاہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا

طالب محبوب خود با درد و آہ
اپنے محبوب کا درد اور آہ کے ساتھ طالب بنکر

پس معرف گفت بہر مصلحت
مصلحت کے طور پر تعارف کرانیوالے نے کہا

کیں سوم بیش ست جائے مرحمت
کہ یہ تیسرا زیادہ رحم کا مستحق ہے

ہر دو بازویش بعشق تو شکست
اس کے دونوں بازو آپ کے عشق میں شکستہ ہوگئے

مر شکستش را جبیرہ[3] بستن ست
اس کی شکست پر پٹی باندھنی ہے

شاہ رحمت کرد اورا پیش خواند
شاہ نے رحم کیا اس کو آگے بلایا

وز تلطف بر سریر خود نشاند
اور مہربانی سے اپنے تخت پر بٹھایا

گرچہ میدانست حالش را بکشف
اگرچہ وہ اس کی حالت کو کشف کے ذریعہ جانتا تھا

جملہ می پرسید برای شگرف
عجیب رائے سے تمام (احوال) پوچھتا رہا

آنچناں از لطف پرسشہا نمود
مہربانی سے اس قدر پرسش کی

کاں غم و کربت زجان او ربود
کہ وہ غم اور مصیبت اس کی جان سے نکال دی

آں برادر مردہ را تدفیں نمود
اس نے مردہ بھائی کی تدفین کردی

زندہ را با روح خود تضمیں نمود
زندہ کو اپنی روح سے وابستہ کرلیا

بعد چندیں صحبت او گرم شد
تھوڑے دن بعد اس کی صحبت گرم ہوگئی

شاہ را بروے بسے دل نرم شد
اس پر بادشاہ کا دل بہت نرم ہوگیا

بوتہ[4] و پوتک مر او را جملہ داد
بڑا چھوٹا خزانہ سب اس کو دے دیا

داخل شاہانہ بہر او کشاد
دیوان خانہ اس کے لئے کھول دیا

از دم جان بخش شاہ بحر جود
سخاوت کے سمندر جان عطا کرنیوالے شاہ کے دم سے

غنچۂ او در شگفتن رو نمود
اس کا غنچہ کھلنے لگا

رازہا اندر دلش تخمیر گشت
اس کے دل میں بہت سے راز پوشیدہ ہوگئے

ہمچو آں دومیں ہمہ تنویر گشت
وہ منجھلے بھائی کی طرح مجسم نور بن گیا

منزل قرب وجود و معرفت
قرب وجود اور معرفت کی منزل میں

بیشتر زاں دومیں شد در صفت
صفت میں اس منجھلے بھائی سے زیادہ ہوگیا

کسب ہا می کرد و رہ طے می نمود
مجاہدے کرتا تھا اور راستہ طے کرتا تھا

جہد ہا می کرد و نورش می فزود
وہ کوشش کرتا تھا اور اس کا نور بڑھتا تھا

لیک او خود عبرتے بگرفتہ بود
لیکن اس نے خود ایک عبرت حاصل کرلی تھی

زاں دو[5] دادر پندہا پذرفتہ بود
ان دونوں بھائیوں سے نصیحت قبول کرلی تھی

عقبہائے راہ وا دانستہ بود
وہ راستہ کی گھاٹیوں کو خوب جان چکا تھا

حزمہا می کرد و بد شائستہ خود
احتیاطیں برتتا تھا اور خود شائستہ تھا

دید کاں اول زعجلت جاں بداد
اس نے دیکھا کہ اس پہلے نے جلدی میں جان دیدی

واں دوم را عجب در گورے نہاد
اور اس دوسرے کو خود بینی نے قبر میں رکھ دیا

مرد را باید کہ اندر راہ یار
انسان کو چاہیئے کہ یار کے راستہ میں

در تانّی[6] کوشد و صبر و قرار
آہستہ روی اور صبر و قرار سے کوشش کرے

زیں سبب فرمود احمد مجتبیٰ
احمد مجتبیٰ نے اسی لئے فرمایا ہے

رفق راس الحکمۃ آمد اے فتیٰ
اے نوجوان! نرمی دانائی کی جڑ ہے

ابن مسعودؓ از پیمبرؐ نقل کرد
ابن مسعودؓ نے پیغمبرؐ سے نقل کیا ہے

نصف ایمان ست صبر اے نیک مرد
اے نیک مرد! صبر نصف ایمان ہے

---

[1] گر بپرسی۔ ذات ایک ہے صفات میں کثرت ہے اور یہ کائنات صفات کا مظہر ہے۔ [2] دادر۔ برادر۔ [3] جبیرہ۔ ٹوٹے ہوئے عضو کو کسنے کی پٹی۔ [4] بوتہ و پوتک۔ بڑا اور چھوٹا خزانہ۔ [5] زاں دو دادر۔ بڑے نے عجلت میں جان دی چھوٹے کو تکبر نے مار ڈالا۔ [6] تانّی۔ آہستہ روی۔ [illegible] آنحضورؐ نے فرمایا ہے کہ آہستہ روی تمام بھلائیوں کی جڑ ہے۔

ورنہ حُسنِ یار نورِ مُطلق ست
ورنہ یار کا حُسن نورِ مُطلق ہے
چشمِ دل اندر جمالش مُندَق[۵۱] ست
اُسکے جمال میں دل کی آنکھ پارہ پارہ ہے
تاب ناری دیدنش را یک بیک
تو یک بیک اُس کے دیکھنے کی تاب نہیں لاسکتا
آئینہ مصقول میکن سیکنک
آئینہ پر آہستہ آہستہ صیقل کر
ایں تانی بہرِ استعداد ہست
یہ آہستہ روی استعداد کے لئے ہے
کے جمالِ بے حجابش در بہ بست
اُسکے بے حجاب جمال نے دروازہ کب بند کیا ہے؟
یار چوں شمس ست در وسط السّما
یار آسمان کے وسط میں سورج کی طرح ہے
لیک اے خفاش کو چشمے ترا
لیکن اے چمگادڑ! تیری آنکھ کہاں ہے؟
رَو تو اوّل چشم را پیدا بکن
جا، تو پہلے آنکھ پیدا کر
بعد ازاں دیدہ بسویش وا بکن
اُس کے بعد اُس کی طرف آنکھ کھول
بر نتابی ورنہ آں نور و شروق
ورنہ اس نور اور چمک کی تو تاب نہ لا سکے گا
نجمِ تو گردد ز مہرش در خفوق
اُس کے سورج سے تیرا ستارہ غروب کر جائیگا
یا بمیری یا شوی دیوانہ خود
یا تو مرجائے گا یا دیوانہ ہو جائے گا
زیں سبب ہا اکثرے مجذوب[۵۲] شد
اسی وجہ سے بہت سے مجذوب ہوگئے ہیں

بر نتابد کاہ بارِ کوہ را
تنکا، پہاڑ کا بوجھ نہیں سہار سکتا
مرد باید ایں غم و اندوہ را
اِس رنج وغم کے لئے مرد چاہیئے
آں نخستیں دادرش تعجیل کرد
اُس کے پہلے بھائی نے جلدی کی
وصلِ عُریاں را طپاں تحصیل کرد
عُریاں وصل کو تڑپتے ہوئے حاصل کیا
چوں نبود آں وصلِ لُب درخورد او
چونکہ خالص وصل اُس کے مناسب نہ تھا
در طپش اُفتاد و خستہ مُرد او
وہ تڑپنے لگا اور خستہ ہوگیا اور مر گیا
تا کہ رفعِ ایں حجابِ تن نشد
جب تک جسم کا یہ پردہ نہ رہے
وصلِ عُریاں کے بدست آید لُد
جھگڑے سے عریاں وصل کب ہاتھ آتا ہے؟
لیک خیرِ عشق چوں تازد شتاب
لیکن عشق کا خیر جب جلد دوڑتا ہے
لقمہ گردد عاشق او را چوں کباب
عاشق کباب کی طرح اُس کا لقمہ بن جاتا ہے
زاضطرابِ عشق جلدیہا کُند
عشق کے اضطراب کی وجہ سے جلد بازی کرتا ہے
چکرہ را ہمچوں صدف لب وا کُند
سیپ کی طرح قطرے کیلئے منہ کھول دیتا ہے
لیک پیش از ابرِ نیساں فتحِ لب
لیکن ابرِ نیساں سے پہلے منہ کھولنا
نیست زاں حاصل بجز رنج و تعب
اُس سے سوائے تکلیف اور مشقت کے کچھ حاصل نہیں

زن نباشد طامثہ یا بالغہ
جو عورت حائضہ یا بالغہ نہ ہو
باشد از اغوائے نُطفہ زائغہ
وہ نطفہ کے گمرانے میں کجرو ہوتی ہے

داستانِ آں مطبخی کہ بدوں استعداد از راہِ تعجیل دل بوصلِ عُریاں نہاد و جاں بداد
اُس نان بائی کا قصّہ جس نے بغیر استعداد کے جلد بازی کے طور پر وصلِ عریاں کے ساتھ دل وابستہ کیا اور جان دے دی

عارفے[۵۳] را مطبخی ہمسایہ بود
ایک عارف کا ایک نان بائی پڑوسی تھا
بس سخی و عاقل و پُرمایہ بود
بہت سخی اور عقلمند اور سرمایہ دار تھا
اکثر استفسار کردے حالِ شیخ
اکثر شیخ کا حال معلوم کرتا
بستہ بودے چشم بر احوالِ شیخ
شیخ کے احوال پر آنکھ لگائے ہوئے تھا
چونکہ فقر از شانِ فخرِ اولیاست
چونکہ فقر اولیا کے فخر کی شان ہے
افتقار از سنتِ خیر الورٰی ست
حاجتمندی خیر الوری کی سنت ہے
با وجودِ حزمِ اخفای کمال
باوجود کمال کے اخفا کی پختہ کاری کے
گر شدے احیاناً او دانای حال
اگر وہ کبھی حال کا واقف کار بن جاتا

۵۱ مُندَق۔ ریزہ ریزہ۔ ایں تانی۔ آہستہ روی اسلئے ضروری ہے کہ تجھ میں استعداد پیدا ہوجائے اور اُس نور کو تحمل کرسکے۔ یا تجلی اگر بغیر استعداد کے تجلی پڑتی ہے تو سالک مرجاتا ہے یا دیوانہ ہوجاتا ہے۔ ۵۲ مجذوب۔ وہ انسان جس کے ہوش وحواس جذبِ الٰہی نے گُم کردیے ہوں۔ لُدّ۔ جھگڑا۔ مفتی صاحب نے جھگڑے کے معنی میں استعمال فرمایا ہے۔ چکّہ۔ قطرہ۔ صدف۔ سیپ۔ نیساں۔ چیت کا مہینہ اپریل۔ طامثہ۔ حائضہ۔ زائغہ۔ کجرو۔ ۵۳ عارف۔ صاحبِ معرفت شخص۔ ولی بزرگوں سے سُنا ہے کہ یہ قصّہ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اور اُس نان بائی کی قبر بھی اُن کے مزار کے پاس موجود ہے۔ مطبخی۔ نانبائی۔ اِفتقار۔ فقر میں مبتلا ہونا۔ آنحضورؐ کا ارشاد ہے "اَلفَقرُ فَخرِی" فقر میرا فخر ہے۔

خدمتے کردے بصد عجز و نیاز
سینکڑوں عاجزیوں اور نیازمندیوں سے خدمت کرتا
باکمالِ اعتقاد و امتیاز
پورے اعتقاد اور امتیاز کے ساتھ
اتفاقاً چند مہمانِ عزیز
اتفاقاً چند معزز مہمان
شُد تنق[1] روزے بآں صاحب تمیز
ایک روز اُن صاحب تمیز کے مہمان بن گئے
چونکہ فقدِ نُزل بُود و ہم عشا
چونکہ مہمانی کے سامان اور کھانے کا بھی فقدان تھا
مرد عارف گشت در رنج و عنا
(وہ) عارف مرد رنج اور تکلیف میں (مبتلا) ہو گیا
چوں لیکرم ضیفہٗ حکمِ رسولؐ
چونکہ چاہیئے کہ اپنے مہمان کا اکرام کرے رسولؐ کا حکم ہے
در دلِ عارف زنشتر بُد عجول[2]
وہ عارف کے دل میں نشتر سے زیادہ جلدی کرنیوالا تھا
یک دو بار از خانقہ تا خانہ رفت
ایک دو مرتبہ خانقاہ سے گھر تک گیا
تا کُند مہمانیِ شاں چُست و زُفت
تاکہ ان کی مہمانی اچھی اور بھرپور کریں
لیک در خانہ یسارِ اُو نبُود
لیکن اُن کے گھر میں مالداری نہ تھی
زیں سبب تشویشِ وقتِ اُو فزود
اس لئے ان کے وقت کی پریشانی بڑھ رہی تھی
مطبخی آں شیخ را برزغمِ طبع
نان بائی نے شیخ کو اُن کے مزاج کے خلاف
دید گہ در خانقہ گاہے بربع
کبھی خانقاہ میں کبھی گھر میں دیکھا
بر درِ اُو آمد و تفتیش کرد
وہ ان کے دروازہ پر آیا اور جستجو کی
ماجرا دریافت و بس تشویش کرد
معاملہ سمجھ گیا اور بہت پریشان ہوا

زُود از دوکان تُتماج و ثرید
فوراً دُکان سے دلیا اور پنیر
نان و قلیہ ماہیِ بریاں گزید
روٹی اور شوربا، بُھنی ہوئی مچھلی لی
بُرد نزدِ شیخ کاے مردِ خدا
شیخ کے پاس لے گیا کہ اے مردِ خدا!
صرف کن ایں جُملہ اے نور الہُدا
اے نورِ ہدایت! اس سب کو خرچ کر لیجئے
ہر کُجا خواہی مرآں را صرف کُن
آپ جہاں چاہیں اُس کو خرچ کر لیں
جملہ کردم مِلکِ تو از بیخ و بُن
میں نے جڑ اور بنیاد سے سب آپ کی ملک کیا
شیخ شاداں گشت و مہماناں نواخت
شیخ خوش ہو گئے، مہمانوں کو نوازا
جُملہ را زاں خوانِ نعمت سیر ساخت
اُس خوانِ نعمت سے سب کا پیٹ بھر دیا
آنچہ باقی ماند بخشید اہل را
جو کچھ بچا گھر والوں کو دے دیا
رفت تشویش و دلش[3] آمد بجا
اُنکی پریشانی رفع ہو گئی اور دل ٹھکانے آ گیا
مطبخی را گفت چہ خواہی بگو
نان بائی سے فرمایا تو کیا چاہتا ہے بتا؟
ہر دُرے خواہی ازیں دریا بجُو
مجھے جو موتی چاہیئے اِس دریا میں تلاش کرے
بحرِ مَن در جوش آمد ایں زماں
اس وقت میرا سمندر جوش میں آ گیا ہے
آنچہ می خواہی بگیر و وا ستاں
تو جو چاہے حاصل کر لے اور لے لے
مطبخی گفتا کہ از لُطفِ شما
نان بائی نے کہا آپ کی مہربانی سے
وُلد و مال و جاہ شُد حاصل مرا
اولاد اور مال اور رُتبہ مجھے حاصل ہے

نیست در دنیا بچیزے حاجتم
مجھے دنیا میں کسی چیز کی حاجت نہیں ہے
از رہِ شُکر و قناعت ساکتم
شکر و قناعت کے طریقہ پر میں خاموش ہوں
حق چو بیش از حاجتِ مَن رحم کرد
جب اللہ (تعالیٰ) نے میری ضرورت سے زیادہ عطا فرمایا
چوں کُنم دیگر طلب اے نیک مرد
اے نیک مرد! پھر اور کیا طلب کروں؟
باز چوں دریائے حق در جوش بُود
پھر چونکہ اللہ (تعالیٰ) کا دریا جوش میں تھا
عارف اندر خواہ خواہش میفزود
شیخ (اس سے) خواہش کے طلب کرنے میں اضافہ کرتے
مطبخی گفتا کہ می خواہم شہا
نان بائی بولا اے شاہ! میں چاہتا ہوں
ہمچو خود عارف کُنی بے فرق ہا
بغیر فرق کے اپنی طرح مجھے عارف بنا دیجئے
غیر ازیں دیگر مرا حاجت چو نیست
اِسکے علاوہ چونکہ میری کوئی حاجت نہیں ہے
زیں عطایم گر نوازی خوش فنیست
اگر آپ اِس بخشش سے مجھے نوازیں تو بہتر کام ہے
عارف اندر فکر رفت و گفت ہیں
عارف متفکر ہو گئے اور فرمایا خبردار:
زیں سوالِ خام رَو، دیگر گزیں
اِس ناقص سوال سے ہٹ جا دوسرا اختیار کر لے
گفت نے نے من ہمیں را خواستم
اُس نے کہا نہیں نہیں میں یہی چاہتا ہوں
وز سرِ مال و جہاں برخاستم
مال اور دُنیا کے خیال سے میں علیحدہ ہوں
گفت عارف گر چو من عارف شوی
شیخ نے فرمایا اگر تو میری طرح عارف بنے گا
غرقِ بحرِ لاشوی وز خود روی
"لا" کے سمندر میں غرق ہو جائیگا۔ اپنے سے جاتا رہیگا

[1] تنق۔ بمعنی مہمان۔ نُزل۔ مہمانی کا کھانا۔ عنا: مشقت۔ چوں۔ آنحضورؐ کا حکم ہے جو شخص مومن ہے اسکو چاہیئے کہ اپنے مہمان کا اکرام کرے۔ یہ حکم چونکہ رسولؐ کا حکم ہے اسلئے شیخ کے قلب پر نشتر سے بھی زیادہ اثر کر رہا تھا۔ [2] عجول۔ جلدی کرنیوالا۔ یسار۔ مالداری۔ برزغم طبع۔ خلافِ عادت۔ ربع۔ مکان۔ تتماج۔ چنے والی غذا جیسے دلیا، حریرا۔ [3] دلش۔ یعنی شیخ کی پریشانی جاتی رہی۔ وُلد۔ اولاد۔ خواہ یعنی بار بار اُس سے فرماتے تھے کہ مانگ لے جو مانگتا ہے۔ ہمچو خود۔ مجھے اپنا جیسا عارف خدا بنا دیجئے۔ زیں سوال۔ یہ تیری نامناسب درخواست ہے اس سے روگردانی کر۔ غرق۔ یعنی تو فنا ہو جائے گا۔

تار و پود اُسطقستت[۱] بگسلد
تیرے عناصر کا تانا بانا بکھر جائے گا
طوطیِ تو ایں قفس در دم ہلد
تیری طوطی فوراً پنجرے کو چھوڑ دے گی
گفت ازیں بہتر چہ باشد اے کریم
عرض کیا اے کریم! اس سے بہتر کیا ہوگا؟
واصلِ حق گشتہ برخیزم سَلیم
واصل بحق ہو کر میں سالم اٹھوں گا
گفت عارف اندرونِ حُجرہ آ
شیخ نے فرمایا، حجرے کے اندر آ جا
ساعتے بنشیں مراقب پیشِ ما
تھوڑی دیر مراقبہ کر کے میرے سامنے بیٹھ جا
خلوتے کردند آں عارف تمام
اُن شیخ نے پوری خلوت کر لی
صرفِ ہمت کرد در سقی المدام
شرابِ معرفت پلانے میں توجہ لگا دی
بعدِ یک ساعت چو بیروں آمدند
تھوڑی دیر کے بعد وہ جب باہر آ گئے
صورت و معنی ہمہ یکساں شدند
ظاہر اور باطن میں ایک سے ہو گئے
خلق ہم از جمعِ مثلیں خیرہ شد
دو یکساں کے جمع ہونے سے لوگ حیران ہو گئے
عقلِ جزوی از تمیز تیرہ شد
جزوی عقل امتیاز کرنے سے عاجز آ گئی
آخرش بعد از زمانے مُطلقے
انجام کار تھوڑی دیر کے بعد بھائی نے
در طپش جاں داد چوں مرغ اے اخی
اے بھائی! مرغ کی طرح تڑپنے میں جان دیدی

اَلغرض جاں را بجاناں باز داد
الغرض اس نے جان جاناں کو واپس دیدی
ہمچو شہزادہ نخستیں[۲] بے مُراد
پہلے بے مراد شہزادے کی طرح
نامُرادش گفتنم در صورت است
اُس کو میرا نامراد کہنا ظاہر میں ہے
ورنہ در معنی وصالِ حیرت است
ورنہ حقیقت میں وصال حیرت ہے
حبذا خرمن کہ ہیں برق اُو بسوخت
وہ کھلیان کیا ہی اچھا ہے جو اس بجلی سے جل گیا
تیرِ آں دلدار مرغِ جانش دوخت
اُس محبوب کے تیر نے اُس کی جان کے پرندکو بیندھ دیا
صورتِ تکمیل[۳] اگرچہ تام نیست
اگرچہ تکمیل کی صورت پوری نہیں ہے
وصل حاصل شد بمعنی خام نیست
وصل حاصل ہو گیا حقیقت میں ناقص نہیں ہے
حبذا جانے کہ در راہش دہی
وہ جان کیا ہی اچھی ہے جو تو اُسکی راہ میں دیدے
مرحبا آں سر کہ در کویش نہی
قابلِ تحسین ہے وہ سر جسکو تو اُسکے کوچے میں رکھدے
بہرِ اُو مُردن بہ از صد زندگیست
اُسکے لئے مر جانا سو زندگی سے بہتر ہے
کایں چنیں موتے بس فرخندگیست
کیونکہ اس طرح کی موت بہت مبارک ہے
ایں سخن را اندکے کوتاہ کُن
اس بات کو تھوڑا سا مختصر کر دے
وز حدیثِ آں سُوم آگاہ کُن
اور اُس تیسرے کی بات سے آگاہ کر

بیانِ حالِ شہزادہ سُوم الکسابِ
تیسرے شہزادے کے حال کا بیان اور اُس
اُو مرِ کمالاتِ صوری و معنوی و
کا صوری اور معنوی کمالات کو حاصل کرنا اور
صبر کردنِ اُو از بیانِ حاجت
اور اُس کا اپنی ضرورت کے بیان کرنے سے صبر
خود و بمحبوب خود رسیدن
کرنا اور اپنے مطلوب کو پہنچ جانا

واں سُوم شہزادہ با صد حزم و صبر
اور وہ تیسرا شہزادہ سو احتیاط اور صبر سے
می کشید از یم عرفاں ہمچو ابر
عرفان کے سمندر سے ابر کی طرح کھینچتا تھا
ہر شبے تازے ز صحبت ہائے شاہ
ہر رات کو شاہ کی صحبتوں سے ورثے
در دلش ز انوارِ وحدت ہا پگاہ
صبح کو وحدت کے انوار اُس کے دل میں
کسبِ استعداد و توفیرِ حکم
استعداد کا کسب اور حکمتوں کی زیادتی
می نمود از فیضِ شاہ اُو دمبدم
اُس کے لئے شاہ کے فیض سے دمبدم ظاہر ہوتی
در دلش ہر دم ز سلطاں چوں قمر
چاند جیسے شاہ کی جانب سے اُسکے دل میں ہر وقت
نورِ نو وارد شدے شام و سحر
صبح و شام نئے نور وارد ہوتے
دم نمی زد لیکن از مطلوبِ خود
وہ سانس نہیں لیتا تھا لیکن اپنے مقصود کیوجہ سے
داشت در دل شعلۂ محبوبِ خود
اپنے محبوب کے دل میں شعلہ رکھتا تھا

[۱] اُسطقس۔ چاروں عناصر۔ طوطی یعنی روح۔ سَلیم۔ یعنی تیر کی یاد سے بچا ہوا ہو۔ ہمت۔ یہ توجہ اتحادی کہلاتی ہے۔ مُدام۔ یعنی شرابِ وحدت و معرفت۔ مثلیں۔ یعنی خواجہ صاحب اور زمان بائی بالکل ایک۔ جیسے تھے اُن دونوں میں صورتاً بھی کوئی فرق نہ تھا۔ [۲] نخستیں۔ جس طرح پہلا شہزادہ عجلت کی وجہ سے مرا تھا۔ نامراد۔ میں نے اِن دونوں کو نامراد محض ظاہری طور پر مر جانے کی وجہ سے کہہ دیا ورنہ یہ وصال حیرت ہے کیونکہ دونوں نے محبوب کے فراق میں جان دی ہے۔ [۳] تکمیل۔ اگرچہ یہ سلوک کی تکمیل نہیں ہے لیکن بہرحال وصلِ یار تو حاصل ہو ہی گیا۔ حزم۔ پختہ کاری کرنا۔ یم بمعنی ۔۔ توفیر۔ زیادتی حاصل کرنا۔ آمدنی۔

باچنیں شاہِ پُراز جُود و سخا
ایسے جود اور سخاے پُر بادشاہ سے

حرفِ مطلب بر زباں آرم چرا
میں مطلب کا حرف زبان پر کیوں لاؤں؟

لُطفِ اُو بے گفتہ صد نعمت دِہد
اس کی مہربانی بغیر کہے سینکڑوں نعمتیں دیتی ہے

سُوئے گفتن چوں دلِ مَن بر جہد
کہنے کی جانب میرا دل کیسے کودے؟

بے طلب بخشید چوں جان و تنم
جبکہ اُس نے بغیر مانگے مجھ کو جان اور جسم عطا کیا

بر درش پس چوں تبورا کے زنم
پھر اُس کے دروازے پر ڈھڑی کیوں بجاؤں؟

شاہِ ما آئینۂ صافی دل ست
ہمارا شاہ صاف دل آئینہ ہے

خطرہ اَم را در دلِ شہ منزل ست
شاہ کے دل میں میرے خطرے کی منزل ہے

گر سزا وارم بداں دُرِّ ثمیں
اگر میں اُس قیمتی موتی کے لائق ہوں

خود شہم بنوازد از لُطفِ گزیں
پسندیدہ مہربانی سے خود بادشاہ مجھے نوازے گا

لُطفِ اُو ہر صاحبِ استعداد را
اُس کی مہربانی ہر صاحبِ استعداد کو

حسبِ حالش میدہد بے امترا
بے شک اُس کے حسبِ حال عطا کر دیتی ہے

ہر چکادے را کہ اہلیت بُوَد
جس کھوپڑی میں اہلیت ہوتی ہے

چترِ شاہی بر سرش از شہ رسد
شاہ کی جانب سے اُسکے سر پر شاہی چتر پہنچ جاتا ہے

نیست یکتارہ براں شہ چوں خفا
اُس شاہ پر جب سُوئی کا ٹکوا بھی مخفی نہیں ہے

در طلب پُویم جگارہ مَن چرا
میں طلب میں مختلف راستوں پر کیوں دوڑوں؟

از فضولی چوں سخن پیشش کُنم
اُس کے سامنے بیکار بات کیسے پیش کروں؟

از چہ پیدا حاجتِ خویشش کُنم
اُس پر اپنی حاجت کیوں ظاہر کروں؟

شاہِ ما روشن ضمیر ست و خبیر
ہمارا شاہ روشن ضمیر اور باخبر ہے

میدہد آخر مرادِ دل بدیر
انجام کار دل کی مراد دے دیتا ہے

صبر کُن اے دل کہ مفتاحِ خوشی ست
اے دل! صبر کر کیونکہ وہ خوشی کی کنجی ہے

در میانِ صبر بس عیش و خوشی ست
صبر میں بہت عیش اور خوشی ہے

شاہ روزے گفت کاے جانِ کرم
ایک دن شاہ نے کہا اے جانِ کرم!

بحرِ صبر و حِلمی و کانِ کرم
تو صبر اور حلم کا سمندر اور کرم کی کان ہے

خاطرم زیں سلطنت بگرفتہ اَست
میری طبیعت اس سلطنت سے ملول ہے

دل بتختِ اوجِ وحدت بستہ است
وحدت کی بلندی کے تخت سے دل وابستہ ہے

جانشینِ مَن شو و خود کامراں
میرا جانشین بن جا اور خود کام چلا

تا رہم مَن از خراشِ این و آں
تاکہ میں اِس اور اُس کی خلش سے نجات پا جاؤں

رُو بخلوت خانۂ خاصے کُنم
میں اب خاص خلوت خانہ کا رُخ کرتا ہوں

از سخن گفتن مَن اکنوں تن زنم
میں اب بات کرنے سے خاموش ہوتا ہوں

گفت پیغمبرؐ کلام ار فضہ اَست
پیغمبرؐ نے فرمایا کلام چاندی ہے

مَر سکوت از تبرِ خالص نِضہ اَست
خاموشی بغیر آن گھڑ خالص سونے سے ہے

تختِ ارشاد ست اگرچہ بس سَنی
رہنمائی کا تخت اگرچہ بہت بلند ہے

لیک اَندر بے خودی صد روشنی
لیکن بے خودی میں سینکڑوں روشنیاں ہیں

از تفکر ہا دلم خالی شود
میرا دل فکروں سے خالی ہو جائے گا

مظہرِ اَنوارِ اِجلالی شود
انوارِ اجلالی کا مظہر ہو جائے گا

فکرِ ساعت بہتر از طاعاتِ سال
ایک گھنٹہ کا فکر سال بھر کی عبادتوں سے بہتر ہے

ایں تفکر ہست حیرت در جمال
یہ تفکر جمال میں حیرت ہے

چونکہ شہزادہ شُنید ایں ماجرا
جب شہزادے نے یہ قصہ سُنا

زد ز تعظیمِ اَدب سر را بپا
ادب کی تعظیم کے پاؤں پر سر رکھ دیا

کہ مبادا آں دَم کہ از مسند رَوی
خدا کرے وہ وقت نہ ہو کہ آپ مسند سے جائیں

یا بخلوت خانہ گردی مُنزوی
یا خلوت خانہ میں خلوت نشین ہوں

۱ باچنیں۔ اِس کی خاموشی کی وجہ یہ تھی کہ وہ یہ کہتا تھا۔ تبورا ک۔ وہ ڈھڑا جو کھیت سے چڑیاں اُڑانے کیلئے بجایا جاتا ہے۔ چکاد۔ ایک حاشیہ میں اس کے معنی سر کی کھوپڑی کے کئے ہیں غیاث اللغات میں چکاد' دال کے ساتھ بمعنی پیشانی لکھا ہے۔ یکتارہ۔ ایک حاشیہ میں اس کے معنی سر سوزن کے لکھے ہیں اور غیاث اللغات میں یکتار کو اندک کے معنی میں لکھا ہے۔ ۲ جگارہ۔ مختلف راستے بعض نسخوں میں چکارہ بمعنی بیکار لکھا ہے۔ تبر۔ سونے کا پتر۔ نقشہ ایک حاشیہ میں اس کے معنی بغیر ٹھپہ کا سونا لکھے ہیں بعض لغات میں نقش اور نامض کے معنی نقد کے لکھے ہیں۔ ۳ سَنی۔ بلند، روشن فکر۔ حدیث شریف ہے فِکْرُ سَاعَةٍ خَيْرٌ مِّنْ عِبَادَةِ سِتِّيْنَ سَنَةً تھوڑی دیر کا تفکر ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے۔ اِس تفکر۔ تفکر جمال باری تعالٰی میں حیرت کو کہتے ہیں۔ زد یعنی اپنا سر شاہ کے قدموں پر رکھ دیا۔ مُنزوی۔ گوشہ نشین۔

سایۂ تو بر سرِ من مُستدام[1]
ہمیشہ آپ کا سایہ میرے سر پر
ظلّ گُستر باد تا یومَ القِیام
قیامت تک سایہ فگن ہو
تاجِ ایں سر سایۂ اقبالِ تُست
اس سر کا تاج آپ کے اقبال کا سایہ ہے
سُلّمِ من پایۂ اقبال تُست
میری سیڑھی آپ کے اقبال کا پایہ ہے
یا ربم ہرگز بقا چنداں مباد
اے خدا! میری اتنی زندگی ہرگز نہ ہو
کہ ببینم مسندِ شہ را خماد
کہ میں شاہ کی مسند کا بھاڑ دیکھوں
زیں نمط بسیار می شد گفتگو
اس طریقہ پر بہت گفتگو ہوئی
لیک شہ از امتحاں در جستجو
لیکن شاہ امتحاناً جستجو میں تھا
کہ ورا در دل بُود از حُبِّ جاہ
کہ اس کے دل میں حُبِّ جاہ ہو
یا شکوہِ سلطنت مانندِ شاہ
یا شاہ کی طرح سلطنت کا دبدبہ ہو
ہیچ در دل عُجب، یا پندار ہست
دل میں کوئی تکبر یا غرور ہے؟
یا درونش از مئے شوق است مست
یا اس کا باطن شوق کی شراب سے مست ہے؟
دید کاں در سرِ سِر دیگر نہ رُخت
اس نے دیکھا کہ اُسنے سر میں کوئی خیال نہیں پکایا
بر نہالش جز نیازے بر نہ رُخت
اس کے پودے بر نیاز مندی کے پھل کے علاوہ نہیں لگا

حُبِّ جاہ و شاہی و حرص و ہوا
رُتبہ اور شاہی کی محبت اور حرص اور خواہش
در سرش راہے ندارد ماسوا
اس کے سر میں ماسوا راستہ نہیں رکھتا
جُز خدا و حُبِّ خاصانِ خدا
خدا اور خاصانِ خدا کی محبت کے علاوہ
در دلِ اُو نیست راہے ہیچ را
اس کے دل میں کسی کا راستہ نہیں ہے
جملہ احوالش بطبقِ وضع یافت
اس کے تمام احوال وضع کے مطابق پائے
ہر قدم بر شاہ راہِ شرع یافت
ہر قدم کو شریعت کی شاہراہ پر پایا
در دلش میلے بسُوی مُلک نے
اس کے دل میں سلطنت کی طرف میلان نہیں ہے
طالبِ بحر ست و رہنِ فُلک نے
سمندر کا طالب ہے اور کشتی کا گروی نہیں ہے
بر محکِّ امتحاں بس آزمُود
اس نے امتحان کی کسوٹی پر بہت آزمایا
غیر زرِّ دہ دہی[2] آں جا نبُود
سوائے خالص سونے کے وہاں کچھ نہ تھا
گفت با اصحابِ شہ کیں نوجواں
شاہ نے مصاحبوں سے کہا کہ یہ نوجوان
می نیرزد جز بآں دُختِ چو جاں
اس جان جیسی لڑکی کے سوا کے لائق نہیں ہے
ماہ را با مہر پیوندی خوش ست
چاند کا سورج سے جوڑ بہتر ہے
جسم را با رُوح پابندی خوش ست
جسم کی روح سے وابستگی بہتر ہے

ایں مرا اُو را اُو مرا ایں را لائق ست
یہ اس کے اور وہ اس کے لائق ہے
ہر یکے اقرانِ خود را فائق ست
ہر ایک اپنے ساتھیوں سے بڑھا ہوا ہے
اینچنیں دختر مر اینکس را سزا ست
ایسی لڑکی اس شخص کے مناسب ہے
آنچناں فصّ اندریں خاتم رواست
ویسا نگ اس انگوٹھی میں درست ہے
جملگی تحسینِ رائش را بدل
سب نے دل سے اُس کی رائے کی تحسین
کردہ گفتند العجل نعم المحل
کرکے کہا جلدی کیجئے بہتر موقع ہے
شاہ گفتا، مجلسے آراستند
بادشاہ نے حکم دیا اُنھوں نے مجلس آراستہ کی
بزمِ طوئی بس سَنی[3] افراشتند
شادی کی محفل بہت اعلیٰ قائم کی
ہر دو مشتاقِ ازل یک جان و دل
ایک جان و دل دونوں ازلی مشتاقوں کا
گشت ایجاب و قبولِ مُستحِل
حلال کرنے والا ایجاب و قبول ہو گیا
ہر یکے زاں دیگرے سرمست شد
ہر ایک دوسرے سے مست ہو گیا
جاں بجان و دل بدل پیوست شد
جان جان سے اور دل دل سے جُڑ گیا
از تأنّی کارِ دارین ست راست
آہستہ روی سے دونوں جہانوں کے کام درست ہیں
زیں سبب تعجیل از شیطاں بخاست
اس لئے جلد بازی شیطان سے پیدا ہوئی

[1] مُستدام ہمیشہ۔ یوم القیام۔ روزِ محشر۔ سُلّم سیڑھی۔ خماد۔ بھاڑ۔ لیک۔ بادشاہ کی ان باتوں کا مقصد اس کا امتحان تھا۔ عُجب۔ تکبر۔ پندار۔ غرور۔ فُلک۔ کشتی۔ [2] دہ دہی۔ خالص سونا جو تپانے سے کم نہ ہو۔ دُخت۔ دختر۔ اقران۔ ساتھی۔ ہم عمر۔ فصّ۔ انگشتری کا نگینہ۔ العجل۔ یعنی اب دونوں کے نکاح میں جلدی کی ضرورت ہے بہت اچھا موقع ہے۔ طوئی۔ شادی بیاہ۔ [3] سَنی۔ بلند۔ مُستحِل۔ حلال کرنے والا۔ ایجاب و قبول کے بعد بیوی شوہر کے لئے حلال ہو جاتی ہے۔ از تأنّی۔ مشہور ہے التأنّی من الرحمٰن والعجلۃ من الشیطان آہستہ روی خدا کی جانب سے ہے اور جلد بازی شیطان کی جانب سے۔

صبر را فرمود حق عزم الامور[۵۱]
اللہ (تعالیٰ) نے صبر کو معاملوں کا عزم فرمایا

می بَرد بے رَیب ارب خود صبور
بے شبہ صابر اپنی خواہش حاصل کرلیتا ہے

ہر کہ رنجے بُرد گنجے ہم بہ بُرد
جس نے تکلیف برداشت کی خزانہ بھی حاصل کیا

وانکہ کاہل گشت در سختی بمُرد
اور جو کاہل بنا وہ تنگی میں مرا

لیک کاہل کاہلِ دنیا خوش ست
لیکن کاہل، دنیا کا کاہل بہتر ہے

عجلت اندر کارِ دنیا ناخوش ست
دنیا کے کام میں عجلت بُری ہے

صبر کُن توکیلِ دنیا کُن بدو
صبر کر، دنیا اُس کے سپرد کردے

خیر دخترت را بہ از تو داند او
وہ تجھ سے زیادہ تیرا بُرا بھلا جانتا ہے

کاہلِ دنیا شود چابک بدیں
دنیا کا کاہل دین میں چُست ہوتا ہے

ہمچو آں شہزادۂ کاں سومیں
اُس شہزادے کی طرح جو تیسرا ہے

تمثیلاتِ چند در بیان آنکہ کارِ دنیا جملہ برعکس کارہاست

چند مثالیں اس بیان میں کہ دنیا کے سب کام، کاموں کے بالعکس ہیں

کارِ دنیا جملہ عکسِ کارہاست
دنیا کے سب کام، کاموں کے اُلٹے ہیں

در خوشی غم ہست وز غم فرح خاست
خوشی میں غم ہے اور غم سے خوشی پیدا ہوتی ہے

ہر کہ گریان ست اُو خنداں بُود
جو روتا ہے، وہ ہنستا ہے

وانکہ شاداں زیست اُو گریاں بُود
اور جو خوش جیا، وہ رونے والا ہوتا ہے

نعلِ معکوس ست نقشِ ایں جہاں
اس دنیا کا نقش اُلٹا نعل ہے

میل ہر چیزے بسوی ضد بداں
ہر چیز کا میلان ضد کی جانب سمجھ

ہر کہ را خوانند سلطاں او گدا ست
لوگ جس کو بادشاہ کہتے ہیں وہ فقیر ہے

زانکہ وطر[۵۲] کامل از او طارِ ماست
اسلئے کہ اس کی حاجت ہماری حاجتوں کی ترجمانی ہے

کاں فلاں را ایں رعایت کردن ست
کہ اُس فلاں کی یہ رعایت کرلی ہے

وز فلاں مال فلانے بردن ست
اور فلاں سے فلاں مال لینا ہے

گر گدا را بینی او سلطانِ وقت
اگر تو فقیر کو دیکھے وہ وقت کا شاہ ہے

مالکِ وقت و بدر شد زانِ وقت
وہ وقت کا مالک ہے اور وقت کی ملکیت کیوجہ سے

خود ابوالوقت ست در احوالِ خویش
وہ اپنے حالات میں ابوالوقت ہے

نے چو سلطاں ابن وقت و حالِ خویش
بادشاہ کی طرح اپنے وقت اور حال کا بیٹا نہیں ہے

ہمچنیں بخل و سخا را در نگر
اسی طرح بخل اور سخاوت کو سمجھ

نام بر ضد آمد اے نیکو سیر
اے نیک سیرت! نام بالعکس ہے

از بخیل آمد سخی تر گو کدام
بتا بخیل سے زیادہ سخی کون ہے!

مالِ خود را می گذارد بہرِ عام
وہ اپنا مال عام کے لئے چھوڑ جاتا ہے

نفسِ خود را جملہ زو محروم داشت
اپنے نفس کو اُس سے بالکل محروم رکھا

بہرِ خرجِ وارثاں معصوم داشت
وارثوں کے خرچ کے لئے محفوظ رکھا

خود نخورد و نا بکس از دست داد[۵۳]
نہ خود کھایا اور نہ کسی کو ہاتھ سے دیا

کیں دو راجع سوی اُو ہست المراد
کیونکہ یہ دو (ہی) اس سے متعلق ہیں المراد

ہر کہ را خوانی سخی او شد بخیل
تو جس کو سخی کہتا ہے، وہ بخیل ہے

زانکہ غیرے را نداد او یک فتیل
کیونکہ اُس نے غیر کو قلیل چیز (بھی) نہ دی

یا بدنیا خود خورد یا مید ہد
یا دنیا میں خود کھاتا ہے، یا دے دیتا ہے

بہرِ عقبیٰ در لحد یکسر نہد
آخرت کے لئے سب قبر میں رکھ دیتا ہے

دیگرے از مالِ او نفعے نہ برد
دوسرے نے اس کے مال سے نفع نہ اُٹھایا

ہم خوراند او بمسکیں یا بخورد
اُس نے مسکین کو کھلا دیا یا خود کھا لیا

صرف در راہِ خدا بہرِ خود ست
خدا کی راہ میں خرچ کرنا اپنے لئے ہے

تا بوقتِ بے کسی آید بدست
تاکہ بے کسی کے وقت ہاتھ آئے

---

۵۱ عزم الامور۔ صبر کو ہمت کا کام فرمایا ہے۔ ارب۔ حاجت۔ توکیل۔ وکیل بنانا، سپرد کردینا۔ سومیں۔ تیسرا شہزادہ دنیا کے کاموں میں سُست اور آخرت کے کاموں میں چُست تھا۔ ہر کہ۔ جو دنیا میں روئیگا وہ آخرت میں مُسکرائے گا۔ سلطاں۔ دنیاوی بادشاہ درحقیقت فقیر ہے۔ وطر۔ حاجت اوطار اُس کی جمع ہے۔ ۵۲ کاں۔ بادشاہ ہر وقت فکروں میں مبتلا رہتا ہے۔ گدا۔ فقیر اپنے اوقات کا مالک ہے اور ابوالوقت ہے۔ سیر۔ سیرت کی جمع ہے، عادت، خصلت۔ بخیل۔ دنیا کا بخیل سخی ہے اپنا مال خود خرچ نہیں کرتا ہے دوسروں کے لئے چھوڑ کر مرجاتا ہے۔ ۵۳ خود۔ جو خود کھالیتا یا اپنے ہاتھ سے غریبوں کو دے دیتا ہے تو وہ مال اُس کے کام آتا اور اُس کا سمجھا جاتا ہے۔ سخی۔ دنیا کا سخی بخیل ہے اِس لئے کہ سب مال اُس کے کام آیا یا خود کھالیا یا آخرت کے لئے خرچ کردیا جو اُس کے کام آئے گا دوسروں کیلئے نہ چھوڑا۔ فتیل۔ کھجور کی گٹھلی کے شگاف کا ریشہ، حقیر چیز۔

چونکہ در محشر درم دینار نیست
چونکہ محشر میں درہم، دینار نہیں ہے

ویں دو مونس را در آنجا بار نیست
اِن دونوں مُجھنے والی چیزوں کا وہاں دخل نہیں ہے

اندراں وقتش رسد آں مالِ او
اُس کا وہ مال اُس وقت میں پہنچ جاتا ہے

پُر شود میزانِ[1] فرخ فالِ او
اُس کی بابرکت ترازو بھر جاتی ہے

دوستی و دشمنیِ ایں جہاں
اِس دنیا کی دوستی اور دشمنی

ہمچنیں بر عکس آمد اے فلاں
اے فلاں! اِسی طرح اُلٹی ہے

ہر کہ با تو دوست تر دشمن تر ست
جو تیرا زیادہ دوست ہے وہ زیادہ دشمن ہے

نخلِ عمرت را بافسوں زود بُرست
وہ تیری عمر کے پودے کو منتر کے ذریعہ جلد کاٹنے والا ہے

ہر کہ دشمن گشت نامد سوی تو
جو دشمن بن گیا وہ تیرے پاس نہ آیا

نَلمد او گاہے ندید او روی تو
نہ وہ کبھی آیا، نہ اس نے تیرا چہرہ دیکھا

در حقیقت او بود از دوستاں
درحقیقت وہ دوستوں میں سے ہے

نقدِ عمرت را نگشتہ او ستاں
وہ تیری نقد عمر لینے والا نہ بنا

دوستاں تضیع عمرت می کنند
دوست تیری عمر ضائع کرتے ہیں

در فسادِ وقت و حالت می تنند
تیرے حال اور وقت کے فساد میں کوشاں ہیں

بر تو حالے آمد او آمد ز دور
تیرے اوپر ایک کیفیت طاری ہوئی وہ دور سے آیا

حالِ دل برگشت و پیدا شد نفور
دل کی کیفیت بدل گئی اور نفرت پیدا ہوئی

بر تو حالے آمد، او آمد ز در
تیرے اوپر ایک حال طاری ہوا وہ دروازے سے آیا

بہرِ گفتِ بیہودہ بہرِ سمر[2]
بیہودہ باتیں کرنے کیلئے (اور) قصہ گوئی کیلئے

صحبتِ عامی بلایِ اکبر ست
عوام کی صحبت، بڑی مصیبت ہے

بہرِ عینِ قلب غینِ اَستر ست
دل کی آنکھ کے لئے بہت چھپانے والا ابر ہے

غینِ رَین آمد بقرصِ آفتاب
سورج کی ٹکیہ پر سیاہی کا ابر آیا

پس دلِ مہ را از و چہ بود حساب
تو چاند کے دل کو اُس سے کیا واسطہ؟

دربیانِ مغلوبیتِ حالِ خود
اپنے حال کی مغلوبیت کا بیان

و پرتوِ نورِ اجلالِ مولانا جلال الدین
اور مولانا جلال الدین قدس سرہٗ کے نورِ

قدس اللہ سرہ العزیز کہ
اجلالی کا سایہ جو خودی کے گھر

کاشانۂ سوزِ خودی گشتہ
کو جلانے والا بن گیا

جلوۂ برقِ تجلیِ جلال
تجلیِ جلال کی برق کے جلوے نے

آتش اندر خرمنم زد چیست حال
میرے کھلیان میں آگ لگا دی کیا حال ہے؟!

نورِ اجلال از جلال الدین رُوم
(حضرت) جلال الدین رومیؒ کا نورِ اجلال

مخزنِ اسرارِ حق صدر النجوم
جو کہ اللہ (تعالیٰ) کے رازوں کے خزانہ ستاروں کے صدر ہیں

از درونم خود بخود سر می زند
میرے باطن سے خود بخود ابھرتا ہے

ز آشیانم باز شہپر می زند
پھر میرے آشیانے سے بازو پھڑپھڑاتا ہے

من ندانم من کیم گویندہ چیست
میں نہیں جانتا کہ میں کون ہوں کہنے والا کیا ہے؟

ویں شرر در پنبۂ ام از برقِ کیست
یہ چنگاریاں میری روئی میں کس کی برق کی ہیں؟

نالۂ من از کدامیں پردہ است
میرا نالہ، کون سے پردے سے ہے

حیرتم در بحرِ عمّاں بردہ است
حیرت مجھے گہرے سمندر میں لے گئی ہے

می تراود بے من و بے سعیِ من
میرے بغیر اور میری کوشش کے بغیر ٹپکتا ہے

از نئے دل نالۂ موزوں بہ شجن
دل کی نے سے غموں سے بھرا موزوں نالہ

قافیہ مضموں پئے روپوش ہست
مضمون کا قافیہ پردے کے لئے ہے

معنی از دل ہمچو تیر از بیشہ جست
دل میں سے معانی جھاڑی سے تیر کی طرح نکلتے ہیں

ہم مرا خوردی و ہم وہمِ خودی
آپ نے مجھے کھا لیا اور خودی کے خیال کو بھی

اے حسام الحق مگر در من شدی
اے حسام الدین! شاید آپ میرے دل میں پہنچ گئے ہیں

آمدی در من مرا بُردی تمام
آپ مجھ میں آ گئے اور مجھے بالکل فنا کر دیا

اے تو شیرِ حق مرا خوردی تمام
آپ اللہ تعالیٰ کے شیر ہیں آپ نے مجھے پورا کھا لیا

من چہ دانم آنچہ می دانی بگو
میں کیا جانتا ہوں، آپ جو جانتے ہیں کہیں

شد بدستِ تو زمام اے نیک خو
اے نیک خصلت! باگ آپ کے ہاتھ میں ہے

از چہ رو کردی مرا روپوشِ خود
آپ نے مجھے اپنا پردہ کیوں بنایا؟

من ندارم از سر و پا ہوشِ خود
مجھے تو خود اپنے سر پیر کا ہوش نہیں ہے

[1] میزان۔ اعمال کی ترازو۔ زود برست۔ زود بُرندہ است۔ بستاں۔ گیرندہ۔ دوستاں۔ دوست بڑا وقت برباد کرتے ہیں۔ حالے۔ جمعیت وقت سے تجھ پر ایک کیفیت طاری ہوئی ہے دوست آکر اس کیفیت میں خلل ڈال دیتے ہیں۔ [2] سمر۔ قصہ گوئی۔ عین۔ چشمہ۔ غین۔ ابر۔ اَستر۔ زیادہ چھپانے والا۔ رَین۔ سیاہی کا جز۔ قرص۔ جب کالا دھبہ سورج کی روشنی کے لئے نقصان رساں ہے تو پھر چاند کو کس حساب میں ہے۔ پردہ۔ ساز کا پردہ۔ بحرِ عمّان۔ گہرا سمندر۔ شجن۔ غم۔

چند نالۂ زار کز نے بیقرار دل و
چند نالۂ زار جو غمگین ، درد آشنا ، بیقرار
آثارِ غمگسار سر زدہ و بیانِ منازلِ
نے سے نکلے اور وجود کے تمام منازل
کلی وجود و عروج و نزولِ اطوارِ (۳)
اور عروج اور ہستی کے شہود کے
ہستی بر مرتبۂ شہود
مرتبہ پر نزول کا بیان

بشنو از نے چوں حکایت میکند
نے سے سُن کیا حکایت کر رہی ہے؟
قصۂ ہجراں روایت میکند
جدائی کا قصہ بیان کر رہی ہے
کز وجودِ مطلقم چوں کندہ اند
کہ جب سے مجھے مطلق وجود سے جدا کیا ہے
من بگریۂ مردماں در خندہ اند
میں رونے میں ، لوگ ہنسنے میں ہیں
حالِ زارِ من نمیداند کسے
کوئی میرا حالِ زار نہیں جانتا
ہستم اندر آتشِ غم چوں خسے
میں غم کی آگ میں تنکے کی طرح ہوں
چونکہ[۵۱] از قوسِ احد منزل شدم
جب میرا قوسِ احد سے تنزل ہوا
خود بخمِ واحدیت حل شدم
میں خود واحدیت کے مٹکے میں گھس گئی

منزلِ لاہوت را کردم عبور
میں نے "لاہوت" کی منزل کو عبور کیا
کردم از جبروت اسمی ہم مرور
میں "اسمی جبروت" سے بھی گذر گئی
رفتہ رفتہ عالمِ ملکوت شد
رفتہ رفتہ "عالمِ ملکوت" ہوگیا
عالمِ روحانیِ منعوت شد
موصوف "عالمِ روحانی" بن گیا
بعدہٗ در عالمِ ملک و شہود
اس کے بعد "عالمِ ملک و شہود" میں
گشت ظاہر جملہ اطوارِ وجود
وجود کے تمام مراتب ظاہر ہوگئے
منتہایش عالمِ ناسوت گشت
اس کا منتہا "عالمِ ناسوت" ہوگیا
زیں تنزلہا دلم مبہوت گشت
ان تنزلات سے میرا دل حیران ہوگیا
کے بود یارب کہ معراجے شود
اے خدا کب ہوگا کہ "معراج" ہوگی؟
روح سوئے قوسِ احدیت رود
روح "قوسِ احدیت" کی جانب جائیگی
ہر تنزل را عروج[۵۲] لازم ست
ہر تنزل کے لئے عروج ضروری ہے
قطرہ سوئے بحرِ اخضر عازم ست
قطرہ بحرِ اخضر کے لئے ارادہ کرنیوالا ہے

لیک اقسامِ عروج ایجاں سہ است
لیکن اے جان! عروج کی تین قسمیں ہیں
بر کسے از فیضِ خدا ایں در نہ بست
خدا کے فیض کا یہ دروازہ کسی پر بند نہیں ہوا
شد عروجِ عامہ مرگِ جسمِ خاک
عوام کا عروج ، خاکی جسم کی موت ہے
بس تعرج ہست در موت و ہلاک
موت اور ہلاکت میں عروج ہے
قدرِ مرگِ خود نمیدانی چرا
تو اپنی موت کی قدر کیوں نہیں جانتا؟
میدہد[۵۳] در مرج لاہوتی چرا
تجھے "لاہوتی چراگاہ" میں خوراک دیتی ہے
موت قبل الموت اگر دستت نداد
موت قبل از موت کا اگر تجھے موقع نہ ملا
میکند کارت اجل حسب المراد
موت مراد کے مطابق تیرا کام کردیتی ہے
موت جسر موصل آمد سوئے یار
موت یار کی جانب پہنچانے والا پل ہے
مرگ را آمادہ باش اے ہوشیار
اے ہوشیار موت کے لئے آمادہ رہ
وہ چہ خوش باشد کہ سوئے شہ روم
واہ ، کیا اچھا ہوگا کہ میں شاہ کی طرف جاؤنگا
واصلِ درگاہِ آں بیچوں شوم
اس بے چون کے دربار سے متصل ہوجاؤنگا

[۵۱] چونکہ ۔ وجود کے اجمالی مراتب کا ذکر کیا ہے ، وجود کا پہلا مرتبہ قوسِ احدیت ہے ، وجود کا یہ مرتبہ ذاتِ مجردہ ہے اس کو ذاتِ بحت حیثیت ہویت ، احدیتِ مطلقہ کہا جاتا ہے اس مرتبہ میں نہ اس کا صفات سے اتصاف ہے ، نہ نعوت سے ، نہ وہ مطلق ہے نہ وہ مقید ، یہ مرتبہ تنزیہ اور تشبیہ سے بالاتر ہے اور کشف و عیاں سے بھی برتر ہے اسی کو لاہوت سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے ۔ دوسرا مرتبہ قوسِ واحدیت ہے یہ مرتبہ ذات مع الصفات کا ہے اسی کو عالمِ جبروت کہا جاتا ہے تیسرا مرتبہ ارواحِ مجردہ اور عقول کا ہے اسی کو عالمِ ملکوت کہا جاتا ہے اس کے بعد چوتھا درجہ عالمِ مثال کا ہے ، وجود کے یہ جملہ مراتب عالمِ امر کہلاتے ہیں ، اس کے بعد عالمِ خلق کا مرتبہ ہے جس کو عالمِ شہادت اور ملک و عالمِ ناسوت بھی کہا جاتا ہے یہ سب وجود کے تنزل کے مراتب ہیں ۔ [۵۲] عروج ۔ وجود کے تنزلات کے بعد عروج شروع ہوتا ہے پہلا عروج وہ ہے جو موت کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے جس کے ذریعہ عالمِ برزخ کی جانب عروج ہوتا ہے ، دوسرا عروج وہ ہے جو جنت اور جہنم میں حاصل ہوتا ہے ، وہ قوسِ احدیت کی جانب عروج ہے ، یہ عروج مومن کا جمال کے راستہ سے ہے اور کافر کا جلال کے راستہ سے ہے ۔ تیسرا عروج وہ ہے جو خدائی کشش کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے ۔ [۵۳] میدہد ۔ موت کے ذریعہ انسان کا عروج عالمِ لاہوت کی جانب ہوتا ہے ۔

وقت آمد کز جہانِ بیکسی
وقت آگیا کہ بے کسی کی دنیا سے

پای کوباں سُوئے بامِ اُو رسی
تو رقص کرتا ہوا اُسکے بالاخانہ کی جانب پہنچ جائے

زیں سبب فرمود احمدؐ مجتبےٰ
اسی لئے احمدِ مجتبیٰؐ نے فرمایا

تحفۃُ المؤمن کہ الموتُ[۵۱] اے فتا
اے نوجوان! موت مؤمن کا تحفہ ہے

گر نبودے موت در دنیای دُوں
اگر کمینی دنیا میں موت نہ ہوتی

سخت می گشتیم عاجز بس زبوں
ہم سب عاجز اور مغلوب بن جاتے

شکرِ حق کو مخلصی بنہادہ است
اللہ (تعالیٰ) کا شکر ہے کہ نجات کا موقع رکھدیا ہے

غرفہ سُوئے آں جہاں بکشادہ است
اُس جہان کی جانب کھڑکی کھولدی ہے

ایں سخن پایاں ندارد اے عزیز
اے عزیز! یہ بات انتہا نہیں رکھتی ہے

از عروجِ بعدِ مُردن گو تو نیز
مرنے کے بعد کے عروج کے متعلق بتا

زاں عُروجے کردہ در برزخ رود
اُس کے ذریعہ عُروج کرکے برزخ میں جاتا ہے

درمیانِ قبر تا محشر بود
قبر کے اندر، محشر تک رہتا ہے

پس[۵۲] عروجے ہست در محشر پدید
پھر ایک عروج محشر میں ظاہر ہوتا ہے

بعد ازاں در نار یا جنت کشید
اُس کے بعد جہنم میں یا جنت میں لیجاتا ہے

پس بسُوئ واحدیت تا احد
پھر "واحدیت" کی جانب "احد" تک

سر برآرد از تعین می رہد
سر اُبھارتا ہے، تعین سے نجات پا جاتا ہے

منتہیٰ سُوئے خدا شد زیں سبب
اس لئے منتہیٰ اللہ (تعالیٰ) کی جانب ہوا

ہست رُجعیٰ سُوئے اُو خود بے طلب
خود بغیر مانگے اُس کی جانب واپسی ہے

مؤمن از نورِ جمالے می رسد
مؤمن کو نورِ جمال کے ذریعہ سے پہنچتا ہے

ثمرہا از باغِ رؤیت می چشد
دیدار کے باغ کے پھل چکھتا ہے

کافر از نورِ جلالی گو رسید
کافر گویا نورِ جلالی کے ذریعہ پہنچتا ہے

لیک محجوب ست و خسرانے کشید
لیکن وہ محجوب ہے اور اُسنے نقصان اُٹھایا ہے

معنیِ کُلٌّ اِلَیْنَا رَاجِعُوْن
"ہر ایک ہماری طرف لوٹنے والا ہے" کے معنی

فہم کن وَاللہُ اَعْلَمُ بِالْفُنُوْن
سمجھ لے اور خدا فنون کو زیادہ جانتا ہے

ایں عروجِ اضطراری عام ہست
یہ اضطراری عُروج عام ہے

بہرِ ہر ناپختہ و ہر خام ہست
ہر نہ پکے ہوئے اور ہر کچے کے لئے ہے

زیں سبب فرمود آں احمدؐ لبیب
اُن عقلمند احمدؐ نے اسی لئے فرمایا

موت جسرٌ موصل آمد تا حبیب
موت، دوست تک پہنچانے والا پُل ہے

واں عروجِ دُومی[۵۳] شد ز اختیار
وہ دوسرا عروج اختیار سے ہوا

اولیا و انبیا را ز اعتبار
اولیاء اور انبیاء کے اعتبار سے

از رہِ علم و عمل عارج شدند
وہ علم و عمل کے راستے عُروج حاصل کرنیوالے بنے

پس بموتِ معنوی خارج شدند
وہ معنوی موت کے ذریعہ نکلنے والے بنے

پیشِ مُردن مُردہ گرد و شو فنا
مرنے سے پہلے مُردہ بن اور فنا ہوجا

تا عروجے حاصل آید مر ترا
تاکہ تجھے عروج حاصل ہو

از منازلہا کہ سالک آمد ست
سالک جن مراتب سے آیا ہے

جہد کردہ ہم بدانسو پا زدست
کوشش کرکے اُسی جانب قدم بڑھایا ہے

تا کہ وجہ حق برو ظاہر شود
تاکہ اُس پر حق کی وجہ ظاہر ہوجائے

در تجلی واحدی احدی رود
"واحدی احدی" تجلی میں چلا جائے

خود فنا گردد بقا حاصل کند
خود فنا ہوجائے، بقا حاصل کرے

قطرہ را تا بحرِ کُل واصل کند
قطرے کو بحرِ کل سے جوڑ دے

سومیں معراج جذبِ ایزدی
تیسری معراج، ایزدی جذب ہے

کو کشد در لمحہ سُوئے بے خودی
جو ایک لمحہ میں بے خودی کی جانب کھینچ لیتی ہے

---

۵۱ اَلْمَوت۔ موت کو آنحضورؐ نے مومن کا تحفہ اسی لئے قرار دیا ہے کہ وہ وصلِ یار کا سبب ہے۔ زاں عُروج۔ مرنے سے عالمِ برزخ کی طرف عروج ہوتا ہے، قبر برزخی چیز ہے۔ پس۔ قبر سے محشر کی جانب عروج ہوتا ہے پھر محشر سے جنت اور دوزخ کی طرف عروج ہوتا ہے۔ ۵۲ پس۔ پھر قوسِ واحدیت اور قوسِ احدیت کی جانب عروج ہوتا ہے۔ رُجعیٰ۔ سورہ اقرا میں ہے وَاِنَّ اِلٰی رَبِّکَ الرُّجْعٰی اور بیشک تیرے رب کی جانب لوٹنا ہے۔ یہ ایں عروج۔ موت کے ذریعہ عروج اضطراری ہے جو ہر ایک کے لئے ہے۔ جسر۔ پل۔ ۵۳ عروجِ دومی۔ موت کے ذریعہ جو عروج ہے وہ انبیاء اور اولیاء کو مُوتُوا قَبْلَ اَنْ تَمُوتُوا کے ذریعہ اختیاری طور پر حاصل ہوتا ہے۔ واحدی احدی۔ یعنی قوسِ واحدیت اور قوسِ احدیت۔

چوں رسولِ مُجتبیٰ در یک نفَس
جس طرح رسولِ مجتبیٰؐ ایک سانس میں

دار ہید از قیدِ ایں نازک قفس
اس نازک پنجرے کی قید سے چھوٹ گئے

۱؎ دفعۃً تا قاب قوسین اُو پرید
دفعۃً وہ "قاب قوسین" تک اُڑے

راہِ صد سالہ بیک جُنبش بُرید
سَو سالہ راستہ ایک جنبش میں طے کیا

در دم از ظاہر سُوئے باطن رَود
فوراً ظاہر سے باطن کی جانب چلا جاتا ہے

واں کثافت خود لطافتہا شَوَد
وہ کثافت، خود لطافتیں بن جاتی ہے

ظُلمتِ خاکی زجسمِ تو رَود
خاکی ظلمت تیرے جسم سے چلی جاتی ہے

نورِ یزدانی بہفت اعضا دَود
خدائی نور سات اعضا میں دوڑ جاتا ہے

لیکن ایں درا اختیارِ عبد نیست
لیکن یہ بندے کے اختیار میں نہیں ہے

بندہ را فعلے بجز در جہد نیست
بندے کا کام کوشش کے سوا نہیں ہے

زاجتبا گشتند محبُوباں مُصیب
محبوب "اجتبار" کی وجہ ٹھیک پہنچنے والے ہیں

واں دگرہا گشتہ یَہْدِیْ مَنْ یُّنِیْب
اور وہ دوسرے وہ مشکوات کرتا ہے جو رجوع کرتا ہے کے

ہر مُریدِ آخر مُرادے می شَوَد
ہر مرید آخر میں مُراد بن جاتا ہے

طالبے مطلوبِ رادے می شوَد
طالب جوان کا مطلوب بن جاتا ہے

نے مشابہ آنکہ کار آخر کُنَد
نہ وہ مرتبہ جو کام مکمل کر دے

ہر مُریدِ ایں اجتبارا کے سَزد
ہر مرید اس "اجتبار" کے لائق کہاں ہے؟

قدرِ حالِ خود مُرید آمد مُراد
مُرید اپنے حال کے اندازہ سے مُراد بنتا ہے

زیں سبب فرمود آں رَبُّ العباد
اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے

۲؎ مَنْ تقرّب شِبرًا باعًا کُنتُ لَہٗ
جو ایک بالشت قریب ہوا میں چار ہاتھ ہوا

مَنْ اَتیٰ یَمْشِیْ اَتَیْتُ ہَرْوَلَہ
جو چل کر آیا، میں بھاگ کر آیا

جہد کُن کز جہدہا عارج شَوی
کوشش کر کیونکہ مجاہدوں سے تو صاحبِ معراج ہو گا

زآشیانِ آب و گِل خارج شَوی
آب و گِل کے آشیانہ سے نکل جائیگا

از چہ نورِ پاک و خوش آمد مَلَک
فرشتہ پاک نور اور بھلا کس وجہ سے ہے؟

از چہ صاف و روشن آمد ایں فلک
یہ آسمان صاف اور روشن کس وجہ سے ہے؟

زانکہ از خاکِ مُکدر برتر اُوست
اس لئے کہ مکدر خاک سے وہ بالا ہے

زانکہ از نفسِ دَنی مُطہّر اُوست
اس لئے کہ وہ کمینہ نفس سے پاک ہے

۳؎ نفسِ خیرہ خاکِ تیرہ شُد بہم
بے باک نفس اور مکدر مٹی اکٹھے ہوئے

بر بَلا آمد بَلا اے خوش قدم
اے خوش قدم! مصیبت بالائے مصیبت آئی

جہد کُن تا خاک را صافی کُنی
کوشش کر تاکہ تو مٹی کو صاف کر لے

زیں ہمہ آلودگی ہا بَر کَنی
تو ان سب آلودگیوں سے جُدا ہو جائے

نفسِ خیرہ را بدہ بس گوشمال
بے باک نفس کو بہت سزا دے

تا دمد از خاکِ جسمت صد نہال
تاکہ تیرے جسم کی مٹی سے سینکڑوں پودے اُگیں

جہد کُن اندک زمانہ روز چند
چند دن تھوڑے وقت مجاہدہ کرے

چند شب گریہ بکُن باقی بخند
چند راتیں رولے، باقی ہنس

زیں سبب فرمود قرنیِ اویسؓ
اسی لئے اویسِ قرنی رحؒ نے فرمایا

ساعۃٌ دُنیا وفیہا الرُّوحُ لَیْس
دنیا کچھ وقت ہے اور اسمیں آرام نہیں ہے

کاہلی در کارِ دنیا در سپار
دنیا کے کام میں کاہلی اختیار کر

چابکی میکُن پئے روزِ شمار
حساب کے دن کے لئے چستی برت

زُہد در دنیا چہ جائے فخرِ تُست
دنیا میں زہد، تیرے فخر کا کیا موقع ہے؟

میل سُوئے جیفہ ننگ و خرِتست
مُردار کی طرف میلان، ذلت اور گھوٹا ہے

قدرِ اُو حقا چو پرِ پشہ نیست
یقیناً اُسکی قدر مچھر کے پر کی طرح بھی، نہیں ہے

پیش بحرِ آں جہاں جز رشحہ نیست
اُس جہاں کے سمندر کے سامنے ایک چھینٹے کے سوا نہیں ہے

۱؎ دفعۃً۔ آنحضورؐ کو معراج میں جذبِ الٰہی سے دفعۃً عروج ہوا اور مقامِ قرب تک پہنچ گئے۔ ایک جذبِ الٰہی کا یہ عروج بندہ کے اختیار میں نہیں ہے۔ دگرہا۔ جو سعی کرتے ہیں اُن کا بیان یَہْدِیْ مَنْ یُّنِیْبُ میں ہے خدا اُس کو ہدایت کر دیتا ہے جو اُسکی طرف رجوع کرتا ہے۔ نے مشابہ۔ اجتہاد اور کوشش سے وہ مرتبہ حاصل نہیں ہوتا جو جذبِ الٰہی سے حاصل ہوتا ہے۔ ۲؎ مَن تقرّب۔ حدیثِ قدسی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا مَنْ تَقَرَّبَ اِلَیَّ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ اِلَیْہِ بَاعًا جو میرے ایک بالشت قریب ہوا میں اُس کے چار ہاتھ قریب ہوا مَنْ اَتٰی اِلَیَّ یَمْشِیْ اَتَیْتُہٗ اِلَیْہِ ھَرْوَلَۃً جو میری جانب چل کر آئیں اُس کے پاس دوڑتا ہوا آیا۔ از چہ۔ فرشتہ اور آسمان اس لئے پاک صاف ہیں کہ وہ کدورت اور نفس سے پاک ہیں۔ ۳؎ نفس۔ انسان میں یہ دونوں خرابیاں ہیں اُن کے ازالہ کی ضرورت ہے۔ زُہد۔ اگر انسان دُنیا سے بچاؤ اختیار کرتا ہے تو اُس کیلئے کوئی خاص فخر نہیں ہے دنیا ہے ہی ایسی چیز کہ اُس سے بچاؤ کرنا چاہیئے

تعا۔ زرخ چھینٹا۔

کرد۱؎ احسانے خداوندِ بلند
خدائے برتر نے بڑا احسان فرمایا

زُہدِ ایں ناچیز را از ما پسند
کہ اس ناچیز سے ہماری بے رغبتی پسند کر لی

زُہد نامرغوب چیزے بس حقیر
بہت حقیر ناپسندیدہ چیز سے بے رغبتی کو

از کرم بنوشت اُو شیئاً کثیر
کرم سے اُس نے "قیمتی چیز" لکھ دیا

از عنایتہائے خاصِ ایزدست
اللہ (تعالیٰ) کی خاص عنایتوں میں سے ہے

کو شبہ گیرد دہد گوہر بدست
کہ وہ بوتھے لیتا ہے اور موتی عطا کرتا ہے

عمرِ معدودِ قلیلے بے ثبات
ناپائیدار، تھوڑی، گنی چُنی عمر

طاعتے کردی و رفتی در حیات
تو نے عبادت کی اور (ابدی) زندگی میں چلا گیا

آں حیاتِ باقیِ بے انتہا
وہ لامحدود باقی رہنے والی زندگی

نے عدم گردش بگردد نے فنا
جس کے چاروں طرف نہ عدم گردش کرتا ہے نہ فنا

لَا یَحُوْمُ حَوْلَهُ الْاَعْدَامُ قط
نیستیاں اُس کے گرد کبھی چکر نہیں لگاتیں

صرت رُوحاً باقیاً حیاً فقط
تو بس باقی رہنے والی زندگی، روح بن گیا

عمرِ دنیا پیشِ عقبیٰ ساعت ست
آخرت کے بالمقابل دنیا کی عمر ایک گھڑی کی ہے

ساعتے را نا متناہی راحت ست
ایک گھڑی کی وجہ سے لامحدود راحت ہے

ہے کجائی فہم و عقل تو چہ شد
ہائیں تو کہاں ہے؟ تیری سمجھ اور عقل کیا ہوئی؟

پاسِ انفاسِ چو گوہر دارِ خود
اپنے موتی جیسے سانسوں کا لحاظ رکھ

ہر۲؎ نفس بہرِ مسیحائیت چست
ہر سانس تیری مسیحائی کے لئے تیار ہے

گر نداری پاس اُو از جہل تست
اگر تو لحاظ نہ رکھے تیری نادانی ہے

قیمتِ یک دم جہانے گر دہی
تو اگر ایک سانس کی قیمت ایک دنیا دے

نیست ممکن کز اجل یکدم رہی
ممکن نہیں ہے کہ ایک سانس کیلئے موت سے نجات پائے

اینچنیں انفاسِ خوش ضائع مکن
ایسی بہتر سانسیں ضائع نہ کر

غفلت اندر شہرِ جاں شایع مکن
جان کے شہر میں غفلت کو رائج نہ کر

بر سرِ رخیِ سہ روزہ می تنی
تو تین روز کی خوشی کے گرد گھومتا ہے

چوں ستاعِ آخر بپاسے برزنی
بالآخر بانجھ عورت کی طرح ایک سانس میں گر جائے گا

در نغارہ چوں نغارہ سانِ ساں
نمناک مٹی میں سبز شاخ کی طرح ٹکڑے ٹکڑے

بند بندت گردد آخر اے فلاں
بالآخر تیرا جوڑ جوڑ ہو جائے گا اے فلاں!

سامۂ عہدِ ازل را یاد کن
ازل کے عہد کے وعدہ کو یاد کر

زخشۂ فطرت چو داری باد کن
جبکہ تو فطرت کا شعلہ رکھتا ہے، ہوا دے

ہر عبادت را ز حق وقت آمدست
ہر عبادت کا اللہ (تعالیٰ) کی جانب سے وقت مقرر ہے

در صلوٰۃ و صوم میقاتے ز ندست
نماز اور روزے کا ایک وقت مُتعین ہے

ہم زکوٰۃ و حج فرضِ وقتی ست
زکوٰۃ اور حج بھی وقتی فرض ہے

غفلت اندر وقتِ آں بدبختی ست
اُس کے وقت میں غفلت بدبختی ہے

جز کہ ذکرِ آں خدائے پاک ذات
اُس خدائے پاک ذات کے ذکر کے سوا

نیستش وقتِ مُعیّن از خدات
خدا کی جانب سے تیرے لئے اُس کا وقت معیّن

نوطِ ذکرِ حق بہ نسیاں داشتند
انہوں نے اللہ (تعالیٰ) کی یاد کا بھول سے تعلق کر دیا

ذکر را دائر بہ نسیاں ساختند
ذکر کو بھول میں دائر کر دیا

گفت اُذْکُرْ رَبَّكَ آں شاہِ جہاں
اُس شاہِ جہاں نے "تو اپنے آپ کو یاد کر" فرمایا

وقتِ نسیاں اِذَا نَسِیْتَ را بخواں
بھول کے وقت "جبکہ تو بھولے" پڑھ لے

ظرفِ اُذْکُرْ اِذَا نَسِیْتَ آمدست
"تو ذکر کر" کا وقت "جبکہ تو بھولے" آیا ہے

پس بہر نسیاں قرینِ کرے شدست
تو ہر بھول کا ساتھی ذکر ہے

ہر گہت نسیاں بتازد ذکر گو
جس وقت تجھ پر بھول حملہ کرے ذکر کر

تا نماند غیرِ ذکر و فکرِ ہُو
تاکہ اللہ (تعالیٰ) کے ذکر و فکر کے سوا کچھ نہ رہے

۱؎ کرد۔ اللہ تعالیٰ کا ہمارے زہد کو پسند کر لینا اُس کا کرم ہے ورنہ یہ کوئی خاص بات نہیں ہے۔ بشنجہ۔ کیچ کا دانہ۔ عمرِ دنیا۔ آخرت کی زندگی کے اعتبار سے دنیا کی زندگی ایک گھڑی سے زیادہ نہیں ہے یہاں اگر انسان نیک عمل کر لیتا ہے تو آخرت میں لا انتہا آرام پاتا ہے۔ ۲؎ ہر نفس۔ تیرا ہر سانس تجھ کو مسیحائی دے سکتا ہے۔ قیمت۔ جب تیرا وقت ختم ہو گیا تو دنیا کی دولتیں دے کر بھی ایک سانس نہیں خرید سکتا۔ تیز رخی۔ خوشی۔ ستاع۔ بانجھ عورت۔ سامہ۔ عہد۔ زخشہ۔ آگ کا شعلہ۔ باد کن۔ اُس کو ہوا دے کر بڑھا۔ ۳؎ ہر سعات۔ وقت۔ نوطہ۔ تعلق۔ گفت۔ قرآن پاک میں ہے وَاذْكُرْ رَبَّكَ إِذَا نَسِيتَ اور یاد کر اپنے خدا کو جس وقت تو بھول جائے۔ قرین۔ ساتھی۔ ہو۔ خدا۔

جُز خدائے وحدہٗ چہ بُوَد دِگر
خدائے وحدہٗ کے علاوہ دوسرا کیا ہے؟

نامِ اُو بر جان و دل شیر و شکر
اُسی کا نام جان اور دل کیلئے شیر و شکر ہے

ذکر کُن مذکور تا گردد عیاں
(ایسا) ذکر کر کہ جس کا ذکر ہو ظاہر ہوجائے

نے ہمیں ذکرے کہ باشد بر زباں
نہ وہ ذکر جو (صرف) زبان پر ہو

ذکرِ لفظی غیر عارض بیش نیست
لفظی ذکر ایک عارضی سے زیادہ کچھ نہیں

ذکرِ رُوحی جُز فنِ درویش نیست
رُوحی ذکر درویش کے ہُنر کے سوا نہیں ہے

چونکہ بر[1] باید ترا سُلطانِ ذِکر
جب سلطان الذکر تجھے اُٹھا لے

آں زماں گشتی سراپا کانِ ذِکر
اُس وقت تو مجسّم ذکر کی کان بن گیا

ذاکر و مذکور و ذِکر آید یکے
ذاکر اور مذکور اور ذکر ایک ہو جائے گا

غیرِ حق باقی نماند بے شکے
بے شک اللہ (تعالیٰ) کے سوا باقی نہ رہیگا

عالَمے[2] دیگر بدل زائد ترا
تیرے دل میں ایک دوسرا ایسا عالم پیدا ہوگا

کیں سما و ارض شُد آنجا ہبا
کہ یہ آسمان اور زمین وہاں ذرہ ہیں

آفتابِ دیگر از مشرق تند
مشرق سے دوسرا سورج طلوع کرے گا

ذرّہ اَت اشراقِ خورشیدے کند
اُس کا ایک ذرّہ سورج کو روشن کرے گا

مہر چوں آئینہ را گردد محیط
سورج جب آئینہ کو گھیر لیتا ہے

آئینہ خود جلوہ گر شُد زاں بسیط
اُس پھیلے ہوئے سے خود آئینہ جلوہ گر ہو جاتا ہے

بعد ازیں گفتن اجازت کے بُوَد
اُس کے بعد کہنے کی اجازت کہاں ہے؟

نحنُ اقرب ہر زمانم وے بُوَد
ہر وقت تیرے لئے ہم زیادہ نزدیک ہیں وہ ہوتا ہے

در رگ و در پوست و اندر استخواں
رگ میں اور کھال میں اور ہڈی میں

برق زد چندانکہ رفت از من نشاں
ایسی بجلی گری، کہ میرا نشان مٹ گیا

شعلۂ عشق از گریباں سر بزد
عشق کے شعلہ نے گریبان سے سر اُبھارا

احمدا[3] اکنوں مجو غیر از احد
اے احمدؐ! اب احد کے غیر کو تلاش نہ کر

شُد گریباں صورتِ مقراضِ لا
گریبان لا کی قینچی کی صورت بن گیا

مَن کجا و ہستیٔ فانی کجا
(اب) میں کہاں اور فانی ہستی کہاں؟

قارعہ آمد ز عشقِ ذوالجلال
ذوالجلال کے عشق کی قیامت آگئی

ریزہ ریزہ کرد مینائے خیال
جس نے خیال کی صراحی کو ریزہ ریزہ کردیا

در قیامت رازِ عشق ست اے فلاں
اے فلاں! قیامت میں عشق کا راز ہے

صد قراع چوں کتائب الاماں
لشکروں کو سو مرتبہ کھٹکھٹانے کی طرح الاماں

در تاویل بر تصوف سورۃ القارعۃ
تصوف کے اعتبار سے اس سورۃ کی تفسیر القارعۃ

اَلْقَارِعَةُ مَا الْقَارِعَةُ وَمَا اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَةُ
کیا ہے القارعہ اور کس چیز نے تجھے بتایا کیا ہے القارعہ

قارعہ دانی کہ چہ بُوَد قارعہ
تو قارعہ کو جانتا ہے قارعہ کیا ہے؟

ہست بہرِ کوب دلہا سارعہ
دلوں کو کوٹنے کے لئے جلدی کرنیوالی ہے

پس چہ آگاہی بگو زاں قرعِ سخت
تو بتا تو کیا جانتا ہے سخت کوٹنے کے بارے میں؟

کو کُنَد دلہائے عاشق لخت لخت
جو عاشقوں کے دلوں کو ٹکڑے کر دیتا ہے

قرعِ عشق آں روز باشد بر دلت
تیرے دل پر عشق کا کوٹنا اُس روز ہوگا

تا بدیں نوبت رساند منزلت
حتی کہ تیرا مقام اس نوبت پر پہنچا دیگا

پیشِ تو شاہ و امیر و ہر کبیر
تیرے سامنے شاہ اور امیر اور ہر بڑا

جملہ چوں پروانگاں باشد حقیر
سب پروانوں کی طرح حقیر ہوں گے

در نظر کس را نباشد وزنِ جو
نظر میں کسی کا جو برابر وزن نہ ہوگا

دل نباشد با کسے ہرگز گرو
دل ہرگز کسی کا پابند نہ ہوگا

روزنِ عُجب و ریا مسدود شُد
تکبّر اور ریاکاری کا سوراخ بند ہو گیا

تا ترا خلق از نظر مفقود شُد
حتی کہ مخلوق تیری نظر سے گم ہو گئی

---

[1] بر آید۔ جب سلطان الذکر کا غلبہ ہوتا ہے تو انسان کو اُس میں لذت محسوس ہونے لگتی ہے اور وہ انسان کی غفلت کی حالت اور دوسری مشغولیت میں بھی جاری رہتا ہے۔ ذاکر۔ اب فنا کی تکمیل ہوجاتی ہے۔ [2] عالم۔ پھر عجیب تجلّیات طاری ہوتی ہیں۔ بسیط پھیلا ہوا۔ منتشر۔ نحن اقرب۔ جب خدا ہم سے زیادہ قریب ہے تو اب اُس سے کچھ کہنے کی کیا ضرورت ہے۔ [3] احمدا یعنی عارف۔ من کجا۔ یعنی اس عشق نے مجھے فنا کر دیا۔ قارعہ۔ کوٹ ڈالنے والی چیز۔ مینا۔ شیشہ۔ کتائب۔ کتیبہ کی جمع ہے۔ لشکر۔ مسدود۔ بند۔ مفقود۔ گم۔

غیرِ حق را قدر نبوُد در دلت
تیرے دل میں حق کے غیر کی قدر نہ ہوگی
مُردہ گردد خواہشِ آب و گلت
تیری آب و گِل کی خواہش مُردہ ہو جائے گی

وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ
اور ہو جائیں گے پہاڑ دُھنی ہوئی
الْمَنْفُوشِ
روئی کی طرح

کوہہای سخت چوں پنبہ شود
سخت پہاڑ روئی کی طرح ہو جائیں گے
از نظر ہمچوں سحابے میرود
نظر کے سامنے ابر کی طرح چلیں گے
عالمے گردد ہبا[۵۱] پیشِ نظر
آنکھ کے سامنے عالم ذرّات بن جائیگا
غیرِ حق را مُرتفع گردد اثر
حق کے غیر کا اثر اُٹھ جائے گا
چیست عالم آں عرضہا مجتمع
عالم کیا ہے؟ جمع شدہ عرض ہیں
در یکے عینِ بسیطِ متسع
ایک وسیع چوڑے عین میں
نیست چوں اعراض را ہرگز بقا
چونکہ اعراض کے لئے ہرگز بقا نہیں ہے
ہر چہ موجودست[ہست] اکنوں فنا
جو موجود ہے، اب فنا ہے
عالم امواجیست در بحرِ وجود
وجود کے سمندر میں عالم موجیں ہیں
یک چو آبیست سیال اے ودود
یکسی اے دوست! پانی کی طرح بہنے والا ہر

ہمچو آں جوالۂ شعلہ دائرہ
جس طرح دائرے میں گھومنے والا شُعلہ
در نظر آید بسُرعت سائرہ
نظر میں تیز چلنے والا نظر آتا ہے
نیست در واقع بجز نقطہ دگر
واقع میں سوائے ایک نقطہ کے دوسری چیز نہیں ہے
ایں فساد از حسِ تو شُد اے پسر
اے بیٹا! یہ فساد تیری حِس سے ہوا
ہمچناں[۵۲] کہ قطرہائے نازلہ
جیسے کہ نیچے آنے والے قطرات
نزدِ تو شُد مستقیم و واصلہ
تیرے نزدیک سیدھا (خط) اور جڑے ہوئے ہیں
بسکہ او جنبش بسُرعت میکند
وہ صرف تیزی سے حرکت کرتے ہیں
حسِ تو بر فقدِ او کے می تند
تیرا حِس اُس کے نہ ہونے کو کب محسوس کرتا ہے
ہست در تجدیدِ اکواں ایں جہاں
اِس دنیا کی کائنات نیا ہونے میں ہے
میشود مثلش مجدد ہر زماں
اُسی جیسا ہر لمحہ نیا آجاتا ہے
لیک حسِ ظاہرت از اشتباہ
لیکن تیری ظاہری حِس اشتباہ کی وجہ سے
دائم آں یک شے بہ بیند در نگاہ
ہمیشہ نظر میں ایک چیز کو دیکھتی ہے
در نظر آید نظامِ متسق
نگاہ میں متّصل نظام ہے
ہست در ہر آں و لیکن ممتحق
جو ہر آن موجود ہوتا ہے لیکن مٹنے والا ہے

نیست دریک لمحہ عالم را قرار
عالم کو ایک لمحہ کے لئے قرار نہیں ہے
ہمچو موجِ[۵۳] آب دائم در فرار
پانی کی موج کی طرح ہمیشہ روانگی میں ہے
ہر زماں از فیضِ سابق لاحقے
ہر لمحہ پہلے کے فیض کا ایک لاحق ہے
ہمچو او موجود گردد فائقے
ایک بڑھا ہوا اُس جیسا موجود ہو جاتا ہے
موجد و مُفنی ہماں یکذاتِ دوست
پیدا کرنیوالی اور فنا کرنیوالی دوست کی وہی ایک ذات ہے
اختفا با خود ظہورِ نورِ اوست
اُس کا مخفی ہونا خود اُس کا ظہور ہے
سُرعتِ کون و فساد ایں سحر کرد
بننے اور بگڑنے کی تیزی نے یہ جادو کیا ہے
شُد ز حسِ مشترک تمیز فرد
حِسِ مشترک سے تمیز جدا ہو گئی ہے
كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ
ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے مگر اُسکی ذات
ایں زماں ست آشکارا اے عمو
اے بچا! اِسی وقت ظاہر ہے
لیک فیضِ حق مدد آرد ز جود
لیکن سخاوت کی وجہ سے اللہ (تعالیٰ) کا فیض مدد
ہر دمش بخشد سر نو نو وجود
اُسکو ہر دم از سرِ نو نیا وجود عطا کر دیتا ہے
ہر دمت اے جاں فنا و زندگیست
اے جان! تیری ہر وقت فنا اور زندگی ہے
غیرِ وجہِ اللہ کرا پایندگیست
اللہ کی ذات کے سوا کس کے لئے بقا ہے؟

۵۱ ہبا۔ وہ ذرّے جو فضا میں اُڑتے رہتے ہیں۔ عرضہا مجتمع۔ صوفیا کے نزدیک تمام عالم اعراض کا مجموعہ ہے جو ایک عین قایم بالذات سے قایم ہے اور وہی پھیلا ہوا عین تمام عوالم کا حامل ہے۔ ہمچو آں۔ عالم میں تجدد امثال ہو رہا ہے ایک عرض دوسرے عرض کی جگہ لے رہا ہے لیکن تمہاری نگاہ میں وہ قائم نظر آتا ہے اِس کی مثال یہ ہے کہ آگ کے انگارے کو اگر تیزی سے گھماؤ تو پورا دائرہ ایک قایم چیز نظر آتا ہے حالانکہ اُس میں صرف ایک انگارہ ہے جو جگہ بدل رہا ہے یہ صرف تمہاری نظر کا فریب ہے ورنہ دائرہ نہیں ہے صرف ایک انگارہ ہے۔ ۵۲ ہمچناں۔ اِسی طرح ایک قطرہ جو تیزی سے گرتا ہے وہ تمہیں پانی کی لڑی نظر آتا ہے حالانکہ وہ صرف ایک قطرہ ہے۔ تجدید۔ اِسی طرح ہر عرض کی جگہ دوسرا عرض اُسی طرح کا آرہا ہے لیکن تم سمجھتے ہو کہ وہ پہلا عرض ہے نظام متسق مُتّصل۔ ممتحق مٹا ہوا۔ ۵۳ ہمچو موج۔ دریا کا پانی ہر لمحہ بدل رہا ہے لیکن تمہیں ایک قائم سطح نظر آرہی ہے۔ اِختفاء مخفی ہونے اور ظاہر ہونے میں اتحاد سرعت سے گردہ دونوں ایک چیز نظر آرہے ہیں۔ کل شئی۔ عالم میں جو اعراض ہیں ان کی فنا اور یہی ذات کا وجود اسی وقت دیکھ لو۔

قارعۂ[1] انساں چو بر جانت زند
کھڑکھڑانے والی (قیامت) اس طور پر جب تیری جان پر آئے
ضربتِ آں تیشہ ہستت را کَنَد
اس تیشہ کی ضرب تیری ہستی کو اکھاڑ دیتی ہے
مستمر بینی عدم اعیان را
تو ہمیشہ موجودات کا عدم دیکھے گا
نیست موجودے بجز ذاتِ خدا
خدا کی ذات کے علاوہ کوئی موجود نہیں ہے
کوہہا گردد ترا مر السحاب
پہاڑ تیرے لئے ابر کا چلنا ہو جائے گا
مرتفع شد چونکہ از چشمت حجاب
جبکہ تیری نظر سے پردہ ہٹ گیا

فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُہٗ فَھُوَ
لیکن وہ شخص جس کی ترازو میں بھاری ہوں پس
فِیْ عِیْشَۃٍ رَّاضِیَۃٍ اِلٰی آخرہ
پس وہ پسندیدہ زندگی میں ہے الخ

ہر کرا در ضربتِ عشق و قراع
عشق اور کھڑکھڑانے کی ضرب میں
کفۂ میزانِ عقلش شد مراع
جس کی عقل کی ترازو کا پلڑا رعایت کیا گیا ہو گیا
کفۂ میزانِ عقلش شد گراں
اس کی عقل کی ترازو کا پلڑا بھاری ہو گیا
از نہیبِ عشق نامد در زیاں
عشق کی دہشت سے وہ نقصان میں نہ پڑا
گرچہ[2] کنتُ سَمعَہٗ بی یَسمَعُ اوست
اگرچہ میں اس کا کان بنتا ہوں جس سے وہ سنتا ہو وہ ہر
خود کہ بی یُبصِرُ و بی یَبطِشُ زد و ست
وہ خود دست کیجانب میرے ذریعہ دیکھتا ہے اور میرے

لیک در شورِ فنا از جانش شد
لیکن فنا کے شور میں وہ جگہ سے نہ ہٹا
در مقامِ جمع شطح افزانشد
وہ جمع کے مقام میں خلافِ شریعت بات بڑھانے والا نہ بنا
حدِ خود را داشت مطموحِ نظر
اس نے اپنی حد کو منظورِ نظر رکھا
آنچہ می بیند نگفت او از حذر
جو کچھ وہ دیکھتا ہے احتیاط کی وجہ سے اس نے وہ نہ کہا
اوست در عیشِ پسندیدہ مدام
وہ ہمیشہ پسندیدہ زندگی میں ہے
در مقامِ خلّتِ[3] از کاسُ الکرام
"خُلّت" کے مقام پر سخیوں کے پیالہ سے
وانکہ شد میزانِ عقلِ او سبک
اور وہ شخص جس کی عقل کی ترازو ہلکی پڑی
رفت در جام از حدِ آں ظرفِ تنگ
وہ کم ظرف (ایک) جام میں حد سے گزر گیا
شورشے و وحشتے آغاز کرد
خورش اور وحشت شروع کر دی
خویش را با قرصِ خور انباز کرد
اس نے اپنے آپ کو ٹکیہ کیساتھ شریک کر لیا
گشت در آئینہ تاباں آفتاب
سورج آئینہ میں روشن ہوا
محو شد آئینہ رخشاں آفتاب
آئینہ محو ہو گیا، سورج روشن ہے
خود گمان آفتابے او نمود
اس نے سورج ہونے کا گمان ظاہر کیا
لیک در واقع بجز عکس او نبود
لیکن واقع میں اس کے عکس کے سوا کچھ نہ تھا

گشت منصور و سرے بر باد داد
وہ منصور بن گیا اور سر برباد کیا
وز شرارِ عشق آتشہا فتاد
عشق کی چنگاریوں سے آگیں نکلیں
برق از جان و دلش سر بر زند
اس کی جان و دل سے بجلی نکلتی ہے
شعلۂ شوقش چو خاکستر کند
اس کو شوق کا شعلہ راکھ کی طرح کر دیتا ہے
شعلۂ غیرت بدل گرم او فتاد
غیرت کا شعلہ دل میں لگا
آتشِ عشق افسرِ سوزش بداد
عشق کی آگ نے سوزش کو تاج پہنا دیا
تیز تر شد برقِ عشقِ بے نشاں
بے نشان عشق کی بجلی زیادہ تیز ہو گئی
سوختہ چوں یافت سوز د بیگماں
جب اس نے ایندھن پایا وہ یقیناً جل جائیگا
پس شود جای دلش در ہاویہ
اس کے دل کی جگہ ہاویہ ہو گئی
ہیچ میدانی چہ باشد ہاویہ
تو کچھ جانتا ہے وہ کیا ہوتی ہے "وہ کیا ہے"
آتشِ سوزندہ نقشِ غیر را
غیر کے نقش کو جلا دینے والی آگ
کہ بسوزد پرِ طیر و سیر را
جو اڑنے اور سیر کرنے والے پر کو جلا دیتی ہے
از لہیبِ آتشِ ہجراں بسوخت
وہ ہجر کی آگ کی لپٹ سے جل گیا
ہر کہ زاں شمسِ مشعشع دیدہ دوخت
جس نے اس شعاع دار سورج پر آنکھ جمائی

---

[1] قارعہ، جب جسموں پر قیامت بپا ہوگی تو تجھے نظر آجائیگا کہ کائنات کا وجود بجز ذاتِ واحد کے کچھ نہ تھا۔ تبر کیا۔ جب عشق کے غلبہ میں فنا کا درجہ آتا ہے اگر اس وقت عقل سالم رہی اور انا الحق نہ کہہ بیٹھا تو اس کو عشق سے کوئی ظاہری نقصان بھی نہیں پہنچتا ہے۔ [2] اگرچہ حدیثِ قدسی ہے کہ میں انسان کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے میں اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے میں اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے انسان اس مقام کی شورش سے بچ گیا اور شطحیات پر نہ اتر آیا اور شریعت کا پاس و لحاظ رکھا تو وہ بچ جاتا ہے۔ شطح۔ وہ قول جو صوفیاء سے خلافِ شریعت جذب اور فنا کی حالت میں صادر ہو جاتا ہے جیسے "اَنَا الْحَق" "مَا فِیْ جُبَّتِیْ غَیْرُ اللہِ"۔ خورش یعنی اپنے آپ کو خدا کے ساتھ شریک کرنے لگے۔ [3] خلّت۔ دوستی کو ایک مقام ہے جس سے خلیل بنا ہے اور آنحضورؐ نے فرمایا ہے میرا خلیل سوائے خدا کے کوئی نہیں ہے۔ منصور۔ منصورِ حلاج نے انا الحق کہہ دیا۔ افسر۔ تاج۔ کہ بسوزد۔ ایسے شخص کا عشق کی گرمی سے پر پرواز جل جاتا ہے اور وہ سیر فی اللہ سے رک جاتا ہے۔

اے ایاز ار حدِ خود بشناختی
اے ایاز! (اگر) تو اپنا مرتبہ پہچان جاتا
جاں[1] بجانِ شاہِ بیحد ساختی
جان کو لامحدود شاہ کی جان سے وابستہ کرتا

باز رجوع نمودن بتفصیل و تاویلِ قصۂ شہزادگاں و تطبیق نمودنِ اُو بر منازلِ عرفان

شہزادوں کے قصہ کی تاویل اور تفصیل کی جانب رجوع کرنا اور اُس کی عرفان کے مراتب کے ساتھ مطابقت کرنا

یادم آمد قصۂ شہزادگاں
مجھے شہزادوں کا قصہ یاد آگیا
باز گردانم بسُوی آں عناں
اُس کی جانب پھر باگ موڑتا ہوں

اعتبارے گیر ازیں قصہ تمام
اِس قصہ سے پوری عبرت حاصل کرلے
تا بری زیں داستاں حصہ تمام
تاکہ تو اِس داستان سے پورا حصہ حاصل کرلے

مرد را باید کہ کارِ خود کند
انسان کو چاہئے کہ اپنا کام کرے
نے بر افسون و فسانہ بر تند
نہ کہ افسوں اور افسانہ پر انحصار کرے

عمرہا کردی در افسانہ تمام
تو نے عمر افسانہ میں ختم کردی
صبح نزدیک ست برخیز از منام
صبح قریب ہے، نیند سے بیدار ہو جا

صبحِ پیری آمد و وقتِ رحیل
بڑھاپے کی صبح آگئی اور کوچ کا وقت ہے
در اساطیر و سمر کم شو دخیل
کہانیوں اور قصے میں دخل نہ دے

آں بکُن کہ زادِ راہے باشدت
وہ کر جو تیرے راستہ کا توشہ ہو
در لحد روشن چو ماہے باشدت
جو چاند کی طرح تیرے لئے قبر میں روشن ہو

شام شُد آمد غروبِ آفتاب
شام ہوگئی، آفتاب کے غروب کا وقت ہوگیا
وقت بیگہ شُد بخانہ رو شتاب
دیر ہوگئی، جلد گھر جا

نان و حلوا خوردہ تو مدتے
تو نے ایک مدت تک روٹی اور حلوا کھایا ہے
ہیچ زاں دیدی بباطن عُدتے
اُس سے باطن میں تو نے کوئی ذخیرہ دیکھا؟

نفس را پروردی و گاوے شُدی
تو نے نفس کو پالا اور بیل بن گیا
کے بمنزلگاہِ خود گاوے زدی
تو نے کب اپنی منزل کی جانب قدم اٹھایا؟

چوں ستاکے تازہ سر افراختی
تو نے نئی شاخ کی طرح سر اُبھارا
خود ستاوندے معلّٰے ساختی
اپنے آپ کو اونچا بنگلہ بنایا ہے

سنگ را سنبیدی از ناخن بزور
تو نے طاقت کے ناخن کے ذریعہ پتھر میں سوراخ کردیا
شیر را رنجاندی از قوت چو گور
تو نے قوت کی وجہ سے شیر کو گورخر کی طرح ستایا

آخر انفاست سُکنجیدن[2] کند
بالآخر تیرے سانس گھٹنے لگیں گے
چوں چغک در مرگ چغزیدن کند
چڑیا کی طرح مرتے وقت ڈریں گے

پس بکُن امروز بہرِ مرگ ساز
پس تو آج موت کے لئے تیاری کرلے
در گذر سُوی حقیقت از مجاز
مجاز سے حقیقت کی جانب چلا جا

نان و حلوا خوردی و کمتر شُدی
تو نے روٹی اور حلوا کھایا تو موٹا ہوگیا
در وحلہای گنہ چوں خر شُدی
گناہ کی کیچڑوں میں گدھے کی طرح پھنس گیا

نعمتِ الوانِ دیگر خوردہ گیر
فرض کرلے تو نے قسم قسم کی نعمتیں کھائیں
خویشتن را آخر اے جاں مُردہ گیر
اے جان! بالآخر اپنے آپ کو مُردہ فرض کرلے

چرب و شیریں خوردہ گیر اے تیز رفت
اے موٹے شیر فرض کرلے تو نے چکنی اور شیریں غذائیں کھائیں
در دو روزہ تب ہمہ آں در رفت
دو دن کے بخار میں وہ سب طاقت ختم ہوگئی

آں بخور کاں نورِ دل افزایدت
وہ کھا جو تیرے دل کا نور بڑھائے
غرفہ سوی آں جہاں بگشایدت
اُس جہان کی جانب تیری کھڑکی کھول دے

رفت عمرِ بے بہا در کاہلی
تیری قیمتی عمر سستی میں ختم ہوئی
چند روزے ماندہ است و غافلی
چند دن رہے ہیں اور تو غافل ہے

رفت رفت اکنوں بیا ہم سُوی دوست
جو گذرا سو گذرا اب بھی دوست کی جانب آجا
تیز تر نہ گام اندر کوی دوست
دوست کے کوچہ میں تیز تر قدم اُٹھا

آنچہ باقی ماندہ از دستت مدہ
جو کچھ باقی ہے اُس کو ہاتھ سے نہ دے
باز سر کُن سر بپائے یار نہ
سر کے بل چل، سر کو یار کے پاؤں پر رکھدے

آنکہ گر صد سال عصیانش کُنی
اے وہ کہ اگر تو سو سال اُس کی نافرمانی کرے
باز در باز ست چوں حلقہ زنی
پھر بھی دروازہ کھلا ہوا ہے اگر تو کنڈی کھٹکھٹائے

---

[1] جاں۔ بجانِ شاہ۔ وصلِ تام حاصل ہونا۔ منام۔ نیند۔ رحیل۔ کوچ۔ اساطیر۔ بے اصل کہانیاں۔ عُدّہ۔ ذخیرہ۔ گاوے زدی۔ قدم۔ ستاک۔ شاخ۔ ستاوندے۔ مکان جس کی چھت ایک ستون پر قائم ہو جیسے بنگلہ۔ [2] سُکنجیدن۔ سانس کا رُکنا۔ چغک۔ چغوک۔ سرخاب۔ چڑیا۔ چغزیدن۔ ترسیدن۔ کمتر۔ موٹا۔ ناخن کا کُرکنے

زیں چنیں یارے نکو ببریدہٗ
تو ایسے بھلے دوست سے کٹا ہے
خاک بر فرقت[١] کہ بد فہمیدہٗ
تیرے سر پر خاک، تو غلط سمجھا ہے
کارِ حق بر طاقِ نسیاں داشتی
تو نے اللہ (تعالیٰ) کا معاملہ تو طاقِ نسیاں میں رکھ دیا
در ہوا چندیں علم افراشتی
تو نے نفس کی خواہش میں اتنے جھنڈے بلند کئے
پنبۂ غفلت بدر از گوش کن
غفلت کی روئی، کان سے نکال
پندم ای جاں بشنو اندک ہوش کن
اے جان! میری نصیحت سن لے تھوڑا سا ہوش کر
چیست روح آں طائرِ قدسی صفت
روح کیا ہے؟ وہ قدسی صفت پرند ہے
در قفس محبوس بہرِ معرفت
معرفت کے لئے پنجرے میں بند ہے
چیست روح آں طائرِ قدسی نژاد
روح کیا ہے؟ وہ قدسی نسل پرند ہے
بہرِ کسبے اندریں زنداں فتاد
کمائی کے لئے اس قید خانہ میں پڑا ہے
بہرِ تعلیم ست طوطی در قفس
طوطی پنجرے میں سکھانے کے لئے ہے
تا بیاموزد صفیر از خوش نفس
تاکہ وہ خوش آواز سے سیٹی (بجانا) سیکھ لے
آمدہ بہرِ تجارت از عدم
تجارت کے لئے عدم سے آئی ہے
رو بداں سو باشد او را دمبدم
اس کا رخ ہر وقت اس جانب ہے

نفسِ تو ہمچوں پدر در تربیت
ترا نفس تربیت میں باپ جیسا ہے
میکند منع از حصارِ مدہشت
تجھے دہشت ناک قلعہ سے روکتا ہے
نفسِ امارہ بعصیاں راندت
نفسِ امارہ تجھے گناہ کی طرف چلاتا ہے
سوی فسق و کفر و طغیاں خواندت
تجھے فسق اور کفر اور سرکشی کی جانب بلاتا ہے
منع آرد زاں حصارِ پر صور[٢]
اس تصویروں بھرے قلعہ سے منع کرتا ہے
کاں رباید ہوشِ دنیا سربسر
کہ وہ دنیا کی عقل بالکل اڑا دیتا ہے
حصنِ دینِ احمدی با برج و بار
برج اور بزرگی والا احمدی دین کا قلعہ
می رباید ہوشِ دنیا ز اعتبار
عبرت کی وجہ سے دنیا کی ہوش اڑا دیتا ہو
اندراں تصویرِ شاہ و دختِ او
اس میں شاہ اور اس کی دختر کی تصویر ہے
ذکر حور و جنت و عشقِ نکوست
حور اور جنت اور اچھے عشق کا ذکر ہے
چونکہ زوّجنا بحورٍ عین گفت[٣]
چونکہ ہم نے بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں سے شادی
گوہرِ دل را بتارِ طمع سفت
دل کے موتی کو لالچ کے تار سے گوندھ دیا
چونکہ انسانست مجبول از ازل
چونکہ انسان ازل سے پیدا کیا ہوا ہے
سوی جلبِ نفع و دفعِ ہر خلل
نفع کمانے اور ہر نقصان کو دفع کرنے کی جانب

زیں سبب در حصنِ شرعِ خوش نظر
اسی لئے شریعت کے قلعہ میں
کردہ انداز رغبت و رہبت صور
رغبت اور خوف دلانے کی تصویریں بنا دی ہیں
گہ ز راہِ طمع بر راہ آورند
کبھی لالچ کے طریقہ سے راستہ پر لگاتے ہیں
گاہ خوفِ قعرِ دوزخ میدہند
کبھی دوزخ کی گہرائی کا خوف دلاتے ہیں
تازیانہ نفسہای سرکشاں
سرکش نفوس کو کوڑا
جبر و کرہاً می برد سوی شہاں
جبراً اور قہراً شاہوں کی طرف لے جاتا ہے
تاکہ طوعاً یا کرہاً ایں نفوس
تاکہ یہ نفس خوشی سے یا جبراً
سوی شاہ و دخترش گردد انوس
شاہ اور اس کی لڑکی کی جانب مانوس ہو جائیں
لیک چوں شہزادگاں یعنی بشر
لیکن شہزادوں کی طرح یعنی انسان
بر سہ قسم انداز سلوک ای دیدہ ور
اے دیدہ ور! سلوک میں تین قسم کے ہیں
ظالمٌ منہم لنفسہ مقتصدٌ[٤]
انمیں سے اپنے نفس پر ظلم کرنیوالا اور میانہ رو ہو
سابقٌ بالخیر بعضے شد ز جد
بعض کوشش سے بھلائی کی جانب سبقت کرنیوالا تھا
اولیں شہزادہ گشت او نفسِ خود
پہلا شہزادہ اس نے اپنی جان کو ہلاک کیا
از گروہِ ظالمانِ نفس شد
وہ نفس پر ظلم کرنیوالوں کے گروہ میں سے ہوگیا

١ فرق - سر کی مانگ - بدر کردن - نکالنا - صفیر - پرندہ کی سیٹی - نفس - نفس کی مثال اس بادشاہ کی طرح ہے جس نے تینوں شہزادوں کو تصویروں بھرے قلعہ میں داخل ہونے سے منع کیا تھا نفس بھی انسان کو شریعت کے پُر نقش و نگار قلعہ میں داخل ہونے سے روکتا ہے۔ ٢ حصارِ پُر صوَر - تصویروں بھرا قلعہ - بار - بزرگ، بلار یابی - گفت - قرآن میں اہلِ جنت کے لئے فرمایا گیا ہے زوّجناھم بحورٍ عینٍ ہم نے اُن کا نکاح بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں سے کردیا - مجبول - مخلوق - جلب - کھینچنا - رہبت - ڈرانا - انوس - مانوس - ٣ ظالم - انسانوں کی مثال اُن تین شہزادوں کی سی ہے کچھ لوگ تو اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں یہ لوگ پہلے شہزادے کی طرح ہیں کچھ لوگ میانہ روی اختیار کرتے ہیں وہ دوسرے شہزادے کی طرح ہیں۔ کچھ لوگ بھلائیوں کی جانب دوڑ کر جاتے ہیں وہ تیسرے شہزادے کی طرح ہیں۔

در طپش آں دُرِّ جانش از کفِ فتاد
اُس کی جان کا موتی طپش میں ہاتھ سے گر گیا

دادِ کسب و معرفت ہر گز نداد
اُس نے کسب اور معرفت کی کوئی داد نہ دی

لیک لطفِ شاہ دستش را گرفت
لیکن شاہ کی مہربانی نے اُس کی دستگیری کی

شُد ز منظورانِ درگاہ ایں شگفت
وہ مقبولانِ بارگاہ میں سے ہو گیا، یہ تعجب ہے،

ہر کہ بہرش جاں دہد جانش دہند
جو اُس کے لئے جان دیدیتا ہے وہ اُسکو جان دیدیتے ہیں

وانکہ یاقوتے دہد کانش دہند
اور جو ایک یاقوت دیتا ہے اُسکو کان دیدیتے ہیں

سوخت از یک شعلہ چوں پروانگاں
وہ پروانوں کی طرح ایک شعلہ سے جل گیا

در چہے افتاد چوں دیوانگاں
دیوانوں کی طرح ایک کنویں میں گر گیا

مرد باید در نبردِ شیرِ عشق
عشق کے شیر کی جنگ میں بہادر درکار ہے

تا بقدرِ وسع گردد سیرِ عشق
تاکہ وسعت کی بقدر عشق سے سیراب ہو

گر بمُردن یار در دست آمدے
اگر مرنے سے دوست ہاتھ آجایا کرتا

پس رہِ حق سخت آساں تر بُدے
تو خدا کا راستہ، بہت آسان ہوتا

ہست اینجا ہر نفس مرگے دگر
یہاں ہر دم ایک دوسری موت ہے

کز مرارش موت دارد صد خطر
جس کی تلخی سے موت سو خطرے محسوس کرتی ہے

واں دُوُم تحصیل کرد و اجتہاد
اور اُس دوسرے نے تحصیل اور کوشش کی

لیک در عُجبے فتاد و در فساد
لیکن تکبّر میں اور فساد میں پڑ گیا

خویش را با آفتاب انباز کرد
اپنے آپ کو سورج کا شریک بنایا

دعویِ قولِ اَنَا الحَق ساز کرد
"اَنَا الحَق" کے قول کا دعویٰ شروع کر دیا

در رہِ اُو ہم توقف بیش شُد
اُس کی راہ میں بھی توقف زیادہ ہوا

منزلِ دار آں سرش را پیش شُد
سُولی کی منزل اُس کے سر کے سامنے آئی

ماند در راہ از کمالِ احمدی
کمالِ احمدیؐ سے، راستہ میں رہ گیا

جُرعہ نوشید از جمالِ احمدی
اُس نے احمدیؐ جمال کا ایک گھونٹ پیا

لطفِ شہ اُو را بجاں مقبول کرد
شاہ کی مہربانی نے اُسکو (دل و) جان سے مقبول بنایا

با وصالِ خویشتن مشغول کرد
اپنے وصال میں مشغول کر دیا

نے ز استعداد و استحقاق بُود
استعداد اور استحقاق کی وجہ سے نہ ہوا

ایں ہمہ لطفِ شہِ خلاق بُود
یہ سب کچھ پیدا کرنے والے شاہ کی مہربانی تھی

واں سوم شہزادہ بُود از سابقاں
اور وہ تیسرا شہزادہ سبقت لیجانے والوں میں تھا

گشت از ہر دو برادر سابق آں
وہ دونوں بھائیوں سے آگے بڑھ گیا

از طریقِ معرفت آگاہ شُد
معرفت کے راستہ سے باخبر ہو گیا

با حقیقتہائے شہ ہمراہ شُد
شاہ کی حقیقتوں کا ہمراہ بن گیا

کرد جہد و کسبِ عرفانی نمود
اُس نے مجاہدہ اور کسب کیا، عرفان ظاہر ہوا

قُربِ آں شہ دمبدم بر می فزود
دمبدم اُس شاہ کا قرب بڑھ رہا تھا

چوں ز ترغیب اہلِ ایماں میروند
چونکہ اہلِ ایمان رغبت دلانے سے چلتے ہیں

سُوئے شاہ از عشقِ دختر میدوند
شاہ کی جانب لڑکی کے عشق سے دوڑتے ہیں

چوں نظر بر شہ فتاد از خود شُدند
جب اُن کی نظر شاہ پر پڑی از خود رفتہ ہو گئے

عشقِ دختر مستتر بر شہ زدند
پوشیدہ لڑکی کا عشق، شاہ سے وابستہ کر دیا

چونکہ استعدادِ کامل دید شاہ
شاہ نے چونکہ مکمل استعداد دیکھی

در جبلّش داد دختر زانتباہ
آگاہی کی وجہ سے لڑکی اُس کے نکاح میں دیدی

واں دو را ہم شُد ز دختر گو نصیب
اگرچہ اُن دونوں کو بھی لڑکی سے حصّہ ملا

لیک کو آں رُتبہ و قربِ عجیب
لیکن وہ رُتبہ اور عجیب قرب کہاں!

ناقصے را شاہ بر مسند نشاند
ناقص کو بھی شاہ نے مسند پر بٹھایا

خویش خواند و بر سرش زرہا فشاند
اپنا کہا اور اُس کے سر پر زر افشانی کر دی

---

[1] در طپش۔ پہلے شہزادے نے عشق کی طپش کی وجہ سے موتی جیسی رُوح کھو دی لیکن شاہ نے اپنے کرم سے اُسکو نوازدیا مگر قرآں۔ محض مرنے سے وصل حاصل نہیں ہوتا ہے

عرفی اگر بگریہ میسر شدے وصال — صد سال می تواں بہ تمنا گریستن

اینجا۔ وہ عشق میں تو بار بار مرنا پڑتا ہے جب کہیں وصل حاصل ہوتا ہے۔ [2] واں دُوُم۔ دوسرے شہزادے نے وصل کے لئے کوشش کی لیکن تکبّر اور فرعونیت میں مبتلا ہو گیا اور اپنے آپ کو شیخ کا ثانی سمجھنے لگا۔ دار۔ سولی۔ جرعہ۔ گھونٹ۔ لطفِ شہ۔ بادشاہ کے کرم نے اُس کو مقبول بنا لیا حالانکہ اُس کو استحقاق نہ تھا۔ سوم۔ تیسرا شہزادہ سابقین میں سے بن گیا۔ [3] چوں ز ترغیب۔ ابتداءً مومن جنّت کے شوق میں کوشش کرتا ہے لیکن مشاہدہ کے بعد پھر صرف ذاتِ خداوندی کا شوق رہ جاتا ہے اور حق تعالیٰ استعداد دیکھ کر جنّت خود عطا کر دیتا ہے۔

ہست از نقصانِ خود او منفعل[۱]
وہ خود اپنی کمی سے شرمندہ ہے
بر سریرِ سلطنت محزون خجل
وہ سلطنت کے تخت پر غمگین، شرمندہ ہے
در دلش از زلتِ خود خارہا
اُس کے دل میں اپنی لغزش سے کانٹے ہیں
می کشد زاں منقصت آزارہا
اُس کمی سے تکلیفیں برداشت کر رہا ہے
زیں سبب فرمود آں خیر البشر
اسی لئے خیر البشر نے فرمایا
نیست غم در جنت از غفلت مگر
جنت میں کوئی غم نہیں ہے، مگر غفلت سے
عاصیاں را گر بجنت رہ دہند
اگر گنہگاروں کو جنت میں راستہ دیتے ہیں
چترِ سلطانی و قصرِ شہ دہند
شاہی چتر اور شاہی قلعہ دیتے ہیں
ہمچو طاؤس او زپائے زشتِ خویش
وہ اپنے بھدّے پاؤں سے مور کی طرح
منفعل دارد سر افگندہ بہ پیش
شرمندہ ہے، سامنے کو سر لٹکائے ہوئے ہے
زنگی را از آئینہ خانہ چہ سود
حبشی کو شیش محل سے کیا فائدہ؟
ہر طرف آئینہ ہست او را حسود
اُس کے لئے ہر جانب حاسد آئینہ ہے
صورتِ زشتش در آئینہ بلاست
اُس کی بھدّی صورت آئینہ میں مصیبت ہے
دیدنِ خود بر سرِ او از ہاست
اُس کا خود دیکھنا اُس کے سر پر آرے ہیں
ایں سخن پایاں ندارد اے عمو
اے چچا! اس بات کا خاتمہ نہیں ہے
حالِ آں سلطاں کہ شد لاحق بگو
اُس بادشاہ کا قصہ بتا جو آ ملا

رجوع آوردن بحکایتِ آں
اُس بادشاہ کی حکایت کی جانب
بادشاہ کہ در اثنائے راہ
رجوع جو سلطنت چھوڑ کر درمیان
ترکِ سلطنت کردہ ملحق
راستہ میں، اُن تینوں سے
بایں سہ[۲] گردیدہ بود
آ ملا تھا

اے ضیاء الحق حسام الدین حسن
اے ضیاء الحق حسام الدین حسن!
باز گو حالِ شہ چارم بمن
مجھ سے چوتھے بادشاہ کا حال کہیئے
چونکہ شد او تارکِ آں سلطنت
جبکہ وہ اُس سلطنت کو چھوڑ کر گدا بن گیا
ماند با شہزادگاں در مسکنت
وہ شہزادوں کے ساتھ مسکنت میں رہا
ملک را بگذاشت شد شاں را رفیق
اُس نے سلطنت کو چھوڑا اُن کا ساتھی بن گیا
ہمرہی میکرد در قطعِ طریق[۲]
راستہ طے کرنے میں ہمراہی کر رہا تھا
خدمتے میکرد سرگرمِ وفاق
موافقت میں سرگرم رہ کر خدمت کرتا رہا
با دلِ خالص منزہ از نفاق
نفاق سے پاک، خالص دل سے
پرتوے از عشقِ شاں او را بود
اُن کے عشق کے پرتو نے اُس کو اچک لیا
در سفر با ہر سہ ہمراہی نمود
سفر میں اُن تینوں کی ہمراہی دکھائی
عشق را زینساں بسے تاثیرہاست
عشق کی اس طرح کی بہت سی تاثیریں ہیں
مر دلِ آزادہ را زنجیرہاست
آزاد دل کے لئے زنجیریں ہیں

صحبتِ عاشق ترا عاشق کند
عاشق کی صحبت تجھے عاشق بنا دیتی ہے
صحبتِ فاسق ترا فاسق کند
فاسق کی صحبت تجھے فاسق بنا دیتی ہے
ہر کسے از دیگرے خوئے برد
ہر شخص دوسرے سے اخلاق حاصل کرتا ہے
خربزہ از خربزہ بوئے برد
خربوزہ خربوزے سے خوشبو حاصل کرتا ہے
منکر از تاثیرِ صحبت جاہل است
صحبت کی تاثیر کا منکر نادان ہے
ہر کہ از صحبت رمد بس غافل است
جو صحبت سے بھاگے وہ بہت غافل ہے
رنگ گیرد خربزہ زانِ دگر
خربوزہ دوسرے خربوزے سے رنگ پکڑتا ہے
صحبتِ انساں نہ بخشد چوں اثر
انسان کی صحبت اثر کیوں نہ پیدا کرے گی؟
ہمرہِ اصحابِ کہف آں کلب شد
وہ کتا اصحابِ کہف کا ہمراہی بنا
تا سگی از وے بکلی سلب شد
حتیٰ کہ اُس سے کتا پن بالکل جدا ہو گیا
باش مردانِ خدا را خاکِ پا
مردانِ خدا کے پاؤں کی خاک بن جا
تا رسد از مہرِ او نورے ترا
تاکہ تجھے اُس کے چاند سے نور حاصل ہو
زیں سبب فرمود احمدِ مجتبیٰ
اسی لئے احمدِ مجتبیٰ نے فرمایا
لا تصاحب انت الا مومنا
تو بجز مومن کے مصاحبت اختیار نہ کر
مشک گرداند معطر طبلہ را
مشک ڈبیہ کو معطر کر دیتا ہے
پشک بخشد منتنیہا زبلہ را
مینگنی کوڑی کو بدبوئیں بخشتی ہے

۱؎ منفعل۔ شرمندہ۔ محزون۔ غمگین۔ زلت۔ لغزش۔ طاؤس۔ مور اپنے پاؤں دیکھ کر غمگین ہوتا ہے۔ ۲؎ قطعِ طریق۔ راستہ طے کرنا۔ تجربہ ہو مشہور ہے
خربوزہ خربوزے کو دیکھ کر رنگ بدلتا ہے۔ طبلہ۔ ڈبیہ۔ منتنی۔ سڑاند۔ زبلہ۔ کوڑی۔

چونکہ روغن کرد خود را صرفِ گُل
جب تیل نے اپنے آپ کو پھول میں صَرف کر دیا
گشت در طیب سوائے ظرفِ گُل[1]
وہ خوشبوؤں میں پھول کا ظرف بن گیا
چلچلہ از صحبتِ خود بیضہ را
انجن ہاری اپنی صحبت سے انڈے کو
می کُند مانندِ خود بے امترا
بیشک اپنی طرح (انجن ہاری) بنا لیتی ہے
بُود آں شہ ہمرہِ شہزادگاں
وہ شاہ، شہزادوں کے ساتھ تھا
تا دو دادر زیں سہ تن داند جاں
جب ان تینوں میں سے دو بھائیوں نے جان دیدی
گشتہ با شہزادۂ سوم رفیق
وہ تیسرے شہزادے کا ساتھی ہو گیا
ہر نفس حاضر بہ پیشش چوں عشیق[2]
ہر دم اس کے سامنے عاشق کی طرح حاضر تھا
واں سوم چوں گشت صہرِ شاہِ چیں
وہ تیسرا جب شاہِ چین کا داماد بن گیا
در خواصش بُود ایں مردِ گزیں
یہ برگزیدہ مرد اس کے خواص میں سے تھا
شاہِ چیں چوں دید خلتہاش بیش
شاہِ چین نے جب اس کی بہت محبتیں دیکھیں
اختصاصِ خاص با محبوبِ خویش
اپنے محبوب کے ساتھ خاص خصوصیت
یافت چوں یک جاں دو قالب ہر دو ط
اس نے جب دونوں کو یک جان دو قالب پایا
میل شد شہ را بسویش از ولا
شاہ کا دوستی سے اس کی طرف میلان ہو گیا

گفت با شہزادہ از رُوئے کرم
اس نے از روئے کرم شہزادے سے کہا
کیں رفیقِ تُست پوپِ ہر خدم
کہ یہ تیرا ساتھی ہر خادم کی کلغی ہے
غیرِ خدمت نہ تتر بوئیش نہ لاغ
خدمت کے علاوہ اس کا مزاح ہنسی دل لگی
در خیالت دارد از عالم فراغ
تیرے خیال میں جہان سے فارغ ہے
اینچنیں کس را نوازش لازم ست
ایسے شخص کو نوازنا ضروری ہے
کو ہوائے نفسِ خود را عادم ست
جو اپنے نفس کی خواہش کو معدوم کر دینے والا ہے
در ہوائے تو ہوائے خویش باخت
تیری مرضی میں اپنی مرضی کو ہار دیا
اینچنیں کس را بسے باید نواخت
ایسے شخص کو بہت نوازنا چاہیے
کرد شہزادہ زمیں بوس و بگفت
شہزادے نے زمین بوسی کی اور عرض کیا
آشکارا بر تو ہر چہ از ما نہفت
جو ہم سے مخفی ہے آپ پر واضح ہے
چوں باُمیدِ تقربہائے شاہ
جب شاہ کی قربتوں کی امید پر
از وطن آوارہ اُفتادم براہ
میں وطن سے آوارہ، راہ پر پڑا
ایں کہ شاہِ کامرانِ مُلک بُود
یہ جو ملک کا کامیاب بادشاہ تھا
در رفاقتہائے ما چُستی نمُود
اس نے ہماری رفاقتوں میں چستی دکھائی

مُلک و دولت بہرِ ما بگذاشت ست
اس نے ملک اور دولت ہماری خاطر چھوڑ دیا
در وفاق از دل علم افراشت ست
موافقت میں دل سے جھنڈا بلند کیا ہے
تار و بارش بہرِ ما بسیار شُد
ہماری وجہ سے اس پر بہت نشیب و فراز آئے
مُلکِ خود در باخت ما را یار شُد
اپنے ملک کو چھوڑا ہمارا دوست بن گیا
آنچہ لُطفِ شہ تقاضا می کُند
شاہ کی مہربانی کا جو تقاضا ہے
جائے لُطف و رحمت ہست اے سَنَد
اے معتمد! لطف و رحم کا موقع ہے
شاہ گفتا مُلک و ادرارش کنند
شاہ نے کہا اس کو ملک اور عطا کر دیں
در خورِ اُو روز بازارش کنند
اس کے مناسب گرمیٔ بازار دیں
لُطف فرمود و ز حد بنواختش
مہربانی فرمائی اور حد سے زیادہ اس کو نوازا
تبعِ آں ہر دو برادر ساختش
اس کو ان دو بھائیوں کا تابع بنا دیا
قصرہا[3] و مُلکہا اندازہ بیش
اندازہ سے زیادہ قلعے اور ملک
از طفیلِ ایں سوم آورد پیش
اس تیسرے کے طفیل وہ سامنے آیا
آنچہ لا عینٌ رأت اُو را بداد
جو کچھ آنکھ نے نہ دیکھا وہ اس کو دیدیا
وانچہ لا اُذُنٌ سمع پیشش نہاد
اور جو کچھ کان نے نہ سنا اس کے سامنے رکھ دیا

---

[1] ظرفِ گُل۔ اس میں پھول کی خوشبو آجاتی ہے۔ چلچلہ۔ مشہور ہے کہ انجن ہاری کیڑے کو پکڑ کر اپنے گھر میں بند کر لیتی ہے اور وہ کیڑا چند روز میں اسی کی صورت کا بن جاتا ہے لہٰذا اس شعر میں بیضہ کی بجائے کِرم ہونا چاہیے۔ [2] عشیق۔ عاشق۔ خلتہا۔ دوستیاں۔ ولا۔ دوستی۔ پوپ۔ مور کے سر کا تاج۔ خدم۔ خادم کی جمع ہے۔ تتر۔ تری۔ مزاح۔ عادم۔ مٹانے والا۔ تار و بار۔ زیر و زبر۔ روز بازار۔ گرمیٔ بازار۔ تبع۔ تابع۔
[3] قصرہا۔ یعنی جنت میں۔ آنچہ۔ جنت کی نعمتوں کے بارے میں ہے کہ وہ ایسی ہیں جن کو نہ آنکھوں نے دیکھا ہوگا نہ کانوں نے سنا ہوگا اور نہ ان کا دماغ میں تصور آیا ہوگا۔

گشت آں شہ واصلِ مقصود نیز
وہ شاہ بھی مقصود تک پہنچ گیا

چوں طفیلی باکہ، مہمانِ عزیز
جیسے کہ طفیلی کس کے ساتھ! معزز مہمان کے ساتھ

زیں سبب فرمود آں شاہِ رئیس
اُس شاہِ رئیس نے اسی لئے فرمایا ہے [۵۱]

کہ ھُمْ قَوْمٌ فَلَا یَشْقٰی جَلِیْس
کہ وہ ایسی قوم ہے جس کا ہمنشین محروم نہیں رہتا

پاسِ دلہا کردن وخدمت گری
دلوں کی پاسداری اور خدمت گذاری

سازدت مخدوم وبخشد سروری
تجھے مخدوم بناتی ہے اور سرفرازی بخشتی ہے

خاصہ خدمتگاریِ مردِ خُدا
خصوصاً، مردِ خدا کی خدمتگاری

خوش قبولی بخشدت نزدِ خُدا
تجھے خدا کے نزدیک بہترین مقبولیت عطا کر دیتی ہے

ہر کہ شُد مقبول مقبولِ الٰہ
جو شخص خدا کے مقبول کا مقبول بن جاتا ہے

لُطفِ حق مبذولِ او گردد زشاہ
اُس پر شاہ کی جانب سے اللہ کا لطف خرچ ہوتا ہے

ہر کہ شُد مقبول مقبولانِ حق
جو اللہ (تعالےٰ) کے مقبولوں کا مقبول بنا

گردد او لُطفِ خدا را مستحق
وہ خدا کی مہربانی کا مستحق ہو جاتا ہے

ہر کہ مردانِ خدا را دل بجُست
جس شخص نے مردانِ خدا کی دلداری کی

در ادایِ خدمتِ شاں گشت چست
اُن کی خدمت گذاری میں چست بنا

گشت ملحوظِ عنایتہایِ حق
وہ اللہ (تعالیٰ) کی عنایتوں کا منظورِ نظر بنا

مست و محظوظ از حمایتہایِ حق [۵۲]
وہ اللہ (تعالیٰ) کی حمایتوں کا مست اور حصہ دار بنا

ابنِ مسعودؓ از پیمبر نقل کرد
حضرت ابن مسعودؓ نے پیغمبر سے نقل کیا ہے

مَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ اے نیک مرد
اے نیک مرد! انسان اُنکے ساتھ ہو جس سے وہ

مَنْ اَحَبَّ الْقَوْمَ مِنْھُمْ آمدہ
جس نے جس قوم سے محبت کی وہ انہیں سے ہوا آیا ہو

حُبِّ اہلِ اللہ نورِ جاں شُدہ
اہل اللہ کی محبت جان کا نور بنی

حُبُّ لِلّٰہ بُغضُ لِلّٰہ کُن شعار
محبت اللہ کیلئے، بغض اللہ کیلئے شعار بنالے

تا بیابی بر درِ دلدار بار
تاکہ تو دلدار کے در پر باریاب ہو

چوں نبود ایں شاہ ملحق را جہاد
جب کہ اُس ساتھی شاہ کا مجاہدہ نہ تھا

حُبِّ پاکاں شمع بر راہش نہاد
پاکوں کی محبت نے اُسکے راستہ پر شمع رکھ دی

کو نبودش جہد و استعداد و کسب
وہ جس کیلئے مجاہدہ اور استعداد اور کسب نہ تھی

صحبتِ مرداں بکار آمد فحسب
مردوں کی صحبت کام آئی اور بس

جہد کُن تا خود ز مقبولاں شوی
کوشش کر تاکہ تو خود مقبولوں میں سے ہو جائے

یا بمقبولانِ حق شو مُنطوی
یا اللہ (تعالےٰ) کے مقبولوں پر مشتمل ہو جا

مرد باش و یا کہ خود پے مرد گرد
مرد بن جا یا خود مرد کے پیچھے گردش کر

بُوتُک ورنہ تو رسد زاں مردِ فرد
بڑا اور چھوٹا خزانہ اس یکتا انسان سے ملیگا

زیں دو گر یک ہم گرا اے جاں نیستی
اے جان! اگر تو ان دونوں میں سے ایک نہیں ہے

روزِ محشر سخت رسوا ایستی
تو محشر کے دن سخت رسوا اُٹھے گا

زیں سبب فرمود در قرآں خُدا
اسی لئے خدا (تعالےٰ) نے قرآن میں فرمایا

خود طلب میکُن وسیلہ در ہُدیٰ [۵۳]
ہدایت میں تو خود وسیلہ طلب کر

بے مُربی کس مُربا چوں خورد
تربیت دینے والے کے بغیر مربا کس نے کھایا ہے؟

مُرغ بے پر در ہوا گو چوں پرد
بتا، پرند بغیر پَر کے کیسے اُڑے؟

دشت پُر خون ست پُر دام و دد ست
جنگل خون سے بھرا اور جال اور درندوں سے بھرا ہے

ہر طرف راہِ کژی پیدا شُدست
ہر جانب کجی کا راستہ کھلا ہے

دشت پُر مار و بہر سو سبزہ زار
جنگل سانپوں سے بھرا ہے اور ہر جانب سبزہ زار ہے

بے فسوں گر پا منہ گردی تو زار
بغیر منتر پڑھنے والے کے قدم نہ رکھ تو عاجز آ جائیگا

ہست دنیا سبزہ زار و نفس مار
دنیا سبزہ زار اور نفس سانپ ہے

دشتِ پُر خوں راہِ دیں را می شمار
دین کے راستہ کو پُر خون جنگل سمجھ

گر گزد مارت شوی خستہ ملول
اگر تجھے سانپ ڈس لیگا تو خستہ اور ملول ہو

بے فسوں گر ایمنی ہستی تو گول
تو بغیر منتر پڑھنے والے کے مطمئن ہے تو احمق ہے

گر خلد خارے بپایِ دل ترا
اگر تیرے دل کے پاؤں میں کانٹا چبھ جائے

تارہ گر نبود برآری چوں ورا
اگر سوئی کی نوک نہ ہو تو اُسکو تو کیسے نکالیگا؟

فکرِ تارہ کُن فسوں را یاد گیر
سوئی کی نوک کی فکر کر، منتر یاد کرلے

رہبرے جو تا بری راہِ عسیر
کوئی رہبر تلاش کر تاکہ تو دشوار راستہ طے کرے

---

۵۱ ترجمہ حدیث شریف ہے اولیاء اللہ ایسے لوگ ہیں کہ اُن کا ہم نشین بھی محروم نہیں رہتا۔ ہر کہ۔ اللہ اپنے پیاروں کے باعث کرم کر دیتا ہے۔ ۵۲ محظوظ۔ بانصیب ہو۔ حدیث شریف ہے۔ انسان کا حشر ان کے ساتھ ہوگا جن سے وہ محبت کرتا ہے۔ بار۔ باریابی۔ جہاد۔ مجاہدہ، کوشش۔ فحسب۔ بس۔ منطوی۔ مشغول۔ ۵۳ وسیلہ قرآن پاک میں ہے۔ وَابْتَغُوْا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَةَ۔ مربی۔ تربیت کرنے والا۔ مربا شکر کے قوام میں پکا ہوا پھل۔ دد۔ درندہ۔ گول۔ بیوقوف۔ تارہ۔ سوئی کی نوک۔ عسیر۔ دشوار

دشتِ پُر خار و بہر سُو راہہاست
جنگل کانٹوں بھرا اور ہر جانب راستہ ہے
بر سرِ ہر ہر قدم ہیں چاہہاست
دیکھو ہر ہر قدم پر کنویں ہیں
دشت بس خونخوار و رہزن مختفی
جنگل بہت خوفناک ہے اور ڈاکو چھپا ہوا ہے
رہبرے جُو باش و پیرا مُقتفی[1]
کوئی رہبر تلاش کرے اور اُس کا متبع بن
راہ بس دشوار غُولے ہر طرف
راستہ بہت دشوار ہے ہر جانب چھلاوا ہے
بر سرِ رہ میزند صد چنگ و دف
جو راستہ پر سیکڑوں چنگ اور دف بجا رہا ہے
راہ بس سخت و شبِ تار است پیش
راستہ بہت دشوار ہے اور سامنے تاریک رات ہے
گر نگیری دستِ کس رفتی ز خویش
اگر تو نے کسی کا ہاتھ نہ پکڑا اپنے سے گیا
ایں سخن پایاں ندارد اے عزیز
اے پیارے! اس بات کا خاتمہ نہیں ہے
مثنوی را ختم باید کرد نیز
مثنوی کو بھی ختم کرنا چاہیے
کارِ حق را نیست پایاں اے غلام
اے لڑکے! اللہ تعالیٰ کے کام کا خاتمہ نہیں ہے
مثنوی را کردہ باید اختتام
مثنوی کو ختم کرنا چاہیے

اختتامِ مثنویِ معنوی
مثنوی معنوی کا خاتمہ
شُد ز فیضِ مولویِ اولوی
مولوی اولوی کے فیض سے ہو گیا

اختتامِ کلام بہ پریدنِ طائرِ روح
خود پسند روح سے پرند کی پرواز عالیمقام شاہ
خود کام بسُوی شاہِ عالیمقام
کی جانب کی گفتگو پر خاتمہ

بشنو از نے چوں حکایت میکُند
نے سے سُن کیا حکایت کر رہی ہے
منتہیٰ قصدِ بدایت می کُند
آخر ابتدا کا ارادہ کر رہا ہے
باز شہ اکنوں سُوی سُلطاں پرید
شاہ کا باز اب شاہ کی جانب اُڑ گیا
پردہای عاریت را بر درید
عارضی پردوں کو پھاڑ دیا
ہست چوں کُلٌّ اِلَیْنَا رَاجِعُوْن
جب ہماری جانب لوٹنے والے ہیں جب ہے
می شوم مر اصلِ خود را سرنگوں
میں اپنی اصل کے لئے سرنگوں ہوتا ہوں
شُد نے من خالی از صوتِ انا
میری نے "انا" کی آواز سے خالی ہو گئی
خالی از خود گشت و در نائی فنا
خودی سے خالی اور نے نواز میں فنا ہو گئی
شد تہی از خود نے من گشت نیست
میری نے خودی سے خالی ہو گئی نیست ہو گئی
جز نُفخت فیہ[2] در وے ہیچ نیست
میں نے اُس میں پھونکا کے سوا اُس میں کچھ نہیں ہے
سوختم ایں نے و خاکستر شُدم
میں نے یہ نے جلا دی اور میں راکھ ہو گیا
در نیستاں رفتم و مُضمر شُدم
میں نیستاں میں چلا گیا اور پوشیدہ ہو گیا
احمدا چوں دورۂ میم از تو رفت
اے احمد! جب میم کا دائرہ آپ میں سے گیا
ماند احد دیگر مشو تو گرم و تفت
احد رہ گیا اب آپ گرم اور تیز نہ ہوں
دورۂ میم آں تعین ہائے تست
میم کا دائرہ، تیرے تعینات ہیں
لاکن ایں را تا شود لات چُست
ان کو لا بنا تاکہ تیرا لات چُست ہو جائے

وقت آں آمد کزیں فخ[3] بر پرم
وہ وقت آ گیا کہ میں اس جال سے پرواز کر جاؤں
رخت سُوی مُلکِ لاہوتی برم
لاہوتی ملک کی جانب سامان لے جاؤں
ہم کزاں جا آمدم آنجا روم
جس جگہ سے میں آیا ہوں اُسی جگہ چلا جاؤں
با جمالِ یار بے پردہ شوم
یار کے حُسن کے ساتھ بے پردہ ہو جاؤں
چوں تجلی کرد بر طُورِ وجود
جب اُس نے وجود کے طور پر تجلی کی
گشت کاہ کوہ جسمانی چو دود
جسمانی پہاڑ کا تنکا دھویں جیسا ہو گیا
خر موسیٰؑ صاعقا خاموش شد
موسیٰؑ بے ہوش ہو کر گرے خاموش ہو گئے
رفت عقل جُزوی و بیہوش شد
جزوی عقل چلی گئی اور بے ہوش ہو گئے
اللہ اللہ غیر اللہ نیست کس
اللہ اللہ، کوئی اللہ کا غیر نہیں ہے
اللہ اللہ گشت ما را ہم نفس
اللہ اللہ، ہمارا ساتھی ہو گیا
اللہ اللہ من کجا و ایں خطاب
اللہ اللہ میں کہاں اور یہ خطاب کہاں!
ختم کُن وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابْ
ختم کر دے اور اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے

اِرجاعِ کلام باستمدادِ روحانی
کلام کو لوٹانا روحانی مدد حاصل کرنے کے
از جناب مولانا جلال الدین
لئے جناب مولانا جلال الدین بزرگ
ہُمام قُدِّسَ سِرُّہٗ
ہے ہمیشہ کے لئے اُن کا راز مقدس
علی الدّوام
کیا گیا

[1] مُقتفی۔ پیچھے چلنے والا۔ اوکوی۔ اولیٰ بمعنی افضل کی طرف منسوب۔ منتہیٰ۔ انتہا کو پہنچنے والا بمعنی صنعت جو عالمِ ناسوت تک پہنچی ہے۔ بدایت۔ یعنی روح عالمِ ... بمعنی مادی پردے۔ نائی۔ نے نواز۔ [2] جز۔ حضرت آدمؑ کے بارے میں قرآن میں فرمایا گیا ہے نفخت فیہ من روحی میں نے اُس میں اپنی روح پھونکی۔ نیستاں۔ ... دورۂ میم۔ لوازم بشری لا الٰہ الا اللہ نیست ختم ہو جانے کے بعد صرف ذات خدا رہ جاتی ہے۔ [3] فخ۔ جال یعنی وجودِ مادی۔ کوہ طور یعنی مادی جسم ... ہم نفس ساتھی۔

شمسِ حقّانی جلال الدیں ہُمام
خدائی سورج، جلال الدین، بزرگ
چونکہ خود فرمود وقتِ اختتام
چونکہ ختم کرنے کے وقت خود انھوں نے فرمایا
باقی ایں گفتہ آید بے زباں
اس کا باقی بغیر کہے، آجائے گا
در دلِ آں کس کہ دارد زندہ جاں
اُس شخص کے دل میں جو زندہ جان رکھتا ہوگا
خواستم از روحِ پاکِ اُو مَدد
میں نے اُن کی پاک روح سے مدد مانگی
خود وفائے وعدہ ہم زاں مُعتمد
(اور) ان معتمد سے وعدے کی وفا بھی
وعدۂ اہلِ کرم گنجے بُوَد
اہلِ کرم کا وعدہ خزانہ ہوتا ہے
وعدۂ نا اہل چوں رنجے بُوَد
نا اہل کا وعدہ، رنج جیسا ہوتا ہے
رَشحہ زاں بحر بر جانم بریخت
اُس دریا کے قطرات میری جان پر پڑے
رشتۂ ما و منِ ما را گسیخت
ہمارے ما و من کے دھاگے کو توڑ دیا
بازبانِ بے زبانی خود بگفت
اُنھوں نے اپنی بے زبانی کی زبان سے فرمایا
دُرہائے نغز را در سِلک تفت
قیمتی موتی لڑی میں پروئے
حدِ سعی من نبُود ایں گفتگو
یہ گفتگو میری کوشش کا نتیجہ نہیں ہے
خود تو ایں دُر را چو آوردی زجُو
خود آپ جبکہ اس موتی کو دریا سے لائے
گر اجازت باشد اظہارش شوَد
اگر اجازت ہو تو اُس کا اظہار ہو
ویں سفینہ ہم بہ بحرِ تو رَوَد
یہ کشتی بھی آپ کے دریا میں چلے
بے اجازت ذرّہ را یارا کجاست
بغیر اجازت کے ذرّہ کی طاقت کہاں ہے!
کو زخورشیدے بجُوید نورِ چاشت
کہ وہ سورج سے چاشت کا نور طلب کرے

خُود تو دانی از تو شُد ردّ و قبُول
آپ خود جانتے ہیں کہ رَدّ اور قبول آپکی جانب سے ہے
من چہ گویم پیشِ تو حرفِ فضُول
میں آپ کے سامنے، بیکار بات کیا کہوں؟
آنچہ در پردہ بگفتی اے ہُمام
اے بزرگ! آپ نے جو کچھ در پردہ فرمایا
ساز مقبول، اے ضیاء الحق حُسام
اے ضیاء الحق حُسامؒ اُس کو قبول فرمالیں

مُناجات بجنابِ قاضی الحاجات
قاضی الحاجات کی بارگاہ میں دُعا

اے خدا سازندۂ عرشِ بریں
اے بلند عرش کو بنانے والے خدا!
شام را دادی تو زُلفِ عنبریں
تونے شام کو عنبریں زُلف عطا کی
روز را با شمعِ کافور اے کریم
اے کریم! دن کو کافوری شمع کے ساتھ
کردہ روشن تر از عقلِ سلیم
تونے عقلِ سلیم سے زیادہ روشن کر دیا
خوں بنافِ نافہ مُشکے کُنی
تو ناف کے خون کو مُشک کا نافہ بنا دیتا ہے
سُنبل و ریحاں چَرد پُشکے کُنی
وہ سُنبل اور ریحان چرتا ہے، تو مینگنی بنا دیتا ہے
قادرا قدرت تو داری بر کمال
اے قادر! تو کمال پر قدرت رکھتا ہے
اَنْتَ رَبِّیْ اَنْتَ حَسْبِیْ ذُوالْجَلَال
اے ذوالجلال! تو ہی میرا رب ہے، تو ہی مجھے کافی ہے
اے خدا قربانِ احسانت شوَم
اے خدا! میں تیرے احسان پر قربان ہوں
کانِ احسانی بقربانت شوَم
تو احسان کی کان ہے میں تجھ پر قربان ہوں
معدنِ احسانی و ابرِ کرم
تو احسان کی کان اور کرم کا ابر ہے
فیضِ تو چوں ابر ریزاں بر سرم
تیرا فیض، میرے سر پر ابر کی طرح برستا ہے

از عدم دادی بہ ہستی ارتقا
تونے عدم سے، وجود کو ترقی عنایت کی
زاں سپس ایمان و نورِ اہتدا
اس کے بعد ایمان اور ہدایت کا نور
اے خدا احسانِ تو اندر شمار
اے خدا! تیرا احسان شمار میں
کے تو آنم بازبانِ صد ہزار
لاکھ زبانوں سے کب کر سکتا ہوں؟
من بخواب و پاسبانِ من توئی
میں نیند میں ہوں اور میرا محافظ تو ہی ہے
من چو طفل و حرزِ جانِ من توئی
میں بچہ کی طرح ہوں اور میری جان کی حفاظت تو ہی ہے
من بعصیاں صرف وقتِ خود کنم
میں اپنا وقت نافرمانی میں صرف کرتا ہوں
بینی و از حلم می پوشی بَرَم
تو دیکھتا ہے اور بُردباری سے میری عیب پوشی کرتا ہے
روزیت را خوردہ عصیاں میکنم
تیری روزی کھا کر میں نافرمانی کرتا ہوں
نعمت از تو من بغیرے می تنم
نعمت تیری ہے، میں غیر کے چکر کاٹتا ہوں
جملہ می بینی نگیری انتقام
تو سب کچھ دیکھتا ہے، بدلہ نہیں لیتا ہے
از درِ حلم و کرم آئی مُدام
تو ہمیشہ بُردباری اور کرم کے دروازے سے آتا ہے
بر دلِ من سہ صد و شصت از نظر
میرے دل پر تین سو ساٹھ شفقتیں
می کُنی ہر روز اے رَبُّ البشر
اے رَبُّ البشر! تو ہر دن کرتا ہے
لیک من غافل ز لطفِ بیکراں
لیکن میں تیری بے حد مہربانی سے غافل ہوں
چشم دارم ہر زماں با این و آں
میں ہر وقت اِس اور اُس سے اُمید باندھتا ہوں
دوست را بر من نظر شُد دوختہ
دوست کی نگاہ، مجھ پر جمی ہوئی ہے
حیف من با دیگراں دل توختہ
افسوس! میں نے دوسروں سے دل وابستہ کیا ہے

لے ہمام - سردار - رَشحہ - چھڑکاؤ - ارتقا - بلندی - بَرَم - برمن -

من گنہ آرم تو ستاری کنی
میں گناہ کرتا ہوں تو پردہ پوشی کرتا ہے
جرم من آرم تو معذاری[1] کنی
میں جرم کرتا ہوں تو بہت معذور قرار دیتا ہے
جرمہا بینی و خشم ناوری
تو خطائیں دیکھتا ہے اور مجھ پر غصہ نہیں کرتا
اے بقربانت چہ نیکو داوری
میں تجھ پر قربان، تو کس قدر اچھا حاکم ہے
در مصائب در حوادثہائے زار
مصیبتوں میں (اور) عاجز کرنے والے حوادث میں
چونکہ بر من تنگ شد از درد کار
جبکہ درد کی وجہ سے مجھ پر معاملہ تنگ ہو گیا
یار و خویشانم مرا بگذاردند
اپنوں اور دوستوں نے مجھے چھوڑ دیا
زار در دستِ غمم بسپاردند
مجھ عاجز کو غم کے ہاتھ میں دے دیا
جز تو کے دیگر دراں سختی رسد
اس سختی میں تیرے علاوہ کب پہنچتا ہے؟
در متاعبہا تو گشتی مدد
تکالیف میں تو مددگار بنا ہے
در رسیدی زود بگرفتی مرا
تو جلد پہنچا، تو نے مجھے پکڑا
وا رہاندی از ہمہ سختی مرا
مجھے تمام سختیوں سے رہا کر دیا
چوں شمارم من ز احسانِ تو چوں
میں تیرے احسان کیسے شمار کروں؟ کیونکہ
گر زباں ہر مو شود لطفت فزوں
اگر ہر بال زبان بن جائے تیری مہربانی بڑھی ہوئی ہے
شکر و احسانِ ترا چوں سر کنم
تیرے شکر اور احسان کو کیسے انجام دوں؟
اندریں رہ گو قدم از سر کنم
اس راستے میں اگرچہ سر کو قدم بنا لوں
جان و گوش و چشم و ہوش و پا و دست
جان اور کان اور آنکھ اور ہوش اور ہاتھ پاؤں
جملہ از دُرہای احسانت پُرست
سب تیرے احسان کے موتیوں سے پُر ہیں

ایں کہ شکرِ نعمتِ تو می کنم
یہ کہ میں تیری نعمت کا شکریہ ادا کرتا ہوں
ایں ہم از تو نعمتے شد مغتنم
یہ بھی تیری ایک غنیمت نعمت ہے
شکر ایں شکر از کجا آرم بجا
اس شکر کا شکریہ کہاں سے بجا لاؤں؟
من کیم از دستِ توفیق اے خدا
میں کون ہوتا ہوں؟ اے خدا توفیق تیری جانب سے ہے
دست و پا و ایں زبان و لفظِ شکر
ہاتھ اور پاؤں اور یہ زبان اور لفظ شکر
عاریت از تست بے از ہیچ نکر[2]
بغیر کسی انکار کے تجھ سے مانگے ہوئے ہیں
طاعت و توفیقِ طاعت ہم ز تو
بندگی اور بندگی کی توفیق بھی تیری جانب سے ہے
لطفِ تو بر ما نوشتہ صد نکو
تیری مہربانی نے ہم پر سینکڑوں بھلائیاں لکھ دی ہیں
خود چہ شیریں ست نامِ پاکِ تو
تیرا پاک نام خود کس قدر میٹھا ہے؟
خوشتر از آبِ حیات ادراکِ تو
تیری معرفت، آبِ حیات سے بہتر ہے
نامِ تو چوں بر زبانم می رود
جب تیرا نام زبان پر جاری ہوتا ہے
ہر بنِ مو از عسل جوئے شود
ہر بال کی جڑ شہد کی نہر ہو جاتی ہے
اللہ اللہ ایں چہ شیریں ست نام
اللہ اللہ، یہ نام کس قدر میٹھا ہے
شیر و شکر می شود جانم تمام
میری پوری جان شیر و شکر بن جاتی ہے
اللہ اللہ ایں چہ نامِ خوش مذاق
اللہ اللہ، یہ نام کس قدر خوش ذائقہ ہے
حرف حرفش می دہد جاں را رواق
اس کا ایک ایک حرف جان کو مستی عطا کرتا ہے
اللہ اللہ ایں چہ احساں کردہ
اللہ اللہ، یہ تو نے کیا احسان کیا ہے؟
در چنیں برزخ چساں در پردہ
ایسے برزخ میں تو کس طرح پردے میں ہے؟

ایں چنیں حبل المتیں دادی مرا
تو نے مجھے ایسی مضبوط رسی عطا فرمائی
کاعتصامش عرش را شد مرتقی
کہ اس کے پکڑنے سے عرش تک رسائی ہوئی
اللہ اللہ خود چہ نیکو کردہ
اللہ اللہ، تو نے خود کیسی بھلائی کی ہے
آشکارا ہستی و در پردہ
تو ظاہر ہے اور در پردہ ہے
وہ چہ بدکارم کہ جملہ نیستم
ہائے میں کس قدر بدکار ہوں بلکہ میں مجسم نیستی ہوں
پس چرا پیشت بہ ہستی ایستم
تو تیرے سامنے وجود کے ساتھ کیوں کھڑا ہوں
اللہ اللہ انت لی نعم الوکیل
اللہ اللہ تو میرے لئے بہترین وکیل ہے
انت ربی انت حسبی یا جلیل
اے جلیل! تو میرا رب ہے تو مجھے کافی ہے
اللہ اللہ لیس غیرک فی الوجود
اللہ اللہ، تیرے سوا کوئی وجود میں نہیں
ہل تری الدیار فی دیر الشہود
شہود کے دیر میں کوئی چلنے والا ہے؟
اللہ اللہ لا الٰہ بہر چیست
اللہ اللہ، "لا الٰہ" کس لئے ہے؟
چونکہ الا اللہ خورشید جلیست
جبکہ "الا اللہ" روشن سورج ہے
چشم ظاہر بیں بنفی آمد مقل
ظاہر بیں آنکھ نفی کے ذریعہ رفع کرنے والی ہے
می تواں کردن بلی جہد المقل
(تاکہ) نادار کی کوشش "بلیٰ" کہہ سکے
اللہ اللہ اسمِ ذاتِ پاکِ دوست
اللہ اللہ، دوست کا پاک اسمِ ذات
اسمِ اعظم از برائے قربِ اوست
اسمِ اعظم اس سے قرب کیلئے ہے
اللہ اللہ گو بر دتا سقفِ عرش
اللہ اللہ کہہ، عرش کی چھت تک پہنچائے گا
پیشِ معراجِ تو گردد چرخ فرش
تیری معراج کے سامنے آسمان فرش بنجائے گا

۱ معذار۔ بہت زیادہ عذرخواہ۔ داور۔ حاکم۔ متاعب۔ درد و رنج۔ ایں کہ۔ نعمت کا شکر ادا کرنا بھی خداوندی نعمت ہے ۲ نکر۔ انکار۔ ادراک۔ معرفت۔ مذاق۔ ذائقہ۔
رواق۔ خوشی و مستی۔ دیار۔ چکر کرنے والا۔ دیر۔ بت خانہ۔

چوں بر آرم دم باللہ الصمد
جب میں اللہ الصمد کا نعرہ لگاتا ہوں

چرخ نعرہ لیتنی[1] کنت زند
آسمان "کاش میں ہوتا" کا نعرہ مارتا ہے

اسم اعظم ہست اللہ العظیم
اللہ العظیم! اسم اعظم ہے

جانِ جان و محیِ عظمِ رمیم
جو جان کی جان اور پرانی ہڈی کو زندہ کرنے (والا ہے)

اللہ اللہ، مستم از نامِ خدا
اللہ اللہ، میں خدا کے نام سے مست ہوں

می چکد از ہر رگم راوق جدا
میری ہر رگ سے شراب جدا ہو کر ٹپکتی ہے

ساقیم آں بادہ اندر جام کرد
ساقی نے وہ شراب میرے جام میں کر دی ہے

کہ زماؤ من بر آورد ست گرد
جس نے ما و من کی گرد اڑا دی ہے

ریخت در جامم مے از کاف و نون
کاف و نون کی وہ شراب میرے جام میں ڈالی ہے

لیس فیہا غولٌ ولا ہم ینزفون
جس میں نہ الجھن ہے اور نہ وہ بے عقل ہوتے ہیں

بیخودم زاں بادہ واکنوں مرا
میں اس شراب سے بیخود ہوں لہٰذا میرے لئے

نیست فرق از جان و تن و ز سر زپا
جان اور جسم اور سر اور پاؤں میں فرق نہیں ہے

ریخت در کامم جلالے جرعہ
جلال نے میرے حلق میں ایک گھونٹ ڈال دیا

میزنم بر لوحِ وحدت قرعہ
میں وحدت کی تختی پر قرعہ ڈالتا ہوں

رشحہ بحرِ[2] جلالش بر دلم
اس کے جلال کے سمندر کا ایک چھینٹا میرے دل پر

آمد و بر بود از یں آب و گلم
آیا اور مجھے اس آب و گل سے اچک لے گیا

شورشِ بحرِ حسامی آمد ست
حسامی سمندر کی ایک شورش آئی ہے

زیں صدف ایں دُرِّ نامی آمد ست
اس سیپ سے کہ یہ نامی موتی آیا ہے

فیضِ مولانا جلال رح و ہم حسام رح
مولانا جلال رح کے فیض اور حسام رح نے

نخلِ جاں را داد سیرابی تمام
جان کے پودے کو پوری سیرابی دیدی ہے

نورِ مہر و مہ بطورِ دل بتافت
سورج اور چاند کا نور دل کے طور پر چمکا

سنگِ من زاں تاب یاقوتی بیافت
میرے پتھر نے اس گرمی سے یاقوت بنجانا پایا

بر ادیمم تافت چوں نجمِ یمن
یمن کے ستارے کی طرح میری ادھوڑی پر چمکا

عنبریں شد جملہ چوں مشکِ ختن
وہ سب ختن کے مشک کی طرح خوشبودار بنگئی

پیش ازیں خلقے ز انفاسِ خوشش
اس سے پہلے بہت سے لوگ ان کے اچھے سانسوں کے

مقتبس از نورِ عرفاں گشت و خوش
معرفت کے نور کے حاصل کرنے والے اور بھلے بنے

صد ہزاراں یافتند از مثنوی
مثنوی کے ذریعہ لاکھوں نے حاصل کی

ارتقا سوئے صراطِ مستوی
سیدھے راستہ کی جانب بلندی

من ہم از فیضانِ انفاسِ جلال رح
میں بھی جلال رح کے سانسوں کے فیضان سے

در رسیدم تا جلیلِ ذوالجلال
جلیل ذوالجلال تک پہنچ گیا

نیست دور از لطفِ اخوان الصفا[3]
بزرگوں کی مہربانی سے بعید نہیں ہے

در رسید ایں بندہ ہم سوئے خدا
یہ بندہ بھی خدا کی جانب پہنچ گیا

چہ عجب شمس ار نوازد ذرہ را
کیا تعجب ہے اگر شمس ذرے کو نوازے

ابرِ خوش سیراب سازد ترہ را
ابر سبزی کو اچھی طرح سیراب کرے

رو بحق آر و بکن ختمِ کتاب
اللہ (تعالیٰ) کی جانب رخ کر اور کتاب ختم کر دے

دم مزن واللہ اعلم بالصواب
دم نہ مار، اور اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے

ربنا فالحمد لک فی کل حال
اے ہمارے رب ہر حال میں تیرے ہی لئے تعریف ہے

انت معنی السر فی کل المقال
ہر قول میں معنیِ راز توہی ہے

انت مقصودی الیک وجہتی
تو ہی میرا مقصود ہے، تیری ہی طرف میرا رخ ہے

خالصاً للہ کانت نہمتی
میرا ارادہ خالص اللہ کے لئے ہے

یا محیط الکل یا کہف الوریٰ
اے سب کو محیط! اے مخلوق کے کہف!

یا الٰہ العرش یا رب الثریٰ
اے عرش کے خدا! اے زمین کے رب!

کن انیس القلب واختم لی بخیر
تو دل کا غمخوار بن اور میرا خاتمہ بالخیر کر

انت حسبی انت کافی لیس غیر[4]
تو مجھے کافی ہے تو میرے لئے کفایت کرنیوالا ہے دوسرا (نہیں)

در ختم و سالِ تاریخِ اختتامِ
مثنوی مذکور میشود ۱۲۱۶ ہجری

ختم شد ایں نسخہ در سالِ غیور
(لفظ) غیور کے سال میں یہ نسخہ ختم ہوا

غیرتِ حق داردش از غیر دور
اللہ (تعالیٰ) کی غیرت اس کو غیر سے دور رکھے

[1] لیتنی کنت۔ آسمان یہ نعرہ لگاتا ہے کہ کاش میں مٹی ہوتا تو اس ذکر کرنیوالے کی خاک پا بنتا۔ رمیم۔ بوسیدہ۔ راوق۔ شراب۔ غول۔ الجھن جو خمار کی حالت میں پیدا ہوتی ہے [2] بحرِ جلال یعنی مولانا جلال الدین کا علم۔ بحرِ حسامی یعنی مولانا حسام الدین کا علم۔ مہر و مہ یعنی مولانا جلال الدین اور مولانا حسام الدین۔ [3] اخوان الصفا برادران صفا صوفیہ، شمس۔ شمس تبریزی۔ [4] نہمۃ۔ خواہش۔ غیور۔ ابجد کے حساب سے اس کے عدد ۱۲۱۶ ہیں [illegible]

دستِ غیر از دامنِ اُو دُور باد
غیر کا ہاتھ اُس کے دامن سے دُور رہے
ہر کہ از نورش رَمد بے نور باد
جو اُس کے نور سے بھاگے خدا کرے بے نور رہے
غیر آں کز یادِ حق بیگانہ اَست
غیر وہ ہے جو اللہ (تعالیٰ) کی یاد سے بیگانہ ہے
در پئے دنیائے دُوں دیوانہ اَست
کمینی دنیا کے پیچھے دیوانہ ہے
در پئے مالِ جہاں مجنوں بُود
دنیا کے مال کے پیچھے پاگل ہو
حُبِّ جاہ اُو را بدل مکنوں بُود
اُس کے دل میں رُتبہ کی محبت پوشیدہ ہو
اِنَّمَا اَموَالُکُم اَولَادُکُم
بیشک تمہارے اموال، تمہاری اولاد
فتنۂ فرمود حق ذُوالحِکَم
حکمتوں والے اللہ تعالیٰ نے (اُن کو) فتنہ فرمایا ہے
تا توانی غیرِ حق را دُور کن
جتنا ہو سکے اللہ (تعالیٰ) کے غیر کو دُور کر
بعد ازاں عزمِ دژِ آں سُور کن
اُس کے بعد اُس فصیل کے قلعہ کا ارادہ کر
با خودی بینی اگر ایں اختتام
اگر تو اِس خاتمہ کو خودی کے ساتھ دیکھے گا
خود بُرونِ در بمانی والسّلام
خود باہر رہ جائے گا، والسّلام
وز خودی بیروں بر آ و یار باش
خودی سے باہر نکل اور یار بن
ور بہ پندارِ خودی اغیار باش
اور اگر تو خودی کے غرور میں ہے غیروں میں سے رہ
بہرِ یک رنگ ایں سخن یک رنگ شُد
یک رنگ کے لئے یہ کلام یک رنگ ہے
بہرِ رجمِ آں شیاطیں سنگ شُد
اُن شیطانوں کے سنگسار کرنے کیلئے پتھر ہے

دُخلِ غیر اندر چنیں حصنِ حصیں
ایسے محفوظ قلعہ کے اندر غیر کا دخل
کے شود بے صلح و رفعِ حرب و کیں
بغیر صلح اور لڑائی اور کینہ کے ہٹائے بغیر کب ہو سکتا ہے؟
با دلِ صاف از برائے حق ببیں
خدا کے لئے، صاف دل کے ساتھ دیکھ
از گلِ اُو تا بری بُوئے یقیں
تاکہ تو اُس کے پھول سے یقین کی خوشبو سونگھ لے
ورنہ در چون و چرا آزارہاست
ورنہ چون و چرا میں تکالیف ہیں
ہر کجا گل ہست آنجا خارہاست
جہاں کہیں پھول ہے وہاں کانٹے ہیں
لفظ رُوپوش ست مقصد معنی ست
لفظ نقاب ہے اور معنیٰ مقصود ہیں
غیرِ حق جُستن ازیں لایعنی ست
اِس سے حق کے سوا ڈھونڈنا لایعنی ہے
حق بجُو و حق بگُو و حق بخواں
حق کو تلاش کر اور حق کہہ اور حق پڑھ
ہر زماں حق حق بگو حق را بداں
ہر وقت حق حق کہتا رہ حق کو جانتا رہ
ہر کہ حق را جُست حقانی ست اُو
جس نے حق کو تلاش کیا وہ حقانی ہے
رحمتِ حق بادِ رحمانی ست اُو
وہ اللہ کی رحمت، خدائی ہوا ہے
کارِ شیطانی مکُن شیطاں مباش
شیطانی کام نہ کر، شیطان نہ بن
بر غبارِ جانِ کس آبے بپاش
کسی کے جان کے غبار پر آب پاشی کر
وقت را با غیرِ حق ضائع مکن
وقت کو غیر حق میں برباد نہ کر
بطن را پُر رُوح را جائع مکن
پیٹ کو پُر اور رُوح کو بھوکا نہ بنا

پردۂ پندارِ تست ایں نقشِ غیر
یہ غیر کا نقش تیرے پندار کا پردہ ہے
نیست جز آں یک صنم در جملہ دیر
تمام بُت خانہ میں اُس ایک صنم کے علاوہ نہیں ہے
فانی از خود شو و شو باقی بحق
اپنے اعتبار سے فانی بن، باقی باللہ بن
سر دمد از باطنت رَبُّ الفلق
رَبُّ الفلق تیرے اندر سے نمودار ہو گا
مثنوی در شش مجلد یک نوا ست
چھ دفتروں میں مثنوی کی ایک آواز ہے
حاصلِ آں غوطہ در بحرِ فنا ست
اُس کا خلاصہ فنا کے سمندر میں غوطہ لگانا ہے
گر رہِ حق بایدت ہُشیار باش
اگر تجھے خدا کا راستہ چاہیئے ہوشیار بن
غفلت از خود دور کن بیدار باش
اپنے اندر سے غفلت دُور کر بیدار بن
باش اوّل بر شریعت اُستوار
پہلے شریعت پر استقامت کر
بعد ازاں سُوئے طریقت رُو بیار
پھر طریقت کی جانب رُخ کر
گام اوّل مستقیمِ شرع شو
پہلے قدم پر شرع پر جم
بعد ازاں راہِ طریقت را برو
اس کے بعد طریقت کا راستہ چل
تخلیہ با تحلیہ باید ضرور
آراستگی کے ساتھ صفائی ضروری ہے
تا نمائی بحرِ عرفاں را عبور
تاکہ تو معرفت کے سمندر کو عبور کر سکے
ایں سخن را نیست ہرگز اختتام
اس بات کا کبھی خاتمہ نہیں ہے
پس سخن کوتاہ باید والسّلام
تو بات کو مختصر کر دینا چاہئے، والسّلام

تمّت قد تمّت الدفتر السادس من الکتاب المثنوی المعنوی للمولوی المعنوی

ے اُو: خاتمہ۔ مکنون: چھپا ہوا۔ دژ: قلعہ۔ سُور: چہار دیواری۔ حصن حصین: مضبوط قلعہ۔

فہرست عنوانات مثنوی مولانا رومؒ دفتر ششم

غرض نقشیست کز ما باز ماند
کہ ہستی را نمی بینم بقایی

مگر صاحبدلی روزی برحمت
کند در حق این مسکین دعایی

خطاط

منظور الدین - ۴۶۵ مٹیا محل - دہلی

نوٹ : یہ کتاب حکومتِ ہند کی وزارتِ تعلیم و ثقافت کی مدد سے طبع ہوئی۔